مجموعۂ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد اوّل

از ۱۸۷۸ء تا ۱۸۹۳ء

النّاشر

الشّرکۃ الاسلامیّۃ لمیٹڈ ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــ ٭ ــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
ــــ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ ــــ

پیش لفظ

الشرکۃ الاسلامیہ گذشتہ سالوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف اور ملفوظات کو سیٹ کی صورت میں شائع کرنے کے بعد اب احباب کی خدمت میں حضور کے شائع کردہ جملہ اشتہارات ترتیب وار سیٹ کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

۱۸۷۸ء سے لے کر حضور کے وصال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو بیشمار اشتہارات شائع فرمائے تھے ان کا مطالعہ انتہائی ایمان افروز ہے۔

اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اثبات میں ان اشتہارات کی بڑی قیمت ہے۔ حضور نے اپنے معاندین کو جتنے چیلنج اتمام حجت کے لئے دیئے اکثر وہ اشتہارات میں ہی درج ہیں۔ اہم پیشگوئیوں کے پس منظر اور تفصیلات کو تبھی سمجھا جا سکتا ہے جب ان اشتہارات کا ترتیب وار مطالعہ کیا جائے۔ حضور کے یہ اشتہارات حجج قاطعہ و براہین نیرہ اور زندہ خدا کے زندہ کلام سے پُر ہیں۔ اور اس رُوحانی اسلحہ کا ایک اہم حصہ ہیں جو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو دشمنانِ اسلام پر غلبہ کے لئے عطا فرمائے تھے۔ حضورؑ نے اپنی کتاب "فتح اسلام" میں تائید حق اور اشاعت اسلام کے لئے جن پانچ شاخوں کا ذکر بالہامِ الٰہی فرمایا ہے۔ ان میں ایک اہم شاخ اشتہارات کی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے

قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا
یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالےٰ کا الہام اور رب جلیل کا کلام ہے۔ اور مَیں
یقین رکھتا ہوں کہ اُن حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں
ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی۔ بلکہ رُوحانی اسلحہ
کے ساتھ مدد اُترے گی .... اور ہر ایک حق پوش دجّال۔ دُنیا
پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔ حجّت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائیگا
اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا
جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر
چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان
اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر
خون نہ ہوجائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔
اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلّتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم
سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے
جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خُدا کی تجلّی موقوف ہے۔
اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام
کا زندہ کرنا خدا تعالےٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے
رُوبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو
اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق
کے لئے بھیجکر ایسا ہی کیا اور دُنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے
لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعتِ اسلام کو منقسم کردیا......"
دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہار جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی

اتمامِ حجت کی غرض سے جاری ہے۔ اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔"

(فتح اسلام)

الحمد للہ کہ جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت منعقدہ اواخر مارچ ۱۹۷۱ء کے مبارک موقعہ پر الشرکۃ اشتہارات کی پہلی جلد احباب کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔ یہ مجموعہ تین جلدوں میں ہوگا۔ دوسری جلد بھی عنقریب شائع کی جائے گی۔

مجموعہ اشتہارات کو پہلے حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ رسالت کے نام سے شائع فرمایا تھا۔ اب مزید اشتہارات کی تلاش کر کے مکرم محترم مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری نے اس مجموعہ میں اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کی انہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔

والسلام

[دستخط]

مینیجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

(271 اشتہار) تبلیغ رسالت	صفحہ مجموعہ اشتہارات	
جلد اول	1 تا 210	جلد اول
دوم	211 تا 367	
سوم	368 تا آخر	
تا چہارم	1 تا 215	جلد دوم
پنجم	216 تا 296	
ششم	297 تا آخر	
تا ہفتم	1 تا 90	جلد سوم
ہشتم	91 تا 217	
نہم	218 تا 372	
دہم	373 تا 612	

فہرست مضامین مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(مرتبہ مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری)

نوٹ:- ص۳۸ سے آخر کتاب تک اشتہارات کے نمبروں میں غلطی ہوگئی ہے۔ ۹۸۔ ۱۱۵ لکھے گئے ہیں انہیں ۹۷۔ ۱۱۴ قرار دے کر اصلاح کر لی جائے۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

(۱)

اشتہار پانسو روپیہ

اشتہار ہذا اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ ۲۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کے وکیل ہندوستان وغیرہ اخبار میں بعض لائق فائق آریہ سماج والوں نے بابت رُوحوں کے اصول اپنا یہ شائع کیا ہے کہ ارواح موجودہ بے انت ہیں۔ اور اس کثرت سے ہیں کہ پرمیشر کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں۔ اسی واسطے ہمیشہ مکتی پاتے رہتے ہیں اور پاتے رہیں گے مگر کبھی ختم نہیں ہوویں گے۔ تردید اس کی ہم نے ۹ فروری سے ۹ مارچ تک سفیر ہند کے پرچوں میں بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ کہ اصول مذکور سراسر غلط ہے۔ اب بطور اتمام حجت کے یہ اشتہار تعدادی پانسو روپیہ معہ جواب الجواب بابا نرائن سنگہ صاحب سکرٹری آریہ سماج امرت سر کے تحریر کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب آریہ سماج والوں میں سے بپابندی اصول مسلمہ اپنے کے کل دلائل مندرجہ سفیر ہند و دلائل مرقومہ

جواب الجواب مشمولہ اشتہار ہذا کے توڑ کر یہ ثابت کر دے کہ ارواح موجودہ جو سوا چار ارب
کی مدت میں کُل دورہ اپنا پُورا کرتے ہیں بے انت ہیں اور ایشور کو تعداد ان کا نامعلوم رہا
ہوا ہے تو میں اس کو **مبلغ پانسو روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔** اور در صورت
توقف کے شخص مثبت کو اختیار ہوگا کہ بمدد عدالت وصول کرے۔ لیکن واضح رہے کہ اگر کوئی
صاحب سماج مذکور میں سے اس اُصول سے منکر ہو تو صرف انکار طبع کرانا کافی نہ ہوگا بلکہ اس
صورت میں بتصریح لکھنا چاہیئے کہ پھر اُصول کیا ہوا؟ آیا یہ بات ہے کہ ارواح ضرور کسی دن ختم ہو
جائیں گے اور تناسخ اور دنیا کا ہمیشہ کے واسطے خاتمہ ہوگا۔ یا یہ اُصول ہے کہ خدا اور روحوں کو پیدا کر
سکتا ہے یا یہ کہ بعد مکتی پانے سب روحوں کے پھر ایشر انہیں مکتی یافتہ روحوں کو کیڑے مکوڑے وغیرہ
مخلوقات بنا کر دنیا میں بھیجد یگا۔ یا یہ کہ اگرچہ ارواح بے انت نہیں اور تعداد ان کا کسی حدود
معیّن میں ضرور محصُور ہے مگر پھر بھی بعد نکالے جانے کے باقیماندہ رُوح اُتنے کے اُتنے
ہی رہتے ہیں۔ نہ مکتی والوں کی جماعت جس میں یہ تازہ مکتی یافتہ جا ملتے ہیں۔ اس بالائی آمدن
سے پہلے سے کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں اور نہ یہ جماعت جس سے کسی قدر ارواح نکل گئے بعد اس
خروج کے کچھ کم ہوتے۔ غرض جو اُصول ہو۔ بہ تفصیل مذکورہ مفصل لکھنا چاہیئے۔

المشتہر۔ مرزا غلام احمد رئیس قادیان عفی عنہ۔ ۲ مارچ ۱۸۷۸ء

منقول از الحکم نمبر ۱۸ جلد ۹ صفحہ ۱ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء کالم ۲ و حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۱۱۸
مطبوعہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم و تبد سلسلۃ الجدید جلد ۱ نمبر ۸ صفحہ ۸ کالم ۲

(۲)

باوا صاحب کی شرائط مطلوبہ پرچہ سفیر ہند ۲۳ فروری ۱۸۷۸ء کا ایفاء اور نیز چند امور واجب العرض بہ تفصیل ذیل۔

(۱) اوّل ذکر کرنا اس بات کا قرین مصلحت ہے کہ اشتہار مندرجہ ذیل میں جو حسب درخواست ہمارے معزز

دوست باوا نرائن سنگھ صاحب وکیل کے لکھا جاتا ہے۔ لفظ جرمانہ کے جو بجائے لفظ انعام کے ثبت ہوا ہے محض بغرض رضا جوئی باوا صاحب موصوف کے درج کیا گیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا اندراج مطابق منشاء اصول قوانین مجریہ سرکار کے ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ زر موعودہ کسی مجرمانہ فعل کا تاوان نہیں۔ تا اس کا نام جرمانہ رکھا جاوے۔ بلکہ یہ وہ حق ہے جو خود مشتہر نے بطیب نفس ورضائے خاطر بلا اکراہ غیرے کسی مجیب مصیب کو بپاداش اس کے جواب باصواب کے دینا مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں کچھ پوشیدہ نہیں کہ یہ رقم درحقیقت بصرا اثبات ایک امر غیر مثبت کے ہے جس کو ہم انعام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جرمانہ نہیں ہے اور نہ از روئے حکم کسی قانون گورنمنٹ برطانیہ کے کوئی سوال نیک نیتی سے کرنا یا کسی امر میں بصدق نیت کچھ رائے دینا داخل جرم ہے تا اس نکتہ چینی کی کچھ بنیاد ہو سکے۔ غرض اس موقعہ پر بہ حیثیت لفظ جرمانہ کا بالکل غیر معقول اور مہمل اور بے محل ہے۔ لیکن چونکہ باوا صاحب ممدوح پرچہ مقدم الذکر میں بزمرہ دیگر شرائط کے یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ بجائے لفظ انعام کے لفظ جرمانہ کا لکھا ہو تو تب ہم جواب دینگے۔ سو خیر میں وہی لکھ دیتا ہوں۔ کاش! باوا صاحب کسی طرح جواب اس سوال اشتہاری کا دیں۔ ہرچند میں جانتا ہوں۔ جو باوا صاحب اس جرح قانونی میں بھی غلطی پر ہیں اور کوئی ایسا ایکٹ میری نظر سے نہیں گذرا جو نیک نیتی کے سوال کو جرم میں داخل کرے۔

(۲) شرط دوم۔ باوا صاحب کی اس طرح پر پوری کر دی گئی ہے جو ایک خط بقلم خود تحریر کر کے بافراد مضمون مشتہرہ کے خدمت مبارک باوا صاحب میں ارسال کیا گیا ہے۔ باوا صاحب خوب جانتے ہیں جو اول تو خود اشتہار کسی مشتہر کا جو باضابطہ کسی اخبار میں شایع کیا جاوے۔ قانوناً تاثیر ایک اقرارنامہ کی رکھتا ہے بلکہ وہ بلحاظ تعدد نقول کے گویا صدہا تمسک ہیں۔ علاوہ ازاں چٹھیات خانگی بھی جو کسی معاملہ متنازعہ فیہ میں عدالت میں پیش کئے جاویں۔ ایک قوی دستاویز ہیں اور قوت اقرارنامہ قانونی کی رکھتے ہیں۔ سو چٹھی خاص بھی بھیجی گئی۔ ماسوائے اس کے جبکہ اس معاملہ میں شہادات زبانی ثالثوں کے بھی موجود ہونگی تو پھر باوجود اس قدر انواع و اقسام کے ثبوتوں کے حاجت کسی عہدنامہ خاص کی کیا ہے لیکن چونکہ مجھ کو اتمام حجت مطلوب ہے اس لئے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس ثبوت پر کفایت نہ کرکے

پھر باوا صاحب اقرار نامہ اشتہام کا مطالبہ کرینگے تو فوراً اقرار نامہ مطلوبہ ان کا معرفت مطبع سفیر ہند کے یا جیسا مناسب ہو خدمت میں اُن کی بھیجا جاوے گا لیکن باوا صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ درصورت مغلوب رہنے کے قیمت اشتہام کی واپس کریں ۔

(۳) شرط سوئم میں باوا صاحب روپیہ وصول ہونے کا اطمینان چاہتے ہیں ۔ سو واضح ہو کہ اگر باوا صاحب کا اس فکر سے دل دھڑکتا ہے کہ اگر روپیہ وقت پر ادا نہ ہو تو کس جائداد سے وصول ہوگا تو اس میں یہ عرض ہے کہ اگر باوا صاحب کو ہماری املاک موجودہ کا حال معلوم نہیں تو صاحب موصوف کو ایسے قلیل معاملہ میں زیادہ آگاہ کرنا ضروری نہیں ۔ صرف اس قدر نشان دہی کافی ہے کہ درصورت تردد کے ایک معتبر اپنا صرف بٹالہ میں بھیجدیں اور ہمارے مکانات اور اراضی جو قصبہ مذکور میں قیمتی چھ سات ہزار کے موجود اور واقعہ ہیں ۔ ان کی قیمت تخمینی دریافت کر کے اپنے مضطرب دل کی تسلی کرلیں اور نیز یہ بھی واضح ہو بمجرد جواب دینے کے مطالبہ روپیہ کا نہیں ہو سکتا جیسا کہ باوا صاحب کی تحریر سے مفہوم ہوتا ہے ۔ بلکہ مطالبہ کا وہ وقت ہوگا کہ جب کل آرائے تحریری ثالثان اہل انصاف کے جن کے اسمائے مبارکہ تنقیح شرط چہارم میں ابھی درج کروں گا ۔ سفیر ہند میں بشرائط مشروطہ پرچہ ہذا کے طبع ہو کر شائع ہو جائیں گی ۔

(۴) شرط چہارم میں باوا صاحب نے صاحبان مندرجہ ذیل کو منصفان تنقید جواب قرار دیا ہے ۔ مولوی سید احمد خاں صاحب ۔ منشی کنھیا لال صاحب ۔ منشی اندرمن صاحب ۔ مجھ کو منصفان تجویزہ باوا صاحب میں کسی نہج کا عذر نہیں بلکہ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے تجویز تقرر ثالثان میں مولوی سید احمد خاں صاحب کا نام بھی جو ہم سے اخوت اسلام رکھتے ہیں ۔ درج کر دیا اس لئے میں بھی اپنے منصفان مقبولہ میں ایک فاضل آریہ صاحب کو جن کی فضیلت میں باوا صاحب کو بھی کلام نہیں ۔ باعتماد طبیعت صالحانہ اور رائے منصفانہ ان کی کے داخل کرتا ہوں جن کے نام نامی یہ ہیں ۔ سوامی پنڈت دیانند سرسوتی ۔ حکیم محمد شریف صاحب امرتسری ۔ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری ۔ لیکن اتنی عرض اور ہے کہ علاوہ ان صاحبوں کے کہ فریقین کے ہم مذہب

ہیں۔ وہ دو صاحب مسیحی مذہب بھی ممبر تنقید جواب کے لئے قرار پانے چاہئیں۔ سو میری دانست میں پادری رجب علی صاحب اور بابو ریارام صاحب جو علاوہ فضیلت علمی اور طبیعت منصفانہ کے اس بحث جاری شدہ سے بخوبی واقف ہیں بشرطیکہ صاحبین موصوفین براہ مہربانی اس شوریٰ میں داخل ہونا منظور کر لیں۔ اور آپ کو بھی اس میں کوئی کلام نہ ہو بہتر اور انسب ہیں۔ ورنہ بالآخر اس طرح تجویز ہوگی کہ ایک صاحب مسیحی مذہب کو آپ قبول کر کے اطلاع دے دیں اور ایک کے اسم مبارک سے میں مطلع کروں گا۔

اور تصفیہ اس طرح پر ہوگا کہ بعد طبع ہونے جواب آپ کے ان صاحبوں کو جو حسب مرضی فریقین ثالث قرار پائے ہیں بذریعہ خانگی خطوط کے اطلاع دی جائے گی لیکن ہر ایک فریق ہم دونوں میں سے ذمہ دار ہوگا کہ اپنے منصفین مجوزہ کو آپ اطلاع دے۔ تب صاحبان منصفین اول ہمارے سوال نمبر ا کو دیکھیں گے اور بعد اس کے تبصرہ مشمولہ شرائط ہذا کو جس میں آپ کے جواب الجواب کا جو ماہ فروری آفتاب پنجاب میں طبع ہوا تھا، ازالہ ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔ پھر آپ کا جواب بتدبر تمام پڑھ کر جانچیں گے کہ آیا اس جواب سے وجوہات ہمارے رد ہو گئے یا نہیں؟ اور یہ بھی دیکھیں گے کہ آپ نے باثبات دونوں امر مندرجہ اشتہار کے کیا کیا وجوہات پیش کئے ہیں۔ لیکن یہ امر کسی منصف کے اختیار میں نہ ہوگا کہ صرف اس قدر رائے ظاہر کرے کہ ہماری دانست میں یہ ہے یا وہ ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسی رائے ظاہر کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ غرض کوئی رائے میں نہیں لیا جائے گا جب تک اس صورت سے تحریر نہ ہو کہ اصل وجوہات متخاصمین کو پورا پورا بیان کر کے بتقریر مدلل ظاہر کرے کہ کس طور سے یہ وجوہات ٹوٹ گئیں یا بحال رہیں۔ اور علاوہ اس کے یہ سب منصفانہ آراء سفیر ہند میں درج ہوں گے نہ کسی اور پرچہ میں۔ بلکہ صاحبان منصفین اپنی اپنی تحریر کو براہ راست مطبع ممدوح الذکر میں ارسال فرمائیں گے باستثناء بابو ریارام صاحب کے۔ اگر وہ اس شوریٰ تنقید جواب میں داخل ہوئے تو اُن کو اپنا رائے اپنے پرچہ میں طبع کرنا ہوگا۔ اور جبکہ یہ سب آراء بقید شرائط متذکرہ بالا کے طبع ہو جائیں گی تو اس وقت کثرت رائے پر فیصلہ ہوگا۔ اور اگر ایک نمبر بھی زیادہ ہو تو بحسب واقعات

کو ڈگری ملے گی۔ ورنہ آنجناب مغلوب رہیں گے۔

اشتہار مبلغ پانچسو روپیہ

۱۸۷۸ء میں راقم اس سوال کا جو آریہ سماج کی نسبت پرچہ ۹ فروری اور بعد اس کے سفیر ہند میں بدفعات درج ہو چکا ہے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کر کے لکھ دیتا ہوں کہ اگر باوا نرائن سنگھ صاحب یا کوئی اور صاحب منجملہ آریہ سماج کے جو اُن سے متفق الرائے ہوں۔ ہماری ان وجوہات کا جواب جو سوال مذکورہ میں درج ہے اور نیز ان دلائل کے تردید جو تبصرہ مشمولہ اشتہار ہذا میں مبین ہے پورا پورا ادا کر کے بدلائل حقہ یقینیہ یہ ثابت کر دے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں پانچسو روپیہ نقد اس کو بطور جرمانہ کے دوں گا اور درصورت نہ ادا ہونے روپیہ کے مجیب ثبت کو اختیار ہوگا کہ امداد عدالت سے وصول کرے تنقید جواب کی اُس طرح عمل میں آوے گی جیسے تنقیح شرائط میں اوپر لکھا گیا ہے۔ اور نیز جواب باوا صاحب کا بعد طبع اور شائع ہونے تبصرہ ہمارے کے مطبوع ہوگا۔"

المشتہر:- مرزا غلام احمد رئیس قادیان

(منقول از حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء)

---

(۳)

اعلان

سوامی دیانند سرسوتی صاحب نے بجواب ہماری اس بحث کے جو ہم نے روحوں کا بے انت ہونا باطل کر کے غلط ہونا مسئلہ تناسخ اور قدامت سلسلہ دنیا کا ثابت کیا تھا معرفت تین کس آریہ سماج والوں کے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگرچہ ارواح حقیقت میں بے انت نہیں ہیں۔ لیکن تناسخ اسی طرح پر ہمیشہ

بنا رہتا ہے کہ جب سب ارواح مکتی پا جاتے ہیں تو پھر بوقت ضرورت مکتی سے باہر نکالی جاتی ہیں۔ اب سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے اس جواب میں کچھ شک و شبہ ہو تو بالمواجہ بحث کرنی چاہیئے چنانچہ اسی بارے میں سوامی صاحب کا ایک خط بھی آیا۔ اس خط میں بھی بحث کا شوق ظاہر کرتے ہیں۔ اس واسطے بذریعہ اس اعلان کے عرض کیا جاتا ہے کہ بحث بالمواجہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے۔ کاش! سوامی صاحب کسی طرح ہمارے سوالوں کا جواب دیں مناسب ہے کہ سوامی صاحب کوئی مقام ثالث بالخیر کا واسطے انعقاد اس جلسہ کے تجویز کر کے بذریعہ کسی مشہور اخبار کے تاریخ و مقام کو مشتہر کر دیں۔ لیکن اس جلسہ میں شرط یہ ہے کہ یہ جلسہ بحاضری چند منصفان صاحب لیاقت اعلیٰ کہ تین صاحب ان میں سے ممبران برہمو سماج اور تین صاحب مسیحی مذہب ہوں گے۔ قرار پائے گا۔ اوّل تقریر کرنے کا ہمارا حق ہوگا کیونکہ ہم معترض ہیں۔ پھر پنڈت صاحب برعایت شرائط تہذیب جو چاہیں گے جواب دیں گے۔ پھر اس کا جواب الجواب ہماری طرف سے گذارش ہوگا اور بحث ختم ہو جائے گی۔ ہم سوامی صاحب کی اس درخواست سے بہت خوش ہوئے۔ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ کیوں سوامی صاحب اور اور دھندوں میں لگے ہوئے ہیں اور ایسے سخت اعتراض کا جواب نہیں دیتے جس نے سب آریہ سماج والوں کا دم بند کر رکھا ہے۔ اب اگر سوامی صاحب نے اس اعلان کا کوئی جواب مشتہر نہ کیا تو بس یہ سمجھو کہ سوامی صاحب صرف باتیں کر کے اپنے توابعین کے آنسو پونچھتے تھے اور مکت یابوں کی واپسی میں جو جو مفاسد ہیں۔ مضمون مشمولہ متعلقہ اس اعلان میں درج ہیں۔ ناظرین پڑھیں اور انصاف فرماویں۔

المعلـــــــــــــن

میرزا غلام احمد رئیس قادیان۔ ۱۰ جون ۱۸۷۸ء

منقول از رسالہ برادر ہند لاہور بابت جولائی ۱۸۷۸ء و حیاۃ النبی جلد اوّل نمبر دوم صفحہ ۱۱۷

و الحکم نمبر ۱۹ جلد ۹ صفحہ ۱ کالم اوّل ۳۱ مئی ۱۹۰۵ء

و بدر سلسلہ جدید جلد اوّل نمبر ۱۰ صفحہ ۶ کالم ۲ مورخہ ۸ جون ۱۹۰۵ء

(۴)

اعلان متعلقہ مضمون ابطال تناسخ و مقابلہ وید و فرقان مع اشتہار پانسو روپیہ جو پہلے بھی بمباحثہ باوا صاحب مشتہر کیا گیا تھا

ناظرین انصاف آئین کی خدمت بابرکت میں واضح ہو کہ باعث مشتہر کرنے اس اعلان کا یہ ہے کہ عرصہ چند روز کا ہوا ہے کہ پنڈت کھڑک سنگھ صاحب ممبر آریہ سماج امرت سر قادیان میں تشریف لائے اور مستدعی بحث کے ہوئے چنانچہ حسب خواہش ان کے دربارہ تناسخ اور مقابلہ وید اور قرآن کے گفتگو کرنا قرار پایا۔ برطبق اس کے ہم نے ایک مضمون جو اس اعلان کے بعد میں تحریر ہوگا۔ ابطال تناسخ میں اس التزام سے مرتب کیا کہ تمام دلائل اس کے قرآن مجید سے لئے گئے اور کوئی بھی ایسی دلیل نہ لکھی کہ جس کا ماخذ اور منشا قرآن مجید نہ ہو۔ اور پھر مضمون جلسہ عام میں پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تا کہ پنڈت صاحب بھی حسب قاعدہ ملتزمہ ہمارے کے اثبات تناسخ میں وید کی شرتیاں پیش کریں۔ اور اس طور سے مسئلہ تناسخ کا فیصلہ پا جائے۔ اور وید اور قرآن کی حقیقت بھی ظاہر ہو جائے۔ کہ ان میں سے کون غالب اور کون مغلوب ہے۔ اس پر پنڈت صاحب نے بعد سماعت تمام مضمون کے دلائل وید کے پیش کرنے سے عجز مطلق ظاہر کیا اور صرف دو شرتیاں رگوید سے پیش کیں کہ جن میں ان کے زعم میں تناسخ کا ذکر تھا اور اپنی طاقت سے بھی کوئی دلیل پیش کردہ ہماری کو رد نہ کر سکے۔ حالانکہ ان پر واجب تھا کہ بمقابلہ دلائل قرآنی کے اپنے وید کا بھی کچھ فلسفہ ہم کو دکھلاتے۔ اور اس دعوے کو جو پنڈت دیانند صاحب مدت دراز سے کر رہے ہیں کہ وید سرچشمہ تمام علوم فنون کا ہے، ثابت کرتے۔ لیکن افسوس کہ کچھ بھی نہ بول سکے اور دم بخود رہ گئے اور عاجز اور لاچار ہو کر اپنے گاؤں کی طرف سدھار گئے۔ گاؤں میں جاکر پھر ایک مضمون بھیجا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ابھی بحث کرنے کا شوق باقی ہے

اور مسئلہ تناسخ میں مقابلہ وید اور قرآن کا بذریعہ کسی اخبار کے چاہتے ہیں۔ سو بہت خوب ہم
پہلے ہی طیار ہیں۔ مضمون ابطال تناسخ جس کو ہم جلسۂ عام میں گوش گذار پنڈت صاحب
موصوف کر چکے ہیں وہ تمام مضمون دلائل اور براہین قرآن مجید سے لکھا گیا ہے اور جا بجا
آیات فرقانی کا حوالہ ہے۔ پنڈت صاحب پر لازم ہے کہ مضمون اپنا جو دلائل بید سے بمقابلہ
مضمون ہمارے کے مرتب کیا ہو، پرچہ سفیر ہند یا برادر ہند یا آریہ درپن میں طبع کرا دیں۔
پھر آپ ہی دانا لوگ دیکھ لیں گے۔ اور بہتر ہے کہ ثالث اور منصف اس مباحثہ تنقیح فضیلت
وید اور قرآن میں دو شریف اور فاضل آدمی مسیحی مذہب اور برہمو سماج سے جو فریقین کے مذاہب
سے بے تعلق ہیں، مقرر کئے جائیں۔ سو میری دانست میں ایک جناب پادری رجب علی صاحب جو
خوب محقق مدقق ہیں اور دوسرے جناب پنڈت شو نرائن صاحب جو برہمو سماج میں اہل علم اور صاحب نظر دقیق ہیں۔
فیصلہ اس امر متنازعہ فیہ میں حَکم بننے کے لئے بہت اولیٰ اور انسب ہیں۔ اس طور سے بحث
کرنے میں حقیقت میں چار فائدے ہیں۔ **اوّل** یہ کہ بحث تناسخ کی بہ تحقیق تمام فیصلہ پا جائیگی
دوم۔ اس موازنہ اور مقابلہ سے امتحان وید اور قرآن کا بخوبی ہو جائے گا اور بعد مقابلہ کے
جو فرق اہل انصاف کی نظر میں ظاہر ہوگا وہی فرق قول فیصل متصور ہوگا۔ سوم۔ یہ فائدہ کہ اس
التزام سے ناواقف لوگوں کو عقائد مندرجہ وید اور قرآن سے بکلی اطلاع ہو جائے گی۔ چہارم
یہ فائدہ کہ یہ بحث تناسخ کی کسی ایک شخص کی رائے خیال نہیں کی جائے گی بلکہ محوّل بکتاب
ہو کر اور معتاد طریق سے انجام پکڑ کر قابل تشکیک اور تزئیف نہیں رہے گی اور اس بحث
میں یہ کچھ ضرور نہیں کہ صرف پنڈت کھڑک سنگھ صاحب تحریر جواب کے لئے تن تنہا محنت
اُٹھائیں۔ بلکہ میں عام اعلان دیتا ہوں کہ منجملہ صاحبان مندرجہ عنوان مضمون ابطال تناسخ
جو ذیل میں تحریر ہوگا کوئی صاحب ارباب فضل و کمال میں سے متصدی جواب ہوں۔ اور اگر
کوئی صاحب بھی باوجود اس قدر تاکید مزید کے اس طرف متوجہ نہیں ہوں گے اور دلائل ثبوت
تناسخ کے فلسفہ متدعویہ وید سے پیش نہیں کریں گے یا در صورت عاری ہونے وید کے ان

دلائل سے اپنی عقل سے جواب نہیں دیں گے تو ابطال تناسخ کی ہمیشہ کے لئے ان پر ڈگری ہوجائے گی اور نیز دعویٰ وید کا کہ گویا وہ تمام علوم فنون پر متضمن ہے۔ محض بے دلیل اور باطل ٹھہرے گا اور بالآخر بغرض توجہ دہانی یہ بھی گذارش ہے کہ میں نے جو قبل اس سے فروری ۱۸۷۸ء میں ایک اشتہار[1] تعدادی پانسور روپیہ صہ بابطال مسئلہ تناسخ دیا تھا وہ اشتہار اب اس مضمون سے بھی بعینہٖ متعلق ہے۔ اگر پنڈت کھڑک سنگھ صاحب یا کوئی اور صاحب ہمارے تمام دلائل کو نمبروار جواب دلائل مندرجہ وید سے دے کر اپنی عقل سے توڑ دیں گے تو بلاشبہ رقم اشتہار کے مستحق ٹھہریں گے اور بالخصوص بخدمت پنڈت کھڑک سنگھ صاحب کہ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم پانچ منٹ میں جواب دے سکتے ہیں۔ یہ گذارش ہے کہ اب اپنی اس استعداد علمی کو روبروئے فضلائے نامدار ملت مسیحی اور برہمو سماج کے دکھلاویں۔ اور جو جو کمالات ان کی ذات سامی میں پوشیدہ ہیں۔ منصۂ ظہور میں لاویں ورنہ عوام کالانعام کے سامنے دم زنی کرنا صرف ایک لاف گزاف ہے اس سے زیادہ نہیں ۔

الراقم :- مرزا غلام احمد رئیس قادیان

(منقول از حضرت اقدس کی پرانی تحریریں حصہ اول شائع شدہ ہفتم مئی ۱۸۹۹ء۔ مرتبہ ایڈیٹر الحکم)

---

(۵)

اشتہار بغرض استعانت و استظہار از انصار دین محمد مختار صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ الابرار

اخوان دیندار و مومنین غیرت شعار و حامیان دین اسلام و متبعین سنت خیر الانام پر

---

[1] یہ اشتہار سفیر ہند مورخہ فروری ۱۸۷۸ء کا ہے جو باوجود تلاش کے نہیں ملا۔ (مؤلف)

روشن ہو کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات حقانیت قرآن و صداقت دین اسلام ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد طالب حق سے بجز قبولیت اسلام اور کچھ بن نہ پڑے۔ اور اس کے جواب میں قلم اٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہوسکے۔ اس کتاب کے ساتھ اس مضمون کا ایک **اشتہار** دیا جاوے گا کہ جو شخص اس کتاب کے دلائل کو توڑ دے مع ذلک اس کے مقابلہ میں اسی قدر دلائل یا ان کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس سے اپنی کتاب کا (جس کو وہ الہامی سمجھتا ہے) حق ہونا یا اپنے دین کا بہتر ہونا ثابت کر دکھائے اور اس کے کلام یا جواب کو میری شرائط مذکورہ کے موافق تین منصف (جن کو مذہب فریقین سے تعلق نہ ہو) مان لیں تو میں اپنی جائداد تعدادی دس ہزار روپیہ سے (جو میرے قبضہ و تصرف میں ہے) دستبردار ہو جاؤں گا اور سب کچھ اس کے حوالہ کر دوں گا۔ اس باب میں جس طرح کوئی چاہے اپنی اطمینان کر لے۔ مجھ سے تمسک لکھالے یا رجسٹری کرالے اور میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو آکر بچشم خود دیکھ لے۔

باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت دیانند صاحب اور ان کے اتباع ہیں جو اپنی اُمت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں اور بجز اپنے وید کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور نعوذ باللہ توریت زبور۔ انجیل۔ فرقان مجید کو محض افترا سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سُن نہیں سکتے۔ ایک صاحب نے ان میں سے اخبار سفیر ہند میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے۔ اب ہم نے اس کتاب میں ان کا اور ان کے اشتہاروں کا کام تمام کر دیا ہے اور صداقت قرآن و نبوت کو بخوبی ثابت کیا۔ پہلے ہم نے اس کتاب کا ایک حصہ پندرہ جزو میں تصنیف کیا۔ بغرض تکمیل تمام ضروری امروں کے نوٹ حصے اور زیادہ کر دیئے۔ جن کے سبب سے تعداد کتاب ڈیڑھ سو جزو ہو گئی۔ ہر ایک حصہ اس کا ایک ایک ہزار نسخہ چھپے۔ تو چورانوے روپیہ

صرف ہوتے ہیں۔ پس کل حصص کتاب نو سو چالیس روپے سے کم میں چھپ نہیں سکتے۔

از انجا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شایع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں۔ اور اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیا لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ معہ اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیجدیں۔ جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔

غرض انصار اللہ بن کر اس نہایت ضروری کام کو جلد تر بسر انجام پہونچا دیں اور نام اس کتاب کا " البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیّۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ " رکھا گیا ہے۔ خدا اس کو مبارک کرے اور گمراہوں کو اس کے ذریعہ سے اپنے سیدھے راہ پر چلاوے آمین ۔

المشتہر:۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ملک پنجاب

منقول از ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴۔ جلد دوئم صفحہ ۳-۴،

بابت اپریل ۱۸۷۹ء مطبوعہ مئی ۱۸۷۹ء

مصنفہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی

اعلان

کتاب براہین احمدیہ کی قیمت و تاریخ طبع

واضح ہو کہ جو اصل قیمت اس کتاب کی بلحاظ ضخامت اور حُسن اور لطافت ذاتی اس کے اور نیز بنظر اس پاکیزگی خط اور تحریر اور عمدگی کاغذ وغیرہ لوازم اور مراتب کے کہ جن کے التزام سے یہ کتاب چھاپی جائے گی۔ بیس روپیہ سے کم نہ تھی۔ مگر ہم نے محض اس امید اور نظر سے جو بعض امرار اسلام جو ذی ہمت اور اولوالعزم ہیں۔ اس کتاب کی اعانت میں توجہ کامل فرماویں گے اور اس طور سے جبر اُس نقصان کا ہو جاوے گا جو کمی قیمت کے باعث سے عاید حال ہوگا۔ صرف پانچ روپیہ قیمت مقرر کی تھی۔ مگر اب تک ایسا ظہور میں نہ آیا اور ہم انتظار کرتے کرتے تھک بھی گئے۔ البتہ کئی ایک صاحبان عالی ہمت یعنی جناب نواب صاحب بہادر فرمانروائے ریاست لوہارو اور علاوہ ان کے جناب خلیفہ سید محمد حسن خاں بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ نے جو ہمیشہ اشاعت علمی اور ہمدردی قومی اور دینی خیر خواہی بندگان الٰہی میں بدل و جان مصروف ہو رہے ہیں، اس کام میں بھی کہ جس کی علت غائی اشاعت دلائل حقیت دینی اور اظہار

(۱) جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بالقابہ والیہ بھوپال
(۲) جناب مولوی محمد چراغ علی خاں صاحب نائب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدرآباد دکن
(۳) جناب غلام قادر خانصاحب وزیر ریاست نالہ گڑھ پنجاب
(۴) جناب نواب مکرم الدولہ بہادر حیدرآباد
(۵) جناب نواب نظیر الدولہ بہادر بھوپال
(۶) جناب نواب سلطان الدولہ بہادر ״
(۷) جناب نواب علی محمد خانصاحب بہادر لودھیانہ پنجاب
(۸) جناب نواب غلام محبوب سبحانی خانصاحب بہادر رئیس اعظم لاہور
(۹) جناب نواب محمد فیروز الدین خانصاحب بہادر وزیر اعظم ریاست بہاولپور
(۱۰) جناب سردار غلام محمد خان صاحب رئیس واہ
(۱۱) جناب مولانا سید الدین احمد خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروزپور

شان اور شوکت اور راستی اور صداقت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ہے خریداری کتب اور فراہمی خریداروں میں کماحقہ مدد فرمائی کہ جس کی تفصیل انشاء اللہ عنوان کتاب براہین احمدیہ پر درج کی جائے گی اور جناب نواب صاحب بہادر ممدوح نے علاوہ خریداری کتب کے کسی قدر روپیہ بطور اعانت کتاب کے عطا فرمانا بھی وعدہ فرمایا۔

لیکن بباعث اس کے جو قیمت کتاب کی نہایت ہی کم تھی اور جبر نقصان اس کے کا بہت سی اعانتوں پر موقوف تھا جو محض فی سبیل اللہ ہر طرف سے کی جائیں، طبع کتاب میں بڑی توقف ظہور میں آئی۔ مگر اب کہاں تک توقف کی جائے۔ ناچار بصد اضطرار یہ تجویز سوچی گئی جو قیمت کتاب کی جو بنظر حیثیت کتاب کے بنہایت درجہ قلیل اور ناچیز ہے دوچند کی جائے۔ لہٰذا بذریعہ اعلان ہذا کے ظاہر کیا جاتا ہے جو من بعد جملہ صاحبین باستثناء ان صاحبوں کے جو قیمت ادا کر چکے ہیں یا ادا کرنے کا وعدہ ہو چکا ہے قیمت اس کتاب کی بجائے پانچ روپیہ کے دس روپیہ تصور فرماویں۔ مگر واضح رہے کہ اگر بعد معلوم کرنے قدر و منزلت کتاب کے کوئی امیر عالی ہمت محض فی سبیل اللہ اس قدر اعانت فرماویں گے کہ جو کسر کمی قیمت کی ہے اس سے پوری ہو جائے گی تو پھر یہ تجدید اعلان وہی پہلی قیمت کہ جس میں عام مسلمانوں کا فائدہ ہے قرار پا جائے گی اور ثواب اس کا اس مُحسن کو ملتا رہے گا۔ اور یہ وہ خیال ہے کہ جس سے ابھی میں نا اُمید نہیں اور اغلب ہے کہ بعد شائع ہونے کتاب اور معلوم ہونے فوائد اس کے کے ایسا ہی ہو اور انشاء اللہ یہ کتاب جنوری ۱۸۸۰ء میں زیر طبع ہو کر اس کی اجزاء اسی مہینہ یا فروری میں شائع اور تقسیم ہونی شروع ہو جائے گی۔ مکرر یہ کہ میں اس اعلان میں مندرجہ حاشیہ صاحبان کا بدل مشکور ہوں کہ جنہوں نے سب سے پہلے اس کتب کی اعانت کے لئے بنیاد ڈالی اور خریداری کتب کا وعدہ فرمایا۔ مورخہ ۳؍ دسمبر ۱۸۷۹ء

المعلن

مرزا غلام احمد رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از اخبار سفیر ہند نمبر ۵۱۔ مطبوعہ ۲۰؍ دسمبر ۱۸۷۹ء صفحہ ۸۲۴)

(۷)

لالہ جیون داس سیکرٹری آریہ سماج لاہور کا

اعلان

آج میں نے اتفاقاً آپ کے اخبار مطبوعہ ۹ر فروری کے ابتدائی صفحہ میں ایک اشتہار[ا] منجانب مرزا غلام احمد رئیس قادیان دیکھا۔ لہذا اس کی نسبت چند سطور ارسال خدمت ہیں۔ امید کہ درج اخبار فرما کر مشکور فرمائیگا۔ راقم اشتہار نے لکھا ہے کہ جو صاحب منجملہ توابع سوامی دیانند سرسوتی صاحب سوال ہذا کا جواب دے کر ثابت کرے کہ روح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ لفظ توابع سے صاحب راقم کا کیا مطلب ہے۔ اگر آریہ سماج والوں سے مراد ہے تو معلوم رہے کہ وے لوگ سوامی دیانند کے توابعین سے نہیں ہیں۔ یعنی وے عام طور پر پابند خیالات سوامی دیانند کے نہیں۔ ہاں ان کے خیالات میں سے جو بات جس کو معقول معلوم ہوتی ہے وہ اس کو مانتا ہے۔ اور یہ امر کچھ آریہ سماج والوں سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کوئی امر معقول کو پسند کرتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ رُوح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں، آریہ سماج اس کو مانتی ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہو کہ یہ مسئلہ آریہ سماج کے اصولوں میں داخل نہیں ہے۔ اگر کوئی ممبر سماج کا اس کا دعویدار ہو تو اس سے سوال کرنا چاہیئے اور اسی کو اس کا جواب دینا

[ا] یہ اشتہار مورخہ ۹ فروری ۱۸۸۵ء باوجود تلاش کے نہیں ملا۔ اس لئے سیکرٹری آریہ سماج لاہور کا اعلان درج کر دیا ہے کیونکہ اس میں اس اشتہار کا خلاصہ مضمون موجود ہے۔ اسی اشتہار کا نوٹ صفحہ ۱۰ پر لکھا گیا ہے۔ (مرتب)

لازم ہے چونکہ اس اشتہار سے لوگوں کو یہ مغالطہ پیدا ہوتا تھا کہ آریہ سماج والے سوامی دیانند صاحب کے پیرو اور تابع ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں۔ اس لئے بغرض اشتباہ اور مغالطہ مذکور کے یہ تحریر عمل میں آئی +

راقم جیونداس سکرٹری آریہ سماج لاہور

(منقول از حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم)

---

(۸)

خط[1]

مکرمی جناب پنڈت صاحب!

آپ کا مہربانی نامہ عین اس وقت میں پہونچا کہ جب میں بعض ضروری مقدمات کیلئے امرت سر کی طرف جانے کو تھا۔ چونکہ اس وقت مجھے دو گھنٹہ کی بھی فرصت نہیں۔ اس لئے آپ کا جواب واپس آکر لکھوں گا اور انشاء اللہ تعالےٰ تین روز یا غایت درجہ چار روز کے بعد واپس آجاؤں گا۔ اور پھر آتے ہی جواب لکھ کر خدمت گرامی میں ارسال کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ مضامین برادر ہند میں درج ہوں۔ مگر میری صلاح یہ ہے کہ ان مضامین کے ساتھ دو ثالثوں کی رائے بھی ہو۔ تب اندراج پاویں۔ مگر اب مشکل یہ کہ ثالث کہاں سے لاویں۔ ناچار یہی تجویز خوب ہے کہ آپ ایک فاضل نامی گرامی صاحب تالیف تصنیف کا براہم سماج کے فضلاء میں سے منتخب کرکے مجھے اطلاع دیں جو ایک خدا ترس اور فروتن اور محقق اور بے نفس اور بے تعصب ہو۔ اور ایک انگریز کہ جن کی قوم کی زیرکی بلکہ بے نظیری کا کے آپ قائل ہیں انتخاب فرما کر اس

---

[1] یہ خط بمنزلہ اشتہار کے تھا اور نہایت ضروری تھا کیونکہ حضرت اقدس نے بحث الہام کے متعلق پنڈت شیونرائن اگنی ہوتری کو لکھا تھا۔ اس سلئے یہاں درج کردیا ہے۔ (مؤلف)

سے بھی اطلاع بخشیں۔ تو اغلب ہے کہ میں ان دونوں کو منظور کروں گا اور میں نے بطور سرسری سُنا ہے کہ آپ کے برہمو سماج میں ایک صاحب کیشپ چندر نام لئیق اور دانا آدمی ہیں۔ اگر یہی سچ ہے تو وہی منظور ہیں۔ ان کے ساتھ ایک انگریز کر دیجئے۔ مگر منصفوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ صرف اتنا ہی لکھیں کہ ہماری رائے میں یہ ہے یا وہ ہے بلکہ ہر ایک فریق کی دلیل کو اپنے بیان سے توڑنا یا بحال رکھنا ہوگا۔ دوسرے یہ مناسب ہے کہ اس مضمون کو رسالہ میں متفرق طور پر درج نہ کیا جائے کہ اس میں مصنف کو دوسرے نمبروں کا مدت دراز تک انتظار کرنا پڑتا ہے بلکہ مناسب ہے کہ یہ سارا مضمون ایک ہی دفعہ برادر ہند میں درج ہو یعنی تینوں تحریریں ہماری طرف سے اور تینوں ہی آپ کی طرف سے ہوں اور ان پر دونوں منصفوں کی مفصل رائے درج ہو۔ اور اگر آپ کی نظر میں اب کی دفعہ منصفوں کی رائے درج کرنا کچھ وقت طلب ہو تو پھر اس صورت میں یہ بہتر ہے کہ جب میں بفضلہ تعالےٰ امرت سر سے واپس آکر تحریر ثالث آپ کے پاس بھیج دوں تو آپ بھی اس پر کچھ مختصر تحریر کر کے تینوں تحریریں یکدفعہ چھاپ دیں اور ان تحریروں کے اخیر میں یہ بھی لکھا جائے کہ فلاں فلاں منصف صاحب اس پر اپنا اپنا موجہ رائے تحریر فرماویں اور پھر دو جلدیں اس رسالہ کی منصفوں کی خدمت میں مفت بھیجی جائیں۔ آئندہ جیسے آپکی مرضی ہو اس سے اطلاع بخشیں اور جلد اطلاع بخشیں۔ اور میں نے چلتے چلتے جلدی سے یہ خط لکھ ڈالا ہے۔ کمی بیشی الفاظ سے معاف فرماویں۔

راقم آپ کا نیاز مند غلام احمد عفی عنہ۔ ۱۷ جون ۱۸۷۹ء

(منقول از حضرت اقدس کی پرانی تحریریں صفحہ ۳۰۔ مطبوعہ ۱۰ مئی ۱۸۹۹ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم)



اشتہار

تصنیف کتاب براہین احمدیہ بجہت اطلاع جمیع عاشقان صدق و انتظام سرمایہ طبع کتاب

ایک کتاب جامع دلائل معقولہ درباره اثبات حقانیت قرآن شریف صدق نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس میں ثبوت کامل منجانب کلام اللہ ہونے قرآن شریف اور سچا ہونے حضرت خاتم الانبیاء کا اس قطعی فیصلہ سے گیا ہے کہ ساتھ اس کتاب کے ایک اشتہار بھی بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ کے اس مراد سے منسلک ہے کہ اگر کوئی صاحب جو حقانیت اور افضلیت فرقان شریف سے منکر ہے، براہین مندرجہ اس کتاب کو توڑ دے یا اپنی الہامی کتاب میں اسی قدر دلائل یا نصف اس سے یا ثلث اس سے یا ربع اس سے یا خمس اس سے ثابت کر کے دکھلا دے جس کو تین منصف مقبولہ فریقین تسلیم کر لیں تو مشتہر اس کو بلاعذر اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دیگا۔ بوجہ منکرانہ اصرار پنڈت دیانند

صاحب اور ان کے بعض سکرٹریوں کی تصنیف ہوئی ہے اور نام اس کتاب کا مندرجہ حاشیہ رکھا گیا ہے



البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

لیکن بوجہ ضخامت چھپنا اس کتاب کا خریداروں کی مدد پر موقوف ہے۔ لہٰذا یہ اشتہار بجہت اطلاع جملہ اخوان مومنین و برادران موحدین و طالبان راہ حق و یقین شایع کیا جاتا ہے کہ بہ نیت معاونت اور نصرت دین متین کے اس کتاب کے چندہ میں بحسب توفیق شریک ہوں یا یوں مدد کریں کہ بہ نیت خریداری اس کتاب کے مبلغ پانچ روپیہ جو اصل قیمت اس کتاب کی قرار پائی ہے بطور پیشگی بھیجدیں تا سرمایہ طبع اس کتاب کا اکٹھا ہو کر بہت جلد چھپنی شروع ہو جائے۔ اور جیسے جیسے چھپتی جائے گی بخدمت جملہ صاحبین جو بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں گے مرسل ہوتی رہے گی۔ لیکن واضح رہے کہ جو صاحب بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں وہ اپنی درخواست خریداری میں بقلم خوشخط اسم مبارک و مفصل پتہ و نشان مسکن و ضلع وغیرہ کا کہ جس سے بلا ہرج اجزا کتاب کے وقتاً فوقتاً ان کی خدمت گرامی میں پہنچتے رہیں ارقام فرمادیں

المشتہر

مرزا غلام احمد رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مکرر بڑی شکر گذاری سے لکھا جاتا ہے کہ حضرت مولوی چراغ علی خاں صاحب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن نے بغیر ملاحظہ کسی اشتہار کے خود بخود اپنے کرم ذاتی و ہمت اور حمایت و حمیت اسلامیہ سے بوجہ چندہ اس کتاب کے ایک نوٹ دس روپیہ کا بھیجا ہے۔

(مطبوعہ سفیر ہند امرتسر)

(۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد ما وجب گذارش ضروری یہ ہے کہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جلشانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی وغربت وتذلل و تواضع سے اصلاح خلق کیلئے کوشش کرے۔ اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھا دے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے۔ جس کی ۳۷ جز چھپ کر شایع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے۔ لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جس کی ۲۴۰ کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے شایع کیا جائے اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب وہندوستان وانگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو) جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں۔ اور بخدمت معزز برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان وحضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامات سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز پر بدظن ہیں) ارسال کی جاوے

یہ تجویز نہ اپنے فکر و اجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولی کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے) ملزم ولاجواب ومغلوب ہو جائیں گے۔ بنا بر علیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتدا ہیں) ارسال

کیا جاتا ہے۔ اور آپ کے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبتہ للہ اس
خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کریں گے۔ اگر آپ نے اس کی طرف
توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی۔ اور اس کارروائی کی (کہ آپ کو رجسٹری شدہ خط
ملا۔ پھر آپ نے اس کی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل
سے اشاعت کی جائے گی۔ اصل مدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں۔ یہ
ہے دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو
منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور
قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشین گوئیوں) کی شہادت
بھی پائی جاتی ہے۔ جس کو طالب صادق اس خاکسار (مؤلف براہین احمدیہ) کی صحبت
اور صبر اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت
یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں
تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر اُن آسمانی نشانوں کا
بچشم خود مشاہدہ کرلیں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے)
کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا
تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور
انشاء اللہ تعالےٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو
چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا مواخذہ
رہا۔ اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور
اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہواری
کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دو سو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے
شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ

اپنی شان کے لایق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔ طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لیئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لا سکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق میں)[ل] توقف نہ فرمائیں۔ آپ اپنے شرط اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں تحریر کر دیں جس کو متعدد اردو انگریزی اخباروں میں شایع کیا جائے گا۔ ہم سے اپنی شرط دو سو روپیہ ماہوار حرجانہ یا حرجانہ (یا جو آپ پسند کریں اور ہم اس کی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں اور اس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔ بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جلّ شانہ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے سچے دین کے براہین ہم پر ظاہر کیئے اور پھر ان کی اشاعت کے لیئے ایک آزادسلطنت کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کی رو سے یہ عاجز شکریہ ادا کرتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

ملک پنجاب

مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور

[ل] یہ ان حضرات نیچریہ یا مولوی صاحبوں کو کہا جاتا ہے جو اسلام کو مانتے ہیں اور پھر وجود خوارق و کرامات سے منکر اور اس عاجز پر بدظن ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صلّ علیٰ محمد وآل محمد افضل الرسل خاتم النبیین

اشتہار

کتاب براہین احمدیہ جسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم او ر مامور ہوکر
بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے۔
جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں منجانب اللہ اور سچا مذہب جس کے ذریعہ
سے انسان خدا تعالیٰ کو ہر یک عیب اور نقص سے بری سمجھ کر اس کی تمام پاک اور
کامل صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ہے وہ فقط **اسلام** ہے جس میں
سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح
ظاہر ہو رہی ہے اور دوسرے تمام مذہب ایسے بدیہی البطلان ہیں کہ نہ عقلی تحقیقات
سے اُن کے اصول صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں اور نہ ان پر چلنے سے ایک ذرہ
روحانی برکت و قبولیت الٰہی مل سکتی ہے بلکہ ان کی پابندی سے انسان نہایت
درجہ کا کور باطن اور سیہ دل ہو جاتا ہے جس کی شقاوت پر اسی جہان میں نشانیاں پیدا
ہو جاتی ہیں۔ اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح پر ثابت کیا گیا ہے (۱) **اوّل**
تین سو مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جن کی شان و شوکت و قدر و منزلت اس سے ظاہر
ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام ان دلائل کو توڑ دے تو اس کو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا
ہے۔ اگر کوئی چاہے تو اپنی تسلّی کے لئے عدالت میں رجسٹری بھی کرالے (۲) **دوم** ان آسمانی
نشانوں سے کہ جو سچے دین کی کامل سچائی ثابت ہونے کے لئے از بس ضروری ہیں، اس

امر دوئم میں مؤلف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے۔ تین قسم کے نشان ثابت کرکے دکھائے ہیں۔ اول وہ نشان کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آنجناب کی دعا اور توجہ سے اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے۔ جس کو مؤلف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے مخصوص و ممتاز کرکے درج کتاب کیا ہے۔ دوم وہ نشان جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور ہمیشہ طور پر پائی جاتی ہیں جن کو راقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر ایک خاص و عام پر کھول دیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کے لئے باقی نہیں رکھا۔ سوم وہ نشان کہ جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت اور رسول برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتے ہیں۔ جن کے اثبات میں اس بندہ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادر مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیہ و اسرار لدنیہ و کشوف صادقہ اور دعائیں قبول شدہ کو جو خود اس خادم دین سے صادر ہوئی ہیں اور جن کی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریوں وغیرہ سے) بشہادت رویت گواہ ہیں۔ کتاب موصوف میں درج کئے ہیں۔ اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور رُوحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے اور اس کو خواص انبیا و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلے اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اس کے برخلاف چلنا موجب بُعد و حرمان ہے۔ یہ سب ثبوت کتاب براہین احمدیہ کے پڑھنے سے کہ جو منجملہ تین سو جزو کے قریب ۳۷ جزو کے چھپ چکی ہے، ظاہر ہوتے ہیں۔ اور طالب حق کیلئے خود مصنف

پوری پوری تسلی و تشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے۔ وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والاخر والسلام على من اتبع الهدىٰ اور اگر اس **اشتہار** کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اس کو جواب دینا پڑے گا۔ بالآخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل **محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل و مقدس کلام **قرآن شریف** پر ایمان لاویں۔ اور اس کے حکموں پر چلیں تاکہ ان تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جاویں کہ جو سچے مسلمان کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اس کو پاتے ہیں۔ بالخصوص قوم **انگریز** جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جس کی شائستہ اور مہذب اور بارحم **گورنمنٹ** نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاونت سے ممنون کرکے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کے دنیا و دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں تا ان کے گورے و سپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی و منور ہوں۔

فنسئل الله تعالىٰ خيرهم فى الدنيا والأخرة اللهم اهدهم وايدهم بروح منك واجعل لهم حظاً كثيرا فى دينك واجذبهم بحولك وقوتك ليومنوا بكتابك ورسولك ويدخلوا فى دين الله افواجا أمين ثم أمين والحمد لله رب العالمين۔

المشتھر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے)

(۱۲)

اعلان

کتاب براھین احمدیہ کی قیمت
اور دیگر ضروری گذارش

بعالی خدمت تمام معزز اور بزرگ خریداران کتاب براھین احمدیہ کے گذارش کی جاتی ہے کہ کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے۔ یہاں تک کہ جس کی ضخامت سو جز سے کچھ زیادہ ہوگی۔ اور تا اختتام طبع وقتاً فوقتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی۔ اور ایسی عمدگی کاغذ اور پاکیزگی خط اور دیگر لوازم حسن اور لطافت اور موزونیت سے چھپ رہی ہے کہ جس کے مصارف کا حساب جو لگایا گیا تو معلوم ہوا۔ کہ اصل قیمت اس کی فی جلد پچیس۲۵ روپیہ ہے مگر ابتدا میں پانچ روپیہ۵ قیمت اس کی اس غرض سے مقرر ہوئی تھی اور یہ تجویز اُٹھائی گئی تھی جو کسی طرح سے مسلمانوں میں یہ کتاب عام طور پر پھیل جائے۔ اور اس کا خریدنا کسی مسلمان پر گراں نہ ہو۔ اور یہ امید کی گئی تھی کہ امراء اسلام جو ذی ہمت اور اولوالعزم ہیں۔ ایسی ضروری کتاب کی اعانت میں دلی ارادت سے مدد کرینگے تب جبر اس نقصان کا ہو جائے گا۔ پر اتفاق ہے کہ ابتک وہ امید پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بجز عالیجناب خلیفہ سید محمد حسن خاں صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ پنجاب کہ جنہوں نے مسکین طالب علموں کو تقسیم کرنے کے لئے پچاس جلدیں اس کتاب کی خریدیں اور جو قیمت بذریعہ اشتہار شائع ہو چکی تھی وہ سب بھیجدی۔ اور نیز فراہمی

خریداروں میں بڑی مدد فرمائی۔ اور کئی طرح سے اور بھی مدد دینے کا وعدہ فرمایا (خدا ان کو اس فعل خیر کا ثواب دے اور اجر عظیم بخشے) اور اکثر صاحبوں نے ایک یا دو نسخے سے زیادہ نہیں خریدا۔ اب حال یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بموجب اشتہار مشتہرہ سیوم دسمبر ۱۸۷۹ء بجائے ۵ روپے کے دس روپیہ قیمت کتاب کی مقرر کر دی مگر تب بھی وہ قیمت اصل قیمت سے ڈیڑھ حصہ کم ہے علاوہ اس کے اس قیمت ثانی سے وہ سب صاحب مستثنیٰ ہیں جو اس اشتہار سے پہلے قیمت ادا کر چکے۔ لہٰذا بذریعہ اس اعلان کے بخدمت ان عالی مراتب خریداروں کے جن کے نام نامی حاشیہ میں بڑے فخر سے درج ہیں اور دیگر ذی ہمت امراء کے جو حمایت دین اسلام میں مصروف ہو رہے ہیں، عرض کی جاتی ہے کہ وہ ایسے کار ثواب میں کہ جس سے اعلائے کلمہ اسلام ہوتا ہے اور جس کا نفع۔ . . . صرف اپنے ہی نفس میں محدود نہیں بلکہ ہزار ہا بندگان خدا کو ہمیشہ پہنچتا رہے گا۔ اعانت سے دریغ نہ فرماویں کہ بموجب فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے کوئی اور بڑا عمل صالح نہیں کہ انسان اپنی طاقتوں کو ان کاموں میں خرچ کرے کہ جن سے عباد الٰہی کو سعادت اخروی حاصل ہو۔ اگر حضرات ممدوحین اس طرف متوجہ ہوں گے تو یہ کام کہ جس کا انجام بہت روپیہ کو چاہتا ہے اور جس کی حالت موجودہ پر نظر کر کے کئی طرح کی

(۱) جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بالقابہ فرمان روائے بھوپال
(۲) جناب نواب علاؤالدین احمد خاں بہادر والئے لوہارو
(۳) جناب مولوی محمد چراغ علیخاں صاحب نائب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن
(۴) جناب غلام قادر خان صاحب وزیر ریاست نالہ گڈھ پنجاب
(۵) جناب نواب مکرم الدولہ بہادر حیدر آباد
(۶) جناب نواب نظیر الدولہ بہادر بھوپال
(۷) جناب نواب سلطان الدولہ بہادر بھوپال
(۸) جناب نواب علی محمد خاں صاحب بہادر لودھانہ۔ پنجاب
(۹) جناب نواب غلام محبوب سبحانی خانصاحب بہادر رئیس اعظم لاہور
(۱۰) جناب سردار غلام محمد خاں صاحب رئیس واہ۔
(۱۱) جناب مرزا سعید الدین احمد خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروزپور

زیر باریاں نظر آتی ہیں۔ نہایت آسانی سے انجام پذیر ہو جائے گا۔ اور امید تو ہے کہ خدا ہمارے
اس کام کو جو اشد ضروری ہے ضایع ہونے نہیں دے گا اور جیسا کہ اس دین کے ہمیشہ بطور معجزہ
کے کام ہوتے رہے ہیں۔ ایسا ہی کوئی غیب سے مرد کھڑا ہو جائے گا۔ وتوکلنا علی اللہ
ھو نعم المولیٰ ونعم النصیر

المشتہر

مرزا غلام احمد رئیس قادیان۔ ضلع گورداسپور
ملک پنجاب، مصنف کتاب

اشتہار ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد اول ۱۸۸۰ء مطبوعہ سفیر ہند امرتسر

---

(۱۳)

سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ

الجزو ۱۷۔ سورۃ الانبیاء

براہین احمدیہ

کے مخالفوں کی جلدی

کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار سفیر ہند اور نور افشاں
اور رسالہ ودیا پرکاشک میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں جن میں وہ دعوے
کرتے ہیں کہ ضرور ہم رد اس کتاب کا لکھیں گے اور بعض صاحب ڈوموں کی طرح ایسے

ایسے صریح ہجو آمیز الفاظ استعمال میں لاتے ہیں کہ جن سے ان کی طینت کی پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے۔ گویا وہ اپنی اوباشانہ تقریروں سے ہمیں ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔ مگر انہیں معلوم نہیں۔ ہم تو ان کی تہہ سے واقف ہیں اور ان کے جھوٹے اور ذلیل اور پست خیال ہم پہ پوشیدہ نہیں۔ سو اُن سے ہم کیا ڈریں گے اور وہ کیا ڈرائیں گے۔

کرمک پروانہ را چوں موت می آید فراز می فتد بر شمع سوزاں از رہ شوخی و ناز

بہرحال ہم ان کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ذرا صبر کریں اور جب کوئی حصہ کتاب کی فصلوں میں سے چھپ چکتا ہے۔ تب جتنا چاہیں زور لگالیں۔ ایک عام مقولہ مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سو ہم سچ پر ہیں۔ ہمارے سامنے کسی پادری یا پنڈت کی کیا پیش جاسکتی ہے اور کسی کی نری زبان کی فضول گوئی سے۔ ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے۔ بلکہ ایسی باتوں سے خود پادریوں اور پنڈتوں کی دیانت داری کھلتی جاتی ہے۔ کیونکہ جس کتاب کو ابھی نہ دیکھا اور نہ بھالا اور نہ اس کی براہین سے کچھ اطلاع نہ اس کے پایۂ تحقیقات سے کچھ خبر اس کی نسبت جھٹ پٹ منہ کھول کر ردّ نویسی کا دعویٰ کر دینا کیا یہی ان لوگوں کی ایمانداری اور استبازی ہے؟ اے حضرات! جب آپ لوگوں نے ابھی میرے دلائل کو ہی نہیں دیکھا تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ان تمام دلائل کا جواب لکھ سکیں گے۔ جب تک کسی کی کوئی حجت نکالی ہوئی یا کوئی بُرہان قائم کی ہوئی یا کوئی دلیل لکھی ہوئی معلوم نہ ہو اور پھر اس کو جانچا نہ جائے کہ یقینی ہے یا ظنی اور مقدمات صحیحہ پر مبنی ہے یا مغالطات پر۔ تب تک اس کی نسبت کوئی مخالفانہ رائے ظاہر کرنا اور خواہ نخواہ اس کے ردّ لکھنے کے لئے دم زنی کرنا اگر تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور جب آپ لوگوں نے قبل از دریافت اصل حقیقت رد لکھنے کی پہلے ہی ٹھہرا لی ہے تو پھر کب نفس امّارہ آپ کا اس بات سے باز آنے کا ہے جو بات بات میں فریب اور تدلیس اور خیانت اور بددیانتی کو کام میں لایا جائے تا کسی طرح یہ فخر حاصل کریں کہ ہم نے جواب لکھ دیا۔

اگر آپ لوگوں کی نیت میں کچھ خلوص اور دل میں کچھ انصاف ہوتا تو آپ لوگ یوں اعلان دیتے کہ اگر دلائل کتاب کی واقع میں صحیح اور سچی ہوں گی تو ہم بسر و چشم ان کو قبول کریں گے ورنہ اظہار حق کی غرض سے ان کی ردّ لکھیں گے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو بے شک منصفوں کے نزدیک منصف ٹھہرتے اور صاف باطن کہلاتے۔ لیکن خدا نہ کرے کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں انصاف ہو جو خدا کے ساتھ بھی بے انصافی کرتے ہوئے نہیں ڈرتے۔ اور بعض نے اس کو خالق ہونے سے ہی جواب دے رکھا ہے اور بعض ایک کے تین بنائے بیٹھے ہیں۔ اور کسی نے اس کو ناصرہ میں لا ڈالا ہے اور کوئی اس کو اجودھیا کی طرف کھینچ لایا ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں۔ بیکن کا اوتار دھاریں۔ ارسطو کی نظر اور فکر لاویں۔ اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے آلہ باطلہ۔ اور جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودیا اور باقی سب پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دور سمجھیں۔

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں	خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں	حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے	آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں
کیونکر کرو گے رد جو محقق ہے ایک بات	کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں
سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب	پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں

اِشتہارِ ضروری

کتاب براہین احمدیہ کی قیمت جو بالفعل دس روپیہ قرار پائی ہے وہ صرف مسلمانوں کے لئے کمال درجہ کی تخفیف اور رعایت ہے کہ جن کو بشرط وسعت اور طاقتِ مالی کے اعانت دین متین میں کسی نوع کا دریغ نہیں۔ لیکن جو صاحب کسی اور مذہب یا ملّت کے پابند ہو کر اس کتاب کو خریدنا چاہیں تو چونکہ اعانت کی ان سے کچھ توقع نہیں لہٰذا ان سے وہ پوری پوری قیمت لی جائے گی جو حصہ اول کے اعلان میں شایع ہو چکی ہے۔

المشتہر

مؤلف براہین احمدیہ

اشتہار ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد دوم ۱۸۸۰ء — مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر

---

(۱۴)

یا اللہ

مسلمانوں کی حالت اور اسلام کی غربت اور نیز بعض ضروری امور سے اطلاع

آج کل غربت اسلام کی علامتیں اور دین متین محمدی پر مصیبتیں ایسی ظاہر ہو رہی ہیں کہ جہاں تک زمانہ بعثت حضرت نبوی کے بعد میں ہم دیکھتے ہیں کسی قرن میں اس کی نظیر

نہیں پائی جاتی۔ اس سے زیادہ تر اور کیا مصیبت ہوگی کہ مسلمان لوگ دینی غمخواری میں بغایت درجہ سُست اور مخالف لوگ اپنے اعتقادوں کی ترویج اور اشاعت میں چاروں طرف سے کمربستہ اور چست نظر آتے ہیں جس سے دن بدن ارتداد اور بدعقیدگی کا دروازہ کھلتا جاتا ہے اور لوگ فوج در فوج مرتد ہو کر ناپاک عقائد اختیار کرتے جاتے ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مخالف جن کے عقائد فاسدہ بدیہی البطلان ہیں دن رات اپنے دین کی حمایت میں سرگرم ہیں۔ بحدیکہ یورپ و امریکہ میں عیسائی دین کے پھیلانے کے لئے بیوہ عورتیں بھی چندہ دیتی ہیں اور اکثر لوگ مرتے ہوئے وصیت کر جاتے ہیں کہ اس قدر ترکہ ہمارا خالص مسیحی مذہب کے رواج دینے میں خرچ ہو۔ مگر مسلمانوں کا حال کیا کہیں۔ کیا لکھیں۔ کہ ان کی غفلت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ نہ وہ آپ دین کی کچھ غمخواری کرتے ہیں اور نہ کسی غمخوار کو نیک ظنی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ غمخواری دینی کا کیسا موقعہ تھا اور خدمت گذاری کا کیا ضروری محل تھا کہ کتاب براہین احمدیہ کہ جس میں تین سو مضبوط دلیل سے حقیت اسلام ثابت کی گئی ہے اور ہر ایک مخالف کے عقائد باطلہ کا ایسا استیصال کیا گیا ہے کہ گویا اس مذہب کو ذبح کیا گیا کہ پھر زندہ نہیں ہوگا۔ اس کتاب کے بارے میں بجز چند عالی ہمت مسلمانوں کے جن کی توجہ سے دو حصے اور کچھ تیسرا حصہ چھپ گیا ہے۔ جو کچھ اور لوگوں نے اعانت کی وہ ایسی ہے کہ اگر بجائے تصریح کے صرف اسی پر قناعت کریں انا للہ وانا الیہ راجعون تو مناسب ہے۔ ایھا الاخوان المومنون۔ مالکم لاتتوجھون شوقناکم فلم تشتاقوا ونبھناکم فلم تتنبھوا اسمعوا عباد اللہ اسمعوا انصروا ؛ توجروا۔ وفی الانصار تبعثوا وفی الدارین ترحموا وفی مقعد صدق تقعدوا رحمنا اللہ وایاکم۔ ھو مولانا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

اور اگر کوئی اب بھی متوجہ نہ ہو تو خیر۔ ہم بھی ارحم الراحمین کہتے ہیں اور اس کے پاک وعدے ہم جیسوں کو تسلی بخش ہیں اور اس جگہ یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے کہ پہلے یہ کتاب صرف

تیس پینتیس جز تک تالیف ہوئی تھی اور پھر سو جز تک بڑھا دی گئی اور دس روپیہ عام مسلمانوں کے لئے اور پچیس روپیہ دوسری قوموں اور خواص کے لئے مقرر ہوئی۔ مگر اب یہ کتاب بوجہ احاطہ جمیع ضروریات تحقیق و تدقیق اور اتمام حجت کے تین سو جز تک پہنچ گئی ہے جس کے مصارف پر نظر کر کے یہ واجب معلوم ہوتا تھا کہ آیندہ قیمت کتاب سو روپیہ رکھی جائے مگر بباعث پست ہمتی اکثر لوگوں کے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اب وہی قیمت مقررہ سابقہ کہ گویا کچھ بھی نہیں ایک دوامی قیمت قرار پاوے اور لوگوں کو ان کے حوصلہ سے زیادہ تکلیف دے کر پریشان خاطر نہ کیا جائے۔ لیکن خریداروں کو یہ استحقاق نہیں ہوگا کہ جو بطور حق واجب کے اس قدر اجزار کا مطالبہ کریں بلکہ جو اجزار زائد از حق واجب ان کو پہنچیں گی وہ محض للہ فی اللہ ہوں گی اور ان کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا جو خالصاً للہ اس کام کے انجام کے لئے مدد کریں گے۔ اور واضح رہے کہ اب یہ کام صرف ان لوگوں کی ہمت سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا کہ جو مجرد خریدار ہونے کی وجہ سے ایک عارضی جوش رکھتے ہیں۔ بلکہ اس وقت کئی ایک ایسے عالی ہمتوں کی توجہات کی حاجت ہے کہ جن کے دلوں میں ایمانی غیوری کے باعث سے حقیقی اور واقعی جوش ہے اور جن کا بے بہا ایمان صرف خرید و فروخت کے تنگ ظرف میں سما نہیں سکتا بلکہ اپنے مالوں کے عوض میں بہشت جاودانی خریدنا چاہتے ہیں۔ وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

بالآخر ہم اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اے خداوند کریم تو اپنے خالص بندوں کو اس طرف کامل توجہ بخش۔ اے رحمٰن و رحیم تو آپ ان کو یاد دلا۔ اے قادر توانا۔ تو ان کے دلوں میں آپ الہام کر۔ آمین ثم آمین۔ ونتوکل علےٰ ربنا رب السموات والارض رب العالمین۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد عفی عنہ

اشتہار ٹائٹل براہین احمدیہ جلد سوم ۱۸۸۲ء مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر

(۱۵)

گذارشِ ضروری

چونکہ کتاب اب تین سو جزو تک بڑھ گئی ہے لہذا اُن خریداروں کی خدمت میں جنہوں نے اب تک کچھ قیمت نہیں بھیجی یا پوری قیمت نہیں بھیجی۔ التماس ہے کہ اگر کچھ نہیں تو صرف اتنی مہربانی کریں کہ بقیہ قیمت بلا توقف بھیجدیں۔ کیونکہ جس حالت میں اب اصلی قیمت کتاب کی سو روپیہ ہے اور اس کے عوض دس یا پچیس روپیہ قیمت قرار پائی۔ پس اگر یہ ناچیز قیمت بھی مسلمان لوگ بطور پیشگی ادا نہ کریں تو پھر گویا وہ کام کے انجام سے آپ مانع ہوں گے۔ اور اس قدر ہم نے برعایت ظاہر لکھا ہے۔ ورنہ اگر کوئی مدد نہیں کرے گا یا کم توجہی سے پیش آئیگا۔ حقیقت میں وہ آپ ہی ایک سعادت عظمیٰ سے محروم رہے گا۔ اور خدا کے کام رُک نہیں سکتے اور نہ کبھی رُکے۔ جن باتوں کو قادر مطلق چاہتا ہے وہ کسی کی کم توجہی سے ملتوی نہیں رہ سکتیں۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ +

خاکسار میرزا غلام احمد

اشتہار مندرجہ ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد سوم ۱۸۸۲ء   مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر

(۱۶)

عرضِ ضروری بحالتِ مجبوری

انسان کی کمزوریاں جو ہمیشہ اس کی فطرت کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ہمیشہ اس کو تمدن اور تعاون کا محتاج رکھتی ہیں۔ اور یہ حاجت تمدن اور تعاون کی ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ جس میں کسی عاقل کو کلام نہیں۔ خود ہمارے وجود کی ہی ترکیب ایسی ہے کہ جو تعاون کی ضرورت پر اول ثبوت ہے ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور کان اور ناک اور آنکھ وغیرہ اعضاء اور ہماری سب اندرونی و بیرونی طاقتیں ایسی طرز پر واقع ہیں کہ جب تک وہ باہم مل کر ایک دوسرے کی مدد نہ کریں۔ تب تک افعال ہمارے وجود کے علیٰ مجری الصحت ہرگز جاری نہیں ہو سکتے اور انسانیت کی کل ہی معطل پڑی رہتی ہے۔ جو کام دو ہاتھ کے ملنے سے ہونا چاہیئے وہ محض ایک ہی ہاتھ سے انجام نہیں ہو سکتا اور جس راہ کو دو پاؤں مل کر طے کرتے ہیں وہ فقط ایک ہی پاؤں سے طے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح تمام کامیابی ہماری معاشرت اور آخرت کے تعاون پر ہی موقوف ہو رہی ہے۔ کیا کوئی اکیلا انسان کسی کام دین یا دنیا کو انجام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کوئی کام دینی ہو یا دنیوی بغیر معاونت باہمی کے چل ہی نہیں سکتا۔ ہر ایک گروہ کہ جس کا مدعا اور مقصد ایک ہے مثل اعضائے یک دیگر ہے۔ اور ممکن نہیں جو کوئی فعل جو متعلق غرض مشترک اس گروہ کے ہے، بغیر معاونت باہمی ان کی کے بخوبی و خوش اسلوبی ہو سکے۔ بالخصوص جس قدر جلیل القدر کام ہیں اور جن کی علت غائی کوئی فائدہ عظیمہ جمہوری ہے۔ وہ تو بجز جمہوری اعانت کے کسی طور پر انجام پذیر ہی نہیں ہو سکتے۔ اور صرف ایک ہی شخص ان کا متحمل ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا۔ انبیاء علیہم السلام جو توکل اور تفویض اور تحمل اور مجاہدات افعال خیر میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ ان کو بھی بہ رعایت اسباب ظاہری مَن انصاری الی اللّٰہ کہنا پڑا۔ خدا نے بھی اپنے قانون تشریعی میں یہ تصدیق

اپنے قانون قدرت کے تعاونوا علے البرّ والتقویٰ کا حکم فرمایا۔

مگر افسوس جو مسلمانوں میں سے بہتوں نے اس اصول متبرک کو فراموش کر دیا ہے اور ایسی اصل عظیم کو کہ جس پر ترقی اور اقبال دین کا سارا مدار تھا بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسری قومیں کہ جن کی الہامی کتابوں میں اس بارے میں کچھ تاکید بھی نہیں تھی۔ وہ اپنی دلی تدبیر سے اپنے دین کی اشاعت کے شوق سے مضمون تعاونوا پر عمل کرتی جاتی ہیں اور خیالات مذہبی ان کے بباعث قومی تعاون کے روز بروز زیادہ سے زیادہ پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ آجکل عیسائیوں کی قوم کو ہی دیکھو جو اپنے دین کے پھیلانے میں کس قدر دلی جوش رکھتے ہیں اور کیا کچھ محنت اور جانفشانی کر رہے ہیں۔ لاکھہا روپیہ بلکہ کروڑہا ان کا صرف تالیفات جدیدہ کے چھپوانے اور شایع کرنے کی غرض سے جمع رہتا ہے۔ ایک متوسط دولت مند یورپ یا امریکہ کا اشاعت تعلیم انجیل کے لئے اس قدر روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر دیتا ہے جو اہل اسلام کے اعلیٰ سے اعلیٰ دولت مند من حیث المجموع بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے۔ یوں تو مسلمانوں کا اس ملک ہندوستان میں ایک بڑا گروہ ہے اور بعض بعض متمول اور صاحب توفیق بھی ہیں مگر امور خیر کی بجا آوری میں باستثنا (ایک جماعت قلیل امراء وزراء اور عہدہ داروں کے) اکثر لوگ نہایت درجہ کے پست ہمت اور منقبض الخاطر اور تنگ دل ہیں کہ جن کے خیالات محض نفسانی خواہشوں میں محدود ہیں اور جن کے دماغ استغنا کے مواد ردیہ سے متعفن ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ دین اور ضروریات دین کو تو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتے۔ ہاں ننگ و نام کے موقعہ پر سارا گھر بار لٹانے کو بھی حاضر ہیں۔ خالصاً دین کے لئے عالی ہمت مسلمان (جیسے ایک سیدنا و مخدومنا حضرت خلیفہ سید محمد حسن خاں صاحب بہادر وزیر اعظم پٹیالہ) اس قدر تھوڑے ہیں کہ جن کو انگلیوں پر بھی شمار کرنے کی حاجت نہیں۔ ماسوا اس کے بعض لوگ اگر کچھ تھوڑا بہت دین کے معاملہ میں خرچ بھی کرتے ہیں تو ایک رسم کے پیرایہ میں نہ واقعی ضرورت کے انجام دینے کی نیت سے جیسے ایک کو مسجد بنواتے دیکھ کر دوسرا بھی جو اس کا حریف ہے

خواہ مخواہ اس کے مقابلہ پر مسجد بنواتا ہے اور خواہ واقعی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ مگر ہزارہا روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے۔ کسی کو یہ خیال پیدا نہیں ہوتا۔ جو اس زمانہ میں سب سے مقدم اشاعت علم دین ہے۔ اور نہیں سمجھتے کہ اگر لوگ دیندار ہی نہیں رہیں گے۔ تو پھر ان مسجدوں میں کون نماز پڑھیگا صرف پتھروں کے مضبوط اور بلند میناروں سے دین کی مضبوطی اور بلندی چاہتے ہیں۔ اور فقط سنگ مرمر کے خوبصورت قطعات سے دین کی خوبصورتی کے خواہاں ہیں۔ لیکن جس روحانی مضبوطی اور بلندی اور خوبصورتی کو قرآن شریف پیش کرتا ہے اور جو **اصلها ثابت و فرعها فی السماء** کا مصداق ہے۔ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اس شجرۂ طیبہ کے ظل ظلیل دکھلانے کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتے اور یہود کی طرح صرف ظواہر پرست بن رہے ہیں نہ دینی فرائض کو اپنے محل پہ ادا کرتے ہیں اور نہ ادا کرنا جانتے ہیں اور نہ جاننے کی کچھ پرواہ رکھتے ہیں۔

اگرچہ یہ بات قابل تسلیم ہے جو ہر سال میں ہماری قوم کے ہاتھ سے بے شمار روپیہ بنام نہاد خیرات و صدقات کے نکل جاتا ہے۔ مگر افسوس جو اکثر لوگ ان میں سے نہیں جانتے کہ حقیقی نیکی کیا چیز ہے اور بذل اموال میں اصلح اور انسب طریقوں کو مد نظر نہیں رکھتے۔ اور آنکھ بند کر کے بے موقعہ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر جب سارا شوقِ دلی اسی بے موقعہ خرچ کرنے میں تمام ہو جاتا ہے تو موقعہ پر آ کر اصلی فرض کے ادا کرنے سے بالکل قاصر رہ جاتے ہیں اور اپنے پہلے اسراف اور افراط کا تدارک بطور تفریط اور ترک ما وجب کے کرنا چاہتے ہیں یہاں لوگوں کی سیرت ہے کہ جن میں روح کی سچائی سے قوت فیاضی اور نفع رسانی کی جوش نہیں مارتی۔ بلکہ صرف اپنی ہی طمع خاص سے مثلاً بوڑھے ہو کر پیرانہ سالی کے وقت میں آخرت کی تن آسانی کا ایک حیلہ سوچ کر مسجد بنوانے اور بہشت میں بنا بنایا گھر لینے کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حقیقی نیکی پر ان کی ہمدردی کا یہ حال ہے کہ اگر کشتی دین کی ان کی نظر کے سامنے ساری کی ساری ڈوب جائے یا تمام دین ایک دفعہ ہی تباہ ہو جائے۔ تب بھی ان کے دل کو

فدہ لرزا نہیں آتا اور دین کے رہنے یا جانے کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے۔ اگر درد ہے تو دنیا کا اگر فکر ہے تو دنیا کا۔ اگر عشق ہے تو دنیا کا۔ اگر سودا ہے تو دنیا کا اور پھر دنیا بھی جیسا کہ دوسری قوموں کو حاصل ہے، حاصل نہیں۔ ہر ایک شخص جو قوم کی اصلاح کے لئے کوشش کر رہا ہے وہ ان لوگوں کی لاپروائی سے نالاں اور گریاں ہی نظر آتا ہے اور ہر اک طرف سے یا حسرتا علی القوم کی ہی آواز آتی ہے۔ اوروں کی کیا کہیں ہم آپ ہی سُناتے ہیں۔

ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا چونکہ یہ مخالفین پر فتح عظیم اور مؤمنین کے دل وجان کی مراد تھی اس لئے اُمراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسا تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کرینگے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آرہی ہیں ان کے دُور کرنے میں بدل وجان متوجہ ہو جائیں گے مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں۔ اللّٰہ المستعان واللّٰہ خیر و ابقیٰ۔

بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت سے ہم کو سخت تفکر و تردد میں ڈال دیا ہے۔ ہم نے پہلا حصہ جو چھپ چکا تھا۔ اس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھیں اور یہ امید کی گئی تھی جو امراء عالی قدر خریداری کتاب کی منظور فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنیٰ رقم ہے بطور پیشگی بھیجدیں گے۔ اور ان کی اس طور کی اعانت سے دینی کام بآسانی پورا ہو جائے گا اور ہزارہا بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچیگا۔ اسی امید پہ ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقت حال سے مطلع کیا۔ مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی۔ نہ خطوط کا جواب آیا نہ کتابیں واپس آئیں۔ مصارف ڈاک تو سب ضایع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئے گی اور بڑا نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

افسوس جو ہم کو اپنے معزز بھائیوں سے بجائے اعانت کے تکلیف پہنچ گئی۔ اگر یہی حمایت

اسلام ہے تو کار دین تمام ہے۔ ہم بکمال غربت عرض کرتے ہیں کہ اگر قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں تو کتابوں کو بذریعہ ڈاک واپس بھیجدیں۔ ہم اسی کو عطیۂ عظمیٰ سمجھیں گے اور احسان عظیم خیال کریں گے ورنہ ہمارا بڑا حرج ہوگا اور گم شدہ حصوں کو دوبارہ چھپوانا پڑے گا۔ کیونکہ یہ پرچۂ اخبار نہیں کہ جس کے ضایع ہونے میں کچھ مضائقہ نہ ہو۔ ہر ایک حصہ کتاب کا ایسا ضروری ہے کہ جس کے تلف ہونے سے ساری کتاب ناقص رہ جاتی ہے۔ برائے خدا ہمارے معزز اخوان سردمہری اور لاپروائی کو کام میں نہ لائیں اور دنیوی استغنا کو دین میں استعمال نہ کریں اور ہماری اس مشکل کو سوچ لیں کہ اگر ہمارے پاس اجزاء کتاب کے ہی نہیں ہوں گے تو ہم خریداروں کو کیا دیں گے اور ان سے پیشگی روپیہ کہ جس پر چھپنا کتاب کا موقوف ہے کیونکر لیں گے۔ کام ابتر پڑجائے گا۔ اور دین کے امر میں جو سب کا مشترک ہے۔ ناحق کی دقت پیش آجائے گی۔

امیدوار بود آدمی بخیر کسان | مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

ایک اور بڑی تکلیف ہے جو بعض نافہم لوگوں کی زبان سے ہم کو پہنچ رہی ہے۔ اور وہ یہ ہے جو بعض صاحب کہ جن کی رائے بباعث کم توجہی کے دینی معاملات میں صحیح نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت حال پر اطلاع پاکر جو کتاب براہین احمدیہ کی طیاری پہ نو ہزار روپیہ خرچ آتا ہے بجائے اس کے جو دلی غمخواری سے کسی نوع کی اعانت کی طرف متوجہ ہوتے۔ جو زیرباریاں بوجہ کمی قیمت کتاب و کثرت مصارف طبع کے عائد حال ہیں ان کے جبر نقصان کے لئے کچھ ہمت دکھلاتے منافقانہ باتیں کرنے سے ہمارے کام میں خلل انداز ہو رہے ہیں اور لوگوں کو یہ وعظ سناتے ہیں جو کیا پہلی کتابیں کچھ تھوڑی ہیں جو اب اس کی حاجت ہے۔ اگرچہ ہم کو ان لوگوں کے اعتراضوں پر کچھ نظر اور خیال نہیں۔ اور ہم جانتے ہیں جو دنیا پرستوں کی ہر ایک بات میں کوئی خاص غرض ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ اسی طرح شرعی فرائض کو اپنے سر پر سے ٹالتے رہتے ہیں کہ تا کسی دینی کارروائی کی ضرورت کو تسلیم کرکے کوئی کوڑی ہاتھ سے نہ چھوڑنی پڑے۔ لیکن چونکہ وہ ہماری اس جہد بلیغ کی تحقیر کرکے لوگوں کو اس کے فوائد عظیمہ

سے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور باوصفیکہ ہم نے پہلے حصہ کے پرچہ منضمہ میں وجوہ ضرورت کتاب موصوف بیان کر دی تھیں۔ پھر بھی بمقتضائے فطرتی خاصیت اپنی کے نیش زنی کر رہے ہیں۔ ناچار اس اندیشہ سے کہ مبادا کوئی شخص ان کی واہیات باتوں سے دھوکا نہ کھاوے۔ پھر کھول کر بیان کیا جاتا ہے کہ کتاب براہین احمدیہ بغیر اشد ضرورت کے نہیں لکھی گئی۔ جس مقصد اور مطلب کے انجام دینے کے لئے ہم نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے اگر وہ مقصد کسی پہلی کتاب سے حاصل ہو سکتا تو ہم اسی کتاب کو کافی سمجھتے اور اسی کی اشاعت کے لئے بدل و جان مصروف ہو جاتے اور کچھ ضرور نہ تھا جو ہم سالہاسال اپنی جان کو محنت شدید میں ڈال کر اور اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ خرچ کر کے پھر آخر کار ایسا کام کرتے جو محض تحصیل حاصل تھا لیکن جہانتک ہم نے نظر کی ہم کو کوئی کتاب ایسی نہ ملی جو جامع ان تمام دلائل اور براہین کی ہوتی کہ جن کو ہم نے اس کتاب میں جمع کیا ہے اور جن کا شایع کرنا بغرض اثبات حقیت دین اسلام کے اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے تو ناچار واجب دیکھ کر ہم نے یہ تالیف کی اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو ایسی کتاب کہیں سے نکال کر ہم کو دکھا دے تا ہم بھی جانیں۔ ورنہ بیہودہ بکواس کرنا اور ناحق بندگان خدا کو ایک چشمہ رفیع سے روکنا بڑا عیب ہے۔ مگر یاد رہے جو اس مقولہ سے کسی نوع کی خودستائی ہمارا مطلب نہیں جو تحقیقات ہم نے کی اور پہلے عالیشان فضلاء نے نہ کی۔ یا جو دلائل ہم نے لکھیں اور انہوں نے نہ لکھیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو زمانے کے حالات سے متعلق ہے۔ نہ اس سے ہماری ناچیز حیثیت بڑھتی ہے اور نہ ان کی بلند شان میں کچھ فرق آتا ہے۔ انہوں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں ابھی خیالات فاسدہ کم پھیلے تھے۔ اور صرف غفلت کے طور پہ باپ دادوں کی تقلید کا بازار گرم تھا۔ سو اُن بزرگوں نے اپنی تالیفات میں وہ روش اختیار کی جو اُن کے زمانے کی اصلاح کے لئے کافی تھی۔ ہم نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں بباعث زور خیالات فاسدہ کے وہ پہلی روش کافی نہ رہی۔ بلکہ ایک پرزور تحقیقات کی حاجت پڑی جو اس وقت

کی شدت فساد کی پوری پوری اصلاح کرے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے جو کیوں ازمنہ مختلفہ میں تالیفات جدیدہ کی حاجت پڑتی ہے۔ اس کا باعث یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ یعنی کسی زمانہ میں مفاسد کم اور کسی میں زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کسی وقت کسی رنگ میں اور کسی وقت کسی رنگ میں پھیلتے ہیں۔ اب مؤلف کسی کتاب کا جو ان خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اس کو ضرور ہوتا ہے جو وہ طبیب حاذق کی طرح مزاج اور طبیعت اور مقدار فساد اور قسم فساد پر نظر کر کے اپنی تدبیر کو علیٰ قدر ماینبغی وعلیٰ نحو ماینبغی عمل میں لاوے اور جس قدر یا جس نوع کا بگاڑ ہو گیا ہے اسی طور پر اس کی اصلاح کا بندوبست کرے۔ اور وہی طریق اختیار کرے کہ جس سے احسن اور سہل طور پر اس مرض کا ازالہ ہوتا ہو کیونکہ اگر کسی تالیف میں مخاطبین کے مناسب حال تدارک نہ کیا جائے تو وہ تالیف نہایت نکمی اور غیر مفید اور بے سود ہوتی ہے اور ایسی تالیف کے بیانات میں یہ زور ہرگز نہیں ہوتا۔ جو منکر کی طبیعت کے پورے گہراؤ تک غوطہ لگا کر اس کے دلی غلجان کو بکلی متاصل کرے پس ہمارے معترضین اگر ذرا غور کر کے سوچیں گے تو ان پر بہ یقین کامل واضح ہو جائے گا کہ جن انواع و اقسام کے مفاسد نے آجکل دامن پھیلا رکھا ہے۔ ان کی صورت پہلے فسادوں کی صورت سے بالکل مختلف ہے۔ وہ زمانہ جو کچھ عرصہ پہلے اس سے گذر گیا ہے وہ جاہلانہ تقلید کا زمانہ تھا اور یہ زمانہ کہ جس کی ہم زیارت کر رہے ہیں یہ عقل کی بداستعمالی کا زمانہ ہے۔ پہلے اس سے اکثر لوگوں کو نامعقول تقلید نے خراب کر رکھا تھا۔ اور اب فکر اور نظر کی غلطی نے بہتوں کی مٹی پلید کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دلائل عمیقہ اور براہین قاطعہ لکھنے کی ہمیں ضرورتیں پیش آئیں۔ وہ ان نیک اور بزرگ عالموں کو جنہوں نے صرف جاہلانہ تقلید کا غلبہ دیکھ کر کتابیں لکھی تھیں۔ پیش نہیں آئی تھیں۔ ہمارے زمانہ کی نئی روشنی (کہ خاک بر فرق ایں روشنی) نوآموزوں کی روحانی قوتوں کو افسردہ کر رہی ہے۔ ان کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی

ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔ اگرچہ آجکل تقریباً تمام نوآموزوں کا قدرتی میلان وجوہات عقلیہ کی طرف ہوگیا ہے۔ لیکن افسوس کہ یہی میلان بباعث عقل ناتمام اور علم خام کی بجائے رہبر ہونے کے رہزن ہوتا جاتا ہے۔ فکر اور نظر کی کجروی نے لوگوں کے قیاسات میں بڑی بڑی غلطیاں ڈال دی ہیں اور مختلف رایوں اور گوناگوں خیالات کے شایع ہونے کے باعث سے کم فہم لوگوں کے لئے بڑی بڑی دقتیں پیش آگئی ہیں۔ سوفسطائی تقریروں نے نوآموزوں کے طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کردی ہیں۔ جو امور نہایت معقولیت میں تھے وہ ان کی آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔ جو باتیں بغایت درجہ نامعقول ہیں ان کو وہ اعلیٰ درجہ کی صداقتیں سمجھ رہے ہیں۔ وہ حرکات جو منشاء انسانیت سے مغائر ہیں ان کو وہ تہذیب خیال کئے بیٹھے ہیں۔ اور جو حقیقی تہذیب ہے اس کو وہ نظر استخفاف و استحقار سے دیکھتے ہیں۔ پس ایسے وقت میں اور ان لوگوں کے علاج کے لئے جو اپنے ہی گھر میں محقق بن بیٹھے ہیں اور اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو کہلاتے ہیں۔ ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو جو تین سو براہین قطعیہ و عقلیہ پر مشتمل ہے بغرض اثبات حقانیت قرآن شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت منہ پھیر رہے ہیں، تالیف کیا ہے۔ کیونکہ یہ بات اجلی بدیہات ہے جو سرگشتہ عقل کو عقل ہی سے تسلی ہو سکتی ہے۔ اور جو عقل کا رہزدہ ہے وہ عقل ہی کے ذریعہ سے راہ پر آسکتا ہے۔

اب ہر ایک مومن کے لئے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جس کتاب کے ذریعہ سے تین سو دلائل عقلی حقیت قرآن شریف پر شائع ہوگئیں۔ اور تمام مخالفین کے شبہات کو دفع اور دُور کیا جائے گا۔ وہ کتاب کیا کچھ بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچائے گی اور کیسا فروغ اور جاہ و جلال اسلام کا اس کی اشاعت سے چمکے گا۔ ایسے ضروری امر کی اعانت سے وہی لوگ لاپرواہ رہتے ہیں۔ جو حالت موجودہ زمانے پر نظر نہیں ڈالتے اور مفاسد منتشرہ کو نہیں دیکھتے اور عواقب امور کو نہیں سوچتے یا وہ لوگ کہ جن کو دین سے کچھ غرض ہی نہیں اور خدا اور رسول سے کچھ محبت ہی نہیں۔

اے عزیزو! اس پُرآشوب زمانہ میں دین اسی سے برپا رہ سکتا ہے۔ جو بمقابلہ زور طوفان گمراہی

کے دین کی سچائی کا زور بھی دکھایا جائے اور ان بیرونی حملوں کی جو چاروں طرف سے ہو رہے ہیں حقانیت کی قوی طاقت سے مدافعت کی جائے۔ یہ سخت تاریکی جو چہرہ زمانہ پر چھا گئی ہے۔ یہ تب ہی دور ہو گی کہ جب دین کی حقیقت کے براہین دنیا میں بکثرت چمکیں۔ اور اس کی صداقت کی شعاعیں چاروں طرف سے چھوٹتی نظر آویں۔ اس پراگندہ وقت میں وہی مناظرہ کی کتاب روحانی جمعیت بخش سکتی ہے کہ جو بذریعہ تحقیق عمیق کے اصل ماہیت کے باریک دقیقہ کی تہہ کو کھولتی ہو۔ اور اس حقیقت کے اصل قرارگاہ تک پہنچاتی ہو کہ جس کے جاننے پر دلوں کی تشفی موقوف ہے۔

اے بزرگو!!! اب یہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو شخص بغیر اعلیٰ درجہ کے عقلی ثبوتوں کے اپنے دین کی خیر منافی چاہے تو یہ خیال محال اور طمع خام ہے۔ تم آپ ہی نظر اُٹھا کر دیکھو۔ جو کیسی طبیعتیں خود آرائی اختیار کرتی جاتی ہیں اور کیسے خیالات بگڑتے جاتے ہیں۔ اس زمانہ کی ترقی علوم عقلیہ نے بھی اُلٹا اثر پیدا کیا ہے۔ حال کے تعلیم یافتہ لوگوں کی طبائع میں ایک عجب طرح کی آزاد منشی بڑھتی جاتی ہے۔ اور وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفا باطنی میں ہے وہ ان کے مغرور دلوں سے بالکل جاتی رہی ہے۔ اور جن جن خیالات کو وہ سیکھتے ہیں۔ وہ اکثر ایسے ہیں کہ جن سے ایک لامذہبی کے وساوس پیدا کرنے والا ان کے دلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور اکثر لوگ قبل اس کے جو ان کو کوئی مرتبہ تحقیق کامل کا حاصل ہو صرف جہل مرکب کے غلبہ سے فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے جاتے ہیں۔ اور اپنی اولاد اور اپنی قوم اور اپنے ہموطنوں پر رحم کرو۔ اور قبل اس کے جو وہ باطل کی طرف کھینچے جائیں ان کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لاؤ تا تمہارا اور تمہاری ذریّت کا بھلا ہو اور تا سب کو معلوم ہو جو بمقابلہ دین اسلام کے اَور سب ادیان بے حقیقت محض ہیں۔ دُنیا میں خدا کا قانون قدرت یہی ہے جو کوشش اور سعی اکثر حصول مطلب کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص ہاتھ پاؤں توڑ کر اور غافل ہو کر بیٹھ جاتا ہے وہ اکثر محروم اور بے نصیب رہتا ہے۔ سو آپ لوگ اگر دین اسلام کی حقیّت کے پھیلانے کے لئے

جو فی الواقع حق ہے کوشش کریں گے تو خدا اس سعی کو ضایع نہیں کرے گا۔ خدا نے ہم کو صدہا براہین قاطعہ حقیت اسلام پر عنایت کیں اور ہمارے مخالفین کو ان میں سے ایک بھی نصیب نہیں۔ اور خدا نے ہم کو حق محض عطا فرمایا اور ہمارے مخالفین باطل پر ہیں اور جو راستبازوں کے دلوں میں جلال احدیت کے ظاہر کرنے کے لئے سچا جوش ہوتا ہے۔ اس کی ہمارے مخالفوں کو بُو بھی نہیں پہنچی۔ لیکن تب بھی دن رات کی کوشش ایک ایسی موثر چیز ہے کہ باطل پرست لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں اور چوروں کی طرح کہیں نہ کہیں ان کی نقب بھی لگتی ہی رہتی ہے۔ دیکھو۔ عیسائیوں کا دین کہ جس کا اصول ہی اول الدّن دُرد ہے۔ پادریوں کی ہمیشہ کی کوششوں سے کیسا ترقی پر ہے اور کیسے ہر سال ان کی طرف سے فخریہ تحریریں چھپتی رہتی ہیں کہ اس برس چار ہزار عیسائی ہوا۔ اور اس سال ۸ ہزار پر خداوند مسیح کا فضل ہو گیا۔ ابھی کلکتہ میں جو پادری ہیکر صاحب نے اندازہ کرسٹان شدہ آدمیوں کا بیان کیا ہے اس سے ایک نہایت قابل افسوس خبر ظاہر ہوتی ہے۔ پادری صاحب فرماتے ہیں جو پچاس سال سے پہلے تمام ہندوستان میں کرسٹان شدہ لوگوں کی تعداد صرف ستائیس ہزار تھی۔ اس پچاس سال میں یہ کارروائی ہوئی جو ستائیس ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار عیسائیوں کا پہنچ گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! اے بزرگو!! اس سے زیادہ تر اور کونسا وقت انتشار گمراہی کا ہے کہ جس کے آنے کی آپ لوگ راہ دیکھتے ہیں ایک وہ زمانہ تھا جو دین اسلام **یدخلون فی دین اللہ افواجا** کا مصداق تھا۔ اور اب یہ زمانہ!! کیا آپ لوگوں کا دل اس مصیبت کو سُنکر نہیں جلتا؟ کیا اس وبار عظیم کو دیکھ کر آپ کی ہمدردی جوش نہیں مارتی؟ اے صاحبان عقل و فراست اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے۔ اس کی اصلاح اشاعت علم دین پر ہی موقوف ہے۔ سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کے لئے میں نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے اور اس کتاب میں ایسی دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت

دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔ اس کتاب کی اعانت طبع کے لئے جس قدر ہم نے لکھا ہے وہ محض مسلمانوں کی ہمدردی سے لکھا ہے۔ کیونکہ ایسی کتاب کے مصارف جو ہزارہا روپیہ کا معاملہ ہے اور جس کی قیمت ہی بہ نیت عام فائدہ مسلمانوں کے نصف سے بھی کم کر دی گئی ہے یعنی ۲۵ روپے میں سے صرف دس روپیہ رکھے گئے ہیں۔ وہ کیونکر بغیر اعانت عالی ہمت مسلمانوں کے انجام پذیر ہو۔

بعض صاحبوں کی سمجھ پر رونا آتا ہے جو وہ بروقت درخواست اعانت کے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کتاب کو بعد طیاری کتاب کے خرید لیں گے، پہلے نہیں۔ ان کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کچھ تجارت کا معاملہ نہیں۔ اور مؤلف کو بجز تائید دین کے کسی کے مال سے کچھ غرض نہیں۔ اعانت کا وقت تو یہی ہے کہ جب طبع کتاب میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ ورنہ بعد چھپ چکنے کے اعانت کرنا ایسا ہے کہ جیسے بعد تندرستی کے دوا دینا۔ پس ایسی لاحاصل اعانت سے کس ثواب کی توقع ہو گی۔ خدا نے لوگوں کے دلوں سے دینی محبت کیسی مٹا دی۔ جو اپنے ننگ و ناموس کے کاموں میں ہزارہا روپیہ آنکھ بند کر کے خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن دینی کاموں کے بارے میں جو اس حیات فانی کا مقصد اصلی ہیں لمبے لمبے تاملوں میں پڑ جاتے ہیں۔ زبان سے تو کہتے ہیں جو ہم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ پر حقیقت میں ان کو نہ خدا پر ایمان ہے نہ آخرت پر۔ اگر ایک ساعت اپنے بذل اموال کی کیفیت پر نظر کریں جو خداداد نعمتوں کو اپنے نفس امارہ کے فربہ کرنے کے لئے ایک برس میں کس قدر خرچ کر دیتے ہیں اور پھر سوچیں جو خلق اللہ کی بھلائی اور بہبودی کے لئے ساری عمر میں خالصاً للہ کتنے کام کئے ہیں۔ تو اپنے خیانت پیشہ ہونے پر آپ ہی رو دیں۔ پر ان باتوں کو کون سوچے اللہ وہ پردے جو دل پر ہیں کیونکر دور ہوں۔ ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔ ان ہی لوگوں کی پست ہمتی اور دنیا پرستی

پر خیال کر کے بعض ہمارے معزز دوستوں نے جو دین کی محبت میں مثل عاشقِ زار پائے جاتے ہیں بمقتضائے بشریت کے ہم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس صورت میں لوگوں کا یہ حال ہے تو اتنی بڑی کتاب تالیف کرنا کہ جس کی چھپوائی پر ہزارہا روپیہ خرچ آتا ہے، بے موقعہ تھا سو ان کی خدمت والا میں یہ عرض ہے کہ اگر ہم ان صدہا دقایق اور حقایق کو نہ لکھتے کہ جو درحقیقت کتاب کے حجم بڑھ جانے کا موجب ہیں تو پھر خود کتاب کی تالیف ہی غیر مفید ہوتی۔ رہا یہ فکر کہ اس قدر روپیہ کیونکر میسر آئے گا۔ سو اس سے تو ہمارے دوست ہم کو مت ڈراویں اور یقین کر کے سمجھیں جو ہم کو اپنے خدائے قادر مطلق اور اپنے مولا کریم پر اس سے زیادہ تر بھروسہ ہے کہ جو ممسک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت کے ان صندوقوں پر بھروسا ہوتا ہے کہ جن کی تالی ہر وقت ان کی جیب میں رہتی ہے۔ سو وہی قادر توانا اپنے دین اور اپنی وحدانیت اور اپنے بندہ کی حمایت کے لئے مدد کرے گا۔ الم تعلم ان اللہ علٰی کل شیء قدیر

پناہم آں توانائیست ہر آں زبحل ناتوانانم مترساں

(اشتہار مندرجہ کتاب براہین احمدیہ جلد دوم صفحہ ا تا ق ۱۸۸۰ء)

(مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر)

(۱۷)

مسلمانوں کی نازک حالت

اور

انگریزی گورنمنٹ

ترسم کہ بکعبہ چوں روی اے اعرابی
کیں رہ کہ تو مے روی بترکستان است

آج کل ہمارے دینی بھائیوں مسلمانوں نے دینی فرائض کے ادا کرنے اور اخوت اسلامی کے بجالانے اور ہمدردی قومی کے پورا کرنے میں اس قدر سستی اور لاپروائی اور غفلت کر رکھی ہے کہ کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان میں ہمدردی قومی اور دینی کا مادہ ہی نہیں رہا۔ اندرونی فسادوں اور عنادوں اور اختلافوں نے قریب قریب ہلاکت کے اُن کو پہنچا دیا ہے۔ اور افراط تفریط کی بیجا حرکات نے اصل مقصود سے ان کو بہت دور ڈال دیا ہے۔ جس نفسانی طرز سے ان کی باہمی خصومتیں برپا ہو رہی ہیں اس سے نہ صرف یہی اندیشہ ہے کہ ان کا بے اصل کینہ دن بدن ترقی کرتا جائے گا اور کیڑوں کی طرح بعض کو بعض کھائیں گے اور اپنے ہاتھ سے اپنے استیصال کے موجب ہوں گے۔ بلکہ یہ بھی یقیناً خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی دن ایسا ہی ان کا حال رہا تو اُن کے ہاتھ سے سخت ضرر اسلام کو پہنچے گا۔ اور ان کے ذریعہ سے بیرونی مفسد مخالف بہت سا موقعہ نکتہ چینی اور فساد انگیزی کا پائیں گے۔ آج کل کے بعض علماء پر ایک یہ بھی افسوس ہے کہ وہ اپنے بھائیوں پر اعتراض کرنے میں بڑی عجلت کرتے ہیں۔ اور قبل اس کے جو اپنے پاس علم صحیح قطعی موجود ہو۔ اپنے بھائی پر حملہ کرنے کو طیار ہو جاتے ہیں۔ اور کیونکر

تیار نہ ہوں۔ بباعث غلبہ نفسانیت یہ بھی تو مدنظر ہوتا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو کہ جو مقابل پر نظر آرہا ہے، نابود کیا جائے۔ اور اس کو شکست اور ذلت اور رسوائی پہنچے۔ اور ہماری فتح اور فضیلت ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات میں ان کو فضول جھگڑے کرنے پڑتے ہیں۔ خدا نے یکلخت اُن سے عجز اور فروتنی اور حسن ظن اور محبت برادرانہ کو اُٹھا لیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون ۔

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ بعض صاحبوں نے مسلمانوں میں سے اس مضمون کی بابت کہ جو حصہ سوم کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کے شکر کے بارے میں شامل ہے اعتراض کیا اور بعض نے خطوط بھی بھیجے اور بعض نے سخت اور درشت لفظ بھی لکھے کہ انگریزی عملداری کو دوسری عملداریوں پر کیوں ترجیح دی۔ لیکن ظاہر ہے کہ جس سلطنت کو اپنی شائستگی اور حُسنِ انتظام کی رُو سے ترجیح ہو۔ اس کو کیونکر چھپا سکتے ہیں۔ خوبی باعتبار اپنی ذاتی کیفیت کے خوبی ہی ہے گو وہ کسی گورنمنٹ میں پائی جائے الحکمۃ ضالۃ المومن الخ اور یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اس کا احسان اٹھاوے۔ اس کے ظلِ حمایت میں بامن وآسایش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھاوے۔ اس کے انعامات متواترہ سے پرورش پاوے۔ پھر اسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے اور اس کے سلوک اور مروت کا ایک ذرہ شکر بجا نہ لاوے۔ بلکہ ہم کو ہمارے خداوند کریم نے اپنے رسُول مقبول کے ذریعے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کے ساتھ کریں اور منعم کا شکر بجا لاویں اور جب کبھی ہم کو موقعہ ملے تو ایسی گورنمنٹ سے بدلی صدق کمال ہمدردی سے پیش آویں اور بہ طیب خاطر معروف اور واجب طور پر اطاعت اٹھاویں۔ سو اس عاجز نے جس قدر حصہ سوم کے پرچہ مشمولہ میں انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف واحادیث نبوی کی ان بزرگ تاکیدوں نے جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں مجھ کو اس شکر ادا

کرنے پر مجبور کیا ہے۔ سو ہمارے بعض ناسمجھ بھائیوں کی یہ افراط ہے جس کو وہ اپنی کوتاہ اندیشی اور بخل فطرتی سے اسلام کا جزو سمجھ بیٹھے ہیں۔ ؎

اے جفا کیش نہ عذر است طریق عشاق • ہرزہ بدنام کنی چند نکو نامے را

اور جیسا کہ ہم نے ابھی اپنے بعض بھائیوں کی افراط کا ذکر کیا ہے ایسا ہی بعض ان میں سے تفریط کی مرض میں بھی مبتلا ہیں اور دین سے کچھ غرض واسطہ ان کا نہیں رہا بلکہ ان کے خیالات کا تمام زور دنیا کی طرف لگ رہا ہے۔ مگر افسوس کہ دنیا بھی ان کو نہیں ملتی۔ خسر الدنیا والعاقبۃ بن رہے ہیں۔ اور کیونکر ملے۔ دین تو ہاتھ سے گیا اور دنیا کمانے کے لئے جو لیاقتیں ہونی چاہئیں وہ حاصل نہیں کیں۔ صرف شیخ چلی کی طرح دنیا کے خیالات دل میں بھرے ہیں۔ اور جس لکیر پر چلنے سے دنیا ملتی ہے اس پر قدم نہ رکھا اور اس کے مناسب حال اپنے تئیں نہ بنایا۔ سو اب ان کا یہ حال ہے کہ نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے رہے۔ انگریز جو انہیں نیم وحشی کہتے ہیں یہ بھی ان کا احسان ہی سمجھئے ورنہ اکثر مسلمان وحشیوں سے بھی بدتر نظر آتے ہیں۔ نہ عقل رہی نہ ہمت رہی۔ نہ غیرت رہی نہ محبت رہی۔ فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ جس قدر ان کے ہمسائیوں آریوں کی نظر میں ایک ادنیٰ حیوان گائے کی عزت اور توقیر ہے۔ ان کے دلوں میں اپنی قوم اور اپنے بھائیوں اور اپنے سچے دین کی حمایت کی اس قدر بھی عزت نہیں۔ کیونکہ ہم ہمیشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اولو العزم قوم آریہ گائے کی عزت قائم رکھنے کے لئے اس قدر کوششیں کرکے لکھوکہا روپیہ جمع کر لیتے ہیں کہ مسلمان لوگ اللہ اور رسُول کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اس کا ہزارم حصہ بھی جمع نہیں کر سکتے۔ بلکہ جہاں کہیں اعانت دینے کا ذکر آیا تو وہیں عورتوں کی طرح منہ اپنا چھپا لیتے ہیں۔ اور آریہ قوم کی اولوالعزمی غور کرنے سے اور بھی زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ گائے کی جان بچانے کے لئے کوشش کرنا حقیقت میں ان کے مذہب کی رُو سے ایک ادنیٰ کام ہے کہ جو مذہبی کتب سے ثابت نہیں بلکہ

ان کے محقق پنڈتوں کو خوب معلوم ہے کہ کسی وید میں گائے کا حرام ہونا نہیں پایا جاتا۔ بلکہ رگوید کے پہلے حصہ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ وید کے زمانے میں گائے کا گوشت عام طور پر بازاروں میں بکتا تھا۔ اور آریہ لوگ بخوشی خاطر اس کو کھاتے تھے۔ اور حال میں جو ایک بڑے محقق یعنی آنریبل مونٹ اسٹورٹ الفنسٹن صاحب جو سابق گورنر بمبئی نے واقعات آریہ قوم میں ہندوؤں کی مستند پستکوں کی رو سے ایک کتاب بنائی ہے جس کا نام تاریخ ہندوستان ہے۔ اس کے صفحہ نواسی میں منو کے مجموعہ کی نسبت صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ اس میں بڑے بڑے تیوہاروں میں بیل کے گوشت کھانے کے لئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے۔ یعنے اگر نہ کھادیں تو گنہگار ہوں۔ اور ایسے ہی ایک اور کتاب انہیں دنوں میں ایک پنڈت صاحب نے بمقام کلکتہ چھپوائی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ وید کے زمانے میں گائے کا کھانا ہندوؤں کے لئے دینی فرائض میں سے تھا۔ اور بڑے بڑے اور عمدہ عمدہ ٹکڑے برہمنوں کو کھانے کے لئے ملتے تھے اور علٰے ہذا القیاس مہابھارت کے پرب تیرھویں میں بھی صاف تصریح ہے کہ گوشت گائے کا نہ صرف حلال اور طیب ہے بلکہ اس کا اپنے پتروں کے لئے برہمنوں کا کھلانا تمام جانوروں میں سے اولیٰ اور بہتر ہے اور اس کے کھلانے سے پتر دس ماہ تک سیر رہتے ہیں۔ غرض وید کے تمام رشیوں اور منوجی اور بیاس جی نے گوشت گائے کا استعمال کرنا فرائض دینی میں داخل کیا ہے اور موجب ثواب سمجھا ہے۔ اور اسی جگہ ہمارا بیان بعض کی نظر میں ناقص رہ جاتا۔ اگر ہم پنڈت دیانند صاحب کو کہ جو ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں اس جہان کو چھوڑ گئے، رائے متفقہ بالا سے باہر رکھ لیتے۔ سو غور سے دیکھنا چاہئیے کہ پنڈت صاحب موصوف نے بھی کسی اپنی کتاب میں گائے کا حرام اور پلید ہونا نہیں لکھا اور نہ وید کی رو سے اس کی حرمت اور ممانعت ذبح کو ثابت کیا بلکہ بنظر انتفاع دودھ اور گھی کے اس رواج کی بنیاد بیان کی۔ اور بعض ضرورت کے موقعوں میں

گاؤکشی کو مناسب بھی سمجھا جیسا کہ ان کی ستیارتھ پرکاش اور وید بھاش سے ظاہر ہے
اب اس تمام تقریر سے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ آریہ لوگ اپنے وید مقدس
اور اپنے بزرگ رشیوں اور بیاس جی اور منوجی کے قابل تعظیم فرماں اور اپنے محقق
اور فاضل پنڈتوں کے قول سے کیوں خلاف ورزی اور انحراف کرتے ہیں بلکہ اس
جگہ صرف یہ غرض ہے کہ آریہ قوم کیسی اولوالعزم اور باہمت اور اتفاق کرنے والی قوم
ہے کہ ایک ادنیٰ بات پر بھی کہ جس کی مذہب کے رو سے کچھ بھی اصلیت نہیں
پائی جاتی وہ اتفاق کر لیتے ہیں۔ اور ہزار ہا روپیہ چندہ ہاتھوں ہاتھ جمع ہو جاتا ہے۔ پس
جس قوم کا ناکارہ خیالات پر یہ اتفاق اور جوش ہے، اس قوم کی عالی ہمتی اور دلی
جوش کا مہمات عظیمہ پر خود اندازہ کر لینا چاہیئے۔ پست ہمت مسلمانوں کو لازم ہے کہ جیتے ہی
مر جائیں۔ اگر محبت خدا اور رسُول کی نہیں تو اسلام کا دعوٰی کیوں کرتے ہیں۔ کیا خباثت
کے کاموں میں اور نفس امارہ کی پیروی میں اور ناک کے بڑھانے کی نیت سے بے اندازہ
مال ضائع کرنا اور اللہ اور رسُول کی محبت میں اور ہمدردی کی راہ میں ایک دانہ ہاتھ
سے نہ چھوڑنا یہی اسلام ہے؟ نہیں۔ یہ ہرگز اسلام نہیں۔ یہ ایک باطنی جذام ہے
یہی ادبار ہے کہ مسلمانوں پر عاید ہو رہا ہے۔ اکثر مسلمان امیروں نے مذہب کو ایک ایسی
چیز سمجھ رکھا ہے کہ جس کی ہمدردی غریبوں پر ہی لازم ہے۔ اور دولتمند اس سے
مُستثنیٰ ہیں جنہیں اس بوجھ کو ہاتھ لگانا بھی منع ہے۔ اس عاجز کو اس تجربہ کا اسی
کتاب کے چھپنے کے اثناء میں خوب موقعہ ملا۔ حالانکہ بخوبی مشتہر کیا گیا تھا کہ اب
بباعث بڑھ جانے ضخامت کے اصل قیمت کتاب کی سو روپیہ ہی مناسب ہے کہ
ذی مقدرت لوگ اس کی رعایت رکھیں۔ کیونکہ غریبوں کو یہ صرف دس روپیہ میں دی
جاتی ہے۔ سو جبر نقصان کا واجبات سے ہے۔ مگر بجز سات آٹھ آدمی کے سب غریبوں
میں داخل ہو گئے۔ خوب جبر کیا۔ ہم نے جب کسی منی آرڈر کی تفتیش کی کہ یہ پانچ روپیہ

بوجہ قیمت کتاب کس کس کے آئے ہیں۔ یا یہ دس روپیہ کتاب کے مول میں کس نے بھیجے ہیں۔ تو اکثر یہی معلوم ہوا کہ فلاں نواب صاحب نے یا فلاں رئیسِ اعظم نے۔ ہاں! نواب اقبال الدولہ صاحب حیدر آباد نے اور ایک اَور رئیس نے ضلع بلند شہر سے جس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے ایک نسخہ کی قیمت میں سوسو روپیہ بھیجا ہے۔ اور ایک عہدہ دار محمد افضل خاں نام نے ایک سو دس[ملفوف] اور نواب صاحب کوٹلہ مالیر نے تین نسخہ کی قیمت میں سو رُوپیہ بھیجا۔ اور سردار عطر سنگھ صاحب رئیس اعظم لودھیانہ نے کہ جو ایک ہندو رئیس ہیں۔ اپنی عالی ہمتی اور فیاضی کی وجہ سے بطور اعانت ۲۵ بھیجے ہیں۔ سردار صاحب موصوف نے ہندو ہونے کی حالت میں اسلام سے ہمدردی ظاہر کی بخیل اور ممسک مسلمانوں کو جو بڑے بڑے لقبوں اور ناموں سے بلائے جاتے ہیں اور قارون کی طرح بہت سا روپیہ دبائے بیٹھے ہیں۔ اس جگہ اپنی حالت کو سردار صاحب کے مقابلہ پر دیکھ لینا چاہیئے جس حالت میں آریوں میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں کہ جو دوسری قوم کی بھی ہمدردی کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی کم ہیں جو اپنی ہی قوم سے ہمدردی کر سکیں تو پھر کہو کہ اس قوم کی ترقی کیونکر ہو۔ ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم دینی ہمدردی بجز مسلمانوں کے ہر ایک قوم کے امرا میں پائی جاتی ہے۔ ہاں اسلامی امیروں میں ایسے لوگ بہت ہی کم پائے جائیں گے کہ جن کو اپنے سچے اور پاک دین کا ایک ذرہ خیال ہو۔ کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اس خاکسار نے ایک نواب[1] صاحب کی خدمت میں کہ جو بہت پارسا طبع اور متقی اور فضائل علمیہ سے متصف اور قال اللہ اور قال الرسول سے بدرجۂ غایت خبر رکھتے ہیں۔ کتاب براہین احمدیہ کی اعانت کے لئے لکھا تھا سو اگر نواب صاحب ممدوح اس کے جواب میں یہ لکھتے کہ ہماری رائے میں کتاب ایسی عمدہ نہیں جس کے لئے کچھ مدد کی جائے تو کچھ جائے افسوس نہ تھا۔ مگر صاحب موصوف

[1] یہ صدیق حسن خاں نواب معزول بھوپالوی کا ذکر ہے (مرتب)

نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتابیں ضرور خریدیں گے۔ اور پھر دوبارہ یاددہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا ان میں کچھ مدد دینا خلاف منشائے گورنمنٹ انگریزی ہے۔ اس لئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں۔ سو ہم بھی نواب صاحب کو امیدگاہ نہیں بناتے۔ بلکہ امیدگاہ خداوند کریم ہی ہے اور وہی کافی ہے (خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی رہے) لیکن ہم بادب تمام عرض کرتے ہیں کہ ایسے ایسے خیالات میں گورنمنٹ کی ہجو ملیح ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا یہ اصول نہیں ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے سے روکے یا دینی کتابوں کی اعانت کرنے سے منع کرے۔ ہاں اگر کوئی مضمون مخل امن یا مخالف انتظام سلطنت ہو تو اس میں گورنمنٹ مداخلت کرے گی۔ ورنہ اپنے اپنے مذہب کی ترقی کے لئے وسائل جائزہ کو استعمال میں لانا ہر ایک قوم کو گورنمنٹ کی طرف سے اجازت ہے۔ پھر جس قوم کا مذہب حقیقت میں سچا ہے اور نہایت کامل اور مضبوط دلائل سے اس کی حقیت ثابت ہے وہ قوم اگر نیک نیتی اور تواضع اور فروتنی سے خلق اللہ کو نفع پہنچانے کے لئے اپنے دلائل حقہ شایع کرے تو عادل گورنمنٹ کیوں اس پر ناراض ہوگی۔ ہمارے اسلامی امراء کو اس بات سے بہت کم خبر ہے کہ گورنمنٹ کی عادلانہ مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ دلی انشراح سے آزادی کو قائم رکھے۔ اور خود ہم نے بچشم خود ایسے لایق اور نیک فطرت انگریز کئی دیکھے ہیں۔ کہ جو مداہنہ اور منافقانہ سیرت کو پسند نہیں کرتے اور تقویٰ اور خداترسی اور یک رنگی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور حقیقت میں تمام برکتیں یک رنگی اور خداترسی میں ہی ہیں۔ جن کا عکس کبھی نہ کبھی خویش اور بیگانہ پر پڑ جاتا ہے۔ اور جس پر خدا راضی ہے آخر اس پر خلق اللہ بھی راضی ہو جاتی ہے۔ غرض نیک نیتی اور صالحانہ قدم سے دینی اور قومی ہمدردی میں مشغول ہونا اور فی الحقیقت دنیا اور دین میں دلی جوش سے خلق اللہ

کا خیر خواہ بننا ایک ایسی نیک صفت ہے کہ اس قسم کے لوگ کسی گورنمنٹ میں پائے جانا
اس گورنمنٹ کا فخر ہے اور اس زمین پر آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ جس میں ایسے
لوگ پائے جائیں۔ لیکن سخت بدنصیب وہ گورنمنٹ ہے جس کی ماتحت سب منافق ہی ہوں
کہ جو گھر میں کچھ کہیں اور روبرو کچھ کہیں۔ سو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ لوگوں کا یکرنگی میں ترقی کرتے
جانا اور گورنمنٹ کو ایک محسن دوست سمجھ کر بے تکلف اس کے ساتھ پیش آنا یہی خوش
قسمتی گورنمنٹ انگریزی کی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے مربی حکام نہ صرف قول سے
آزادی کا سبق ہم کو دیتے ہیں بلکہ دینی امور میں خود آزادانہ افعال بجا لا کر اپنی فعلی نصیحت
سے ہم کو آزادی پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور بطور نظیر کے یہی کافی ہے کہ شاید ایک ماہ
کا عرصہ ہوا ہے کہ جب ہمارے ملک کے نواب لفٹننٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچیسن
صاحب بہادر بٹالہ ضلع گورداسپور میں تشریف لائے تو انہوں نے گرجا گھر کی بنیاد رکھنے
کے وقت نہایت سادگی اور بے تکلفی سے عیسائی مذہب سے اپنی ہمدردی ظاہر کر کے
فرمایا کہ مجھ کو امید تھی کہ چند روز میں یہ ملک دینداری اور راستبازی میں بخوبی ترقی پائیگا
لیکن تجربہ اور مشاہدے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی کم ترقی ہوئی (یعنے ابھی لوگ
بکثرت عیسائی نہیں ہوئے اور پاک گروہ کرسچینوں کا ہنوز قلیل المقدار ہے) تو بھی ہم کو
مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ پادری صاحبان کا کام بے فائدہ نہیں اور ان کی محنت
ہرگز ضائع نہیں ہوگی۔ بلکہ خمیر کے موافق دلوں میں اثر کرتی ہے اور باطن میں بہت سے
لوگوں کے دل طیار ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک مہینے سے کم گذرا ہوگا کہ ایک معزز رئیس
میرے پاس آیا اور مجھ سے ایک گھنٹہ تک دینی گفتگو کی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دل کچھ
طیاری چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے دینی کتابیں بہت دیکھیں لیکن میرے گناہوں
کا بوجھ ہلکا نہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ میں نیک کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بہت بے چینی
ہے۔ میں نے جواب میں اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو زبان میں اس کو اس لہو کی بابت سمجھایا

جو سارے گناہوں سے پاک وصاف کرتا ہے اور اس راستبازی کی بابت سمجھایا کہ جو اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ مفت ملتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سنسکرت میں انجیل دیکھی ہے اور ایک دو دفعہ یسوع مسیح سے دعا مانگی ہے اور اب میں خوب انجیل کو دیکھوں گا اور زور زور سے عیسیٰ مسیح سے دعا مانگوں گا (یعنے مجھ کو آپ کے وعظ سے بڑی تاثیر ہوئی اور عیسائی مذہب کی کامل رغبت پیدا ہو گئی) اب دیکھنا چاہیئے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے کس محنت سے ہندو رئیس کو اپنے مذہب کی طرف مائل کیا۔ اور اگرچہ ایسے ایسے رئیس اپنے مطلب نکالنے کے لئے حکام کے روبرو ایسی ایسی منافقانہ باتیں کیا کرتے ہیں۔ حکام ان پر خوش ہو جائیں اور ان کو اپنا دینی بھائی بھی خیال کرلیں۔ لیکن اس تقریر سے مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ صاحب موصوف کی اس گفتگو سے گورنمنٹ انگریزی کی آزادی کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ جب خود نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اپنے خوش عقیدہ کا ہندوستان میں پھیلانا بدلی رغبت چاہتے ہیں۔ بلکہ اس کے لئے کبھی کبھی موقعہ پاکر تحریک بھی کرتے ہیں۔ تو پھر وہ دوسروں پر اپنے اپنے دین کی ہمدردی کرنے میں کیوں ناراض ہوں گے۔ اور حقیقت میں یکرنگی سے ہمدردی بجا لانا ایک نیک صفت ہے جس پر نفاق کی سیرت کو قربان کرنا چاہیئے۔ اسی یکرنگی کے جوش سے بمبئی کے سابق گورنر سر رچرڈ ٹمپل صاحب نے مسلمانوں کی بابت ایک مضمون لکھا ہے چنانچہ وہ ولایت کے ایک اخبار "ایوننگ سٹینڈرڈ" نامی میں چھپ کر اردو اخباروں میں بھی شایع ہو گیا ہے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ مسلمان لوگ عیسائی نہیں ہوتے۔ اور وجہ یہ ہے کہ ان کا مذہب ان ناممکن باتوں سے لبریز نہیں ہے جن میں ہندو مذہب ڈوبا ہوا ہے۔ ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے قائل کرنے کے لئے ممکن ہے کہ ہنسی ہنسی میں عام دلائل سے قائل کرکے ان کو مذہب سے گرایا جائے لیکن اسلامی مذہب عقل کا مقابلہ بخوبی کرتا ہے اور دلائل سے نہیں

ٹوٹ سکتا ہے۔ عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کے تاممکنات ظاہر کر کے ان کے پیروؤں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں۔ مگر محمدیوں کے ساتھ ایسا کرنا ان کے لئے ٹیڑھی لکیر ہے۔ سو یہ یک رنگی مسلمان امیروں میں نہیں پائی جاتی۔ چاہیئے کہ وہ اس مضمون پر غور کریں۔

خاکسار غلام احمد

(اشتہار مندرجہ براہین احمدیہ جلد چہارم ۱۸۸۴ء آخر الف تا د)

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

---

(۱۸)

ہم اور ہماری کتاب

ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی، اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی۔ یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے اِنّی اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ

ہے کہ جس قدر اُس نے جلد چہارم تک انوارِ حقیت اسلام کے ظاہر کیئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔ اور اس کے فضل و کرم سے امید کی جاتی ہے کہ وہ جب تک شکوک اور شبہات کی ظلمت کو بکلی دُور نہ کرے۔ اپنی تائیدات غیبیہ سے مددگار رہے گا۔ اگرچہ اس عاجز کو اپنی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن اس سے نہایت خوشی ہے کہ وہ حیّ و قیّوم کہ جو فنا اور موت سے پاک ہے ہمیشہ تا قیامت دینِ اسلام کی نصرت میں ہے۔ اور جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر کچھ ایسا اس کا فضل ہے کہ جو اس سے پہلے کسی پر نہیں ہوا۔ اس جگہ ان نیک دل ایمانداروں کا شکر کرنا لازم ہے جنہوں نے اس کتاب کے طبع ہونے کے لئے آجتک مدد دی ہے خدا تعالیٰ ان سب پر رحم کرے اور جیسا اُنہوں نے اس کے دین کی حمایت میں اپنی دلی محبت سے ہر ایک دقیقہ کوشش کے بجا لانے میں زور لگایا ہے خداوند کریم ایسا ہی ان پر فضل کرے۔ بعض صاحبوں نے اس کتاب کو محض خرید و فروخت کا ایک معاملہ سمجھا ہے۔ اور بعض کے سینوں کو خدا نے کھول دیا۔ اور صدق اور ارادت کو ان کے دلوں میں قایم کر دیا ہے۔ لیکن موخر الذکر ہنوز وہی لوگ ہیں کہ جو استطاعت مالی بہت کم رکھتے ہیں اور سنت اللہ اپنے پاک نبیوں سے بھی یہی رہی ہے کہ اوّل اوّل ضعفا اور مساکین ہی رجوع کرتے رہے ہیں۔ اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی مقدرت کے دل کو بھی اس کام کے انجام دینے کے لئے کھول دے گا۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اشتہار ٹائیٹل پیج صفحہ آخری براہین احمدیہ جلد چہارم

۱۸۸۴ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(۱۹)

اشتہار

منشی اندرمن صاحب مرادآبادی نے میرے اس مطبوعہ خط[1] جس کی ایک ایک کاپی غیر مذاہب کے رؤسا و مقتداؤں کے نام خاکسار نے روانہ کئے تھے جس کے جواب میں پہلے نابھہ سے پھر لاہور سے یہ لکھا تھا کہ تم ہمارے پاس آؤ اور ہم سے مباحثہ کرلو اور زر موعودہ اشتہار پیشگی بنک میں داخل کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں خاکسار نے رقیمہ ذیل معہ دو ہزار چار سو روپیہ نقد ایک جماعت اہل اسلام کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں روانہ لاہور کیا۔ جب وہ جماعت منشی صاحب کے مکان موعود پر پہنچی تو منشی صاحب کو وہاں نہ پایا۔ وہاں سے ان کو معلوم ہوا کہ جس دن منشی صاحب نے خاکسار کے نام وہ خط روانہ کیا تھا اسی دن سے وہ فرید کوٹ تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ باوجودیکہ اس خط میں منشی صاحب نے ایک ہفتہ تک منتظر جواب رہنے کا وعدہ تحریری لکھا تھا۔ یہ امر نہایت تعجب اور تردد کا موجب ہوا۔ لہذا یہ قرار پایا کہ اس رقیمہ کو بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاوے اور اس کی ایک کاپی منشی صاحب کے نام حسب نشان مکان موجودہ[2] بذریعہ رجسٹری روانہ کی جاوے۔ وہ یہ ہے:۔

مشفقی اندرمن صاحب!

میرے اس خط کا جواب نہیں دیا۔ ایک نئی بات لکھی ہے جس کی تعمیل مجھ پر اپنے عہد کے رُو سے واجب نہیں ہے۔ میری طرف سے یہ عہد تھا کہ جو شخص میرے پاس آوے اور صدق دل سے ایک سال میرے پاس ٹھہرے اس کو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی آسمانی نشان

---

[1] یہ خط جلد ہذا کے صفحہ ۲۰ پر ہے (مرتب)

[2] دراصل "موعودہ" لفظ ہے۔ کاتب کی غلطی سے الحکم میں "موجودہ" لکھا گیا (مرتب)

مشاہدہ کرادے گا جس سے قرآن اور دین اسلام کی صداقت ثابت ہو۔ آپ اس کے جواب میں اوّل تو مجھے اپنے پاس (نابھہ میں پھر لاہور میں) بلاتے ہیں اور خود آنے کا ارادہ ظاہر فرماتے ہیں۔ تو مباحثہ کے لئے نہ آسمانی نشان دیکھنے کے لئے۔ اس پر طرفہ یہ ہے کہ روپیہ اشتہار پیشگی طلب فرماتے ہیں جس کا میں نے پہلے وعدہ نہیں دیا۔ اب آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ میری تحریر سے آپ کا جواب کہاں تک تفاوت رکھتا ہے ؎

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

لہٰذا میں اپنے اسی پہلے اقرار کے رُو سے پھر آپ کو لکھتا ہوں کہ آپ ایک سال رہ کر آسمانی نشانوں کا مشاہدہ فرماویں۔ اگر بالفرض کسی آسمانی نشان کا آپ کو مشاہدہ نہ ہو تو میں آپ کو چوبیس سو روپیہ دے دوں گا۔ اور اگر آپ کو پیشگی لینے پر اصرار ہو تو مجھے اس سے بھی دریغ وعذر نہیں۔ بلکہ آپ کے اطمینان کے لئے سر دست چوبیس سو روپیہ نقد ہمراہ رقیمہ ہذا ارسال خدمت ہے۔ مگر چونکہ آپ نے یہ ایک امر زائد چاہا ہے اس لئے مجھے بھی حق پیدا ہو گیا ہے کہ بمقابلہ اس امر زائد کے مقابلہ میں کچھ شرط ایسی کروں جن کا ماننا آپ پر واجبات سے ہے۔ (۱) جب تک آپ کا سال گذر نہ جائے کوئی دوسرا شخص آپ کے گروہ سے زر موعود پیشگی لینے کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ ہر شخص کو زر پیشگی دینا سہل اور آسان نہیں ہے۔ (۲) اگر مشاہدہ نشان آسمانی کے بعد اظہار اسلام میں توقف کریں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں تو پھر حرجانہ یا جُرمانہ دونوں امر سے ایک ضرور ہے (الف) سب لوگ آپ کے گروہ کے جو آپ کو مقتدار جانتے ہیں یا آپ کے حامی و مُربّی ہیں اپنا عجز اور اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کا بے دلیل ہونا تسلیم کر لیں اور وہ لوگ ابھی سے آپ کو اپنا وکیل مقرر کر کے اس تحریر کا آپ کو اختیار دیں پھر اس پر اپنے دستخط کریں۔ (ب) درصورت تخلف وعدہ جانب ثانی سے اس کا مالی جرمانہ یا معاوضہ جو آپ کی اور آپ کے مربیوں اور حامیوں اور مقتدیوں کی حیثیت کے مطابق ہو ادا کریں تاکہ وہ اس مال سے اس وعدہ خلافی کی کوئی یادگار قائم کی جائے (ایک اخبار تائید اسلام میں جاری ہو یا کوئی مدرسہ تعلیم نو مسلم اہل اسلام کے لئے قائم ہو)۔ آپ ان شرائط کو تسلیم

نہ کریں تو آپ مجھ سے پیشگی روپیہ نہیں لے سکتے۔ اور اگر آپ آسمانی نشان کے مشاہدہ کے لئے نہیں آنا چاہتے صرف مباحثہ کے لئے آنا چاہتے ہیں تو اس امر کے لئے میری خصوصیت نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس امت محمدیہ میں علماء اور فضلاء اور بہت ہیں جو آپ سے مباحثہ کرنے کو طیار ہیں۔ میں جس امر میں مامور ہو چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں کر سکتا اور اگر مباحثہ بھی مجھ سے منظور ہے تو آپ میری کتاب کا جواب دیں۔ یہ مباحثہ کی صورت عمدہ ہے۔ اس میں معاوضہ بھی زیادہ ہے اور بجائے چوبیس سو کے دس ہزار روپیہ۔

۳۰ مئی ۱۸۸۵ء

(مطبوعہ صدیقی پریس لاہور)

(منقول از اخبار الحکم جلد ۵ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳ کالم ۲)

---

(۲۰)

اعلان

مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ کے اشتہار مورخہ ۳۰ مئی ۱۸۸۵ء مطبوعہ صدیقی پریس لاہور کے جواب میں منشی اندرمن مراد آبادی نے ایک اشتہار مطبوعہ مفید عام پریس لاہور مشتہر کیا تھا جس کے جواب میں مرزا صاحب نے نامہ ذیل تحریر فرما کر بذریعہ رجسٹری منشی اندرمن کے نام ارسال فرمایا ہے۔ اس کو ہم پبلک سے انصاف چاہنے کی امید پر مشتہر کرتے ہیں۔

الراقم فقیر عبد اللہ سنوری

---

[1] یہ اشتہار ایک صفحہ ۲۱ سطری تقطیع کلاں پر ہے (مؤلف)

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم مشفقی منشی اندرمن صاحب! بعد
ما وجب آپ بُرا نہ مانیں۔ آپ کے اشتہار کے پڑھنے سے عجب طرح کی کارستانی آپ کی
معلوم ہوئی۔ آپ اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ پہلے انہوں نے (یعنی اس عاجز نے) مجھ
سے بحث کرنے کا وعدہ کیا جب میں اسی نیت سے مشقت سفر اٹھا کر لاہور میں آیا۔ تو
پھر میری طرف اس مضمون کا خط بھیجا کہ ہم بحث کرنا نہیں چاہتے اور مجھ کو ناحق کی تکلیف
دی۔ اب دیکھئے کہ آپ نے اپنی عہد شکنی اور کنارہ کشی کے چھپانے کے لئے کس قدر حق پوشی
اختیار کی اور بات کو اپنی اصلیت سے بدل کر کچھ کا کچھ بنا دیا۔ آپ خود ہی انصاف فرماویں
کہ جس حالت میں آپ ہی سے یہ بےجا حرکت وقوع میں آئی کہ آپ نے اوّل لاہور میں پہنچ
کر اس خاکسار کی طرف اس مضمون کا خط[1] لکھا کہ میں آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے
ایک سال تک قادیان میں ٹھہرنا منظور کرتا ہوں مگر اس شرط سے کہ پہلے چوبیس سو روپیہ
نقد میرے لئے بنک سرکاری میں جمع کیا جائے۔ اور اب میں لاہور میں مقیم ہوں۔ اور
سات دن تک اس خط کے جواب کا انتظار کروں گا۔ پھر جب حسب تحریر آپ کے اندر
میعاد سات دن کے وہ روپیہ لاہور میں آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ میعاد کے گذرنے
سے پہلے ہی فریدکوٹ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو اب وعدہ خلافی اور کنارہ کشی
اور عہد شکنی اور رُو پوشی آپ سے ظہور میں آئی یا مجھ سے۔ اور جبکہ میں نے بموجب طلب
کرنے آپ کے اس قدر رقم کثیر جو چوبیس سو روپیہ ہے۔ بنک سرکاری میں جمع کرانے کے
لئے پیش کر دی۔ تا بحالت مغلوب ہونے میرے کے وہ سب روپیہ آپ کو مل جائے
تو کیا کوئی منصف آدمی گریز کا الزام مجھ کو دے سکتا ہے۔ لیکن آپ فرماویں کہ آپ
کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ جس حالت میں آپ کو رجسٹری شدہ خط بھیجا گیا
تھا اور لکھا گیا تھا کہ اگر آپ ایک سال تک قادیان میں ٹھہریں تو ضرور خداوند کریم
اثبات حقیت اسلام میں کوئی آسمانی نشان آپ کو دکھلائے گا اور اگر اس عرصہ تک

نوٹ[1] منشی صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ (آپ حسب وعدہ اشتہار مشتہرہ بحساب دو سو روپیہ
ماہوار چوبیس سو روپیہ بابت ایک سال بنگالہ بنک سرکار میں داخل کریں) سو ناظرین پہ واضح ہو کہ اشتہار مشتہرہ الخ

کوئی نشان ظاہر نہ ہو تو چوبیس سو روپیہ نقد بطور جرمانہ یا ہرجانہ آپ کو دیا جائے گا۔ اور اگر عرصہ مذکورہ میں کوئی نشان دیکھ لیں تو اسی جگہ قادیان میں مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ ہم نے آپ کی تسلی کے لئے چوبیس سو روپیہ نقد بھیج دیا۔ اور جو ہم پر فرض تھا اس کو پورا کر دکھایا۔ تو آپ نے ہماری اس حجت کے اُٹھانے کے لئے جو آپ پر وارد ہو چکی تھی کیا کوشش کی۔ اگر ہم آپ کے خیال میں جھوٹے تھے۔ تو کیوں آپ نے ہمارے مقابلہ سے منہ پھیر لیا۔ آپ پر واجب تھا کہ قادیان میں ایک سال تک رہ کر اس خاکسار کا جھوٹ ثابت کرتے کیونکہ اس میں آپ کا کچھ خرچ نہ تھا۔ آپ کو چوبیس سو روپیہ نقد ملتا تھا۔ مگر آپ نے اس طرف تو رُخ بھی نہ کیا۔ اور یوں ہی لاف دگزاف کے طور پر اپنے اشتہار میں لکھ دیا کہ جو آسمانی نشانوں کا دعوے ہے یہ بے اصل محض ہے۔ منشی صاحب آپ انصافاً فرماویں کہ آپ کو ایسی تحریر سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم درحقیقت اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں آپ نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ ایک شخص تو اپنی تائید دعوے میں اس قدر اپنا صدق دکھلا رہا ہے کہ اگر کوئی اس کا جھوٹا ہونا ثابت کرے تو وہ چوبیس سو روپیہ نقد اُس کو دیتا ہے۔ اور آپ اس کی آزمایش دعوے سے تو کنارہ کش مگر یُوں ہی اپنے مُنہ سے کہے جاتے ہیں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں صادق نہیں ہے۔ یہ کس قدر دُور از انصاف و ایمانداری ہے۔ آپ نے کچھ سوچا ہوتا کہ منصف لوگ آپ کو کیا کہیں گے۔

ما بقیہ الزام آپ کا کہ گویا اول ہم نے اپنے خط میں بحث کو منظور کیا اور پھر دوسرے خط میں نامنظوری ظاہر کی۔ یہ بات بھی سراسر آپ ہی کا ایجاد ہے۔ اس عاجز کے بیان میں جس کو آپ نے کھینچ تان کر کچھ کا کچھ بنا لیا ہے کسی نوع کا اختلاف یا تناقض نہیں کیونکہ میں نے اپنے آخری خط میں جو مطبع صدیقی میں چھپا ہے جس کا آپ حوالہ دیتے ہیں کسی ایسی بحث سے ہرگز انکار نہیں کیا جس کی نسبت اپنے پہلے خط میں رضامندی ظاہر کی تھی۔ بلکہ اس آخری خط میں صرف یہ لکھا ہے کہ اگر آپ آسمانی نشانوں کے

مشاہدہ کے لئے نہیں بلکہ صرف مباحثہ کے لئے آنا چاہتے ہیں تو اس امر سے میری خصوصیت نہیں۔ مجرد بحثوں کے لئے اور علماء و فضلاء بہت ہیں۔ تو اس تقریر سے انکا کہاں سمجھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمارا اصل کام اسلامی انوار و برکات کا دکھانا ہے اور ایسے مطلب کے لئے رجسٹری شدہ خط بھیجے گئے تھے۔ سو یہ ہمیں ہرگز منظور نہیں کہ اس اصل کام کو ملتوی اور موقوف کرکے اپنی خدمت دینی کو صرف مباحثات و مناظرات تک محدود رکھیں۔ ہاں جو شخص اسلامی آیات و برکات کا دیکھنا منظور کرکے ساتھ اس کے عقلی طور پر اپنے شبہات اور وساوس کو دُور کرانا چاہے تو اس قسم کی بحث تو ہمیں بدل و جان منظور ہے۔ بشرطیکہ تہذیب اور شائستگی سے تحریری طور پہ بحث ہو۔ جس میں عجلت اور شتاب کاری اور نفسانیت اور جارحیت کے خیال کا کچھ دخل نہ ہو۔ بلکہ ایک شخص طالب صادق بن کر محض حق جوئی اور راست بازی کی وضع پر اپنی عقدہ کشائی چاہے اور دوستانہ طور پر ایک سال تک آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے ٹھیر کر ساتھ اس کے نہایت معقولیت سے سلسلہ بحث کا بھی جاری رکھے۔ لیکن افسوس کہ آپ کی تحریر سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آپ ایسے مہذبانہ بحث کے بھی خواہاں نہیں کیونکہ آپ نے اپنے آخری خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ بحث کرنے سے پہلے میری حفاظت کے لئے گورنمنٹ میں مچلکہ داخل کرنا چاہیئے یا ایسے صدر مقام حکام میں بحث ہونی چاہیئے جس میں سرکاری رُعب و داب کا خوف ہو۔ سو آپ کے ان کلمات سے صاف مترشح ہو رہا ہے کہ آپ اس قسم کی بحث کے ہرگز خواہاں نہیں ہیں جو دو شریف آدمیوں میں محض اظہار حق کی غرض سے ہو سکتی ہے۔ جس میں نہ کسی کا مچلکہ (جو ایک معزز آدمی کے لئے موجب ہتک عزت ہے) داخل سرکار کرانے کی حاجت ہے اور نہ ایسے صدر مقام کی ضرورت ہے جس میں عند الفساد جھٹ پٹ سرکاری فوجیں پہنچ سکیں۔ شاید آپ ایسی بحثوں کے عادی ہوں گے۔ لیکن کوئی پاک خیال آدمی اس قسم کی بدبودار بحثوں کو جو عجلت اور سوء ظن اور ریا کاری اور نفسانیت سے پُر ہیں ہرگز پسند نہیں کرے گا اور اسی اصول پر مجھ کو بھی پسند نہیں۔ اور اگر

آپ عہد شکنی کرکے فرید کوٹ کی طرف نہ بھاگتے تو یہ باتیں آپ کو زبانی بھی سمجھائی جاتیں۔ ہر ایک منصف اور پاک دل آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جن مباحث میں پہلے ہی ایسے ایسے سنگین تدارکات کی ضرورت ہے۔ ان میں انجام بخیر ہونے کی کب توقع ہے۔ سو آپ پر واضح رہے کہ اس عاجز نے نہ کسی اپنے خط میں صرف مجرد بحث کو منظور کیا اور نہ ایسی دُور از تہذیب بحث پر رضامندی ظاہر کی جس میں پہلے ہی مجرموں کی طرح مچلکہ داخل کرنے کے لئے انگریزی عدالتوں میں حاضر ہونا پڑے۔ اور پھر ہم میں اور آپ میں بٹیروں اور مُرغوں کی طرح لڑائی ہونا شروع ہو اور لوگ ارد گرد سے جمع ہو کر اس کا تماشہ دیکھیں اور ایک ساعت یا دو ساعت کے عرصہ میں کسی فریق کے صدق یا کذب کا سب فیصلہ ہو کر دوسرا فریق فتح کا نقارہ بجاوے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک ایسی پُر فتنہ اور پُر خطر بحثیں جن میں فساد کا اندیشہ زیادہ اور احقاق حق کی امید کم ہے کب کسی شریف اور منصف مزاج کو پسند آسکتی ہیں اور ایسی پُر عجلت بحثوں سے حق کے طالب کیا نفع اُٹھا سکتے ہیں۔ اور منصفوں کو رائے ظاہر کرنے کا کیا کر موقعہ مل سکتا ہے۔ اگر آپ کی نیت بخیر ہوتی تو آپ اس طرز کی بحثوں سے خود گریز کرتے اور ایک سال تک ٹھیر کر معقولیت اور شائستگی اور تہذیب سے شریفانہ بحث کا سلسلہ تحریری طور پر جاری رکھتے۔ اور مہذب اور شریف اور ہر ایک قوم کے عالم فاضل جو اکثر اس جگہ آتے رہتے ہیں ان پر بھی آپ کی بحثوں کی حقیقت کُھلتی رہتی مگر افسوس کہ آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قادیان میں آنے کے لئے (کہ جو آپ کی نظر میں گویا ایک یاغستان ہے یا جس میں بزعم آپ کے ہندو بھائی آپ کے بکثرت نہیں رہتے) اوّل یہ شرط لگائی کہ یہ عاجز آپ کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ میں مچلکہ داخل کرے۔ ایسی شرط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنی بحث میں ایسی دُور از تہذیب گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کی نسبت آپ کو پہلے ہی خطرہ ہے کہ وہ فریق ثانی کے اشتعال طبع کا ضرور موجب ہوگی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر پڑی کہ پہلے فریق ثانی کا مچلکہ سرکار میں داخل ہونا چاہیئے تا آپ کو ہر ایک طور کی تحقیر اور توہین کرنے کے

لئے وسیع گنجائش رہے۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ عاجز اس قسم کی بحثوں سے سخت بیزار ہے اور جس طور کی بحث کو یہ عاجز منظور کرتا ہے وہ وہی ہے جو اس سے اوپر ذکر کی گئی۔ اگر آپ طالب صادق ہیں تو آپ کو آپ کے پرمیشر کی قسم دی جاتی ہے کہ آپ ہمارے مقابلہ سے ذرا کوتاہی نہ کریں۔ آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے قادیان میں آکر ایک سال تک ٹھہریں اور اس عرصہ میں جو کچھ وساوس عقلی طور پر آپ کے دل پر دامنگیر ہوں وہ بھی تحریری طور پر رفع کراتے جائیں۔ پھر اگر ہم مغلوب رہے تو کس قدر فتح کی بات ہے کہ آپ کو چوبیس سو روپیہ نقد مل جائے گا اور اپنی قوم میں آپ بڑی نیک نامی حاصل کریں گے لیکن اگر آپ ہی مغلوب ہوگئے تو آپ کو اسی جگہ قادیان میں مشرف باسلام ہونا پڑیگا اور اس بات کا فیصلہ کہ کون غالب یا کون مغلوب رہا بذریعہ ایسے ثالثوں کے ہوجائے گا کہ جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں۔ اگر آپ قادیان میں ایک سال تک ٹھیرنے کی نیت سے آویں تو ہم مراد آباد سے قادیان تک کل کرایہ آپ کا آپ کی خدمت میں بھیج دیں گے اور آپ کے لئے چوبیس سو روپیہ کسی بنک سرکاری میں داخل کیا جائے گا۔ مگر اس شرط سے کہ آپ بھی ہمیں اس بات کی پوری پوری تسلی دے دیں کہ آپ بحالت مغلوبیت ضرور مسلمان ہوجائیں گے۔ اور اگر اب بھی آپ نے بپابندی شرائط مذکورہ بالا آنے سے انکار کیا تو آپ خوب یاد رکھیں کہ یہ داغ ایسا نہیں ہے کہ جو پھر کسی حیلہ یا تدبیر سے دھویا جائے۔ مگر ہمیں امید نہیں کہ آپ آئیں کیونکہ حقانیت اسلام کا آپ کے دل پر بڑا سخت رعب ہے۔ اور اگر آپ آگئے تو خدا تعالےٰ آپ کو مغلوب اور رسوا کریگا۔ اور اپنے دین کی مدد اور اپنے بندہ کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

اخیر پر آپ کو واضح رہے کہ آج یہ خط رجسٹری کرا کر آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ اور اگر بیس دن تک آپ کا کوئی جواب نہ آیا تو آپ کی کنارہ کشی کا حال چند اخباروں میں شایع کرایا جائے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ۔

الــــــــــــــــــــــــراقم

خاکسار آپ کا خیر خواہ غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(۲۱)

جس شخص کے پاس یہ اشتہار پہنچے اس پر فرض ہے کہ گھر میں جا کر اپنے کنبہ کی عورتوں کو تمام مضمون اس اشتہار کا اچھی طرح سمجھا کر سُنا دے۔ اور ذہن نشین کر دے اور جو عورت خواندہ ہو اس پر بھی لازم ہے کہ ایسا ہی کرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰے رسولہ الکریم

اشتہار بغرض تبلیغ و انذار

چونکہ قرآن شریف و احادیث صحیحہ نبویہ سے ظاہر و ثابت ہے کہ ہر ایک شخص اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے سوال کیا جائے گا کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اس نے ان کو سمجھایا۔ اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں اس لئے میں نے قیامت کی باز پرس سے ڈر کر مناسب سمجھا کہ ان مستورات و دیگر متعلقین کو جو ہمارے رشتہ دار و اقارب و واسطہ دار ہیں ان کی بے راہیوں و بدعتوں پر بذریعہ اشتہار کے انہیں خبردار کروں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور اُن بُری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیئے۔ ہر چند سمجھایا گیا، کچھ سُنتے نہیں۔ ہر چند ڈرایا گیا، کچھ ڈرتے نہیں۔ اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں۔ اس لئے ہم نے ان لوگوں کے بُرا ماننے اور بُرا کہنے اور ستانے اور دُکھ دینے سے بالکل لاپروا ہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پُورا کرنے کے لئے بذریعہ اس

اشتہار کے ان سب کو اور دوسری مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا تا ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے۔ اور قیامت کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا۔ اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔ سو آج ہم کھول کر باواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے، یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے۔ اور جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں۔ اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔ لیکن ہمارے گھروں میں جو بدرسمیں پڑ گئی ہیں اگرچہ وہ بہت ہیں۔ مگر چند موٹی موٹی رسمیں بیان کی جاتی ہیں تا نیک بخت عورتیں خدا تعالیٰ سے ڈر کر ان کو چھوڑ دیں۔ اور وہ یہ ہیں :-

(۱) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات منہ پر لانا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں پکڑ لیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہیں۔ یعنی ہم خدا کا مال اور ملک ہیں۔ اسے اختیار ہے۔ جب چاہے اپنا مال لے لے۔ اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا۔ اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلا کر رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا۔ اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے

کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۳) سوم سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت ہوتے ہیں۔ حرامخور عورتیں، شیطان کی بہنیں جو جو دُور دُور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں اور مکر اور فریب سے مونہہ کو ڈھانک کر اور بہنوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں۔ ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتانے کیلئے صدہا روپیہ کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ تا لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا۔ سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(۴) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو۔ دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسا کوئی بڑا بھارا گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاک دامن بیوی ہو گئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسُول کے حکم سے روکتی ہیں۔ خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں۔ جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے۔ جس عورت کو اللہ اور رسُول پیارا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے۔ اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

(۵) یہ بھی عورتوں میں خراب عادت ہے کہ وہ بات بات میں مَردوں کی نافرمانی

کرتی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ بُرا بھلا ان کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ اور رسُول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالےٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی جب تک پوری پوری اپنے خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم بجا نہ لائے اور پس پُشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیر خواہ نہ ہو۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مَردوں کی تابعدار رہیں۔ ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکم ربانی سُنکر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسُول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چُراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اَور جتنے مَرد ہیں اُن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بدوضع اور بد اطوار عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(۶) عورتوں میں یہ بھی ایک بدعادت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لئے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور اس بندہ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ایسے ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلّشانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں۔ مَردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ

وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کر لیں۔ پھر جو شخص اللہ رسُول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے رسُول کے حکموں کا مقابلہ کرتی ہیں۔ نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں اور بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسُول کے فرمودہ سے مُنہ پھیر کر اپنے رب کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لئے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بدرسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

(۹) ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس

کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں اور آتشبازی چلوانا اور کنجروں اور ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے۔ گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

(۱۰) ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سستی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰة دینے کے لائق اور بہت سا زیور اُن کے پاس ہے۔ وہ زکوٰة نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی رکھتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا لاتی ہیں جیسے چیچک کی پُوجا۔ بعض فرضی بیویوں کی پُوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا کوئی حقہ نوش نہ کھاوے بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف خالص اللہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ ورنہ مرنے کے بعد ذلّت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے جس کا انتہا نہیں ٭

والسلام علٰی من اتبع الھدیٰ

خاکسار۔ غلام احمد از قادیان

(منقول از الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ کالم ۲)

(۲۲)

اشتہار

انعامی دس ہزار (10000) روپیہ اُن سب لوگوں کے لئے جو مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھی ہیں ثابت کر دکھائیں۔ یا اگر کتب الہامی ان کی ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہو تو اس عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہماری ہی دلائل کو نمبروار توڑ دیں۔

مَیں[1] جو مُصنّف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں۔ یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملّت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے درباب حقیت

---

[1] یہ اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت جلی قلم سے لکھایا تھا۔ اسلئے حضور کی پیروی میں خاکسار مرتب نے بھی اس کو جلی لکھوایا ہے تاکہ امتیاز قائم رہے۔ (مرتب)

فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ
علیہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیں ہیں اپنی
الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد
میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث
ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش
کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل
کو نمبروار توڑ دے۔ تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین
منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء
شرط جیسا کہ چاہیئے تھا ظہور میں آگیا۔ میں مشتہر ایسے مجیب کو
بلاعذرے وحیلتے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل
دے دوں گا۔ مگر واضح رہے کہ اگر اپنی کتاب کی دلائل معقولہ
پیش کرنے سے عاجز اور قاصر رہیں یا برطبق شرط اشتہار کی
خمس تک پیش نہ کر سکیں تو اس حالت میں بصراحت تمام تحریر

کرنا ہوگا۔ جو بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور رہے اور اگر دلائل مطلوبہ پیش کریں تو اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو ہم نے خمس دلائل تک پیش کرنے کی اجازت اور رخصت دی ہے۔

اس سے ہماری یہ مُراد نہیں ہے جو اس تمام مجموعہ دلائل کا بغیر کسی تفریق اور امتیاز کے نصف یا ثلث یا رُبع یا خمس پیش کر دیا جائے بلکہ یہ شرط ہر ایک صنف کی دلائل سے متعلق ہے اور ہر صنف کے براہین میں سے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش کرنا ہوگا۔

شاید کسی صاحب کا فہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر رہے جو عبارت مذکورہ میں صنف دلائل سے کیا مُراد ہے۔ پس بغرض تشریح اس فقرہ کے لکھا جاتا ہے جو دلائل اور براہین قرآن مجید کی کہ جن سے حقیت اس کلام پاک کی اور صدق

رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہے، دو قسم پر ہیں۔ اوّل وہ دلائل جو اس پاک کتاب اور آنحضرت کی صداقت پر اندرونی اور ذاتی شہادتیں ہیں۔ یعنی ایسی دلائل جو اُسی مقدس کتاب کے کمالات ذاتیہ اور خود آنحضرتؐ کی ہی خصائل قدسیہ اور اخلاق مرضیہ اور صفات کاملہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسری وہ دلائل جو بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرتؐ کی سچائی پر شہود قاطعہ ہیں یعنی ایسی دلائل جو خارجی واقعات اور حادثاتِ متواترہ مثبتہ سے لی گئی ہیں۔

اور پھر ہر یک ان دونوں قسموں کی دلائل سے دو قسم پر ہے۔ دلیلِ بسیطؔ اور دلیلِ مرکّبؔ:۔

دلیلؔ بسیط وہ دلیل ہے جو اثباتِ حقیّتِ قرآن شریف اور صدق رسالت آنحضرتؐ کے لئے کسی اور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں ؛

اور دلیلِ مرکّب وہ دلیل ہے جو اُس کے تحقّقِ دلالت کے لئے
ایک ایسے کُل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر من حیث الاجتماع
اس پر نظر ڈالی جائے۔ یعنی نظر یکجائی سے اُس کے تمام افراد کو
دیکھا جائے تو وہ کُل مجموعی ایک ایسی عالی حالت میں ہو جو تحقق
اس حالت کا تحقق حقیّت قُرآن مجید اور صِدقِ رسالت آنحضرتؐ
کو مستلزم ہو۔ اور جب اجزاء اس کے الگ الگ دیکھے جائیں تو
یہ مرتبہ برہانیّت کا جیسا کہ ان کو چاہیئے، حاصل نہ ہو۔ اور وجہ اس
تفاوت کی یہ ہے جو کُلِ مجموعی اور کُلِ واحد ہمیشہ متخالف فی الاحکام
ہوتے ہیں۔ جیسے ایک بوجھ کو دس آدمی اکٹھے ہو کر اُٹھا سکتے
ہیں۔ اور اگر وہی دس آدمی ایک ایک ہو کر اُٹھانا چاہیں تو یہ امر
محال ہو جاتا ہے۔ اور ہر واحد ان دونوں قسم کی دلائل بسیطہ اور
مُرکّبہ سے جب اپنی خاص خاص صورتوں اور ہیئتوں اور وضعوں
کے لحاظ سے تصور کئے جائیں تو ان کا نام اس کتاب میں اصناف

دلائل ہے۔ اور یہ وہی اصناف ہیں کہ جن کے التزام کیلئے
ہم نے صدر اشتہار ہذا میں یہ قید لگا دی ہے جو ہر صنف
کے براہین میں سے شخص متصدّی مقابلہ فرقان مجید کا نصف یا
ثلث یا ربع یا خمس پیش کرے۔ یعنی اس صورت میں کہ جب
ان کُل دلائل کے پیش کرنے سے عاجز ہو جو ایک صنف
کے تحت میں داخل ہیں۔

اور نیز اس جگہ یہ امر زیادہ تر قابل انکشاف ہے کہ جو
صاحب کسی دلیل مرکّب کا کہ جس کی تعریف ابھی ہم بیان
کر چکے ہیں، اپنی کتاب میں سے نمونہ دکھلانا چاہیں تو اُن پر
واجب ہو گا کہ اگر وہ دلیل مرکّب ایسے مجموعۂ اجزا سے مرکّب
ہو۔ جو ہر ایک جزو اُس کا بجائے خود کسی امر پر دلیل ہو تو ان
سب جزوی دلائل کا بھی کم سے کم ایک ایک نمونہ پیش کرنا ہو گا۔
چونکہ سمجھنا اس شرط کا محتاج تمثیل ہے اس لئے ہم بطور

تمثیل کے اس جگہ اسی قسم کی ایک دلیل دلائل مرکبہ مثبتہ حقیت
فرقان مجید سے تحریر کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے جو:-

تعلیم اصولی فرقان مجید کی دلائل حکمیہ پر مبنی اور مشتمل ہے
یعنی فرقان مجید ہر ایک اصول اعتقادی کو جو مدار نجات کا ہے
محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں
سے بپایۂ صداقت پہنچاتا ہے۔ جیسے وجود صانع عالم کا
ثابت کرنا۔ توحید کو بپایۂ ثبوت پہنچانا۔ ضرورت الہام پر
دلائلِ قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاق حق اور ابطالِ باطل سے
قاصر نہ رہنا۔ پس یہ امر فرقان مجید کے منجانب اللہ ہونے پر
بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیت اور افضلیت اس کی
بوجہ کمال ثابت ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائد فاسدہ کو
ہر یک نوع اور ہر صنف کی غلطیوں سے بدلائل واضحہ پاک
کرنا اور ہر قسم کے شکوک اور شبہات کو جو لوگوں کے دلوں میں

دخل کر گئے ہوں، براہین قاطعہ سے مٹا دینا اور ایسا مجموعہ اصول مدللہ محققہ
مثبتہ کا اپنی کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اس سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب
میں درج ہوا اور نہ کسی ایسے حکیم اور فیلسوف کا پتہ مل سکتا ہو کہ جو کبھی کسی
زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور سے
اس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت کرنیوالا ہو چکا ہو۔ اور نہ کبھی کسی
بھلے مانس نے ایک ذرہ اس بات کا ثبوت دیا ہو جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے
تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور
منطقی سے اُن کی صحبت اور مخالطت رہی تھی کہ جس کے اثر سے
انہوں نے ہر ایک اصول حقہ پر دلائل فلسفہ قائم کر کے تمام عقائد
مدار نجات کی حقیقی سچائی کو ایسا کھول دیا کہ جس کی نظیر صفحہ روزگار
میں کہیں نہیں پائی جاتی یہ ایسا کام ہے کہ بجز تائید الٰہی اور الہام
ربانی کے ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا پس ناچار عقل اس

بات پر قطع واجب کرتی ہے جو قرآن شریف اس خدائے واحد لاشریک کی کلام ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی انسان کا علم برابر نہیں یہ دلیل ہے جو ہم نے بطور نمونہ کے ان دلائل مُرکّبہ میں سے لکھی ہے کہ جن کا مجموعۂ اجزاء تمام ایسی جُزوں سے مُرکّب ہے کہ وہ سب جُزئیں دلائل ہی ہیں چنانچہ اس دلیل کے اجزا سب کے سب وہ دلائل ہیں جو عقائدِ حقّہ پر قائم کی گئی ہیں اور چونکہ یہ دلیل بھی اصناف دلائل میں سے ایک صنف ہے اس لئے جیسا کہ مخاصم پر تمام اصناف دلائل کا پیش کرنا فرض ہے۔ اس[1] لئے اس دلیل کا بھی پیش کرنا فرض ہے مگر اس دلیل کو دکھلانے کے لئے ان تمام دلائل کا دکھلانا بھی ضروری ہے کہ جن سے اس دلیل کی تالیف اور ترکیب ہے اور جن کی ہیئت اجتماعی سے اس کا وجود طیار ہوتا ہے۔ جیسی دلیل اثباتِ وجودِ صانع۔ دلیل اثباتِ توحید۔ دلیل اثباتِ خالقیت باری تعالیٰ۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہی[2] دلائل

[1] یہ لفظ سہو کاتب ہے۔ دراصل "ایسا ہی" ہونا چاہیئے ہم نے جیسا اصل کتاب میں تھا ویسا ہی رکھا ہے (مرتب)
[2] یہاں کاتب سے کوئی لفظ رہ گیا معلوم ہوتا ہے جو غالباً "اس دلیل" ہونا چاہیئے۔ مگر ہم نے مطابق اصل ویسا ہی لکھا ہے (مرتب)

کی اجزا ہیں اور وجود کل کا بغیر وجود اجزا کے ممکن نہیں اور نہ تحصل
کسی ماہیت کا بدوں اُس کی جزوں کے ہو سکتا ہے۔ پس مخاصم
پر لازم ہے جو اُن تمام جزوی دلائل کو پیش کرے۔ ہاں یہ اختیار
ہے کہ جہاں ہم نے مثلاً کسی اصول کے اثبات پر پانچ دلیلیں
لکھی ہوں۔ مخاصم صاحب اس کے اثبات پر یا اُس کے
ابطال پر یعنی جیسا کہ رائے اور اعتقاد ہو صرف ایک ہی دلیل
بپابندی انہیں شرائط اور انہیں حدود کے جو اشتہار ہذا
میں ہم ذکر کر چکے ہیں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھلاویں۔

المشتہر

خاکسار میرزا **غلام احمد**۔ مقام قادیان
ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از براہین احمدیہ جلد اول مطبوعہ ۱۸۸۰ء۔ سفیر ہند پریس امرتسر از صفحہ ۱۷ تا ۸۲)

(۲۳)

التماس ضروری از مُؤلّفِ کتاب

اس خداوند عالم کا کیا کیا شکر ادا کیا جائے کہ جس نے اوّل مجھ ناچیز کو محض اپنے فضل اور کرم اور عنایت غیبی سے اس کتاب کی تالیف اور تصنیف کی توفیق بخشی۔ اور پھر اس تصنیف کے شائع کرنے اور پھیلانے اور چھپوانے کے لئے اسلام کے عمائد اور بزرگوں اور اکابر اور امیروں اور دیگر بھائیوں مومنوں اور مسلمانوں کو شائق اور راغب اور متوجہ کر دیا۔ پس اس جگہ ان تمام حضرات معاونین کا شکر کرنا بھی واجبات سے ہے کہ جن کی کریمانہ توجہات سے میرے **مقاصد دینی** ضایع ہونے سے سلامت رہے اور میری محنتیں برباد جانے سے بچ رہیں۔ میں ان صاحبوں کی اعانتوں سے ایسا ممنون ہوں کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے میں ان کا شکر ادا کر سکوں۔ بالخصوص جب میں دیکھتا ہوں کہ بعض صاحبوں نے اس کار خیر کی تائید میں بڑھ بڑھ کے قدم رکھے ہیں۔ اور بعض نے زائد اعانتوں کے لئے اور بھی مواعید فرمائے ہیں تو یہ میری ممنونی اور احسان مندی اَور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

میں نے اسی تقریر کے ذیل میں اسما مبارک ان تمام مردانِ اہل ہمت اور اولی العزم کے کہ جنہوں نے خریداری اور اعانت طبع اس کتاب میں کچھ کچھ عنایت فرمایا، معہ رقوم عنایت شدہ ان کی کے زیب تحریر کئے ہیں اور ایسا ہی آئندہ بھی تا اختتام طبع کتاب عملدرآمد رہیگا۔ کہ تا جب تک صفحۂ روزگار میں نقش افادہ اور افاضہ اس کتاب کا باقی رہے ہر یک مستفیض کہ جس کو اس کتاب سے وقت خوش ہو۔ مجھ کو اور میرے معاونین کو دُعائے خیر سے یاد کرے۔

اور اس جگہ بطور تذکرۂ خاص کے اس بات کا ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کار خیر میں آج تک سب سے زیادہ **حضرت خلیفہ سید محمد حسن خاں صاحب بہادر وزیر اعظم**

وزیر اعظم ریاست پٹیالہ سے اعانت ظہور میں آئی۔ یعنی حضرت ممدوح نے اپنی عالی ہمتی اور کمال محبت دینی سے مبلغ دو سو پچاس روپیہ اپنی جیب خاص سے اور پچھتر روپیہ اپنے اور دوستوں سے فراہم کر کے تین سو پچیس روپیہ بوجہ خریداری کتابوں کے عطا فرمایا۔ عالیجناب سید نا وزیر صاحب ممدوح الاوصاف نے اپنے والانامہ میں یہ بھی وعدہ فرمایا ہے کہ تا اختتام کتاب فراہمی چندہ اور بہم رسانی خریداروں میں اور بھی سعی فرماتے رہیں گے۔ اور نیز اسی طرح حضرت فخر الدولہ نواب مرزا محمد علاؤ الدین احمد خان بہادر فرماں روائے ریاست لوہارو نے مبلغ چالیس روپیہ کہ جن میں سے بیس روپیہ محض بطور اعانت کتاب کے ہیں، مرحمت فرمائے اور آئندہ اس بارہ میں مدد کرنے کا اور بھی وعدہ فرمایا اور علیٰ ہذا القیاس توجہ خاص جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کردن آف انڈیا رئیس والا و راعظم طبقہ اعلائے ستارۂ ہند و رئیسہ بھوپال دام اقبالہا کی بھی قابل بے انتہا شکرگذاری کے ہے کہ جنہوں نے عادات فاضلہ ہمدردی مخلوق اللہ کے تقاضا سے خریداری کتب کا وعدہ فرمایا اور مجھ کو بہت توقع ہے کہ حضرت معظم الیہا تائید اس کام بزرگ میں کہ جس میں صداقت اور شان و شوکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوتی ہے اور دلائل حقیت اسلام کی مثل روز روشن کے جلوہ گر ہوتی ہیں اور بندگانِ الٰہی کو غایت درجہ کا فائدہ پہنچتا ہے، کامل توجہ فرماویں گی۔

اب میں اس جگہ بخدمت عالی دیگر امرائے اور اکابر کے بھی کہ جن کو اب تک اس کتاب سے کچھ اطلاع نہیں۔ اس قدر گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اگر اشاعت اس کتاب کی غرض سے کچھ مدد فرماویں گے تو ان کی ادنیٰ توجہ سے پھیلنا اور شائع ہونا اس کتاب کا جو دلی مقصد اور قلبی تمنا ہے نہایت آسانی سے ظہور میں آجائے گا۔ اے بزرگان و چراغان اسلام آپ سب صاحب خوب جانتے ہوں گے کہ آجکل اشاعت دلائل حقیتِ اسلام کی نہایت ضرورت ہے اور تعلیم دینا اور سکھلانا براہین ثبوت اس دین متین کا اپنی

اولاد اور عزیزوں کو ایسا فرض اور واجب ہوگیا ہے اور ایسا واضح الوجوب ہے کہ جس میں کسی قدر ایماء کی بھی حاجت نہیں جس قدر ان دنوں میں لوگوں کے عقائد میں برہمی درہمی ہو رہی ہے۔ اور خیالات اکثر طبائع کے حالت خرابی اور ابتری میں پڑے ہوئے ہیں کسی پر پوشیدہ نہ ہوگا۔ کیا کیا رائیں ہیں جو نکل رہی ہیں۔ کیا کیا ہوائیں ہیں جو چل رہی ہیں۔ کیا کیا بخارات ہیں جو اُٹھ رہے ہیں۔ پس جن جن صاحبوں کو ان اندھیریوں سے جو بڑے بڑے درختوں کو جڑھ سے اکھیڑتی جاتی ہیں کچھ خبر ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہوں گے جو تالیف اس کتاب کی بلا خاص ضرورت کے نہیں۔ ہر زمانہ کے باطل اعتقادات اور فاسد خیالات الگ رنگوں اور وضعوں میں ظہور پکڑتے ہیں۔ اور خدا نے ان کے ابطال اور ازالہ کے لئے یہی علاج رکھا ہوا ہے جو اسی زمانہ میں ایسی تالیفات مہیا کر دیتا ہے جو اس کی پاک کلام سے روشنی پکڑ کر پوری پوری قوت سے ان خیالات کی مدافعت کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں اور معاندین کو اپنی لاجواب براہین سے ساکت اور ملزم کرتی ہیں۔ پس ایسے انتظام سے پودہ اسلام کا ہمیشہ سرسبز اور تر و تازہ اور شاداب رہتا ہے۔

اے معزز بزرگان اسلام!! مجھے اس بات پر یقین کلی ہے کہ آپ سب صاحبان پہلے سے اپنے ذاتی تجربہ اور عام واقفیت سے ان خرابیوں موجودہ زمانہ پر کہ جن کا بیان کرنا ایک درد انگیز قصہ ہے۔ بخوبی اطلاع رکھتے ہوں گے اور جو جو فساد طبائع میں واقعہ ہو رہے ہیں اور جس طرح پر لوگ بباعث اغوا اور اضلال وسوسہ اندازوں کے بگڑتے جاتے ہیں۔ آپ پر پوشیدہ نہ ہوگا۔ پس یہ سارے نتیجے اسی بات کے ہیں کہ اکثر لوگ دلائل حقیت اسلام سے بے خبر ہیں اور اگر کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں تو ایسے مکاتب اور مدارس میں کہ جہاں علوم دینیہ بالکل سکھائے نہیں جاتے اور سارا عمدہ زمانہ ان کے فہم اور ادراک اور تفکر اور تدبر کا اَور اَور علوم اور فنون میں کھویا جاتا ہے اور کوچۂ دین سے محض ناآشنا رہتے ہیں۔ پس اگر ان کو دلائل حقیت اسلام سے جلد تر باخبر نہ کیا جائے تو آخرکار ایسے لوگ یا تو محض

دنیا کے کیڑے ہو جاتے ہیں کہ جن کو دین کی کچھ بھی پروا نہیں رہتی۔ اور یا الحاد اور ارتداد کا لباس پہن لیتے ہیں۔ یہ قول میرا محض قیاسی بات نہیں۔ بڑے بڑے شرفا کے بیٹے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں جو بباعث بے خبری دینی کے اصطباغ پائے ہوئے گرجا گھروں میں بیٹھے ہیں۔
اگر فضل عظیم پروردگار کا ناصر اور حامی اسلام کا نہ ہوتا اور وہ بذریعہ پُرزور تقریرات اور تحریرات علماء اور فضلاء کے اپنے اس سچے دین کی نگہداشت نہ کرتا تو تھوڑا زمانہ نہ گذرنا پاتا جو دُنیا پرست لوگوں کو اتنی خبر بھی نہ رہتی جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کس ملک میں پیدا ہوئے تھے۔
بالخصوص اس پُرآشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ اگر محققان دین اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہریک مُنکر اور مُلحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہیں، اپنی خدمت اور چاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی ہی مُدت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہو جائے کہ بجائے سلام مسنون کے گڈ بائی اور گُڈ مارننگ کی آواز سُنی جائے۔ پس ایسے وقت میں دلائل حقیت اسلام کی اشاعت میں بدل مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی اولاد اور اپنی ہی نسل پر رحم کرنا ہے۔ کیونکہ جب وبا کے ایام میں زہرناک ہوا چلتی ہے تو اس کی تاثیر سے ہریک کو خطرہ ہوتا ہے۔

شاید بعض صاحبوں کے دل میں اس کتاب کی نسبت یہ وسوسہ گذرے کہ جو ابتک کتابیں مناظرات مذہبی میں تصنیف ہو چکی ہیں کیا وہ الزام اور افحام مخالفین کے لئے کافی نہیں ہیں کہ اس کی حاجت ہے۔ لہذا میں اس بات کو بخوبی منقوش خاطر کر دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور ان کتابوں کے فوائد میں بڑا ہی فرق ہے۔ وہ کتابیں خاص خاص فرقوں کے مقابلہ پر بنائی گئی ہیں اور ان کی وجوہات اور دلائل وہاں تک ہی محدود ہیں جو اس فرقہ خاص کے ملزم کرنے کے لئے کفایت کرتی ہیں۔ اور گو وہ کتابیں کیسی ہی عمدہ اور لطیف ہوں مگر ان سے وہی خاص قوم فائدہ اُٹھا سکتی ہے کہ جن کے مقابلہ پر وہ تالیف پائی ہیں لیکن یہ کتاب تمام فرقوں کے مقابلہ پر حقیت اسلام اور سچائی عقائد اسلام کی ثابت کرتی ہے

اور عام تحقیقات سے حقانیت فرقان مجید کی بپایۂ ثبوت پہنچاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو جو حقائق اور دقائق عام تحقیقات میں کھلتے ہیں، خاص مباحثات میں انکشاف اُن کا ہرگز ممکن نہیں۔ کسی خاص قوم کے ساتھ جو شخص مناظرہ کرتا ہے اس کو ایسی حاجتیں کہاں پڑتی ہیں کہ جن امور کو اس قوم نے تسلیم کیا ہوا ہے ان کو بھی اپنی عمیق اور مستحکم تحقیقات سے ثابت کرے۔ بلکہ خاص مباحثات میں اکثر الزامی جوابات سے کام نکالا جاتا ہے اور دلائل معقولہ کی طرف نہایت ہی کم توجہ ہوتی ہے اور خاص بحثوں کا کچھ مقتضا ہی ایسا ہوتا ہے جو فلسفی طور پر تحقیقات کرنے کی حاجت نہیں پڑتی۔ اور پوری دلائل کا تو ذکر ہی کیا ہے بستم حصہ دلائل عقلیہ کا بھی اندراج نہیں پاتا۔ مثلاً جب ہم ایسے شخص سے بحث کرتے ہیں جو وجود صانع عالم کا قائل ہے۔ الہام کا مُقِر ہے۔ خالقیت باری تعالےٰ کو مانتا ہے۔ تو پھر ہم کو کیا ضرور ہوگا۔ جو دلائل عقلیہ سے اس کے روبرو اثبات وجود صانع کریں یا ضرورت الہام کی وجوہ دکھلادیں۔ یا خالقیت باری تعالےٰ پر دلائل لکھیں۔ بلکہ بالکل بیہودہ ہوگا کہ جس بات کا کچھ تنازعہ ہی نہیں اس کا جھگڑا لے بیٹھیں۔ مگر جس شخص کو مختلف عقائد، مختلف عندیات، مختلف عادات، مختلف شبہات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کی تحقیقاتوں میں کسی قسم کی فروگذاشت باقی نہیں رہتی ۔

علاوہ اس کے جو خاص قوم کے مقابلہ پر کچھ لکھا جاتا ہے وہ اکثر اس قسم کی دلائل ہوتی ہیں جو دوسری قوم پر حجت نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً جب ہم بائبل شریف سے چند پیشین گوئی نکال کر صدق نبوت حضرت خاتم انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم بذریعہ ان کے ثابت کریں تو گو ہم اس ثبوت سے عیسائیوں اور یہودیوں کو ملزم کردیں۔ مگر جب ہم وہ ثبوت کسی ہندو یا مجوسی یا فلسفی یا برہمو سماجی کے روبرو پیش کریں گے تو وہ یہی کہیگا کہ جس حالت میں مَیں اُن کتابوں کو ہی نہیں مانتا تو پھر ایسا ثبوت جو انہیں سے لیا گیا ہے کیونکر مان لوں۔ اسی طرح جو بات مفید مطلب ہم وید سے نکال کر عیسائیوں کے سامنے پیش کرینگے تو وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ پس بہرحال

ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی کہ جو ہر ایک فرقہ کے مقابلہ پر سچائی اور حقیت اسلام کی دلائل عقلیہ سے ثابت کرے کہ جن کے ماننے سے کسی انسان کو چارہ نہیں۔ سو الحمد للہ کہ ان تمام مقاصد کے پورا کرنے کے لئے یہ کتاب طیار ہوئی۔ دوسری اس کتاب میں یہ بھی خوبی ہے جو اس میں معاندین کے بے جا عذرات رفع کرنے کے لئے اپنی حجت اتمام پورا کرنے کے لئے خوب بندوبست کیا گیا ہے یعنی ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اس میں داخل کیا گیا ہے کہ تا منکرین کو کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے۔ اور یہ اشتہار مخالفین پر ایک ایسا بڑا بوجھ ہے کہ جس سے سبکدوشی حاصل کرنا قیامت تک ان کو نصیب نہیں ہو سکتا اور نیز یہ ان کی منکرانہ زندگی کو ایسا تلخ کرتا ہے جو انہیں کا جی جانتا ہوگا۔ غرض یہ کتاب نہایت ہی ضروری اور حق کے طالبوں کے لئے نہایت ہی مبارک ہے کہ جس سے حقیت اسلام کی شعاع آفتاب کے واضح اور نمایاں اور روشن ہوتی ہے اور شان اور شوکت اس مقدس کتاب کی کھلتی ہے کہ جس کے ساتھ عزت اور عظمت اور صداقت اسلام کی وابستہ ہے۔

فہرست معاونین کی کہ جنہوں نے ہمدردی دینی سے اشاعت کتاب براہین احمدیہ میں اعانت کی اور خریداری کتابوں سے ممنون اور مشکور فرمایا:

نمبر	نام معاونین صاحبان کہ جنہوں نے خریداری کتاب یا یوں ہی اعانت فرمائی	تعداد زر اعانت	کیفیت
(۱)	حضرت خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ	از جیب خاص لعہ، از دیگر احباب للعہ	بابت خریداری کتاب
	معرفت جناب ممدوح		
	الف۔ مولوی فضل حکیم صاحب	عہ/	بابت خریداری کتاب
	ب۔ فضا بخش خانصاحب ماسٹر	عہ/	ایضاً
	ج۔ سید محمد علی صاحب مہتمم تعمیر چھاؤنی	عہ/	"
	د۔ مولوی احمد حسن صاحب خلف مولوی علی احمد صاحب	صہ/	"
	ہ۔ غلام نبی خانصاحب مہتمم نظامت کرم گڑھ	صہ/	"

نام		رقم	کیفیت
و۔ کالے خاں صاحب ناظم کرم گڈھ	.. ..	صہ	بابت خریداری کتاب
ز۔ شیخ کریم اللہ صاحب ڈاکٹر ناظم حفظان صحت	.. ..	صہ	"
ح۔ شیخ فخرالدین صاحب سول جج	.. ..	صہ	"
ط۔ سید عنایت علی صاحب جرنیل	.. ..	صہ	"
ی۔ بلو خاں صاحب جمعدار جیلخانہ	.. ..	صہ	"
ک۔ میر ضیاءالدین صاحب سررشتہ دار نظامت کرم گڈھ	..	صہ	"
ل۔ میر امامت حسین صاحب ساکن بستی نظامت سرہند	..	صہ	"
م۔ سید نیاز علی صاحب ناظم نہر	.. ..	صہ	"
ن۔ سید نثار علی صاحب وکیل کمشنری انبالہ	..	صہ	"
(۲) حضرت فخرالدولہ نواب مرزا محمد علاؤالدین احمد خاں صاحب بہادر فرمانروائے ریاست لوہارو	.. ..	للعہ	بابت خریداری کتاب عہ محض بطور اعانت ۵
(۳) جناب مولوی محمد چراغ علیخاں صاحب بہادر نائب معتمد مدارالمہام حیدرآباد دکن		سہ	محض بطور اعانت طبع کتاب
(۴) جناب نواب غلام محبوب سبحانی صاحب بہادر رئیس اعظم		صہ	بابت خریداری کتاب
(۵) محمد عبداللہ صاحب بہاری رئیس کلکتہ		صہ	بشرح صدر
(۶) جناب نواب مکرم الدولہ صاحب بہادر صدر المہام مالگذاری سرکار حیدرآباد	.. .. ..	عہ	"
(۷) جناب نواب علی محمد خاں صاحب بہادر سابق رئیس جھجر		صہ	"
(۸) وزیر غلام قادر خاں صاحب بہادر ریاست نالہ گڈھ		صہ	"
(۹) ملک یار خاں صاحب تھانہ دار بٹالہ	.. ..	عہ/	بطور اعانت
(۱۰) عظیم اللہ خاں صاحب رسالدار ترپ پنجم رجمنٹ اول			

	چھاؤنی مومن آباد۔ حیدر آباد ..	صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۱۱)	مولوی عبد الحمید صاحب قاضی جلال آباد ضلع فیروزپور	۱۸ ر	بشرح صدر
(۱۲)	میاں جان محمد صاحب قادیان	صہ ر	بطور اعانت
(۱۳)	میاں غلام قادر صاحب قادیان	۵	بابت خریداری کتاب صہ ر بطور اعانت صہ
(۱۴)	جناب نواب احمد علی خان صاحب بہادر بھوپال	صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۱۵)	مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تحصیل مظفر گڈھ ..	صہ ر	بشرح صدر
(۱۶)	میاں کریم بخش صاحب نائب منصرم تحصیل مظفر گڈھ ..	صہ ر	"
(۱۷)	قاضی محفوظ حسین صاحب منصرم تحصیل مظفر گڈھ ..	صہ ر	"
(۱۸)	میاں جلال الدین صاحب تاریخ نویس مظفر گڈھ ..	صہ ر	"
(۱۹)	شیخ عبد الکریم صاحب محرر جوڈیشل مظفر گڈھ ..	صہ ر	"
(۲۰)	میاں اکبر ساکن بلہو وال۔ ضلع گورداسپور ..	۲ ر	بطور اعانت

(منقول از براہین احمدیہ حصہ اول ملحق ٹائٹل از صفحہ حرف ا تا د)

(مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر ۱۸۸۰ء)

---

(۲۴)

عُذر

یہ کتاب اب تک قریب نصف کے چھپ چکتی۔ مگر بباعث علالت طبع مہتمم صاحب سفیر ہند امرتسر پنجاب کہ جن کے مطبع میں یہ کتاب چھپ رہی ہے اور نیز کئی اور طرح کی مجبوریوں سے جو اتفاقاً ان کو پیش آگئیں۔ سات آٹھ مہینے کی دیر ہوگئی۔ اب انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسی توقف نہیں ہوگی ؎

غلام احمد

(منقول از براہین احمدیہ حصہ اوّل ٹائٹل صفحہ ۳)

---

(۲۵)

اعلام

اب کی دفعہ ان صاحبوں کے نام جنہوں نے کتاب کو خرید فرما کر قیمت پیشگی بھیجی یا محض للہ اعانت کی بوجہ عدم گنجائش نہیں لکھے گئے اور بعض صاحبوں کی یہ بھی رائے ہے کہ لکھنا کچھ ضرور نہیں۔ بہرحال حصہ چہارم میں جو کچھ اکثر صاحبوں کی نظر میں قرین مصلحت ہوگا۔ اس پر عمل کیا جائیگا

خاکسار میرزا غلام احمد

(منقول از حصہ سوم ٹائٹل صفحہ ۲ حاشیہ)

---

(۲۶)

عُذر

اب کی دفعہ کہ جو حصہ سوم کے نکلنے میں قریب دو برس کے توقف ہوگئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ تمام توقف مہتمم صاحب سفیر ہند کی بعض مجبوریوں سے جن کے مطبع میں کتاب چھپتی ہے ظہور میں آئی ہے

خاکسار غلام احمد عفی اللہ عنہ

(منقول از براہین احمدیہ حصہ دوم ٹائٹل صفحہ ۳ مطبوعہ ۱۸۸۲ء سفیر ہند پریس امرتسر)

اعلان

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ اور ساہوکاران اور شرفاء اور ذی عزت اہل ہنود قصبہ قادیان میں جو طالب صادق ہونے کے مدعی ہیں۔ آسمانی نشانوں اور پیشگوئیوں اور دیگر خوارق کے مشاہدہ کے بارے میں (جن کے دکھلانے کا سب وعدہ اپنے پروردگار کے مرزا صاحب کو دعوے ہے) خط وکتابت بطور باہمی اقرار عہد وپیمان کے ہو کر ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار و عہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے لغایت اخیر ستمبر ۱۸۸۶ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کے لئے مرزا صاحب کے پاس آمد و رفت رکھیں گے اور ان کے کاغذات روزنامہ الہامی پیشگوئیوں پر بطور گواہ کے دستخط کرتے رہیں گے اور بعد پوری ہونے کسی الہامی پیشگوئی کے اس پیشگوئی کی سچائی کی نسبت اپنی شہادت چند اخباروں میں شائع کرا دیں گے اور مرزا صاحب کی طرف سے یہ عہد ہوا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ سے ایک سال تک ضروری کوئی نشان دکھلا دیں گے۔ اسلئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ وہ دونوں تحریریں جو بطور عہد و اقرار کے باہم ہندو صاحبان و مرزا صاحب کے ہوئی ہیں شائع کی جائیں۔ سو ہم بہ نیت اشاعت عام و اطلاع یابی ہر ایک طالب حق کے وہ دونوں تحریریں دونوں صاحبوں سے لے کر شائع کرتے ہیں اور بشرط زندگی یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خود گواہ رویت بن کر اس سالانہ کارروائی سے خبرگیراں رہیں گے۔ اور بعد گزرنے پورے ایک سال کے یا سال کے اندر ہی جیسی صورت ہو جو نتیجہ ظہور میں آئے گا۔ اسی طرح وہ بھی اپنی ذاتی واقفیت کی مدد سے شائع کریں گے تاکہ حق کے سچے طالب اس سے نفع اُٹھائیں۔ اور پبلک کے لئے منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے

اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو

راقم

خاکسار شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

ساہوکاران و دیگر ہندو صاحبان قادیان

کا خط

بنام مرزا صاحب

مرزا صاحب مخدوم و مکرم مرزا غلام احمد صاحب سلمہٗ

بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آکر قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالے اس کو ایسے نشان دربارۂ اثبات حقیقت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں۔ لنڈن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حقدار ہیں۔ اور ہم آپ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں۔ کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مناثرت مذہب نا اہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ ہم بعض نامنصف مخالفوں کی طرح آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کریں گے کہ جو اس قسم کے ہوں کہ ستارے اور سورج اور چاند پارہ پارہ ہو کر زمین پر گر جائیں

یا ایک سورج کی جگہ میں سورج اور ایک چاند کی جگہ دو چاند ہو جائیں۔ یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آسمان سے جا لگے۔ یہ باتیں بلاشبہ ضدیت اور تعصب سے ہیں نہ حق جوئی کی راہ سے۔ لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیروزبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہئیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے۔ سو آپ سوچ لیں کہ ہماری اس درخواست میں کچھ ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے۔ اور اس جگہ ایک اور بات واجب العرض ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شخص مشاہدہ کنندہ کسی نشان کے دیکھنے کے بعد اسلام کو قبول کرے۔ سو اس قدر تو ہم مانتے ہیں کہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹھ پر قائم رہنا دھرم نہیں ہے اور نہ ایسا کام کسی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہو سکتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پا جانا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے جب تک توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو۔ کسی دل کو ہدایت کے لئے کھول دینا ایک ایسا امر ہے۔ جو صرف پرمیشر کے ہاتھ میں ہے۔ سو ہم لوگ جو صدہا زنجیروں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود اپنی ہی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی دروازۂ ہدایت اپنے نفس پر کھول دیں گے اور جو پرمیشر سرب شکتیمان کا خاص کام ہے وہ آپ ہی کر دکھائیں گے بلکہ

یہ بات سعادت ازلی پر موقوف ہے۔ جس کے حصہ میں وہ سعادت مقدر ہے اس کے لئے شرائط کی کیا حاجت ہے۔ اس کو تو خود توفیق ازلی کشاں کشاں چشمۂ ہدایت تک لے آئے گی ایسا کہ آپ بھی اس کو روک نہیں سکتے۔ اور آپ ہم سے ایسی شرطیں موقوف رکھیں۔ اگر ہم لوگ کوئی آپ کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر ہدایت پانے کے لئے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کریں گے کہ آپ کے اُن نشانوں کو جو ہم بچشم خود مشاہدہ کر لیں گے۔ چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور گواہ رویت شائع کرا دیں گے اور آپ کے منکرین کو ملزم و لاجواب کرتے رہیں گے اور آپ کی صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے۔ اور بلاشبہ ہم ایک سال تک عندالضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہو کر ہر ایک قسم کی پیشگوئی وغیرہ پر دستخط بقید تاریخ و روز کر دیا کریں گے اور کوئی بدعہدی اور کسی قسم کی نامنصفانہ حرکت ہم سے ظہور میں نہیں آئے گی ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں۔ اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا۔ جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔

العبــــــــــــــــــــــــــــد

لچھمن رام بقلم خود۔ جو اس خط میں ہم نے لکھا ہے اس کے موافق عمل کریں گے۔

پنڈت بارا مل بقلم خود ۔ بشنداس ولد رعدا ساہوکار بقلم خود ۔

منشی تاراچند کھتری بقلم خود ۔ پنڈت نہال چند ۔ سنت رام ۔

فتح چند ، پنڈت ہرکرن ۔ پنڈت بیجناتھ چودھری بازار قادیان بقلم خود ۔

بشنداس ولد ہیرانند برہمن ۔

(۲۷)

نامۂ مرزا غلام احمد صاحب
بجواب خط
ساہوکاران قادیان

عنایت فرمای من پنڈت نہال چند صاحب و پنڈت پھالا مل صاحب و لچھمی رام صاحب و لالہ بشنداس صاحب و منشی تارا چند صاحب و دیگر صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق۔

بعد ما وجب! آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے یہ تمامتر شکرگذاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جلشانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پُرانصاف خط کے پڑھنے سے بہت خوش ہوا۔ اور اس سے بھی زیادہ تر اس روز خوش ہوگا کہ جب آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے اپنے وعدے کے ایفاء کے لئے جس کو آپ صاحبوں نے اپنے حلفوں اور قسموں سے کھول دیا ہے۔ اپنی شہادت رویت کا بیان چند اخباروں میں مشتہر کر کے متعصب مخالفوں کو ملزم و لاجواب کرتے رہیں گے اور اس جگہ یہ بھی بخوشی دل آپ صاحبوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایک سال تک

کوئی نشان نہ دیکھیں یا کسی نشان کو جھوٹا پاویں تو بے شک اس کو مشتہر کر دیں اور اخبار میں چھپوا دیں۔ یہ امر کسی نوع سے موجب ناراضگی نہ ہوگا اور نہ آپ کے دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آئے گا۔ بلکہ یہ وہ بات ہے جس میں خدا بھی راضی اور ہم بھی۔ اور ہر ایک منصف بھی۔ اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ ہدیہ نہیں مانگتے۔ صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لئے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں۔ بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے اور اخیر پر دلی جوش سے یہ دعا ہے کہ خداوند قادر و کریم بعد دکھلانے کسی نشان کے آپ لوگوں کو غیب سے توفیق ہدایت پانے کی بخشے۔ تا آپ لوگ مائدہ رحمت الٰہی پر حاضر ہو کر پھر محروم نہ رہیں۔ اے قادر مطلق کریم و رحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ جو تیرے فیصلہ کرسکے۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار

احقر عباد اللہ غلام احمد عفی اللہ عنہ

شہادت گواہانِ حاضر الوقت

ہم لوگ جن کے نام نیچے درج ہیں۔ اس معاہدہ فریقین کے گواہ ہیں۔ ہمارے روبرو ساہوکاران قادیانی نے جن کے نام اوپر درج ہیں اپنے خط کے مضمون کو حلفاً تصدیق کیا اور اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب نے بھی۔

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
میر عباس علی لودھیانوی	فقیر عبد اللہ سنوری	شہاب الدین متعہ غلام نبی والا

مطبوعہ ریاض ہند امرتسر

(۲۸)

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

جان و دلم فدائے جمال محمد است — خاکم نثار کوچہ آلِ محمد است

دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش — در ہر مکاں ندائے جمالِ محمد است

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم — یک قطرہ ز بحر کمالِ محمد است

رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے ربّ قدیر

یہ رسالہ* اس احقر مؤلف براہین احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیر الانام علیہ وآلہ الف الف سلام کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جائے جس کی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں مشتمل ہے۔ چنانچہ خود خداوند کریم جلشانہٗ و عزاسمہ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے۔ اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر مطلع کرکے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا۔ حقیقت میں اسی کا فضل ہے اور اسی کا کام جس نے چار طرفہ کشاکش مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی۔ ع

قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتوں کا کام ہے۔

* یہ رسالہ بعض مصالح کی وجہ سے ابتک کہ ۲۷ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھپ نہیں سکا مگر متفرق طور پر اس کی بعض پیشگوئیاں شائع ہوتی رہی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی شائع ہوتی رہیں گی۔

اور اس رسالہ میں تین قسم کی پیش گوئیاں ہیں۔ **اوّل** وہ پیشگوئیاں جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں یعنی جو کچھ راحت یا رنج یا حیات یا وفات اس ناچیز سے متعلق ہے یا جو کچھ تفضلات یا انعامات الٰہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے۔ وہ ان پیشگوئیوں میں مندرج ہے۔ **دوسری** وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں۔ اور ان میں سے ابھی کچھ کام باقی ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو وہ بقیہ بھی طے ہو جائے گا۔ **تیسری** وہ پیشگوئیاں جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس قسم میں ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی **آریہ** صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔ کیونکہ انہیں میں آج کل نئی نئی تیزی اور انکار اشد پایا جاتا ہے اور ہمیں اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جس کے احسانات سے ہم کو یہ تمامتر فراغت و آزادی گوشہ خلوت میسر و کنج امن و آسایش حاصل ہے ظالموں کے ہاتھ سے اپنی حفظ و حمایت میں رکھے اور روس منحوس کو اپنی سرگردانیوں میں محبوس و معکوس و مبتلا کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح و نصرت نصیب کرے۔ تاہم وہ بشارتیں بھی (اگر مل جائیں) اس عمدہ موقعہ پر درج رسالہ کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے۔ تا ہمیشہ اور ہر حال میں خوشخبری پر دلالت کریں اس لئے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو اس بندۂ ناچیز کو معذور تصور فرماویں۔ بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغائرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حسن ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں۔ جیسے منشی **اندرمن** صاحب مراد آبادی و پنڈت **لیکھرام** صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضاء و قدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہو گا۔

اُن صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں۔ کہ ہمیں فی الحقیقت
کسی کی بدخواہی دل میں نہیں۔ بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ ہم سب کی
بھلائی چاہتے ہیں اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں۔ اور بنی نوع کی ہمدردی سے
ہمارا سینہ منور و معمور ہے۔ اور سب کے لیئے ہم راحت و عافیت کے خواستگار ہیں۔
لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنجیدہ ہو۔ تو ہم
اس میں بکلی مجبور و معذور ہیں۔ ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی دل
کے دُکھنے کا موجب ٹھہرے ہم سخت لعن و طعن کے لائق بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہرینگے
ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور عالم الغیب کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ سراسر
نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے۔ اور ہمیں کسی فرد بشر سے عداوت نہیں۔ اور گو کوئی
بدظنی کی راہ سے کیسی ہی بدگوئی و بدزبانی کی مشق کر رہا ہے۔ اور ناخدا ترسی سے ہمیں
آزار دے رہا ہے۔ ہم پھر بھی اس کے حق میں دعا ہی کرتے ہیں کہ اے خدائے
قادر و توانا۔ اس کو سمجھ بخش۔ اور اس کو اس کے ناپاک خیال اور ناگفتنی باتوں میں
معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ابھی اس کا مادہ ہی ایسا ہے۔ اور ہنوز
اس کی سمجھ اور نظر اسی قدر ہے کہ جو حقایق عالیہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست
درحقِ ما ہرچہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست

اور باوجود اس رحمت عام کے کہ جو فطرتی طور پر خدائے بزرگ و برتر نے ہمارے وجود میں رکھی
ہے۔ اگر کسی کی نسبت کوئی بات ناملائم یا کوئی پیشگوئی وحشت ناک بذریعہ الہام ہم پر ظاہر
ہو تو وہ عالم مجبوری ہے جس کو ہم غم سے بھری ہوئی طبیعت کے ساتھ اپنے رسالے میں تحریر
کریں گے چنانچہ ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں
کی نسبت اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی

امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلا اور کسی کی موت و فوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ القدیر بعد تصفیہ لکھی جائیں گی منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ہم دُعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دُعاؤں سے بفضلہ تعالیٰ ٹل سکتی ہے۔ اسی لئے رجوع کرنے والی مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور شوخیوں اور بے راہیوں سے باز آجاتے ہیں۔ بایں ہمہ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو۔ ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں، اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے۔

اُن ہر سہ قسم کی پیش گوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے، برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں مندرج ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ

پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالےٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہٗ و عز اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا

نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام **عنموائیل** اور **بشیر** بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کانّ اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک

[illegible]

شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً۔

پھر خدائے کریم جلّ شانہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھریگا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ اُن کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور اُن کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجُوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلائے گا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔* اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریّت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اُٹھاؤں گا اور

---

* یہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شائع ہو چکی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے۔ اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا۔ اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا۔ اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔ سو اس جگہ اُجڑے ہوئے گھر سے وہ اُجڑا ہوا گھر مُراد ہے۔ ۱۲ منہ

اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کریگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشونگا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولیگا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی[1] طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔ تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔ فقط

الراقم

خاکسار غلام احمد مؤلف براہین احمدیہ

ہوشیار پور۔ طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

(مطبوعہ بار دوم ریاض ہند پریس قادیان ۱۸۹۳ء)

---

[1] یہی کامل ہے کہ اپنے نبی متبوع سے بلکہ تمام انبیائے متبوعین علیہم السلام سے مشابہت پیدا کرے یہی کامل اتباع کی حقیقت اور علت غائی ہے جس کیلئے سورہ فاتحہ میں دعا کرنے کے لئے ہم لوگ مامور ہیں۔ بلکہ یہی انسان کی فطرت میں تقاضا پایا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے مسلمان لوگ اپنی اولاد کے نام بطور تفاول عیسیٰؑ، داؤدؑ، موسیٰؑ یعقوبؑ محمدؐ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے نام پر رکھتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ تا وہی اخلاق و برکات بطور ظلی ان میں بھی پیدا ہو جائیں۔ فتدبر۔ منہ ۱۲

(۲۹)

اسلام اور انگریزوں کی خدمت میں

التماس ضروری

ایک خط انجمن اسلامیہ لاہور کے سکرٹری صاحب کی طرف سے اور ایسا ہی ایک تحریر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کی طرف سے کہ جو انجمن ہمدردی اسلامی لاہور کے سکرٹری ہیں، موصول ہو کر اس عاجز کے ملاحظہ سے گذری جس سے یہ مطلب تھا کہ ان عرضداشتوں پر معزز برادران اہل اسلام و منصفین اہل ہنود کے دستخط کرائے جائیں کہ جو مسلمانوں کی ترقی تعلیم و ملازمت و نیز مدارس کی تعلیم میں اُردو زبان قایم رکھنے کے لئے گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے طیار کی گئی ہیں۔ مگر افسوس کہ میں اول بوجہ علالت اپنی طبیعت کے اور پھر بوجہ قیام ضروری امرتسر کے اس خدمت کو ادا نہیں کر سکا۔ لیکن بحکم الدین النصیحۃ اس قدر عرض کرنا اپنے بھائیوں کے دین اور دنیا کی بہبودی کا سمجھتا ہوں۔ کہ اگرچہ گورنمنٹ کی رحیمانہ نظر میں مسلمانوں کی شکستہ حالت بہرحال قابل رحم ٹھہرے گی جس گورنمنٹ نے اپنے قوانین میں مویشی اور چارپایوں سے ہمدردی ظاہر کی ہے وہ کیونکر ایک گروہ کثیر انسانوں کی ہمدردی سے کہ جو اس کی رعیت اور اس کی زیردست ہیں۔ اور ایک غربت اور مصیبت کی حالت میں پڑے ہیں، غافل رہ سکتی ہے۔ لیکن ہمارے معزز بھائیوں پر صرف یہی واجب نہیں کہ وہ مسلمانوں کو افلاس اور تنزل اور ناتربیت یافتہ ہونے کی حالت میں دیکھ کر ہمیشہ اسی بات پر زور مارا کریں کہ کوئی میموریل طیار کر کے اور بہت سے دستخط کروا کر گورنمنٹ میں بھیجا جائے۔ ہر ایک کام دینی ہو یا دنیوی اس میں

استمداد سے پہلے اپنی خداداد طاقت اور ہمت کا خرچ کرنا ضروری ہے اور پھر اس فعل کی تکمیل کے لئے مدد طلب کرنا۔ خدا نے ہم کو ہماری ہر روزہ عبادت میں یہی تعلیم دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ایاك نعبد و ایاك نستعین کہیں۔ نہ یہ کہ ایاك نستعین و ایاك نعبد۔ مسلمانوں پر جن امور کا اپنی اصلاح حال کے لئے اپنی ہمت اور کوشش سے انجام دینا لازم ہے وہ انہیں فکر اور غور کے وقت آپ ہی معلوم ہو جائیں گے، حاجت بیان و تشریح نہیں۔ مگر اس جگہ ان امور میں سے یہ امر قابل تذکرہ ہے جس پر گورنمنٹ انگلشیہ کی عنایات اور توجہات موقوف ہیں کہ گورنمنٹ ممدوحہ کے دل پر اچھی طرح یہ امر مرکوز کرنا چاہیئے کہ مسلمانان ہند ایک وفادار رعیت ہے۔ کیونکہ بعض ناواقف انگریزوں نے خصوصاً ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے کہ جو کمیشن تعلیم کے اب پریسیڈنٹ ہیں، اپنی ایک مشہور تصنیف میں اس دعوے پر بہت اصرار کیا ہے کہ مسلمان لوگ سرکار انگریزی کے دلی خیرخواہ نہیں ہیں اور انگریزوں سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ گو یہ خیال ڈاکٹر صاحب کا شریعت اسلام پر نظر کرنے کے بعد ہر ایک شخص پر محض بے اصل اور خلاف واقعہ ثابت ہوگا۔ لیکن افسوس کہ بعض کوہستانی اور بے تمیز سفہاء کی نالائق حرکتیں اس خیال کی تائید کرتی ہیں اور شاید انہیں اتفاقی مشاہدات سے ڈاکٹر صاحب کا وہم بھی مستحکم ہو گیا ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی جاہل لوگوں کی طرف سے اس قسم کی حرکات صادر ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن محقق پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے لوگ اسلامی تدین سے دور و مہجور ہیں۔ اور ایسے ہی مسلمان ہیں جیسے مکلین عیسائی تھا۔ پس ظاہر ہے کہ ان کی یہ ذاتی حرکات ہیں۔ نہ شرعی پابندی سے۔ اور ان کے مقابل پر ان ہزارہا مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ جو ہمیشہ جان نثاری سے خیرخواہی دولت انگلشیہ کی کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں ۱۸۵۷ء میں جو فساد ہوا۔ اس میں بجز جہلاء اور بدچلن لوگوں کے اور کوئی شائستہ اور نیک بخت

مسلمان جو باعلم اور باتمیز تھا۔ ہرگز مفسدہ میں شامل نہیں ہوا۔ بلکہ پنجاب میں بھی غریب غریب مسلمانوں نے سرکار انگریزی کو اپنی طاقت سے زیادہ مدد دی چنانچہ ہمارے والد صاحب مرحوم نے بھی باوصف کم استطاعتی کے اپنے اخلاص اور جوش خیرخواہی سے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس مضبوط اور لایق سپاہی بہم پہنچا کر سرکار میں بطور مدد کے نذر کی۔ اور اپنی غریبانہ حالت سے بڑھ کر خیرخواہی دکھلائی۔ اور جو مسلمان لوگ صاحب دولت و ملک تھے۔ انہوں نے تو بڑے بڑے خدمات نمایاں ادا کئے۔ اب پھر ہم اس تقریر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ گو مُسلمانوں کی طرف سے اخلاص اور وفاداری کے بڑے بڑے نمونہ ظاہر ہو چکے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب نے مُسلمانوں کی بدنصیبی کی وجہ سے ان تمام وفاداریوں کو نظر انداز کر دیا اور نتیجہ نکالنے کے وقت ان مخلصانہ خدمات کو نہ اپنے قیاس کے صغریٰ میں جگہ دی اور نہ کبریٰ میں۔ بہرحال ہمارے بھائی مسلمانوں پر لازم ہے کہ گورنمنٹ پر اُن کے دھوکوں سے متاثر ہونے سے پہلے مجدد طور پر اپنی خیرخواہی ظاہر کریں۔ جس حالت میں شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں اور جس کے عطیات سے ممنون منت اور مرہون احسان ہوں اور جس کی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی اور ہدایت پھیلانے کے لئے کامل مددگار ہو قطعی حرام ہے تو پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ علمائے اسلام اپنے جمہوری اتفاق سے اس مسئلہ کو اچھی طرح شایع نہ کر کے ناواقف لوگوں کی زبان اور قلم کے خود ہی اعتراض ہوتے رہیں جن اعتراضوں سے ان کے دین کی سستی پائی جائے اور ان کی دنیا کو ناحق کا ضرر پہنچے۔ سو اس عاجز کی دانست میں بہترین مصلحت یہ ہے کہ انجمن اسلامیہ لاہور و کلکتہ و بمبئی وغیرہ یہ بندوبست کریں کہ چند نامی مولوی صاحبان جن کی فضیلت اور علم اور زہد اور تقویٰ اکثر لوگوں کی نظر میں مسلم الثبوت ہو اس امر کے لئے چُن لئے جائیں کہ اطراف اکناف کے اہل علم کہ جو اپنے مسکن کے گرد و نواح میں کسی قدر شہرت رکھتے ہوں۔ اپنی اپنی عالمانہ تحریریں جن میں برطبق

شرائط حقہ سلطنت انگلشیہ سے جو مسلمانانِ ہند کی مربّی و محسن ہے جہاد کرنے کی صاف ممانعت ہو بان علماء کی خدمت میں بہ ثبت مواہیر بھیجدیں کہ جو بموجب قرارداد بالا اس خدمت کیلئے منتخب کئے گئے ہیں اور جب سب خطوط جمع ہو جائیں تو یہ مجموعہ خطوط کہ جو **مکتوبات علماء ہند** سے موسوم ہو سکتا ہے کسی خوشخط مطبع میں بہ صحت تمام چھاپا جائے اور پھر دس بیس نسخہ اس کے گورنمنٹ میں اور باقی نسخجات متفرق مواضع پنجاب و ہندوستان خاص کر سرحدی ملکوں میں تقسیم کئے جائیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض غمخوار مسلمانوں نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے خیالات کا ردّ لکھا ہے۔ مگر یہ دو چار مسلمانوں کا ردّ جمہوری ردّ کا ہرگز قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ جمہوری ردّ کا اثر ایسا قوی اور پُرزور ہوگا جس سے ڈاکٹر صاحب کی تمام غلط تحریریں خاک سے مل جائیں گی۔ اور بعض ناواقف مسلمان بھی اپنے سچے اور پاک اصول سے بخوبی مطلع ہو جائیں گے اور گورنمنٹ انگلشیہ پر بھی صاف باطنی مسلمانوں کی اور خیر خواہی اس رعیت کی کماحقہ کھل جائیگی اور بعض کوہستانی جہلاء کے خیالات کی اصلاح بھی بذریعہ اسی کتاب کی وعظ اور نصیحت کے ہوتی رہے گی۔ بالآخر یہ بات بھی ظاہر کرنا ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ اگرچہ تمام ہندوستان پر یہ حق واجب ہے کہ بنظر ان احسانات کے کہ جو سلطنت انگلشیہ سے اس کی حکومت اور آرام بخش حکمت کے ذریعہ سے عامہ خلائق پر وارد ہیں۔ سلطنت ممدوحہ کو خداوند تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور مثل اور نعماء الٰہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں۔ لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکر گذار ہونگے اگر وہ اس سلطنت کو جو ان کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشان رحمت ہے نعمتِ عظمیٰ یقین نہ کریں۔ ان کو سوچنا چاہئیے کہ اس سلطنت سے پہلے وہ کس حالت پُر ملالت میں تھے۔ اور پھر کیسے امن و امان میں آ گئے۔ پس فی الحقیقت یہ سلطنت ان کے لئے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ جس کے آنے سے سب تکلیفیں ان کی دور ہوئیں۔ ہر یک قسم کے ظلم اور تعدّی سے نجات حاصل ہوئی اور ہر ایک ناجائز روک اور مزاحمت سے آزادی میسر آئی۔ کوئی ایسا مانع نہیں کہ جو ہم کو نیک کام کرنے سے روک سکے یا ہماری آسایش میں خلل ڈال سکے۔ پس

حقیقت میں خداوند کریم و رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک باران رحمت بھیجا ہے جس سے پودہ اسلام کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے اور جس کے فوائد کا اقرار حقیقت میں خدا کے احسانوں کا اقرار ہے۔ یہی سلطنت ہے جس کی آزادی ایسی بدیہی اور مسلم الثبوت ہے کہ بعض دوسرے ملکوں سے مظلوم مسلمان ہجرت کر کے اس ملک میں آنا بدل وجان پسند کرتے ہیں جس صفائی سے اس سلطنت کے ظلّ حمایت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اور ان کی بدعات مخلوطہ دُور کرنے کے لئے وعظ ہو سکتا ہے اور جن تقریبات سے علماء اسلام کو ترویج دین کے لئے اس گورنمنٹ میں جوش پیدا ہوتے ہیں اور فکر اور نظر سے اعلیٰ درجہ کا کام لینا پڑتا ہے اور عمیق تحقیقاتوں سے تائید دین متین میں تالیفات ہو کر حجت اسلام مخالفین پر پوری کی جاتی ہے۔ وہ میری دانست میں آجکل کسی اَور ملک میں ممکن نہیں۔ یہی سلطنت ہے جس کی عادلانہ حمایت سے علماء کو مدتوں کے بعد گویا صدہا سال کے بعد یہ موقعہ ملا کہ بے دھڑک بدعات کی آلودگیوں سے اور شرک کی خرابیوں سے اور مخلوق پرستی کے فسادوں سے نادان لوگوں کو مطلع کریں اور اپنے رسُول مقبول کا صراط مستقیم کھول کر ان کو بتلادیں۔ کیا ایسی سلطنت کی بدخواہی جس کے زیر سایہ تمام مسلمان ہیں اور آزادی سے بسر کرتے ہیں اور فرائض دین کو کماحقہٗ بجالاتے ہیں اور ترویج دین میں سب مُلکوں سے زیادہ مشغول ہیں، جائز ہو سکتی ہے حاشا و کلا ہرگز جائز نہیں۔ اور نہ کوئی نیک اور دیندار آدمی ایسا بدخیال دل میں لا سکتا ہے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ دنیا میں آج یہی ایک سلطنت ہے جس کے سایۂ عاطفت میں بعض بعض اسلامی مقاصد ایسے حاصل ہوتے ہیں کہ جو دوسرے ممالک میں ہرگز ممکن الحصول نہیں۔ شیعوں کے ملک میں جاؤ تو وہ سُنت جماعت کے وعظوں سے افروختہ ہوتے ہیں۔ اور سُنت جماعت کے ملکوں میں شیعہ اپنی رائے ظاہر کرنے سے خائف ہیں۔ ایسا ہی مقلدین موحدین کے شہروں میں اور موحدین مقلدین کی بلاد میں دم نہیں مار سکتے۔ اور گو کسی بدعت کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیں مونہہ سے بات نکالنے کا موقعہ نہیں رکھتے۔ آخر یہی سلطنت ہے جس کی پناہ میں ہر یک فرقہ امن

آرام سے اپنی رائے ظاہر کرتا ہے اور یہ بات اہلِ حق کے لئے نہایت ہی مفید ہے کیونکہ جس ملک میں بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں نصیحت دینے کا حوصلہ ہی نہیں۔ اس ملک میں کیونکر راستی پھیل سکتی ہے۔ راستی پھیلانے کے لئے وہی ملک مناسب ہے جس میں آزادی سے اہلِ حق وعظ کر سکتے ہیں۔ یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ دینی جہادوں سے اصلی غرض آزادی کا قائم کرنا اور ظلم کا دُور کرنا تھا اور دینی جہاد انہیں ملکوں کے مقابلہ پر ہوئے تھے جن میں واعظین کو اپنے وعظ کے وقت جان کا اندیشہ تھا اور جن میں امن کے ساتھ وعظ ہونا قطعی محال تھا اور کوئی شخص طریقہ حقہ کو اختیار کر کے اپنی قوم کے ظلم سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن سلطنت انگلشیہ کی آزادی نہ صرف ان خرابیوں سے خالی ہے بلکہ اسلامی ترقی کی بدرجۂ غایت ناصر اور مؤید ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس خدا داد نعمت کا قدر کریں۔ اور اس کے ذریعہ سے اپنی اپنی دینی ترقیات میں قدم بڑھاویں۔ اور اس طرف بھی توجہ کریں کہ اس مربّی سلطنت کی شکرگذاری کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ جیسا ان کی دولت ظاہری کی خیر خواہی کی جائے ایسا ہی اپنے وعظ اور معقول بیان اور عمدہ تالیفات سے یہ کوشش کی جائے کہ کسی طرح دین اسلام کی برکتیں بھی اس قوم کے حصّہ میں آجائیں اور یہ امر بجُز رفق اور مدارات اور محبت اور حلم کے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ خدا کے بندوں پر رحم کرنا اور عرب اور انگلستان وغیرہ ممالک کا ایک ہی خالق سمجھنا اور اس کی عاجز مخلوق کی دل وجان سے غم خواری کرنا اصل دین و ایمان کا ہے۔ پس سب سے اوّل بعض اُن ناواقف انگریزوں کے اس وہم کو دُور کرنا چاہیئے کہ جو بوجۂ ناواقفیت یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا قوم مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ جو نیکی کرنے والوں سے بدی کرتی ہے اور اپنے محسنوں سے ایذا کے ساتھ پیش آتی ہے اور اپنی مربّی گورنمنٹ کی بدخواہ ہے حالانکہ اپنے محسن کے ساتھ باحسان پیش آنے کی تاکید جس قدر قرآن شریف میں ہے اور کسی کتاب میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ وقال اللّٰہ تعالیٰ۔ انّ اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ۔ وقال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم۔ من اصطنع الیکم معروفًا فجازوہ فان عجزتم عن مجازاتہٖ فادعوا لہ حتی یعلم انکم قد شکرتم فان اللّٰہ

شاکر ٌیحب الشاکرین۔

المـلتمس ۔ خاکسار غلام احمد عُفی عنہ

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم ملحقہ ٹائٹل صفحہ الف و ب۔ مطبوعہ ۱۸۸۲ء سفیر ہند پریس امرتسر)

---

(۳۰)

عُذر و اطلاع

٭ اب کی دفعہ جو کہ حصہ سوم کے نکلنے میں حد سے زیادہ توقف ہو گئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ طرح طرح کے شکوک و شبہات بھی کرتے ہوں۔ مگر واضح رہے کہ یہ توقف ہماری طرف سے ظہور میں نہیں آئی بلکہ اتفاق یہ ہو گیا کہ جب مئی ۱۸۸۱ء کے مہینہ میں کچھ سرمایہ جمع ہونے کے بعد مطبع سفیر ہند امرتسر میں اجزاء کتاب کے چھپنے کے لئے دیئے گئے۔ اور امید تھی کہ غایت کار دو ماہ میں حصہ سوم چھپ کر شایع ہو جائے گا۔ لیکن تقدیری اتفاق سے جن میں انسان ضعیف البنیان کی کچھ پیش نہیں جا سکتی۔ مہتمم صاحب مطبع سفیر ہند طرح طرح کی ناگہانی آفات اور مجبوریوں میں مبتلا ہو گئے۔ جن مجبوریوں کی وجہ سے ایک مدت دراز تک مطبع بند رہا۔ چونکہ یہ توقف ان کے اختیار سے باہر تھی۔ اس لئے ان کی قائمی جمعیت تک برداشت سے انتظار کرنا مقتضاء انسانیت تھا سو الحمد للہ کہ بعد ایک مُدّت کے اُن کے موانع کچھ رو بخفّت ہو گئے اور اب کچھ تھوڑے عرصے سے حصہ سوم کا چھپنا شروع ہو گیا۔ لیکن چونکہ اس حصہ کے چھپنے میں بوجہ موانع مذکورہ بالا ایک زمانہ دراز گذر گیا۔ اس لئے ہم نے بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کو قرین مصلحت سمجھا کہ اس حصہ کے

٭ طبع اوّل کا ذکر ہے

مکمل طور پر چھپنے کا انتظار نہ کیا جائے۔ اور جس قدر اب تک چھپ چکا ہے وہی خریداروں کی خدمت میں بھیجا جاوے تا ان کی تسلّی و تشفّی کا موجب ہو اور جو کچھ اس حصہ میں سے باقی رہ گیا ہے۔ وہ انشاء اللہ القدیر چہارم حصہ کے ساتھ جو ایک بڑا حصہ ہے، چھپوا دیا جائے گا۔

شاید ہم بعض دوستوں کی نظر میں اس وجہ سے قابلِ اعتراض ٹھہریں کہ ایسے مطبع میں جس میں ہر دفعہ لمبی لمبی توقف پڑتی ہو کیوں کتاب کا چھپوانا تجویز کیا گیا۔ سو اس اعتراض کا جواب ابھی عرض کیا گیا ہے کہ یہ مہتمم مطبع کی طرف سے لاچاری توقف ہے نہ اختیاری۔ اور وہ ہمارے نزدیک ان مجبوریوں کی حالت میں قابلِ رحم ہیں نہ قابلِ الزام۔ ماسوائے اس کے مطبع سفیر ہند کے مہتمم صاحب میں ایک عمدہ خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت صحت اور صفائی اور محنت اور کوشش سے کام کرتے ہیں اور اپنی خدمت کو عرق ریزی اور جانفشانی سے انجام دیتے ہیں۔ یہ پادری صاحب ہیں مگر باوجود اختلاف مذہب کے خدا نے ان کی فطرت میں یہ ڈالا ہوا ہے کہ اپنے کام منصبی میں اخلاص اور دیانت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ ان کو اس بات کا ایک سودا ہے کہ کام کی عمدگی اور خوبی اور صحت میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ ان ہی وجوہ کی نظر سے باوجود اس بات کے کہ دوسرے مطابع کی نسبت ہم کو اس مطبع میں بہت زیادہ حق الطبع دینا پڑتا ہے۔ تب بھی انہیں کا مطبع پسند کیا گیا اور آئندہ امید قوی ہے کہ ان کی طرف سے حصہ چہارم کے چھپنے میں کوئی توقف نہ ہو۔ صرف اس قدر توقف ہوگی کہ جب تک کافی سرمایہ اس حصہ کے لئے جمع ہو جائے۔ سو مناسب ہے کہ ہمارے مہربان خریدار اب کی طرح اس حصہ کے انتظار میں مضطرب اور متردّد نہ ہوں۔ جبھی کہ وہ حصہ چھپے گا خواہ جلدی اور خواہ کچھ دیر سے، جیسا خدا چاہے گا فی الفور تمام خریداروں کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ اور اس جگہ اُن تمام صاحبوں کی توجہ اور اعانت کا شکر کرتا ہوں جنہوں نے خالصاً للہ حصہ سوم کے چھپنے کے لئے مدد دی۔ اور یہ عاجز خاکسار اب کی دفعہ ان عالی ہمت صاحبوں کے اسمارِ مبارکہ لکھنے سے اور نیز دوسرے خریداروں کے اندراج نام سے بوجہ عدم گنجائش اور بباعث بعض مجبوریوں کے مقصر ہے۔ لیکن بعد اس کے اگر خدا چاہے گا اور نیت درست

ہوگی تو کسی آئندہ حصہ میں بہ تفصیل تمام درج کئے جائیں گے ۔

اور نیز اس جگہ یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس حصہ سوم میں تمام وہ تمہیدی اُمور لکھے گئے ہیں جن کا غور سے پڑھنا اور یاد رکھنا کتاب کے آئندہ مطالب سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے اور اس کے پڑھنے سے یہ بھی واضح ہوگا کہ خدا نے دینِ حق اسلام میں وہ عزت اور عظمت اور برکت اور **صداقت** رکھی ہے جس کا مقابلہ کسی زمانہ میں کسی غیر قوم سے کبھی نہیں ہو سکا اور نہ اب ہو سکتا ہے اور اس امر کو مدلّل طور پر بیان کر کے تمام مخالفین پر اتمام حجت کیا گیا ہے اور ہر یک طالبِ حق کے لئے ثبوتِ کامل پانے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے تا حق کے طالب اپنے مطلب اور مُراد کو پہنچ جاویں اور تا تمام مخالف سچائی کے کامل نوروں کو دیکھ کر شرمندہ اور لاجواب ہوں اور وہ لوگ بھی نادم اور منفعل ہوں جنہوں نے یورپ کی جھوٹی روشنی کو اپنا دیوتا بنا رکھا ہے اور آسمانی برکتوں کے قائلوں کو جاہل اور وحشی اور ناتربیت یافتہ سمجھتے ہیں اور سماوی نشانوں کے ماننے والوں کا نام احمق اور سادہ لوح اور نادان رکھتے ہیں جن کا یہ گمان ہے کہ یورپ کے علم کی نئی روشنی اسلام کی روحانی برکتوں کو مٹادے گی اور مخلوق کا مکر خالق کے نوروں پر غالب آجائے گا ۔ سو اب ہر یک منصف دیکھیگا کہ کون غالب آیا اور کون لاجواب اور عاجز رہا اور کون صادق اور دانشمند ہے ۔ اور کون کاذب اور نادان ۔ واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان ۔

خاکسار ۔ غلام احمد عفی اللہ عنہ

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم بار دوم صفحہ ۲ و ۳ ملحقہ ٹائیٹل جنوری ۱۹۰۸ء)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(۴۱)

اشتہار واجب الاظہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔ دو شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطانی کشمیری و صابر علی نے روبروئے مرزا نواب بیگ و میاں شمس الدین و مرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بے فروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ قول نامبردگان سراسر افترا اور دروغ بمقتضائے کینہ و حسد و عناد جبلی ہے۔ جس سے وہ نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم ان کے اس قول دروغ کا رد واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے۔ ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰۔ ۲۲ سال سے زیادہ ہے، پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہو گیا ہے، سراسر دروغ ہے۔ ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنے اپنے والد میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود و باش رکھتے ہیں اور ان کے گھر متصل منشی مولا بخش صاحب ملازم ڈاک ریلوے اور بابو محمد صاحب کلرک دفتر نہر رہتے ہیں۔ معترضین یا جس شخص کو شبہ ہو اس پر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنے کے لئے وہاں چلا جاوے اور اس جگہ اردگرد

سے خوب دریافت کر لے۔ اگر کوئی ایسا آمد و رفت موجود نہ ہو تو ہم کسی کو دے دیں گے۔ لیکن
اگر اب بھی جا کر دریافت نہ کرے اور نہ دروغ گوئی سے باز آوے تو یاد رکھے کہ ہمارے
اور تمام حق پسندوں کی نظر میں لعنت اللہ علی الکاذبین کا لقب پاوے اور نیز زیر عتاب
حضرت احکم الحاکمین کے آوے۔ اور کیا فقرہ اس یاوہ گوئی کا ہوگا۔ خدا تعالےٰ ایسے شخصوں کو
ہدایت دیوے کہ جو بوجہ تعصب آنکر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور اس دروغ گوئی کے
مآل کو بھی نہیں سوچتے۔ اس جگہ اس وہم کا دُور کرنا بھی قرین مصلحت ہے کہ جو بمقام ہوشیارپور
ایک آریہ صاحب نے اس پیشگوئی پر بصورت اعتراض پیش کیا تھا کہ لڑکا لڑکی کے پیدا
ہونے کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ یعنی دائیاں بھی معلوم کر سکتی ہیں کہ لڑکا پیدا
ہوگا یا لڑکی۔ واضح رہے کہ ایسا اعتراض کرنا معترض صاحب کی سراسر حیلہ سازی و حق پوشی
ہے۔ کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتی بلکہ ایک حاذق طبیب بھی ایسا دعویٰ
ہرگز نہیں کر سکتا کہ اس امر میں میری رائے قطعی اور یقینی ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں
صرف ایک انکل ہوتی ہے کہ جو بارہا خطا جاتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے
دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں و بعض مولویوں و حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ
آریوں میں سے ایک شخص ملاوامل نام جو سخت مخالف اور نیز شرمپت ساکنان قصبہ قادیان ہیں
ماسوا اس کے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیشگوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جاوے تو ایسا
بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا۔ اور
اگر شک ہو تو ایسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔ اس جگہ آنکھیں
کھول کر دیکھ لینا چاہئیے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے
جس کو خدائے کریم جلّ شانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
و آلہٖ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان
ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے کیونکہ مُردہ

کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کرکے ایک روح واپس منگوایا جاوے۔ اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بائیبل میں لکھا گیا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔ اور پھر باوصف ان سب عقلی و نقلی جرح و قدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا۔ اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہاں سے رخصت ہو جاتا جس کے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو وہ حقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو احسن من الناس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کرکے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتی کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔

اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت۔ جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے۔ وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہے، حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ وہی خاک اس کے سر پر اس کی آنکھوں پر اس کے منہ پر گر کر اس کو ذلیل اور رسوا کرے گی اور ہمارے نبی کریمؐ کی شان

شوکت اس کی صداقت اور اس کے تحمل سے کم نہیں ہو گی بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ ظاہر کرے گا کیا تم فجر کے قریب آفتاب کو نکلنے سے روک سکتے ہو۔ ایسے ہی تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آفتابِ صداقت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ خدا تعالیٰ تمہارے کینوں اور بخلوں کو دُور کرے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

راقم

خاکسار غلام احمد مؤلف براہین احمدیہ

از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء۔ روز دوشنبہ

مطبوعہ چشمۂ فیض قادری بٹالہ شریف

(یہ اشتہار ۸/۲۶×۲۰ کے دو صفحوں پر چار کالم کا ۲۵ سطری مسطر پر چھپا ہوا ہے)

---

(۳۲)

اشتہار صداقت آثار[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے، یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اوّل تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ

---

[1] یہ اشتہار علیحدہ بھی ہے اور اخبار ریاض ہند جلد ۱ نمبر ۲۵ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۴۳ کالم ۲ پر بھی شائع ہوا ہے (المرتب)

لڑکے کی بشارت دی گئی ہے۔ کسی نفی میعاد گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہریک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہٗ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا * اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنیوالا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جلشانہٗ کا ہے اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آیندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شایع کیا جاوے گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

المشتہر:۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ۔ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء مطابق دوم رجب ۱۳۰۳ھ

* عربی الہام کے یہ دو فقرہ ہیں۔ نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قریب النزول پر دلالت کرتے ہیں منہ

چونکہ اشتہار چھپنے میں شاید کسی قدر مطبع میں دیر ہو اس لئے چند قلمی نقلیں ان کی رجسٹری کرا کر بخدمت منشی اندرمن صاحب مرادآبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری و پنڈت سوامی شیو نرائن صاحب اگنی ہوتری و منشی جیونداس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور و لالہ رام لچھمن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول لودھیانہ و پادری عماد الدین صاحب و لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور و پادری ٹھاکرداس صاحب جھنگ خاص و مسٹر عبداللہ آتھم صاحب پنشنر سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بلا توقف بھیجی گئی ہیں۔

مطبع چشمہ فیض قادری بٹالہ شریف

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۳۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار صداقت انوار

بغرض دعوت مقابلہ چہل روزہ

گرچہ ہر کس ز رہ لاف بیانے دارد ✿ صادق آنست کہ از صدق نشانے دارد

ہمارے اشتہارات گذشتہ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو معزز آریہ صاحب یا پادری صاحب یا کوئی اَور صاحب مخالف اسلام ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی صاحب ایک سال تک **قادیان** میں ہمارے پاس آکر ٹھہرے تو در صورت نہ دیکھنے کسی آسمانی نشان کے چوبیس سو روپیہ[1] انعام پائنے کا مستحق ہوگا۔ سو ہر چند ہم نے تمام ہندوستان و پنجاب کے پادری صاحبان و آریہ صاحبان کی خدمت میں اسی مضمون کے خط رجسٹری کرا کر بھیجے مگر کوئی صاحب قادیان میں تشریف نہ لائے بلکہ منشی اندرمن صاحب کے لئے تو مبلغ چوبیس سو[2] روپیہ نقد لاہور میں بھیجا گیا۔ تو وہ کنارہ کر کے فرید کوٹ کی طرف چلے گئے۔ ہاں ایک صاحب پنڈت لیکھرام نام پشاوری قادیان میں ضرور آئے تھے اور اُن کو بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دو چند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کر کے ایک سال تک ٹھہرو اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو۔ تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہیں کیا اور خلاف واقعہ سراسر دروغ بے فروغ اشتہارات چھپوائے۔ سو اُن کیلئے

---

[1] چونکہ اصل اشتہار میں اسی طرح لکھا ہے اس لئے ہم نے نقل میں بھی ویسا ہی لکھ دیا ہے مگر صحیح "پانے کا" ہے۔ دیکھو سرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار سوم۔ دسمبر ۱۹۰۷ء میگزین پریس قادیان کا صفحہ ۱۹۷ ✿

[2] چوبیس سو

فیصلہ سُرمہ چشم آریہ[1] میں دوبارہ بھی چالیس دن تک اس جگہ رہنے کا پیغام تحریر کیا گیا ہے۔ ناظرین اس کو پڑھ لیں۔ لیکن یہ اشتہار اتمام حُجت کی غرض سے بمقابل منشی جیون داس صاحب جو سب آریوں کی نسبت شریف اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہیں اور لالہ مُرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور جو وہ بھی میری دانست میں آریوں میں سے غنیمت ہیں اور منشی اندرمن صاحب مُرادآبادی جو گویا دوسرا سرمہ سورتی صاحب کا ہیں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رئیس امرتسر جو حضرات عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم المزاج آدمی ہیں اور پادری عمادالدین لاہز صاحب امرتسر کا اور پادری ٹھاکرداس صاحب مؤلف کتاب اظہارِ عیسوی شائع کیا جاتا ہے کہ اب ہم بجائے ایک سال کے صرف چالیس دن بعد ان ہی شرائط سے مقرر کرتے ہیں کہ جو صاحب آزمائش و مقابلہ کرنا چاہیں۔ وہ برابر چالیس دن تک ہمارے پاس قادیان میں یا جس جگہ اپنی مرضی سے ہمیں رہنے کا اتفاق ہو، رہیں اور برابر حاضر رہیں۔ پس اس عرصہ میں اگر ہم کوئی امر پیشگوئی جو خارق عادت ہو پیش نہ کریں یا پیش تو کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹا نکلے یا وہ جھوٹا تو نہ ہو مگر اسی طرح صاحب ممتحن اس کا مقابلہ کر کے دکھلا دیں تو مبلغ پانسو روپیہ نقد بحالت مغلوب ہونے کے اسی وقت بلا توقف اُن کو دیا جائے گا لیکن اگر وہ پیشگوئی وغیرہ بپایہ صداقت پہنچ گئی۔ تو صاحب مقابل کو بشرف اسلام مشرف ہونا پڑے گا اور یہ بات نہایت ضروری و قابل یادداشت ہے کہ پیشگوئیوں میں صرف زبانی طور پر نکتہ چینی کرنا یا اپنی طرف سے شرائط لگانا ناجائز اور غیر مسلّم ہوگا۔ بلکہ سیدھا راہ شناخت پیشگوئی کا یہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ پیشگوئی صاحب مقابل کی رائے میں کچھ ضعف یا شک رکھتی ہے یا اُن کی نظر میں قیافہ وغیرہ سے مشابہ ہے تو اسی عرصہ چالیس روز میں وہ بھی ایسی پیشگوئی ایسے ہی ثبوت سے ظاہر کر کے دکھلا دیں۔ اور اگر مقابلہ سے عاجز رہیں تو پھر حجت ان پر تمام ہوگی اور بحالت سچے نکلنے پیشگوئی کے بہر حال انہیں مسلمان ہونا پڑے گا اور یہ تحریریں پہلے سے جانبین میں تحریر ہو کر انعقاد پا جائیں گی چنانچہ اس رسالہ کے شایع ہونے کے وقت سے یعنے ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے ٹھیک تین ماہ کی مہلت صاحبان موصوف کو دی جاتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں ان کی طرف سے

[1] دیکھئے سرمہ چشم آریہ طبع اوّل کا صفحہ ۱۹۰ سطر پنجم (مرتب)

اس مقابلہ کے لئے کوئی منصفانہ تحریک نہ ہوئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ گریز کر گئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب

(منقول از سُرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار اوّل۔ ریاض ہند پریس امرتسر۔ ستمبر ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۵۹-۲۶۰)

---

(۳۴)

اشتہار مفید الاخیار

جاگو جاگو آریو نیند نہ کرو پیارو

چونکہ آج کل اکثر ہندوؤں اور آریوں کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ وہ کچھ کچھ کتابیں عیسائیوں کی جو اسلام کی نکتہ چینی میں لکھی گئی ہیں۔ دیکھ کر اور ان پر پُورا پُورا اطمینان کر کے اپنے دلوں میں یہ خیال کر لیتے ہیں کہ حقیقت میں یہ اعتراضات درست اور واقعی ہیں۔ اس لئے قرین مصلحت سمجھ کر اس عام اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی ہے کہ اول تو عیسائیوں کی کتابوں پر اعتماد کر لینا اور براہ راست کسی فاضل اہل اسلام سے اپنی عقدہ کشائی نہ کرانا اور اپنے اوہام فاسدہ کا محققین اسلام سے علاج طلب نہ کرنا اور خائنین عناد پیشہ کو امین سمجھ بیٹھنا سراسر بے راہی ہے جس سے طالب حق کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ دانشمند لوگ خوب جانتے ہیں کہ یہ جو پادری صاحبان پنجاب اور ہندوستان میں آکر اپنے مذہب کی تائید میں دن رات ہزارہا منصوبے باندھ رہے ہیں یہ ان کے ایمانی جوش کا تقاضا نہیں بلکہ انواع اقسام کے اغراض نفسانی ان کو ایسے کاموں پر آمادہ کرتے ہیں۔ اگر وہ انتظام مذہبی جس کے باعث سے یہ لوگ ہزارہا روپیہ تنخواہیں

پاتے ہیں، درمیان سے اُٹھایا جاوے تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ ان کا جوش و خروش کہاں ہے ماسوا اس کے ان لوگوں کی ذاتی علمیت اور دماغی روشنی بھی بہت کم ہوتی ہے اور یُورپ کے ملکوں میں جو واقعی دانا اور فلاسفر اور دقیق النظر ہیں۔ وہ پادری کہلانے سے کراہت اور عار رکھتے ہیں اور ان کو ان کے بیہودہ خیالات پر اعتقاد بھی نہیں۔ بلکہ یُورپ کے عالی دماغ حکماء کی نگاہوں میں پادری کا لفظ ایسا خفیف اور دُور از فضیلت سمجھا جاتا ہے کہ گویا اس لفظ سے یہ مفہوم لازم پڑا ہوا ہے کہ جب کسی کو پادری کر کے پکارا جاوے تو ساتھ ہی دل میں یہ بھی گذر جاتا ہے کہ یہ شخص اعلےٰ درجہ کی علمی تحصیلوں اور لیاقتوں اور باریک خیالات سے بے نصیب ہے۔ اور جس قدر ان پادری صاحبان نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کر کے اور بار بار ٹھوکریں کھا کر اپنے خیالات میں پلٹے کھائے ہیں اور طرح طرح کی ندامتیں اُٹھا کر پھر اپنے اقوال سے رجوع کیا ہے۔ یہ بات اس شخص کو بخوبی معلوم ہوگی جو اُن کے اور فضلاء اسلام کے باہمی مباحثات کی کتابوں پر ایک محیط نظر ڈالے۔ ان کے اعتراضات تین قسم سے باہر نہیں۔ یا تو ایسے ہیں کہ جو سراسر افترا اور بُہتان ہیں۔ جن کی اصلیت کسی جگہ پائی نہیں جاتی اور یا ایسے ہیں کہ فی الحقیقت وہ باتیں ثابت تو ہیں لیکن محل اعتراض نہیں محض سادہ لوحی اور کور باطنی اور قلت تدبّر کی وجہ سے اُن کو جائے اعتراض سمجھ لیا ہے اور یا بعض ایسے امور ہیں کہ کسی قدر تو سچ ہیں جو ایک ذرّہ جائے اعتراضات نہیں ہو سکتے اور باقی سب بُہتان اور افترا ہیں جو ان کے ساتھ ملائے گئے ہیں۔ اب افسوس تو یہ ہے کہ آریوں نے اپنے گھر کی عقل کو بالکل استعفا دے کر ان کی تمام دُور از صداقت کارروائیوں کو سچ سچ صحیح اور درست سمجھ لیا ہے۔ اور بعض آریہ ایسے بھی ہیں کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ کسی جگہ سے ادھورا سا دیکھ کر یا کوئی قصہ بے سروپا کسی جاہل یا مخالف سے سُنکر جھٹ پٹ اوس کو بناء اعتراض قرار دے دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں خدا تعالےٰ کا خوف نہیں ہوتا۔ اس کی عقل بھی بباعث تعصب اور عناد کی زہر دل کے نہایت ضعیف اور مُردہ کی طرح ہو

جاتی ہے۔ اور جو بات عین حکمت اور معرفت کی ہو وہ اس کی نظر سقیم میں سراسر عیب دکھائی دیتی ہے۔ سو اسی خیال سے یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے اور ظاہر کیا جاتا ہے کہ جس قدر اصول اور تعلیمیں قرآن شریف کی ہیں وہ سراسر حکمت اور معرفت اور سچائی سے بھری ہوئی ہیں اور کوئی بات ان میں ایک ذرہ مواخذہ کے لائق نہیں۔ اور چونکہ ہر ایک مذہب کے اصولوں اور تعلیموں میں صدہا جزئیات ہوتی ہیں اور ان سب کی کیفیت کا معرض بحث میں لانا ایک بڑی مہلت کو چاہتا ہے اس لئے ہم اس بارہ میں قرآن شریف کے اصولوں کے منکرین کو ایک نیک صلاح دیتے ہیں کہ اگر ان کو اصول اور تعلیمات قرآنی پر اعتراض ہو تو مناسب ہے کہ وہ اول بطور خود خوب سوچ کر دو تین ایسے بڑے سے بڑے اعتراض بحوالہ آیات قرآنی پیش کریں جو ان کی دانست میں سب اعتراضات سے ایسی نسبت رکھتے ہوں جو ایک پہاڑ کو ذرہ سے نسبت ہوتی ہے۔ یعنی ان کے سب اعتراضوں سے ان کی نظر میں اقوی و اشد اور انتہائی درجہ کے ہوں جن پر ان کی نکتہ چینی کی پُرزور نگاہیں ختم ہو گئی ہوں۔ اور نہایت شدت سے دوڑ دوڑ کر انہیں پر جا ٹھہری ہوں۔ سو ایسے دو یا تین اعتراض بطور نمونہ پیش کر کے حقیقت حال کو آزما لینا چاہیئے کہ اس سے تمام اعتراضات کا بآسانی فیصلہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر بڑے اعتراض بعد تحقیق ناچیز نکلے تو پھر چھوٹے اعتراض ساتھ ہی نابود ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم ان کا کافی و شافی جواب دینے سے قاصر رہے اور کم سے کم یہ ثابت نہ کر دکھایا کہ جن اصولوں اور تعلیموں کو فریق مخالف نے بمقابلہ ان اصولوں اور تعلیموں کے اختیار کر رکھا ہے وہ ان کے مقابل پر نہایت درجہ رذیل اور ناقص اور دور از صداقت خیالات ہیں۔ تو ایسی حالت میں فریق مخالف کو درحالت مغلوب ہونے کے فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دیا جائے گا۔ لیکن اگر فریق مخالف انجام کار جھوٹا نکلا اور وہ تمام خوبیاں جو ہم اپنے ان اصولوں یا تعلیموں میں ثابت کر کے دکھلاویں بمقابل ان کے وہ اپنے اصولوں میں ثابت نہ کر سکا۔ تو پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ اُسے بلا توقف مسلمان ہونا پڑے گا اور اسلام لانے کے لئے اوّل

حلف اُٹھا کر اسی عہد کا اقرار کرتا ہوگا۔ اور پھر بعد میں ہم اس کے اعتراضات کا جواب ایک رسالہ مستقلہ میں شایع کرا دیں گے۔ اور جو اس کے بالمقابل اُصولوں پر ہماری طرف سے حملہ ہوگا اس حملہ کی مدافعت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ بھی ایک مستقل رسالہ شایع کرے اور پھر دونوں رسالوں کے چھپنے کے بعد کسی ثالث کی رائے پر یا خود فریق مخالف کے حلف اُٹھانے پر فیصلہ ہوگا جس طرح وہ راضی ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فریق مخالف نامی عُلماء میں سے ہو۔ اور اپنے مذہب کی کتاب میں مادہ علمی بھی رکھتا ہو اور بمقابل ہمارے حوالہ اور بیان کے اپنا بیان بھی بحوالہ اپنی کتاب کے تحریر کرسکتا ہو تا ناحق ہمارے اوقات کو ضائع نہ کرے اور اگر اب بھی کوئی نامنصف ہمارے اس صاف صاف منصفانہ طریق سے گریز اور کنارہ کر جائے اور بدگوئی اور دشنام دہی اور توہین اسلام سے بھی باز نہ آوے تو اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ وہ کسی حالت میں اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اوتارنا نہیں چاہتا کہ جو خدائیتعالےٰ کی عدالت اور انصاف نے جھوٹوں اور بے ایمانوں اور بدزبانوں اور بخیلوں اور متعصبوں کی گردن کا ہار کر رکھا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ۔

بالآخر واضح رہے کہ اس اشتہار کے جواب میں ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے تین ماہ تک کسی پنڈت یا پادری جواب دہندہ کا انتظار کیا جائے گا اور اگر اس عرصہ میں علماء آریہ وغیرہ خاموش رہے تو اُنہیں کی خاموشی ان پر حُجت ہوگی ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد مؤلف رسالہ سُرمہ چشم آریہ

(منقول از سرمہ چشم آریہ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل۔ ستمبر ۱۸۸۶ء ۔

جو صفحہ ۲۶۰ کے آگے چسپاں ہے اور چار صفحہ کا اشتہار ہے صفحہ ۱ تا ۴)

(المرتب)

(۳۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار محک اخیار و اشرار

ہم نے الفت میں تری بار اٹھایا کیا کیا ✿ تجھکو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کا گواہ ہے کہ جو لوگ صدق دل سے اپنے مولیٰ کریم جلّ شانہٗ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں وہ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں اور سخت سخت آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کو بدباطن لوگوں سے بہت کچھ رنجیدہ باتیں سُننی پڑتی ہیں۔ اور انواع اقسام کی مصائب و شدائد کو اُٹھانا پڑتا ہے اور نااہل لوگ طرح طرح کے منصوبے اور رنگارنگ کے بہتان ان کے حق میں باندھتے ہیں اور اُن کے نابود کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ یہی عادت اللہ اُن لوگوں سے جاری ہے جن پر اس کی نظر عنایت ہے۔ غرض جو اس کی نگاہ میں راست باز اور صادق ہیں وہ ہمیشہ جاہلوں کی زبان اور ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھاتے چلے آئے ہیں۔ سو چونکہ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے اس لئے اگر ہم بھی خویش و بیگانہ سے کچھ آزار اُٹھائیں تو ہمیں شکر بجا لانا چاہیئے اور خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اس محبوب حقیقی کی نظر میں اس لائق تو ٹھہرے کہ اس کی راہ میں دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں۔ سو اس طرح پر دُکھ اُٹھانا تو ہماری عین سعادت ہے۔ لیکن جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ بعض دشمنان دین اپنی افترا پردازی سے صرف ہماری ایذا رسانی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ بے تمیز اور بے خبر لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں تو اس صورت میں ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ حتی الوسع اُن ناواقف لوگوں کو فتنہ سے بچا دیں ۔

سو واضح ہو کہ بعض مخالف ناخداترس جن کے دلوں کو زنگ تعصب و بُخل نے سیاہ کر رکھا ہے۔ ہمارے اشتہار مطبوعہ ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کو یہودیوں کی طرح محرّف و مبدّل کرکے اور کچھ کے کچھ معنے بنا کر سادہ لوح لوگوں کو سُناتے ہیں اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شایع کرتے ہیں۔ تا دھوکا دے کر اُن کے یہ ذہن نشین کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی تھی اس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط نکلی۔ ہم اس کے جواب میں صرف لعنت اللہ علے الکاذبین کہنا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ہم افسوس بھی کرتے ہیں کہ ان بے عزّتوں اور دیوثوں کو بباعث سخت درجہ کے کینہ اور بُخل اور تعصّب کے اب کسی کی لعنت ملامت کا بھی کچھ خوف اور اندیشہ نہیں رہا اور جو شرم اور حیا اور خداترسی لازمہ انسانیت ہے۔ وہ سب نیک خصلتیں ایسی ان کی سرشت سے اُٹھ گئی ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ نے اِن میں پیدا ہی نہیں کیں اور جیسے ایک بیمار اپنی صحت یابی سے نااُمید ہو کر اور صرف چند روز زندگی سمجھ کر سب پرہیزیں توڑ دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کھا پی لیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی اپنی مرض کینہ اور تعصب اور دشمنی کو ایک آزار لاعلاج خیال کرکے دل کھول کر بدپرہیزیاں اور بے راہیاں شروع کی ہیں۔ جن کا انجام بخیر نہیں۔ تعصب اور کینہ کے سخت جنون نے کیسی ان کی عقل مار دی ہے۔ نہیں دیکھتے کہ اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولّد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے اور اشتہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی اب وہ منسوخ ہو گئی ہے۔ ہاں اس اشتہار میں ایک یہ فقرہ ذوالوجوہ درج ہے کہ مُدّت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ مگر کیا اسی قدر فقرہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ مُدّت حمل سے ایام باقیماندہ حمل موجودہ مراد ہیں۔ کوئی اور مُدّت مراد نہیں اگر اس فقرہ کے سر پر اِس کا لفظ ہوتا تو بھی اعتراض کرنے کے لئے کچھ گنجایش نکل سکتی مگر جب الہامی عبارت کے سر پر اِس کا لفظ (جو مخصص وقت ہو سکتا ہے) وارد نہیں تو پھر خواہ نخواہ اس فقرہ سے وہ معنے نکالنا جو اس صورت میں نکالے جاتے جو اِس کا لفظ فقرہ

مذکورہ کے سر پر تھوپنا، اگر بے ایمانی اور بد دیانتی نہیں، تو اور کیا ہے۔ دانشمند آدمی جس کی عقل اور فہم میں کچھ آفت نہیں اور جس کے دل پر کسی تعصب یا شرارت کا حجاب نہیں وہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی ذوالوجوہ فقرہ کے معنے کرنے کے وقت وہ سب احتمالات مدنظر رکھنے چاہئیں جو اس فقرہ سے پیدا ہو سکتے ہیں، سو فقرۂ مذکورہ بالا یعنے یہ کہ مُدّتِ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی شاہ صاحب لدھیانوی نے اپنے اشتہار٭ آٹھ جون ۱۸۸۶ء میں کی ہے یعنی یہ کہ مدت موجودہ حمل سے ہرگز

٭ حاشیہ۔ یہ اشتہار بھی فائدہ عامہ کے لئے یہاں حاشیہ میں درج کیا جاتا ہے۔

(المرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللّٰہِ بِأَفْوَاهِهِمْ

اشتہار واجب الاظہار

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

مبارک ہیں جو راستبازی کے سبب ستائے جاتے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے

(انجیل ۵-۱۰)

جب سے مرزا غلام احمد صاحب (مؤلف براہین احمدیہ) نے یہ دعویٰ ہر یک قوم کے مقابلہ پر کرنا شروع کیا ہے کہ خاص قرآن شریف میں ہی یہ ذاتی خاصیت پائی جاتی ہے کہ اس کے سچے اتباع سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں اور مقبولان الٰہی میں جگہ ملتی ہے۔ اور نہ صرف دعویٰ کیا بلکہ ان باتوں کا ثبوت دینے میں بھی اپنا ذمہ لیا۔ یوروپ اور امریکہ کے ملکوں تک رجسٹری کرا کر اسی ذمہ واری کے خط بھیجے اور اسی مضمون کا بیس ہزار اشتہار شایع کیا۔ تب سے آریہ اور

نو برس ہے) یا مدت معہودہ حمل سے (جو طبیبوں کے نزدیک اڑھائی برس یا کچھ زیادہ ہے) تجاوز نہیں کرسکتا۔ اگر حمل موجودہ میں حصر رکھنا مخصوص ہوتا تو عبارت یوں چاہیئے تھی کہ اس باقیماندہ ایام حمل سے ہرگز تجاوز نہیں کرے گا اور اسی وجہ سے ہم نے اُس اشتہار میں اشارہ بھی کردیا تھا کہ وہ فقرہ مذکورہ بالا حمل موجودہ سے مخصوص نہیں ہے۔ مگر جو دل کے اندھے ہیں

بقیہ حاشیہ:۔ پادریوں وغیرہ کے دلوں پر ایک عجیب طور کا دھڑکا شروع ہو رہا ہے اور ہر طرف سے جزع اور فزع کی آوازیں آرہی ہیں۔ بالخصوص بعض اوباش طبع آریوں نے تو صرف زبان درازی اور دشنام دہی اور نالائق بہتانوں سے ہی کام لینا چاہا۔ تا کسی طرح آفتاب صداقت پر خاک ڈال دیں۔ مگر سچائی کے نور اُن کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے۔ اور یہ تو قدیم سے عادت اللہ جاری ہے کہ ہمیشہ راست باز آدمی ستائے جاتے ہیں اور ان کے حق میں نااہل آدمی طرح طرح کی باتیں بولا کرتے ہیں۔ مگر آخر حق کا ہی بول بالا ہوتا ہے۔ اب تازہ افترا جو محض ناخدا ترسی کی راہ سے بعض نادان متعصب آریوں اور عیسائیوں نے کیا ہے۔ جس کا ذکر ایک شخص مسمّی پنڈت لیکھرام پشاوری کی طرف سے اشتہار مطبوعہ شفیق ہند پریس لاہور میں اور ایک عیسائی صاحب کی طرف سے پرچہ نور افشاں مطبوعہ ۳ر جون میں دیکھا گیا ہے، یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی سراسر غلط نکلی کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا کیونکہ ۱۵ر اپریل کو ان کے گھر میں دختر پیدا ہوگئی ہے۔ فقط۔

اب منصف لوگ جو راستی پسند ہیں۔ مرزا صاحب کے اشتہارات کو پڑھ کر اور پھر جو کچھ ان مخالفوں نے ان اشتہارات کا نتیجہ نکالا ہے۔ اس پر بھی نظر ڈال کر سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا کینہ اور بغض اور ان کا مادہ ناخدا ترسی اور دروغگوئی کس حد تک بڑھ گیا ہے۔ ہر سہ اشتہارات جو مرزا صاحب نے اس بارہ میں چھپوائے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ پہلا اشتہار جس کو مرزا صاحب نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو بمقام ہوشیارپور شائع کیا تھا۔ اس میں کوئی تاریخ درج نہیں کہ وہ لڑکا جس کے صفات اشتہار میں درج ہیں کب اور کس سال میں پیدا ہوگا۔ دوسرا اشتہار جو

وہ آنکھوں کے اندھے بھی ہو جاتے ہیں۔

بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک بڑی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اب کی دفعہ لڑکا عطا نہیں کیا۔ کیونکہ اگر وہ اب کی دفعہ ہی پیدا ہوتا۔ تو ایسے لوگوں

بقیہ حاشیہ:۔ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب کی طرف سے شائع کیا گیا۔ یہ بہت مفید اشتہار ہے اس میں بتصریح کھول دیا گیا ہے کہ وہ لڑکا نو برس کے اندر پیدا ہو جائے گا۔ اس میعاد سے تخلف نہیں کرے گا۔ لیکن تیسرا اشتہار جو مرزا صاحب کی طرف سے ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کو جاری ہوا۔ اس کی الہامی عبارت ذو الوجوہ اور کچھ گول گول ہے۔ اور اس میں کوئی تصریح نہیں کہ وہ کب اور کس تاریخ میں پیدا ہوگا۔ ہاں اس میں ایک یہ فقرہ ہے کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ فقرہ کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ایک ذو الوجوہ فقرہ ہے اگر الہامی عبارت کے سر پر لفظ **اِس** کا ہوتا یعنے عبارت یوں ہوتی کہ اس مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا ضرور اس میں پیدا ہو جائے گا تو بلاشبہ مواخذہ کی جگہ تھی۔ مگر اب تو ناحق کی نکتہ چینی ہے جس سے بجز اس کے کہ یہ ثابت ہو کہ معترض سخت درجہ کا متعصب اور کج فہم اور کج طبع یا سادہ لوح ہے اور کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ الہامات ربانی یا قوانین سلطانی کی عبارتیں اسی پایہ اور عزت کی ہوتی ہیں جن کے لفظ لفظ پر بحث کرنا چاہیئے۔ سو الہامی عبارت میں **اِس** کا لفظ ترک ہونا (جس سے حمل موجودہ میں پیشگوئی محدود ہو جاتی) صریح بتلا رہا ہے کہ اس جگہ حمل موجودہ مراد نہیں لیا گیا۔ بلکہ اس فقرہ کے دو معنے ہیں۔ تیسرے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔

اوّل یہ کہ مدت موعودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ یعنے نو برس سے۔ کیونکہ اس خاص لڑکے کے حمل کے لئے وہی مدت موعود ہے۔

دوسرے یہ معنے کہ مدت معہودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ سو مدت معہودہ حمل کی اکثر طبیبوں کے نزدیک ڈھائی برس بلکہ بعض کے نزدیک انتہائی مدت حمل کی تین برس تک بھی ہے

پر کیا اثر پڑ سکتا۔ جو پہلے ہی سے یہ کہتے تھے کہ قواعد طبی کے رُو سے حمل موجودہ کی علامات سے

بقیہ حاشیہ۔ بہرحال ان دونوں وجوہ میں سے کسی وجہ کی رُو سے پیشگوئی کی صحت پر جرح نہیں ہو سکتا اسی لئے مرزا صاحب نے اسی اشتہار ۸ اپریل میں قیاسی طور پر یہ بھی صاف لکھ دیا تھا کہ غالباً وہ لڑکا اب یا اس کے بعد قریب حمل میں پیدا ہوگا۔ اور پھر اس اشتہار کی اخیر سطر میں مرزا صاحب نے یہ بھی تحریر کر دیا۔ کہ میں اسی قدر ظاہر کرتا ہوں جو مجھ پر منجانب اللہ ظاہر کیا گیا اور آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا۔ وہ بھی شایع کیا جائے گا۔ سو مرزا صاحب نے اپنے اسی اشتہار میں بتلا بھی دیا کہ اس اشتہار کا الہامی فقرہ مجمل اور ذوی الوجوہ ہے۔ جس کی تشریح اگر خدا نے چاہا پیچھے سے کی جائے گی۔ اب کیا کوئی انصاف پسند مرزا صاحب کے کسی لفظ سے یہ بات نکال سکتا ہے کہ وہ لڑکا ضرور پہلی ہی دفعہ پیدا ہو جائے گا نہ کسی اَور وقت۔ سو ہم بڑے افسوس سے لکھتے ہیں کہ اسلام کے مخالف غلبہ جوش تعصب میں آکر اپنی وثاقت کو بھی کھو دیتے ہیں اور ناحق اپنی بداندرونی کو لوگوں پر ثابت کرتے ہیں نہیں دیکھتے کہ جب تک میعاد مقررہ باقی ہے تب تک اعتراض کی گنجایش نہیں۔ اور وقت سے پہلے شور و غوغا کرنے سے یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری ہو گئی تو اس روز کیا حال ہوگا اور کیا کیا ندامتیں اُٹھانی پڑیں گی۔ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اگر ایسی بے ہودہ نکتہ چینیوں سے کسی حق الامر کو کچھ صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ تو پھر کوئی سچائی اس صدمہ سے محفوظ نہیں رہ سکتی حضرت مسیح علیہ السلام کی کئی پیشگوئیوں پر یہودیوں نے ایسی ایسی بلکہ اس سے بڑھ کر نکتہ چینیاں کی ہیں اور ان کی پیشگوئی کو دائرہ صداقت سے بالکل دور و مہجور سمجھا ہے۔ مگر کیا ایسی بیہودہ نکتہ چینیوں سے ان کی سچائی میں کچھ فرق آسکتا ہے۔ بدباطن لوگ ہمیشہ بے ایمانی اور دشمنی کی راہ سے چاند پر خاک ڈالتے رہے ہیں۔ لیکن انجام کار راستی کی ہی فتح ہوتی رہی ہے اور ایسی ہی اب بھی ہوگی۔ مرزا صاحب کا رسالہ سراج منیر عنقریب نکلنے والا ہے۔ اس میں نہ ایک پیشگوئی بلکہ وہ سارا رسالہ پیشگوئیوں ہی سے بھرا ہوا ہے تب خود سچ اور جھوٹ میں فرق کھل جائیگا۔ ذرا صبر کرنا چاہیئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

المشتہر۔ میر عباس علی لدھیانوی۔ ہشتم جون ۱۸۸۶ء

مطبوعہ شعلہ نور پریس بٹالہ

ایک حکیم آدمی بتلا سکتا ہے کہ کیا پیدا ہوگا۔ اور پنڈت لیکھرام پشاوری اور بعض دیگر مخالف اس عاجز پر یہی الزام رکھتے تھے کہ ان کو فن طبابت میں مہارت ہے۔ انہوں نے طب کے ذریعہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ اسی طرح ایک صاحب محمد رمضان نام نے پنجابی اخبار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء میں چھپوایا کہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دینا منجانب اللہ ہونے کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ جس نے ارسطو کا ورکس دیکھا ہوگا۔ حاملہ عورت کا قارورہ دیکھ کر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونا ٹھیک ٹھیک بتلا سکتا ہے۔ اور بعض مخالف مسلمان یہ بھی کہتے تھے کہ اصل میں ڈیڑھ ماہ سے یعنی پیشگوئی بیان کرنے سے پہلے لڑکا پیدا ہو چکا ہے جس کو فریب کے طور پر چھپا رکھا ہے اور عنقریب مشہور کیا جائے گا کہ پیدا ہوگیا۔ سو یہ اچھا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تولّدِ فرزند مسعود موعود کو دوسرے وقت پر ڈال دیا۔ ورنہ اگر اب کی دفعہ ہی پیدا ہو جاتا تو ان مفتریات مذکورہ بالا کا کون فیصلہ کرتا۔ لیکن اب تولّدِ فرزند موصوف کی بشارات غیب محض ہے۔ نہ کوئی حمل موجود ہے تا ارسطو کے ورکس یا جالینوس کے قواعد حمل دانی بالمعارضہ پیش ہوسکیں۔ اور نہ اب کوئی بچہ چھپا ہوا ہے تا وہ مدت کے بعد نکالا جائے۔ بلکہ نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں۔ اور نہ یہ معلوم کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی اولاد خواہ مخواہ پیدا ہوگی چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے۔ اخیر پر ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اخبار مذکورہ بالا میں منشی محمد رمضان صاحب نے تہذیب سے گفتگو نہیں کی بلکہ دینی مخالفوں کی طرح بجا بجا مشہور افتراپردازوں سے اس عاجز کو نسبت دی ہے۔ اور ایک جگہ پر جہاں اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی۔ کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔ اس پیشگوئی پر منشی صاحب فرماتے ہیں کہ الہام کئی قسم کا ہوتا ہے۔ نیکوں کو نیک باتوں کا اور زانیوں کو عورتوں کا۔ ہم اس جگہ کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ ناظرین منشی صاحب کی تہذیب کا آپ اندازہ کرلیں۔ پھر ایک اور صاحب ملازم دفتر ایگزیمنر صاحب

ریلوے لاہور کے جو اپنا نام نبی بخش[1] ظاہر کرتے ہیں۔ اپنے خط مرسلہ ۱۳ر جون ۱۸۸۶ء میں اس عاجز کو لکھتے ہیں کہ تمہاری پیشگوئی جھوٹی نکلی اور دختر پیدا ہوئی اور تم حقیقت میں بڑے فریبی اور مکار اور دروغ گو آدمی ہو۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اے خدائے قادر مطلق۔ یہ لوگ اندھے ہیں ان کو آنکھیں بخش۔ یہ نادان ہیں ان کو سمجھ عطا کر۔ یہ شرارتوں سے بھرے ہوئے ہیں ان کو نیکی کی توفیق دے۔ بھلا کوئی اس بزرگ سے پوچھے کہ وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ لڑکا اسی حمل میں پیدا ہوگا۔ اس سے ہرگز تخلف نہیں کرے گا۔ اگر میں نے کسی جگہ ایسا لکھا ہے تو میاں نبی بخش صاحب پر واجب ہے کہ اس کو کسی اخبار میں چھپا دیں۔ اس عاجز کے اشتہارات پر اگر کوئی منصف آنکھ کھول کر نظر ڈالے تو اسے معلوم ہوگا کہ ان میں کوئی بھی ایسی پیشگوئی درج نہیں جس میں ایک ذرہ غلطی کی بھی گرفت ہو سکے بلکہ وہ سب سچی ہیں اور عنقریب اپنے اپنے وقت پر ظہور پکڑ کر مخالفین کی ذلت اور رسوائی کا موجب ہوں گی۔ دیکھو ہم نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں جو یہ پیشگوئی اجمالی طور پر لکھی تھی کہ ایک امیر نوارد پنجابی الاصل کو کچھ ابتلا درپیش ہے کیسی وہ سچی نکلی ہم نے صدہا ہندوؤں اور مسلمانوں کو مختلف شہروں میں بتلا دیا تھا کہ اس شخص پنجابی الاصل سے مراد دلیپ سنگھ ہے جس کی پنجاب میں آنے کی خبر مشہور ہو رہی ہے۔ لیکن اس ارادہ سکونت پنجاب میں وہ ناکام رہے گا۔ بلکہ اس سفر میں اس کی عزت آسایش یا جان کا خطرہ ہے۔ اور یہ پیشگوئی ایسے وقت میں لکھی گئی اور عام طور پر بتلائی گئی تھی۔ یعنی ۲ر فروری ۱۸۸۶ء کو جبکہ اس ابتلا کا کوئی اثر و نشان ظاہر نہ تھا۔ بالآخر اس کو مطابق اسی پیشگوئی کے بہت حرج اور تکلیف اور سبکی اور خجالت اٹھانی پڑی اور اپنے مدعا سے محروم رہا۔ سو دیکھو اس پیشگوئی کی صداقت کیسی کھل گئی۔ اسی طرح سے اپنے اپنے وقت پر سب پیشگوئیوں کی سچائی ظاہر ہوگی اور دشمن روسیاہ نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ رسوا ہوں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ جو ابھی تک انہیں اندھا کر رکھا ہے۔ ان کے دلوں کو سخت کر دیا اور ہمارے دل میں درد اور خیر خواہی کا طوفان چلا

---

[1] یہ صاحب بعد میں احمدیت میں داخل ہو گئے اور بیعت مخلص ثابت ہوگئے (المرتب)

دیا۔ سو اس مشکل کے حل کے لئے اسی کی جناب میں تضرّع کرتے ہیں۔

اے خدا نور دہ ایں تیرہ درونانے را ٭ یا بدہ درد دگر ہیچ خدا دانے را

والسّلام علٰی من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد۔ مؤلف براہین احمدیہ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(منقول از سرمہ چشم آریہ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل ستمبر ۱۸۸۶ء جو کتاب ہذا کے آخر میں صفحہ ا تا ۱۴ ہے)

(۳۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار واجب الاظہار

یہ رسالہ کحل الجواہر سرمہ چشم آریہ نہایت صفائی سے چھپ کر ایک روپیہ بارہ آنہ اس کی قیمت عام لوگوں کے لئے قرار پائی ہے اور خواص اور ذی استطاعت لوگ جو کچھ بطور امداد دیں ان کے لئے موجب ثواب ہے کیونکہ سراج منیر اور براہین کے لئے اسی قیمت سے سرمایہ جمع ہوگا۔ اور اس کے بعد رسالہ سراج منیر انشاء اللہ القدیر چھپے گا۔ پھر اس کے بعد پنجم حصہ کتاب براہین احمدیہ چھپنا شروع ہوگا۔ جو بعض لوگ توقف طبع کتاب براہین سے مضطرب ہو رہے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ اس زمانہ توقف میں کیا کیا کارروائیاں بطور تمہید کتاب کے لئے عمل میں آئی ہیں۔ ۲۲ ہزار کے قریب اشتہار تقسیم کیا گیا اور صدہا جگہ ایشیا و یورپ و امریکہ میں خطوط دعوت اسلام اردو۔ انگریزی میں چھپوا کر اور رجسٹری کرا کر بھیجے گئے جن کا تذکرہ انشاء اللہ پنجم حصہ میں آئے گا۔ وانّما الاعمال بالنیّات۔ بایں ہمہ اگر بعض صاحب

اس توقف سے ناراض ہوں تو ہم ان کو فسخ بیع کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ ہم کو اپنی خاص تحریر سے اطلاع دیں۔ تو ہم بدیں شرط کہ جس وقت ہم کو ان کی قیمت مرسلہ میسر آوے اس وقت بالعوض کتاب واپس کر دیں گے۔ بلکہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایسے صاحبوں کی ایک فہرست طیار کی جائے اور ایک ہی دفعہ سب کا فیصلہ کیا جائے۔ اور یہ بھی ہم اپنے گذشتہ اشتہار میں لکھ چکے ہیں۔ اور اب بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ تالیف کتاب بوجہ الہامات الٰہیہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے۔ اور اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب تین سو جزو تک ضرور پہنچے۔ بلکہ جس طور سے خدا تعالیٰ مناسب سمجھے گا۔ کم یا زیادہ بغیر لحاظ پہلی شرائط کے اس کو انجام دے گا کہ یہ سب کام اسی کے ہاتھ میں اور اسی کے امر سے ہے۔ واجب تھا ظاہر کیا گیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد۔ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از اندرونی صفحہ ٹائٹل پیج سرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار اوّل۔ ریاض ہند پریس امرت سر ستمبر ۱۸۸۶ء)

---

(۴۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار انعامی پانسو روپیہ ۵۰۰

دربارہ کتاب لاجواب کحل الجواہر سرمہ چشم آریہ جو آریوں کے وید اور ان کے عقاید اور اصول کو باطل اور دور از صدق ثابت کرتی ہے

سرمہ چشم آریہ پر دُردِ پرز گوہر ست ✻ بین ز سر جستجو سال ازین ظاہر ست ✻

۱۳۰۳ھ

✻ یہ شعر تاریخ طبع مولوی محمد یوسف صاحب سنوری سے ہے۔ جزاہم اللہ خیرا۔ منہ

یہ کتاب یعنی رسالہ سُرمہ چشم آریہ بتقریب مباحثہ لالہ مُرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور جو عقاید باطلہ وید کی بکلی بیخ کنی کرتی ہے، اس دعویٰ اور یقین سے لکھی گئی ہے کہ کوئی آریہ اس کتاب کا رد نہیں کرسکتا کیونکہ سچ کے مقابل پر جھوٹ کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اور اگر کوئی آریہ صاحب ان تمام وید کے اصولوں اور اعتقادوں کو جو اس کتاب میں ردّ کئے گئے ہیں۔ سچ سمجھتا ہے اور اب بھی وید اور اس کے ایسے اصولوں کو ایشر کرت ہی خیال کرتا ہے۔ تو اس کو اسی ایشور کی قسم ہے کہ اس کتاب کا ردّ لکھ کر دکھا دے اور پانسو روپیہ انعام پاوے۔ یہ پانسو روپیہ بعد تصدیق کسی ثالث کے جو کوئی پادری یا برہمو صاحب ہوں گے دیا جائیگا۔ اور ہمیں یہاں تک منظور ہے کہ اگر منشی جیوند اس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور جو اس گرد و نواح کے آریہ صاحبوں کی نسبت سلیم الطبع اور معزز اور شریف آدمی ہیں۔ بعد ردّ چھپ جانے اور عام طور پر شایع ہو جانے کے مجمع عام مُعمار مسلمانوں اور آریوں اور معزز عیسائیوں وغیرہ میں معہ اپنے عزیز فرزندوں کے حاضر ہوں اور پھر اُٹھ کر قسم کھالیں کہ ان میرے دل نے بہ یقین کامل قبول کر لیا ہے کہ سب اعتراضات رسالہ سُرمہ چشم آریہ جن کو میں نے اوّل سے آخر تک بغور دیکھ لیا ہے اور خوب توجہ کر کے سمجھ لیا ہے* اس تحریر سے ردّ ہو گئے ہیں۔ اور اگر میں دلی اطمینان اور پوری سچائی سے یہ بات نہیں کہتا تو اس کا فرر اور وبال اسی دنیا میں مجھ پر اور میری اسی اولاد پر جو اس وقت حاضر ہے، پڑے۔ تو بعد ایسی قسم کھا لینے کے صرف منشی صاحب موصوف کی شہادت سے پانسو روپیہ نقد ردّ کنندہ کو اسی مجمع میں بطور انعام دیا جائے گا۔ اور اگر منشی صاحب موصوف عرصہ ایک سال تک ایسی قسم کے بد اثر سے محفوظ رہے تو آریوں کے لئے بلاشبہ یہ حجت ہوگی کہ صاحب موصوف نے

---

* حاشیہ۔ اس جگہ منشی جیوند اس صاحب پر لازم ہوگا کہ سب اعتراضات مندرجہ رسالہ سرمہ چشم آریہ علیحدہ علیحدہ کو صحیح صحیح طور پر سنا بھی دیں۔ منہ

اپنی دلی صداقت سے اپنے علم اور فہم کے مطابق قسم کھائی تھی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد۔ از قادیان ۔ ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از ٹائیٹل سُرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار اوّل ریاض ہند پریس امرتسر ستمبر ۱۸۸۶ء جو ٹائیٹل کے آخری صفحات پر ہے)

---

(۳۸)

اشتہار

چونکہ رسالہ سراج منیر جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہوگا چودہ سو روپیہ کی لاگت سے چھپے گا اس لئے چھپنے سے پہلے خریداروں کی درخواستیں آنا ضروری ہے۔ تا بعد میں دقتیں پیدا نہوں۔ قیمت اس رسالہ کی ایک روپیہ علاوہ محصول ہوگی۔ لہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب پختہ ارادہ سے سراج منیر خریدنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی درخواست معہ پتہ سکونت وغیرہ کے ارسال فرمائیں۔ جب ایک حصہ کافی درخواستوں کا آجائے گا تو فی الفور کتاب کا طبع ہونا شروع ہوجائے گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان

جن صاحبوں کو اس رسالہ کی ضرورت ہو وہ اپنا نام معہ پتہ و نشان نقشہ ذیل میں لکھ دیں

نمبر شمار	نام	پتہ و نشان	العبد
۱			
۲			

۳			
۴			
۵			
۶			
۷			
۸			
۹			
۱۰			

اطلاع ضروری۔ ایک کتاب لاجواب مسمی بہ شحنہ حق جس میں ویدک فلاسفی اور آریہ مذہب کی حقیقت صاف صاف اور کافی طور سے کھول دی گئی ہے چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔ قیمت اس کتاب کی ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک مقرر ہوئی ہے۔ جس صاحب کو منظور ہو بارسال قیمت نقد یا ویلیو پے ایبل پارسل طلب کرلے۔

(یہ اشتہار بلا تاریخ و بغیر نام مطبع ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ کا ہے)

---

(۳۹)

اعلان[1]

ہم نے سرمہ چشم آریہ میں چہل روزہ اشتہار[2] بھی جاری کر کے دیکھ لیا۔ کسی ہندو

---

[1] یہ ایک اعلان ہے جو "شحنہ حق" مطبوعہ بار دوم کے صفحہ ۳۶ سطر ۹ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے عنوان پر لفظ اعلان نہیں لکھا۔ البتہ کتاب مذکور کے صفحہ ۳۷ سطر ۱۶ میں اس کو اعلان فرمایا ہے۔ اس لئے عنوان اس کا یہاں "اعلان" لکھ دیا ہے اور یہ عنوان مرتب اشتہارات کی طرف سے ہے۔ (مرتب)

[2] دیکھئے اشتہار ۳۲۔ (مرتب)

نے کان تک نہیں ہلایا۔خیال کرنا چاہیئے کہ جو شخص تمام دنیا میں اپنے الہامی دعوے کے اشتہار بھیج کر سب قسم کے مخالفوں کو آزمایش کے لئے بُلاتا ہے۔ اس کی یہ جرأت اور شجاعت کسی ایسی بناء پر ہو سکتی ہے جو نرا فریب ہے۔ کیا جس کی دعوت اسلام و دعویٰ الہام کے خطوں نے امریکہ٭ اور یُورپ کے دُور دُور ملکوں تک ہلچل مچا دی ہے۔ کیا ایسی استقامت کی بنیاد صرف لاف وگزاف کا خس وخاشاک ہے۔ کیا تمام جہاں کے مقابل پر ایسا دعویٰ وہ مکار بھی کر سکتا ہے کہ جو اپنے دل میں جانتا ہے کہ میں جھوٹا ہوں اور خدا میرے ساتھ نہیں۔ افسوس آریوں کی عقل کو تعصب نے لے لیا۔ بُغض اور کینہ کے غبار سے ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اَب اس روشنی کے زمانہ میں وید کو خدا کا کلام بنانا چاہتے ہیں، نہیں جانتے کہ اندر اور اگنی کا مدت سے زمانہ گذر گیا کہ کوئی کتاب بغیر خدائی نشانوں کے خدا تعالیٰ کا کلام کب بن سکتی ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہو تو ہر یک شخص اُٹھ کر کتاب بنادے اور اس کا نام خدا تعالیٰ کا کلام رکھ لیوے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا وہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ سو آؤ جس نے دیکھنا ہو، دیکھ لے۔ وُہ

٭ نوٹ:- امریکہ سے ابھی ہمارے نام ایک چِٹھی آئی ہے۔ جس کے مضمون کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ صاحب من! ایک تازہ پرچہ اخبار اسکاٹ صاحب ہمہ اوستی میں مَیں نے آپ کا خط پڑھا۔ جس میں آپ نے ان کو حق دکھلانے کی دعوت کی ہے۔ اس لئے مجھ کو اس تحریک کا شوق ہوا۔ میں نے مذہب بُدھ اور برہمن مت کی بابت بہت کچھ پڑھا ہے اور کسی قدر تعلیمات زردشت و کنفیوشنز کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ لیکن محمدؐ صاحب کی بابت بہت کم۔ میں راہ راست کی نسبت ایسا مذبذب رہا ہوں۔ اور اب بھی ہوں کہ گو میں عیسائی گروہ کے ایک گرجا کا امام ہوں۔ مگر سوائے معمولی اور اخلاقی نصیحتوں کے اور کچھ سکھلانے کے قابل نہیں۔ غرض میں سچ کا متلاشی ہوں اور آپ سے اخلاص رکھتا ہوں۔

آپ کا خادم الگسانڈر آدوب۔ پتہ ۳۰۲۱۔ اسٹریٹ رذنو سینٹ لوئس سوری اضلاع متحدہ امریکہ۔

قرآن شریف ہے جس کی صدہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اس کے ظلّی طور پر الہام پاتے ہیں اور تادم مرگ رحمت اور برکت ان کی شامل ہوتی ہے۔ سو یہ خاکسار اسی آفتاب حقیقت سے فیض یافتہ اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے۔ اب یہ ہندو روشن چشم جو اس الٰہی کاروبار کا نام فریب رکھ رہا ہے۔ اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ ہر چند اب ہمیں فرصت نہیں کہ بالمواجہ آزمایش کے لئے ہر روز نئے نئے اشتہار جاری کریں اور خود رسالہ سراج منیر نے ان متفرق کارروائیوں سے ہمیں مستغنی کر دیا ہے۔ لیکن چونکہ اس دزد منش کی روبہ بازیوں کا تدارک ازبس ضروری ہے جو مدت سے برقع میں اپنا منہ چھپا کر کبھی اپنے اشتہاروں میں ہمیں گالیاں دیتا ہے۔ کبھی ہم پر تہمتیں لگاتا ہے اور فریبوں کی طرف نسبت دیتا ہے۔ اور کبھی ہمیں مفلس بے زر قرار دے کر یہ کہتا ہے کہ کس کے پاس مقابلہ کے لئے جاویں۔ وہ تو کچھ بھی جائداد نہیں رکھتا۔ ہمیں کیا دے گا۔ کبھی ہمیں **قتل کرنے** کی دھمکی دیتا ہے۔ اور اپنے اشتہاروں میں ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء سے تین برس تک ہماری زندگی کا خاتمہ بتلاتا ہے۔ ایسا ہی ایک بیرنگ خط میں بھی جو کسی انجان کے ہاتھ سے لکھایا گیا ہے جان سے مار دینے کے لئے ہمیں ڈراتا ہے۔ لہٰذا ہم بعد اس دعا کے کہ **یا الٰہی تو اس کا اور ہمارا فیصلہ کر**۔ اس کے نام یہ **اعلان** جاری کرتے ہیں اور خاص اسی کو اس آزمایش کے لئے بلاتے ہیں کہ اب برقع سے منہ نکال کر ہمارے سامنے آوے اور اپنا نام و نشان بتلاوے۔ اور پہلے چند اخباروں میں شرائط متذکرہ ذیل پر اپنا آزمایش کے لئے ہمارے پاس آنا شائع کرکے۔ اور پھر بعد تحریری قرارداد **چالیس** دن تک امتحان کے لئے ہماری صحبت میں رہے۔ اگر اس مدت تک کوئی ایسی الہامی پیشگوئی ظہور میں آگئی جس کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ جائے تو اسی جگہ اپنی **لمبی چوٹی** کٹا کر اور رشتہ بے سود **زنار** کو توڑ کر اس پاک جماعت میں داخل ہو جائے جو لا الٰہ الا اللّٰہ کی توحید سے اور محمد رسول اللّٰہ کی کامل رہبری سے گم گشتگان

بادیہ شرک و بدعت کو صراط مستقیم کی شاہراہ پہ لاتے جاتے ہیں۔ پھر دیکھے کہ بے انتہا قدرتوں اور طاقتوں کے مالک نے کیسے ایک دم میں اندرونی آلائشوں سے اسے صاف کر دیا ہے اور کیونکر نجاست کا بھرا ہوا لتہ ایک صاف اور پاک پیرایہ کی صورت میں آ گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی پیشگوئی اس چالیس دن کے عرصہ میں ظہور میں نہ آئے تو چالیس دن کے ہرجانہ میں سو روپیہ یا جس قدر کوئی ماہواری تنخواہ سرکار انگریزی میں پا چکا ہو اس کا دو چند ہم سے لے لے اور پھر ایک وجہ معقول کے ساتھ تمام جہاں میں ہماری نسبت منادی کرادے۔ کہ آزمائش کے بعد میں نے اس کو فریبی اور جھوٹا پایا۔ **یکم اپریل ۱۸۸۶ء سے اخیر مئی ۱۸۸۶ء تک** اسے مہلت ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ اس کے اطمینان کے لئے روپیہ کسی برہمو صاحب کے پاس رکھا جائے گا جو دونو فریق کے لئے بطور ثالث ہیں۔ اور وہ برہمو صاحب ہمارے جھوٹا نکلنے کی حالت میں خود اپنے اختیار سے جو پہلے بذریعہ تحریر خاص ان کو دیا جائے گا اس آریہ فتحیاب کے حوالہ کر دیں گے۔ اور اگر اب بھی روپیہ لینے میں دھڑکا ہو تو اس عمدہ تدبیر پر کہ خود آریہ صاحب سوچیں، عمل کیا جائے گا۔ مگر روپیہ بہرصورت ایک معزز برہمو صاحب (ثالث) کے ہاتھ میں رہے گا۔ لہذا ہم تاکیداً اس آریہ صاحب کو جس نے ہمارا نام فریبی رکھا۔ الہامات ربانی کو سراسر فریب قرار دیا۔ پورانے وحشی آریوں کی طرح ہمیں گندی گالیاں دیں۔ **جان سے مارنے کی دھمکیاں سنائیں** باآواز بلند ہدایت کرتے ہیں کہ ہماری نسبت تو اس نے دشنام دہی میں جہاں تک گند اس کی سرشت میں بھرا ہوا تھا۔ سب نکالا۔ لیکن اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب امتحان کیلئے بپابندی شرائط متذکرہ بالا سیدھا ہمارے سامنے آجائے۔ تاہم بھی دیکھ لیں کہ اس زشتہ نوشتہ زبان کی شکل کیسی ہے اور اگر اخیر مئی ۸۶ء تک مقابل پر نہ آیا۔ اور نہ اپنی مادری خصلت سے باز رہا۔ تو دیکھو میں بعد شاہد حقیقی کے زمین و آسمان اور تمام ناظرین اس رسالہ کو گواہ رکھ کر ایسے یاوہ گو اور جنگ جو کو مندرجہ ذیل انعام جو فی الحقیقت نیش زنی اور

ظالم منشی کی حالت میں اسی کے لائق ہے۔ دیتا ہوں تا میں دیکھوں کہ اب وہ سوراخ سے نکل کر باہر آتا ہے یا اس نیچے لکھے ہوئے انعام کو بھی نگل جاتا ہے۔ اور وہ انعام بحالت اس کے نہ آنے اور بھاگ جانے کے یہ ہے:۔

(۱) ایک لعنت ————————
(۲) دو لعنت ————————
(۳) تین لعنت ————————
(۴) چار لعنت ————————
(۵) پانچ لعنت ————————
(۶) چھ لعنت ————————
(۷) سات لعنت ————————
(۸) آٹھ لعنت ————————
(۹) نو لعنت ————————
(۱۰) دس لعنت ————————

تلک عشرۃ کاملۃ

(منقول از شحنہ حق مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار دوم صفحہ ۳۶ تا ۳۹)

(۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است   کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا

آیا حق اور بھاگ گیا باطل تحقیق باطل ہے بھاگنے والا

خوشخبری

اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولّد کے لئے مَیں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ کس قدر بزرگ پیشگوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ آریہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے جس کا وقت بتلایا جائے سو اب یہ پیشگوئی انہیں منظور کرنی پڑی۔ کیونکہ اس پیشگوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ ضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ حمل بھی کچھ دُور نہیں۔ بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینہ پہلے رُوح القدس سے قوت پاکر مفصّل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنے یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی

ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے کیونکہ کسی الہام کے وہ معنے ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے۔ اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پا کر اس کے معنے کرتا ہے۔ پس جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شایع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھی بھیجدیئے۔ تو الہامی عبارت کے وہ معنے قبول نہ کرنا جو خود ایک مخفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور مخالفین تک پہنچا دیئے گئے کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقیدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عند العقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیئے کہ مصنف جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعویٰ کر لیتا ہے تو وہ اپنے اس الہام اور اس تشریح کا آپ ذمہ وار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بیجا دینا ایسا ہے جیسے کوئی کسی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنے نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیشگوئی کی نسبت کیا دعویٰ کیا تھا اور پھر وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۷ اگست ۱۸۸۷ء مؤلف

وکٹوریہ پریس لاہور کابلی دروازہ

(یہ اشتہار $\frac{20\times26}{8}$ کے دو صفحات پر ہے)

(۴۱)

اعلان

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت　　اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور　　ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

قادیان کے آریوں کا دھرم پرکھنے کے لئے اگر کسی کو زیادہ فرصت نہ ہو تو ہمارے اسی اشتہار کے ذریعہ سے ساری کیفیت ان کی معلوم ہو سکتی ہے کہ کہاں تک وہ ایسی سچائی کے قبول کرنے کے لئے مستعد ہیں جس کا اقرار کرنے سے وہ کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس سال اس عاجز نے قادیان کے ہندوؤں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہؔ کر کے بعض الہامی پیشین گوئیوں کے بتلانے کا وعدہ کیا تھا۔ انہیں دنوں میں یہ پیشگوئی جو اس اشتہار کے اخیر میں درج ہے بخوبی ان کو سنا کر اور قلمبند کر کے ان میں سے چار آدمیوں کے دستخط اس پر کرا دیئے تھے اور پیشگوئی کے ظہور کی میعاد اکتیس ماہ تک تھی۔ اب جو فروری ۱۸۸۸ء کا مہینہ آیا جو حساب کے رو سے اکتیسواں مہینہ تھا تو ان بھلے مانسوں کے ذہن تنگ تعصب نے انہیں اس قدر صبر کرنے نہ دیا کہ مہینہ کے اخیر تک انتظار کرتے۔ بلکہ ابھی وہ آخری مہینہ چڑھا ہی تھا کہ انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ یعنے اب کیا ہے صرف چند روز باقی ہیں۔ لیکن اس قادر کی قدرت دیکھئے کہ کیسے اخیر پر اس نے ان کو الٹا کر مارا۔ اور کیسے ذلیل اور رسوا کیا کہ ابھی پندرہ دن اکتیسویں مہینے کے پورے ہونے میں باقی تھے کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ افسوس یہ دل کے اندھے نہیں دیکھتے کہ ہر ایک پیشگوئی ہمارا خدا تعالیٰ کیسی پوری کرتا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی کچھ پروا ہی نہیں؟

ؔ یہ معاہدہ جلد ہذا کے صفحہ ۹۵ پر درج ہے (مرتب)

اب جاننا چاہیئے کہ وہ پیشگوئی جس کی اکتیس ماہ کی میعاد اور جس پر ہندوؤں کی گواہیاں ثبت کرائی گئی تھیں۔ وہ ہمارے "چچازاد بھائی مرزا امام الدین و نظام الدین کے اہل و عیال کی نسبت تھی اور خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے الہام کے اس عاجز پر یہ ظاہر کیا تھا کہ مرزا امام الدین و نظام الدین کے عیال میں سے اکتیسویں ماہ کے پورے ہونے تک کوئی شخص فوت ہوجائیگا چنانچہ عین اکتیسویں مہینہ کے درمیان مرزا نظام الدین کی دختر یعنی مرزا امام الدین کی بھتیجی بعمر پچیس سال ایک بہت چھوٹا بچہ چھوڑ کر فوت ہو گئی۔ اور آریوں کا شور و غوغا وہیں سرد ہو گیا یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں کہ وہ ہمیشہ سچ کی حمایت کرتا ہے اور صادق کی پناہ ہوتا ہے۔ اب ہم اس جگہ الہامی پیشگوئی کی وہ عبارت لکھ دیتے ہیں جس پر قادیان کے ہندوؤں کے دستخط ہیں اور وہ یہ ہے:۔

مرزا امام الدین و نظام الدین کی نسبت مجھے الہام ہوا ہے کہ اکتیس ماہ تک ان پر ایک سخت مصیبت پڑے گی یعنے ان کے اہل و عیال و اولاد میں سے کسی مرد یا کسی عورت کا انتقال ہوجائے گا جس سے ان کو سخت تکلیف اور تفرقہ پہنچے گا۔ آج ہی کی تاریخ کے حساب سے جو تیئیس ساون سمت ۱۹۴۲ مطابق ۵۔ اگست ۱۸۸۵ء ہے یہ واقعہ ظہور میں آئے گا۔

مرقوم ۵ اگست ۱۸۸۵ء

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
پنڈت بھارا مل ساکن قادیان بقلم خود	پنڈت بیجناتھ بقلم خود	بشنداس برہمن بقلم خود

گواہ شد

بشنداس کھتری بقلم خود

بالآخر ہم امرتسر اور لاہور کے نامی آریہ صاحبوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں۔ کہ ان بھلے مانسوں سے دریافت تو کریں کہ ہمارا یہ بیان سچ ہے یا نہیں؟ اور اگر سچ ہے تو پھر اسلام کی سچائی اور برکت سے انکار کرنا ہٹ دھرمی میں داخل ہے یا یہ بھی وید کی ہدایت

کے رُو سے دھرم کی ہی بات ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المعلن

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۲۰ مارچ ۱۸۸۸ء

(مطبوعہ ریاض ہند امرتسر پنجاب)

(یہ اشتہار تقطیع کلاں کے ایک صفحہ ۲۰×۲۶/۴ پر ہے)

---

(۴۴)

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

اعلان ؎

۱۸ مئی ۱۸۸۸ء روز جمعہ میں ایک صاحب فتح مسیح نام عیسائی واعظ نے بمقام بٹالہ اس عاجز کے مکان نشست گاہ پر آکر ایک عام جلسہ میں جس میں پچاس سے کچھ زیادہ آدمی مسلمان اور ہندو بھی تھے مجھ سے مخاطب ہو کر یہ دعویٰ کیا کہ جیسے آپ اس بات کے مدعی ہیں کہ میری اکثر دعائیں جناب الٰہی میں بپایۂ قبولیت پہونچ کر ان کی قبولیت سے پیش از وقوع مجھ کو اللہ جلشانہٗ بذریعہ اپنے الہام خاص کے اطلاع دے دیتا ہے اور غیب کی باتوں پر مجھے مطلع کرتا ہے یہی مرتبہ ملہم ہونے کا مجھ کو بھی حاصل ہے اور خدا تعالےٰ مجھ سے بھی ہمکلام ہو کر اور میری دعائیں قبول کر کے پیش از ظہور مجھ کو اطلاع دے دیتا ہے۔ اس لئے میں آپ سے آپ کی پیشگوئیوں میں مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس قدر اور جس طور کی پیشگوئیں عام جلسہ میں آپ تحریر کر کے پیش کریں گے۔ اسی قسم کی پیشگوئیاں اپنی طرف سے میں بھی پیش کروں گا اور

؎ یہ اعلان ضمیمہ اخبار ریاض ہند مطبوعہ ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲ پر ہے (المرتب)

فریقین کی پیشگوئیاں اخبار نور افشاں میں چھپوا دُوں گا ۔

چنانچہ میاں فتح مسیح نے یہ دعویٰ کر کے بالمقابل پیشگوئیوں کے پیش کرنے کے لئے ۱۴ مئی ۱۸۸۸ء روز دوشنبہ دن مقرر کیا اور وعدہ کیا کہ تاریخ اور روز مقررہ پر ضرور حاضر ہو کر بمقابل تمہارے یعنی اس عاجز کے الہامی پیشگوئیاں پیش کروں گا۔ اب چونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ عیسائی کلیسیا برکت اور قبولیت اور ایمانداری کے پھلوں سے بالکل خالی ہے اور سارا گذارہ لاف وگزاف اور یاوہ گوئی پر ہے اور تمام برکتیں اسلام سے ہی خاص ہیں اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس لاف وگزاف کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے اور نیز یہ بات پبلک کو دکھانے کے لئے کہ کہاں تک عیسائیوں میں دروغ گوئی اور بے باکی نے رواج پکڑ لیا ہے، اسے بالمقابل کرامت نمائی کے لئے اجازت دی جائے ؎ تا سیہ رُوئے شود ہر کہ در و غش شود۔

سو آج ہماری طرف سے بھی اس قسم کا مناظرہ قبول ہو کر عام اطلاع کے لئے یہ اعلان جاری کیا جاتا ہے کہ ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو پیر کے روز میاں فتح مسیح عیسائی روح القدس کا فیض دکھلانے اور الہامی پیشگوئیاں بالمقابل بتلانے کے لئے ہمارے مکان پر جو نبی بخش ذیلدار کا طویلہ ہے آئیں گے جیسا کہ انہوں نے قریباً پچاس آدمی کے روبرو یہ وعدہ کر لیا ہے ۔ پہلے ہم الہامی پیشگوئیاں بقید تاریخ پیش کریں گے اور پھر اس کے مقابل پر ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسی ہی الہامی پیشگوئیاں وہ بھی پیش کریں۔ پس جو صاحب اس جلسہ کو دیکھنا چاہتے ہوں انہیں اختیار ہے کہ دس بجے تک بروز پیر ہمارے مکان پر بٹالہ میں حاضر ہو جاویں۔ پھر اگر میاں فتح مسیح بمطابق اپنے وعدہ کے پیر کے دن آ موجود ہوئے ہوں اور روح القدس کی الہامی طاقت جو اٹھارہ سو برس سے عیسائی جماعت سے بوجہ گمراہی ان کی کے گم ہو چکی ہے تازہ طور پر دکھلائیں اور اُن پیشگوئیوں کی سچائی اپنے وقت میں ظہور میں آجائے تو بلاشبہ عیسائیوں کو اپنے مذہب کی صداقت پر ایک حجت ہوگی کیونکہ ایسے عظیم الشان میدان مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ان کی حمایت کی اور مسلمانوں کی نہ کی۔ اور ان کو فتح دی اور مسلمانوں کو نہ دی لیکن

اگر ہماری پیشگوئیاں سچی نکلیں اور اس میدان میں دشمن کو شکست اور ہم کو فتح ہوئی تو اس سے صاف ثابت ہو جائے گا کہ خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اور اگر میاں فتح مسیح تاریخ مقررہ پر نہ آئے اور اس مقابلہ سے ڈر کر بھاگ گئے تو جو کاذبوں کی نسبت کہا جاتا ہے ان سب الفاظ کے وہ مستحق ٹھہریں گے اور تاریخ مقررہ پہ حاضر ہونے والے عیسائی چلن سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے اور نیز یہ گریز ان کی حقیقت فتح اسلام متصور ہو گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المعلن خاکسار غلام احمد از بٹالہ طویلہ نبی بخش ذیلدار۔ ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء

بروز جمعہ (مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

(۴۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

اکیس ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے جلسہ مذہبی کی کیفیت اور پادری وایٹ بریخٹ صاحب پر

اتمام حجت

جن صاحبوں نے ہمارا اعلان مجریہ ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء دیکھا ہے۔ انہیں معلوم ہو گا کہ میاں فتح مسیح عیسائی واعظ نے دعویٰ کیا تھا کہ مجھے بھی الہام ہوتا ہے اور میں بھی پیش از وقوع الہامی پیشگوئیاں بالمقابل بتلا سکتا ہوں چنانچہ اس دعویٰ کے پرکھنے کے لئے ۱۲ مئی ۱۸۸۸ء کو بروز شنبہ اس عاجز کے مکان فرودگاہ پر ایک بھارا جلسہ ہوا۔ اور بہت سے مسلمان اور ہندو معزز اور رئیس شہر کے رونق افروز جلسہ ہوئے اور سب کو اس بات کے دیکھنے کا شوق تھا کہ کونسی پیشگوئیاں

بالمقابل پیش کی جاتی ہیں۔ آخر ورسل بجے کے بعد میاں فتح مسیح معہ چند دوسرے عیسائیوں کے جلسہ میں تشریف لائے اور بجائے اس کے کہ پیشگوئیاں پیش کرتے اور اور باتیں کہ جو سراسر واہیات اور خارج از مقصد تھیں شروع کردیں۔ آخر حاضرین میں سے ایک معزز ہندو صاحب نے انہیں کہا کہ یہ جلسہ صرف بالمقابل پیشگوئیاں کے پیش کرنے کے لئے انعقاد پایا ہے اور یہی آپ کا قرار بھی ہے اور اسی شوق سے سب لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ سو اس وقت الہامی پیشگوئیاں پیش کرنی چاہئیں۔ اس کے جواب میں میاں فتح مسیح نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری طرف سے دعویٰ الہام نہیں ہے اور جو کچھ میرے مُنہ سے نکلا تھا میں نے یُوں ہی فریق ثانی کے دعوے کے مقابل پر ایک دعویٰ کر دیا تھا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اُن کا جھوٹا دعوےٰ ہے سو ایسا ہی میں نے بھی ایک دعوےٰ کر دیا۔ اس پر بہت لوگوں نے انہیں ملزم کیا کہ یہ دروغگوئی نیک چلنی کے برخلاف تم سے وقوع میں آئی۔ اگر تم فی الحقیقت ملہم نہیں تھے تو پھر خلاف واقعہ ملہم ہونے کا کیوں دعوےٰ کیا۔ غرض حاضرین کی طرف سے میاں فتح مسیح کو اس کی دروغگوئی پر سخت عتاب ہو کر جلسہ برخواست ہوا۔ اور دیسی عیسائیوں کے چلن کا نمونہ عام لوگوں پر کھل گیا اور ہمیں سخت افسوس ہوا کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو سچائی اور دیانت کی کچھ بھی پروا نہیں کیوں اپنا وقت بیہودہ ضائع کیا۔ اگر کوئی معزز یوروپین عیسائی ہوتا تو البتہ ایسے ناشائستہ دروغ اور قابل ندامت جھوٹ سے پرہیز کرتا۔

اب اس اشتہار کے جاری کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی معزز یوروپین عیسائی صاحب ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں تو انہیں بصد رغبت ہماری طرف سے اجازت ہے کہ بمقام بٹالہ جہاں آخر رمضان تک انشاء اللہ ہم رہیں گے۔ کوئی جلسہ مقرر کر کے ہمارے مقابل پر اپنی الہامی پیشگوئیاں پیش کریں بشرطیکہ فتح مسیح کی طرح اپنی دروغگوئی کا اقرار کر کے میدان مقابلہ سے بھاگنا نہ چاہیں۔ اور نیز اس اشتہار میں پادری وائٹ بریخٹ صاحب کہ جو اس علاقہ کے ایک معزز یوروپین پادری ہیں ہمارے بالتخصیص مخاطب ہیں۔ اور ہم پادری صاحب کو یہ

بھی اجازت دیتے ہیں کہ اگر وہ صاف طور پر جلسہ عام میں اقرار کر دیں کہ یہ الہامی طاقت عیسائی گروہ سے مسلوب ہے تو ہم ان سے کوئی پیشگوئی بالمقابل طلب نہیں کریں گے بلکہ حسب درخواست ان کی ایک جلسہ مقرر کر کے فقط اپنی طرف سے ایسی الہامی پیشگوئیاں پیش از وقوع پیش کریں گے جن کی نسبت ان کو کسی طور کا شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ اور اگر ہماری طرف سے اس جلسہ میں کوئی ایسی قطعی ویقینی پیشگوئی پیش نہ ہوئی کہ جو عام ہندوؤں اور مسلمانوں اور عیسائیوں کی نظر میں انسانی طاقتوں سے بالاتر متصور ہو تو ہم اسی جلسہ میں دو سو روپیہ نقد پادری صاحب موصوف کو بطور ہرجانہ یا تاوان تکلیف دہی کے دے دیں گے۔ چاہیں تو وہ دو سو روپیہ کسی معزز ہندو صاحب کے پاس پہلے ہی جمع کرا کر اپنی تسلی کرا لیں۔ لیکن اگر پادری صاحب نے خود تسلیم کر لیا کہ حقیقت میں یہ پیشگوئی انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے تو پھر ان پر واجب و لازم ہوگا کہ اس کا جھوٹ یا سچ پرکھنے کے لئے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اخبار نور افشاں میں جو ان کی مذہبی اخبار ہے اس پیشگوئی کو درج کرا کر ساتھ اس کے اپنا اقرار بھی چھپوائیں کہ میں نے اس پیشگوئی کو من کل الوجوہ گو انسانی طاقتوں سے بالاتر قبول کر لیا اسی وجہ سے تسلیم کر لیا ہے کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہے تو بلاشبہ قبولیت اور محبوبیت الٰہی کے چشمہ سے نکلی ہے۔ نہ کسی اور گندے چشمہ سے جو اٹکل و اندازہ وغیرہ ہے اور اگر بالآخر اس پیشگوئی کا مضمون صحیح اور سچ نکلا تو میں بلاتوقف مسلمان ہو جاؤں گا۔ کیونکہ جو پیشگوئی محبوبیت کے چشمہ سے نکلی ہے وہ اسی دین کی سچائی کو ثابت کرنے والی ہے جس دین کی پیروی کا یہ مرتبہ محبوبیت کا ملتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ محبوبیت کو نجات یافتہ ہونا ایک امر لازمی ہے۔

اور اگر پیشگوئی کا مضمون صحیح نہ نکلا یعنے بالآخر جھوٹی نکلے تو وہ دو سو روپیہ جو جمع کرایا گیا ہے پادری صاحب کو دیا جائے گا لیکن اگر روز انعقاد جلسہ سے ایک ہفتہ تک پادری صاحب نے مضمون پیشگوئی معہ اپنے اقرار مشرف اسلام ہونے کے جس پر بہ تعداد بیس معزز مسلمانوں اور ہندوؤں کی گواہی ثبت ہوگی اخبار نور افشاں میں درج نہ کرایا یا پہلے ہی سے ایسے جلسہ میں

آپ نے پہلو تہی کیا تو بیشک کو سمجھ لینا چاہیئے کہ پادری صاحبوں کو حق کی اطاعت منظور نہیں بلکہ صرف تنخواہ پانے کا حق ادا کر رہے ہیں۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ اگر پادری صاحب بعد وصول اس اشتہار کے پابندی ان شرائط کے اپنے نفس پر قبول کر لیں تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ ہمارے مکان پر ہی آویں بلکہ ہم خود ان کے مکان پر اس شرط سے جا سکتے ہیں کہ دو معزز عہدہ دار سرکاری بھی یعنی ایک تھانیدار اور ایک تحصیلدار اس جگہ حاضر ہوں جن کا اس جگہ پہلے سے بُلا لینا پادری صاحب کے ہی ذمہ ہوگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از بٹالہ ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء

(شمس الہند گورداسپور)

(یہ اشتہار کلاں ۲۱ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۴۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلان

پادری وائٹ بریخت صاحب پر اتمام حجت اور میاں فتح مسیح کی دروغگوئی کی کیفیت

ہم اپنے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء میں جو مطبع شمس الہند گورداسپورہ میں چھپا تھا اس بات کو بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ میاں فتح مسیح واعظ عیسائی نے مُلہم ہونے کا جھوٹا دعوےٰ کر کے پھر ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے جلسہ میں تمام حاضرین کے روبرو جن میں معزز ہندو اور بٹالہ کے

آریہ بھی تھے اپنی دروغگوئی کا صاف اقرار کر دیا اور بالمقابل الہامی پیشگوئیوں کے پیش کرنے سے بھاگ گیا مگر افسوس کہ اسی عیسائی صاحب نے ۱۳ر مئی ۱۸۹۳ء کے نور افشاں میں اپنی دروغگوئی کے چھپانے کے لئے یہ ظاہر کیا ہے کہ میں نے الہام کا دعوے نہیں کیا تھا مقام تعجب ہے کہ ان دیسی عیسائیوں کو جھوٹ بولنے سے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ اگر آپ نے ملہم ہونے کا دعوے نہیں کیا تھا تو پھر کیوں ۲۱ر مئی ۱۸۹۳ء کے جلسہ میں رائے بشمبر داس صاحب رئیس بٹالہ اور بابو گوردت سنگھ صاحب مختار عدالت نے آپ کو ملامت کی کہ ایسا جھوٹ کیوں بولا اور کیوں ناحق لوگوں کو تکلیف دی اور کیوں منشی محمد بخش صاحب مختار عدالت نے اُسی جلسہ میں شہادتاً بیان کیا کہ فتح مسیح انکار دعوے الہام میں بالکل جھوٹا ہے۔ اس نے میرے روبرو ایک مجمع کثیر میں اپنے ملہم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بھلا یہ بھی جانے دو۔ خود پادری وائٹ بریخٹ سے حلفاً دریافت کیا جائے کہ کیا ۱۸ر مئی ۱۸۸۸ء میں فتح مسیح نے پادری صاحب کے نام یہ چٹھی نہیں لکھی تھی کہ میں نے بالمقابل الہامی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

اب انصافاً سوچنا چاہیئے کہ جس شخص کے مادہ میں اس قدر جھوٹ بھرا ہوا ہے کہ وہ اس منصب کے لائق ہے کہ عیسائی کلیسیا کی طرف سے دوسروں کے لئے واعظ ٹھہرے۔ پادری وائٹ بریخٹ صاحب اس شخص کی دروغگوئی کو خوب جانتے ہیں اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اپنے اشتہار ۲۰ر مئی ۱۸۸۸ء میں صاف لکھ دیا کہ آیندہ ہم ایسے ایسے دروغگویوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ ہاں اگر پادری وائٹ بریخٹ صاف طور پر جلسہ عام میں اقرار کر دیں کہ الہامی طاقت عیسائی گروہ سے مسلوب ہے اور پھر ہم سے کوئی الہامی پیشگوئی پیش از وقوع طلب کرنا چاہیں تو ہم بدیں شرط جلسہ عام میں پیش کریں گے کہ اگر ہماری پیشگوئی پیش کردہ بنظر حاضرین جلسہ صرف اٹکل اور اندازہ ہو انسانی طاقتوں سے بالاتر نہ ہو یا بالآخر جھوٹی نکلے تو دوسو روپیہ ہرجانہ پادری صاحب کو دیا جائے گا ورنہ بصورت دیگر پادری صاحب کو مسلمان ہونا پڑے گا لیکن پادری صاحب نے ایسے جلسہ میں آنا قبول نہ کیا

اور صاف گریز کر گئے اور کوہ شملہ پر چلے گئے۔ حالانکہ ہم انہیں کے لئے ایک ماہ تک برابر بٹالہ میں
ٹھہرے۔ غرض انہوں نے تو ہمارے مقابل پر دم بھی نہ مارا۔ لیکن اُسے میاں فتح مسیح نے ۲۴ مئی
۱۸۸۸ء کے اخبار نور افشاں میں چھپوا دیا ہے کہ ہم اس طور پر تحقیق الہامات کے لئے جلسہ کر سکتے
ہیں کہ ایک جلسہ منعقد ہو کر چار سوال بند کاغذ میں حاضرین جلسہ میں سے کسی کے ہاتھ میں دیدیں گے
وہ ہمیں الہاماً بتلائے جائیں۔ اس کے جواب میں اوّل تو یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ ہم اپنے
اشتہار ۳۰ مئی ۱۸۸۸ء میں لکھ چکے ہیں۔ فتح مسیح جس کی طینت میں دروغ ہی دروغ ہے۔ ہرگز
مخاطب ہونے کے لائق نہیں۔ اور اس کو مخاطب بنانا اور اس کے مقابل پر جلسہ کرنا ہر ایک
راستباز کے لئے عار و ننگ ہے۔ ہاں اگر پادری وائٹ بریخٹ صاحب ایسی درخواست کریں
کہ جو نور افشاں ۷ جون ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۶ میں درج ہے تو ہمیں بسر و چشم منظور ہے۔ ہمارے
ساتھ وہ خدا ہے قادر و علیم ہے جس سے عیسائی لوگ ناواقف ہیں۔ وہ پوشیدہ بھیدوں کو جانتا
ہے اور ان کی مدد کرتا ہے جو اس کے خالص بندے ہیں۔ لیکن لہو و لعب کے طور پر اپنا نام
لینا پسند نہیں کرتا۔ پس اگر پادری وائٹ بریخٹ صاحب ایک عام جلسہ بٹالہ میں منعقد کر کے
اس جلسہ میں حلفاً اقرار کریں کہ اگر مضمون کسی بند لفافہ کا جو میری طرف سے پیش ہو، دس ہفتہ
تک مجھ کو بتلایا جاوے تو میں بلا توقف دین مسیحی سے بیزار ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور اگر
ایسا نہ کروں تو ہزار روپیہ جو پہلے سے کسی ثالث منظور کردہ کے پاس جمع کرا دوں گا بطور تاوان
انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخل کیا جاویگا۔ اس تحریری اقرار کے پیش ہونے کے اور نیز نور افشاں
میں چھپنے کے بعد اگر دس ہفتہ تک ہم نے لفافہ بند کا مضمون بتلا دیا تو ایفاء شرط کا پادری صاحب
پر لازم ہوگا ورنہ اُن کے روپیہ کی ضبطی ہوگی۔ اور اگر ہم بتلا نہ سکے تو ہم دعویٰ الہام سے دست بردار
ہو جائیں گے اور نیز جو سزا زیادہ سے زیادہ ہمارے لئے تجویز ہو وہ بخوشی خاطر اُٹھا لیں گے۔ فقط۔

المعلن
خاکسار غلام احمد قادیانی
۹ جون ۱۸۸۸ء

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحہ کا ہے)

(۴۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بالهمين برحمتك نستعين

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا	قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا	کوئی پا جائیگا عزت کوئی رُسوا ہوگا

اخبار نُور افشاں ۱۰؍ مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم کا ایک خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی میں ہی سیاہ کیا ہے۔ یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں۔ وہ دو یا تین بیویوں کا جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس فعل کو زنا اور حرامکاری خیال کرتے ہیں۔ کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک ایک بیوی سے ہمیشہ کے لئے جاری نہیں رہ سکتا بلکہ کسی نہ کسی جزو سلسلہ میں یہ دقت آپڑتی ہے کہ ایک جورو عقیمہ اور ناقابل اولاد نکلتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازدواج مکرر سے ہی قائم و دائم چلی آتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تک نوع انسان قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔ تحقیق سے ظاہر ہوگا اس مبارک اور مفید طریق نے انسان کی نسل کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اُجڑے ہوئے گھروں کو یک دفعہ آباد کر دیا ہے اور انسان کے تقویٰ کے لئے یہ فعل کیا زبردست ممد و معین ہے۔ خاوندوں کی حاجت براری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایک نقصان پایا جاتا ہے جیسے ایام حمل اور حیض نفاس میں، یہ طریق بابرکت تدارک اس نقصان کا کرتا ہے۔

اور جس حق کا مطالبہ مرد اپنی فطرت کے رُو سے کر سکتا ہے وہ اُسے بخشتا ہے۔ ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار مرد اور عورت کی کارروائی کا ہے بیکار اور معطل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مرد بدشکل ہو۔ تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کارروائی کی کل مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوت مردمی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رُو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے۔ اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کر سکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے۔ کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی ذمہ دار اور کاربرآر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ اس کے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کے لئے قائم رہتا ہے جو لوگ قوی الطاقت اور متقی اور پارسا طبع ہیں ان کے لئے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ بعض اسلام کے مخالف اپنے نفس امارہ کی پیروی سے سب کچھ کرتے ہیں مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں کیونکہ بوجہ اندرونی بے قیدی کے جو اُن میں پھیل رہی ہے ان کو اس پاک طریق کی کچھ پروا اور حاجت نہیں۔ اس مقام میں عیسائیوں پر سب سے بڑھ کر افسوس ہے کیونکہ وہ اپنے مسلّم الثبوت انبیاء کے حالات سے آنکھ بند کر کے مسلمانوں پر ناحق دانت پیسے جاتے ہیں۔ شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اقرار ہے کہ حضرت مسیحؑ کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل جڑ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرت ازدواج ہے۔ جس کی حضرت داؤد (مسیح کے باپ) نے دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کرنے کی مانند سمجھتے ہیں۔ اور اس پُرخبث کلمہ کا نتیجہ جو حضرت مریم صدیقہ کی طرف عائد ہوتا ہے اس سے ذرا پرہیز نہیں کرتے اور باوجود اس تمام بے ادبی کے دعویٰ محبت مسیح رکھتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ بائیبل کے رُو سے تعدد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا صاحب بھی

شامل ہیں۔ عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مُہر لگادی ہے۔ اے ناخدا ترس عیسائیو! اگر ملہم کے لئے ایک ہی جورو ہونا ضروری ہے تو پھر کیا تم داؤد جیسے راستباز نبی کو نبی اللہ نہیں مانو گے یا سلیمان جیسے مقبول الٰہی کو ملہم ہونے سے خارج کر دو گے۔ کیا بقول تمہارے یہ دائمی فعل ان انبیاء کا جن کے دلوں پر گویا ہر دم الہام الٰہی کی تار لگی ہوئی تھی اور ہر آن ناخوشنودی یا ناخوشنودی کی تفصیل کے بارے میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ احکام وارد ہو رہے تھے ایک دائمی گناہ نہیں ہے جس سے وہ اخیر عمر تک باز نہ آئے اور خدا اور اس کے حکموں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ وہ غیرت مند اور نہایت درجہ کا غیور خدا جس نے نافرمانی کی وجہ سے ثمود اور عاد کو ہلاک کیا۔ لوط کی قوم پر پتھر برسائے۔ فرعون کو معہ اس کی تمام شریر جماعت کے ہولناک طوفان میں غرق کر دیا۔ کیا اس کی شان اور غیرت کے لائق ہے کہ اس نے ابراہیم اور یعقوب اور موسٰی اور داؤد اور سلیمان اور دوسرے کئی انبیاء کو بہت سی بیویوں کے کرنے کی وجہ سے تمام عمر نافرمان پاکر اور پکے سرکش دیکھ کر پھر ان پر عذاب نازل نہ کیا بلکہ انہیں سے زیادہ تر دوستی اور محبت کی۔ کیا آپ کے خدا کو الہام اُتارنے کے لئے کوئی آدمی نہیں ملتا تھا یا بہت سی جوروان کرنے والے ہی اس کو پسند آ گئے ؟ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں نے بہت سی جوروان کر کے اور پھر رُوحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سب سے سبقت لے جا کر تمام دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دوست الٰہی بننے کے لئے یہ راہ نہیں کہ انسان دنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے۔ بلکہ ایمان میں قوی الطاقت وہ ہے کہ جو بیویوں اور لڑکوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اُٹھا کر پھر باوجود ان سب تعلقات کے بے تعلق ہو۔ خدا تعالیٰ کا بندہ محب اور محبوب ہونے کا جوڑ جوڑنا ایک تیسری چیز کے وجود کو چاہتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ایمانی رُوح جو مومن میں پیدا ہو کر نئے حواس اس کو بخشتی ہے۔ اسی رُوح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا کلام

* انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کے فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اُٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے۔ منہ

مومن سنتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے سچی اور دائمی پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے نئی زندگی کی خارق عادت طاقتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جو لوگ جوگی اور راہب اور سنیاسی کہلاتے ہیں یہ پاک رُوح اُن میں سے کس کو دی گئی ہے۔ کیا کسی پادری میں یہ پاک رُوح پائیوں کہو کہ رُوح القدس پائی جاتی ہے۔ ہم تمام دنیا کے پادریوں کو بُلاتے بُلاتے تھک بھی گئے۔ کسی نے آواز تک نہیں دی۔ نور افشاں میں بعض پادریوں نے چھپایا تھا کہ ہم ایک جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کریں گے۔ اس کا مضمون الہام کے ذریعہ سے ہمیں بتلایا جائے۔ لیکن جب ہماری طرف سے مسلمان ہونے کی شرط سے یہ درخواست[1] منظور ہوئی تو پھر پادریوں نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا۔ پادری لوگ مدت سے الہام پر مُہر لگائے بیٹھے تھے۔ اب جب مُہر ٹوٹی اور فیض روح القدس مسلمانوں پر ثابت ہوا تو پادریوں کے اعتقاد کی قلعی کھُل گئی۔ لہٰذا ضرور تھا کہ پادریوں کو ہمارے الہام سے دوہرا رنج ہوتا۔ ایک مُہر ٹوٹنے کا۔ دوسرے الہام کی نقل منگانے کا۔ سو نور افشاں کی سخت زبانی کا اصل موجب وہی رنج ہے جو زوال دق کی طرح لاعلاج ہے۔

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے۔ وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی، نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسُول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دُختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے

---

[1] دیکھو اشتہار ۱۸۸۵ء جلد ہذا (مرتب)

علاوہ الہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکار اور دروغگو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرا دی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپورہ میں جاری ہے۔ نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا۔ اس لئے مکتوب الیہ نے بتمامتر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیئے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا

اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء[1] میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت* ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنا دے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ کذّبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستہزءُون ۔ فسیکفیکہم اللّٰہ ویردّہا الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ۔ انّ ربّک فعّال لما یرید۔ انت معی وانا معک۔ عسٰی ان یبعثک ربّک مقامًا محمودًا۔ یعنے انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی یعنی گو اوّل میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے

---

* تین سال تک فوت ہونا روز نکاح کے حساب سے ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی واقعہ اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے بلکہ مکاشفات کی رو سے مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں نزدیک پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ منہ

[1] اصل اشتہار میں کاتب کی غلطی سے ۱۸۸۸ء لکھا گیا ہے۔ یہ دراصل ۱۸۸۶ء ہے۔ ہم نے نقل مطابق اصل کی ہے (المرتب)

ہماری طرف سے تحریف ہوگی۔

اس جگہ ایک اور اعتراض نور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کے لئے تاکید کی ✖ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا اور جن کے لئے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا اور یقین تھا کہ والد اس دختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا۔ اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گریز کی بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت رد و انکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں اور گو ہم شائع کرنے کے لئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے شدت غیظ و غضب میں آکر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ تک دس ہزار مرد و عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہوگئے ہوں گے اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفا نہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جابجا پڑھا گیا۔ اور عورتوں اور بچوں تک اس خط کے مضمون کی منادی کی گئی۔ اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بے جا افترا کرنا شروع کیا تو ہم پر فرض ہوگیا کہ اپنی قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا اور نیز یہ پیشگوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر کی ہے بلکہ مرزا امام الدین و نظام الدین اور اس جگہ کے تمام

✖ یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا۔ ہم کو بالطبع اس کی اشاعت سے کراہت تھی بلکہ ہمارا دل یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں مگر اس کے کمال اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے بھیجنے سے ظاہر کیا ہم نے سراسر سچی خیر خواہی اور نیک نیتی سے اس پر یہ امر سربستہ ظاہر کیا۔ پھر اس نے اور اس کے عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کی آپ شہرت دی۔ منہ •

آتھم اور نیز لیکھرام پشاوری اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے کہ ہم نے اسی کے متعلق مبسوط ایک پیشگوئی کی تھی یعنے یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔ اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ پیشگوئی اس پیشگوئی کا ایک شعبہ تھی یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور وہ اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی۔ اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھدار آدمی کے لئے یہ کافی ہے کہ پہلی پیشگوئی اس زمانہ کی ہے کہ جبکہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جبکہ یہ پیشگوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنے اس زمانہ میں جبکہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی تو اس پر نفسانی افترا کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

(اشتہار ۲۰×۲۶ کے آٹھ صفحوں پر ہے) (مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

---

(۴۶)

تتمہ اشتہار

دہم جولائی ۱۸۸۸ء

(۱) اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۶ سطر ۱۱ میں یہ الہام درج ہے فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ اس کی تفصیل غور توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر کہ اپنی بیدینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا اور انہیں انواع اقسام کے عذابوں میں مبتلا کر دیگا۔ اور وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسا

نہیں ہوگا جو اس عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا۔

۴۔ ایک مدت سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے ؏ اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت اُن میں باقی نہیں رہی۔ اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اُٹھا کر پھینک دے۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسُول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے، انہیں کے تقاضا سے، انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے، ظاہر فرمایا ہے تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کرسکتے۔ اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا ہمیں اس رشتہ٭ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔

؏ مرزا نظام الدین جو کنبے کے لوگوں سے نمبر اوّل کا مخالف ہے۔ ۵ اگست ۱۸۸۵ء کو اس کی نسبت صاف پیشگوئی کی گئی تھی کہ ۳۱ ماہ تک اُن کے اہل و عیال میں سے کوئی شخص بقضائے الٰہی فوت ہو جائیگا۔ یہ پیشگوئی عام طور پر شائع ہو گئی تھی یہاں تک کہ بعض قادیان کے آریوں کے اس پر دستخط بھی ہو گئے تھے لیکن جب یہ پیشگوئی کہ جو اشتہار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء میں مفصل درج ہے پُوری ہوئی تو نظام الدین کے دل پر اس کا ذرہ بھی اثر نہ پڑا۔ اور نہ اس قادر مطلق کی طرف توبہ اور استغفار سے رجوع کیا جو گناہوں کو معاف کرتا اور مصیبتوں کو دُور کرتا اور عاجز بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ منہ

٭ اُن کا اس رشتہ سے بشدت انکار بھی درحقیقت اسی اپنی رسم پرستی کی وجہ سے ہے کہ وہ اپنی کسی لڑکی کا اس کے کسی غیر حقیقی ماموں سے نکاح کرنا حرام قطعی سمجھتے ہیں۔ اور اگر سمجھایا جائے تو بیدھڑک کہدیتے ہیں کہ ہمیں اسلام اور قرآن سے کچھ غرض واسطہ نہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے نشان بھی انہیں ایسا دیا جس سے ان کے دین کے ساتھ ہی اصلاح ہو اور بدعت اور خلاف شرع رسم کی بیخکنی ہو جائے تا آئندہ اس قوم کے لئے ایسے رشتوں کے بارے میں کچھ تنگی اور حرج نہ رہے۔ منہ

سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام **محمود احمد** ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلا دے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کر دیوے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔

برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے دین ان کا درست ہوگا اور دنیا ان کی من کل الوجوہ صلاحیت پذیر ہو جائے گی اور وہ بلائیں جو عنقریب اترنے والی ہیں نہیں اتریں گی اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہٰذا میں درج ہے* والسلام علیٰ عباداللہ المؤمنین۔

خـــــاکـــــسـار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء

---

* قہری نشانوں میں سے کسی قدر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بھی درج ہے اور جنوری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیارپور ایک اور الہام عربی مرزا احمد بیگ کی نسبت ہوا تھا۔ جس کو ایک مجمع میں جس میں بابو الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ و مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی موجود تھے سنایا گیا تھا جس کی عبارت یہ ہے۔ رأیت ھٰذہ المرأۃ واثر البکاء علیٰ وجھہا فقلت أیتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبک والمصیبۃ نازلۃ علیک یموت ویبقیٰ منہ کلاب متعددۃ۔ منہ

(مطبع ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحوں پر ہے)

نوٹ: یہ اصل اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر علیحدہ شائع ہوا تھا اور اس کی نقل آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۸۱ لغایت صفحہ ۲۸۸ پر بھی درج ہے۔ (المرتب)

(۴۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

الحمد للّٰہ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷؍اگست ۱۸۸۷ء روز یکشنبہ میں پیدا ہوا تھا اور ۴؍نومبر ۱۸۸۸ء کو اسی روز یکشنبہ میں ہی اپنی عمر کے سولہویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا عجیب طور کا شور و غوغا خام خیال لوگوں میں اٹھا اور رنگا رنگ کی باتیں خویشوں وغیرہ نے کیں اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی رائیں ظاہر کی گئیں۔ مخالفین مذہب جن کا شیوہ بات بات میں خیانت و افترا ہے۔ انہوں نے اس بچے کی وفات پر انواع و اقسام کی افترا گھڑنی شروع کی۔ سو ہر چند ابتدا میں ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں اور نہ شائع کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تھا کہ کسی فہیم آدمی کی ٹھوکر کھانے کا موجب ہو سکے۔ لیکن جب یہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا۔ اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانوں کے دلوں پر بھی اس کا مضر اثر پڑتا ہوا نظر آیا تو ہم نے محض للہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا۔ اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات و اخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء و ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷؍اگست ۱۸۸۶ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

بعضوں نے اپنی طرف سے افترا٭ کر کے یہ بھی اپنے اشتہار میں لکھا کہ اس بچہ کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ بادشاہوں کی بیٹیاں بیاہنے والا ہوگا۔ لیکن ناظرین پر منکشف ہو کہ جن لوگوں نے یہ نکتہ چینی کی ہے۔ انہوں نے بڑا دھوکا کھایا ہے۔ یا دھوکا دینا چاہا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست ۱۸۸۶ء تک جو پسر متوفی کی وفات٭٭ کا مہینہ ہے جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں جن کا لیکھرام پشاوری نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے بلکہ ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۷ راگست ۱۸۸۶ء کا اشتہار کہ جو ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کی بنا پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولّد بشیر شائع کیا گیا تھا۔ صاف بتلا

٭ **حاشیہ**:- یہ مفتری لیکھرام پشاوری ہے جس نے تینوں اشتہار مندرجہ متن اپنے اثبات دعویٰ کی غرض سے اپنے اشتہار میں پیش کی ہیں اور سراسر خیانتوں سے کام لیا ہے مثلاً وہ اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کا ذکر کر کے اس کی یہ عبارت اپنے اشتہار میں لکھتا ہے کہ اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک مدت حمل تک تجاوز نہیں کر سکتا۔ لیکن اس عبارت کا اگلا فقرہ یعنی یہ فقرہ کہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اَور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس فقرہ کو اس نے عمداً نہیں لکھا۔ کیونکہ یہ اس کے مدعا کو مضر تھا اور اس کے خیالِ فاسد کو جڑ سے کاٹتا تھا۔ پھر دوسری خیانت یہ ہے کہ لیکھرام کے اس اشتہار سے پہلے ایک اوّل اشتہار آریوں کی طرف سے ہمارے تینوں اشتہارات مذکورہ بالا کے جواب میں مطبع چشمہ نور امرتسر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں انہوں نے صاف اقرار کیا ہے کہ ان تینوں اشتہارات کے دیکھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لڑکا جو پیدا ہوا یہ وہی مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اَور ہے۔ اس اقرار کا لیکھرام نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ اب ظاہر ہے کہ آریوں کا پہلا اشتہار لیکھرام کے اس اشتہار کی خود بیخکنی کرتا ہے۔ دیکھو ان کا وہ اشتہار جس کا عنوان حسب حال ان کے یہ ہے کہ ان اللہ لا یحب الماکرین۔ منہ

٭٭ یہ سہو کاتب ہے۔ صحیح بجائے "وفات" کے "پیدائش" ہے (مرتب)

رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے۔ تعجب کہ لیکھرام پشاوری نے جوش تعصب میں آکر اپنے اس اشتہار میں جو اس کی جبلی خصلت بدگوئی و بدزبانی سے بھرا ہوا ہے۔ اشتہارات مذکورہ کے حوالہ سے اعتراض تو کر دیا مگر آنکھیں کھول کر ان تینوں اشتہاروں کو پڑھ نہ لیا تا جلد بازی کی ندامت سے بچ جاتا نہایت افسوس ہے کہ ایسے دروغ باف لوگوں کو آریوں کے وہ پنڈت کیوں دروغگوئی سے منع نہیں کرتے جو بازاروں میں کھڑے ہو کر اپنا اصول یہ بتلاتے ہیں کہ جھوٹ کو چھوڑنا اور تیاگنا اور سچ کو ماننا اور قبول کرنا آریوں کا دھرم ہے۔ پس عجیب بات ہے کہ یہ دھرم قول کے ذریعہ سے تو ہمیشہ ظاہر کیا جاتا ہے مگر فعل کے وقت ایک مرتبہ بھی کام میں نہیں آتا۔ افسوس ہزار افسوس۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ ہر دو اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ راگست ۱۸۸۷ء مذکورہ بالا اس ذکر و حکایت سے بالکل خاموش ہیں کہ لڑکا پیدا ہونے والا کیسا اور کن صفات کا ہے۔ بلکہ یہ دونوں اشتہار صاف شہادت دیتے ہیں کہ ہنوز یہ امر الہام کی رو سے **غیر منفصل** اور غیر مصرح ہے * ہاں یہ تعریفیں جو اوپر گذر چکی ہیں ایک آنے والے لڑکے کی نسبت عام طور پر بغیر کسی تخصیص و تعیین کے اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں ضرور بیان کی گئی ہیں۔ لیکن

---

* **حاشیہ**:۔ عبارت اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء یہ ہے کہ ”ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا“ دیکھو اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء مطبع چشمہ فیض قادری بٹالہ۔ عبارت اشتہار ۷ راگست ۱۸۸۷ء یہ ہے۔ ”اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی وہ ۱۶ رذیقعدہ مطابق ۷ راگست میں پیدا ہوگیا۔“ دیکھو اشتہار ۷ راگست ۱۸۸۷ء مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور۔ پس کیا ان تینوں اشتہارات میں جو لیکھرام پشاوری نے جوش میں آکر پیش کی ہیں بو تک بھی اس بات کی پائی جاتی ہے کہ ہم نے کبھی پسر متوفی کو مصلح موعود اور عمر پانے والا قرار دیا ہے۔ فتفکروا وتدبروا *

اس اشتہار میں یہ تو کسی جگہ نہیں لکھا کہ جو ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا پیدا ہوگا وہی مصداق ان تعریفوں کا ہے بلکہ اس اشتہار میں اس لڑکے کے پیدا ہونے کی کوئی تاریخ مندرج نہیں کہ کب اور کس وقت ہوگا۔ پس ایسا خیال کرنا کہ ان اشتہارات میں مصداق ان تعریفوں کا اسی پسر متوفی کو ٹھہرایا گیا تھا۔ سراسر ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے۔ یہ سب اشتہارات ہمارے پاس موجود ہیں اور اکثر ناظرین کے پاس موجود ہوں گے۔ مناسب ہے کہ ان کو غور سے پڑھیں اور پھر آپ ہی انصاف کریں۔ جب یہ لڑکا جو فوت ہوگیا ہے پیدا ہوا تھا تو اس کی پیدائش کے بعد صدہا خطوط اطرافِ مختلفہ سے بدیں استفسار پہنچے تھے کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے جس کے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں گے تو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا تھا کہ اس بارے میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا۔ ہاں اجتہادی طور پر گمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پسر متوفی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئی تھیں جو اس کی پاکیزگیٔ رُوح اور بلندیٔ فطرت اور علوِّ استعداد اور روشن جوہری اور سعادتِ جبلّی کے متعلق تھیں اور اس کی کاملیت استعدادی سے علاقہ رکھتی تھیں۔ سو چونکہ وہ استعدادی بزرگیاں ایسی نہیں تھیں جن کے لئے بڑی عمر پانا ضروری ہوتا۔ اسی باعث سے یقینی طور پر کسی الہام کی بنا پر اس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضرور یہ لڑکا پختہ عمر تک پہنچے گا۔ اور اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی۔ تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جاوے تب اس کا مفصّل اور مبسوط حال لکھا جائے۔ سو تعجب اور نہایت تعجب کہ جس حالت میں ہم اب تک پسر متوفی کی نسبت الہامی طور پر کوئی قطعی رائے ظاہر کرنے سے بکلّی خاموش اور ساکت رہے۔ اور ایک ذرا سا الہام بھی اس بارے میں شائع نہ کیا تو پھر ہمارے مخالفوں کے کانوں میں کس نے پھونک ماردی کہ ایسا اشتہار ہم نے شائع کر دیا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر ہم اس خیال کی بنا پر کہ الہامی طور پر ذاتی بزرگیاں پسر متوفی کی ظاہر ہوئی ہیں اور اس کا نام مبشر اور بشیر اور نوراللہ صیب اور چراغ دین وغیرہ اسماء مشتمل کاملیت ذاتی اور روشنی فطرت کے رکھے گئے ہیں۔ کوئی مفصل و مبسوط اشتہار بھی شائع کرتے۔ اور اس میں بحوالہ ان ناموں کے اپنی یہ رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہوگا۔ تب بھی صاحبان بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابل اعتراض نہ ٹھہرتا۔ کیونکہ ان کا منصفانہ خیال اور ان کی عارفانہ نگاہ فی الفور انہیں سمجھا دیتی کہ یہ اجتہاد صرف چند ایسے ناموں کی صورت پر نظر کرکے کیا گیا ہے جو فی حد ذاتہ صاف اور کھلے کھلے نہیں ہیں بلکہ ذوالوجوہ اور تاویل طلب ہیں۔ سو ان کی نظر میں اگر یہ ایک اجتہادی غلطی بھی متصور ہوتی تو وہ بھی ایک ادنیٰ درجہ کی اور نہایت کم وزن اور خفیف سی ان کے خیال میں دکھائی دیتی۔ کیونکہ ہر چند ایک غبی اور کوردل انسان کو خدا تعالیٰ کا وہ قانونِ قدرت سمجھانا بہت مشکل ہے جو قدیم سے اس کے متشابہات وحی اور رؤیا اور کشوف اور الہامات کے متعلق ہے۔ لیکن جو عارف اور بابصیرت آدمی ہیں وہ خود سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ پیشگوئیوں وغیرہ کے بارہ میں اگر کوئی اجتہادی غلطی ہو بھی جائے تو وہ محل نکتہ چینی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اکثر نبیوں اور اولوالعزم رسولوں کو بھی اپنے مجمل مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں ایسی ہلکی ہلکی غلطیاں پیش آتی رہی ہیں٭۔ اور ان کے بیدار دل اور

٭حاشیہ:- توریت کی بعض عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعض اپنی پیشگوئیوں کے سمجھنے اور سمجھانے میں اجتہادی طور پر غلطی کھائی تھی اور وہ امیدیں جو بہت جلد اور بلاتوقف نجات یاب ہونے کے لئے بنی اسرائیل کو دی گئی تھیں وہ اس طرح پر ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے خلاف ان امیدوں کے صورت حال دیکھ کر اور دل تنگ ہو کر ایک مرتبہ اپنی کم ظرفی کی وجہ سے جو ان کی طینت میں تھی کہہ بھی دیا تھا کہ اے موسیٰ و ہارون جیسا تم نے ہم سے کیا خدا تم سے کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دل تنگی اس کم ظرف قوم میں اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ انہوں نے جو جلد مخلصی پا جانے کا

اور روشن ضمیر پیرو ہرگز ان غلطیوں سے حیرت و سرگردانی میں نہیں پڑے۔ کیونکہ وہ جانتے
تھے کہ یہ غلطیاں نفس الہامات و مکاشفات میں نہیں ہیں بلکہ تاویل کرنے میں غلطی وقوع میں
آگئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں اجتہادی غلطی علماء ظاہر و باطن کی ان کی کسرِ شان
کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اور ہم نے کوئی ایسی اجتہادی غلطی بھی نہیں کی جس کو ہم قطعی و یقینی
طور پر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کرتے تو کیوں بشیر احمد کی وفات پر ہمارے
کوتہ اندیش مخالفوں نے اس قدر زہر اُگلا ہے۔ کیا ان کے پاس ان تحریرات کا کوئی کافی قانونی
ثبوت بھی ہے یا ناحق بار بار اپنے نفس امّارہ کے جذبات لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں اور اس
جگہ بعض نادان مسلمانوں کی حالت پر بھی تعجب ہے کہ وہ کس خیال پر وساوس کے دریا میں
ڈالے جاتے ہیں۔ کیا کوئی اشتہار ہمارا ان کے پاس ہے کہ جو ان کو یقین دلاتا ہے کہ ہم اس

اپنے دلوں میں حسب پیرایۂ تقریر موسوی اعتقاد کر لیا تھا اس طور پر معرض ظہور میں نہیں آیا تھا اور درمیان
میں ایسی مشکلات پڑ گئی تھیں جن کی پہلے سے بنی اسرائیل کو صفائی سے خبر نہیں دی گئی تھی۔ اس کی
یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان درمیانی مشقتوں اور ان کے طول کھینچنے کے ابتدا میں
مصفّا اور صاف طور پر خبر نہیں ملی تھی۔ لہٰذا ان کے خیال کا میلان اجتہادی طور پر کسی قدر اس طرف
ہو گیا تھا کہ فرعون بے عون کا آیات بیّنات سے جلد تر قصّہ پاک کیا جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے جیسا
کہ قدیم سے تمام انبیاء سے اس کی سنت جاری ہے۔ پہلے ایام میں حضرت موسیٰ کو ابتلا میں ڈالنے کی
غرض سے اور رعب استغنا ان پر وارد کرنے کے ارادہ سے بعض درمیانی مکارہ ان سے مخفی رکھے۔
کیونکہ اگر تمام آنے والی باتیں اور وارد ہونے والی صعوبتیں اور شدتیں پہلے ہی ان کو کھول کر بتلائی جاتیں
تو ان کا دل بکلی قوی اور طمانیت یاب ہو جاتا۔ پس اس صورت میں اس ابتلا کی ہیبت ان کے دل پر سے
اُٹھ جاتی جس کا وارد کرنا حضرت کلیم اللہ پر اور ان کے پیروؤں پر بمراد ترقی درجات و ثواب آخرت
ارادہ الٰہی میں قرار پا چکا تھا۔ ایسا ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے جو جو امیدیں اور بشارتیں اپنے حواریوں
کو اس دنیوی زندگی اور کامیابی اور خوشحالی کے متعلق انجیل میں دی ہیں۔ وہ بھی بظاہر نہایت سہل

لڑکے کی نسبت الہامی طور پر قطع کر چکے تھے کہ یہی عمر پانے والا اور مصلح موعود ہے۔ اگر کوئی ایسا اشتہار ہے تو کیوں پیش نہیں کیا جاتا۔ ہم ان کو باور دلاتے ہیں کہ ایسا اشتہار ہم نے کوئی شایع نہیں کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہوگیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلےٰ درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام باران رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال و جمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کیں یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں جن کے لئے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں۔ اس عاجز کا مدلّل اور معقول طور پر یہ دعویٰ ہے کہ جو

اور آسان طریقوں سے اور جلد تر حاصل ہونے والی معلوم دیتی تھیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مختصر الفاظ سے جو ابتدا میں انہوں نے بیان کئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی زمانہ میں ایک زبردست بادشاہی ان کی قائم ہونے والی ہے۔ اسی حکمرانی کے خیال پر حواریوں نے ہتھیار بھی خرید لئے تھے۔ کہ حکومت کے وقت کام آویں گے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا دوبارہ اُترنا بھی جناب ممدوح نے خود اپنی زبان سے ایسے الفاظ میں بیان فرمایا تھا جس سے خود حواری بھی یہی سمجھتے تھے کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ فوت نہیں ہوں گے اور نہ حواری پیالہ اجل پئیں گے کہ حضرت مسیح پھر اپنی جلالت اور عظمت کے ساتھ دنیا میں تشریف لے آئیں گے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خیال اور رائے اسی پیرایہ کی طرف زیادہ جھکا ہوا تھا کہ جو انہوں نے حواریوں کے ذہن نشین کیا جو اصل میں صحیح نہیں تھا یعنی کسی قدر اس میں اجتہادی غلطی تھی اور عجیب تر یہ کہ بائیبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چار سو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔ دیکھو سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹۔ مگر اس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں۔ الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے

بنی آدم کے بچے طرح طرح کی قوتیں لے کر اس مسافرخانہ میں آتے ہیں خواہ وہ بڑی عمر تک پہنچ جائیں اور خواہ وہ خورد سالی میں فوت ہو جائیں۔ اپنی فطرتی استعدادات میں ضرور باہم متفاوت ہوتے ہیں۔ اور صاف طور پر امتیاز بیّن ان کی قوتوں اور خصلتوں اور شکلوں اور ذہنوں میں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ کسی مدرسہ میں اکثر لوگوں نے بعض بچے ایسے دیکھے ہوں گے جو نہایت ذہین اور فہیم اور تیز طبع اور زود فہم ہیں اور علم کو ایسی جلدی سے حاصل کرتے ہیں کہ گویا جلدی سے ایک صف لپیٹتے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی عمر وفا نہیں کرتی اور چھوٹی عمر میں ہی مر جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ نہایت غبی اور بلید اور انسانیت کا بہت کم حصہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور منہ سے رال ٹپکتی ہے اور وحشیا سے ہوتے ہیں اور بہت سے بڈھے اور پیر فرتوت ہو کر مرتے ہیں اور باعث سخت نالیاقتی فطرت کے جیسے آئے ویسے ہی جاتے ہیں۔ غرض ہمیشہ اس کا نمونہ ہر ایک شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ بعض بچے ایسے کامل الخلقت ہوتے ہیں کہ صدیقوں کی پاکیزگی اور فلاسفروں کی دماغی طاقتیں اور عارفوں کی روشن ضمیری اپنی فطرت میں رکھتے ہیں اور ہونہار دکھائی دیتے ہیں مگر اس عالم بے ثبات میں رہنا نہیں پاتے اور کئی ایسے بچے بھی لوگوں نے دیکھے ہوں گے کہ ان کے لچھن اچھے نظر نہیں آتے اور فراست حکم کرتی ہے کہ اگر وہ عمر پاویں تو پرلے درجے کے بدذات اور شریر

کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔ سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہو گیا اور فوت بھی ہو گیا۔ اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام **محمود** ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ منہ

اور جاہل اور ناحق شناس نکلیں۔ ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو خورد سالی میں یعنی سولھویں مہینے میں فوت ہو گئے۔ اس کی صفائی استعداد کی تعریفیں اور اس کی صدیقانہ فطرت کی صفت و ثنا احادیث کے رو سے ثابت ہے۔ ایسا ہی وہ بچہ جو خورد سالی میں حضرت خضر نے قتل کیا تھا۔ اس کی خباثت جبلی کا حال قرآن شریف کے بیان سے ظاہر ہے کفار کے بچوں کی نسبت جو خورد سالی میں مرجائیں جو کچھ تعلیم اسلام ہے۔ وہ بھی درحقیقت اسی قاعدہ کی رو سے ہے کہ بوجہ اس کے کہ الولد سرٌّ لابیہ ان کی استعدادات ناقصہ ہیں۔ غرض بلحاظ صفائی استعداد اور نورانیت اصل جوہر و مناسبت تامہ دینی کے پسر متوفی کے الہام میں وہ نام رکھے گئے تھے جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔ اب اگر کوئی تحکم کی راہ سے کھینچ تان کر ان ناموں کو عمر دراز ہونے کے ساتھ وابستہ کرنا چاہے تو یہ اس کی سراسر شرارت ہوگی جس کی نسبت کبھی ہم نے کوئی یقینی اور قطعی رائے ظاہر نہیں کی۔ ہاں یہ سچ ہے اور بالکل سچ کہ ان فضائل ذاتیہ کے تصور کرنے سے شک کیا جاتا تھا کہ شاید یہی لڑکا مصلح موعود ہوگا۔ مگر وہ شکی تقریر ہے جو کسی اشتہار کے ذریعے سے شائع نہیں کی گئی۔ ہندوؤں کی حالت پر سخت تعجب ہے کہ وہ باوصف اس کے کہ اپنے نجومیوں اور جوتشیوں کے منہ سے ہزارہا ایسی باتیں سنتے ہیں کہ بالآخر وہ سراسر پوچ اور لغو اور جھوٹ نکلتی ہیں۔ اور پھر ان پر اعتقاد رکھنے سے باز نہیں آتے اور عذر پیش کر دیتے ہیں کہ حساب میں غلطی ہو گئی ہے ورنہ جوتش کے سچا ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ پھر باوصف ایسے اعتقادات سخیفہ اور ردیہ کے الہامی پیشگوئیوں پر بغیر کسی صریح اور صاف غلطی پکڑنے کے متعصبانہ حملہ کرتے ہیں۔ پھر ہندو لوگ اگر ایسی بے اصل باتیں منہ پر لاویں تو کچھ مضائقہ بھی نہیں کیونکہ وہ دشمن دین ہیں اور اسلام کے مقابل پر ہمیشہ سے ان کے پاس ایک ہی ہتھیار ہے یعنی جھوٹ و افترا۔ لیکن نہایت تعجب میں ڈالنے والا واقعہ مسلمانوں کی حالت ہے کہ باوجود دعوے دینداری و پرہیزگاری اور باوجود عقائد اسلامیہ کے ایسے ہذیانات زبان پر لاتے ہیں۔ اگر

ہمارے ایسے اشتہارات ان کی نظر سے گزرے ہوتے جن میں ہم نے قیاسی طور پر پسر متوفی کو مصلح موعود اور عمر پانے والا قرار دیا ہوتا۔ تب بھی ان کی ایمانی سمجھ اور عرفانی واقفیت کا مقتضا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ یہ ایک اجتہادی غلطی ہے جو کہ کبھی کبھی علماء ظاہر و باطن دونوں کو پیش آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ اولوالعزم رسول بھی اس سے باہر نہیں ہیں۔ مگر اس جگہ تو کوئی ایسا اشتہار بھی شائع نہیں ہوا تھا۔ محض " دریا ندیدہ موزہ از پا کشیدہ " پر عمل کیا گیا اور یاد رہے کہ ہم نے یہ چند سطریں جو عام مسلمانوں کی نسبت لکھی ہیں محض سچی ہمدردی کے تقاضا سے تحریر کی گئی ہیں تا وہ اپنے بے بنیاد وساوس سے باز آجاویں اور ایسا ردّی اور فاسد اعتقاد دل میں پیدا نہ کریں جس کا کوئی اصل صحیح نہیں ہے۔ بشیر احمد کی وفات پر انہیں وساوس اور اوہام میں پڑنا انہیں کی بے سمجھی و نادانی ظاہر کرتا ہے ورنہ کوئی محل آویزش و نکتہ چینی نہیں ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ہم نے کوئی اشتہار نہیں دیا جس میں ہم نے قطع اور یقین ظاہر کیا ہو کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے اور گو ہم اجتہادی طور پر ان کی ظاہری علامات سے کسی قدر اس خیال کی طرف جھک بھی گئے تھے۔ مگر اسی وجہ سے اس خیال کے کھلے کھلے طور پر بذریعہ اشتہارات اشاعت نہیں کی گئی تھی کہ ہنوز یہ امر اجتہادی ہے۔ اگر یہ اجتہاد صحیح نہ ہوا تو عوام الناس جو دقائق و معارف علم الٰہی سے محض بے خبر ہیں وہ دھوکا میں پڑ جائیں گے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ پھر بھی عوام کالانعام دھوکا کھانے سے باز نہیں آئے اور اپنی طرف سے حاشیے چڑھا لئے۔ انہیں اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں کہ ان کے اعتراضات کی بنا صرف یہ وہم ہے کہ کیوں اجتہادی غلطی وقوع میں آئی۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اوّل تو کوئی ایسی اجتہادی غلطی ہم سے ظہور میں نہیں آئی جس پر ہم نے قطع اور یقین اور بھروسہ کر کے عام طور پر اس کو شائع کیا ہو۔ پھر بطور تنزّل ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی نبی یا ولی سے کسی پیشگوئی کی تشخیص و تعیین میں کوئی غلطی وقوع میں آجائے تو کیا ایسی غلطی اس کے مرتبہ نبوت یا ولایت کو

کچھ کم کر سکتی یا گھٹا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب خیالات نادانی و ناواقفیت کی وجہ سے بصورت اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں جہالت کا انتشار ہے اور علوم دینیہ سے سخت درجہ کی لوگوں کو لاپرواہی ہے اس وجہ سے سیدھی بات بھی الٹی دکھائی دیتی ہے۔ ورنہ یہ مسئلہ بالاتفاق مانا گیا اور قبول کیا گیا ہے کہ ہر ایک نبی اور ولی سے اپنے ان مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں کہ جہاں خدا تعالےٰ کی طرف سے بخوبی تفہیم نہیں ہوئی غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ اور اس غلطی سے ان انبیاء اور اصفیاء کی شان میں کچھ بھی فرق نہیں آتا کیونکہ علم وحی بھی منجملہ علوم کے ایک علم ہے۔ اور جو قاعدہ فطرت اور قانون قدرت قوت نظریہ کے دخل دینے کے وقت تمام علوم و فنون کے متعلق ہے اس قاعدہ سے یہ علم باہر نہیں رہ سکتا۔ اور جن لوگوں کو انبیاء اور اولیاء میں سے یہ علم دیا گیا ہے ان کو مجبوراً اس کے تمام عوارض و لوازم بھی لینے پڑتے ہیں۔ یعنی ان پر وارد ہوتے ہیں جن میں سے ایک اجتہادی غلطی بھی ہے۔ پس اگر اجتہادی غلطی قابل الزام ہے تو یہ الزام جمیع انبیاء و اولیاءٗ و علماء میں مشترک ہے۔

یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ کسی اجتہادی غلطی سے ربانی پیشگوئیوں کی شان و شوکت میں فرق آجاتا ہے یا وہ نوعِ انسان کے لئے چنداں مفید نہیں رہتیں یا وہ دین اور دینداروں کے گروہ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ اجتہادی غلطی اگر ہو بھی تو محض درمیانی اوقات میں بطور ابتلاء کے وارد ہوتی ہے اور پھر اس قدر کثرت سے سچائی کے نور ظہور پذیر ہوتے ہیں اور تائیدات الٰہیہ اپنے جلوے دکھاتی ہیں کہ گویا ایک دن چڑھ جاتا ہے اور مخاصمین کے سب جھگڑے ان سے انفصال پا جاتے ہیں۔ لیکن اس روز روشن کے ظہور سے پہلے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں پر سخت آزمائشیں وارد ہوں اور اُن کے پیرو اور تابعین بھی بخوبی جانچے اور آزمائے جائیں تا خدا تعالےٰ سچوں اور کچوں اور ثابت قدموں اور بزدلوں میں فرق کر کے دکھلا دیوے۔

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

ابتلاء جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سا کر کے ان کو دکھاتا ہے۔ یہ ابتلا اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ ان کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحۂ عالم سے ان کا نام و نشان مٹا دیوے۔ کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزّ و جل اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلا کہ جو شیر ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھا دے۔ یہی سنّت اللہ ہے جو قدیم سے خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنّت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیحؑ کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسلؐ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں ✣ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پا لئے۔ ابتلاء نے ان

✣حاشیہ۔ زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی دُعاؤں میں سے جو انہوں نے ابتلائی حالت میں کیں ایک یہ ہے۔ اے خدا تو مجھ کو بچالے کہ پانی میری جان تک پہنچے ہیں۔ میں گہری کیچ میں دھس چلا جہاں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں۔ میں چلاتے چلاتے تھک گیا۔ میری آنکھیں دھندلا گئیں۔ وہ جو بے سبب میرا کینہ رکھتے ہیں شمار میں میرے سر کے بالوں سے زیادہ ہیں۔ اے خداوند

کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگا دی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ ان پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے ان پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بےعزتوں میں شمار کئے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربانی مددوں نے بھی جن کا ان کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو

رب الافواج وہ جو تیرا انتظار کرتے ہیں میرے لئے شرمندہ نہ ہوں۔ وہ جو تجھ کو ڈھونڈتے ہیں وہ میرے لئے ندامت نہ اٹھائیں۔ وے پھاٹک پر بیٹھے ہوئے میری بابت بکتے ہیں اور نشے باز میرے حق میں گاتے ہیں۔ تو میری ملامت کشی اور میری رسوائی اور میری بے حرمتی سے آگاہ ہے۔ میں نے تاکا کہ کیا کوئی میرا ہمدرد ہے کوئی نہیں۔ (دیکھو زبور ۶۹) ایسا ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے ابتلاء کی رات میں جس قدر تضرعات کئے وہ انجیل سے ظاہر ہیں۔ تمام رات حضرت مسیح جاگتے رہے اور جیسے کسی کی جان ٹوٹتی ہے غم و اندوہ سے ایسی حالت ان پر طاری تھی۔ وہ ساری رات رو رو کے دعا کرتے رہے کہ تا وہ بلا کا پیالہ کہ جو ان کے لئے مقدر تھا ٹل جائے۔ پر باوجود اس قدر گریہ و زاری کے پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی۔ کیونکہ ابتلاء کے وقت کی دُعا منظور نہیں ہوا کرتی۔ پھر دیکھنا چاہئے کہ کہ سیدنا و مولانا حضرت فخر الرسل و خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتلاء کی حالت میں کیا کیا تکلیفیں اُٹھائیں اور ایک دُعا میں مناجات کی کہ اے میرے رب میں اپنی کمزوری کی تیری جناب میں شکایت کرتا ہوں اور اپنی بے چارگی کا تیرے آستانہ پر گلہ گزار ہوں۔ میری ذلت تیری نظر سے پوشیدہ نہیں۔ جس قدر چاہے سختی کر کہ میں راضی ہوں جب تک تو راضی ہو جائے مجھ میں بجز تیرے کچھ قوت نہیں۔ منہ۔

بہ یکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے اور ان کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلا نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدت و سختی سے نازل ہوتی ہے۔ ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں ان پر ہوئیں۔ پر وہ اپنے پکے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سست اور شکستہ دل نہ ہوئے۔ بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار ان پر پڑتا گیا اتنا ہی انہوں نے آگے قدم بڑھایا اور جس قدر وہ توڑے گئے اسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر انہیں مشکلات راہ کا خوف دلایا گیا ان کی ہمت بلند اور شجاعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ ان تمام امتحانات سے اول درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزت اور حرمت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حباب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں۔ اور انہیں کی قوت ایمانی ان آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ ویسے اس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں۔ بالخصوص ان محبوبان الٰہی کی آزمایش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ ان کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جلّشانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کر دیوے بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ و بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیل

روحانی کے لئے ابتلاء کا ان پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور جس شخص کو اس سنّت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کامیابی۔ اور نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نہایت درجہ کی بدقسمتی و ناسعادتی ہے کہ انسان جلد تر بدظنی کی طرف جھک جائے اور یہ اصول قرار دیدیوے کہ دنیا میں جس قدر خدا تعالیٰ کی راہ کے مدعی ہیں وہ سب مکار اور فریبی اور دوکاندار ہی ہیں کیونکہ ایسے ردّی اعتقاد سے رفتہ رفتہ وجود ولائت میں شک پڑے گا اور پھر ولائت سے انکاری ہونے کے بعد نبوت کے منصب میں کچھ کچھ تردّدات پیدا ہو جاوینگے اور پھر نبوّت سے منکر ہونے کے پیچھے خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ دغدغہ اور خلجان پیدا ہو کر یہ دھوکا دل میں شروع ہو جائے گا کہ شاید یہ ساری بات اکا بناوٹی اور بے اصل ہے اور شاید یہ سب اوہام باطلہ ہی ہیں کہ جو لوگوں کے دلوں میں جمتے ہوئے چلے آئے ہیں۔ سو اے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنے والو! اور صداقت کے بھوکو اور پیاسو! یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لے جانے کے لئے ولایت اور اس کے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے۔ ولائت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالیٰ کے لئے پناہ۔ پس اولیاء انبیاء کے وجود کے لئے میخوں کی مانند ہیں اور انبیاء خدا تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کے لئے نہایت مستحکم کیلوں کے مشابہ ہیں۔ سو جس شخص کو کسی ولی کے وجود پر مشاہدہ کے طور پر معرفت حاصل نہیں اس کی نظر نبی کی معرفت سے بھی قاصر ہے۔ اور جس کو نبی کی کامل معرفت نہیں وہ خدائے تعالیٰ کی کامل معرفت سے بھی بے بہرہ ہے اور ایک دن ضرور ٹھوکر کھائیگا اور سخت ٹھوکر کھائے گا اور مجرد دلائل عقلیہ اور علوم رسمیہ کسی کام نہیں آئیں گے

اب ہم فائدہ عام کے لئے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بشیر احمد کی موت

ناگہانی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ جل شانہٗ نے اس کی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا ہے * اور اب فوت ہو جاوے گا بلکہ جو الہامات اس پسر متوفی کی پیدائش کے دن میں ہوئے تھے ان سے بھی اجمالی طور پر اس کی وفات کی نسبت بُو آتی تھی اور مترشح ہوتا تھا کہ وہ خلق اللہ کے لئے ایک ابتلاء عظیم کا موجب ہوگا جیسا کہ یہ الہام انا ارسلنٰہ شاھدا و مبشرا و نذیرا کصیب من السماء فیہ ظلمٰت و رعد و برق کل شیء تحت قدمیہ یعنی ہم نے اس بچہ کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے اور یہ اس مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اُٹھانے کے بعد جو اس

حاشیہ :- خدا تعالےٰ کی انزالِ رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں:

(۱) اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اولٓئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ و اولٓئک ھم المھتدون (الجزو نمبر ۲) یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے ہیں اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبیین و آئمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں پس اوّل اس نے قسم اوّل کے انزالِ رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا تا بشر الصابرین کا

کی موت سے مراد ہے ظہور میں آجائیں گی۔ سو تاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلا کی تاریکیاں تھیں جو لوگوں کو اس کی موت سے پیش آئیں اور ایسے سخت ابتلاء میں پڑ گئے جو ظلمات کی طرح تھا اور آیت کریمہ وإذا أظلم عليهم قاموا کے مصداق ہو گئے اور الہامی عبارت میں جیسا کہ ظلمت کے بعد رعد اور روشنی کا ذکر ہے یعنی جیسا کہ اس عبارت کی ترتیب بیانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر متوفی کے قدم اٹھانے کے بعد پہلی ظلمت آئے گی اور پھر رعد اور برق۔ اسی ترتیب کے رُو سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اس

سامان مومنوں کے لئے طیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے۔ سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اس کی موت کے غم میں محض للہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا اور یہ بات کھلی کھلی الہام الٰہی نے ظاہر کر دی کہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت ان سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہو گی جنہوں نے محض للہ اس کی موت سے غم کیا اور اس ابتلاء کی برداشت کر گئے کہ جو اس کی موت سے ظہور میں آیا۔ غرض بشیر ہزاروں صابرین و صادقین کے لئے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گی۔ اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اوّل کی موت سے پہلے ۱۰؍ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولو العزم ہوگا یخلق الله ما یشاء اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ منہ

کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے اور جس طرح ظلمت ظہور میں آگئی اسی طرح یقیناً جاننا چاہیئے کہ کسی دن وہ رعد اور روشنی بھی ظہور میں آجائے گی جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جب وہ روشنی آئے گی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دے گی۔ اور جو جو اعتراضات غافلوں اور مردہ دلوں کے منہ سے نکلے ہیں۔ ان کو نابود اور ناپدید کر دے گی۔ یہ الہام جو ابھی ہم نے لکھا ہے۔ ابتداء سے صدہا لوگوں کو بہ تفصیل سنا دیا گیا تھا چنانچہ منجملہ سامعین کے مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی بھی ہیں اور کئی اور جلیل القدر آدمی بھی۔ اب اگر ہمارے موافقین و مخالفین اسی الہام کے مضمون پر غور کریں اور دقتِ نظر سے دیکھیں تو یہی ظاہر کر رہا ہے کہ اس ظلمت کے آنے کا پہلے سے جناب الٰہی میں ارادہ ہو چکا تھا جو بذریعہ الہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قدموں کے نیچے ہیں یعنی اس کے قدم اُٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا آنا ضرور ہے۔ سو اے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔ بشیر کی موت نے جیسا کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا ایسا ہی اس پیشگوئی کو بھی کہ جو ۲۰ فروری کے اشتہار میں ہے کہ بعض بچے کم عمری میں فوت ہوں گے۔

بالآخر یہ بھی اس جگہ واضح رہے کہ ہمارا اپنے کام کے لئے تمام و کمال بھروسہ اپنے مولیٰ کریم پر ہے۔ اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ ہم سے اتفاق رکھتے ہیں یا نفاق اور ہمارے دعویٰ کو قبول کرتے ہیں یا رد اور ہمیں تحسین کرتے ہیں یا نفرین۔ بلکہ ہم سب سے اعراض کر کے اور غیر اللہ کو مردہ کی طرح سمجھ کر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ گو بعض ہم میں سے اور ہماری ہی قوم میں سے ایسے بھی ہیں کہ وہ ہمارے اس طریق کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں مگر ہم ان کو معذور رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو ہم پر ظاہر کیا گیا ہے وہ ان پر ظاہر نہیں اور جو ہمیں پیاس لگا دی گئی ہے وہ انہیں نہیں۔ کلٌّ یعمل علٰی شاکلتہٖ۔

اس محل میں یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے بعض اہل علم احباب کی ناصحانہ تحریروں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی اس عاجز کی یہ کارروائی پسند نہیں کرتے کہ برکاتِ رُوحانیہ و آیاتِ سماویہ کے سلسلہ کو جو بذریعہ قبولیتِ ادعیہ و الہامات و مکاشفات تکمیل پذیر ہوتا ہے لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ بعض کی ان میں سے اس بارہ میں یہ بحث ہے کہ یہ باتیں ظنّی و شکی ہیں اور ان کے ضرر کی امید ان کے فائدہ سے زیادہ تر ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ باتیں تمام بنی آدم میں مشترک و متساوی ہیں شاید کسی قدر ادنیٰ کم و بیشی ہو۔ بلکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قریباً یکساں ہی ہیں۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ان امور میں مذہب اور اتقا اور تعلق باللہ کو کچھ دخل نہیں بلکہ یہ فطرتی خواص ہیں جو انسان کی فطرت کو لگے ہوئے ہیں اور ہر ایک بشر سے مومن ہو یا کافر صالح ہو یا فاسق کچھ تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ صادر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تو ان کی قیل و قال ہے جس سے ان کی موٹی سمجھ اور سطحی خیالات اور مبلغ علم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر فراست صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غفلت اور حُبِّ دنیا کا کیڑا ان کی ایمانی فراست کو بالکل کھا گیا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جیسے مجذوم کا جذام انتہا کے درجہ تک پہنچ کر سقوط اعضاء تک نوبت پہنچاتا ہے اور ہاتھوں پیروں کا گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ان کے روحانی اعضا جو روحانی قوتوں سے مراد ہیں۔ بباعث غلو محبتِ دنیا کے گلنے سڑنے شروع ہو گئے ہیں اور ان کا شیوہ فقط ہنسی اور ٹھٹھا بدظنّی اور بدگمانی ہے۔ دینی معارف اور حقائق پر غور کرنے سے بکلّی آزادی ہے۔ بلکہ یہ لوگ حقیقت اور معرفت سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور کبھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے اور ہمارا اصلی کمال کیا ہے بلکہ جیفہ دنیا میں دن رات غرق ہو رہے ہیں۔ ان میں یہ حس ہی باقی نہیں رہی کہ اپنی حالت کو ٹٹولیں کہ وہ کیسی سچائی کے طریق سے گری ہوئی ہے اور بڑی بدقسمتی ان کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اس نہایت خطرناک بیماری

کو پوری پوری صحت خیال کرتے ہیں اور جو حقیقی صحت و تندرستی ہے اس کو بنظر توہین و استخفاف دیکھتے ہیں اور کمالات ولایت اور قرب الٰہی کی عظمت بالکل ان کے دلوں پر سے اُٹھ گئی ہے اور نومیدی اور حرمان کی سی صورت پیدا ہو گئی ہے بلکہ اگر یہی حالت ایسی تو اُن کا نبوت پر ایمان قائم رہنا بھی کچھ معرض خطر میں ہی نظر آتا ہے۔

یہ خوفناک اور گری ہوئی حالت جو میں نے بعض علماء کی بیان کی ہے اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ ان روحانی روشنیوں کو تجربہ کی رُو سے غیر ممکن یا شکی و ظنی خیال کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے ہنوز بالاستیفا تجربہ کرنے کی طرف توجہ نہیں کی اور کامل اور محیط طور پر نظر ڈال کر رائے ظاہر کرنے کا ابھی تک انہوں نے اپنے لئے کوئی موقع پیدا نہیں کیا اور نہ پیدا کرنے کی کچھ پروا ہے۔ صرف ان مفسدانہ نکتہ چینیوں کو دیکھ کر جو مخالفین تعصب آئین نے اس عاجز کی دو پیشگوئیوں پر کی ہیں ✤ بلا تحقیق و تفتیش شک میں پڑ گئے اور

✤ حاشیہ:- وہ نکتہ چینیاں یہ ہیں کہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے اور اشتہار مذکور میں یہ تصریح لکھ دیا تھا کہ شاید اسی دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اس کے بعد اس کے قریب حمل میں پیدا ہو۔ سو خدا تعالیٰ نے مخالفین کا خبث باطنی اور ناانصافی ظاہر کرنے کیلئے اس دفعہ یعنی پہلے حمل میں لڑکی پیدا کی اور اس کے بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق سچی نکلی اور ٹھیک ٹھیک وقوع میں آگئی۔ مگر مخالفین نے جیسا کہ ان کا قدیمی شیوہ ہے محض شرارت کی راہ سے یہ نکتہ چینی کی کہ پہلی دفعہ ہی کیوں لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کو جواب دیا گیا کہ اشتہار میں پہلی دفعہ کی کوئی شرط نہیں بلکہ دوسرے حمل تک پیدا ہونے کی شرط تھی جو وقوع میں آگئی اور پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو گئی۔ سو ایسی پیشگوئی پر نکتہ چینی کرنا بے ایمانی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ کوئی منصف اس کو واقعی طور پر نکتہ چینی نہیں کہہ سکتا۔ دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارہ میں پیشگوئی ۸ اپریل ۱۸۸۶ء

ولایت اور قربت الٰہیہ کی روشنیوں کے بارے میں ایک ایسا اعتقاد دل میں جما لیا کہ جو
خشک فلسفہ اور کورانہ نیچریت کے قریب قریب ہے۔ انہیں سوچنا چاہیئے تھا کہ مخالفین نے
اپنی تکذیب کی تائید میں کونسا ثبوت دیا ہے؟ پھر اگر کوئی ثبوت نہیں اور نری بک بک
ہے تو کیا فضول اور بے بنیاد افتراؤں کا اثر اپنے دلوں میں ڈال لینا عقلمندی یا ایمانی
دانشمندی میں داخل ہے۔ اور اگر فرض محال کے طور پر کوئی اجتہادی غلطی بھی کسی پیشگوئی کے

کے اشتہار میں کی تھی۔ وہ پیدا ہو کر صغرسنی میں فوت ہو گیا۔ اس کا مفصل جواب اسی تقریر
میں مذکور ہے اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ آجتک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا
عمر پانے والا ہوگا۔ اور نہ یہ کہا کہ یہی مصلح موعود ہے۔ بلکہ ہمارے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء
میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہوں گے۔ پس
سوچنا چاہیئے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی؟ بلکہ جس قدر
ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کئے اکثر ان کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے
چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان
آتا ہے۔ یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور
جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے
اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس
کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔ اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ رجس سے (یعنی گناہ سے)
بکلی پاک ہے۔ یہ بھی اس کی صغرسنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ دھوکا کھانا
نہیں چاہیئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام
صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے
حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے
جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا

متعلق اس عاجز سے ظہور میں آتی یعنی قطع اور یقین کے طور پر اس کو کسی اشتہار کے ذریعہ شائع کیا
جاتا تب بھی کسی دانا کی نظر میں وہ محل آویزش نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اجتہادی غلطی ایک ایسا امر
ہے جس سے انبیا بھی باہر نہیں۔ ماسوائے اس کے یہ عاجز اب تک قریب سات ہزار
مکاشفات صادقہ اور الہامات صحیحہ سے خدا تعالےٰ کی طرف سے مشرف ہوا ہے۔ اور آئندہ
عجائبات روحانیہ کا ایسا بے انتہا سلسلہ جاری ہے کہ جو بارش کی طرح شب و روز نازل ہوتے

اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام
فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت
ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اُٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے
نیچے رکھے تھے اور بشیر اوّل جو فوت ہو گیا ہے۔ بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے
دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔

اب ایک منصف انصافاً سوچ کر دیکھے کہ ہماری ان دونوں پیشگوئیوں میں حقیقی طور پر کون سی
غلطی ہے؟ ہاں ہم نے پسر متوفی کے کمالات استعدادیہ الہامات کے ذریعہ سے ظاہر کئے
تھے کہ وہ فطرتاً ایسا ہے اور ایسا ہے۔ اور اب بھی ہم یہی کہتے ہیں اور فطرتی استعدادوں کا
مختلف طور پر بچوں میں پایا جانا عام اس سے کہ وہ صغر سنی میں مر جاویں یا زندہ رہیں ایک ایسا
مسئلہ ہے جس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے اور کوئی حکماء اور علماء میں سے اس کا منکر نہیں ہو
سکتا۔ پس دانا کے لئے کونسی ٹھوکر کھانے کی وجہ ہے؟ ہاں نادان اور احمق لوگ ہمیشہ سے
ٹھوکر کھاتے چلے آئے ہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی پر ٹھوکر کھائی
کہ یہ شخص تو کہتا تھا کہ فرعون پر عذاب نازل ہو گا سو اس پہ تو کچھ عذاب نازل نہ ہوا۔ وہ عذاب
تو ہم پر ہی پڑا کہ اس سے پہلے صرف آدھا دن ہم سے مشقت لی جاتی تھی اور اب سارا دن محنت
کرنے کا حکم ہو گیا۔ خوب نجات ہوئی۔ حالانکہ یہ دوہری محنت اور مشقت ابتلا کے طور پر یہودیوں
پر ابتدا میں نازل ہوئی تھی اور انجام کار فرعون کی ہلاکت مقدر تھی۔ مگر ان بیوقوفوں اور شتابکاروں

رہتے ہیں۔ پس اس صورت میں خوش قسمت انسان وہ ہے کہ جو اپنے تئیں بصدق وصفا اس ربّانی کارخانے کے حوالہ کرکے آسمانی فیوض سے اپنے نفس کو متمتع کرے اور نہایت بدقسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے تئیں ان انوار و برکات کے حصول سے لاپروا رکھ کر بے بنیاد نکتہ چینیاں اور جاہلانہ رائے ظاہر کرنا اپنا شیوہ کر لیوے۔ میں ایسے لوگوں کو محض للہ متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے حق اور حق بینی سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ اگر ان کا یہ قول سچ ہو کہ الہامات اور مکاشفات کوئی ایسی عمدہ چیز نہیں ہے جو خاص اور عوام یا کافر اور مومن میں کوئی امتیاز بیّن پیدا کرسکیں تو سالکوں کے لئے یہ نہایت دل توڑنے والا واقعہ ہوگا۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہی ایک رُوحانی اور اعلیٰ درجہ کی اسلام میں خاصیت ہے

نے ہاتھ پر سرسوں جمتی نہ دیکھ کر اسی وقت حضرت موسیٰؑ کو جھٹلانا شروع کر دیا اور بدظنی میں پڑ گئے اور کہا کہ اے موسیٰ اور ہارون جو کچھ تم نے ہم سے کیا خدا تم سے کرے۔ پھر یہودا اسکریوتی کی نادانی اور شتابکاری دیکھنی چاہیئے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے سمجھنے میں نہایت سخت ٹھوکر کھائی اور خیال کیا کہ یہ شخص بادشاہ ہو جانے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور ہمیں بڑے بڑے مراتب تک پہنچاتا تھا مگر یہ ساری باتیں جھوٹ نکلیں۔ اور کوئی پیشگوئی اس کی سچی نہ ہوئی بلکہ فقر و فاقہ میں ہم لوگ مر رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس کے دشمنوں سے مل کر پیٹ بھریں۔ سو اس کی جہالت اس کی ہلاکت کا موجب ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیاں اپنے وقتوں میں پوری ہوگئیں۔ سو نبیوں کا ان نادان مکذّبین کی تکذیب سے کیا نقصان ہوا جس کا اب بھی اندیشہ کیا جائے اور اس اندیشہ سے خدائے تعالیٰ کی پاک کارروائی کو بند کیا جائے۔ یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ جو لوگ مسلمان کہلا کر اور کلمہ گو ہو کر جلدی سے اپنے دل میں وساوس کا ذخیرہ اکٹھا کر لیتے ہیں وہ انجام کار اسی طرح رسوا اور ذلیل ہونے والے ہیں جس طرح نالائق اور کج فہم یہودی اور یہودا اسکریوتی رسوا اور ذلیل ہوئے۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔ منہ

کہ سچائی سے اس پر قدم مارنے والے مکالمات خاصہ الٰہیہ سے مشرف ہو جاتے ہیں اور قبولیت کے انوار جن میں ان کا غیر ان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا ان کے وجود میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک واقعی صداقت ہے جو بے شمار راستبازوں پر اپنے ذاتی تجارب سے کھل گئی ہے۔ ان مدارج عالیہ پر وہ لوگ پہنچتے ہیں کہ جو سچی اور حقیقی پیروی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں اور نفسانی وجود سے نکل کر ربانی وجود کا پیراہن پہن لیتے ہیں یعنی نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے ربانی طاعات کی نئی زندگی اپنے اندر حاصل کرتے ہیں۔ ناقص الحالت مسلمانوں کو ان سے کچھ نسبت نہیں ہوتی۔ پھر کافر اور فاسق کو ان سے کیا نسبت ہو۔ ان کی یہ کاملیت ان کی صحبت میں رہنے سے طالب حق پر کھلتی ہے۔ اسی غرض سے میں نے اتمام حجت کے لئے مختلف فرقوں کے سرگروہوں کی طرف اشتہارات بھیجے تھے اور خط لکھے تھے کہ وہ میرے اس دعوے کی آزمایش کریں۔ اگر ان کو سچائی کی طلب ہوتی تو وہ صدق قدم سے حاضر ہوتے۔ سو ان میں سے کوئی ایک بھی بصدق قدم حاضر نہ ہوا۔ بلکہ جب کوئی پیشگوئی ظہور میں آتی رہی اس پر خاک ڈالنے کیلئے کوشش کرتے رہے۔ اب اگر ہمارے علماء کو اس حقیقت کے قبول کرنے اور ماننے میں کچھ تامل ہے تو غیروں کے بلانے کی کیا ضرورت۔ پہلے یہی ہمارے احباب جن میں سے بعض فاضل اور عالم بھی ہیں، آزمایش کر لیں اور صدق اور صبر سے کچھ مدت میری صحبت میں رہ کر حقیقت حال سے واقف ہو جائیں۔ پھر اگر یہ دعویٰ اس عاجز کا راستی سے معرّا نکلے تو انہیں کے ہاتھ پر میں توبہ کر لوں گا۔ ورنہ امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ان کے دلوں پر توبہ اور رجوع کا دروازہ کھول دے گا۔ اور اگر وہ میری اس تحریر کے شائع ہونے کے بعد میرے دعاوی کی آزمایش کر کے اپنی رائے کو بہ پایۂ صداقت پہنچا دیں تو ان کی ناصحانہ تحریروں کے کچھ معنے ہوں گے۔ اس وقت تک تو اس کے کچھ بھی معنے نہیں بلکہ ان کی محجوبانہ حالت قابل رحم ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ

آجکل کے عقلی خیالات کے پرزور بخارات نے ہمارے علماء کے دلوں کو بھی کسی قدر دبا لیا ہے کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ انہیں خیالات پر زور دے رہے ہیں اور تکمیل دین و ایمان کے لئے انہیں کو کافی وافی خیال کرتے ہیں اور ناجائز اور ناگوار پیرایوں میں روحانی برکات کی تحقیر کر رہے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تحقیر تکلّف سے نہیں کرتے بلکہ فی الواقع ان کے دلوں میں ایسا ہی جم گیا ہے اور ان کی فطرتی کمزوری اس زلزلہ کو قبول کر گئی ہے کیونکہ ان کے اندر حقانی روشنی کی چمک نہایت ہی کم اور خشک تقاضلی بہت سی بھری ہوئی ہے اور اپنی رائے کو اس قدر صائب خیال کرتے اور اس کی تائید میں زور دیتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو روشنی حاصل کرنے والوں کو بھی اس تاریکی کی طرف کھینچ لاویں۔ ان علماء کو اسلام کی فتح صوری کی طرف تو ضرور خیال ہے۔ مگر جن باتوں میں اسلام کی فتح حقیقی ہے ان سے بیخبر ہیں۔

اسلام کی فتح حقیقی اس میں ہے کہ جیسے اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے اسی طرح ہم اپنا تمام وجود خداتعالیٰ کے حوالہ کر دیں اور اپنے نفس اور اس کے جذبات سے بکلّی خالی ہو جائیں اور کوئی بُت ہوا اور ارادہ اور مخلوق پرستی کا ہماری راہ میں نہ رہے۔ اور بکلّی مرضیات الٰہیہ میں محو ہو جائیں اور بعد اس فناء کے وہ بقا ہم کو حاصل ہو جائے جو ہماری بصیرت کو ایک دوسرا رنگ بخشے اور ہماری معرفت کو ایک نئی نورانیت عطا کرے اور ہماری محبت میں ایک جدید جوش پیدا کرے اور ہم ایک نئے آدمی ہو جائیں اور ہمارا وہ قدیم خدا بھی ہمارے لئے ایک نیا خدا ہو جائے۔ یہی فتح حقیقی ہے جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مکالمات الٰہیہ بھی ہیں۔ اگر یہ فتح اس زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تو مجرد عقلی فتح انہیں کسی منزل تک پہنچا نہیں سکتی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس فتح کے دن نزدیک ہیں۔ خداتعالےٰ اپنی طرف سے یہ روشنی پیدا کرے گا اور اپنے ضعیف

بندوں کا آمرزگار ہوگا۔

تبلیغ

میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولےٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالےٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دیگا۔ بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل وجان طیار ہوں گے۔ یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے:۔

اذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا و وحینا الّذین یبایعونک انّما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المبلغ خاکسار

غلام احمد عفی عنہ

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(۴۸)

تکمیل تبلیغ

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں شائع کیا ہے۔ جس میں بیعت کے لئے حق کے طالبوں کو بلایا ہے۔ اس کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے:۔

اوّل ۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے۔ شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہریک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہریک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں جن کی تفصیل یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں نہیں لکھی گئی۔ اور واضح رہے کہ اس دعوت بیعت کا حکم تخمیناً مدت دس ماہ سے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی تاخیر اشاعت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ اس عاجز کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی رہی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائیں اور دل یہ چاہتا رہا کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اور جو کچے اور سریع التغیر اور مغلوب شک نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے ایک ایسی تقریب کی انتظار رہی کہ جو سچوں اور کچوں اور مخلصوں اور منافقوں میں فرق کر کے دکھلا دے سو اللہ جل شانہٗ نے اپنی کمال حکمت اور رحمت سے وہ تقریب بشیر احمد کا

موت کو قرار دے دیا۔* اور خام خیالوں اور کچوں اور بدظنوں کو الگ کر کے دکھلا دیا اور وہی ہمارے ساتھ رہ گئے جن کی فطرتیں ہمارے ساتھ رہنے کے لائق تھیں۔ اور جو فطرتاً قوی الایمان نہیں تھے اور جھکے اور ماندے تھے وہ سب الگ ہو گئے اور شکوک و شبہات میں پڑ گئے۔ پس اسی وجہ سے ایسے موقع پر دعوت بیعت کا مضمون شائع کرنا نہایت چسپاں معلوم ہوا۔ تا خس کم جہاں پاک کا فائدہ ہم کو حاصل ہو اور منشؤشین کے بدانجام کی تلخی اٹھانی نہ پڑے اور تا جو لوگ جو اس ابتلاء کی حالت میں اس دعوت بیعت کو قبول کر کے اس سلسلہ مبارکہ میں داخل ہو جائیں وہی ہماری جماعت سمجھے جائیں اور وہی ہمارے خالص دوست متصور ہوں اور وہی ہیں جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے

---

* خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائیگا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا

فرمایا کہ میں انہیں ان کے غیروں پر قیامت تک فوقیت دونگا اور برکت اور رحمت ان کے شامل حال رہیگی اور مجھے فرمایا کہ تو میری اجازت سے اور میری آنکھوں کے روبرو یہ کشتی تیار کر جو لوگ تجھ سے بیعت کرینگے وہ خدا سے بیعت کرینگے۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ حاضر ہو جاؤ اور اپنے رب کریم کو اکیلا مت چھوڑو۔ جو شخص اسے اکیلا چھوڑتا ہے وہ اکیلا چھوڑا جائے گا۔

سو حسب فرمودہ ایزدی دعوت بیعت کا عام اشتہار دیا جاتا ہے اور متعملین شرائط متذکرہ بالا کو عام اجازت ہے کہ بعد ادائے استخارہ مسنونہ اس عاجز کے پاس بیعت کرنے کے لئے آدیں۔ خدا تعالےٰ ان کا مددگار ہو اور ان کی زندگی میں پاک تبدیلی کرے اور ان کو سچائی اور پاکیزگی اور محبت اور روشن ضمیری کی روح بخشے۔ آمین ثم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ المبلغ

خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر) ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد دیر آمدۂ ز راہِ دُور آمدۂ

پس اگر حضرت باری جل شانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ وہ بفضلہ تعالےٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔ اور ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں اور نہ کوئی نفسانی راحت ان کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس یہ ان کی بڑی غلطی ہے کہ جو انہوں نے بشیر احمد کی وفات پر خوشی ظاہر کی اور بغلیں بجائیں۔ انہیں یقینًا یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہماری اتنی اولاد ہو جس قدر درختوں کے تمام دنیا میں پتے ہیں اور وہ سب فوت ہو جائیں تو ان کا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذت اور راحت میں کچھ خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ مُمیت کی محبت مَیّت کی محبت سے اس قدر ہمارے دل پر زیادہ تر غالب ہے کہ اگر وہ محبوب حقیقی خوش ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدست خود ذبح کرنے کو تیار ہیں کیونکہ واقعی طور پر بجز اس ایک کے ہمارا کوئی پیارا نہیں۔ جلّ شانہ وعزّ اسمہ۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔ منہ

(۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

گذارش ضروری

بخدمت ان تمام صاحبوں کے جو بیعت کرنے کیلئے مستعد ہیں

اے اخوان مومنین (اَیَّدَکُمُ اللّٰہُ بِرُوْحٍ مِّنْہُ) آپ سب صاحبوں پر جو اس عاجز سے خالصًا لطلب اللہ بیعت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں٭ واضح ہو کہ بالقائے رب کریم جلیل جس کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو انواع واقسام کے اختلافات اور غل اور حقد اور نزاع اور فساد اور کینہ اور بغض سے جس نے ان کو بے برکت و نکما کر دیا ہے نجات دے کر فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا کا مصداق بنا دے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد و منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کے لئے مقدر ہیں۔ اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ

٭ تاریخ ہذا سے جو ۴؍ مارچ ۱۸۸۹ء ہے۔ ۲۵؍ مارچ تک یہ عاجز لودیانہ محلہ جدید میں مقیم ہے اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لودیانہ میں ۲۰؍ تاریخ کے بعد آجاویں۔ اور اگر اس جگہ آنا موجب حرج و دقت ہو تو ۲۵؍ مارچ کے بعد جس وقت کوئی چاہے قادیان میں بعد اطلاع دہی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہو جائے مگر جس مدعا کے لئے بیعت ہے یعنے حقیقی تقویٰ اختیار کرنا اور سچا مسلمان بننے کے لئے کوشش کرنا۔ اس مدعا کو خوب یاد رکھے اور اس وہم میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ اگر تقویٰ اور سچا مسلمان بننا پہلے ہی سے شرط ہے تو پھر بعد اس کے

سب صاحبوں کے اسماء مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت و سکونت مستقل و عارضی اور کسی قدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) اندراج پاویں۔ اور پھر جب وہ اسماء مندرجہ کسی تعداد موزون تک پہنچ جائیں تو ان سب ناموں کی ایک فہرست تیار کر کے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی اس کی تمام بیعت کرنے والوں کی خدمت میں بھیجی جائے اور پھر جب دوسرے وقت میں نئی بیعت کرنے والوں کا ایک معتد بہ گروہ ہو جاوے تو ایسا ہی ان کے اسماء کی فہرست تیار کر کے تمام مبائعین یعنی داخلین بیعت میں شائع کی جائے اور ایسا ہی ہوتا رہے جب تک ارادہ الٰہی اپنے اندازہ مقدرہ تک پہنچ جائے۔ یہ انتظام جس کے ذریعہ سے راستبازوں کا گروہ کثیر ایک ہی سلک میں منسلک ہو کر وحدت مجموعی کے پیرائے میں خلق اللہ پر جلوہ نما ہوگا اور اپنی سچائی کے مختلف المخرج شعاعوں کو ایک خط ممتد میں ظاہر کرے گا خداوند عزّ و جل کو بہت پسند آیا ہے۔ مگر چونکہ یہ کارروائی

بیعت کی کیا حاجت ہے۔ بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقویٰ جو اوّل حالت میں تکلّف اور تصنّع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور برکت توجہ صادقین و جذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے اور اس کا جزو بن جائے اور وہ مشکوٰتی نُور دل میں پیدا ہو جائے کہ جو عبودیت اور رُبوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح قدس بھی کہتے ہیں جس کے پیدا ہونے کے بعد خدا تعالےٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع بُری معلوم ہوتی ہے جیسے وہ خود خدا تعالیٰ کی نظر میں بُری مکروہ ہے۔ اور نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسّر آتا ہے بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر یک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ سو اس نور کے پیدا ہونے کے لئے ابتدائی اتقاء جس کو طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی علت غائی بیان کرنے میں فرمایا ہے۔ ھدًی للمتقین۔ یہ نہیں فرمایا کہ ھدی للفاسقین یا ھدی للکافرین۔ ابتدائی تقویٰ جس کے حصول

بجز اس کے بآسانی و صحت انجام پذیر نہیں ہو سکتی کہ خود مبائعین اپنے ہاتھ سے خوشخط قلم سے لکھ کر اپنا تمام پتہ و نشان بتفصیل مندرجہ بالا بھیجدیں۔ اس لئے ہر ایک صاحب کو جو صدق دل اور خلوص تام سے بیعت کرنے کے لئے مستعد ہیں تکلیف دی جاتی ہے کہ وہ بتحریر خاص اپنی پورے پورے نام و ولدیت و سکونت مستقل و عارضی وغیرہ سے اطلاع بخشیں یا اپنے حاضر ہونے کے وقت یہ تمام امور درج کرا دیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کا شائع ہونا جس میں تمام بیعت کرنے والوں کے نام و دیگر پتہ نشان درج ہو۔ انشاء اللہ القدیر بہت سی خیر و برکت کا موجب ہوگا۔

ازانجملہ ایک بڑی عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس ذریعہ سے بیعت کرنے والوں کا بہت جلد باہم تعارف ہو جائے گا اور باہم خط و کتابت کرنے اور افادہ و استفادہ کے وسائل نکل آئیں گے اور غائبانہ ایک دوسرے کو دعائے خیر سے یاد کریں گے اور نیز اس باہمی شناسائی کی رُو سے ہر ایک موقعہ و محل پر ایک دوسرے کی ہمدردی کر سکیں گے اور ایک دوسرے کی غمخواری میں یاران موافق و دوستانِ صادق کی طرح مشغول ہو جائیں گے اور ہر ایک کو ان میں سے اپنے ہم ارادت لوگوں کے ناموں پر اطلاع پانے سے معلوم ہو جائیگا کہ اس کے رُوحانی بھائی دنیا میں کس قدر پھیلے ہوئے ہیں اور کن کن خداداد فضائل سے

سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آسکتا ہے۔ وہ ایک فطرتی حصہ ہے کہ جو سعیدوں کی خلقت میں رکھا گیا ہے اور ربوبیت اولیٰ اس کی مربّی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولد ہے۔ مگر وہ اندرونی نُور جو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پُورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثمّ انشأنٰہ خلقًا اٰخر کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی تولد ثانی پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہنچتا ہے اور تولد ثالث پاتا ہے۔ منہ

متصف ہیں۔ سو یہ علم ان پر ظاہر کر دے گا کہ خدا تعالیٰ نے کس خارق عادت طور پر اس جماعت کو تیار کیا ہے اور کس سرعت اور جلدی سے دنیا میں پھیلایا ہے۔ اور اس جگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزون معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی و محبت پیش آوے۔ اور حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ان کا قدر کرے۔ ان سے جلد صلح کر لیوے اور دلی غبار کو دُور کر دیوے اور صاف باطن ہو جاوے اور ہرگز ایک ذرہ کینہ اور بغض ان سے نہ رکھے۔ لیکن اگر کوئی عمداً ان شرائط کی خلاف ورزی کرے۔ جو اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء[1] میں مندرج ہیں اور اپنی بے باکانہ حرکات سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاوے گا۔ یہ سلسلہ بیعت محض براد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے ✻ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں

✻ اس جماعت کے نیک اثر سے جیسے عامہ خلائق منتفع ہوں گی ایسا ہی اس پاک باطن جماعت کے وجود مبارک سے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے انواع و اقسام کے فوائد متصور ہیں۔ جن سے اس گورنمنٹ کو خداوند عزوجل کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیرخواہ اور دعا گو ہوں گے۔ کیونکہ بموجب تعلیم اسلام (جس کی پیروی اس گروہ کا عین مدعا ہے) حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھ کر کوئی گناہ کی بات اور خبث اور ظلم اور پلید راہ نہیں کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایہ بامن و عافیت زندگی بسر کرے اور اس کی حمایت سے اپنے دینی و دنیاوی مقاصد میں آزادی کی کوشش کر سکے اسی کا بدخواہ و بداندیش ہو بلکہ جبتک ایسی گورنمنٹ کا شکر گذار نہ ہو تب تک خدا تعالیٰ کا بھی شکر گذار نہیں۔ پھر دوسرا فائدہ اس بابرکت گروہ کی ترقی سے گورنمنٹ کو یہ ہے کہ ان کا عملی طریق موجب انسداد جرائم ہے فتفکروا وتاملوا

[1] اشتہار ہذا دیکھئے صفحہ ۱۸۹ پر (مرتب)

اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھیراوے۔ اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگیوں کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روح خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ رُوحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے

ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی رُوح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے، اس گروہ کو بہت بڑھائیگا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہانتک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اُونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہریک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اُس ربّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہریک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فالحمد لہٗ اوّلًا و اٰخرًا وظاھرًا و باطنًا۔ اَسْلَمْنَا لَہٗ۔ ھو مولٰنا فی الدنیا والاٰخرۃ۔ نعم المولٰی ونعم النصیر

خاکسار

غلام احمد۔ لودیانہ محلہ جدید متصل مکان اخی مکرمی حاجی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور

۴ مارچ ۱۸۸۹ء (مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۸ کے چار صفحوں پر ہے)

(۵۰)

اشتہار عام معترضین کی اطلاع کیلئے

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جس قدر مختلف فرقے اور مختلف رائے کے آدمی اسلام پر یا تعلیم قرآنی پر یا ہمارے سیّد و مولیٰ جناب عالی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں یا جو کچھ ہمارے ذاتی امور کے متعلق نکتہ چینیاں کر رہے ہیں یا جو کچھ ہمارے الہامات اور ہماری الہامی دعاوی کی نسبت ان کے دلوں میں شبہات اور وساوس ہیں۔ ان سب اعتراضات کو ایک رسالہ کی صورت پر نمبروار مرتب کر کے چھاپ دیں اور پھر انہیں نمبروں کی ترتیب کے لحاظ سے ہر ایک اعتراض اور سوال کا جواب دینا شروع کریں۔ لہٰذا عام طور پر تمام عیسائیوں اور آریوں اور یہودیوں اور مجوسیوں اور دہریوں اور برہمیوں اور طبیعیوں اور فلسفیوں اور مخالف الرائے مسلمانوں وغیرہ کو مخاطب کر کے اشتہار دیا جاتا ہے کہ ہر ایک شخص جو اسلام کی نسبت یا قرآن شریف اور ہمارے سیّد اور مقتداء خیر الرسل کی نسبت یا خود ہماری نسبت، ہمارے منصب خداداد کی نسبت، ہمارے الہامات کی نسبت کچھ اعتراضات رکھتا ہے تو اگر وہ طالب حق ہے تو اس پر لازم و واجب ہے کہ وہ اعتراضات خوشخط قلم سے تحریر کر کے ہمارے پاس بھیجدے تا وہ تمام اعتراضات ایک جگہ اکٹھے کر کے ایک رسالہ میں نمبروار ترتیب دے کر چھاپ دیئے جائیں اور پھر نمبروار ایک ایک کا مفصل جواب دیا جائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؛

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ ۱۳۰۸ھ اجمادی الثانی

(یہ اشتہار فتح اسلام بار دوم کے صفحہ ۳۸ پر درج ہے)

(۵۱)

اعلان

اس رسالہ کے ساتھ دو اور رسالے تالیف کئے گئے ہیں جو درحقیقت اس رسالہ کے حصے ہیں
چنانچہ اس رسالہ کا نام **فتح اسلام** اور دوسرے کا نام **توضیح مرام** اور تیسرے
کا **ازالہ اوہام** ہے۔

المعلن

میرزا غلام احمد قادیان

(یہ اشتہار فتح اسلام بار دوم کے صفحہ ۲۹ پر درج ہے)

---

(۵۲)

اعلان

اس رسالہ کے بعد ایک اور رسالہ بھی چند روز میں طبع ہو کر طیار ہو جائے گا۔
جس کا نام **ازالہ اوہام** ہے۔ رسالہ **فتح اسلام** کا تیسرا حصہ ہے۔

المعلن

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(یہ اشتہار رسالہ توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے)

(۵۳)

یاد دہانی

جو کچھ ہم نے رسالہ فتح اسلام میں الٰہی کارخانہ کے بارے میں جو خداوند عزّ وجل کی طرف سے ہمارے سپرد ہوا ہے پانچ شاخوں کا ذکر کر کے دینی مخلصوں اور اسلامی ہمدردوں کی ضرورت امداد کے لئے لکھا ہے۔ اس کی طرف ہمارے با اخلاص اور پُر جوش بھائیوں کو بہت جلد توجّہ کرنی چاہیئے کہ تا یہ سب کام باحسن طریق شروع ہو جائیں۔

الــــــــــــــــراقم

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار رسالہ توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے ٹائٹل کے آخر میں ہے)

---

(۵۴)

اطّلاع بخدمت عُلماء اسلام

جو کچھ اس عاجز نے مثیل مسیح کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ مضمون متفرق طور پر تین رسالوں میں درج ہے یعنی فتح اسلام اور توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں۔ پس مناسب ہے کہ جب تک کوئی صاحب ان تینوں رسالوں کو غور سے نہ دیکھ لیں تب تک کسی مخالفانہ رائے ظاہر کرنے کے لئے جلدی نہ کریں۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی

الراقــــــــــــــــم

خاکسار مرزا غلام احمدؐ

(یہ اطلاع توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے آخری صفحہ ٹائٹل پر اور بار دوم کے صفحہ ۴۰ پر ہے)

(۵۵)

ضروری اشتہار

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیح ابن مریم کے نزول کی حقیقت جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر کھولی ہے جس کے بارے میں کچھ تھوڑا سا رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں ذکر ہے اور رسالہ ازالہ اوہام میں مبسوط اور مفصل طور پر اس کا بیان ہے۔ ایسا ہی ملائک اور لیلۃ القدر اور معجزات مسیح کے بارے میں جو کچھ ان رسالوں میں لکھا گیا ہے۔ قبل اس کے جو علماء اسلام غور سے ان مباحث کو پڑھیں۔ اور تدبّر سے ان کے مطلب کو سوچیں۔ یونہی مخالفانہ خیالات خلق اللہ میں پھیلا رہے ہیں اور عوام الناس کو اپنے بے اصل وساوس سے ہلاک کرتے جاتے ہیں حالانکہ رسالہ توضیح مرام کے آخر میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں مگر وہ آخر تک صبر نہ کر سکے۔ کسی نے کہا کہ یہ شخص کافر ہے اور کسی نے کہا کہ یہ شخص ضال اور مضل ہے اور کسی نے کہا کہ بیجا تاویلیں کرتا ہے اور کسی نے کہا کہ اس کو مالیخولیا ہے اور چونکہ اکثر لوگ ان میں موٹی عقل کے آدمی اور کجی سے بہ نسبت راستی کے زیادہ پیار کرنیوالے ہیں۔ اس لئے ان مولوی صاحبوں کے بیانات کا ان کے دلوں پر سخت اثر پڑا۔ اور عوام الناس کی تو یہ پہلے ہی سے عادت ہے کہ وہ اصل حقیقت پر غور کم کرتے ہیں۔ اور ایک خود غرض یا کوتاہ فہم مولوی کے بیان کو فیصلہ ناطق سمجھ لیتے ہیں۔ اسی ضرر رساں سیرت نے انہیں طرح طرح کے گڑھوں اور غاروں میں ڈال دیا ہے۔ لہٰذا قرین مصلحت سمجھ کر کل مخالف الرائے علماء کے مقابل محض للہ یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ان کو اس عاجز کے ان دعاوی مذکورہ بالا کے قبول کرنے میں کوئی عذر شرعی ہو یا وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ اس عاجز کے یہ دعاوی قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف ہیں تو وہ ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مقاصد مذکورہ بالا میں مباحثہ کر لیں تا کہ جلسہ عام میں حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فتنہ کبھی پیدا نہ ہو کیونکہ مجرد زبانی بیانات میں انواع اقسام کی خرابیوں کا احتمال ہے۔ سو

مناسب ہے کہ ان سب میں سے وہ مولوی صاحب جو کمالات علمی میں اوّل درجہ کے خیال کئے جائیں وہی فریق ثانی کی طرف سے اس مباحثہ کیلئے مختار مقرر ہوں اور فریق ثانی کے لوگ اپنے اپنے معلومات سے ان کو مدد دیویں۔ اور وہ (وکیل صاحب) بذریعہ تحریر ان سب دلائل کو اس عاجز کے سامنے پیش کریں۔ مگر مناسب ہے کہ اختصاراً اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کُل دلائل اوّل پرچہ میں ہی پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا۔ وہی دونوں پرچے سوالات و جوابات کے حاضرین کو سُنائے جائیں اور اخباروں میں چھپوا دیئے جائیں۔ اس سے حق اور باطل خود روشن ہو جائیگا اور تحریرات ہر دو فریق سے ہر یک حاضر اور غائب کو خوب سوچ کے ساتھ حق کے سمجھنے اور رائے لگانے کا موقع مل جاویگا اگرچہ کتاب ازالہ اوہام چھپ رہی ہے جو پچیس جزو کے قریب ہوگی اور یہ تمام مباحث معہ دیگر معارف و حقائق کے اس میں کامل طور پر درج ہیں مگر یہ مولوی صاحبان اس کو ہرگز نہیں دیکھیں گے تا ایسا نہ ہو کہ آنکھیں کھُل جائیں اور حق کو قبول کرنا پڑے۔ بلکہ میں نے سُنا ہے کہ ان حضرات میں سے اکثر مولوی صاحبان یہ کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کتابوں کو نہ دیکھے۔ یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم۔ لیکن یہ اشتہار بہرحال انہیں دیکھنا پڑیگا۔ اور عوام الناس اگرچہ بڑی بڑی کتابوں کو نہیں پڑھتے مگر اس مختصر اشتہار کے مضمون سے بیخبر نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا میں نے اتمام حجت کی نیت سے اس کو لکھا ہے اور میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور القاء سے حق کو کھول دیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحیٰی کی روح کیساتھ دوسرے آسمان پر ہے۔ اس زمانہ کے لئے جو رُوحانی طور پر مسیح آنیوالا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ مَیں ہُوں۔ یہ خدا تعالےٰ کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے۔

اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔ عقل خداداد بھی اس کی مؤیّد ہے۔ اگر مولوی صاحبوں کے پاس مخالفانہ طور پر شرعی دلائل موجود ہیں تو وہ عام جلسہ کر کے بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں۔ بیشک حق کو غلبہ ہوگا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں۔ مولوی صاحبان سراسر اپنے علم کی پردہ دری کراتے

ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے۔ اے حضرات اللہ جلشانہٗ آپ لوگوں کے دلوں کو نور ہدایت سے منور کرے۔ یہ دعویٰ ہرگز قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف نہیں بلکہ آپ لوگوں کی سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ جلسہ کیلئے مقام و تاریخ مقرر کر کے ایک عام جلسہ میں مجھ سے بحث تحریری نہیں کرینگے تو آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک اور نیز راستبازوں کی نظر میں بھی مخالف حق ٹھیریں گے اور مناسب ہے کہ جبتک میرے ساتھ بالمواجہ تحریری طور پر بحث نہ کرلیں اسوقت تک عوام الناس کو بہکانے اور مخالفانہ رائے ظاہر کرنے سے اپنا منہ بند رکھیں اور نہی آیۃ کریمہ لاتقف ما لیس لک بہ علم سے ڈریں ورنہ یہ حرکت حیا اور ایمان اور خدا ترسی اور منصفانہ طریق سے برخلاف سمجھی جائیگی اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے۔ مولوی شیخ عبید اللہ صاحب بتی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔ ۲۶ر مارچ ۱۸۹۱ء

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی (مطبع دبدبہ اقبال ربّی لدھیانہ)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے نام ۱۶ر اپریل ۱۸۹۱ء کو جو مندرجہ ذیل خط حضرت اقدس علیہ السلام نے مباحثہ کے متعلق ارسال فرمایا تھا وہ ضمیمہ اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ مورخہ ۲۵ر اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا ہے اس لئے مناسب جان کر اس خط کو بھی یہاں نقل کر دیا جاتا ہے تاکہ محفوظ ہو جائے (المرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ . . . . بخدمت اخویم مولوی محمد حسین صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ کا تار جس میں یہ لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹا دو یا آپ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے پہنچا۔ اے عزیز شکست اور فتح خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتح مند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتحمند کون ہونیوالا ہے اور شکست کھانیوالا کون ہے۔ جو آسمان پر قرار پا گیا وہی زمین پر ہوگا گو دیر سے سہی۔ لیکن اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر گمان کر لیا کہ محبی فی اللہ

مولوی حکیم نورالدین صاحب آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کو کب بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے۔ اصل بات تو صرف اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب اس جگہ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے اُن کو دو تین روز کے لئے ٹھہرا لیا ہے تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات آپ سے دُور کرا لیں اور یہ بھی لکھا کہ اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بُلا لیں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کیوجہ سے لاہور میں پہنچے اور منشی امیرالدین صاحب کے مکان پر اُترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپکو بھی بُلا لیا تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اُٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بُلایا تھا۔ انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی صاحب محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا۔ یہ تو سلسلہ دو برس تک ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوال کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپکو بُلایا ہے۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب موصوف نے بخوبی اُن کی تسلی کر دی۔ یہانتک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر باواز بلند کہا کہ اے حاضرین میری تو من کل الوجوہ تسلی ہو گئی۔ اب میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔ پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبدالحق صاحب اور منشی الٰہی بخش صاحب اور منشی امیرالدین صاحب اور میرزا امان اللہ صاحب نے کی۔ اور بہت خوش ہو کر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہہ دل سے قائل ہو گئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہکر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپکو تکلیف دی تھی سو ہماری بکلّی تسلی ہو گئی آپ بلاحرج تشریف لے جائیے سو انہوں نے ہی بُلایا اور انہوں نے ہی رخصت کیا۔ آپکا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔ پھر آپ کا یہ جوش جو تار کے فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔ آپ خود انصاف فرماویں۔ جبکہ ان سب لوگوں نے کہدیا کہ اب ہم مولوی صاحب محمد حسین کو بُلانا نہیں چاہتے، ہماری تسلی ہو گئی اور وہی تو ہیں جنہوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بُلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں اجازت مانگتے۔ کیا آپ نہیں سمجھ سکتے اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیئے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر و چشم حاضر ہے۔ مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے۔ صرف تحریری بحث چاہیئے اور وہ یوں ہو کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باواز بلند سُنا دیں اور ایک نقل اس کی

اپنے دستخط سے مجھے دیدیں پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سُناؤں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جاوے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں بات نہ کرے جو کچھ ہو تحریری ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔ اوّل آپ کی طرف سے ایک جو ورقہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوے کا قرآن کریم اور حدیث شریف کی رُو سے ردّ لکھیں۔ اور پھر دوسرا پرچہ جو ورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے جس میں میں اللہ جلشانہٗ کے فضل و توفیق سے ردّ الرد لکھوں اور انہی دو تین پرچوں پر بحث ختم ہو جاوے۔ اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آسکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ امن قائم رکھنے کے لئے انتظام کرا دونگا۔ یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی۔ والسلام

میرزا غلام احمد از لدھانہ اقبال گنج ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء

مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کے لئے آپ پسند کریں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جاوے۔ لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیئے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچہ صرف دو ہوں گے۔ اوّل آپ کی طرف سے میرے ان دونو بیانات کا ردّ ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور نیز یہ کہ حضرت ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس ردّ کے ردّ الرد کیلئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔ غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعوے کے ابطال کیلئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ موجود ہے وہ آپ پیش کریں۔ پھر جس طرح خدا تعالیٰ چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دیگا اور بغیر اس طریق کے جو مبنی بانصاف ہے اور نیز امن رہنے کیلئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر تصور فرماویں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری و کامل طور پر بلا کم و بیش میری رائے ہی منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرماویں ورنہ نہیں۔ فقط۔ آج ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کے جواب کی انتظار رہیگی۔ اگر ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہ خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کر دیا جائے گا۔ فقط۔

آج بھوپال سے آپ کا ایک کارڈ مرقومہ ۹ اپریل ۱۸۹۱ء مرسلہ اخویم مولوی محمد احسن صاحب مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپکے اخلاق کریمہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہو گیا۔ آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے میرزا غلام احمد کے اس دعویٰ جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں دی بلکہ اس کی تکذیب خود براہین میں موجود ہے۔ آپ بلا روایت میرزا پر ایمان لے آئے۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ اشاعۃ السنہ میں اب ثابت ہے کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے۔ فقط۔ حضرت مولوی صاحب من آنم کہ من دانم۔ آپ جہانتک کہ ممکن ہے ایسے الفاظ استعمال کیجئے۔ میں کیا ہوں اور میری شان کیا۔ بیشک آپ جو چاہیں کہیں اور اس وعدۂ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں جس کو آپ چھاپ چکے ہیں۔ ربّی سمیع و یریٰ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(خطؔ مرزا صاحب بنام مولوی عبد الجبار صاحب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفقی اخوی ام مولوی عبد الجبار صاحب!

السلام علیکم! ایک اشتہار جو عبد الحق کے نام سے جاری کیا گیا ہے جس میں مباہلہ کی درخواست کی ہے کل کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ چونکہ میں نہیں جانتا کہ عبد الحق کون ہے۔ آیا کسی گروہ کا مقتدی یا مقتدا ہے۔ اسوجہ سے آپ ہی کی طرف خط ہذا لکھتا ہوں اس خیال سے کہ میری رائے میں وہ آپ ہی کی جماعت میں سے ہے اور اشتہار بھی دراصل آپ ہی کی تحریک سے لکھا گیا ہوگا۔ پس واضح ہو کہ مباہلہ پر مجھے کسی طرح سے اعتراض نہیں جس حالت میں میں نے اس مدعا کی غرض سے قریب بارہ ہزار کے خطوط و اشتہارات مختلف ملکوں میں بڑے بڑے مخالفوں کے نام روانہ کئے ہیں تو پھر آپ سے مباہلہ کرنے میں کونسی تامل کی جگہ ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ اللہ جلشانہٗ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے سو میں اسی الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں۔ مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنیوالا ہو بلکہ ایک آنیوالا تو خود میرے پر بھی ظاہر کیا گیا ہے جو میری ہی ذریت میں سے ہوگا۔

---

[1] اس خط کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ کے اس اشتہار میں ہے جو آگے نمبر ۵۵ پر درج ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۱ پر (المرتب)

لیکن اس جگہ میرا دعویٰ جو بذریعہ الہام مجھے یقینی طور پر سمجھایا گیا ہے صرف اتنا ہے کہ قرآن شریف اور حدیث میں میرے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ میں اس سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا اور نہ کرونگا کہ شاید مسیح موعود کوئی اَور بھی ہو اور شاید یہ پیشگوئیاں جو میرے حق میں رُوحانی طور پر ہیں ظاہری طور پر اس پر جمتی ہوں اور شاید سچ مچ دمشق میں کوئی مثیل مسیح نازل ہو لیکن میرے پر یہ کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہوچکا ہے۔ اور یحییٰ کی رُوح کے ساتھ اس کی رُوح دوسرے آسمان میں اور اپنے سماوی مرتبہ کے موافق بہشت بریں کی سیر کر رہی ہے۔ اب وہ رُوح بہشت سے بموجب وعدہ الٰہی کے جو بہشتیوں کیلئے قرآن شریف میں موجود ہے نکل نہیں سکتی اور نہ دو موتیں ان پر وارد ہوسکتی ہیں۔ ایک موت جو ان پر وارد ہوئی وہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور ہمارے اکثر مفسر بھی اس کے قائل ہیں اور ابن عباس کی حدیث سے بھی اس کا ثبوت ظاہر ہے اور انجیل میں بھی لکھا ہے اور نیز توریت میں بھی۔ اب دوسری موت ان کے لئے تجویز کرنا خلاف نص وحدیث ہے۔ وجہ یہ کہ کسی جگہ ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ دو مرتبہ مرینگے۔ یہ تو میرے الہامات اور مکاشفات کا خلاصہ ہے جو میرے رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے اور ایسا ہی اس پر ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ کتاب اللہ پر اور اسی اقرار اور انہی لفظوں کیساتھ میں مباہلہ بھی کرونگا اور جو لوگ اپنے شیطانی اوہام کو ربانی الہام قرار دے کر مجھے جہنمی اور ضال قرار دیتے ہیں۔ ایسا ہی ان سے بھی ان کے الہامات کے بارہ میں اللہ جلّ شانہ کی حلف لونگا کہ کہانتک انہیں اپنے الہامات کی یقینی معرفت حاصل ہے۔ مگر بہرحال مباہلہ کے لئے میں مستعد کھڑا ہوں۔ لیکن امور مفصلہ ذیل کا تصفیہ ہونا پہلے مقدم ہے:۔

اوّل یہ کہ چند مولویصاحبان نامی جیسے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتویٰ لکھدیں کہ ایسی جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ بذریعہ لعن طعن کرنے اور ایک دوسرے کو بددعا دینے کے جس کا دوسرے لفظوں میں مباہلہ نام ہے کرنا جائز ہے کیونکہ میرے خیال میں جزئی اختلافات کیوجہ سے مسلمانوں کو لعنتوں کا نشانہ بنانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ ایسے اختلافات اصحابوں میں ہی شروع ہوگئے تھے۔ مثلاً حضرت ابن عباس محدث کی وحی کو نبی کی وحی کی طرح قطعی سمجھتے تھے اور دوسرے ان کے مخالف تھے۔ ایسے ہی صاحب صحیح بخاری کا یہ عقیدہ تھا کہ کتب سابقہ یعنی توریت و انجیل وغیرہ محرّف نہیں ہیں اور ان

میں کچھ لفظی تحریف نہیں ہوئی حالانکہ یہ عقیدہ اجماع مسلمین کے مخالف ہے اور بایں ہمہ سخت مضر بھی ہے اور نیز یہ بداہت باطل
ایسا ہی محی الدین ابن عربی رئیس المتصوفین کا یہ عقیدہ ہے کہ فرعون دوزخی نہیں ہے اور نبوت کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا
اور کفار کیلئے عذاب جاودانی نہیں اور مذہب وحدت الوجود کے بھی گویا وہی موجد ہیں پہلے ان سے کسی نے ایسی
واشگاف کلام نہیں کی سو یہ چاروں عقیدے ان کے ایسا ہی اور بعض عقائد بھی اجماع کے برخلاف ہیں۔ اسی طرح شیخ
عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اسمٰعیل ذبیح نہیں ہیں بلکہ اسحٰق ذبیح ہے حالانکہ تمام مسلمانوں کا اسی پر اتفاق
ہے کہ ذبیح اسمٰعیل ہے اور عیدالضحیٰ کے خطبہ میں اکثر ملا صاحبان رو رو کر انہی کا حال سنایا کرتے ہیں۔ اسی طرح صدہا اختلافات
گذشتہ علماء و فضلاء کے اقوال میں پائے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں بعض علماء مہدی موعود کے بارہ میں دوسرے علماء سے
اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ سب حدیثیں ضعیف ہیں غرض جزئیات کے جھگڑے ہمیشہ سے چلے آتے ہیں مثلاً یزید پلید کی
بیعت پر اکثر لوگوں کا اجماع ہوگیا تھا مگر امام حسینؓ نے اور ان کی جماعت نے اس اجماع کو قبول نہیں کیا اور اس سے باہر
رہے۔ اور بقول میاں عبدالحق اکیلے رہے۔ حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ خلیفۂ وقت فاسق ہی ہو بیعت کر لینی چاہئیے۔ اور
تخلف معصیت ہے۔ پھر انہی حدیثوں پر نظر ڈال کر دیکھو جو مسیح کی پیشگوئی کے بارہ میں ہیں کہ کس قدر اختلافات
سے بھری ہوئی ہیں مثلاً صاحب بخاری نے دمشق کی حدیث کو نہیں لیا اور اپنے سکوت سے ظاہر کر دیا کہ اس کے نزدیک
یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن ماجہ نے بجائے دمشق کے بیت المقدس لکھا ہے اور اب حاصل کلام یہ ہے کہ ان بزرگوں
نے باوجود ان اختلافات کثیرہ کے ایکدوسرے سے مباہلہ کی درخواست ہرگز نہیں کی اور ہرگز روا نہیں رکھا کہ ایک دوسرے
پر لعنت کریں بلکہ بجائے لعنت کے یہ حدیث سُناتے رہے کہ اختلاف اُمتی رحمۃٌ۔ اب یہ نئی بات نکلی ہے
کہ ایسے اختلافات کے وقت میں ایک دوسرے پر لعنت کریں اور بد دُعا اور گالی اور دشنام کر کے فیصلہ کرنا چاہئیے
ہاں اگر کسی ایک شخص پر سراسر تہمت کی راہ سے کسی فسق اور معصیت کا الزام لگایا جائے جیسا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب
ساکن علی گڑھ نے اس عاجز پر لگایا تھا کہ نجوم سے کام لیتے ہیں اور اس کا نام الہام رکھتے ہیں تو مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ
مباہلہ کی درخواست کرے۔ مگر جزئی اختلافات میں جو ہمیشہ سے علماء و فقراء میں واقع ہوتے رہتے ہیں، مباہلہ کی درخواست
کرنا یہ غزنوی بزرگوں کا ہی ایجاد ہے۔ لیکن اگر علماء ایسے مباہلہ کا فتویٰ دیں تو ہمیں عذر بھی کچھ نہیں کیونکہ ہم ڈرتے ہیں
کہ اگر ہم اس ملاعنہ کے طریق سے جس کا نام مباہلہ ہے اجتناب کریں تو یہی اجتناب ہمارے گریز کی وجہ سمجھی جائے۔ اور
حضرات غزنوی خوش ہو کر کوئی دوسرا اشتہار عبدالحق کے نام سے چھپوا دیں اور لکھ دیں کہ مباہلہ قبول نہیں کیا۔ اور
بھاگ گئے لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی خوف ہے کہ اگر ہم مسلمانوں پر خلاف حکم شرع اور طریق تقویٰ کے لعنت

کرنے کے لئے امرتسر پہنچیں تو مولوی صاحبان ہم پر یہ اعتراض کردیں کہ مسلمانوں پر کیوں لعنتیں کیں اور ان حدیثوں سے کیوں تجاوز کیا جو مومن لعان نہیں ہوتا اور اس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہتے ہیں سو پہلے یہ ضروری ہے کہ فتویٰ لکھا جاوے اور اس فتوے پر ان تینوں مولوی صاحبان کے دستخط ہوں جن کا ذکر میں لکھ چکا ہوں جس وقت وہ استفتاء مصدقہ بمواہیر علماء میرے پاس پہنچے تو پھر حضرت غزنوی مجھے امرتسر پہنچا سمجھ لیں۔

ماسوا اس کے یہ بھی دریافت طلب ہے کہ مباہلہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں منجانب اللہ تجویز کیا گیا تھا وہ کفار و نصاریٰ کی ایک جماعت کے ساتھ تھا جو نجران کے معزز اور مشہور نصرانی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مباہلہ کو ایک مسنون امر ہے کہ اس میں ایک فریق کا کافر یا ظالم کسی کو خیال کیا گیا ہے۔ اور نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جیسا کہ نجران کے نصاریٰ کی ایک جماعت تھی آپ کی کوئی جماعت ہے یا صرف اکیلے میاں عبدالحق صاحب قلم چلا رہے ہیں۔ تیسرا یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ اس اشتہار کے لکھنے والے درحقیقت کوئی صاحب آپ کی جماعت میں سے ہیں جن کا نام عبدالحق ہے یا یہ فرضی نام ہے۔ اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ آپ بھی مباہلین کے گروہ میں داخل ہیں یا کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اگر داخل نہیں تو کیا وجہ؟ اور پھر وہ کونسی جماعت ہے جن کے ساتھ نساء و ابناء و اخوان بھی ہوں گے جیسا کہ منشاء آیت کا ہے۔ ان تمام امور کا جواب بواپسی ڈاک ارسال فرما دیں اور نیز یہ سارا خط میاں عبدالحق کو بھی حرف بحرف سنا دیں۔ اور میاں عبدالحق نے اپنے الہام میں جو مجھے جہنمی اور ناری لکھا ہے اس کے جواب میں مجھے کچھ ضرورت لکھنے کی نہیں ہے کیونکہ مباہلہ کے بعد خود ثابت ہو جائے گا کہ اس خطاب کا مصداق کون ہے۔ لیکن جہاں تک ہو سکے آپ مباہلہ کے لئے کاغذ استفتاء تیار کر کے مولوی صاحبین موصوفین کی مواہیر ثبت ہونے کے بعد وہ کاغذ میرے پاس بھیجدیں۔ اگر اس میں کچھ توقف کریں گے یا میاں عبدالحق چپ کر کے بیٹھ جائیں گے تو گریز پر محمول کیا جائے گا۔ اور واضح رہے اس خط کی چار نقلیں چار اخبار میں اور نیز رسالہ ازالہ اوہام میں چھاپ دی جائیں گی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ ٭

الـــــــــــــــــــراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء

منقول از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء صفحہ ۱ کالم ۲ تا صفحہ ۱۶ کالم ۱

۲۰×۲۶/۱۶ کے سائز پر ہے جو صادق لائبریری قادیان میں موجود ہے۔ (المرتب)

(۵۶)

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ

مُبَاہلہ کے اِشتہار کا جواب

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میاں عبدالحق صاحب غزنوی کے پہلے اشتہار کے جواب میں جو مباہلہ کے لئے انہوں نے شایع کیا تھا۔ اس عاجز نے یہ جواب لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جزئی اختلافات کی وجہ سے باہم مباہلہ کرنا عندالشرع ہرگز جائز نہیں مذہب اسلام ایسے اختلافات سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھایا جانا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی طور پر اُٹھائے جانے کی نسبت جو معراج کی رات میں بیان کیا جاتا ہے، کچھ زیادہ عزت کے لائق نہیں اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی صعود کی نسبت مسیح کے جسمانی صعود کا کچھ زیادہ ثبوت پایا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے برخلاف ایک اجماع کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کا بکلی انکار کر دیا ہے۔ مگر کسی صحابی نے ان سے مباہلہ کی درخواست نہیں کی۔ ماسوا اس کے اور بہت سے اختلافات صحابہ میں واقع ہوئے۔ یہانتک کہ بعض نے بعض قرآن شریف کی سورتوں کو قرآن شریف میں داخل نہیں سمجھا۔ اور پھر ہر ایک زمانہ میں جزئی اختلافات کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ اور اس سلسلہ کو کچھ تو آئمہ اربعہ اور محدثین اور مفسرین نے وسعت دی اور ہزارہا جزئیات مختلفہ آگے رکھ دیئے اور کچھ اہل کشف نے ان اختلافات کو

بڑھایا چنانچہ ارباب کشف میں سے سب سے قدم بڑھا ہوا حضرت ابن عربی قدس سرہ کا ہے۔ اور بعض مکاشفات سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بھی ایسے ہیں جو احادیث صحیحہ سے منافی و مغائر ہیں۔ چنانچہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ احادیث صحیحہ کی رو سے اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ذبیح اسماعیل ہیں مگر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اسحاقؑ کو ذبیح ٹھہراتے ہیں۔ ایسا ہی قریب اجماع کے یہ عقیدہ بھی ہے۔ جو کتب سابقہ توریت وغیرہ میں تحریف لفظی ہو گئی ہے۔ مگر حضرت محمد اسماعیل رئیس المحدثین اس اجماع کے مخالف ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ان تمام جزئیات میں بطرق مباہلہ فیصلہ کرنا جائز ہوتا تو خدا تعالیٰ ہرگز اس امت کو مہلت نہ دیتا کہ اب تک وہ دنیا میں قایم رہ سکتی۔ ذرا سوچ کر دیکھنا چاہیئے کہ چونکہ درحقیقت حالت اسلام کی خیرالقرون سے ہی ایسی واقعہ ہو گئی ہے کہ حنفی مذہب شافعی مذہب سے صدہا جزئیات میں اختلاف رکھتا ہے۔ ایسا ہی شافعی مالکی سے اور مالکی حنبلی سے سینکڑوں جزئی مسائل میں مختلف ہے۔ اور محدثین کو بھی کسی ایک مذہب سے بکلی مطابقت نہیں ہے اور پھر وہ بھی باہم جزئیات کثیرہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ادھر اہل کشف کے اختلافات کا بھی ایک دفتر ہے۔ یہانتک کہ بعض نے نبوت تامہ کے سلسلہ کو منقطع نہیں سمجھا۔ جاودانی عذاب کے قایل نہیں ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا مذہب نہیں کہ جو جزئیات کے اختلاف میں غلطی اور خطاء کے احتمال سے خالی ہو۔ اب اگر فرض کریں کہ ان سب میں اختلافات جزئیہ کی وجہ سے مباہلہ واقع ہو۔ اور خداوند تعالیٰ مخطی پر عذاب نازل کرے تو بلاشبہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام متفرق فرقے اسلام کے صفحہ زمین سے یک لخت نابود ہوں۔ پس ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز منشاء نہیں۔ کہ اہل اسلام ان تمام اختلافات جزئیہ کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں۔ سو ایسے مباہلات سے اسلام کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر یہ عنداللہ جائز ہوتا تو اسلام کا کب سے خاتمہ ہو جاتا۔

اس کے جواب میں میاں عبدالحق صاحب اپنے دوسرے اشتہار میں اس عاجز کو یہ لکھتے ہیں کہ اگر مباہلہ مسلمانوں سے بوجہ اختلافات جزئیہ جائز نہیں۔ تو پھر تم نے مولوی محمد اسماعیل سے رسالہ فتح اسلام میں کیوں مباہلہ کی درخواست کی۔ سو انہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ درخواست کسی جزئی اختلاف کی بناء پر نہیں۔ بلکہ اس افتراء کا جواب ہے جو انہوں نے عمداً کیا اور یہ کہا کہ میرا ایک دوست جس کی بات پر مجھے بکلی اعتماد ہے۔ دو مہینے تک قادیان میں میرزا غلام احمد کے مکان پر رہ کر بچشم خود دیکھ آیا ہے کہ ان کے پاس آلاتِ نجوم ہیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے وہ آیندہ کی خبریں بتلاتے ہیں۔ اور ان کا نام الہام رکھ لیتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس صورت کو جزئی اختلاف سے کیا تعلق ہے۔ بلکہ یہ تو اس قسم کی بات ہے۔ جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اس کو بچشم خود زنا کرتے دیکھا۔ یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لئے مباہلہ کی درخواست نہ کرتا تو اور کیا کرتا!

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں مباہلہ مسنونہ سے انکار نہیں۔ اگر انکار ہے۔ تو ایسے مباہلہ سے جس کا قرآن اور حدیث سے نشان نہیں ملتا۔ اگر اس طور پر مباہلہ کرنا چاہو کہ جس طور سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی تھی تو ہم بدل و جان مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یقیناً تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ مباہلہ جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ سے درخواست کی تھی۔ وہ یہ تھا کہ آنجناب کو وحی الٰہی سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ عیسائی لوگ اس بات میں جھوٹے ہیں جو انہوں نے مسیح ابن مریم کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا بنا رکھا ہے۔ سچ صرف اس قدر ہے کہ مسیح نبی تھا اور خدا تعالےٰ کا بندہ تھا اور اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ عیسائیوں کا افتراء ہے۔ ادھر عیسائی بھی کلام اللہ کے اس بیان کو خدا تعالےٰ کا کلام نہیں سمجھتے تھے بلکہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ اپنا افتراء ہے۔ چنانچہ اوّل ان کے اسکات و الزام کے لیئے ہر ایک قسم کے دلائل و نشان قرآن شریف

نے پیش کئے۔ مگر انہوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ان دلائل کو قبول نہ کیا۔ آخر جب انہوں نے کسی دلیل کو قبول نہ کیا۔ اور کسی نشان پر ایمان نہ لائے۔ تو اتمام حجت کی غرض سے مباہلہ کے لیئے ان سے درخواست کی گئی۔ اور یہ درخواست صرف اس بنا پر تھی۔ کہ ہم پر خدا تعالیٰ نے یہ بات یقینی طور پر کھول دی ہے کہ تم اس اعتقاد میں کہ مسیح ابن مریم سچ مچ خدا کا بیٹا اور خدا ہے، مفتری ہو۔ خدا تعالیٰ نے انجیل میں ہرگز ایسی تعلیم نہیں دی کہ اس کا کوئی دوسرا شریک بھی ہے اور درحقیقت اس کا کوئی بیٹا بھی ہے جو بیٹا ہونے کی وجہ سے خدا بھی ہے۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے تو بقول تمہارے ہم مفتری ٹھہرے۔ تو آؤ باہم مباہلہ کریں۔ تا اس شخص پر جو کاذب اور مفتری ہے۔ خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو اور فرمایا کہ مباہلہ کے لئے ایک نہیں بلکہ دونوں طرف سے جماعتیں آنی چاہئیں۔ تب مباہلہ ہوگا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ الحق من ربك فلا تكونن من الممترين ۔ فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنائكم ونسائنا ونسائكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين[1] یعنی مسیح کا بندہ ہونا بالکل سچ اور شک سے منزہ ہے۔ اور اگر اب بھی عیسائی لوگ مسیح ابن مریم کی الوہیت پر تجھ سے جھگڑا کریں اور خدا تعالیٰ کے اس بیان کو جو مسیح درحقیقت آدم کی طرح ایک بندہ ہے گو بغیر باپ کے پیدا ہوا دروغ سمجھیں اور انسان کا افترا خیال کریں۔ تو ان کو کہہ دے کہ اپنے عزیزوں کی جماعت کے ساتھ مباہلہ کے لئے آویں۔ اور ادھر ہم بھی اپنی جماعت کے ساتھ مباہلہ کے لئے آویں گے۔ پھر جھوٹوں پر لعنت کریں گے اب اس تمام بیان سے بوضاحت کھل گیا کہ مسنون طریق مباہلہ کا یہ ہے کہ جو شخص

---

[1] اس آیت میں لفظ الکاذبین صاف ہمارے مدعا اور بیان کا شاہد ناطق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لعنت اللہ علی الکاذبین فرما کر ظاہر کرتا ہے کہ مباہلہ اسی صورت میں جائز ہے کہ جب فریقین ایک دوسرے کو عمداً دروغ باز یقین کرتے ہوں نہ یہ کہ صرف مخطی خیال کرتے ہوں۔

مباہلہ کی درخواست کرے۔ اس کے دعوے کی بنا ایسے یقین پر ہو جس یقین کی وجہ سے وہ اپنے فریق مقابل کو قطعی طور پر مفتری اور کاذب خیال کرے اور اس یقین کا اس کی طرف سے بصراحت اظہار چاہیئے کہ میں اس شخص کو مفتری جانتا ہوں۔ نہ صرف ظن اور شک کے طور سے۔ بلکہ کامل یقین سے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں ظاہر فرمایا ہے۔

پھر ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے خدا تعالیٰ نے دلائل بیّنہ سے بخوبی عیسائیوں کو سمجھا دیا کہ عیسیٰ بن مریم میں کوئی خدائی کا نشان نہیں۔ اور جب باز نہ آئے تو پھر مباہلہ کے لئے درخواست کی۔ اور نیز آیات موصوفہ بالا سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ مسنون طریقہ مباہلہ کا یہی ہے کہ دونوں طرف سے جماعتیں حاضر ہوں۔ اگر جماعت سے کسی کو بے نیازی حاصل ہوتی تو اس کے اوّل مستحق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہ کیا انصاف کی بات ہے۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مباہلہ کے لئے جماعت کے محتاج ٹھہرائے جائیں اور میاں عبدالحق اکیلے کافی ہوں! عجب بات ہے کہ مباہلہ کے لئے تو دوڑتے ہیں۔ اور پہلے ہی قدم میں فرمودہ خدا و رسول کو چھوڑتے ہیں۔ اور اگر کوئی جماعت ساتھ ہے تو بذریعہ اشتہار اس کا نام لینا چاہیئے۔ اگر اصل حقیقت پر غور کیا جاوے تو مباہلہ کی درخواست کرنا ہمارا حق تھا۔ اور وہ بھی اس وقت جب ہم اپنے دعوے کو دلائل و بیّنات مفصلہ و مسکتہ سے مؤید و مستند کر چکتے۔ مگر اب بھی تنزّلاً ترحمًا للہ مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ مگر انہیں شرایط کے ساتھ جو مذکور ہو چکیں۔

اب ناظرین یاد رکھیں کہ جب تک یہ تمام شرائط نہ پائے جائیں تو عندالشرع مباہلہ ہرگز درست نہیں۔ مباہلہ میں دونوں فریق ایسے چاہئیں کہ درحقیقت یقینی طور پر ایک دوسرے کو مفتری سمجھیں اور وہ حسن ظن جو مومن پر ہوتا ہے۔ ایک ذرہ ان کے درمیان موجود نہ ہو۔ ورنہ اجتہادی اختلافات میں ہرگز مباہلہ جائز نہیں۔ اور اگر مباہلہ ہوگا تو ہرگز

کوئی ثمرہ مترتب نہیں ہوگا۔ اور ناحق غیر مذہب والے ہنسی ٹھٹھا کریں گے۔ خدا تعالےٰ ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اجتہادی اختلافات کی وجہ سے تہ تیغ کر دیوے اور دشمنوں کو ہنسا دے۔ پس میاں عبد الحق اور ان کے پوشیدہ انصار کو مناسب ہے کہ اگر مباہلہ کا شوق ہے تو سنت نبوی اور کلام رب عزیز کا اقتدار کریں۔ قرآن کریم کے منشار کے خلاف اگر مباہلہ ہو تو وہ ایمانی مباہلہ ہرگز نہیں۔ افغانی مباہلہ ہو تو ہو۔ اب میں ایک دفعہ پھر ان تمام مولوی صاحبان کو جنہیں پہلے اشتہار میں مخاطب کیا گیا تھا۔ اتماماً للحجۃ دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اگر میرے دعاوی اور بیانات کی نسبت انہیں تردد ہو۔ تو حسب شرائط اشتہار سابقہ مجلس مباحثہ کی منعقد کر کے ان اوہام کا ازالہ کرالیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ یہ امر کمال معصیت کا موجب ہے کہ خود اپنے اوہام کے ازالہ کی فکر نہ کریں اور دوسروں کو ورطۂ اوہام میں ڈالیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی

۱۲ اپریل ۱۸۹۱ء مطبوعہ

اعلان

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین

چونکہ یہ عاجز عرصہ تین سال سے عزیزم میرزا غلام احمد صاحب پر بدگمان تھا۔ لہذا وقتاً فوقتاً نفس و شیطان نے خدا جانے کیا کیا ان کے حق میں مجھ سے کہلوایا۔ جس پر آج

مجھ کو افسوس ہے۔ اگرچہ اس عرصہ میں کئی بار میرے دل نے مجھے شرمندہ بھی کیا۔ لیکن اس کے اظہار کا یہ وقت مقدر تھا۔ باعث اس تحریر کا یہ ہے کہ ایک شخص نے میرزا صاحب کو خط لکھا کہ میں تم سے موافقت کیونکر کروں۔ تمہارے رشتہ دار (یعنی یہ عاجز) تم سے برگشتہ و بدگمان ہیں۔ اس کو سُنکر مجھے سخت ندامت ہوئی۔ اور ڈرا کہ ایسا نہو کہ کہیں اپنے گناہوں کے علاوہ دوسروں کے نہ ماننے کے وبال میں پکڑا جاؤں۔ لہذا یہ اشتہار دے کر میں بری الذمہ ہوتا ہوں۔ میں نے جو کچھ مرزا صاحب کو فقط اپنی غلط فہمیوں کے سبب سے کہا نہایت بُرا کیا۔ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور اس توبہ کا اعلان اس لئے دیتا ہوں کہ میری پیروی کے سبب سے کوئی وبال میں نہ پڑے۔ اب سب لوگ جان لیں کہ مجھے کسی طرح کی بدگمانی میرزا صاحب پر نہیں۔

وما علینا الا البلاغ

اس سے بعد اگر کوئی شخص میری کسی تحریر یا تقریر کو چھپوا دے اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہے تو میں عند اللہ بری ہوں۔ اور اگر کبھی میں نے میرزا صاحب کی شکایت کی۔ یا کسی دوست سے آپ کی نسبت کچھ کہا ہو۔ تو اس سے اللہ تعالےٰ کی جناب میں معافی مانگتا ہوں۔

المعلن

میر ناصر نواب نقشہ نویس

دہلی

اللہ اکبر

ہم مفصلۂ ذیل کتابوں کا اشتہار جو مخالفان اسلام کے حملوں کے دفاع میں

لکھی گئی ہیں۔ علاوہ غرض اشاعت کے بایں قصد بھی دیتے ہیں۔ کہ ہمارے بھائی مسلمانوں پر کھل جائے کہ تائید دین متین اور تقویت احکام شرع مبین کس گروہ کی جانب سے ہو رہی ہے۔ اور کونسی جماعت مال وجان و دل سے اعلائے کلمۃ اللہ و نصرت دعوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں مشغول ومصروف ہے۔

(۱) عہ/ تصدیق براہین احمدیہ حصہ اوّل مصنفہ حکیم مولوی نورالدین صاحب

(۲) عہ۸/ فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ نصاریٰ کے جواب میں مصنفہ ایضاً

(۳) ۴/ رسالہ رد تناسخ مصنفہ ایضاً

یہ کتابیں پنجاب پریس سیالکوٹ سے مل سکتی ہیں۔

(۴) ۴/ رسالہ ابطال الوہیت و ابنیت مسیح علیہ السلام۔ مصنفہ ایضاً

یہ رسالہ انجمن حمایت الاسلام لاہور سے مل سکتا ہے۔

---

(۵۷)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

لایحب اللّٰہ الجھر بالسوء من القول الّا من ظلم وکان اللّٰہ سمیعًا علیمًا ؁

اشتہار نصرت دینؔ و قطع تعلق از اقارب مخالف دین

علٰی ملّت ابراھیم حنیفًا

چوں بدندان تو کرمے اوفتاد ؛ آن نہ دندانی بکن ای اوستاد

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس عاجز نے ایک دینی خصومت کے پیش آجانے کی وجہ سے ایک نشان کے مطالبہ کے وقت اپنے ایک قریبی میرزا احمد بیگ ولد میرزا گاماں بیگ ہوشیارپوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے اور یا خدا تعالیٰ بیوہ کرکے اس کو میری طرف لے آوے۔ چنانچہ تفصیل ان کل امور مذکورہ بالا کی اس اشتہار میں درج ہے۔ اب باعث تحریر اشتہار ہذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیلدار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے، وہی اس مخالفت پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا کسی سے نکاح کیا جائے۔ اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں

دخل دینے کی کیا ضرورت اور کیا غرض تھی۔ امر ربی تھا۔ اور وہی اس کو اپنے فضل وکرم سے ظہور میں لاتا۔ مگر اس کام کے مدار المہام وہ لوگ ہو گئے جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ اور تمہارا کوئی حق نہیں رہیگا۔ مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا۔ اور بکلی مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا۔ لیکن انہوں نے دینی مخالفت کر کے اور دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا۔ اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا۔ اول یہ کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی مخالفت کرنی چاہی۔ اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو۔ اور یہ اپنی طرف سے اس نے ایک بنیاد رکھی ہے اس امید پر کہ یہ جھوٹے ہو جائیں گے اور دین کی ہتک ہوگی۔ اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا۔ اور اس نادان نے نہ سمجھا کہ خداوند قدیر وغیور اس دین کا حامی ہے اور اس عاجز کا بھی حامی۔ وہ اپنے بندہ کو کبھی ضایع نہ کریگا۔ اگر سارا جہان مجھے برباد کرنا چاہے تو وہ اپنی رحمت کے ہاتھ سے مجھ کو تھام لے گا۔ کیونکہ میں اس کا ہوں اور وہ میرا۔ دوم سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا۔ اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اسلام کی ہتک بدل و جان منظور رکھی۔ سو چونکہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا۔ اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی۔ اور ایسا ہی اس کی دونوں والدہ نے کیا۔ سو جبکہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نرکھا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا

کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے۔ اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو۔ لہٰذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۱۸۹۱ء ہے۔ عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے۔ اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا۔ اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو ردّ نہ کیا بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے۔ اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے اپنی اس بیوی کو اسی دن جو اس کو نکاح کی خبر ہو اور طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہوگا۔ اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا۔ اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی و قرابت و ہمدردی دور ہو جائے گی۔ اور کسی نیکی۔ بدی۔ رنج راحت شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے گی۔ کیونکہ انہوں نے آپ تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیّوثی کا کام ہے۔ مومن دیّوث نہیں ہوتا۔

چوں نہ بود خویش را دیانت و تقوٰئے ٭ قطع رحم بہ از مودت قربٰے

والسّلام علٰی من اتبع الھدٰی

المشتھر

مرزا غلام احمد لودیانہ

۲؍ مئی ۱۸۹۱ء

حقانی پریس لودیانہ

(۵۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

اشتہار بمقابل پادری صاحبان

ذٰلک بان منھم قسیسین ورھباناً وانھم لا یستکبرون ؁

لا الٰہ الا اللہ۔ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون
اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔ سورۃ النحل الجزو ۱۴

خدا تعالیٰ نے ان آیات مندرجہ عنوان میں حضرت مسیح ابن مریم اور ان تمام انسانوں کو جو محض باطل اور ناحق کے طور پر معبود قرار دیئے گئے تھے، مار چکا۔ درحقیقت یہ ایک ہی دلیل مخلوق پرستوں کی ابطال کے لئے کروڑ دلیل سے بڑھ کر ہے کہ جن بزرگوں یا اور لوگوں کو وہ خدا بنائے بیٹھے ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور اب وہ فوت شدہ ہیں زندہ نہیں ہیں۔ اگر وہ خدا ہوتے تو ان پر موت وارد نہ ہوتی۔ یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ وہ لوگ جو ایک عاجز انسان کو الٰہ العالمین قرار دیتے ہیں۔ وہ صرف ایک ہی ثبوت ہم سے مانگتے ہیں کہ ہم ان کے اس معبود کا مردہ ہونا اور اموات میں داخل ہونا ثابت کر دیں۔ کیونکہ کوئی دانا مردہ کو خدا بنا نہیں سکتا۔ اور تمام عیسائی بالاتفاق اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت مسیح ابن مریم کا مر کر پھر مردہ رہنا ثابت کر دے۔ تو ہم یک لخت عیسائی

مذہب کو چھوڑ دیں گے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے گذشتہ علماء نے عیسائیوں کے مقابل پر کبھی اس طرف توجہ نہ کی حالانکہ اس ایک ہی بحث میں تمام بحثوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دنیا میں ایسا نادان کون ہے کہ کسی مردہ کا نام الٰہ العالمین رکھے۔ اور جو مر چکا ہے اس میں حی لایموت کے صفات قایم کرے۔ عیسائی مذہب کا ستون جس کی پناہ میں انگلستان اور جرمن اور فرانس اور امریکہ اور روس وغیرہ کے عیسائی * ربنا المسیح کہہ رہے ہیں۔ صرف ایک ہی بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانوں اور عیسائیوں نے برخلاف کتاب الٰہی یہ خیال کر لیا ہے کہ مسیح آسمان پر مدت دراز سے بقید حیات چلا آتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اگر یہ ستون ٹوٹ جائے تو اس خیال باطل کے دُور ہو جانے سے صفحۂ دنیا یک لخت مخلوق پرستی سے پاک ہو جائے۔ اور تمام یوروپ اور ایشیا اور امریکہ ایک ہی مذہب توحید میں داخل ہو کر بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ لیکن میں نے حال کے مسلمان مولویوں کو خوب آزما لیا۔ وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہیں۔ اور درپردہ مخلوق پرستی کے مؤید ہیں۔ میں نے ان کو خدا تعالیٰ کا حکم سُنا دیا۔ لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اب میں اس دعوت کو لے کر اس ہدیہ طیبہ کے پیش کرنے کی غرض سے عیسائی صاحبوں کی طرف رُخ کرتا ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس سختی سے مسلمانوں نے میرے ساتھ برتاؤ کیا۔ وہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان میں وہ تہذیب ہے جو عدل گستر گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے قوانین کے ذریعہ سے مہذب لوگوں کو سکھلائی ہے۔ اور ان میں وہ ادب ہے جو ایک باوقار سوسائٹی نے نمایاں آثار کے ساتھ دلوں میں قائم کیا ہے۔ سو مجھے اللہ جلّ شانہٗ کا شکر کرنا چاہیئے۔ اور بعد اس کے اس مصدر فیض گورنمنٹ کا بھی جس کی ظل حمایت میں ہم خوشی اور آزادی کے ساتھ گورنمنٹ کی ایسی رعیت کے ساتھ بھی مذہبی بحث کر سکتے ہیں۔ اور خود پادری صاحبان خلق اور بردباری اور رفق اور نرمی میں ہمارے ان مولوی صاحبوں سے ایسی سبقت لے گئے

---

* یہاں سے اشتہار پھٹا ہوا ہے (مرتب)

ہیں کہ ہمیں موازنہ کرتے وقت شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور ہمیشہ اپنے ان مولویوں سے بحث کے وقت یہی خطرہ اور دھڑکا رہتا ہے کہ بات کرتے کرتے کہیں لاٹھی بھی نہ چلادیں مگر میرے اس قول سے وہ شریف لوگ مستثنیٰ ہیں جن کے سینوں میں خدا تعالیٰ نے صفائی بخشی ہے لیکن اکثر تو ایسے ہی ہیں جن پر صفات سبعیہ غالب ہیں۔ میں اس شہر میں قریباً ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب کوئی مسلمان مخالف ملنے کے لئے آتا ہے تو اس کے چہرہ پر ایک درندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں گویا خون ٹپکتا ہے۔ ہر دم غصہ سے نیلا پیلا ہوتا جاتا ہے سخت اشتعال کی وجہ سے زبان میں لکنت بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی عیسائی ملتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا غضبی قوت بالکل اس سے مسلوب ہے۔ نرمی سے کلام کرتا ہے اور بردباری سے بولتا ہے۔ لہٰذا مجھے ان لوگوں پر نہایت ہی رحم آیا۔ ہمارا ان لوگوں سے جھگڑا ہی کیا ہے؟ فقط ایک مسیح کے زندہ نہ ہونیکا ایک ذرہ سی بات ہے جس کے طے ہونے سے یہ لوگ بھائیوں کی طرح ہم سے آملیں گے اور یوروپ اور ایشیا میں اسلام ہی اسلام ہو جائے گا۔ لہٰذا میں نہایت ادب اور عاجزی سے پادری صاحبوں کی خدمت میں یہ ہدیۂ اشتہار روانہ کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکے ہیں۔ اور اس قدر ثبوت میرے پاس ہیں کہ کسی منصف کو بجز ماننے کے چارہ نہیں۔ سو میں امید کرتا ہوں کہ پادری صاحبان اس بارہ میں مجھ سے گفتگو کر کے میرے نافہم بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچا دیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ پادری صاحبان کی گفتگو اظہار حق کے لئے نہایت مفید ہوگی۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ ۔

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی۔ لودیانہ

۲۰ مئی ۱۸۹۱ء

دیدبہ اقبال ربی پریس لودہانہ

(۵۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشتہار واجب الاظہار

مولوی محمد حسین صاحب کے مباحثہ کا کیا انجام ہوا

عہد را بشکست و پیمان نیز ہم

مولوی محمد حسین صاحب کے سوالات کے جواب میں ۳۱؍جولائی ۱۸۹۱ء کو بروز جمعہ اس عاجز نے ایک قطعی فیصلہ کرنے والا مضمون سُنایا۔ جس کو سُنتے ہی مولوی صاحب کے چھکے چھوٹ گئے اور تمام سمجھ دار اور منصف مزاج لوگوں نے معلوم کر لیا کہ مولوی صاحب کا سارا تانا بانا بیک دفعہ ٹوٹ گیا۔ اس لئے مولوی صاحب کو مضمون سُننے کی حالت میں بھی دھڑکا دل میں شروع ہوا کہ اب تو ہمارے اعتراضات کی ساری قلعی کھُل گئی۔ ناچار خلاف ورزی شرائط کر کے ان چھوٹے ہتھیاروں پر آ گئے۔ جن کو آجکل کے مولوی مُلاں لاجواب ہونے کی حالت میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ ناظرین کو واضح ہو کہ مولوی صاحب کے ساتھ تحریری طور پر یہ شرطیں ٹھہر چکی تھیں۔ (۱) اوّل یہ کہ فریقین صرف تحریری طور پر اپنا سوال یا جواب لکھیں۔ (۲) دوم یہ کہ جب کوئی فریق اپنی تحریر کو سنانے لگے تو فریق ثانی اس کے سنانے کے وقت دخل نہ دیوے۔ اور کوئی بات منہ سے نہ نکالے۔ (۳) تیسرے یہ کہ بیان سننے کے بعد کوئی فریق زبانی جواب دینا شروع نہ کرے لیکن افسوس کہ مولوی صاحب نے مضمون سُنتے ہی ان تینوں شرطوں کو توڑ دیا اور عہد شکنی

کے بعد ایک جوش کی حالت میں کھڑے ہو کر بیجا اور غیر مہذب الفاظ کے مرتکب ہوئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب اپنے نفسانی جذبات کے ضبط کرنے پر ہرگز قادر نہیں ناچار ان کی یہ خطرناک حالت دیکھ کر جلسہ برخاست کیا گیا۔ اور اس قدر لمبی بحث کے بعد جو مولوی صاحب نے اپنے خانہ زاد اصول موضوعہ کی نسبت سراسر لغو اور بے مصرف جاری کر رکھی تھی جو باراں دن تک ہوتی رہی اور اصل بحث سے کچھ بھی علاقہ نہیں رکھتی تھی اور فریقین کے بیانات دس جزو تک پہنچ گئے تھے اور لوگ سخت معترض تھے۔ کہ اصل بحث کیوں شروع نہیں کی جاتی۔ مولوی صاحب کو اس وقت آخر مضمون میں یہ بھی سنا دیا گیا کہ اب ہم تمہیدی بحث کو ختم کرتے ہیں۔ آپ نے بھی بہت کچھ لکھ لیا۔ اور ہم نے بھی۔ اب اس بیہودہ بحث کو بند کرنا چاہیئے۔ اور اصل بحث کو شروع کرنا چاہیئے۔ مولوی صاحب اسی[1] طرح نہیں چاہتے تھے کہ اصل بحث کی طرف آویں۔ اس لئے انہوں نے ان شرطوں کو توڑ کر یہ چاہا کہ پھر کسی طرح سخت زبانی کر کے اپنی فضول اور بالائی باتوں کو جن کی طوالت کو اصل بحث سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا، شروع رکھیں۔ مگر ہم نے صاف جواب لکھ دیا تھا کہ بے فائدہ باتوں میں ہم اپنی اوقات کو ضایع کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ تمہیدی گفتگو بہت ہو چکی ہے۔ اور عنقریب رسالہ **الحق سیالکوٹ** میں فریقین کے بیانات چھپ جائیں گے۔ تب لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ سچ پر کون ہے۔ اب یہ اشتہار صرف اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ اگر مولوی صاحب کی نیت بخیر ہے تو اب بھی اصل مسئلہ میں بحث تحریری کر لیں۔ میرے نزدیک مولوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی بالکل فضول ہے کہ وہ اکابر محدثین کی طرح فن حدیث میں مہارت تام رکھتے ہیں۔ بلکہ بات بات میں ان کی ناسمجھی اور غباوت مترشح ہو رہی ہے۔ اگر وہ مجھے اجازت دیں تو میں ان کی حدیث دانی بھی لوگوں پر ظاہر کروں۔

مولوی صاحب سے انصاف کی کیا توقع ہو سکتی ہے اور کیا امید کی جا سکتی ہے۔

---

[1] غالباً یہ لفظ "کسی طرح ہرگز" ہے۔ (مرتب)

کہ بڑی بردباری اور غور سے کسی مضمون کو وہ سُن سکیں۔ جس صورت میں آپ نے اپنی تہذیب اور معاملہ شناسی کا علیٰ رؤس الاشہاد یہ نمونہ دیا کہ عام لوگوں کی طرح اپنی بیویوں کو طلاق دینے پر آمادہ ہوگئے اور یہ صرف اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک ہم نے کوئی حوالہ غلط دیا ہے۔ افسوس مولوی صاحب آغاز مضمون سے ہی تردیدی نوٹوں کی تحریر میں مصروف ہوگئے اور مضمون کی خوبیوں پر تدبر سے غور کرنے کا انہیں بیقرار اور پرجوش طبیعت نے ذرہ بھی موقع نہ دیا۔ ورنہ بے سوچے سمجھے انہیں طلاقوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ اور یوں عوام میں اپنی مستورہ بیویوں کی ہتک حرمت کے الفاظ مُنہ سے نکال کر سبکی نہ اُٹھاتے۔ اب پبلک کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اب اس کارروائی کی نسبت جو کچھ وہ مشتہر کریں گے۔ محض **اپنی بدنامی اور فضیحت**[۱] **کا داغ دھونے کے لئے** ایک **واویلا** اور **نوحہ** ہوگا۔ یہ ان کی ساری بیہودہ باتیں ہیں۔ تا عوام پر جو ان کی حقیقت کھل گئی ہے اس پر کسی طرح پردہ پڑ جائے۔ وہ اصل مطلب (**حیات و ممات مسیح**) پر میرے ساتھ کیوں بحث نہیں کرتے؟ وہ یقیناً ڈرتے ہیں کہ اگر اصل مسئلہ میں بحث شروع ہوگی تو بڑی رسوائی کے ساتھ انہیں مغلوب ہونا پڑے گا۔ **ہاں** ناظرین پر واضح رہے کہ ہم نے اپنے آخری مضمون کی جو ۳۱ جولائی سنہ ۹۱ء کو بروز جمعہ

---

[۱] مباحثہ سے بیشتر مولوی صاحب کے بعض خیر خواہوں، خصوصاً حافظ محمد یوسف صاحب[۲] ضلعدار نہر نے یہ خواب دیکھا تھا کہ مولوی صاحب کی ٹانگ خشک ہوگئی۔ اور مولوی صاحب حقہ پیتے تھے۔ اور میاں عبدالحکیم خاں صاحب نے بروایت منشی عبدالغنی صاحب برادر منشی نجف علی صاحب ہمارے پاس وبیان کیا تھا کہ خود مولوی صاحب نے اپنی ٹانگ کو خواب میں خشک ہوتے دیکھا۔ ان خوابوں کی تعبیر یہی تھی کہ مولوی صاحب حق کی مخالفت کریں گے مگر جلت ناکامی اور زک اُٹھائیں گے۔

---

[۲] یہ صاحب ضلعدار ضلع لاہور جو مرد صالح اور مولوی محمد حسین صاحب کے دوست ہیں۔

پڑھا گیا تھا۔ مولوی صاحب کو نقل نہیں دی۔ کیونکہ مولوی صاحب بباعث ارتکاب جریمہ عہد شکنی و ترک تہذیب اور توڑ دینے تمام شرطوں کے اپنے تمام حقوق کو اپنی ہی کرتوت کی وجہ سے کھو بیٹھے۔ حاضرین جو قریباً تین سو کے موجود ہو گئے تھے۔ جن میں بعض معزز رئیس شہر کے اور صاحبان اڈیٹر اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور نور افشاں لودیانہ بھی تھے۔ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ مولوی صاحب بے صبر ہو کر برخلاف شرط قرار یافتہ اس عاجز کے مضمون پڑھتے وقت چپ رہ کر سُن نہیں سکتے اور مضمون سُننے کے بعد بھی ان کی زبان ان سے رُک نہیں سکی اور جوش میں آکر ان تمام شرطوں کو ایسے بھول گئے کہ گویا ان سب باتوں کے کرنے کے لئے ان کو بالکل آزادی تھی۔ اس بے حواسی کے۔ بے طرح جوش کا یہی سبب تھا کہ مولوی صاحب اپنا ۷۶ صفحہ کا مضمون سُنا کر یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ لاجواب مضمون ہے بلکہ مغروری کی راہ سے بعض جگہ اپنی فتح کے خط بھی بھیج دیئے تھے۔ اب جو **عصائے موسیٰ** کی طرح اس عاجز کے مضمون نے مولوی صاحب کی تمام ساحرانہ کارروائی کو باطل کر دیا۔ تو یک دفعہ ان کے دل پر وہ زلزلہ آیا جس کی کیفیت خدا تعالےٰ کے بعد وہی جانتے ہوں گے۔ سو یہ تمام حرکات جو ان سے سرزد ہوئیں۔ ایک قسم کی بیہوشی کی وجہ سے تھیں جو اس وقت ان پر طاری ہو گئی تھی۔ بہرحال وہ شرائط شکنی کے بعد اس بات کے مستحق نہ رہے کہ انہیں مضمون ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کی نقل دی جاتی۔ اور یاد رہے کہ ان کے ۷۶ صفحے کے مضمون میں بجز بے تعلق باتوں اور بدزبانی اور افترا کے اور خاک بھی نہیں تھا۔ اور بدزبانی سے یہاں تک انہوں نے کام لیا کہ ناحق بے وجہ امام بزرگ حضرت **فخر الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ** رضی اللہ عنہ کی شان بلند میں سخت تحقیر کے الفاظ استعمال کئے۔ بالآخر میں ایک دفعہ پھر حجت پوری کرنے کے لئے باآواز بلند مولوی صاحب کو دعوت کرتا ہوں کہ وہ اصل مسئلہ کے متعلق ضرور بصد ضرور میرے ساتھ بحث کریں۔ مگر یہ بحث لاہور جیسے صدر مقام میں منعقد کی جائے جہاں اعلیٰ درجہ کے فہیم ذکی تعلیم یافتہ

متعین اشخاص اور رؤسا شامل ہو سکتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کو غیر متعلق گفتگو چھیڑنے اور غلط مبحث کرنے اور انہیں بدزبانی اور خلاف تہذیب کلمات منہ سے نکالنے اور کسی شرط مقررہ کو توڑنے سے روکنے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔ نیز ان میں سے بعض نے یہ درخواست بھی کی ہے۔ امن وغیرہ کا انتظام بھی ہمارے سپرد ہوگا۔ والسلام علٰی من اتبع الھدیٰ ۔

ضروری نوٹ ۔ اب مولوی صاحب اپنے کارخانہ کی ترقی کے لئے بہتانوں پر آگئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک بڑا بہتان یہ لگایا ہے کہ گویا " میں صحیح بخاری اور مسلم کا منکر ہوں " اس کے جواب میں بجز علے الکاذبین اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہر ایک مسلمان پر واضح رہے کہ میں بسروچشم صحیحین کو مانتا ہوں۔ ہاں کتاب اللہ قرآن کریم کو **نمبر اوّل** اور ان سے **مقدم** سمجھتا ہوں مگر بخاری کو **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** یقین رکھتا ہوں اور **واجب العمل** مانتا ہوں۔ ہاں صرف اتنا کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے اخبار اور قصص اور واقعات ماضیہ پر نسخ و زیادت ہرگز جائز نہیں۔

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی یکم اگست ۱۸۹۱ء

دبدبہ اقبال ربّی پریس لودیانہ

حاشیہ ۔ اے ناظرین ذرا توجہ کرو۔ میں اللہ جلّشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن تک میرے مقابل پر خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کر کے آسمانی نشان یا اسرار غیب دکھلا سکیں جو میں دکھلا سکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کر دیں اور جو تاوان چاہیں میرے پر لگائیں۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

(۹۰)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین

ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف شعار و حضرات علمائے نامدار

اے اخوان مومنین اے برادران سکنائے دہلی و متوطنان این سرزمین !!! بعد سلام مسنون و دعائے درویشانہ آپ سب صاحبوں پر واضح ہو کہ اس وقت یہ حقیر غریب الوطن چند ہفتے کے لئے آپ کے اس شہر میں مقیم ہے اور اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ اہلسنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب

اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اٰمنت باللہ وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والبعث بعد الموت واٰمنت بکتاب اللہ العظیم القراٰن الکریم۔ واتبعت افضل رسل اللہ وخاتم انبیاء اللہ محمدن المصطفیٰ و انا من المسلمین۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ۔ رب احینی مسلمًا وتوفنی مسلمًا واحشرنی فی عبادک المسلمین۔ وانت تعلم مافی نفسی ولا یعلم غیرک وانت خیر الشاھدین۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں اور مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعوےٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قایل ہوں۔ بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے۔ ایسا ہی میری رُوحانی حالت مسیح ابن مریم کی رُوحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے۔ غرض میں ایک مسلمان ہوں۔ ایہا المسلمون انا منکم وامامکم منکم بامر اللہ تعالےٰ خلاصہ کلام یہ کہ میں محدث اللہ ہوں اور مامور من اللہ ہوں اور باینہمہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں جو صدی چار دہم کے لئے مسیح ابن مریم کی خصلت اور رنگ میں مجدد دین ہو کر رب السمٰوٰت والارض کی طرف سے آیا ہوں۔ میں مفتری نہیں ہوں۔ وقد خاب من افترےٰ۔ خدا تعالیٰ نے دنیا پر نظر کی اور اس کو ظلمت میں پایا اور مصلحت عباد کے لئے ایک اپنے عاجز بندہ کو خاص کر دیا۔ کیا تمہیں اس سے کچھ تعجب ہے کہ وعدہ کے موافق صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجا گیا اور جس نبی کے رنگ میں چاہا۔

خدا تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا۔ کیا ضرور نہ تھا کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوتی۔ بھائیو! میں مُصلح ہوں بدعتی نہیں۔ اور معاذ اللہ میں کسی بدعت کے پھیلانے کے لئے نہیں آیا۔ حق کے اظہار کے لئے آیا ہوں اور ہر ایک بات جس کا اثر اور نشان قرآن اور حدیث میں پایا نہ جائے اور اس کے برخلاف ہو۔ وہ میرے نزدیک الحاد اور بے ایمانی ہے۔ مگر ایسے لوگ تھوڑے ہیں جو کلام الٰہی کی تہہ تک پہنچتے اور ربانی پیشگوئیوں کے باریک بھیدوں کو سمجھتے ہیں۔ میں نے دین میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی۔ بھائیو! میرا وہی دین ہے جو تمہارا دین ہے۔ اور وہی رسول کریم میرا مقتدا ہے جو تمہارا مقتدا ہے۔ اور وہی قرآن شریف میرا ہادی ہے۔ اور میرا پیارا اور میری دستاویز ہے جس کا ماننا تم پر بھی فرض ہے۔ ہاں یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں حضرت مسیح ابن مریم کو فوت شدہ اور داخل موتیٰ یقین رکھتا ہوں اور جو آنے والے مسیح کے بارے میں پیشگوئی ہے۔ وہ اپنے حق میں یقینی اور قطعی طور پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ لیکن اے بھائیو یہ اعتقاد میں اپنی طرف سے اور اپنے خیال سے نہیں رکھتا۔ بلکہ خداوند کریم جلّشانہ نے اپنے الہام و کلام کے ذریعہ سے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ مسیح ابن مریم کے نام پر آنے والا تو ہی ہے۔ اور مجھ پر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے وہ دلائل یقینیہ کھول دیئے ہیں جن سے بہ تمام یقین و قطع حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کا فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اور مجھے اس قادر مطلق نے بار بار اپنے کلام خاص سے مشرف و مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ کی یہودیت دُور کرنے کے لئے تجھے عیسیٰ بن مریم کے رنگ اور کمال میں بھیجا گیا ہے۔ سو میں استعارہ کے طور پر ابن مریم موعود ہوں جس کا یہودیت کے زمانہ اور تنصر کے غلبہ میں آنے کا وعدہ تھا جو غربت اور روحانی قوت اور روحانی اسلحہ کے ساتھ ظاہر ہوا۔ برخلاف اس غلط خیال اور ظاہری جنگ اور جدل کے جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں میں پھیل گیا تھا۔ سو میرا جنگ روحانی ہے اور میری بادشاہت اس عالم کی نہیں۔ دنیا کی حرب و ضرب سے مجھے کچھ

کام اور غرض واسطہ نہیں۔ میری زندگی ایسی فروتنی اور مسکینی کے ساتھ ہے جو مسیح ابن مریم کو ملی تھی۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ تا ایمانی فروتنی اور مسکینی اور تقویٰ اور تہذیب اور طہارت کو دوبارہ مسلمانوں میں قایم کروں اور اخلاق فاضلہ کا طریق سکھلاؤں۔ اگر مسلمانوں نے مجھے قبول نہ کیا تو مجھے کچھ رنج نہیں۔ کیونکہ مجھ سے پہلے بنی اسرائیل نے بھی مسیح ابن مریم کو قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن جنہوں نے مجھے قبول نہیں کیا ان کے پاس کوئی عذر نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میرے دعوے کی شرط صحت کو جو وفات مسیح ابن مریم ہے، کامل طور پر تصدیق کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تیس آیتیں حضرت عیسیٰ بن مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہی ہیں۔ جیسا کہ کتاب ازالہ اوہام میں مفصل ذکر ہے۔ لیکن قرآن کریم میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جو عیسیٰ بن مریم کی زندگی پر صریحۃ الدلالت ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے وہ آسمانی نشان بخشے ہیں جو اس زمانہ میں کسی دوسرے کو نہیں بخشے گئے۔ چنانچہ ان دونوں طور کے دلائل کے بارے میں میں نے ایک مبسوط کتاب **ازالہ اوہام** نام لکھی ہے جو چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔ اور وہ ساٹھ جزو کی کتاب ہے اور بڑے اہتمام سے تیار ہوئی ہے۔ اور معہذا فقط تین روپیہ اس کی قیمت رکھی ہے۔ اس کتاب میں بہت سے دلائل کے ساتھ حضرت عیسٰے ابن مریم کی وفات ثابت کی گئی ہے۔ اور اپنے مسیح موعود ہونے کی نسبت بہت سے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں بہت سی پیشگوئیاں بھی لکھی ہیں۔ اور بعض دوسرے نشان بھی بیان کئے ہیں۔ اور قرآن کریم کے حقایق و معارف اس میں بکثرت درج ہیں۔ اور وہ باتیں اس میں ہیں جو انسانوں کے علم اور طاقت سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ جو شخص اس کو اول سے آخر تک بغور و انصاف پڑھے گا۔ اس کا نور قلب بلاشبہ شہادت دے گا کہ اس کتاب کے بہت سے مرقومات صرف الٰہی طاقت سے لکھے گئے ہیں۔ اور یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت رسالہ توضیح مرام میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ اس کے دیکھنے سے پہلے

کوئی صاحب مخالفانہ تحریر شایع نہ کریں۔ سو اب وہی بفضلہ تعالےٰ طیار ہو گئی ہے اور خدا تعالےٰ نے چاہا ہے کہ سچائی کی حجت اپنی اس مخلوق پر پوری کرے جو سچائی سے رو گردان ہے معہذا چونکہ میں اس وقت شہر دہلی میں وارد ہوں اور افواہ سُنتا ہوں کہ اس شہر کے بعض علماء جیسے حضرت سید مولوی نذیر حسین صاحب اور جناب مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب اس عاجز کی تکذیب اور تکفیر کے درپے ہیں۔ اور الحاد اور ارتداد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگرچہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ روایتیں کہاں تک صحیح ہیں۔ صرف لوگوں کی زبان سے سُنا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن اتماماً للحجت حضرات موصوفہ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ معجزات ولیلۃ القدر و وجود ملائکہ و وجود جبرائیل و معراج نبوی وغیرہ تعلیمات قرآن کریم و احادیث صحیحہ پر تو میرا ایمان ہے۔ اور مجھے محدثیت کا دعویٰ ہے نہ نبوت تامہ کا۔ اور ان سب باتوں میں اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ مجھے کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں اصل عقائد مذکورہ بالا کو مسلم رکھ کر جو اور اور باتیں از قبیل اسرار و حقایق و معارف و علوم حکمیہ و دقایق بطون قرآن کریم ہیں وہ مجھ پر جیسے جیسے الہام کے ذریعہ سے کھلتے ہیں، ان کو بیان کر دیتا ہوں جن کا اصل عقاید سے کچھ بھی تعارض نہیں۔ ہاں حیات مسیح ابن مریم کی نسبت مجھے انکار ہے۔ سو یہ انکار نہ صرف الہام الٰہی پر مبنی ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ میرے اس الہام کے شاہد کامل ہیں۔ اگر حضرت سید مولوی محمد نذیر حسین صاحب یا جناب مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب مسئلہ وفات مسیح میں مجھے مخطی خیال کرتے ہیں یا ملحد اور مأوّل تصور فرماتے ہیں۔ اور میرے قول کو خلاف قال اللہ قال الرسول گمان کرتے ہیں تو حضرات موصوفہ پر فرض ہے کہ عامہ خلائق کو فتنہ سے بچانے کے لئے اس مسئلہ میں اسی شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کر لیں۔ بحث میں صرف تین شرطیں ہوں گی (۱) اول یہ کہ امن قایم رہنے کے لئے وہ خود سرکاری انتظام کرا دیں۔ یعنی ایک افسر انگریز مجلس بحث

میں موجود ہو۔ کیونکہ میں مسافر ہوں۔ اور اپنی عزیز قوم کا مورد عتاب اور ہر طرف سے اپنے بھائیوں مسلمانوں کی زبان سے سب اور لعن وطعن اپنکا نسبت سُنتا ہوں۔ اور جو شخص مجھ پر لعنت بھیجتا ہے اور مجھے دجال کہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ آج میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔ لہٰذا میں بجز سرکاری افسر کے درمیان ہونے کے اپنے بھائیوں کی اخلاقی حالت پر مطمئن نہیں ہوں۔ کیونکہ کئی مرتبہ تجربہ کر چکا ہوں۔ ولا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین (۲) دوسرے یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق مجلس بحث میں اپنے ہاتھ سے سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے۔ اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دیوے۔ کیونکہ زبانی بیانات محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اور نقل مجلس کرنے والے اپنی اغراض کی حمایت میں اس قدر حاشیے چڑھا دیتے ہیں کہ تحریف کلام میں یہودیوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ اس صورت میں تمام بحث ضایع جاتی ہے اور جو لوگ مجلس بحث میں حاضر نہیں ہوسکے۔ ان کو رائے لگانے کے لئے کوئی صحیح بات ہاتھ نہیں آتی۔ ماسوا اس کے صرف زبانی بیان میں اکثر مخاصم بے اصل اور کچی باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن تحریر کے وقت وہ ایسی باتوں کے لکھنے سے ڈرتے ہیں تا وہ اپنی خلاف واقعہ تحریر سے پکڑے نہ جائیں اور ان کی علمیت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ (۳) تیسری شرط یہ کہ بحث وفات حیات مسیح میں ہو۔ اور کوئی شخص قرآن کریم اور کتب حدیث سے باہر نہ جائے۔ مگر صحیحین کو تمام کتب حدیث پر مقدم رکھا جائے اور بخاری کو مسلم پر کیونکہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مسیح ابن مریم کی حیات طریقۂ مذکورۂ بالا سے جو واقعات صحیحہ کے معلوم کرنے کے لئے خیر الطرق ہے ثابت ہو جائے تو میں اپنے الہام سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کر کوئی الہام صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔ بلکہ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

اگر میں ایسی بحث وفات عیسٰی میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔ اور ان تمام نشانوں کی پروا نہیں کروں گا جو میرے اس دعوے کے مصدق ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے کوئی حجت بڑھ کر نہیں۔ وماعندنا شیئ الا کتاب اللّٰہ وان تنازعتم فی شیئٍ فردوہ الی اللّٰہ والرسول۔ فبایّ حدیث بعد اللّٰہ وآیاتہٖ یؤمنون۔ میں ایک ہفتہ تک اس اشتہار کے شایع ہونے کے بعد حضرات موسوفہ کے جواب باصواب کا انتظار کروں گا۔ اور اگر وہ شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں میں حاضر ہو جاؤں گا۔ والسلام علٰی من اتبع الھدیٰ۔ اور کتاب ازالہ اوہام کے خریداروں پر واضح ہو کہ میں بلی ماروں کے بازار میں کوٹھی لوہارو والی میں فروکش ہوں اور ازالہ اوہام کی جلدیں میرے پاس موجود ہیں۔ جو صاحب تین روپیہ قیمت داخل کریں۔ وہ خرید سکتے ہیں۔ والسلام

المشتہر

خاکسار غلام احمد قادیانی حال وارد دہلی

بازار بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو۔ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء

(۶۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

اشتہار بمقابل مولوی سیّد نذیر حسین صاحب سرگروہ اہل حدیث

چونکہ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے جو کہ موحدین کے سرگروہ ہیں اس عاجز کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد قرار دیا ہے اور عوام کو سخت شکوک و شبہات میں ڈالنا چاہا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ وہ آپ ہی اعتقاد حیات مسیح میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اوّل اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے بھائیوں حنفیوں کو بدعتی قرار دیا۔ اور امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا کہ ان کو حدیثیں نہیں ملی تھیں۔ اور وہ اکثر احادیث نبویہ سے بے خبر ہی رہے تھے۔ اور اب باوجود دعوے اتباع قرآن اور حدیث کے حضرت مسیح ابن مریم کی حیات کے قائل ہیں۔ وھذا اعجب العجائب اگر کوئی عوام میں سے ایسا کچا اور خلاف قال اللہ قال الرسول دعویٰ کرتا تو کچھ افسوس کی جگہ نہیں تھی۔ لیکن یہی لوگ جو دن رات درس قرآن اور حدیث جاری رکھتے ہیں۔ اگر ایسا بے اصل دعویٰ کریں تو ان کی علمیت اور قرآن دانی اور حدیث دانی پر سخت افسوس آتا ہے۔ یہ بات کسی متنفس پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ باٰواز بلند پکار رہی ہیں کہ فی الواقعہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو عاقبت کا اندیشہ نہیں۔ خدا تعالےٰ کا کچھ خوف نہیں۔ وہ تعصب کو مضبوط پکڑ کر قرآن اور احادیث

پس پشت ڈالتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اس امت پر رحم کرے۔ لوگوں نے کیسے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس عاجز نے اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حضرت مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا۔ مگر عند الملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ گزین آدمی ہیں اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق شقاق کا اندیشہ ہے طبعاً کارہ ہیں اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں اور شرائط اشتہار کے پورے کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزین ہیں۔ حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے۔ اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہیت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔ لہٰذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کر لیں۔ اور اگر انہوں نے بقبول شرائط مندرجہ اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لئے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا۔ بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح ابن مریم جس کو انجیل ملی تھی اب تک آسمان پر زندہ ہے اور آخری زمانے میں آئے گا۔ یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت فوت ہو چکا ہے اور اس کے نام پر کوئی دوسرا اسی امت میں سے آئے گا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہی مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے تو یہ عاجز دوسرے دعوے سے خود دست بردار ہو جائے گا ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھانے کے کہ درحقیقت اسی امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی اور آنے والا ہے۔ یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دے گا۔ اور اگر اس اشتہار کا جواب ایک ہفتہ تک مولوی صاحب کی

طرف سے شایع نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے گریز کی۔ اور حق کے طالبوں کو محض نصیحتاً کہا جاتا ہے کہ میری کتاب ازالۂ اوہام کو خود غور سے دیکھیں اور ان مولوی صاحبوں کی باتوں پر نہ جائیں۔ ساٹھ جزو کی کتاب ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ معارف اور دلائل یقینیہ کا اس میں ایک دریا بہتا ہے۔ صرف تین ؔ قیمت ہے۔ اور واضح ہو کہ یہ درخواست مولوی سید نذیر حسین صاحب کی کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت دینا چاہیئے اور اس میں بحث ہونی چاہیئے، بالکل تحکم اور خلاف طریق انصاف اور حق جوئی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود ہونے کا اثبات آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہوگا۔ اور آسمانی نشانوں کو بجز اس کے کون مان سکتا ہے کہ اول اس شخص کی نسبت جو کوئی آسمانی نشان دکھاوے، یہ اطمینان ہو جاوے کہ وہ خلاف قال اللہ قال الرسول کوئی اعتقاد نہیں رکھتا۔ ورنہ ایسے شخص کی نسبت جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھاوے۔ تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے لمبے اشتہار میں جو لدھیانہ میں چھپوایا تھا اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ سب سے پہلے بحث کے لایق وہی امر ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن اور حدیث اس دعوے کے مخالف ہیں اور وہ امر مسیح ابن مریم کی وفات کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر درحقیقت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے تو اس صورت میں پھر اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوے پر ایک نشان کیا بلکہ لاکھ نشان بھی دکھاوے تب بھی وہ نشان قبول کرنے کے لایق نہیں ہوں گے کیونکہ قرآن ان کی مخالف شہادت دیتا ہے۔ غایت کار وہ استدراج سمجھے جائیں گے۔ لہذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے، مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے جس کا طے ہو جانا ضروری ہے کیونکہ

مخالف قرآن وحدیث کے نشانوں کا ماننا مومن کا کام نہیں۔ ہاں ان نادانوں کا کام ہے جو قرآن اور حدیث سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔ فاتقوا اللّٰہ ایھا العلماء والسلام علٰے من اتبع الھدیٰ ؛

المشتہر

مرزا غلام احمد از دھلی بازار بلیماراں۔ کوٹھی نواب لوہارو

۱۷ر اکتوبر ۱۸۹۱ء

حاشیہ کی عبارت :۔ بالآخر تمام عذرات نامعقول کے توڑنے اور اتمام حجت کی غرض سے یہ بھی ہم بطریق تنزل لکھتے ہیں کہ اگر مولوی سید نذیر حسین صاحب کسی افسر انگریز کے جلسہ بحث میں مامور کرانے سے ناکام رہیں تو اس صورت میں ایک اشتہار شایع کر دیں۔ جس میں حلفاً اقرار ہو کہ ہم خود قائمی امن کے ذمہ وار ہیں۔ کوئی شخص حاضرین جلسہ میں سے کوئی کلمہ خلاف تہذیب اور شرارت کا منہ پر نہیں لائے گا اور نہ آپ توہین اور استخفاف اور استکبار کے کلمات منہ پر لائیں گے۔ بلکہ سراسر عاجزی اور انکسار اور تواضع سے تحریری بحث کریں گے اور اگر کوئی عوام و خواص میں سے کوئی خلاف تہذیب و ادب کوئی کلمہ منہ پر لاوے تو فی الفور اس کو مجلس میں سے نکال دیں گے۔ اس صورت میں یہ عاجز مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کے لئے حاضر ہو سکتا ہے۔ مگر دوسری تمام شرطیں اشتہار ۲ر اکتوبر کی قایم رہیں گی۔

مطبوعہ مطبع اخبار خیر خواہ ھند دھلی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ

انعام

انعام فی حدیث و فی آیت پچیس روپیہ بحالت پوری کرنے شرط کے مولوی سید نذیر حسین صاحب کو دیا جائیگا۔ فقط

اطلاع

آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کیلئے مقرر کریں یا ۱۹ یا ۲۰ اور کل یک تاریخ منظور کردہ کی اشاعت کیلئے اطلاع دیں اور اگر خاموش رہے تو گریز تصور کیا جائیگا

اللہ جلشانہ کی قسم دے کر مولوی سیّد محمد نذیر حسین صاحب کی خدمت میں بحث حیات و ممات مسیح ابن مریم کیلئے

درخواست

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار	ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

اے مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب۔ آپ نے اور آپ کے شاگردوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ یہ شخص یعنے یہ عاجز دعویٰ مسیح موعود ہونے میں مخالف قرآن و حدیث بیان کر رہا ہے۔ اور ایک نیا مذہب و نیا عقیدہ نکالا ہے جو سراسر مغائر تعلیم اللہ و رسول اور بہ بداہت باطل ہے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے اور پھر کسی وقت آسمان پر سے زمین پر تشریف لائیں گے۔ اور ان کا فوت ہوجانا مخالف نصوص قرآنیہ و احادیث صحیحہ ہے۔ سو چونکہ آپ نے مجھے اس دعوے میں مخالف قرآن و حدیث قرار دے دیا ہے جس کی وجہ سے ہزارہا مسلمانوں میں بدظنی کا فتنہ برپا ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ پر فرض ہے کہ مجھ سے اس بات کا تصفیہ کر لیں کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے میں مَیں نے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے یا آپ ہی چھوڑ

بیٹھے ہیں۔ اور اس قدر تو خود میں مانتا ہوں کہ اگر میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مخالف نصوص بیّنہ قرآن و حدیث ہے اور در اصل حضرت عیسےٰؑ ابن مریم آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہیں جو پھر کسی وقت زمین پر اتریں گے تو گو یہ میرا دعویٰ ہزار الہام سے مؤید اور تائید یافتہ ہو اور گو نہ صرف ایک نشان بلکہ لاکھ آسمانی نشان اس کی تائید میں دکھاؤں۔ تاہم وہ سب ہیچ ہیں۔ کیونکہ کوئی امر اور کوئی دعوے اور کوئی نشان مخالف قرآن اور احادیث صحیحہ مرفوعہ ہونے کی حالت میں قابل قبول نہیں۔ اور صرف اس قدر مانتا ہوں بلکہ اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر آپ یا حضرت!! ایک جلسہ بحث مقرر کر کے میری دلائل پیشکردہ جو صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کی رو سے بیان کروں گا توڑ دیں اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح ابن مریم پر پیش کریں اور آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا بجسدہ العنصری زندہ ہونا ثابت کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور تمام کتابیں جو اس مسئلے کے متعلق تالیف کی ہیں جس قدر میرے گھر میں موجود ہیں سب جلا دوں گا اور بذریعہ اخبارات اپنی توبہ اور رجوع کے بارے میں عام اطلاع دے دوں گا۔ ولعنۃ اللہ علی الکاذب یخفی فی قلبہ ما یخالف بیان لسانہ۔ مگر یہ بھی یاد رکھیئے کہ اگر آپ ہی مغلوب ہو گئے اور کوئی صریحۃ الدلالت آیت اور حدیث صحیح مرفوع متصل پیش نہ کر سکے تو آپ کو بھی اپنے اس انکار شدید سے توبہ کرنی پڑیگی۔ واللہ یحب التوابین۔ اب میں یا حضرت!! آپ کو اس رب جلیل تعالےٰ وتقدس کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کر کے اپنی بے شمار نعمتوں سے ممنون فرمایا کہ اگر آپ کا یہی مذہب ہے کہ قرآن کریم میں مسیح ابن مریم کی زندگی کے بارے میں آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت موجود ہیں اور ان کی تائید میں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ اپنے منطوق سے شہادت دیتی ہیں جن کی وجہ سے آپ کو میرے الہامی دعوے کی نسبت مومنانہ حسن ظن کو الوداع کہہ کر سخت انکار کرنا پڑا تو اس خداوند کریم سے ڈر کر جس کی میں نے ابھی آپ کو قسم دی ہے میرے ساتھ اظہارًا للحق

بحث کیجئے۔ آپ کو اس بحث میں کچھ بھی تکلیف نہیں ہوگی۔ اگر کوئی عدالت گورنمنٹ برطانیہ کی کسی دنیوی مقدمہ میں آپ سے کسی امر میں اظہار لینا چاہے تو آپ جس قدر عدالت چاہے ایک مبسوط بیان لکھوا سکتے ہیں۔ بلکہ بلا توقف تاریخ مقررہ پر حاضر ہو جائیں گے۔ اور بڑی شدّ و مد سے اظہار دیں گے۔ ماشاء اللہ درس قرآن و حدیث روز جاری ہے۔ آواز بلند ہے۔ طاقتیں قایم ہیں۔ اور آپ کو بوجہ توغل زمانہ دراز کے احادیث نبویہ و قرآن کریم حفظ کی طرح یاد ہیں۔ کوئی محنت اور فکر سوچ کا کام نہیں۔ تو پھر خدائے تعالٰی کی عدالت سے کیوں نہیں ڈرتے اور سچی شہادت کو کیوں پیٹ میں دبائے بیٹھے ہیں۔ اور کیوں کچھ عذر اور حیلے و بہانے کر رہے ہیں کہ بحث کرنے سے مجبور ہوں۔ شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالمجید میری طرف سے بحث کریں گے۔ حضرت مجھے آپ کا وہ خط[1] دیکھ کر کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ دوسروں سے کرو، رونا آیا۔ کیسا زمانہ آگیا کہ آجکل کے اکثر علماء فتنہ ڈالنے کے لئے تو آگے اور اصلاح کے کاموں میں پیچھے ہٹتے ہیں۔ اگر ایسے نازک وقت میں آپ اپنے وسیع معلومات سے مسلمانوں کو فائدہ نہیں پہنچائیں گے تو کیا وہ معلومات آپ قبر میں لے جائیں گے۔ آپ بقول بٹالوی صاحب شیخ الکل ہیں۔ شیخ الکل ہونے کا دعویٰ کچھ چھوٹا دعویٰ نہیں۔ گویا آپ سارے جہان کے مقتدا ہیں اور بٹالوی اور عبدالمجید جیسے آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ اگر بٹالوی صاحب کو ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ ساکت کر دیا جائے تو اس کا کیا اثر ہوگا۔ وہ شیخ الکل تو نہیں۔ غرض دنیا کی آپ پر نظر ہے۔ یقیناً سمجھو کہ اگر آپ نے اس بارے میں بذات خود بحث نہ کی تو خدا تعالٰی سے ضرور پوچھے جاؤ گے۔ لب بام کی حالت ہے۔ خدا تعالٰی سے ڈرو۔ سفر آخرت بہت نزدیک

---

[1] خط۔ بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بعد سلام مسنون۔ آپ کے خط دیروزہ کا جواب میری طرف سے میرے تلامذہ مولوی عبدالمجید صاحب اور مولوی ابو سعید محمد حسین دیں گے۔ آیندہ آپ مجھے اپنے جواب سے معاف رکھیں جو کچھ کہنا ہو انہیں سے کہیں اور ان ہی سے جواب لیں۔ راقم سید محمد نذیر حسین۔ ۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء

ہے۔ اگر حق کو چھپاؤ گے تو رب منتقم کے اخذ شدید سے ہرگز نہیں بچو گے۔ آپ کو بٹالوی شیخ
کے منصوبوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ وہ حضرت اس فطرت کے ہی آدمی نہیں کہ جو آپ کو محض للہ
بحث کرنے کے لئے صلاح دیویں۔ ہاں ایسے کام ان کو بخوبی آتے ہیں کہ فرضی طور پر ادھر اُدھر
مشہور کر دیا اور اپنے دوستوں کو بھی خبریں پہنچا دیں کہ ہم نے فتح پائی۔ ہم سے گریز کی۔ تاریخ مقررہ
پر نہ آئے۔ حیا شعبہ ایمان ہے۔ اگر بٹالوی صاحب کو دیانت اور راست بازی کا کچھ خیال ہوتا
تو ایسی دروغ بے فروغ باتیں مشہور نہ کرتے۔ یہ کس قدر مکر و فریب اور چالاکی ہے کہ سراسر بدنیتی
سے ایک یک طرفہ اشتہار جاری کر دیا اور محض فرضی طور پر مشتہر کر دیا کہ فلاں تاریخ میں بحث
ہوگی۔ اگر نیت نیک ہوتی تو چاہیئے تھا کہ مجھ سے اتفاق کر کے یعنی میری اتفاق رائے سے
تاریخ بحث مقرر کی جاتی تا کہ میں خانگی حفظ امن کے لئے انتظام کر لیتا اور جس تاریخ میں حاضر ہو
سکتا اسی تاریخ کو منظور کرتا۔ اور نیز چاہیئے تھا کہ پہلے امر قابل بحث صفائی سے طے ہو لیتا۔
غرض ضروری تھا کہ جیسا کہ مناظرات کے لئے دستور ہے فریقین کی اتفاق رائے اور دونوں فریق
کے دستخط ہونے کے بعد اشتہار جاری کیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور یونہی اُڑا دیا گیا کہ جلسہ
بحث میں حاضر نہیں ہوئے اور گریز کر گئے۔ اور شیخ الکل صاحب سے ڈر گئے۔ ناظرین سوچ
سکتے ہیں کہ یہ عاجز اسی غرض سے تو اپنا وطن چھوڑ کر دہلی میں غربت اور مسافرت کی حالت
میں آ بیٹھا ہے تا شیخ الکل صاحب سے بحث کر کے ان کی دیانت و امانت اور ان کی حدیث دانی اور
ان کی واقفیت قرآنی لوگوں پر ظاہر کر دیوے تو پھر اُن سے ڈرنے کے کیا معنے۔ غور کرنے کا
مقام ہے کہ اگر یہ عاجز شیخ الکل سے ڈر کر ان کی یک طرفہ تجویز کردہ جلسہ بحث میں حاضر نہیں
ہوا۔ تو اب شیخ الکل صاحب کیوں بحث سے کنارہ کش ہیں اور کیوں اپنے اس علم اور معرفت
پر مطمئن نہیں رہے جس کے جوش سے یک طرفہ جلسہ تجویز کیا گیا تھا۔ ہر یک منصف ان کے
پہلے یک طرفہ جلسہ کی اصل حقیقت اسی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ جلسہ صحت نیت پر مبنی
تھا اور مکاری اور دھوکہ دہی کا کام نہیں تھا تو ان کا وہ پہلا جوش اب کیوں ٹھنڈا ہو گیا۔ اصل

بات یہ ہے کہ وہ یک طرفہ جلسہ محض شیخ بٹالوی کا ایک فریب حق پوشی کی غرض سے تھا۔ جس کی واقعی حقیقت کھولنے کے لئے اب شیخ الکل صاحب کو بحث کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے یک طرفہ جلسہ میں حاضر ہونا اگرچہ میرے پر فرض نہ تھا کیونکہ میری اتفاق رائے سے وہ جلسہ قرار نہ پایا تھا۔ اور میری طرف سے ایک خاص تاریخ میں حاضر ہونے کا وعدہ بھی نہ تھا مگر پھر بھی میں نے حاضر ہونے کے لئے طیاری کر لی تھی۔ لیکن عوام کے مفسدانہ حملوں نے جو ایک ناگہانی طور پر کئے گئے۔ اس دن حاضر ہونے سے مجھے روک دیا۔ صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس جلسہ کے عین وقت میں مفسد لوگوں کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہوگیا کہ میں ان کی وحشیانہ حالت دیکھ کر اوپر کے زنانہ مکان میں چلا گیا۔ آخر وہ اسی طرف آئے اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے اور یہانتک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان میں گھس آئے۔ اور ایک جماعت کثیر نیچے اور گلی میں کھڑی تھی۔ جو گالیاں دیتے تھے اور بڑے جوش سے بدزبانی کا بخار نکالتے تھے۔ بڑی مشکل سے خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان سے رہائی پائی اور سخت مدافعت کے بعد یہ بلا دفع ہوئی۔

اب ہر ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ اس بلوہ عوام کی حالت میں کیونکر میں گھر کو اکیلا چھوڑ کر جلسۂ بحث میں حاضر ہوسکتا تھا۔ اب انصاف اور غور کا مقام ہے کہ میرے جیسے مسافر کی دہلی والوں کو ایسی حالت میں ہمدردی کرنی چاہیئے تھی نہ یہ کہ ایک طرف عوام کو ورغلا کر اور ان کو جوش دہ تقریریں سنا کر میرے گھر کے اردگرد کھڑا کر دیا۔ اور دوسری طرف مجھے بحث کے لئے بلایا اور پھر نہ آنے پر جو موانع مذکورہ کی وجہ سے تھا شور مچا دیا کہ وہ گریز کر گئے اور ہم نے فتح پائی۔ یہ کیسی آوباشانہ چال ہے۔ کیا یہ انسانیت ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے فتح پائی۔ کیا یہ مرغوں اور بٹیروں کی لڑائی تھی یا اظہار حق کے لئے بحث تھی۔ اگر ایمانداری پر اس جلسہ کی بنا ہوتی تو عذر معقول سنکر خود دوسری تاریخ بحث مقرر کرنے کے لئے راضی ہو جاتے۔

اور میں نے اسی روز یہ بھی سُنا کہ راہ میں بھی امن نہ تھا اور مقام تجویز کردہ بحث میں عوام کی حالت قابل اطمینان نہ تھی اور عین جلسہ میں مخالفانہ باتیں تہمت اور بہتان کے طور پر عوام کو سُنا کر اُن کو بھڑکایا جارہا تھا۔ لیکن سب سے بڑھ کر جو بچشم خود صورت فساد دیکھی گئی وہ یہی تھی جو ابھی میں نے بیان کی ہے۔ اگر مولوی نذیر حسین صاحب کو یہ بلا پیش آتی تو کیا ان کی نسبت یہ کہنا جائز ہوتا کہ وہ بحث سے کنارہ کر گئے جس حالت میں یہ واقعات ایسے ہیں تو پھر کیسی بے شرمی کی بات ہے کہ اس غیر حاضری کو گریز پر حمل کیا جائے۔ اسے حضرت خدا تعالیٰ سے ڈریں اور خلاف واقعہ منصوبوں کو فتحیابی کے پیرایہ میں مشہور نہ کریں اب میں بفضلہ تعالیٰ اپنی حفاظت کا انتظام کرچکا ہوں اور بحث کے لئے طیار بیٹھا ہوں مصائب سفر اٹھا کر اور دہلی والوں سے ہر روز گالیوں اور لعن طعن کی برداشت کرکے محض آپ سے بحث کرنے کے لئے اسے **شیخ الکل صاحب** بیٹھا ہوں۔ یہ عذر کوئی عقلمند قبول نہیں کرے گا کہ آپ کے یک طرفہ جلسہ میں عاجز حاضر نہ ہو سکا۔ اگر آپ حق پر ہیں اور آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ درحقیقت قرآن کریم کی آیات صریحہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے جانا متحقق اور ثابت شدہ امر ہے تو ایسی رکیک باتوں کا فتح نام رکھنا سخت نامردی ہے۔ بسم اللہ آئیے اور اپنا وہ عجیب ثبوت دکھلائیے۔ اگر آپ ایسے وقت میں جو تمام ملک ہند میں میری طرف سے بدلائل شافیہ یہ اشاعت ہوگئی ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری اُٹھائے جانا قرآن وحدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فوت ہو چکا ہے اور جو شخص ان کی جسمانی دنیوی زندگی کا مدعی ہے وہ جھوٹا و کذاب ہے، میدان میں آکر حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی دنیوی زندگی کا ثبوت نہیں دیں گے۔ تو پھر آپ کس مرض کی دوا ہیں اور شیخ الکل کیوں اپنے شاگردوں سے کہلاتے ہیں حضرت بحث کرنے کے لئے باہر تشریف لائیے کہ میں بحث کے لئے تیار ہوں۔ آپ کیوں مقتدا اور شیخ الکل

ہونے کی حالت میں بحث کرنے سے کنارہ کرتے اور حق الامر کو چھپاتے ہیں اور حق کو اس کے ظہور سے روکتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حق کھل جائے۔ آپ کو ڈرنا چاہیئے۔ یصدون عن سبیل اللہ کا مصداق نہ ہو جائیں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ کے مقابل آنے سے حق کھلتا ہے اور آپ کوٹھری میں چھپے بیٹھے ہیں تو پھر آپ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق ہوئے یا کچھ اور ہوئے۔ پس آپ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور بحث کے میدان میں آ کر یہ کوشش کریں کہ حق کھل جائے اور گریز اور فرار اختیار نہ کریں یا یصدون عن سبیل اللہ کا مصداق نہ بن جائیں اور میں تو یا حضرت؟!! اس عظیم الشان بحث کے لئے حاضر ہوں اور ہرگز تخلف نہ کروں گا۔ لعنۃ اللہ علٰی من تخلف و صدعن سبیل اللہ۔ **اب میں یا حضرت؟!!** پھر اللہ جلّشانہٗ کی آپ کو قسم دے کر اس بحث کے لئے بلاتا ہوں جس جگہ چاہیں حاضر ہو جاؤں۔ مگر تحریری بحث ہوگی تا کسی محرّف کو تحریف کی گنجایش نہ ہو۔ اور ملک بند کے تمام اہل نظر کو رائے کرنے کے لئے وہی تحریرات یقینی ذریعہ مل جائے۔ آپ یقیناً یاد رکھیں کہ یہ آپ کی جھوٹی خوشی ہے اور یہ آپ کا غلط خیال ہے کہ یقینی اور قطعی طور پر مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اُٹھایا گیا ہے۔ جس دن بحث کے لئے آپ میرے سامنے آئیں گے اس دن تمام یہ خوشی رنج کے ساتھ مُبدّل ہو جائے گی۔ اور سخت رسوائی سے آپ کو اس قول سے رجُوع کرنا پڑے گا کہ درحقیقت آیات بیّنہ صریحہ و قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ سے حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی زندگی ثابت ہے۔ اگرچہ آپ درس قرآن و حدیث میں ریش و بروت سفید کر بیٹھے ہیں۔ مگر حقیقت تک آپ کو کسی استاد نے نہیں پہنچایا اور مغز قال اللہ اور قال الرسول سے دُور و مہجور و بے نصیب محض ہیں۔ آپ کو شرم کرنی چاہیئے کہ شیخ الکل ہونے کا دعویٰ اور پھر اس فضیحت کی غلطی کہ آپ یقین رکھتے ہیں کہ ایسی آیات صریحۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ موجود ہیں جن سے مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر جانا

ثابت ہوتا ہے۔ شاید ایسی حدیثیں آپ کی کوٹھری میں بند ہوں گی جو اب تک کسی پر ظاہر نہیں ہوئیں۔ اگر آپ کو کچھ شرم ہے تو اب بلا توقف بحث کے لئے میدان میں آجائیں تا سیہ رُو شود ہر کہ در وغش باشد۔ اگر آپ اس مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے نہ آئے اور مفسد طبع ملانوں پر بھروسہ رکھ کر کوٹھری میں چھپ گئے تو یاد رکھو کہ تمام ہندوستان و پنجاب میں ذلت اور بدنامی کے ساتھ آپ مشہور ہو جائیں گے اور شیخ الکل ہونے کی تمام رونق جاتی رہے گی۔ میں متعجب ہوں کہ آپ کس بات کے شیخ الکل ہیں۔ قرائن سے اس بات کا یقین آتا ہے کہ آپ نے ہی ایک بدزبان بٹالوی فطرت کے بگڑے ہوئے شیخ کو درپردہ سمجھا رکھا ہے کہ مساجد اور مجالس میں اور نیز آپ کے مکان پر علانیہ اس عاجز کو گالیاں دیا کرے۔ چنانچہ اس نیک بخت کا یہی کام ہے کہ آپ کو تو ہر جگہ شیخ الکل کہہ کر دوسروں کی ہجو ملیح کرتا ہے اور اس عاجز کو جابجا شیطان دجال بے ایمان کافر کے نام سے یاد کرتا ہے مگر درحقیقت یہ گالیاں اس کی طرف سے نہیں آپ کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ اگر ذرہ سی بھی دھمکی آپ کی طرف سے ملتی تو وہ دم بخود رہ جاتا۔ بلکہ میں نے سُنا ہے کہ آپ اس شخص کے مخالف نہیں بلکہ ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور آپ پر واضح رہے کہ کسی قدر درشتی جو اس تحریر میں استعمال کی گئی ہے وہ درحقیقت آپ ہی کے اس شاگرد رشید کی مہربانی ہے۔ اور پھر بھی میں نے کما تُدِین تُدان پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ سفہاء کی طرح سب و شتم میری فطرت کے مخالف ہے یہ شیوہ آپ اور آپ کے شاگردوں کے لئے ہی موزوں ہے۔ میں بفضلہ تعالیٰ جوش نفس سے محفوظ ہوں۔ میرے ہر ایک لفظ کی صحت نیت پر بنا رہے۔ آپ کے جگانے کے لئے کسی قدر بلند آواز کی ضرورت پڑی۔ ورنہ مجھے آپ لوگوں کی گالیوں پر نظر نہیں۔ کُلٌّ یَعمَلُ علٰی شاکلتہٖ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ ۔

بالآخر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی طرح سے بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سُن کر اللہ جلّشانہٗ کی تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ یہ

دلائل صحیح نہیں ہیں۔ اور صحیح اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح دلالت سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اسی پر شہادت دیتی ہیں۔ اور میرا عقیدہ یہی ہے۔ تب میں آپ کی اس گستاخی اور حق پوشی اور بددیانتی اور جھوٹی گواہی کے فیصلہ کے لئے جناب الٰہی میں تضرع اور ابتہال کروں گا۔ اور چونکہ میری توجہ پر مجھے ارشاد ہو چکا ہے کہ ادعونی استجب لکم اور مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ تقویٰ کا طریق چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے اور آیت لا تقف ما لیس لک بہٖ علم کو نظر انداز کر دیں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لئے بطور نشان کے ہو جائیگا لہٰذا منتظر ہوں کہ اگر بحث سے کنارہ ہے تو اسی طور سے فیصلہ کر لیجئے تا وہ لوگ جو نشان نشان کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کوئی نشان دکھا دیوے۔ وھو علٰی کل شیءٍ قدیر۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ◆

حلفی اقرار دربارہ ادائے پچیس روپیہ فی حدیث اور فی آیت بالآخر مولوی سید نذیر حسین صاحب کو یہ بھی واضح رہے کہ اگر وہ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں جو حضرت مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت و احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ مجلس مباحثہ میں پیش کر دیں جیسا کہ ایک امر کو عقیدہ قرار دینے کے لئے ضروری ہے یقینی اور قطعی ثبوت صعود جسمانی مسیح ابن مریم کا جلسہ عام میں اپنی زبان مبارک سے بیان فرما دیں تو میں اللہ جلّشانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ فی آیت و فی حدیث پچیس۲۵ روپیہ ان کی نذر کروں گا ◆

المناصح المشفق المشتہر المعلن مرزا غلام احمد قادیانی

(مطبوعہ مطبع جوہر ہند دہلی) ۱۷؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء

(یہ اشتہار ۲۲×۱۸/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

(۶۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تقریر واجب الاعلان متعلق ان حالات و واقعات کے جو مولوی سید نذیر حسین صاحب ملقب بہ شیخ الکل سے جلسہ بحث ۲۰؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ظہور میں آئی

حضرت شیخ الکل صاحب جلسہ بحث ۲۰؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حاضر تو ہوئے مگر اپنی خوشی سے نہیں بلکہ اس غیرت دلانے والے اشتہار[ؔ] کی وجہ سے جو میری طرف سے ۱۷؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شایع کیا گیا تھا۔ جس میں بالفاظ دیگر یہ بھی بیان تھا کہ اگر یہ عاجز یا شیخ الکل صاحب یعنی کوئی ہم دونوں میں سے جلسہ بحث میں حاضر ہونے سے تخلف کرے۔ تو اس پر بوجہ حق پوشی و صدّ عن سبیل اللہ و اخفائے شہادت خدائے تعالیٰ کی لعنت ہو۔ سو اس مجبوری سے ان کو بہرحال حاضر ہونا پڑا۔ تا وہ اپنے تئیں اس داغ ملامت سے بچالیں جو درصورت غیر حاضری ان کے چہرہ مشیخت پر لگتا تھا۔ مگر جلسہ بحث کے منصف اور معزز حاضرین خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ شیخ الکل صاحب اس داغ سے بچ نہیں سکے۔ کیونکہ ان کا فقط حاضر ہونا اس داغ سے محفوظ رہنے کے لئے کافی نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی تو ضرور تھا کہ وہ اصل مقصد حاضری کو جو مباحثہ تھا نیک نیتی

ؔ یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۲۴۱ پر ہے (المرتب)

کے ساتھ مدنظر رکھ کر بلا توقف اظہاراً للحق مسئلہ وفات وحیات مسیح میں اس عاجز سے بحث کرتے اور حاضرین کو جو شوق سے آئے تھے دکھلاتے کہ حیات مسیح ابن مریم پر کونسے قطعی اور یقینی دلائل ان کے پاس موجود ہیں اور نیز براہین وفات مسیح کے بارے میں کیا کیا تسلی بخش جوابات ان کے پاس ہیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ اس کا یہی باعث تھا کہ وہ تہیدست محض تھا۔ جس حال میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ میں حیات جسمانی مسیح ابن مریم کے بارے میں ایک ذرہ یقینی اور قطعی ثبوت نہیں ملتا اور وفات مسیح پر اس قدر ثبوت قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں موجود ہیں جو چمکتے ہوئے نور کی طرح دل کو تسلی اور اطمینان کی روشنی بخشتے ہیں۔ پھر حضرت شیخ الکل صاحب حیات مسیح ابن مریم پر کونسی دلیل لاتے اور کہاں سے لاتے۔ پس یہی وجہ تھی کہ وہ ایسے چپ ہوئے کہ گویا قالب میں جان نہیں یا جسم میں دم نہیں۔ اس نازک وقت میں جب اُن سے دمبدم یہ مطالبہ ہو رہا تھا کہ اگر آپ یہ عقیدہ مسیح کی حیات جسمانی کا درحقیقت صحیح اور یقینی اور آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کر دیں تو ہم اس ایک ہی ثبوت سے تمام دعویٰ چھوڑ دیتے ہیں۔ آئیے وہ ثبوت پیش کیجئے۔ شیخ الکل کی وہ حالت محسوس ہوتی تھی کہ گویا اس وقت جان کندن کی حالت ان پر طاری تھی۔ اس جلسہ میں تخمیناً پانچ ہزار سے کچھ زیادہ آدمی ہوں گے اور شہر کے معزز اور رئیس بھی موجود تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے امن قایم رکھنے کے لئے ایسا احسن انتظام ہو گیا تھا کہ جس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس یورپین مع انسپکٹر صاحب اور ایک کافی جماعت پولیس کے موقعہ جلسہ پر جو جامع مسجد دہلی تھی، تشریف لے آئے تھے اور ہر ایک طور اور پہلو سے حفظ امن کے مراتب اپنے ہاتھ میں لے کر اس بات کے منتظر تھے کہ اب فریقین تہذیب اور شائستگی سے بحث شروع کریں۔ اس وقت تاکیداً و اتماماً للحجۃ حضرت شیخ الکل صاحب کی خدمت میں جو ایک گوشہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے یہ رقعہ بھیجا کہ میں موجود ہوں۔ اب آپ جیسا

کہ اشتہار ۷ ار اکتوبر ۱۸۹۱ءؔ [^1] میں میری طرف سے شائع ہو چکا ہے، حیات و وفات مسیح کے بارے میں مجھ سے بحث کریں اور اگر بحث سے عاجز ہیں تو حسب منشاء اشتہار مذکورہ بدیں مضمون قسم کھالیں کہ میرے نزدیک مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھایا جانا قرآن اور حدیث کے نصوص صریحہ قطعیہ بیّنہ سے ثابت ہے تو پھر آپ بعد اس قسم کے اگر ایک سال تک اس حلف دروغی کے اثر بد سے محفوظ رہے تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ بلکہ اس مضمون کی تمام کتابیں جلا دُوں گا۔ لیکن شیخ الکل صاحب نے ان دونوں طریقوں میں سے کسی طریق کو منظور نہ کیا۔ ہر چند اس طرف سے بار بار یہی درخواست تھی کہ آپ بحث کیجئے یا حسب شرائط اشتہار قسم ہی کھائیے تا اہل حق کے لئے خدا تعالےٰ کوئی نشان ظاہر کرے۔ مگر شیخ الکل صاحب کی طرف سے گریز تھی اور آخر انہوں نے اس غرق ہونے والے آدمی کی طرح جو بچنے کی طمع خام سے گھاس پات کو ہاتھ مارتا ہے یہ حیلہ و بہانہ بوساطت اپنے بعض وکلاء کے صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمت میں جو اسی کام کے لئے فریقین کے درمیان کھڑے تھے پیش کیا کہ یہ شخص عقائد اسلام سے منحرف ہے۔ معجزات کو نہیں مانتا۔ لیلۃ القدر کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور معراج اور وجود ملائکہ سے منکر ہے۔ اور پھر نبوت کا بھی مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے۔ پس جب تک یہ شخص اپنے عقائد کا ہم سے تصفیہ نہ کرے ہم وفات و حیات مسیح کے بارے میں ہرگز بحث نہ کرینگے یہ تو کافر ہے۔ کیا کافروں سے بحث کریں۔ اس وقت میری طرف سے رُوبرو صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کو یہ جواب ملا کہ یہ سب باتیں سراسر افترا ہیں۔ مجھے ان تمام عقائد میں سے کسی کا بھی انکار نہیں۔ ہاں اصل عقائد کو مسلّم رکھ کر بعض نکات و معارف ارباب کشف کے طور پر کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں لکھے ہیں جو اصل عقائد سے معارض نہیں ہیں۔ اگر فریق مخالف اپنی کوتہ فہمی اور بدنیتی سے انہیں متصوفانہ اسرار اور

---

[^1]: یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۲۲۱ پر ہے (المرتب)

الہامی نکات و معارف کو خلاف عقائد اہلسنت خیال کرتے ہیں تو یہ خود ان کا قصور فہم ہے۔ میری طرف سے کوئی اختلاف نہیں۔ اور میں یہ وعدہ بھی کرتا ہوں کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ایک رسالہ مستقلہ ان کی تفہیم و تلقین کی غرض سے اس بارے میں شائع کروں گا تا پبلک خود فیصلہ کرلے کہ کیا ان عقائد میں اہلسنت والجماعت کے عقائد سے میں نے علیحدگی اختیار کی ہے یا درحقیقت بہت سے لطائف اسرار کے ساتھ وہی عقائد اہلسنت ہیں۔ کوئی دوسرا امر نہیں۔ صرف معترضین کی آنکھوں پر غبار ہے۔ جو خویش کو اجنبی کی صورت پر دیکھتے ہیں اور موافق کلی کو مغائر کلی خیال کرتے ہیں۔ اور بار بار یہ بھی کہا گیا کہ جس حالت میں مَیں نے اشتہار بھی شائع کردیا ہے کہ ان عقائد سے انکار کرنا میرا مذہب نہیں ہے بلکہ منکر کو میں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ تو پھر میں ان عقائد مسلّمہ میں بحث کیا کروں۔ بحث تو اختلاف کی حالت میں ہوتی ہے نہ اتفاق کی حالت میں۔ سو تم مسلمات فریقین میں خواہ نخواہ کی گفتگو نہ کرو۔ اس بات میں بحث کرو جس میں مجھے تمہارے عقیدہ موجودہ سے مخالفت ہے۔ یعنی صعود و نزول مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری میں۔ لیکن حضرت شیخ الکل صاحب اپنی اس ضد سے باز نہ آئے اور بحث حیات و وفات مسیح سے صاف صاف انکار کرتے رہے۔ آخر ان کی اس ضد اور اصرار سے فہیم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت کے پاس حیات جسمانی حضرت مسیح ابن مریم پر کوئی دلیل نہیں اور نہ وہ دلائل وفات ابن مریم کو ردّ کرسکتے ہیں۔ اور رعب حق کی وجہ سے حسب شرائط اشتہار قسم کھانے کے لئے بھی جرأت نہیں۔ تب صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اس کشمکش سے تنگ آکر اور لوگوں کی ایک وحشیانہ حالت اور نیز کثرت عوام دیکھ کر خیال کیا کہ اب بہت دیر تک انتظار کرنا اچھا نہیں۔ لہٰذا عوام کی جماعت کو متفرق کرنے کے لئے حکم سُنا دیا گیا کہ چلے جاؤ۔ بحث نہیں ہوگی۔ یہ وہ واقعات ہیں جو صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولس، اور نیز ان کے معزز ماتحت انسپکٹر صاحب خود درمیان

میں کھڑے ہوکر سُن چکے ہیں۔ اس جلسۂ بحث میں خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس و وکیل وآنریری مجسٹریٹ علی گڈھ بھی موجود تھے۔ اور یہ ایک حُسن اتفاق تھا کہ ایسا ثقہ آدمی اس جلسہ میں شامل ہوگیا۔ غرض خواجہ صاحب نے بھی فریق ثانی کے بیہودہ عذرات سُنکر میری طرف توجہ کی اور کہا کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ برخلاف عقیدہ اہلسنت والجماعت لیلۃ القدر اور معجزات اور ملایک اور معراج وغیرہ سے منکر اور نبوت کے مدعی ہیں۔ میں نے کہا یہ سراسر میرے پر افترا ہے۔ میں ان سب باتوں کا قائل ہوں۔ اور ان لوگوں نے میری کتابوں کا منشا نہیں سمجھا۔ اور غلط فہمی سے مجھ کو مُنکر عقاید اہل سنّت کا قرار دے دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ اگر فی الحقیقت یہی بات ہے تو مجھے ایک پرچہ پر یہ سب باتیں لکھ دیں۔ میں ابھی صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اور نیز پبلک کو سُنا دُوں گا۔ اور ایک نقل اس کی علیگڈھ بھی لے جاؤں گا۔ تب میں نے مفصل طور پر اس بارے میں ایک پرچہ لکھ دیا جو بطور نوٹ درج ذیل ہے۔ اور خواجہ صاحب نے وہ تمام مضمون صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلند آواز سُنایا اور تمام معزز حاضرین نے جو نزدیک تھے سُن لیا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلّی

واضح ہو کہ اختلافی مسئلہ جس پر میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ صرف یہی ہے کہ یہ دعوٰی جو حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ میرے نزدیک ثابت نہیں ہے اور نصوص قرآنیہ وحدیثیہ سے ایک بھی آیت صریحۃ الدلالۃ اور قطعیۃ الدلالت یا ایک بھی حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں مل سکتی جس سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہو سکے بلکہ جا بجا قرآن کریم کی آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے وفات ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور میں اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب حیات مسیح علیہ السلام کی آیات صریحۃ الدلالۃ

اور قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کر دیں تو میں دوسرے دعویٰ مسیح موعود ہونے سے خود دست بردار ہو جاؤں گا اور مولوی صاحب کے سامنے توبہ کروں گا۔ بلکہ اس مضمون کی تمام کتابیں جلا دوں گا اور دوسرے الزامات جو میرے پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے۔ جو دیگر اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ اور میری کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام سے جو اعتراض نکالے گئے ہیں۔ یہ نکتہ چینیوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ بدفہمی سے بعض کوتہ فہم لوگوں نے سمجھ لیا ہے ان اوہام کے ازالہ کے لئے عنقریب ایک مستقل رسالہ تالیف کر کے شایع کروں گا۔ غرض میری نسبت جو بجز میرے دعویٰ وفات مسیح اور مثیل مسیح ہونے کے اور اعتراض تراشے گئے ہیں وہ سب غلط اور ہیچ اور صرف غلط فہمی کی وجہ سے کئے گئے ہیں ۔

پھر بعد اس کے خواجہ صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ جب کہ ان عقاید میں درحقیقت کوئی نزاع نہیں۔ فریقین بالاتفاق مانتے ہیں تو پھر ان میں بحث کیونکر ہو سکتی ہے۔ بحث کے لایق وہ مسئلہ ہے جس میں فریقین اختلاف رکھتے ہیں۔ یعنی وفات و حیات مسیح کا مسئلہ جس کے طے ہونے سے سارا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ بصورت ثبوت حیات مسیح مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سب ساتھ ہی باطل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی بار بار اس عاجز کا نام لے کر کہا کہ انہوں نے خود وعدہ کر لیا ہے کہ اگر نصوص بینہ قطعیہ قرآن و

حدیث سے حیات مسیح ثابت ہو گئی تو میں مسیح موعود کا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔ لیکن باوجود اس کے کہ خواجہ صاحب نے اس بات کے لئے بہت زور لگایا کہ فریق مخالف ضد اور تعصب کو چھوڑ کر مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث شروع کر دیں۔ مگر وہ تمام مغز خراشی بے فائدہ تھی٭ لہٰذا انہوں نے صاف انکار کر دیا اور حاضرین کے دل ٹوٹ گئے۔ میں نے سُنا ہے کہ ایک شخص بڑے درد سے کہہ رہا تھا کہ آج شیخ الکل نے دہلی کی عزت کو خاک میں ملا دیا اور ہمیں خجالت کے دریا میں ڈبو دیا۔ بعض کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا یہ مولوی سچ پر ہوتا تو اس شخص سے ضرور بحث کرتا۔ لیکن جاہل اور نادان لوگ جو دُور کھڑے تھے وہ کچھ نہیں سمجھتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے بلکہ تعصب کی آگ میں جلے جاتے تھے۔ شیخ الکل صاحب کے ان معتقدین کو جو دُور رہنے والے خاص کر جو پنجابی ہیں بڑا تعجب ہو گیا کہ یہ کیا ہوا۔ اور کیوں شیخ الکل نے ایسے ضروری وقت میں بحث سے انکار کر دیا اور بزدلی اختیار کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حق پر نہیں تھے اور قرآن کریم ان کو اپنے پاس آنے سے دھکے دیتا تھا اور احادیث صحیحہ دُور سے کہتی تھیں کہ اس طرف مت دیکھ۔ ہماری خوان نعمت میں تیرے لئے کچھ نہیں۔ سو بوجہ اس کے کہ ان کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں تھی۔ اور نہ اس طرف کے دلائل کا ان کے پاس کوئی کافی جواب تھا۔ اس لئے وہ عاجز ہو کر کالمیت ہو گئے۔ اور ان پر یہ خوف غالب آ گیا کہ اگر میں بحث کروں گا۔ تو سخت رسوائی میری ہو گی۔ اور تمام رونق شیخ الکل ہونے کی ایک ہی دفعہ جاتی رہے گی اور زندگی مرنے سے بدتر ہو جائے گی۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر فی الحقیقت ایسی ہی حالت تھی تو پھر شیخ الکل نے جلسہ بحث میں صاف صاف کیوں نہ کہدیا کہ میں غلطی پر تھا۔ اب میں نے اپنے قول سے رجوع کیا تو اس کا جواب یہی ہے کہ اگر حقیقی تقویٰ شامل حال ہوتا اور خدا تعالیٰ کا کچھ خوف ہوتا تو بے شک وہ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ اپنی غلطی کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ

٭ شیخ الکل صاحب کی اس بحث کی طرف آنے سے جان جاتی تھی۔

کو خوش کرتے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے اور ننگ اور ناموس اور پندار اور عُجب اور تکبّر کا زنگ اس کے رگ و ریشہ میں رچ جاتا ہے تو پھر صرف حق پوشی کیا۔ بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر افعال ناشائستہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔ غرض علماء کے لئے مشہور کردہ رائے سے رجوع کرنا اشد من الموت ہے اور اسی وجہ سے شیخ الکل صاحب شہادت حقّہ کے ادا کرنے کے لئے توفیق نہ پاسکے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ شیخ الکل صاحب نے اپنی اس پیرانہ سالی کی عمر میں شہادت حقہ کا اخفاء کرکے اپنی سوء خاتمہ کی ذرہ پرواہ نہ کی۔ ان کا یہ فرض تھا کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اس شہادت کو ادا کر دیتے کہ کیا قرآن اور حدیث کے نصوص بیّنہ سے قطعی اور یقینی طور پر مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت ہوتی ہے یا اس کے مخالف ثابت ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی اس شہادت کو جو اُن سے محض للہ طلب کی گئی تھی کیوں چھپایا۔ کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ اللہ جلشانہ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ الآیہ یعنے جو لوگ خدا تعالیٰ کی ان کھلی کھلی تعلیمات اور ہدایتوں کو لوگوں پر پوشیدہ رکھتے ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ اُن پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے اور نیز اس کے بندوں کی بھی لعنت ٭

اب اے ناظرین میں اللہ جلّشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی کا قرآن اور حدیث میں ایک ذرہ نشان نہیں ملتا۔ لیکن ان کی وفات پر کھلے کھلے نشان اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ موجود ہیں۔ اور اگر ان کی وفات کی نسبت قرآن اور حدیث میں کچھ ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی اس وجہ سے کہ حیات ثابت نہیں کی گئی ان کی وفات ہی ثابت ہوتی۔ قرآن کریم میں بہتیرے ایسے نبیوں کا ذکر ہے

جن کی وفات کا کچھ حال بیان نہیں کیا گیا کہ آخر وہ مرے یا کیا ہوئے۔ لیکن محض اس خیال سے کہ ان کی وفات کا قرآن کریم میں ذکر نہیں ہے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ وہ زندہ ہیں۔ وفات انسان اور ہر ایک حیوان کے لئے ایک اصلی اور طبعی امر ہے جس کے ثبوت دینے کے لئے درحقیقت کچھ بھی ضرورت نہیں۔ جو شخص کئی سو برس سے مفقود الخبر ہو۔ وہ قوانین عدالت کی رُو سے مُردوں میں شمار کیا جائے گا گو اس کو مرتے ہوئے کسی نے بھی نہ دیکھا ہو لیکن حیات خارق عادت ایک استدلالی امر ہے جو اپنے ثبوت کے لئے دلیل کا محتاج ہے۔ یعنی جب تک کسی مفقود الخبر غائب از نظر کی ایسی لمبی عمر جو طبعی عمر سے صد ہا گونہ زیادہ ہے۔ دلائل یقینیہ سے ثابت نہ کی جائے تب تک کوئی عدالت اس بیان کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ وہ زندہ ہے۔ اس تقریر سے اس جگہ میری غرض صرف اس قدر ہے کہ جو شخص حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی خارق عادت کا دعویٰ کرتا ہے۔ بار ثبوت اس پر ہے اور اسی کا یہ فرض ہے کہ آیات قطعیہ اور احادیث صحیحہ کے منطوق سے اس دعوی کو ثابت کرے اور اگر یہ دعویٰ ثابت نہ ہو تو اس کا عدم ثبوت ہی وفات کے لئے کافی دلیل ہے کیونکہ وفات ایک طبعی امر ہے جو عمر طبعی کے بعد ہر ایک متنفس کے لئے ضروری ہے۔ لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُن وہموں کی بیخ کنی کرنے کے لئے مسیح ابن مریم کی وفات کو شافی بیان کے ساتھ ظاہر فرما دیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آخری زمانہ کے فتنوں میں سے ایک یہ بھی فتنہ ہوگا کہ ایک عاجز بندہ مسیح ابن مریم اخیر زمانہ تک زندہ رہنے والا قرار دیا جاوے گا۔ سو اُس نے مسیح کی وفات کو ایسے صاف طور سے بیان کیا ہے کہ ہر ایک وہم کی جڑ کاٹ دی۔ ہماری کتاب ازالہ اوہام کو دیکھو اور ان تمام دلائل کو غور سے پڑھو جو مسیح ابن مریم کی وفات کے بارے میں ہیں۔

ان تمام واقعات سے جو ہم نے اس اشتہار میں ظاہر کئے ہیں، منصف مزاج لوگ بخوبی مطمئن ہو سکتے ہیں کہ شیخ الکل صاحب نے اس عاجز کے مقابلہ پر وہ طریق اختیار نہیں

کیا جو ایسے موقع پر ایک متقی پارسا طبع کو کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ اپنے زعم میں کل اکابر اور آئمہ کے مقتدا بن کر اور شیخ العرب والعجم کہلا کر پھر اظہار حق سے ایسا منہ چھپایا کہ ایک ادنیٰ طبع کا مومن بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ اور ہرگز نہ چاہا کہ سیدھے ہو کر بحث کریں۔ میں نے اپنے ہر ایک اشتہار میں شیخ الکل صاحب کو مخاطب کیا اور انہیں کی مشیخت آزمانے کے لئے دہلی تک پہنچا۔ اور اپنے وطن کو چھوڑ کر اور تکالیف و مصائب غربت اٹھا کر اس شہر میں آ ٹھہرا۔ کوئی منصف مجھے سمجھا دے کہ میرے مقابلہ پر شیخ الکل صاحب نے کیا کیا۔ ہاں ایک یکطرفہ جلسہ مقرر کر کے یہ چال تو ضرور چلے کہ ایک طرف ناگہانی طور پر مجھے بلایا۔ اور دوسری طرف دہلی کے سفہاء اور اوباشوں کو بے اصل بہتانوں سے ورغلا کر اسی دن میرے گھر کے گرداگرد جمع کر دیا۔ اور صدہا بدسرشت لوگوں کے دلوں میں جوش ڈال دیا جس سے وہ دلیری سے کوہستانی غازیوں کی طرح مارنے کے لئے مستعد ہو گئے اور مجھے باہر قدم رکھنے کی بھی گنجائش باقی نہ رہنے دی بلکہ زنانہ مکان کے کواڑ توڑنے لگے اور بعض وحشی خونخوار زنانہ مکان میں گھس آئے اور پھر اس مجبوری کی وجہ سے جو میں اس پہلے جلسہ یکطرفہ میں حاضر نہ ہو سکا تو عام طور پر شائع کر دیا کہ ہم نے فتح پائی۔ ناظرین خود سوچ لیں کہ یہ کیسا کام تھا اور کن لوگوں سے ایسے کام ہوا کرتے ہیں۔

پھر دوسری چال یہ چلے کہ جب انہیں خوب معلوم ہو گیا کہ وہ حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی کا ثبوت ہرگز دے نہیں سکتے۔ اور اگر اس بحث کے لئے مقابلہ پر آتے ہیں تو سخت رسوائی ہوتی ہے تو انہوں نے بعض زبان دراز شاگردوں کو جن میں صرف نقالوں کی طرح تمسخر کا مادہ ہے۔ بیہودہ اشتہارات کے جاری کرنے اور وقت کے ٹالنے کے لئے کھڑا کر دیا۔ گویا حضرت نے اس تدبیر سے ان تلامیذ کو اپنا فدیہ دے کر اپنی جان چھڑانے کا ارادہ کیا۔ لیکن منصفین سوچ سکتے ہیں کہ اُن دھوکہ دہ اشتہاروں میں مطلب کی بات کونسی لکھی گئی۔ یا اس بات کا کیا جواب دیا گیا کہ کیوں شیخ الکل صاحب اتنا بڑا موٹا نام

رکھوا کر اس ضروری بحث سے گریز کرتے ہیں اور کونسی ایسی آفت اُن پر نازل ہے جو ان کو بحث کرنے سے روکتی ہے۔ شیخ الکل صاحب کی ان کارروائیوں سے ہر ایک عقلمند ان کی دیانت و امانت و حق پرستی و دینداری و ہمدردی اسلام کا اندازہ کرسکتا ہے۔ اگر وہ مثلاً اس بیان کے ادا کرنے کے لئے عدالت میں بُلائے جاتے اور حکماً پوچھا جاتا کہ سچ کہو تمہارے پاس حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی حیات اور جسمانی صعود و نزول پر کیا کیا قطعی دلائل قرآن اور حدیث کی رو سے موجود ہیں جو عقیدہ قرار دینے کے لئے کافی ہوں۔ تو کیا شیخ الکل صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوتے اور اپنا بیان نہ لکھواتے؟ پھر خدا تعالےٰ کی عدالت سے کیوں نہ ڈرے۔ ایک دن مرنا ہے یا نہیں؟ غضب کی بات ہے کہ نام شیخ الکل اور کرتوت یہ۔ اے شیخ الکل! بھلا آپ انصافاً فرما دیں کہ آپ اس جُرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں کہ آپ نے کتاب اللہ کے اس حکم کو چھپایا جس کے ظاہر کرنے کے لئے تاکید کی گئی تھی۔ اگر مثلاً عدالت برطانیہ سے اسی امر کے دریافت کے لئے آپ کے نام سمن جاری ہوتا اور درحالت اخفائے شہادت قانونی سزا کی دھمکی بھی دی جاتی تو کیا آپ اپنا بیان لکھوانے سے انکار کرتے یا یہ کہتے کہ میں نہیں جاؤں گا۔ بٹالوی شیخ کو لے جاؤ یا مولوی عبدالمجید کی شہادت قلمبند کرلو۔ آپ کو عدالت ربانی سے کیوں اس قدر استغنا ہے۔ ہم تو آپ کے مُنہ کو دیکھتے دیکھتے تھک بھی گئے۔ آپ ۲۰ اکتوبر کے جلسہ میں بھی آئے تو کیا خاک آئے۔ آتے ہی بحث سے انکار کردیا اور حسب منشا اشتہار قسم کھانے سے گریز کی اور اخفاء شہادت کا کبیرہ گناہ ناحق اپنے ذمہ لے لیا۔ اشتہار ۱۳ ربیع الاول میں جو آپ کی طرف سے جاری ہوا ہے۔ جو اس کی خوب تعریف لکھی ہے کہ بدیں پیرانہ سالی تمام قویٰ نہایت عمدہ ہیں اور ہاتھ پیروں کی قوت اور آنکھوں کی بینائی قابل تعریف ہے۔ ہر ایک مرض سے بفضلہ تعالےٰ امن ہے۔ پھر جس حالت میں ایسی عمدہ صحت ہے اور تمام قویٰ تعریف کے لائق ہیں۔ تو پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ بحث سے گریز کیوں

ہے۔کیا ناظرین آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں ؟ اے شیخ الکل اُس خدائے عزوجل سے ڈر جو تیرے دل کو دیکھ رہا ہے۔جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ماحاك صدرك فهو ذنبك۔یعنی جو کام تیرے دل پر قبض وارد کرے اور تیرا دل اس کے کہنے سے رُکتا ہو اور وہی کام تو کر بیٹھے تو وہی تیرا گناہ ہے۔اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انکار وفات مسیح کے بارے میں اگر آپ کے دل میں ایک قبض نہ ہوتی تو آپ ضرور علانیہ بحث کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔لیکن یوں تو آپ نے گھر میں لاف وگزاف کے طور پر بارہا کہا کہ مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ ہے۔یہی قرآن اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ میرے بعض مخلص جو آپ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی آپ کی ان بے اصل لافوں کا ذکر کیا۔لیکن چونکہ صرف یہ زبان کی فضول باتیں تھیں۔ اور محض دروغ بے فروغ تھا اور دل پر قبض اور نومیدی تھی۔اس لئے آپ بحث کرنے کے لئے پیشقدمی نہ کر سکے۔اگر آپ کے ہاتھ میں ثبوت ہوتا تو آپ مجھے کب چھوڑتے۔میں نے غیرت دلانے والے لفظ بھی سراسر نیک نیتی سے استعمال کئے اور اب بھی کر رہا ہوں مگر آپ کو شرم نہ آئی۔

میں نے یہ بھی لکھ بھیجا کہ حضرت مجھے اجازت دیجئے اور اپنی خاص تحریر سے مجھے اشارہ فرمائیے تو میں آپ ہی کے مکان پر حاضر ہو جاؤں گا اور مسئلہ حیات و وفات مسیح میں تحریری طور پر آپ سے بحث کروں گا۔اور میں نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اگر میں اپنے اس الہام میں غلطی پر نکلا اور آپ نے نصوص صریحہ بیّنہ قطعیہ سے مسیح ابن مریم کی جسمانی حیات کو ثابت کر دکھایا تو تمام عالم گواہ رہے کہ میں اپنے اس دعویٰ سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ اپنے قول سے رجوع کروں گا۔اپنے الہام کو اضغاث احلام قرار دے دوں گا اور اپنے اس مضمون کی کتابوں کو جلا دُوں گا۔اور میں نے اللہ جلشانہٗ کی قسم بھی کھائی کہ درحالت ثبوت مل جانے کے میں ایسا ہی کروں گا۔لیکن اے حضرت

شیخ الکل آپ نے میری طرف تو نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میں مسافر تھا۔ آپ نے میری تکالیف پر بھی خیال نہ فرمایا۔ میں آپ ہی کے لئے دہلی میں اس مدت تک ٹھیرا رہا۔ آپ نے میری طرف ذرا رُخ نہ کیا۔ عوام کو میری تکفیر کا فتویٰ سُنا کر فتنہ انگیز ملاؤں کی طرح بھڑکا دیا۔ مگر اپنے اسلام اور تقویٰ کا تو کوئی نشان نہ دکھلایا۔ آپ خوب یاد رکھیں کہ ایک دن عدالت کا دن بھی ہے۔ ان تمام حرکات کا اس دن آپ سے مواخذہ ہوگا اگر میں دہلی میں نہ آیا ہوتا اور اس قدر قسمیں دے کر اور عہد پر عہد کر کے آپ سے بحث کا مطالبہ نہ کرتا تو شاید آپ کا اس انکار میں ایسا بڑا گناہ نہ ہوتا۔ لیکن اب تو آپ کے پاس کوئی عذر نہیں۔ اور تمام دہلی کا گناہ آپ ہی کی گردن پر ہے۔ اگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبد المجید نہ ہوتے تو شاید آپ راہ پر آسکتے۔ لیکن آپ کی بدقسمتی سے ہر وقت ان دونوں کی آپ پر نگرانی رہی۔ میں تو مسافر ہوں۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ اپنے وطن کی طرف جاؤں گا۔ آپ کی برانگیخت سے بہت سے لعن طعن اور گندی گالیاں دہلی والوں سے سُن چکا۔ اور آپ کے اُن دونوں رشید شاگردوں نے کوئی دقیقہ لعن طعن کا اُٹھا نہ رکھا مگر آپ کو یاد رہے کہ آپ نے اپنے خداداد علم پر عمل نہیں کیا اور حق کو چھپایا اور تقویٰ کے طریق کو بالکل چھوڑ دیا۔ انسان اگر تقویٰ کی راہوں کو چھوڑ دے تو وہ چیز ہی کیا ہے۔ مومن کی ساری عظمت اور بزرگی تقویٰ سے ہے۔ شریر آدمی چالاکی سے جو کچھ چاہتا ہے۔ بغیر کسی قطعی ثبوت کے مُنہ پر لاتا ہے۔ مگر عادل حقیقی کہتا ہے کہ اے عمداً کجی کے اختیار کرنے والے آخر مرنے کے بعد تو میری ہی طرف آئے گا اور میں تیرے ساتھ کوئی دوسرا حمایتی نہیں دیکھتا۔ تیری باتوں کا ثبوت تجھ سے پُوچھا جائے گا۔ سو اے شیخ الکل اس دن سے ڈر جس دن ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے۔ اور دل کے خیال مخفی نہیں رہیں گے۔ اے غافل مغرور تو کیوں اپنے ربّ کریم سے نہیں ڈرتا۔ تیرے پاس مسیح ابن مریم کے بجسدہ العنصری اُٹھائے جانے کا کونسا ثبوت ہے تو کیوں اسے پیش نہیں کرتا۔ ہائے تو اپنے دل کی حالت کو

کیوں چھپاتا ہے۔ اَے شیخ سفر نزدیک ہے۔ میں محض نیک نیتی سے اور اخلاص سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ کہتا ہوں۔ میرا خدا اس وقت دیکھ رہا ہے اور سُن رہا ہے اور میرے دل پر نظر ڈال رہا ہے۔ بخدا میرے پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے محض مولویانہ ننگ و ناموس کی وجہ سے سچی گواہی نہیں دی اور باطل سے دوستی کی اور حق سے دشمنی۔ اور آپ نے دہلی والوں کو حق پوشی کی وجہ سے بے باک کر دیا۔ یہانتک کہ بعض نے تمسخر اور ٹھٹھے کی راہ سے میرے مقابلہ پر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور چند اشتہار شایع کر دیئے۔ جن میں بعض کے اندر حد سے زیادہ آپ کی تعریف تھی جس پر نظر ڈالنے سے قوی شک گذرتا تھا کہ وہ اشتہارات آپ ہی کے اشارہ سے لکھے گئے ہیں۔ ان اشتہاروں میں یہ کوشش کی گئی تھی کہ اوباشانہ باتوں سے نور اللہ کو منطفی کر دیا جائے۔ مگر یہ کوشش کچھ نئی نہیں۔ قدیم سے یہ دستور ہے کہ جو لوگ حق کے دشمن ہیں وہ سچائی کے نوروں کو بجھانے کے لئے ہر ایک قسم کے مکر کیا کرتے ہیں۔ آخر حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ کراہت ہی کرتے رہ جاتے ہیں۔ انسان کا اپنا تراشا ہوا کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ ایسی جماعت جلد متفرق ہو جاتی ہے۔ لیکن جو سلسلہ آسمان اور زمین کے بنانے والے کی طرف سے ہوتا ہے۔ کوئی ہے جو اس کو نابود کر سکے؟ سو اَے شیخ الکل! تو کیوں تیز تلوار پر ہاتھ مار رہا ہے۔ کیا تجھے اپنے ہاتھ کا اندیشہ نہیں۔ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اگرچہ تُو اُسے نہیں دیکھتا۔ اپنے علم سے بڑھ کر کیوں زیادہ دلیری کرتا ہے۔ کچھ خوف کر لمقت اللہ اکبر من مقتکم۔

اے ٹھٹھا کرنے والو! اور تمسخر سے افترا کرنے والو! اور بے باکی سے کہنے والو! کہ مسیح موعود تو ہم ہیں کہ ابھی آسمان سے فتحگڈھ کی چھت پر اُترے ہیں۔ اگرچہ تم اپنے اس امن اور صحت اور جوانی اور غفلت کی حالت میں کب ڈرو گے۔ مگر پھر بھی کہتا ہوں کہ اس خدا سے ڈرو جو ایک دم میں خوشی کرنے والوں کو غمگین بنا سکتا ہے۔ اور ہاتھوں

کو رنجوں کے ساتھ بدل سکتا ہے۔ کیا انسان اس کے ہاتھ میں نہیں۔ اے دہلی تجھ پر افسوس۔ تو نے اپنا اچھا نمونہ نہیں دکھلایا۔ اے مسلمانوں کی ذریت یاد کرو کہ اسلام کیا شئے ہے۔ ڈرو کہ اللہ جلّشانہ بے نیاز ہے یقیناً یاد رکھو کہ جو اس کی طرف سے ٹھہر چکا ہے۔ وہ انسان کے منصوبوں۔ سے باطل نہیں ہو سکتا۔ اے دہلی والو! تم اس زمین میں رہتے ہو جس میں بہت سے راستباز سوئے ہیں۔ شرم کرو کہ تمہارے اوپر خدا ہے اور تمہارے نیچے راستباز ہیں جو خاک میں ملے پڑے ہیں۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ والسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔

اَلنَّاصِحُ عَبْدُاللّٰہِ الصَّمَد

غلام احمد قادیانی۔ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء

از مقام دہلی بازار بلیماراں۔ کوٹھی نواب لوہارو

(مطبوعہ مطبع افتخار دہلی)

ضروری اور مفید اعلان

بیقرار اور منتظر شائقین کو جن کے متعاقب استفساری خطوط ہمارے پاس آتے تھے۔ اطلاع دی جاتی ہے کہ ازالہ اوہام تمام و کمال مرتب ہو کر شائع ہو گیا ہے۔ اس میں ربّ جلیل کے القاء سے علاوہ ان قاطعہ دلائل اور ساطعہ حجج کے جو جناب مسیح علیہ السلام کی وفات کے ثبوت میں بڑے بسط سے لکھے گئے ہیں۔ کلام الٰہی کے بہت سے دقیق مقامات کے معارف اور حقایق آمیز تفسیریں بھی ثبت کی گئی ہیں۔ مثلاً بہشت میں اللہ جلّ شانہٗ کے حساب و کتاب لینے کی حقیقت۔ معجزات مسیحیہ کی ماہیت وغیرہ صدہا امور ایسے ہیں

جو اللہ جلّشانہ نے اس عاجز پر منکشف کئے ہیں اور جابجا اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ میں نے اتماماً للحجۃ و نصحاً للعباد حضرت مسیح علیہ السّلام کی وفات کے بارے میں ایسی وسعت سے بحث کی ہے کہ اس کے متعلق قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے کوئی بھی پہلو فروگذاشت نہیں کیا۔ ہر ایک حدیث پر سیر بخش اور کافی اطمینان دہ کلام کیا ہے۔ اور محض حکیم حمید تعالیٰ شانہٗ کی تفہیم و تعلیم سے قرآن کی تیس ۳۰ صریح اور بیّن آیتوں سے حضرت مسیح علیہ السّلام کی وفات پر استدلال کیا ہے۔ اور اس زمانہ میں اب تک جس قدر دلائل حیات پر مسیح علیہ السّلام کے دیئے گئے اور دیئے جاتے ہیں ان کو بڑے انصاف اور نیک نیّتی سے بدلائل کتاب و سُنّت توڑا ہے۔ اس کتاب میں ایک کافی حصّہ الہامی پیشگوئیوں کا بھی ہے جو سُنّت اللہ کے موافق صادق اور کاذب کے امتیاز اور شناخت کا سچا اور کامل آلہ اور معیار ہیں۔ اگر لوگ تحمل کریں تو بہت جلد ہمارا صدق اور کذب آفتاب کی طرح ان پر کھل جائے۔ اس عاجز نے وابستگان زنجیر فلسفہ اور منطق کی طرح زمانہ کی بے بنیاد خشک اور بے مغز عقلی فلاسفی سے اس بارے میں کام نہیں لیا۔ اور نہ در حقیقت وہ اس قابل ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وراء الوراء اسرار اور اُس کے کلام کریم کے اعلیٰ معارف کے حل و انکشاف میں مجرّداً بلا مدد الہام و وحی اُس سے اعانت کی توقع رکھی جاسکے بلکہ ہر قسم کے ثبوت کے پیش کرنے میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کو پڑھ کر ہمارے اس بیان کی بخوبی تصدیق ہوسکتی ہے۔

نیز اس کتاب میں اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دلائل شافیہ اور براہین کافیہ سے دیا ہے۔ جسے پڑھ کر ہر طالب حق اور رموز کلام الٰہی اور انبیاء علیہم السّلام کے کلمات کے اسرار کا بصیر پورا اطمینان حاصل کرسکتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ اس کے طبع اور پھر بغور مطالعہ کرنے کے بغیر کوئی شخص اس عاجز کی نسبت

رد و تردید میں جرأت نہ کرے۔ مگر مجہول انسان افسوس ادنیٰ تحریک پر قابو سے نکل جاتا ہے اور پھر جذبات نفسانیہ پر غلبہ پانے کی اس میں مقدرت نہیں رہتی۔ بڑی بڑی بردباری کے دعوے کرنے والے مولویوں اور فقیہوں نے عجلت مزاجی کی راہ سے تیغ زبان اور شمشیر قلم کے جوہر دکھائے جنہیں آخر اس عظیم الشان کتاب نے اپنی کمال قوت دلائل سے پست اور ذلیل کیا۔ وہ لوگ جن میں سچا تقویٰ اور خشیۃ اللہ ہوتا ہے بے جانے بوجھے کسی بھاری بات کی نسبت اپنی زبان نہیں کھولا کرتے۔ انہیں ہمیشہ اس بات کا دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اس گوشت کے ٹکڑے (زبان) کی سب کارروائی کی سخت باز پُرس ہو گی۔

اے ناظرین! میں تمہیں ہمدردی اور خیرخواہی سے کہتا ہوں کہ ایک دفعہ تمام و کمال میری اس کتاب کو پڑھ جاؤ یقین سمجھو کہ تمہیں اس میں نور ہدایت اور حق کا راستہ ملے گا۔ یہ کتاب قریب ساٹھ جزو کے بڑی صفائی سے طبع ہوئی ہے اور دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ جن کی قیمت فقط ۳؎ بلا محصول ڈاک ہے۔ یہ کتاب اس عاجز اور پنجاب پریس سیالکوٹ سے درخواست کرنے پر بصیغہ وی پی منگوائی جا سکتی ہے۔ اس وقت دہلی والوں کو اس کا لینا آسان ہے کیونکہ یہاں میرے پاس کسی قدر نسخے موجود ہیں ٭

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۱۶ صفحوں پر ہے)

(۶۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اشتہار واجب الاظہار جس میں مولوی محمد اسحاق صاحب کو حضرت مسیح ابن مریم کی حیات و وفات کے بارے میں بحث کیلئے دعوت کی گئی ہے

واضح ہو کہ کل ۔ ۱۳؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مولوی محمد اسحٰق صاحب اس عاجز کے مکان (فرودگاہ) میں تشریف لائے۔ اور ایک جلسہ عام میں حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے بارہ میں مولوی صاحب موصوف نے گفتگو کی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس قدر تو ہم بھی مانتے ہیں کہ بعض احادیث میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم چند گھنٹے کے لئے ضرور فوت ہو گئے تھے۔ مگر ہمیشہ کے لئے نہیں۔ بلکہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر کسی وقت زمین پر اُتریں گے۔ اور پینتالیس برس تک زمین پر بسر کر کے پھر دوبارہ مرینگے یعنی دو موتیں ان پر ضرور وارد ہوں گی۔ اس پر مولوی صاحب کو ایک مبسوط تقریر میں سمجھایا گیا کہ حضرت مسیح کی دو موتیں قرآن کریم اور حدیث سے ثابت نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ ایک ہی دفعہ مر کر خدا تعالیٰ کی طرف انتقال کر گئے اور فوت شدہ انبیاء میں جا ملے اور دوبارہ دنیا میں وہ آنہیں سکتے۔ کیونکہ اگر دوبارہ دنیا میں آویں تو پھر یہ دعوے قرآن کریم کے مخالف ہوگا اور کئی دلائل سے اُن کو سمجھایا گیا کہ حضرت عیسےٰ حقیقت میں فوت ہو

چکے ہیں۔ اب دوبارہ دنیا میں ان کا آنا تجویز کرنا گویا قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ دینا ہے لیکن مولوی صاحب یا تو اُن دلائل کو سمجھ نہیں سکے یا عمداً حق پوشی کی راہ سے اس کی مخالف اشاعت کرنا انہوں نے اپنی دنیوی مصلحت قرار دے دیا ہوگا۔ چنانچہ سُنا گیا ہے کہ ان کے بعض دوستوں نے عام طور پر شہر پٹیالہ میں شایع کر دیا کہ گویا مولوی صاحب اپنی اُس تقریر میں جو اس عاجز سے کی تھی فتحیاب ہوئے چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خلاف واقعہ تقریر کا پٹیالہ کے عوام پر بد اثر پڑے گا۔ اور شاید وہ اس مفتریانہ تقریر کو سُنکر یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ درحقیقت مولوی صاحب نے فتح پالی ہے۔ لہٰذا مولوی محمد اسحٰق صاحب کو مخاطب کر کے اشتہار ہذا شایع کیا جاتا ہے کہ ہریک خاص وعام کو اطلاع رہے کہ جو بیان مولوی صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے وہ محض غلط ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ۲۰ر اکتوبر کی تقریر میں مولوی صاحب ہی مغلوب تھے اور ہمارے شافی وکافی دلائل کا مولوی صاحب ایک ذرہ جواب نہیں دے سکے۔ اگر ہمارا یہ بیان مولوی صاحب کے نزدیک خلاف واقعہ ہے تو مولوی صاحب پر فرض ہے کہ اشتہار کے شائع ہونے کے بعد ایک جلسہ بحث مقرر کر کے اس مسئلہ حیات و وفات مسیح میں اس عاجز سے بحث کر لیں۔ اور اگر بحث نہ کریں تو پھر ہریک منصف کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ گریز کر گئے۔ شرائط بحث بہ تفصیل ذیل ہوں گے۔

(۱) حیات و وفات مسیح ابن مریم کے بارہ میں بحث ہوگی (۲) بحث تحریری ہوگی یعنی دو کاتب ہماری طرف سے اور دو کاتب مولوی صاحب کی طرف سے اپنی اپنی نوبت پر بیانات قلم بند کرتے جائیں گے۔ اور ہریک فریق ایک ایک نقل دستخطی اپنے فریق ثانی کو دے دیگا۔ پرچے بحث کے تین ہوں گے۔ مولوی صاحب کی طرف سے بوجہ مدعی حیات ہونے کے پہلا پرچہ ہوگا۔ پھر ہماری طرف سے جواب ہوگا تحریری بحث سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ فریقین کے بیانات محفوظ رہتے ہیں اور دُور دست کے

غائبین کو بھی ان پر رائے لگانے کا موقعہ مل سکتا ہے اور کسی کو یہ یارا نہیں ہوتا۔ کہ خارج از بحث یا رطب و یابس کو زبان پر لاسکے۔ پبلک اس بات کو سُن رکھے کہ ہم اس اشتہار کے بعد ۲؍ نومبر ۱۸۹۱ء کے ۱۲؍ بجے دن تک مولوی صاحب کے جواب اور شروع بحث کا انتظار کریں گے جس طرح دہلی میں مولوی سیّد نذیر حسین کو اشتہار ۱۷؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں قسم دی گئی تھی وہی قسم آپ کو بھی دی جاتی ہے۔ امید ہے کہ آپ بحث سے ہرگز احتراز نہ کریں گے۔

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی واردحال شہر پٹیالہ

مکان شیخ فضل کریم صاحب سررشتہ محکمہ اپیلشن جج۔ المرقوم ۳۱؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء

واضح ہو کہ میری کتاب ازالہ اوہام یہاں پٹیالہ میں میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس محکمہ نہر سرہند سے مل سکتی ہے۔

(یہ اشتہار ۱۸ × ۲۲/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۶۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اشتہار دعوتِ حق[1]

امابعد چونکہ اکثر یہ عاجز سُنتا ہے کہ لودیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہ صاحب۔ مولوی محمد صاحب۔ مولوی عبدالعزیز صاحب۔ مولوی مشتاق احمد صاحب۔ مولوی شاہدین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلّی طور پر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہے اور ایسی اس سے رُوحانی طور پر مناسبت و مشابہت رکھتا ہے کہ گویا وہی ہے۔ اور اس عاجز نے یہ بھی سُنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے۔ ہم بحث کے لئے طیار ہیں۔ لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے اور نیز جس میں کیفیت بحث پر غور کرنے کے لئے ہر یک کو حاضرین دغائبین میں سے کامل طور پر موقع مل سکتا ہے قبول نہیں کرتے۔ ناچار ایک اور طریق سہل و آسان تجویز کر کے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے۔

---

[1] یہ اشتہار علیحدہ بڑے سائز پر جس کی بغیر عنوان اور تمام حضرت مشتہر ۲۰ سطریں ہیں لودھیانہ سے پہلی بار شایع ہوا۔ پھر اس کی نقل اخبار ریاض ہند امرتسر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۸ رمئی ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۶ پر شایع ہوئی اور یہ اخبار صادق لائبریری قادیان میں موجود ہے (المرتب)

لیکن قبل اس کے کہ ہم وہ طریق لکھیں۔ پہلے اس بات کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اوّل بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے کیونکہ وہ شہر کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں جو بار بار جامع مسجد میں بر سر منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کو تیار ہیں۔ کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے۔ اور درحقیقت ان سے بحث کرنا نہایت ضروری بھی ہے کیونکہ خاص شہر لودیانہ کی نظر انہیں پر ہے۔ سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لئے بغرض اظہار حق تیار ہے۔ اب ان کے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لئے آمادہ کریں۔ اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہل بصیرت خود ہی کر لیں گے۔ ہماری طرف سے تو مولوی صاحب موصوف کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ دیکھیں تو اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب سے بحث کرنے کے لئے منت کریں۔ اور اگر وہ بھی بوجہ اپنی کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہوں گے جواب دے دیں۔ تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں۔ اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑیں۔ اور ان سے اس سختی کے وقت میں دستگیری چاہیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں اور وقت پر کام نہ آویں تو پھر قریب قریب یقین کے ہے کہ دوم درجہ کے مفتی صاحب یعنی مولوی شاہدین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے اور ان کو اپنی منطق اور دست معلومات کا دعویٰ بھی بہت ہے۔ اور اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر استاد طائفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مولوی شاہدین صاحب سے درخواست کرادیں۔ اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر موحدین کے گروہ میں سے اس شہر میں چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لودیانہ

ہیں کہ جو درحقیقت علاوہ کمالات علمی بڑے نیک اخلاق کے آدمی اور نیک نیت اور بردبار اور حلیم الطبع شخص ہیں۔ ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیئے۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لئے مقرر کر دیں۔ لیکن اس وقت اگر وہ بھی جواب دے دیں تو آئندہ سب کے لئے مناسب ہے کہ غائبانہ طور پر بدزبانی اور غیبت کر کے ناحق اپنے تئیں عند اللہ قابل مواخذہ نہ ٹھیراویں۔

اب بحث کا آسان طریق جس کا اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یہ ہے جو شرائط ذیل میں مندرج ہے۔

(۱) یہ کہ کسی رئیس کا مکان اس بحث کے لئے تجویز ہو جیسے نواب علی محمد خاں صاحب شہزادہ نادر شاہ صاحب، خواجہ احسن شاہ صاحب۔ اور جلسہ بحث میں کوئی افسر یورپین تشریف لاویں اور چند دیسی پولس مین بھی ہوں۔ اور اگر یورپین افسر نہ ہوں تو کوئی ہندو مجسٹریٹ ہی ہوں تا ایسا شخص کسی کا طرفدار نہ ہو۔

(۲) یہ کہ فریقین کے سوال وجواب لکھنے کے لئے کوئی ہندو منشی تجویز کیا جائے۔ جو خوشخط ہو۔ ایک فریق اول اپنا سوال مفصّل طور پر لکھا دیوے۔ پھر دوسرا مفصّل طور پر اس کا جواب لکھا دیوے۔ چند سوال میں فریق ثانی سائل ہو اور یہ عاجز مجیب اور پھر چند سوال میں یہ عاجز سائل ہو اور فریق ثانی مجیب ہو۔ اور ہر یک فریق کو ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔ سوال وجواب کی تعداد برابر ہو اور ہمیں وہی تعداد اور اسی قدر وقت منظور ہے جو فریق ثانی منظور کرے۔

(۳) سوال وجواب میں خلط مبحث نہ ہو اور نہ کوئی خارجی نکتہ چینی اور غیر متعلق امر ان میں پایا جائے۔ اگر کوئی ایسی تقریر ہو تو وہ ہرگز نہ لکھی جائے۔ بلکہ اس بیجا بات سے ایسی بات کرنے والا مورد الزام ٹھیرایا جائے۔

(۴) ان سوالات و جوابات کے قلمبند ہونے کے بعد پھر دوبارہ عوام کو وہ سب باتیں سُنادی جائیں اور وہی لکھنے والا سُنا دیوے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو فریقین میں سے ہریک شخص اپنے ہاتھ میں پرچہ لے کر سُنا دیوے۔

(۵) ہرایک فریق ایک ایک نقل اس تحریر کی اپنے دستخط سے اپنے مخالف کو دے دیوے۔

(۶) آٹھ بجے سے دس بجے تک یہ جلسہ بحث ہو سکتا ہے۔ اگر اس سے زیادہ بھی چاہیں تو وہ منظور ہے۔ مگر بہرحال نماز ظہر کے وقت یہ جلسہ ختم ہوجانا چاہیئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو اختیار ہے کہ وہ بطور خود اس جلسہ میں تشریف لاویں۔ اور اگر دوسرے ان کی وکالت کو منظور کریں۔ تو وہی بحث کے لئے آگے قدم بڑھاویں۔ ہمیں بہرحال منظور ہے۔

اور تحریر کی اس لئے ضرورت ہے کہ تا بیانات فریقین تحریف سے محفوظ رہیں۔ اور اس قدر مغزخوری کے بعد اظہار حق کی کوئی سند اپنے پاس ہو۔ ورنہ اگر نری زبانی باتیں ہوں اور پیچھے سے خیانت پیشہ لوگ کچھ کا کچھ بنا دیں تو ان کا منہ بند کرنے کے لئے کونسی حجت یا سند ہمارے پاس ہوگی۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ۔

مکرر واضح ہو کہ یہ جلسہ بحث عید کے دوسرے دن قرار پانا چاہیئے تا بوجہ تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہوسکیں اور دُور سے آنیوالے بھی پہنچ سکیں یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں۔

المشتھر

خاکسار میرزا غلام احمد لودیانہ محلہ اقبال گنج

۲۳؍ مئی ۹۱ء

(۶۶)

نقل عبارت اقرار نامہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلے

یہ خط جو جماعت مسلمانان لدھیانہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ میں نے اوّل سے آخر تک پڑھا

ٹ حاشیہ۔ جس خط کا یہ ذکر ہے وہ اصل خط بھی ضمیمہ ریاض ہند مورخہ ۴ ۲ راگست ۱۸۹۱ء سے ناظرین کے لئے یہاں درج کر دیا جاتا ہے (المرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط از طرف اہل اسلام لدھیانہ۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

خط بنام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی و مولوی نظام الدین صاحب بریلوی و خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑانوالہ و خواجہ الٰہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑی از طرف جماعت مسلمانان لودیانہ وغیرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہم سب لوگ جن کے نام اس خط کے نیچے درج ہیں۔ آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مصنف کتاب براہین احمدیہ آجکل لودھیانہ میں آئے ہوئے ہیں۔ اور بڑے زور شور سے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ حضرت عیسٰی مسیح ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور دوسرے مُردوں کی طرح جنود ارواح گذشتہ میں داخل ہیں۔ پھر اس عالم میں کسی طرح سے نہ آئیں گے اور اس زمانہ کے لئے جس مسیح کی روحانی طور پر آنے کی خبر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں دی گئی ہے وہ مسیح موعود میں

مجھے ہر طرح منظور و مقبول ہے کہ الٰہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑی یا مولوی رشید احمد

ہوں۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت قرآن شریف کی آیتیں بکثرت پیش کرتے ہیں۔ اور اقوال صحابہ اپنے تائید دعوے میں لاتے ہیں۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں تین کتابیں ایک فتح اسلام دوسری توضیح مرام تیسری ازالہ اوہام بڑی شد و مد سے شرح و بسط سے تصنیف کی ہیں اور روز بروز ان کے سلسلہ کو ترقی ہے اور معتبر طور سے معلوم ہے کہ چودان عالم فاضل متبحر آج تک ان کی جماعت میں داخل ہوگئے ہیں۔ یہ عجیب انقلاب دیکھ کر حق کے طالب نہایت حیرت میں ہیں۔ کہ ایک طرف تو ان کی جماعت ترقی پر ہے اور دوسری طرف مشاہیر علماء اور اکابر صوفیاء کنارہ کش ہیں۔ اگر کوئی مولویوں میں سے بحث کرنے کے لئے آتا بھی ہے تو مغلوب ہو کر ایک طور سے اور بھی زیادہ ان کے سلسلہ کو تائید پہنچاتا ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو پنجاب میں مشہور عالم ہیں، بحث کرنے کے لئے آئے جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی کمزوری اور گریز کو دیکھ کر اور بھی کئی شخص ان کی جماعت میں داخل ہوگئے۔ اور ایک بڑی خجالت کی یہ بات ہوئی کہ مرزا صاحب نے روحانی طور پر بھی ایک تصفیہ کی درخواست کی کہ تم بھی دُعا کرو اور ہم بھی دعا کریں تا مقبول اور اہل حق کی تائید میں آسمانی نشان ظاہر ہو۔ لیکن مولوی محمد حسین صاحب نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا۔ اب التماس یہ ہے کہ آپ اکابر جلیل القدر صوفیاء اور صاحب عرفان اور صاحب سلسلہ اور فاضل اور مشاہیر علماء سے ہیں۔ آپ سے بڑھ کر اور کس کا حق ہے کہ دونوں طریق سے یعنی ظاہری اور باطنی طور پر آپ مرزا غلام احمد صاحب سے مقابلہ اور موازنہ کریں اور دونوں طور سے بحث کرنے کے لئے تشریف لاویں۔ ہم نے مرزا صاحب سے منظور کرا لیا ہے کہ ہم (جن کے نام خط ہے) بلواتے ہیں۔ وہ آپ سے دونوں طور ظاہری و باطنی سے مقابلہ کریں گے اور وہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے زندہ بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے جانے

صاحب گنگوہی یا نظام الدین صاحب بریلوی یا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی یا غلام فرید

اور اب تک زندہ ہونے اور آخری زمانہ میں نزول از آسمان کرنے پر دلائل قاطعہ اور نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ پیش کریں گے اور نیز باطنی طور پر اپنی کچھ کرامات بھی دکھائیں گے۔ پھر اگر آپ نے (جن کے نام خط ہے) ان سے دونوں طور ظاہری اور باطنی میں مقابلہ نہ کیا اور بھاگ گئے تو ہم سخت مخالف بن کر آپ کی اس ہزیمت کو شہرت دیں گے بلکہ ہم نے مرزا صاحب سے لکھوا لیا ہے جس کی نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے اور ہم نے حلف کے طور پر وعدہ کر لیا ہے ضرور وہ صاحب (جن کے نام خط ہے) ان دونوں طور کی بحثوں کے لئے لودھیانہ میں تشریف لے آئیں گے کیونکہ نازک وقت پہنچ گیا تھا۔ اور لوگ جوق در جوق ان کی پیروی اختیار کرتے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر بندگان دین اور علماء و اہل یقین جس میں ہزارہا مسلمان کا ایمان تلف ہو کام نہ آئے تو کب آئیں گے۔ ہاں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب سے قسم کھا کر یہ بھی وعدہ کر لیا ہے کہ اگر (جن کے نام خط ہے) اس بحث کے لئے تشریف نہ لائے تو پھر یہ بات پنجاب اور ہندوستان کے اخباروں میں چھپوا دیں گے کہ وہ گریز کر گئے اور وہ حق پر نہیں ہیں۔ لہذا ہم سب لوگ ادب سے اور عاجزی سے آپ کی خدمت میں خواستگار ہیں کہ آپ حسبۃً للہ اس کام کے لئے ضرور تشریف لاویں اور مسلمانوں کو فتنہ سے بچاویں۔ ورنہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ناچار ایفاء عہد کے لئے آپ کا گریز کرنا حتی الوسع تمام اخباروں میں شائع کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مرزا غلام احمد صاحب نے گریز کی تو اس سے دس حصہ زیادہ اخباروں کے ذریعہ سے ان کی قلعی کھولی جائے گی۔ اور ہمیں یقینی طور پر امید ہے کہ آپ دونوں طور کی بحث کے لئے ضرور تشریف لے آئیں گے اور قیامت کی باز پرس سے اپنے آپ کو بچائیں گے لہذا ہم نے ایک ایک نقل اسی درخواست کی چند اخباروں میں بھی بھیجدی ہے اور آخری نتیجہ کا مضمون جو کچھ بعد اس کے ہوگا، چھپنے کے لئے بھیجا جائے گا۔ آپ جلد تشریف لاویں۔ سب مخلصین منتظر ہیں۔ ہم آپ کے جواب کی آج کی تاریخ سے کہ ۱۸ محرم الحرام مطابق ۲۴ اگست ۱۸۹۱ء

صاحب چاچڑاں والا ظاہری و باطنی طور پر بحث کرنے کے لئے تشریف لاویں مجھے تحریری د

ہے۔ ایک ماہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ تک خدانخواستہ آپ تشریف نہ لائیں۔ تو ناچار عہد کے موافق کلمات حقہ آپ کی نسبت شایع کر دیئے جائیں گے۔ اور واضح ہے کہ ہم تین فریق کے آدمی ہیں۔ بعض ہم میں سے مرزا صاحب کے مُرید ہیں اور بعض حُسن ظن رکھنے والے اور بعض نہ حُسنِ ظن رکھنے والے اور نہ مُرید ہیں۔ لیکن ہم سب حق کے طالب ہیں۔ الحقُّ حقٌّ۔ والسّلام۔

[1] ابو النعمان سراج الحق جمالی نعمانی سرساوی سرہ اللہ حجبہ [2] شیخ نور محمد ہانسوی۔ [3] شیخ عبدالحق لودیانوی۔ [4] قاضی خواجہ علی ٹھیکیدار شکرم۔ [5] محمد خاں ساکن کپورتھلہ۔ [6] حافظ حامد علی لدھیانوی۔ [7] سید عباس علی صوفی۔ [8] مولوی محمود حسن مدرس۔ [9] منشی محمد اروڑا نقشہ نویس ساکن کپورتھلہ۔ [10] منشی فیاض علی۔ [11] منشی ظفر احمد اپیل نویس کپورتھلہ۔ [12] منشی عبدالرحمن اہلمد جرنیلی کپورتھلہ۔ [13] منشی حبیب الرحمن برادر زادہ حاجی ولی محمد صاحب جج مرحوم ساکن کپورتھلہ۔ [14] مستری جان محمد۔ [15] سردار خاں کوٹ دفعدار ساکن کپورتھلہ۔ [16] شیخ سدوری ضلع ہوشیارپور۔ [17] منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے۔ [18] خیر الدین خاں سوار رجمنٹ نمبر ۱۷۔ [19] حکیم عطاء الرحمن دھلوی۔ [20] مولوی افتخار احمد ابن سجادہ نشین حضرت منشی احمد جان صاحب نقشبندی لودھیانوی۔ [21] حافظ نور احمد تاجر پشمینہ لودھیانوی۔ [22] سائیں بہادر شاہ لودھیانوی۔ [23] سائیں عبدالرحیم شاہ۔ [24] جیوا تاجر پشمینہ لودھیانوی۔ [25] حافظ محمد بخش تاجر لدھیانہ۔ [26] مولوی محمد حسین ساکن کپورتھلہ۔ [27] قاضی شیخ احمد اللہ ملازم کپورتھلہ۔ [28] منشی الٰہ بخش محرر دفتر لودھیانہ۔ [29] مولوی چراغ الدین مدرس مشن سکول لدھیانہ۔ [30] قاضی عبدالمجید خاں شاہزادہ لودھیانہ۔ [31] مولوی عبدالقادر مدرس جمال پور۔ [32] ماسٹر محمد بخش لودھیانہ۔ [33] مولوی تاج محمد ساکن بھوکڑی علاقہ لودھیانہ۔ [34] مولوی نور محمد ساکن مانگوٹ علاقہ لودھیانہ۔ [35] مولوی عبداللہ مجتہد لودھیانہ۔ [36] مولوی نظام الدین لدھیانہ

زبانی طور پر بحث منظور ہے۔ کچھ عذر نہیں۔ اور باطنی طور پر مقابلہ کرنا خود میرا منشاء ہے کیونکہ میں

---

[37] مولوی الٰہ دیا واعظ رد نصاریٰ لدھیانوی۔ [38] عبداللہ سنوری پٹواری علاقہ پٹیالہ۔ [39] ماسٹر قادر بخش لدھیانوی۔ [40] مولوی محمد یوسف سنوری علاقہ پٹیالہ۔ [41] منشی ہاشم علی پٹواری علاقہ پٹیالہ۔ [42] مولوی حشمت علی مدرس پٹیالہ۔ [43] عبدالرحمن سنوری علاقہ پٹیالہ۔ [44] روشن دین ٹھیکیدار کپورتھلہ۔ [45] شیر محمد خاں لدھیانوی۔ [46] مولوی عبدالکریم سیالکوٹی۔ [47] مولوی غلام قادر فصیح ایڈیٹر و پروپرائٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ۔ [48] سید حامد شاہ سیالکوٹی۔ [49] سید خصمت علی ڈپٹی انسپکٹر ضلع سیالکوٹ مولوی غلام احمد انجنیئر ریاست کشمیر۔ [51] مولوی عبدالغنی عرف غلام نبی خوشابی۔ [52] حکیم فضل الدین بھیروی۔ [53] مولوی مبارک علی سیالکوٹی۔ [54] مفتی محمد صادق مدرس جموں کاشمیر۔ [55] میر عنایت علی لدھیانوی [56] شیخ چراغ علی ساکن گورداسپور۔ [57] شیخ شہاب الدین ساکن تھہ غلام نبی۔ [58] شیخ حافظ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی۔ [59] مولوی غلام حسین پشاوری۔ [60] خواجہ عبدالقادر شاہ لودھیانوی چشتی۔ [61] سید فضل شاہ لاہوری۔ نواب محمد اشرف علی خاں لدھیانوی۔ [62] محمد عبدالحکیم خاں طالب العلم میڈیکل کالج لاہور [63] منشی کرم الٰہی لاہوری۔ [64] مولوی خدابخش اتالیق۔ [65] اللہ بندہ ہانسوی۔ [66] شیخ فتح محمد ساکن جموں۔ [67] نائب شرف محکمہ جنرل ڈیپارٹمنٹ سرینگر کشمیر۔ مولوی محمد حسن خاں لودھیانوی۔ [68] مولوی خدابخش بستی شیخ۔ سید عبدالہادی صاحب اوورسیر بیلی ملک بلوچستان۔ [70] مرزا یوسف بیگ ساکن سامانہ۔ [71] عبدالکریم خاں ناظر ریاست پٹیالہ۔ [72] نواب عشرت علیخان لودھیانوی ناظر عدالت سمرالہ [73] نواب محمد حسین خاں خلف نواب محفوظ علیخان بجبری حال لودھیانہ۔ [74] گلاب خاں دفعدار لدھیانوی۔ [75] عبدالکریم خاں کلرک نہر لودھیانوی۔ [76] محمد الٰہی بخش ماسٹر لودھیانہ۔ [77] عمر بخش چھنسالہ۔ [78] شہاب الدین لودھیانوی۔ [79] امیر خاں سمرالہ۔ [80] مولوی غلام محمد نقل نویس تحصیل سمرالہ۔ [81] شیخ نور محمد مالک و مہتمم ریاض ہند امرتسر۔ الٰہی بخش پاؤسن کلرک کھیلوڑھا۔ [82] حاجی عبدالرحمن لدھیانوی۔ [83] منشی غلام حسین خلف رشید داروغہ۔ [84] محمد قاسم خوشنویس لدھانوی۔ [85] محمد اسمٰعیل۔ [86] عبدالکریم [87]

یقینی جانتا ہوں کہ خداوند قدیر میرے ساتھ ہے۔ وہ ہر یک راہ میں میری مدد کریگا۔

سیالکوٹی۔ غلام محمد[۸۹] سیالکوٹی۔ مولوی محمد الدین[۹۰] سیالکوٹی۔ مولوی نورالدین[۹۱] ساکن بھوکری ضلع لدھیانہ۔ سید امیر علی شاہ[۹۲] سیالکوٹی سارجنٹ پولیس۔ منشی رحمت اللہ[۹۳] ممبر مینوسپل کمیٹی گجرات و تاجر پارچات۔ رحمت[۹۴] سکنہ غوث گڈھ علاقہ پٹیالہ۔ مولوی حکیم سید محی الدین[۹۵] ساکن تنکور علاقہ ریاست میسور۔ الٰہی بخش[۹۶] ساکن غوث گڈھ علاقہ ریاست پٹیالہ۔ علی بخش[۹۷] ساکن چک علاقہ پٹیالہ۔ میر محمود شاہ[۹۸] سیالکوٹی۔ محبوب عالم[۹۹] درویش ساکن کپور تھلہ۔ مہر علی[۱۰۰] ساکن تھہ غلام نبی۔ نور محمد[۱۰۱] نمبردار غوث گڈھ ریاست پٹیالہ۔ عطا الٰہی[۱۰۲] ساکن غوث گڈھ عمرالدین[۱۰۳] لدھیانوی۔ امام بخش[۱۰۴] از خاندان میاں دسوندی شاہ صاحب مرحوم۔ منصب علی[۱۰۵] محرر۔ غلام ربی لدھیانوی۔

اس کے ساتھ ایک دوسرا خط مسلمانان لاہور نے علماء کے نام مباحثہ کے لئے شایع کیا تھا جو اسی ضمیمہ ریاض ہند کے صفحہ اول پر ہے۔ اس کو بھی ناظرین کی واقفیت کے لئے اسی جگہ نقل کر دیا جاتا ہے۔ (المرتب)

دوسرا خط از طرف اہل اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط بنام۔ مولوی[۱] محمد صاحب لکھو کے و مولوی[۲] عبد الرحمٰن صاحب لکھو کے۔ مولوی عبید اللہ[۳] صاحب بنتی۔ مولوی[۴] رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی غلام[۵] دستگیر صاحب قصوری و مولوی عبد الجبار[۶] صاحب غزنوی و مولوی سید نذیر حسین[۷] صاحب دہلوی و مولوی عبد العزیز صاحب لودیانوی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی محمد سعید صاحب بنارسی۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی عال وارد بھوپال۔ مولوی نورالدین صاحب حکیم۔ مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی۔

غرض میں بلاعذر ہر طرح حاضر ہوں۔ اور مباحثہ لاہور میں ہو کہ وہ مقام صدر ہے اور لائیں

از طرف اہل اسلام لاہور۔ بالخصوص حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار و خواجہ امیرالدین صاحب۔ و منشی عبدالحق صاحب و منشی شمس الدین صاحب سکرٹری حمایت اسلام و مرزا صاحب ہمسایہ خواجہ امیرالدین صاحب و منشی کرم الٰہی صاحب وغیرہ وغیرہ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو دعاوی حضرت مسیح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت اور خود مسیح موعود ہونے کی نسبت کئے ہیں۔ آپ سے مخفی نہیں۔ ان کے دعاوی کی اشاعت اور ہمارے آئمہ دین کی خاموشی نے مسلمانوں کو جس تردد اور اضطراب میں ڈال دیا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ اگرچہ جمہور علماء موجودہ کی بلیوں مخالفت اور خود مسلمانوں کے پرانے عقیدہ نے مرزا صاحب کے دعاوی کا اثر عام طور پر نہیں پھیلنے دیا۔ مگر تاہم اس امر کے بیان کرنے کی بلاخوف تردید جرأت کی جاتی ہے کہ اہل اسلام کے قدیمی اعتقاد نسبت حیات و نزول عیسیٰ بن مریم میں بڑا تزلزل واقع ہو گیا ہے۔ اگر ہمارے پیشوایان دین کا سکوت یا ان کی خارج از مبحث تقریر اور تحریر نے کچھ (اور طول پکڑا) تو احتمال کیا بلکہ یقین کامل ہے کہ اہل اسلام علی العموم اپنے پرانے اور مشہور عقیدہ کو خیرباد کہہ دیں گے۔ تو پھر اس صورت اور حالت میں حامیان دین متین کو سخت تر مشکل کا سامنا پڑے گا۔ ہم لوگوں نے جن کی طرف سے یہ درخواست ہے۔ اپنی تسلی کے لئے خصوصاً اور عامہ اہل اسلام کے فائدہ کے لئے عموماً کمال نیک نیتی سے بڑی جد و جہد کے بعد ابو سعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مولوی حکیم نورالدین صاحب کے ساتھ (جو مرزا صاحب کے مخلص معتقدین میں سے ہیں) مرزا صاحب کے دعاوی پر گفتگو کرنے کے لئے مجبور کیا تھا۔ مگر نہایت ہی حیرت ہے یہ کہ ہماری بدقسمتی سے ہمارے منشاء اور مدعا کے خلاف مولوی ابو سعید صاحب نے مرزا صاحب کے دعووں سے جو اصل مضمون بحث تھا قطع نظر کر کے غیر مفید امور میں بحث شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متردین کے شبہات کو اور تقویت ہو گئی اور زیادہ تر

لاہور امن وغیرہ کے ذمہ دار ہو گئے ہیں ۔

راقم

میرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود۔ ۲۳؍ اگست ۱۸۹۱ء مطابق

۱۷؍ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ محلہ اقبال گنج۔ لودھیانہ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(منقول از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مورخہ ۲۴؍ اگست ۱۸۹۱ء صفحہ ۴)

حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے بعد لودھیانہ میں مولوی ابو سعید صاحب کو خود مرزا صاحب سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا۔ تیرا٭ روز گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ بھی ہمارے خیال میں وہی ہوا جو لاہور کی بحث سے ہوا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ تر مضر۔ کیونکہ مولوی صاحب اس دفعہ بھی مرزا صاحب کے اصل دعاوی کی طرف ہرگز نہ گئے۔ اگرچہ جیسا کہ سُنا گیا ہے اور پایہ اثبات کو بھی پہنچ گیا ہے۔ مرزا صاحب نے اثنا بحث میں بارہا اپنے دعووں کی طرف مولوی صاحب کو متوجہ کرنے کی سعی کی۔ چونکہ علماء وقت کے سکوت اور بعض بیہودہ تقریر و تحریر نے مسلمانوں کو علی العموم بڑی حیرت اور اضطراب میں ڈال رکھا ہے اور اس کے سوا ان کو اور کوئی چارہ نہیں کہ اپنے علماء دین کی طرف رجوع کریں۔ لہذا ہم سب لوگ آپ کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ اور محض بنظر خیر خواہی برادرانِ اسلام درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس فتنہ و فساد کے وقت میدان میں نکلیں اور اپنے خداداد نعمت علم اور فضل سے کام لیں اور خدا کے واسطے مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعاوی پر بحث کر کے مسلمانوں کو ورطۂ تذبذب سے نکالنے کی سعی فرما کر عند الناس مشکور و عند اللہ ماجور ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ جن کی ذات پر مسلمانوں کو بھروسہ ہے خاص لاہور میں مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعوے میں بالمشافہ تحریری بحث کریں۔ مرزا صاحب سے اُن کے دعویٰ کا ثبوت کتاب اور سُنّت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔ مرتب)

(۶۷)

اے شک کرنیوالو آسمانی فیصلہ کیطرف آجاؤ

اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ اٰمنت باللّٰہ وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہ والبعث بعد الموت واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ فاتقوا اللّٰہ ولا تقولوا لست مسلمًا واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون۔ اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے لیا جاوے یا ان کو اس قسم کے دلائل بیّنہ سے توڑا جاوے۔ ہماری رائے میں مسلمانوں کی تسلی اور رفع تردد کے واسطے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ اگر آپ اس طریق بحث کو منظور فرماویں (اور امید واثق ہے کہ آپ اپنا ایک اہم منصبی اور مذہبی فرض یقین کرکے محض ابتغاءً لوجہ اللہ و بدلائے خلق اللہ ضرور قبول فرماویں گے) تو اطلاع بخشیں تاکہ مرزا صاحب سے بھی اس بارہ میں تصفیہ کرکے تاریخ مقرر ہو جاوے اور آپ کو لاہور تشریف لانے کی تکلیف دی جاوے۔ تمام انتظام متعلقہ قیام امن وغیرہ ہمارے ذمہ ہوگا اور انشاء اللہ تعالےٰ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے گی۔ جواب سے جلدی سرفراز فرماویں۔ والسلام۔

(از ضمیمہ ریاض ہند مورخہ ۲۴؍اگست ۱۸۹۱ء صفحہ ۱)

تو آؤ آزمالو۔ خدا کس کے ساتھ ہے۔ اے میرے مخالف الرائے مولویو اور صوفیو اور سجادہ نشینو!!! جو مکفر اور مکذب ہو مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مل جل کر یا ایک ایک آپ میں سے ان آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہؤا کرتے ہیں تو خدائے تعالیٰ تمہیں شرمندہ کرے گا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دے گا۔ اور اس وقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے کہ اس آزمایش کے لئے میدان میں آوے۔ اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دے کر ان تعلقات قبولیت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے۔ یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے۔ وہ اسی کی مدد کرے گا جس کو وہ سچا جانتا ہے۔ چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اس سے لڑو گے کیا کوئی متکبرانہ اُچھلنے سے درحقیقت اُونچا ہو سکتا ہے۔ کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دو گے۔ اس ذات سے ڈرو جس کا غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے۔ ومن یأت ربّہٗ مجرمًا فانّ لہ جھنّم لا یموت فیھا ولا یحییٰ۔

الناصح

خاکسار غلام احمد قادیانی از لودیانہ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ اوّل بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائیٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے)

(۶۸)

توفّی کے لفظ کی نسبت نیز الدجال کے بارے میں ۱۰۰۰ ہزار روپیہ کا اشتہار



تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بر طبق آیت فیہا تحیون وفیہا تموتون زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی کے دن بسر کر کے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لئے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لئے کوئی قانون وراثت موجود ہے۔ بایں ہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور نہایت بیباکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے وفات دینا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے یعنی یہ کہ رُوح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ مگر ایسے معنے کرنا ان کا سراسر افترا ہے۔ قرآن کریم کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض رُوح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر یک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے۔ یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ بلکہ جہاں کہیں توفّی کے لفظ کو خدا تعالیٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا

ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض رُوح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔ کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجایش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض رُوح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔ ایسا ہی اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا کوئی ان کا ہمخیال یہ ثابت کر دیوے کہ الدّجال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجال کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ایسے شخص کو بھی جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان کے دوں گا۔ چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرا لیں یا تمسک لکھا لیں۔ اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جنہوں نے غرور اور تکبر کی راہ سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ توفی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے پورا لینے کے ہیں یعنی جسم اور رُوح کو بہیئت کذائی زندہ ہی اُٹھا لینا۔ اور وجود مرکب جسم اور رُوح میں سے کوئی حصہ متروک نہ چھوڑنا بلکہ سب کو بحیثیت کذائی اپنے قبضہ میں زندہ اور صحیح سلامت لے لینا۔ سو اسی معنے سے انکار کر کے یہ شرطی اشتہار ہے۔ ایسا ہی محض نفسانیت اور عدم واقفیت کی راہ سے مولوی محمد حسین صاحب نے الدجال کے لفظ کی نسبت جو بخاری اور مسلم میں جا بجا دجال معہود کا ایک نام ٹھہرایا گیا ہے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ الدجال دجال معہود کا خاص طور پر نام نہیں۔ بلکہ ان کتابوں میں یہ لفظ دوسرے دجالوں کے لئے بھی مستعمل ہے اور اس دعوے کے وقت اپنی حدیث دانی کا بھی ایک لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس وسیع معنے الدجال سے انکار کر کے اور یہ دعویٰ کر کے کہ یہ لفظ

الدجال کا صرف دجال معہود کے لئے آیا ہے اور بطور علم کے اس کے لئے مقرر ہوگیا ہے یہ شرطی اشتہار جاری کیا گیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہمخیال علماء نے لفظ توفی اور الدجال کی نسبت اپنے دعویٰ متذکرہ بالا کو پایہ ثبوت پہنچا دیا تو وہ ہزار روپیہ لینے کے مستحق ٹھیریں گے اور نیز عام طور پر یہ عاجز یہ اقرار بھی چند اخباروں میں شایع کر دے گا کہ درحقیقت مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہمخیال فاضل اور واقعی طور پر محدث اور مفسر اور رموز اور دقایق قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے سمجھنے والے ہیں۔ اگر ثابت نہ کر سکے تو پھر یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ لوگ دقایق و حقایق بلکہ سطحی معنوں قرآن اور حدیث کے سمجھنے سے بھی قاصر اور سراسر غبی اور بلید ہیں۔ اور درپردہ اللہ اور رسول کے دشمن ہیں کہ محض الحاد کی راہ سے واقعی اور حقیقی معنوں کو ترک کر کے اپنے گھر کے ایک نئے معنے گھڑتے ہیں۔ ایسا ہی اگر کوئی یہ ثابت کر دکھاوے کہ قرآن کریم کی وہ آئتیں اور احادیث جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کوئی مُردہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا قطعیۃ الدلالت نہیں اور نیز بجائے لفظ موت اور اماتت کے جو متعدد المعنے ہے اور نیند اور بیہوشی اور کفر اور ضلالت اور قریب الموت ہونے کے معنوں میں بھی آیا ہے توفی کا لفظ کہیں دکھلاوے مثلاً یہ کہ توفاہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ تو ایسے شخص کو بھی بلا توقف ہزار روپیہ نقد دیا جائے گا۔٭

المشتہر

خاکسار غلام احمد از لودھیانہ۔ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۹۱۷ پر ہے)

٭ **نوٹ** موت کے بعد زندہ کرنے کے متعلق جس قدر قرآن کریم میں آئتیں ہیں کوئی ان میں سے حقیقی موت پر محمول نہیں ہے۔ اور حقیقی موت کے ماننے سے نہ صرف اس جگہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ آئتیں قرآن کریم کی اُن سولہ آیتوں اور تمام حدیثوں سے مخالف ٹھہرتی ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد پھر دنیا میں نہیں بھیجا جاتا بلکہ علاوہ اس کے یہ فساد بھی لازم آتا ہے کہ جان کندن

(۶۹)
عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش

چونکہ طبع کتاب ازالہ اوہام میں معمول سے زیادہ مصارف ہو گئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ لہذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں۔ جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہیں وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں جس قدر ان کو خریدنے کی خداداد مقدرت حاصل ہے۔ اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے۔ خدا تعالیٰ اُن کو جزائے خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپیہ کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سَو روپیہ اور بھیجدیا۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ حکیم فضل دین صاحب اپنے مخدوم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے رنگ میں ایسے رنگین ہو گئے ہیں کہ نہایت اولی العزمی سے ایثار کے طور پر اُن سے اعلیٰ درجہ کے اعمال صالحہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ سو روپیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حساب قبر اور رفع الی السماء جو صرف ایک دفعہ ہونا چاہیئے تھا دو دفعہ ماننا پڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اب شخص فوت شدہ حساب قبر کے بعد قیامت میں اُٹھیگا کذب صریح ٹھہرتا ہے۔ اور اگر ان آیتوں میں حقیقی موت مُراد نہ لیں تو کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ موت کے مشابہ ایک مدت تک کسی پر کوئی حالت بے ہوشی وارد کر کے پھر اس کو زندہ کر دیوے۔ مگر وہ حقیقی موت نہ ہو۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی جاندار پر حقیقی موت وارد نہ کرے وہ مر نہیں سکتا اگرچہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے۔ الم تعلم ان اللّٰہ علٰی کلّ شیءٍ قدیر وما کان لنفس ان تموت الّا باذن اللّٰہ۔ منہ

بعض زیورات کے فروخت سے محض ابتغاءً لمرضات اللہ بھیجا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

اس جگہ اخویم مولوی مردان علی صاحب صدر محاسب دفتر سرکار نظام حیدر آباد دکن بھی ذکر کے لائق ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے درخواست کی ہے کہ میرا نام سلسلہ بیعت کنندوں میں داخل کیا جاوے۔ چنانچہ داخل کیا گیا۔ ان کی تحریرات سے نہایت محبت و اخلاص پایا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر میں سے آپ کے نام لگا دیئے ہیں خدا تعالیٰ میری عمر میں سے کاٹ کر آپ کی عمر میں شامل کر دے۔ سو خدا تعالیٰ اس ایثار کی جزا ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔ انہوں نے اور اخویم مولوی ظہور علی صاحب اور مولوی غضنفر علی صاحب نے نہایت اخلاص سے دس دس روپیہ ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے اور بہتّر روپیہ امداد کے لئے بھیجے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و جمیع عباد اللہ الصالحین۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودیانہ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۹۲۴ پر ہے)

---

(۷۰)

اشتہار

نور الابصار صداقت آثار عیسائی صاحبوں کی ہدایت کیلئے

یا ایّہا المتنصّرون ما کان عیسٰی الّا عبد من عباد اللہ قد مات ودخل فی الموتیٰ فلا تحسبوہ حیًّا بل ھو میّتٌ ولا تعبدوا میّتًا وانتم تعلمون

اے حضرات عیسائی صاحبان آپ لوگ اگر غور سے اس کتاب ازالہ اوہام کو پڑھیں گے

تو آپ پر نہایت واضح دلائل کے ساتھ کُھل جائے گا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ موجود نہیں ہیں بلکہ وہ فوت ہو چکے اور اپنے فوت شدہ بزرگوں میں جا ملے۔ ہاں وہ روحانی زندگی جو ابراہیمؑ کو ملی، اسحٰقؑ کو ملی، یعقوبؑ کو ملی، اسمٰعیلؑ کو ملی اور بلحاظ رفع سب سے بڑھکر ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ وہی زندگی بلا تفاوت حضرت عیسیٰ کو بھی ملی۔ اس بات پر بائبل سے کوئی دلیل نہیں ملتی کہ مسیح ابن مریم کو کوئی انوکھی زندگی ملی بلکہ اس زندگی کے لوازم میں تمام انبیاء شریک مساوی ہیں ہاں باعتبار رفع کے اقرب الی اللہ مقام ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سو اے حضرات عیسائی صاحبان آپ لوگ اب ناحق کی ضد نہ کریں۔ مسیح ایک عاجز بندہ تھا جو فوت ہو گیا اور فوت شدہ لوگوں میں جا ملا۔ آپ لوگوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور ایک عاجز مخلوق کو خدا کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ آپ لوگ ذرہ سوچیں کہ مسیح اس دوسرے عالم میں اوروں سے کس بات میں زیادہ ہے۔ کیا انجیل اس بات کی گواہی نہیں دیتی کہ ابراہیمؑ زندہ ہے؟ بلکہ لعازر بھی؟ پھر مسیح لعازر سے اپنی زندگی میں کس بات میں زیادہ ہے۔ اگر آپ لوگ تحقیق سے نوشتوں کو دیکھیں تو آپ کو اقرار کرنا پڑیگا کہ کسی بات میں زیادہ نہیں۔ اگر آپ لوگ اس بارہ میں میرے ساتھ بحث کرنا چاہیں تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بحث میں مغلوب ہونے کی حالت میں حتی الوسع اپنے ہر یک تاوان کو جو آپ لوگ تجویز کریں دینے کو طیار ہوں بلکہ اپنی جان بھی اس راہ میں فدا کرنے کو حاضر ہوں۔ خداوند کریم نے میرے پر کھول دیا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ بن مریم **فوت** ہو گیا اور اب فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ سو آؤ **دین اسلام** اختیار کرو۔ وہ دین اختیار کرو جس میں **حی لایموت** کی پرستش ہو رہی ہے نہ کسی مُردہ کی جس پر کامل طور پر چلنے سے ہر ایک مُحب صادق خود مسیح ابن مریم بن سکتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتھر

غلام احمد قادیانی

۲ ستمبر ۱۸۹۱ء

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۹۴۶ پر ہے)

(۷۱)

ہمارے مخالف الرائے مولوی صاحبوں کا حوصلہ

خدائے تعالیٰ نے پُورے طور پر جلوۂ قدرت دکھلانے کے لئے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی جن کی طاقت فہمی جن کی طلاقت لسانی جن کی فصاحت بیانی شہرۂ پنجاب و ہندوستان ہے۔ اور خدائے حکیم و علیم کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انہیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انہیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملہ کا انہوں نے اُٹھا نہیں رکھا۔ تا اس کا وہ امر خارق عادت ظاہر ہو جو اس نے ارادہ کیا ہے۔ مولوی صاحب نور اللہ کے بجھانے کے لئے بہت زور سے پھونکیں مار رہے ہیں دیکھئے اب سچ مچ وہ نُور بجھ جاتا ہے یا کچھ اور کرشمۂ قدرت ظہور میں آتا ہے۔ ۹ اپریل ۱۸۹۱ء کے خط میں جو انہوں نے میرے ایک دوست مولوی سید محمد احسن صاحب کے نام بھوپال میں بھیجا تھا عجیب طور کے فقرات تحقیر کے استعمال کئے ہیں۔ آپ سید صاحب موصوف کو لکھتے ہیں کہ آپ اس شخص پر جلدی سے کیوں ایمان لے آئے اس کو ایک دفعہ دیکھ تو لیا ہوتا۔ مولوی صاحب نے اس فقرہ؛ ور نیز ایک عربی کے فقرہ سے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ یہ شخص محض نالائق اور علمی اور عملی لیاقتوں سے بکلی بے بہرہ ہے اور کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر تم دیکھو تو اس سے نفرت کرو۔ مگر بخدا یہ سچ اور بالکل سچ ہے اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ درحقیقت مجھ میں کوئی علمی اور عملی خوبی ذہانت اور دانشمندی کی لیاقت نہیں۔ اور میں کچھ بھی نہیں۔ ایک غیب میں ہاتھ ہے جو مجھے تھام رہا ہے اور ایک پوشیدہ روشنی ہے جو مجھے منور کر رہی ہے اور ایک آسمانی رُوح ہے جو مجھے طاقت دے رہی ہے۔ پس جس نے نفرت کرنا ہے کرے تا مولوی صاحب خوش ہو جائیں۔ بخدا میری

نظر ایک ہی پر ہے جو میرے ساتھ ہے اور غیر اللہ ایک مری ہوئی کیڑی کے برابر بھی میری
نظر میں نہیں۔ کیا میرے لئے وہ کافی نہیں جس نے مجھے بھیجا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ
وہ اس تبلیغ کو ضائع نہیں کرے گا جس کو لیکر میں آیا ہوں۔ مولوی صاحب جہانتک ممکن ہو
لوگوں کو نفرت دلانے کے لئے زور لگالیں اور کوئی دقیقہ کوشش کا اُٹھا نہ رکھیں۔ اور جیسا کہ
وہ اپنے خطوط میں اور اپنے رسالہ میں اور اپنی تقریروں میں بار بار ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ شخص
نادان ہے جاہل ہے۔ گمراہ ہے۔ مفتری ہے۔ دوکاندار ہے۔ بیدین ہے۔ کافر ہے۔ ایسا ہی
کہتے رہیں اور مجھے ذرہ مہلت نہ دیں۔ مجھے بھی اس ذات کی عجیب قدرتوں کے دیکھنے کا شوق
ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ لیکن اگر کچھ تعجب ہے تو اس بات پر ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ
عاجز مولوی صاحب کی نظر میں جاہل ہے بلکہ خط مذکورہ بالا میں یقینی طور پر مولوی صاحب نے
لکھ دیا ہے کہ یہ شخص ملہم نہیں یعنے مفتری ہے اور یہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے مولویصاحب
کی نظر میں بدیہی البطلان ہے جس کا قرآن وحدیث میں کوئی اثر و نشان نہیں پایا جاتا۔ پھر
مولوی صاحب پر ڈر اس قدر غالب ہے کہ آپ ہی بحث کے لئے بلاتے اور آپ ہی کنارہ
کر جاتے ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب نے ایک بڑے کرّ و فر سے ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء
کو تار بھیج کر اس عاجز کو بحث کے لئے بلایا کہ جلد آؤ اور آکر بحث کرو۔ ورنہ شکست یافتہ سمجھے
جاؤ گے۔ اس وقت بڑی خوشی ہوئی کہ مولوی صاحب نے اس طرف رُخ تو کیا اور شوق ہوا کہ
اب دیکھیں کہ مولوی صاحب حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ مع الجسد اُٹھائے جانے کا کونسا ثبوت
پیش کرتے ہیں یا بعد موت کے پھر زندہ ہو جانے کا کوئی ثبوت قرآن کریم یا حدیث صحیح سے
نکالتے ہیں۔ چنانچہ لدھیانہ میں ایک عام چرچا ہو گیا کہ مولوی صاحب نے بحث کے لئے
بلایا ہے اور سیالکوٹ میں بھی مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے خط بھیجے کہ ہم نے تار کے
ذریعہ سے بلایا ہے۔ لیکن جب اس عاجز کی طرف سے بحث کے لئے تیاری ہوئی اور مولوی
صاحب کو پیغام بھیجا گیا تو آپ نے بحث کرنے سے کنارہ کیا علاوہ بریں عذر پیش کر دیا کہ جب

تک ازالہ اوہام چھپ نہ جائے ہم بحث نہیں کریں گے۔ آپ کو اس وقت یہ خیال نہ آیا کہ ہم نے تو بلانے کے لئے تار بھیجی تھی اور یہ بھی ایک خط میں لکھا تھا کہ ہمیں ازالہ اوہام کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی بار بار ظاہر کر دیا تھا کہ یہ شخص باطل پر ہے۔ اب ازالہ اوہام کی ضرورت کیوں پڑ گئی۔ تار کے ذریعہ سے یہ پیغام پہنچانا کہ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ اور حبی فی اللہ اخویم حکیم نوردین صاحب پر ناحق یہ الزام لگانا کہ وہ ہمارے مقابلہ سے بھاگ گئے اور پھر درخواست بحث پر ازالہ اوہام یاد آجانا عجیب انصاف ہے۔ مولوی صاحب دعویٰ اس عاجز کا سن چکے تھے۔ فتح اسلام اور توضیح مرام کو دیکھ چکے تھے۔ اب صرف قرآن اور حدیث کے ذریعہ سے بحث تھی جس کو مولوی صاحب نے وعدہ کر کے پھر ٹال دیا۔

(یہ اشتہار ضمیمہ ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۱۲ پر ہے)

---

(۷۲)

اطلاع

بعض دوستوں کے خط پہنچے کہ جیسے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی بعد مباحثہ شہر لودیانہ سے حکماً نکالے گئے ہیں۔ یہی حکم اس عاجز کی نسبت ہوا ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ افواہ سراسر غلط ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ سے شہر بدر کئے گئے۔ لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم اخراج صادر نہیں ہوا۔ چنانچہ ذیل میں نقل مراسلہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ لکھی جاتی ہے۔

از پیشگاہ مسٹر ڈبلیو چیوس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لودھیانہ

میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان سلامت۔ چٹھی آپ کی مورخہ دیروزہ موصول ملاحظہ و

سماعت ہو کو بحوالش تحریر ہے کہ آپ کو بمتابعت و ملحوظیت قانون سرکاری لودھیانہ میں ٹھہرنے کے لئے وہی حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر رعایا تابع قانون سرکار انگریزی کو حاصل ہیں۔ المرقوم ۶؍ اگست ۱۸۹۱ء۔

دستخط
صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اول مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائٹل کے صفحہ آخر پر ہے)

---

(۷۴)

میر عباس علی صاحب لدھانوی

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است   سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

یہ میر صاحب وہی حضرت ہیں جن کا ذکر بالخیر میں نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۹۰ میں بیعت کرنے والوں کی جماعت میں لکھا ہے۔ افسوس کہ وہ بعض موسوسین کے وسوسہ اندازی سے سخت لغزش میں آ گئے بلکہ جماعت اعداء میں داخل ہو گئے۔ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ ان کی نسبت تو الہام ہوا تھا کہ اصلها ثابتٌ و فرعها فی السماء۔ اس کا یہ جواب ہے کہ الہام کے صرف اس قدر معنی ہیں کہ اصل اس کا ثابت ہے اور آسمان میں اس کی شاخ ہے اس میں تصریح نہیں ہے کہ وہ باعتبار اپنی اصل فطرت کے کس بات پر ثابت ہیں۔ بلاشبہ یہ بات ماننے کے لائق ہے کہ انسان میں کوئی نہ کوئی فطرتی خوبی ہوتی ہے جس پر وہ ہمیشہ ثابت اور مستقل رہتا ہے۔ اور اگر ایک کافر کفر سے اسلام کی طرف انتقال کرے تو وہ فطرتی خوبی ساتھ ہی لاتا ہے اور اگر پھر اسلام سے کفر کی طرف انتقال کرے تو اس خوبی کو ساتھ

ہی لے جاتا ہے کیونکہ فطرت اللہ اور خلق اللہ میں تبدل اور تغیر نہیں۔ افراد نوع انسان مختلف طور کی کانوں کی طرح ہیں۔ کوئی سونے کی کان، کوئی چاندی کی کان، کوئی پیتل کی کان۔ پس اگر اس الہام میں میر صاحب کی کسی فطرتی خوبی کا ذکر ہو جو غیر متبدل ہو تو کچھ عجب نہیں اور نہ کچھ اعتراض کی بات ہے۔ بلاشبہ یہ مسلّم مسئلہ ہے کہ مسلمان تو مسلمان ہیں کفار میں بھی بعض فطرتی خوبیاں ہوتی ہیں اور بعض اخلاق فطرتاً ان کو حاصل ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے مجسم ظلمت اور سراسر تاریکی میں کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ کوئی فطرتی خوبی بجز حصول صراط مستقیم کے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ موجب نجات اخروی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اعلےٰ درجہ کی خوبی ایمان اور خداشناسی اور راست روی اور خدا ترسی ہے۔ اگر وہی نہ ہوئی تو دوسری خوبیاں ہیچ ہیں۔ علاوہ اس کے یہ الہام اس زمانہ کا ہے کہ جب میر صاحب میں ثابت قدمی موجود تھی۔ زبردست طاقت اخلاص کی پائی جاتی تھی۔ اور اپنے دل میں وہ بھی یہی خیال رکھتے تھے کہ میں ایسا ہی ثابت رہوں گا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی اس وقت کی حالت موجودہ کی خبر دے دی۔ یہ بات خدا تعالےٰ کی تعلیمات وحی میں شائع متعارف ہے کہ وہ موجودہ حالت کے مطابق خبر دیتا ہے۔ کسی کے کافر ہونے کی حالت میں اس کا نام کافر ہی رکھتا ہے اور اس کے مومن اور ثابت قدم ہونے کی حالت میں اس کا نام مومن اور مخلص اور ثابت قدم ہی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں اس کے نمونے بہت ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ میر صاحب موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف آپ انہوں نے بیعت کی بلکہ اپنے دوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا اور اس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انہوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہوئے خط بھیجے ان کا اس وقت میں اندازہ بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن دو سو کے قریب اب بھی ایسے خطوط ان کے موجود ہوں گے جن میں انہوں

نے انتہائی درجہ کی عجز اور انکسار سے اپنے اخلاص اور ارادت کا بیان کیا ہے۔ بلکہ بعض خطوط میں اپنی وہ خوابیں لکھی ہیں جن میں گویا روحانی طور پر ان کو تصدیق ہوئی ہے کہ یہ عاجز منجانب اللہ ہے اور اس عاجز کے مخالف باطل پر ہیں۔ اور نیز وہ اپنی خوابوں کی بنا پر اپنی معیت دائمی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا وہ اس جہان اور اس جہان میں ہمارے ساتھ ہیں۔ ایسا ہی لوگوں میں بکثرت انہوں نے یہ خوابیں مشہور کی ہیں اور اپنے مریدوں اور مخلصوں کو بتلائیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص نے اس قدر جوش سے اپنا اخلاص ظاہر کیا ایسے شخص کی حالت موجودہ کی نسبت اگر خدا تعالیٰ کا الہام ہو کہ یہ شخص اس وقت ثابت قدم ہے متزلزل نہیں تو کیا اس الہام کو خلاف واقعہ کہا جائے گا۔ بہت سے الہامات صرف موجودہ حالات کے آئینہ ہوتے ہیں۔ عواقب امور سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اور نیز یہ بات بھی ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے اس کے سوءِ خاتمہ پر حکم نہیں کر سکتے کیونکہ انسان کا دل اللہ جلّ شانہٗ کے قبضہ میں ہے۔ میر صاحب تو میر صاحب ہیں۔ اگر وہ چاہے تو دنیا کے ایک بڑے سنگدل اور مختوم القلب آدمی کو ایک دم میں حق کی طرف پھیر سکتا ہے۔ غرض یہ الہام حال پر دلالت کرتا ہے۔ مآل پر ضروری طور پر اس کی دلالت نہیں ہے اور مآل ابھی ظاہر بھی نہیں ہے۔ بہتوں نے راست بازوں کو چھوڑ دیا۔ اور پکے دشمن بن گئے۔ مگر بعد میں پھر کوئی کرشمۂ قدرت دیکھ کر پشیمان ہوئے اور زار زار روئے۔ اور اپنے گناہ کا اقرار کیا اور رجوع لائے۔ انسان کا دل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس حکیم مطلق کی آزمائشیں ہمیشہ ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ سو میر صاحب اپنا کسی پوشیدہ خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلاء کے اثر سے جوشِ ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہوئی اور پھر قبض سے خشکی اور اجنبیت اور اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت اور ارادہ تحقیر و استخفاف و توہین پیدا ہو گیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔ کیا کسی کے وہم یا خیال میں تھا

کہ میر عباس علی کا یہ حال ہوگا۔ مالک الملک جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میرے دوستوں کو چاہیئے کہ ان کے حق میں دعا کریں اور اپنے بھائی فرو ماندہ اور درگذشتہ کو اپنی ہمدردی سے محروم نہ رکھیں اور میں بھی انشاء اللہ الکریم دعا کروں گا۔ میں چاہتا تھا کہ ان کے چند خطوط بطور نمونہ اس رسالہ میں نقل کر کے لوگوں پر ظاہر کروں کہ میر عباس علی کا اخلاص کس درجہ پر پہنچا تھا اور کس طور کی خوابیں وہ ہمیشہ ظاہر کیا کرتے تھے اور کن انکساری الفاظ اور تعظیم کے الفاظ سے وہ خط لکھتے تھے۔ لیکن افسوس کہ اس مختصر رسالہ میں گنجایش نہیں۔ انشاء اللہ القدیر کسی دوسرے وقت میں حسب ضرورت ظاہر کیا جائے گا۔ یہ انسان کے تغیرات کا ایک نمونہ ہے کہ وہ شخص جس کے دل پر ہر وقت عظمت اور ہیبت سچی ارادت کی طاری رہتی تھی اور اپنے خطوط میں اس عاجز کی نسبت خلیفۃ اللہ فی الارض لکھا کرتا تھا، آج اس کی کیا حالت ہے پس خدائے تعالےٰ سے ڈرو اور ہمیشہ دعا کرتے رہو کہ وہ محض اپنے فضل سے تمہارے دلوں کو حق پر قایم رکھے اور لغزش سے بچاوے۔ اپنی استقامتوں پر بھروسہ مت کرو۔ کیا استقامت میں فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی بڑھ کر ہوگا جن کو ایک ساعت کے لیے ابتلاء پیش آگیا تھا اور اگر خدا تعالےٰ کا ہاتھ ان کو نہ تھامتا تو خدا جانے کیا حالت ہو جاتی مجھے اگرچہ میر عباس علی صاحب کی لغزش سے رنج بہت ہوا۔ لیکن پھر میں دیکھتا ہوں کہ جب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نمونہ پر آیا ہوں تو یہ بھی ضرور تھا کہ میرے بعض مدعیان اخلاص کے واقعات میں بھی وہ نمونہ ظاہر ہوتا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعض خاص دوست جو ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے جن کی تعریف میں وحی الٰہی بھی نازل ہوگئی تھی۔ آخر حضرت مسیح سے منحرف ہوگئے تھے۔ یہودا اسکریوطی کیسا گہرا دوست حضرت مسیح کا تھا جو اکثر ایک ہی پیالہ میں حضرت مسیح کے ساتھ کھاتا اور بڑے پیار کا دم مارتا تھا جس کو بہشت کے بارھویں تخت کی خوشخبری بھی دی گئی تھی۔ اور میاں پطرس کیسے بزرگ حواری تھے جن کی نسبت حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ آسمان کی کنجیاں

اُن کے ہاتھ میں ہیں جن کو چاہیں بہشت میں داخل کریں اور جن کو چاہیں نہ کریں۔ لیکن آخر میاں صاحب موصوف نے جو کرتوت دکھلائی وہ انجیل پڑھنے والوں پر ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے سامنے کھڑے ہو کر اور ان کی طرف اشارہ کر کے نعوذ باللہ بلند آواز سے کہا۔ کہ میں اس شخص پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میر صاحب ابھی اس حد تک کہاں پہنچے ہیں۔ کل کی کس کو خبر ہے کہ کیا ہو۔ میر صاحب کی قسمت میں اگرچہ یہ لغزش مقدر تھی اور اصلہا ثابتٌ کی ضمیر تانیث بھی اس کی طرف ایک اشارہ کر رہی تھی۔ لیکن بٹالوی صاحب کی وسوسہ اندازی نے اور بھی میر صاحب کی حالت کو لغزش میں ڈالا۔ میر صاحب ایک سادہ آدمی ہیں جن کو مسائل دقیقہ دین کی کچھ بھی خبر نہیں۔ حضرت بٹالوی وغیرہ نے مفسدانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکا دیا کہ یہ دیکھو فلاں کلمہ عقیدہ اسلام کے برخلاف اور فلاں لفظ بے ادبی کا لفظ ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ شیخ بٹالوی اس عاجز کے مخلصوں کی نسبت قسم کھا چکے ہیں کہ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اور اس قدر غلو ہے کہ شیخ نجدی کا استثنا بھی ان کی کلام میں نہیں پایا جاتا تا صالحین کو باہر رکھ لیتے۔ اگرچہ وہ بعض روگردان ارادتمندوں کی وجہ سے بہت خوش ہیں۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ٹہنی کے خشک ہو جانے سے سارا باغ برباد نہیں ہو سکتا۔ جس ٹہنی کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے خشک کر دیتا اور کاٹ دیتا ہے اور اس کی جگہ اور ٹہنیاں پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی پیدا کر دیتا ہے۔ بٹالوی صاحب یاد رکھیں کہ اگر اس جماعت سے ایک نکل جائے گا تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ بیس لائے گا۔ اور اس آیت پر غور کریں فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔

بالآخر ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ میر عباس علی صاحب نے ۱۲؍ دسمبر ۱۸۹۱ء میں مخالفانہ طور پر ایک اشتہار بھی شایع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ سو ان الفاظ سے تو ہمیں کچھ غرض نہیں۔ جب دل بگڑتا ہے تو زبان ساتھ ہی بگڑ جاتی ہے۔ لیکن اس اشتہار کی تین باتوں کا جواب دینا ضروری ہے:۔

اوّل یہ کہ میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔ سو اس وسوسہ کے دُور کرنے کے لئے میرا یہی اشتہار کافی ہے۔ بشرطیکہ میر صاحب اس کو غور سے پڑھیں۔

دوم یہ کہ میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں کہ معجزات کا منکر اور لیلۃ القدر سے انکاری اور نبوت کا مدعی اور انبیاء علیہم السلام کی اہانت کرنے والا اور عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا۔ سو ان اوہام کے دُور کرنے کے لئے میں وعدہ کر چکا ہوں کہ عنقریب میری طرف سے اس بارہ رسالہ مستقلہ شایع ہوگا۔ اگر میر صاحب توجہ سے اس رسالہ کو دیکھیں گے تو بشرط توفیق ازلی اپنی بے بنیاد اور بے اصل بدظنیوں سے سخت ندامت اٹھائیں گے۔

سوئم یہ کہ میر صاحب نے اپنے اس اشتہار میں اپنے کمالات ظاہر فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ گویا ان کو رسول نمائی کی طاقت ہے چنانچہ وہ اس اشتہار میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس بارہ میں میرا مقابلہ نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا کہ ہم دونو کسی ایک مسجد میں بیٹھ جائیں اور پھر یا تو مجھ کو رسول اکریم کی زیارت کرا کر اپنے دعاوی کی تصدیق کرا دی جاتے اور یا میں زیارت کرا کر اس بارہ میں فیصلہ کرا دوں گا۔ میر صاحب کی اس تحریر نے نہ صرف مجھے ہی تعجب میں ڈالا بلکہ ہر ایک واقف حال سخت متعجب ہو رہا ہے کہ اگر میر صاحب میں یہ قدرت اور کمال حاصل تھا کہ جب چاہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں اور باتیں پُوچھ لیں بلکہ دوسروں کو بھی دکھلا دیں تو پھر انہوں نے اس عاجز سے بدوں تصدیق نبوی کے کیوں بیعت کر لی اور کیوں دس سال تک برابر خلوص نماؤں کے گروہ میں رہے۔ تعجب کہ ایک دفعہ بھی رسُول کریم ان کی خواب میں نہ آئے اور ان پر ظاہر نہ کیا کہ اس کذّاب اور مکّار اور بیدین سے کیوں بیعت کرتا ہے اور کیوں اپنے تئیں گمراہی میں پھنساتا ہے۔ کیا کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص کو یہ اقتدار حاصل ہے کہ بات بات میں رسُول اللہ

علیہ وسلم کی حضوری میں چلا جاوے اور ان کے فرمودہ کے مطابق کاربند ہو اور اُن سے صلاح مشورہ لے لے وہ دس برس تک برابر ایک کذاب اور فریبی کے پنجہ میں پھنسا رہے اور ایسے شخص کا مُرید ہو جاوے جو اللہ اور رسُول کا دشمن اور آنحضرت کی تحقیر کرنے والا اور تحت الثریٰ میں گرنے والا ہو۔ زیادہ تر تعجب کا مقام یہ ہے کہ میر صاحب کے بعض دوست بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض خوابیں ہمارے پاس بیان کی تھیں اور کہا تھا کہ میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرتؐ نے اس عاجز کی نسبتؔ فرمایا کہ وہ شخص واقعی طور پر خلیفۃ اللہ اور مجدّد دین ہے۔ اور اسی قسم کے بعض خط جن میں خوابوں کا بیان اور تصدیق اس عاجز کے دعوے کی تھی۔ میر صاحب نے اس عاجز کو بھی لکھے۔ اب ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر میر صاحب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ سکتے ہیں تو جو کچھ انہوں نے پہلے دیکھا وہ بہرحال اعتبار کے لائق ہوگا اور اگر وہ خوابیں اُن کے اعتبار کے لائق نہیں اور اضغاث احلام میں داخل ہیں تو ایسی خوابیں آئندہ بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہر سکتیں۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں اور رسُول نمائی کا قادرانہ دعویٰ کس قدر فضول بات ہے۔ حدیث صحیح سے ظاہر ہے کہ تمثّل شیطان سے وہی خواب رسول بینی کی مبرّا ہو سکتی ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے حُلیہ پر دیکھا گیا ہو ورنہ شیطان کا تمثّل انبیاء کے پیرایہ میں نہ صرف جائز بلکہ واقعات میں سے ہے اور شیطان لعین تو خدا تعالےٰ کا تمثّل اور اس کے عرش کی تجلّی دکھلا دیتا ہے۔ پھر انبیاء کا تمثّل اُس پر کیا مشکل ہے۔ اب جبکہ یہ بات ہے تو فرض کے طور پر اگر مان لیں کہ کسی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو اس بات پر کیونکر مطمئن ہوں کہ وہ زیارت درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو ٹھیک ٹھیک حُلیہ نبوی پر اطلاع نہیں اور غیر حُلیہ پر تمثّل شیطان جائز ہے۔ پس اس زمانہ کے لوگوں کے لئے زیارت حقہ کی حقیقی علامت یہ ہے کہ اس زیارت کے ساتھ بعض ایسے

خوارق اور علامات خاصہ بھی ہوں جن کی وجہ سے اس رؤیا یا کشف کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کیا جائے۔ مثلاً رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض بشارتیں پیش از وقوع بتلاویں یا بعض قضاء وقدر کے نزول کی باتیں پیش از وقوع مطلع کر دیں یا بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت اطلاع دے دیں یا قرآن کریم کی بعض آیات کے ایسے حقایق و معارف بتلاویں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہو چکے تو بلاشبہ ایسی خواب صحیح سمجھی جاوے گی۔ ورنہ اگر ایک شخص دعویٰ کرے جو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری خواب میں آئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ فلاں شخص بیشک کافر اور دجّال ہے۔ اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ یہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا قول ہے یا شیطان کا یا خود اس خواب بین نے چالاکی کی راہ سے یہ خواب اپنی طرف سے بنالی ہے۔ سو اگر میر صاحب میں درحقیقت یہ قدرت حاصل ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی خواب میں آجاتے ہیں تو ہم میر صاحب کو یہ تکلیف دینا نہیں چاہتے کہ وہ ضرور ہمیں دکھا دیں۔ بلکہ وہ اگر اپنا ہی دیکھنا ثابت کر دیں اور علامات اربعہ کے ذریعہ سے اس بات کو بپایہ ثبوت پہنچا دیں کہ درحقیقت انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو ہم قبول کرلیں گے۔ اور اگر انہیں مقابلہ کا ہی شوق ہے تو اس سیدھے طور سے مقابلہ کریں جس کا ہم نے اس اشتہار میں ذکر کیا ہے۔ ہمیں بالفعل ان کی رسُول بینی میں ہی کلام ہے چہ جائیکہ ان کی رسُول نمائی کے دعویٰ کو قبول کیا جائے۔ پہلا مرتبہ آزمایش کا تو یہی ہے کہ آیا میر صاحب رسول بینی کے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب اگر صادق ہیں تو پھر اپنی کوئی خواب یا کشف شائع کریں جس میں یہ بیان ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہوئی اور آپ نے اپنی زیارت کی علامت فلاں فلاں پیشگوئی اور قبولیت دُعا اور انکشاف حقایق و معارف کو بیان فرمایا۔ پھر بعد اس کے رسُول نمائی کی دعوت کریں اور یہ عاجز حق کی تائید کی غرض سے اس بات کے لئے بھی حاضر ہے کہ میر صاحب رسُول نمائی کا اعجوبہ بھی دکھلاویں۔ قادیان میں آجائیں۔ مسجد موجود ہے۔ ان کے آنے جانے اور خوراک کا

تمام خرچ اس عاجز کے ذمہ ہوگا۔ اور یہ عاجز تمام ناظرین پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ صرف لاف و گزاف ہے اور کچھ نہیں دکھلا سکتے۔ اگر آئیں گے تو اپنی پردہ دری کرائیں گے۔ عقلمند سوچ سکتے ہیں کہ جس شخص نے بیعت کی۔ مریدوں کے حلقہ میں داخل ہوا۔ اور مدت دس سال سے اس عاجز کو خلیفۃ اللہ اور امام اور مجدد کہتا رہا اور اپنی خوابیں بتلاتا رہا کہ وہ اس دعوے میں صادق ہے۔ میر صاحب کی حالت نہایت قابل افسوس ہے۔ خدا اُن پر رحم کرے۔ پیشگوئیوں کے منتظر رہیں جو ظاہر ہونگی۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۵۵ کو دیکھیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۳۵ اور ۳۹۶ کو بغور مطالعہ کریں۔ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی کا انتظار کریں جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے:۔

ویستلونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق وما انتم بمعجزین زوجنا کھا لا مبدل لکلماتی وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے۔ اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے ٭

۲۸-۲۷-۱۴-۲-۲۷-۲-۲۹-۲-۲۸-۱-۲۳-۱۵-۱۱-

۱-۲-۲۷-۱۴-۱۰-۱-۲۸-۲۷-۴۷-۱۹-۱۱-۴۴-۱۴-۱۱-

۷-۱-۵-۳۴-۲۳-۴۷-۱۱-۱۴-۷-۲۳-۱۴-۱-۱

۱۴-۵-۲۸-۷-۳۴-۱-۷-۳۴-۱۱-۱۹-۱-۱۴-۷-۲-۱-۷-۵-۱-۱۴-

۱۴-۲-۲۸-۱-۷- والسلام علی من فھم اسرارنا واتبع الھدیٰ

الناصح المشفق خاکسار غلام احمد قادیانی۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء

(یہ اشتہار آسمانی فیصلہ بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر تقطیع کلاں ٹائٹل کے آخری دو صفحوں پر ہے)

(۷۴)

اطّلاع

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسُول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے۔ اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے

بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربّانی باتوں کے سُننے کے لئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقایق اور معارف کے سُنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے۔ اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی انہیں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے مُنہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو رُوحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی اور اس رُوحانی سلسلہ میں اور بھی کئی رُوحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کیلئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آجاوے گا گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا اور بہتر ہو گا کہ جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تاکہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کریں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں۔ بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا حد اختیار سے باہر ہو جائے۔ اور اب جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ پر

جس قدر احباب محض للہ تکلیف سفر اُٹھا کر حاضر ہوئے۔ خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین ؀

اعلان

ہمارے پاس کچھ جلدیں رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام موجود ہیں جن کی قیمت ایک روپیہ ہے اور کچھ جلدیں کتاب ازالہ اوہام موجود ہیں جن کی قیمت فی جلد تین روپیہ ہے۔ محصولڈاک علاوہ ہے۔ جو صاحب خرید کرنا چاہیں منگوالیں۔ پتہ یہ ہے۔ قادیان ضلع گورداسپور بنام راقم رسالہ ہذا یا اگر چاہیں تو بمقام پٹیالہ میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر سے لے سکتے ہیں اور نیز یہ کتابیں پنجاب پریس سیالکوٹ میں مولوی غلام قادر صاحب فصیح مالک مطبع کے پاس بھی موجود ہیں۔ وہاں سے بھی منگوا سکتے ہیں ؀

(یہ اشتہار آسمانی فیصلہ بار اوّل تقطیع کلاں مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے)

---

(۷۵)

ڈاکٹر جگن ناتھ[1] صاحب ملازم ریاست جموں

کو

آسمانی نشانوں کی طرف دعوت

میرے مخلص دوست اور للّٰہی رفیق اخویم حضرت مولوی حکیم نوردین صاحب فانی

---

[1] چونکہ یہ اشتہار حضرت اقدس علیہ السلام نے جلی لکھا تھا اس لئے جلی نقل کیا گیا۔ (المرتب)

فی ابتغاء مرضات ربانی ملازم و معالج ریاست جموں نے ایک عنایت نامہ* مورخہ ۷ جنوری ۱۸۹۲ء اس عاجز کی طرف بھیجا ہے جس کی عبارت کسی قدر نیچے لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔

خاکسار نابکار نور الدین بحضور خدام والا مقام حضرت مسیح الزمان سلمہ الرحمٰن۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کے بعد بکمال ادب عرض پرداز ہے غریب نواز پرپرسوں ایک عرضی خدمت میں روانہ کی۔ اس کے بعد یہاں جموں میں ایک عجیب طوفان بے تمیزی کی خبر پہنچی جس کو بضرورت تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ازالہ اوہام[1] میں حضور والا نے ڈاکٹر جگناتھ کی نسبت ارقام فرمایا ہے کہ وہ گریز کر گئے

نوٹ* حضرت مولوی صاحب کے محبت نامہ موصوفہ کے چند فقرہ لکھتا ہوں غور سے پڑھنا چاہیئے تا معلوم ہو کہ کہاں تک رحمانی فضل سے ان کو انشراح صدر و صدق قدم و یقین کامل عطا کیا گیا ہے اور وہ فقرات یہ ہیں۔ "عالی جناب میرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو۔ اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں اور جس طرح وہ راضی ہو سکے تیار ہوں۔ اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی ضرور ہے تو یہ نابکار (مگر محب انسان) چاہتا ہے کہ اس کام میں کام آوے۔ تم کلامہ جزاہ اللہ۔ حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال و عزت اور جانفشانی میں فانی ہیں۔ وہ خود نہیں بولتے بلکہ ان کی رُوح بول رہی ہے۔ درحقیقت ہم اسی وقت سچے بندے ٹھہر سکتے ہیں کہ جو خداوند منعم نے ہمیں دیا ہم اس کو واپس دیں یا واپس دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہماری جان اس کی امانت ہے اور وہ فرماتا ہے ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔

سر کہ نہ در پائے عزیزش رود ۔۔۔ بار گراں است کشیدن بدوش ۔۔۔ منہ

---

[1] یہ ذکر ازالہ اوہام حصہ دوم ایڈیشن اوّل کے صفحہ ۵۰۰ پر ہے۔ (المرتب)

اب ڈاکٹر صاحب نے بہت سے ایسے لوگوں کو جو اس معاملہ سے آگاہ تھے کہا ہے۔

سیاہی سے یہ بات لکھی گئی ہے سُرخی سے اس پر قلم پھیر دو۔ میں نے ہرگز گریز نہیں کیا اور نہ کسی نشان کی تخصیص چاہی۔ مُردہ کا زندہ کرنا میں نہیں چاہتا اور نہ خشک درخت کا ہرا ہونا۔ یعنی بلاتخصیص کوئی نشان چاہتا ہوں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔

اب ناظرین پر واضح ہو کہ پہلے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے ایک خط میں نشانوں کو تخصیص کے ساتھ طلب کیا تھا جیسے مُردہ زندہ کرنا وغیرہ۔ اس پر اُن کی خدمت میں خط لکھا گیا کہ تخصیص ناجائز ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے ارادہ اور اپنے مصالح کے موافق نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور جبکہ نشان کہتے ہی اس کو ہیں کہ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو پھر تخصیص کی کیا حاجت ہے۔ کسی نشان کے آزمانے کے لئے یہی طریق کافی ہے کہ انسانی طاقتیں اس کی نظیر پیدا نہ کرسکیں اس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب نے کوئی نہیں دیا تھا۔ اب پھر ڈاکٹر صاحب نے نشان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور مہربانی فرما کر اپنی اس پہلی قید کو اُٹھا لیا ہے اور صرف نشان چاہتے ہیں۔ کوئی نشان ہو مگر انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔ لہذا آج ہی کی تاریخ یعنے ۱۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو بروز دوشنبہ ڈاکٹر صاحب

کی خدمت میں مکرر دعوت حق کے طور پر ایک خط رجسٹری شدہ بھیجا گیا ہے۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ اگر آپ بلاتخصیص کسی نشان کے دیکھنے پر سچے دل سے مسلمان ہونے کے لئے تیار ہیں تو اخبارات* مندرجہ حاشیہ میں حلفایہ اقرار اپنی طرف سے شائع کر دیں کہ میں جو فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں ریاست جموں میں برعہدہ ڈاکٹری متعین ہوں۔ اس وقت حلفاً اقرار صحیح سراسر نیک نیتی اور حق طلبی اور خلوص دل سے کرتا ہوں کہ اگر میں اسلام کی تائید میں کوئی نشان دیکھوں جس کی نظیر مشاہدہ کرنے سے میں عاجز آجاؤں اور انسانی طاقتوں میں اُس کا کوئی نمونہ اُنہیں تمام لوازم کے ساتھ دکھلا نہ سکوں تو بلا توقف مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس اشاعت اور اس اقرار کی اس لئے ضرورت ہے کہ خدائے قیوم و قدوس بازی اور کھیل کی طرح کوئی نشان دکھلانا نہیں چاہتا۔ جب تک کوئی انسان پورے انکسار اور ہدایت یابی کی غرض سے اس کی طرف رجوع نہ کرے تب تک وہ بنظر رحمت رجوع نہیں کرتا۔ اور اشاعت سے خلوص اور پختہ ارادہ ثابت ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ کے اعلام سے ایسے نشانوں کے

---

* پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور اور ناظم الہند لاہور اور اخبار عام لاہور اور نور افشاں لدھیانہ۔

ظہور کے لئے ایک سال کے وعدہ پر اشتہار دیا ہے۔ سو وہی میعاد ڈاکٹر صاحب کے لئے قائم رہے گی۔ طالب حق کے لئے یہ کوئی بڑی میعاد نہیں۔ اگر میں ناکام رہا تو ڈاکٹر صاحب جو سزا اور تاوان میری مقدرت کے موافق میرے لئے تجویز کریں وہ مجھے منظور ہے اور بخدا مجھے مغلوب ہونے کی حالت میں سزائے موت سے بھی کچھ عذر نہیں۔

ہماں بہ کہ جاں در رہ او فشانم　　جہاں را چہ نقصاں اگر من نمانم

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

المعلن المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

یازدہم جنوری ۱۸۹۲ء

(منقول از رسالہ آسمانی فیصلہ صفحہ ۱۷ تقطیع کلاں، ایڈیشن اول مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(۷۶)

منصفین کے غور کے لائق ہند

یہ بات بالکل سچ ہے کہ جب دل کی آنکھیں بند ہوتی ہیں تو جسمانی آنکھیں بلکہ سارے حواس ساتھ ہی بند ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سُنتا ہوا نہیں سُنتا اور سمجھتا ہوا نہیں سمجھتا۔ اور زبان پر حق جاری نہیں ہو سکتا۔ دیکھو ہمارے محجوب مولوی کیسے دانا کہلا کر تعصب کی وجہ سے نادانی میں ڈوب گئے۔ دینی دشمنوں کی طرح آخر افتراؤں پر آگئے۔ ایک صاحب اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ ایک اپنے لڑکے کی نسبت الہام سے خبر دی تھی کہ یہ باکمال ہوگا حالانکہ وہ صرف چند مہینہ جی کر مرگیا۔ مجھے تعجب ہے کہ ان جلد باز مولویوں کو ایسی باتوں کے کہنے کے وقت کیوں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی آیت یاد نہیں رہتی۔ اور کیوں یک دفعہ اپنے باطنی جذام اور عداوت اسلام کو دکھلانے لگے ہیں۔ اگر کچھ حیا ہو تو اب اس بات کا ثبوت دیں کہ اس عاجز کے کس الہام میں لکھا گیا ہے کہ وہی لڑکا جو فوت ہو گیا درحقیقت وہی موعود لڑکا ہے۔ الہام الٰہی میں صرف اجمالی طور پر خبر ہے کہ ایسا لڑکا پیدا ہوگا اور خدا تعالیٰ کے پاک الہام نے کسی کو اشارہ کر کے مورد اس پیشگوئی کا نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اشتہار فروری ۱۸۸۶ء میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ بعض لڑکے صغر سن میں فوت بھی ہوں گے۔ پھر اس بچے کے فوت ہونے سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا کوئی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اب فرض کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے اجتہاد سے کسی اپنے بچہ پر یہ خیال بھی کر لیں کہ شاید یہ وہی پسر موعود ہے اور ہمارا اجتہاد خطا جائے تو اس میں الہام الٰہی کا کیا قصور ہوگا۔ کیا نبیوں کے اجتہادات میں اس کا کوئی نمونہ نہیں۔ اگر ہم نے وفات یافتہ لڑکے کی نسبت کوئی قطعی الدلالت الہام کسی اپنی کتاب میں لکھا ہے تو وہ پیش کریں جھوٹ

بولنا اور نجاست کھانا ایک برابر ہے۔ تعجب کہ ان لوگوں کو نجاست خوری کا کیوں شوق ہو گیا۔ آجتک صدہا الہامی پیشگوئیاں سچائی سے ظہور میں آئیں جو ایک دُنیا میں مشہور کی گئیں مگر ان مولویوں نے ہمدردی اسلام کی راہ سے کسی ایک کا بھی ذکر نہ کیا۔ دلیپ سنگھ کا ارادہ سیر ہندوستان و پنجاب سے ناکام رہنا صدہا لوگوں کو پیش از وقوع سُنایا گیا تھا۔ بعض ہندوؤں کو پنڈت دیانند کی موت کی خبر چند مہینے اس کے مرنے سے پہلے بتلائی گئی تھی۔ اور یہ لڑکا بشیرالدین محمود جو پہلے لڑکے کے بعد پیدا ہوا، ایک اشتہار میں اس کی پیدائش کی قبل از تولد خبر دی گئی تھی۔ سردار محمد حیات خاں کی معطلی کے زمانہ میں ان کی دوبارہ بحالی کی لوگوں کو خبر سُنا دی گئی تھی۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور پر مصیبت کا آنا پیش از وقت ظاہر کیا گیا تھا اور پھر ان کی بریت کی خبر نہ صرف ان کو پیش از وقت پہنچائی گئی تھی بلکہ صدہا آدمیوں میں مشہور کی گئی تھی۔ ایسا ہی صدہا نشان ہیں جن کے گواہ موجود ہیں کیا ان دیندار مولویوں نے کبھی ان نشانوں کا بھی نام لیا۔ جس کے دل پر خدا تعالیٰ مُہر کرے اُس کے دل کو کون کھولے۔ اب بھی یہ لوگ یاد رکھیں کہ ان کی عداوت سے اسلام کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مر جائیں گے مگر اسلام کا نُور دن بدن ترقی کرے گا۔ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نُور دُنیا میں پھیلاوے۔ اسلام کی برکتیں اب ان مگس طینت مولویوں کی بک بک سے رُک نہیں سکتیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرمایا ہے۔ انا الفتاح افتح لک۔ تری نصرًا عجیبًا و یخرّون علی المساجد۔ ربّنا اغفر لنا انا کنّا خاطئین۔ جلابیب الصدق۔ فاستقم کما امرت۔ الخوارق تحت منتہی صدق الاقدام۔ کن للّٰہ جمیعًا ومع اللّٰہ جمیعًا عسٰی ان یبعثک ربّک مقامًا محمودًا۔ یعنی میں فتاح ہوں۔ تجھے فتح دوں گا۔ ایک عجیب مدد تو دیکھے گا اور منکر یعنی بعض اُن کے جن کی قسمت میں ہدایت مقدر ہے اپنے سجدہ گاہوں پر گریں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش۔

ہم خطا پر تھے۔ یہ صدق کے جلابیب ہیں جو ظاہر ہوں گے۔ سو جیسا کہ تجھے حکم کیا گیا ہے استقامت اختیار کر۔ خوارق یعنی کرامات اس محل پر ظاہر ہوتی ہیں جو انتہائی درجہ صدق اقدام کا ہے۔ تُو سارا خدا کے لئے ہو جا۔ تُو سارا خدا کے ساتھ ہو جا! خدا تجھے اس مقام پر اُٹھائے گا جس میں تُو تعریف کیا جائے گا۔ اور ایک الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلاف کے ساتھ فرمایا کہ میں تجھے عزت دُوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا۔ یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت والو! اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں کو ٹال کر دکھلاؤ۔ ہر یک قسم کے فریب کام میں لاؤ۔ اور کوئی فریب اُٹھا نہ رکھو۔ پھر دیکھو کہ آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ ٭

اَلْمُنَبِّہ النّاصِح۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ جنوری ۱۸۹۲ء

یہ اشتہار علیحدہ بھی شائع ہوا۔ اور رسالہ فیصلہ آسمانی تقطیع کلاں بار اوّل
مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱۹ پر بھی ہے

---

(۷۷)

عام اطلاع[1] :-

اس عاجز نے عوام کے اوہام اور وساوس دُور کرنے کے لئے یہ بات قرین مصلحت سمجھی ہے کہ ایک جلسہ عام میں ان الزامات کا شافی جواب سنایا جاوے جو علماء اس عاجز پر لگاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کواکب کو ملائک قرار دیا ہے۔ معجزات

---

[1] یہ اشتہار [illegible] (المرتب)

اور لیلۃ القدر سے انکار ہے وغیرہ وغیرہ۔ سو ان بیجا الزامات کے رفع و فع کے لئے یہ تقریر سُنائی جاوے گی۔ اور تمام صاحبوں پر واضح رہے کہ اس جلسہ میں کوئی بحث نہیں ہوگی۔ بحث اور سوالات کے جواب دوسرے وقتوں میں ہو سکتے ہیں۔ اس جلسہ میں صرف اپنی تقریر سُنائی جائے گی۔ لہذا عام اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب اس شرط سے تشریف لانا چاہیں کہ صرف اس عاجز کی تقریر کو سُنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ مُنہ سے نہ نکالیں وہ اس تقریر کے سُننے کے لئے چونی منڈی کوٹھی منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر میں بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء بروز یک شنبہ بوقت ڈیڑھ بجے دن کے تشریف لاویں۔ اور واضح رہے کہ اس جلسہ میں کسی قدر اس طریق فیصلہ کے بارے میں تقریر ہوگی۔ جو انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سچوں کی تائید میں خود آسمان سے اس فیصلہ کو ظاہر کرتا ہے تا جھوٹے چالاک زبان دراز کو ملزم اور ساکت اور ذلیل کرے۔ فقط۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔

المطلع میرزا غلام احمد عفی عنہ قادیانی مقام لاہور

مورخہ ۲۸ جنوری ۱۸۹۲ء

(مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور)

---

(۷۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبد الحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ دعویٰ نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جا رہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی

عبارت مندرجہ ذیل کے بیان کرنے پر جلسہ عام میں فیصلہ ہوگیا جو عبارت درج ذیل ہے۔

المرقوم ۳؍ فروری ۱۸۹۲ء مطابق ۳؍ رجب ۱۳۰۹ھ

العبد	العبد	العبد	العبد
برکت علی وکیل چیفکورٹ پنجاب	محی الدین المعروف صوفی	خاکسار رحیم بخش	فضل دین
العبد	العبد	العبد	العبد
(دستخط انگریزی)	رحیم اللہ	ابو یوسف محمد مبارک علی	حبیب اللہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین۔ **امابعد** تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ **فتح الاسلام** و **توضیح مرام** و **ازالہ اوہام** میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا۔ مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب **ازالہ اوہام** کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے **سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم** **خاتم الانبیاء** ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدّث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جلّ شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدّث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُکلَّم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا

انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴۔ باب مناقب عمرؓ۔ تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اُس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔ اور نیز عنقریب یہ عاجز ایک رسالہ مستقلہ نکالنے والا ہے۔ جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط سے تشریح کی جائے گی جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہلسنّت والجماعت خیال کرتے ہیں۔ سو میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے لئے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھ دوں گا اور مطابق اہل سُنّت والجماعت کے بیان کردوں گا۔

راقم

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی مؤلف رسالہ توضیح مرام و ازالۃ الاوہام

۳ر فروری ۱۸۹۲ء

(محمدی کاپریس لاہور)

غلام نبی سنگ ساز و کاتب

---

(۷۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اس عاجز کے ایک مخلص دوست جو سلسلہ مبایعین میں داخل ہیں اور خاص مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں۔ جوان صالح اور پرہیزگار جس کا کسی قدر ذکر خیر رسالہ ازالہ اوہام میں

موجود ہے۔ بعض مالی حوادث کی وجہ سے اس ملک ہند میں تشریف لائے تھے اور مدت چار سال سے اس انتظار میں رہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی فتوح غیب میسر آوے تا کسی قدر باسامان ہو کر اپنے وطن مقدس کی طرف مراجعت فرما دیں۔ لیکن اللہ جل شانہٗ کی مشیت سے آج تک ایسا اتفاق نہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے حق ہمدردی کا پورا نہ کیا۔ اس عرصہ میں صاحب موصوف ہماری جماعت میں داخل ہوئے اور ایک مدّت سے میری صحبت میں ہیں۔ اور میں دن رات نظر تعمق سے اُن کے حالات کو دیکھتا اور جانچتا ہوں۔ فی الواقعہ وہ صالح اور تفرقہ زدہ اور قابل رحم ہیں۔ اور اس قدر حالت عُسر اور تنگدستی میں مبتلا ہیں کہ دس کوس چلنے کے لئے ان کے پاس زاد راہ نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اپنے وطن مانوس میں پہنچ سکیں یا اپنے مافات کا تدارک کر سکیں۔ لہٰذا میں محض للہ اپنے تمام بھائیوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ جیسا اللہ جلّشانہٗ نے فرمایا ہے تعاونوا علے البرّ والتقویٰ اور نیز فرماتا ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالمرحمۃ۔ اپنے اس غریب بھائی اور مسافر اور تفرقہ زدہ اور ہموطن ہمارے سیّد و مولیٰ رسُول اللہؐ کی اپنی مقدرت اور وسعت کے موافق ہمدردی اور خدمت کریں اور اس خدمت کی بجا آوری میں کوئی فوق الطاقت امر مقصود نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص ایک پیسہ دینے کی توفیق رکھتا ہے وہ پیسہ دیوے۔ اور جو شخص ایک روپیہ دے سکتا ہے وہ روپیہ ادا کرے۔ بلکہ توفیق پر کچھ موقوف نہیں ہے۔ اپنے انشراح صدر کے لحاظ سے کم و بیش چندہ میں شریک ہو جائیں یعنی اگر کوئی اپنی خوشی خاطر اور پوری پوری انشراح سے زیادہ دینے پر قادر ہو وہ زیادہ دیوے۔ اور کچھ گرانی ہو تو ایک پیسہ یا ایک کوڑی کافی ہے۔ ہماری طرف سے تاکید یہ ہے کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے بکلی ثواب سے محروم نہ رہے۔ اور اس ناجائز حیا اور شرم کی وجہ سے کہ بہت دینے کو دل نہیں چاہتا اور ایک پیسہ یا ایک پائی دینا اپنی مقدرت سے کمتر ہے امر صالح کو نہ چھوڑے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں کوئی ایسا شخص مصیبت زدہ

نہیں کہ وہ ایک پیسہ دینے پر بھی قادر نہ ہو سکے اور اس چندہ کے لئے میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ اس روپیہ کے تحویل دار منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے پنجاب لاہور مقرر کئے گئے ہیں۔ ہر ایک صاحب جو چندہ دینا چاہیں وہ براہ راست منشی صاحب موصوف کی خدمت میں بھیج دیں۔ اور میرے نزدیک مناسب ہے کہ جس شہر کی جماعت کو اس چندہ پر اطلاع ہو وہ الگ الگ اپنا چندہ ارسال نہ کریں۔ بلکہ تمام صاحبوں کا جو اس شہر میں رہتے ہوں ایک جگہ چندہ جمع کر کے وہ رقم اکٹھی منشی صاحب کی خدمت میں بھیجی جاوے اور اس میں تاخیر اور توقف جائز نہیں۔ بہت جلد اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور اس جگہ قرین مصلحت سمجھ کر چند خاص دوستوں کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں جنہوں نے آج ۱۷ مارچ ۱۸۹۲ء کو چندہ دیا۔ فہرست چندہ دہندگان

مرزا غلام احمد (صاحب) صہ۔ مولوی محمد احسن صاحب ۸ر۔ حاجی عبد المجید خاں صاحب لدھانوی ۸ر۔ محمد خاں صاحب کپورتھلہ ۸ر۔ ظفر احمد صاحب کپورتھلہ ۸ر۔ مولوی محمد حسین صاحب سلطان پور ۴ر۔ چودھری امیر الدین صاحب گرد شنکر ۴ر۔ رحمت اللہ صاحب لدھانوی۔ انگشتری۔ شیخ عبد الرحمٰن لدھانوی سہ پائی۔ شیخ برکت علی گورداسپور ۴ر۔ نجم الدین صاحب ۴ر۔ رستم علی ڈپٹی انسپکٹر عہ ۱۰ر

المشتہر

خاکسار **مرزا غلام احمد از جالندھر** ۱۷ مارچ ۱۸۹۲ء

(مطبوعہ مطبع منشی فخر الدین لاہور)

(۸۰)

آسمانی فیصلہ کے متعلق خط و کتابت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از جانب عباس علی۔ بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ عرض ہے کہ جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ اشاعۃ السنۃ صفحہ ۱۵ جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے وعدے کے کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں۔ بھیج کر التماس ہے کہ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرماویں کہ اس کے موافق عملدرآمد کیا جاوے۔ اور مضمون صفحہ ۱۵ بغور ملاحظہ ہو کہ فریق ثانی آپ کے عاجز ہونے پر کام شروع کرے گا۔

الراقم عباس علی از لودھیانہ ۶ مئی سنہ ۱۸۹۲ء

الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلّی۔ الحمد للّٰہ والسلام علی عبادہ الذی اصطفٰی

اما بعد بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا رقعہ پہنچا۔ آپ لکھتے ہیں جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے دعوے کے اشاعت السنۃ میں کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرماویں۔ فقط۔ اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر درحقیقت کوئی صوفی صاحب اس عاجز کے مقابلہ پر اٹھے ہیں اور جو کچھ فیصلہ آسمانی میں اس عاجز نے لکھا ہے اس کو قبول کر کے تصفیہ حق

اور باطل کا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ وہ چوروں کی طرح کارروائی نہ کریں پردہ سے اپنا مونھ باہر نکالیں اور مرد میدان بن کر ایک اشتہار دیں۔ اسی اشتہار میں بتصریح اپنا نام لکھیں اور اپنا دعویٰ بالمقابل ظاہر فرمائیں اور پھر اُس طرز پر چلیں جس طرز پر اس عاجز نے فیصلہ آسمانی میں تصفیہ چاہا ہے۔ اور اگر وہ طرز منظور نہ ہو تو فریقین میں ثالث مقرر ہو جائیں۔ جو کچھ وہ ثالث حسب ہدایت اللہ اور رسُول کے رُوحانی آزمایش کا طریق پیش کریں وہی منظور کیا جائے۔ چوروں اور نامردوں اور مخنثوں کی طرح کارروائی کرنا کسی صوفی صافی کا کام نہیں ہے۔ جبکہ اس عاجز نے علانیہ اپنی طرف سے دو ہزار جلد فیصلہ آسمانی کی چھپوا کر اسی غرض سے تقسیم کی ہے تا اگر اس فرقہ مکفرہ میں کوئی صوفی اور اہل صلاح موجود ہے تو میدان میں باہر آجائے۔ تو پھر بُرقع کے اندر بولنا کس بات پر دلالت کر رہا ہے۔ کیا یہ شخص مرد ہے یا عورت جو اپنے تئیں صُوفی کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔ کیا اُس عاجز نے بھی اپنا نام لکھنے سے کنارہ کیا ہے۔ پھر جس حالت میں میری طرف سے مردانہ کارروائی ہے اور کھُلے کھُلے طور سے اپنا نام لکھا ہے تو یہ صوفی کیوں چھپتا پھرتا ہے۔ مناسب ہے کہ اُسی طرح مقابل پر اپنا نام لکھیں کہ میں ہوں فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو منصف لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ کارروائی ان لوگوں کی دیانت اور انصاف اور حق طلبی سے بعید ہے۔ اب بالفعل اس سے زیادہ لکھنا ضرورت نہیں جس وقت اس صوفی محجوب پردہ نشین کا چھپا ہوا اشتہار میری نظر سے گذرے گا اس وقت اس کی درخواست کا مفصّل جواب دُوں گا۔ ابھی تک میرے خیال میں ایسے صُوفی اور عنقا میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔ فقط۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ✦

الراقم خاکسار غلام احمد ۷ رمئی ۱۸۹۲ء

مکرر یہ کہ ایک نقل اس کی چھپنے کیلئے اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ میں بھیجی گئی تا کہ یہ کارروائی

مخفی نہ رہے۔ بالآخر یاد رہے کہ اگر اس رقعہ کے چھپنے اور شائع ہونے کے بعد کوئی صوفی صاحب میدان میں نہ آئے اور بالمقابل کھڑے نہ ہوئے اور مرد میدان بن کر بتصریح اپنے نام کے اشتہار شائع نہ کئے تو سمجھا جائے گا کہ دراصل کوئی صوفی نہیں۔ صرف شیخ بٹالوی کی ایک مفتریانہ کارروائی ہے۔ فقط۔

جواب الجواب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ بخدمت میرزا غلام احمد صاحب۔ سلام مسنون۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷؍ مئی میرے نیاز نامہ کے جواب میں وارد ہوا۔ اُسے اوّل سے آخر تک پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ آپ نے دانستہ ٹلانے کے واسطے سوال از آسمان جواب از ریسمان کے موافق عمل کر کے بچنا چاہا ہے۔ اصل مطلب تو آپ نے چھوڑ دیا یعنی آزمایش کے واسطے وقت اور مقام مقرر نہیں کیا بلکہ پھر آپ نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق کاغذی گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ جناب من! جس طرح آپ نے فیصلہ آسمانی میں چھاپا تھا۔ اسی طرح اشاعت السنتہ میں ان صوفی صاحب نے جواب تُرکی بہ تُرکی شایع کر دیا ہے۔ آپ کو تو غیرت کر کے بلا تحریک دیگرے خود ہی طیار ہو جانا چاہیئے تھا۔ برعکس اس کے تحریک کرنے پر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں اور ٹلاتے ہیں۔ صوفی صاحب نے خود قصداً اپنا نام پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی مصلحت سے ظاہر نہیں کیا۔ ناحق آپ نے کلمات گستاخانہ صوفی صاحب کی نسبت لکھ کر ارتکاب عصیان کیا۔ سو آپ کو اس سے کیا بحث ہے۔ آپ کو تو اپنے دعویٰ کے موافق تیار ہونا چاہیئے۔ مولوی محمد حسین صاحب خود ذمہ دار ہیں فوراً مقابلہ پر موجود کر دیں گے۔ لہٰذا اَب آپ ٹلائیں نہیں۔ مرد میدان بنیں اور صاف لکھیں کہ فلاں وقت اور فلاں جگہ پر موجود ہو کر سلسلہ آزمایش و اظہار کرامت متدعویہ

شروع کیا جائے گا۔ یہ عاجز بصد عجز و نیاز عرض کرتا ہے کہ آپ اپنے دعویٰ میں اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ میدان میں آؤ۔ دیکھو یا دکھاؤ۔ صاف باطن لوگ دغل باز نہیں ہوتے حیلہ بہانہ نہیں کیا کرتے۔ برکات آسمانی والے کمیٹیاں مقرر کیا کرتے ہیں۔ رجسٹر کھلوایا کرتے ہیں۔ اس قسم کی کارروائی صرف دھوکہ دینا اور دفع الوقتی پر مبنی ہے۔ افسوس صد افسوس۔ اللہ سے ڈرو۔ قیامت پیش نظر رکھو۔ ایسی مریدی پیری پر خاک ڈالو جس مطبع میں آپ اپنا مضمون چھاپنے کے لئے بھیجیں اس عاجز کے مضمون کو بھی زیر قدم چھاپ دیں۔

عرایضہ نیاز میر عباس علی از لدھیانہ۔ روز دوشنبہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۲ء

جواب جواب الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

بعد ہذا بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا جواب الجواب مجھ کو ملا جس کے پڑھنے سے بہت ہی افسوس ہوا۔ آپ مجھ کو لکھتے ہیں کہ صوفی صاحب کے مقابلہ پر مرد میدان بنیں۔ اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ آپ کی اس تحریر پر مجھ کو رونا آتا ہے۔ صاحب میں نے کب اور کس وقت حیلہ بہانہ کیا۔ کیا آپ کے نزدیک وہ صوفی صاحب جن کے نام کا بھی اب تک کچھ پتہ و نشان نہیں میدان میں کھڑے ہیں۔ میں نے آپ کو ایک صاف اور سیدھی بات لکھی تھی کہ جب تک کوئی مقابل پر نہ آوے اپنا نام نہ بتادے۔ اپنا اشتہار شائع نہ کرے کس سے مقابلہ کیا جائے۔ میں کیونکر اور کن وجوہ سے اس بات پر تسلی پذیر ہو جاؤں کہ آپ یا شیخ بٹالوی اس صوفی گمنام کی طرف سے وکیل بن گئے ہیں۔ کوئی وکالت نامہ نہ آپ نے پیش کیا اور نہ بٹالوی نے۔ اور اب تک مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اس صوفی پردہ نشین کو وکیلوں کی ضرورت کیوں پڑی۔ کیا وہ خود مستور ہے یا دیوانہ یا نابالغ۔ بجز اس کے

کیا سمجھنا چاہیئے کہ اگر فرض کے طور پر کوئی صوفی ہی ہے تو کوئی فضول گو اور مفتری آدمی ہے جو بوجہ اپنی مفلسی اور بے سرماگی کے اپنی شکل دکھانی نہیں چاہتا۔ میں متعجب ہوں یہ سیدھی بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ یہ کس قسم کی بات ہے کہ صوفی تو عورتوں کی طرح چھپتا پھرے اور مرد میدان بن کر میرے مقابلہ پر نہ آوے اور الزام اس عاجز پر ہو کہ کیوں صوفی کے مقابل پر کھڑے نہیں ہوتے۔ صاحب من! میں تو بحکم اللہ جلشانہٗ کھڑا ہوں اور خدا تعالےٰ کے یقین دلانے سے قطعی طور پر جانتا ہوں کہ اگر کوئی صوفی وغیرہ میرے مقابل آئے گا۔ تو خدا تعالےٰ اس کو سخت ذلیل کرے گا۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ اس واحد لاشریک عزاسمہٗ نے مجھ کو خبر دی ہے جس پر مجھ کو بھروسہ ہے۔ ایسے صوفیوں کی مَیں کس سے مثال دوں وہ ان عورتوں کی مانند ہیں جو گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھیں اور پھر کہیں کہ ہم نے مردوں پر فتح پائی۔ ہمارے مقابل پر کوئی نہ آیا۔ میں پھر مکرر کہتا ہوں کہ بٹالوی کی تحریر سے مجھ کو سخت شبہ ہے اور اس کے ہر روزہ افترا پر خیال کر کے میرے دل میں یہی جما ہوا ہے کہ یہ صوفی کا تذکرہ محض فرضی طور پر اس نے اپنی اشاعت السنہ میں لکھ دیا ہے ورنہ مقابلہ کا دم ملانا اور پھر پردہ میں رہنا کیا راست باز آدمیوں کا کام ہے۔ اس صوفی کو چاہیئے کہ میری طرح کھلے اشتہار دے کہ میں حسب دعوت فیصلہ آسمانی تمہارے مقابل پر آیا ہوں۔ اور میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ اگر اس اشتہار کے شائع ہونے اور میرے پاس پہنچائے جانے کے بعد میں خاموش رہا تو جس قدر آپ نے اپنے اس خط میں ایسے الفاظ لکھے ہیں کہ ”حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ صاف باطن دغل باز نہیں ہوتے“ یہ سارے الفاظ آپ کے میری نسبت صحیح ٹھہریں گے ورنہ دشنام دہی سے زیادہ نہیں۔ جب انسان کی آنکھ بند ہو جاتی ہے تو اس کو روز روشن بھی رات ہی معلوم ہوتی ہے۔ اگر آپ کی آنکھ میں ایک ذرہ بھی نور باقی ہوتا تو آپ سمجھ لیتے کہ حیلہ بہانہ کون کرتا ہے۔ کیا وہ شخص جس نے صاف طور پر دو ہزار اشتہار تقسیم کر کے ایک دنیا پر ظاہر کر دیا کہ میں میدان میں کھڑا ہوں۔ کوئی میرے

مقابل پر آوے یا وہ شخص کہ چوروں کی طرح غار کے اندر بول رہا ہے۔ جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں خدا تعالےٰ کی ان پر لعنت ہے۔ پس اگر یہ صوفی درحقیقت کوئی انسان ہے تو محمد حسین کی ناجائز وکالتوں کے برقع میں مخفی نہ رہے اور خدا تعالےٰ کی لعنت سے ڈرے۔ اگر اس کے پاس حق ہے تو حق کو لے کر میدان میں آجائے۔ جبکہ مجھ کو کوئی مُعیّن شخص سامنے نظر نہیں آتا تو میں کس سے مقابلہ کروں۔ کیا مُردہ سے یا ایک فرضی نام سے۔ اور آپ کو یاد رہے کہ اگر میری نظر میں یہ صوفی ایک خارجی وجود رکھتا تو میں جیسا کہ میرے پر ظاہر ہوتا اس کے مرتبہ کے لحاظ سے باخلاق اس سے کلام کرتا۔ مگر جبکہ میری نظر میں صرف یہ ایک فرضی نام ہے جس کا میرے خیال میں خارج میں وجود ہی نہیں تو اس کے حق میں سخت گوئی محض ایک فرضی نام کے حق میں سخت گوئی ہے۔ ہاں سخت گوئی آپ نے کی ہے سو میں آپ کے اس ترکِ ادب اور لعن طعن اور سبّ اور شتم کو خدا تعالےٰ پر چھوڑتا ہوں۔ فقط

راقم مرزا غلام احمد

مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجّت کر دیا گیا۔ آئندہ ہماری طرف ایسی پُر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔ جب یہ تحریریں چھپ جائیں گی منصف لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ کس کی بات انصاف پر مبنی ہے اور کس کی سراسر ظلم اور تعصب سے بھری ہوئی ہے۔

میرزا غلام احمد۔ ۹ مئی ۱۸۹۲ء۔ ۱۱ عید الفطر سنہ ۱۳۰۹ھ

(مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے جو ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۹۲ء میں طبع ہوا ہے۔ (المرتب)

---

(۸۱)

ضروری اشتہار

اس عاجز کا ارادہ ہے کہ اشاعت دین اسلام کے لئے ایسا احسن انتظام کیا جائے کہ ممالک ہند میں ہر جگہ ہماری طرف سے واعظ و مناظر مقرر ہوں اور بندگان خدا کو دعوۃ حق کریں تا حجّت اسلام روئے زمین پر پوری ہو۔ لیکن اس ضعف اور قلّت جماعت کی حالت میں ابھی یہ ارادہ کامل طور پر انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ بالفعل یہ تجویز کیا ہے کہ اگر حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو ایک فاضل جلیل اور امین اور متقی اور خدمت اسلام میں بدل و جان فدا شدہ ہیں قبول کریں تو کسی قدر جہانتک ممکن ہو یہ خدمت ان کے سپرد کی جائے۔ مولوی صاحب موصوف بچوں کی تعلیم اور درس قرآن و حدیث اور وعظ و نصیحت اور مباحثہ اور مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ نہایت خوشی کی بات ہے اگر وہ اس کام میں لگ جائیں۔ لیکن چونکہ انسان کو حالت عیالداری میں وجوہ معیشت سے چارہ نہیں اس لئے یہ فکر سب سے مقدم ہے کہ مولوی صاحب کے کافی گذارہ کیلئے کوئی احسن تجویز ہو جائے یعنی یہ کہ ہر ایک ذی مقدرت صاحب ہماری جماعت میں سے دائمی طور پر جب تک خدا تعالیٰ چاہے ان کے گذارہ کے لئے حسب استطاعت اپنے کوئی چندہ مقرر کریں اور پھر جو کچھ مقرر ہو بلا توقف ان کی خدمت میں بھیج دیا کریں۔ دنیا چند روزہ مسافرخانہ ہے۔ آخرت کیلئے نیک کاموں کے ساتھ تیاری کرنی چاہیئے مبارک وہ شخص جو ذخیرہ آخرت کے اکٹھا کرنے کے لئے دن رات لگا ہوا ہے۔ اس اشتہار کے پڑھنے پر جو صاحب چندہ کے لئے تیار ہوں وہ اس عاجز کو اطلاع دیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشـــــــــــــــتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۶ رمئی ۱۸۹۲ء

(منقول از نشان آسمانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل صفحہ ج)

(۸۲)

ضروری گذارش

اُن باہمت دوستوں کی خدمت میں جو کسی قدر امداد

امورِ دین کے لئے مقدرت رکھتے ہیں

اے مردان بکوشید و برائے حق بجوشید

اگرچہ پہلے ہی سے میرے مخلص احباب للّٰہی خدمت میں اس قدر مصروف ہیں کہ میں شکر ادا نہیں کر سکتا اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم ان کو ان تمام خدمات کا دونوں جہانوں میں زیادہ سے زیادہ اجر بخشے۔ لیکن اس وقت خاص طور پر توجہ دلانے کے لئے یہ امر پیش آیا ہے کہ آگے تو ہمارے صرف بیرونی مخالف تھے اور فقط بیرونی مخالفت کی ہمیں فکر تھی اور اب وہ لوگ بھی جو مسلمان ہونے کا دعوے کرتے ہیں بلکہ مولوی اور فقیہ کہلاتے ہیں، سخت مخالف ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عوام کو ہماری کتابوں کے خریدنے بلکہ پڑھنے سے منع کرتے اور روکتے ہیں۔ اس لئے ایسی دقتیں پیش آگئی ہیں جو بظاہر ہیبت ناک معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ہماری جماعت سُست نہ ہو جائے تو عنقریب یہ سب دقتیں دُور ہو جائیں گی۔ اس وقت ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کی خرابیوں کی اصلاح کرنے کے لئے بدل و جان کوشش کریں اور اپنی زندگی کو اسی راہ میں فدا کر دیں۔ اور وہ صدق قدم دکھلاویں جس سے خدا تعالےٰ جو پوشیدہ بھیدوں کو جاننے والا اور سینوں کی چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہے راضی ہو جائے۔ اسی بنا پر میں نے قصد کیا ہے کہ اب قلم اُٹھا کر پھر اس کو اُس وقت تک موقوف نہ رکھا جائے جب تک کہ خدا تعالےٰ اندرونی اور بیرونی مخالفوں پر کامل طور پر حجت پُوری کر کے حقیقت علسویہ کے حربہ سے حقیقت دجّالیہ کو پاش پاش نہ کرے۔ لیکن کوئی قصد بجز توفیق و فضل و امداد

رحمت الٰہی انجام پذیر نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ کی بشارات پر نظر کر کے جو بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ اس عاجز کو بھی امید ہے کہ وہ اپنے اس بندہ کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنے دین کو اس خطرناک پراگندگی میں نہیں چھوڑے گا جو اب اس کے لاحق حال ہے۔ مگر برعایت ظاہری جو طریق مسنون ہے۔ من انصاری الی اللّٰہ بھی کہنا پڑتا ہے۔ سو بھائیو جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں سلسلہ تالیفات کو بلافصل جاری رکھنے کے لئے میرا پختہ ارادہ ہے اور یہ خواہش ہے کہ اس رسالہ کے چھپنے کے بعد جس کا نام **نشان آسمانی** ہے رسالہ **دافع الوساوس** طبع کرا کر شائع کیا جاوے اور بعد اس کے بلا توقف رسالہ **حیات النبی و ممات المسیح** جو یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بھی بھیجا جائے گا شائع ہو اور بعد اس کے بلا توقف حصہ پنجم براہین احمدیہ جس کا دوسرا نام **ضرورت قرآن** رکھا گیا ہے ایک مستقل کتاب کے طور پر چھپنا شروع ہو۔ لیکن میں اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے یہ احسن انتظام خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے ذی مقدرت دوست اس کی خریداری سے مجھ کو بدل و جان مدد دیں۔ اس طرح پر کہ حسب مقدرت اپنے ایک نسخہ یا چند نسخے اس کے خرید لیں۔ جن رسائل کی قیمت تین آنہ یا چار آنہ یا اس کے قریب ہو۔ ان کو ذی مقدرت احباب اپنے مقدور کے موافق ایک مناسب تعداد تک لے سکتے ہیں۔ اور پھر وہی قیمت دوسرے رسالہ کے طبع میں کام آسکتی ہے۔ اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک و اموال و زیورات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بیکس کوئی بھی نہیں۔ اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض عین ہے جو اسی راہ میں **اعانت اسلام** میں زکوٰۃ دی جاوے زکوٰۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔ اور میری تالیفات بجز ان رسائل کے اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں جیسے رسالہ **احکام القرآن** اور **اربعین فی**

علامات المقربین اور سراج منیر اور تفسیر کتاب عزیز۔ لیکن چونکہ کتاب براہین احمدیہ کا کام ازبس ضروری ہے۔ اس لئے بشرط فرصت کوشش کی جائے گی کہ یہ رسائل بھی درمیان میں طبع ہو کر شائع ہو جائیں۔ آیندہ ہر ایک امر اللہ جل شانہٗ کے اختیار میں ہے۔ یفعل ما یشاء وھو علٰی کل شیءٍ قدیر۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۲۸ مئی ۱۸۹۲ء

(منقول از نشان آسمانی بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ ا-ب)

---

(۸۳)

تبلیغ رُوحانی

لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا

اگر خود آدمی کاہل نباشد در تلاش حق — خدا خود راہ بنماید طلب گار حقیقت را

یہ بات قرآن کریم اور حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ مومن رؤیا صالحہ مبشرہ دیکھتا ہے اور اس کے لئے دکھائی بھی جاتی ہیں۔ بالخصوص جبکہ مومن لوگوں کی نظر میں مطرود اور مخذول اور ملعون اور مردود اور کافر اور دجّال بلکہ اکفر اور شر البریّہ ہو۔ اس وقت اور شکست خاطر کے وقت میں کچھ مکالمات پُر از لطف و احسان خدا تعالےٰ کی طرف سے مومن کے ساتھ واقع ہوتے ہیں اس کو کون جانتا ہے۔

رحمت خالق کہ حرز اولیاست — ہست پنہاں زیر لعنت ہائے خلق

یہ عاجز خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ اس تکفیر کے وقت میں کہ ہر یک طرف سے اس زمانہ کے علماء کی آوازیں آ رہی ہیں کہ لست مومنا۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ ندا ہے کہ قل انّي امرت وانا اول المومنين۔ ایک طرف حضرات مولوی صاحبان کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کی بیخکنی کرو اور ایک طرف الہام ہوتا ہے۔ يتربصون عليك الدوائر عليهم دائرة السوء۔ اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس شخص کو سخت ذلیل اور رسوا کریں اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے کہ انّي مهينٌ من اراد اهانتك۔ الله اجرك۔ الله يعطيك جلالك۔ اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتوے لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے الہام پہ بتواتر زور دے رہا ہے کہ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله۔ غرض یہ تمام مولوی صاحبان خدا تعالےٰ سے لڑ رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ فتح کس کی ہوتی ہے۔

بالآخر واضح ہو کہ اس وقت میرا مدعا اس تحریر سے یہ ہے کہ بعض صاحبوں نے پنجاب اور ہندوستان سے اکثر خوابیں متعلق زیارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور نیز الہامات بھی اس عاجز کے بارہ میں لکھ کر بھیجے ہیں جن کا مضمون قریباً اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور یا بذریعہ الہام کے خدا تعالےٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص یعنے یہ عاجز خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اس کو قبول کرو۔ چنانچہ بعض نے ایسی خوابیں بھی بیان کیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نہایت غضب کی حالت میں نظر آئے اور معلوم ہوا کہ گویا آنحضرتؐ روضہ مقدسہ سے باہر تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمام ایسے لوگ جو اس شخص یعنے اس عاجز کو عمداً ستا رہے ہیں۔ قریب ہے جو ان پر غضب الٰہی نازل ہو۔ اوّل اوّل اس عاجز نے ان خوابوں کی طرف التفات نہیں کی۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ کثرت سے

دُنیا میں یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہانتک کہ بعض لوگ محض خوابوں کے ہی ذریعہ سے
عناد اور کینہ کو ترک کر کے کامل مخلصین میں داخل ہو گئے اور اسی بنا پر اپنے مالوں
سے امداد کرنے لگے۔ سو مجھے اس وقت یاد آیا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں یہ الہام
درج ہے جس کو دس برس کا عرصہ گذر گیا اور وہ یہ ہے ینصرک رجالٌ نوحی الیھم
من السماء۔ یعنے ایسے لوگ تیری مدد کریں گے جن پر ہم آسمان سے وحی نازل کرینگے
سو وہ وقت آگیا۔ اس لئے میرے نزدیک قرین مصلحت ہے کہ جب ایک معقول اندازہ
ان خوابوں اور الہاموں کا ہو جائے تو ان کو ایک رسالہ مستقلہ کی صورت میں طبع کر کے
شائع کیا جائے کیونکہ یہ بھی ایک شہادت آسمانی اور نعمت الٰہی ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا
ہے کہ واما بنعمۃ ربک فحدّث۔ لیکن پہلے اس سے ضروری طور پر یہ اطلاع دی
جاتی ہے کہ آیندہ ہر ایک صاحب جو کوئی خواب یا الہام اس عاجز کی نسبت دیکھ کر
بذریعہ خط اس سے مطلع کرنا چاہیں تو اُن پر واجب ہے کہ خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر اپنے
خط کے ذریعہ سے اس بات کو ظاہر کریں کہ ہم نے واقعی اور یقینی طور پر خواب دیکھی
ہے اور اگر ہم نے کچھ اس میں ملایا ہے تو ہم پر اسی دُنیا اور آخرت میں لعنت اور
عذاب الٰہی نازل ہو۔ اور جو صاحب پہلے قسم کھا کر اپنی خوابیں بیان کر چکے ہیں۔ ان کو
دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ تمام صاحب جنہوں نے خوابیں یا الہامات تو لکھ کر
بھیجے تھے لیکن وہ بیانات ان کے مؤکد بقسم نہیں تھے ان پر واجب ہے کہ پھر دوبارہ
ان خوابوں یا الہامات کو قسم کے ساتھ مؤکد کر کے ارسال فرماویں اور یاد رہے کہ بغیر
قسم کے کوئی خواب یا الہام یا کشف کسی کا نہیں لکھا جاوے گا۔ اور قسم بھی اس طرز کی
چاہیئے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے۔

اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مؤاخذہ الٰہی سے ڈرتے
ہیں وہ بلاتحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے

جیسا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعوے جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۂ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۂ اخلاص ہو۔ اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رویا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں۔ لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اَور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تُو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلّی بغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے

تئیں بکلی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کریگا جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دُخان نہیں ہوگا۔ سواے حق کے طالبو۔ ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے

والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ✦

المبلّغ غلام احمدؐ عفی عنہ

(منقول از نشان آسمانی ایڈیشن اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ ۳۸ تا ۴۱)

---

(۸۴)

شیخ بٹالوی صاحب کے فتوائے تکفیر کی کیفیت

اس فتوے کو میں نے اوّل سے آخر تک دیکھا جن الزامات کی بنا پر یہ فتویٰ لکھا ہے انشاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط اور خلاف واقعہ ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شائع ہونے والا ہے جس کا نام دافع الوساوس ہے۔ بایں ہمہ مجھ کو ان لوگوں کے لعن طعن پر کچھ افسوس نہیں اور نہ کچھ اندیشہ۔ بلکہ میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور ملعون اور دجال اور ضال اور بے ایمان اور جہنمی اور اکفر کہہ کر اپنے دل کے وہ بخارات نکال لئے جو دیانت اور امانت

اور تقویٰ کے التزام سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے اور جس قدر میری اتمام حجت اور میری سچائی کی تلخی سے ان حضرات کو زخم پر زخم پہنچا۔ اس صدمہ عظیمہ کا غم غلط کرنے کے لئے کوئی اَور طریق بھی تو نہیں تھا بجُز اس کے کہ لعنتوں پر آجاتے۔ مجھے اس بات کو سوچ کر بھی خوشی ہے کہ جو کچھ یہودیوں کے فقیہوں اور مولویوں نے آخر کار حضرت مسیح علیہ السلام کو تحفہ دیا تھا۔ وہ بھی تو یہی لعنتیں اور تکفیر تھی جیسا کہ اہلِ کتاب کی تاریخ اور چہار انجیل سے ظاہر ہے تو پھر مجھے مثیل مسیح ہونے کی حالت میں ان لعنتوں کی آوازیں سُنکر بہت ہی خوش ہونا چاہیئے کیونکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو حقیقت دجّالیہ کے ہلاک اور فانی کرنے کے لئے حقیقت عیسویہ سے متصف کیا۔ ایسا ہی اس نے اس حقیقت کے متعلق جو جو نوازل و آفات تھے ان سے بھی خالی نہ رکھا۔ لیکن اگر کچھ افسوس ہے تو صرف یہ کہ بٹالوی صاحب کو اس فتوے کے طیار کرنے میں یہودیوں کے فقیہوں سے بھی زیادہ خیانت کرنی پڑی۔ اور وہ خیانت تین قسم کی ہے۔

اوّل یہ کہ بعض لوگ جو مولویت اور فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتے۔ وہ صرف مکفّرین کی تعداد بڑھانے کے لئے مفتی قرار دیئے گئے۔ دوسری یہ کہ بعض ایسے لوگ جو علم سے خالی اور علانیہ فسق و فجور بلکہ نہایت بدکاریوں میں مبتلا تھے وہ بڑے عالم متشرع متصور ہو کر اُن کی مہریں لگائی گئیں۔ تیسرے ایسے لوگ جو علم اور دیانت رکھتے تھے۔ مگر واقعی طور پر اس فتوے پر انہوں نے مُہر نہیں لگائی۔ بلکہ بٹالوی صاحب نے سراسر چالاکی اور افتراء سے خود بخود اُن کا نام اس میں جڑ دیا۔ ان تینوں قسم کے لوگوں کے بارے میں ہمارے پاس تحریری ثبوت ہیں۔ اگر بٹالوی صاحب یا کسی اور صاحب کو اس میں شک ہو تو وہ لاہور میں ایک جلسہ منعقد کر کے ہم سے ثبوت مانگیں۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد یوں تو تکفیر کوئی نئی بات نہیں۔ ان مولویوں کا آبائی طریق یہی چلا آتا ہے کہ یہ لوگ ایک باریک بات سُن کر فی الفور اپنے کپڑوں سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ

عقل تو ان کو دی ہی نہیں کہ بات کی تہہ تک پہنچیں اور اسرار غامضہ کی گہری حقیقت کو دریافت کر سکیں۔ اس لئے اپنی نافہمی کی حالت میں تکفیر کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور اولیاء کرام میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ ان کی تکفیر سے باہر رہا ہو۔ یہاں تک کہ اپنے مونہہ سے کہتے ہیں کہ جب مہدی موعود آئے گا تو اس کی بھی مولوی لوگ تکفیر کریں گے۔ اور ایسا ہی حضرت عیسےٰ جب اُتریںگے تو ان کی بھی تکفیر ہو گی۔ ان باتوں کا جواب یہی ہے کہ اے حضرات آپ لوگوں سے خدا کی پناہ۔ اور سبحانہٗ خود اپنے برگزیدہ بندوں کو آپ لوگوں کے شر سے بچاتا آیا ہے۔ ورنہ آپ لوگوں نے تو ڈائن کی طرح امت محمدیہ کے تمام اولیاء کرام کو کھا جانا چاہا تھا اور اپنی بدزبانی سے نہ پہلوں کو چھوڑا نہ پچھلوں کو اور اپنے ہاتھ سے اُن نشانیوں کو پوری کر رہے ہیں جو آپ ہی بتلا رہے ہیں۔ تعجب کہ یہ لوگ آپس میں بھی تو نیک ظن نہیں رکھتے۔ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ موحدین کی بے دینی پر مدار الحق میں شاید تین سو کے قریب مُہر لگی تھی۔ پھر جبکہ تکفیر ایسی سستی ہے تو پھر ان کی تکفیروں سے کوئی کیونکر ڈرے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی نے اس تکفیر میں جعلسازی سے بہت کام لیا ہے۔ اور طرح طرح کے افترا کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے۔

(منقول از رسالہ "نشان آسمانی" بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ ۴۲-۴۴)

---

(۸۵)

طبِ رُوحانی

یہ کتاب حضرت حاجی منشی احمد جان صاحب مرحوم کی تالیفات میں سے ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے اس کتاب میں اس علم مخفی سلب امراض اور توجہ کو مبسوط طور پر بیان

کیا ہے جس کو حال کے مشائخ اور پیرزادے اور سجادہ نشین پوشیدہ طور پر اپنے خاص خاص خلیفوں کو سکھلایا کرتے تھے اور ایک عظیم الشان کرامت خیال کی جاتی تھی اور جس کی طلب میں اب بھی بعض مولوی صاحبان دُور دُور کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ اسی لئے محض للہ عام و خاص کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کو منگوا کر ضرور ہی مطالعہ کریں کہ یہ بھی منجملہ ان علوم کے ہے جو انبیاء پر فائض ہوئے تھے بلکہ حضرت مسیح کے معجزات تو اسی علم کے سرچشمہ میں سے تھے۔

کتاب کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ صاحبزادہ افتخار احمد صاحب جو لدھیانہ محلہ جدید میں رہتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں خط و کتابت کرنے سے قیمتاً مل سکتی ہے۔

(منقول از نشان آسمانی ایڈیشن اوّل صفحہ د۔ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

---

(۸۶)

آئینہ کمالاتِ اسلام

یہ کتاب جس کا نام عنوان میں درج ہے میں نے بڑی محنت اور تحقیق اور تفتیش سے صرف اس غرض اور نیت سے تالیف کی ہے کہ تا اسلام کے کمالات اور قرآن کریم کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کروں اور مخالفین کو دکھلاؤں کہ فرقان حمید کن اغراض کے پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور انسان کے لئے اس کا کیا مقصد ہے۔ اور اس مقصد میں کس قدر وہ دوسرے مذاہب سے امتیاز اور فضیلت رکھتا ہے اور بایں ہمہ اس کتاب میں ان تمام اوہام اور وساوس کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ جو کوتاہ نظر لوگ مدعیان اسلام

ہو کر پھر ایسی باتیں مونہہ پر لاتے ہیں جو درحقیقت اللہ اور رسُول اور قرآن کریم کی ان میں اہانت ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کا دوسرا نام **دافع الوساوس** بھی رکھا گیا ہے۔ لیکن ہر مقام اور ہر محل میں زور کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا ایک دین اسلام ہی ہے جس کو **دین اللہ** کہنا چاہیئے۔ جو سچائی کو سکھلاتا اور نجات کی حقیقی راہیں اس کے طالبوں کے لئے پیش کرتا ہے اور اُخروی رُستگاری کے لئے کسی بیگناہ کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ اور نہ انسان کو بخشایش الٰہی سے ایسا نومید کرتا ہے کہ جب تک ایسا گنہگار انسان کروڑہا کیڑوں مکوڑوں وغیرہ حیوانات کی جُون میں نہ پڑے تب تک کوئی سبیل اور کوئی چارہ اور کوئی علاج اس کے گناہ بخشے جانے کا نہیں۔ گویا اس دنیوی زندگی میں ایک صغیرہ گناہ کرنے سے بھی تمام دروازے رحمت کے بند ہو جاتے ہیں۔ اور آخر انسان ایک لاعلاج بیماری سے بڑے درد اور دُکھ کے ساتھ اور سخت نومیدی کی حالت میں دوسرے عالم کی طرف کوچ کرتا ہے بلکہ قرآن کریم میں نجات کی وہ صاف اور سیدھی اور پاک راہیں بتلائی گئی ہیں کہ جن سے نہ تو انسان کو خدا تعالیٰ سے نومیدی پیدا ہوتی ہے اور نہ خدائے تعالیٰ کو کوئی ایسا نالایق کام کرنا پڑتا ہے کہ گناہ تو کوئی کرے اور سزا دوسرے کو دی جاوے۔ غرض یہ کتاب ان نادر اور نہایت لطیف تحقیقاتوں پر مشتمل ہے جو مسلمانوں کی ذرّیت کے لئے نہایت مفید اور آج کل روحانی ہیضہ سے بچنے کے لئے جو اپنے زہرناک مادہ سے ایک عالم کو ہلاک کرتا جاتا ہے نہایت مجرّب اور شفابخش شربت ہے۔ اور چونکہ یہ کتاب بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کے فسادوں کی اصلاح پر مشتمل ہے اور جہانتک میرا خیال ہے میں یقین کرتا ہوں کہ **یہ کتاب اسلام اور فرقان کریم اور حضرت سیدنا و مولانا خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم** کی برکات دُنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ اور مبارک ذریعہ ہے۔ اس لئے مَیں نے

اللہ جلّشانہ پر توکل کرکے چودہ سو کاپی چھپوانی شروع کردی ہے اور امید ہے کہ ڈیڑھ ماہ یا غایت دو ماہ تک یہ کام بخیر و خوبی ختم ہو جائیگا اور چونکہ میں نے بغرض اہتمام بلیغ صحت و خوشخطی و دیگر مراتب پریس کو اپنے مسکن قادیان میں معہ اس کے تمام عملہ و اسباب و سامان کے منگوالیا ہے اور کاغذ بھی بہت عمدہ لگایا گیا ہے۔ اس لئے مجھ کو اس کتاب کے اہتمام طبع میں معمولی صورتوں سے دوچند خرچ کرنا پڑا۔ اور اگرچہ میری نظر میں یہ یقینی امر ہے کہ کتاب کی ضخامت اس قدر بڑھ جائے گی کہ شاید اصل قیمت اس کی بنظر تمام مصارف اور حرجوں کے دو روپیہ یا اس سے بھی زیادہ ہو۔ مگر چونکہ یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ بعض لوگ بباعث نابینائی اور نہایت کم توجہی کے دین اور دینی کتابوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور حقایق اور معارف کے موتیوں کو کوڑیوں کے مول پر بھی لینا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہر یک نقصان اور حرج قبول کرکے صرف ایک روپیہ اس کتاب کی قیمت مقرر کی گئی ہے۔ مگر محصول علاوہ ہے اس مقام میں اخویم مولوی حکیم

نور دین صاحب اور اخویم حکیم فضل دین صاحب اور اخویم نواب محمد علیخاں صاحب اور اخویم مولوی سیّد تفضل حسین صاحب اور احباب سیالکوٹ اور کپورتھلہ کی ہمدردی کا شکر قابل اظہار ہے

کہ انہوں نے میری پہلی کتابوں کی خریداری میں بہت مدد دی جس کا ذکر انشاء اللہ محض ترغیباً للمسلمین اس کتاب کے آخر میں معہ ذکر دیگر احباب کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ سب کو ہمدردی اسلام کے لئے جگادے۔ اور اس خدمت کے لئے آپ ان کے دل میں الہام کرے۔ اگرچہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں جان دینے کو بھی حاضر ہیں اور اگر ہماری جانفشانی سے کچھ بن سکتا ہے تو ہم اپنا خون بہانے کو بھی طیار ہیں۔

بارِ گران است کشیدن بدوش	سر کہ نہ در پائے عزیزش رود

مگر اس وقت مال کا کام ہے جو ہمارے ہاتھ میں نہیں جمہوری کام جمہور کی توجہ سے ہوتے ہیں۔ بھائیو! تم دیکھتے ہو کہ اسلام کے باغ پر کس قدر ہر طرف سے تیشے رکھے گئے ہیں اور اسلام کی نسبت کیا ارادہ کیا گیا ہے۔ اور ہمارے پیارے نبی ہمارے محبوب رسُول افضل الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کچھ افترا کئے جاتے ہیں اور کس قدر ذریعے خلق اللہ کے بہکانے کیلئے استعمال کئے گئے ہیں۔ بھائیو آج وہ دن ہے کہ فقراء کی دُعا اور علماء کی علمیت اور اغنیاء کی دولت اسلام کی عزّت اور نبی کریمؐ کے جلال اور شوکت ظاہر کرنے کیلئے اس زور شور سے خرچ ہو کہ جیسے ایک سفلہ دنیا پرست کور باطن اپنے کسی عزیز فرزند کی شادی کے لئے دل کھول کر اپنا مال عزیز خرچ کرتا ہے یا ایک جاہل امیر اپنی شان وشوکت کی عمارت بنانے کے لئے ایک خزانہ کھول دیتا ہے۔ سو اٹھو اور کچھ خدمت کرلو کہ دنیا روزے چند اور آخر کار با خداوند۔ اگرچہ اس عاجز کا ذرہ ذرہ اس جوش میں ہے کہ اس پُر ظلمت زمانہ میں اللہ جلشانہ اور اس کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور صداقت ظاہر کرے تا اسلام کی روشنی کے دن دوبارہ آویں۔ لیکن جو باتیں مصارف مالی پر موقوف ہیں وہاں کیا ہو سکتا ہے۔ خدا تعالٰے آپ پر رحم کرے۔

اگر اس وقت اور اس زمانہ میں کوئی دولت مند خواب غفلت سے بیدار ہو جائے تو مولیٰ کریم اور اس کے رسُول سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے راضی کرنے کے لئے کیسا عمدہ اور مبارک وقت ہے۔

بیدار شو گر عاقلی دریاب گر اہلِ ولی ؁ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد از مقام قادیان ضلع گورداسپور

دہم اگست ۱۸۹۲ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر ہے)

(۸۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست ؛ در پریشاں حالی و درماندگی

اس وقت میں ضروری طور پر اپنے دوستوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اخویم مکرم حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب جو اس وقت بمقام بھوپال محلہ چوبدار پورہ میں نوکری سے علیحدہ ہو کر خانہ نشین ہیں۔ بوجہ تکالیف عُسر ہمدردی کے لائق ہیں۔ اگرچہ مولوی صاحب معصوف بڑے صابر اور متوکل اور خدا تعالیٰ پر اپنے کاروبار چھوڑنے والے ہیں۔ لیکن ہمیں خود موقعہ ثواب کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ حضرت مکرم مولوی حکیم نور دین صاحب ایسے للہی کاروبار اور نوائب الحق میں سب سے پہلے قدم رکھتے تھے۔ مگر اس وقت برادر موصوف اپنے تعلق ملازمت ریاست جموں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ہر یک بھائی کی اپنے اپنے مقدرت کے موافق توجہ درکار ہے۔ پہلے اکثر صاحب اس رائے کی طرف مائل تھے کہ جس وقت حضرت مولوی سیّد محمد احسن صاحب کے لئے ایک رقم معقول چندہ ماہواری کی جو چالیس روپیہ ماہواری سے کم نہ ہو، قرار پا جائے تو اس وقت مولوی صاحب کو پنجاب میں بُلا لیا جائے اور جس وقت وہ تشریف لے آویں اسی تاریخ سے ماہواری چندہ ادا کرنا لازم سمجھا جائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کو اس تفرقہ اور پریشانی میں ڈالنا ضروری نہیں۔ خدمت دین کا کام وہ بھوپال میں رہ کر بھی کر سکتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہر یک صاحب جو چندہ دینے کو طیار ہیں یکم اگست ۱۸۹۲ء سے اپنے ذمہ چندہ واجب الادا قرار دیں اور دو ماہ کا چندہ یعنے بابت اگست اور ستمبر ۱۸۹۲ء بلا توقف مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔ اور آئندہ

ماہ بماہ یا دو ماہ کے بعد یا غایت تین ماہ کے بعد جس طرز سے سہولیت دیکھیں براہ راست اپنا اپنا چندہ مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں ارسال فرمادیا کریں۔ اور میری معرفت چندہ بھیجنا کچھ ضرورت نہیں بلکہ اس میں حرج متصور ہے۔ چاہیئے کہ براہ راست بھوپال دارالریاست میں چوبدارپورہ کے محلہ میں چندہ بھیجدیا کریں۔ اور اب تک جن جن صاحبوں نے حضرت مولوی سیّد محمد احسن صاحب کے لئے چندہ دینا تجویز کیا ہے ان کے نام نامی معہ تعداد چندہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔

نمبر شمار	نام چندہ دہندہ معہ پتہ سکونت	تعداد چندہ
۱	منشی ہاشم علی صاحب پٹواری برنالہ علاقہ ریاست پٹیالہ	۴ر
۲	شہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانہ کھڈ محلہ	۲ر
۳	منشی رستم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر ریلوے	عار
۴	منشی فیاض علی صاحب دارالریاست کپورتھلہ	۴ر
۵	منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلہ	۴ر
۶	شیخ رحمت اللہ صاحب گجرات پنجاب	عہر
۷	دولت خاں ملازم مقام کالکا اسٹیشن کالکا	۴ر
۸	مفتی محمد صادق مدرس جموں متوطن بھیرہ	۴ر
۹	حکیم فضل الدین صاحب بھیروی	عار
۱۰	بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک انبالہ چھاؤنی	عہر
۱۱	خلیفہ نوردین صاحب تاجر کتب جموں	عہر
۱۲	حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب	صہر
۱۳	سید حمید شاہ صاحب زبانی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب	۸ر

نمبر شمار	نام چندہ دہندہ معہ پتہ سکونت	تعداد چندہ
۱۴	مولوی غلام قادر فصیح صاحب سیالکوٹ	عا ر
۱۵	میاں محمد علی صاحب لاہور معرفت بابو نبی بخش صاحب کلرک دفتر اگزیمینر ریلوے	۴ر
۱۶	میاں مظفر دین صاحب لاہور معرفت 〃 〃 〃	۴ر
۱۷	میاں عبد الرحمٰن صاحب لاہور 〃 〃 〃	۴ر
۱۸	حافظ فضل احمد صاحب لاہور 〃 〃 〃	۴ر
۱۹	منشی مولا بخش صاحب لاہور 〃 〃 〃	۴ر
۲۰	بابو نبی بخش کلرک دفتر اگزیمینر صاحب لاہور ریلوے	۸ر
۲۱	سید امیر علیشاہ صاحب سارجنٹ ضلع سیالکوٹ	عہ ر
۲۲	سید تفضیلت علیشاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر کڑیانوالہ۔ گجرات	عہ ر

ان تمام حضرات کی خدمت میں مکرر عرض ہے کہ اگر کوئی مجبوری بشریت یا کوئی پریشانی مانع نہ ہو تو ضرور اس اشتہار کے پہنچنے کے ساتھ ہی دو ماہہ چندہ یعنی بابت اگست ستمبر ۹۲ء حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی خدمت میں بلا توقف ارسال فرماویں۔ پتہ وہی بھوپال محلہ چوبدار پورہ۔ لیکن جو حضرات کسی پریشانی یا تبدل حال کی وجہ سے بالفعل مجبور ہوں وہ اس عرضداشت سے مستثنٰی ہیں۔

اطلاع اور خوشخبری

کتاب آئینہ کمالات اسلام پانچ جزو تک چھپ چکی ہے۔ لیکن پہلے جو ارادہ کیا گیا تھا اس سے کتاب کی ضخامت بڑھ گئی ہے۔ شاید دو چند یا اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے دو حصے کئے جائیں۔ ہر یک حصہ قیمت مناسب کے ساتھ شائع ہوگا اور شاید ایک ماہ تک پہلا حصہ شائع ہو جائے۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء بروز دوشنبہ   مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان ضلع گورداسپور

اطلاع } ہمارے یہاں قادیان میں شیخ نور احمد صاحب کا پریس آگیا ہے۔ اگر ہمارے دوستوں میں سے یا دوستوں کے دوستوں میں سے اس پریس میں کچھ چھپانا چاہیں تو پریس کی امداد اور قادیان میں اس کے قائم رہنے کا موجب ہو سکتا ہے۔

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۸۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد ہذا بخدمت جمیع احباب مخلصین التماس ہے کہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو مقام قادیان میں اس عاجز کے محبوں اور مخلصوں کا ایک جلسہ منعقد ہوگا۔ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ

اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں چنانچہ انہیں دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں۔ اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم۔ کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت طیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالےٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے۔ اور خدا تعالےٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان

سُننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہمّ و غم دُور فرما دے۔ اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مُرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھا دے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر اُن کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔

والسّلام علٰی من اتبع الہدٰی

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ۔ عفی اللہ عنہ

(۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۸ کے دو صفحہ پر ہے) (مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

---

(۸۹)

مُباہلہ کے لئے اشتہار

اُن تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلافات کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں۔ عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا تعالیٰ سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں۔ اسی طرح

پر کہ اوّل آپ کو مجلس مُباہلہ میں اپنے عقاید کے دلائل از روئے قرآن اور حدیث کے سُناؤں اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مُباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بٹالوی۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے تمام وہ مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور میں ان تمام بزرگوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مُہلت دیتا ہوں۔ اگر چار ماہ تک ان لوگوں نے مجھ سے بشرائط متذکرہ بالا مباہلہ نہ کیا اور نہ کافر کہنے سے باز آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی حُجّت اُن پر پوری ہوگی۔ میں اوّل یہ چاہتا تھا کہ وہ تمام بے جا الزامات جو میری نسبت ان لوگوں نے قائم کر کے موجب کُفر قرار دیئے ہیں اس رسالہ میں ان کا جواب شائع کروں۔ لیکن بباعث بیمار ہوجانے کاتب اور حرج واقع ہونے کے ابھی تک وہ حصّہ طبع نہیں ہو سکا۔ سو میں مباہلہ کی مجلس میں وہ مضمون بہرحال سُنادوں گا۔ اگر اس وقت طبع ہوگیا ہو یا نہ ہوا ہو۔ لیکن یاد رہے کہ ہماری طرف سے یہ شرط ضروری ہے کہ تکفیر کا فتویٰ لکھنے والوں نے جو کچھ سمجھا ہے اوّل اس تحریر کی غلطی ظاہر کی جائے۔ اور اپنی طرف سے دلائل شافیہ کے ساتھ اتمام حجّت کیا جائے اور پھر اگر باز نہ آویں تو اُسی مجلس میں مباہلہ کیا جائے۔ اور مباہلہ کی اجازت کے بارے میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا۔ وہ یہ ہے:۔

نظر اللہ الیک معطرًا۔ وقالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا۔ قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ قالوا کتاب ممتلئ من الکفر والکذب۔ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم

ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

یعنے خدا تعالیٰ نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قایم کر دے گا کہ جو دنیا میں فساد پھیلا دے۔ تو خدا تعالیٰ نے اُن کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے۔ سو ان کو کہدے کہ آؤ ہم اور تم معہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں۔ پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔

یہ وہ اجازت مباہلہ ہے جو اس عاجز کو دی گئی۔ لیکن ساتھ اس کے جو بطور تبشیر کے اور الہامات ہوئے ان میں سے بھی کسی قدر لکھتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔ یوم یجئ الحق ویکشف الصدق ویخسر الخاسرون۔ انت معی وانا معک ولا یعلمھا الا المسترشدون۔ نرد الیک الکرۃ الثانیہ ونبدلنک من بعد خوفک امنًا۔ یأتی قمر الانبیاء و امرک یتأتی۔ یسر اللہ وجھک وینیر برھانک۔ سیولد لک الولد ویدنٰی منک الفضل۔ ان نوری قریب وقالوا انی لک ھذا قل ھو اللہ عجیب۔ ولا تیئس من روح اللہ۔ انظر الی یوسف واقبالہ۔ قد جاء وقت الفتح والفتح اقرب۔ یخرون علی المساجد ربنا اغفر لنا انا کنا خاطئین۔ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ اردت ان استخلف فخلقت اٰدم نجی الاسرار انا خلقنا الانسان فی یوم موعود۔ یعنی اس دن حق آئے گا اور صدق کھل جائے گا اور جو لوگ خسارہ میں ہیں وہ خسارہ میں پڑیں گے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں

ہم پھر تجھ کو غالب کریں گے۔ اور خوف کے بعد امن کی حالت عطا کر دیں گے۔ نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا۔ اور تیرے برہان کو روشن کردیگا اور تجھے ایک بیٹا عطا ہو گا۔ اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نور نزدیک ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مراتب تجھ کو کہاں۔ ان کو کہہ کہ وہ خدا عجیب خدا ہے۔ اس کے ایسے ہی کام ہیں۔ جس کو چاہتا ہے اپنے مقربوں میں جگہ دیتا ہے۔ اور میرے فضل سے نومید مت ہو۔ یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو۔ فتح کا وقت آرہا ہے اور فتح قریب ہے۔ مخالف یعنی جن کے لئے توبہ مقدر ہے اپنے سجدہ گاہوں میں گرینگے کہ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ خدا تمہیں بخش دیگا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ایک اپنا خلیفہ زمین پر مقرر کروں تو میں نے آدم کو پیدا کیا جو نجی الاسرار ہے۔ ہم نے ایسے دن اس کو پیدا کیا جو وعدہ کا دن تھا یعنے جو پہلے سے پاک نبی کے واسطہ سے ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ فلاں زمانہ میں پیدا ہو گا۔ اور جس وقت پیدا ہو گا فلاں قوم دُنیا میں اپنی سلطنت اور طاقت میں غالب ہو گی اور فلاں قسم کی مخلوق پرستی روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہو گی۔ اسی زمانہ میں وہ موعود پیدا ہوا۔ اور وہ صلیب کا زمانہ اور عیسٰی پرستی کا زمانہ ہے۔ جو شخص کہ سمجھ سکتا ہے چاہیئے کہ ہلاک ہونے سے پہلے سمجھ لے۔ یکسر الصلیب پر غور کرے یقتل الخنزیر کو سوچے۔ یضع الجزیۃ کو نظر تدبر سے دیکھے جو یہ سب امور اہل کتاب کے حق میں اور ان کی شان میں صادق آسکتے ہیں نہ کسی اور کے حق میں۔ پھر جب تسلیم کیا گیا کہ اس زمانہ میں اعلیٰ طاقت عیسائی مذہب کی طاقت اور عیسائی گورنمنٹوں کی طاقت ہو گی جیسا کہ قرآن کریم بھی اسی بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے تو پھر ان طاقتوں کے ساتھ ایک فرضی اور خیالی اور وہمی دجّال کی گنجائش کہاں۔ یہی لوگ تو ہیں جو تمام زمین پر محیط ہو گئے ہیں۔ پھر اگر ان کے مقابل پر کوئی اور دجّال خارج ہو تو وہ باوجود ان کے کیونکر زمین پر محیط ہو۔ ایک میان میں دو تلواریں تو سما نہیں سکتیں جب ساری زمین پر دجّال کی بادشاہت

ہوگی تو پھر انگریز کہاں ہوں گے اور روس کہاں اور جرمن اور فرانس وغیرہ یورپ کی بادشاہتیں کہاں جائیں گی۔ حالانکہ مسیح موعود کا عیسائی سلطنتوں کے وقت ظاہر ہونا ضروری ہے۔ اور جب مسیح موعودؑ کے لئے یہی ضروری ہے کہ دنیا میں عیسائی طاقتوں کو ہی دنیا پر غالب پاوے اور تمام مفاسد کی کنجیاں انہیں کے ہاتھ میں دیکھے انہیں کی صلیبوں کو توڑے اور انہیں کے خنزیروں کو قتل کرے اور انہیں کو اسلام میں داخل کرکے جزیہ کا قصہ تمام کرے۔ تو پھر سوچو کہ فرضی دجّال کی سلطنت باوجود عیسائی سلطنت کے کیونکر ممکن ہے۔ مگر یہ غلط ہے کہ مسیح موعود ظاہری تلوار کے ساتھ آئے گا۔ تعجب کہ یہ علماء یضع الحرب کے کلمہ کو کیوں نہیں سوچتے اور حدیث الائمۃ من القریش کو کیوں نہیں پڑھتے پس جبکہ ظاہری سلطنت اور خلافت اور امامت بجز قریش کے کسی کے لئے روا ہی نہیں تو پھر مسیح موعود جو قریش میں سے نہیں ہے۔ کیونکر ظاہری خلیفہ ہو سکتا ہے اور یہ کہنا کہ وہ مہدی سے بیعت کرے گا اور اس کا تابع ہوگا اور نوکروں کی طرح اس کے کہنے سے تلوار اُٹھائے گا۔ عجب بیہودہ باتیں ہیں۔ نہیں حضرات خدا تعالےٰ آپ لوگوں کو ہدایت دے۔ مسیح موعود کی روحانی خلافت ہے۔ دنیا کی بادشاہتوں سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔ اس کو آسمانی بادشاہت دی گئی ہے۔ اور آج کل یہ زمانہ بھی نہیں کہ تلوار سے لوگ سچا ایمان لاسکیں۔ آجکل تو پہلی تلوار پر ہی نادان لوگ اعتراض کر رہے ہیں۔ چہ جائیکہ نئے سرے ان کو تلواروں سے قتل کیا جائے۔ ہاں روحانی تلوار کی سخت حاجت ہے سو وہ چلے گی اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

اب ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔ لیکن ذیل میں ایک روحانی تلوار مخالفوں پر چلا دیتے ہیں اور وہ یہ ہے[1]:۔

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۱۶۱ سے صفحہ ۱۷۱ تک ہے)

---

[1] یہ اشارہ اس اشتہار کی طرف ہے جو آگے نمبر ۹۰ پر درج ہے (مرتب)

(۹۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

(اللہ اکبر ضربت الذلۃ علیٰ کل مخالف)

اشتہار

بنام جملہ پادری صاحبان و ہندو صاحبان و آریہ صاحبان و برہمو صاحبان و سکھ صاحبان و دہری صاحبان و نیچری صاحبان وغیرہ صاحبان

الحمد للّٰہ الّذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدّین کلّہ ولو کرہ المشرکون۔ والصّلوٰۃ والسّلام علٰی خیر رسلہ و افضل انبیائہ وسلالۃ اصفیائہ محمّد المصطفٰی الّذی یصلّی علیہ اللّٰہ وملائکتہ والمؤمنون المقربون۔ امّا بعد چونکہ اس زمانہ میں مذاہب مندرجہ عنوان تسلیم قرآن کے سخت مخالف ہیں اور اکثر ان کے ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے اور قرآن شریف کو ربّانی کلام تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے رسُول کریمؐ کو مفتری اور ہمارے صحیفہ پاک کتاب اللہ کو مجموعہ افترا قرار دیتے ہیں۔ اور ایک زمانہ دراز ہم میں اور ان میں مباحثات میں گذر گیا۔ اور کامل طور پر ان کے تمام الزامات کا جواب دے دیا گیا۔ اور جو ان کے مذاہب اور کتب پر الزامات عاید ہوتے

ہیں وہ شرطیں باندھ کر اُن کو سُنائے گئے اور ظاہر کر دیا گیا کہ ان کے مذہبی اصول اور عقائد اور قوانین جو اسلام کے مخالف ہیں۔ کیسے دُور از صداقت اور جائے ننگ و عار ہیں۔ مگر پھر بھی ان صاحبوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور نہ ہی اپنی شوخی اور بدزبانی کو چھوڑا۔ آخر ہم نے پورے پورے اتمام حجّت کی غرض سے یہ اشتہار آج لکھا ہے۔ جس کا مختصر مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

صاحبو! تمام اہل مذاہب جو سزا جزا کو مانتے ہیں اور بقار رُوح اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اگرچہ صدہا باتوں میں مختلف ہیں مگر اس کلمہ پر سب اتفاق رکھتے ہیں جو خدا موجود ہے۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسی خدا نے ہمیں یہ مذہب دیا ہے اور اسی کی یہ ہدایت ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کی مرضی پر چلنے والے اور اس کے پیارے بندے صرف ہم لوگ ہیں اور باقی سب مورد غضب اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالےٰ سخت ناراض ہے۔ پس جبکہ ہر یک کا دعویٰ ہے کہ میری راہ خدا تعالےٰ کی مرضی کے موافق ہے۔ اور مدار نجات اور قبولیت فقط یہی راہ ہے وبس۔ اور اسی راہ پر قدم مارنے سے خدا تعالےٰ راضی ہوتا ہے اور ایسوں سے ہی وہ پیار کرتا ہے اور ایسوں کی ہی وہ اکثر اور اغلب طور پر باتیں مانتا ہے اور دُعائیں قبول کرتا ہے۔ تو پھر فیصلہ نہایت آسان ہے اور ہم اس کلمہ مذکورہ میں ہر یک صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بھی یہ سچ ہے کہ سچے اور جھوٹے میں اسی دنیا میں کوئی ایسا مابہ الامتیاز قائم ہونا چاہیئے۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہو۔ یُوں تو کوئی اپنی قوم کو دوسری قوموں سے خدا ترسی اور پرہیزگاری اور توحید اور عدل اور انصاف اور دیگر اعمال صالحہ میں کم نہیں سمجھے گا۔ پھر اس طور سے فیصلہ ہونا محال ہے۔ اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں وہ قابل تعریف باتیں ایک بے نظیر کمال کے ساتھ پائی جاتی ہیں جن سے اسلام کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے

مثلاً جیسے اسلام کی توحید، اسلام کا تقویٰ، اسلام کے قواعد، حفظان عفت، حفظان حقوق جو عملاً و اعتقاداً کروڑہا افراد میں موجود ہیں۔ اور اس کے مقابل پر جو کچھ ہمارے مخالفوں کی اعتقادی اور عملی حالت ہے۔ وہ ایسی شے ہے جو کسی منصف سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جبکہ تعصب درمیان ہے تو اسلام کی ان خوبیوں کو کون قبول کرسکتا ہے اور کون سُن سکتا ہے۔ سو یہ طریق نظری ہے اور نہایت بدیہی طریق جو دیہات کے ہل چلانے والے اور جنگلوں کے خانہ بدوش بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں یہ ہے کہ اس جنگ و جدل کے وقت میں جو تمام مذاہب میں ہو رہا ہے اور اب کمال کو پہنچ گیا ہے، اسی سے مدد طلب کریں جس کی راہ میں یہ جنگ و جدل ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور در حقیقت اسی کے بارے میں یہ سب لڑائیاں ہیں۔ تو بہتر ہے کہ اسی سے فیصلہ چاہیں۔ اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں اور دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا پُتلا خیال کرتا ہوں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دُعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ جو بجز سچے نبی کے پیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ مل نہیں سکتا اور وہ کلام الٰہی جو دوسرے ظنی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سُن رہا ہوں۔ اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ ببرکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔ اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے۔ اس کے لئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ

امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دُعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی، اس کے حوالہ کر دوں گا۔ یا جس طور سے اس کی تسلّی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلّی دُوں گا۔ میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان روا رکھتا ہوں۔ میں دل سے یہ کہتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے۔ میں اس کو قبول کر لوں گا۔ میں ہرگز عذر نہیں کروں گا۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو بہتر ہے کہ کسی سخت سزا سے ہلاک ہو جاؤں اور اگر میں سچا ہوں تو چاہتا ہوں کہ کوئی ہلاک شدہ میرے ہاتھ سے بچ جائے۔ اے حضرات پادری صاحبان جو اپنی قوم میں معزز اور ممتاز ہو۔ آپ لوگوں کو اللہ جلشانہٗ کی قسم ہے جو اس طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ اس صادق انسان کی محبت ہے جس کا نام عیسٰی مسیح ہے تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ضرور میرے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ آپ کو اُس خدا کی قسم ہے جس نے مسیح کو مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا کیا۔ جس نے انجیل نازل کی۔ جس نے مسیح کو وفات دے کر پھر مُردوں میں نہیں رکھا۔ بلکہ اپنی زندہ جماعت ابراہیم اور موسٰی اور یحییٰ اور دوسرے نبیوں کے ساتھ شامل کیا اور زندہ کر کے انہیں کے پاس آسمان پر بُلا لیا جو پہلے اس سے زندہ کئے گئے تھے۔ کہ آپ لوگ میرے مقابلہ کے لئے ضرور کھڑے ہو جائیں۔ اگر حق تمہارے ہی ساتھ ہے اور سچ مچ مسیح خدا ہی ہے تو پھر تمہاری فتح ہے۔ اور اگر وہ خدا نہیں ہے اور ایک عاجز اور ناتواں انسان ہے اور حق اسلام میں ہے تو خدا تعالےٰ میری سُنے گا اور میرے ہاتھ پر وہ امر ظاہر کر دے گا جس پر آپ لوگ قادر نہیں ہو سکیں گے اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے اور نہ ایمانداروں کی نشانیاں ہم میں

موجود ہیں تو آؤ اسلام لانے کی شرط پر یکطرفہ خدا تعالیٰ کے کام دیکھو اور چاہیئے کہ تم میں سے جو نامی اور پیشرو اور اپنی قوم میں معزز شمار کئے جاتے ہیں وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک میرے مقابل پر آوے۔ اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو صرف اپنی طرف سے یہ وعدہ کر کے کہ میں کوئی ایسا کام دیکھ کر جو انسان سے نہیں ہو سکتا، ایمان لے آؤں گا اور اسلام قبول کر لوں گا۔ مجھ سے کسی نشان کے دیکھنے کی درخواست کریں۔ اور چاہیئے کہ اپنے وعدہ کو بہ ثبت شہادت بارہ کس عیسائی و مسلمان و ہندو یعنی چار عیسائی اور چار مسلمان اور چار ہندو مؤکد بہ قسم کر کے بطور اشتہار کے چھپوا دیں۔ اور ایک اشتہار مجھ کو بھی بھیجدیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ کوئی اعجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو بلا توقف اسلام کو قبول کر لیویں۔ اور اگر قبول نہ کریں تو پھر دوسرا نشان یہ ہے کہ میں اپنے خدا تعالیٰ سے چاہوں گا کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی سخت وبال نازل کرے۔ جیسے جذام یا نابینائی یا موت۔ اور اگر یہ دعا منظور نہ ہو تو پھر بھی میں ہر یک تاوان کا جو تجویز کی جائے سزاوار ہوں گا۔ یہی شرط حضرات آریہ صاحبوں کی خدمت میں بھی ہے۔ اگر وہ اپنے وید کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور ہماری پاک کتاب کلام اللہ کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں تو وہ مقابل پر آویں اور یاد رکھیں کہ وہ مقابلہ کے وقت نہایت رُسوا ہوں گے۔ ان میں دہریّت اور بے قیدی کی چالاکی سب سے زیادہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ان پر ثابت کر دے گا کہ میں ہوں۔ اور اگر مقابلہ نہ کریں تو یکطرفہ نشان بغیر کسی بیہودہ شرط کے مجھ سے دیکھیں اور میرے نشان کے منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اگر ایسا آریہ جس نے کوئی نشان دیکھا ہو، بلا توقف مسلمان نہ ہو جائے تو میں اس پر بد دُعا کروں گا۔ پس اگر وہ ایک سال تک جذام یا نابینائی یا موت کی بلا میں مبتلا نہ ہو تو ہر یک سزا اُٹھانے کے لئے میں طیار ہوں۔ اور باقی صاحبوں کے لئے بھی یہی شرائط ہیں۔ اور اگر اب

بھی میری طرف منہ نہ کریں تو ان پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہو چکی ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد۔ قادیان ضلع گورداسپورہ

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام بار اول مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۲۷۲ سے صفحہ ۲۷۸ تک ہے)

---

(۹۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قیامت کی نشانی

قرب قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ایک بڑی نشانی ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو امام بخاری اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے لائے ہیں اور وہ یہ ہے۔ یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا۔ یعنی بباعث فوت ہو جانے علماء کے علم فوت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں ملے گا۔ تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدا اور سردار قرار دے دیں گے اور مسائل دینی کی دریافت کے لئے ان کی طرف رجوع کریں گے۔ تب وہ لوگ بباعث جہالت اور عدم ملکہ استنباط مسائل خلاف طریق صدق و صواب فتویٰ دیں گے۔ پس آپ بھی گمراہ ہوں گے

اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اور پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اس زمانہ کے فتویٰ دینے والے یعنی مولوی اور محدث اور فقیہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے۔ پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حنجروں کے نیچے نہیں اُترے گا۔ یعنی اس پر عمل نہیں کریں گے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے مولویوں کے حق میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ مگر اس وقت ہم بطور نمونہ صرف اس حدیث کا ثبوت دیتے ہیں جو غلط فتووں کے بارے میں ہم اُوپر لکھ چکے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ آجکل اگر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قرب قیامت کا پتہ لگتا ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلاءِ کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں۔ اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷؍ دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں۔ اور بباعث ایام سرمایہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے۔ اب ۷؍ دسمبر ۱۸۹۲ء[1] کو اسی بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں

---

[1] دیکھئے اشتہار نمبر ۸۷ جلد ہذا صفحہ ۔ (المرتب)

اور معرفت ترقی پذیر ہو۔ اب سُنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ نے ہمّت کرکے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام ہیں ایک استفتا پیش کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسے جلسہ پر روز معین پر دُور سے سفر کرکے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کے لئے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے۔ استفتاء میں یہ آخری نمبر اس لئے بڑھائی گئی جو مستفتی صاحب نے کسی سے سُنا ہوگا جو حبی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کے لئے اپنے صرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا، قادیان میں ایک مکان بنوایا جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے۔ اس استفتار کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث شدِ رحال کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسہ پہ جانا بدعت بلکہ معصیّت ہے۔ اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لئے کتاب اور سُنت میں کوئی شہادت نہیں۔ اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔

اب منصف مزاج لوگ ایماناً کہیں کہ ایسے مولویوں اور مفتیوں کا اسلام میں موجود ہونا قیامت کی نشانی ہے یا نہیں۔ اے بھلے مانس۔۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ علم دین کے لئے سفر کرنے کے بارے میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ قرآن اور شارع علیہ السلام نے اس کو فرض ٹھہرا دیا ہے جس کا عمداً تارک مرتکب کبیرہ اور عمداً انکار پہ اصرار بعض صورتوں میں کُفر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ نہایت تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلمٍ و مسلمةٍ اور فرمایا گیا ہے کہ اطلبوا العلم و لو کان فی الصین۔ یعنی علم طلب کرنا ہر یک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں جانا

پڑے۔ اب سوچو کہ جس حالت میں یہ عاجز اپنے صریح صریح اور ظاہر ظاہر الفاظ سے اشتہار میں لکھ چکا کہ یہ سفر ہر یک مخلص کا طلب علم کی نیت سے ہوگا۔ پھر یہ فتویٰ دینا کہ جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔ کس قدر دیانت اور امانت اور انصاف اور تقویٰ اور طہارت سے دُور ہے۔ رہی یہ بات کہ ایک تاریخ مقررہ پر تمام بھائیوں کا جمع ہونا تو یہ صرف انتظام ہے اور انتظام سے کوئی کام کرنا اسلام میں کوئی مذموم امر اور بدعت نہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔ بدظنی کے مادہ فاسد کو ذرا دُور کر کے دیکھو کہ ایک تاریخ پر آنے میں کونسی بدعت ہے جب کہ ۲۷ دسمبر کو ہر یک مخلص بآسانی ہمیں مل سکتا ہے اور اس کے ضمن میں ان کی باہم ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ تو اس سہل طریق سے فائدہ اٹھانا کیوں حرام ہے۔ تعجب کہ مولوی صاحب نے اس عاجز کا نام مردود تو رکھ دیا مگر آپ کو وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں طلب علم کے لئے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نسبت ترغیب دی ہے اور جن میں ایک بھائی مسلمان کی ملاقات کیلئے جانا موجب خوشنودی خدائے عزوجل قرار دیا ہے اور جن میں سفر کر کے زیارت صالحین کرنا موجب مغفرت اور کفارہ گناہاں لکھا ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ سراسر جہالت ہے کہ شدّ رحال کی حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ بجز قصد خانہ کعبہ یا مسجد نبوی یا بیت المقدس اَور تمام سفر قطعی حرام ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مختلف اغراض کے لئے سفر کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی سفر طلب علم ہی کیلئے ہوتا ہے اور کبھی سفر ایک رشتہ دار یا بھائی یا بہن یا بیوی کی ملاقات کے لئے۔ یا مثلاً عورتوں کا سفر اپنے والدین کے ملنے کے لئے یا والدین کا اپنی لڑکیوں کی ملاقات کے لئے۔ اور کبھی مرد اپنی شادی کے لئے اور کبھی تلاش معاش کے لئے اور کبھی پیغام رسانی کے طور پر اور کبھی زیارت صالحین کے لئے سفر کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی کے ملنے کے لئے سفر کیا تھا۔ اور کبھی سفر جہاد کے لئے بھی ہوتا ہے۔ خواہ وہ جہاد تلوار سے ہو اور خواہ بطور مباحثہ کے اور کبھی سفر بہ نیت مباہلہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی سفر اپنے مُرشد کے ملنے کے لئے جیسا کہ ہمیشہ اولیاء کبار جن میں سے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور حضرت بایزید بسطامی اور حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجدد الف ثانی بھی ہیں۔ اکثر اس غرض سے بھی سفر کرتے رہے جن کے سفرنامے اکثر اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اب تک پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی سفر فتویٰ پوچھنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے اس کا جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اور امام بخاری کے سفر طلب علم حدیث کے لئے مشہور ہیں۔ شاید میاں رحیم بخش کو خبر نہیں ہوگی۔ اور کبھی سفر عجائبات دُنیا کے دیکھنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جس کی طرف آیت کریمہ قل سیروا فی الارض اشارت فرما رہی ہے اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیت کریمہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین ہدایت فرماتی ہے۔ اور کبھی سفر عیادت کے لئے بلکہ اتباع جنازہ کے لئے بھی ہوتا ہے اور کبھی بیمار یا بیماردار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا ہے۔ اور کبھی کسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے۔ اور یہ تمام قسم سفر کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے رُو سے جائز ہیں بلکہ زیارت صالحین اور ملاقات اخوان اور طلب علم کے سفر کی نسبت احادیث صحیحہ میں بہت کچھ حث و ترغیب پائی جاتی ہے۔ اگر اس وقت وہ تمام حدیثیں لکھی جائیں تو ایک کتاب بنتی ہے۔ ایسے فتویٰ لکھانے والے اور لکھنے والے یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو بھی تو اکثر اس قسم کے سفر پیش آجاتے ہیں۔ پس اگر بجز تین مسجدوں کے اور تمام سفر کرنے حرام ہیں تو چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے تمام رشتے ناطے اور عزیز اقارب چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور کبھی اُن کی ملاقات یا ان کی غمخواری یا ان کی بیمار پُرسی کے لئے بھی سفر نہ کریں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ بجز ایسے آدمی کے جس کو تعصب اور جہالت نے اندھا کر دیا ہو۔ وہ ان تمام سفروں کے جواز میں متامل ہو سکے۔ صحیح بخاری کا صفحہ ۱۶ کھول کر

دیکھو کہ سفر طلب علم کے لئے کس قدر بشارت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ من سلك طريقًا يطلب به علمًا سهل الله له طريق الجنة یعنے جو شخص طلب علم کے لئے سفر کرے اور کسی راہ پہ چلے تو خدا تعالےٰ بہشت کی راہ اس پہ آسان کر دیتا ہے۔ اب اے ظالم مولوی ذرا انصاف کر کہ تو نے اپنے بھائی کا نام جو تیری طرح کلمہ گو اہل قبلہ اور اللہ رسولؐ پہ ایمان لاتا ہے، مردود رکھا اور خدا تعالےٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بکلی محروم قرار دیا اور اس صحیح حدیث بخاری کی بھی کچھ پرواہ نہ کی کہ اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامة من قال لا اله الا الله خالصًا من قلبه او نفسه - اور مردود ٹھہرانے کی اپنے فتویٰ میں وجہ یہ ٹھہرائی کہ ایسا اشتہار کیوں شائع کیا اور لوگوں کو جلسہ پر بُلانے کے لئے کیوں دعوت کی۔ اے ناخدا ترس ذرا آنکھ کھول اور پڑھ کہ اس اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کا کیا مضمون ہے۔ کیا اپنی جماعت کو طلب علم اور حل مشکلات دین اور ہمدردی اسلام اور برادرانہ ملاقات کے لئے بُلایا ہے یا اس میں کسی اور میلہ تماشا اور راگ اور سرود کا ذکر ہے۔ اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو! تم اللہ جل شانہٗ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ کیا ایک دن مرنا نہیں یا ہر یک مؤاخذہ تم کو معاف ہے۔ حق بات کو سُنکر اور اللہ اور رسُولؐ کے فرمودہ کو دیکھ کر تمہیں یہ خیال تو نہیں آتا کہ اب اپنی ضد سے باز آجائیں۔ بلکہ مقدمہ باز لوگوں کی طرح یہ خیال آتا ہے کہ آؤ کسی طرح باتوں کو بنا کر اس کا رد چھاپیں۔ تا لوگ نہ کہیں کہ ہمارے مولوی صاحب کو کچھ جواب نہ آیا۔ اس قدر دلیری اور بد دیانتی اور یہ بخل اور بغض کس عمر کے لئے۔ آپ کو فتویٰ لکھنے کے وقت وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں علم دین کیلئے اور اپنے شبہات دُور کرنے کے لئے اور اپنے دینی بھائیوں اور عزیزوں کو ملنے کے لئے سفر کرنے کو موجب ثواب کثیر و اجر عظیم قرار دیا ہے۔ بلکہ زیارت صالحین کے لئے سفر کرنا قدیم سے سُنّت سلف صالح چلی آئی ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب

قیامت کے دن ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے سخت مؤاخذہ میں ہوگا تو اللہ جل شانہٗ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لئے کبھی تو گیا تھا تو وہ کہے گا۔ بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہوگئی تھی تب خدا تعالےٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو۔ میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔ اب اے کوتہ نظر مولوی ذرا نظر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے۔ اور اگر کسی کے دل میں یہ دھوکہ ہو کہ اس دینی جلسہ کے لئے ایک خاص تاریخ کیوں مقرر کی ایسا فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کب ثابت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کو دیکھو کہ اہل بادیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسائل دریافت کرنے کے لئے اپنی فرصت کے وقتوں میں آیا کرتے تھے اور بعض خاص خاص مہینوں میں ان کے گروہ فرصت پاکر حاضر خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے۔ اور صحیح بخاری میں ابی جمرہ سے روایت ہے۔ قال ان وفد عبد القیس اتوا النبی صلے اللہ علیہ وسلم قالوا انا نأتیک من شقۃ بعیدۃ ولا نستطیع ان نأتیک الا فی شھر حرام۔ یعنی ایک گروہ قبیلہ عبد القیس کے پیغام لانے والوں کا جو اپنی قوم کی طرف سے آئے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ ہم لوگ دور سے سفر کرکے آتے ہیں اور بجز حرام مہینوں کے ہم حاضر خدمت نہیں ہو سکتے۔ اور ان کے قول کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ردّ نہیں کیا اور قبول کیا۔ پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ طلب علم یا دینی ملاقات کے لئے کسی اپنے مقتدا کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں وہ اپنی گنجائش فرصت کے لحاظ سے ایک تاریخ مقرر کر سکتے ہیں۔ جس تاریخ میں وہ بآسانی اور بلاحرج حاضر ہو سکیں۔ اور یہی صورت ۲۷؍ دسمبر کی تاریخ میں ملحوظ ہے۔ کیونکہ وہ دن تعطیلوں کے ہوتے ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ بسہولت اُن دنوں میں آسکتے ہیں۔ اور

خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اس دین میں کوئی حرج کی بات نہیں رکھی گئی
یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مثلاً کسی تدبیر یا انتظام سے ایک کام جو دراصل
جائز اور روا ہے، سہل اور آسان ہو سکتا ہے تو وہی تدبیر اختیار کر لو۔ کچھ مضائقہ نہیں
ان باتوں کا نام بدعت رکھنا ان اندھوں کا کام ہے جن کو نہ دین کی عقل دی گئی نہ
دنیا کی۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی دینی تعلیم کی مجلس پر تاریخ مقرر کرنے کے
لئے ایک خاص باب منعقد کیا ہے جس کا یہ عنوان ہے۔ من جعل لاھل العلم
ایاماً معلومۃ۔ یعنی علم کے طالبوں کے ۔ ۔ ۔ افادہ کے لئے خاص دنوں کو
مقرر کرنا بعض صحابہ کی سُنّت ہے۔ اس ثبوت کے لئے امام موصوف اپنی صحیح میں
ابی وائل سے یہ روایت کرتے ہیں۔ کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس
یعنی عبداللہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا اور جمعرات
میں ہی اس کے وعظ پر لوگ حاضر ہوتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جل شانہٗ نے
قرآن کریم میں تدبیر اور انتظام کے لئے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ جو
احسن تدبیر اور انتظام خدمت اسلام کے لئے ہم قرین مصلحت سمجھیں اور دشمن پر
غالب ہونے کے لئے مفید خیال کریں وہی بجا لاویں۔ جیسا کہ وہ عزّ اسمہٗ فرماتا ہے
واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ۔ یعنی دینی دشمنوں کے لئے ہر ایک قسم
کی تیاری جو کر سکتے ہو کرو۔ اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے جو قوت لگا سکتے ہو
لگاؤ۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرما رہی ہے کہ جو
تدبیریں خدمت اسلام کے لئے کارگر ہوں سب بجا لاؤ۔ اور تمام قوت اپنے فکر کی
اپنے بازو کی۔ اپنی مالی طاقت کی۔ اپنے احسن انتظام کی۔ اپنی تدبیر شائستہ کی اس
راہ میں خرچ کرو تا تم فتح پاؤ۔ اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی اس صرف
قوت اور حکمت عملی کا نام بدعت رکھتے ہیں۔ اس وقت کے یہ لوگ عالم کہلاتے ہیں

جن کو قرآن کریم کی بھی خبر نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

اس آیت موصوفہ بالا پر غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ برطبق حدیث نبوی انما الاعمال بالنیات کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کے لئے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے۔ جیسے بوجہ تبدل زمانہ کے اسلام کو نئی نئی صورتیں مشکلات کی پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے۔ بدعات سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔ اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سید و مولےٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں۔ مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ وجدل بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہوگئے اور نئے نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے۔ اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اور اٹھانا اور ان سے کام لینا ملوک اسلام بدعت سمجھیں اور میاں رحیم بخش جیسے مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا اور نہ صحابہؓ اور تابعین نے تو فرمائیے کہ بجز اس کے کہ ایک ذلت کے ساتھ اپنی ٹوٹی پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتحیاب ہو جائے، کوئی اور بھی اس کا نتیجہ ہوگا۔ پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظام میں خواہ وہ مثلاً جنگ وجدل ظاہری ہو یا باطنی اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی، ہماری ہدایت پانے کے لئے یہ آیت کریمہ موصوفہ بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ۔ اللہ جل شانہٗ اس آیت میں ہمیں عام اختیار دیتا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں مؤثر اور بہتر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو۔ پس اب ظاہر ہے کہ احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصاف

دین کو جو دن رات اعلاء کلمہ اسلام کے فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حب الانصار من الایمان ان کو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کی روحانی صورتیں مسخ شدہ ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ حدیث کہ حب الانصار من الایمان و بغض الانصار من النفاق یعنی انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔ یہ ان انصار کے حق میں ہے جو مدینہ کے رہنے والے تھے نہ عام اور تمام انصار تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو اس زمانہ کے بعد انصار رسول اللہ ہوں ان سے بغض رکھنا جایز ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ یہ حدیث گو ایک خاص گروہ کے لئے فرمائی گئی مگر اپنے اندر عموم کا فائدہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اکثر آیتیں خاص گروہ کے لئے نازل ہوئیں مگر ان کا مصداق عام قرار دیا گیا ہے۔ غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں۔ انصار دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں صرف خاین مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔ ہر یک مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالےٰ جلد اسلام کو ان خاین مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے کیونکہ اسلام پر اب ایک نازک وقت ہے اور یہ نادان دوست اسلام پر ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں۔ اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو صریح ہر یک شخص کے نور قلب کو خلاف صداقت نظر آتی ہیں۔ امام بخاری پر اللہ تعالےٰ رحمت کرے۔ انہوں نے اس بارے میں بھی اپنی کتاب میں ایک باب باندھا ہے چنانچہ وہ اس باب میں لکھتے ہیں۔ قال علی رضی اللہ عنہ حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ اور بخاری کے حاشیہ میں اس کی شرح میں لکھا ہے ای تکلموا الناس علیٰ قدر عقولھم۔ یعنی لوگوں سے اللہ رسولؐ کے فرمودہ کی وہ باتیں کرو جو ان کو سمجھ آجائیں اور ان کو معقول دکھائی دیں۔ خواہ نخواہ اللہ رسولؐ کی تکذیب مت کراؤ۔ اب ظاہر ہے کہ جو مخالف اس بات کو سنیگا

کہ مولوی صاحبوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بجز تین مسجدوں یا ایک دو اور محل کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں۔ ایسا مخالف اسلام پر ہنسے گا اور شارع علیہ السلام کی تعلیم میں نقص نکالنے کے لئے اس کو موقع ملے گا۔ اس کو یہ تو خبر نہیں ہوگی کہ کسی بخل کی بنار پر یہ صرف مولوی کی شرارت ہے یا اس کی بیوقوفی ہے وہ تو سیدھا ہمارے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوگا۔ جیسا کہ انہیں مولویوں کی ایسی ہی کئی مفسدانہ باتوں سے عیسائیوں کو بہت مدد پہنچ گئی۔ مثلاً جب مولویوں نے اپنے مُنہ سے اقرار کیا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو نعوذ باللہ مُردہ ہیں مگر حضرت عیسٰی قیامت تک زندہ ہیں تو وہ لوگ اہل اسلام پر سوار ہو گئے اور ہزاروں سادہ لوحوں کو انہوں نے انہیں باتوں سے گمراہ کیا اور ان بے تمیزوں نے یہ نہیں سمجھا کہ انبیاء تو سب زندہ ہیں مُردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ معراج کی رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی سب زندہ ہیں۔ دیکھئے اللہ جل شانہٗ اپنے نبی کریم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی قرآن کریم میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے فلا تکن فی مریۃ من لقائہ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت کے بعد اپنا زندہ ہو جانا اور آسمان پر اُٹھائے جانا اور رفیق اعلیٰ کو جا ملنا بیان فرماتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح کی زندگی میں کونسی انوکھی بات ہے جو دوسروں میں نہیں۔ معراج کی رات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر زندہ پایا اور حضرت عیسٰی کو حضرت یحییٰ کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔ خدا تعالےٰ مولوی عبد الحق محدث دہلوی پر رحمت کرے۔ وہ ایک محدث وقت کا قول لکھتے ہیں کہ ان کا یہی مذہب ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہو کر کسی دوسرے نبی کی حیات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات سے قوی تر سمجھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا شاید یہ لکھا ہے کہ قریب ہے کہ وہ کافر ہو جائے۔ لیکن یہ مولوی ایسے فتنوں سے باز نہیں آتے اور محض اس عاجز سے مخالفت ظاہر کرنے کے لئے دین سے نکلے جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان سب کو صفحہ

زمین سے اٹھالے تو بہتر ہے تا دین اسلام ان کی تحریفوں سے بچ جائے۔ ذرا انصاف کرنے کا محل ہے کہ صدہا لوگ طلب علم یا ملاقات کے لئے نذیر حسین خشک معلم کے پاس دہلی میں جائیں اور وہ سفر جائز ہو اور پھر خود نذیر حسین صاحب بٹالوی صاحب کا ولیمہ کھانے کے لئے بدیں عمرو پیرانہ سالی دو سو کوس کا سفر اختیار کرکے بٹالہ میں پہنچیں اور وہ سفر بالکل روا ہو اور پھر شیخ بٹالوی صاحب سال بسال انگریزوں کے ملنے کے لئے شملہ کی طرف دوڑتے جائیں تا دنیوی عزت حاصل کرلیں اور وہ سفر ممنوع اور حرام شمار نہ کیا جائے۔ اور ایسا ہی بعض مولوی وعظ کا نام لے کر پیٹ بھرنے کے لئے مشرق اور مغرب کی طرف گھومتے پھریں اور وہ سفر جائے اعتراض نہ ہو۔ اور کوئی ان لوگوں پر بدعتی اور بد اعمال اور مردود ہونے کا فتویٰ نہ دے۔ مگر جبکہ یہ عاجز باذن و امر الٰہی دعوت حق کے لئے مامور ہو کر طلب علم کے لئے اپنی جماعت کے لوگوں کو بلاوے تو وہ سفر حرام ہو جائے۔ اور یہ عاجز اس فعل کی وجہ سے مردود کہلاوے۔ کیا یہ تقوے اور خداترسی کا طریق ہے۔ افسوس کہ یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کرسکتے۔ ہر ایک وقت اور زمانہ انتظامات جدیدہ کو چاہتا ہے۔ اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کرسکتے ہیں۔ پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی۔ جب اصل سنت محفوظ ہو اور اسی کی حفاظت کے لئے بعض تدابیر کی ہمیں حاجت پڑے تو کیا وہ تدابیر بدعت کہلائیں گی۔ معاذاللہ ہرگز نہیں۔ بدعت وہ ہے جو اپنی حقیقت میں سُنّت نبویہ کے معارض اور نقیض واقع ہو اور آثار نبویہ میں اس کام کے کرنے کے بارے میں زجر اور تہدید پائی جائے۔ اور اگر صرف جدت انتظام اور نئی تدبیر پر بدعت کا نام رکھا ہے تو پھر اسلام میں بدعتوں کو گنتے جاؤ کچھ شمار بھی ہے۔ علم صرف بھی بدعت ہوگا اور علم نحو بھی اور علم کلام بھی اور حدیث کا لکھنا اور اس کا مبوب اور مرتب کرنا سب بدعات ہوں گے۔ ایسا ہی ریل کی سواری

میں چڑھنا۔ کلوں کا کپڑا پہننا۔ ڈاک میں خط ڈالنا۔ تار کے ذریعہ سے کوئی خبر منگوانا۔ اور بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا تمام یہ کام بدعات میں داخل ہوں گے بلکہ بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا نہ صرف بدعت بلکہ ایک گناہ عظیم ٹھہرے گا۔ کیونکہ ایک حدیث صحیح میں ہے کہ آگ کے عذاب سے کسی کو ہلاک کرنا سخت ممنوع ہے۔ صحابہ سے زیادہ سُنّت کا متبع کون ہو سکتا ہے۔ مگر انہوں نے بھی سُنّت کے وہ معنی نہ سمجھے جو میاں رحیم بخش نے سمجھے انہوں نے تدبیر اور انتظام کے طور پر بہت سے ایسے جدید کام کئے کہ جو نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے۔ اور نہ قرآن کریم میں وارد ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محدثات ہی۔ دیکھو جن کا ایک رسالہ بنتا ہے۔ اسلام کے لئے ہجری تاریخ انہوں نے مقرر کی اور شہروں کی حفاظت کے لئے کوتوال مقرر کئے۔ اور بیت المال کے لئے ایک باضابطہ دفتر تجویز کیا۔ جنگی فوج کے لئے قواعد رُخصت اور حاضری ٹھہرائی اور ان کے لڑنے کے دستور مقرر کئے اور مقدمات مالی وغیرہ کے رجُوع کے لئے خاص خاص ہدائتیں مرتب کیں اور حفاظت رعایا کے لئے بہت سے قواعد اپنی طرف سے تجویز کر کے شائع کئے اور خود کبھی کبھی اپنے عہد خلافت میں پوشیدہ طور پر رات کو پھرنا اور رعایا کا حال اس طرح سے معلوم کرنا اپنا خاص کام ٹھہرایا۔ لیکن کوئی ایسا نیا کام اس عاجز نے تو نہیں کیا۔ صرف طلب علم اور مشورہ امداد اسلام اور ملاقات اخوان کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا۔ رہا مکان کا بنانا تو اگر کوئی مکان بہ نیّت مہمانداری اور بہ نیت آرام ہر یک صادر و وارد بنانا حرام ہے تو اس پر کوئی حدیث یا آیت پیش کرنی چاہیئے۔ اور اخویم حکیم نورالدین صاحب نے کیا گناہ کیا کہ محض للہ اس سلسلہ کی جماعت کے لئے ایک مکان بنوا دیا۔ جو شخص اپنی تمام طاقت اور اپنے مال عزیز سے دین کی خدمت کر رہا ہے اس کو جائے اعتراض ٹھہرانا کس قسم کی ایمانداری ہے۔ اے حضرات مرنے کے بعد معلوم ہوگا۔ ذرا صبر کرو۔ وہ وقت آتا ہے کہ ان سب منہ زوریوں سے سوال کئے جاؤ گے۔ آپ لوگ ہمیشہ یہ حدیث

پڑھتے ہیں کہ جس نے اپنے وقت کے امام کو شناخت نہ کیا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت پر مرا۔ لیکن اس کی آپ کو کچھ بھی پرواہ نہیں کہ ایک شخص عین وقت پر یعنی چودھویں صدی کے سر پر آیا اور نہ صرف چودھویں بلکہ عین ضلالت کے وقت اور عیسائیت اور فلسفہ کے غلبہ میں اس نے ظہور کیا اور بتلایا کہ میں امام وقت ہوں اور آپ لوگ اس سے منکر ہو گئے اور اس کا نام کافر اور دجّال رکھا اور اپنے بدخاتمہ سے ذرا خوف نہ کیا اور جاہلیت پر مرنا پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی کہ تم پنجوقت نمازوں میں یہ دُعا پڑھا کرو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی اے ہمارے خدا اپنے منعم علیہم بندوں کی ہمیں راہ بتا۔ وہ کون ہیں۔ نبی اور صدیق اور شہید اور صلحاء۔ اس دُعا کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ان چاروں گروہوں میں سے جس کا زمانہ تم پاؤ اس کے سایہ صحبت میں آجاؤ اور اس سے فیض حاصل کرو۔ لیکن اس زمانہ کے مولویوں نے اس آیت پر خوب عمل کیا۔ آفرین آفرین میں ان کو کس سے تشبیہ دوں۔ وہ اس اندھے سے مشابہ ہیں جو دوسروں کی آنکھوں کا علاج کرنے کے لئے بہت زور کے ساتھ لاف وگزاف مارتا ہے اور اپنی نابینائی سے غافل ہے

بالآخر میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ اگر مولوی رحیم بخش صاحب اب بھی اس فتوے سے رجوع نہ کریں تو میں ان کو اللہ جلشانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ طالب حق ہیں تو اس بات کے تصفیہ کے لئے میرے پاس قادیان میں آجائیں میں ان کی آمد و رفت کا خرچ دے دوں گا اور ان پر کتابیں کھول کر اور قرآن اور حدیث دکھلا کر ثابت کر دوں گا کہ یہ فتویٰ ان کا سراسر باطل اور شیطانی اغوا سے ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور (۱۷؍دسمبر ۱۸۹۲ء)

مطبوعہ ریاض ہند

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بطور ضمیمہ صفحہ الف تا ج طبع ہوا ہے)

(۹۲)

ناظرین کی توجہ کے لائق

اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ انسان اپنے منصوبوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں کو روک نہیں سکتا۔ یہ نظیر نہایت تشفی بخش ہے کہ سال گذشتہ میں جب ابھی فتویٰ تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا طیار نہیں ہوا تھا اور نہ انہوں نے کچھ بڑی جد و جہد اور جان کنی کے ساتھ اس عاجز کے کافر ٹھہرانے کے لئے توجہ فرمائی تھی صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان میں تشریف لائے تھے۔ مگر اب جبکہ فتویٰ طیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بعد مشقت ہر یک جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتویٰ پر مُہریں ثبت کرائیں اور وہ اور ان کے ہم مشرب علماء بڑے ناز اور خوشی سے اس بات کے مدعی ہوئے کہ گویا اب اُنہوں نے اس الٰہی سلسلہ کی ترقی میں بڑی بڑی روکیں ڈال دی ہیں۔ تو اس سالانہ جلسہ میں بجائے ۷۵ کے تین سو ستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے بیعت کی۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا اُلٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد گئیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا فعل نہیں کہ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے۔ لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں واللہ غالب علیٰ امرہٖ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اس سال میں خدا تعالیٰ نے دو نشان ظاہر کئے۔ ایک بٹالوی کا اپنی کوششوں میں نامراد رہنا۔ دوسری اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا نشان جو

نور افشاں ۱۰ رمئی ۱۸۸۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اب بھی بہتر ہے کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب باز آجائیں اور خدا تعالیٰ سے لڑائی نہ کریں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان

(یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۱۷ پر طبع ہوا ہے)

---

(۹۳)

قابلِ توجّہ احباب

اگرچہ مکرر یاد دہانی کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ لیکن چونکہ دل میں انجام خدمتِ دینی کے لئے سخت اضطراب ہے۔ اس وجہ سے پھر یہ چند سطریں بطور تاکید لکھتا ہوں۔

اے جماعت مخلصین خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے اور ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں۔ اور اپنے سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہوگی۔ سو جہاں تک ممکن ہو اس کام کے لئے کوشش کرو۔ ہمیں اس وقت تین قسم کی جمعیت کی سخت ضرورت ہے۔ جس پر ہمارے کام اشاعت حقایق و معارف دین کا سارا مدار ہے۔ اوّل یہ کہ ہمارے ہاتھ میں کم سے کم دو پریس ہوں۔ دوم ایک خوشخط کاپی نویس۔ سوم کاغذات۔ ان تینوں مصارف کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

اب چاہیئے کہ ہر ایک دوست اپنی اپنی ہمت اور مقدرت کے موافق بہت جلد بلا توقف اس چندہ میں شریک ہو اور یہ چندہ ہمیشہ ماہواری طور سے ایک تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔ بالفعل یہ تجویز ہوئی ہے کہ بقیہ براہین اور ایک اخبار جاری کیا جائے اور آئندہ جو جو ضرورتیں

پیش آئیں گی ان کے موافق وقتاً فوقتاً رسائل نکلتے رہیں گے۔ اور چونکہ یہ تمام کاروبار چندہ پر موقوف ہے اس لئے اس بات کو پہلے سوچ لینا چاہیئے کہ اُس قدر اپنی طرف سے چندہ مقرر کریں جو بہ سہولت ماہ بماہ پہنچ سکے۔

اے مردمان دین کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے۔ اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کے لئے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں۔ اب تم خدا تعالیٰ کو کسی اَور عمل سے ایسا راضی نہیں کرسکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے۔ سو جاگو اور اُٹھو اور ہوشیار ہوجاؤ۔ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اُٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں۔ اس سے مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ تم اپنا اسلام خدا تعالیٰ کو دکھلاؤ اور اتنے جھکو کہ بس فدا ہی ہوجاؤ۔

دوستاں خود را نثارِ حضرتِ جاناں کنید — در رہِ آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید

آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی — از پئے دینِ محمد کلبۂ احزاں کنید

از تعیش ہا بروں آئید اے مردانِ حق — خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۴۴ پر ہے)

(۹۴)

اشتہار کتاب آئینہ کمالات اسلام

یا ایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم

اے ایماندارو اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کریگا

اے عزیزان مدد دین متین آں کارے ست ۔ کہ بصد زہد میسّر نشود انسان را

واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام ناجی عنوان میں درج ہے ان دنوں میں اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم سے ان کو اطلاع ملے۔ اور میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا ہے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اوّل سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں اور وہ عجیب لطائف و نکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے یہ اپنا ایک نشان دکھلایا ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ کیونکر اسلام کی غربت کے زمانہ میں اپنی خاص تائیدوں کے ساتھ اس کی حمایت کرتا ہے اور کیونکر ایک عاجز انسان کے دل پر تجلی کر کے لاکھوں آدمیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتا اور ان کے حملوں کو پاش پاش کر کے دکھلا دیتا ہے۔ مجھے یہ بڑی خواہش ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اور اسلام کے شرفاء کی ذرّیت جن کے سامنے نئے علوم کی لغزشیں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں اس کتاب کو دیکھیں۔ اگر مجھے وسعت ہوتی تو میں تمام جلدوں کو مفت لِلّٰہ تقسیم کرتا۔ عزیزو! یہ کتاب قدرت حق کا ایک نمونہ ہے۔ اور انسان کی معمولی کوششیں خودبخود اس قدر ذخیرہ معارف کا پیدا نہیں کرسکتیں۔ اس کی ضخامت چھ سو صفحہ کے قریب ہے اور کاغذ عمدہ اور کتاب خوشخط اور قیمت دو روپیہ اور محصول علاوہ

ہے۔ اور یہ صرف ایک حصہ ہے اور دوسرا حصہ الگ طبع ہوگا اور قیمت اس کی الگ ہو گی۔ اور اس میں علاوہ حقایق و معارف قرآنی اور لطائف کتاب رب عزیز کے ایک وافر حصہ اُن پیشگوئیوں کا بھی موجود ہے جن کو اوّل سراج منیر میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ اور میں اس بات پر راضی ہوں کہ اگر خریداران کتاب میری اس تعریف کو خلاف واقعہ پاویں تو کتاب مجھے واپس کر دیں۔ میں بلاتوقف ان کی قیمت واپس بھیجدوں گا۔ لیکن یہ شرط ضروری ہے کہ کتاب کو دو ہفتے کے اندر واپس کریں اور دست مالیدہ اور داغی نہ ہو۔

اخیر میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی۔ اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے۔ ھذا کتاب مبارك فقوموا للاجلال والاکرام۔ یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اب گذارش مدعا یہ ہے کہ جو صاحب اس کتاب کو خریدنا چاہیں وہ بلا توقف مصمم ارادہ سے اطلاع بخشیں تاکہ کتاب بذریعہ ویلیو پے ایبل ان کی خدمت میں روانہ کی جائے۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ؁

خاکسار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

(یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام ایڈیشن اول مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۱۴ پر ہے)

(۹۵)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۔ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء۔ مندرجہ آئینہ کمالات اسلام)

عجب نورے ست در جانِ محمدؐ | عجب لعلے ست در کانِ محمدؐ
ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف | کہ گردد از محبانِ محمدؐ
عجب دارم دلِ آں ناکساں را | کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم | کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزارست صد بار | کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ
خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را | کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس | بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت | بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش | محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ | دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسُول اللہ کہ ہستم | نثارِ رُوئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند | نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے | کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
بسے سہل ست از دُنیا بُریدن | بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرۂ من | کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر اُستاد را نامے ندانم | کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم | کہ ہستم کُشتۂ آنِ محمدؐ

مرا آں گوشۂ چشمے بباید | نخواہم جز گلستانِ محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید | کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ
من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم | کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ
تو جانِ ما منور کردی از عشق | فدایت جانم اے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ | نباشد نیز شایانِ محمدؐ
چہ ہیبت ہا بداوند ایں جواں را | کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ
الا اے دشمنِ نادان و بے راہ | بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم | بجو در آل و اعوانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ | ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است | بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہش مند ہوں تو اُن کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا۔ لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

عجل جسد لہٗ خوار۔ لہ نصب وعذاب

یعنے یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل رہے گا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے۔ چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنے اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذابؔ نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اُس کی رُوح سے میرا یہ نطق ہے۔ اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر یک سزا کے بھگتنے کے لئے میں طیار ہوں۔ اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رُسوائیوں سے بڑھ کر رُسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ واضح رہے کہ اس شخص نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصور سے بھی بدن کانپتا ہے۔ اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔ کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سُنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ باایں ہمہ شوخی و خیرگی یہ شخص سخت جاہل ہے۔ عربی سے ذرہ مس نہیں۔ بلکہ دقیق اُردو لکھنے کا بھی مادہ نہیں۔ اور یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں۔ بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کے لئے دُعا کی۔ جس کا یہ جواب ملا۔ اور یہ پیشگوئی مسلمانوں کے لئے بھی نشان ہے۔ کاش وہ حقیقت کو

ؔ اب آریوں کو چاہیئے کہ سب مل کر دُعا کریں کہ یہ عذاب ان کے اس وکیل سے ٹل جائے۔ منہ

سمجھتے اور ان کے دل نرم ہوتے۔ اب میں اُسی خدا عزّوجلّ کے نام پر ختم کرتا ہوں جس کے نام سے شروع کیا تھا۔ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ محمدؐ المصطفٰی افضل الرسل وخیر الورٰی سیّدنا وسیّد کل ما فی الارض والسماء۔

خـــــــــــــاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ۔ ۲۰؍ فروری ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہے اور علیحدہ بھی ۲۰ × ۲۶ کے سائز پر شمول اشتہار نمبر ۹۶ شائع ہوا ہے)

---

(۹۶)

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رُسوا نکرد

(کلّا ان الانسان لیطغٰی ان راٰہ استغنٰی)

انسان باوجود سخت ناچیز اور مُشتِ خاک ہونے کے پھر اپنی عاجزی کو کیسے جلد بھول جاتا ہے۔ ایک ذرہ درد فرو ہونے اور آرام کی کروٹ بدلنے سے اپنی فروتنی کا لہجہ فی الفور بدل لیتا ہے۔ پنجاب کے قریباً تمام آدمی شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور سے واقف ہوں گے۔ اور میرے خیال میں ہے کہ جس ایک بیجا الزام میں اپنے پنہانی قصوروں کی وجہ

سے جن کو خدا تعالیٰ جانتا ہوگا، وہ پھنس گئے تھے وہ قصہ ہمارے ملک کے بچوں اور عورتوں کو بھی معلوم ہوگا۔ تو اس وقت ہمیں اس منسوخ شدہ قصہ سے تو کچھ مطلب نہیں۔ صرف اس بات کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اس قصہ سے تخمیناً چھ ماہ پہلے اس عاجز کو بذریعہ ایک خواب کے جتلایا گیا تھا کہ شیخ صاحب کی جائے نشست فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اُس آگ کو اس عاجز نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ہے۔ سو اسی وقت میرے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بہ یقین کامل یہ تعبیر ڈالی گئی کہ شیخ صاحب پر اور اُن کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور میرا پانی ڈالنا یہ ہوگا کہ آخر میری ہی دُعا سے نہ کسی اور وجہ سے وہ بلا دُور کی جائے گی اور میں نے اس خواب کے بعد شیخ صاحب کو بذریعہ ایک مفصل خط کے اپنے خواب سے اطلاع دے دی اور توبہ و استغفار کی طرف توجہ دلائی۔ مگر اس خط کا جواب انہوں نے کچھ نہ لکھا آخر قریباً چھ ماہ گذرنے پر ایسا ہی ہوا۔ اور میں انبالہ چھاؤنی میں تھا کہ ایک شخص محمد بخش نام شیخ صاحب کے فرزند جان محمد کی طرف سے میرے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ فلاں مقدمہ میں شیخ صاحب حوالات میں ہو گئے۔ میں نے اس شخص سے اپنے خط کا حال دریافت کیا جس میں چھ ماہ پہلے اس بلا کی اطلاع دی گئی تھی۔ تو اس وقت محمد بخش نے اس خط کے پہنچنے سے لاعلمی ظاہر کی لیکن آخر خود شیخ صاحب نے رہائی کے بعد کئی دفعہ اقرار کیا کہ وہ خط ایک صندوق میں سے مل گیا۔ پھر شیخ صاحب تو حوالات میں ہو چکے تھے لیکن ان کے بیٹے جان محمد کی طرف سے شاید محمد بخش کے دستخط سے جو ایک شخص ان کے تعلقداروں میں سے ہے کئی خط اس عاجز کے نام دُعا کے لئے آئے۔ اور اللہ جلّ شانہٗ جانتا ہے کہ کئی راتیں نہایت مجاہدہ سے دعائیں کی گئیں۔ اور اوائل میں صورت قضا و قدر کی نہایت پیچیدہ اور مبرم معلوم ہوتی تھی۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ نے دُعا قبول کی اور اُن کے بارے میں رہا ہونے کی بشارت دے دی اور اُس بشارت سے اُن کے بیٹے کو مختصر لفظوں میں اطلاع دی گئی۔

یہ تو اصل حقیقت اور اصل واقعہ ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد سُنا گیا کہ شیخ صاحب اس

رہائی کے خط سے انکار کرتے ہیں جس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا اس عاجز نے جھوٹ بولا۔ سو اس فتنہ کے دُور کرنے کی غرض سے اس عاجز نے شیخ صاحب سے اپنا خط طلب کیا۔ جس میں اُن کی بریّت کی خبر دی گئی تھی مگر انہوں نے وہ خط نہ بھیجا۔ بلکہ اپنے خط ۱۹ ؍جون ۱۸۹۲ء میں میرے خط کا گُم ہوجانا ظاہر کیا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے بیٹے جان محمد کی زبانی یہ لکھا کہ قطعیّت بریّت کی خبر دینا ہمیں یاد نہیں مگر غالباً خط کے یہ الفاظ یا اس کے قریب قریب تھے کہ فضل ہو جائے گا دُعا کی جاتی ہے ٭ یہ قصّہ تو یہاں تک رہا۔ اور وہ خط شیخ صاحب کا میرے پاس موجود پڑا ہے۔ لیکن اب بعض دوستوں کے خطوط اور بیانات سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ ہمیں رہائی کی کوئی بھی اطلاع نہیں دی تھی۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اس عاجز پر ایک اور طوفان باندھتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ گویا یہ عاجز یہ تو جانتا تھا کہ میں نے کوئی خط نہیں لکھا مگر شیخ صاحب کو جھوٹ بولنے کے لئے تحریک دے کر بطور بیان دروغ ان سے یہ لکھوانا چاہا کہ اس عاجز نے رہائی کی خبر دے دی تھی۔ گویا اس عاجز نے کسی خط میں شیخ صاحب کی خدمت میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ یہ بات صحیح اور واقعی تو نہیں کہ میں نے رہائی کی اطلاع قبل از وقت بطور پیشگوئی دی ہو مگر میری خاطر اور میرے لحاظ سے تم ایسا ہی لکھ دو تا کہ میری کرامت ظاہر ہو۔ شیخ صاحب کا یہ طریق عمل سُنکر سخت افسوس ہوا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ شیخ صاحب کے اوّل و آخر کے متعلق ضرور شیخ صاحب کو اطلاع دی گئی تھی اور وہ دونو ں

٭ یہ اس عاجز کا لفظ نہیں ہے کہ دُعا کی جاتی ہے بلکہ یہ تھا کہ دُعا بہت کی گئی اور آخر فقرہ میں بریّت اور فضل الٰہی کی بشارت دی گئی تھی۔ وہ الفاظ اگرچہ کم تھے مگر قلّ و دلّ تھے۔ خدا تعالیٰ کسی کا محتاج اور خوشامد گر لوگوں کی طرح نہیں۔ اس کی بشارتیں اکثر اشارات ہی ہوتے ہیں۔ اس کا ہاں یا نہیں کہنا دوسرے لوگوں کے ہزار دفتر سے زیادہ معتبر ہے مگر نادان اور متکبّر دنیا دار یہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بھی فرمانبرداروں کی طرح لمبی تقریریں کرے تا اُن کو یقین آوے اور پھر اس بات کو قطعی سمجھیں۔ منہ

پیشگوئیاں صحیح ہیں اور دونوں کی نسبت شیخصاحب کی طرف خط بھیجا گیا اور وہی خط مانگا گیا تھا یا اس کا مضمون طلب کیا گیا تھا۔ شیخصاحب نے اگر درحقیقت ایسا ہی بیان کیا ہے تو اُن کے افترا کا جواب کیا دیا جائے۔ ناظرین اس بارے میں میرے خطوط اُن سے طلب کریں اور اُن کو باہم ملا کر غور سے پڑھیں٭۔ اگر شیخصاحب میں مادہ فہم کا ہوتا تو پہلے ہی پیشگوئی کے خط سے میرا بریّت کا خبر دینا سمجھ سکتے تھے کیونکہ اس سے یہی بہ بداہت سمجھا سکتا تھا کہ اس عاجز کے ذریعہ سے ہی ان کی بند خلاص ہوگی۔ وجہ یہ کہ اطلاع دی گئی تھی کہ میں نے ہی پانی ڈال کر آگ کو بُجھایا۔ کیا شیخ صاحب کو یاد نہیں کہ بمقام لدھیانہ جب وہ میرے مکان پر دعوت کھانے آئے تھے تو انہوں نے اس خط کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا تھا اور شاید روٹی پر بھی بعض قطرے آنسوؤں کے پڑے ہوں۔ پھر وہ آگ پر پانی ڈالنا کیوں یاد نہ رہا۔ اور اگر میں نے رہائی کی خبر شائع نہیں کی تھی تو پھر وہ صدہا آدمیوں میں قبل از رہائی مشہور کیونکر ہو گئی تھی اور کیوں آپ کے بعض رشتہ دار٭٭ جلدی کر کے اس خبر کے صدق پر اعتراض کرتے تھے جو اب تک زندہ موجود ہیں۔ اور

٭ مناسب ہے کہ ناظرین ان کے قریب قریب تاریخوں کے تمام میرے خطوط کو شیخ صاحب سے لے کر پڑھیں۔ میرے کسی خط کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شیخ صاحب کوئی بات خلاف واقعہ لکھیں بلکہ ان کو اپنے خط سابق کے مضمون سے اطلاع دی گئی تھی اور امید تھی کہ یاد دلانے سے وہ مضمون انہیں یاد آجائے گا۔ اس بنا پر ان سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ ہمارے خط کا یہ خلاصہ ہے اور اسی کی ہم آپ سے تصدیق چاہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ شیخصاحب نے میرے خط کو تحکّم کی راہ سے دبا لیا اور مجھ پر یہ افترا کیا کہ گویا میں نے اُن سے جھوٹ کہلوانا چاہا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے یہ تو صرف اپنے خط کے مضمون کی تصدیق کرانی چاہی تھی۔ اگر میں سچ پر نہیں تو شیخ صاحب میرا متنازعہ فیہ خط پیش کریں جس کے پہنچنے کا ان کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی اقرار ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ فضل ہو جائیگا۔ منہ

٭٭ آپ کے رشتہ دار شاید ہمشیرہ زادہ شیخ میاں بخش ساکن دسوہہ نے بمقام امرتسر اپنی دُکان پر روبرو شیخ سندھی خاں ساکن ٹانڈہ میرے ملازم شیخ حامد علی سے نومیدی رہائی کی حالت میں تکرار کی تھی کہ مرزا غلام احمد تو کہتے تھے کہ شیخ صاحب بری ہو جائیں گے اور اب وہ پھانسی ملنے لگے ہیں۔ حامد علی کا بیان ہے کہ میں نے کہا تھا کہ انجام دیکھنے کے بعد اعتراض کرنا۔ منہ

پھر آپ نے کیوں میرے خط کا یہ خلاصہ مجھ کو تحریر کیا کہ گویا میں نے خط میں صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔ یہ کیسی ناخدا ترسی ہے کہ مجالس میں افترا کی تہمت لگا کر دل کو دُکھایا جائے۔ خیر اب ہم بطریق تنزل ایک آسمانی فیصلہ اپنے صدق اور کذب کے بارے میں ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

فیصلہ

آج رات میں نے جو ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء کی رات تھی۔ شیخ صاحب کی ان باتوں سے سخت دردمند ہو کر آسمانی فیصلہ کے لئے دُعا کی۔ خواب میں مجھ کو دکھلایا گیا کہ ایک دوکاندار کی طرف میں نے کسی قدر قیمت بھیجی تھی کہ وہ ایک عمدہ اور خوشبودار چیز بھیجدے۔ اس نے قیمت رکھ کر ایک بدبُودار چیز بھیجدی۔ وہ چیز دیکھ کر مجھے غصہ آیا اور میں نے کہا کہ جاؤ دُکاندار کو کہو کہ وہی چیز دے ورنہ میں اس دغا کی اس پر نالش کروں گا۔ اور پھر عدالت سے کم سے کم چھ ماہ کی اس کو سزا ملے گی۔ اور امید تو زیادہ کی ہے۔ تب دوکاندار نے شاید یہ کہلا بھیجا کہ یہ میرا کام نہیں یا میرا اختیار نہیں اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ ایک سودائی پھرتا ہے اس کا اثر میرے دل پر پڑ گیا اور میں بھول گیا اور اب وہی چیز دینے کے لئے تیار ہوں۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ شیخ صاحب پر یہ ندامت آنے والی ہے اور انجام کار وہ نادم ہوں گے اور ابھی کسی دوسرے آدمی کا ان کے دل پر اثر ہے۔ پھر میں نے توجہ کی تو مجھے یہ الہام ہوا۔

انا نری تقلب وجهك فی السماء نقلب فی السماء ما قلّبتَ فی الارض انا معك نرفعك درجات

یعنے ہم آسمان پر دیکھ رہے ہیں کہ تیرا دل مہر علی کی خیر اندیشی سے بددُعا کی طرف پھر گیا سو ہم بات کو اُسی طرح آسمان پر پھیر دیں گے جس طرح تو زمین پر پھیرے گا۔ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ تیرے درجات بڑھائیں گے۔ لہٰذا یہ اشتہار شیخ صاحب کی خدمت میں رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں کہ

اگر وہ ایک ہفتہ کے عرصہ میں اپنے خلاف واقعہ فتنہ اندازی سے معافی چاہنے کی غرض سے ایک خط بہ نیت چھپوانے کے نہ بھیجدیں تو پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا اور میں اپنی دُعاؤں کو جو ان کی عمر اور بحالی عزت اور آرام کے لئے کی تھیں واپس لے لوں گا۔ یہ مجھے اللہ جلشانہٗ کی طرف سے بتصریح بشارت مل گئی ہے۔ پس اگر شیخ صاحب نے اپنے افتراؤں کی نسبت میری معرفت معافی کا مضمون شائع نہ کرایا تو پھر میرے صدق اور راستی کی یہ نشانی ہے کہ میری بددُعا کا اثر ان پر ظاہر ہوگا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو وعدہ دیا ہے۔ ابھی میں اس کی کوئی تاریخ بیان نہیں کرسکتا کیونکہ ابھی تک خدا تعالیٰ نے کوئی تاریخ میرے پر کھولی نہیں اور اگر میری بددُعا کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تو بلاشبہ میں اسی طرح کاذب اور مفتری ہوں جو شیخ صاحب نے مجھ کو سمجھ لیا۔ میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے مصیبت سے پہلے ہی شیخ صاحب کو خبر دی تھی اور مصیبت کے بعد بھی۔ اور اگر مَیں جھوٹا ہوں تو شیخ صاحب میری بددُعا سے صاف بچ جائیں گے۔ اور یہی میرے کاذب ہونے کی کافی نشانی ہوگی۔ اگر یہ بات صرف میری ذات تک محدود ہوتی تو میں صبر کرتا لیکن اس کا دین پر اثر ہے اور عوام میں ضلالت پھیلتی ہے۔ اس لئے میں نے محض حمایت دین کی غرض سے دُعا کی اور خدا تعالیٰ نے میری دُعا منظور فرمائی۔ دنیاداروں کو اپنی دنیا کا تکبّر ہوتا ہے اور فقیروں میں کبریائی تکبّر اپنے نفس پر بھروسہ کرکے پیدا ہوتا ہے اور کبریائی خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرکے پیدا ہوتی ہے۔ پس میرے صادق یا کاذب ہونے کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ شیخ صاحب کی نجات صرف میری ہی دُعا سے ہوئی تھی جیسا کہ میں نے آگ پر پانی ڈالا تھا۔ اگر میں اس دعویٰ میں صادق نہیں ہوں تو میری ذلّت ظاہر ہو جاوے گی۔

والسّلام علیٰ من اتبع الہُدیٰ ؀

راقم خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے چار صفحوں پر ہے اور آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بھی شامل ہے)

(۹۸)

ایک رُوحانی نشان جس سے ثابت ہوگا کہ یہ عاجز صادق اور خدا تعالیٰ سے مؤیّد ہے یا نہیں اور شیخ محمد حسین بٹالوی اس عاجز کو کاذب اور دجّال قرار دینے میں صادق ہے یا خود کاذب اور دجّال ہے

عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقایق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو جیسا کہ آیت لا یمسّہ الّا المطہرون اور آیہ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کے لئے کھلی کھلی نشانی ہوگی۔ اور اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سُورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسّی آیت سے کم نہ ہو تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سُورۃ اُن میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفّٰی عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقایق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں اور باایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں ٭ اور کتاب کے

٭ اگر کسی کے دل میں یہ خدشہ گذرے کہ ایسے جدید حقایق و معارف جو پہلی تفاسیر میں نہ ہوں وہ کیونکر تسلیم کئے جا سکتے ہیں اور وہ انہیں پہلی ہی تفاسیر میں محدود کرے تو اُسے مناسب ہے کہ عبارت ذیل کو ملاحظہ کرے۔ ثم رایت

آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سُنا دیں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقایق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسّہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذّاب اے دجّال اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔ اب کہاں ہے وہ جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کہاں چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیئے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھُل گئی کہ جیسا آفتاب کے نکلنے سے دن کھُل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجّال تھا اور میں ہی کذّاب تھا اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بے دین تھا۔ اور اب میں توبہ کرتا ہوں۔ سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہولے؛؛

صاحبو! یہ طریق فیصلہ ہے جو اس وقت میں نے ظاہر کیا ہے۔ میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور نادان اور جاہل ہے# اور علم قرآن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کل آیۃ وکل حدیث بما فیہ من اسرار مالو کتب شرحہ سفر واحد منہا فی بیانات لما حاطتہ ورأیت الاسرار الخفیۃ تنبئہ المعنیٰ فی اشارات القرآن والسنۃ تعجبت العجب کل العجب۔ فیوض الحرمین صفحہ ۴۴

* شیخ بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبر مُلّاؤں کو ساتھ ملا لے۔ منہ

دیکھو ان کا فتویٰ نمبر ۴ جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۵ ؛

سے بالکل بیخبر ہے اور خدا تعالیٰ سے مدد پانے کے تو لائق ہی نہیں کیونکہ کذاب اور دجال ہے۔ اور ساتھ اس کے ان کو اپنے کمال علم اور فضل کا بھی دعویٰ ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت مخدومی حکیم نورالدین صاحب جو اس عاجز کی نظر میں علامہ عصر اور جامع علوم ہیں صرف ایک حکیم اور اخویم مکرم مولوی سیّد محمد احسن صاحب جو گویا علم حدیث کے ایک پُتلے ہیں صرف ایک منشی ہیں۔ پھر باوجود ان کے اس دعویٰ کے اور میرے اس ناقص حال کے جس کو وہ بار بار شائع کر چکے ہیں، اس طریق فیصلہ میں کونسا اشتباہ باقی ہے۔ اور اگر وہ اس مقابلہ کے لائق نہیں۔ اور اپنی نسبت بھی جھوٹ بولا ہے اور میری نسبت بھی۔ اور میرے معظم اور مکرم دوستوں کی نسبت بھی تو پھر ایسا شخص کسی قدر سزا کے لائق ہے کہ کذاب اور دجال تو آپ ہو اور دوسروں کو خواہ نخواہ دروغگو کر کے مشتہر کرے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ عاجز درحقیقت نہایت ضعیف اور ہیچ ہے گویا کچھ بھی نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ متکبر کا سر توڑے اور اس کو دکھاوے کہ آسمانی مدد اس کا نام ہے۔ چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذّاب اور دجّال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بیخبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم یعنی دُعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لئے دُعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دُعا کے لئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دُعا کی اور میرا دل کھُل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتک وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دُعا کی ہو اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو! اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان

سے بھاگ گیا یا کچے بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذاب اور دجّال ہوں تب میں ہریک سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقعہ پر ہریک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دُعا کا نامنظور ہونا کُھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہریک پر ہویدا ہو جائے گا لیکن اگر میاں بٹالوی مغلوب ہو گئے تو اُن کی ذلّت اور رُوسیاہی اور جہالت اور نادانی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔ اب اگر وہ اس کُھلے کُھلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں اور خطا کا اقرار بھی نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ ان کے لئے خدا تعالےٰ کی عدالت سے مندرجہ ذیل انعام ہے۔

(۱) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۲) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۳) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۴) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۵) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۶) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۷) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۸) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۹) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱۰) لعنت ــــــــــــــــــــــــــــــ

تلك عشرة كاملة

المشتھر میرزا غلام احمد قادیانی۔ ۳۰ / مارچ ۱۸۹۳ء

نوٹ۔ اگر میاں بٹالوی اس نشان کو منظور نہ کریں اور کسی اور قسم کا نشان چاہیں تو پھر اسی کے بارے میں دُعا کی جائے گی۔ مگر پہلے اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر دیں کہ میں اس مقابلہ سے عاجز اور

قاصر ہوں۔

تنبیہ:۔ اگر اسکا جواب یکم اپریل سے دو ہفتہ کے اندر نہ آیا تو آپ کی گریز سمجھی جائے گی۔

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام طبع اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۶۰۱ سے ۶۰۴ تک ہے)

---

(۹۸)

نمونہ دُعائے مستجاب

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں مَیں نے شائع کی تھی کچھ نکتہ چینی ہے مجھ کو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گذرا ہے اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اس کی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے۔ سو میں اس وقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا اسی طور سے کیا۔ میرا اس میں دخل نہیں۔ ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات باقی رہ جائیں گے۔ اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے۔ میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترض نے خیال فرمایا ہے۔ پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا۔ اور پھر اصلی حالت صحت کی قائم ہو گئی تو وہ پیشگوئی متصوّر نہیں ہوگی اور بلاشبہ ایک مکر اور فریب ہوگا۔ کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں بلاشُبہ میں اس سزا کے لائق ٹھہروں گا جس کا ذکر میں نے کیا

ہے لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اس طور سے ہوا کہ جس میں قہر الٰہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو پھر سمجھو کہ خدا تعالٰے کی طرف سے ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کے محتاج نہیں۔ اس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے۔ پھر اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور یہ سارے خیالات اور یہ تمام نکتہ چینیاں جو پیش از وقت دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی معدوم ہو جاتی ہیں کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک انفعال کے ساتھ اپنی رائیوں سے رجوع کرتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ عاجز بھی تو قانونِ قدرت کے تحت میں ہے۔ اگر میری طرف سے بنیاد اس پیشگوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ میں نے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام لے کر یہ پیشگوئی شائع کی ہے۔ تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے کہ انہیں اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جو میں نے اس کے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس برس لکھ دے۔ لیکھرام کی عمر اس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی اور وہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے۔ پھر باوجود اس کے مقابلہ میں خود معلوم ہو جائیگا۔ کہ کونسی بات انسان کی طرف سے ہے اور کونسی بات خدا تعالٰے کی طرف سے اور معترض کا یہ کہنا کہ ایسی پیشگوئیوں کا اب زمانہ نہیں ہے، ایک معمولی فقرہ ہے۔ جو اکثر لوگ مُنہ سے بول دیا کرتے ہیں۔ میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول کرنے کے لئے یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ شاید اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کوئی بھی مل نہ سکے۔ ہاں اس زمانہ سے کوئی فریب اور مکر مخفی نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ تو راستبازوں کے لئے اور بھی خوشی کا مقام ہے۔ کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے وہی سچائی کی دل سے عزت کرتا ہے اور بخوشی اور دوڑ کر سچائی کو قبول کر لیتا ہے اور سچائی میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آپ قبول کرا لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا

ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا جاتا ہے جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اس میں شروع ہے زمانہ بیشک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے نہ دشمن۔ اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھے سادے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے یہ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمّت ہے گویا یہ زمانہ ایک ایسا بد زمانہ ہے کہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پاکر پھر اس کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن میں ہرگز قبول نہیں کرونگا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر میری طرف رجُوع کرنے والے اور مجھ سے فائدہ اُٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو نو تعلیم یافتہ ہیں جو بعض ان میں سے بی۔ اے اور ایم۔ اے تک پہنچے ہوئے ہیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑے شوق سے قبول کرتا جاتا ہے اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ ایک نومسلم اور تعلیم یافتہ یوریشین انگریزوں کا گروہ جن کی سکونت مدراس کے احاطہ میں ہے۔ ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھ دی ہیں جو ایک خدا ترس آدمی کے سمجھنے کے لئے کافی ہیں ایڈیٹروں کا اختیار ہے کہ میرے اس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جس طرح چاہیں حاشیے چڑھاویں۔ مجھے اس بات پر کچھ بھی نظر نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس وقت اس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں۔ اگر یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دے گا اور اگر اس کی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلّت ظاہر ہوگی۔ اور اگر میں اس وقت رکیک تاویلیں کروں گا تو یہ اور بھی ذلت کا موجب ہوگا۔ وہ ہستی قدیم اور وہ پاک و قدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ کاذب کو کبھی عزت نہیں دیتا۔ یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدّس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا، توہین سے یاد کیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دُنیا میں عزت ظاہر کرے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ ۰

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اَور خبر۔ آج جو ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ مَیں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں۔ ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اَور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے۔ تب مَیں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت مَیں اشتہار دے چکا ہوں۔ اور یہ یکشنبہ کا دن ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

(یہ اشتہار برکات الدعا کے ٹائٹل مطبوعہ ریاض ہند قادیان کے صفحہ ۲ سے ۷ تک ہے)

---

(۱۰۰)

اس کو غور سے پڑھو کہ اس میں آپ لوگوں کیلئے خوشخبری ہے

بخدمت امراء و رئیسان و منعمان ذیمقدرت و والیان ارباب حکومت و منزلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اے بزرگان اسلام خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں تمام فرقوں سے بڑھ کر نیک

ارادے پیدا کرے۔ اور اس نازک وقت میں آپ لوگوں کو اپنے پیارے دین کا سچا خادم بناوے

مَیں اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں اس پُرآشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں، اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ سو یہ کام برابر دس برس سے ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ وہ تمام ضرورتیں جو ہم کو اشاعت اسلام کے لئے درپیش ہیں بہت سی مالی امدادات کے محتاج ہیں۔ اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ بطور تبلیغ آپ صاحبوں کو اطلاع دوں۔ سو سُنو! اے عالیجاہ بزرگو! ہمارے لئے اللہ جلّشانہٗ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں یہ مشکلات درپیش ہیں کہ ایسی تالیفات کے لئے جو لاکھوں آدمیوں میں پھیلانی چاہیئے بہت سے سرمایہ کی حاجت ہے۔ اور اب صورت یہ ہے کہ اوّل تو ان بڑے بڑے مقاصد کے لئے کچھ بھی سرمایہ کا بندوبست نہیں۔ اور اگر بعض پُرجوش مردانِ دین* کی ہمّت اور اعانت سے کوئی کتاب تالیف ہو کر شائع ہو تو بباعث کم توجہی اور غفلت زمانہ کے وہ کتاب بجز چند نسخوں کے زیادہ فروخت نہیں ہوتی۔ اور اکثر نسخے اس کے یا تو سالہا سال صندوقوں میں بند رہتے ہیں یا للہ مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح اشاعت ضروریات دین میں بہت سا حرج ہو رہا ہے۔ اور گو خدا تعالیٰ اس جماعت کو دن بدن زیادہ کرتا جاتا ہے مگر ابھی تک ایسے دولتمندوں میں سے ہمارے ساتھ کوئی بھی نہیں کہ

* پُرجوش مردان دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ہیں جنہوں نے گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لُٹا دیا ہے۔ اور بعد ان کے میرے دلی دوست حکیم فضل الدین صاحب اور نواب محمد علیخانصاحب کوٹلہ مالیر اور درجہ بدرجہ تمام وہ مخلص دوست ہیں جو اس راہ میں فدا ہو رہے ہیں۔ منہ

کوئی حصہ معتد بہ اس خدمت اسلام کا اپنے ذمہ لے لے۔ اور چونکہ یہ عاجز خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر تجدید دین کے لئے آیا ہے اور مجھے اللہ جلّشانہٗ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ وہ بعض اُمراء اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کرے گا۔ اور مجھے اس نے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اسی بنا پر آج مجھے خیال آیا کہ میں ارباب دولت اور مقدرت کو اپنے کام کی نصرت کے لئے تحریک کروں۔ اور چونکہ یہ دینی مدد کا کام ایک عظیم الشان کام ہے اور انسان اپنے شکوک اور شبہات اور وساوس سے خالی نہیں ہوتا۔ اور بغیر شناخت وہ صدق بھی پیدا نہیں ہوتا جس سے ایسی بڑی مددوں کا حوصلہ ہو سکے۔ اس لئے میں تمام اُمراء کی خدمت میں بطور عام اعلان کے لکھتا ہوں کہ اگر اُن کو بغیر آزمائش ایسی مدد میں تامّل ہو تو وہ اپنے بعض مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ تا میں اُن مقاصد کے پورے ہونے کے لئے دعا کروں۔ مگر اس بات کو تصریح سے لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب کے پورا ہونے کے وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی مدد دیں گے۔ اور کیا انہوں نے اپنے دلوں میں پختہ اور حتمی وعدہ کر لیا ہے کہ ضرور وہ اس قدر مدد دیں گے۔ اگر ایسا✗ خط کسی صاحب کی طرف سے مجھ کو پہنچا تو میں اس کے لئے دعا کروں گا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ بشرطیکہ تقدیر مبرم نہ ہو ضرور خدا تعالیٰ میری دُعا سُنے گا اور مجھ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دیگا اس بات سے تو خدمت ہو کہ ہمارے مقاصد بہت پیچیدہ ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے بشرطیکہ ارادہ ازلی اس کے مخالف نہ ہو۔ اور اگر ایسے صاحبوں کی بہت سی درخواستیں آئیں تو صرف ان کو اطلاع دی جائے گی جن کے کشود کار کی نسبت از جانب حضرت عزّ و جلّ خوشخبری ملے گی۔ اور یہ امور منکرین کے لئے نشان بھی ہوں گے۔ اور شاید یہ

✗ چاہیئے کہ خط نہایت احتیاط سے بذریعہ رجسٹری سر بمہر آوے اور اس راز کو قبل از وقت فاش نہ کیا جائے۔ اور اس جگہ بھی پوری امانت کے ساتھ وہ راز مخفی رکھا جائیگا۔ اور اگر بجائے خط کوئی معتبر کسی امیر کا آوے تو یہ امر اور بھی [illegible]۔ منہ

نشان اس قدر ہو جائیں کہ دریا کی طرح بہنے لگیں۔ بالآخر میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے۔ اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے۔ اور میں اسی لئے آیا ہوں۔ اور مجھے خدا تعالیٰ نے علمِ قرآن بخشا ہے۔ اور حقایق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کھلی کھلی آفات ہیں، ایک مجدد کھلے کھلے دعویٰ کے ساتھ آتا۔ سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کرو گے۔ ہر ایک جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اس وقت کے علماء کی ناسمجھی اس کی سدِّ راہ ہوئی۔ آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت شیریں پھل نہیں لا سکتا۔ اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دی جاتی ہیں۔ اے لوگو! اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداء دین کا چاروں طرف سے محاصرہ ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے۔ ایسے وقت میں ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردانِ خدا میں جگہ پاؤ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

بیکسے شُد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست | ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست
ہر طرف سَیلِ ضلالت صد ہزاراں تن رُبُود | حیف بر چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست
ایں خداوندانِ نعمت ایں چنیں غفلت چراست | بیخود از خوابید یا خود بختِ دیں بیدار نیست
اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں | آنچہ مے بینم بلا ہا حاجتِ اظہار نیست
آتش اُفتاد ست در رختش بخیزید اے یلاں | دیدنش از دُور کارِ مردمِ دیندار نیست
ہر زماں از بہرِ دیں در خوں دلِ من می تپد | محرمِ ایں دردِ ما جُز عالمِ اسرار نیست
آنچہ بر ما میرود از غم کہ داند جُز خدا | زہر مے نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست
ہر کسے غمخواریِ اہل و اقارب مے کند | اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

خونِ دیں بینم رواں چوں کُشتگانِ کربلا — اے عجب این مردماں را مہرآں دلدار نیست
حیرتم آید چو بینم بذلِ شاں درکارِ نفس — کایں ہمہ جُود و سخاوت در رہِ دادار نیست
اے کہ داری مقدرت ہم عزم تائیداتِ دیں — لطف کن مارا نظر بر اندک و بسیار نیست
بیں کہ چوں در خاک مے غلطد ز جورِ ناکساں — آنکہ مثلِ او بزیرِ گنبدِ دوّار نیست
اندریں وقتِ مصیبت چارۂ مابیکساں — جُز دُعاءِ بامداد و گریۂ اسحار نیست
اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را — آنکہ اورا فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست
اے برادر پنج روز ایّامِ عشرت ہا بوَد — دائما عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

راقم

مرزا غلام احمد۔ از قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

اپریل ۱۸۹۳ء — مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان

(یہ اشتہار برکات الدعا ایڈیشن اوّل مطبوعہ ریاض ہند قادیان کے صفحہ ۲۹ تا ۳۲ پر ہے)

---

(۱۰۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی

آپ کا خط* دوسری شوال ۱۳۱۰ھ کو مجھ کو ملا۔ الحمد للہ والمنتہ کہ آپ نے میرے

---

* (لاہور ۱۸ اپریل ۱۸۹۳ء) غلام احمد قادیانی

تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے ہمدست عزیزم مرزا خدا بخش اور دو رجسٹرڈ خط موصول ہوئے۔ (۱) میں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف تھا۔ اس لئے تمہارے خطوط کے جواب میں

اشتہار مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۳ء کے جواب میں بذریعہ اپنے خط ۱۸ اپریل ۱۸۹۳ء کے مجھ کو مطلع کیا کہ میں بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں۔ خاص کر مجھے اس سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے خط کی دفعہ ۲ میں صاف لکھ دیا کہ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں۔ سو اس اشتہار کے متعلق باتیں جن کو آپ نے قبول کر لیا۔ صرف تین ہی ہیں۔ زیادہ نہیں۔

اوّل یہ کہ ایک مجلس قرار پا کر قرعہ اندازی کے ذریعہ سے قرآن کریم کی ایک سُورۃ جس کی آیتیں اسّی سے کم نہ ہوں، تفسیر کرنے کے لئے قرار پاوے۔ اور ایسا ہی قرعہ اندازی کے رو سے قصیدہ کا بحر تجویز کیا جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) توقف ہوا۔ اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو جواب لکھتا ہوں۔ (۲) میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کیلئے مستعد ہوں۔ مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو بھی حاضر ہوں۔ میری نسبت جو تم کو منذر الہام ہوا ہے اس کی اشاعت کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں۔ مگر ہر ایک بات کا جواب و اجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں۔ جو انہیں باقیماندہ ایام اپریل میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
(۳) تمہارا سابق تحریرات میں یہ قید لگانا کہ دو ہفتہ میں جواب آوے اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ ۲۰ اپریل تک جواب ملے ورنہ گریز مشتہر کیا جائے گا، کمال درجہ کی خفت و وقاحت ہے۔ اگر بعد اشتہار انکار ادھر سے اجابت کا اشتہار ہوا تو پھر کون شرمندہ ہوگا؟ (۴) ہماری طرف سے جو جواب خط نمبری ۲۱۔ مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کے لئے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی۔ اس کا لحاظ تم نے یہ کیا کہ تیسرے مہینے کے آخیر میں جواب دیا۔ پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کہ جواب دو ہفتہ یا ۲۰ اپریل تک آوے کیوں کر جب شرم نہ ہوئی۔ تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے؟ اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے۔ جن پر تم حکومت کرتے ہو وہ تم کو دجّال۔ کذّاب۔ کافر و زندیق سمجھتے ہیں۔ پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں کیا تم نے سب کو اپنا مُرید ہی سمجھ رکھا ہے۔ ذرا عقل سے کام لو۔ کچھ تو شرم کرو۔ دین سے تعلق نہیں رہا تو کیا دُنیا سے بھی بے تعلق ہو؟ اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لی گئی ہے۔ وصول سے انکار کرو گے تو وہ رسید تمہاری مکذّب ہوگی۔ (ابوسعید محمد حسین عفا اللہ عنہ ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ)

دوسری یہ کہ وہ تفسیر قرآن کریم کے ایسے حقایق و معارف پر مشتمل ہو جو جدید ہوں۔ اور منقولات کی مد میں داخل نہ ہو سکیں۔ اور بایں ہمہ عقیدہ متفق علیہا اہل سنت والجماعت سے مخالف بھی نہ ہو۔ اور یہ تفسیر عربی بلیغ فصیح اور مقفّٰی عبارت میں ہو۔ اور ساتھ اس کے سَو شعر عربی بطور قصیدہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہو۔

تیسری یہ کہ فریقین کے لئے چالیس دن کی مُہلت ہو۔ اس مُہلت میں جو کچھ لکھ سکتے ہیں لکھیں اور پھر ایک مجلس میں سُنا دیں۔

پس جبکہ آپ نے یہ کہدیا کہ میں آپ کی ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں تو صاف طور پر کھُل گیا کہ آپ نے یہ تینوں باتیں مان لیں۔ اَب انشاء اللہ القدیر اسی پر سب فیصلہ ہو جائے گا۔ آج اگرچہ روز عید سے دوسرا دن ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ آپ کے مان لینے اور قبول کرنے سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں آج کے دن کو بھی عید کا ہی دن سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اب ایک کھُلے کھُلے فیصلہ کے لئے بات قایم ہو گئی۔ اب لوگ اس بات کو بہت جلد اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ خدا تعالےٰ اس عاجز کو بقول آپ کے کافر اور کذّاب ثابت کرتا ہے۔ یا وہ امر ظاہر کرتا ہے جو صادقین کی تائید کے لئے اس کی عادت ہے اگرچہ دل میں اس وقت یہ خیال بھی آتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ اس صاف اقرار کے بعد رسالہ میں کچھ اَور کا اَور لکھ ماریں۔ لیکن پھر اس بات سے تسلّی ہوتی ہے کہ ایسے صاف اور کھُلے کھُلے اقرار کے بعد کہ میں نے آپ کی ہر ایک بات مان لی ہے، ہرگز ممکن نہیں کہ آپ گریز کی طرف رُخ کریں اور اب آپ کے لئے یہ امر ممکن بھی نہیں۔ کیونکہ آپ ان شرائط پیش کردہ کو بغیر اس عذر کے کہ ان کی انجام دہی کی مجھ میں لیاقت نہیں اور کسی صورت سے چھوڑ نہیں سکتے۔ اور خود جیسا کہ آپ اپنے اس خط میں قبول کر چکے ہیں کہ میں نے ہر ایک بات مان لی۔ تو پھر ماننے کے بعد انکار کرنا خلاف وعدہ ہے۔

مجھے اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ میری تحریر کے موافق آپ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں اور

اپنی ذات کی نسبت کوئی نشان بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ اب تو آپ کچھ رُخ پر آگئے اگر رسالہ میں کچھ نئے پتھر نہ ڈالدیں۔ مگر کیونکر ڈال سکتے ہیں۔ آپ کا یہ فقرہ کہ میں آپ کی ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں۔ طیار ہوں۔ حاضر ہوں۔ صاف خوشخبری دے رہا ہے کہ آپ نے میری ہر ایک بات اور ہر ایک شرط کو سچے دل سے مان لیا ہے۔ اب میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خوشخبری کو چھپایا نہ جائے بلکہ چھپوایا جائے۔ اس لئے معہ آپ کے خط کے اس خط کو چھاپ کر آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں۔ اور ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

الراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۱۹؍ اپریل ۱۸۹۳ء

منکرین کے ملزم کرنے کیلئے ایک اور پیشگوئی جو شیخ محمد حسین بٹالوی کی توجہ کے لائق ہے

۲۰؍ اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینہ پہلے صفحہ ۲۲۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ سیولد لک الولد و یدنی منک الفضل ان نوری قریب۔ ترجمہ یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا۔ اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے گا یقیناً میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰؍ اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر یہ اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اُس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا۔ خاصکر ایسا شخص جو اس پیشگوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے۔ اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیئے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب

دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے یا نجوم ہے یا اٹکل ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالےٰ بقول آپ کے ایک دجّال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کرتا جاتا ہے جن سے اُن کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔

الراقــــــــــــــم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

(مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

---

(۱۰۲)

اشتہار مُباھلہ

میاں عبد الحق غزنوی و حافظ محمد یوسف صاحب

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ غزنوی صاحبوں کی جماعت میں سے جو امرتسر میں رہتے ہیں۔ ایک صاحب عبد الحق نام نے اس عاجز کے مقابلہ پر مباھلہ کے لئے اشتہار دیا تھا۔ مگر چونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ یہ لوگ کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں۔ ان کو لعنتوں کا نشانہ بنانا جائز نہیں۔ اس لئے اس درخواست کے قبول کرنے سے اس وقت تک تامل رہا جب تک کہ ان لوگوں نے کافر ٹھہرانے میں اصرار کیا۔ اور پھر تکفیر کا فتوےٰ تیار ہونے کے بعد اس طرف سے بھی مباہلہ کا اشتہار[1] دیا گیا۔ جو کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ بھی شامل ہے اور ابھی تک کوئی شخص مباہلہ کے لئے مقابلہ پر نہیں آیا۔ مگر مجھ کو

---

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں زیر نمبر ۹۸ صفحہ ۳۴۲ پر درج ہے۔ (المرتب)

اس بات کے سننے سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے ایک معزز دوست حافظ محمد یوسف صاحب نے ایمانی جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ ہم سے پہلے اس ثواب کو حاصل کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حافظ صاحب اتفاقاً ایک مجلس میں بیان کر رہے تھے کہ مرزا صاحبؑ یعنی اس عاجز سے کوئی آمادۂ مناظرہ یا مباہلہ نہیں ہوتا۔ اور اسی سلسلہ گفتگو میں حافظ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ عبدالحق نے جو مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا اب اگر وہ اپنے تئیں سچا جانتا ہے تو میرے مقابلہ پہ آوے۔ میں اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ تب عبدالحق جو اسی جگہ کہیں موجود تھا۔ حافظ صاحب کے غیرت دلانے والے لفظوں سے طوعاً وکرہاً مستعد مباہلہ ہو گیا اور حافظ صاحب کا ہاتھ آکر پکڑ لیا کہ میں تم سے اسی وقت مباہلہ کرتا ہوں۔ مگر مباہلہ فقط اس بارہ میں کروں گا کہ میرا یقین ہے۔ کہ مرزا غلام احمد و مولوی حکیم نورالدین اور مولوی محمد احسن یہ تینوں مرتدین اور کذابین اور دجالین ہیں۔ حافظ صاحب نے فی الفور بلا تامل منظور کیا کہ میں اس بارہ میں مباہلہ کروں گا۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ یہ تینوں مسلمان ہیں تب اسی بات پر حافظ صاحب نے عبدالحق سے مباہلہ کیا۔ اور گواہان مباہلہ منشی محمد یعقوب اور میاں نبی بخش صاحب اور میاں عبدالہادی صاحب اور میاں عبدالرحمٰن صاحب عمر پوری قرار پائے۔ اور جب حسب دستور مباہلہ فریقین اپنے اپنے نفس پر لعنتیں ڈال چکے اور اپنے منہ سے کہہ چکے کہ یا الٰہی اگر ہم اپنے بیان میں سچائی پر نہیں تو ہم پر تیری لعنت نازل ہو۔ یعنی کسی قسم کا عذاب ہم پہ وارد ہو۔ تب حافظ صاحب نے عبدالحق سے دریافت کیا کہ اس وقت میں بھی اپنے آپ پر بحالت کاذب ہونے کے لعنت ڈال چکا اور خدا تعالیٰ سے عذاب کی درخواست کر چکا۔ اور ایسا ہی تم بھی اپنے نفس پر اپنے ہی منہ سے لعنت ڈال چکے اور بحالت کاذب ہونے کے عذاب الٰہی کی اپنے لئے درخواست کر چکے۔ لہٰذا اب میں تو اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر اس لعنت اور اس عذاب کی درخواست کا اثر مجھ پہ وارد ہوا۔ اور کوئی ذلت اور رسوائی مجھ کو پیش آگئی تو میں اپنے اس

عقیدہ سے رجوع کر لوں گا۔ سو اب تم بھی اس وقت اپنا ارادہ بیان کرو کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے نزدیک کاذب ٹھہرے اور کچھ لعنت اور عذاب کا اثر تم پر وارد ہو گیا تو تم بھی اپنے اس تکفیر کے عقیدہ سے رجوع کرو گے یا نہیں۔ فی الفور عبدالحق نے صاف جواب دیا کہ اگر میں اپنی اس بددعا سے سؤر اور بندر اور کچھ بھی ہو جاؤں۔ تب بھی میں اپنا یہ عقیدہ تکفیر ہرگز نہ چھوڑوں گا اور کافر کافر کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔ تب حاضرین کو نہایت تعجب ہوا کہ جس مباہلہ کو حق اور باطل کے آزمانے کے لئے اس نے معیار ٹھہرایا تھا اور جو قرآن کریم کی رُو سے بھی حق اور باطل میں فرق کرنے کے لئے ایک معیار ہے کیونکر اور کس قدر جلد اس معیار سے یہ شخص پھر گیا اور زیادہ تر ظلم اور تعصب اس کا اس سے ظاہر ہوا کہ وہ اس بات کے لئے تو تیار ہے کہ فریق مخالف پر مباہلہ کے بعد کسی قسم کا عذاب نازل ہو اور وہ اس کے اس عذاب کو اپنے صادق ہونے کے لئے بطور دلیل اور حُجت کے پیش کرے۔ لیکن وہ اگر آپ ہی مورد عذاب ہو جائیں تو پھر مخالف کے لئے اس کے کاذب ہونے کی یہ دلیل اور حُجت نہ ہو۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ یہ قول عبدالحق کا کس قدر امانت اور دیانت اور ایمانداری سے دُور ہے۔ گویا مباہلہ کے بعد ہی اس کی اندرونی حالت کا مسخ ہونا کھُل گیا۔ یہودی لوگ جو مورد لعنت ہو کر بندر اور سؤر ہو گئے تھے۔ ان کی نسبت بھی تو بعض تفسیروں میں یہی لکھا ہے کہ بظاہر وہ انسان ہی تھے لیکن ان کی باطنی حالت بندروں اور سؤروں کی طرح ہو گئی تھی۔ اور حق کے قبول کرنے کی توفیق بکلّی اُن سے سلب ہو گئی تھی۔ اور مسخ شدہ لوگوں کی یہی تو علامت ہے کہ اگر حق کھُل بھی جائے تو اس کو قبول نہیں کر سکتے جیسا کہ قرآن کریم اسی طرف اشارہ فرما کر کہتا ہے۔ وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم الله بكفرهم فقليلًا ما يؤمنون۔ وقولهم قلوبنا غلف بل طبع الله عليها بكفرهم فلا يؤمنون الّا قليلًا۔ یعنی کافر کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں۔ ایسے رقیق اور پتلے دل نہیں کہ حق کا انکشاف دیکھ کر اس کو قبول کریں۔ اللہ جلّشانہٗ اس کے جواب میں فرماتا ہے

کہ یہ کچھ خوبی کی بات نہیں بلکہ لعنت کا اثر ہے جو دلوں پر ہے۔ یعنی لعنت جب کسی پر نازل ہوتی ہے اس کے نشانوں میں سے یہ بھی ایک نشان ہے کہ دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور گو کیسا ہی حق کھل جائے، پھر انسان اس حق کو قبول نہیں کرتا۔ سو یہ حافظ صاحب کی اسی وقت ایک کرامت ظاہر ہوئی کہ دشمن نے مسخ شدہ فرعون کی طرح اسی وقت مباہلہ کے بعد ہی ایسی باتیں شروع کر دیں۔ گویا اسی وقت لعنت نازل ہو چکی تھی۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ یہ وہی عبدالحق ہے کہ جس نے الہام کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ اب ناظرین ذرا ایک انصاف کی نظر اس کے حال پر ڈالیں کہ یہ شخص سچائی سے دوستی رکھتا ہے یا دشمنی ظاہر ہے کہ ملہم وہ شخص ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ سچائی کے پیاسے اور بھوکے ہوتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ سچائی ہمارے ساتھ نہیں بلکہ فریق مخالف کے ساتھ ہے اسی وقت اپنی ضد کو چھوڑ دیتے ہیں اور حق کے قبول کرنے کے لئے ننگ و ناموس بلکہ موت سے بھی نہیں ڈرتے۔ اب سوچنے ہی کا مقام ہے کہ عبدالحق نے آپ ہی مباہلہ کو معیار حق و باطل ٹھہرا کر اشتہار دیا۔ اور جب ایک مردِ خدا اُس کے مقابل پر اُٹھا اور مباہلہ کیا تو ساتھ ہی فکر پڑی کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی عذاب نازل ہو کر پھر مجھ کو حق کے قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جاوے۔ تب اسی وقت اُس نے اُسی مجلس میں کہہ دیا کہ اگر وہ لعنت جو میں نے اپنے ہی مُنہ سے اپنے پر کی ہے۔ مجھ پر نازل ہو گئی اور میرا جھوٹا ہونا کھل گیا۔ تب بھی میں سچ کو قبول نہیں کروں گا گو میں سؤر اور بندر اور ریچھ بھی بنایا جاؤں۔ پس اس سے زیادہ تر لعنت اَور کیا ہو گی کہ دُور دُور تک ضد کے خیمے لگا رکھے ہیں اور بندر اور سؤر بننا اپنے لئے پسند کر لیا۔ مگر حق کو قبول کرنا پسند نہیں کیا۔ یہ بھی سمجھ نہیں کہ اگر مباہلہ کے بعد بھی حق کو قبول نہیں کرتا تو پھر ایسے مباہلہ سے فائدہ ہی کیا ہے۔ اور اگر اپنی ہی دُعا کے قبول ہونے اور لعنت کے آثار ظاہر ہونے پر بدن نہیں کانپتا تو یہ ایمان کس قسم کا ہے۔ اور تعجب کہ یہ بات کہنا کہ اگر میں اپنے مُنہ کی لعنت کا اثر اپنے پر دیکھ بھی لوں اور جو تضرّع سے درخواست عذاب کی تھی اس عذاب کا وار د ہونا بھی مشاہدہ

کروں پھر بھی میں تکفیر سے باز نہیں آؤں گا۔ کیا یہ ایمانداروں کے علامات ہیں۔ اور کیا اسی خبثِ نیت پر مباہلہ کا جوش وخروش تھا۔

اور چونکہ اس عاجز کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع ہو چکا ہے۔ اور یہ اندیشہ ہے کہ کہیں دوسرے بزرگ بھی وہی اپنا جوہر نہ دکھاویں جو عبدالحق نے دکھلایا۔ یعنی مباہلہ کے آثار کو اپنے لئے تو اپنے مفید مطلب ہونے کی حالت میں حُجت ٹھہرالیا۔ مگر مخالف کے لئے یہ حُجت نہیں۔ لہذا اس اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بٹالوی اور میاں محی الدین لکھوکے والا۔ اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو، مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کریں اور یقین رکھیں کہ خداوند تعالےٰ ان کو رُسوا کرے گا۔ لیکن یہ بات واجبات سے ہوگی کہ فریقین اپنی اپنی تحریریں بہ ثبت دستخط گواہان شائع کردیں کہ اگر کسی فریق پر لعنت کا اثر ظاہر ہوگیا تو وہ شخص اپنے عقیدہ سے رجوع کرے گا اور اپنے فریق مخالف کو سچا مان لے گا۔ اور اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں۔ محمد علی واعظ۔ ظہورالحسن سجادہ نشین بٹالہ۔ منشی سعداللہ مدرس لدھیانہ۔ منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ۔ مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ۔ میاں نذیر حسین دہلوی۔ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی۔ میاں میر حیدر شاہ وزیرآبادی۔ میاں محمد اسحاق پٹیالوی۔

راقـــــــــــــم

مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء

(مطبع ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب) بقلم غلام محمد امرتسری

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر ہے)

(۱۰۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

اشتہار

براہین احمدیہ اور اس کے خریدار

واضح ہو کہ یہ کتاب اس عاجز نے اس عظیم الشان غرض سے تالیف کرنی شروع کی تھی کہ وہ تمام اعتراضات جو اس زمانہ میں مخالفین اپنی اپنی طرز پر اسلام اور قرآن کریم اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کر رہے ہیں۔ ان سب کا ایسی عمدگی اور خوبی سے جواب دیا جائے۔ کہ صرف اعتراضات کا ہی قلع قمع نہ ہو بلکہ ہر ایک امر کو جو عیب کی صورت میں مخالف بداندیش نے دیکھا ہے۔ ایسے محققانہ طور سے کھول کر دکھلایا جائے کہ اس کی خوبیاں اور اس کا حسن و جمال دکھائی دے۔ اور دوسری غرض یہ تھی کہ وہ تمام دلائل اور براہین اور حقایق اور معارف لکھے جائیں جن سے حقانیت اسلام اور صداقت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حقیّت قرآن کریم روز روشن کی طرح ثابت ہو جائے۔ اور تیسری غرض یہ تھی کہ مخالفین کے مذاہب باطلہ کی بھی کچھ حقیقت بیان کی جائے۔ اور ابتدا میں یہی خیال تھا کہ اس کتاب کی تالیف کے لئے جس قدر معلومات اب ہمیں حاصل ہیں وہی اس کی تکمیل کے لئے کافی ہیں۔ لیکن جب چار حصے اس کتاب کے شائع ہو چکے۔ اور اس بات پر اطلاع ہوئی کہ کس قدر بداندیش مخالف حقیقت سے دُور و مہجور ہیں اور کیسے صدہا رنگا رنگ کے شکوک و شبہات نے اندر ہی اندر ان کو کھا لیا ہے۔ وہ پہلا ارادہ بہت ہی ناکافی معلوم ہوا۔ اور یہ بات کُھل گئی کہ اس کتاب کا تالیف کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ ایک ایسے زمانہ کے زیر و زبر کرنے کے لئے یہ ہماری طرف سے ایک

حملہ ہے۔ جس زمانہ کے مفاسد ان تمام فسادوں کے مجموعہ ہیں۔ جو پہلے اس سے متفرق طور پر وقتاً فوقتاً دنیا میں گذر چکے ہیں۔ بلکہ یقین ہو گیا کہ اگر ان تمام فسادوں کو جمع بھی کیا جائے۔ تو پھر بھی موجودہ زمانہ کے مفاسد ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور عقلی اور نقلی ضلالتوں کا ایک ایسا طوفان چل رہا ہے جس کی نظیر صفحۂ دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ اور جو ایسا دلوں کو ہلا رہا ہے کہ قریب ہے کہ بڑے بڑے عقلمند اس سے ٹھوکر کھاویں۔ تب ان آفات کو دیکھ کر یہ قرینِ مصلحت سمجھا گیا کہ اس کتاب کی تالیف میں جلدی نہ کی جائے۔ اور ان تمام مفاسد کی بیخکنی کے لئے فکر اور عقل اور دعا اور تضرع سے پورا پورا کام لیا جائے۔ اور نیز صبر سے اس بات کا انتظار کیا جائے کہ براہین کے چاروں حصوں کے شائع ہونے کے بعد کیا کچھ مخالف لوگ لکھتے ہیں۔ اور اگرچہ معلوم تھا کہ بعض جلد باز لوگ جو خریدار کتاب ہیں، وہ طرح طرح کے ظنوں میں مبتلا ہوں گے اور اپنے چند درم کو یاد کر کے مؤلف کو بددیانتی کی طرف منسوب کریں گے۔ چونکہ دل پر یہی غالب تھا کہ یہ کتاب رطب و یابس کا مجموعہ نہ ہو بلکہ واقعی طور پر حق کی ایسی نصرت ہو کہ اسلام کی روشنی دنیا میں ظاہر ہو جائے۔ اس لئے ایسے جلد بازوں کی کچھ بھی پروا نہیں کی گئی۔ اور اس بات کو خدا تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور شاہد ہونے کے لئے وہی کافی ہے کہ اگر پوری تحقیق اور تدقیق کا ارادہ نہ ہوتا تو اس قدر عرصہ میں جو براہین کی تکمیل میں گذر گیا، ایسی بیس تیس کتابیں شائع ہو سکتی تھیں۔ مگر میری طبیعت اور میرے نورِ فطرت نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ صرف ظاہری طور پر کتاب کو کامل کر کے دکھلا دیا جائے۔ گو حقیقی اور واقعی کمال اس کو حاصل نہ ہو۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ اگر میں ایسا کرتا اور واقعی حقیقت کو مدنظر نہ رکھتا تو لوگ بلاشبہ خوش ہو جاتے لیکن حقیقی راست بازی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہوتا ہے کہ مستعجل لوگوں کی لعنت ملامت کا اندیشہ نہ کر کے واقعی خیر خواہی اور غمخواری کو مدنظر رکھا جائے۔ یہ سچ ہے کہ اس دس برس کے عرصہ میں کئی خریدار دنیا سے گذر بھی گئے۔ اور کئی لمبے انتظاروں میں پڑ کر نومید ہو گئے۔ لیکن ساتھ اس کے فدا انصاف سے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا وہ لوگ کتاب کے دیکھنے سے بکلی محروم گئے۔ اور

کیا انہوں نے ۳۶ جزو کی کتاب پُر از حقایق و معارف نہیں دیکھ لی۔ اور یہ بھی سوچنا چاہیئے تھا کہ تمام دُنیا کا مقابلہ کرنا کیسا مشکل امر ہے۔ اور کس قدر مشکلات کا ہمیں سامنا پیش آگیا ہے۔ اور جو کچھ زمانہ کی حالت موجُودہ اپنے روز افزوں فساد کی وجہ سے جدید در جدید کوششیں ہم پر واجب کرتی جاتی ہے، وہ کس قدر زمانہ کو چاہتی ہیں۔ ماسوا اس کے ایسے بدظن خریدار اگر چاہیں تو خود بھی سوچ سکتے ہیں کہ کیا ان کے پانچ یا دس روپیہ لے کر اُن کو بکلّی کتاب سے محروم رکھا گیا کیا ان کو کتاب کی وہ ۳۶ جزو نہیں پہنچ چکیں۔ جو بہت سے حقایق و معارف سے پُر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ براہین کا حصّہ جس قدر طبع ہو چکا وہ بھی ایک ایسا جواہرات کا ذخیرہ ہے کہ جو شخص اللہ جلّشانہٗ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہو بلاشُبہ اس کو اپنے پانچ یا دس روپیہ سے زیادہ قیمتی اور قابلِ قدر سمجھے گا۔ میں یقیناً یہ بات کہتا ہوں اور میرا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ جس طرح میں نے محض اللہ جلّشانہ کی توفیق اور فضل اور تائید سے براہین کے حصص موجودہ کی نثر اور نظم کو جو دونوں حقایق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں، تالیف کیا ہے۔ اگر حال کے بدظن خریدار اُن مُلّاؤں کو جنہوں نے تکفیر کا شور مچا رکھا ہے، اس بات کے لئے فرمائش کریں کہ وہ اسی قدر نظم اور نثر جس میں زندگی کی رُوح ہو اور حقایق معارف بھرے ہوئے ہوں دس برس تک تیار کر کے ان کو دیں اور اسی قدر کی پچاس پچاس روپیہ قیمت لیں تو ہرگز اُن کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ اور مجھے اللہ جلّشانہ کی قسم ہے کہ جو نُور اور برکت اس کتاب کی نثر اور نظم میں مجھے معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس کا مؤلّف کوئی اَور ہوتا اور میں اس کے اسی قدر کو ہزار روپیہ کی قیمت پر بھی خریدتا تو بھی مَیں اپنی قیمت کو اس کے ان معارف کے مقابل پر جو دلوں کی تاریکی کو دُور کرتی ہیں، ناچیز اور حقیر سمجھتا۔ اس بیان سے اس وقت صرف مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بقیہ کتاب کے دینے میں معمول سے بہت زیادہ توقف ہوا۔ لیکن بعض خریداروں کی طرف سے بھی یہ ظُلم صریح ہے کہ انہوں نے اس عجیب کتاب کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور ذرا خیال نہیں کیا کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تالیفات میں کیا کچھ مؤلفین کو خون جگر کھانا پڑتا ہے اور کس طرح موت کے

بعد وہ زندگی حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک لطیف اور آبدار شعر کے بنانے میں جو معرفت کے نُور سے بھرا ہوا ہو اور گرتے ہوئے دلوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُوپر کو اُٹھا لیتا ہو۔ کس قدر فضل الٰہی درکار ہے اور کس قدر وقت خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر اگر ایسے آبدار اور پُر معارف اشعار کا ایک مجموعہ ہو تو ان کے لئے کس قدر زمانہ درکار ہوگا۔ ایسا ہی نثر کا بھی حال ہے۔ جاندار کتابیں بغیر جانفشانی کے طیار نہیں ہوتیں۔ اور متقدمین ایک ایک کتاب کی تالیف میں عمریں بسر کرتے رہے ہیں۔ امام بخاری نے سولہ برس میں اپنی صحیح کو جمع کیا۔ حالانکہ صرف کام اتنا تھا کہ احادیث صحیحہ جمع کی جائیں۔ پھر جس شخص کا یہ کام ہو کہ زمانہ موجودہ کے علم طبعی علم فلسفہ کے ان امور کو نیست و نابود کرے۔ جو ثابت شدہ صداقتیں سمجھی جاتی ہیں اور ایک معبود کی طرح پُوجی جا رہی ہیں۔ اور بجائے اُن کے قرآن کا سچا اور پاک فلسفہ دُنیا میں پھیلاوے اور مخالفوں کے تمام اعتراضات کا استیصال کر کے اسلام کا زندہ مذہب ہونا۔ اور قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا اور تمام مذاہب سے بہتر اور افضل ہونا ثابت کر دیوے۔ کیا یہ تھوڑا سا کام ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس عاجز کی نسبت اعتراض کئے ہیں کہ ہمارا روپیہ لے کر کھا لیا۔ اور ہم کو کتاب کا بقیہ اب تک نہیں دیا۔ انہوں نے کبھی توجہ اور انصاف سے کتاب براہین احمدیہ کو پڑھا نہیں ہوگا۔ اگر وہ کتاب کو پڑھتے تو اقرار کرتے کہ ہم نے براہین کا زیادہ اس سے پھل کھایا ہے اور اس مال سے زیادہ مال لیا ہے جو ہم نے اپنے ہاتھ سے دیا۔ اور نیز یہ بھی سوچتے کہ اگر ایسی اعلیٰ درجہ کی تالیفوں کی تکمیل میں چند سال توقف ہو جائے تو بلاشُبہ ایسا توقف ملامتوں کے لایق نہیں ہوگا۔ اور اگر ان میں انصاف ہوتا تو وہ دغاباز اور بددیانت کہنے کے وقت کبھی یہ بھی سوچتے کہ اس عظیم الشّان کام کا انجام دینا اور اس خوبی کے ساتھ اتمام حجّت کرنا اور تمام موجودہ اعتراضات کو اُٹھانا اور تمام مذاہب پر فتحیاب ہو کر اسلام کی صداقتوں کو آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے دکھلا دینا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ بغیر ایک معقول مدت اور تائید الٰہی کے ہو سکے۔ اگر انسان حیوانات کی طرح زندگی بسر نہ کرتا ہو

تو اس بات کا سمجھنا اس پر کچھ مشکل نہیں کہ ایک سچا مخلص اور غمخوار اسلام کا جو اسلام کی تائید کے لئے قلم اُٹھاوے۔ اگرچہ وہ اپنے کسی موجودہ سامان کے لحاظ سے یہ بھی لکھ دے کہ میں صرف چند ماہ میں فلاں کتاب بمقابلہ مخالفین شائع کروں گا۔ لیکن وہ اس بات کا مجاز ہوگا کہ جدید خرابیاں مشاہدہ کر کے حقیقی اصلاح کی غرض سے اپنے پہلے ارادہ کو کسی ایسے ارادہ سے بدل دے جو خدمت اسلام کے لئے احسن ہے اور جس کا انجام مدت مدید پر موقوف ہے۔ درحقیقت یہی صورت اس جگہ پیش آگئی۔ اور اس عرصہ میں مخالفین کی طرف سے کئی کتابیں تالیف ہوئیں اور کئی ردّ ہماری کتاب براہین کے لکھے گئے اور مخالفین نے اپنے تمام بخارات نکال لئے۔ اور تمام طاقتیں ان کی معلوم ہوگئیں۔ اور اس عرصہ میں اپنی فکر اور نظر نے بھی بہت ترقی کی اور ہزارہا باتیں ایسی معلوم ہوئیں جو پہلے معلوم نہ تھیں اور کتاب کی تکمیل کے لئے وہ سامان ہاتھ میں آگیا کہ اگر اس سامان سے پہلے کتاب چھپ جاتی تو ان تمام حقایق سے خالی ہوتی۔ اور اس عرصہ میں یہ عاجز فارغ بھی نہیں بیٹھا رہا۔ بلکہ تیس ہزار کے قریب اشتہار شائع کیا۔ اور بارہ ہزار کے قریب مخالفین اسلام کو اتمام حجت کے لئے رجسٹری کرا کر خط بھیجے اور بعض کتابیں جو براہین احمدیہ کے لئے بطور ارہاص کے تھیں۔ تالیف کیں۔ جیسا کہ سُرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ آئینہ کمالات اسلام۔ اور اس شغل میں صدہا حقایق معارف براہین کے لئے جمع ہوگئے۔ اور انہیں حقایق معارف نے اب مجھے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ براہین کے پنجم حصہ کو جو اَب انشاء اللہ تعالیٰ آخری حصہ کی طرح اس کو نکالوں گا۔ ایک مستقل کتاب کے طور پر نکالا جائے۔ سو اَب پنجم حصہ کی خوبیاں جس قدر میری نظر کے سامنے ہیں ان کے مناسب حال میں نے ضروری سمجھا کہ اس پنجم حصہ کا نام ضرورت قرآن رکھا جائے۔ اس حصہ میں یہی بیان ہوگا کہ قرآن کریم کا دُنیا میں آنا کیسا ضروری تھا۔ اور دُنیا کی رُوحانی زندگی بغیر اس کے ممکن ہی نہیں۔ اب میں یقین رکھتا ہوں کہ اس حصہ کے شروع طبع میں کچھ بہت دیر نہیں ہوگی۔ لیکن مجھے اُن مسلمانوں

کی حالت پر نہایت افسوس ہے کہ جو اپنے پانچ یا دس روپیہ کے مقابل پر ۳۰۰ جزو کی ایسی کتاب پاکر جو معارف اسلام سے بھری ہوئی ہے ایسے شرمناک طور پر بدگوئی اور بدزبانی پر مستعد ہو گئے کہ گویا ان کا روپیہ کسی چور نے چھین لیا یا ان پر کوئی قزاق پڑا۔ اور گویا وہ ایسی بے تکی سے لُوٹے گئے کہ اس کے عوض میں کچھ بھی ان کو نہیں دیا گیا۔ اور ان لوگوں نے زبان درازی اور بدظنی سے اس قدر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا کہ کوئی دقیقہ سخت گوئی کا باقی نہ رکھا۔ اس عاجز کو چور قرار دیا۔ مکّار ٹھہرایا۔ مال مردم خور کرکے مشہور کیا۔ حرام خور کہہ کر نام لیا۔ دغا باز نام رکھا۔ اور اپنے پانچ یا دس روپیہ کے غم میں وہ سیاپا کیا کہ گویا تمام گھر ان کا لُوٹا گیا اور باقی کچھ نہ رہا۔ لیکن ہم ان بزرگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ نے یہ روپیہ مفت دیا تھا اور کیا وہ کتابیں جو اس کے عوض میں تم نے لیں جن کے ذریعہ سے تم نے وہ علم حاصل کیا جس کی تمہیں اور تمہارے باپ دادوں کو کیفیت معلوم نہیں تھی اور وہ بغیر ایک عمر خرچ کرنے کے اور بغیر خون جگر کھانے کے یونہی تالیف ہو گئی تھیں۔ اور بغیر صرف مال کے یُونہی چھپ گئی تھیں۔ اور اگر درحقیقت وہ بے بہا جواہرات تھی جس کے عوض آپ نے پانچ یا دس روپے دیئے تھے تو کیا یہ شکوہ روا تھا کہ بے ایمانی اور دھوکہ دہی سے ہمارا روپیہ لے لیا گیا۔ آخر ان جوانمردوں اور پُرجوش مسلمانوں کو دیکھنا چاہئیے کہ جنہوں نے براہین کے ان حصّوں کو دیکھ کر بغیر خریداری کی نیّت کے صرف حقایق معارف کو مشاہدہ کرکے صدہا روپیہ سے محض للہ مدد کی اور پھر عذر کیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکے۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں تمام قومیں تلواریں کھینچ کر اسلام کے گرد ہو رہی ہیں اور کروڑہا روپیہ چندہ کرکے اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح اسلام کو روئے زمین سے نابود کر دیں۔ ایسے وقت میں اگر اسلام کے حامی اسلام کے مددگار اسلام کے غمخوار یہی لوگ ہیں کہ ایسی کتاب کے مقابل پر جو اسلام کے لئے نئے اور زندہ ثبوتوں کی بنیاد ڈالتی ہے اس قدر جزع فزع کر رہے ہیں اور ایک معقول حصّہ کتاب کا لے کر پھر یہ ماتم اور فریاد ہے تو پھر اس دین کا خدا حافظ ہے۔ مگر نہیں۔ اللہ جلّشانہٗ کو ایسے لوگوں کی ہرگز پروا نہیں جو دُنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں۔ نہایت تعجب انگیز یہ امر ہے

کہ اگر کسی صاحب کو بقیہ براہین کے نکلنے میں دیر معلوم ہوئی تھی اور اپنا روپیہ یاد آیا تھا تو اس شور و غوغا کی کیا ضرورت تھی۔ اور دغاباز اور چور اور حرام خور نام رکھ کر اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ کرنے کی کیا حاجت تھی۔ ایک سیدھے معاملہ کی بات تھی کہ بذریعہ خط کے اطلاع دیتے کہ براہین کے چاروں حصے لو اور ہمارا روپیہ ہمیں واپس کرو۔ مجھے ان کے دلوں کی کیا خبر تھی کہ اس قدر بگڑ گئے ہیں۔ میرا کام محض للہ تھا۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ گو بعض مسلمان خریداری کے پیرایہ میں تعلق رکھتے ہیں۔ مگر اس پُرفتن زمانہ میں ہی للّٰہی نیّت سے وہ خالی نہیں ہیں۔ اور للّٰہی نیّت کا آدمی حسن ظن کی طرف بہ نسبت بدظنّی کے زیادہ جُھکتا ہے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص بدنیّتی سے کسی کا کچھ روپیہ رکھ کر اس کو نقصان پہنچاوے۔ مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک مؤلف محض نیک نیّتی سے پہلے سے ایک زیادہ طوفان دیکھ کر اپنی تالیف میں تکمیل کتاب کی غرض سے توقف ڈال دے۔ وانما الاعمال بالنیات ۔ اللہ جلّشانہٗ جانتا ہے کہ میرا یہ یقین ہے کہ جیسا کہ میں نے اس توقف کی وجہ سے قوم کے بدگمان لوگوں سے لعنتیں سُنی ہیں۔ ایسا ہی اپنی اس تاخیر کی جزا میں جو مسلمانوں کی بھلائی کی موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عظیم الشان رحمتوں کا مورد ہوں گا اب میں اس تقریر کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا۔ اصل مدعا میرا اس تحریر سے یہ ہے کہ اَب میں اُن خریداروں سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا جو سچے ارادتمند اور معتقد نہیں ہیں۔ اس لئے عام طور پر یہ اشتہار دیتا ہوں کہ ایسے لوگ جو آیندہ کسی وقت جلد یا دیر سے اپنے روپیہ کو یاد کرکے اس عاجز کی نسبت کچھ شکوہ کرنے کو تیار ہیں یا اُن کے دل میں کبھی بدظنّی پیدا ہو سکتی ہے۔ وہ براہِ مہربانی اپنے ارادہ سے مجھ کو بذریعہ خط مطلع فرماویں اور میں اُن کا روپیہ واپس کرنے کے لئے یہ انتظام کروں گا کہ ایسے شہر میں یا اُس کے قریب اپنے دوستوں میں سے کسی کو مقرر کر دوں گا کہ تا چاروں حصے کتاب کے لے کر روپیہ ان کے حوالہ کرے اور میں ایسے صاحبوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور دشنام دہی کو بھی محض للہ بخشتا ہوں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے لئے قیامت میں پکڑا جائے۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ خریدار کتاب فوت ہو گیا ہو۔

اور وارثوں کو کتاب بھی نہ ملی ہو تو چاہیئے کہ وارث چار معتبر مسلمانوں کی تصدیق خط میں لکھوا کر کہ اصلی وارث وہی ہے وہ خط میری طرف بھیج دے تو بعد اطمینان وہ روپیہ بھی بھیج دیا جائے گا اور اگر کسی وارث کے پاس کتاب ہو تو وہ بھی بدستور اس میرے دوست کے پاس روانہ کرے لیکن اگر کوئی کتاب کو روانہ کرے اور یہ معلوم ہو کہ چاروں حصّے کتاب کے نہیں ہیں۔ تو ایسا پیکٹ ہرگز نہیں لیا جائے گا جب تک شخص فرستندہ یہ ثابت نہ کرے کہ اسی قدر کتاب اُن کو بھیجی گئی تھی۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ ۔

خاکسار **غلام احمد**۔ از قادیان ضلع گورداسپور۔ یکم مئی ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۱۶ کے آٹھ صفحوں پر ہے) (مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

---

(۱۰۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

ڈاکٹر پادری کلارک صاحب کا جنگ مقدّس اور اُن کے مقابلہ کیلئے

اشتہار

واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب مندرجۃ العنوان نے بذریعہ اپنے بعض خطوط یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ علمائے اسلام کے ساتھ ایک جنگ مقدّس کے لئے طیاری کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے خط میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ جنگ ایک پُورے پُورے فیصلہ کی غرض سے کیا جائے گا۔ اور یہ بھی دھمکی دی کہ اگر علماء اسلام نے اس جنگ سے مُنہ پھیر لیا یا شکست فاش کھائی تو آیندہ

اُن کا استحقاق نہیں ہوگا کہ مسیحی علماء کے مقابل پر کھڑے ہو سکیں یا اپنے مذہب کو سچا سمجھ سکیں یا عیسائی قوم کے سامنے دم مار سکیں۔ اور چونکہ یہ عاجز انہیں رُوحانی جنگوں کے لئے مامور ہو کر آیا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر یہ بھی جانتا ہے کہ ہر ایک میدان میں فتح ہم کو ہے۔ اس لئے بلا توقف ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط کے اطلاع دی گئی ہے کہ ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آکر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ظاہر ہو جائے۔ اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بمقام امرتسر بھیجے گئے۔ جن کے نام نامی یہ ہیں۔ [۱] مرزا خدا بخش صاحب۔ [۲] منشی عبد الحق صاحب [۳] حافظ محمد یوسف صاحب۔ [۴] شیخ رحمت اللہ صاحب۔ [۵] مولوی عبد الکریم صاحب۔ [۶] منشی غلام قادر صاحب فصیح۔ [۷] میاں محمد یوسف خاں صاحب۔ [۸] شیخ نور احمد صاحب۔ [۹] میاں محمد اکبر صاحب [۱۰] حکیم محمد اشرف صاحب۔ [۱۱] حکیم نعمت اللہ صاحب۔ [۱۲] مولوی غلام احمد صاحب انجنیئر۔ [۱۳] میاں محمد بخش صاحب۔ [۱۴] خلیفہ نور الدین صاحب۔ [۱۵] میاں محمد اسمٰعیل صاحب۔

تب ڈاکٹر صاحب اور میرے دوستوں میں جو میری طرف سے وکیل تھے کچھ گفتگو ہو کر بالاتفاق یہ بات قرار پائی کہ یہ مباحثہ بمقام امرتسر واقع ہو۔ اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اس جنگ کا پہلوان مسٹر عبد اللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ تجویز کیا گیا۔ اور یہ بھی ان کی طرف سے تجویز کیا گیا کہ فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہوں گے۔ اور ہر یک فریق کو چھ چھ دن فریق مخالف پر اعتراض کرنے کے لئے دیئے گئے۔ اس طرح پر کہ اوّل چھ روز تک ہمارا حق ہوگا کہ ہم فریق مخالف کے مذہب اور تعلیم اور عقیدہ پر اعتراض کریں۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور اُن کے منجی ہونے کے بارہ میں ثبوت مانگیں یا اور کوئی اعتراض جو مسیحی مذہب پر ہو سکتا ہے پیش کریں۔ ایسا ہی فریق مخالف کا بھی حق ہوگا کہ وہ بھی چھ روز تک اسلامی تعلیم پر اعتراض کئے جائیں اور یہ بھی قرار پایا کہ جلسی انتظام کے لئے ایک ایک صدر انجمن مقرر ہو جو فریق مخالف کے گروہ کو شور و غوغا

ناجائز کارروائی اور دخل بے جا سے روکے۔ اور یہ بات بھی باہم مقرر اور مسلّم ہو چکی کہ ہر ایک فریق کے ساتھ پچاس سے زیادہ اپنی قوم کے لوگ نہیں ہوں گے۔ اور فریقین ایک سو ٹکٹ چھاپ کو پچاس پچاس اپنے اپنے آدمیوں کے حوالہ کریں گے۔ اور بغیر ٹکٹ دکھلانے کے کوئی اندر نہیں آ سکیگا۔ اور آخر پر ڈاکٹر صاحب کی خاص درخواست سے یہ بات قرار پائی کہ یہ بحث ۲۲؍ مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہونی چاہیئے۔ انتظام مقام مباحثہ اور تجویز مقام مباحثہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق رہا۔ اور وہی اس کے ذمہ دار ہوئے۔ اور بعد طے ہونے ان تمام مراتب کے ڈاکٹر صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کے اس تحریر پر دستخط ہو گئے جس میں شرائط بہ تفصیل لکھے گئے تھے۔ اور یہ قرار پایا کہ ۱۵؍ مئی ۱۸۹۳ء تک فریقین ان شرائط مباحثہ کو شائع کردیں۔ اور پھر میرے دوست قادیان میں پہنچے۔ اور چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے۔ اس لئے ان کی خدمت میں بتاریخ ۲۵؍ اپریل ۱۸۹۳ء کو لکھا گیا کہ وہ شرائط جو میرے دوستوں نے قبول کئے ہیں وہ مجھے بھی قبول ہیں۔ لیکن یہ بات پہلے سے تجویز ہو جانا ضروری ہے کہ اس جنگ مقدس کا فریقین پر اثر کیا ہوگا اور کیونکر کھُلے کھُلے طور پر سمجھا جائے گا کہ درحقیقت فلاں فریق کو شکست آ گئی ہے۔ کیونکہ سالہا سال کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ معقولی اور منقولی بحثوں میں گو کیسی ہی صفائی سے ایک فریق غالب آ جائے مگر دوسرے فریق کے لوگ کبھی قائل نہیں ہوتے کہ وہ درحقیقت مغلوب ہو گئے ہیں۔ بلکہ مباحثات کے شائع کرنے کے وقت اپنی تحریرات پر حاشیے چڑھا چڑھا کر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اپنا ہی غالب رہنا ثابت ہو۔ اور اگر صرف اسی قدر منقولی بحث ہو تو ایک عقلمند پیشگوئی کر سکتا ہے کہ یہ مباحثہ بھی انہیں مباحثات کی مانند ہوگا جو اب تک پادری صاحبوں اور علماء اسلام میں ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے مباحثہ میں کوئی بھی نئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ پادری صاحبوں کی طرف سے وہی معمولی اعتراضات ہوں گے۔ کہ مثلاً اسلام زور شمشیر سے پھیلا ہے۔ اسلام میں کثرت ازدواج کی تعلیم ہے۔ اسلام کا بہشت ایک

جسمانی بہشت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی ہماری طرف سے بھی وہی معمولی جواب ہوں گے کہ اسلام نے تلوار اُٹھانے میں سبقت نہیں کی۔ اور اسلام نے صرف بوقت ضرورت امن قائم کرنے کی حد تک تلوار اُٹھائی ہے۔ اور اسلام نے عورتوں اور بچوں اور راہبوں کے قتل کرنے کے لئے حکم نہیں دیا جنہوں نے سبقت کر کے اسلام پر تلوار کھینچی وہ تلوار سے ہی مارے گئے اور تلوار کی لڑائیوں میں سب سے بڑھ کر توریت کی تعلیم ہے جس کی رُو سے بیشمار عورتیں اور بچے بھی قتل کئے گئے جس خدا کی نظر میں وہ بیرحمی اور سختی کی لڑائیاں بُری نہیں تھیں بلکہ اس کے حکم سے تھیں تو پھر نہایت بے انصافی ہوگی کہ وہی خدا اسلام کی اُن لڑائیوں سے ناراض ہو جو مظلوم ہونے کی حالت میں یا امن قائم کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنی پڑی تھیں۔ ایسا ہی کثرت ازدواج کے اعتراض میں ہماری طرف سے وہی معمولی جواب ہوگا کہ اسلام سے پہلے اکثر قوموں میں کثرت ازدواج کی سینکڑوں اور ہزاروں تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ اور اسلام نے تعدد ازدواج کو کم کیا ہے نہ زیادہ۔ بلکہ یہ قرآن میں ہی ایک فضیلت خاص ہے کہ اس نے ازدواج کی بے حدی اور بے قیدی کو رد کر دیا ہے۔ اور کیا وہ اسرائیلی قوم کے مقدس نبی جنہوں نے سو سو بیوی کی بلکہ بعض نے سات سو تک نوبت پہنچائی وہ اخیر عمر تک حرامکاری میں مُبتلا رہے۔ اور کیا اُن کی اولاد جن میں سے بعض راستباز بلکہ نبی بھی تھے، ناجائز طریق کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔ ایسا ہی بہشت کی نسبت وہی معمولی جواب ہوگا کہ مسلمانوں کا بہشت صرف جسمانی بہشت نہیں بلکہ دیدار الٰہی کا گھر ہے اور دونوں قسم کی سعادتوں رُوحانی اور جسمانی کی جگہ ہے۔ ہاں عیسائی صاحبوں کا دوزخ محض جسمانی ہے۔

لیکن اس جگہ سوال تو یہ ہے کہ ان مباحثات کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیا امید رکھ سکتے ہیں کہ عیسائی صاحبان مسلمانوں کے ان جوابات کو جو سراسر حق اور انصاف پر مبنی ہیں۔ قبول کر لیں گے۔ یا ایک انسان کے خدا بنانے کے لئے صرف معجزات کافی سمجھے جائیں گے یا

بائیبل کی وہ عبارتیں جن میں علاوہ حضرت مسیح کے ذکر کے کہیں یہ لکھا ہے کہ تم سب خدا کے بیٹے ہو اور کہیں یہ کہ تم اس کی بیٹیاں ہو اور کہیں یہ کہ تم سب خدا ہو، ظاہر پر محمول قرار دیئے جائیں گے۔ اور جبکہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بحث کا عمدہ نتیجہ جس کے لئے ۱۲ دن امرتسر میں ٹھہرنا ضروری ہے۔ کیا ہوگا۔

ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنی جب فریقین اپنے چھ دن پورے کرلیں تو ان میں مباہلہ بھی ہو اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی میعاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو جس کا مقابلہ فریق مخالف سے نہ ہو سکے تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرلے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے۔ اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کردے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ اس سے حق اور باطل میں بکلی فرق ہو جائے گا۔ کیونکہ جب ایک خارق نشان کے مقابل پر ایک فریق بالمقابل نشان دکھلانے سے بکلی عاجز رہا۔ تو فریق نشان دکھلانے والے کا غالب ہونا بکلی کھل جائے گا اور تمام بحثیں ختم ہو جائیں گی اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ لیکن ایک ہفتہ سے زیادہ گذرتا ہے جو آج تک ۳؍ مئی ۱۸۹۳ء ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس خط کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ لہٰذا اس اشتہار کے ذریعہ سے ڈاکٹر صاحب اور ان کے تمام گروہ کی خدمت میں التماس ہے کہ جس حالت میں انہوں نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں قطعی فیصلہ ہو جائے اور یہ بات کھل جائے کہ سچا اور قادر خدا کس کا خدا ہے۔ تو پھر معمولی بحثوں سے یہ امید رکھنا طمع خام ہے۔ اگر یہ ارادہ نیک نیتی سے ہے تو اس سے بہتر اور کوئی بھی طریق نہیں کہ اب آسمانی مدد کے ساتھ صدق اور کذب کو

اُٹھایا جائے۔ اور میں نے اس طریق کو بدل وجان منظور کر لیا ہے۔ اور وہ طریق بحث جو منقولی اور معقولی طور پر قرار پایا ہے۔ گو میرے نزدیک چنداں ضروری نہیں۔ مگر تاہم وہ بھی مجھے منظور ہے لیکن ساتھ اس کے یہ ضروریات سے ہوگا کہ ہر یک چھ دن کی میعاد کے ختم ہونے کے بعد بطور متذکرہ بالا مجھ میں اور فریق مخالف میں مباہلہ واقع ہوگا۔ اور یہ اقرار فریقین پہلے سے شائع کر دیں کہ ہم مباہلہ کریں گے۔ یعنی اس طور سے دُعا کریں گے کہ اے ہمارے خدا۔ اگر ہم باطل پر ہیں تو فریق مخالف کے نشان سے ہماری ذلّت ظاہر کر۔ اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری تائید میں نشان آسمانی ظاہر کر کے فریق مخالف کی ذلّت ظاہر فرما۔ اور اس دُعا کے وقت دونوں فریق آمین کہیں گے۔ اور ایک سال تک اس کی میعاد ہوگی۔ اور فریق مغلوب کی سزا وہ ہوگی جو اُوپر بیان ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو پھر کیونکر فیصلہ ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا۔ اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہو چکی ہے۔ چونکہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہوں اور فتح پانے کی بشارت پا چکا ہوں۔ پس اگر کوئی عیسائی صاحب میرے مقابل آسمانی نشان دکھلاویں یا میں ایک سال تک دکھلا نہ سکوں۔ تو میرا باطل پر ہونا کھُل گیا۔ اور اللہ جلّشانہٗ کی قسم ہے کہ مجھے صاف طور پر اللہ جلّشانہٗ نے اپنے الہام سے فرما دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلا تفاوت ایسا ہی انسان تھا جس طرح اور انسان ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کا سچا نبی اور اس کا مُرسل اور برگزیدہ ہے۔ اور مجھ کو یہ بھی فرمایا۔ کہ جو مسیح کو دیا گیا وہ بمتابعت نبی علیہ السلام تجھ کو دیا گیا ہے۔ اور تو مسیح موعود ہے اور تیرے ساتھ ایک نورانی حربہ ہے جو ظلمت کو پاش پاش کرے گا اور یکسر الصلیب کا مصداق ہوگا۔ پس جبکہ یہ بات ہے تو میری سچائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو۔ اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں

ہوں۔ اور نہ صرف وہی سزا بلکہ موت کی سزا کے لائق ہوں۔ سو آج میں اُن تمام باتوں کو قبول کر کے اشتہار دیتا ہوں۔ اب بعد شائع ہونے اشتہار کے مناسب اور واجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھی اس قدر اشتہار دے دیں۔ کہ اگر بعد مباہلہ مرزا غلام احمد کی تائید میں ایک سال کے اندر کوئی نشان ظاہر ہو جائے جس کے مقابل پر اسی سال کے اندر ہم نشان دکھلانے سے عاجز آجائیں تو بلا توقف دین اسلام قبول کر لیں گے۔ ورنہ اپنی تمام جائداد کا نصف حصہ اسلام کی امداد کی غرض سے فریق غالب کو دے دیں گے اور آئندہ اسلام کے مقابل پر کبھی کھڑے نہیں ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت سوچ لیویں کہ میں نے اپنی نسبت بہت زیادہ سخت شرائط رکھی ہیں اور ان کی نسبت شرطیں نرم رکھی گئی ہیں۔ یعنی اگر میرے مقابل پر وہ نشان دکھلائیں اور میں بھی دکھلاؤں۔ تب بھی بموجب اس شرط کے وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور اگر نہ میں نشان دکھلا سکوں اور نہ وہ ایک سال تک نشان دکھلا سکیں تب بھی وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور میں صرف اس حالت میں سچّا قرار پاؤں گا کہ میری طرف سے ایک سال کے اندر ایسا نشان ظاہر ہو جس کے مقابلہ سے ڈاکٹر صاحب عاجز رہیں۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب بعد اشاعت اس اشتہار کے ایسے مضمون کا اشتہار بالمقابل شائع نہ کریں تو پھر صریح ان کی گریز متصوّر ہوگی۔ اور ہم پھر بھی ان کی منقولی و معقولی بحث کے لئے حاضر ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس بارے میں یعنی نشان نمائی کے امر میں اپنا اور اپنی قوم کا اسلام کے مقابل پر عاجز ہونا شائع کر دیں۔ یعنی یہ لکھ دیں کہ یہ اسلام ہی کی شان ہے کہ اس سے آسمانی نشان ظاہر ہوں۔ اور عیسائی مذہب ان برکات سے خالی ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے دوستوں کے روبرو یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم مباحثہ تو کریں گے مگر یہ مباحثہ فرقہ احمدیہ سے ہوگا نہ مسلمانان جنڈیالہ سے۔ سو ڈاکٹر صاحب کو واضح رہے کہ فرقہ احمدیہ ہی سچے مسلمان ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے کلام میں انسان کی رائے کو نہیں ملاتے۔ اور حضرت مسیح کا درجہ اسی قدر مانتے ہیں جو قرآن شریف

سے ثابت ہوتا ہے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ۸ مئی ۱۸۹۳ء ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱ تا ۳ پر ہے)

---

(۱۰۵)

میاں بٹالوی صاحب کی اطلاع کے لئے

اشتہار

واضح ہو کہ شیخ بٹالوی صاحب کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے اُن کو دعوت کی گئی تھی۔ بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۳ء پہنچایا گیا تھا چنانچہ مرزا خدا بخش صاحب جو اشتہار لے کر لاہور گئے تھے۔ یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کر لیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیجدیں گے۔ سو دو ہفتہ تک انتظار جواب رہا۔ اور کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبارہ ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے۔ یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کریں گے۔ چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا۔ اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف وعدہ کیا۔ ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے۔ مگر انہیں آپ شرم کرنی چاہیئے۔ کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام بلاتحقیق کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے۔ تعجب کہ یہ جواب صرف ہاں یا نہیں سے ہو سکتا تھا۔ مگر انہوں نے ایک مہینہ گذار دیا۔ اور یہ مہینہ ہمارا صرف انتظاری میں ضائع ہوا۔ اب ہمیں بھی دو ضروری کام پیش آ گئے۔ ایک ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ مباحثہ، دوسرے ایک ضروری رسالہ کا تالیف کرنا جو تائید اسلام کے لئے بہت جلد امریکہ میں بھیجا جائے گا جس کا یہ مطلب ہو گا کہ دُنیا میں سچا اور زندہ مذہب

صرف اسلام ہے۔ اس لئے میاں بٹالوی صاحب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کاموں کی تکمیل سے پہلے آپ کا جواب آیا تو ناچار کوئی دوسری تاریخ آپ کے مقابلہ کے لئے شائع کی جائے گی۔ جو ان دونوں کاموں سے فراغت کے بعد ہوگی۔

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ رمئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۱۱۔ ۱۲ پر ہے)

---

(۱۰۶)

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیشگوئی

شیخ محمد حسین ابوسعید کی آجکل ایک نازک حالت ہے۔ یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے۔ اور نہ صرف کافر بلکہ اس کے کفرنامہ میں کئی بزرگوں نے اس عاجز کی نسبت اکفر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اپنے بوڑھے اُستاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اُس نے اسی بَلا میں ڈال دیا ہے۔ سبحان اللہ ایک شخص اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔ اور پابند صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ میں سے ہے۔ اور تمام عملی باتوں میں ایک ذرہ بھی کتاب اللہ اور سُنّت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف نہیں۔ اس کو میاں بٹالوی صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر اور ہمیشہ جہنّم میں رہنے والا قرار دیتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بموجب نصّ بیّن قرآن کریم فلمّا توفیتنی فوت شدہ سمجھتا ہے۔ اور بموجب پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ مسیح موعودؑ اسی اُمّت میں سے ہوگا۔ اپنے متواتر الہامات اور قطعی نشانوں کی بنا پر اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے۔ اور میاں بٹالوی بطور افترا کے یہ بھی کہتا ہے کہ گویا یہ عاجز ملائک کا منکر اور معراج نبوی کا انکاری اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا۔ سبحان اللہ! کافر ٹھہرانے کے لئے اس بیچارے نے کیا کچھ افترا کئے ہیں۔ انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ

کافر سمجھ لے۔ بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی کفر میں بڑھ کر قرار دیوے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اب اس شخص کا بہت ہی بُرا حال ہے۔ اگر کسی کے مُنہ سے نکل جائے کہ میاں کیوں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو۔ کچھ خدا سے ڈرو۔ تو دیوانہ کی طرح اس کے گرد ہو جاتا ہے اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ ہم اُس کے خیرخواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دُعا کریں۔ اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے۔ و انی رأیت ان ھذا الرجل یؤمن بایمانی قبل موتہ و ثبت کانہ ترک قول التکفیر و تاب۔ وھذہ رؤیای و ارجو ان یجعلھا ربی حقًا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

راقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۴؍ مئی ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۲۱-۲۲ پر ہے)

---

(۱۰۷)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے   کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُن سے محبت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو اُن کے دلوں پر سے پردہ اُٹھا وے۔ جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا۔ اور ایک دُھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ

اس کے وجود کا قایل ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور یہ پردہ اُٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسّر نہیں آسکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے۔ جس دن خدا تعالےٰ اس کو مخاطب کرکے انا الموجود کی اس کو آپ بشارت دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے۔ اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالےٰ پر کامل ایمان اسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلّشانہٗ اپنے وجود سے آپ خبر دیتا ہے۔ اور پھر دوسری علامت خدا تعالےٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر اُن پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ اُن کی دُعائیں جو ظاہری اُمیدوں سے زیادہ ہوں۔ قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے اُن کو اطلاع دے دیتا ہے۔ تب اُن کے دل تسلّی پکڑ جاتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے۔ جو ہماری دُعائیں سُنتا اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگت اَور ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے۔ اور جب مقرب انسان دُعا کرتا ہے تو خدا تعالےٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلّی فرماتا ہے اور اپنی رُوح اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبول دُعا کی بشارت دیتا ہے۔ اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے۔ اس کو نبی یا محدّث کہتے ہیں۔ اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے رہیں۔ جو محدّث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالےٰ آمنے سامنے کلام کرے۔ اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ

ایسے راستباز جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں۔ تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ سو یہی معیار حقیقی سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نور صرف اسلام میں ہے۔ عیسائی مذہب اس روشنی سے بے نصیب ہے۔ اور ہماری یہ بحث جو ڈاکٹر کلارک صاحب سے ہے۔ اس غرض اور اسی شرط سے ہے کہ اگر وہ اس مقابلہ سے انکار کریں تو یقیناً سمجھو کہ عیسائی مذہب کے بطلان کے لئے یہی دلیل ہزار دلیل سے بڑھ کر ہے کہ مُردہ ہرگز زندہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ اندھا سوجاکھے کے ساتھ پورا اُتر سکتا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۵ مئی ۱۸۹۳ء

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اول مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے ٹائیٹل پیج پر ہے)

---

(۱۰۸)

اطلاع عام

شیخ بٹالوی صاحب اشاعۃ السنۃ نے دو مرتبہ یہ پختہ عہد کیا تھا کہ میں اس خط کا جواب جو عربی تفسیر اور قصیدہ بالمقابل کے بارہ میں اس طرف سے بطور اتمام حجت کے لکھا گیا تھا۔ فلاں فلاں تاریخ کو ضرور بھیج دوں گا تخلف نہیں ہوگا۔ اب ان دونوں تاریخوں پر سولہ دن گذر گئے اور خدا جانے ابھی کس قدر گذرتے جائیں گے۔ شیخ صاحب کا بار بار وعدہ کرنا اور پھر توڑنا صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ اب کسی مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور تین روز کا ذکر ہے کہ ایک مجمل پیغام مجھ کو امرتسر سے پہنچا کہ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس مباحثہ میں اگر مسیح کی وفات حیات کے بارہ میں بحث ہوتی تو ہم اس وقت ضرور ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ لہٰذا عام طور پر شیخ جی اور ان کے دوسرے رفیقوں کو اطلاع دی جاتی ہے بلکہ

قسم دی جاتی ہے کہ یہ بخار بھی نکال لو بحیات وفات مسیح کے بارے میں ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ ضرور بحث ہوگی۔ بیشک اس کی مدد کرو۔

واعلموا ان اللہ یخزی الکاذبین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین

(یہ اشتہار سچائی کا اظہار بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۵ پر ہے)

---

(۱۰۹)

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب وکیل ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب و دیگر عیسائیان کا بصورت مغلوب ہوجانے کے مسلمان ہوجانے کا

وعدہ

ہم اس وقت مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ حال پنشنر رئیس امرتسر کا وہ وعدہ ذیل میں لکھتے ہیں جو انہوں نے بحیثیت وکالت ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب و عیسائیان جنڈیالہ مسلمان ہونے کے لئے بحالت مغلوبیّت کیا ہے۔ صاحب موصوف نے اپنے اقرار نامہ میں صاف صاف اقرار فرما دیا ہے کہ اگر وہ معقولی بحث کی رُو سے یا کسی نشان کے دیکھنے سے مغلوب رہ جائیں تو دین اسلام اختیار کرلیں گے۔ اور وہ یہ ہے۔

نقل خط مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۹ مئی ۱۸۹۳ء

منمقام امرتسر

جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا اور کوئی

صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں باقی منظوری سے مجھے معاف رکھئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔

دستخط۔ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب

(یہ اشتہار سچائی کا اظہار بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۱۴ تا ۱۶ پر ہے)

---

(۱۱۰)

اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبد الحق غزنوی مورخہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ

ایک اشتہار مباہلہ* ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ شائع کردہ عبد الحق غزنوی میری نظر سے گذرا۔ سو اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفّر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ القدیر میں تیسری یا چوتھی ذیقعدہ

---

* جس اشتہار کا یہ ذکر ہے۔ وہ حاشیہ ہذا میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اس سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ اور وہ یہ ہے:۔ (المرتب)

استدعاء مباہلہ از مرزا قادیانی بذریعہ اشتہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اشتہار مطبوعہ ۲۵ اپریل ۱۸۹۳ء از جانب مرزا بتاریخ ۱۹ شوال ۱۳۱۰ھ میری نظر سے

سنہ۱۳۱۰ھ تک امرتسر میں پہنچ جاؤں گا اور تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذیقعد سنہ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے۔ جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا۔ اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خاں بہادر محمد شاہ مرحوم قرار پایا ہے۔ اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں قریباً بارہ[۱۲] بجے تک عیسائیوں سے دربارہ حقیت اسلام

(بقیہ حاشیہ) گذرا۔ جس میں اس مباہلہ کا ذکر تھا جو بتاریخ ۲ شوال سنہ۱۳۱۰ھ میرے اور حافظ محمد یوسف کے درمیان مرزا اور اس کے چیلوں کے ارتداد کی بابت ہوا تھا۔ نیز اس میں استدعا مباہلہ علمائے اسلام سے تھی۔ صاحب قادیانی کا یہ اشتہار حسب عادت خود پُر از کذب و بہتان و افتراء ہے۔ ارے مرزا جب تجھے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور چودہ سو برس کے مسلمانوں کو جھٹلاتے شرم نہ آئی تو ہم سے کیا شرم۔ اذالم تستحی فاصنع ماشئت ؏ طعنہ گیرد در سخن بر بایزید ✽ ننگ دارد از درون او یزید ✽ جو لوگ بمضمون سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین جاہلوں اور یادہ گوؤں کے جھگڑوں سے بچتے اور کنارہ کرتے ہیں۔ اور آیۃ خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاھلین پر عامل اور گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کی طرف مائل ہیں۔ ان سے مباحثہ اور مباہلہ کی درخواست ہے۔ اور جو لوگ شاہ سوار میدان ہیں اور بار بار مباہلے اور مباحثے کے اشتہار چھپوا کر اور رجسٹری شدہ خطوط اور دستی خطوط معتبر اشخاص کی وساطت سے پہنچا کر دل وجان سے تیرے لقا کے میدان مباحثہ ومباہلہ میں شائق ومشتاق ہیں۔ ان سے کیوں گریز اور روپوشی کرتے ہو۔ اور مصداق کانّھم حمرٌ مستنفرۃ فرت من قسورۃ بنتے ہو۔ ؎ اے دل عشاق بہ دام تو صید ما بہ تو مشغول تو با عمرو زید ✽ اور اگر ان اشتہاروں سے آنکھوں پر پردہ اور گوش باطل نیوش بہرے ہوگئے ہوں تو ناظرین کے ملاحظے اور اتمام حجت کے لئے پھر ان کا ذکر کر دیتے ہیں۔ اوّل تین خط مفتی مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی متضمن استدعائے مباحثہ خط اوّل مورخہ

اس عاجز کا مباحثہ ہوگا۔ اور یہ مباحثہ برابر بارہ دن تک ہوتا رہے گا۔ اس لئے مکفرین جو مجھ کو کافر ٹھہرا کر مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ دو بجے سے شام تک مجھ کو فرصت ہوگی۔ اس وقت میں بتاریخ دہم ذیقعد یا بصورت کسی عذر کے گیاراں ذیقعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کرلیں اور دہم ذیقعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں۔ شریک مباہلہ ہوسکیں جیسے محی الدین لکھو کے والے اور مولوی عبد الجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لدھیانہ اور عبد العزیز

(بقیہ حاشیہ) ۲۴ ستمبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ جعفری پریس لاہور۔ خط دوم ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ لاہور۔ خط سوم مورخہ ۲۳ جنوری ۱۸۹۲ء مطبوعہ لاہور۔ دوئم۔ اشتہار ضروری مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مورخہ ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور۔ سوئم۔ اعلان عام از طرف انجمن اسلامیہ لدھیانہ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ انصاری دہلی۔ چہارم۔ نوٹس مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مورخہ ۱۵ فروری ۱۸۹۱ء مطبوعہ لاہور۔ پنجم۔ نوٹس اتمام حجت مولوی عبد المجید مالک مطبع انصاری مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔ ششم اشتہار مولوی صاحب عبد الحق دہلوی مصنف تفسیر حقانی مورخہ یکم اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ انصاری۔ ہفتم۔ اشتہار محمد عبد المجید مورخہ ۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ دہلی۔ ہشتم۔ اشتہار مولوی محمد صاحب اور مولوی عبد العزیز صاحب اور مولوی عبد اللہ صاحب مفتیان شہر لدھیانہ مورخہ ۲۹ رمضان المبارک مطبوعہ لدھیانہ۔ نہم۔ اشتہار مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس مورخہ ۲۷ رمضان شریف مطبوعہ لدھیانہ وغیرہ۔ ما لا یحصیہا الا اللّٰہ۔ اب اے شعبدات تفرقہ کے مادو! تم نے متفرق شہروں میں دیئے۔ تم نے کس سے بحث کی اور کس جگہ میدان میں حاضر ہوئے۔ پس جب تمہاری مکاری اور دھوکہ دہی عام پر کھل گئی تو پھر تمہارے دام میں وہی شخص آوے گا جو شقی سرمدی ہو۔ انہ لیس لہ سلطان علی الذین اٰمنوا وعلٰی ربھم یتوکلون۔ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ھم بہ مشرکون۔ ایک اور ابلہ ریبی و شعبدہ بازی کا ریگر

واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدھیانہ اور مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ۔ اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور پیر حیدر شاہ صاحب اور حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی اور میاں عبد اللہ ٹونکی اور مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہدین صاحب اور مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول لدھیانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور

(بقیہ حاشیہ) کی سُنئے۔ ایک اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء میں خامہ فرسائی کی ہے کہ ایک سورۃ کی تفسیر عربی میں لکھتا ہوں اور ایک جانب مخالف لکھے اور اس میں ایسے معارف جدیدہ و لطائف غریبہ لکھے جائیں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔ ارے مخبوط الحواس ہم تو اسی سبب سے تجھے ملحد اور ضال اور مضل اور زندیق کہتے ہیں کہ تم وہ معانی قرآن اور حدیث کے کرتے ہو جو آجتک کسی مفسر و محدث متبع سُنّت نے نہیں کئے۔ پھر اور جو کوئی مسلمان ایسے معانی کرے گا تو وہ بھی آپ کا ہی بھائی ہوگا۔ نیز اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ آخر میں ۰۰ اشعر لطیف بلیغ و فصیح عربی میں بطور قصیدہ فریقین بناویں۔ پھر دیکھیں کہ کس کا قصیدہ عمدہ و پسندیدہ ہے۔ قصیدہ و شعر گوئی تو کوئی فضیلت اور بزرگی اور حقانیت و علمیّت کا معیار و مدار نہیں۔ تُک بندی اور قافیہ سازی ایک ملکہ ہے جو فساق اور فجّار اور بےدینوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ بلکہ ایک طرح کا نقص ہے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے بچایا۔ وَماعلمناہ الشعر وماینبغی لہٗ۔ اگر کچھ فضیلت اور حقیّت کی بات ہوتی تو اوّل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی کچھ مردانگی بھی چاہیئے۔ مخنثوں کی طرح بیہودہ سمع خراشی اور بکواس کیوں کرتے ہو ؎

ان کنتم انتم فحولا فابرزو ودعوا الشکاری حیلۃ النسوانٖ

شاید اب یہ حیلہ کرو کہ تم سے مباہلہ کا کیا فائدہ کیونکہ تم حافظ محمد یوسف کو کہہ چکے کہ اگر مجھ پر لعنت کا اثر بھی ظاہر ہوا تو بھی میں کافر کافر کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔ سو اس کا جواب

محمد علی واعظ ساکن بوپراں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کرم بخش لاہور وغیرہ۔ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں۔ بالخصوص سب سے پہلے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنۃ کا فرض ہے کہ

(بقیہ حاشیہ) یہ ہے کہ میں تو مسیح قادیانی کی طرح معصومیت کا دعویٰ نہیں رکھتا ہوں۔ اگر مجھ سے غضباً للہ وغیرۃً لدین اللہ کوئی کلمہ زیادتی یا خلاف ادب نکلا بھی ہو تو میں اس سے بہزار زبان تائب ہوں ؎ گفتگوئے عاشقاں در باب رب ٭ جوشش عشق است نے ترک ادب ٭
ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش ٭ نے ادب ماند درو نے عقل وہوش ٭
حافظ کے مباہلہ کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ محمد یوسف جو مرزا کا اوّل درجہ کا ناصر و مؤید و مددگار ہے اس نے ۱۷ شوال بوقت شب مجھ سے بار بار درخواست مباہلہ کی۔ آخر الامر اس وقت اس بات پر مباہلہ ہوا کہ مرزا اور نور الدین و محمد احسن امروہی یہ تینوں مرتد اور دجال اور کذاب ہیں چونکہ تاہنوز لعنت کا اثر ظاہراً اس پر نمودار نہیں ہوا۔ لہذا پیرجی کو بھی گرمی آگئی اور عام طور پر اشتہار مباہلہ دے دیا۔ ذرا صبر تو کرو۔ دیکھو۔ اللہ کیا کرتا ہے۔ وکل شیءٍ عندہٗ باجل مسمّی انہ حکیم حمید۔ مجھ کو دو روز بیشتر محمد یوسف کے مباہلہ سے دکھایا گیا کہ میں نے ایک شخص سے مباہلہ کی درخواست کی اور یہ شعر سنایا ؎ بہ صوت بلبل و قمری اگر نگیری پند ٭ علاج کے کنمت آخر الدواء الکیّ ٭ اور بھی کچھ دیکھا جس کا بیان اس وقت مناسب نہیں۔ میں خود حیران ہوا کہ یہ کیا بات ہے۔ دو دن بعد یہ مباہلہ درپیش ہوا۔ اب بذریعہ اشتہار ہذا بدستخط خود مطلع کرتا ہوں اور سب جہان کو گواہ کرتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر صریح طور پر جو عموماً سمجھا جاوے کہ بیشک یہ مباہلہ کا اثر ہوا ہے۔ تو

میدان میں مباہلہ کے لئے تاریخ مقررہ پر امرتسر میں آجاوے۔ کیونکہ اس نے مباہلہ کے لئے خود درخواست بھی کر دی ہے۔ اور یاد رہے کہ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہتے کہ مباہلہ کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ ابھی تمام مکفّرین کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ پس جو شخص اب ہمارے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد گریز کرے گا اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہوگا۔ آئندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا رہے۔ اتمام حجت کے لئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں۔ تا اس کے بعد

(بقیہ حاشیہ) میں فوراً تمہارے کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا۔ اب حسب اشتہار خود مباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر آؤ۔ مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب اتباع دجالین کذابین ملاحدہ اور زنادقہ باطنیہ ہیں۔ اور میدان مباہلہ عیدگاہ ہوگا۔ تاریخ جو تم مقرر کرو۔ اب بھی تم بموجب اشتہار خود میرے ساتھ مُباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر نہ آئے تو پھر اور علماؤں سے درخواست مباہلہ اوّل درجہ کی بے شرمی اور پرلے سرے کی بیحیائی ہے اور الا لعنت اللّٰہ علی الکاذبین کا مصداق بننا ہے۔ اب ضرور دلیری و توکل کرکے ہزیمت نہ کرو۔ بلوغ الآمال فی رکوب الاھوال۔ اور اگر ایسے ہی کاغذوں کی گڈیاں اُڑانا ہے اور حقیقت اور نتیجہ کچھ نہیں۔ پھر تم پر یہ مسیحیت مبارک ہو۔ اللہ نے تمہاری عمر کو ضائع کیا اور مسلمانوں کی عمر عزیز کا ناحق خون کیوں کرتے ہو ؎

گر ازیں بار باز ہم پیچی سرے ۔۔۔ بر تو شد نفرین رب اکبرے

المشتھر

عبد الحق غزنوی۔ از امرتسر (پنجاب) ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ

(نیشنل پریس امرتسر) بار سوم

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے دو صفحوں پر ہے)

مکفرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے اُن پر حجت پوری ہو گئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد۔ ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ (مطابق مئی ۱۸۹۳ء)

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(یہ اشتہار رسالہ سچائی کا اظہار مطبوعہ بار اول ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱ پر بھی طبع ہوا ہے)

---

(۱۱۱)

اعلان عام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

اس مُباہلہ کی اہلِ اسلام کو اطلاع

جو دہم ذیقعدہ روز شنبہ کو بمقام امرتسر عیدگاہ متصل مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم ہوگا

اے برادران اہل اسلام کل دہم ذیقعدہ روز شنبہ کو بمقام مندرجہ عنوان میاں عبد الحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے اس عاجز سے اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ وہ لوگ

اس عاجز کو کافر اور دجّال اور بیدین اور دشمن اللہ جلشانہٗ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سمجھتے ہیں۔ اور اس عاجز کی کتابوں کو مجموعہ کفریات خیال کرتے ہیں۔ اور اس طرف یہ عاجز نہ صرف اپنے تئیں مسلمان جانتا ہے بلکہ اپنے وجود کو اللہ اور رسُول کی راہ میں فدا کئے بیٹھا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کی درخواست پر یہ مباہلہ تاریخ مذکورہ بالا میں قرار پایا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ مباہلہ کی بددُعا کرنے کے وقت بعض اور مسلمان بھی حاضر ہو جائیں کیونکہ میں یہ دُعا کروں گا کہ جس قدر میری تالیفات ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسُول کے فرمودہ کے مخالف نہیں ہیں اور نہ میں کافر ہوں۔ اور اگر میری کتابیں خدا اور رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ سے مخالف اور کُفر سے بھری ہوئی ہیں تو خدا تعالےٰ وہ لعنت اور عذاب میرے پر نازل کرے جو ابتدائے دنیا سے آجتک کسی کافر بے ایمان پر نہ کی ہو۔ اور آپ لوگ آمین کہیں۔ کیونکہ اگر میں کافر ہوں اور نعوذ باللہ دین اسلام سے مُرتد اور بے ایمان تو نہایت بُرے عذاب سے میرا مرنا ہی بہتر ہے اور میں ایسی زندگی سے بہزار دل بیزار ہوں۔ اور اگر ایسا نہیں تو خدا تعالےٰ اپنی طرف سے سچا فیصلہ کر دے گا۔ وہ میرے دل کو بھی دیکھ رہا ہے اور میرے مخالفوں کے دل کو بھی۔ بڑے ثواب کی بات ہوگی اگر آپ صاحبان کل دہم ذیقعدہ کو دو بجے کے وقت عیدگاہ میں مباہلہ پر آمین کہنے کے لئے تشریف لائیں۔ والسّلام

خاکسار غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۰ھ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۱۲)

اتمام حجّت

اگر شیخ محمد حسین بٹالوی دہم ذیقعد ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تو اسی روز سے سمجھا جائیگا کہ وہ پیشگوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی تھی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کرے گا پوری ہوگئی۔ بالآخر میں دُعا کرتا ہوں کہ اے خداوند قدیر اُس ظالم اور سرکش اور فتّان پر لعنت کر اور ذلّت کی مار اس پر ڈال جو اَب اس دعوت مباہلہ اور تقرری شہر اور مقام اور وقت کے بعد مباہلہ کے لئے میرے مقابل پر میدان میں نہ آوے اور نہ کافر کہنے اور سبّ اور شتم سے باز آوے۔ آمین ثم آمین۔

یاایہا المکفرین تعالوا الی امر ھو سنۃ اللہ و نبیہ لافحام المکفرین المکذبین۔ فان تولیتم فاعلموا ان لعنۃ اللہ علی المکفرین الذین استبان تخلفھم و شھد تخوفھم انھم کانوا کاذبین۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

٭ اس میں تمام علماء مکفرین کو یہ تقرری تاریخ دہم ذیقعد ۱۳۱۰ھ بمقام امرتسر مباہلہ کے لئے بُلایا گیا ہے۔

(یہ اشتہار رسالہ سچائی کا اظہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱۹ پر ہے)

---

(۱۱۳)

جنگ مقدّس

مضمون آخری حضرت مرزا صاحبؑ

(۵ رجون ۱۸۹۳ء)

آج یہ میرا آخری پرچہ ہے جو میں ڈپٹی صاحب کے جواب میں لکھتا ہوں۔ مگر مجھے بہت افسوس ہے کہ جن شرائط کے ساتھ بحث شروع کی گئی تھی۔ ان شرائط کا ڈپٹی صاحب نے ذرّہ پاس نہیں فرمایا۔

شوا یہ تھی کہ جیسے مَیں اپنا ہر ایک دعویٰ اور ہر ایک دلیل قرآن شریف کی معقولی دلائل سے پیش کرتا گیا ہوں۔ ڈپٹی صاحب بھی ایسا پیش کریں۔ لیکن وہ کسی موقع پر اس شرط کو پُورا نہیں کر سکے۔ غیر اب ناظرین خود دیکھ لیں گے۔ اس جواب کے جواب الجواب میں صرف اتنا کہنا مجھے کافی ہے کہ ڈپٹی صاحب نے یہ جو توبہ کی سُورۃ کو پیش کر دیا ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ایمان نہ لانے پر قتل کا حکم ہے یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ بلکہ اصل مدعا وہی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں یعنی جو شخص اپنی مرضی سے باوجود واجب القتل ہونے کے ایمان لے آوے وہ رہائی پا جائے گا۔ سو اللہ تعالیٰ اس جگہ فرماتا ہے کہ جو لوگ اس رعایت سے فائدہ نہ اُٹھاویں اور اپنی مرضی سے ایمان نہ لاویں اُن کو سزائے موت اپنے پاداش کردار میں دی جائے گی۔ اس جگہ یہ کہاں ثابت ہوا کہ ایمان لانے پر جبر ہے بلکہ ایک رعایت ہے جو ان کی مرضی پر چھوڑی گئی ہے۔ اور سات قوموں کا جو آپ ذکر فرماتے ہیں کہ اُن کو قتل کیا گیا اور کوئی رعایت نہ کی گئی۔ یہ تو آیت کی تشریح کے برخلاف ہے۔ دیکھو قاضیون ۲۸ و ۳۰/۱ کہ کنعانیوں سے جو ان ساتوں قوموں سے ایک قوم ہے۔ خراج لینا ثابت ہے۔ پھر دیکھو یشوع ۱۶/۱۰ اور قاضیون ۱/۳۵ جو قوم اموریوں سے جزیہ لیا گیا۔

پھر آپ اعادہ اس بات کا کرتے ہیں کہ قرآن نے یہ تعلیم دی ہے کہ خوفزدہ ہونے کی حالت میں ایمان کو چھپاوے۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن کی یہ تعلیم نہیں ہے۔ قرآن نے بعض ایسے لوگوں کو جن پر یہ واقعہ وارد ہو گیا تھا، ادنیٰ درجہ کے مسلمان سمجھ کر ان کو مومنوں میں داخل رکھا ہے۔ آپ اس کو سمجھ سکتے ہیں کہ ایک طبقہ کے ایماندار نہیں ہوا کرتے اور آپ اس سے بھی نہیں انکار کریں گے کہ بعض دفعہ حضرت مسیح یہودیوں کے پتھراؤ سے ڈر کر اُن سے کنارہ کر گئے۔ اور بعض دفعہ توریہ کے طور پر اصل بات کو چھپا دیا۔ اور متی ۱۶/۲۰ میں لکھا ہے۔ تب اس نے اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں۔ اب انصاف سے کہیں کہ کیا یہ سچے ایمانداروں کا کام ہے اور ان کا کام ہے جو رسُول اور مبلّغ ہو کر دُنیا میں آتے ہیں کہ اپنے تئیں چھپائیں۔ اس سے زیادہ آپ کو ملزم کرنے والی اور کونسی نظیر ہو گی بشرطیکہ آپ فکر کریں۔ اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ دُلُوکِ شمس میں آفتاب کا غروب ہونا سلسلہ مجازات

میں داخل نہیں۔ مگر عین حمئۃ سے تو کالا پانی مُراد ہے۔ اور اس میں اب بھی لوگ یہی نظارہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور مجازات کی بناء مشاہدات عینیہ پر ہے۔ جیسے ہم ستاروں کو کبھی نقطہ کے موافق کہہ دیتے ہیں اور آسمان کو کبود رنگ کہہ دیتے ہیں اور زمین کو ساکن کہہ دیتے ہیں۔ پس جبکہ انہی اقسام میں سے یہ بھی ہے تو اس سے کیوں انکار کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کلام مجسم بھی ایک استعارہ ہے۔ مگر کوئی شخص ثبوت دے کہ دُنیا میں یہ کہاں بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص کلام مجسم ہو کر آیا ہے۔ اور گوڈنس کی تاویل پھر آپ تکلّف سے کرتے ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ گوڈنس یعنی احسان کوئی صفت صفات ذاتیہ میں سے نہیں ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے رحم آتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے احسان آتا ہے۔ مگر آپ پوچھتے ہیں کہ اگر یُونہی بغیر کسی کی مصیبت دیکھنے کے اس سے خوش سلوکی کی جائے تو اس کو کیا کہیں گے۔ سو آپ کو یاد رہے کہ وہ بھی رحم کے وسیع مفہوم میں داخل ہے۔ کوئی انسان کسی سے خوش سلوکی ایسی حالت میں کرے گا کہ جب اوّل کوئی قوت اس کے دل میں خوش سلوکی کے لئے وجوہات پیش کرے اور اس کو خوش سلوکی کرنے کے لئے رغبت دے تو پھر قوت رحم ہے جو نوع انسان کے ہر ایک قسم کی ہمدردی کے لئے جوش مارتی ہے۔ اور جب تک کوئی شخص قابل خوش سلوکی کے قرار نہ پاوے اور کسی جہت سے قابل رحم نظر نہ آوے بلکہ قابل قہر نظر آوے تو کون اس سے خوش سلوکی کرتا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ حیوانات کو قتل ہوتے دیکھ کر کیا ہم فرض کرلیں کہ خدا نے ظلم کیا۔ میں کہتا ہوں۔ میں نے کب اس کا نام ظلم رکھا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ عملدر آمد مالکیّت کی بناء پر ہے۔ جب آپ اس بات کو مان چکے کہ تفاوت مراتب مخلوقات یعنی انسان و حیوانات کا بوجہ مالکیت ہے۔ اس کی تناسخ وجہ نہیں تو پھر اس بات کو مانتے ہوئے کونسی بات سدّ راہ ہے جو دوسرے لوازم جو حیوان بننے سے پیش آگئے وہ بھی بوجہ مالکیت ہیں۔ اور بالآخر قرآن کریم کے بارہ میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ قرآن کریم نے اپنے کلام اللہ ہونے کی نسبت جو ثبوت دیئے ہیں اگرچہ میں اس وقت ان سب ثبوتوں کو تفصیل وار نہیں لکھ سکتا لیکن اتنا کہتا ہوں کہ منجملہ ان ثبوتوں کے

بیرونی دلائل ہیں جیسے پیش از وقت نبیوں کا خبر دینا جو انجیل میں بھی لکھا ہوا آپ پاؤ گے۔ دوسرے ضرورت حقہ کے وقت پر قرآن شریف کا آنا یعنی ایسے وقت پر جبکہ عملی حالت تمام دنیا کی بگڑ گئی تھی اور نیز اعتقادی حالت میں بھی بہت اختلاف آ گئے تھے اور اخلاقی حالتوں میں بھی فتور آ گیا تھا۔ تیسرے اس کی حقانیت کی دلیل اس کی تعلیم کامل ہے کہ اس نے آ کر ثابت کر دکھلایا کہ موسیٰ کی تعلیم بھی ناقص تھی جو ایک شق سزا دہی پر زور ڈال رہی تھی۔ اور مسیح کی تعلیم بھی ناقص تھی۔ جو ایک شق عفو اور درگذر پر زور ڈال رہی تھی۔ اور گویا ان کتابوں نے انسانی درخت کی تمام شاخوں کی تربیت کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ صرف ایک ایک شاخ پر کفایت کی گئی تھی۔ لیکن قرآن کریم انسانی درخت کی تمام شاخوں یعنی تمام قویٰ کو زیر بحث لایا اور تمام کی تربیت کے لئے اپنے اپنے محل و موقع پر حکم دیا جس کی تفصیل ہم اس تھوڑے سے وقت میں کر نہیں سکتے۔

انجیل کی کیا تعلیم تھی۔ جس پر مدار رکھنے سے سلسلہ دنیا کا ہی بگڑتا ہے۔ اور پھر اگر یہی عفو اور درگذر عمدہ تعلیم کہلاتی ہے تو جین مت والے کئی نمبر اس سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جو کیڑوں مکوڑوں اور جوؤں اور سانپوں تک کو آزار دینا نہیں چاہتے۔ قرآنی تعلیم کا دوسرا کمال کمال تفہیم ہے۔ یعنی اس نے ان تمام راہوں کو سمجھانے کے لئے اختیار کیا ہے جو تصور میں آ سکتے ہیں۔ اگر ایک عامی ہے تو اپنی موٹی سمجھ کے موافق اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اگر ایک فلسفی ہے تو اپنے دقیق خیال کے مطابق اس سے صداقتیں حاصل کرتا ہے۔ اور اس نے تمام اصول ایمانیہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے دکھلا دیا ہے اور آیت تعالوا الیٰ کلمۃ ... میں اہل کتاب پر یہ حجت پوری کرتا ہے کہ اسلام وہ کامل مذہب ہے کہ زوائد اختلافی تمہارے ہاتھ میں ہیں یا تمام دنیا کے ہاتھ میں ہیں ... ... ان زوائد کو نکال کر باقی اسلام ہی رہ جاتا ہے اور پھر قرآن کریم کے کمالات میں تیسرا حصہ اس کی تاثیرات ہیں۔ اگر حضرت مسیح کے حواریوں اور ہمارے نبی صلعم کے صحابہ کا ایک نظر صاف سے مقابلہ

سے جناب الٰہی میں دُعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلّت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچّے خدا کو مانتا ہے اُس کی اِس سے عزّت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوےگی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے[٭] اسی طرح پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ اگر یہ پیشگوئی اللہ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے۔ انسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سُننے کے نہیں سُنتا اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور جرأت کرتا ہے اور

٭ نوٹ۔ آج جلسہ مباحثہ سے واپس آنے کے بعد قریب ایک بجے دن کے حضرت اقدس کو اس مباحثہ کی فتح پر ایک بشارت بخش الہام ہوا جو حضور نے اسی وقت حاضرین کو آکر سُنایا۔ اور وہ یہ ہے۔ ھَنَّاکَ اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے مبارکباد دیتا ہے۔ (عبدالکریم)

شوخی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خُدا ہے۔ لیکن اب میں جانتا ہوں کہ فیصلہ کا وقت آ گیا میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھُلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھُوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھُوٹ پر ہے۔ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جلّشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا زمین و آسمان ٹل جائیں پر اُس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پُورا ہو گیا تو کیا یہ سب آپ کے منشاء کے موافق کامل پیشگوئی اور خدا کی پیشگوئی ٹھہرے گی یا نہیں ٹھہرے گی۔ اور رسُول اللہ صلعم کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں جن کو اندرونہ بائبل میں دجّال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں۔ محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں ہو جائے گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سُولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔ لیکن اگر میں سچّا ہوں تو انسان کو خدا مت بناؤ۔ توریت کو پڑھو کہ اس کی اوّل اور کھُلی کھُلی تعلیم کیا ہے اور تمام نبی کیا تعلیم دیتے آئے۔ اور تمام دنیا کس طرف جُھک گئی۔ اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس سے زیادہ نہ کہوں گا۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے آٹھ صفحوں پر ہے)

---

(۱۱۴)

اشتہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بہر دم از دل وجان وصفِ یار خود بکنم | من آن نیم کہ تغافل ز کار خود بکنم
بہر زماں بدلم ایں ہوس ہمے جوشد | کہ ہرچہ ہست نثار نگار خود بکنم
اگرچہ در رہِ جاناں چو خاک گردیدم | دلم تپد کہ فدایش غبار خود بکنم
روم بگلشن دلدادگاں کزاں باغم | چرا بکوچۂ غیرے قرار خود بکنم
رسید مژدہ کہ ایام نوبہار آید | نعانہ را خبر از برگ و بار خود بکنم
تعلقات دلا رام خویش بنمایم | ہمائے اوج سعادت شکار خود بکنم
بگوش ہوش شنو از من اے مکفرِ من | کہ من گواہ بدیں کردگار خود بکنم
ز فکر تفرقہ باز آ یا آشتی پرداز | دگرنہ گریہ بر غمگسار خود بکنم
عمارت ہمہ دوناں خراب خواہم ساخت | اگر ز چشم رواں آبشار خود بکنم
مقیم بر سرِ راہے نشستہ ام ہر دم | کہ تا گذارش عرضے بیار خود بکنم
بروئے یار کہ از بہر قوم مے سوزم | مگر دلش بچو دلِ ریش وزار خود بکنم

بنام مسلمانان ہند۔ یعنی ان سب کی طرف جو مختلف مذاہب کے اسلامی فرقے ملک ہند میں موجود ہیں اے اخوان دین و متبعین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ میں نے علماء اور فقراء کی خدمت میں بہت کچھ لکھا اور اتمام حجت کا حق ادا کر دیا۔ مگر آج میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ ایک اشتہار عام طور پر آپ لوگوں پر حجت پوری کرنے کے لئے شائع کروں تا میں اس

امرِ تبلیغ میں ہر یک پہلو سے سُرخرو ہو جاؤں۔ سو بھائیو! میں آپ لوگوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ وہ جو چودھویں صدی کے سر پر ایک مجدّد موعود آنے والا تھا جس کی نسبت بہت سے راستباز مُلہموں نے پیشگوئی کی تھی کہ وہ مسیح موعود ہو گا۔ وہ میں ہی ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر شاہ ولی اللہ تک مقدّس لوگوں نے الہام پا کر یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ آنے والا مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدّد ہو گا۔ سو اب وہ تمام باتیں پُوری ہوئیں۔ اے بزرگو۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ چودھویں صدی مجدّد کے ظہور سے خالی گئی۔ اور اگر آیا تو ایک دجّال آیا۔ اے حق کے طالبو یہ وہ صدی تھی جس کے آنے سے پہلے ہی خدا تعالیٰ نے تمام خیالوں کو اس طرف پھیر دیا تھا کہ اس کے سر پر ایک عظیم الشان مجدّد پیدا ہو گا۔ کتابوں کو دیکھو اور بزرگوں کے نوشتوں کو غور سے پڑھو کہ کیونکر ان کے دل اسی طرف یک دفعہ جُھک گئے کہ وہ آنے والا ضرور اسی صدی کے سر پر آئے گا یہانتک کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے بھی اپنے خیال کو چودھویں صدی پر جما کر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ اگر میں چودھویں صدی کے دنوں تک زندہ نہ رہوں تو میری اولاد اس آنے والے موعود کو السلام علیکم کہدے۔ ایسا ہی شاہ ولی اللہ صاحب بھی السّلام علیکم کی وصیت کر گئے۔ مگر جب وہ موعود آیا۔ تو لوگ بگڑ گئے۔ اور مسیح کی وفات کے بارہ میں جس کا قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دیا شک میں پڑ گئے اور یہ نہ سمجھے کہ اگر بالفرض وفات یا عدم وفات میں شک ہے تو ایسی بیہودہ اور مبہم پیشگوئی کا فیصلہ اُس آنے والے کی زبان سے ہونا چاہیئے جس کا نام حَکَم رکھا گیا۔

اب اس اشتہار میں اس حجّت کو آپ لوگوں پر پُورا کرنا مقصد ہے کہ وہ مسیح موعود درحقیقت یہی عاجز ہے۔ قرآن کریم کو کھولو اور توجہ سے دیکھو کہ حضرت مسیح علیہ السّلام بلاشبہ فوت ہو گئے۔ اور اگر اس عاجز کے بارے میں شک ہو تو ایک فیصلہ نہایت آسان ہے کہ ہر ایک شخص آپ لوگوں میں سے جس کا مُرید ہے اُس کو اس عاجز کے مقابل پر کھڑا کیجیے

تا صداقت کے نشان دکھلانے میں وہ میرے ساتھ میرے مقابلہ کر سکے۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر وہ مقابل پر آیا تو اُس سے زیادہ اس کی رُسوائی ہوگی جو حضرت موسٰیؑ کے مقابل پر بلعم کی ہوئی۔ اور اگر وہ مقابلہ منظور نہ کرے اور حق کا طالب ہو تو خدا تعالےٰ اُس کی درخواست پر اور اس کے حاضر ہونے سے نشان دکھلائے گا۔ بشرطیکہ وہ اس جماعت میں داخل ہونے کے لئے مستعد ہو۔ اور اگر اس اشتہار کے جاری ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پیر اور مشایخ اور مجتہد بدگوئی اور تکفیر سے باز نہ آویں اور اس عاجز کی صداقت کو قبول نہ کریں اور مقابلہ سے روپوش رہیں تو دیکھو کہ میں خدا تعالےٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ خدا انہیں رُسوا کرے گا۔ اے شوخ چشم اور گرمی دار لوگو جو کسی شیخ اور پیرزادہ کے مُرید ہو۔ یہ میرا اشتہار ضرور اپنے ایسے مُرشد کو جو میرے مقام کو تسلیم نہیں کرتا۔ دکھلاؤ، اور اگر وہ اس وقت مقابلہ سے روپوش رہے تو یقیناً سمجھو کہ وہ اپنی مشیخت نمائی میں کذاب ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ نے کئی قسم کے نشان دیئے ہیں جیسا کہ اس میں سے استجابت دعوات اور مکالمات الٰہیہ کا نشان اور معارف قرآنی کا نشان ہے۔ سو اپنے تئیں دھوکہ مت دو۔ ہر ایک کو پرکھو اور پھر سچ کو قبول کرو۔ اے ضعیف بندو! خدا تعالیٰ سے مت لڑو۔ اپنے پلنگوں پر لیٹ کر سوچو اور اپنے بستروں پر غور کرو کہ کیا ضرور نہ تھا کہ ایک دن ہمارے سید اور پیارے رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پُوری ہوتی

غافل مشو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی ؎ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

آئینہ کمالات اسلام کے شائقین کیلئے اطلاع۔

اس وقت ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام نام سے تالیف کی ہے جس میں بڑی تحقیق و تدقیق سے اسلام اور قرآن کریم کی خوبیوں اور کمالات کا بیان ہے۔ اور علاوہ اس کے مخالفین مذہب کے عقاید باطلہ کا ردّ ہے۔ اور فرقہ نیچریہ کے خیالات باطلہ کا بھی اچھی طرح استیصال کیا گیا ہے۔ ضخامت اس کی ساڑھے چھ سو صفحہ سے زیادہ ہے۔ قیمت

روپیہ اور محصول علاوہ ہے۔ اور ماسوا اس کے مفصلہ ذیل کتابیں بھی موجود ہیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام محصول علاوہ ہے اور فتح اسلام اور توضیح مرام کی قیمت آٹھ آٹھ آنہ تھی۔ اب ہم نے چار چار آنہ کم کر دیئے ہیں۔

المشتھــــــــــــــــــــــر

مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

---

(۱۱۵)

التوائے جلسہ ۲۷؍ دسمبر ۱۸۹۳ء

ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چند ایسے وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کو اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے۔ اور چونکہ بعض لوگ تعجب کرینگے کہ اس التواء کا موجب کیا ہے۔ لہٰذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے۔

اوّل یہ کہ اس جلسہ سے مدعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کریں کہ اُن کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور اُن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔ لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سُنی گئی کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں۔ اور

بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلا ہو گیا۔ اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔ اور اس تجربہ کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آج تک ایک جماعت کثیر مہمانوں کی اس عاجز کے پاس بطور تبادل رہتی ہے۔ یعنی بعض آتے اور بعض جاتے ہیں۔ اور بعض وقت یہ جماعت سو سو مہمان تک بھی پہنچ گئی ہے اور بعض وقت اس سے کم۔ لیکن اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خود غرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ اور اگر کوئی بیچارا عین ریل چلنے کے قریب اپنی گٹھڑی کے سمیت مارے اندیشہ کے دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جاوے تو اس کو دھکے دیتے اور دروازہ بند کر لیتے ہیں کہ ہم میں جگہ نہیں حالانکہ گنجایش نکل سکتی ہے مگر سخت دلی ظاہر کرتے ہیں اور وہ ٹکٹ لئے اور بقچہ اُٹھائے اِدھر اُدھر پھرتا ہے اور کوئی اس پر رحم نہیں کرتا مگر آخر ریل کے ملازم جبراً اس کو جگہ دلاتے ہیں۔ سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور جب تک مہمانداری کے پورے وسائل میسر نہ ہوں اور جب تک خدا تعالے ہماری جماعت میں اپنے خاص فضل سے کچھ مادہ رفق اور نرمی اور ہمدردی اور خدمت اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے تب تک یہ جلسہ قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا۔ حالانکہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض للہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ میرے دیکھنے میں مبائعین کو فائدہ ہے۔ مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے۔ سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے۔ کسی جلسہ پر موقوف نہیں۔ بلکہ دوسرے وقتوں میں وہ فرصت اور فراغت سے باتیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ جلسہ ایسا

تو نہیں ہے کہ دُنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے۔ بلکہ اس کا انعقاد صحت نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے۔ ورنہ بغیر اس کے ہیچ۔ اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں۔ بلکہ وہ علّت غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں۔ اصلاح خلق اللہ ہے۔ پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں۔ اور اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالےٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے مُنہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنےٰ ادنےٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دو سَو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ جو نصیحتوں کو سُن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں

اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں۔ اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرشِ زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہانتک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چین بجبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ

بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں۔ بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اُٹھانا چاہتا ہے۔ اور اگر نہیں اُٹھتا تو چارپائی کو اُلٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے*۔ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا۔ اور وہ اُس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں۔ تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔ پھر مَیں کس خوشی کی اُمید سے لوگوں کو جلسہ کے لئے اکٹھے کروں۔ یہ دُنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں۔ ابھی تک میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا ہوں بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دو سو سے کسی قدر زیادہ ہیں۔ جن پر خدا کی خاص رحمت ہے۔ جن میں سے اوّل درجہ پر میرے خالص دوست اور محب مولوی حکیم نورالدین صاحب اور چند اور دوست ہیں جن کو میں جانتا ہوں کہ وہ صرف خدا تعالیٰ کے لئے میرے ساتھ تعلق محبت رکھتے ہیں۔ اور میری باتوں اور نصیحتوں کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اُن کی آخرت پر نظر ہے۔ سو وہ انشاءاللہ دونوں جہانوں میں میرے ساتھ ہیں اور مَیں اُن کے ساتھ ہوں میں اپنے ساتھ اُن لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں۔ جو اس کو نہیں پہچانتے جس کو میں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ غلطیوں اور بے راہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور کبھی نہیں سوچتے کہ ہم ایک زہر کھا رہے ہیں جس کا بالضرور نتیجہ موت ہے۔ درحقیقت وہ ایسے ہیں جن

---

* یہ باتیں ہماری طرف سے اپنی عزیز جماعت کے لئے بطور نصیحت کے ہیں۔ دوسرا کوئی مجاز نہیں کہ کسی کا نام لے کر ان کا تذکرہ کرے۔ ورنہ وہ سب سے بڑھ کر گناہ اور فتنہ کی راہ اختیار کرے گا۔

کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں۔ یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور جو میرے مذہب کو قبول کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دُور ہے جیسا کہ مغرب مشرق سے۔ وہ خطا پر ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔ ظاہری رؤیت تو حیوانات میں بھی موجود ہے۔ مگر انسان اس وقت سوجاکھا کہلا سکتا ہے جبکہ باطنی رویت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جُھک جائے۔ سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چارپاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو۔ اور اپنے دلوں سے دُنیا کے بُت باہر پھینکو کہ دُنیا دین کی مخالف ہے۔ جلد مرو گے اور دیکھو گے کہ نجات انہیں کو ہے کہ جو دُنیا کے جذبات سے بیزار اور بَری اور صاف دل تھے۔ میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے۔ لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں۔ لیکن خدا اگر چاہے۔ اور میں تو ایسے لوگوں سے اس دُنیا اور آخرت میں بیزار ہوں۔ اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا جو خدا تعالیٰ کے احکام کو عظمت سے نہیں دیکھتے۔ اور اس کے جلال اور عزت سے نہیں کانپتے۔ اگر انسان بغیر حقیقی راست بازی کے صرف مُنہ سے کہے کہ میں مسلمان ہوں یا اگر ایک بھوکا صرف زبان پر روٹی کا نام لا دے تو کیا فائدہ۔ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ وہ سیر ہوگا۔ کیا خدا تعالیٰ دلوں کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس علیم و حکیم کی گہری نگاہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی۔

پس اے نادانو! خوب سمجھو۔ اے غافلو! خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں۔ اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں

مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے۔ اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اُٹھا لیتے۔ اور رسول کریمؐ کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں۔ اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں۔ وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے اُن کی زہر کو دُور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر یک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آئیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری

سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا۔ صرف تقویٰ پہنچتی ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا۔ مگر دُعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا۔ اور دُعا یہی ہے کہ خدا تعالےٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے اُن کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دُعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالےٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اُس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اَور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے۔ اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دُنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے۔ پس التوار جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو میں نے بیان کیا۔

دوسرے یہ کہ ابھی ہمارے سامان نہایت ناتمام ہیں۔ اور صادق جانفشاں بہت کم اور بہت سے کام ہمارے اشاعت کتب کے متعلق قلت مخلصوں کے سبب سے باقی پڑے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں جلسہ کا اتنا بڑا اہتمام جو صدہا آدمی خاص اور عام کئی دن آکر قیام پذیر ہیں۔ اور جلسہ سابقہ کی طرح بعض دور دراز کے غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زادراہ دیا جاوے۔ اور کما حقہ کئی روز صدہا آدمیوں کی مہمانداری کی جاوے۔ اور

دوسرے لوازم چارپائی وغیرہ کا صدہا لوگوں کے لئے بندوبست کیا جائے اور ان کے فروکش ہونے کے لئے کافی مکانات بنائے جائیں۔ اتنی توفیق ابھی ہم میں نہیں اور نہ ہمارے مخلص دوستوں میں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان تمام سامانوں کو درست کرنا ہزارہا روپیہ کا خرچ چاہتا ہے۔ اور اگر قرضہ وغیرہ پر اس کا انتظام بھی کیا جائے تو بڑے سخت گناہ کی بات ہے کہ جو ضروریات دین پیش آرہی ہیں وہ تو نظر انداز رہیں اور ایسے اخراجات جو کسی کو یاد بھی نہیں رہتے اپنے ذمہ ڈال کر ایک رقم کثیر قرضہ کی خواہ نخواہ اپنے نفس پر ڈال لی جائے۔ ابھی باوجود نہ ہونے کسی جلسہ کے مہمانداری کا سلسلہ ایسا ترقی پر ہے کہ ایک برس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ کبھی تیس تیس چالیس چالیس اور کبھی سو تک مہمانوں کی موجودہ میزان کی ہر روزہ نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جن میں اکثر ایسے غربا فقرا دور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں جو جاتے وقت اُن کو زادراہ دے کر رخصت کرنا پڑتا ہے۔ برابر یہ سلسلہ ہر روز لگا ہوا ہے۔ اور اس کے اہتمام میں مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب بدل وجان کوشش کر رہے ہیں۔ اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادراہ دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض کو قریب تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ کے دینے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور دو دو چار چار تو معمول ہے اور نہ صرف یہی اخراجات بلکہ مہمانداری کے اخراجات کے متعلق قریب تین چار سو روپیہ کے انہوں نے اپنی ذاتی جوانمردی اور کرم النفسی سے علاوہ امدادات سابقہ کے ان ایام میں دیئے ہیں اور نہ طبع کتب کے اکثر اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ کر لئے کیونکہ کتابوں کے طبع کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ گو بوجہ ایسے لابدی مصارف کے اپنے مطبع کا اب تک انتظام نہیں ہو سکا۔ لیکن مولوی صاحب موصوف ان خدمات میں بدل و جان مصروف ہیں۔ اور بعض دوسرے دوست بھی اپنی ہمت اور استطاعت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں پھر کب تک اس قدر مصارف کا تحمل نہایت محدود آمدن سے ممکن ہے۔ غرض ان وجوہ کے باعث اب کے سال التوائے جلسہ مناسب دیکھتا ہوں۔ آگے اللہ جل شانہٗ کا جیسا ارادہ ہو۔ کیونکہ اس کا ارادہ انسان کے ضعیف ارادہ پر غالب ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا

ہونے والا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء میری اس تحریر کے موافق ہے یا اس کی تقدیر میں وہ امر ہے جو اب تک مجھے معلوم نہیں۔

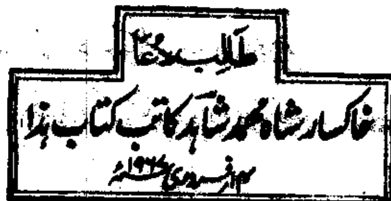
وافوض امری الی اللہ واتوکل علیہ ھو مولٰنا نعم المولٰی ونعم النصیر ۔

خــــــــاکسار

غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ بار اوّل کے آخر صفحہ ۱ تا ۵ پر ہے)





ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مجموعۂ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد دوم

از ۱۸۹۴ء تا ۱۸۹۷ء

الناشر
الشركة الاسلامیۃ لمیٹڈ ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ـــــ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ ـــــ

پیش لفظ

الشرکۃ الاسلامیہ گذشتہ سالوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف اور ملفوظات کو سیٹ کی صورت میں شائع کر چکنے کے بعد احباب کی خدمت میں حضور کے شائع کردہ جملہ اشتہارات ترتیب وار سیٹ کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

یہ مجموعہ تین جلدوں میں شائع کیا جائے گا۔ اس کی پہلی جلد ۴۲۸ صفحات کی جو ۱۱۴ اشتہارات پر مشتمل ہے۔ مارچ ۱۹۸۶ء کے مبارک موقعہ پر پیش کی جا چکی ہے۔

امسال الشرکۃ الاسلامیہ جلسہ سالانہ ۱۹۸۶ء کے مبارک ایام میں احباب کی خدمت میں اس کی دوسری جلد جو ۴۸۲ صفحات پر مشتمل ہے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ یہ دوسری جلد ۷۶۔ اہم اشتہارات کا مجموعہ ہے۔ جن میں مخالفین اسلام عیسائیوں اور آریوں کو ان کے اسلام و احمدیت پر اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات دینے کے ساتھ ہزار ہا روپیہ کے انعامی چیلنج بھی دیئے گئے ہیں۔ اور دشمنان اسلام پر حجت تمام کی گئی ہے۔ ماسوا اس کے علمائے مخالفین کے اعتراضوں کے جواب بھی مدلل طریق پر دے کر انہیں ساکت او صامت کیا گیا ہے۔ ان اشتہارات میں لیکھرام کی موت کے متعلق پیشگوئی اور آتھم کی پیشگوئی کے متعلق اعتراضات کے جواب بھی موجود ہیں۔ اور آریوں کو جو لیکھرام کے قتل کو سازش کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ دعوتِ مباہلہ کا اشتہار بھی درج ہے۔ جسے بظاہر لالہ گنگا بشن نے منظور کیا اور تین شرطیں پیش کیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ تو لالہ گنگا بشن صاحب خائف ہو کر مباہلہ سے فرار کر گئے۔

اس مجموعہ میں جلسہ اعظم مذاہب عالم لاہور کے بارے میں وہ اشتہار بھی شامل ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنے مضمون کے غالب رہنے کے متعلق خدا تعالیٰ کا الہام شائع فرمایا ہے۔ جو نہایت صفائی کے ساتھ پورا ہوا۔ اس میں بعض اشتہارات ایسے بھی ہیں۔ جن میں گورنمنٹ کو بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اسی طرح بعض اور ضروری امور پر مشتمل اشتہارات بھی اس مجموعہ میں موجود ہیں۔ جن کی تفصیل فہرست مضامین میں درج ہے۔

واضح رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اشتہارات کے جاری کرنے کا سلسلہ اتمامِ حجّت کی غرض سے بحکمِ الٰہی جاری فرمایا تھا۔ جیسا کہ آپ کی کتاب فتح اسلام سے ظاہر ہے۔ یہ دوسری جلد بھی انشاء اللہ تعالےٰ احباب کی دینی معلومات اور ایمان میں اضافہ کا موجب ہوگی۔

تیسری جلد انشاء اللہ اگلے سال احباب کی خدمت میں پیش ہوگی۔

یہ مجموعہ اشتہارات پہلے حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ رسالت کے نام سے دس جلدوں میں شائع فرمایا تھا۔ اب مزید اشتہارات کی تلاش کر کے مکرم مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے اس مجموعہ میں بیش قیمت اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

والسّلام

قاضی محمد نذیر

مینجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ

فہرست مضامین مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(مرتبہ: مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۱۱۵)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الرُّسُلِ وَاَفْضَلِ کُلِّ مَنْ اُرْسِلَ اِلَی الْوَرٰی وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَکُلِّ مَنْ تَبِعَہٗ وَاتَّقٰی

رہبرِ ما سیّدِ ما مصطفٰے است | آنکہ ندیدست نظیرش سروش
آنکہ خدا مثل رخش نافرید | آنکہ رُخش مخزنِ ہر عقل و ہوش
دشمنِ دیں حملہ بروے کند | حیف بود گر بنشینم خموش
چوں سخنِ سفلہ بگوشم رسید | در دلِ من برخاست چو محشر خروش
چند توانم کہ شکیبی کنم | چند کند صبر دلِ زہر نوش
آں نہ مسلماں بتر از کافر است | کش نبود از پئے آں پاک جوش
جاں شود اندر رہِ پاکش فدا | مژدہ ہمیں است گر آید بگوش
سر کہ نہ در پائے عزیزش رود | بار گراں است کشیدن بدوش

اشتہار معیار الاخیار والاشرار

بمقابلہ پادری عماد الدین اور دوسرے پادری صاحبوں کے

بوعدۂ انعام پانچہزار روپیہ

واضح ہو کہ پادری عماد الدین صاحب کا ہمیشہ سے یہ دعویٰ ہے کہ قرآن شریف بلیغ فصیح کلام نہیں ہے اور جو کچھ اس پاک کلام میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے فصاحت بلاغت وغیرہ لوازم دقایق حقایق کی رو سے معجزہ ہے، یہ بات نعوذ باللہ جھوٹ ہے۔ بلکہ وہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ معجزہ کا تو کیا ذکر بلکہ قرآن ادنیٰ بلاغت فصاحت کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ آجکل کوئی تفسیر بھی لکھ رہے ہیں جس میں انہیں باتوں کا تذکرہ ہوگا اور وہ اس میں اپنی علمیت اور سمجھ کے بھروسہ پر دوسرے حملے بھی کریں گے۔ پادری صاحب موصوف کی کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تحریرات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی کس قدر توہین کی ہے۔ کیا کوئی گالی ہے جو نہیں دی؟ کیا کوئی ٹھٹھا ہے جو نہیں کیا؟ کیا کوئی دل آزار کلمہ ہے جو اُن کے مُنہ سے نہیں نکلا۔ سب کچھ کیا۔ لیکن گورنمنٹ انگریزی کی وفادار رعیت اہل اسلام گورنمنٹ کے مُنہ کے لئے اور اس کے احسانوں کو یاد کرکے آجتک صبر ہی کرتی اور کریں گے اور اگر نہ کریں تو کیا کر سکتے ہیں۔ کیا کسی قانون میں ایسے لوگوں کی کوئی سزا بھی ہے جو اظہار رائے کی اوٹ میں ہر یک قسم کی اہانت اور بدگوئی اور دشنام دہی کر رہے ہیں* اور پھر عدالتوں میں سرخرو رہیں۔ فما نشکوا الّا الی اللّٰہ۔ اب

---

* نیک نیتی کی بنیاد پر اظہار رائے صرف اس حالت میں کہیں گے کہ جب بصیرت کی رُو سے رائے ظاہر کی جائے لیکن اگر بصیرت نہ ہو تو وہ اظہار رائے نہیں بلکہ مجرمانہ توہین ہے جو نیک نیتی سے نہیں۔ منہ

ان دنوں میں پادری صاحب نے اپنی کتاب نصیحۃ المسلمین وغیرہ کی گالیوں پر بس نہ کرکے ایک اَور کتاب نکالی ہے جس کا نام توزین الاقوال رکھا ہے۔ اس میں بھی وہ بدگوئی سے باز نہیں رہ سکے۔ قرآن شریف کی فصاحت پر ٹھٹھا کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا اُتارنے والا رُوح القدس نہیں بلکہ ایک شیطان ہے۔ اور پھر اپنی مولویت جتائی ہے کہ ہم بڑے فاضل اور عالم ہیں اور عنقریب قرآن کی تفسیر شائع کرنی چاہتے ہیں۔ ایک رسالہ انہوں نے ان دنوں میں امریکہ کے جلسہ نمایش مذاہبی میں بھیجا ہے اور چھپوا کر شائع کردیا ہے اس میں دعویٰ ہے کہ اسلام کے عمدہ عمدہ مولوی سب عیسائی مذہب میں داخل ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اور پھر ایک لمبی چوڑی فہرست ان مولویوں اور فاضلوں کی بغرض ثبوت دعوے پیش کی ہے جنہوں نے عیسائی دین قبول کرلیا ہے اور ان چندگوں کی بہت علمی تعریف کی ہے کہ وہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں اور یہ سمجھانا چاہا ہے کہ تمام اعلیٰ درجہ کے مولوی تو عیسائی ہوچکے اور اب اسلام کے دین پر قائم رہنے والے صرف جاہل اور نادان اور بے تمیز لوگ باقی ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ رسالہ مجھ کو وقت پر نہیں ملا اور نہ مؤلف نے میری طرف بھیجا۔ صرف چند روز سے مَیں نے اطلاع پائی ہے۔ سو مَیں نے سوچا کہ اس طوفان کا بہت جلد جواب دینا ضروری ہے۔ نیز اس حقیقت کو کھولنا واجبات سے ہے کہ گویا پادری عماد الدین صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کے عالم دینِ محمدی تھے اور بڑے فاضل مولوی ہیں اور بباعث تبحر علمی ان کو حق پہنچتا ہے کہ قرآن شریف کی بلاغت فصاحت پر نکتہ چینی کریں اور اس کی اعلیٰ شان کے انکاری ہوں۔ رسول اللہ صلعم کو گالیاں نکالیں۔ ٹھٹھا کریں اور بُرے بُرے نادانی کے نام رکھیں اور اُستاد بن کر آنحضرت صلعم کی عربی دانی کے نقص نکالیں۔ اس لئے مَیں نے ان دنوں ایک رسالہ عربی میں لکھا ہے جس کا نام نُورالحق رکھا ہے*۔ اس رسالہ میں کچھ کچھ

---

* حاشیہ۔ یہ رسالہ صرف چند روز میں بغیر کسی فکر اور سوچ کے لکھا گیا ہے کیونکہ وقت میں گنجایش نہ تھی تاہم پادری صاحبوں کی عربی دانی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ منہ

فضائلِ قرآن شریف اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور بعض اعتراضات تو زین الاقوال کا ردّ ہے اور اس کے بین السطور میں اردو ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ محض پادری عماد الدین کی عربی دانی اور مولویت کے آزمانے کے لئے اور نیز ان کے دوسرے مولویوں کے پرکھنے کے لئے تالیف کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ اگر پادری عماد الدین صاحب اور ان کے دوسرے دوست جن کے نام ان کی فہرست میں اور نیز اس رسالہ میں بھی موجود ہیں حقیقت میں مولوی ہیں اور اسلام کے ان اعلیٰ درجہ کے فاضلوں میں سے ہیں جو عیسائی ہو گئے تو اُن کو چاہئیے کہ خواہ جُدا جُدا اور خواہ اکٹھے ہو کر اس رسالہ کا جواب اسی حجم اور ضخامت کے لحاظ سے ویسی ہی عربی بلیغ فصیح میں لکھیں جس طرح پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ اور اسی قدر اس میں عربی اشعار بھی اپنی طبعزاد درج کریں جیسا کہ ہمارے اس رسالہ میں لکھے گئے ہیں۔ اگر انہوں نے عرصہ دو ماہ تک* ہمارے رسالہ کی اشاعت سے ایسا کر دکھایا اور خود گورنمنٹ کی منصفی سے یا اگر گورنمنٹ منظور نہ کرے تو برضامندی طرفین منصف مقرر ہو کر ثابت ہو گیا کہ ہمارے رسالہ کے مقابل پر ان کا رسالہ نظم و نثر میں و بلحاظ دیگر مراتب قدم بہ قدم و نعل بہ نعل رہے اور اس سے کم نہیں ہے تو پانچہزار روپیہ نقد ان کو اسی وقت بلا توقف بطور انعام دیا جائے گا اور آیندہ اقرار کر دوں گا کہ ان کو قرآن شریف پر حملہ کرنے اور بلاغت فصاحت پر ٹھٹھا کرنے کا حق حاصل ہے یہ روپیہ کسی بینک گورنمنٹ میں یا دوسری جگہ میں اوّل جمع کرا دیا جائے گا اور لکھ دیا جائے گا کہ اگر گورنمنٹ اپنے طور پر ثابت کر لے کہ رسالہ کے مقابلہ پر فی الحقیقت ہر یک بات میں رسالہ لکھا گیا ہے تو ہماری طرف سے گورنمنٹ مختار ہو گی کہ بلا توقف وہ روپیہ

* حاشیہ۔ ہمارے رسالہ کے بالمقابل رسالہ اسی قدر اور انہیں لوازم کے لحاظ سے لکھنا درحقیقت چار روز سے کچھ زیادہ کام نہیں لیکن ہم نے اتمام حجت کی غرض سے دو ماہ کی مہلت دی ہے۔ ایک مہینہ تالیف کے لئے اور ایک مہینہ چھاپنے اور شائع کرنے کیلئے۔ اسی لئے اس عرصہ میں چھاپ کر شائع کرنی ضروری ہے۔ منہ

پادری عماد الدین صاحب کے حوالہ کرے اور پادری صاحب موصوف جس طرح مناسب سمجھیں وہ روپیہ اپنے بھائیوں میں تقسیم کرلیں۔ اور اس وقت میں جبکہ ہم رسالہ شائع کردیں اور پادری عماد الدین صاحب عربی میں برعایت شرائط مذکورہ جواب لکھنا چاہیں اور مستعد ہوکر ہمیں اطلاع دیں اور اپنی تسلی کے لئے روپیہ جمع کرانے کا مطالبہ کریں۔ اگر ہم تین ہفتہ تک گورنمنٹ کے کسی بنک میں یا اور جگہ روپیہ جمع نہ کراویں تو ہمارے دروغگو اور کاذب ہونے کے لئے اسی قدر کافی ہوگا۔ تب بلاشبہ ہم آیت لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کے مصداق ہوں گے اور نہ ایک لعنت بلکہ کروڑ لعنت کے مستحق ٹھہریں گے٭۔ لیکن اگر پادری عماد الدین صاحب اور اُن کی تمام جماعت جو مولوی اور فاضل

٭حاشیہ۔ اس رسالہ میں جیسا کہ ہم نے بصورت تخلف وعدہ کروڑ لعنت کا مصداق اپنے تئیں ٹھہرا لیا ہے، اسی طرح اس صورت میں جو حضرات پادری صاحبان نہ ہمارے عربی رسالہ نور الحق کا دو ماہ تک جواب شائع کریں اور نہ مولوی کہلانے اور قرآن شریف کی فصاحت پر حملہ کرنے سے باز آویں ھٰذا لعنت صاحبان موصوفین کی خدمت میں ہماری طرف سے ھدایہ ہے۔ خیال رہے کہ یہ باتیں تہذیب کے برخلاف نہیں۔ ہم ستائے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ صدہا گالیاں دی گئیں کہ اگر ایک محلہ کے ادنیٰ سے معزز کو ایک ان میں سے دی جاتی تو بیشک گورنمنٹ اس کی نالش پر توجہ کرتی اور ہم کسی پر لعنت نہیں بھیجتے مگر کاذب اور موذی پر۔ اس قسم کا لعنت نامہ توریت میں بھی موجود ہے۔ ظالموں اور جھوٹوں اور نادانوں کو روکنے کے لئے یہ تدبیریں ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کیا کریں کہ بمقابل تصنیف لکھنے پر پانچ ھٰذا روپیہ نقد انعام دیتے ہیں اور عمداً پہلو تہی کرنے کی حالت میں ہزار لعنت ہے مگر اس صورت میں کہ جب مولوی کہلانے اور قرآن کریم پر حملہ کرنے سے باز نہ آویں۔ یہ بھی یاد رہے کہ چار دفعہ مجھے منجانب اللہ رؤیا اور الہام کے ذریعہ سے بشارت مل چکی ہے کہ عیسائی ہرگز اس رسالہ کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور ذلت کے ساتھ خاموش رہ جائیں گے۔ پس اگر اور نہیں تو اس پیشگوئی کو ہی جھوٹی کرکے دکھلاویں۔ اگر انہوں نے بالمقابل رسالہ لکھ مارا اور وہ رسالہ فصاحت میں ہمارے رسالہ کا

کہلاتی ہے جواب نہ دے سکیں اور عاجز آجائیں تو نہ ہم ان سے کچھ مانگتے ہیں نہ گالیاں نکالتے ہیں نہ دُکھ دیتے ہیں صرف اپنی مہربان گورنمنٹ کی خدمت میں فریاد کرتے ہیں اور ملتمس

بقیہ حاشیہ۔ ہم پہ ثابت ہوگیا تو بلا شبہ کاذب ٹھہروں گا۔ پس چاہیئے کہ ہمت نہ ہاریں بلکہ اپنے اس مسیح سے مدد طلب کریں جس کو ہم محض عاجز انسان جانتے ہیں اور اس سے وہ روح القدس رو رو کر مانگیں جو بولیاں سکھاتا ہے۔ مگر ساتھ اس کے یقیناً یاد رکھیں کہ پیشگوئی سچی نکلے گی اور عیسائیوں کی الوہیت کا ایسا پردہ فاش ہوجائے گا کہ بچے بھی ان پر ہنسیں گے اور ان کے خدا اور روح القدس کی کمزوری ایسی ثابت ہوجائے گی کہ سب خدائی اور مددنمائی سرد پڑجائے گی اور صلیب ٹوٹ جائے گی۔ بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کر کے مشہور ہے اس وقت بھی ہمارے اس رسالہ کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی ایسی ہی مدد کرے جیسا کہ اس نے جون ۱۸۹۳ء میں ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر ان کی مدد کی تھی اور اپنے اشاعۃ السنۃ کا فتویٰ بھیج دیا تھا اور ان کی تائید میں ایک اشتہار بھی چھپوایا تھا جو بعض مسلمانوں کے لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رُک گیا جس کی ایک کاپی ایک خاص ذریعہ سے ہم کو مل گئی جو اب تک موجود ہے۔ یہ وہی مخفی تحریرات تھیں جن کی وجہ سے پادری عماد الدین نے شیخ مذکور کو اپنی کتاب توزین الاقوال میں قابل تحسین لکھا ہے اور ہمارے نبی صلعم کو گالیاں نکالیں اور شیخ کی تعریف کی ہے۔ سو ایسا اندیشہ اس رسالہ کے نکلنے پر مراسر لاانبالکل بے بنیاد وہم اور خیال باطل ہے کیونکہ شیخ مذکور تو آپ ہی علم اور ادب اور علوم عربیہ سے تہیدست اور بے نصیب اور صرف ایک اردو نویس منشی ہے۔ پھر پادریوں کی کیا مدد کرے گا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اگر اس وقت بھی بس چل سکے تو عیسائیوں کو مدد دینے میں کبھی فرق نہ کرے۔ مگر اندھا اندھے کو کیا راہ دکھائے گا۔ ہاں شاید اتنی مدد کرے بلکہ ضرور کرے گا کہ جل بھن کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھ دے گا کہ یہ رسالہ کچھ چیز نہیں کچھ نہیں۔ غلط ہے غلط ہے مگر شریر اور بدنصیب اور ظالم آدمی کی صرف زبان کے بے دلیل بکواس کو کون سنتا ہے اور ایسی بیہودہ باتوں کا ہماری طرف سے تو دندان شکن یہی جواب ہے کہ اگر شیخ مذکور کی نظر میں یہ رسالہ ہیچ اور

ہیں کہ آئندہ مولوی کے نام سے ان نادان دشمنوں کو روک دیا جائے اور قرآن شریف کی فصاحت بلاغت کی نکتہ چینی سے سخت ممانعت فرمائی جاوے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

بقیہ حاشیہ۔ غلط ہے اور وہ اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ بھی اس رسالہ کی نظیر لکھے اور عیسائیوں کی طرح پانچہزار روپیہ انعام پاوے* ورنہ بجز اس کے ہم کیا کہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ شیخ جی جو کچھ آپ کی ذلّت ظاہر ہو رہی ہے اور آپ کے علم کی پردہ دری ہوتی جاتی ہے یہ اس الہام کی تکمیل کی شاخیں ہیں جو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں آپ کو سُنایا گیا تھا کہ اِنّی مھین من اراد اھانتک۔ آپ خدا تعالیٰ سے لڑیں۔ دیکھیں کب تک لڑیں گے۔ آپ نے کہا تھا کہ مَیں نے ہی اُونچا کیا اور مَیں ہی گراؤں گا۔ اس قدر دروغ جھوٹ سے شیطان کو بھی پیچھے ڈال دیا۔ جس کو خدا اُونچا کرے کیا کوئی ہے کہ اس کو گرا سکے؟ آپ اور آپ کی جماعت کیا چیز اور آپ کی دشمنی کیا حقیقت۔ کیا خدا ایسے موذیوں کے تباہ کرنے کے لئے اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟ !!

لوگوں کے بغضوں اور کینوں سے کیا ہوتا ہے ۔۔۔ جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت ۔۔۔ اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

الراقم المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللّٰہ عنہ

(مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور) ۱۷؍ مارچ ۱۸۹۷ء

* الحاشیہ۔ اور نیز ہمارے الہام کو بھی جھوٹا کرے جس کی فکر میں وہ مر رہا ہے۔ منہ

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر ہے)

(۱۱۶)

اشتہار واجب الاظہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسلام علٰی رسولہٖ وخیر خلقہٖ وافضل رسلہٖ محمد واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ امابعد واضح ہو کہ سُنا گیا ہے کہ امرتسر کے بعض ایسے لوگوں پر مادہ بدظنّی یا تذبذب غالب ہے ایک افغان محمد یوسف خان نام کے عیسائی ہو جانے سے جس نے اب نام یوسف خان رکھوایا ہے یہ وہم بصورت اعتراض پیش کرتے ہیں کہ یہ شخص یوسف خان اس عاجز کی جماعت میں داخل تھا۔ پھر وہ کیونکر عیسائی ہو گیا تو اُس کا یہی جواب ہے کہ اپنی شقاوت سے اپنی کور باطنی سے اور نفسانی اغراض کے جوش سے، وہ اُس شاخ کی طرح تھا جس کا سچا پیوند ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ اس لئے مالک حقیقی نے اُس شاخ کو کاٹ دیا اور تنور میں پھینک دیا۔ اگر وہ شاخ پھل اور پھول لانے والی ہوتی تو ہرگز کاٹی نہ جاتی لیکن وہ ایک خشک شاخ تھی سو مالک نے اس کے ساتھ وہی کیا جو خشک شاخوں کے ساتھ ہمیشہ سے وہ کرتا ہے۔ وہ غنی بے نیاز ہے۔ کسی کے مرتد ہو جانے سے اس کی ملکوت میں کچھ کمی نہیں آتی۔ اور ایسا سمجھنا سراسر ظلم اور غلطی ہے کہ گویا یہ شخص ہمارے خاص بیعت کنندوں میں سے تھا۔

اصل حال یہ ہے کہ اکثر لوگ اس جگہ آتے رہتے ہیں اور جو شخص آتا ہے بیعت توبہ کی درخواست کرتا ہے اور قبل اس کے جو اس کے حال کی تفتیش کی جائے محض اس نیت سے وہ سلسلہ بیعت میں داخل کیا جاتا ہے کہ توبہ کرتا بہر حال اچھا ہے۔ سو یہ شخص بھی ایسے ہی عام لوگوں میں سے تھا جس جگہ صدہا آدمی آویں اس میں ضروری ہوتا ہے کہ جیسے پاک نیت کے لوگ آتے ہیں ویسے خراب نیت اور ناپاک دل کے لوگ جائیں۔ اس کا اگر نمونہ دیکھنا ہو تو اوّل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے **حواریوں** میں ہی دیکھو کہ یہودا اسکریوطی کیونکر اوّل سے اخیر تک صحبت میں رہ کر **صرف تیس روپیہ کے لالچ سے مرتد ہو گیا**۔ پطرس نے بھی تین مرتبہ **لعنت کی**۔ باقی سب بھاگ گئے شاید حواریوں کی بداعتقادی کا موجب وہی واقعات ہوں گے جو انجیل متی کے چھبیس باب میں بتفصیل درج ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ تمام رات جاگتے رہے اور اپنی رہائی کے لئے دُعا مانگی* اور حواریوں کو بھی کہا کہ تم بھی دُعا مانگو مگر وہ قبول نہیں ہوئی۔ اور جس قدر تکلیف مقدر تھی پہونچ گئی۔ اس دُعا میں حضرت مسیح نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے مگر دُعا کے نہ قبول ہونے سے حواری بدظن ہو گئے۔ اور یہ امر قابل بحث ہے کہ حضرت عیسیٰ نے نبی ہو کر اپنی جان بچانے کے لئے اس قدر کیوں اضطراب کیا۔ حاصل کلام یہ کہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے حواری اکثر مرتد ہوتے

* حاشیہ۔ حضرت عیسیٰ کی اس دُعا کا قبول نہ ہونا جو ایسی سخت بیقراری کی حالت میں کی گئی جس کی نسبت وہ آپ کہتا ہے کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے ایک ایسا امر ہے جس سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وہ ہرگز خدا نہ تھا بلکہ ایک عاجز اور ضعیف انسان تھا جو دُعا کرتا کرتا مارے غم کے موت تک پہونچ گیا۔ مگر خدائے غنی بے نیاز نے دُعا کو قبول نہ کیا۔ اگر کہو کہ وہ دُعا انسانی رُوح سے تھی نہ خدائی رُوح سے اس واسطے منظور نہ ہو سکی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ تمام پاک انبیاء انسان ہی تھے خدائی کا کسی کو دعویٰ نہ تھا تاہم اُن کی دُعائیں اضطراب کے وقت منظور ہوتی رہیں۔ اور کوئی ایک نبی بھی بطور نظیر پیش نہیں ہو سکتا جس نے ایسے وقت میں ایسے اضطراب کے ساتھ جو موت کی سی حالت ہو دُعا کی ہو اور قبول نہ ہوئی ہو

رہے۔ اور اس آخری واقعہ سے پہلے بھی ایک جماعت کثیر مُرتد ہو گئی تھی۔ بلکہ ایک اَور مقام میں حضرت عیسٰی پیشگوئی کے طور پر فرماتے ہیں کہ بعض میرے پر ایمان لانے والے پھر مُرتد ہو جائیں گے۔ اور خود حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حقیقی بھائی بھی ان سے راہِ راست پر نہ آسکے چنانچہ جان ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں کہ اُن کے بھائی اُن سے ہمیشہ بگڑے ہی رہے بلکہ ایک دفعہ انہوں نے قید کرانے کے لئے گورنمنٹ میں درخواست بھی کر دی تھی۔ پھر جبکہ وہ لوگ جو اسی ماں کے پیٹ سے نکلے تھے جس پیٹ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام نکلے تھے حضرت عیسٰی سے درست نہ ہو سکے تو پھر عوام کی سرسری بیعتوں کی بناء پر کیوں اعتراض کیا جائے۔ حضرت عیسٰی کے بھائی سمجھنے والوں کے لئے ایک نہایت عمدہ نمونہ ہے کہ ایک بھائی تو پیغمبر اور چار حقیقی بھائی بے دین

بقیہ حاشیہ۔ ہمارے سیّد و مولیٰ خیر الرسل محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی مکّہ معظمہ میں جب دشمنوں نے قتل کرنے کے لئے چاروں طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا تھا ایسا ہی اضطراب پیش آیا تھا اور آپؐ نے دُعا بھی نہیں کی تھی بلکہ راضی برضاءِ مولیٰ ہو کر خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا تھا۔ پھر دیکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے کیسا بچا لیا۔ دشمنوں کے بیچ میں سے گذر گئے اور ان کے سر پر خاک ڈال گئے مگر ان کو نظر نہ آسکے۔ پھر مخالف لوگ بمدد ایک سُراغ شناس کے اس غار تک پہنچے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخفی تھے۔ مگر اس جگہ بھی خدا تعالیٰ نے دشمنوں کو اندھا کر دیا اور وہ دیکھ نہ سکے۔ پھر ایک نے ان میں ایسے وقت میں خبر پا کر تعاقب کیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے راہ میں جا رہے تھے۔ مگر وہ اور اس کا گھوڑا ایسے طور سے زمین پر گرے کہ وہ سمجھ گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں اور خدا ان کے ساتھ ہے۔ ایسا ہی خسرو پرویز نے جب آپؐ کو گرفتار کرنا چاہا تو ایک ہی رات میں گرفتاری پنجہ اجل ہو گیا۔ اور ایسا ہی بدر کی لڑائی میں جبکہ مخالف پوری طیاری کر کے آئے تھے اور اس طرف سراسر بے سامانی تھی خدا تعالیٰ نے وہ نمونہ تائید دکھلایا جس نے روئے زمین پر اسلام کی بنیاد جما دی۔ اب جبکہ یہ قاعدہ مسلم النبوت ہے کہ سچے نبیوں کے سخت اضطرار کی ضرور دُعا قبول ہو جاتی ہے تو بار بار یہی اعتراض پیش ہوگا کہ اگر مسیح سچا نبی تھا تو اُس کی دُعا ایسے اضطراب کے وقت میں جس سے موت کی سی حالت

بلکہ دشمن دین اور وہ بھائی باوجود دن رات کے تعلقات کے ایسے سخت منکر رہے کہ اُن سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ کسی نشان کے ہی قائل ہو جائیں۔ تعجب کہ کسی اعجوبہ کے بھی قائل نہ ہوئے اور نہ اس بات کے قائل کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت پہلی کتابوں میں کوئی پیشگوئی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی پرانا الزام تالاب بیت صیدا کا جواب تک حضرت عیسیٰ کے سر پر وارد ہوتا چلا آیا ہے ان کے دلوں میں خوب راسخ تھا ورنہ یہ کیا غضب آگیا کہ حقیقی بھائی ہو کر اس قدر بھی قایل نہ ہوں کہ یہ آدمی اچھا اور بھلا مانس ہے ایسے حقیقی خویشوں کو جو اندرونی حال اور دن رات کے واقعات معلوم ہوتے ہیں دوسروں کو ان سے

بقیہ حاشیہ۔ اس بیقراری کی دعا کیوں قبول نہ ہوئی اور اس عذر کا بیہودہ ہونا تو ظاہر ہو چکا کہ مسیح نے الٰہی روح کے ساتھ دُعا نہیں کی تھی بلکہ انسانی رُوح کے ساتھ کی تھی اس لئے رد ہو گئی۔ مسیح نے تو باپ باپ کر کے بہتیرا پکارا اور اپنا بیٹا ہونا جتلایا مگر باپ نے اس طرف رخ نہ کیا اگر شک ہو تو آپ انجیل متی کھول کر ۲۶ - ۳۹ میں یہ آیت پڑھ لو۔ اور کچھ آگے بڑھ کے منہ کے بل گرا۔ اور دُعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح خدا تعالےٰ کو الٰہی رُوح کے لحاظ سے باپ کہتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ دُعا اقنوم ابن کی طرف سے تھی تبھی تو باپ کر کے پکارا مگر باپ نے پھر بھی منظور نہ کی۔ تعجب کہ مسیح کا انجیل میں یہ بھی ایک قول ہے کہ مجھے کُل اختیار دیا گیا۔ مگر کیا خاک اختیار دیا گیا۔ ایک دُعا بھی تو منظور نہ ہوئی۔ اور جب مسیح کی اپنی ہی دُعا منظور نہ ہوئی تو اس کا شاگردوں کو یہ کہنا کہ تمہاری دُعائیں منظور ہوتی رہیں گی اور کوئی بات انہونی نہ ہو گی کس قدر بے معنی معلوم ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسیح نے خدا تعالےٰ کی تقدیر کو منظور کر لیا اس لئے دُعا منظور نہ ہوئی یہ بالکل بیہودہ جواب ہے۔ مسیح نے تو سُولی پر چڑھ کر بھی یہی کہا کہ ایلی ایلی لما سبقتنی یعنے اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ تو نے میری خواہش کے مطابق کیوں نہ کیا اور میری دُعا کیوں قبول نہ کی۔ اور یہ سوال کہ آخری وقت میں مسیح نے ایلی ایلی کیوں کہا ابی ابی کیوں نہ کہا۔ اس کا یہی جواب ہے کہ وہ کلمہ محبت کا تھا اور یہ کلمہ خوف کا۔ اس لئے اس وقت مسیح مارے خوف عظمت الٰہی کے ابی ابی بھول گیا اور ایلی ایلی یاد آ گیا اور بے نیازی الٰہی کی ایک

کیا اطلاع۔ تمام یہودی بھی درحقیقت دور نزدیک کے رشتہ دار تھے۔ انہوں نے کئی معجزے حضرت مسیح سے مانگے اور آپ نے ان کو حرامکار کہہ کر ٹال دیا مگر معجزہ نہ دکھلایا۔ سچ ہے آپ کے اختیار اور اقتدار میں معجزات نہیں تھے۔ پھر کہاں سے دکھلاتے۔ یہودی بیوقوف جانتے تھے کہ کسی انسان کے اختیار میں معجزہ نمائی ہے۔ مگر درحقیقت معجزہ خدا تعالےٰ کا فعل ہے۔ پھر عجب تر یہ ہے کہ جس کو حضرت عیسیٰ نے بہشت کی کنجیاں دی تھیں اسی نے برابر کھڑے ہو کر لعنتیں کیں۔ ہم نے نہ تو یوسف خاں کو بہشتی ٹھہرایا نہ کنجیاں دیں بلکہ اس میں نااہلی کی بُو پا کر اس کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا۔ اس بات کا گواہ اس کا دل ہوگا گو زبان نہ ہو۔ غرض کسی کا مرتد ہونا کوئی اعجوبہ بات نہیں جس کو سعادت ازلی سے حصہ نہیں وہ شقاوت کی طرف جائیگا ضرور جائے گا۔ ہماری طرف ایسے عوام الناس ہر وقت آتے ہیں۔ پس کیا حرج ہے ہم کسی ایک

بقیہ حاشیہ۔ تجلی دیکھی اور عاجزی کا شور ڈال کر دکھا۔ انسان بے بنیاد کی یہی حالت ہے۔ جلالی تجلیات کی برداشت نہیں کرسکتا۔ مسیح کا راضی بقضاء ہونا اس وقت تسلیم کیا جاتا کہ جب اس کو موت اور زندگی کا اختیار دیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ ہماری مرضی تو یہ ہے کہ تجھ کو سُولی دے دیں۔ لیکن اگر تو چاہے تو تجھ کو بچا لیں۔ لیکن یہ واقعہ تو ایسا نہیں ہے بلکہ مسیح نے اپنے افعال سے ظاہر کر دیا کہ وہ بدل وجان یہی چاہتا تھا کہ وہ سُولی سے بچ جائے۔ اس نے دُعا کرنے میں کوئی کسر نہ کی اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور سُولی کے خوف سے اس کا دل نہایت غمگین ہوا۔ یہانتک کہ اس کی موت کی سی حالت ہوگئی۔ تمام رات جاگتا رہا۔ دُعا کرتا رہا۔ سجدے کرتا رہا۔ روتا رہا بلکہ دوسروں سے بھی دُعا کراتا رہا کہ شاید میری نہیں تو انہیں کی دُعا منظور ہو جائے۔ اپنی عزیز جان بچانے کیلئے کیا کچھ بیقراریاں کیں اور اس چند روزہ زندگی کے لئے کس قدر بیتابی ظاہر کی۔ آخر جب دیکھا کہ بات بنتی نظر نہیں آتی تو کہہ دیا کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے، تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق مگر مارے سخت بیقراری کے اس رضا جوئی کے فقرہ پر بھی قایم نہ رہ سکا۔ آخر موت کے وقت ربّ جلیل کی شکایت شروع کر دی اور کہا کہ اے میرے خدا، اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اب دیکھو کہاں گئی وہ

کو اس کی جگہ سمجھ لیں گے۔ ایسے آدمیوں کے مُرتد ہونے سے کوئی بدنتیجہ نکالنا بداندیشوں کا کام ہے جن کی نظر گذشتہ تاریخوں پر کبھی پھری نہیں بلکہ خواتیم پر ہوتا ہے نہ درمیانی امور پر۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے آدمیوں کا دین سے نکلنا بہتر ہے کیونکہ دین کی صفائی اور روشنی ان کے نکلنے پر موقوف ہے۔

راقم میرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور ۲۷ مئی ۹۴ء

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{4}$ کے دو صفحوں پر (گلزار محمدی پریس لاہور) میں طبع ہو کر شائع ہوا تھا)۔

بقیہ حاشیہ۔ رضا جوئی۔ اگر مسیح باوجود ایسی دُعا کے جو جان کی گدازش سے کی گئی تھی پھر بھی درحقیقت سُولی مل گیا ہے تو ایسا شخص کسی طور سے نبی نہیں ہو سکتا۔ حاشا و کلّا کیونکہ تمام نبی اضطرار کے وقت میں مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ یہ کیسا نبی تھا کہ اضطرار کے وقت اس کی دُعا سُنی نہ گئی۔ اور اگر وہ سُولی نہیں ملا تو سچا نبی ہے اور ایسے ہی کی قرآن کریم نے تصدیق کی ہے اور توریت بھی یہی ظاہر کرتی ہے بہرحال اگر مسیح کی وہ دُعا منظور ہو گئی ہے اور وہ صلیب سے بچ گیا ہے تو اعتقاد صلیب اور کفارہ باطل اور اگر ایسے اضطرار کے وقت کی دُعا بھی منظور نہیں ہوئی اور صلیب نصیب ہو گئی تو نبوۃ باطل۔ تعجب کہ بائبل میں یہ **قصہ موجود ہے** کہ ایک بادشاہ کی پندرہ دن عمر رہ گئی تھی اور جب نبی کی معرفت اس کو خبر دی گئی تو وہ تمام رات دُعا کرتا رہا تو خدا تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو اس کے لئے بدل دیا اور دُعا کو منظور کر لیا اور پندرہ دن کو **پندرہ سال** کے ساتھ بدل دیا مگر مسیح کی تمام رات کی دُعا باوجود اس قدر دعووں کے منظور نہ ہوئی۔ تعجب کہ کسی پادری صاحب کو اس **سچی حقیقت** کی طرف توجہ نہیں اور ان کا کانشنس ایک دم کے لئے بھی ان کو ملزم نہیں کرتا کہ وہ شخص جس کی دعا کی حالت ایک بادشاہ کی دعا کی حالت سے بھی گری ہوئی ہے وہ کیونکر سچا نبی ٹھہر سکتا ہے اور اس کی حقیقت تو اس قصہ سے بدیہی طور پر معلوم ہو چکی۔

---

(۱۱۷)

نکتہ چینوں کیلئے ہدایت اور واقعی غلطی کی شناخت کیلئے
ایک معیار

اکثر جلد باز نکتہ چین خاص کر شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی جو ہماری عربی کتابوں کو عیب گیری کی نیت سے دیکھتے ہیں بباعث ظلمت تعصب کاتب کے سہو کو بھی غلطی کی مد میں ہی داخل کر دیتے ہیں لیکن درحقیقت ہماری صرفی یا نحوی غلطی صرف وہی ہو گی جس کی مخالف صحیح طور پر ہماری کتابوں کے کسی اور مقام میں نہ لکھا گیا ہو۔ مگر جبکہ ایک مقام میں کسی اتفاق سے غلطی ہو اور وہی ترکیب یا لفظ دوسرے دس۱۰ یا بیس۲۰ یا پچاس۵۰ مقام میں صحیح طور پر پایا جاتا ہو تو اگر انصاف اور ایمان ہے تو اس کو سہو کاتب سمجھنا چاہیئے نہ غلطی۔ حالانکہ جس جلدی سے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں اگر اس کو ملحوظ رکھیں تو اپنے ظلم عظیم کے قایل ہوں اور اُن تالیفات کو خارق عادت سمجھیں۔ قرآن شریف کے سوا کسی بشر کا کلام سہو اور غلطی سے خالی نہیں۔ بٹالوی صاحب خود قایل ہیں کہ لوگوں نے کلام امرء القیس اور حریری کی بھی غلطیاں نکالیں۔ مگر کیا ایسا شخص جس نے اتفاقاً ایک غلطی پکڑی حریری یا امرء القیس کے مرتبہ پر شمار ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ نکتہ آوری مشکل ہے اور نکتہ چینی ایک ادنیٰ استعداد کا آدمی بلکہ ایک غبی محض کر سکتا ہے۔ ہماری طرف سے حمامۃ البشریٰ اور نور الحق کے بالمقابل رسالہ لکھنے کے لئے اخیر جون ۱۸۹۴ء تک میعاد تھی وہ گذر گئی۔ مگر کسی مولوی نے بالمقابل رسالہ لکھنے کی غرض سے انعام جمع کرانے کے لئے درخواست نہ بھیجی اور اب وہ وقت جاتا رہا۔ ہاں انہوں نے نکتہ چینی کے لئے جو ہمیشہ نالایق اور حاسد طبع لوگوں کا شیوہ ہے بہت ہاتھ پیر مارے اور بعض خوش فہم آدمی چند سہو کاتب یا کوئی اتفاقی غلطی نکال کر انعام کے امیدوار ہوئے اور ذرہ آنکھ کھول کر یہ بھی نہ دیکھا کہ فی غلطی انعام دینے کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسا شخص اول بالمقابل رسالہ لکھے ورنہ حاسد نکتہ چین جو اپنے

ذاتی سرمایۂ علمی کچھ بھی نہیں رکھتے دُنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں ہیں کس کس کو انعام دیا جائے چاہئے کہ اوّل مثلاً اس رسالہ سرّ الخلافہ کے مقابل پر رسالہ لکھیں اور پھر اگر اُن کا رسالہ غلطیوں سے خالی نکلا اور ہمارے رسالہ کا بلاغت فصاحت میں ہم پلہ ثابت ہوا تو ہم سے علاوہ انعام بالمقابل رسالہ کے فی غلطی دو روپیہ بھی لیں جس کے لئے ہم وعدہ کر چکے ہیں ورنہ یوں ہی نکتہ چینی کرنا حیا سے بعید ہوگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد

(یہ اشتہار سرّ الخلافہ طبع اوّل کے ٹائٹل پر اندرونی صفحہ پر ہے)

---

(۱۱۸)

عام اطلاع کیلئے ایک اشتہار

وہ تمام صاحب جنہوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے رسائل اشاعت السنہ دیکھے ہوں گے یا ان کے وعظ سُنے ہوں گے یا ان کے خطوط پڑھے ہوں گے وہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس عاجز کی نسبت کیا کچھ کلمات ظاہر فرمائے ہیں اور کیسے کیسے خود پسندی کے بھرے ہوئے کلمات اور تکبر میں ڈوبے ہوئے ترہات ان کے مُنہ سے نکل گئے ہیں کہ ایک طرف تو انہوں نے اس عاجز کو کذّاب اور مفتری قرار دیا ہے اور دوسری طرف بڑے زور اور اصرار سے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ مَیں اعلیٰ درجہ کا مولوی ہوں اور یہ شخص سراسر جاہل اور نادان اور زبان عربی سے محروم اور بے نصیب ہے اور شاید اس بکواس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ تا ان باتوں کا عوام پر اثر پڑے اور ایک طرف تو وہ شیخ بطالوی کو فاضل یگانہ تسلیم کر لیں اور اعلیٰ درجہ کا عربی دان مان لیں اور دوسری

طرف مجھے اور میرے دوستوں کو یقینی طور پر سمجھ لیں کہ یہ لوگ جاہل ہیں اور نتیجہ یہ نکلے کہ جاہلوں کا اعتبار نہیں۔ جو لوگ واقعی مولوی ہیں انہیں کی شہادت قابلِ اعتبار ہے۔ میں نے اس بٹالوی کو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں یہ الہام بھی سُنا دیا تھا کہ اِنّی مُھِین من اراد اِھانتک کہ میں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہو مگر تعصّب ایسا بڑھا ہوا تھا کہ یہ الہامی آواز اس کے کان تک نہ پہنچ سکی۔ اس نے چاہا کہ قوم کے دلوں میں یہ بات جم جائے کہ یہ شخص ایک حرف عربی کا نہیں جانتا۔ پر خدا نے اُسے دکھلا دیا کہ یہ بات اُلٹ کر اسی پر پڑی۔ یہ وہی الہام ہے جو کہا گیا تھا کہ میں اُس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلّت کے درپے ہوگا۔

سبحان اللہ کیسے وہ قادر اور غریبوں کا حامی ہے۔ پھر لوگ ڈرتے نہیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا نشان نہیں کہ وہی شخص جس کی نسبت کہا گیا تھا کہ جاہل ہے اور ایک صیغہ تک اس کو معلوم نہیں وہ ان تمام مکفّروں کو جو اپنا نام مولوی رکھتے ہیں بلند آواز سے کہتا ہے کہ میری تفسیر کے مقابل پر تفسیر بناؤ تو ہزار روپے انعام لو۔ اور نور الحق کے مقابل پر بناؤ تو پانچہزار روپیہ پہلے رکھا لو اور کوئی مولوی دم نہیں مارتا۔ کیا یہی مولویت ہے جس کے بھروسہ سے مجھے کافر ٹھہرایا تھا۔ ایّہا الشیخ اب وہ الہام پورا ہوا یا کچھ کسر ہے۔ ایک دنیا جانتی ہے کہ میں نے اسی فیصلہ کی غرض سے اور اسی نیّت سے کہ تا شیخ بطالوی کی مولویت اور تمام کفر کے فتوے لکھنے والوں کی اصلیت لوگوں پر کھل جائے۔ کتاب **کرامات الصادقین** عربی میں تالیف کی اور پھر اس کے بعد رسالہ **نور الحق** بھی عربی میں تالیف کیا اور میں نے صاف صاف اشتہار دے دیا کہ اگر شیخ صاحب یا تمام مکفّر مولویوں سے کوئی صاحب رسالہ کرامات الصادقین کے مقابل پر کوئی رسالہ تالیف کریں تو ایک ہزار روپیہ ان کو انعام ملے گا اور اگر نور الحق کے مقابل پر رسالہ لکھیں تو پانچ ہزار روپیہ ان کو دیا جائے گا لیکن وہ لوگ بالمقابل لکھنے سے بالکل عاجز رہ گئے اور جو تاریخ ہم نے اس درخواست کے لئے مقرر کی تھی یعنی اخیر جون **۱۸۹۴ء** وہ گذر گئی۔ شیخ صاحب کی اس خاموشی سے ثابت ہو گیا کہ وہ علم عربی سے آپ ہی بے بہرہ اور بے نصیب ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی ثابت

ہوا کہ وہ اوّل درجہ کے دروغگو اور کاذب اور بے شرم ہیں کیونکہ انہوں نے تو تقریرًا و تحریرًا صاف اشتہار دے دیا تھا کہ یہ شخص علم عربی سے محروم اور جاہل ہے یعنی ایک لفظ تک عربی سے نہیں جانتا تو پھر ایسے ضروری مقابلہ کے وقت جس میں ان پر فرض ہو چکا تھا کہ وہ اپنی علمیت ظاہر کرتے کیوں ایسے چُپ ہو گئے کہ گویا وہ اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ ہم نے کس قدر تاکید سے اُن کو میدان میں بُلایا اور کن کن الفاظ سے ان کو غیرت دلانا چاہا۔ مگر انہوں نے اس طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ہم نے صرف اس خیال سے کہ شیخ صاحب کی عربی دانی کا دعویٰ بھی فیصلہ پا جائے رسالہ نور الحق میں یہ اشتہار دے دیا کہ اگر شیخصاحب عرصہ تین ماہ میں اسی قدر کتاب تحریر کر کے شائع کر دیں اور وہ کتاب درحقیقت جمیع لوازم بلاغت و فصاحت و التزام حق اور حکمت میں نور الحق کے ثانی ہو تو تین ہزار روپیہ نقد بطور انعام شیخصاحب کو دیا جائے گا اور نیز الہام کے جھوٹا ٹھہرانے کے لئے بھی ایک سہل اور صاف راستہ اُن کو مل جائے گا اور ہزار لعنت کے داغ سے بھی بچ جائیں گے ورنہ وہ نہ صرف مغلوب بلکہ الہام کے مصداق ٹھہریں گے۔ مگر شیخصاحب نے ان باتوں میں سے کسی بات کی بھی پرواہ نہ کی اور کچھ بھی غیرت مندی نہ دکھلائی۔ **اس کا کیا سبب تھا؟** بس یہی کہ یہ مقابلہ شیخ صاحب کی طاقت سے باہر ہے سو ناچار انہوں نے اپنی رسوائی کو قبول کر لیا اور اس طرف رُخ نہ کیا۔ یہ اسی الہام کی تصدیق ہے کہ اِنّی مھین من اراد اھانتک۔ شیخ صاحب نے منبروں پر چڑھ چڑھ کر صدہا آدمیوں میں صدہا موقعوں میں بار بار اس عاجز کی نسبت بیان کیا کہ یہ شخص زبان عربی سے محض بے خبر اور علوم دین سے محض ناآشنا ہے ایک جاہل آدمی ہے اور کذّاب اور دجّال ہے۔ اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ صدہا خط اسی مضمون کے اپنے دوستوں کو لکھے اور جا بجا یہی مضمون شائع کیا اور اپنے جاہل دوستوں کے دلوں میں بٹھا دیا کہ یہی سچ ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس متکبر کا غرور توڑے اور اس گردن کش کی گردن کو مروڑے اور اس کو دکھلا دے کہ کیونکر وہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ سو اس کی

توفیق اور مدد اور خاص اس کی تعلیم اور تفہیم سے یہ کتابیں تالیف ہوئیں اور ہم نے کرامات الصادقین اور نور الحق کے لئے آخری تاریخ درخواست مقابلہ کی اس مولوی اور تمام مخالفوں کے لئے اخیر جون ۱۸۹۴ء مقرر کی تھی جو گذر گئی۔ اور اب دونوں کتابوں کے بعد یہ کتاب سرّ الخلافہ تالیف ہوئی ہے جو بہت مختصر ہے اور نظم اس کی کم ہے اور ایک عربی دان شخص ایسا رسالہ سات دن میں بہت آسانی سے بنا سکتا ہے اور چھپنے کے لئے دس دن کافی ہیں لیکن ہم شیخ صاحب کی حالت اور اس کے دوستوں کی کم مائیگی پر بہت ہی رحم کر کے دس دن اور زیادہ کر دیتے ہیں۔ اور یہ ستائیس دن ہوئے سو ہم فی دن ایک روپیہ کے حساب سے ستائیس روپیہ کے انعام پر یہ کتاب شائع کرتے ہیں اور شیخ صاحب اور ان کے اسمی مولویوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر وہ اپنی سوء قسمت سے ہزار روپیہ کا انعام لینے سے محروم رہے اور پھر پانچہزار روپیہ کا انعام پیش کیا گیا۔ تو وہ وقت بھی ان کی کم مائیگی کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور تاریخ درخواست گذر گئی۔ اب وہ ستائیس روپیہ کو تو نہ چھوڑیں۔ ہم نے سُنا ہے کہ ان دنوں میں شیخ صاحب پر تنگدستی کی وجہ سے تکلیفات بہت ہیں۔ خشک دوستوں نے وفا نہیں کی۔ پس ان دنوں٭ میں تو ان کیلئے ایک روپیہ ایک اشرفی کا حکم رکھتا ہے۔ گویا یہ ستائیس روپیہ ستائیس اشرفی ہیں جن سے کئی کام نکل سکتے ہیں۔ اور ہم اپنے سچے دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر رسالہ سرّ الخلافہ کے مقابل پر شیخ صاحب نے کوئی رسالہ میعاد مقررہ کے اندر شائع کر دیا اور وہ رسالہ ہمارے رسالہ کا ہم پلّہ ثابت ہوا تو ہم نہ صرف ستائیس روپیہ ان کو دیں گے بلکہ یہ تحریری اقرار لکھ دیں گے کہ شیخ صاحب ضرور عربی دان اور مولوی کہلانے کے مستحق ہیں۔ بلکہ آئندہ مولوی کے نام سے اُن کو پکارا جائے گا۔ اور چاہئیے کہ اب کے دفعہ شیخ صاحب ہمت نہ ہاریں۔ یہ رسالہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اور کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر ایک ایک جز روز گھسیٹ دیں تو صرف چار پانچ روز میں اس کو ختم کر سکتے ہیں۔ اور اگر اپنے وجود میں کچھ

٭ نوٹ۔ شیخ صاحب اپنے حال کے پرچہ میں اقراری ہیں کہ اگر ان کے دوستوں نے اب بھی ان کی مدد نہ کی تو وہ اس نوکری سے استعفار دے دیں گے۔ منہ

بھی جان نہیں تو اُن سو ڈیڑھ سو مولویوں سے مدد لیں جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے کے مسلمانوں کو کافر اور جہنم ابدی کی سزا کے لائق ٹھہرایا اور بڑے تکبّر سے اپنے تئیں مولوی کے نام سے ظاہر کیا۔ اگر وہ ایک ایک جُز لکھ کر دیں تو شیخصاحب بمقابل اس رسالہ کے ڈیڑھ سو جُز کا رسالہ شائع کر سکتے ہیں لیکن اگر شیخصاحب نے پھر بھی ایسا کر نہ دکھایا تو پھر بڑی بے شرمی ہوگی کہ آئندہ مولوی کہلاویں بلکہ مناسب ہے کہ آئندہ جھوٹ بولنے اور جھوٹ بلوانے سے پرہیز کریں۔ یہ **شیخ** کا نام آپ کیلئے کافی ہے جو باپ دادے سے چلا آتا ہے یا منشی کا نام بہت موزون ہوگا۔ لیکن ابھی یہ بات قابلِ آزمایش ہے کہ آپ منشی بھی ہیں یا نہیں منشی کے لئے ضروری ہے کہ فارسی نظم میں پوری دسترس رکھتا ہو مگر میری نظر سے اب تک آپ کا کوئی فارسی دیوان نہیں گذرا۔ بہرحال اگر ہم رعایت اور چشم پوشی کے طور پر آپ کا منشی ہونا مان بھی لیں اور فرض کر لیں کہ آپ منشی ہیں گو منشیانہ لیاقتیں آپ میں پائی نہیں جاتیں تو چنداں حرج نہیں کیونکہ منشی گری کو ہمارے دین سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن ہم کسی طرح مولوی کا خطاب ایسے نادانوں کو دے نہیں سکتے جن کو ہم پانچ ہزار روپیہ تک انعام دینا کریں تب بھی اُن کی مُردہ رُوح میں کچھ قوّتِ مقابلہ ظاہر نہ ہو۔ ہزار لعنت کی دھمکی دیں کچھ غیرت نہ آوے تمام دنیا کو مددگار بنانے کے لئے اجازت دیں تب بھی ایک جھوٹے مُنہ سے بھی ہاں نہ کہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر مولوی کا لقب دیا جاوے تو کیا بجز مسلمانوں کے کافر بنانے کے کچھ اور بھی ان میں لیاقت ہے۔ ہرگز نہیں۔ چار حدیثیں پڑھ کر نام شیخ الکل۔ نعوذ باللہ من فتن ہذا الدھر و اھلہا و نعوذ باللہ من جہلات الجاھلین۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہر یک باحیا دشمن اپنی دشمنی میں کسی حد تک جا کر ٹھہر جاتا ہے۔ اور ایسے جھوٹوں کے استعمال سے اس کو شرم آجاتی ہے جن کی اصلیت کچھ بھی نہ ہو۔ مگر افسوس کہ شیخصاحب نے کچھ بھی اس انسانی شرم سے کام نہیں لیا۔ جہانتک ضرررسانی کے وسائل اُن کے ذہن میں آئے انہوں نے سب استعمال کئے اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اوّل تو لوگوں کو اُٹھایا کہ یہ شخص کافر ہے اور دجّال ہے اس کی ملاقات سے پرہیز کرو اور جہانتک ہو سکے اس کو ایذا دو۔

اور ہر یک ظلم سے اس کو دکھ دو سب ثواب کی بات ہے۔ اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لئے کیسے کیسے جھوٹ بنائے۔ کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی لیکن یہ گورنمنٹ دور اندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے۔ سکھوں کے قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خود غرض کے مُنہ سے ایک بات سُن کر افروختہ ہو جائے بلکہ اپنی خداداد عقل سے کام لیتی ہے۔ سو گورنمنٹ دانشمند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور کیونکر توجہ کرتی۔ اس کو معلوم تھا کہ ایک خود غرض دشمن نفسانی جوش سے جھوٹی مخبری کر رہا ہے۔ گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیر خواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی اور گورنمنٹ خوب جانتی تھی کہ یہ عاجز عرصہ چودہ سال سے بخلاف ان تمام مولویوں کے بار بار یہ مضمون شائع کر رہا ہے کہ ہم لوگ جو گورنمنٹ برطانیہ کے رعیت ہیں ہمارے لئے اللہ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گورنمنٹ مذکور کے زیر اطاعت رہنا اپنا فرض ہے اور بغاوت کرنا حرام اور جو شخص بغاوت کا طریق اختیار کرے یا اس کے لئے کوئی مفسدانہ بنا ڈالے یا ایسے مجمع میں شریک ہو یا رازدار ہو تو وہ اللہ اور رسُول کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہے۔ اور جو کچھ اس عاجز نے گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ بننے کیلئے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے وہ سب سچ ہے۔ نادان مولوی نہیں جانتے کہ جہاد کے واسطے شرائط ہیں۔ سکھا شاہی لُوٹ مار کا نام جہاد نہیں اور رعیت کو اپنی محافظ گورنمنٹ کے ساتھ کسی طور سے جہاد درست نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک گورنمنٹ اپنی ایک رعیت کے جان اور مال اور عزت کی محافظ ہو اور ان کے دین کے لئے بھی پُوری پُوری آزادی عبادات کے لئے دے رکھی ہو لیکن وہ رعیت موقعہ پا کر اس گورنمنٹ کو قتل کرنے کو تیار ہو یہ دین نہیں بلکہ بے دینی ہے اور نیک کام نہیں بلکہ ایک بدمعاشی ہے۔ خدا تعالیٰ ان مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے کہ جو اس مسئلہ کو نہیں سمجھتے اور اس گورنمنٹ کے تحت میں ایک منافقانہ زندگی بسر کر رہے ہیں جو ایمانداری سے بہت بعید ہے۔ ہم نے سارا قرآن شریف تدبّر سے دیکھا مگر نیکی کی جگہ بدی کرنے کی تعلیم کہیں نہیں پائی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس گورنمنٹ کی قوم مذہب کے بارے

میں نہایت غلطی پر ہے۔ وہ اس روشنی کے زمانہ میں ایک انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور ایک عاجز مسکین کو ربّ العالمین کا لقب دے رہے ہیں۔ مگر اس صورت میں تو وہ اور بھی رحم کے لائق اور راہ دکھانے کے محتاج ہیں کیونکہ وہ بالکل صراطِ مستقیم کو بھول گئے اور دُور جا پڑے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ان کے احسان یاد کر کے اُن کے لئے جناب الٰہی میں دعا کریں کہ اے خداوند قادر ذوالجلال ان کو ہدایت بخش اور ان کے دلوں کو پاک توحید کے لئے کھول دے اور سچّائی کی طرف پھیر دے تا وہ تیرے سچے اور کامل نبی اور تیری کتاب کو شناخت کر لیں اور دینِ اسلام اُن کا مذہب ہو جائے۔ ہاں پادریوں کے فتنے حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ان کی مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے۔ مگر اُن کے فتنے تلوار کے نہیں ہیں قلم کے فتنے ہیں۔ سو اے مسلمانو تم بھی قلم سے ان کا مقابلہ کرو اور حد سے مت بڑھو۔ خدا تعالیٰ کا منشاء قرآن شریف میں صاف پایا جاتا ہے کہ قلم کے مقابل پر قلم ہے اور تلوار کے مقابل پر تلوار۔ مگر کہیں نہیں سُنا گیا کہ کسی عیسائی پادری نے دین کے لئے تلوار بھی اُٹھائی ہو۔ پھر تلوار کی تدبیریں کرنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے بلکہ صاف بے راہی اور الٰہی ہدایت سے سرکشی ہے جن میں روحانیت نہیں وہی ایسی تدبیریں کیا کرتے ہیں جو اسلام کا بہانہ کر کے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سمجھ بخشے۔ افغانی مزاج کے آدمی اس تعلیم کو بُرا مانیں گے۔ مگر ہم کو اظہارِ حق سے غرض ہے نہ اُن کے خوش کرنے سے اور نہایت مضر اعتقاد جس سے اسلام کی روحانیت کو بہت ضرر پہنچ رہا ہے یہ ہے کہ یہ تمام مولوی ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو تمام دنیا کو خون میں غرق کر دے اور خروج کرتے ہی قتل کرنا شروع کر دے اور یہی علامتیں اپنے فرضی مسیح کی رکھی ہوئی ہیں کہ وہ آسمان سے اُترتے ہی تمام کافروں کو قتل کر دے گا اور وہی بچے گا جو مسلمان ہو جائے۔ ایسے خیالات کے آدمی کسی قوم کے سچے خیر خواہ نہیں بن سکتے بلکہ ان کے ساتھ اکیلے سفر کرنا بھی خوف کی جگہ ہے۔ شاید کسی وقت کافر سمجھ کر قتل نہ کر دیں۔ اور اپنے اندر کے کفر سے بےخبر ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے بیہودہ مسائل کو اسلام کی جُز قرار دینا اور نعوذ باللہ قرآنی تعلیم سمجھنا

اسلام سے دشمنی کرنا ہے اور مخالفوں کو ہنسنے کا موقعہ دینا ہے۔ کوئی عقل اس بات کو تجویز نہیں کرسکتی کہ کوئی شخص آتے ہی بغیر اتمام حجت کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کردے یا جس گورنمنٹ کے تحت میں زندگی بسر کرے اسی کی تباہی کی گھات میں لگا رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی رُوحیں بکلی مسخ ہو چکی ہیں اور انسانی ہمدردی کی خصلتیں بتمامہا ان کے اندر سے مسلوب ہوگئی ہیں یا خالق حقیقی نے پیدا ہی نہیں کیں۔ خدا تعالےٰ ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے۔ نہ معلوم کہ ہمارے اس بیان سے وہ لوگ کس قدر جلیں گے اور کیسے مُنہ مروڑ مروڑ کر کافر کہیں گے مگر ہمیں ان کی اس تکفیر کی کچھ پروا نہیں۔ ہر ایک شخص کا معاملہ خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے۔ ہمیں قرآن شریف کی کسی آیت میں یہ تعلیم نظر نہیں آتی کہ بے اتمام حجت مخالفوں کو قتل کرنا شروع کردیا جاوے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کفّار کے جور و جفا پر صبر کیا۔ بہت سے دُکھ دیئے گئے دم نہ مارا۔ بہت سے اصحاب اور عزیز قتل کئے گئے ایک ذرہ مقابلہ نہیں کیا اور دکھوں سے پیسے گئے مگر سوائے صبر کے کچھ نہیں کیا۔ آخر جب کفار کے ظلم حد سے بڑھ گئے، اور انہوں نے چاہا کہ سب کو قتل کرکے اسلام کو نابود ہی کر دیں تب خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو اُن بھیڑیوں کے ہاتھ سے مدینہ میں سلامت پہنچا دیا۔ حقیقت میں وہی دن تھا کہ جب آسمان پر ظالموں کو سزا دینے کے لئے تجویز ٹھہر گئی ؎

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ☆ ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

مگر افسوس کہ کافروں نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ قتل کے لئے تعاقب کیا اور کئی چڑھائیاں کیں۔ اور طرح طرح کے دُکھ پہنچائے۔ آخر وہ خدا تعالےٰ کی نظر میں اپنے بے شمار گناہوں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ اُن پر عذاب نازل ہو۔ اگر اُن کی شرارتیں اس حد تک نہ پہنچتیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز تلوار نہ اُٹھاتے۔ مگر جنہوں نے تلواریں اُٹھائیں اور خدا تعالےٰ کے حضور میں بیباک اور ظالم ثابت ہوئے وہ تلواروں سے ہی مارے گئے۔ غرض جہاد نبوی کی یہ صورت ہے جس سے اہل علم بے خبر نہیں اور قرآن میں یہ ہدایتیں موجود ہیں کہ جو لوگ نیکی کریں تم بھی ان کے

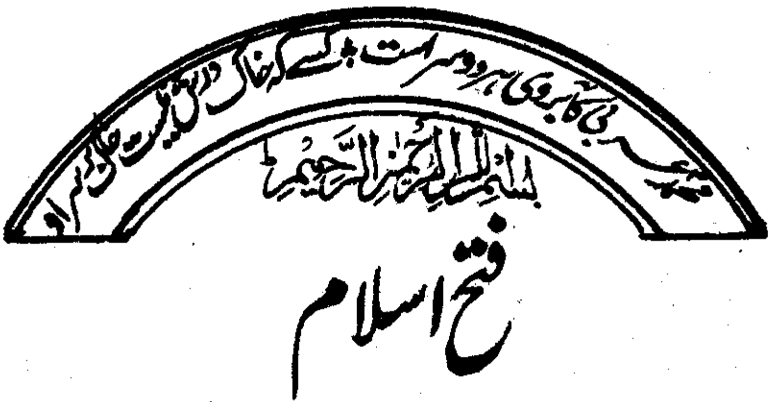
ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہیں پناہ دیں اُن کے شکر گزار بنے رہو اور جو لوگ تمہیں دکھ نہیں دیتے ان کو تم کبھی دُکھ مت دو۔ مگر اس زمانہ کے مولویوں کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ نیکی کی جگہ بدی کرنے کو تیار ہیں اور ایمانی رُوحانیت اور انسانی رحم سے خالی۔

اللّٰھم اصلح امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٰمین۔

(یہ اشتہار سر الخلافہ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر محرم ۱۳۱۲ھ صفحہ ۶۸ تا صفحہ ۷۲ سے نقل کیا)

---

(۱۱۹)



لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً

واضح ہو کہ وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی جس کی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہو گئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اس کے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جو ان واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں چاہتا جو پیشگوئی کے بعد فریق مخالف میں

ظہور میں آئی۔ اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لاعلاج ہے اور اگر وہ ٹھوکر کھائے تو اس کی پست فطرتی اور حمق اور سادہ لوحی اس کا موجب ہوگی۔ ورنہ کچھ شک نہیں کہ **فتح اسلام** ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہو گیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے۔ اب یاد رہے کہ پیشگوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ مراد ہے جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا۔ خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہو کر پندرہ دن جھگڑتا رہا۔ مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرک اور ان کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو۔ اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔ ہاں مَیں نے جہاں تک الہام کے معنی سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے اس کے لئے ہاویہ سے مُراد سزائے موت ہے لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ حق کی طرف رجوع کرنے والا نہ ہو۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قید ایک الہامی شرط ہے جیسا کہ مَیں نے الہامی عبارت میں صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھا تھا اور یہ بات بالکل سچ اور یقینی اور الہام کے مطابق ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ کا دل جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی توہین اور تحقیر اسلام پر قایم رہتا اور اسلامی

عظمت کو قبول کرنے کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حصہ نہ لیتا تو اسی میعاد کے اندر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے الہام نے مجھے جتلا دیا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رُعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصہ نے اس کے وعدہ موت اور کامل طور کے ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اس بڑے ہاویہ سے تھوڑے دنوں کے لئے بچ گیا جس کا نام موت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ الہامی لفظوں اور شرطوں میں سے کوئی ایسا لفظ یا شرط نہیں ہے جو بے تاثیر ہو یا جس کا کسی قدر موجود ہو جانا اپنی تاثیر پیدا نہ کرے۔ لہٰذا ضرور تھا کہ جس قدر مسٹر عبداللہ آتھم کے دل نے حق کی عظمت کو قبول کیا اس کا فائدہ اس کو پہنچ جائے۔ سو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور مجھے فرمایا۔ اطّلع اللہ علٰے ھمّہ وغمّہ۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا و لا تعجبوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین وبعزتی وجلالی انّک انت الاعلٰے۔ و نمزّق الاعداء کل ممزّق۔ ومکر اولٰئک ھو یبور۔ انّا نکشف السرّ عن ساقہ یومئذ یفرح المؤمنون۔ ثلّۃ من الاولین و ثلّۃ من الاٰخرین۔ و ھٰذہ تذکرۃ فمن شاء اتّخذ الی ربّہٖ سبیلاً۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے ہم و غم پر اطلاع پائی اور اس کو مہلت دی جب تک کہ وہ بیباکی اور سخت گوئی اور تکذیب کی طرف میل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا دے (یہ معنے فقرہ مذکورہ کے تفہیم الٰہی سے ہیں) اور پھر فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی یہی سنت ہے اور تو ربانی سنتوں میں تغیر و تبدل نہیں پائے گا۔ اس فقرہ کے متعلق یہ تفہیم ہوئی کہ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں جو غضب الٰہی کو مشتعل کریں اور اگر دل کے کسی گوشہ میں بھی کچھ خوفِ الٰہی مخفی ہو اور کچھ دھڑکا شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا اور دوسرے وقت پر جا پڑتا ہے اور پھر فرمایا کہ کچھ تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور غلبہ تمہیں کو ہے اگر تم ایمان پر قایم رہو۔ یہ اس عاجز کی

جماعت کو خطاب ہے۔ اور پھر فرمایا کہ مجھے میرے عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تو ہی غالب ہے (یہ اس عاجز کو خطاب ہے) اور پھر فرمایا کہ ہم دشمنوں کو پارہ پارہ کر دیں گے یعنی ان کو ذلت پہنچے گی اور اُن کا مکر ہلاک ہو جائے گا۔ اس میں یہ تفہیم ہوئی کہ تم ہی فتحیاب ہو نہ دشمن اور خدا تعالیٰ بس نہیں کرے گا اور نہ باز آئے گا جب تک دشمنوں کے تمام مکروں کی پردہ دری نہ کرے اور ان کے مکر کو ہلاک نہ کر دے۔ یعنی جو مکر بنایا گیا اور مجسم کیا گیا اس کو توڑ ڈالے گا اور اس کو مُردہ کر کے پھینک دے گا اور اس کی لاش لوگوں کو دکھا دے گا اور پھر فرمایا کہ ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں میں سے ننگا کر کے دکھا دیں گے یعنی حقیقت کو کھول دیں گے اور فتح کے دلائل بیّنہ ظاہر کریں گے۔ اور اس دن مومن خوش ہوں گے، پہلے مومن بھی اور پچھلے مومن بھی اور پھر فرمایا کہ وجہ مذکورہ سے عذاب موت کی تاخیر ہماری سنت ہے جس کو ہم نے ذکر کر دیا۔ اب جو چاہے وہ راہ اختیار کر لے جو اس کے رب کی طرف جاتی ہے۔ اس میں بدظنی کرنے والوں پر زجر اور ملامت ہے اور نیز اس میں یہ بھی تفہیم ہوئی ہے کہ جو سعادت مند لوگ ہیں اور جو خدا ہی کو چاہتے ہیں اور کسی بخل اور تعصّب یا جلد بازی یا سوء فہم کے اندھیرے میں مبتلا نہیں وہ اس بیان کو قبول کریں گے اور تعلیم الٰہی کے موافق اس کو پائیں گے۔ لیکن جو اپنے نفس اور اپنی نفسانی ضد کے پیرو یا حقیقت شناس نہیں وہ بیباکی اور نفسانی ظلمت کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کریں گے۔

الہام الٰہی کا ترجمہ معہ تفہیمات الٰہیہ کے کیا گیا جس کا ماحصل یہی ہے کہ قدیم سے الٰہی سنت اسی طرح پر ہے کہ جب تک کوئی کافر اور منکر نہایت درجہ کا بیباک اور شوخ ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے لئے اسباب ہلاکت پیدا نہ کرے تب تک خدا تعالیٰ تعذیب کے طور پر اس کو ہلاک نہیں کرتا۔ اور جب کسی منکر پر عذاب نازل ہونے کا وقت آتا ہے تو اس میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اُس پر حکم ہلاکت لکھا جاتا ہے۔ عذاب الٰہی کے لئے یہی قانون قدیم ہے اور یہی سنّت مستمرہ اور یہی غیر متبدل قاعدہ کتاب الٰہی نے بیان کیا ہے۔ اور خود

کرنے سے ظاہر ہوگا کہ جو مسٹر عبداللہ آتھم کے بارہ میں یعنی سزائے ہاویہ کے بارہ میں الہامی شرط تھی وہ درحقیقت اسی سنت اللہ کے مطابق ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں **بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے**۔ لیکن مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنی مضطربانہ حرکات سے ثابت کر دیا کہ اس نے اس پیشگوئی کو تعظیم کی نظر سے دیکھا جو الہامی طور پر اسلامی صداقت کی بنیاد پر کی گئی تھی اور خدا تعالیٰ کے الہام نے بھی مجھ کو یہی خبر دی کہ ہم نے اس کے ہم اور غم پر اطلاع پائی یعنی وہ اسلامی پیشگوئی سے خوفناک حالت میں پڑا۔ اور اس پر رُعب غالب ہوا۔ اس نے اپنے افعال سے دکھا دیا کہ اسلامی پیشگوئی کا کیسا ہولناک اثر اس کے دل پر ہوا۔ اور کیسی اس پر گھبراہٹ اور دیوانہ پن اور دل کی حیرت غالب آگئی اور کیسی الہامی پیشگوئی کے رُعب نے اس کے دل کو ایک پگھلا ہوا دل بنا دیا۔ یہانتک کہ وہ سخت بیتاب ہوا۔ اور شہر بشہر اور ہر ایک جگہ ہراساں اور ترساں پھرتا رہا اور اس مصنوعی خدا پر اس کا توکّل نہ رہا جس کو خیالات کی کجی اور ضلالت کی تاریکی نے الوہیت کی جگہ دے رکھی ہے۔ وہ کتوں سے ڈرا۔ اور سانپوں کا اس کو اندیشہ ہوا اور اندر کے مکانات سے بھی اس کو خوف آیا۔ اس پر خوف اور وہم اور دلی سوزش کا غلبہ ہوا اور پیشگوئی کی پوری ہیبت اس پر طاری ہوئی اور وقوع سے پہلے ہی اس کا اثر اس کو محسوس ہوا۔ اور بغیر اس کے کہ کوئی امرتسر سے اس کو نکالے آپ ہی ہراساں اور ترساں اور پریشان اور بیتاب ہو کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور خدا نے اس کے دل کا آرام چھین لیا۔ اور پیشگوئی سے سخت متاثر ہو کر سراسیموں اور خوف زدوں کی طرح جابجا بھٹکتا پھرا اور الہام الٰہی کا رُعب اور اثر اس کے دل پر ایسا مستولی ہوا کہ اس کی راتیں ہولناک اور دن بیقراری سے بھر گئے۔ اور حق کی مخالفت کی حالت میں جو جو دہشتیں اور قلق اس شخص پر وارد ہوتا ہے جو یقین رکھتا ہے یا ظنّ رکھتا ہے کہ شاید عذاب الٰہی نازل ہو جائے یہ سب علامتیں اس میں پائی گئیں اور وہ عجیب طور پر اپنی بے چینی اور بے آرامی ظاہر کرتا رہا۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک حیرت ناک خوف اور اندیشہ اس کے دل میں ڈال دیا کہ ایک بات کا کھٹکا بھی اس کے دل کو صدمہ پہنچاتا رہا اور ایک کُتّے کے سامنے آنے سے بھی اس کو ملک الموت

یاد آیا اور کسی جگہ اس کو چین نہ پڑا۔ اور ایک سخت ویرانہ میں اس کے دن گذرے اور سراسیمگی اور پریشانی اور بیتابی اور بیقراری نے اس کے دل کو گھیر لیا اور ڈرانے والے خیال رات دن اُس پر غالب رہے اور اس کے دل کے تصوّروں نے عظمت اسلامی کو ردّ نہ کیا بلکہ قبول کیا۔ اس لئے وہ خدا جو رحیم و کریم اور سزا دینے میں دھیما ہے اور انسان کے دل کے خیالات کو جانچتا اور اس کے تصوّرات کے موافق اس سے عمل کرتا ہے۔ اُس نے اس کو اس صورت پر نہ پایا جس صورت میں فی الفور کامل ہاویہ کی سزا یعنی موت بلاتوقف اُس پر نازل ہوتی اور ضرور تھا کہ وہ کامل عذاب اس وقت تک تھما رہے جب تک کہ وہ بیباکی اور شوخی سے اپنے ہاتھ سے اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے اور الہام الٰہی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا کیونکہ الہامی عبارت میں شرطی طور پر عذاب موت کے آنے کا وعدہ تھا نہ مطلق بلاشرط وعدہ لیکن خدا تعالیٰ نے دیکھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے دل کے تصورات سے اور اپنے افعال سے اور اپنے حرکات سے اور اپنے خوف شدید سے اور اپنے ہولناک اور ہراساں دل سے عظمت اسلامی کو قبول کیا اور یہ حالت ایک رجوع کرنے کی قسم ہے جو الہام کے استثنائی فقرہ سے کسی قدر تعلق رکھتی ہے کیونکہ جو شخص عظمت اسلامی کو ردّ نہیں کرتا بلکہ اُس کا خوف اُس پر غالب ہوتا ہے وہ ایک طور سے اسلام کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگرچہ ایسا رجوع عذاب آخرت سے بچا نہیں سکتا مگر عذاب دُنیوی میں بیباکی کے دنوں تک ضرور تاخیر ڈال دیتا ہے۔ یہی وعدہ قرآن کریم اور بائبل میں موجود ہے۔ اور جو کچھ ہم نے مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت اور اس کے دل کی حالت کے بارہ میں بیان کیا یہ باتیں بے ثبوت نہیں بلکہ مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے تئیں سخت مصیبت زدہ بنا کر اور اپنے تئیں شدائد غربت میں ڈال کر اور اپنی زندگی کو ایک ماتمی پیرایہ پہنا کر اور ہر دو خوف اور ہراس کی حرکات صادر کر کے اور ایک دُنیا کو اپنی پریشانی اور دیوانہ پن دکھلا کر نہایت صفائی سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت اور صداقت کو قبول کر لیا۔ کیا یہ بات جھوٹ ہے کہ اُس نے پیشگوئی کے رُعبناک مضمون کو پورے طور پر اپنے پر ڈال لیا

اور جس قدر ایک انسان ایک سچی اور واقعی بلا سے ڈر سکتا ہے اسی قدر وہ اس پیشگوئی سے ڈرا۔ اس کا دل ظاہری حفاظتوں سے مطمئن نہ ہو سکا اور حق کے رُعب نے اس کو دیوانہ سا بنا دیا سو خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اس کو ایسی حالت میں ہلاک کرے کیونکہ یہ اس کے قانون قدیم اور سنّتِ قدیمہ کے مخالف ہے اور نیز یہ الہامی شرط سے مغائر اور برعکس ہے۔ اور اگر الہام اپنی شرائط کو چھوڑ کر اور طور پر ظہور کرے تو گو جاہل لوگ اس سے خوش ہوں مگر ایسا الہام الہام الٰہی نہیں ہو سکتا اور یہ غیر ممکن ہے کہ خدا اپنی قرارداده شرطوں کو بھول جائے کیونکہ شرائط کا لحاظ رکھنا صادق کے لئے ضروری ہے اور خدا اصدق الصادقین ہے۔ ہاں جس وقت مسٹر عبد اللہ آتھم اس شرط کے نیچے سے اپنے تئیں باہر کرے اور اپنے لئے اپنی شوخی اور بیباکی سے ہلاکت کے سامان پیدا کرے تو وہ دن نزدیک آجائیں گے اور سزائے ہاویہ کامل طور پر نمودار ہوگی اور پیشگوئی عجیب طور پر اپنا اثر دکھائے گی۔

اور توجہ سے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبد اللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی **اصل ہاویہ** تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں بیشک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھا جس کو عبد اللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔ لیکن وہ بڑا ہاویہ جو موت سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں کسی قدر مہلت دی گئی کیونکہ حق کا رُعب اس نے اپنے سر پر لے لیا اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اس شرط سے کسی قدر فائدہ اُٹھانے کا مستحق ہو گیا جو الہامی عبارت میں درج ہے اور ضرور ہے کہ ہر ایک امر کا ظہور اسی طور سے ہو جس طور سے خدا تعالیٰ کے الہام میں وعدہ ہوا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس ہمارے بیان میں وہی شخص مخالفت کریگا، جس کو مسٹر عبد اللہ آتھم کے ان تمام واقعات پر پوری اطلاع نہ ہوگی اور یا جو تعصب اور بخل اور سیہ دلی سے حق پوشی کرنا چاہتا ہے۔

اور اگر عیسائی صاحبان اب بھی جھگڑیں اور اپنی مکارانہ کارروائیوں کو کچھ چیز سمجھیں یا کوئی اور شخص اس میں شک کرے تو اس بات کے تصفیہ کے لئے کہ فتح کس کو ہوئی آیا اہلِ اسلام کو جیسا کہ در حقیقت ہے یا عیسائیوں کو جیسا کہ وہ ظلم کی راہ سے خیال کرتے ہیں تو مَیں ان کی پردہ دری کیلئے مباہلہ کے لئے طیار ہوں۔ اگر وہ دروغگوئی اور چالاکی سے باز نہ آئیں تو مباہلہ اس طور پر ہوگا کہ ایک تاریخ مقرر ہو کر ہم فریقین ایک میدان میں حاضر ہوں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کھڑے ہو کر تین مرتبہ ان الفاظ کا اقرار کریں کہ اس پیشگوئی کے عرصہ میں اسلامی رُعب ایک طرفۃ العین کے لئے بھی میرے دل پر نہیں آیا اور مَیں اسلام اور نبی اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ناحق پر سمجھتا رہا اور سمجھتا ہوں اور صداقت کا خیال تک نہیں آیا اور حضرت عیسٰی کی ابنیت اور الوہیت پر یقین رکھتا رہا اور رکھتا ہوں اور ایسا ہی یقین جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے عیسائی رکھتے ہیں اور اگر مَیں نے خلاف واقعہ کہا ہے اور حقیقت کو چھپایا ہے تو اے خدائے قادر مجھ پر ایک برس میں عذاب موت نازل کر۔ اس دُعا پر ہم آمین کہیں گے اور اگر دُعا کا ایک سال تک اثر نہ ہوا اور وہ عذاب نازل نہ ہوا جو جھوٹوں پر نازل ہوتا ہے **تو ہم ہزار روپیہ** مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو بطور تاوان کے دیں گے چاہیں تو پہلے کسی جگہ جمع کرا لیں۔ اور اگر وہ ایسی درخواست نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ وہ کاذب ہیں اور غلو کے وقت اپنی سزا پائیں گے۔ ہمیں صاف طور پر الہاماً معلوم ہو گیا ہے کہ اس وقت تک **عذاب موت** ٹلنے کا یہی باعث ہے کہ عبداللہ آتھم نے حق کی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کی وجہ سے قبول کر کے ان لوگوں سے کسی درجہ پر مشابہت پیدا کر لی ہے جو حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس لئے ضرور تھا کہ ان کو کسی قدر اس شرط کا فائدہ ملتا۔ اور اس امر کو وہ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جو اُن کے حالات پر غور کریں اور ان کی تمام بیقراریوں کو ایک جگہ میزان دے کر دیکھیں کہ کہاں تک پہنچ گئی تھیں۔ کیا وہ ہاویہ تھا یا کچھ اَور تھا۔ اور اگر کوئی ناحق

نوٹ۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ یہ ہزار روپیہ باضابطہ تحریر لینے کے بعد پہلے دے دیں گے۔ یہ قطعی اقرار ہے۔ منہ

نوٹ۔ درخواست کے لئے روز اشاعت سے یعنی بذریعہ اشتہار پہنچنے کے بعد ایک ہفتہ کی میعاد ہے۔

انکار کرے تو اس کے سمجھانے کے لئے وہ قطعی فیصلہ ہے جو مَیں نے لکھ دیا ہے تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔ ہم اپنے مخالفین کو یقین دلاتے ہیں کہ یہی سچ ہے۔ اور ہم بھی مکرر لکھتے ہیں کہ ضرور مسٹر عبداللہ آتھم نے کسی قدر ہاویہ کی سزا بھگت لی ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ قطرب اور مانیا کے مقدمات بھی ان کے دماغ کو نصیب ہو گئے ہیں جن کی طرف الہام الٰہی کا ہم اشارہ پاتے ہیں اور جس کے نتائج عنقریب کھلیں گے۔ کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے۔ پس اے حق کے طالبو۔ یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی اور اسلام کی **فتح ہوئی** اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ بجگہ بھٹکتا نہ پھرتا اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا تو بیشک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دُور رہا۔ مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت۔ اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اُس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔ اگر تم ایک طرف ہماری پیشگوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اُس کے ان مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ **بیشک ہاویہ میں گرا۔** ضرور گرا۔ اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور اد بار جو اسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور جو ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا کیونکہ اُس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اُٹھا لیا۔ مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہنچ گئی اور وہ درد اور دُکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا۔ اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔ پس **یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی** اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ بالا ہوا۔ اور کلمہ اسلام اُونچا ہوا۔ اور عیسائیت نیچے گری فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔

یہ تو مسٹر عبداللہ آتھم کا حال ہوا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے لفظ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا یا بانی کار ہونے کا یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا یا سرگروہ ہونے کا، ان میں سے کوئی بھی اثر ہاویہ سے خالی نہ رہا۔ اور اُن سب نے میعاد کے اندر اپنی اپنی حالت کے موافق ہاویہ کا مزہ دیکھ لیا۔ چنانچہ اول خدا تعالےٰ نے پادری رائٹ کو لیا جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور وہ عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان سے گذر گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر مارٹین کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ پہنچایا اور ماتمی کپڑے پہنا دیئے اور اس کی بیوقت موت نے ان کو ایسے دُکھ اور درد میں ڈالا جو ہاویہ سے کم نہ تھا۔ اور ایسا ہی پادری ہاول بھی ایسی سخت بیماری میں پڑ کر ایک مدت کے بعد مر مر کے بچا اور پادری عبداللہ بھی سخت بیماریوں کے ہاویہ میں گرا۔ اور معلوم نہیں کہ بچا یا گذر گیا۔ اور جہاںتک ہمیں علم ہے ان میں سے کوئی بھی ماتم اور مصیبت یا ذلت اور رُسوائی سے خالی نہ رہا اور نہ صرف یہی بلکہ انہیں دنوں میں خدا تعالیٰ نے ایک خاص طور پر سخت ذلت اور رُسوائی ان کو پہنچائی جس سے تمام ناک کٹ گئے اور وہ لوگ مسلمانوں کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہے کیونکہ میں نے خدا تعالیٰ سے توفیق پاکر عیسائی پادریوں کی علمی قلعی کھولنے کے لئے اور اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہ قرآن اور اسلام پر حملہ کرنے کے لئے زبان دانی کی ضرورت ہے اور یہ لوگ زبان عربی سے بے بہرہ ہیں۔ ایک کتاب جس کا نام نور الحق ہے عربی فصیح میں تالیف کی اور عماد الدین اور دوسرے تمام باقی پادریوں کو رجسٹری کرا کر خط بھیجے گئے کہ اگر

نٹ نوٹ:۔ پادری رائٹ صاحب کی وفات پر جو افسوس گرجا میں ظاہر کیا گیا اس میں عیسائیوں کی مضطربانہ اور خوفزدہ حالت کا نظارہ مفصلہ ذیل الفاظ سے آئینہ دل میں منقش ہو سکتا ہے جو اس وقت پیچگر کے مرعوب اور مغضوب دل سے نکلے اور وہ یہ ہیں۔ آج رات خدا کے غضب کی لاٹھی بے وقت ہم پر چلی اور اس کی خفیہ تلوار نے بیخبری میں ہم کو قتل کیا۔ ولیں رائٹ صاحب امرتسر کے آنریری مشنری تھے اور علاوہ ازیں پادری فورمن لاہور میں مر بے

عربی دانی کا دعویٰ ہے جو اسلامی مسائل میں خوض کرنے اور قرآنی فصاحت پر حملہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ تو اس کتاب کے مقابل پر ایسا ہی عربی میں کتاب بناویں اور پانچ ہزار روپیہ انعام پاویں۔ اور اگر انعام کے بارہ میں شک ہو تو پانچ ہزار روپیہ پہلے جمع کرا دیں۔ اور یہ بھی لکھا گیا کہ اسلامی صداقت کا یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے۔ اگر اس کو توڑ دیں اور عربی میں ایسی کتاب بلیغ فصیح بنا دیں تو انعام مذکور بلا تامل ان کو ملے گا۔ جس جگہ چاہیں اپنی تسلی کے لئے روپیہ جمع کرالیں اور بالمقابل کتاب بنانے کی حالت میں نہ صرف انعام بلکہ آئندہ تسلیم کیا جائے گا کہ درحقیقت وہ اپنے دعویٰ کے موافق مولوی ہیں اور ان کو حق پہنچتا ہے کہ قرآن شریف کی فصاحت بلاغت پر اعتراض کریں اور نیز وہ بالمقابل کتاب بنانے سے ہمارے الہام کا کذب بھی بڑے سہل طریق سے ثابت کر دیں گے اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو پھر ثابت ہوگا کہ وہ جھوٹ اور افترا سے اپنے تئیں مولوی نام رکھتے ہیں اور درحقیقت جاہل اور نادان ہیں اور نیز اس صورت میں وہ ہزار لعنت بھی ان پر پڑے گی جو رسالہ نورالحق کے چار صفحوں میں بلکہ کچھ زیادہ میں صرف اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ اگر یہ پادری لوگ بالمقابل رسالہ نہ بنا سکیں اور نہ اپنے تئیں مولوی اور عربی دان کہلانے سے باز آویں اور نہ قرآن کی اعجازی فصاحت پر حملہ کرنے سے رکیں تو یہ ہزار لعنت ان پر قیامت تک ہے۔ لیکن باوجود ان سخت لعنتوں کے ملنے سے کہ دنیا درجہ بدتر ہیں پادری عمادالدین اور دوسرے تمام پنجاب اور ہندوستان کے عیسائی جو مولوی کہلاتے اور عربی دان ہونے کا دم مارتے تھے جواب لکھنے سے عاجز رہ گئے۔ اور باوجود اس کے اپنے ناجائز حملوں سے باز نہ آئے بلکہ انہیں دنوں میں پادری عمادالدین نے شرم اور حیا کو علیحدہ رکھ کر قرآن شریف کا ترجمہ چھاپا اور اپنی طرف سے اس پر نوٹ لکھے اور اس ہزار لعنت کا پہلا وارث اپنے تئیں بنایا اور جیسا کہ مباحثہ کی پیشگوئی میں درج تھا کہ اس فریق کو سخت ذلت پہنچے گی جو عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے ویسا ہی وہ تمام ذلت اور رسوائی ان نادان پادریوں کے

حصہ میں آئی اور آئندہ کسی کے آگے مُنہ دکھلانے کے قابل نہ رہے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ
سب لوگ فریق بحث میں داخل اور مسٹر عبد اللہ آتھم کے معین اور حامی تھے۔ بلکہ بحث کے
بعد بھی یہی لوگ خیانت کے طور پر اخباروں کے کالم سیاہ کرتے رہے۔ اب دانا سوچ لے کہ
ہر ایک کو ہاویہ ان میں سے نصیب ہوا یا کچھ کسر رہ گئی۔ اور ہم اس جگہ ہر یک دانا اور روشن
دل کو انصاف کے لئے منصف بناتے ہیں کہ کیا اس قدر ذلّت اور رُسوائی ہاویہ کا نمونہ ہے یا
نہیں اور کیا وہ ذلّت جس کا الہامی عبارت میں وعدہ تھا اس سے یہ لوگ بچ سکے یا پورا پورا
حصہ لیا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے بعد پیشگوئی کے ہر ایک پہلو سے ان لوگوں کو ملزم کیا اور
سب پیشگوئی کو جال کی طرح ڈال دیا۔ بعض کو اسرائیلی قوم کے نافرمانوں کی طرح دن رات
کے دھڑکا اور خوف اور ہول کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ جیسے مسٹر عبد اللہ آتھم کہ خدا تعالیٰ
نے اس کے دل پر وہم کو مستولی کر دیا اور وہ قوم یہود کی طرح جان کے ڈر سے جا بجا بھٹکتا
پھرا اور دیوانہ پن کے حالات ان میں پیدا ہو گئے اور اس کے حواس اُڑ گئے۔ اور قطرب اور
ماناکی بیماری کا بہت سا حصہ اس کو دیا گیا اور اس کے دماغ کی صحت جاتی رہی اور ہوش
میں فرق آیا۔ اور ہر وقت موت سامنے دکھائی دی اور اس نے اس قدر خوف اور ڈر اور ہول
کو اپنے دل میں جگہ دی کہ عظمت اسلام پر مُہر لگا دی اور اپنے اس خوف اور دھڑکا کو شہر بشہر لئے
پھرا اور ہزاروں کو اس بات پر گواہ بنا دیا کہ اس کے دل نے اسلام کی بزرگی اور صداقت کو قبول
کر لیا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ وہ اس لئے شہر بشہر بھاگتا پھرا کہ مسلمانوں کے قتل کرنے
سے ڈرتا تھا کیونکہ امرت سر کے پولس کا کچھ ناقص اور ادھورا انتظام نہ تھا تا وہ لدھانہ کی پولس
کی پناہ لیتا اور پھر لدھانہ میں کسی نے اس پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا تا وہ فیروز پور کی طرف بھاگتا۔
پس اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اسلامی ہیبت کی وجہ سے اس شخص کی طرح ہو گیا جو قطرب
کی بیماری میں مبتلا ہو اور حقانی عظمت نے اس کے دماغ پر بہت کچھ کام کیا جس کی وہ برداشت
نہ کر سکا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس غم میں ایک سودائی کی طرح پایا۔ پس اس نے اپنے الہامی

وعدوں کے موافق اس وقت تک اس کو تاخیر دی جب تک وہ اپنی بیباکی کی طرف رجوع کر کے بدزبانی اور توہین اور گستاخی کی طرف میل کرے۔ اور شوخی اور بے باکی کے کاموں کی طرف قدم آگے رکھ کر اپنے لئے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کی غیرت کا محرک ہو اور اگر کوئی انکار کرے کہ ایسا نہیں اور وہ اسلامی عظمت سے نہیں ڈرا تو اس پر واجب ہوگا کہ اس ثبوت کے لئے مسٹر عبداللہ آتھم کو اس اقرار اور حلف کے لئے آمادہ کرے جس سے ایک ہزار روپیہ بھی اس کو ملے گا۔ ورنہ ایسے شخص کا نام بجز نادان متعصب کے اور کیا رکھ سکتے ہیں۔ کیا یہ بات سچائی کے کھولنے کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے صرف عبداللہ آتھم کے حالات پیش نہیں کئے مگر ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دے دیا۔ اور یاد رکھو کہ وہ اس اشتہار کی طرف رُخ نہیں کریگا۔ کیونکہ کاذب ہے۔ اور اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ وہ اس خوف سے مرنے تک پہنچ چکا تھا۔ اور یاد رہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم میں کامل عذاب کی بنیادی اینٹ رکھ دی گئی ہے اور وہ عنقریب بعض تحریکات سے ظہور میں آجائے گی۔ خدا تعالیٰ کے تمام کام اعتدال اور رحم سے ہیں اور کینہ ور انسان کی طرح خواہ نخواہ جلد باز نہیں اور اس کی تلوار ڈرنے والے دل پر نہیں چلتی بلکہ سخت اور بیباک پر اور وہ اپنے لفظ لفظ کا پاس کرتا ہے۔ پس جس حالت میں الہامی عبارات میں مدعا یہ تھا کہ حق کی طرف کسی قدر جھکنے کی حالت میں موت وارد نہیں ہو سکتی بلکہ موت اسی حالت میں ہوگی کہ جبکہ بیباکی اور شوخی میں زیادتی کرے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم پر ایسے دنوں میں موت آجاتی جبکہ اس نے اپنے مضطربانہ افعال سے ایک جہان کو دکھا دیا کہ عظمت اسلام اس کے دل پر سخت اثر کر رہی ہے۔ اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ جس دل پر اسلامی پیشگوئی کی عظمت بہت ہی غالب ہوگئی گو اس دل نے اپنے نفسانی تعلقات کی وجہ سے اپنے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہا۔ مگر بیشک اس کے دل نے حق کی تعظیم کر کے رجوع کرنے والوں میں اپنے تئیں شامل کر لیا بلکہ ایسا ڈرا کہ بہت سے عام مسلمان بھی ایسا نہیں ڈرتے۔ غلبۂ خوف نے اس کو سودائی سا بنا دیا۔ سو خدا تعالیٰ کے کمال رحم نے یہ ادنیٰ عاجزی اس

سے دریغ نہ کیا کہ ہاویہ کی کامل سزا میں الہامی شرط کے موافق تاخیر ڈال دی گو ہاویہ کی سزا سے بچ نہ سکا مگر کامل سزا سے بچ گیا۔ جس قدر خدا تعالیٰ نے اُس پر رُعب ڈال دیا۔ یہ وہ امر ہے جو اس زمانہ کے صفحہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اور ہم مکرر لکھتے ہیں کہ اس کا ثبوت اس نے اپنی خوفزدہ حالت سے آپ دے دیا۔ اور اگر کوئی متعصب اب بھی شک کرے تو پھر دوسرا معیار وہی ہے جو کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اور ہم زور سے کہتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم اس مقابلہ کی طرف رُخ نہیں کرے گا کیونکہ وہ اپنے دل کے حالات سے بے خبر نہیں اور اس کا دل گواہی دے گا کہ ہمارا الہام سچا ہے گو وہ اس بات کو ظاہر نہ کرے مگر اس کا دل اس بیان کا مصدق ہوگا۔ لیکن اگر دنیا کی ریاکاری سے اس مقابلہ پر آئیگا تو پھر الٰہی عذاب کامل طور سے رجوع کرے گا۔ اور ہم حق پر ہیں اور دُنیا دیکھے گی کہ ہماری یہ باتیں صحیح ہیں یا نہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ بھی دکھا دیا کہ فریق مخالف جو بحث کرنے والے یاان کے حامی یا بانی کار یا مجوز تھے کوئی بھی ان میں سے مسِ عذاب سے نہیں بچا جیسا کہ ہم ابھی تفصیل کر چکے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ مبارک وہ جو اُس کے تمام پہلوؤں کو سوچیں اور اپنے نفسوں پر ظلم نہ کریں۔ ہم بے ثبوت کسی پر جبر کرنا نہیں چاہتے بلکہ یہ واقعات آفتاب کی طرح روشن ہیں اور ہم غور کرنے کے لئے سب کے آگے رکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا ہی اندھا ہو جو کچھ سمجھ نہ سکے تو ہم نے اس اشتہار میں اس کے لئے ایک ایسا معیار جدید مقرر کر دیا ہے جو بڑی صفائی سے اس کو مطمئن کر سکتا ہے بشرطیکہ فطرتی فہم اور انصاف سے حصہ رکھتا ہو اور تعصب کی تاریکی کے نیچے دبا ہوا نہ ہو اور نہ عقل سے بے بہرہ ہو۔

اور مسلمان مخالفوں کو چاہیئے جو خدا تعالیٰ سے ڈریں اور تعصب اور انکار میں دوسری

نوٹ۔ یہ ثابت ہے کہ یہ جو کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا بلکہ قوم کا متروک اور مسلمانوں کی نظر میں کافر اور اپنے چال چلن کی رو سے کوئی خونریز اور ڈاکو نہیں تھا۔ پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی اگر یہ خوف حق نہیں تھا تو اور کیا تھا۔

قوموں کے شریک نہ ہو جائیں کیونکہ دوسری قومیں خدا تعالیٰ کی سُنتوں اور عادتوں سے ناواقف ہیں اور اس کی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے بے خبر۔ مگر اسلامی تعلیم پانے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ کیونکر خدا تعالیٰ پیشگوئیوں میں اپنی شرائط کی رعایت رکھتا ہے۔ بلکہ بعض وقت خدا تعالیٰ ایسی شرائط کا بھی پابند ہوتا ہے جو پیشگوئیوں میں بتصریح بیان نہیں کی گئی تاکہ اپنے بندوں کی آزمائش کرے۔ اور بعض وقت یہ آزمائش بہت ہی دقیق ہوتی ہے جو بظاہر عدم ایفاء وعدہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ جیسا کہ اس بحث کو سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب کے انیسویں مقالہ صفحہ ۱۱۵۔ اور نیز دوسرے مقامات میں بیان کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب فیوض الحرمین کے صفحہ ۴۷ میں اسکی بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ تحقیق کرنے والے ان مقامات کو دیکھیں اور غور کریں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو صریح فتح کے آثار اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ چاہیئے کہ لوگ تعصب کو الگ کر کے سوچیں کہ کیا کیا آثار نمایاں اس پیشگوئی کے ظاہر ہو گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فریق مخالف پر یعنی اس سارے گروہ پر جو حادثے پڑے وہ اتفاقی ہیں اور خدا تعالیٰ کے ارادے کے بغیر ظاہر ہو گئے ہیں۔

اے مسلمانوں برائے خدا اس میں غور کرو اور ان میں حصہ نہ لو جن کی آنکھیں تعصب سے جاتی رہیں جن کے دل مارے بخل کے موٹے ہو گئے۔ ہماری پیشگوئی خدا تعالیٰ نے جہانتک الہامی الفاظ اور شرائط اس کے ذمہ وار تھے بہت صفائی سے پوری کر دی۔ اب وہ رسّہ جو ہم نے دروغگو نکلنے کی حالت میں اپنے لئے تجویز کیا تھا ان عیسائیوں کے گلے میں پڑ گیا جن پر یہ قضا و قدر نازل ہوئی۔ اور اس رسّہ کے وہ نادان بھی شریک ہیں جو سمجھنے والا دل نہیں رکھتے اور تعصب نے ان کو اندھا کر دیا۔ بیشک فتح اسلام ہوئی اور نصاریٰ کو ہر طرف سے ذلّت اور رسوائی پہنچی۔ خدا تعالیٰ کی آواز نے اس فتح کو روشن کر کے دکھا دیا اور آئندہ اَور بھی اپنے فضل و کرم سے دکھائے گا۔ مگر عیسائی لوگ شیطانی منصوبہ اور شیطانی آواز سے

چاہتے ہیں کہ فتح کا دعویٰ کریں لیکن خدا ان کے مکر کو پاش پاش کر دے گا۔ ضرور تھا کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے کیونکہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جس کا ماحصل اور مدعا یہ ہے کہ اس مہدی موعود کے وقت جو آخری زمانہ میں آنے والا ہے مہدی کے گروہ اور عیسائیوں کا ایک مباحثہ واقعہ ہوگا اور آسمانی آواز یعنی آسمانی نشانوں اور علامتوں اور قراین سے یہ ثابت ہوگا کہ الحق مع آل محمد یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لوگ جو آل کی طرح اور اس کے وارث ہیں حق پر ہیں اور شیطانی مکاید سے جا بجا یہ آواز آئے گی کہ الحق مع آل عیسیٰ یعنی جو عیسیٰ کے لوگ کہلاتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ مگر آخر خدا تعالیٰ کھول کر دکھلا دے گا کہ آل محمد ہی حق پر ہے اور دینِ اسلام ہی کی فتح ہے۔ سو اے مخالف لوگو دانستہ اپنے تئیں ہلاک مت کرو۔ حق اسلام کے ساتھ ہے اور ہوگا مبارک وہ دل جو باریک سمجھ رکھتے ہیں اور تعصب اور بخل کے گڑھے میں نہیں گرتے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان۔ گورداسپور

مورخہ ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اول کے شروع میں ہے)

(۱۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری اور اُس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی کی تھی اس کی حقیقت

چونکہ بہت سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی میعاد پوری ہو گئی۔ اور ابھی پیشگوئی کے پورے ہونے کا نام و نشان نہیں۔ اس لئے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کے دو حصّہ تھے پہلا اور بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات معہ اس کی دوسری مصیبتوں کے تھی اور دوسرا حصّہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا جو سلطان محمد ساکن پٹی ہے۔ یہ دونوں حصّے ایک ہی پیشگوئی اور ایک ہی الہام میں داخل تھے چنانچہ مدت دو سال گذر چکی جو مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور جیسا کہ پیشگوئی کا منشا تھا اس نے اپنی زندگی میں پیشگوئی کے بعد اپنے بیٹے کی وفات اور دو ہمشیروں کی وفات اور کئی قسم کی حرج اور تکالیف مالی اور کئی ناکامیاں دیکھ کر آخر مقام ہوشیارپور میں میعاد کے اندر وفات کی اور اس حصّہ پیشگوئی کی نسبت میاں شیخ بٹالوی صاحب نے اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھا کہ اگرچہ یہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ غرض اس بات سے بڑے بڑے دشمن بھی انکار نہ کر سکے کہ اس پیشگوئی کا نصف حصہ بڑی صفائی سے پورا ہو گیا۔ باقی رہا دوسرا حصّہ جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے یہ اگر میعاد مقررہ

میں پورا نہ ہوا بلکہ میعاد کے بعد پورا ہوا تو اس پر وہی لوگ اعتراض کریں گے جن کو خدا تعالیٰ کی ان سُنّتوں اور قانون سے بیخبری ہے جو اس کی پاک کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہیں جو تخویف اور انذار کی پیشگوئیاں جس قدر ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں اور اگر وہ لوگ نزول عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں تو وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادات کی طرف پھر رجوع کرلیں۔ یہی سنّت اللہ ہے کہ قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے اور چونکہ یہ سنّت مستمرہ اور عادت قدیمہ حضرت باری جل اسمہٗ کی ہے جس کا ذکر اس کی تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے اس لئے انذار اور تخویف کے الہامات میں کچھ ضرور نہیں ہوتا کہ شرط کے طور پر اس سُنّت اللہ کا الہام میں ذکر بھی کیا جائے۔ کیونکہ کوئی الہام اس سُنّت اللہ کے مخالف ہو ہی نہیں سکتا جو خدا تعالےٰ کی پاک کتابوں میں دائمی طور پر پائی جاتی ہے۔

نوٹ۔ اس عادت اللہ سے تو سارا قرآن اور پہلی سماوی کتابیں بھری ہوئی ہیں کہ عذاب کی پیشگوئیوں کی میعاد توبہ اور استغفار سے اور حق کی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈالنے سے ٹلتی رہی ہے جیسا کہ یونس نبی کا قصہ ہی اس پر شاہد ہے۔ جن کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی تھی۔ لیکن حضرت آدم سے لے کر ہمارے نبی صلعم تک ایسی کوئی نظیر کسی نبی کے عہد میں نہیں ملے گی اور نہ کسی ربّانی کتاب میں اس کا پتہ ملے گا کہ کسی شخص یا کسی قوم نے عذاب کی خبر سُن کر اور اس کی میعاد سے مطلع ہو کر قبل نزول عذاب توبہ اور خوف الٰہی کی طرف رجوع کیا ہو اور پھر بھی ان پر پتھر برسے ہوں یا اور کسی عذاب سے وہ ہلاک کئے گئے ہوں اور اگر کسی کی نظر میں کوئی بھی نظیر ہو تو پیش کرے اور یاد رکھے کہ وہ ہرگز کسی ربّانی کتاب سے پیش نہیں کر سکے گا۔ پس ناحق ایک متفق علیہا صداقت سے انکار کر کے اپنے تئیں جہنم کا ایندھن نہ بناویں۔ منہ ؂

وجہ یہ کہ ہر ایک الہام کے لئے کتاب الٰہی بطور امام اور مہیمن کے ہے اور ضرور ہے کہ الہام اپنے امام کی سُنن اور حدود سے تجاوز نہ کرے ورنہ وہ الہام الٰہی نہیں ہو سکتا۔

اب بعد اس تمہید کے جاننا چاہیئے کہ یہ پیشگوئی بھی بطور انذار اور تخویف کے تھی اور موت کا وعدہ بھی بطور عذاب کے وعدہ کے تھا کیونکہ اس کی بنیاد یہ تھی کہ جو دختر احمد بیگ مسمّی سلطان محمد سے بیاہی گئی اس کا والد اور اس کے اقارب اور عزیز بہت بیدین تھے اور تکذیب حق میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور ایک ان میں سے سخت دہریہ تھا جو اسلام سے مُرتد ہو کر اسلام کے مخالف اشتہار چھپاتا اور خدا تعالیٰ کے پاک دین کی ہجو کیا کرتا تھا اور دوسرے سب اس کے موافق اور محبّ تھے۔ سو ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مرتبہ اُس نے اشتہار چھپایا اور اسلام کی بہت توہین کی اور اس عاجز سے اسلام کی صداقت کیلئے نشان چاہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر ٹھٹھا کیا اور دوسرے اس سے الگ نہیں ہوئے بلکہ اس کے ساتھ رہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو وہ نشان دکھلا دے جس سے وہ ذلیل ہوں۔ پس اس نے اُس تمام مُلحد گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ کذّبوا بآیاتنا وکانوا بھا یستھزؤن فسیکفیکھم اللّٰہ۔ ویردّھا الیک لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ان ربّک فعّال لما یرید۔ یعنی ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کی تکذیب کی اور ان سے ٹھٹھا کیا۔ سو خدا اُن کے شر دور کرنے کے لئے تیرے لئے کافی ہوگا اور انہیں یہ نشان دکھلائے گا کہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا یعنی آخر وہ تیرے نکاح میں آئے گی۔ اور خدا سب روکیں درمیان سے اُٹھا دے گا۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے اس کام کو وہ اپنے منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اس قوم کے لئے نشان تھا جو بیباکی اور نافرمانی اور ٹھٹھے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے اور اس الہام کی تفصیل یعنی فقرہ فسیکفیکھم اللّٰہ کی شرح دوسرے

الہاموں سے یہ معلوم ہوئی تھی کہ خدا تعالیٰ احمد بیگ کو نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ بہت
قریب موت دے گا اور اس کے داماد کو اڑھائی سال کے اندر روز نکاح سے وفات دے گا
اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں احمد بیگ میعاد کے اندر یعنی روز نکاح سے چھ ماہ بعد وفات پا گیا
اور اس نے اس ڈرانے والے الہام کی کیفیت دیکھ لی جو اس کو سنایا گیا تھا۔ ویسا ہی اس
کے بیٹین اقارب کو اس کے مرنے کا صدمہ کامل طور پر پہنچ گیا۔ لیکن اس کا داماد جو
اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی کہ جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو
احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا۔
اور نہ صرف اس کے دل پر بلکہ اس کے تمام متعلقین کو اس خوف اور حزن نے گھیر لیا اور یہ
بات ظاہر ہے کہ جب دو آدمی کی موت ایک ہی پیشگوئی میں بیان کی گئی ہو اور ایک ان
میں سے میعاد کے اندر مر جائے تو وہ جو دوسرا باقی ہے اس کی بھی کمر ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ
ایک ہی موت کے دونوں نیچے تھے۔ پس جو زندہ رہ گیا ہے وہ جب ایسی موت کو دیکھتا ہے
یک ایسا جانکاہ غم اس کو پکڑ لیتا ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یعنی وہ بھی قریب
قریب میت ہی کے ہوتا ہے۔ سو ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ احمد بیگ کے مرنے کے
بعد جس کی موت پیشگوئی کی ایک جز تھی دوسری جُز والے کا کیا حال ہوا ہو گا گویا وہ جیتا ہی
مر گیا ہو گا۔ چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندۂ
لاہور کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے جن میں انہوں نے اپنے توبہ اور استغفار کا حال لکھا ہے
سو ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی
کیونکہ ایسی تاریخیں جو تخویف اور انذار کے نشانوں میں سے ہوتی ہیں ہمیشہ بطور تقدیر
معلق کے ہوتی ہیں اور سلطان محمد اور اس کے اقارب اس لئے مجرم ٹھہر گئے کہ انہوں نے
بیگناہ کیا کہ ان کو ہم نے بار بار بوساطت بعض مخلصوں اور نیز خطوط کے ذریعہ سے بہت کھول
کر سنا دیا تھا کہ یہ پیشگوئی ایک قوم سرکش کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تم ان کے ساتھ مل کر

ویسے ہی مستوجب عذاب تھے تو مگر چونکہ وہ بھی سخت دل اور دنیا پرست تھے اس لئے انہوں نے نہ مانا اور اسی طرح ٹھٹھا اور ہنسی کی اور اپنی بیباکی سے اس رشتہ سے دستکش نہ ہوئے مگر احمد بیگ کی وفات کے بعد ان کے دلوں پر سخت رعب طاری ہوا۔ اور انہوں نے ربانی پیشگوئی کے خوف وغم کو کسی قدر اپنے دلوں پر غالب کر لیا۔ اور اگرچہ سخت دل بہت تھے لیکن احمد بیگ کے مرنے نے ان کی کمر توڑ دی اور اسی وجہ سے ان کی طرف سے عذر اور پشیمانی کے خط بھی پہنچے اور جبکہ وہ اپنے دلوں میں بہت ڈرے اور سخت ہراساں ہوئے پس ضرور تھا کہ خدا تعالے اپنی سنت قدیمہ کے موافق تاریخ عذاب کو کسی اور موقع پر ڈال دے یعنی ان دنوں پر جبکہ وہ لوگ اپنی حالت بیباکی اور تکبر اور غفلت کی طرف کامل طور سے رجوع کر لیں کیونکہ عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے۔ لیکن نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لاتبدیل لکلمات اللّٰہ۔ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلیگی پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالےٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔ سو ان دنوں کے بعد جب خدا تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو دیکھے گا کہ سخت ہو گئے اور انہوں نے اس ڈھیل اور مہلت کا قدر نہ کیا جو چند روز تک ان کو دی گئی تھی تو وہ اپنی پاک کلام کی پیشگوئی پوری کرنے کے لئے متوجہ ہوگا اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلیگی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہوں۔ اب اس عظیم الشان پیشگوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا کرے گا اور کون کون سی قہری قدرت دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ کر اس دنیا سے اٹھا لے گا۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جو قریباً سات برس سے شائع ہو چکی ہے اور

اس وقت سے بذریعہ اشتہارات شائع ہے جبکہ احمد بیگ کی دختر کا سلطان محمد سے ناطہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ کسی کے خیال میں بھی نہیں تھا کہ اس جگہ ناطہ ہوگا۔ سو خدا نے اور روکیں تو اس عورت کے نکاح کے بعد اُٹھا لیں یعنی احمد بیگ اور اس کی دو ہمشیرہ کو جو سخت مانع تھی اس دُنیا سے اُٹھا لیا۔ باقی جو کچھ خدا تعالیٰ کرے گا لوگ دیکھیں گے۔ یہ نشان ہے جو ایسے لوگوں کو دیا جائے گا جو ہماری قوم اور کنبہ سے خدا سے اور خدا کے دین سے منکر اور اس غفلت عادلہ سے محبت لگائے بیٹھے ہیں لیکن اب بہتیرے جاہل اس میعاد گذرنے کے بعد ہنسی کریں گے* اور اپنی بدنصیبی سے صادق کا نام کاذب رکھیں گے۔ لیکن وہ دن جلد آتے جاتے ہیں کہ جب یہ لوگ شرمندہ ہوں گے اور حق ظاہر ہوگا اور سچائی کا نور چمکے گا اور خدا تعالیٰ کے غیر متبدل وعدے پورے ہو جائیں گے کیا کوئی زمین پر ہے جو اُن کو روک سکے؟ بدبخت انسان بدظنی کی طرف جلدی کرتا ہے۔ اور حلیم طبیعت اور عمیق فکر کے ساتھ نہیں سوچتا۔

اے بدفطرتو! اپنی فطرتیں دکھلاؤ۔ لعنتیں بھیجو، ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغگو رکھو۔ لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے۔ تم ہم پر لعنت کرو تا فرشتے تم پر لعنت کریں۔ مَیں نے بہت چاہا کہ تمہارے اندر سچائی ڈالوں اور تاریکی سے تمہیں نکالوں اور نور کے فرزند بناؤں۔ لیکن تمہاری بدبختی تم پر غالب آگئی۔ سو اب جو چاہو لکھو۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے جب تک وہ دن نہ آوے کہ جو قادر کریم نے میرے دکھانے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ ضرور تھا کہ تمہیں ابتلا میں ڈالے اور تمہاری آزمائش کرے تا تمہارے جھوٹے دعوے

* نوٹ۔ جاننا چاہیئے کہ اسلامی پیشگوئیاں بھی منجملہ سماوی علوم کے ایک عظیم الشان علم ہے جو ربانی کتاب کی سُنّتوں اور قانون سے باہر نہیں ہو سکتیں اور جو لوگ ان کی نسبت کچھ رائے ظاہر کریں اُن پر فرض ہے کہ پہلے ربانی کتاب کا علم ان کو حاصل ہو کیونکہ وہ پیشگوئیاں الٰہی کتاب کے زیر سایہ چلتی ہیں منہ

فہم اور فراست اور تقویٰ اور علم قرآن کے تم پر کھل جائیں۔

یاد رکھو کہ عورت مذکورہ کے نکاح کی پیشگوئی اس قادر مطلق کی طرف سے ہے جس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ لیکن قرآن بتلا رہا ہے کہ ایسی پیشگوئیوں کی میعادیں معلق تقدیر کی قسم میں سے ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کی تبدل اور تغیر کی وجہ پیدا ہونے کے وقت ضرور وہ تاریخیں اور میعادیں ٹل جاتی ہیں۔ یہی سنت اللہ ہے جس سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ پس ہر ایک پیشگوئی جو وحی اور الہام کے ذریعہ سے ہوگی ضرور ہے کہ وہ اسی سنت کے موافق ہو جو خدا تعالےٰ کی کتابوں میں قرار پا چکی ہے اور اس زمانہ میں اس سے یہ فائدہ بھی متصور ہے کہ جو علوم ربانی دنیا سے اُٹھ گئے تھے پھر لوگوں کی ان پر نظر پڑے اور معارف قرآنی کی تجدید ہو جائے اور نہ صرف پیشگوئی ظاہر ہو بلکہ ساتھ اس کے معارف بھی تازہ ہو جائیں اور اس پیشگوئی کے متعلق جو دقیقہ معرفت ہے وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اسی قوم کے ڈرانے کے لئے ہے جن کی طبیعتوں میں الحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا تھا۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے پہلے کلمات میں ہی فرمایا کہ یہ لوگ میری آیتوں کی تکذیب کرتے اور میرے نشانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ پس جبکہ یہ پیشگوئی انذار اور تخویف پر مشتمل تھی اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے اس لئے ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں بتصریح موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مہیمن اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے کہ فاسقوں اور کافروں کے رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقعہ ہو جاتی ہے۔ اور پھر جب وہ فسق اور کفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ انذاری وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ اور جب کتاب انذار اور تخویف پر مشتمل تھی اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے اس لئے ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن

کریم میں بتصریح موجود ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آمین اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے کہ فاسقوں اور کافروں کی رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقعہ ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ فسق اور کفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ لازوال وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور جب کتاب الٰہی میں ایک صریح سنت اللہ موجود ہو جس کی رعایت بہرحالت ضروری ہے تو الہام میں یہ ضروری نہیں ہوگا کہ شرط کے طور پر اس سنت کا ذکر کیا جائے کیونکہ الہام ہمیشہ کتاب الٰہی کا تابع اور اس کی شرائط کا پابند ہے اور ممکن نہیں کہ صحیح اور حق الہام اس کے برخلاف ہو پس گو الہام میں ایک بات کا شرط کے طور پر صریح ذکر موجود ہو یا نہ ہو۔ لیکن اگر اس بات کا کلام الٰہی میں صریح ذکر موجود ہے اور وہ سنت اللہ ہے تو بموجب آیت کریمہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا وہ سنت اللہ اگر اس کا موقعہ الہامی پیشگوئی میں پیدا ہو جائے تو ضرور پوری ہوگی اور ممکن نہ ہوگا کہ اس کے برخلاف الہام ظاہر ہو سکے* مثلاً اگر کسی الہام میں عذاب کے طور پر کسی سرکش انسان کے لئے وعدہ ہے کہ وہ فلاں تاریخ تک مرے گا اور اس کا مرنا عذاب کے طور پر ہوگا اور الہام میں کوئی اور شرط بصراحت موجود نہیں یعنی یہ نہیں بیان کیا گیا کہ اگر وہ سرکشی کے طریق کو چھوڑ دے گا تو عذاب ملتوی ہو جائے گا سو اگر ایسے الہام کی میعاد میں وہ شخص جس کی نسبت الہام ہے توبہ اور استغفار کرے اور اپنے دل پر اس الہام الٰہی کی عظمت کو ڈال لے تو سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ وہ عذاب کا وقت ٹل جاتا ہے اور دوسرے وقت پر عذاب جا پڑتا ہے یعنی جب پھر سرکشی کی طرف رجوع کرے تو عذاب نازل ہو جاتا ہے اور یہ تاخیر عذاب ایک مہلت دہی کے طور پر ہوتی ہے۔ پس اگر وہ شخص اس تاخیر عذاب کی وجہ

---

* نوٹ۔ یہ بالکل سچ اور سراسر سچ ہے کہ سنت اللہ کے خلاف یعنی اس عادت اللہ کے مخالف جو قرآنی کتابوں میں قرار پا چکی ہے کوئی الہام ظاہر نہیں ہو سکتا۔ چاہیئے کہ رائے لگانے سے پہلے اس بات پر خوب زور سے بحث کرلو پھر رائے لگاؤ ورنہ وہ رائے سراسر فاسدانہ ہوگی۔ منہ۔

بکلی اپنے سر سے اُٹھا لیوے مثلاً اگر کافر ہے تو سچ مچ مسلمان ہو جائے اور اگر ایک جرم کا مرتکب ہے تو سچ مچ اس جرم سے دست بردار ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے ظلِ امان میں آ جاتا ہے۔ پھر اگر کبھی مرتا بھی ہے تو عذاب سے نہیں بلکہ مدت مقدّر کی ضرورت کے باعث سے مرتا ہے۔ لیکن اگر سرکشی کو اور ان تمام امور کو جو اس کی سرکشی پر شاہد اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے مخالف ہوں چھوڑنا نہ چاہے اور سچی اطاعت سے دُور رہے تو پھر اس عذاب سے بچ نہیں سکتا جو اس کے لئے مقدّر ہے۔ یہ تعلیم قرآن اور خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کی ہے اور اسی کے نیچے وہ تمام الہامات ہیں جو اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں اور کوئی الہام اس سنت اللہ کے مخالف نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ بظاہر مخالف ہو تو اس کے صحیح [1] وہی ہونگے جو اس سنت اللہ کے موافق ہوں۔ پس یہی ربانی الہامات کی اصل حقیقت اور سچی فلاسفی ہے جس کے ماننے کے بغیر انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا۔ لیکن دُنیا میں بہتیرے ایسے یاوہ گو اور احمق ہیں جو اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے کہ اگر کسی الہام میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میعاد مقرر ہو تو ضرور وہ میعاد اپنے وقت مقررہ پر پوری ہونی چاہیئے۔ مگر ایسے لوگ اپنی بیوقوفی اور حماقت کی وجہ سے نہایت ہی قابل رحم ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ پیشگوئیوں کا خدا تعالیٰ کی کامل صفات اور ربانی کتاب کے موافق ظاہر ہونا ضروری ہے جبکہ وہ نہایت ہی رحیم و کریم و حلیم ہے۔ اور ڈرنے والے کو ایسے طور سے نہیں پکڑتا جیسا کہ سخت دل اور بیباک کو پکڑتا ہے اور سچی توبہ اور صدقہ اور خیرات سے عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے تو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس کے وعدے اور اس کی پیشگوئیاں اس کی صفات کے مخالف نہ ہوں۔ اور یہ بات تو عام لوگوں کے لئے ہے جو خدا تعالیٰ کی کتابوں کو غور سے نہیں دیکھتے۔ لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم میں تدبّر کر سکتے ہیں اور ان الٰہی سنتوں کے واقف سے نہیں ڈرتے اس لئے ان کی پردہ دری کے لئے ایک اور انتظام کی ضرورت ہے [*] ۔ اور وہ یہ ہے

---

[1] "معنی" کا لفظ کاتب سے اصل اشتہار میں رہ گیا ہے اس لئے ہم نے بھی نہیں لکھا۔ (المرتب)

[*] متعلقہ نوٹ اگلے صفحہ پر دیکھیں (المرتب)

کہ اگر وہ کسی طرح اپنی بے ایمانی اور یاوہ گوئی سے باز نہ آویں تو ہم ان میں سے شیخ محمد حسین
بٹالوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی ثم امرتسری اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو اس فیصلہ کے لئے
منتخب کرتے ہیں کہ اگر وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک ہمارے اس بیان کا منکر ہو اور اس
کا یہ دعویٰ ہو کہ کوئی ایسی الہامی پیشگوئی جس میں عذاب موت کے لئے کوئی تاریخ مقرر کی گئی
ہو اس تاریخ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا یہ قانون قدرت اور سنت قدیمہ نہیں ہے کہ وہ ایسے
شخص یا ایسی قوم کی توبہ یا خائف اور ہراساں ہونے سے جن کی نسبت وہ وعدہ عذاب ہے
دوسرے وقت پر جا پڑے تو طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک تاریخ مقرر کرکے جلسہ عام
میں اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ کی ہم سے
سنیں اور صرف دو گھنٹہ تک ہمیں مہلت دیں تا ہم کتاب اور سنت اور پہلی سماوی کتابوں کے
دلائل شافیہ اپنی تائید دعویٰ میں ان کے سامنے پیش کردیں۔ پھر اگر وہ قبول کرلیں تو چاہیئے
کہ حیا اور شرم کرکے آئندہ ایسی پیشگوئیوں کی تکذیب نہ کریں بلکہ خود مؤید اور مصدق ہو کر
دوسرے منکروں کو سمجھاتے رہیں اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور تقویٰ کا طریق اختیار کریں۔ اور
اگر ان نصوص اور دلائل سے منکر ہوں اور ان کا یہ خیال ہو کہ یہ دعویٰ نصوص صریحہ سے
ثابت نہیں ہوسکا اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں تو ہم ان کے لئے دوسو روپیہ
نقد کا انعام مقرر کرتے ہیں کہ وہ اسی جلسہ میں تین مرتبہ ان الفاظ قسم کھائیں کہ
اے خدا قادر ذوالجلال جو جھوٹوں کو سزا دیتا اور سچوں کی حمایت کرتا ہے آمین

نوٹ (متعلقہ صفحہ گذشتہ) اس انتظام کی اس لئے ضرورت ہے کہ بعض ملحد جن کے سیاہ دل میں ضرور یہ کھٹکیگی
کہ اب اپنے بچاؤ کے لئے یہ باتیں بنالی ہیں۔ لہٰذا واجب ہے کہ یہ فیصلہ قرآن کریم اور آثار نبویہ کے رو
سے کیا جائے اور مومن کو چاہیئے کہ ہر یک مقدمہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رد کرے اور ہر ایک
امر میں خدا کی کتاب کو معیار بنا دے۔ اور جو شخص قرآن اور رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اور کوئی اور راہ ڈھونڈے
تو وہ وہی ہے جو بے ایمان اور حیلہ ساز ہے۔ منہ ۔

تیری ذات کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ جو کچھ دلائل پیش کئے گئے وہ سب باطل ہیں اور تیری ہرگز یہ عادت نہیں کہ عذاب کے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خلاف اور ہراساں ہونے سے تاخیر کرے۔ بلکہ ایسی پیشگوئی سراسر جھوٹ ہے یا شیطانی ہے اور ہرگز تیری طرف سے نہیں۔ اور اے قادر خدا۔ اگر تو جانتا ہے کہ مَیں نے جھوٹ بولا ہے اور حق کے برخلاف کہا ہے تو مجھے ذلت اور دُکھ کے عذاب سے ہلاک کر اور جس کی مَیں نے تکذیب کی ہے اس کو میری ذلت اور میری تباہی اور میری موت دکھا دے اور اس دُعا کے ساتھ ہر یک دفعہ ہم آمین کہیں گے۔ اور تین مرتبہ دُعا ہوگی اور تین مرتبہ ہی آمین اور بعد اس کے بلا توقّف اس قسم کھانے والے کو دو سو روپیہ نقد دیا جائے گا۔ اور ہم واپسی کی شرط نہیں کرتے۔ ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی سخت موذی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو اور لوگ عبرت پکڑیں اور راہ راست پر آویں اور شیاطین کے پنجہ سے مخلصی پاویں۔ لیکن اگر کوئی اب بھی باز نہ آوے اور بیجا تکذیب سے زبان بند نہ کرے تو وہ صریح ظالم اور خدا تعالیٰ کی کتاب سے مُنہ پھیرنے والا ہے۔ پس حق کے طالبوں کو چاہئے کہ ایسے دروغگو اور مفسد کی کسی بات پر اعتماد نہ کریں کیونکہ اس نے سچائی کی طرف رُخ نہیں کیا اور دانستہ جھوٹ کی پیروی کی۔ اس سے زیادہ ہم کیا لکھیں اور کیا کہیں اور کس طور سے ایسے دلوں کو سمجھاویں جو دانستہ حق سے مُنہ پھیر رہے ہیں۔ اگر ہمارے مخالف سچے ہیں تو اس طریق فیصلہ کو قبول کریں۔ ورنہ جو لوگ صاف اور سچے فیصلہ سے انکار کریں اور تکذیب سے باز نہ آویں تو ان پر نہ انسان بلکہ فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

والسّلام علٰی من اتبع الھُدٰی

راقم غلام احمد از قادیان

۱۷ ستمبر ۱۸۹۴ء

تعداد اشاعت ... ۵۰۰

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۸ صفحوں پر ہے)

(۱۲۱)

ضمیمہ انوار الاسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر

امرتسر کے مباحثہ میں جو عیسائیوں کے ساتھ ہوا تھا اس میں جو ہم نے پیشگوئی کی تھی۔ اس کے دو حصے تھے:-

۱۔ اول یہ کہ فریق مخالف جو حق پر نہیں ہاویہ میں گرے گا اور اس کو ذلت پہنچے گی۔

۲۔ دوسری یہ کہ اگر حق کی طرف رجوع کرے گا تو ذلت اور ہاویہ سے بچ جائے گا

اب ہم فریق مخالف کی اس جماعت کا کچھ سے حال بیان کریں گے جنہوں نے بنفس خود بحث نہیں کی بلکہ معاون یا حامی یا سرگروہ ہونے کی حیثیت سے اس فریق میں داخل تھے۔ اور پہلے ہم مختصر الفاظ میں مسٹر عبد اللہ آتھم کا حال بیان کرتے ہیں جو فریق مخالف سے خاص مباحثہ کے لئے اس فریق کی طرف سے تجویز کئے گئے تھے۔ ان کی نسبت الہامی فقرہ یعنی ہاویہ کے لفظ کی تشریح ہم نے یہ کی تھی کہ اس سے موت مراد ہے بشرطیکہ حق کی طرف وہ رجوع نہ کریں۔ اب ہمیں خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے جتلا دیا کہ انہوں نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم اور غم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی کیونکہ ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے دل میں لحاظ رکھتا۔ اور وہی رحیم اور کریم خدا ہے جس نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے کہ من یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہٗ۔ یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی نیک کام کرے وہ بھی ضائع نہیں ہوگا اور ضرور اس کا اجر پائے گا۔ سو مسٹر عبد اللہ آتھم نے الہامی شرط کے موافق کسی قدر اسلامی سچائی کی طرف جھکنے سے اپنا اجر پا لیا۔ ہاں جب پھر بے باکی اور سخت گوئی اور گستاخی کی طرف میل کریگا

تو وہ وعدہ ضرور اپنا کام کرے گا۔ اس ہمارے وعدے کا ثبوت اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے اپنی خوفناک حالت اور وہم اور سراسیمگی اور شہر بشہر بھاگتے پھرنے سے آپ دکھا دیا لیکن ہم اپنی فتحیابی کا قطعی فیصلہ کرنے کے لئے اور تمام دنیا کو دکھانے کے لئے کہ کیونکر ہم کو فتح نمایاں حاصل ہوئی یہ سہل اور آسان طریق تصفیہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے نزدیک ہمارا یہ بیان بالکل کذب اور دروغ اور افتراء ہے تو وہ مرد میدان بن کر اس اشتہار کے شائع ہونے سے ایک[1] ہفتہ تک بعبارتِ مفصلہ ذیل تجویز کو قبول کرکے ہم کو اطلاع دیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ اگر اس پندرہ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ان کو سچائی اسلام کے خیال سے دل پر ڈرانے والا اثر نہیں کیا اور نہ عظمت اور صداقت الہام نے گرداب غم میں ڈالا اور نہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اسلامی توحید کو انہوں نے اختیار کیا اور نہ ان کو اسلامی پیشگوئی سے دل میں ذرہ بھی خوف آیا اور نہ تثلیث کے اعتقاد سے وہ ایک ذرہ متزلزل ہوئے تو وہ فریقین کی جماعت کے روبرو تین مرتبہ انہیں باتوں کا انکار کریں کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا اور عظمت اسلام نے ایک لحظہ کے لئے بھی دل کو نہیں پکڑا اور میں مسیح کی ابنیت اور الوہیت کا قدوسے قائل رہا اور قائل ہوں اور دشمن اسلام ہوں۔ اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے پر ایک ہی برس کے اندر وہ ذلت کی موت اور تباہی آوے جس سے یہ بات خلق اللہ پر کھل جائے کہ میں نے حق کو چھپایا۔ جب مسٹر آتھم صاحب یہ اقرار کریں تو ہر ایک مرتبہ کے اقرار میں ہماری جماعت آمین کہے گی تب اسی وقت ایک ہزار روپیہ کا بدرہ باضابطہ تمسک لے کر ان کو دیا جائے گا اور وہ تمسک ڈپٹی کمشنر بٹالہ (؟) کا ڈگ... اور

نوٹ[1]۔ ایک ہفتہ کی میعاد تھوڑی نہیں بلکہ بہت ہے کیونکہ امرتسر سے قادیان میں دوسرے دن خط پہنچ جاتا ہے۔ اور ہر چند اس قدر میعاد دینا مصلحت کے برخلاف ہے کیونکہ جو فریق درحقیقت شکست یافتہ ہے وہ انہیں چند روز میں سادہ لوحوں کو دھوکہ دے کر ہزاروں کو ورطۂ ضلالت میں ڈال سکتا ہے مگر اتماماً للحجۃ یہ وسیع میعاد دی گئی ہے۔ ۱۲۔

پادری عماد الدین کی طرف سے بطور ضمانت کے ہوگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ یہ ہزار روپیہ بطور امانت مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے پاس رکھا گیا اور اگر وہ حسب اقرار اپنے کے ایک سال کے اندر فوت ہوگئے تو اس روپیہ کو ہم دونو ضامن بلا توقّف واپس دے دیں گے اور واپس کرنے میں کوئی عذر اور حیلہ نہ ہوگا۔ اور اگر وہ انگریزی مہینوں کی رُو سے ایک سال کے اندر فوت نہ ہوئے تو یہ روپیہ ان کا ملک ہو جائے گا اور ان کی فتحیابی کی ایک علامت ہوگی۔ اور اگر ہمارا رجسٹری شدہ اشتہار پاکر جو اُن کے نام اور ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کے نام ہوگا تاریخ وصول سے ایک ہفتہ تک انہوں نے اس مقابلہ کے لئے درخواست نہ کی تو سمجھا جائے گا کہ فتح اسلام پر انہوں نے مُہر لگادی اور ہمارے الہام کی تصدیق کرلی۔ یہ فیصلہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے سچے بندوں کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے کرے گا اور جھوٹ کے منصوبہ کو نابود کردے گا اور دروغ کے پُتلے کو پاش پاش کردے گا۔ اور اس اقرار کے لئے ہم مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کو یہ تکلیف نہیں دیتے ہیں کہ وہ امرتسر میں ہمارے مکان پر آویں۔ بلکہ ہم ان کے بُلانے کے بعد معہ ہزار روپیہ کے اُن کے مکان پر آویں گے۔ اور ان کے بُلانے کی تاریخ سے ہمیں اختیار ہوگا کہ تین ہفتہ تک کسی تاریخ میں روپیہ لے کر ان کے پاس معہ اپنی جماعت کے حاضر ہو جائیں۔ اور ان پر واجب ہوگا کہ ہمارے بُلانے کے لئے رجسٹری شدہ خط بھیجیں۔ پھر ہم اطلاع پاکر تین ہفتہ کے اندر معہ ہزار روپیہ کے حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ وعدہ خلاف کرنے والے اور کاذب ٹھیریں گے اور ہم خود ان کے مکان پر آئیں گے اور ان کو کسی قدم رنجہ کی تکلیف نہ دیں گے۔ ہم ان کو اتنی بھی تکلیف نہیں دیں گے کہ اس اقرار کے لئے کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں بلکہ وہ بخوشی اپنے بستر پر ہی لیٹے رہیں اور تین مرتبہ وہ اقرار کردیں جو لکھ دیا گیا ہے۔ اور ہم ناظرین کو مکرّر یاد دلاتے ہیں کہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کی نسبت ہماری پیشگوئی کے دو پہلو تھے۔ یعنی یا تو ان کی موت اور یا اُن کا حق کی طرف رجوع کرنا اور رجوع کرنا دل کا فعل ہے جس کو خلقت نہیں جانتی اور خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ اور خلقت کے جاننے کے لئے یہ فیصلہ ہے جو ہم نے کردیا۔ اور خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے مسٹر عبد اللہ

آتھم صاحب کو اس بات کی طرف تحریک نہ دی کہ وہ اس اثنا میں بدزبانی اور سخت گوئی کو کمال تک پہنچا کر موت کے اسباب اپنے لئے جمع کرتے بلکہ ان کے دل میں عظمتِ اسلام کا خوف ڈال دیا تا وہ اس شرط سے فائدہ اُٹھالیں جو رجوع کرنے والوں کے لئے الہامی الفاظ میں لکھے گئے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ عیسائیوں کو کچھ عرصہ تک جھوٹی خوشی پہنچا دے اور پھر وہ فیصلہ کرے جس سے درحقیقت اندھے آنکھیں پائیں گے اور بہروں کے کان کھلیں گے اور مردے زندہ ہوں گے اور بخیل اور حاسد سمجھیں گے کہ انہوں نے کیسی غلطی کی۔ امرتسر کے عیسائی اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ خداوند مسیح نے مسٹر عبداللہ آتھم کو بچا لیا۔ سو اب اگر وہ اپنے تئیں سچے خیال کرتے ہیں تو اُن پر واجب ہے کہ مقابلہ سے ہمت نہ ہاریں۔ کیونکہ اگر وہ مصنوعی خدا ان کا درحقیقت بچانے والا ہی ہے تو ضرور اس آخری فیصلہ پر بچائے گا۔ کیونکہ اگر موت وارد ہوگئی تو سب عیسائیوں کی رُوسیاہی ہے۔ چاہیئے کہ اپنے اس مصنوعی خداوند پر توکل کر کے اپنی پیٹھ نہ دکھلاویں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ہرگز ان کو فتح نہیں ہوگی۔ جو شخص آپ فوت ہو گیا ہے وہ دوسرے کو فوت ہونے سے کب روک سکتا ہے۔ روکنے والا ایک ہے جو حَیٌّ قَیُّوم ہے جس کے ہم پرستار ہیں۔

یہ تو ہم نے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کا حال بیان کیا جو فریق مخالف میں سے بحث کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ لیکن اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس فریق مخالف میں سے جو لوگ بطور معاون یا حامی یا سرگروہ تھے۔ ان کا کیا حال ہوا۔ انہوں نے بھی کچھ ہاویہ کا مزا چکھا ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ ضرور چکھا۔ اور میعاد کے اندر ہر ایک نے کامل طور سے چکھا چنانچہ پادری رائٹ صاحب جو بطور سرگروہ تھے میعاد کے اندر عین جوانی میں اس دنیا سے کوچ کر گئے اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب اپنی مصیبت میں رہے۔ غالباً وہ ان کے جنازہ پر بھی حاضر نہیں ہو سکے۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے دل کو ان کی بے وقت موت کا ایسا صدمہ پہنچا کہ بس مجروح کر دیا۔ اور فریق مخالف کے گروہ میں سے جو بطور معاونوں کے تھے۔ ان میں سے ایک پادری ٹامس ہاول تھا جس نے بار بار محرف کتابوں کو پڑھ کر اپنا حلق پھاڑا۔ اور لوگوں کا مغز کھایا۔ وہ مباحثہ کے بعد ہی ایسا پکڑا

گیا۔ اور ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ مر مر کے بچا۔ اور ایک معاون عبداللہ پادری تھا جو
چپکے چپکے قرآن شریف کی آیتیں دکھاتا اور عبرانی کے ٹوٹے پھوٹے حرف پڑھتا تھا۔ اس کو بھی
میعاد کے اندر سخت بیماری نے موت تک پہنچایا۔ اور معلوم نہیں کہ بچا یا گذر گیا۔ باقی رہا پادری
عمادالدین اس کے گلے میں ہزار لعنت کی ذلت کا مبارک تمغہ پڑا جو نورالحق کے جواب سے عاجز
ہونے سے اس کو اور اس کے تمام بھائیوں کو نصیب ہوا۔ اب فرمائیے اس تمام فریق میں
سے ہاویہ سے کون بچا کسی ایک کا تو نشان دیں۔ ہمارے یہ ثبوت ہیں جو ہم نے لکھ دیئے۔
بالآخر ہم یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی مولوی مخالف جو اپنی بدبختی سے عیسائی مذہب کا مددگار
ہے یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسوں والا سکھ ہماری فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اُس
کے لئے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے
اور ہزار روپیہ نقد ان کو دلا دے جس کے دینے میں ہم ان کی حلف کے بعد ایک منٹ
کی توقف بھی وعدہ نہیں کرتے۔ اور اگر ایسا نہ کرے اور محض اوباشوں اور بازاری بدمعاشوں
کی طرح ٹھٹھا ہنسی کرتا پھرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں بلکہ اس کی فطرت میں خلل
ہے۔ سو اگر بجز اس تحقیق کے تکذیب کرے تو وہ کاذب ہے اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین
کا مصداق۔ اور اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے پاس جانے کے لئے اس کو کچھ مسافت طے کرنی
پڑتی ہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے خرچ سے اس کے لئے یکہ یا ٹٹو یا ڈولی، جو کچھ چاہیے
مہیا کر دیں گے۔ اور اگر وہ ہندو ہے یا کیسوں والا سکھ یا کوئی اور غیر مذہب والا ہے تو
اس کی غذا کے لئے بھی ہم نقد دے دیں گے۔ یہ نہایت صفائی کا فیصلہ ہے۔ اور کسی
حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا اور شکست خوردہ قرار دے
یا بازاروں میں ٹھٹھا یا ہنسی کرتا پھرے اور بغلیں بجاتا پھرے۔ ہاں جو لوگ ناجائز طور کی
عداوت رکھتے ہیں وہ ناجائز تہمتوں کا طومار باندھ کر ناحق اسلام کے دشمن بن جاتے ہیں
مگر یاد رکھیں کہ اسلام کا خدا سچا خدا ہے جو نہ کسی عورت کے پیٹ سے نکلا اور نہ کبھی

بھوکا اور پیاسا ہوا۔ وہ ان سب تہمتوں سے پاک ہے جو اس کی نسبت کوئی خیال کرے کہ ایک مدت تک اس کی خدائی کا انتظام درست نہ تھا اور نجات دینے کی کوئی راہ اور سبیل اسے نہیں ملتی تھی۔ یہ تو مدت کے بعد گویا ساری عمر بسر کر کے سوجھی کہ مریم سے اپنا بیٹا پیدا کرے۔ اور مریم کی پیدائش سے پہلے یہ کفارہ کی تدبیر اس کے خیال میں نہ گذری اور نہ کامل خدا کی نسبت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف نام ہی کا پرمیشر ہے ورنہ سب کچھ جیو اور پرکرتی وغیرہ آپ ہی آپ قدیم سے ہے۔ نہیں بلکہ وہ قادر مطلق اور کل کا خالق ہے

اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں کیا بھید ہے کہ پیشگوئی کے دو پہلو میں سے موت کے پہلو کی طرف خدا تعالیٰ نے مسٹر عبداللہ آتھم کے لئے رُخ نہ کیا اور دوسرا پہلو لے لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ موت کا پہلو مجروح اور تختہ مشق اعتراضات ہو گیا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنا کیا نئی بات ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب پہلے موت کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ چھ مہینہ تک فوت ہو جاوے گا۔ اور کوئی کہتا تھا کہ بڈھا ہے۔ کوئی کہتا تھا کمزور ہے موت کیا تعجب ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جادو سے ماردیں گے یہ شخص بڑا جادوگر ہے۔ سو خدائے حکیم و علیم نے دیکھا کہ معترضوں نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کر دیا ہے اور خیالات پر سے اس کا اثر اُٹھا دیا ہے۔ اس لئے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ اور اس پہلو سے جادو کا گمان کرنے والے بھی شرمندہ ہوں گے کیونکہ دلوں کو حق کی طرف پھیرنا جادوگروں کا کام نہیں بلکہ خدا اور اس کے نبیوں اور رسولوں کا کام ہے۔ سو اس وقت تک خدا تعالیٰ نے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی موت کو ان وجوہات سے ٹال دیا اور مسٹر عبداللہ آتھم کے دل پر عظمت اسلام کا رُعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دے دیا۔ لیکن اب عیسائیوں کی رائیں بدل گئیں اور بھولا بسرا خداوند مسیح کہیں سے نکل آیا۔ یہ اُن زبانوں پر جاری ہو گیا کہ خداوند مسیح بڑا ہی قادر خدا ہے جس نے مسٹر عبداللہ آتھم کو بچا لیا۔ اس لئے ضرور ہوا کہ خدا تعالیٰ اس مصنوعی خدا کی حقیقت دنیا پر ظاہر کرے کہ کیا یہ عاجز انسان جس کا نام ربّنا المسیح رکھا

گیا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے۔ سو اب موت کے پہلو کا وقت آگیا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ عیسائیوں کا خدا کہاں تک طاقت رکھتا ہے اور کہاں تک اس مصنوعی خدا پر ان لوگوں کا توکل ہے۔ اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور جواب کے منتظر ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

۹ ستمبر ۱۸۹۴ء

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اول میں بطور ضمیمہ کے چار صفحوں پر ہے)

---

(۱۲۲)

فتح اسلام فتح اسلام فتح اسلام

اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ مرتبہ دوم

یہ دو ہزار روپیہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب کے حلف پر بلا توقف ان کے حوالہ کیا جاویگا

دو ہزار کا اشتہار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دو ہزار کا اشتہار

الحق مع ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نے ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں لکھا تھا کہ آتھم صاحب نے ایام پیشگوئی میں ضرور حق کی طرف رجوع کر لیا اور اسلام کی عظمت کا اثر اپنے دل پر ڈال لیا۔ اگر یہ سچ نہیں تو وہ نقد ایک ہزار روپیہ لیں اور قسم کھالیں کہ انہوں نے اس خوفناک زمانے میں رجوع نہیں کیا۔ چنانچہ اسی حقیقت کو خلق اللہ پر ظاہر کرنے کے لئے تین رجسٹری شدہ خط آتھم صاحب اور ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری

عماد الدین صاحب کی خدمت میں روانہ کئے گئے۔ کل ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کی طرف سے وکیل کے طور پر انکاری خط آیا جس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ آتھم صاحب کسی طور سے قسم کھانا نہیں چاہتے اور باوجودیکہ دس ستمبر ۱۸۹۴ء سے ایک ہفتہ کی میعاد دی گئی تھی مگر وہ میعاد بھی گذر گئی۔ مگر بجز ایک انکاری خط کے اور کوئی خط نہیں آیا۔ پس کیا اب بھی یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے ضرور پیشگوئی کے زمانے میں اسلامی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دے کر حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اگر اب بھی بعض متعصب یا ناقص الفہم لوگ شک رکھتے ہیں تو اب ہم یہ دوسرا اشتہار دو ہزار روپیہ انعام کے شرط سے نکالتے ہیں۔ اگر آتھم صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ میں نے پیشگوئی کی مدت کے اندر عظمت اسلامی کو اپنے دل پر جگہ ہونے نہیں دی اور برابر دشمنِ اسلام رہا اور حضرت عیسٰی کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر مضبوط ایمان رکھا تو اسی وقت

مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کی طرف خط۔ مسٹر آتھم صاحب آپ کو معلوم ہے کہ کس قدر جھوٹے بے ایمانوں نام کے مسلمان یا مولوی یا عیسائیوں نے یہ خلاف واقعہ خبر اڑا دی ہے کہ آپ نے باوجودیکہ خدا تعالیٰ کے سچے اور پاک دین اسلام کی طرف کچھ بھی رجوع نہ کیا پھر بھی وعید موت سے بچ گئے اور عیسائی غالب رہے اور پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اور اللہ جل شانہ جس کی عظمت اور ہیبت سے زمین اور آسمان کانپتے ہیں اس نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ نے خوف کے دنوں میں نہایت ہم و غم کی حالت میں در پردہ اسلام کی طرف رجوع کر لیا یعنی اسلامی عظمت کو اپنے دل میں بٹھا لیا جس کو آپ پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے اس نے جو غیبوں کا جاننے والا اور انسان کے عمیق اور چھپے ہوئے خیالات کو دیکھنے والا ہے، اپنے وعدہ اور شرط کے موافق اس عذاب سے آپ کو بچا لیا جو اس صورت میں نازل ہوتا جبکہ آپ اس شرط کے موافق کچھ بھی اپنی اصلاح نہ کرتے اور نہ اسلامی عظمت سے ہراساں ہوتے۔ اور اگر نعوذ باللہ یہ الہام الٰہی آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہے تو میں آپ کو اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کیا اور جس کی طرف آپ کو جانا ہے کہ عام جلسہ میں تین مرتبہ قسم کھا کر میرے روبرو اس کی تکذیب کر دیں

نقد دو ہزار روپیہ ان کو بہ شرائط قرارداده اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء بلا توقف دیا جائے گا۔ اور اگر ہم بعد قسم دو ہزار روپیہ دینے میں ایک منٹ کی بھی توقف کریں تو وہ تمام لعنتیں جو ناداں مخالف کر رہے ہیں ہم پر وارد ہوں گی اور ہم بلاشبہ جھوٹے ٹھہریں گے اور قطعاً اس لائق ٹھہریں گے کہ ہمیں سزائے موت دی جائے اور ہماری کتابیں جلا دی جائیں اور ملعون وغیرہ ہمارے نام رکھے جائیں۔ اور اگر اب بھی آتھم صاحب باوجود اس انعام کثیر کے قسم کھانے سے مُنہ پھیر لیں تو تمام دشمن و دوست یاد رکھیں کہ انہوں نے محض عیسائیوں سے خوف کھا کر حق کو چھپایا ہے۔ اور اسلام غالب اور فتحیاب ہے۔ پہلے تو ان کے حق کی طرف رجوع کرنے کا صرف ایک گواہ

اور صاف کہہ دیں کہ یہ الہام جھوٹا ہے اور اگر سچا ہے اور میں نے ہی جھوٹ بولا ہے تو اے قادر غیور خدا مجھ کو سخت عذاب میں مبتلا کر اور اسی میں مجھ کو موت دے۔ تب میں آج اپنے چند عاجز مخلصوں کے جو لعنتوں کا نشانہ ہو رہے ہیں آمین کہوں گا اور رب العرش سے چاہوں گا کہ میرا اور آپ کا قطعی فیصلہ کر دے۔ جو کچھ میں نے الہام سنایا ہے بجز خدا تعالیٰ اور میرے اور آپ کے دل کے اور کسی کو خبر نہیں۔ سو میں اسی مالک کی آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ میرے الہام کے مکذّب ہیں تو میرے روبرو حلفاً اقرار مذکور کر کے آسمانی فیصلہ کا دروازہ کھول دیں۔ ہم ستائے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ہم پر لعنتیں ہوئیں اور ہم جھوٹے سمجھے گئے۔ اس لئے ناچار میں تیسری مرتبہ آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ کو اس قادر و توانا کی قسم ہے جس کے جلال سے ملائک پر بھی لرزہ پڑتا ہے کہ آپ حلفاً عام جلسہ میں میرے روبرو اس طور کی قسم کھا کر جو میں اشتہار میں بتلا چکا ہوں مجھ سے فیصلہ کر و تا کاذب ہلاک ہو اور جھوٹا تباہ ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ کرو تو آپ نے میری سچائی اور میری صداقت پر مُہر لگا دی اور ان شریر مسلمانوں اور عیسائیوں کا جھوٹا اور روسیاہ ہونا ثابت کر دیا کہ جو گدھے کی طرح زور زور سے چیخیں مار کر کہہ رہے ہیں عیسائیوں کی فتح ہوئی۔ اب دُعا پر ختم کرتا ہوں۔ اے حیّ قیوم حق کو ظاہر کر اور اپنے وعدہ کے موافق جھوٹوں کو پامال کر دے۔ آمین۔

؎ نوٹ۔ الہامی پیشگوئی نہ صرف آتھم صاحب کے متعلق تھی بلکہ اس تمام مخالف فریق کے متعلق تھی جو اس جنگ مقدس کے لئے اپنے اپنے طور پر خدمتوں کے لئے مقرر تھے۔ آتھم صاحب کے ہاتھ میں تو وہ

(بقیہ نوٹ اگلے صفحہ پر)

تھا یعنی ان کی وہ خوف زدہ صورت جس میں انہوں نے پندرہ مہینے بسر کئے اور دوسرا گواہ یہ کھڑا ہوا کہ انہوں نے باوجود ہزار روپیہ نقد ملنے کے قسم کھانے سے انکار کیا ہے۔ اب تیسرا گواہ یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار ہے۔ اگر اب بھی قسم کھانے سے انکار کریں تو رجوع ثابت۔ کیا کوئی سچا موت سے ڈر کر انکار کر سکتا ہے۔ کیا ہر ایک جان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں جیسا کہ عیسائیوں کا مقولہ ہے کہ ان کی جان مسیح نے بچائی اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہرگز نہیں، ہرگز نہیں بلکہ اسلامی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دینے سے الہام کی شرط کے موافق جان بچ گئی۔ تو اب اس جھگڑے کا فیصلہ بجز ان کی قسم کے اور کیونکر ہو۔ اگر یہی بات سچی ہے کہ صرف مسیح نے ان پر فضل کیا تو اب اس معرکہ کی لڑائی میں جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں ضرور مسیح ان پر فضل کریگا۔ اور اگر یہ بات سچی ہے کہ انہوں نے درحقیقت خوف کے دنوں میں اپنے دل میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا تھا تو اب منکر از قسم کھانے کے بعد ضرور بغیر تخلّف اور بغیر استثنا کسی شرط کے ان پر موت آئے گی غرض یہ فیصلہ تو نہایت ضرور ہے۔ اس سے وہ کہاں اور کیونکر گریز کر سکتے ہیں۔* اور اگر اب بھی باوجود

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) نابکار اور شکستہ تلوار پکڑائی گئی تھی جو سچائی کا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتی تھی۔ اور باقی فریق میں سے کوئی بطور معاون اور کوئی مشیر جنگ اور کوئی سرگروہ تھا۔ پس آخر اس جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ کوئی ان میں سے پندرہ مہینے کے اندر مارا گیا۔ کوئی زخمی ہوا۔ اور کوئی لعنت کی ہزار کڑی والی زنجیر میں گرفتار ہو کر ہمیشہ کے لئے ذلت کے قید خانے میں ڈالا گیا۔ اور آتھم صاحب خوف کھا کر بھاگ گئے اور اسلامی عظمت کے جھنڈے کے نیچے پناہ لی۔ منہ

* نوٹ۔ مسٹر عبداللہ آتھم نے بایام انعقاد شرائط مباحثہ اپنے ایک تحریری عہد سے جو ہمارے پاس موجود ہے ہمیں اطلاع دی تھی کہ وہ کسی نشان کے دیکھنے سے ضرور اپنے عقاید کی اصلاح کر لیں گے یعنی دین اسلام قبول کر لیں گے۔ سو یہ خط بھی ایک گواہ ان کی اندرونی حالت کا ہے کہ وہ سچائی کے قبول کرنے کے لئے پہلے ہی سے مستعد تھے۔ پھر جب یہ الہام اپنے پُر رعب مضمون میں انہیں کے بارہ میں ہوا اور انہیں پر پڑا اور الہام بھی موت کا الہام جو بالطبع ہر یک پر گراں گذرتی ہے اور ہر یک اپنی چند روزہ زندگی کو عزیز رکھتا ہے اور یہ

اس دو ہزار روپیہ کے جو نقد بلا تکلیف چلوائے بے دود کی طرح ان کو ملتا ہے قسم کھانے سے
انکار کریں تو سارا جہان گواہ ہے کہ ہم کو فتح کامل ہوئی اور عیسائی کھلے طور پر شکست پا گئے۔ اور
ہمارا تو یہ حق تھا کہ اوّل دفعہ کے اشتہار پر ہی کفایت کرتے کیونکہ جب ہزار روپیہ نقد دینے سے
وہ قسم نہ کھا سکے تو صریح ان پر حجت پوری ہو گئی۔ مگر ہم نے نہایت موٹی عقل کے لوگوں اور حاسدوں
اور متعصبوں کی حالت پر رحم کر کے مکرر یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار بطور تیسرے گواہ اپنی صداقت
کے جاری کیا ہے۔ ہمارے مولوی مکفر جو عیسائیوں کی فتح کو بدل و جان چاہتے ہیں سب مل کر
اُن کو سمجھا دیں کہ ضرور قسم کھا دیں اور اُن کی بھی عزت رکھ لیں اور اپنی بھی۔ قطعی فیصلہ تو یہ ہے جو
قسم کے کھانے یا انکار کرنے سے ہو نہ وہ یکطرفہ الہام جس کے ساتھ صریح شرط رجوع بحق کرنے کی
لگی ہوئی تھی اور جس شرط پر عملدرآمد کا ثبوت آتھم صاحب نے اپنی خوفناک حالت دکھلانے سے
آپ ہی دے دیا بلکہ نور افشاں ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء صفحہ بارہ۱۲ پہلے ہی کالم کی پہلی ہی سطر میں ان کا
یہ بیان لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ شاید میں مارا بھی جاؤں گا۔ اسی کالم میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں
نے یہ باتیں کہہ کر رو دیا۔ اور رونے سے جتلایا کہ میں بُرے دُکھ میں رہا۔ پس ان کا رونا بھی ایک

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) اپنے اسلام لانے کا وعدہ انہوں نے اس وقت کیا تھا کہ جب انہیں اس بات کا خیال
بھی نہیں تھا کہ وہ نشان مطلوب انہیں کی موت کے بارے میں ہوگا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کریں۔
اور وہ الہام نہایت تشدد اور تاکید سے اور ایسے پُرزور الفاظ میں سنایا گیا جس سے بڑھ کر ممکن
نہیں تو کیا یہ نہایت قریب قیاس نہیں کہ ایسے مستعد اور قابلِ انفعال دل پر ایسی پُرزور تقریر نے
بہت بُرا اثر کیا ہوگا۔ اور انہوں نے ایسے منذر الہام کو سُن کر ضرور متاثر ہو کر اندر ہی اندر اپنی اصلاح کی
ہوگی جیسے ان کے دوسرے مضطربانہ حالات بھی اس پر شاہد ہیں۔ اور نیز اس خط سے اس بات کا ثبوت
ملتا ہے کہ وہ ہرگز تثلیث اور مسیح کے خون اور کفارہ پر مطمئن نہیں تھے کیونکہ ایک ایسا شخص جو اپنے عقائد پر
سچے دل سے مطمئن ہو وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا کہ بعض نشانوں کے دیکھنے سے ان عقائد کو ترک
کر دوں گا۔ اصل خط ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے جو صاحب شک رکھتے ہیں دیکھ لیں۔ منہ۔

گواہی ہے کہ ان پر اسلامی پیشگوئی کا بہت سخت اثر رہا۔ ورنہ اگر مجھ کو کاذب جانتے تھے تو ایسی کیا مصیبت پڑی تھی جس کو یاد کرکے ابتک رونا آتا ہے۔ پھر اب سب سے بڑھ کر گواہ یہ ہے کہ انہوں نے ہزار روپیہ لے کر قسم کھانا منظور نہیں کیا ورنہ جس شخص کو وہ پندرہ مہینے کے متواتر تجربہ سے جھوٹا ثابت کر چکے ہیں اس کے سراسر جھوٹ بیان کے رد کرنے کے لئے خواہ نخواہ غیرت جوش مارنی چاہئے تھی اور چاہئیے تھا کہ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ قسم کھانے کو طیار ہو جاتے۔ کیونکہ اپنے آپ کو سچا سمجھتے تھے اور مجھے صریح کاذب۔

خیر اب ہم الزام پورا کرنے کے لئے ایک اور ہزار روپیہ زیادہ کر دیتے ہیں اور یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار جو ہماری صداقت کے لئے بطور گواہ ثالث ہے جاری کرتے ہیں۔ اور

حل الاشکال۔ بعض مخالف مولوی صاحبوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ایک دشنام دہی کی قسم ہے کہ مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤں کو اس طور سے اور اس شرط سے بد اصل اور ولد الحرام قرار دیا ہے کہ نہ تو وہ اس خلاف حق کلمہ سے مُنہ بند کریں کہ اسلام اور عیسائیت کے بحث میں عیسائیوں کی فتح ہوئی اور نہ مسٹر آتھم صاحب کو قسم کھانے پر آمادہ کریں۔ اور وجہ اعتراض یہ بیان کی گئی ہے کہ آتھم صاحب پر ہمارا کچھ زور اور حکم تو نہیں تا خواہ نخواہ قسم کھانے پر اُن کو مستعد کر دیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ اے بے ایمانو اور دل کے اندھو اور اسلام کے دشمنو اگر آتھم صاحب قسم کھانے سے گریز کر رہے ہیں تو اس سے کیا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یا یہ نتیجہ کہ درحقیقت آتھم صاحب نے دل میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ تبھی تو وہ جھوٹی قسم کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جبکہ تم نیم عیسائی ہو کر بدل وجان زور لگا رہے ہو کہ آتھم صاحب کسی طرح اقرار کر دیں کہ میں درحقیقت ایام میعاد پیشگوئی میں اللہ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن رہا اور عاجز انسان کو خدا جانتا رہا تو پھر اگر آتھم صاحب درحقیقت پکے عیسائی اور دشمن اسلام ہیں تو اُن کو ایسی قسم سے کون روکتا ہے جس کے کھانے کے ساتھ دو ہزار روپیہ نقد ان کو ملیگا اور جس کے نہ کھانے سے یہ ثابت ہوگا کہ عظمت اسلام ضرور ان کے دل میں سما گئی اور عیسائیت کے باطل اصول ان کی نظر میں حقیر اور مکروہ معلوم ہوئے۔ اے نیم عیسائیو ذرہ اور نظر

ہمارے مخالف یاد رکھیں کہ اب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ کیوں نہیں کھائیں گے۔ اپنے جھوٹا ہونے کی وجہ سے۔ اور یہ کہنا کہ شاید ان کو یہ دھڑکہ ہو کہ ایک برس میں مرنا ممکن ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ کون مارے گا کیا ان کا خداوند مسیح یا اور کوئی۔ پس جبکہ یہ دو خداؤں کی لڑائی ہے ایک سچا خدا جو ہمارا خدا ہے اور ایک مصنوعی خدا جو عیسائیوں نے بنا لیا ہے تو پھر اگر آتھم صاحب حضرت مسیح کی خدائی اور اقتدار پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ آزما بھی چکے ہیں تو پھر اُن کی خدمت میں عرض کر دیں کہ اب اس قطعی فیصلہ کے وقت میں مجھ کو ضرور زندہ رکھیو۔ یوں تو موت کی گرفت سے کوئی بھی باہر نہیں۔ اگر آتھم صاحب چونسٹھ[۶۴] برس کے ہیں تو عاجز قریباً ساٹھ[۶۰] برس کا ہے اور ہم دونوں پر قانون قدرت یکساں موثر ہے۔ لیکن اگر اسی طرح کی قسم کسی راستی کی آزمائش کے لئے ہم کو دی جائے تو ہم ایک برس کیا دس برس تک اپنے زندہ رہنے کی قسم کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ دینی بحث کے وقت میں ضرور خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے گا اور ایسا شخص تو سخت بے ایمان اور دہریہ ہوگا کہ جس کو ایسی بحث میں یہ خیال آوے کہ شاید

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) لگاؤ اور آتھم صاحب کے پیروں پر سر رکھ دو۔ شاید وہ مان لیں اور یہ پلید لعنت تم سے ٹل جائے۔ ہائے افسوس عیسائی گریز کریں اور تم اصرار کرو۔ عجیب سرشت ہے۔ اے نیم عیسائیو آج تم نے وہ پیشگوئی پوری کر دی جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو ستر ہزار میری اُمت میں سے دجّال کے ساتھ مل جائے گا۔ سو آج تم نے دجّالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا دی تا جو اس پاک زبان پر جاری ہوا تھا وہ پُورا ہو جائے تمہیں وہ حدیث بھی بھول گئی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فتنہ ہوگا جس میں عیسائی کہیں گے کہ ہماری فتح ہوئی اور مہدی کے لوگ کہیں گے کہ ہماری فتح ہوئی اور عیسائیوں کے لئے شیطان گواہی دے گا کہ الحقّ فی اٰل عیسٰی اور مہدی کے لوگوں کے لئے رحمٰن گواہی دے گا کہ الحقّ فی اٰل محمّد۔ سو اب سوچو کہ وہی وقت آگیا عیسائیوں نے شیطانی مکائد سے پنجاب اور ہندوستان میں کیا کچھ نہ کیا۔ یہی شیطانی آواز ہے اب رحمانی آواز کے منتظر رہو۔ والسلام علٰی من اتبع الہدیٰ۔ منہ

میں اتفاقاً مر جاؤں کیا زندہ رہنا اور مرنا اس کے خدا کے ہاتھ نہیں۔ کیا بغیر حکم حاکم کے یونہی اتفاقی
طور پر لوگ مر جاتے ہیں۔ اور نیز اتفاق اور امکان تو دونوں پہلو رکھتا ہے۔ مرنا اور نہ مرنا بھی بلکہ
نہ مرنے کا پہلو قوی اور غالب ہے۔ کیونکہ مر جانا تو ایک نیا حادثہ ہے جو ہنوز معدوم ہے۔ اور
زندہ رہنا ایک معمولی امر ہے جو موجود بالفعل ہے۔ پھر موت سے غم کرنا صریح اس امر کا ثبوت
ہے کہ اپنے خدا کے کامل اقتدار پر ایمان نہیں۔ حضرت یہ تو دو خداؤں کی لڑائی ہے۔ اب جو
غالب ہوگا وہ سچا خدا ہے۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے خدا کی ضرور یہ قدرت ظاہر ہوگی کہ اس
قسم والے برس میں ہم نہیں مریں گے لیکن اگر آتھم صاحب نے جھوٹی قسم کھالی تو ضرور فوت
ہو جائیں گے تو جائے انصاف ہے کہ آتھم صاحب کے خدا پر کیا حادثہ نازل ہوگا کہ وہ ان
کو بچا نہیں سکیگا اور منجی ہونے سے استعفا دے دے گا۔ غرض اب گریز کی کوئی وجہ نہیں۔
یا تو مسیح کو قادر خدا کہنا چھوڑ دیں اور یا قسم کھالیں۔ ہاں اگر عام مجلس میں یہ اقرار کر دیں کہ اُن
کے مسیح ابن اللہ کو برس تک زندہ رکھنے کی تو قدرت نہیں مگر برس کے تیسرے حصہ یا تین
دن تک البتہ قدرت ہے اور اس مدت تک اپنے پرستار کو زندہ رکھ سکتا ہے تو ہم اس
اقرار کے بعد چار مہینہ یا تین ہی دن تسلیم کر لیں گے۔ اگر اب بھی یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار
پا کر مُنہ پھیر لیا تو ہر یک جگہ ہماری کامل فتح کا نقارہ بجے گا اور عیسائی اور نیم عیسائی سب
ذلیل اور پست ہو جائیں گے۔ اور ہم اس اشتہار کے روز اشاعت سے بھی ایک ہفتہ کی

یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا الہام کی رُو سے آتھم صاحب کی پوشیدہ حالت پر اطلاع پانا کہ انہوں نے
ضرور اسلامی عظمت اور صداقت کی طرف رجوع کیا ہے آتھم صاحب کے واسطے ایک نشان ہے اور
اگرچہ کوئی دوسرا سمجھے یا نہ سمجھے مگر آتھم صاحب کا دل ضرور گواہی دے گا کہ یہ وہ پوشیدہ امر ہے جو انکے دل میں
تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے جو علیم و حکیم ہے اپنے بندہ کو اس سے اطلاع دی اور ان کے اس ہم و غم سے مطلع
فرمایا جو محض اسلامی شوکت اور صداقت کے قبول کرنے کی وجہ سے تھا نہ کسی اور وجہ سے اور یہی وجہ ہے
کہ اب وہ میرے سامنے ہرگز مقابل پر نہیں آئیں گے کیونکہ میں صادق ہوں اور الہام سچا ہے۔ منہ

میعاد آتھم صاحب کو دیتے ہیں اور باقی وہی شرائط ہیں جو اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء میں بتصریح لکھ چکے ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتھر مرزا غلام احمد قادیانی ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء

تعداد اشاعت دس ہزار (۱۰۰۰۰) مطبوعہ ریاض ہند امرتسر

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے چار صفحوں پر ہے)

---

(۱۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اشتہار

انعامی تین ہزار روپیہ

مرتبہ سویم

اس تحریر میں آتھم صاحب کے لئے تین ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ انعام بعد قسم بلاتوقف دو معتبر متمول لوگوں کا تحریری ضمانت نامہ لے کر ان کے حوالہ کیا جاویگا اور اگر چاہیں تو قسم سے پہلے ہی باضابطہ تحریر لے کر یہ روپیہ ان کے حوالہ ہو سکتا ہے یا ایسے دو شخصوں کے حوالہ ہو سکتا ہے جن کو وہ پسند کریں اور اگر ہم بشرائط مذکورہ بالا روپیہ دینے

جھوٹھی کریں تو ہم کاذب ٹھہریں گے۔ مگر چاہیئے کہ ایسی درخواست روز اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر آ دے اور ہم مجاز ہوں گے کہ تین ہفتہ کے اندر کسی تاریخ پر روپیہ لے کر آتھم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جائیں لیکن اگر آتھم صاحب کی طرف سے رجسٹری شدہ خط آنے کے بعد ہم تین ہفتہ کے اندر تین ہزار روپیہ نقد لے کر امرتسر یا فیروز پور یا جس جگہ پنجاب کے شہروں میں سے آتھم صاحب فرماویں ان کے پاس حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ہو گئے اور بعد میں ہمیں کوئی حق باقی نہیں رہے گا جو انہیں ملزم کریں بلکہ خود ہم ہمیشہ کے لئے ملزم اور مغلوب اور جھوٹے متصور ہوں گے۔

ہماری اس تحریر کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ان مولویوں اور ناواقف مسلمانوں اور عیسائیوں سے متعلق ہے جو خواہ نخواہ عیسائیوں کو فتحیاب قرار دیتے ہیں اور ہماری فتح کے دلائل قاطعہ کو کمزور خیال کرتے ہیں اور اپنی خبث باطنی اور بخل اور عداوت کی وجہ سے اس سیدھی اور صاف بات کو نہیں سمجھتے جو نہایت بدیہی اور واضح ہے اور دوسرے حصہ میں آتھم صاحب کی خدمت میں ایک خط ہے جس میں ہم نے ان پر حجت اللہ پوری کر دی ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ بخیل مولویوں اور ناواقف مسلمانوں اور عیسائیوں کے اعتراض یہ ہیں جو ہم ذیل میں لکھ کر دفع کرتے ہیں:۔

(۱) اعتراض اول۔ پیشگوئی تو جھوٹی نکلی اب تاویلیں کی جاتی ہیں۔

الجواب۔ منصف بنو اور سوچو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور آنکھیں کھول کر اس الہام کو پڑھو جو مباحثہ کے اختتام پر لکھا گیا تھا۔ کیا اس کے دو پہلو تھے یا ایک تھا۔ کیا اس میں صریح اور صاف طور پر نہیں لکھا تھا کہ ہاویہ میں گرایا جاوے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اب قسمًا کہو کیا اس کو تاویل کہہ سکتے ہیں یا صریح شرط موجود ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا اختیار نہ تھا کہ دو پہلو میں سے جس کو چاہتا اسی کو پورے ہونے دیتا۔ کیا ہم نے پیچھے سے تاویل کے طور پر کوئی بات بنالی یا پہلے سے صاف اور کھلی کھلی شرط موجود ہے۔

اما اعتراض دویم بیشک خوف موجود تو ہے مگر یہ کہاں سے اور کیونکر ثابت ہوا کہ آتھم صاحب نے خوف کے دنوں میں رجوع اسلام کی طرف کر لیا تھا اور اسلامی عظمت کو دل میں بٹھا لیا تھا کیا کبھی تم نے اس کو کلمہ پڑھتے سُنا یا نماز پڑھتے دیکھا بلکہ وہ تو اب بھی اخباروں میں بھی چھپواتا ہے کہ میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔

الجواب۔ آتھم صاحب کا بیان بحیثیت شاہد مطلوب ہے نہ بحیثیت مدعا علیہ پس آتھم صاحب بغیر اس قسم غلیظ کے جس کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں اور جس کے لئے اب ہم تین ہزار روپیہ نقد ان کو دیتے ہیں۔ جو کچھ بیان فرما رہے ہیں یا اخباروں میں چھپوا رہے ہیں وہ سب بیان ایک مدعا علیہ کی حیثیت میں ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص مدعی علیہ کی حیثیت سے عدالت میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنی ذاتی اغراض اور سوسائٹی اور اپنے دوسرے دنیوی مصالح کے لحاظ سے نہ ایک دفعہ بلکہ لاکھ دفعہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس وقت حلف دروغی کا مجرم نہیں۔ اس قانون قدرت کو ہر یک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ قسم کے وقت دروغگو کو ضرور پکڑتا ہے۔ اس لئے اگر جھوٹے بے ایمان کو کوئی قسم غلیظ دی جاوے مثلاً بیٹا مر جانے کی ہی قسم ہو تو ضرور اس وقت وہ ڈرتا ہے اور حق کا رعب اس پر غالب آ جاتا ہے۔ پس یہی سبب ہے کہ آتھم صاحب قسم نہیں کھاتے اور صرف بحیثیت مدعا علیہ انکار کئے جاتے ہیں۔ پس اس عجیب تماشا کو لوگ دیکھ لیں کہ ہم تو ان کو بحیثیت گواہ کھڑا کر کے اور گواہوں کی طرح ایک قسم غلیظ دے کر اس الہام کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جس سے وہ منکر ہیں اور وہ بار بار بحیثیت ایک مدعیٰ علیہ کے اپنا عیسائی ہونا ظاہر کرتے ہیں یہ کس قدر دھوکا ہے جو لوگوں کو دے رہے ہیں۔ اس دجّالی فرقے کے مکروں کو دیکھو تو کیسے باریک ہیں۔ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت خوف کے دنوں میں اور ان دنوں میں جو دیوانوں کی طرح وہ بھاگتے پھرتے تھے اور جبکہ اُن پر بہت سا اثر دہشت پڑا ہوا تھا درحقیقت اسلامی عظمت اور صداقت سے متاثر نہیں تھے تو کیوں اب بحیثیت ایک گواہ کے کھڑے ہو کر قسم

نہیں کھاتے اور کیوں اس طریق فیصلہ سے گریز کر رہے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ اس طور سے قسم کھانے سے اُن کی جان نکلتی ہے جس طور کو ہم نے اپنے اشتہار ہزار روپیہ اور پھر اشتہار دو ہزار روپیہ میں بتصریح بیان کیا ہے یعنی یہ کہ وہ عام مجمع میں ہماری حاضری کے وقت ان صاف اور صریح لفظوں میں قسم کھا جاویں کہ میں نے میعاد پیشگوئی میں اسلام کی طرف ایک ذرہ رجوع نہیں کیا اور نہ اسلامی صداقت اور عظمت نے میرے دل پر کوئی ہولناک اثر ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی رُوحانی ہیبت نے ایک ذرہ بھی میرے دل کو پکڑا بلکہ میں مسیح کی الوہیت اور ابنیت اور کفارہ پر پورا اور کامل یقین رکھتا رہا۔ اور اگر میں خلاف واقعہ کہتا ہوں اور حقیقت کو چھپاتا ہوں تو اے قادر خدا مجھے ایک سال کے اندر ایسی موت کے عذاب سے نابود کر جو جھوٹوں پر نازل ہونا چاہئے۔ یہ قسم ہے جس کا ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں اور جس کے لئے ہم اشتہار شائع کرتے کرتے آج تین ہزار روپیہ تک پہنچے ہیں۔ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ ہم باضابطہ تحریر لے کر یعنی حسب شرائط اشتہار نہم ستمبر ۱۸۹۴ء تمسک لکھوا کر یہ تین ہزار روپیہ قسم کھانے سے پہلے دے دیں گے اور بعد میں قسم لیں گے۔ پھر کیوں آتھم صاحب پر اس بات کے سُننے سے غشی پر غشی طاری ہو رہی ہے۔ کیا اب وہ مصنوعی خدا فوت ہو گیا جس نے پہلے نجات دی تھی یا اس سے اب منجی ہونے کے اختیار چھین لئے گئے ہیں۔ ہمیں بالکل سمجھ نہیں آتا کہ کیسی شوخی اور دجالیت ہے کہ یُوں تو آتھم صاحب بحیثیت ایک مدعا علیہ کے بہت باتیں کریں یہانتک کہ اسلام کو جھوٹا مذہب بھی قرار دے دیں اور شیخی کی باتیں مُنہ سے نکالیں مگر جب بحیثیت شاہد ٹھہرا کر بطرز مذکورہ بالا ان سے قسم لینے کا وقت ہو تو ایسی خاموشی کے دریا میں غرق ہو جائیں کہ گویا وہ دنیا میں ہی نہیں رہے۔

کیا اے ناظرین! ان کے اس طرز طریق سے ثابت نہیں ہوتا کہ ضرور دال میں کالا ہے

٭ نوٹ۔ اس قسم کا نام قسم آئینی ہے یعنی وہ قسم ہو کر بعذاب موت کھائیں اور ہم آمین کہیں۔ آخری فیصلہ قسم ہے۔ اس لئے قانون انگریزی نے بھی ہر یک قوم عیسائی وغیرہ کے لئے عند الضرورت قسم پر حصر رکھا ہے۔ منہ ٭

غضب کی بات ہے کہ ایک ہزار روپیہ دینا کیا اور رجسٹری کر کے اشتہار بھیجا مگر وہ چُپ رہے۔ پھر دو ہزار روپیہ دینا کیا اور رجسٹری کر کے اشتہار بھیجا پھر بھی ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی۔ اور دونوں میعادیں گذر گئیں۔ اب یہ تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا جاتا ہے۔ کیا کسی کو امید ہے کہ اب وہ قسم کھانے کے لئے میدان میں آئیں گے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ وہ تو جھوٹ کی موت سے مر گئے۔ اب قبر سے کیونکر نکلیں۔ ان کو تو یہ باتیں سُن کر غش آتا ہے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں اور ایک عاجز اور خاکی انسان کو خدا بنا کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ میعاد کی زندان سے نکلے بولتے بھی نہیں تھے اور سرنگوں رہتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ شیطانی سوسائٹی سے مل کر اور دجالی ہوا کے لگنے سے دل سخت ہو گیا اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بھلا دیا۔ پس ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک سخت دل اور دُنیا پرست آدمی ایک ایسے مقدمہ میں پھنس جائے جس سے اس کو جان کا اندیشہ یا دائم الحبس ہونے کا خوف ہو تب وہ دل میں خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اپنی بد افعالیوں سے باز رہے اور پھر جب رہائی پا جائے تو اس رہائی کو بخت اور اتفاق پر حمل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو بھلا دیوے۔ قرآن کو کھول کر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کے ایسے لوگوں کے لئے کہ جو فرعونی صفت کا کوئی شعبہ اپنے اندر رکھتے ہیں کس قدر مثالیں دی ہیں چنانچہ منجملہ ان کے ایک کشتی کی بھی مثال ہے جب غرق ہونے لگی۔ پس اب آتھم صاحب اپنی دہریت پر ناز نہ کریں وہ قسم کھا دیں پھر عنقریب دیکھیں گے کہ خدا ہے اور وہی خدا ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے نہ وہ کہ کروڑہا اور بے شمار برسوں کے بعد مریم عاجزہ کے پیٹ سے نکلا اور پھر حباب کی طرح ناپدید ہو گیا۔

۳۔ اعتراض سویم یہ ہے کہ یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کسی پنڈت پاہندے یا رمال یا جفری کی پیشگوئی پر بھی جب کسی کی موت کی نسبت وہ بیان کرے تو ضرور بوجہ بشریت اس پیشگوئی کا خوف اور دہشت دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر آتھم صاحب کے دل پر بھی اسلامی پیشگوئی کی دہشت طاری ہوئی ہو تو کیوں اس خوف کو بھی بشریت کی طرف منسوب نہ کیا جاوے

الجواب۔ بشر تو بشریت سے کبھی منفک نہیں ہوتا لیکن جب بقول آپ کے اسلامی پیشگوئی کی عظمت اور صداقت نے آتھم صاحب کے دل پر اثر کیا اور ان کو ایک شدید خوف میں ڈال دیا تو بموجب تصریح قرآن کریم کے یہ بھی ایک رجوع کی قسم ہے کیونکہ اسلامی پیشگوئی کی تصدیق درحقیقت اسلام کی تصدیق ہے جیسا کہ منجم کی پیشگوئی سے وہ شخص ڈرتا ہے جو نجوم کو کچھ چیز سمجھتا ہے اور رمّال کی پیشگوئی سے وہی شخص خائف ہوتا ہے جو رمل کو کچھ حقیقت خیال کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی پیشگوئی سے وہی شخص ہراساں اور لرزاں ہوتا ہے جس کا دل اس وقت اسلام کا مکذب نہیں بلکہ مصدق ہے۔ اور ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اس قدر اسلام کی عظمت اور صداقت کو مان لینا اگرچہ نجات اخروی کے لئے مفید نہیں مگر عذاب دنیوی سے رہائی پانے کے لئے مفید ہے جیسا کہ قرآن کریم نے اس بارہ میں بار بار مثالیں پیش کی ہیں اور بارہا فرمایا ہے کہ ہم نے خوف اور تضرع کے وقت کفّار کو عذاب سے نجات دے دی حالانکہ ہم جانتے تھے کہ وہ پھر کفر کی طرف عود کریں گے۔ پس اسی قرآنی اصول کے موافق آتھم صاحب شدید خوف میں مبتلا ہو کر کچھ دنوں کے لئے موت سے نجات پا گئے کیونکہ انہوں نے اس وقت عظمت اور صداقت اسلامی کو قبول کیا اور رد نہ کیا جیسا کہ علاوہ ہمارے الہام کے ان کا پریشاں حال ان کی اس اندرونی حالت پر گواہ رہا۔ اور اگر یہ باتیں صحیح نہیں ہیں اور اسلام کا خدا ان کے نزدیک سچا خدا نہیں تو قسم کھانے سے کیوں وہ بھاگتے ہیں اور کونسا پہاڑ ان پر گرے گا جو انہیں کچل ڈالے گا۔ کیا وہ تجربہ نہیں کر چکے جو ہم جھوٹے ہیں۔ پس جھوٹوں کے مقابل پر تو پہلے سے زیادہ دلیری کے ساتھ میدان میں آنا چاہیئے۔* مگر حقیقت یہ ہے کہ وہی جھوٹے اور ان کا مذہب جھوٹا اور ان

---

*حاشیہ۔ بعض مخالف مولوی نام کے مسلمان اور ان کے چیلے کہتے ہیں کہ جبکہ ایک مرتبہ عیسائیوں کی فتح ہو چکی تو پھر بار بار آتھم صاحب کا مقابلہ پر آنا انصافاً ان پر واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بے ایمانو نیم عیسائیو دجّال کے ہمراہیو اسلام کے دشمنو۔ کیا پیشگوئی کے دو پہلو نہیں تھے پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرے پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال اور اپنے اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔ کیا وہ

کی ساری باتیں جھوٹی ہیں اور اس پر یہی دلیل کافی ہے کہ جیساکہ جھوٹے بزدل اور ہراساں ہوتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اپنے جھوٹ کی شامت سے سچ مچ مر ہی نہ جائیں یہی حال ان کا ہو رہا ہے۔ اگر آتھم صاحب پندرہ مہینہ کے تجربہ سے مجھے کاذب معلوم کر لیتے تو ان سے زیادہ میرے مقابل پر اور کوئی بھی دلیر نہ ہوتا اور وہ قسم کھانے کے لئے مستعد ہو کر اس طرح میدان میں دوڑ کر آتے کہ جس طرح چڑیا کے شکار کی طرف باز دوڑتا ہے۔ مطالبہ قسم پر ان کو باغ باغ ہو جانا چاہیئے تھا کہ اب جھوٹا دشمن قابو میں آگیا۔ مگر یہ کیا آفت پڑی کیوں اب تجربہ کے بعد مقابل پر نہیں آتے۔ یہی سبب ہے کہ انہیں میرے الہام کی حقیقت معلوم ہے دوسرے احمق عیسائی اور مسلمان نہیں جانتے مگر وہ خوب جانتے ہیں۔

ناظرین! کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ میدان میں قسم کھانے کے لئے آجائیں گے۔ ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کبھی جھوٹے بھی ایسی بہادری دکھلاتے ہیں جو ایمانی قوت پہنچتی ہو۔ ان کے تو ڈر کے دست نکلتے رہے۔ غشی پر غشی طاری ہوتی رہی۔ سو خدا نے جو سزا دینے میں دھیما اور رحم میں سب سے بڑھ کر ہے اپنی الہامی شرط کے موافق اُن سے معاملہ کیا۔ اب چڑیا اپنے پنجرہ سے نکلی ہوئی پھر کیونکر اسی پنجرہ میں داخل ہو جائے۔

پیارے ناظرین! کیا تم ہماری تحریروں کو غور سے نہیں دیکھتے کیا سچائی کی شوکت تمہیں ان کے اندر معلوم نہیں ہوتی۔ کیا نور فراست تمہارا گواہی نہیں دیتا کہ یہ ایمانی قوت اور شجاعت اور یہ استقلال دروغگو سے کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیا میں پاگل ہو گیا یا میں دیوانہ ہوں کہ اگر قطعی طور مجھے علم نہیں دیا گیا تو یونہی تین ہزار روپیہ برباد کرنے کو طیار ہو گیا ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ نہیں ڈرتے رہے۔ کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا پھر اگر وہ ڈر انسانی تلوار سے تھا نہ آسمانی تلوار سے تو اس شبہ کے مٹانے کے لئے کیوں قسم نہیں کھاتے۔ پھر جبکہ اس طرف سے ہزارہا روپیہ کے انعام کا وعدہ نقد کی طرح پا کر پھر بھی قسم سے انکار ور گریز ہے تو عیسائیوں کی فتح کیا ہوئی کیا تمہاری ایسی تیسی ہے۔ منہ ✦

ذرا ہوش میں ہو اور اپنے صحیح وجدان سے کام لو۔ اور یہ کہنا کہ کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر ہوا ہو کس قدر صداقت کا خون کرنا ہے۔ اگر اثر نہیں تھا تو کیوں آتھم صاحب چوروں کی طرح بھاگتے پھرے اور کیوں اپنی سچائی کی بنا پر اب قسم کھانے کے لئے میدان میں نہیں آتے خط پر خط رجسٹری کرا کر بھیجے گئے وہ مُردے کی طرح بولتے نہیں۔

۴۔ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ایک صاحب اپنے اشتہار میں مجھ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ تم نے مباحثہ میں آتھم صاحب کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تم عمداً حق کو چھپا رہے ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ اس وقت بھی بقول تمہارے اسلام کو حق جانتے تھے۔ پس پیشگوئی کی میعاد میں کونسی نئی بات اُن سے ظہور میں آئی۔

الجواب۔ جاننا چاہئے کہ امن کی حالت میں اپنے کفر کی حمایت کر کے حق کو چھپانا اور اپنے مخالفانہ دلائل کو مکرر سمجھ کر پھر بھی بحث کے وقت انہیں کو فروغ دینا اور اسلامی دلائل کو بہت قوی پا کر پھر بھی اُن سے عمداً حق پوشی کی راہ سے مُنہ پھیرنا یہ اَور بات ہے۔ لیکن خوف کے دنوں میں درحقیقت اسلامی صداقت کا خوف اپنے دل پر ڈال لینا یہاں تک کہ شدت خوف سے دیوانہ سا ہو جانا یہ اَور چیز ہے اور دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور موجب التواء عذاب شق دوم ہے نہ شق اوّل۔

۵۔ پانچواں اعتراض یہ ہے کہ ایک سال کی میعاد کی کیا ضرورت ہے خدا ایک دن میں جھوٹے کو مار سکتا ہے۔

الجواب۔ ہاں بے شک خدائے قادر ذوالجلال ایک دن میں کیا بلکہ ایک طرفۃ العین میں مار سکتا ہے۔ مگر جب اس نے الہامی تفہیم سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تو اس کی پیروی کرنا لازم ہے کیونکہ وہ حاکم ہے مثلاً وہ اپنی قدرت کے رُو سے ایک دن میں انسان کے نُطفہ کو بچہ بنا سکتا ہے۔ لیکن جب اس نے اپنے قانون قدرت کے ذریعہ سے ہمیں سمجھا دیا کہ یہی اس کا ارادہ ہے کہ نو مہینہ میں بچہ بنا دے تو بعد اس کے نہایت جہالت کی اور گستاخی ہو گی

کہ ہم ایسا اعتراض کریں۔ کیا ہمیں خدا تعالیٰ کے ارادوں اور حکموں کی پیروی کرنا لازم ہے یا یہ کہ اپنے ارادوں کا اس کو پیرو بنا دیں۔ اس کی قدرت تو دونوں پہلو رکھتی ہے چاہے تو ایک طرفۃ العین میں کسی کو ہلاک کر دے۔ اور چاہے تو کسی اور مدت تک مثلاً ایک سال تک کسی پر موت وارد کرے اور پھر جب اسی کی تفہیم سے معلوم ہوا کہ اپنی قدرت کے وارد کرنے میں اس نے ایک سال کی مدت کو ارادہ کیا ہے تو یہ کہنا سخت بے جا ہے کہ یہ ارادہ اس کی قدرت کے مخالف ہے۔ صدہا کام ہیں جو وہ ایک دم میں کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا دنیا کو بھی چھ دن میں بنایا اور کھیتوں کو بھی اس مدت تک پکاتا ہے جو اس نے مقرر کر رکھی ہے اور ہر اک شے کے لئے اس کے قانون قدرت میں اجل مقرر ہے۔ پس قانون الہام بھی اسی قانون قدرت کے مشابہ صفات باری کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ سیاپا ایسے لوگ کیوں کر رہے ہیں جو حضرت مسیح کو قادر مطلق خیال کرتے ہیں۔ کیا اُن کا وہ مصنوعی خدا ایک سال تک آتھم صاحب کو بچا نہیں سکتا حالانکہ ان کی عمر بھی کچھ ایسی بڑی نہیں ہے بلکہ میری عمر سے صرف چند سال ہی زیادہ ہیں۔ پھر اس مصنوعی خدا پر کونسی ناتوانی طاری ہو جائے گی کہ ایک سال تک بھی ان کو بچا نہیں سکے گا۔ ایسے خدا پر نجات کا بھروسہ رکھنا بھی سخت خطرناک ہے جو ایک سال کی حفاظت سے بھی عاجز ہے۔ کیا ہم نے عہد نہیں کیا کہ ہمارا خدا اس سال میں ضرور ہمیں مرنے سے بچالے گا اور آتھم صاحب کو اس جہان سے رخصت کر دیگا کیونکہ وہی قادر اور سچا خدا ہے جس سے بد نصیب عیسائی منکر ہیں اور اپنے جیسے انسان کو خدا بنا بیٹھے ہیں۔ تبھی تو بزدل ہیں اور ایک سال کے لئے بھی اس پر بھروسہ نہیں رکھ سکتا اور سچ ہے باطل معبودوں پر بھروسہ کیونکر ہو سکے اور نور فطرت کیونکر گواہی دیوے کہ ایسا عاجز معبود ایک سال تک بچا سکے گا بلکہ ہم نے تو اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آتھم صاحب اپنے مصنوعی خدا کو ایسا ہی کمزور اور گیا گذرا یقین کر بیٹھے ہیں تو اتنا کہہ دیں کہ وہ ابن اللہ کے نام کا خدا ایک سال تک مجھے بچا نہیں سکتا تو ہم اس اقرار کے

بعد تین دن ہی منظور کر لیں گے۔ مگر وہ کسی طرح میدان میں نہیں آویں گے کیونکہ جھوٹے کو اپنے جھوٹ کا دھڑکا شروع ہو جاتا ہے اور سچے کے مقابل پر آنا اس کو ایک موت کا مقام معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ چھٹا اعتراض یہ ہے کہ کیا خدا آتھم کے منافقانہ رجوع سے اپنے زبردست وعدہ کو ٹال سکتا تھا حالانکہ وہ خود ہی فرماتا ہے ولن یؤخر اللہ نفسًا اذا جاء اجلہا یعنی جب وعدہ پہنچ گیا تو کسی جان کو مہلت نہیں دی جاتی۔

الجواب۔ آپ سن چکے ہیں کہ وہ وعدہ خدا تعالیٰ کے الہام میں قطعی وعدہ نہ تھا اور نہ فیصلہ ناطق تھا بلکہ مشروط بشرط تھا اور بصورت پابندی شرط کے وہ شرط قرار دادہ بھی وعدہ میں داخل تھی۔ سو آتھم نے خوف کے دنوں میں بیشک حق کی طرف رجوع کیا اور وہ رجوع منافقانہ نہیں تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق موت میں تاخیر ڈال دی افسوس کہ نادان لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ انسان کی فطرت میں یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ وہ باوجود شقی ازلی ہونے کے شدت خوف اور ہول کے وقت میں خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے لیکن اپنی شقاوت کی وجہ سے پھر بلا سے رہائی پا کر اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ جیسے فرعون کا دل ہر ایک رہائی کے وقت سخت ہوتا رہا۔ سو ایسے رجوع کا نام خدا تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں منافقانہ رجوع نہیں رکھا کیونکہ منافق کے دل میں کوئی سچا خوف نازل نہیں ہوتا اور اس کے دل پر حق کا رعب اثر نہیں ڈالتا۔ لیکن اس شقی کے دل میں راہ راست کی عظمت کو خیال میں لا کر ایک سچا خوف پیشگوئی کے سننے کے وقت میں بال بال میں بھر جاتا ہے۔ مگر چونکہ شقی ہے اس لئے یہ خوف اسی وقت تک رہتا ہے جب تک نزول عذاب کا اس کو اندیشہ ہوتا ہے اس کی مثالیں قرآن کریم اور بائبل میں بکثرت ہیں جن کو ہم نے رسالہ انوار الاسلام میں تفصیل لکھ دیا ہے۔

غرض منافقانہ رجوع درحقیقت رجوع نہیں ہے۔ لیکن جو خوف کے وقت میں ایک

شقی کے دل میں واقعی طور پر ایک ہراس اور اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے اس کو خدا تعالیٰ نے رجوع میں ہی داخل رکھا ہے اور سنت اللہ نے ایسے رجوع کو دنیوی عذاب میں تاخیر پڑنے کا موجب ٹھہرایا ہے گو اخروی عذاب ایسے رجوع سے ٹل نہیں سکتا مگر دنیوی عذاب ہمیشہ ٹلتا رہا ہے اور دوسرے وقت پر پڑتا رہا ہے۔ قرآن کو غور سے دیکھو اور جہالت کی باتیں مت کرو۔ اور یاد رہے کہ آیتہ لن یؤخر اللہ نفسا کو اس مقام سے کچھ تعلق نہیں اس آیت کا تو مدعا یہ ہے کہ جب تقدیر مبرم آجاتی ہے تو ٹل نہیں سکتی۔ مگر اس جگہ بحث تقدیر معلق میں ہے جو مشروط بشرائط ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آپ فرماتا ہے۔ کہ میں استغفار اور تضرع اور غلبہ خوف کے وقت میں عذاب کو کفار کے سر پر سے ٹال دیتا ہوں اور ٹالتا رہا ہوں۔ پس اس سے بڑھ کر سچا گواہ اور کون ہے جس کی شہادت قبول کی جائے

۷۔ ساتواں اعتراض یہ ہے۔ اگر رجوع کے بعد عذاب ٹل سکتا ہے تو اب بھی اگر آتھم قسم کھا کر پھر اندر ہی اندر رجوع کرلے تو چاہیئے کہ عذاب ٹل جائے تو اس صورت میں ایک شریر انسان کے لئے بڑی گنجایش ہے اور ربانی پیشگوئیوں کا بالکل اعتبار اٹھ جائیگا

الجواب۔ قسم کھانے کے بعد خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فیصلہ قطعی کرے۔ سو قسم کے بعد ایسے مکار کا پوشیدہ رجوع ہرگز قبول نہیں ہوگا کیونکہ اس میں ایک دُنیا کی تباہی ہے اور قسم فیصلہ کے لئے ہے اور جب فیصلہ نہ ہوا اور کوئی مکار پوشیدہ رجوع کر کے حق پر پردہ ڈال سکا تو دُنیا میں گمراہی پھیل جائے گی۔ اس لئے قسم کے بعد خدا تعالےٰ کا عمداً یہ ارادہ ہوتا ہے کہ حق کو باطل سے علیحدہ کردے تا امر مشتبہ کا فیصلہ ہو جائے۔

۸۔ آٹھواں اعتراض یہ ہے کہ اگر صداقت کا صرف اقبال یا اقرار باعث تاخیر موت ہے تو ہم اہل اسلام کو کبھی موت نہیں آنی چاہئیے کیونکہ صداقت کے پیرو ہیں جبکہ دشمن خدا ذرا سے منافقانہ رجوع کے باعث جو وہ بھی پوشیدہ ہے موت سے بچ جائے تو ہم جو علی رؤس الاشہاد رجوع کئے بیٹھے ہیں بیشک حیات جاودانی کے مستحق ہیں۔

الجواب ۔ عزیز من جو لوگ سچے دل سے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل ہیں اور پھر بعد اس کے ایسے کام نہیں کرتے جو اس کلمہ کے مخالف ہیں بلکہ توحید کو اپنے دل پر وارد کر کے رسالت محمدیہ کے جھنڈے کے نیچے ایسی استقامت سے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کوئی ہولناک آواز بندوق یا توپ کی ان کو اس جگہ سے جنبش نہیں دے سکتی اور نہ تیز تلواروں کی چمکیں ان کی آنکھوں کو خیرہ کر سکتی ہیں اور نہ وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو کر اس جھنڈے سے باہر آ سکتے ہیں بیشک وہ لوگ حیات جاودانی پائیں گے۔ کس خبیث نے کہا کہ نہیں پائیں گے اور وہ دائمی زندگی کے ضرور ہی وارث ہوں گے کون ملعون کہتا ہے کہ نہیں وارث ہوں گے لیکن ایک کافر یا فاسق کا خوف کے دنوں میں کچھ مدت تک عذاب سے بچ جانا یہ خدا رحیم کی طرف سے ایک مہلت دینا ہے تا شاید وہ ایمان لاوے یا اس پر حجت پوری ہو جائے اور جب اللہ تعالےٰ ایک کافر کو اپنے غضب کی آگ سے ہلاک کرنا چاہے تو اس کی یہی سنت قدیم ہے کہ وہ خوف سے بھرے ہوئے رجوع کے وقت خواہ وہ رجوع بعد ایام خوف قائم رہنے والا ہو یا نہ ہو ضرور عذاب کو کسی دوسرے وقت پر ٹال دیتا ہے ۔ مگر مومنوں کی موت اگر اس کا وقت پہنچ گیا ہو تو وہ بطور عذاب نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب کی طرف پہنچاتا ہے ۔ اور وہ مرنے کے بعد اس لذت اور راحت کے وارث ہو جاتے ہیں جس کی نظیر اس دُنیا میں نہیں۔ مگر کافر کے لئے موت جہنم کا پہلا زینہ ہے جو اس سے گرتے ہی داخل ہاویہ ہوتا ہے۔

۹ ۔ نواں اعتراض یہ ہے کہ اگر پادری رایٹ فریق مخالف میں سے پیشگوئی کی میعاد میں مر گئے تو اس کے مقابلہ میں آپ کے کئی مقرب عیسائی ہو گئے

الجواب ۔ اے صاحب ۔ آپ متوجہ ہو کر سُنیں اور ہم سچ کہتے ہیں اور کاذب

پر لعنت اللہ ہے کہ ہمارا کوئی مقرب یا بیعت کا سچا تعلق رکھنے والا عیسائی نہیں ہوا۔ ہاں دو بدچلن اور خراب اندرون آدمی آنکھوں کے اندھے جن کو دین سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا منافقانہ طور سے بیعت کرنے والوں میں داخل ہو گئے تھے۔ لیکن ہم نے یہ معلوم کرکے کہ یہ بدچلن اور خراب حالت کے آدمی ہیں ان کو اپنے مکان سے نکال دیا تھا اور ناپاک طبع پاک بیعت کے سلسلہ سے الگ کر دیا تھا۔ اب فرمائیے کہ ان کا ہم سے کیا تعلق رہا اور ان کے مرتد ہونے سے ہمیں کیا رنج پہنچا۔ پادریوں پر یہ بھی زوال آیا کہ اُن کو انہوں نے قبول کیا۔ اور آخر دیکھیں گے کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ حرام خور آدمی کسی قوم کے لئے جائے فخر نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کو اس بیان میں شک ہو تو قادیان میں آویں اور ہم سے پورا پورا ثبوت لے لیں۔ لیکن رائٹ تو اپنی اس حیثیت منصبی اور سرگروہی کی عزت سے معطل نہیں کیا گیا تھا۔ اور وہی تھا جس نے مباحثہ کے پہلے انگریزی میں شرائط لکھے تھے۔ پھر آپ کیوں ایسی صریح اور چمکتی ہوئی صداقت پر خاک ڈالتے ہیں۔ یہ بات نہایت صاف ہے کہ اس جنگ میں جس کا نام پادریوں نے خود اپنے مُنہ سے جنگ مقدس رکھا تھا شکست کی چاروں صورتیں ان بندہ پرست نصرانیوں کو نصیب ہوئیں کیونکہ کوئی ان میں سے مارا گیا اور کوئی زخمی ہوا یعنی بیمار شدید ہوا اور مرمر کے بچا اور کوئی لعنتوں کے زنجیر میں گرفتار ہوا۔ اور کوئی بھاگ گیا اور اسلامی جھنڈے کے نیچے پناہ لے کر جان بچائی۔ پس اس کھلی کھلی اور فاش شکست سے انکار کرنا نہ صرف حماقت بلکہ پرلے درجہ کی بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے۔ لیکن اگر مغلوب اور ذلیل پادریوں کو خواہ نخواہ غالب قرار دینا ہے تو ہم آپ کی زبان کو نہیں پکڑ سکتے۔ ورنہ سچ تو یہی ہے کہ اس پیشگوئی کے بعد پادریوں پر بہت ہی ذلت کی مار پڑی ہے۔ عین میعاد پیشگوئی میں پادری رائٹ صاحب عین جوانی میں جہنم کی رونق افروزی کے لئے اس دُنیا سے بُلائے گئے اور ان کی موت پر اس قدر سیاپے اور دردناک نوحے ہوئے کہ عیسائیوں نے آپ اقرار کیا کہ بے وقت ہم پر قہر نازل ہوا۔

پھر دوسری ذلّت دیکھو کہ پچاس برس کی مولویت کا دعویٰ جس کی بنا پر عماد الدین وغیرہ کا اسلامی تعلیم میں دخل دینا جاہلوں کی نظر میں معتبر سمجھا جاتا تھا نجاست کی طرح جھوٹ کی بدبو سے بھرا ہوا نکلا اور یک دفعہ بوسیدہ بنیاد کی طرح گر گیا اور ہزار لعنت کا رسّہ ہمیشہ کے لئے تمام ان پادریوں کے گلے میں پڑ گیا جو علم عربی میں دخل رکھنے کا دم مارتے تھے۔ کیا یہ ایسی ذلّت اور رسوائی ہے جو کسی کے چھپانے سے چھپ سکے اور کیا یہ وہ پہلی ذلّت نہیں ہے جو پادریوں کو ہندوستان میں اور پنجاب میں نصیب ہوئی جس کے اشتہارات یورپ اور امریکہ اور تمام بلاد میں پھیل کر عام طور پر جہالت اور دروغگوئی ان پادریوں کی جو مولوی کہلاتے تھے ثابت ہوئی اور ہمیشہ کے لئے یہ داغ ان کی پیشانی پر لگ گیا جو اَب ابدالدھر تک دُور نہیں ہو سکتا۔ کیا ایسی ذلّت کی کوئی نظیر ہمارے فریق میں پیشگوئی کے بعد آپ نے دیکھی۔ بھلا ذرا کلمہ طیبہ پڑھ کر بیان تو کرو تا ہم بھی سُنیں۔ اور پھر یہ ذلّتیں اور رُسوائیاں ابھی ختم کہاں ہوئیں۔ ہمارا اشتہار پر اشتہار نکالنا یہانتک کہ تین ہزار تک انعام دینا اور آتھم صاحب کی قسم کھانے سے جان نکلنا۔ کیا اس سے اسلام کی ہیبت اور صداقت بدیہی طور پر ثابت نہیں۔ کیا اب بھی عیسائیوں کے ذلیل اور جھوٹے ہونے میں کچھ کسر باقی رہ گئی ہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ رات کو آتھم کی موت کے لئے دعائیں مانگنا یہ بھی ایک عذاب تھا۔ سبحان اللہ کس قدر مسلمان کہلا کر بیہودہ باتیں آپ کے مُنہ سے نکل رہی ہیں۔ سچے مسلمان ہمیشہ غلبۂ اسلام کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور تہجد بھی پڑھتے ہیں اور نماز میں بھی ان کو رقت طاری ہوتی ہے اور آیت یبیتون لربھم سجدًا و قیامًا کا مصداق ہوتے ہیں۔ اگر یہی عذاب ہے تو ہماری دُعا ہے کہ قیامت میں بھی یہ عذاب ہم سے الگ نہ ہو۔ دُعا کرنا ہمیشہ نبیوں کا طریق اور صلحاء کی سنّت ہے اور عین عبادت ہے اس کا نام عذاب رکھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو دُنیا کے کیڑے ہیں اور رُوحانی جہان سے

بے خبر ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مومن صادق پر اس وقت دُکھ اور عذاب کی حالت وارد ہوتی ہے کہ جب نماز کی رقت اور پُر رقت دُعا اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ اے غافلو یہ تو دینداروں اور راستبازوں کا بہشت ہے نہ کہ عذاب ؎

ہر دم براہ جاناں سوزیست عاشقاں را　　　زجہاں چہ دید آنکس کہ ندید ایں جہاں را

۱۰۔ دسواں اعتراض یہ کہ پادری عماد الدین تو ایک جاہل آدمی ہے اور عربی سے بے بہرہ۔ وہ بیچارا عربی کتابوں کا جواب کیونکر لکھتا۔

الجواب۔ ایسا جاہل ایک مدّت دراز سے مولوی کہلاتا تھا اور ہزاروں نادان اس کو مولوی سمجھتے تھے تو کیا اس کی ان تالیفات سے ذلّت نہیں ہوئی اور کیا وہ بباعث عاجز رہ جانے کے اس ہزار لعنت کا مستحق نہ ہوا جو نور الحق کے چار صفحہ میں لکھی گئی۔ ماسوا اس کے اے حضرت اس سے تو ان تمام پادریوں کی ناک کٹ گئی جو مولوی کہلاتے تھے اور مولویت کے دھوکہ سے جاہلوں پر بداثر ڈالتے تھے نہ صرف عماد الدین کا ناک۔ کیا ایسی ثابت شدہ ذلّت اور لعنت کی نظیر ہماری جماعت کو بھی پیش آئی۔ آپ عیسائیوں کے حامی تو بنے۔ اب حلفاً پورا پورا جواب دیں۔

۱۱۔ گیارھواں اعتراض یہ ہے کہ ایک ہندو زادہ سعد اللہ نام لدھیانہ سے اپنے اشتہار ۱۶ ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے کہ صرف دل میں حق کی عظمت کو ماننا اور اپنے عقائد باطلہ کو غلط سمجھنا کسی طرح عمل خیر نہیں بن سکتا۔ یہ دجّال قادیانی کا ہی کام ہے کہ اس کا نام رجوع بحق رکھے۔

الجواب۔ اے احمق دل کے اندھے دجّال تو تُو ہی ہے جو قرآن کریم کے برخلاف بیان کرتا ہے اور نیز اپنی قدیم بے ایمانی سے ہمارے بیان کو محرّف کرکے لکھتا ہے۔ ہم نے کب اور کس وقت کہا جو ایسا رجوع جو خوف کے وقت میں ہو اور پھر انسان اس سے پھر جائے نجات اخروی کے لئے مفید ہے۔ بلکہ ہم تو بار بار کہتے

ہیں کہ ایسا رجوع نجات اخروی کے لئے ہرگز مفید نہیں۔ اور ہم نے کب آتھم نجات تو اُ
مشرک کو بہشتی قرار دیا ہے۔ یہ تو سراسر تیرا ہی افترا اور بے ایمانی ہے۔ ہم نے تو
قرآن کریم کی تعلیم کے موافق صرف یہ بیان کیا تھا کہ کوئی کافر اور فاسق جب عذاب کے
اندیشہ سے عظمت اور صداقت اسلام کا خوف اپنے دل میں ڈال لے اور اپنی شوخیوں
اور بے باکیوں کی کسی قدر رجوع کے ساتھ اصلاح کر لے تو خدا تعالیٰ وعدہ عذاب دنیوی
میں تاخیر ڈال دیتا ہے۔ یہی تعلیم سارے قرآن میں موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ جلشانہٗ کفار
کا قول ذکر کر کے فرماتا ہے۔ ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون۔ . . . اور
پھر جواب میں فرماتا ہے انا کاشفوا العذاب قلیلاً انکم عائدون۔ سورۃ الدخان
الجزو ۲۵۔ یعنی کافر عذاب کے وقت کہیں گے کہ اے خدا ہم سے عذاب دفع کر کہ ہم
ایمان لائے۔ اور ہم تھوڑا سا یا تھوڑی مدت تک عذاب دُور کر دیں گے مگر تم اے کافرو
پھر کفر کی طرف عود کرو گے۔ پس ان آیات سے اور ایسا ہی ان آیتوں سے جن میں
قریب الغرق کشتیوں کا ذکر ہے۔ صریح منطوق قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب دنیوی
ایسے کافروں کے سر پر سے ٹل جاتا ہے جو خوف کے دنوں اور وقتوں میں حق اور
توحید کی طرف رجوع کریں گو امن پا کر پھر بے ایمان ہو جائیں۔

بھلا اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اپنے معلّم شیخ بٹالوی کو کہو کہ قسم کھا کر
بذریعہ تحریر ظاہر کرے کہ ہمارا یہ بیان غلط ہے کیونکہ تم تو جاہل ہو تم ہرگز نہیں سمجھو گے
اور وہ سمجھ لے گا۔ اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیونکہ ہمارے بیان میں سچائی
کا نور دیکھے گا اور قرآن کے مطابق پائے گا۔ پس اب بتلا کہ کیا دجّال تیرا ہی نام ثابت
ہوا یا کسی اَور کا۔ حق سے لڑتا رہ۔ آخر اے مُردار دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے
عدو اللہ تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو
تیری نسبت الہام ہوا ہے انّ شانئک ھو الابتر۔ اور ہم نے اس طرح پر

آتھم کا رجوع بحق ہونا بے ثبوت نہیں کہا۔ کیا تُو سوچتا نہیں کہ اگر وہ سچا ہے تو کیوں قسم نہیں کھاتا۔ اگر ہی سچا ہے تو وہ سچی قسم کھانے سے کس پہاڑ کے نیچے آکر دب جائے گا۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ آتھم صاحب کا صرف بحیثیت مدعا علیہ انکار کرتے رہنا کچھ بھی چیز نہیں جھوٹ بولنا نصاریٰ کی سرشت میں داخل ہے۔ اگر بندہ پرست لوگ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے۔ مگر ہمارا تو یہ مطلب اور مدعا ہے کہ بحیثیت ایک گواہ کے کھڑا ہو کر مجمع عام میں اس مضمون کی قسم کھا جائیں جس کی ہم بار بار تعلیم کرتے ہیں مگر کیا اس نے اب تک قسم کھائی ہرگز نہیں اور تعجب کہ ہم نے لکھا تھا کہ جو ولد الحلال ہے اور درحقیقت عیسائی مذہب کو ہی غالب سمجھتا ہے تو چاہیئے کہ ہم سے دو ہزار روپیہ لے اور آتھم صاحب سے ہمارے منشاء کے موافق قسم دلا دے۔ پھر جو کچھ چاہے ہمیں کہتا رہے ورنہ یونہی اسلامی بحث پر مخالفانہ حملہ کرنا اور زبان سے مسلمان کہلانا کسی ولد الحلال کا کام نہیں۔ مگر میاں سعد اللہ صاحب نے آجتک آتھم صاحب کو قسم کھانے پر مستعد نہ کیا مگر عیسائیوں کو غالب سمجھتا رہا اور اپنے پر دانستہ وہ لقب لے لیا جس کو کوئی نیک طینت لے نہیں سکتا۔ اور پھر یہ نادان کہتا ہے کہ اگر مرنا ہی عذاب کی نشانی ہے تو قادیانی بھی ضرور ایک دن اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اے احمق تیری کیوں عقل ماری گئی۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا۔ یوں تو انبیاء بھی فوت ہو گئے بلکہ بعض شہید ہوئے اور ان کے دشمن فرعون اور ابوجہل وغیرہ بھی مرگئے یا مارے گئے لیکن وہ موت جو مقابلہ کے وقت اہل حق کی دُعا سے یا اہل حق کی ایذا سے یا اہل حق کی پیشگوئی سے اشقیاء پر وارد ہوتی ہے وہ عذاب کی موت کہلاتی ہے کیونکہ جہنم تک پہنچاتی ہے۔ مگر اہل حق اگر شہید بھی ہو جائیں تو وہ خدا کے فضل سے بہشت میں جاتے ہیں۔

۱۲۔ بارھواں اعتراض اسی ہندوزادہ کا یہ ہے کہ جب کوئی عمل نہ چلا تو ڈھکوسلا بنا لیا کہ آتھم نے رجوع بحق کیا ہے۔

الجواب۔ ہاں اے ہندوزادہ اب ثابت ہو گیا کہ ضرور تو حلال زادہ ہے۔ ہماری

اس شرط پر کہ کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے تکذیب نہ کرے خوب ہی تو نے عمل کیا آفرین
آفرین ہیچ کہہ کر یہ ڈھکوسلا اب بنالیا یا الہام میں پہلے سے شرط تھی اور کیا اس شرط کے
تصفیہ کے لئے ضرور نہ تھا کہ آتھم قسم کھا لیتا کیا قسم کے دو حرف مُنہ پر لانا اور تین ہزار
روپیہ نقد لینا ایک سچے آدمی کے لئے کچھ مشکل ہے !!!

۳۔ **بعض شبہات** ایسے لوگوں کی طرف سے ہیں جو اخلاص رکھتے ہیں لیکن بباعث
کمی معلومات بیخبر ہیں۔ پس ہم اس جگہ ان کے اوہام کو بھی بطور قولہ اقول دفع کر دیتے ہیں

قولہٗ آتھم اسلام کی طرف رجوع کرنے سے صریح اپنے خط مطبوعہ میں انکار کرتا ہے
صرف قسم کھا لینا اور روپیہ لینا باقی رہا ہے۔

اقول یہ انکار رنگ شہادت انکار نہیں بلکہ ایسے طور کا انکار ہے جیسے بدمعاملہ
مدعا علیہم کیا کرتے ہیں۔ پس ایسا انکار اس دعویٰ کو توڑ نہیں سکتا جو خود آتھم صاحب کی
عملی شہادت سے ثابت ہے کیا اس میں کچھ شک ہے کہ آتھم صاحب نے اپنی سراسیمگی
اور دن رات کی پریشانی اور گریہ و بکا اور ہر وقت مغموم اور اندوہناک رہنے سے
دکھا دیا کہ وہ ضرور اس پیشگوئی سے متاثر اور خائف رہے ہیں بلکہ آتھم صاحب نے خود
رو رو کر مجلسوں میں بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتے
رہے۔ چنانچہ ابھی ستمبر ۱۸۹۴ء کے مہینہ میں وہ اقرار نور افشاں میں چھپ بھی گیا ہے جس
کی اب وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ پیشگوئی سے ہمیں خوف نہیں تھا اور یہ اسلامی عظمت کا اثر
تھا بلکہ یہ خوف تھا کہ کوئی مجھ کو مار نہ دیوے لیکن انہوں نے خوف کا صریح اقرار کر کے پھر
اس کا کچھ ثبوت نہیں دیا کہ ایسا خوف جس نے ان کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا کیا سارا مدار
اس کا صرف اس وہم پر تھا کہ کوئی مجھ کو قتل نہ کر دیوے۔ پس جبکہ ہماری پیشگوئی کے بعد
یہ سارا خوف تھا جس کے وہ خود اقراری ہیں جس کو یاد کر کے اب بھی وہ زار زار روتے ہیں
تو بھلا یہ حق ہے کہ ہم ان کی اس تاویل کو مسلّم کی مد میں رکھ کر ان سے وہ ثبوت مانگیں جو

موجب تسلی ہو کیونکہ جبکہ وہ نفس خوف کے خود اقراری ہیں تو ہمیں انصافاً و قانوناً حق پہنچتا ہے کہ ان سے وہ قسم غلیظ لیں جس کے ذریعہ سے وہ حق بیان کر سکیں اور بغیر قسم کے ان کے بیانات لغو ہیں کیونکہ وہ باتیں بحیثیت مدعا علیہ کے ہیں۔

قولہ۔ آتھم صاحب کے ذمہ اس طرح پر قسم کھانا انصافاً ضروری نہیں۔

اقول۔ جبکہ آتھم صاحب کے وہ حالات جو پیشگوئی کی میعاد میں اُن پر وارد ہوئے جنہوں نے ان کو مارے خوف کے دیوانہ سا بنا دیا تھا بلند آواز سے پکار رہے ہیں کہ ایک ڈرانے والا اثر ضرور ان کے دل پر وارد ہوا تھا اور پھر بعد اس کے ان کی زبان کا اقرار بھی نور افشاں میں چھپ گیا کہ وہ ضرور اس عرصہ میں خوف اور ڈر کی حالت میں رہے اور جو ڈر کے وجوہ انہوں نے بیان کئے ہیں وہ ایسا دعویٰ ہے جس کو وہ ثابت نہیں کر سکے۔ پس اس صورت میں وہ خود انصافاً و قانوناً اس مطالبہ کے نیچے آ گئے کہ وہ اس الزام سے قسم کے ساتھ اپنی بریّت ظاہر کریں جو خود ان کے افعال اور ان کے بیان سے شُبہ کے طور پر اُن کے عاید حال ہوتا ہے۔ پس ان کی بریّت اس شُبہ سے جس کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا۔ اسی میں ہے کہ وہ ایسی قسم جو مجھ مدعی کو مطمئن کر سکتی ہو یعنی میرے منشاء کے موافق ہو جلسہ عام میں کھالیں اور یاد رہے کہ درحقیقت ان کے ایسے افعال سے جو اُن کی خوفناک حالت پر اور اُن کے ڈر سے بھرے ہوئے دل پر پندرہ مہینہ تک گواہی دیتے رہے اور اُن کے ایسے بیان سے جو دو دو کر اس زمانہ کی نسبت بتلایا جو نور افشاں ماہ ستمبر ۱۸۹۴ء میں چھپ گیا یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ وہ ضرور ایام پیشگوئی میں ڈرتے رہے۔ پس ان کا یہ دعویٰ کہ وہ عظمت حق کے خوف سے نہیں ڈرے بلکہ قتل کئے جانے سے ڈرے۔ اس دعویٰ کا بارِ ثبوت قانوناً و انصافاً انہیں کے ذمہ تھا جس سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکے۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ ایک قابل اطمینان ثبوت کے لئے ان کو قسم پر مجبور کریں اور

ان پر قانوناً واجب ہے کہ وہ اس طرح فیصلہ سے گریز نہ کریں جس طریق سے پورے طور پر اُن کے سر پر سے ہمارا شبہ اور الزام اُٹھ جائے۔ یہی وہ طریق ہے جس کو قانون انصاف چاہتا ہے۔ اب تم خواہ کسی وکیل یا بیرسٹر یا جج کو بھی پوچھ کر دیکھ لو۔ ہاں اگر آتھم صاحب اب حسب تجویز قرار دادہ ہماری کے قسم کھالیں تو بلاشبہ ان کی صفائی ہو جائے گی۔ اور اگر قسم کے ضرر سے بچ گئے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ واقعی طور پر اسلامی پیشگوئی سے ذرہ نہیں ڈرے بلکہ وہ اس لئے خائف رہے کہ ان کو یہ پرانا تجربہ تھا کہ یہ عاجز خونی آدمی ہے ہمیشہ ناحق کے خون کرتا رہا ہے لہذا اب ان کا بھی ضرور خون کردیگا۔

قولہ۔ اس قسم کی تحدی اور پھر خفی طریقوں سے اس کا ثبوت۔

اقول۔ عقلمند کے لئے یہ خفی طریقہ نہیں جس حالت میں پندرہ مہینہ تک آتھم صاحب کے خوف کے قصے اور ان کی سراسیمگی کی حالت دُنیا میں مشہور ہو گئی۔ پھر اب تک وہ زبان سے بھی رو رو کر اقرار کرتے ہیں کہ میں ضرور ڈرتا رہا مگر تلواروں کا خوف تھا گویا کسی راجہ یا نواب یا کسی ڈاکو نے ان کو قتل کی دھمکی دی تھی۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ یہ کمال درجہ کا خوف جو آپ سے ظاہر ہوا اگر یہ تلوار کا خوف تھا سچے دین کی عظمت اور قہر الٰہی کا خوف نہیں تھا تو آپ قسم کھائیں کیونکہ اب آپ کے یہ دل کا بھید بجز قسم کے فیصلہ نہیں پا سکتا تو آپ قسم کھانے سے کنارہ کر رہے ہیں۔ نہ ہزار روپیہ لیں۔ نہ دو ہزار روپیہ۔ اب اسی غرض سے تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا گیا مگر قسم کی اب بھی امید نہیں۔ تو اب انصافاً فرمایئے کہ کیا اب بھی ہمارے ثبوت کا طریقہ پوشیدہ ہے۔ دشمن تو اسی وقت سے پکڑا گیا کہ جب اس نے خوف کا اقرار کر کے پھر قسم کھانے سے انکار کیا۔ اور آپ کو یاد ہوگا کہ حدیبیہ کے قصہ کو خدا تعالیٰ نے فتح مبین کے نام سے موسوم کیا ہے اور فرمایا ہے انا فتحنا لك فتحا مبینا۔ وہ فتح اکثر صحابہ پر بھی مخفی تھی بلکہ بعض منافقین کے ارتداد کا موجب ہوئی۔ مگر دراصل وہ فتح مبین تھی گو اس کے

مقدمات نظری اور عمیق تھے۔ پس در اصل یہ فتح بھی حدیبیہ کی فتح کی طرح نہایت مبارک فتح اور بہت سی فتوحات کا مقدمہ اور بعض کے لئے موجب ابتلاء اور بعض کے لئے موجب اصطفاء ہے اور اس پیشگوئی کو بھی پوری کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں کہ الحق فی آل محمد اور الحق فی آل عیسیٰ اور جو لوگ ابتلا میں گرفتار ہوئے انہوں نے اپنی بدنصیبی سے اس پیشگوئی کے سارے پہلو غور سے نہیں دیکھے اور قبل اس کے جو غور کریں بعض جہالت اور سادگی سے اپنی کم عقلی کا پردہ فاش کر دیا اور کہا کہ یہ پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوئی۔ اگر وہ اس سنت اللہ سے خبر رکھتے جس کو قرآن کریم نے پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ فلما کشفنا عنهم العذاب اذا هم ینکثون۔ الجزو ۲۵ سورۃ الزخرف تو جلدی کر کے اپنے تئیں ندامت کے گڑھے میں نہ ڈالتے مگر ضرور تھا کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس زمانہ کے لئے پہلے سے فرمایا تھا وہ سب پورا ہوا۔ اور دوسرا دھوکہ ان کچے معترضوں کو یہ بھی لگا کہ وہ پیشگوئی کی عظمت اور کمال ظہور کو صرف اسی حد تک ختم کر بیٹھے حالانکہ جس الہام پر اس پیشگوئی کی کیفیت مبنی ہے اس میں یہ فقرات بھی ہیں۔ اطلع الله علی همه و غمه و لن تجد لسنة الله تبدیلا۔ ولا تعجبوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ و بعزتی و جلالی انک انت الاعلی و نمزق الاعداء کل ممزق ومکر اولئک هو یبور۔ انا نکشف السر عن ساقه۔ یومئذ یفرح المومنون ثلة من الاولین و ثلة من الآخرین۔ و هذه تذکرة فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا۔ دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۲۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک الہام کے لئے وہ سنت اللہ بطور امام اور مہیمن اور بیشرو کے ہے جو قرآن کریم میں وارد ہو چکی ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی الہام اس سنت کو توڑ کر ظہور میں آوے کیونکہ اس سے پاک نوشتوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ پھر جبکہ

قرآنی تعلیم نے صاف طور پر بتلا دیا کہ ایسا رجوع بھی دنیوی عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے جو محض دل کے ساتھ ہو اور معذالک ایسا ناقص بھی ہو جو امن کے ایام میں قائم نہ رہے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ آتھم اپنے اس رجوع سے فائدہ نہ اٹھاتا بلکہ اگر یہ شرط الہام میں بھی موجود نہ ہوگی تب بھی اس سنت اللہ سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا کیونکہ کوئی الہام ان سنتوں کو باطل نہیں کرسکتا جو قرآن کریم میں آچکی ہیں۔ بلکہ ایسے موقعہ پہ الہام میں شرط مخفی کا اقرار کرنا پڑے گا جیسا کہ اس پہ تمام اصفیاء اور اولیاء کا اتفاق ہے۔

۱۴۔ اعتراض چودھواں۔ در اصل آتھم صاحب کے حواس قائم نہیں ہیں اور اب تک کچھ دہشت زدہ ہیں اس لئے پادری صاحبان ان کو قسم کھانے پر آمادہ نہیں کر سکتے اس اندیشہ سے کہ شاید قسم کھانے کے وقت اسلام کا اقرار ہی نہ کریں۔

الجواب۔ اگر آتھم صاحب کے حواس میں خلل ہے تو سوال یہ ہے کہ آیا یہ خلل پیشگوئی کے پہلے بھی موجود تھا یا پیشگوئی کے بعد ہی ظہور میں آیا۔ اگر پیشگوئی کے پہلے موجود تھا تو ایسا خیال بدیہی البطلان ہے کیونکہ وہ اس حالت میں بحث کے لئے کیونکر اور کیوں منتخب کئے گئے اور طرفہ یہ کہ خود ڈاکٹر نے ان کو اس بحث کے لئے منتخب کیا تھا تو بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت ڈاکٹر مارٹین کلارک کے حواس میں بھی خلل تھا۔ اور اگر یہ خلل پیشگوئی کے بعد میں پیدا ہوا تو پھر وہ پیشگوئی کی تاثیرات میں سے ایک تاثیر سمجھی جائیگی اور عذاب مقدر کا ایک جزو متصور ہوگا۔ اور اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جیسا کہ اکثروں کا خیال ہے کہ جو تحریریں آتھم صاحب کی طرف سے نور افشاں میں شائع کی گئیں ہیں یا جو اُن کے خطوط بعضوں کو پہنچے ہیں یہ باتیں ان کے دل و دماغ سے نہیں نکلیں بلکہ طوطے کی طرح ان کے منہ سے نکلوائی گئیں یا لکھوائی گئیں ہیں۔ ورنہ ان کو معلوم نہیں کہ ان کے منہ سے کیا نکلا یا اُن کے قلم نے کیا لکھا کیونکہ جبکہ حواس میں خلل ہے تو کسی بات پر کیا اعتماد۔

دوسرا حصہ اس اشتہار کا خاص طور پر آتھم صاحب کی خدمت میں بطور مخاطبہ کے ہے

اور وہ یہ ہے۔

از طرف عبد اللہ الاحد احمد عافاہ اللہ و اید۔ آتھم صاحب کو معلوم ہو کہ میں نے آپ کا وہ خط پڑھا جو آپ نے نور افشاں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے میں چھپوایا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ اُس خط میں دونو ہاتھ سے کوشش کر رہے ہیں کہ حق ظاہر نہ ہو میں نے خدا تعالیٰ سے سچا اور پاک الہام پاکر یقینی اور قطعی طور پر جیسا کہ آفتاب نظر آجاتا ہے معلوم کر لیا ہے کہ آپ نے میعاد پیشگوئی کے اندر اسلامی عظمت اور صداقت کا سخت اثر اپنے دل پر ڈالا اور اسی بنا پر پیشگوئی کے وقوع کا ہم و غم کمال درجہ پر آپ کے دل پر غالب ہوا۔ میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل صحیح ہے اور خدا تعالیٰ کے مکالمہ سے مجھ کو یہ اطلاع ملی ہے اور اس پاک ذات نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ جو انسان کے دل کے تصورات کو جانتا اور اس کے پوشیدہ خیالات کو دیکھتا ہے[*] اور اگر میں اس بیان میں حق پر نہیں تو خدا مجھ کو آپ سے پہلے موت دے۔ پس اسی وجہ سے میں نے چاہا کہ آپ مجلس عام میں قسم غلیظ موکد بعذاب موت کھاویں ایسے طریق سے جو میں بیان کر چکا ہوں تا میرا اور آپ کا فیصلہ ہو جائے اور دُنیا تاریکی میں نہ رہے اور اگر آپ چاہیں گے تو میں بھی ایک برس یا دو برس یا تین برس کے لئے قسم کھا لوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سچا ہرگز برباد نہیں ہو سکتا بلکہ وہی ہلاک ہوگا جس کو جھوٹ نے پہلے

---

[*] نوٹ۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام پندرہ مہینہ کے اندر کیوں شائع نہ کیا۔ سو واضح ہو کہ پندرہ مہینہ کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا۔ پھر جبکہ الہام نے اپنی صداقت کا پورا ثبوت دے دیا تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے۔ منہ

سے ہلاک کر دیا ہے۔ اگر صدق الہام اور صدق اسلام پر مجھے قسم دی جائے تو مَیں آپ سے ایک پیسہ نہیں لیتا۔ لیکن آپ کے قسم کھانے کے وقت تین ہزار کے بدلے پہلی پیش کئے جائیں گے۔ یا تحریر باضابطہ لے کر پہلے ہی دے دیئے جائیں گے۔ اگر مَیں روپیہ دینے میں ذرہ بھی توقف کروں تو اسی مجلس میں جھوٹا ٹھہر جاؤں گا۔ مگر وہ روپیہ ایک سال تک بطور امانت آپ کے ضامنوں کے پاس رہے گا۔ پھر آپ زندہ رہے تو آپ کی ملک ہو جائے گا اور اگر اس کے سوا میرے لئے میرے کاذب نکلنے کی حالت میں سزائے موت بھی تجویز ہو تو بخدا اس کے بھگتنے کے لئے بھی تیار ہوں مگر افسوس سے لکھتا ہوں کہ اب تک آپ اس قسم کے کھانے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ اگر آپ سچے ہیں اور مَیں ہی جھوٹا ہوں تو کیوں میرے روبرو جلسہ عام میں قسم مؤکد بعذاب موت نہیں کھاتے۔ مگر آپ کی یہ تحریریں جو اخباروں میں یا خطوط کے ذریعہ سے آپ شائع کر رہے ہیں بالکل سچائی اور راستبازی کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ یہ باتیں بحیثیت ایک مدعاعلیہ کے آپ کے مُنہ سے نکل رہی ہیں جو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ اور مَیں چاہتا ہوں کہ بحیثیت ایک گواہ کے جلسہ عام میں حاضر ہوں یا چند ایسے خاص لوگوں کے جلسہ میں جن کی تعداد فریقین کی منظوری سے قائم ہو جائے آپ خوب سمجھتے ہیں کہ فیصلہ کرنے کے لئے اخیری طریق حلف ہے۔ اگر آپ اس فیصلہ کی طرف رُخ نہ کریں تو آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ آئندہ کبھی عیسائی کہلاویں۔ مجھے حیرت پر حیرت ہے کہ اگر واقعی طور پر آپ سچے اور مَیں مفتری ہوں تو پھر کیوں ایسے فیصلہ سے آپ گریز کرتے ہیں جو آسمانی ہوگا اور صرف سچے کی حمایت کرے گا اور جھوٹے کو نابود کر دے گا۔ بعض نادان عیسائیوں کا یہ کہنا کہ جو ہونا تھا ہو چکا عجیب حماقت اور بے دینی ہے۔ وہ اس امر واقعی کو کیونکر اور کہاں چھپا سکتے ہیں کہ دو پہلی پیشگوئی دو پہلو پر مشتمل تھی۔ پس اگر ایک ہی پہلو پر مدار فیصلہ رکھا

جائے تو اس سے بڑھ کر کونسی بے ایمانی ہوگی۔ اور دوسرے پہلو کے امتحان کا وہی ذریعہ ہے جو الٰہی تفہیم نے میرے پر ظاہر کیا یعنی یہ کہ آپ قسم موکد بعذاب موت کھا جائیں۔ اب اگر آپ قسم نہ کھائیں اور یونہی فضول گو مدعا علیہوں کی طرح اپنی عیسائیت کا اظہار کریں تو ایسے بیانات شہادت کا حکم نہیں رکھتے بلکہ تعصب اور حق پوشی پر مبنی سمجھے جاتے ہیں سو اگر آپ سچے ہیں تو میں آپ کو اس پاک قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام یا خاص میں حسب شرح بالا قسم موکد بعذاب موت کھاویں تا حق اور باطل میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جائے۔

اب میں آپ کی اس مہمل تقریر کی جو آپ نے پرچہ نور افشاں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء میں چھپوائی ہے حقیقت ظاہر کرتا ہوں کیا وہ ایک شہادت ہے جو فیصلہ کے لئے کارآمد ہو سکے ہرگز نہیں وہ تو مدعا علیہوں کے رنگ میں ایک یکطرفہ بیان ہے جس میں آپ نے جھوٹ بولنے اور حق پوشی سے ذرا خوف نہ کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ بیان بطور بیان شاہد قسم کے ساتھ موکد نہیں بلکہ جاہلوں کے لئے ایک محض تسلی ہے۔ پھر آپ زبان دبا کر یہ بھی اس میں اشارہ کرتے ہیں کہ میں عام عیسائیوں کے عقیدہ الٰہیت و الوہیت کے ساتھ متفق نہیں اور نہ میں ان عیسائیوں سے متفق ہوں جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بیہودگی کی اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ قریب ستر برس کی میری عمر ہے اور پہلے اس سے اسی سال کے کسی پرچہ نور افشاں میں چھپا تھا کہ آپ کی عمر چونسٹھ برس کے قریب ہے پس میں متعجب ہوں کہ اس فکر سے کیا فائدہ کیا آپ عمر کے لحاظ سے ڈرتے ہیں کہ شاید میں فوت ہو جاؤں مگر آپ نہیں سوچتے کہ بجز ارادہ قادر مطلق کوئی فوت نہیں ہو سکتا جبکہ میں بھی قسم کھا چکا اور آپ بھی کھائیں گے تو جو شخص ہم دونوں میں جھوٹا ہوگا وہ دنیا پر اتمام ہدایت ڈالنے کے لئے اس جہان سے اٹھا لیا جائے گا۔ اگر آپ

جو ستّر برس کے ہیں تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ کے ہو چکی۔ وہ خداؤں کی لڑائی ہے ایک اسلام کا اور ایک عیسائیوں کا۔ پس جو سچا اور قادر خدا ہوگا وہ ضرور اپنے بندہ کو بچالے گا۔ اگر آپ کی نظر میں کچھ عزت اس مسیح کی ہے۔ جس نے مریم صدیقہ سے تولد پایا تو اس عزت کی سفارش پیش کرکے پھر میں آپ کو خداوند قادر مطلق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس اشتہار کے منشاء کے موافق عام مجلس میں قسم موکد بعذاب موت کھاویں۔ یعنی یہ کہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلامی عظمت اور صداقت کا کچھ اثر اپنے دل پر نہیں ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی حقانی ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور نہ میرے دل نے اسلام کو حقانی مذہب خیال کیا بلکہ میں در حقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا رہا۔ اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اے قادر خدا جو دل کے تصورات کو جانتا ہے اس بیباکی کے عوض میں سخت ذلت اور دکھ کے ساتھ عذاب موت ایک سال کے اندر میرے پر نازل کر۔ اور یہ تین مرتبہ کہنا ہوگا اور ہم تین مرتبہ آمین کہیں گے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو مسیح کی عزت کا کچھ بھی پاس ہے یا نہیں۔ زیادہ کیا لکھیں + والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

راقم میرزا غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپور ۵ اکتوبر ۱۸۹۴ء

مطبوعہ گلزار محمدی پریس لاہور | تعداد اشاعت دس ہزار ۱۰۰۰۰

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۸ سائز کے ۲ صفحوں پر ہے)

+ نوٹ:- میں اس جگہ ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین صاحب اور دیگر پادری صاحبان کو بھی حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم کی عزت اور وجاہت کو اپنے اس قول کا درمیانی شفیع ٹھہرا کر خداوند قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں کہ وہ آتھم صاحب کو حسب منشاء میری قسم کھانے کے لئے آمادہ کریں۔ ورنہ ثابت ہوگا کہ ان کے دل میں ایک ذرہ تعظیم حضرت مسیح کی عزت اور وجاہت کی نہیں ہے۔ منہ +

(۱۴۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ نمبر چہارم

یہ چار ہزار روپیہ حسب شرائط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۵ اکتوبر ۱۸۹۴ء مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے پر بلا توقف ان کو دیا جائیگا

ناظرین! اس مضمون کو غور سے پڑھو کہ ہم اس سے پہلے تین اشتہار انعامی زر کثیر یعنی اشتہار انعامی ایکہزار روپیہ اور اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے کے لئے شائع کر چکے ہیں اور بار بار لکھ چکے ہیں کہ اگر مسٹر آتھم صاحب ہمارے اس الہام سے منکر ہیں جس میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہم پر یہ ظاہر ہوا کہ آتھم صاحب ایام پیشگوئی میں اس وجہ سے بعذاب الٰہی فوت نہیں ہو سکے کہ انہوں نے حق کی طرف رجوع کر لیا تو وہ جلسہ عام میں قسم کھالیں کہ یہ بیان سراسر افترا ہے اور اگر افترا نہیں بلکہ حق اور منجانب اللہ ہے اور میں ہی جھوٹ بولتا ہوں تو اے خدا اے قادر اس جھوٹ کی سزا مجھ پر یہ نازل کر کہ میں ایک سال کے اندر سخت عذاب اٹھا کر مرجاؤں۔ غرض یہ قسم ہے جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔*

---

* نوٹ۔ عیسائی لوگ اس لئے بندہ پرست ہیں کہ عیسیٰ مسیح جو ایک عاجز بندہ ہے ان کی نظر میں وہی خدا ہے اور یہ قول ان کا سراسر فضول اور نفاق اور دروغگوئی پر مبنی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ کو تو ایک انسان سمجھتے ہیں مگر اس بات کے ہم قائل ہیں کہ اس کے ساتھ اقنوم ابن

اور ہم یہ بھی کھول کر تحریر کر چکے ہیں کہ قانون انصاف آتھم صاحب پر واجب کرتا ہے کہ وہ اس تصفیہ کے لئے ضرور قسم کھاویں کہ وہ پیشگوئی کے ایام میں اسلامی صداقت سے خائف نہیں ہوئے بلکہ برابر بندہ پرستؔ ہی رہے کیونکہ جبکہ ڈرنے کا ان کو خود اقرار ہے چنانچہ وہ اس اقرار کو کئی مرتبہ رد و کد ظاہر کر چکے ہیں تو اب یہ بار ثبوت انہیں کی گردن پر ہے کہ وہ الہامی پیشگوئی اور اسلامی صداقت سے نہیں ڈرے بلکہ اس لئے ڈرتے رہے کہ ان کو متواتر یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ اس پیشگوئی سے پہلے اس عاجز

بقیہ حاشیہ۔ کا تعلق تھا کیونکہ مسیح نے انجیل میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اقنوم ابن سے میرا ایک خاص تعلق ہے اور وہی اقنوم ابن اللہ کہلاتا ہے نہ میں۔ بلکہ انجیل یہ بتلاتی ہے کہ خود مسیح ابن اللہ کہلاتا تھا اور جب مسیح کو زندہ خدا کی قسم دے کر سردار کاہن نے پوچھا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے تو اس نے یہ جواب نہ دیا کہ میں تو ابن اللہ نہیں بلکہ میں تو وہی انسان ہوں جس کو تیس برس سے دیکھتے چلے آئے ہو۔ ہاں ابن اللہ وہ اقنوم ثانی ہے جس نے اب مجھ سے قریباً دو سال سے تعلق پکڑ لیا ہے بلکہ اس نے سردار کاہن کو کہا کہ ہاں وہی ہے جو کہتا ہے۔ پس اگر ابن اللہ کے معنے اس جگہ وہی ہیں جو عیسائی مراد لیتے ہیں تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ پھر کیونکر کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو انسان سمجھتے ہیں۔ کیا انسان صرف جسم اور ہڈی کا نام ہے۔ افسوس کہ اس زمانہ کے جاہل عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن نے ہمارے عقیدہ کو نہیں سمجھا۔ حالانکہ وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح نے خود اپنے منہ سے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سردار کاہن کا یہ کہنا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے اس کا مدعا یہی تھا کہ تو جو انسان ہے۔ پھر کیونکر انسان ہو کر خدا کا بیٹا کہلاتا ہے

٭ نوٹ۔ آتھم صاحب نے نور افشاں ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں ہماری قسم کے بارہ میں یہ جواب شائع کیا ہے کہ اگر مجھے قسم دینا ہے تو عدالت میں میری طلبی کرائیے یعنی بغیر جبر عدالت میں قسم نہیں کھا سکتا۔ گویا ان کا ایمان عدالت کے جبر پر موقوف ہے۔ مگر جو سچائی کے اظہار کے لئے قسم نہیں کھاتے وہ نیست و نابود کئے

نے ہزاروں کا خون کر دیا ہے اور اب بھی اپنی بات پوری کرنے کے لئے ضرور ان کا خون
کرے گا۔* پس اسی وجہ سے ہمیں قانوناً و انصافاً حق پہنچا جو ہم پبلک پر اصل حقیقت ظاہر
کرنے کے لئے آتھم صاحب سے قسم کا مطالبہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت
بیجا کرتا ہوا پکڑا جاوے تو صرف یہ اپنا ہی عذر اس کا سُنا نہیں جائے گا کہ وہ مثلاً حُقّہ

بقیہ حاشیہ۔ کیونکہ سردار کاہن جانتا تھا کہ یہ ایک انسان اور ہماری قوم میں سے یوسف
نجّار کی بیوی کا لڑکا ہے۔ لہٰذا ضرور تھا کہ مسیح سردار کاہن کو وہ جواب دیتا جو اس کے سوال
اور دلی منشاء کے مطابق ہوتا۔ کیونکہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ سوال دیگر اور جواب
دیگر ہو۔ پس عیسائیوں کے مصنوعی اصول کے موافق یہ جواب چاہئے تھا کہ جیسا کہ تم نے گمان
کیا ہے یہ غلط ہے اور میں اپنی انسانیت کی رو سے ہرگز ابن اللہ نہیں کہلاتا بلکہ ابن اللہ تو وہ اقنوم
دوم ہے جس کا تمہاری کتابوں کے فلاں فلاں مقام میں ذکر ہے۔ لیکن مسیح نے ایسا جواب نہ
دیا بلکہ ایک دوسرے مقام میں یہ کہا ہے کہ تمہارے بزرگ تو خدا کہلائے ہیں۔ پس ثابت ہے
کہ دوسرے نبیوں کی طرح مسیح نے بھی اپنے انسانی رُوح کے لحاظ سے ابن اللہ کہلایا اور صحت
اطلاق لفظ کے لئے گذشتہ نبیوں کا حوالہ دیا۔ پھر بعد اس کے عیسائیوں نے اپنی غلط فہمی کو

---

* آتھم صاحب نے اپنی متواتر تحریروں میں میرے پر اور میرے بعض مخلصوں پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ ان
لئے اپنی موت سے ڈرتے رہے کہ میں اور میرے بعض دوست ان کے قتل کرنے کے لئے مستعد تھے
اور گویا انہوں نے کئی دفعہ برچھیوں اور تلواروں کے ساتھ حملہ کرتے بھی دیکھا تو اس صورت میں اگر وہ اپنے
بیجا الزاموں کو ثابت نہ کریں تو کم سے کم وہ اس جرم کے مرتکب ہیں جس کی تشریح دفعہ ۵۰۰ تعزیرات میں
درج ہے وہ خوب جانتے تھے کہ کبھی میرے پر ڈاکو یا خونی ہونے کا الزام نہیں لگایا گیا اور میرا باپ گورنمنٹ
میں ایک نیک نام رئیس تھا تو کیا اب تک وہ اس بیجا الزام سے زیر مطالبہ نہیں آئے اور کیا وہ اس بیہودہ
عذر سے جو قسم کھانا میرے مذہب میں درست نہیں قانونی جُرم سے بَری ہو سکتے ہیں اور ان کے حق میں موت کی
پیشگوئی ان کی درخواست سے تھی نہ خود بخود کیونکہ انہوں نے الہامی نشان مانگا تھا۔ منہ

پینے کے لئے آگ لینے آیا تھا بلکہ اس کی بریت اور صفائی کے لئے کسی شہادت کی حاجت ہوگی سو اسی طرح بعینہٖ آتھم صاحب نے اپنے پندرہ مہینہ کے حالات اور نیز اقرار سے ثابت کردیا کہ وہ ایام پیشگوئی میں ضرور ڈرتے رہے ہیں تو بیشک اُن سے یہ ایک ایسی بیجا حرکت صادر ہوئی جو اُن کی عیسائیت کے استقلال کے برخلاف تھی اور چونکہ وہ حرکت پیشگوئی کے زمانہ میں بلکہ بعض نمونوں کو دیکھ کر ظہور میں آئی اس لئے وہ اس مطالبہ کے نیچے آگئے کہ کیوں یہ یقین نہ کیا جائے کہ پیشگوئی کے رعبناک اثر نے ان کا یہ حال بنا دیا تھا اور ضرور انہوں نے اسلامی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈال لیا تھا پس اسی وجہ سے انصاف اور قانون دونوں ان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ہمارے منشاء کے موافق قسم کھا کر اپنی بریت ظاہر کریں مگر وہ ایک جھوٹا عذر پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے۔ پس ان کی یہی مثال ہے کہ جیسے ایک چور بیجا مداخلت کے وقت میں پکڑا جائے اور اس سے صفائی کے گواہ مانگے جائیں تو چور حاکم کو یہ کہے کہ میرے مذہب کی رو سے یہ منع ہے کہ میں صفائی کے گواہ پیش کروں یا اپنی بریت کے لئے قسم کھاؤں۔ اس لئے میں آپ کی منت کرتا ہوں کہ مجھے یونہی چھوڑ دو۔ پس جیسا وہ احمق چور قانون عدالت کے برخلاف باتیں کرکے یہ

بقیہ حاشیہ۔ مسیح کو درحقیقت خدا کا بیٹا سمجھ لیا۔ اور دوسروں کو بیٹا ہونے سے باہر رکھا پس اسی واقعہ صحیحہ کی قرآن مجید نے گواہی دی۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ اقنوم ثانی کا مسیح کی انسانی روح سے ایسا اختلاط ہوگیا تھا کہ درحقیقت وہ دونو ایک ہی چیز ہوگئے تھے اس لئے مسیح نے اقنوم ثانی کی وجہ سے جو اس کی ذات کا عین ہوگیا تھا۔ خدائی کا دعویٰ کردیا۔ تو اس تقریر کا مآل بھی یہی ہوا کہ بموجب زعم نصاریٰ کے ضرور مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ کیونکہ جب اقنوم ثانی اس کے وجود کا عین ہوگیا اور اقنوم ثانی خدا ہے تو اس سے یہی نتیجہ نکلا کہ مسیح خدا بن گیا۔ سو یہ وہی ضلالت کی راہ ہے جس سے پہلے اور پچھلے عیسائی ہلاک ہوگئے اور قرآن نے درست فرمایا کہ یہ بندہ پرست ہیں۔ منہ

طمع خام دل میں ڈالتا ہے کہ مَیں بغیر اپنی بریّت ظاہر کرنے کے یونہی چھوٹ جاؤں گا اسی طرح
آتھم صاحب اپنی سادہ لوحی سے بار بار یہ حیل پیش کرتے ہیں اور اس الزام سے بری ہونے
کا ان کو ذرہ فکر نہیں جو خود ان کے اقرار اور کردار سے ان پر ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں اس
پیشگوئی سے پہلے جو اُن کی نسبت کی گئی خوب معلوم تھا کہ احمد بیگ کی نسبت جو موت کی
پیشگوئی کی گئی تھی جس کو ایڈیٹر نور افشاں نے چھاپ بھی دیا تھا اور جس کے بہت سے
اشتہار بھی شائع ہو چکے تھے وہ کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ ان کو خوب یاد ہوگا کہ انہیں
ایام انعقاد مباحثہ میں اس پیشگوئی کا پورا ہونا بذریعہ ایک خط کے اُن پر ظاہر کر دیا گیا
تھا۔ پس اسی سبب سے اس پیشگوئی کا غم ان کے دل پر بہت ہی غالب ہوا۔ کیونکہ وہ نمونہ
کے طور پر ایک پیشگوئی کا پورا ہونا ملاحظہ کر چکے تھے مگر میری قاتلانہ سیرت کی نسبت تو اُن
کے پاس کوئی نمونہ اور کوئی ثبوت نہ تھا۔ کیا ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت تھا کہ مَیں
جس کی نسبت موت کی پیشگوئی کرتا ہوں اس کو خود قتل کر دیتا ہوں۔ پھر کیا کسی عقلمند کا
قیاس اس بات کو باور رکھ سکتا ہے کہ جس بات کا اُن کے پاس کُھلا کُھلا نمونہ تھا بلکہ عیسائی
پرچہ بھی اس کا گواہ تھا اس تجربہ کردہ اور آزمودہ بات کا تو کچھ بھی خوف ان کے دل پر طاری
نہ ہوا مگر قتل کرنے کا خوف دل پر طاری ہو گیا جس کی تصدیق کے لئے کوئی نمونہ ان کے پاس
موجود نہ تھا اور نہ شُبہ کرنے کی کوئی وجہ تھی۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی مَیں نے کوئی
ظالمانہ حرکت کی یا ادنیٰ زد و کوب کا استغاثہ بھی میرے پر دائر ہوا۔ پس جبکہ میرے سابقہ اعمال
کسی شر کا احتمال نہیں پیدا کرتے تھے اور دوسری طرف پیشگوئی کے پورے ہونے کا احتمال
آتھم صاحب کی نظر میں کئی وجوہ سے قوی تھا کیونکہ وہ احمد بیگ کی موت کی پیشگوئی کا پُورا
ہونا مجھ سے سُن چکے تھے* اور اس پیشگوئی کی کیفیت میرے اشتہارات اور پرچہ نور افشاں

*حاشیہ۔ مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری اور اس کے داماد کی نسبت ایک ہی پیشگوئی تھی اور احمد بیگ
کی نسبت جو ایک حصہ پیشگوئی کا تھا وہ نور افشاں میں بھی شائع ہو چکا تھا غرض احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو

میں پڑھ چکے تھے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کی نسبت پیشگوئی جس قوت اور شوکت اور پُر زور دعویٰ سے بیان کی گئی وہ بھی ان کو معلوم تھا تو اب ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں مل کر کیسی دل پر قوی اثر ڈالتی ہیں جو تازہ بتازہ نمونہ دیکھ چکا ہے۔ پس جبکہ ایک طرف خوف اور ڈر کے بیدا اسباب موجود ہوں اور دوسری طرف خود اقرار ہو کہ میں ایام پیشگوئی میں ضرور ڈرتا رہا۔ پس کیا اب تک وہ اس مطالبہ کے نیچے نہیں آسکے کہ ہمیں وہ قسم کھا کر مطمئن کریں کہ اس قسم کا ڈر جس کے اسباب اور محرک اور نمونے ان کی نظر کے سامنے موجود تھے وہ ہرگز ان کے دل پہ غالب نہیں ہوا بلکہ ان تلواروں اور برچھیوں نے ان کو ڈرایا جن کا خارج میں کچھ بھی وجود نہ تھا۔ بہرحال اس دعویٰ کا بار ثبوت ان کی گردن پر ہے کہ یہ جان کا خوف جس کا وہ کئی دفعہ اقرار کر چکے اسلامی عظمت کے اثر اور پیشگوئی کے رُعب سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے تھا۔ لیکن افسوس کہ آتھم صاحب نے باوجود تین اشتہار جاری ہونے کے اب تک اس طرف توجہ نہیں کی اور اپنی بریت ظاہر کرنے کے لئے اس اطمینان بخش طریق کو اختیار نہیں کیا جس سے مجھ حقدار مطالبہ کی تسلی ہو سکتی۔ کیا اس میں کچھ شک ہے کہ

بقیہ حاشیہ۔ گیا اور اس کا فوت ہونا اس کے داماد اور تمام عزیزوں کے لئے سخت ہم و غم کا موجب ہوا چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آئے جیسا کہ ہم نے اشتہار ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں جو غلطی سے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء لکھا گیا ہے مفصل ذکر کر دیا ہے۔ پس اس دوسرے حصہ یعنی احمد بیگ کے داماد کی وفات کے بارے میں سنت اللہ کے موافق تاخیر ڈالی گئی* جیسا کہ ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ انذار اور تخویف کی پیشگوئیوں میں یہی سنّت اللہ ہے کیونکہ خدا کریم ہے اور وعید

* نوٹ۔ احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی خط پر خط بھیجے گئے۔ ان سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیج کر سمجھایا گیا کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیشگوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔ اور شیخ بٹالوی کا یہ کہنا کہ نکاح کے بعد طلاق کے لئے ان کو فہمائش کی گئی تھی یہ سراسر افترا ہے۔ بلکہ ابھی تو ان کا ناطہ بھی نہیں ہو چکا تھا جبکہ ان کو حقیقت سے اطلاع دی گئی تھی۔ اور اشتہار تو کئی برس پہلے شائع ہو چکے تھے۔ منہ ۔

مجھے یہ الزام لگانے کی وجہ سے قانوناً و انصافاً و عرفاً حق طلب ثبوت حاصل ہے اور کیا اس میں کچھ شُبہ ہے کہ اس بات کا بارِ ثبوت ان کے ذمہ ہے کہ وہ کیوں پندرہ مہینہ تک ڈرتے رہے۔ اور مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ڈرنے کی ثابت شدہ وجوہات میرے الہام کی صریح مؤید ہیں کیونکہ پیشگوئی کی شوکت اور قوت میرے پُرزور الفاظ سے اُن کے دل میں جم چکی تھی اور پیشگوئی کی صداقت کا نمونہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی جس کی سچائی اُن پر بخوبی کھُل چکی تھی لیکن تلواروں سے قتل کئے جانے کا کوئی نمونہ ان کی نظر کے سامنے نہ تھا سو آتھم صاحب پر واجب تھا کہ اس الزام کو قسم کھانے سے اپنے سر پر سے اُٹھا لیتے لیکن عیسائیت کی قدیم بدزبانی نے ان کو اس طرف آنے کی اجازت نہیں دی بلکہ یہ جھوٹا بہانہ پیش کر دیا کہ قسم کھانا ہمارے مذہب میں منع ہے گویا ایسی تسلّی بخش شہادت جو قسم کے ذریعہ سے حاصل ہوتی اور خصومت کو قطع کرتی اور الزام سے

بقیہ حاشیہ۔ کی نازیع کو توبہ اور رجوع کو دیکھ کر کسی دوسرے وقت پر ڈال دینا کرم ہے اور چونکہ اس ازلی وعدہ کے رو سے یہ تاخیر خدائے کریم کی ایک سنّت ٹھہر گئی ہے جو اس کی تمام پاک کتابوں میں موجود ہے اس لئے اس کا نام تخلف وعدہ نہیں بلکہ ایفائے وعدہ ہے کیونکہ سنت اللہ کا وعدہ اس سے پورا ہوتا ہے بلکہ تخلف وعدہ اس صورت میں ہوتا کہ جب سنت اللہ کا عظیم الشان وعدہ ٹال دیا جاتا مگر ایسا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس صورت میں خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ منہ

نوٹ۔ وہ فاسق جن کا قول ہے کہ خدا رحیم ہے اور خدا محبت ہے وہ بھی اس مقام میں سمجھ سکتے ہیں کہ ایک انسان اگر ایک وقت میں نہایت سرکشی اور ظلم اور بے ایمانی اور بیباکی کی حالت میں ہو۔ اور دوسرے وقت میں وہی انسان نہایت خوف اور تضرع اور رجوع کی حالت میں ہو تو ان دونوں مختلف حالتوں کا ایک ہی نتیجہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ وہ حکم سزا کی پیشگوئی جو سرکشی اور بیباکی کی حالت میں ہوئی تھی وہ اطاعت اور خوف کی حالت میں قائم رہے اور اطاعت اور خوف کی حالت کے موافق کوئی پُررحم امر صادر نہ ہو۔ منہ •

بدی کو تی اور امن اور آرام کا موجب ہوتی اور جو حق کے ظاہر کرنے کا انتہائی ذریعہ اور مجازی حکومتوں کے سلسلہ میں آسمانی عدالت کا رعب یاد دلاتی ہے اور جھوٹے کا منہ بند کرتی ہے وہ انجیلی تعلیم کے رو سے حرام ہے جس سے عیسائی عدالتوں کو پرہیز کرنا چاہیئے لیکن ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ بالکل حضرت عیسیٰؑ پر بہتان ہے حضرت عیسیٰ خوب جانتے تھے کہ قسم کھانا شہادت کی روح ہے اور جو شہادت بغیر قسم ہے وہ مدعیانہ بیان ہے نہ شہادت پھر وہ ایسی ضروری قسموں کو جن پر نظام تحقیقات کا ایک بھارا مدار ہے کیونکر بند کر سکتے تھے الٰہی قانون قدرت اور انسانی صحیفہ فطرت اور انسانی کانشنس خود گواہی دے رہا ہے کہ خصومتوں کے قطع کے لئے انتہائی حد قسم ہی ہے اور ایک راست باز انسان جب کسی الزام اور شبہ کے نیچے آجاتا ہے اور کوئی انسانی گواہی قابل اطمینان پیش نہیں کر سکتا تو بالطبع وہ خدا تعالیٰ کی گواہی سے اپنی راستبازی کی بنیاد پر مدد لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی گواہی یہی ہے کہ وہ ذات عالم الغیب کی قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کرے اور جھوٹا ہونے کی حالت میں خدا تعالیٰ کی لعنت اپنے پر وارد کرے۔ یہی طریق آخری فیصلہ کا نبیوں کے نوشتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر آتھم صاحب کہتے ہیں کہ قسم کھانا ممنوع اور ایمانداری کے برخلاف ہے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ عذر ان کا بھی صحیح ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر صحیح ہے تو پھر وہ فی الحقیقت قسم کھانے سے معذور ہیں۔ لیکن اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ عیسائیوں کے ہر ایک مرتبہ کے آدمی کیا مذہبی اور کیا دنیوی جب کسی شہادت کے لئے بلائے جائیں تو قسم کھاتے اور انجیل اٹھاتے ہیں اور ایک بڑے سے بڑا پادری کسی عدالت میں کسی شہادت کے ادا کرنے کے لئے

ع حضرت مسیحؑ نے کبھی گواہی اور گواہی کے لوازم کا دروازہ بند نہیں کرنا چاہا۔

* نوٹ۔ کوئی سچی اور حقانی تعلیم مجرموں کو پناہ نہیں دے سکتی۔ پس جبکہ آتھم صاحب نے اس قدر اقرار کر لئے جن کو وہ کسی طرح سے چھپا نہیں سکتے یہ مجرمانہ عذر پیش کیا کہ یہ عاجز کئی دفعہ اقدام قتل کا مرتکب ہوا تھا اس لئے دل پر موت کا ڈر غالب ہو گیا تو کیا انجیل آتھم صاحب کو اس مواخذہ سے بچا لیگی کہ کیوں انہوں نے بیجا الزام لگایا۔ پھر کیونکر انجیل ان کو ایسی قسم سے روک سکتی ہے جس سے ان کی بریت ہو۔ منہ

بُلایا جائے تو کبھی یہ عذر نہیں کرتا کہ انجیل کی رُو سے قسم منع ہے بلکہ بطیب خاطر قسم کھاتا ہے بلکہ انگریزی سلطنت کے کل متعہد عہدہ دار اور پارلیمنٹ کے ممبر یہانتک کہ گورنر جنرل سب حلف اُٹھانے کے بعد اپنے عہدوں پر مامور ہوتے ہیں تو پھر کیا خیال کیا جائے کہ یہ تمام لوگ تعلیم انجیل پر ایمان رکھنے سے بے بہرہ ہیں اور صرف ایک آتھم صاحب مرد مسیحی دنیا میں موجود ہیں جو حضرت عیسٰیؑ کی تعلیم پر ایسا ہی کامل ایمان ان کو نصیب ہے جیسا کہ پطرس حواری اور پولُس رسول کو نصیب تھا بلکہ اگر یہ بات فی الواقع سچ ہے کہ قسم کھانا انجیل کی رو سے منع ہے تو پھر آتھم صاحب کا ایمان پطرس اور پولس رسُول کے ایمان سے بھی کہیں آگے بڑھا ہوا ہے کیونکہ آتھم صاحب کے نزدیک قسم کھانا بے ایمانی ہے۔ لیکن متی ۲۷ باب ۷۴ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ پطرس حواری بہشتی کنجیاں والے نے بھی اس بے ایمانی سے خوف نہیں کیا اور بغیر اس کے کہ کوئی قسم کھانے پر اصرار کرے۔ آپ ہی قسم کھالی۔ لیکن اگر آتھم صاحب کہیں کہ پطرس راستباز آدمی نہیں تھا کیونکہ حضرت مسیح نے اس کو شیطان کا لقب بھی دیا ہے مگر میں راستباز ہوں اور پطرس سے بہتر اس لئے قسم کھانا بے ایمانی سمجھتا ہوں تو اُن کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کے پولس رسُول نے بھی جو بقول عیسائیاں حضرت موسٰی سے بھی بڑھ کر ہے قسم کھائی ہے۔ اگر اس کو بھی آپ ایمان سے جواب دیں تو خیر آپ کی مرضی۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ قسم کھانے کا ثبوت کیا ہے تو قرنتیان ۱۵ باب ۳۱ آیت دیکھ لیں جس میں پولس صاحب فرماتے ہیں۔ مجھے تمہارے اس فخر کی جو ہمارے خداوند مسیح یسوع سے ہے قسم کہ میں ہر روز مرتا ہوں۔ اس جگہ ناظرین خوب غور سے سوچیں کہ جس حالت میں پطرس اور پولس رسُول قسم کھائیں اور آتھم صاحب قسم کھانا بے ایمانی قرار دیں یعنی شرعی ممنوعات کی مد میں رکھیں جس کا ارتکاب بلا شبہ بے ایمانی ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حسب قول آتھم صاحب مسیح کے تمام حواری اور پولس رسول سب ممنوعات انجیل کے مرتکب اور ایمانی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے کیونکہ بعضوں نے ان میں سے قسمیں کھائیں

اور بعض اس طرح پر بے ایمانی کے کاموں میں شریک ہوئے کہ قسم کھانے والوں سے جُدا نہ ہوئے اور نہ امر معروف اور نہی منکر کیا لیکن آجتک بجز آتھم صاحب کے کسی عیسائی نے اس اعتقاد کو شائع نہیں کیا کہ حضرت مسیح کے تمام حواری یہانتک کہ پولس رسول بھی ایمانی دولت سے تہیدست اور بے نصیب اور ممنوعات انجیل میں مبتلا تھے صرف اٹھارہ سو برس کے بعد آتھم صاحب کو یہ ایمان دیا گیا۔ تعجب کہ اس قوم کے جھوٹ اور بددیانتی کی کہانتک نوبت پہنچ گئی کہ اپنے نفس کے بچاؤ کے لئے اپنے بزرگوں کو بھی دولت ایمان سے بے نصیب قرار دیتے ہیں۔ اگر آتھم صاحب جان بچانے کے لئے صرف یہ بہانہ کرتے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مَیں سال تک مَر نہ جاؤں تو اس صورت میں لوگوں کو فقط اتنا ہی خیال ہوتا کہ اس شخص کا ایمان مسیح کی طاقت اور قدرت پر ضعیف ہے اور درحقیقت اپنے دل میں اس کو قادر نہیں سمجھتا۔ لیکن آتھم صاحب کا یہ ممانعت قسم کا بہانہ اُن کی بددیانتی اور ردّی حالت کی کھُلے طور پر قلعی کھولتا ہے۔ کیونکہ اس بہانہ کو کوئی بھی باور نہیں کرسکتا کہ مسیح کے تمام حواری اور پولس رسُول ممنوعاتِ انجیل میں گرفتار ہو کر ایمانی دولت سے بے نصیب رہے اور یہ ایمان آتھم صاحب کے ہی حصہ میں آیا اور پھر مجھے یہ دعویٰ بھی سراسر جھوٹ معلوم ہوتا ہے کہ آتھم صاحب نے اب تک کسی عدالت میں قسم نہیں کھائی اور تمام حکام اس بات پر راضی رہے کہ آتھم صاحب کسی شہادت کے ادا کرنے کے وقت بغیر قسم اظہار لکھوا دیا کریں۔ اور نہ مَیں باور کرسکتا ہوں کہ اگر آتھم صاحب اب بھی کسی شہادت کے لئے بُلائے جائیں تو یہ عذر پیش کریں کہ چونکہ مَیں پارلیمنٹ کے ممبروں اور تمام متعہد عیسائی ملازموں حتیٰ کہ گورنر جنرل سے بھی زیادہ ایماندار ہوں اس لئے ہرگز قسم نہیں کھاؤں گا۔ آتھم صاحب خوب جانتے ہیں کہ بائبل میں نبیوں کی قسمیں بھی مذکور ہیں۔ خود مسیح قسم کا پابند ہوا۔ دیکھو متی ۲۷ باب ۶۳ آیت۔ خدا نے قسم کھائی دیکھو اعمال ۲ باب ۹ آیت ۱۷۔ اور خدا کا قسم کھانا بموجب عقیدہ عیسائیوں کے مسیح کا قسم

کھانا ہے کیونکہ بقول اُن کے دونوں ایک ہیں۔ اور جو شخص مسیح کے نمونہ پر اپنی عادات اور اخلاق نہیں رکھتا وہ مسیح میں سے نہیں ہے۔ اور یرمیا کی تعلیم کی رُو سے قسم کھانا عبادت میں داخل ہے۔ دیکھو یرمیا باب ۴ آیت ۲۔ اور زبور میں لکھا ہے کہ جو جھوٹا ہے وہی قسم نہیں کھاتا دیکھو زبور ۶۳ آیت ۱۱۔ سو آتھم صاحب کے جھوٹا ہونے پر داؤد نبی حضرت عیسیٰ کے دادا صاحب بھی گواہی دیتے ہیں۔ فرشتے بھی قسم کھاتے ہیں۔ دیکھو مکاشفات ۱۰/۶ پھر عبرانیوں کے چھٹے باب ۱۶ آیت میں مسیحیوں کا معلم کہتا ہے کہ ہر ایک قضیہ کی حد قسم ہے یعنی ہر ایک جھگڑا آخر قسم پر فیصلہ پاتا ہے۔ توریت میں خدا نے برکت دینے کے لئے قسم کھائی دیکھو پیدائش ۲۲/۱۶ اور پھر اپنی حیات کی قسم کھائی۔ غرض کہاں تک لکھیں اور مضمون کو طول دیں۔ بائبل میں خدا کی قسمیں فرشتوں کی قسمیں نبیوں کی قسمیں موجود ہیں اور انجیل میں مسیح کی قسم پطرس کی قسم پولس کی قسم پائی جاتی ہے۔ اسی بہت سے عیسائیوں کے علماء نے جواز قسم پر فتویٰ دیا ہے۔ دیکھو تفسیر انجیل مؤلفہ پادری کلارک اور پادری عماد الدین مطبوعہ ۱۸۷۵ء۔ اور مسیح نے خدا تعالیٰ کی سچی قسم سے کسی جگہ منع نہیں کیا۔ بلکہ اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی آسمان کی قسم کھاوے یا زمین کی یا یروشلم کی یا اپنے سر کی۔ اور جو شخص ایسا سمجھے کہ خدا تعالیٰ کی سچی قسم کسی گواہی کے وقت کھانا منع ہے وہ سخت احمق ہے اور مسیح کے منشاء کو ہرگز نہیں سمجھا۔ اگر مسیح کا منشاء خدا تعالیٰ کی قسم کی مخالفت ہوتی تو وہ اپنی تفصیلی عبارت میں ضرور اس کا ذکر کرتا۔ لیکن اس نے متی ۵ باب ۳۳ آیت میں "کیونکہ" کے لفظ سے صرف یہ سمجھانا چاہا کہ تم آسمان اور زمین اور یروشلم اور اپنے نفس کی قسم مت کھاؤ۔ خدا تعالیٰ کی قسم کا اس میں ذکر بھی نہیں اور موسیٰ کی تعلیم پر اس میں یہ تصریح زیادہ ہے کہ صرف جھوٹی قسم کھانا حرام نہیں بلکہ اگر غیر اللہ کی قسم ہو تو اگرچہ سچی ہو وہ بھی حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تعلیم کے بعد حضرت مسیح کے حواری قسم کھانے سے باز نہیں آئے اور

* نوٹ۔ وہ بولا خداوند کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں۔ سلاطین ۵/۱۶ •

ظاہر ہے کہ ہماری انجیل کا مطلب آتھم صاحب سے بہتر سمجھتے تھے اور ابتداء سے آج تک جو اس قسم پر مسیحوں کے اکثر فرقوں میں اتفاق چلا آیا ہے۔

پھر اب سوچنا چاہیئے کہ جبکہ پطرس نے قسم کھائی۔ پولس نے قسم کھائی۔ مسیحیوں کے خدا نے قسم کھائی۔ فرشتوں نے قسم کھائی۔ نبیوں نے قسمیں کھائیں اور تمام پادری ذرہ ذرہ مقدمہ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے ممبر قسم کھاتے ہیں۔ ہر یک گورنر جنرل قسم کھا کر آتا ہے تو پھر آتھم صاحب ایسے ضروری وقت میں کیوں قسم نہیں کھاتے حالانکہ وہ خود اپنے اس اقرار سے کہ میں پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتا رہا ہوں ایسے الزام کے نیچے آگئے ہیں کہ وہ الزام بجز قسم کھانے کے کسی طرح ان کے سر پر سے اٹھ نہیں سکتا* کیونکہ ڈرنا جو رجوع کی ایک قسم ہے ان کے اقرار سے ثابت ہوا۔ پھر بعد اس کے وہ ثابت نہ کر سکے کہ وہ صرف قتل کئے جانے سے ڈرتے تھے نہ انہوں نے حملہ کرتے ہوئے کسی قاتل کو پکڑا نہ انہوں نے یہ ثبوت دیا کہ ان سے پہلے کبھی اس عاجز نے چند آدمیوں کا خون کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان کے دل میں بھی دھڑکا بیٹھ گیا کہ اسی طرح میں بھی مارا جاؤں گا بلکہ اگر کوئی نمونہ ان کی نظر کے سامنے تھا تو بس یہی کہ ایک پیشگوئی موت کی یعنی مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کی موت ان کے سامنے ظہور میں آئی تھی۔ لہذا جیسا کہ الہام الٰہی نے بتلایا ضرور وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرے اور یہ بات روئداد موجودہ سے بالکل برخلاف ہے کہ وہ پیشگوئی کی صداقت تجربہ شدہ سے نہیں ڈرے بلکہ ہمارا خونی ہونا جو ایک تجربہ کی رو سے ایک تحقیقی امر تھا اس سے ڈر گئے ہیں اس الزام سے وہ بجز اس کے کیونکر بری ہو سکتے ہیں کہ بحیثیت ایک شاہد کے قسم کھائیں اور بموجب قول پولس رسول کے جو ہر یک مقدمہ کی حد قسم ہے اس مشتبہ امر کا فیصلہ کر لیں لیکن یہ نہایت درجہ کی مکاری اور بددیانتی ہے کہ قسم کی طرف تو رجوع نہ کریں اور یونہی حق پوشی

---

* نوٹ۔ اسلامی پیشگوئی کی عظمت سے ڈرنا بموجب تصریح قرآن کریم اور بائبل کے رجوع میں داخل ہے اور یہ رجوع عذاب میں تاخیر ڈالتا ہے۔ اس پر قرآن اور بائبل دونوں کا اتفاق ہے۔ منہ

کے طور پر جا بجا خط بھیجیں اور اخباروں میں چھپوائیں کہ میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔

اے صاحب! آپ کیوں خلق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ آپ کی ان مدعیانہ تقریروں کو وہی لوگ قبول کریں گے جن کا شیطانی مادہ پہلے سے یہی چاہتا ہے کہ حق ظاہر نہ ہو ورنہ ہر ایک منصف عقلمند جانتا ہے کہ آپ کا بیان صرف بحیثیت شاہد معتبر ہو سکتا ہے نہ ان فضول باتوں سے جو آپ شائع کر رہے ہیں۔ دنیا میں عیسائی مذہب جھوٹ بولنے میں اوّل درجہ پر ہے جنہوں نے خدا کی کتابوں میں بھی بے ایمانی کرنے سے فرق نہیں کیا اور صدہا جعلی کتابیں بنا لیں۔ لیکن کیا ایک بھلا مانس ان کے مدعیانہ بیان کو قبول کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اگر ایک شخص لااستباز بھی ہو تو وہ ایک فریق مقدمہ ہو کر اس بات کا ہرگز مستحق نہیں کہ اس کا بیان جو بحیثیت مدعی یا مدعا علیہ ہے اس طور سے قبول کیا جائے جیسا کہ گواہوں کے بیانات قبول کئے جاتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو عدالتوں کو گواہوں کی کچھ بھی ضرورت نہ ہوتی۔ قانون شہادت میں ایک انگریز نے یہ بات خوب لکھی ہے کہ اگر فلاں تاجر جو کروڑ ہا روپیہ کی مالی قوت رکھتا ہے اور صدہا روپیہ روز صدقہ کے طور پر دیتا ہے اگر کسی پر ایک پیسہ کا دعویٰ کرے تو گو وہ کیسا ہی متمول اور مخیر اور سخی سمجھا گیا ہے مگر بغیر کامل شہادت کے ڈگری نہیں ہو سکتی

تو اب بتلاؤ کہ آتھم صاحب کا یکطرفہ بیان جو صرف دعویٰ کے طور پر اغراض نفسانیہ سے بھرا ہوا اور روئداد موجودہ کے مخالف ہے کیونکر قبول کیا جائے اور کونسی عدالت اس پر اعتماد کر سکتی ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ صرف ہمارے الہام پر مدار نہیں رہا بلکہ آتھم صاحب

نوٹ۔ ایک صاحب پشاور سے لکھتے ہیں کہ اگر عذاب کی پیشگوئی رجوع بدل کرنے سے ٹل جاتی ہے تو وہ ہرگز معیار صداقت نہیں ٹھہر سکتی اور اس پر تحدی نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے کہ عنداللہ انکار قسم بھی جب منکر پر قسم انصافاً واجب ہو ایک معیار صداقت ہے جس کو کتاب اللہ نے منکر پر حد شرعی جاری کرنے کے لئے معتبر سمجھا ہے۔ پھر جس شخص نے چار ہزار روپیہ تک اتمام حجت کی رقم لے کر قسم

نے خود موت کے خوف کا اقرار اخباروں میں چھپوا دیا اور جابجا خطوط میں اقرار کیا۔ اب یہ بوجھ آتھم صاحب کی گردن پر ہے کہ اپنے اقرار کو بے ثبوت نہ چھوڑیں بلکہ قسم کے طریق سے جو ایک سہل طریق ہے اور جو ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے ہمیں مطمئن کر دیں کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرے بلکہ وہ فی الحقیقت ہمیں ایک خونی انسان یقین کرتے اور ہماری تلواروں کی چمک دیکھتے تھے اور ہم انہیں کچھ بھی تکلیف نہیں دیتے بلکہ اس قسم پر چار ہزار روپیہ بشرائط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء ان کی نذر کریں گے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کا یہ عذر کہ مسیحیوں کو قسم کھانے کی ممانعت ہے سخت ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے

بقیہ حاشیہ۔ کھانے کیلئے جرأت نہ کی تو کیا اس نے اپنے افعال سے ثابت نہ کر دیا کہ ضرور اس نے رجوع بحق کیا تھا۔ اور جس قانونی مطالبہ سے یعنی قسم سے ملزم نے سخت گریز کی تو کیا وہ معیار صداقت نہیں اور کیا وہ ابتک ایسا رجوع رہا جس پر کوئی بھی دلیل نہیں۔ اور یہ کہنا کہ ابتک وہ انکار کئے جاتا ہے کیسی بدفہمی ہے۔ اگر وہ حقیقی طور پر منکر ہوتا تو پھر ایسی قسم کے کھانے سے جس کا کھانا اس پر انصافاً واجب تھا کیوں گریز کرتا۔ پس اس کا قسم نہ کھانا ہی اقرار ہے جس کو عقل سلیم سمجھتی ہے اور یہ کہنا کہ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ یہ دوسری نافہمی ہے۔ مماثلت کی نظیریں بتلا دی گئی ہیں غور سے پڑھو۔ اور یہ کہنا کہ ایک جھوٹا بھی ایسی پیشگوئی موت کی کر کے آخر عدم وقوع کے وقت یہ عذر پیش کر سکتا ہے کہ ولی رجوع کے باعث عذاب مل گیا ہے۔ یہ بھی انصاف اور تدبّر سے بعید ہے۔ بلکہ حق اور ایمان کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی اور شخص بھی ایسی ہی پیشگوئی کرے اور یہی تمام واقعات ہوں تو قانون انصاف سے بعید ہوگا کہ ایسے شخص کو ہم کاذب کہیں جس کا صدق ملزم کے گریز سے ظاہر ہو رہا ہو بلکہ جھوٹا وہی کہلائے گا جو اس مطالبہ سے گریز کرے جو انصافاً اس پر عاید ہوتا ہے یعنی قسم نہ کھاوے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو صرف بیان تک تو محدود نہیں رکھا اور اس کے کاموں میں عمیق حکمتیں اور مصالح ہیں اور انجام نمایاں فتح ہے پس اُن پر افسوس جو جلد بازی سے اپنے ایمان اور عاقبت کو برباد کر رہے ہیں اور جس قدر ایک کسان مولی گاجر کا بیج بو کر ایک وقت تک مولیوں گاجروں کی انتظار کرتا ہے ان لوگوں میں اتنا بھی صبر نہیں۔ منہ

کیا پطرس اور پولس اور بہت سے عیسائی راستباز جو اوّل زمانہ میں گذر چکے مسیحی نہیں تھے۔ یا وہ بے ایمان تھے کیا آتھم صاحب اس گورنمنٹ میں کسی ایک معزز عیسائی کا حوالہ دے سکتے ہیں جس نے شہادت کے لئے حاضر ہو کر قسم کھانے سے انکار کیا ہو۔ اب مناسب ہے کہ اگر آتھم صاحب کو بہرحال حیلہ سازی ہی پسند ہے اور کسی طرح قسم کھانا نہیں چاہتے تو اس عذر بیہودہ کو اب چھوڑ دیں کہ قسم کھانا ممنوع ہے کیونکہ پورے طور پر ہم نے اس کی بیخکنی کر دی ہے بلکہ چاہئیے کہ اپنے دجالوں کے مشورہ سے جان بچانے کے لئے کوئی نیا عذر پیش کریں اور نیم عیسائی یاد رکھیں کہ آتھم صاحب کبھی قسم نہیں کھائیں گے بلکہ اس عذر کو چھوڑ کر کوئی اور دجالی عذر نکالیں گے کیونکہ ہماری نسبت وہ اپنے دل میں جانتے ہیں کہ ہم سچے اور ہمارا الہام سچا ہے لیکن کوئی عذر پیش نہیں جائے گا جب تک میدان میں آکر ہمارے روبرو قسم نہ اٹھاویں۔ یقیناً آتھم صاحب تمام پادریوں اور نیم عیسائیوں کے منہ پر سیاہی مل رہے ہیں جو قسم نہیں کھاتے۔

ایک عیسائی صاحب لکھتے ہیں کہ روپیہ دینا صرف لاف و گزاف ہے۔ یعنی آتھم صاحب قسم تو کھالیں مگر ان کو یہ دھڑکہ ہے کہ روپیہ نہیں ملے گا۔ سو یاد رہے کہ یہ بالکل فضول گوئی اور ڈوموں کی طرح صرف رندانہ کلام ہے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم قسم کھانے سے پہلے باضابطہ تمسک لے کر حسب شرائط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء کل روپیہ آتھم صاحب کے ضامنوں کے حوالہ کر دیں گے اور ہمیں منظور ہے کہ آتھم صاحب کے دو داماد ہیں جو معزز عہدوں پر ہیں ضامن ہو جائیں۔ اگر ہم تکمیل تمسک کے بعد ایک طرفۃ العین کی بھی روپیہ دینے میں توقف کریں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ٹھہریں گے اور ضامنوں کو اختیار ہوگا کہ ہمیں آتھم صاحب کی دہلیز میں پیر نہ رکھنے دیں جب تک بعد تکمیل تمسک روپیہ وصول نہ کر لیں۔ اور ایسا انتظام ہوگا کہ دس معزز گواہ کے روبرو اور ان کی وساطت سے روپیہ دیا جائے گا اور تمسک لیا جائے گا اور ان دس

٭ نوٹ۔ یہ چار ہزار روپیہ آتھم صاحب کی درخواست آنے کے بعد پانچ ہفتہ میں ان کے پاس حاضر کیا جائیگا۔ منہ

گواہوں کی اس تمسک پر شہادت ہوگی اور وہ تمسک چند اخباروں میں چھپوا دیا جائے گا۔ اور اس تمسک میں ضامنوں کی طرف سے یہ اقرار ہوگا کہ اگر تاریخ تمسک سے ایک سال تک پیشگوئی پوری نہ ہوئی اور آتھم صاحب صحیح و سالم رہے تو یہ کُل روپیہ آتھم صاحب کی ملکیت ہو جائے گا ورنہ ضامن کُل روپیہ بلا توقف واپس کریں گے۔

اب آخر میں ہم پھر آتھم صاحب کو حضرت عیسیٰ مسیح کی عزت کو بطور سفارشی پیش کر کے اس زندہ خدا کی قسم دیتے ہیں جو جھوٹوں اور سچوں کو خوب جانتا ہے کہ اس طریق تصفیہ کو ہرگز رد نہ کریں۔ وہ تو بقول خود ہمارا جھوٹا ہونا اور ہمارے الہام کا باطل ہونا اور مسیح کا معینؔ و مددگار ہونا تجربہ کر چکے۔ اب کیوں بعد تجربہ کے مرے جاتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ میری عمر قریب ۶۴ یا ۶۸ برس کی ہے۔ اے صاحب بموجب قول ساٹھا پاٹھا کے آپ تو ابھی نیچے ہیں کونسی بڑی عمر ہو گئی ہے۔ ماسوا اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا زندہ رکھنا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں۔ یہ کیسی بے ایمان قوم ہے جو اپنے تئیں سچا سمجھ کر پھر بھی خدا تعالیٰ پر توکل نہیں کر سکتی دیکھو میری عمر بھی تو قریب ساٹھ برس کے ہے اور ہم اور آتھم صاحب ایک ہی قانون قدرت کے نیچے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مقابلہ کے وقت ضرور مجھے زندہ رکھے گا۔ کیونکہ ہمارا خدا قادر اور حیّ و قیوم ہے۔ مریم صاحبہ کے بیٹے کی طرح نہیں۔ اور ہم اس اشتہار کے بعد پھر ایک ہفتہ تک انتظار کریں گے۔

اے ہماری قوم کے اندھو نیم عیسائیو کیا تم نے نہیں سمجھا کہ کس کی فتح ہوئی۔ کیا حق بجانب آدمی کی وہ نشانیاں ہیں جو آتھم صاحب ظاہر کر رہے ہیں۔ یا یہ نشانیاں جو اُن پُرہیبت اور متواتر اشتہارات سے روشن ہو رہی ہیں۔ کیا یہ استقامت کسی جھوٹے میں آسکتی ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ اس کے ساتھ نہ ہو۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ سب سچ مگر نشان کونسا ظاہر ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کے قوی اثر نشان کے طور پر ضرور فریق مخالف پر پڑے اور جیسا کہ شکست خوردہ لوگوں کا حال ہوتا ہے یہی ہوا

حال اس جنگ مقدس میں ان کو پیش آیا اور چاروں صورتیں ذلت اور تباہی کی ان کو پیش آگئیں اور ہنوز بس نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ میں بس نہیں کروں گا جب تک اپنے قوی ہاتھ کو نہ دکھلاؤں اور شکست خوردہ گروہ کی سب پر ذلت ظاہر نہ کروں۔ ہاں اس نے اپنی اس عادت اور سنت کے موافق جو اس کی پاک کتابوں میں مندرج ہے آتھم صاحب کی نسبت تاخیر ڈال دی کیونکہ مجرموں کے لئے خدا کی کتابوں میں یہ ازلی وعدہ ہے جس کا تخلف روا نہیں کہ خوفناک ہونے کی حالت میں ان کو کسی قدر مہلت دی جاتی ہے اور پھر اصرار کے بعد پکڑے جاتے ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی پاک کتابوں کے وعدہ کا لحاظ رکھتا کیونکہ اس پر تخلف وعدہ جائز نہیں۔ لیکن جو الہامی عبارات میں تاریخیں مقرر ہیں وہ کبھی ان سنت اللہ کے وعدوں سے جو قرآن میں درج ہیں برخلاف واقع نہیں ہو سکتیں کیونکہ کوئی الہام وحی الٰہی کی قرارداده شرائط سے باہر نہیں ہو سکتا۔ اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفاء کر کے دُنیا کو دھوکہ دینا چاہا۔ لیکن ہم اس موخرالذکر شق کی نسبت ابھی صرف اتنا لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نشان کو ایک عجیب طور پر دکھلانا ارادہ کیا ہے۔ جس سے دُنیا کی آنکھ کھلے اور تاریکی دُور ہو اور وہ دن نزدیک ہیں دُور نہیں مگر اس وقت اور گھڑی کا علم جب دیا جائے گا تب اس کو شائع کر دیا جائے گا۔

والسّلام علٰی من اتّبع الھدٰی

شیخ محمد حسین بٹالوی

ہم کو ایک مخلص کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بٹالوی صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق اور نیز اشتہار ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے متعلق جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت شائع

کیا گیا تھا چند اعتراض کئے ہیں جن کا جواب معہ تصریح اعتراض ذیل میں لکھتا ہوں۔

قولہ۔ بیچارہ عبداللہ آتھم عیسائی ان کے مذہب میں قسم کھانا منع ہے۔ لالچ کرنا منع ہے۔

الجواب۔ اگر قسم کھانا منع ہے تو پطرس نے کیوں قسم کھائی۔ پولس نے کیوں قسم کھائی۔ خود مسیح نے کیوں قسم کی پابندی کی۔ انگریزی عدالتوں نے کیوں عیسائیوں کے لئے قسم مقرر کی بلکہ قانون کے رو سے دوسروں کے لئے اقرار صالح اور عیسائیوں کے لئے حلف ہے تحریف اور تلبیس یہود اور نصاریٰ کے عادات میں سے ہے لیکن نہ معلوم کہ ان مولویوں نے کیوں یہ عادات اختیار کر لئے۔ سو اے اسلام کے دشمنو، ان خیانتوں سے باز آجاؤ۔ کیا یہودیوں کا انجام اچھا ہوا کہ تمہارا بھی نیک انجام ہو۔ اور لالچ وہ حرص ہے جو دیانت اور دین کے برخلاف ہو۔ پس جبکہ ہم انعام کے طور پر خود روپیہ پیش کرتے ہیں اور آتھم صاحب اپنی نفسانی خواہش سے نہیں مانگتے بلکہ ہم خود دیتے ہیں اور قسم کھانا اُن کے مذہب میں نہ صرف جائز بلکہ لکھا ہے کہ جو قسم نہ کھاوے وہ جھوٹا ہے تو ایسے روپیہ کا لینا جو بغیر میل نفس کے ہے لالچ میں کیونکر داخل ہوا۔

قولہ۔ یہ قرآن میں نہیں کہ عذاب کا وعدہ آیا اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا۔

الجواب۔ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو تو وقت نزول عذاب ٹل جاتا ہے۔ بائبل میں ایک بنی اسرائیل کے بادشاہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس کی نسبت صاف طور پر وحی وارد ہو چکی تھی کہ پندرہ دن تک اُس کی زندگی ہے پھر فوت ہو جائے گا لیکن اس کی دُعا اور تضرع سے خدا تعالیٰ نے وہ پندرہ دن کا وعدہ پندرہ سال کے ساتھ بدلا دیا اور موت میں تاخیر ڈال دی۔ یہ قصہ مفسّرین نے بھی لکھا ہے

---

[1] نوٹ۔ اگر میاں محمد حسین بٹالوی آتھم صاحب کی وکالت کر کے یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے تو اُن پر واجب ہے کہ عیسائیوں کے مددگار بن کر اپنے اس ہذیان کا پورا پورا ثبوت دیں اور اس اشتہار کا رد لکھائیں ورنہ بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے بلکہ علاوہ وعید کے ٹلنے کے جو کہ ہوا میں داخل ہے اکابر صوفیہ کا مذہب ہے جو کبھی وعدہ بھی ٹل جاتا ہے اور اس کا ٹلنا موجب ترقی درجات اہل کمال ہوتا ہے۔ دیکھو فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ صاحب اور فتوح الغیب سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہما۔ اور وقتوں اور میعادوں کا ٹلنا تو ایک ایسی سنت اللہ ہے جو غیر منضبط ہے۔ ان بزرگوں نے جو عدم ایفاء وعدہ خدا تعالیٰ پر جائز رکھا ہے تو اس سے یہی مراد ہے کہ جائز ہے کہ جس بات کو انسان نے اپنے ناقص علم کے ساتھ وعدہ سمجھ لیا ہے وہ علم کے بارے میں وعدہ نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ایسے مخفی شرائط ہوں جن کا عدم تحقق عدم تحقق وعدہ کے لئے ضروری ہو اور علامہ محقق سید علی بن سلیمان مغربی نے اپنی کتاب وشی الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج کے صفحہ ۱۲۹ میں تحت حدیث یخشی ان تکون الساعۃ لکھا ہے۔ فانہ صلے اللہ علیہ وسلم لکمال معرفتہ بربہ لا یری وجوب شیء علیہ تعالیٰ لکون الساعۃ لا تقوم الا بعد تلک المقدمات اے خروج الدجال وغیرہ وان وعد بہ۔ یعنی آنحضرت صلعم اپنے کمال معرفت کی وجہ سے قبل از قیامت ان علامات کا ظاہر ہونا ضروری نہیں سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ پر یہ حق واجب نہیں خیال کرتے تھے کہ اس کے وعدہ کے موافق دجال اور دابۃ الارض اور مہدی موعود وغیرہ علامات موعودہ پوری ہوں پھر قیامت آوے بلکہ وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ ممکن ہے کہ قیامت آجائے اور ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو اور کسی قدر اسی کے موافق مواہب لدنیہ کی شرح میں لکھا ہے جو امام علامہ محمد بن عبد الباقی کی طرف سے ہے اور جواز نسخ اخبار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۰ شرح مذکور۔ لیکن میرے نزدیک ان بزرگوں کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وعدہ کو فی الحقیقت وعدہ سمجھ کر پھر جواز عدم ایفائے وعدہ کے قائل تھے کیونکہ تخلف وعدہ ایک نقص ہے جو خدا تعالیٰ پر جائز نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے ہوں گے کہ خروج دجال اور ظہور مہدی وغیرہ یہ سب مواعید تو برحق ہیں لیکن ممکن ہے کہ ان کے ظہور کے لئے شرائط ہوں جن کے عدم سے یہ بھی چیز عدم میں رہیں اور یا ممکن ہے کہ ایسے طور سے یہ وعدے ظہور میں آجائیں کہ ان پر اطلاع بھی نہ ہو کیونکہ سنت اللہ میں پیشگوئیوں کے ظہور

جس سے بجز ایک سخت جاہل کے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ کو نزول توریت کے لئے تیس رات کا وعدہ دیا تھا اور کوئی ساتھ شرط نہ تھی مگر وہ وعدہ قائم نہ رہا اور اس پر دس دن اور بڑھائے گئے جس سے بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کے فتنہ میں پڑے۔ پس جبکہ اس نص قطعی سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے وعدہ کی تاریخ کو بھی ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عند الرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر تاریخ عذاب کسی کے توبہ استغفار سے ٹل جائے تو اس کا نام تخلف وعدہ نہیں کیونکہ بڑا وعدہ سنت اللہ ہے۔ پس جبکہ سنت اللہ پوری ہوئی تو یہ تخلف ہے لا انہ تخلف وعدہ۔ ✝

بقیہ حاشیہ۔ کے لئے کوئی ایک طور اور طریق مقرر نہیں۔ کبھی اپنے ظاہر کا معنوں پر پوری ہوتی ہیں اور کبھی تاویلی طور پر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان آنحضرت صلعم کے اس طریق انتظار سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس زمانہ کے علماء کس قدر اس تقویٰ کے طریق سے دور جا پڑے ہیں۔ منہ

✝ حاشیہ۔ اگر بیچارہ شیخ بٹالوی کے دل کو دھڑکا پکڑتا ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یخلف المیعاد اور تاریخ مقررہ کی کمی بیشی کرنا تخلف وعدہ کی ایک جزو ہے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو علم الٰہی میں بطور وعدہ قرار پاچکا ہے نہ وہ امر جو انسان اپنے خیال کے مطابق اس کو قطعی وعدہ خیال کرتا ہو۔ اسی وجہ سے المیعاد پر جو الف لام ہے وہ عہد ذہنی کی قسم میں سے ہے یعنی وہ امر جو ارادہ قدیمہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہے گو انسان کو اس کی تفاصیل پر علم ہو یا نہ ہو وہ غیر متبدل ہے۔ ورنہ ممکن ہے جو انسان جس بشارت کو وعدہ کی صورت میں سمجھتا ہے اس کے ساتھ کوئی ایسی شرط مخفی ہو جس کا عدم تحقق اس بشارت کی عدم تحقق کے لئے ضرور ہو کیونکہ شرائط کا ظاہر کرنا اللہ جلشانہ پر حق واجب نہیں ہے۔ چنانچہ اسی بحث کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بسط سے لکھا ہے اور مولوی عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی فتوح الغیب کی شرح میں اس میں بہت عمدہ بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بدر کی لڑائی میں تضرع اور دعا کرنا اسی خیال سے تھا کہ الٰہی مواعید اور بشارات میں احتمال شرط مخفی ہے۔ اور یہ اس لئے سنت اللہ ہے کہ تا اس کی خاص بندوں

قولہ۔ عذاب موت اگر استغفار سے ٹل جاتا ہے تو اس کی نظیر دو۔

الجواب۔ اے نادان اس کی نظیر قرآن آپ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشاکرین۔ فلما انجاهم اذا هم یبغون فی الارض بغیر الحق۔ الجزو ۱۱۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات کا حاصل مطلب یہی ہے کہ جب بعض گنہگاروں کو ہلاک کرنے کے لئے خدا تعالیٰ اپنے قہری ارادہ سے اُس دریا میں صورت طوفان پیدا کرتا ہے جس میں ان لوگوں کی کشتی ہو تو پھر اُن کی تضرع اور رجوع پر ان کو بچا لیتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ پھر وہ مفسدانہ حرکات میں مشغول ہوں گے۔ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو صرف خفیف خفیف چوٹیں لگیں مگر ہلاک نہ ہوں۔ اے شیخ ذرا شرم کرنا چاہئے اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہیہ سے انکار کئے جاتے ہو۔

قولہ۔ یونس کا وعدہ بھی شرطیہ تھا۔

الجواب۔ فتح البیان اور ابن کثیر اور معالم کو دیکھو۔ یعنی سورۃ الانبیاء، سورہ یونس اور والصافات کی تفسیر پڑھو اور تفسیر کبیر صفحہ ۱۸۸ سے غور سے پڑھو تا معلوم ہو کہ ابتلا کی وجہ کیا تھی۔ یہی تو تھی کہ حضرت یونسؑ قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے۔ اگر کوئی شرط منجانب اللہ ہوتی تو یہ ابتلا کیوں آتا چنانچہ صاحب تفسیر کبیر لکھتا ہے انهم لما لم یومنوا اوعدهم بالعذاب فلما کشف العذاب منهم بعد ما توعدهم خرج منهم مغاضباً۔ یعنی یونس نے

بقیہ حاشیہ۔ پر ہیبت اور عظمت الٰہی مستولی رہیں۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدوں میں بیشک تخلف نہیں وہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے علم میں ہیں پورے ہو جاتے ہیں۔ لیکن انسان ناقص العقل کبھی ان کو تخلف کی صورت میں سمجھ لیتا ہے کیونکہ بعض ایسی مخفی شرائط پر اطلاع نہیں پاتا جو پیشگوئی کو دوسرے رنگ میں لے آتے ہیں اور ہم لکھ چکے ہیں کہ الہامی پیشگوئیوں میں یہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ وہ ہمیشہ ان شرائط کے لحاظ سے پوری ہوتی ہیں جو سنت اللہ میں اور الٰہی کتاب میں مندرج ہو چکی ہیں گو وہ شرائط کسی ولی کے الہام میں ہوں یا نہ ہوں۔ منہ •

اس وقت عذاب کی خبر سنائی جبکہ اس قوم کے ایمان سے نومید ہو چکا۔ پس جبکہ عذاب اُن پر سے اُٹھایا گیا تو غضبناک ہو کر نکل گیا۔ پس ان تفسیروں سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اوّل یونسؑ نے اس قوم کے ایمان کے لئے بہت کوشش کی اور جبکہ کوشش بے سود معلوم ہوئی اور یاس کلی نظر آئی تو انہوں نے خدا تعالےٰ کی وحی سے عذاب کا وعدہ دیا جو تین دن کے اندر نازل ہوگا۔ اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے اس کے سمجھنے میں نادان شیخ نے دھوکہ کھایا ہے اور نہیں سوچا کہ اس کے آگے صفحہ ۱۸۸ میں وہ عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوا ہے کہ عذاب موت کی پیشگوئی بلا شرط تھی اور یہی آخری قول قول مفسرین اور ابن مسعود اور حسن اور شعبی اور سعید بن جبیر اور وہب کا ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ جس حالت میں وعدہ کی تاریخ ٹلنا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جیسا کہ آیت وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً اس کی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخیں جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہیں جن کا ٹلنا اور رد بلا ہونا توبہ اور استغفار اور صدقات سے باتفاق جمیع انبیاء علیہم السلام ثابت ہے۔ پس ان تاریخوں کا ٹلنا بوجہ اولیٰ ثابت ہوا۔ اور اس سے انکار کرنا صرف سفیہ اور نادان کا کام ہے نہ کسی صاحب بصیرت کا۔

اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ میں لکھتے ہیں۔ ان ذنبه بعض ذنب یونسؑ کان لان اللہ تعالیٰ وعدہ انزال الاھلاک بقومه الذین کذبوه فظن انه نازل لا محالة فلاجل ھذا الظن لم یصبر علیٰ دعائھم فکان الواجب علیه ان یستمر علی الدعاء لجواز ان لا یھلکھم اللہ بالعذاب۔ یعنی یونس کا یہ گناہ تھا کہ اس کو خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ وعدہ ملا تھا کہ اس کی قوم پر ہلاکت نازل ہو گی کیونکہ انہوں نے تکذیب کی پس یونسؑ نے سمجھ لیا کہ یہ عذاب موت قطعی اور اٹل ہے اور ضرور نازل ہوگا۔ اسی ظن سے وہ دعا ہدایت پر صبر نہ کرسکا اور واجب تھا کہ دعا ہدایت کئے جاتا کیونکہ جائز تھا کہ خدا دعا ہدایت قبول کر لے اور ہلاک نہ کرے۔ اب لو شیخ جی کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ

یقینی وعدہ تھا کہ قطعی بات تھی اور یہی اس کے ابتلا کا موجب ہوا کہ تاریخ موت ٹل گئی مگر اس پر کوئی صحت نہیں آتی دیکھو امام سیوطی کی تفسیر درمنثور سورۂ انبیاء قال اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال لما دعا یونس علی قومه اوحی الله الیه ان العذاب یصبحهم فلما رأوه جاروا الی الله وبکی النساء والولدان ورغت الابل و فصلانها وخارت البقر وعجاجیلها ولغت الغنم وسخالها فرحمهم الله و صرف ذالک العذاب عنهم وغضب یونس وقال کذبت فهو قوله اذ ذهب مغاضبا۔ یعنی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جبکہ یونسؑ نے اپنی قوم پر بددعا کی سو خدا تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ صبح ہوتے ہی عذاب نازل ہو جائے گا جبکہ قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو خدا تعالیٰ کی طرف تضرع کیا اور عورتیں اور بچے چلائے اور اونٹنیوں نے ان کے بچوں سمیت اور گائیوں نے ان کے بچھڑوں سمیت اور بکریوں نے ان کے بزغالوں سمیت خوف کھا کر شور مچایا پس خدا تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا اور عذاب کو ٹال دیا اور یونسؑ غضبناک ہوا کہ مجھے تو عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا یہ قطعی وعدہ کیوں خلاف واقعہ نکلا۔ یہی اس آیت کے معنے ہیں کہ یونسؑ غضبناک ہوا۔

اب دیکھو یہاں تک یونسؑ پر ابتلا آیا کہ کذبت اس کے مُنہ سے نکل گیا یعنی مجھ پر کیوں ایسی وحی نازل ہوئی جس کی پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ اگر کوئی شرط اس وعدہ کے ساتھ ہوتی تو یونس باوجودیکہ اس کو خبر پہنچ گئی تھی کہ قوم نے حق کی طرف رجوع کر لیا کیوں یہ بات مُنہ پر لاتا کہ میری پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی۔ اور اگر کہو کہ یونسؑ کو ان کے ایمان اور رجوع کی خبر نہیں پہنچی تھی اس لئے وہ یہ سمجھتا تھا کہ باوجود کفر پر باقی رہنے کے عذاب سے بچ گئے۔ اس لئے اس نے کہا کہ میری پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی۔ سو اس کا دندان شکن جواب ذیل میں لکھتا ہوں سیوطی نے زیر آیت وان یونس الخ لکھا ہے قال واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال بعث الله یونس الی اهل قریة فردوا علیه فامتنعوا

منه فلمّا فعلوا ذالك اوحى الله اليه انى مرسل عليهم العذاب فى يوم كذا وكذا فخرج من بين اظهرهم فاعلم قومه الذى وعدهم الله من عذابه اياهم فلمّا كانت الليلة التى وعد العذاب فى صبيحتها فراه القوم فحذروا فخرجوا من القرية الى براز من ارضهم و فرقوا كل دابة و ولدها ثم عجوا الى الله و انابوا واستقالوا فاقالهم الله وانتظر يونس الخبر عن القرية واهلها حتى مر به مار فقال ما فعل اهل القرية قال فعلوا ان يخرجوا الى براز من الارض ثم فرقوا بين كل ذات ولد و ولدها ثم عجوا الى الله وانابوا فقبل منهم و اخر عنهم العذاب فقال يونس عند ذلك لا ارجع اليهم كذابا ومضى على وجهه یعنی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے یہ حدیث لکھی ہے کہ خدا نے یونس نبی کو ایک بستی کی طرف مبعوث کیا۔ پس انہوں نے اس کی دعوت کو نہ مانا اور رُک گئے سو جبکہ انہوں نے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ نے یونس کی طرف وحی بھیجی کہ میں فلاں دن میں ان پر عذاب نازل کروں گا۔ سو یونس نے اس قوم کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ فلاں تاریخ کو تم پر عذاب نازل ہوگا اور ان میں سے نکل گیا۔ پس جبکہ وہ رات آئی جس کی صبح کو عذاب نازل ہونا تھا سو قوم نے عذاب کے آثار دیکھے سو وہ ڈر گئے اور اپنی بستی سے ایک وسیع میدان میں نکل آئے جو انہیں کی زمین کی حدود میں تھا اور ہر ایک جانور کو اس کے بچے سے علیحدہ کر دیا یعنی رحیم خدا کے رجوع دلانے کے لئے یہ حیلہ سازی کی جو شیر خوار بچوں کو خواہ وہ انسانوں کے بچے یا حیوانوں کے ان کی ماؤں سے علیحدہ پھینک دیا اور اس مفارقت سے ایک قیامت کا شور اس میدان میں برپا ہوا۔ ماؤں کو ان کے شیر خوار بچوں کو جنگل میں دُور ڈالنے سے سخت رقت طاری ہوئی اور اس طرف بچوں نے بھی اپنی پیاری ماؤں سے علیحدہ ہو کر اور اپنے تئیں اکیلے پا کر دردناک شور مچایا اور اس کارروائی کے کرتے ہی سب لوگوں کے دل درد سے بھر گئے اور نعرے مار مار کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع کیا اور اس سے معافی چاہی تب رحیم

خدا نے جس کی رحمت سبقت لے گئی ہے یہ حال زار ان کا دیکھ کر ان کو معاف کر دیا۔ اور ادھر حضرت یونس عذاب کے منتظر تھے اور دیکھتے تھے کہ آج اس بستی اور اس کے لوگوں کی کیا خبر آتی ہے یہاں تک کہ ایک رہگذر مسافر ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ اس بستی کا کیا حال ہے اس نے کہا کہ انہوں نے یہ کارروائی کی کہ اپنی زمین کے ایک وسیع میدان میں نکل آئے۔ اور ہر ایک بچہ کو اس کی ماں سے الگ کر دیا۔ پھر اس دردناک حالت میں ان سب کے نعرے بلند ہوئے اور تضرع کی اور رجوع کیا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی تضرع کو قبول کر لیا اور عذاب میں تاخیر ڈال دی۔ پس یونسؑ نے ان باتوں کو سن کر کہا کہ جبکہ حال ایسا ہوا یعنی جبکہ ان کی توبہ منظور ہو گئی اور عذاب ٹل گیا تو میں کذاب کہلا کر ان کی طرف نہیں جاؤں گا*۔ سو وہ تکذیب سے ڈر کر اس ملک سے نکل گیا۔

اب فرمائیے۔ شیخ جی ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کی

* نوٹ۔ یونہ یعنی یونس نبی کی کتاب میں جو بائبل میں موجود ہے۔ باب ۳ آیت ۴ میں لکھا ہے۔ اور یونہ شہر میں (یعنی نینوہ میں) داخل ہونے لگا اور ایک دن کی راہ جا کے منادی کی اور کہا چالیس اور دن ہوں گے تب نینوہ برباد کیا جائے گا۔ ۵ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا اور خدا نے ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنے بُرے راہ سے باز آئے۔ تب خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں اُن سے کروں گا پچھتا کے باز آیا اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی۔ باب ۴۔ پر یونہ اس سے ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہو گیا۔ ۲۔ اور اس نے خداوند کے آگے دعا مانگی۔ ۳۔ اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان کو مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ تم کلامہ۔

اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ موت کا عذاب ٹل گیا اور یہ بھی یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ اس پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اسی لئے تو یونس نے رنجیدہ ہو کر دعا کی کہ اب میرا مرنا بہتر ہے۔ شیخ جی اب تو آپ ہر یک پہلو سے قابو میں آ

نہ ہوتی اور کوئی دوسرا پہلو ایمان لانے کا قوم کو بتلایا ہوتا تو وہ میدان میں ایسی دردناک صورت اپنی نہ بناتے بلکہ شرط کے ایفاء پر عذاب ٹل جانے کے وعدہ پر مطمئن ہوتے۔ ایسا ہی اگر حضرت یونسؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائے گا تو وہ کیوں کہتے کہ اب میں اس قوم کی طرف نہیں جاؤں گا کیونکہ میں ان کی نظر میں کذاب ٹھہر چکا۔ جبکہ وہ سُن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئی۔ پس اگر یہ شرط بھی ان کی وحی میں داخل ہوتی تو اُن کو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ پیشگوئی پوری ہوئی نہ یہ کہ وہ وطن چھوڑ کر ایک بھاری مصیبت میں اپنے تئیں ڈالتے۔ قرآن کا لفظ لفظ اسی پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ سخت ابتلا میں پڑے اور حدیث نے کیفیت ابتلا کی یہ بتلائی۔ پس اب بھی اگر کوئی شیخ وشاب منکر ہو تو یہ صریح اس کی گردن کشی ہے۔

اور ہم اس مضمون کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو پورا کر دے گا۔ اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا اور ہرگز یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب

بقیہ حاشیہ۔ گئے۔ آپ عام جلسہ میں بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ میں اس بات کی قسم کھاؤں گا کہ موت کا عذاب نہیں ٹلتا۔ اب قسم کھا دیں تا خدا تعالیٰ جھوٹے کو واصل جہنم کرے ورنہ یہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ قسم کھانے کا عہد کر کے پھر توڑ دیا جاوے اور اگر آپ نے قسم نہ کھائی تو یہی سمجھا جائے گا کہ صرف دو سو روپیہ کے طمع نفسانی نے آپ میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا۔ اور پھر جب قسم کھانے کی کوئی راہ نہ دیکھی تو اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا اور بجائے اس کے اپنی بیوقوفی پر ایک ندامت باقی رہ گئی۔ مگر کیا تعجب کہ پھر بھی قسم کھا لو کیونکہ بے ایمان آدمی پاک نوشتوں کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتا اور دہریہ پن کی رگ سے اپنے انجام کو نہیں سوچتا اور یاد رہے کہ اس منافی سے عیسائیوں کے کفارہ کی بھی بیخکنی ہوگئی کیونکہ یونسؑ کی قوم صرف اپنی توبہ اور استغفار سے بچ گئی اور یونس تو یہی چاہتا تھا کہ ان پر عذاب نازل ہو۔ منہ ٭

ہلاک میں گفتہ ہوتا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو اُن کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے اور اگر اے خداوند یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجّال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے اور تیری وہ نسبت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیمؑ کے ساتھ اور اسحٰق کے ساتھ اور اسمٰعیل کے ساتھ اور یعقوب کے ساتھ اور موسیٰ کے ساتھ اور داؤد کے ساتھ اور مسیح ابن مریم کے ساتھ اور خیر الانبیاء محمد صلعم کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما۔ لیکن اگر تیری رحمت میرے ساتھ ہے اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یحمدک اللہ من عرشہ۔ اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یا عیسی الذی لا یضاع وقتہ اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ الیس اللہ بکاف عبدہ اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا قل انی امرت و انا اول المومنین اور تُو ہی ہے جو غالباً مجھے ہر روز کہتا رہتا ہے انت معی و انا معک تُو میری مدد کر اور میری حمایت کے لئے کھڑا ہو جا۔ و انی مغلوب فانتصر۔

راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء

(تعداد اشاعت ۷۰۰) ریاض ہند امرتسر

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۱۶ صفحوں پر ہے)

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ
میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمانداری پرکھنے کیلئے جنہوں نے
اس عاجز کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص کافر اور دجّال اور شیطان ہے اور
اس پر لعنت اور سبّ و شتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے اور اس اشتہار کے وہ سب بھی مخاطب ہیں جو کافر اور
کافر کہنے سے باز نہیں آتے خواہ لدھیانوی ہیں یا امرتسری یا غزنوی یا بٹالوی یا گنگوہی یا پنجاب
اور ہندوستان کے کسی اور مقام میں الا لعنة اللّٰہ علی الکافرین المکفرین الذی یکفرون
المسلمین۔ اب ان سب پر واجب ہے کہ اپنے ہم جنس مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی کو قسم دلا کر
ہزار روپیہ ہم سے لے لیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ وہ سب بباعث تکفیر مسلم اور انکار حق کے
ابدی لعنت میں مبتلا ہو کر تمام شیاطین کے ساتھ جہنم میں پڑیں گے اور
نیز یاد رہے کہ قسم اسی مضمون کی ہوگی جو اشتہار
ہذا میں درج ہے

اے علمائے مکفرین ان آثار اور اخبار کی نسبت کیا کہتے ہو* جن کو امام عبدالوہاب شعرانی اور دوسرے اکابر متقدمین نے اپنی اپنی کتابوں میں مبسوط طور پر نقل کیا ہے جن میں سے کچھ حصہ مولوی صدیق حسن خان بھوپالوی نے اپنی فارسی کتاب حجج الکرامہ وغیرہ میں بطور اختصار لکھا ہے کہ مہدی موعود کے چار نشان خاص ہیں جن میں اس کا غیر شریک نہیں۔

---

* نوٹ۔ یہ کہنا بے جا ہوگا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں یا بعض روایات مجروح ہیں یا حدیث منقطع اور مرسل ہے۔ کیونکہ جس حدیث کی پیشگوئی واقعی طور پر سچی نکلی اس کا درجہ فی الحقیقت صحاح سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی صداقت بدیہی طور پر ظاہر ہو گئی۔ غرض جب حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی تو پھر بھی اس میں شک کرنا صریح بے ایمانی ہے۔

(۱) یہ کہ علماء اس کی تکفیر کریں گے اور اس کا نام کافر اور دجال اور بے ایمان رکھیں گے اور تمام ملل کو اس کی تکذیب کریں گے اور اس کی تحقیر اور سب وشتم کے لئے کمربستہ ہوں گے اور اس کی نسبت نہایت سخت کینہ پیدا کریں گے اور اس کو ملحد اور مرتد خیال کریں گے اور اس کی نسبت مشہور کریں گے کہ یہ تو اسلام کی بیخکنی کر رہا ہے یہ مہدی کیسا ہے اور لعنت اور کافر کافر کہنے کو موجب ثواب اور اجر سمجھیں گے اور اس کو اس زمانہ کے مولوی ہرگز قبول نہیں کریں گے مگر آخری دنوں میں جب اس کی حقیقت کھل جائے گی محض نفاق سے مان لیں گے دل سے نہیں۔ اور مہدی کو قبول کرنے والے اکثر عوام یا گوشہ گزین یا پاک دل فقرا ہوں گے جو اپنے صحیح مکاشفات سے اس کو شناخت کر لیں گے مگر مولویوں کو بجز اس کے اور کوئی حصہ نہیں ملے گا کہ اس کو بے دین اور کافر اور دجال کہیں گے اور اس وقت کے مولوی ان سب سے بدتر ہوں گے جو زمین پر رہتے ہیں۔ ان کی زیرکی اور فراست جاتی رہے گی وہ گہری باتوں کو نہیں کرنی الفور انکار کر دیں گے کہ یہ باتیں تو ہمارے قدیم عقاید کے مخالف ہیں۔

۲۔ دوسرا نشان مہدی موعودؑ کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ماہ رمضان میں خسوف کسوف ہوگا اور پہلے اس سے جیسا کہ منطوق حدیث صاف بتلا رہا ہے کبھی کسی رسول یا نبی یا محدث کے وقت میں خسوف کسوف کا اجتماع رمضان میں نہیں ہوا۔ اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے کسی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت کے وقت میں کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے نہیں ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ اکٹھے ہوئے ہیں تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ مگر حدیث کا مفہوم یہ نہیں کہ مہدی کے ظہور سے پہلے چاند گرہن اور سورج گرہن ماہ رمضان میں ہوگا کیونکہ اس صورت میں تو ممکنات میں سے تھا کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کو ماہ رمضان میں دیکھ کر ہر یک مفتری مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور امر مشتبہ ہو جائے کیونکہ بعد میں مدعی ہونا سہل ہے اور جب بعد میں کئی مدعی ظاہر ہو گئے تو صاف طور پر کوئی مصداق نہ رہا۔

بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مہدی موعود کے دعویٰ کے بعد بلکہ ایک مدت گذرنے کے بعد یہ نشان تائید دعویٰ کے طور پر ظاہر ہو جیسا کہ ان لمہدینا ایتین ای لتائید دعوی مہدینا ایتین صاف دلالت کر رہی ہے اور اس طور سے کسی مفتری کی پیش رفت نہیں جاتی اور کوئی منصوبہ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ مہدی کا ظہور بہت پہلے ہو کر پھر مؤید دعویٰ کے طور پر سورج گرہن بھی ہو گیا نہ یہ کہ ان دونوں کو دیکھ کر مہدی نے سر نکالا۔ اس قسم کے تائیدی نشان ہمارے سید نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی پہلی کتابوں میں لکھے گئے تھے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد ظہور میں آئے اور دعویٰ کے مصدق اور مؤید ہوئے۔ غرض ایسے نشان قبل از دعویٰ ہمل اور بیکار ہوتے ہیں کیونکہ ان میں گنجائش افترا بہت ہے۔ اور اس پر اور بھی قرینہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خسوف[1] اور کسوف[2] اور مہدی کا رمضان کے مہینے میں موجود ہونا خارق عادت ہے اور اجتماع خسوف کسوف خارق عادت نہیں۔

۳۔ تیسرا نشان مہدی موعود کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ایک فتنہ ہوگا اور نصاریٰ اور مہدی کے لوگوں کا ایک جھگڑا پڑ جائے گا۔ نصاریٰ کے لئے شیطان آواز دے گا کہ الحق فی آل عیسٰی یعنی حق عیسٰی کے لوگوں میں ہے اور فتح عیسائیوں کی ہے اور مہدی کے لوگوں کے لئے آسمانی آواز آئے گی یعنی نشانوں اور تائیدوں کے ساتھ ربانی گواہی یہ ہوگی کہ الحق فی آل محمد یعنی حق مہدی کے لوگوں میں ہے۔ آخر اس آواز کے بعد شیطانی تاریکی اٹھ جائے گی اور لوگ اپنے امام کو شناخت کر لیں گے۔

۴۔ چوتھی مہدی کی یہ نشانی ہوگی کہ اس کے وقت میں بہت سے مسلمان یہودی طبع دجال سے مل جائیں گے یعنی وہ لوگ بظاہر مسلمان کہلائیں گے اور دجال کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا دیں گے یعنی نصاریٰ کے دعویٰ فتح کے مصدق ہوں گے۔

یہ چار نشانیاں ایسی ہیں کہ مہدی کے لئے خاص ہیں اور اگرچہ اس زمانہ سے پہلے بھی بہت

صلحاء امت اور بزرگوں کو کافر ٹھہرایا گیا۔ مگر نشانی کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہدی موعود کی اس زور شور سے تکفیر کی جائے گی کہ اس سے پہلے کبھی مولویوں نے ایسی زور شور سے کسی کی تکفیر نہیں کی ہوگی اور نہ کسی کو ایسے زور شور سے دجّال کہا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس عاجز کو نہ صرف کافر بلکہ اکفر کہا گیا۔ ایسا ہی ممکن ہے کہ پہلے بھی کسی مہینہ میں چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے ہو گئے ہوں مگر یہ کبھی نہیں ہوا۔ اور ہرگز نہیں ہوا کہ بجز ہمارے اس زمانہ کے دنیا کی ابتداء سے آج تک کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں ایسے طور سے اکٹھے ہو گئے ہوں کہ اس وقت کوئی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت بھی موجود ہو۔ ایسا ہی اگرچہ پہلے بھی نصارٰی سے مباحثات مذہبی ہوتے رہے ہیں لیکن جو نصارٰی نے اب شوخیاں دکھلائیں اور تمام ملک میں شیطانی آوازیں سنائیں اور گدھوں پر سوار ہوئے اور بہروپ بنائے، ایسا استہزاء ان کی طرف سے کبھی ظہور میں نہیں آیا اور نہ اس استہزاء کا بدل جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والا ہے جو ربّانی آواز ہے کبھی ایسا ظاہر ہوا جیسا کہ بعد اس کے ظاہر ہوگا۔ سُننے والے یاد رکھیں۔ ایسا ہی اگرچہ بعض مسلمان جو منافق طبع ہیں پادریوں کے ساتھ اس سے پہلے بھی مداہنہ کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں مگر جو اب مولویوں اور ان کے ناقص العقل چیلوں نے ان پادری دجالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائی اور ان کو فتحیاب قرار دیا اور ان کی خوشی کے ساتھ خوشی منائی اور خوشی اور چالاکی سے صدہا اشتہار لکھے اور اہل حق پر لعنتیں بھیجیں اور ان لعنتوں سے نصارٰی کو خوش کیا اور نصارٰی کو غالب قرار دیا اس کی نظیر تیرہ سو برس میں کسی صدی میں نہیں پائی جاتی۔ پس یہ اسی پیشگوئی کا ظہور ہے کہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ ستر ہزار مسلمان کہلانے والے دجال کے ساتھ مل جائیں گے۔ اب علماء مکفرین بتلاویں کہ یہ باتیں پوری ہو گئیں یا نہیں۔ بلکہ یہ دو علامتیں یعنی مہدی ہونے کے مدعی کو بڑے زور شور سے کافر اور دجّال کہنا اور نصارٰی کی تائید کرنا اور ان کو فتحیاب قرار دینا اپنے ہاتھ سے مولویوں نے ایسے طور سے پوری کیں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ نادانی سے پہلے

باہم مشورہ کر کے سوچ نہ لیا کہ اس طور سے تو ہم دو نشانیوں کا تو آپ ہی ثبوت دے دینگے جس شد و مد اس عاجز کی تکفیر کی گئی ہے اگر پہلے بھی کسی مہدی ہونے کے مدعی کی اس زور و شور سے تکفیر ہوئی ہے اور یہ لعن طعن کی بارش اور کافر اور دجّال کہنا اور دین کا بیخکن قرار دینا اور تمام مُلک کے علماء کا اس پر اتفاق کرنا اور تمام ممالک میں اس کو شہرت دینا پہلے بھی وقوع میں آیا ہے تو اس کی نظیر پیش کریں جو طابق النعل بالنعل کا مصداق ہو۔ ورنہ مہدی موعود کی ایک خاص نشانی انہوں نے اپنے ہاتھ سے قایم کر دی۔ اور اگر پہلے بھی ایسا اتفاق انہوں نے نصاریٰ سے کیا ہے اور ان کو غالب قرار دیا ہے تو اس کی بھی نظیر بتلادیں اور اگر پہلے بھی کسی ایسے شخص کے وقت میں جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں اکٹھے ہو گئے ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں اور اگر پہلے بھی کسی مہدی کے لوگوں اور نصاریٰ کا کچھ جھگڑا پڑا ہو اور نصاریٰ نے اپنی فتحیابی کے لئے ایسی شیطانی آوازیں نکالی ہوں تو اس کی نظیر بھی بتلادیں اور ہم ہر چہار نظیروں کے پیش کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ نقد انعام مقرر کرتے ہیں۔ ہم اس روپیہ کے دینے میں کوئی شرط مقرر نہیں کرتے۔ صرف اس قدر ہوگا کہ بعد درخواست یہ ہزار روپیہ محمد حسن صاحب لدھیانوی کے پاس تین ہفتہ کے اندر جمع کرا دیا جاوے گا اور مولوی صاحب موصوف ایک تاریخ پر جو اُن کی طرف سے مقرر ہو فریقین کو اپنے مکان پر بُلا کر بلند آواز سے تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعات جو پیش کئے گئے بے نظیر نہیں ہیں اور جو کچھ ان کی نظیریں بتلائی گئی ہیں وہ واقعی طور پر صحیح اور درست اور یقینی اور قطعی ہیں اور بخدا ان نشانیوں کے مصداق ہونے کا مدعی درحقیقت کافر ہے اور میں بصیرت کاملہ سے کہتا ہوں کہ ضرور وہ کافر ہے اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے پر وہ عذاب اور قہر الٰہی نازل ہو، جو جھوٹوں پر ہوا کرتا ہے اور ہم ہر یک مرتبہ کے ساتھ آمین کہیں گے اور واپسی روپیہ کی کوئی شرط نہیں اور نہ عذاب کے لئے کوئی میعاد مقرر ہے۔ ہمارے لئے یہ کافی ہوگا کہ گویا تو مولویصاحب

خدا تعالیٰ سے ڈریں اور قسم نہ کھائیں اور یا تمام مکفروں کے سرگروہ بن کر قسم کھالیں اور اس کے ثمرات دیکھیں۔ اور ہم اس جگہ علمائے وقت کی خدمت میں بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ وہ تکفیر اور انکار میں جلدی نہ کریں۔ کیا ممکن نہیں کہ جس کو وہ جھوٹا کہتے ہیں اصل میں سچا وہی ہو پس جلدی کر کے ناحق کی رُوسیاہی کیوں لیتے ہیں۔ کیا کسی جھوٹے کے لئے آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں یا کبھی خدا نے کسی جھوٹے کو ایسی لمبی مہلت دی کہ وہ بارہ برس سے برابر الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ کر کے دن رات خدا تعالیٰ پر افتراء کرتا ہو اور خدا تعالیٰ اس کو نہ پکڑے بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو ایک تو بیان کریں ورنہ اس قادر منتقم سے ڈریں جس کا غضب انسان کے غضب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور اس بات پر خوش نہ ہوں کہ بعض مسائل میں اختلاف ہے۔ اور ذرہ دل میں سوچ لیں کہ اگر مہدی موعود تمام مسائل رطب یابس میں علمائے وقت سے اتفاق کرنے والا ہوتا تو کیوں پہلے سے احادیث میں یہ لکھا جاتا کہ علماء اس کی تکفیر کریں گے اور سمجھیں گے کہ یہ دین کی بیخکنی کر رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مہدی کی تکفیر کے لئے علماء اپنے پاس اپنے فہم کے مطابق کچھ وجوہ رکھتے ہوں گے جن کی بناء پر اس کو کافر اور دجّال قرار دیں گے۔ فاتقوا اللّٰہ یا اولی الابصار والسّلام علٰی من خشی الرحمٰن واتقٰی واتبع الحق واھتدٰی

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اوّل کے صفحہ ۴۶ سے ۵۰ تک درج ہے)

(۱۲۶)

اشتہار لائق توجّہ گورنمنٹ

جو

جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لفٹنٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا گیا

سول ملٹری گزٹ کے پرچہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۴ء میں میری نسبت ایک غلط اور خلاف واقعہ رائے شایع کی گئی ہے جس کی غلطی گورنمنٹ پر کھولنا ضرور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب راقم نے اپنی غلط فہمی یا کسی اہل غرض کے دھوکہ دینے سے ایسا اپنے دل میں میری نسبت سمجھ لیا ہے کہ گویا میں گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور مخالفانہ ارادے اپنے دل میں رکھتا ہوں لیکن یہ خیال ان کا سراسر باطل اور دور از انصاف ہے۔ اگر ان کو سچے واقعات سے کچھ بھی خبر ہوتی تو اس قدر قابل شرم جھوٹ پر ان کا ہاتھ اور قلم ہرگز دلیری نہ کرتا۔ یہ بات گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں کہ یہ راقم ایک نیک نام خاندان میں سے ہے اور میرا والد میرزا غلام مرتضیٰ صاحب ایک نیک نام اور معزز رئیس تھے جنہوں نے ہر یک موقعہ پر عمدہ عمدہ خدمات بجالا کر اپنے تئیں مورد مراحم گورنمنٹ ثابت کیا تھا اور گورنری دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی خدمات ان کی ایسی تھیں کہ وہ ایک پختہ ثبوت اس خیر خواہی اور خیر اندیشی کا ہے جو قدیم سے اس خاندان سے ہوتی رہی یعنی یہ کہ انہوں نے (عین ان ایام میں کہ ہندوستان میں آتش فساد اور مفسدہ پھیل رہی تھی اور قدرتی اتفاق سے رعایا کے لئے یہ موقعہ پیش آیا تھا کہ وہ اس بات میں آزمائی جائیں کہ

کہاں تک وہ گورنمنٹ برطانیہ کے خیر خواہ ہیں) اپنے افعال سے صاف طور پر بار بار حکام پر
ظاہر کر دیا کہ ہم تمام مال و جان سے اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق گورنمنٹ برطانیہ
کی امداد کے لئے حاضر ہیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور
پچاس سوار بھی بہم پہنچا کر ۱۸۵۷ء کے شور و شر کے وقت میں گورنمنٹ کی نذر کئے۔ اور پھر
دوسری مرتبہ چودہ گھوڑے سے نذر کئے۔ اور اسی طرح وہ اور وقتوں میں بھی خدمات گورنمنٹ
میں مشغول رہے اور وقتاً فوقتاً خوشنودی کی چٹھیات پاتے رہے اور انعام بھی ملتے رہے*
اور چالیس برس اپنی عمر عزیز کے انہی خدمات میں انہوں نے بسر کئے اور پھر بعد اُن کے
انتقال کے میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات گورنمنٹ میں مشغول رہا۔ اور پھر ان کے
بعد میں ایک گوشہ نشین آدمی تھا جس کی دنیوی طریق پر زندگی نہیں تھی اور نہ اس کے کامل
اسباب جمع تھے۔ تاہم میں نے برابر ۱۶ برس سے یہ اپنے پر حق واجب ٹھیرا لیا کہ اپنی قوم کو
اس گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف بلاؤں اور ان کو سچی اطاعت کی طرف ترغیب دوں۔ چنانچہ
میں نے اس مقصد کی انجام دہی کیلئے اپنی ہر یک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا[1] کہ اس گورنمنٹ
کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ بار بار اس بات
پر زور دیا کہ چونکہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی رعایا کی محسن ہے اس لئے مسلمانان ہند پر
لازم ہے کہ نہ صرف اتنا ہی کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقابل پر بد ارادوں سے رُکیں
بلکہ اپنی سچی شکر گذاری اور ہمدردی کے نمونے بھی گورنمنٹ کو دکھلاویں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور کچھ
نہیں۔ اور یہ بات قطعی اور فیصلہ شدہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانان ہند کی محسن ہے کیونکہ

---

* نوٹ: سر لیپل گریفن کی کتاب تذکرہ رئیسان پنجاب میں میرے والد صاحب کا مفصل ذکر ہے۔ یاد رہے کہ
میرے والد صاحب کا نام میرزا غلام مرتضیٰ اور ان کے والد کا نام میرزا عطا محمد ہے۔ منہ

[1] نوٹ: دیکھو براہین احمدیہ[1]۔ شہادۃ القرآن[2]۔ سرمہ چشم آریہ[3]۔ آئینہ کمالات اسلام[4]۔ حمامۃ البشریٰ[5]۔ نور الحق[6] وغیرہ

سکھوں کے زمانہ میں ہمارے دین اور دُنیا دونوں پر مصیبتیں تھیں خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو دُور سے ابرِ رحمت کی طرح لایا اور ان مصیبتوں سے اس گورنمنٹ کے عہدِ دولت نے ایک دم میں ہمیں چھوڑا دیا۔ پس اس گورنمنٹ کا شکر نہ کرنا کس قدر بدذاتی ہے اور جو شخص ایسے احسانات دیکھ کر پھر نفاق سے زندگی بسر کرے اور سچے دل سے شکرگزار نہ ہو تو بلاشبہ کافرِ نعمت ہے[۱] ہماری ایمانداری کا یہ تقاضا ہونا چاہئیے کہ ہم تہ دل سے اقرار کریں کہ درحقیقت یہ گورنمنٹ ہماری محسن ہے۔ ہم اس گورنمنٹ کے قدوم میمنت لزوم سے ہزاروں بلاؤں سے بچ گئے اور ہمیں وہ آزادی ملی جس کے ذریعہ سے ہم دین اور دُنیا دونوں درست کر سکتے ہیں۔ پس اگر اب بھی ہم اس گورنمنٹ کے سچے خیرخواہ نہ ہوں تو خدا تعالیٰ کے سامنے ناشکرے ٹھہریں گے۔ یہ وہ تمام باتیں ہیں جن کو میں نے مختلف کتابوں میں شائع کیا اور سولہ[۱۶] برس تک برابر میں اس خدمت کو بجا لاتا رہا۔ مگر نہ اس خیال سے کہ ریاکاروں کی طرح گورنمنٹ کو خوش کروں بلکہ میں نے ایمانداری

نوٹ[۱]۔ اس زمانہ میں اکثر عیسائی معلموں نے یہ اعتراض غلط فہمی سے اسلام پر کیا ہے کہ اسلام جبرا اور تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے مگر افسوس کہ ایسے معترضوں نے قرآن کریم کی ان تعلیموں پر غور نہیں کی جن میں لکھا ہے کہ تم دوسری قوموں کے ظلم اور ایذا کی برداشت کر کے نرمی کے ساتھ دعوتِ حق کرو خاص کر عیسائیوں کے مقابل پر یہ حکم تھا وجادلھم بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ یعنی جب تو کسی عیسائی معلم کے ساتھ بحث کرے تو حکمت اور نیک نصیحتوں کے ساتھ بحث کر جو نرمی اور تہذیب سے ہو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بہتیرے اس زمانہ کے جاہل اور نادان مولوی اپنی حماقت سے یہی خیال رکھتے ہیں کہ جہاد اور تلوار سے دین کو پھیلانا نہایت ثواب کی بات ہے اور وہ پردہ اور نفاق سے زندگی بسر کرتے ہیں لیکن وہ ایسے خیال میں سخت غلطی پر ہیں اور ان کی غلط فہمی سے الٰہی کتاب پر الزام نہیں آسکتا۔ واقعی سچائیاں اور حقیقی صداقتیں کسی جبر کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ جبر اس بات پر دلیل ٹھہرتا ہے کہ روحانی دلائل کمزور ہیں کیا وہ خدا جس نے اپنے پاک رسول پر یہ وحی نازل کی کہ فاصبر کما صبر اولوا العزم یعنی تو ایسا صبر کر کہ جو تمام اولوالعزم رسولوں کے صبر کے برابر

کی راہ سے فی الحقیقت گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کو ایسا ہی پایا کہ جن کے شکر میں مجھ سے اب تک یہی ہوسکا کہ میں بذریعہ ان تالیفات کے مسلمانوں کے خیالات کو درست کروں اور ان کے دل گورنمنٹ کی طرف پھیروں۔ اور میں جانتا ہوں کہ بعض جاہل مولوی میری ان تحریرات سے ناراض ہیں اور مجھے علاوہ اور وجوہ کے اس وجہ سے بھی کافر قرار دیتے ہیں لیکن مجھے ان کی ناراضگی کی کچھ پرواہ نہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو شخص بندوں کے احسانات کا شکرگذار نہیں وہ خدا تعالےٰ کا بھی شکرگذار نہیں کیونکہ نیک اندیش اور عادل بادشاہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ پس جو شخص اس بادشاہ کا شکرگذار نہیں اس نے خدا تعالےٰ کی نعمت کو رد کیا۔ اور چونکہ میں نے دیکھا کہ بلاد اسلامی روم و مصر وغیرہ کے لوگ ہمارے واقعات سے مفصل طور پر آگاہ نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے اس گورنمنٹ سے آرام پایا اور اس کے عدل اور رحم سے فائدہ اٹھایا وہ اس سے بیخبر ہیں اس لئے میں نے عربی اور فارسی

بقیہ نوٹ۔ ہو یعنی اگر تمام نبیوں کا صبر اکٹھا کر دیا جائے تو وہ تیرے صبر سے زیادہ نہ ہو اور پھر فرمایا کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر نہیں چاہیئے اور پھر فرمایا کہ جادلھم بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ یعنی عیسائیوں کے ساتھ حکمت اور نیک وعظوں کے ساتھ مباحثہ کرو نہ سختی سے۔ اور پھر فرمایا والکاظمین الغیظ والعافین عن النّاس۔ یعنی مومن وہی ہیں جو غصہ کو کھا جاتے ہیں اور یاوہ گو اور ظالم طبع لوگوں کے حملوں کو معاف کر دیتے ہیں اور بیہودگی کا بیہودگی سے جواب نہیں دیتے۔ کیا ایسا خدا یہ تعلیم دے سکتا تھا کہ تم اپنے دین کے منکروں کو قتل کر دو اور ان کے مال لوٹ لو اور ان کے گھروں کو ویران کر دو بلکہ اسلام کی ابتدائی کارروائی جو حکم الٰہی کے موافق تھی صرف اتنی تھی کہ جنہوں نے ظالمانہ طور سے تلوار اُٹھائی وہ تلوار ہی سے مارے گئے اور جیسا کیا ویسا اپنا پاداش پا لیا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ تلوار کے ساتھ منکروں کو قتل کرتے پھرو یہ تو جاہل مولویوں اور نادان پادریوں کا خیال ہے جس کی کچھ بھی اصلیت نہیں۔ اس لئے خدا نے جو راستی کا حامی ہے اور کسی صداقت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اس زمانہ میں اس عاجز کو مامور کرکے

میں بعض رسائل تالیف کر کے بلاد شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کئے گئے اور ان میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دے کر بلاد شام اور روم کی طرف روانہ کیا اور بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجیں۔ اور یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔

شاید اس جگہ ایک نادان سوال کرے گا کہ اس قدر خیر خواہی غیر ممکن ہے کہ ہزار ہا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے اس گورنمنٹ کی خوبیوں کو تمام ملکوں میں پھیلایا جاوے لیکن ایک عقلمند جانتا ہے کہ احسان ایک ایسی چیز ہے کہ جب ایک شریف اور ایمان دار آدمی اس سے تمتع اٹھاتا ہے تو بالطبع اس میں عشق اور محبت کے رنگ میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے

بقیہ نوٹ۔ ارادہ کیا کہ جہاد کا الزام اسلام پر سے اٹھا دے اور لوگوں کو دکھا دے کہ اسلام اپنی ترقیوں میں جبر اور تلوار کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اپنی رُوحانی طاقت سے دلوں پر اثر کرتا ہے۔ اور جو نادان مولوی جہاد کے مسئلہ کا ورد زبان پر رکھتے ہیں گویا وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے دامن پاک کو چار طرفہ اعتراضوں کی پلیدی سے آلودہ کریں۔ یہ معقول روشنی کا وقت اسلام کی بریّت ظاہر کرنے کا وقت ہے اور بخدا وہ حقیقت میں بری اور نہایت اعلیٰ شان کا مذہب ہے جو اسی خدا کو پیش کرتا ہے جو درحقیقت خدا ہے اور نجات کو کسی بناوٹی کفارہ سے نہیں بلکہ سچی پاکیزگی سے وابستہ کرتا ہے پس اس کی طرف جہاد اور جبر کو منسوب کرنا ایک ظلم صریح ہے۔ ہمارے اس ملک میں وہ لوگ نہایت خطرناک خیالات میں گرفتار ہیں جو ایک ایسے خونی مسیح کے منتظر ہیں جو اُن کے زعم میں عیسائیوں کے ساتھ سخت لڑائیاں کر کے ان کی صلیبوں کو توڑ دے گا اور ان کے خنزیروں کو قتل کر دے گا۔ گویا وہ اسلام پر ایک نیا الزام قائم کرانے کے لئے آئے گا نہ پہلے غلط الزاموں کو دور کرنے کے لئے۔ ایسا ہی یہ لوگ ایک خونی مہدی کے منتظر ہیں جو دُنیا کو خون سے بھر دے گا بلکہ ایک گروہ ان میں

کرتا اس احسان کا معاوضہ دے۔ ہاں کمینہ آدمی اس طرف التفات نہیں کرتا۔ بس مجھے طبعی جوش نے ان کارروائیوں کے لئے مجبور کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ اگر سول ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر کو ان واقعات کی کچھ بھی اطلاع ہوتی تو وہ ایسی تحریر جو انصاف اور سچائی کے برخلاف ہے ہرگز شائع نہ کرتا۔

میرے اس دعویٰ پر کہ مَیں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیرخواہ ہوں دو ایسے شاہد ہیں کہ اگر سول ملٹری جیسا لاکھ پرچہ بھی ان کے مقابلہ پر کھڑا ہو تب بھی وہ دروغگو ثابت ہوگا۔ (اوّل) یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے مَیں سولہ[1] برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانان ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔

بقیہ نوٹ۔ ہے ایک شخص سید احمد نام کا منتظر ہے جس نے سکھوں سے لڑائی کی تھی اور ان کا خیال ہے کہ وہ زندہ ہے اور پھر دنیا میں اس کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ ان کی ایک جماعت پلوسر کے قریب یاغستان میں اکٹھی ہے اور غالباً اور کئی ان کے ہم خیال ہندوستان میں ہوں گے۔ اسی بنا پر بعض مولویوں سے مفسدانہ حرکات ۱۸۵۷ء میں ظاہر ہوئیں چنانچہ اُن میں سے مولوی عبدالعزیز ولد مولوی محمد ساکن لدھیانہ ہیں جن کی نسبت سرکاری کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بماہ جون ۱۸۵۷ء ہمراہ اپنے خود باغی مفسدوں کے ساتھ دہلی چلے گئے اور مفسدوں میں شامل رہے۔ اور پھر ۱۸۵۹ء میں دہلی سے گرفتار ہوئے اور آخر بدمعاشوں کی فہرست میں درج کئے گئے۔ دیکھو روبکار ۱۴ دسمبر ۱۸۵۹ء دفتر ضلع لدھیانہ۔ اور جو فتویٰ تکفیر مولوی نذیر حسین دہلوی کی طرف سے اس عاجز کی نسبت شائع ہوا ہے اور جو اشتہار تکفیر اس فتویٰ پر زور دینے کے لئے اسی عبدالعزیز مولوی اور اس کے بھائیوں کی طرف سے نکلا ہے ان کاغذات کو اگر کبھی گورنمنٹ غور سے دیکھے تو ثابت ہوگا کہ یہ سب لوگ درحقیقت ایک ہی ہیں۔ ایک خونی مہدی اور خونی مسیح کے دن رات منتظر ہیں۔ سول ملٹری گزٹ کی کس قدر سادہ لوحی ہے کہ جو شخص ایسے خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے اسی کو مفسد قرار دیتا ہے اور مفسدوں کے خیالات سے بےخبر ہے۔ والسلام۔ منہ

٢- دوسری یہ کہ مَیں نے کئی کتابیں عربی فارسی تالیف کر کے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں جن میں
برابر یہی تاکید اور یہی مضمون ہے۔ پس اگر کوئی نااندیش یہ خیال کرے کہ سولہ[16] برس کی کارروائی
میری کسی نفاق پر مبنی ہے تو اس بات کا اس کے پاس کیا جواب ہے کہ جو کتابیں عربی و فارسی
روم اور شام اور مصر اور مکہ اور مدینہ وغیرہ ممالک میں بھیجی گئیں اور ان میں نہایت تاکید سے گورنمنٹ
انگریزی کی خوبیاں کی گئی ہیں وہ کارروائی کیونکر نفاق پر محمول ہو سکتی ہے۔ کیا ان ملکوں کے
باشندوں سے بجز کافر کہنے کے کسی اور انعام کی توقع تھی۔ کیا سول ملٹری گزٹ کے پاس
کسی ایسے خیر خواہ گورنمنٹ کی کوئی اور بھی نظیر ہے؟ اگر ہے تو پیش کریں۔ لیکن مَیں دعویٰ
سے کہتا ہوں کہ جس قدر مَیں نے کارروائی گورنمنٹ کی خیر خواہی کے لئے کی ہے اس کی نظیر
نہیں ملے گی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ عیسائی مذہب کو مَیں اس کی موجودہ صورت کے لحاظ سے ہرگز
صحیح نہیں سمجھتا۔ کوئی انسان کیسا ہی برگزیدہ ہو اس کو ہم کسی طرح خدا نہیں کہہ سکتے۔ بلاشبہ
وہ تعلیم جو انسان کو سچی توحید سکھاتی اور حقیقی خدا کی طرف رجوع دیتی ہے وہ قرآن کریم میں
پائی جاتی ہے۔ قرآن بڑی سچائی سے اسی خدا کو خدا قرار دیتا ہے جو قدیم سے اور ازل سے
قانون قدرت کے آئینہ میں نظر آتا رہا ہے اور آ رہا ہے۔ پس جس مذہب کی خدادانی ہی غلط
ہے اس مذہب سے عقلمند کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ جو لوگ نفسانی ہستی سے فنا ہو گئے ان کو
ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا سے ہی نکلے ہیں کیونکہ انہوں نے خدا میں ہو کر ایک نئی اور نورانی پیدائش
پائی۔ اور خدا نے ان کو اپنے ہاتھ سے ایسا صاف کیا کہ فی الحقیقت وہ ایک نئے طور سے
پیدا ہوئے لیکن ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ در حقیقت الٰہ العالمین وہی ہیں۔ خدا میں فانی ہو کر
نئی پیدائش پانا کسی ایک انسان سے مخصوص نہیں بلکہ جس نے ڈھونڈا وہ پائے گا اور جو آیا
اُسے بُلا لیا جائے گا۔ لیکن جس کریم خدا نے ہمیں یہ باتیں سکھائی ہیں اس نے یہ بھی سکھایا ہے
کہ ہم محسن گورنمنٹ کے شکر گذار رہیں۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ ہم نیکی دیکھ کر اُس کے
عوض بدی کریں بلکہ یہ تعلیم ہے کہ احسان کے عوض احسان کریں اور جو لوگ کسی محسن سلطنت

کے انسان حمنہ موکر پھر اسی کی نسبت بدارادے دل میں رکھتے ہیں وہ وحشی نادان ہیں نہ مسلمان
اور ہم نے اگر کسی کتاب میں پادریوں کا نام دجال رکھا ہے یا اپنے تئیں مسیح موعود قرار دیا ہے
تو اس سے وہ معنی مراد نہیں جو بعض ہمارے مخالف مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہم کسی ایسے دجال کے
قائل نہیں جو اپنا کفر بڑھانے کے لئے خونریزیاں کرے اور نہ کسی ایسے مسیح اور مہدی کے قائل
ہیں جو تلوار کے ذریعہ سے دین کی ترقی چاہے۔ یہ اس زمانہ کے بعض کوتہ اندیش مسلمانوں کی غلطیاں
ہیں جو کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کے منتظر ہیں۔ چاہیئے کہ گورنمنٹ ہماری کتابوں کو دیکھے کہ کس قدر
ہم اس اعتقاد کے دشمن ہیں اور کس قدر عام مولوی اس وجہ سے میرے دشمن ہو گئے ہیں کہ میں نے
ان کے خونی مہدی اور خونی مسیح سے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار بلکہ بمنشاء اللہ ان باتوں کا صحیح
ہونا بیان کر کے اور مہدی اور مسیح کے منصب کو صرف روحانی تعلیم تک محدود رکھ کر ان کی آرزوؤں
کو خاک میں ملا دیا۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دین کا کمال یہ نہیں ہے کہ کوئی مصلح آتے ہی خدا
تعالیٰ کے بندوں کو قتل کرنا شروع کرے یا قتل کے منصوبے باندھے کوئی سچائی قتل کرنے سے
ثابت نہیں ہو گی بلکہ اس پر الزام آئے گا۔ بلکہ دین کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ دلائل شافیہ
اور براہین ساطعہ کے روشن اور تیز ہتھیار رکھتا ہو نہ یہ کہ ایسا دین ہو کہ لوہے کی تلواروں کے
ساتھ اپنی سچائی تسلیم کرانا چاہے اور اسلام نے اگر کسی زمانہ میں تلوار اٹھائی تو وہ دین کی اشاعت
کے لئے ہرگز نہیں تھی بلکہ جنہوں نے اسلام پر تلوار اٹھائی اور اسلام کو نابود کرنا چاہا ان کو اسلام
نے بھی تلوار کے ساتھ جواب دیا مگر اسی حد تک جو امن قائم ہو جائے اور عام آزادی میں کوئی روک
نہ رہے پھر دوسرے زمانوں میں اکثر نادانوں میں غلطیاں پھیل گئیں اور انہوں نے ابتدائی جہادوں
کی اصل حقیقت کو الٹے طور پر سمجھ لیا پس انہیں غلطیوں کے نابود کرنے کے لئے ہم نے کمر ہمت
باندھی۔ سو دجال کے لفظ سے مراد دجل کرنے والے لوگ ہیں یعنی ایسے لوگ جن کو کسی زمانہ
میں حق ملا تھا مگر انہوں نے حق کو خالص نہ رہنے دیا بلکہ اس کے ساتھ باطل ملا دیا اور سکہ
قلب چلایا۔ سو ہر یک محقق کی دانست میں اس زمانہ کے پادری ایسے ہی ہیں کیونکہ ان کا ایک

پاک ہدایت ملی تھی اور وہ انجیل تھی جس میں سراسر نیک اور پاک تعلیم اور الٰہی اسرار تھے۔ مگر انہوں نے اولاً اس کے ساتھ اس قدر باطل ملایا اور باطل تاویلیں کیں کہ اب اُن کا وہ خدا نہیں جس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے حضرت مسیح تشریف لائے تھے اور جو ایک سادہ تعلیم سے انجیل میں بیان کیا گیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی رکیک تاویلوں کے ساتھ اس پاک تعلیم کو ایسا بدل ڈالا کہ گویا ایک نئی انجیل بنائی۔ پس جبکہ دجل کی حقیقت ان پر ثابت ہے تو اس صورت میں ایسے مغلطوں کو اگر ہم دجّال نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

دجّال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے۔ بیشک حضرت مسیح باخدا انسان تھے۔ خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ نہایت مقدس تھے۔ مگر یہ تعلیم ان کی نہیں ہے جو آجکل دی جاتی ہے۔ الٰہی انصاف ہرگز یہ حکم نہیں دے سکتا کہ زید گناہ کرے اور خالد پکڑا جائے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ خدا بھی بیٹے رکھتا ہو اور پھر باپ بیٹا عمر میں کمال میں، جلال میں، مساوی اور تین بھی ہوں اور پھر ایک بھی۔ یہ سب الٰہی تعلیم پر زیادت ہے جو بدقسمت انسانوں نے دلیری سے کر لی ہے ورنہ انجیل میں تثلیث کا نام و نشان نہیں۔ اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجّال ہے۔ اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لئے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجّال کہلائیں گے سو یہ دجل پادریوں کے حصہ میں آیا۔ اس لئے جو شخص اس کی اصلاح کرے اس کا نام مسیح ہے کیونکہ اس نے مسیح کی سچی اور پاک تعلیم کو جھوٹ سے الگ کر کے دکھلا دیا۔ پس اس خیال سے جو اس نے خدا سے قوت پا کر مسیح کے خاص عہدے کا کام کیا مسیح کہلایا اور مسیح موعود ٹھہرا۔ اور چونکہ اس نے خدا تعالیٰ سے ہدایت پائی نہ کسی دوسرے ہادی سے اس لئے وہ مہدی بھی ٹھیرا۔ سو ہمارے مذہب کی اصل حقیقت یہ ہے اور جو شخص اس کے برخلاف کہے وہ دروغگو ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی۔ مورخہ ۱۰؍ دسمبر ۱۸۹۴ء

(گلزار محمدی پریس لاہور میں باہتمام مالک چھپی) (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ۲ صفحوں پر ہے)

(۱۲۷)

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور نیز عام اطلاع کے لئے

چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خود غرض مخالف واقعات صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے ہی دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعاتِ صحیحہ نہیں مل سکے، ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں۔ سو ہم اسی اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہم مخالفانہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں اور ہم اور ہماری جماعت اوّل درجہ کی امن پسند اور صلح دوست اور خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں۔ ہماری تعلیم یہی ہے کہ جو شخص ہم سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے تئیں ہر ایک شرارت اور جذباتِ نفسانی سے پاک کرے اور اپنی نیک چلنی اور صبر اور حلم کا لوگوں کو نمونہ دکھاوے اور کوشش کرے کہ تا ایک راستباز اور بے شر انسان ثابت ہو اور جہاں تک ممکن ہو ہر ایک دشمن اور یاوہ گو کی بدگوئی پر صبر کرے اور ہر ایک اشتعال اور جذبہ نفسانیہ سے اپنے تئیں بچاوے اور اپنی اطاعت سیاد رکھے اور ایک غریب مزاج آدمی کی طرح اپنے تئیں بنائے رکھے اور بندگانِ خدا کا سچا خیر خواہ اور تعصب سے دُور رہے۔ یہ تو اخلاقی نصیحت ہے اور ساتھ اس کے سولہ برس سے میں اپنی جماعت کو یہی سمجھا رہا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی کے سچے خیر خواہ بنے رہو اور دل سے اس کا شکر کرو کیونکہ اس گورنمنٹ کی برکت اور توجہ سے ہماری تمام تکلیفیں دُور ہو گئیں۔ ہم مظلوم تھے ہمارے لئے عدالت کے دروازے کھلے۔ ہم قید میں تھے ہمارے لئے آزادی حاصل ہوئی اور ہمارے حقوق زائل کئے گئے تھے اور پھر وہ قائم کئے گئے۔ کیا کوئی شریف انسان ایسی بدذاتی کرے گا کہ اپنے محسن سے دل میں کینہ رکھے اور نیکی کی جگہ بدی کرنے کے لئے تاکتا رہے۔ ہرگز نہیں۔

پس جو شخص ہم میں سے اور ہماری جماعت میں سے ہے چاہیئے کہ وہ اس نصیحت
کو ہماری آخری نصیحت سمجھے اور ہمیشہ مرتے دم تک اسی کا پابند رہے اور جو شخص اس
اصول کو اپنا دستور العمل نہ بنا دے وہ ایک ناپاک طبع اور ہم سے خارج ہے اور ہم میں سے
وہی ہے اور وہی ہوگا جو اس نصیحت کا پابند رہے۔ یہ وہ نصائح ہیں جو بار بار ہم اپنی جماعت
کو دیتے ہیں جن سے ہماری ۱۶ برس کی تالیفات بھری ہوئی ہیں اور نہ صرف چھپ کر بلکہ بہادر
بن کر غیر ملکوں اور عربستان اور بلاد روم میں ہم نے اس رائے کو شائع کیا ہے۔ اب نتیجہ
نکالنے والے نکال لیں کہ اس شد و مد سے دولت برطانیہ کے فرماں بردار ہونے کے لئے
برابر ۱۶ برس سے نصیحت کرتے رہنا اور غیر ملکوں تک کتابوں کو پہنچانا یہ کس کا کام ہے۔ آیا
مخالف منافق کا یا سچے مخلص کا۔ اور مذہبی امور میں ہمارا طریقہ کسی اوباشانہ جوش پر ہرگز
مبنی نہیں۔ ہاں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم توحید اور اس پاک نبی سے پیار کرتے ہیں جس
کے ذریعہ سے دوبارہ سچے خدا کی شناخت دنیا میں قائم ہوئی سو یہ سچائی ہمیں پیاری ہے
جو ہم میں ہے اور ہمارے ساتھ جائے گی۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ محبت اور پیار سے اور دو
ہم کو بھی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی ہمارے محسنوں پر بھی یہ احسان کر کہ وہ تجھ کو پہچان لیں
اور دنیا میں ان کو خوش رکھ اور سعادت کے ابدی حصہ کی بھی توفیق بخش۔ اور یاد رہے
کہ ہمارا ہرگز یہ شیوہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں سے بحثیں کرتے پھریں یا خود بخود کسی کے لئے
پیشین گوئیاں کریں جب تک کسی کی طرف سے خود اصرار اور درخواست نہ ہو ورنہ کوئی ہماری
ایسی پیشین گوئی شائع ہوئی جس کو کوئی منصف غور کرنے کے بعد باطل کہہ سکے اور ہم انشاء اللہ
دو ماہ تک ایک مبسوط مضمون میں اس کا ثبوت دیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی — مورخہ ۷ فروری ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ایک صفحہ پر ہے)

اسلامیہ پریس لاہور

(۱۲۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

اشتہار کتاب منن الرحمن

یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے جس کی طرف قرآن شریف کے بعض پُرحکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی۔ سو قرآن عظیم نے یہ بھی دنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلاف لغات کا اصل فلسفہ بیان کر دیا اور ہمیں اس دقیق حکمت پر مطلع فرمایا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں۔ اور کیسے وہ لوگ دھوکہ میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ انسانی بولی کی جڑ خدا تعالیٰ کی تعلیم ہے۔ اور واضح ہو کہ اس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اس زبان میں نازل ہوا ہے جو اُمّ الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ الٰہی کتاب کی تمام تر زینت اور فضیلت اسی میں ہے جو ایسی زبان میں ہو جو خدا تعالیٰ کے منہ سے اور اپنی خوبیوں میں تمام زبانوں سے بڑھی ہوئی اور اپنے نظام میں کامل ہو۔ اور جب ہم کسی زبان میں کمال پاویں جس کے پیدا کرنے سے انسانی طاقتیں اور بشری بناوٹیں عاجز ہوں اور وہ خوبیاں دیکھیں جو دوسری زبانیں ان سے قاصر اور محروم ہوں اور وہ خواص مشاہدہ کریں جو بجز خدا تعالیٰ کے قدیم اور وسیع علم کے کسی مخلوق کا ذہن ان کا موجد نہ ہو سکے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ زبان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سو کامل اور عمیق تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ زبان عربی ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان باتوں کی تحقیقات میں اپنی عمریں گذاری ہیں اور بہت کوشش کی ہے جو اس بات کا پتہ

لگادیں جو اُمّ الالسنہ کون سی زبان ہے۔ مگر چونکہ ان کی کوششیں خطِ مستقیم پر نہیں تھیں اور
نیز خدا تعالیٰ سے توفیق یافتہ نہ تھے اس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکے اور یہ بھی وجہ تھی کہ عربی زبان
کی طرف ان کی پوری توجہ نہیں تھی بلکہ ایک بخل تھا۔ لہٰذا وہ حقیقت شناسی سے محروم رہ گئے
اب ہمیں خدا تعالیٰ کی مقدس اور پاک کلام قرآن شریف سے اس بات کی ہدایت ہوئی کہ وہ
الہامی زبان اور امّ الالسنہ جس کے لئے پارسیوں نے اپنی جگہ اور عبرانی والوں نے اپنی جگہ
اور آریہ قوم نے اپنی جگہ دعوے کئے کہ انہیں کی وہ زبان ہے۔ وہ عربی مبین ہے۔ اور
دوسرے تمام دعویدار غلطی پر اور خطا پر ہیں۔ اگرچہ ہم نے اس رائے کو سرسری طور پر ظاہر نہیں
کیا بلکہ اپنی جگہ پر پوری تحقیقات کر لی ہے اور ہزارہا الفاظ سنسکرت وغیرہ کا مقابلہ کر کے اور
ہر ایک لغت کے ماہروں کی کتابوں کو سُن کر اور خوب عمیق نظر ڈال کر اس نتیجہ تک پہنچے ہیں
کہ زبان عربی کے سامنے سنسکرت وغیرہ زبانوں میں کچھ بھی خوبی نہیں پائی جاتی بلکہ عربی کے الفاظ
کے مقابل پر ان زبانوں کے الفاظ لنگڑوں، لولوں، اندھوں، بہروں، مبروصوں، مجذوموں کے
مشابہ ہیں جو فطرتی نظام کو بکلی کھو بیٹھے ہیں۔ اور کافی ذخیرہ مفردات کا جو کامل زبان کے لئے
شرط ضروری ہے اپنے ساتھ نہیں رکھتے۔ لیکن اگر ہم کسی آریہ صاحب یا کسی پادری صاحب کی
رائے میں غلطی پر ہیں اور ہماری یہ تحقیقات ان کی رائے میں اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ہم ان
زبانوں سے ناواقف ہیں تو اوّل ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جس طریق سے ہم نے اس
بحث کا فیصلہ کیا ہے اس میں کچھ ضروری نہ تھا کہ ہم سنسکرت وغیرہ زبانوں کے املا انشاء
سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ ہمیں صرف سنسکرت وغیرہ کے مفردات کی ضرورت تھی سو ہم نے
کافی ذخیرہ مفردات کا جمع کر لیا اور پنڈتوں اور یورپ کے زبانوں کے ماہروں کی ایک جماعت
سے اُن مفردات کے ان معنوں کی بھی جہاں تک ممکن تھا تنقیح کر لی اور انگریز محققوں کی کتابوں
کو بھی بخوبی غور سے سُن لیا اور ان باتوں کو مباحثات میں ڈال کر بخوبی صاف کر لیا۔ اور پھر
سنسکرت وغیرہ کے زبان دانوں سے مکرر شہادت لی جس سے یقین ہو گیا کہ در حقیقت وید کی

سنسکرت وغیرہ زبانیں اُن خوبیوں سے عاری اور بے بہرہ ہیں جو عربی زبان میں ثابت ہوئی ہیں
۔ پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کسی آریہ صاحب یا کسی اور مخالف کو یہ تحقیقات ہماری منظور
نہیں تو ان کو ہم بذریعہ اس اشتہار کے اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے زبان عربی کی فضیلت
اور کمال اور فوق الالسنہ ہونے کے دلائل اپنی اس کتاب میں مبسوط طور پر لکھ دیئے ہیں جو
تفصیل ذیل ہیں۔

۱۔ عربی کی مفردات کا نظام کامل ہے۔ ۲۔ عربی اعلیٰ درجہ کی علمی وجوہ تسمیہ پر مشتمل ہے
جو فوق العادت ہیں۔ ۳۔ عربی کا سلسلہ اطراد مواد اتم و اکمل ہے۔

۴۔ عربی کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔

۵۔ عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا نقشہ کھینچنے کے لئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔

اب ہر یک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہ کمالات سنسکرت
یا کسی اور زبان میں ثابت کرے یا اس اشتہار کے پہنچنے کے بعد ہمیں اپنے منشاء سے اطلاع
دے سکے کیونکہ وہ کس طور سے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہے یا اگر اس کو ان فضائل میں کچھ کلام ہے
یا سنسکرت وغیرہ کی بھی کوئی فوق خیال بتلانا چاہتا ہے تو بیشک پیش کرے۔ ہم غور سے ان
کلمات کو سنیں گے مگر چونکہ اکثر وہمی مزاج اس قسم کے بھی ہر یک قوم میں پائے جاتے ہیں کہ یہ
خدشہ ان کے دل میں باقی رہ جاتا ہے کہ شاید سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسے چھپے ہوئے کمالات
ہوں جو نہیں لوگوں کو معلوم ہوں جو اُن زبانوں کی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اس لئے ہم نے
یہی کافی جانا کہ ساتھ پانچ ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کر دیا ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ صرف
کہنے کی بات نہیں بلکہ کسی آریہ صاحب یا کسی اور صاحب کی درخواست کے آنے پر پہلے ہی
ایسی جگہ جمع کرا دیا جائے گا جس میں وہ آریہ صاحب یا اور صاحب بخوبی مطمئن ہوں اور سمجھ
لیں کہ فتحیابی کی حالت میں بغیر حرج کے وہ روپیہ ان کو وصول ہو جائے گا۔ مگر یاد رہے کہ
روپیہ جمع کرانے کی درخواست اس وقت آنی چاہیئے جبکہ تحقیق الالسنہ کی کتاب چھپ کر شائع

شائع ہو جائے اور جمع کرانے والے کو اس امر کے بارے میں ایک تحریری اقرار دینا ہوگا کہ اگر وہ پانچ ہزار روپیہ جمع کرانے کے بعد مقابلہ سے گریز کر جائے یا اپنی لاف وگزاف کو انجام تک پہنچا نہ سکے تو وہ تمام حرجہ ادا کرے جو ایک تجارتی روپیہ کے لئے کسی مدت تک بند رہنے کی حالت میں ضروری الوقوع ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا بقیہ

عبدالحق غزنوی نے اپنے بیہودہ اشتہار میں مباہلہ میں فتحیاب ہونے کا بہت سوچ فکر کے بعد یہ حیلہ نکالا تھا کہ بھائی کے مرنے سے اس کی بیوی میرے قبضہ میں آئے۔ اور یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ آئندہ لڑکا پیدا ہونے کی امید ہے۔ اس کے جواب میں ہم نے اپنے رسالہ انوار الاسلام میں لکھ دیا تھا کہ بھائی کا مرنا اور اس کی ضعیفہ بیوہ کو نکاح میں لانا کوئی مرادیابی کی بات نہیں۔ بلکہ اس کا ذکر کرنا ہی جائے شرم ہے وہ ضعیفہ جو اپنی جوانی کا اکثر حصہ کھا چکی تھی اُس کو نکاح میں لا کر تو ناحق عبدالحق نے دو کی کا خرچ اپنے گلے ڈال لیا۔ اب معلوم ہوا ہوگا کہ ایسے بیہودہ نکاح سے دُکھ ملا یا خوشی ہوئی۔ باقی رہا لڑکا پیدا ہونا اس کو عبدالحق نے ابتک کوئی اشتہار نہیں دیا۔ شاید وہ پیٹ کے اندر ہی اندر گم ہو گیا یا بموجب آیت فرقانی لڑکی پیدا ہوئی اور مونہہ کالا ہو گیا۔ لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے عبدالحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا جیسا کہ ہم اُسی رسالہ انوار الاسلام میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے ہیں سو الحمد للہ والمنۃ کہ اس الہام کے مطابق ۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

راقم خاکسار غلام احمد عفی عنہ

مطبوعہ ۱۸۹۵ء (یہ اشتہار ضیاء الحق مطبوعہ ۱۸۹۵ء کے ٹائٹل صفحہ اندرونی و آخری کا مضمون ہے)

(۱۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا

آریہ صاحبوں کے ملاحظہ کیلئے ایک ضروری اشتہار

چونکہ اس وقت کتاب منن الرحمٰن* میری طرف سے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ رہی ہے اور اس کتاب میں ایک تقریب پر آریہ صاحبوں اور عام ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس اشتہار کے ذریعہ سے بعض واقفکار آریہ صاحبوں سے بحث کر لوں اور پھر اس مسئلہ کو اپنی کتاب میں لکھوں۔ یا اگر وہ

---

* یہ کتاب دنیا کی زبانوں کی تفتیش اور تحقیق کے بارے میں تالیف کی ہے۔ اس کتاب کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ صرف عربی زبان ہی الہامی زبان ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے مطلق علم سے اور الہام سے ابتداء زمانہ میں انسان کو ملی۔ اور وہی اُمّ الالسنہ یعنی تمام زبانوں کی ماں ہے اور نہ صرف اسی قدر کہ تمام زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں بلکہ میں نے اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یہی ایک زبان ہے جو پاک اور کامل اور علوم عالیہ کا ذخیرہ اپنے مفردات میں رکھتی ہے اور دوسری زبانیں ایک کثافت اور تاریکی کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ اس قابل ہرگز نہیں ہو سکتیں کہ خدا تعالیٰ کا کامل اور محیط کلام ان میں نازل ہو کیونکہ ان زبانوں کی کم مائیگی اور کجی اور ناقص بیانی معارف الٰہیہ کے فوق الطاقت بوجھ کو اُٹھا نہیں سکتی۔ غرض اس کتاب میں بڑی صفائی سے اور بڑے روشن اور بدیہی دلائل سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا پاک اور کامل اور روشن اور پُراسرار اور پُرحکمت کلام جو دائمی ہدایت کے

مجھے اس کی معقولیت سمجھا دیں تو لکھنے سے دستکش رہوں کیونکہ میری نظر میں نیوگ کا عقیدہ ایک ایسا قابل شرم عقیدہ ہے کہ اس کے بیان میں گو کیسا ہی تہذیب سے کام لیا جائے پھر بھی بوجہ خبث نفس مضمون کے ناگفتنی باتیں لکھنی پڑتی ہیں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی صاحب پیچھے سے کوئی بات زبان پر لادیں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اگر کسی کا کچھ عذر ہو تو اب پیش کردے میں بخوشی اس کے عذر کو سُنوں گا اور اگر قبول کے قابل ہو تو قبول کر لوں گا کیونکہ اس جگہ نفسانیت منظور نہیں۔ صرف اظہار حق منظور ہے۔ اب ضروری استفسار ذیل میں لکھتا ہوں۔

حاشیہ در حاشیہ

دُنیا میں آیا ہو وہ صرف اسی زبان میں آسکتا ہے جو ان معارف اور حقائق کو بیان کرنے کے لئے اپنے اندر کامل وسعت رکھتی ہو۔ سو اِس فیصلہ کے مطابق صرف قرآن شریف ہی اللہ تعالٰے کی وہ کامل کتاب ٹھہرتی ہے جو حقیقی اور کامل اور ابدی تعلیم لے کر دنیا میں آئی۔ اور دوسری کتابیں جو آسمانی کہلاتی ہیں اگر مان بھی لیں کہ کوئی ان میں سے خدا تعالٰے کی طرف سے تھی تو وہ ایک قانون مختص القوم یا مختص الزمان کی طرح صرف چند روزہ مصلحت کے لئے آئی ہوگی لہٰذا جیسا کہ وہ خود ناقص تھیں ایسا ہی ناقص بولی میں اُتریں مگر کامل کتاب کے لئے کامل بولی میں اُترنا ضروری تھا۔ کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا لہٰذا قرآن شریف عربی زبان میں اُترا جو اپنے ہر یک پہلو کے رو سے کامل ہے۔

غرض منن الرحمٰن کو ہم نے اسی مدعا سے تالیف کیا ہے کہ تا کامل بولی کے ذریعہ کامل کتاب کا ثبوت دیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے جو شخص چاہے یہ روپیہ ہم سے پہلے جمع کرالے اگر وہ ثابت کر دیوے کہ وہ دلائل جو اِس طرف سے عربی زبان کے ام الالسنہ اور وحی اللہ ہونے کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں ویسے دلائل یا ان سے بہتر کسی اور زبان کے بارے میں پیش ہو سکتے ہیں تو وہ پانچ ہزار روپیہ جو جمع کرایا جائے گا اس کا ہوگا۔ یہ اشتہار صرف کہنے کی بات نہیں۔

استفسار

اے آریہ صاحبان آپ لوگ اس سے بیخبر نہیں کہ پنڈت دیانند صاحب نے وید کی شرتیوں کے حوالہ سے نیوگ[1] کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے ایک یہ بھی قسم لکھی ہے کہ اگر مرد اس مردی کی قوت سے ناقابل ہو جس سے اولاد پیدا ہو سکے تو وہ اپنی بیوی کو اجازت دیوے تا کسی دوسرے سے اولاد حاصل کرے۔ تب وہ شخص جس کو اجازت دی گئی ہے اسی گھر میں جہاں اس عورت کا خاوند رہتا ہے اس کی بیوی سے ہم بستر ہوگا۔ اور نہ صرف ایک دفعہ بلکہ کئی سال

بلکہ ہماری طرف سے یہ ایمانی اقرار ہے کہ ہر یک ایسا شخص جو مقابلہ کرنے کے لئے علمی لیاقت رکھتا ہو یعنی اگر وہ انگریزی کا حامی ہے تو انگریزی دان ہو اور اگر سنسکرت کا حامی ہے تو سنسکرت دان ہو۔ اس کی درخواست آنے کے وقت نقد پانچہزار روپیہ ایسی جگہ پر جمع کرا دیا جائے گا جو اس کی مرضی کے مطابق اور قرین انصاف ہو۔ غرض یہ اس کا حق ہوگا کہ ہر طرح سے پوری تسلی کر لے۔ ہاں اس پر یہ لازم ہوگا کہ ہمارا تحریری اقرار نامہ لے کر اپنی طرف سے بھی یہ اقرار لکھ دے کہ اگر وہ ایک مدت مقررہ تک جس کا تصفیہ بعد میں ہو جائے گا مقابلہ پر کچھ نہ لکھے یا ایسا لکھے جو منصفوں کی نظر میں ہیچ ہو تو اس مدت تک وہ تجارت کے کام کا روپیہ جو اُس کے انتظار پر بند رہے گا اس کا مناسب ہرجانہ اس کو دینا ہوگا اور یہ روپیہ منصفوں کی ڈگری دینے سے اس شخص کو مل جائے گا جو اپنی زبان کو فضائل خاصہ غالبہ کی رو سے ام الالسنہ ثابت کرے۔ اور اس کا اختیار ہوگا کہ رسید باضابطہ کے ذریعہ سے وہ تمام روپیہ منصفوں کے پاس جمع کرا دیوے۔ اور ہم اس بات کو بدل قبول کرتے ہیں کہ اس فیصلہ کے لئے مسلمانوں میں سے

[1] آریوں میں نیوگ نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ پنڈت دیانند ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ پاپ تو نیوگ کے روکنے میں ہے سو جس کا نہ کرنا پاپ ہے اس کا کرنا واجب ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ اجمیر اور ہم مستقل رسالہ میں جو عنقریب چھپنے والا ہے اس کو مفصل بیان کر دیں گے۔

تک اور عجب تک کہ دس بچے ہو جائیں وہ اس سے ہمبستری کر سکتا ہے مگر ساتھ اس کے یہ بھی حکم ہے کہ عورت اپنے خاوند کی خدمت اور سیوا میں بھی لگی رہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسی گھر میں اس دیوث خاوند کا رہنا بھی ضروری ہے جس کی عورت سے دن رات ایک اجنبی اس کی آنکھوں کے سامنے بدکاری کر رہا ہے اور ایسے زانی کا نام جو پرائی عورت سے بدکاری کرے۔ وید کی رو سے بیرج داتا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بیرج داتا اسی عورت سے اپنے لئے بھی اولاد لے سکتا ہے۔ اور یہ بھی درج ہے کہ اگر کسی عورت کے لڑکیاں ہی پیدا ہوں تو اس کا بھی فرض ہے جو اپنے پتی کی اجازت سے نیوگ کراوے اور کسی بیرج داتا کو اپنے گھر میں بلاوے اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے یعنی اسی گھر میں اس عورت سے صحبت کرے اور ایک دراز مدت تک کرتا رہے۔ اب آپ لوگ معاف فرماویں کہ ہم نے آپ کے وید کی تعلیم کا یہ حصہ اس غرض سے نہیں لکھا کہ آپ کے دلوں کو دکھاویں بلکہ صرف اس استفسار کی غرض سے تحریر کیا ہے کہ کیا آپ لوگ ایسی شرتیوں کو بھی ایشر بانی سمجھتے ہیں۔ اور کیا آپ لوگوں میں سے کسی کی انسانی حمیت اور غیرت اس بات کو قبول کرتی ہے کہ اس کے جیتے جی نیوگ کے بہانہ سے اس کا چھوٹا بھائی یا برادری میں سے کوئی مشٹنڈا اس کی پیاری بیوی کا پر صحبت کی غرض سے حملہ کرے بلکہ باجازت وید کام بھی کر ڈالے یا کوئی برہمن اس کی عورت کے ساتھ ایسی حرکت کا مرتکب ہو اور وہ باوجود قوت اور شہوت اور طاقت اور زوجہ موجود ہونے کے الگ ہو بیٹھے

بقیہ حاشیہ: کوئی منصف نہ ہو۔ بلکہ اگر مثلاً یہ تنازع آریہ صاحبوں کی طرف سے ہو تو ہمیں منظور ہے کہ منصف دو شریف اور فاضل آریہ اور دو معزز اور لائق عیسائی انگریز ہوں جو دونوں زبانوں میں مہارت رکھتے ہوں اور کثرت رائے پر فیصلہ ہو مگر اس شرط سے کہ وہ کثرت رائے حلف کے ساتھ مؤکد ہو اور اگر یہ تنازع بعض پادری صاحبوں کی طرف سے ہو تو ایسا ہی انہیں بھی اختیار ہے کہ اپنے منصف دو عیسائی اور دو اور شخص جو رائے ظاہر کرنے کے قابل ہوں مقرر کر لیں ہمیں یہ تقرری بہرحال منظور ہوگی کچھ بھی عذر نہیں ہوگا۔ منہ

اور کچھ چوں نہ کرے بلکہ پاس کی کوٹھڑی میں خاموش پڑا رہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ ایک اجنبی اس کے سہروں کی منکوحہ اور برات کی بیاہتا ہے جو نام و ننگ کے خاندان سے آئی تھی، ہمخواب اور بغل گیر ہے اور صرف بوس و کنار پر بس نہیں کیا بلکہ حرکت زنا سے اس کمبخت خاوند کی ساری پت اور عزت کو خاک میں ملا دیا اور پھر بھی ذرا غیرت اس کی جوش نہ مارے۔ اے آریہ صاحبان۔ میں اس وقت تمہارے ہی پرمیشر کی تمہیں قسم دیتا ہوں اور تمہاری ہی کانشنس کی شہادت تم سے چاہتا ہوں کہ کیا تمہاری مردانہ غیرت اور شریفانہ حمیت اس بات پر برداشت کر سکتی ہے کہ یہ بے شرمی کا کام تمہارے گھر میں اور تمہاری نظر کے سامنے ہو اور تم چپکے اس کو دیکھتے رہو اور ایسی تعلیموں سے بیزار نہ ہو جنہوں نے یہ دن تمہیں دکھلائے۔ اور لعنت کا طوق تمہارے گلے میں ڈالا۔ میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کس قدر ایک شریف انسان کو قدرتی اور طبعی طور پر اپنی عورت کے لئے حمیت اور غیرت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس قدر بھی روا نہیں رکھتا کہ اس کے گھر سے اس کی بیوی کی اونچی آواز اٹھے اور اجنبی لوگ اس کو سنیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک غیرتمند انسان تھوڑے ظن کے ساتھ اپنی عورت کو قتل بھی کر دیتا ہے اور زنا کی حالت میں تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کی طرح پھینک دیتا ہے اور اپنے لئے اس بے شرمی کی زندگی سے مرنا قبول کر لیتا ہے پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگوں کا وید یہ کیسی ہدایت لایا جو انسانی فطرت کی طبعی شرم اور حیا اور حمیت کے برخلاف ہے۔ کیا کوئی شریف الفطرت اس بات پر راضی ہو سکتا ہے کہ اولاد کی خواہش سے یا لڑکیوں کی کثرت کے بعد لڑکا پیدا ہونے کی تمنا سے ایک اجنبی کو اپنے گھر میں آپ بلا لاوے اور اپنی عورت کو اس سے ہمبستر کراوے اور آپ الگ بیٹھا جوش شہوت کی حرکات دیکھتا رہے۔ کیا اب بھی آپ لوگ اس تعلیم کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کہیں گے؟

اے میرے پیارے ہموطنو! اس خدا سے ڈرو جو ہرگز ناپاکی کے راہوں کو پسند نہیں

کہ وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کے بندوں میں زنا پھیلے اور حرامی اولاد پیدا ہو۔ ایسے
بیٹے کی خواہش پر بھی ہزار لعنت ہے جس کی والدہ اپنے عزیز خاوند کو چھوڑ کر دوسرے
کے آگے پڑتی ہے اور تُف اس اولاد پر جو حرامکاری کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی
ہے۔ عزیزو! ذرا سوچو! کہاں ہے تمہاری غیرت۔ کہاں ہے تمہاری انسانی حمیت۔
کہاں ہے تمہارا کانشنس۔ غیر کا نطفہ تمہارا بیٹا ہرگز نہیں ہوگا اور ناحق بے حیائی سے اپنی
عورتوں کی پاکدامنی کو گندگی میں ڈالو گے۔ دُنیا میں کنجر سب سے زیادہ بے شرم
اور فاسق قوم ہے مگر وہ بھی اپنی بہُو سے حرامکاری نہیں کراتے۔ مگر تم پر افسوس کہ
جائز رکھتے ہو کہ تمہاری بہُو بھی تمہارے بیٹے کے سوا کسی اور کے پاس جاوے۔ میں سچ سچ
کہتا ہوں کہ اس زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ مَیں نے اس کی تفتیش کے لئے قادیان میں ایک
جلسہ قرار دے کر آریہ صاحبوں سے اس حقیقت کو دریافت کرنا چاہا چنانچہ ۲۰ جولائی
۱۸۹۵ء کو ایک مسجد میں یہ جلسہ منعقد ہوا۔ اور چند آریہ صاحبان شامل جلسہ ہوئے۔
اور جب ان سے دریافت کیا گیا تو بعض نے کہا کہ ہمیں خبر نہیں۔ ہم نے ستیارتھ پرکاش
کا یہ مقام نہیں پڑھا اور بعض نے بڑے استقلال سے بیان کیا کہ آریہ دھرم کا صرف
یہ عقیدہ ہے کہ بیوہ نیوگ کے ذریعہ سے اولاد لے سکتی ہے۔ مَیں نہیں جانتا کہ انہوں
نے اصل واقعہ کو کیوں چھپایا۔ میرے خیال میں انسانی شرم نے ان کو اجازت نہیں دی
اور جب میرے بعض مخلصوں نے ان کو وہ مقام پڑھ کر سُنایا تو پھر دوسرا عذر یہ پیش
ہوا کہ یہ طریق اس حالت میں ہے کہ جب خاوند ہرگز عورت کے پاس جا نہ سکے۔ پھر جب
کھول کر بتلایا گیا کہ ستیارتھ پرکاش میں یہ صاف لکھا ہے کہ ایسا نامرد ہو جو ناقابل اولاد ہو
پس اس میں وہ نامرد بھی داخل ہیں جو صحبت کرنے پر تو پُورے قادر ہیں مگر منی قابل اولاد
نہیں مثلاً منی میں کیڑے نہیں یا پتلی ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ ایسا ہو کہ ہرگز صحبت نہ کر سکتا ہو
بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر مرد قابل اولاد ہو مگر لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں تب بھی نیوگ ہوگا۔

تو یہ جواب سُن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک پنڈت جی بولے کہ بیشک ایسی حالتوں میں بھی نیوگ کرانا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور ہم ایسے نیوگ پر راضی ہیں۔ غرض اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عام ہدایت وید کی یہی ہے کہ آریہ لوگ ضرورتوں کے وقت اپنی بیویوں اور بہو بیٹیوں سے نیوگ کرایا کریں۔ مگر ظاہر ہے کہ انسانی کانشنس اس کو قبول نہیں کرتا۔ اور انسان کی فطرتی حمیت اور غیرت ہزار بیزاری سے اس کام پر لعنت بھیجتی ہے۔ اور انسان تو انسان ایک مُرغ بھی اپنی مُرغیوں کے لئے غیرت رکھتا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اس بارے میں کوئی اور آریہ صاحب بھی بحث کرنا چاہتے ہوں تو ہم اپنے خرچ سے ان کو ان کی درخواست پر قادیان میں بُلا سکتے ہیں۔ اور ۱۵ر اگست ۱۸۹۵ء تک مُہلت ہے ۔

راقـــــــــــــــــم

میرزا غلام احمد   از قادیان ضلع گورداسپور

۳۱ر جولائی ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ۲۲×۱۸ ۴/۱ کے دو صفحہ پر علیحدہ ہے اور
آریہ دھرم طبع اول کے حاشیہ صفحہ ۲ لغایت ۱۲ پر بھی ہے)

نوٹ:۔ شاید آریہ کہیں گے کہ یہ زنا نہیں۔ مگر جس حالت میں خاوند موجود ہے اور بیٹا بھی اسی کا بیٹا کہلائیگا اور عورت بھی اسکی کہلائیگی اور طلاق نہیں دی گئی تو پھر یہ زنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور منو لکھتا ہے کہ نیوگ کے دنوں میں بھی خاوند کو صحبت کرنے کا اختیار ہے (دیکھو منو)

(۱۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

کہاں ہیں جو نانک کے ہیں خاک پا — کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں
جو کرتے ہیں اس راہ میں جاں فدا — محمدؐ کی رہ پر یقیں رکھتے ہیں
وہ سوچیں کہ کیا لکھ گیا پیشوا — اٹھو سونیوالو کہ وقت آ گیا
وصیت میں کیا کہہ گیا برملا — تمہارا گرو تم کو سمجھا گیا

مبارکباد مبارکباد

آج ہم بڑی خوشی سے اس **اشتہار** کو جو محض ہمدردی بنی نوع کے لحاظ سے لکھا گیا ہے، شائع کرتے ہیں۔ اور ان تمام صاحبوں کو تہ دل سے **مبارک باد** دیتے جو پنڈت دیانند کے اُن دلآزار الفاظ سے شکستہ دل تھے جو انہوں نے اپنی کتاب **ستیارتھ پرکاش** میں اپنے قدیمی بخل اور تعصب کی وجہ سے **باوا نانک صاحب** جیسے نیک دل سادہ قوم کے برگزیدہ گرو کی نسبت لکھے ہیں۔ اور محض سفلہ پن اور ایک کینہ حسد سے باوا صاحب کی نسبت یہ کلمات استعمال کئے ہیں کہ وہ جاہل اور نادان اور لالچی اور دُنیا پرست اور مکار اور فریبی اور گنوار اور بے علم اور متکبر اور مغرور اور اپنی اغراض نفسانی کی وجہ سے لوگوں کو دھوکا دینے والا ایک ٹھگ اور گمراہ تھا۔ ان مکروہ اور دلآزار باتوں سے جو گالیوں کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ کون شریف اور نیک سرشت ہے جو دیانند کی اس کارروائی کو قابل اعتراض نہیں سمجھتا۔ اور کون منصف اور حق شناس ہے جو ان کلمات کے قائل کو ایک گندہ طبع اور بدزبان خیال نہیں کرتا۔ ہمیں یقین تھا کہ سکھ صاحبان ان ناپاک کلمات کا جواب ضرور دیں گے اور اپنی اس محبت اور غیرت کو جو **باوا نانک صاحب** کی نسبت وہ رکھتے ہیں لوگوں پر ظاہر کریں گے۔ مگر افسوس کہ اب تک ان کی طرف سے آواز نہیں اُٹھی۔ لہٰذا ہمیں ایسے راستباز انسان کے

لئے سچی ہمدردی نے مجبور کیا کہ ہم ہی کچھ لکھیں۔ اور جب کہ ہم نے غور کی کہ کس بات
نے دیانند کو ایسی سخت زبانی پر آمادہ کیا تو اسی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ باوا نانک
صاحب نے (اپنے گرنتھ میں آریوں کے وید کی نسبت محض حق گوئی کی راہ سے جیسا
کہ حق پسندان کی عادت تھی، وہ رائے ظاہر کی جو حقیقت میں سچی اور اپنے محل پر ہے
اور راست گوئی کے جوش میں کسی کی بھی پروا نہیں رکھی یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا کہ ویدوں
میں بجز گمراہ کرنے والی باتوں کے اور کچھ بھی نہیں* اور ہم جانتے ہیں کہ باوا نانک صاحب

نوٹ * ہم نے رسالہ ست بچن میں صرف یہی ثابت نہیں کیا کہ باوا نانک صاحب نے چاروں
ویدوں کی اپنے پُر زور کلام سے تکذیب کی ہے۔ بلکہ ایک بڑی بات جو شکر گزاری کے قابل
ہے۔ یہ ہے کہ باوا صاحب موصوف نے نہایت عمدہ دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ دُنیا
میں سچا مذہب جو ذریعہ نجات ہے صرف اسلام ہے اور اپنی زندگی میں اپنے قول اور فعل
سے صداقت اِسلام پر گواہیاں دیں اور نہایت وضاحت سے بپایۂ ثبوت پہنچا دیا
ہے کہ وہ اس پاک جماعت کے سرگرم مسلمانوں میں سے اور اس راہ میں فدا شدہ ہیں۔ چنانچہ
وہ تمام ثبوت ہم نے رسالہ ست بچن میں لکھ دیئے ہیں۔ تا باوا صاحب کے رُوحانی کمالات
لوگوں پر کھل جائیں۔ سو ہر یک حق کے طالب کو چاہیئے کہ یہ دونو رسالے منگوائے۔ اور
ہمارے مخالف نادان مولوی ڈوب مریں کہ باوجود اس قدر لاف وگزاف کے انہوں نے
اِسلام کی کچھ بھی خدمت نہیں کی۔ صرف مسلمانوں کو کافر بنانا جانتے ہیں۔ مگر باوا صاحب
چھ کروڑ ہندوؤں کو اپنے قول و فعل سے اِسلام کی ترغیب دے گئے اور ایسے
طور سے اپنے اقوال سے اور اپنے افعال سے اسلام کی سچائی کی گواہی دی کہ جب تک
انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں سچ مچ فدا شدہ نہ ہو ایسا کامل نمونہ ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔
واہ باوا نانک صاحب آپ بیشک عزّت کے لائق ہیں۔ آپ کا وصیت نامہ جو اسلام
کی سچائی کے لئے ایک سُوتی کپڑا پر لکھا ہوا کابلی مل کی اولاد میں اب تک موجود ہے (اس کے
آگے سے چند حروف پھٹ گئے ہوئے ہیں۔ مرتب)

نے محض حقیقت شناسی اور ہندوؤں کی ہمدردی سے نصیحت کے طور پر ایسی باتیں کہی ہیں اور سچ کہا ہے جو کچھ کہا ہے۔ باوا نانک صاحب کو وید سے کچھ بغض نہ تھا بلکہ اسی قوم میں پیدا ہوئے تھے اور وید سے خوب واقف تھے کیونکہ گیانی اور عارف تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ بے اصل طور پر وید کی مذمت کرتے۔ لیکن اس نااہل پنڈت نے باوا نانک صاحب کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا اور نہ ان کے عارفانہ کلام کو سمجھا اور ناحق گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اس لئے ہم نے باوا نانک صاحب کی تائید میں دو رسالے لکھے ہیں۔ (۱) **اوّل** ایک رسالہ ہے جس کا نام ہم نے **ست بچن** رکھا ہے کیونکہ اسی رسالہ میں باوا نانک صاحب کے بچن کی تصدیق کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا یہ بچن جو چاروں وید کہانی اور خدا کی سچی تعریفوں سے بے نصیب ہیں **فی الواقع صحیح اور درست ہے** اور نیز ہم نے اس رسالہ میں دیانند کے ان تمام الزامات کے جوابات دیئے ہیں۔ جو وہ باوا صاحب پر قائم کرتا ہے۔ اور نیز باوا صاحب کی کچھ کرامتیں لکھی ہیں اور باوا صاحب کی زندگی اور دیانند کی زندگی کا موازنہ کیا ہے۔ ایسا ہی بعض معارف اور گیان کی باتیں باوا صاحب کی درج کی ہیں (۲) دوسرے رسالہ کا نام **آریہ دھرم** رکھا ہے جس میں باوا صاحب کے اس قول کا ثبوت دیا ہے جو ویدوں کی نسبت انہوں نے بڑے زور سے اپنے سکھوں کو بتایا ہے اور خوب ثابت کیا ہے کہ باوا صاحب اپنے اس قول میں بے شک سچے ہیں اور ویدوں کی خراب تعلیم کا ایک ایسا نمونہ دیا ہے جس کے ماننے کے بغیر کسی عقلمند کو بن نہیں پڑتا۔ اور اُس میں باوا نانک صاحب کے قول کی خوب تصدیق ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں رسالے ایک ہی جلد میں چھاپے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہو سکتے اور قیمت دونوں رسالوں کی ۶؍ علاوہ محصولڈاک رکھی گئی ہے۔ جن صاحبوں کو شوق ہو قیمت بھیج کر منگا سکتے ہیں۔

بالآخر واضح رہے کہ عنقریب دوسرا نمبر رسالہ **نور القرآن** بھی نکلنے والا ہے جس میں

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور حضرت مسیح علیہ السلام کے اخلاق اور قرآن کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اور پہلا نمبر جس میں ضرورت قرآن کے دلائل اور انجیل کی ناقص تعلیم کے بدنتیجے لکھے گئے ہیں پہلے چھپ چکا ہے جو موجود ہے

پھر اس کے بعد ایک بڑی کتاب مِنَنُ الرَّحمٰن شائع کی جائے گی۔ جس سے ویدوں کا سارا پردہ کھل جائے گا۔ اس روز عام ہندوؤں کو معلوم ہوگا جو حقیقت میں وہ تمام باتیں سچی تھیں جو باوا نانک صاحب نے ویدوں کی نسبت کہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ باوا صاحب کی اس سے بڑی کرامت ثابت ہوگی جو انہوں نے اپنی روشن ضمیری سے پہلے ویدوں کی نسبت وہ باتیں کہیں جو کامل تحقیقات کے بعد سچی نکلیں اور اسی بات کا نام کرامت ہے۔ اور کتاب منن الرحمن میں بڑی مضبوط دلائل سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ سنسکرت زبان اور ایسا ہی دوسری زبانیں عربی کے بگڑے ہوئے الفاظ ہیں۔ اور یہ زبانیں پیچھے سے شائع ہوئی ہیں اور سب زبانوں کی ماں جو خدا تعالےٰ کی وحی اور الہام سے پہلے انسان کو ملی عربی ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالےٰ کی کامل کتاب جو قرآن شریف ہی ہے عربی ہی میں نازل ہوئی۔ غرض یہ کتاب ایسی برکتوں اور معارف جدیدہ سے بھری ہوئی ہے جس سے امید ہے کہ تمام قومیں عام برکتیں اس سے حاصل کریں گی۔ والسّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ

خاکسار

غلام احمد قادیانی ۔ ۹ ستمبر ۹۵ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

۱۴۱

نوٹس

بنام آریہ صاحبان و پادری صاحبان و دیگر صاحبان مذاہب مخالفہ ان مسلمانوں کی طرف سے جن کے نام نیچے درج ہیں و نیز ایک التماس

گورنمنٹ عالیہ کی

توجہ کے لائق

اے صاحبان مندرجہ عنوان نہایت ادب اور تہذیب سے آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم سب فرقے مسلمان اور ہندو اور عیسائی وغیرہ ایک ہی سرکار کے جو سرکار انگریزی ہے رعایا ہیں۔ لہٰذا ہم سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسے امور سے دستکش رہیں جن سے وقتاً فوقتاً ہمارے حکام کو دقتیں پیش آویں یا بیہودہ نزاعیں باہمی ہو کر کثرت سے مقدمات دائر ہوتے رہیں اور نیز جب کہ ہمسائیگی اور قرب وجوار کے حقوق درمیان ہیں۔ تو یہ بھی مناسب نہیں کہ مذہبی مباحثات میں ناحق ایک فریق دوسرے فریق پر بے اصل افترا قایم کر کے اس کا دل دکھاوے اور ایسی کتابوں کے حوالے پیش کرے

حاشیہ ۔ پادری صاحبان اگر ہماری اس نصیحت کو غور سے سُنیں تو بیشک اپنی بزرگی اور شرافت ہم پر ثابت کریں گے اور اس حق پسندی اور صلحکاری کے موجب ہوں گے جس سے ایک راستباز اور پاک دل شناخت کیا جاتا ہے اور وہ نصیحت صرف دو باتیں ہیں جو ہم پادری صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا چاہتے ہیں۔

جو اس فریق کے نزدیک مسلّم نہیں ہیں۔ یا ایسے اعتراض کرے جو خود اپنے دین کی تعلیم پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ چونکہ اب تک مناظرات و مباحثات کے لئے کوئی ایسا قاعدہ باہم قرار یافتہ نہیں تھا جس کی پابندی یا وہ گو لوگوں کو ان کی فضول گوئی سے روکتی لہذا پادریوں میں سے پادری عماد الدین و پادری ٹھاکر داس و پادری فنڈل صاحب وغیرہ صاحبان اور آریہ صاحبوں میں سے منشی کنہیا لال الکہ دھاری اور منشی اندر من مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری نے اپنا یہی اصول مقرر کر لیا کہ ناحق کے افتراؤں اور بے اصل روایتوں اور بے بنیاد قصوں کو داخل

اوّل یہ کہ وہ اسلام کے مقابل پر ان بیہودہ روایات اور بے اصل حکایات سے مجتنب رہیں جو ہماری مسلّم اور مقبول کتابوں میں موجود نہیں اور ہمارے عقیدہ میں داخل نہیں اور نیز قرآن کے معنی اپنی طرف سے نہ گھڑ لیا کریں بلکہ وہی معنی کریں جو تواتر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور پادری صاحبان اگرچہ انجیل کے معنی کرنے کے وقت ہر یک بے قیدی کے مجاز ہوں مگر ہم مجاز نہیں ہیں۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے معصیت عظیمہ ہے۔ قرآن کی کسی آیت کے معنی اگر کریں تو اس طور سے کرنے چاہیئے کہ دوسری قرآنی آیتیں ان معنوں کی مؤید اور مفسّر ہوں، اختلاف اور تناقض پیدا نہ ہو کیونکہ قرآن کی بعض آیتیں بعض کے لئے بطور تفسیر کے ہیں۔ اور پھر ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی انہیں معنوں کی مفسّر ہو کیونکہ جس پاک اور کامل نبی پر قرآن نازل ہوا وہ سب سے بہتر قرآن شریف کے معنی جانتا ہے غرض اتم اور اکمل طریق معنے کرنے کا تو یہ ہے لیکن اگر کسی آیت کے بارے میں حدیث صحیحہ مرفوع متصل نہ مل سکے تو ادنیٰ درجہ استدلال کا یہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت کے معنی دوسری آیات بینات سے کئے جاویں۔ لیکن ہرگز یہ درست نہیں ہوگا کہ بغیر ان دونوں قسم کے التزام کے اپنے ہی خیال اور رائے سے معنی کریں کاش اگر پادری عماد الدین وغیرہ اس طریق کا التزام کرتے تو وہ آپ ہلاک

اعتراضات کی مدافعت میں پیش کیا۔ مگر اصل قصور تو اس میں پادری صاحبوں کا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں نے اپنے ذاتی تعصب اور کینہ کی وجہ سے جوش تو بہت دکھلایا مگر براہ راست اسلام کی کتابوں کو وہ دیکھ نہ سکے۔ وجہ یہ کہ بباعث جہالت اور کم استعدادی دیکھنے کا مادہ نہیں تھا۔ سو انہوں نے رنجی کتابوں میں پادریوں کے اقوال کا نقل کر دینا غنیمت سمجھا غرض ان تمام لوگوں نے بے قیدی اور آزادی کی گنجائش پاکر افتراؤں کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اور ناحق بیوجہ اہل اسلام کا دل دکھایا اور بہتوں نے اپنی بدذاتی اور مادری بدگوہری سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگائے یہاں تک کہ کمال خباثت اور اس پلیدی سے جو ان کے اصل میں تھی اس سید المعصومین پر سراسر دریدہ دہنی کی راہ سے زنا کی تہمت لگائی۔ مگر غیرت مند مسلمانوں کو اپنی مُحسن گورنمنٹ کا پاس نہ ہوتا تو ایسے شریروں کو جن کے افتراؤں میں یہاں تک نوبت پہنچی، وہ جواب دیتے جو اُن کی بداصلی کے مناسب حال ہوتے اور نہ دوسروں کی ہلاکت کا موجب ٹھہرتے۔

دوسری نصیحت اگر پادری صاحبان سُنیں تو یہ ہے کہ وہ ایسے اعتراض سے پرہیز کریں جو خود ان کی کتب مقدسہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بڑا اعتراض جس سے بڑھ کر شاید اُن کی نظر میں اور کوئی اعتراض ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہے وہ لڑائیاں ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ اُن کفار سے کرنی پڑیں جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں تیرہ برس تک انواع اقسام کے ظلم کئے اور ہریک طرح سے ستایا اور دکھ دیا اور پھر قتل کا ارادہ کیا جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معہ اپنے اصحاب کے مکہ چھوڑنا پڑا۔ اور پھر بھی باز نہ آئے اور تعاقب کیا اور ہریک بے ادبی اور تکذیب کا حصہ لیا۔ اور جو مکہ میں ضعفاء مسلمانوں میں سے رہ گئے تھے ان کو غایت درجہ دکھ دینا شروع کیا۔ لہٰذا وہ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے ظالمانہ کاموں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ ان پر موافق سنت قدیمہ الٰہیہ کے کوئی عذاب نازل ہو۔ اور اس عذاب

ہوتا اگر شریر انسانوں کو گورنمنٹ کی پاسداریاں ہر وقت روکتی ہیں اور وہ طمانچہ جو ایک گال کے بعد دوسری گال پر عیسائیوں کو کھانا چاہیئے تھا ہم لوگ گورنمنٹ کی اطاعت میں محو ہو کر پادریوں اور ان کے ہاتھ کے اکسائے ہوئے آریوں سے کھا رہے ہیں۔ یہ سب بُردباریاں ہم اپنی محسن گورنمنٹ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کریں گے کیونکہ ان احسانات کا ہم پر شکر کرنا واجب ہے۔ جو سکھوں کے زوال کے بعد ہی خدا تعالیٰ کے فضل نے اس مہربان گورنمنٹ کے ہاتھ سے ہمارے نصیب کئے۔ اور نہایت بد ذاتی ہوگی۔ اگر ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ہم میں سے ان نعمتوں کو فراموش کردے۔ جو اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے مسلمانوں کو ملی ہیں۔ بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیرخواہی میں فدا ہے اور ہوگا۔ اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لئے دُعا گو ہیں۔ اور اگرچہ گورنمنٹ کی عنایات سے ہر یک کو اشاعت مذہب کے لئے آزادی ملی

بقیہ حاشیہ

کی وہ قومیں بھی سزاوار تھیں جنہوں نے مکّہ والوں کو مدد دی۔ اور نیز وہ قومیں بھی جنہوں نے اپنے طور سے ایذا اور تکذیب کو انتہا تک پہنچایا اور اپنی طاقتوں سے اسلام کی اشاعت سے مانع آئے۔ سو جنہوں نے اسلام پر تلواریں اُٹھائیں وہ اپنی شوخیوں کی وجہ سے تلواروں سے ہی ہلاک کئے گئے۔ اب اس صورت کی لڑائیوں پر اعتراض کرنا اور حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی ان لڑائیوں کو بھول جانا جن میں لاکھوں شیرخوار بچے قتل کئے گئے۔ کیا یہ دیانت کا طریق ہے یا ناحق کی شرارت اور خیانت اور فساد انگیزی ہے اس کے جواب میں حضرات عیسائی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں میں بہت ہی نرمی پائی جاتی ہے کہ اسلام لانے پر چھوڑا جاتا تھا اور شیرخوار بچوں کو قتل نہیں کیا اور نہ عورتوں کو اور نہ بڈھوں کو اور نہ فقیروں اور مسافروں کو مارا اور نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے گرجاؤں کو مسمار کیا۔ لیکن اسرائیلی نبیوں نے ان سب باتوں کو کیا۔ یہاں تک کہ تین لاکھ سے بھی کچھ زیادہ شیرخوار بچے قتل کئے گئے گویا حضرات پادریوں کی نظر

حاشیہ

ہے لیکن اگر سوچ کر دیکھا جائے تو اس آزادی کا پورا پورا فائدہ محض مسلمان اُٹھا سکتے ہیں۔
اور اگر عمداً آپ ہی نہ اُٹھا دیں تو اُن کی بد قسمتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اپنی عام مہربانی
کی وجہ سے مذہبی آزادی کا ہر یک قوم کو عام فائدہ دیا اور کسی کو اپنے اصولوں کی اشاعت سے
نہیں روکا۔ لیکن جن مذہبوں میں سچائی کی قوت اور طاقت نہیں اور ان کے اصول صرف
انسانی بناوٹ ہیں اور ایسے قابل مضحکہ ہیں جو ایک محقق کو ان کی بیہودہ کتھا اور کہانیاں سُن
کر بے اختیار ہنسی آجاتی ہے کیونکر اُن مذہبوں کے واعظ اپنی ایسی باتوں کو وعظ کے وقت
دلوں میں جما سکتے ہیں اور کیونکر ایک پادری مسیح کو خدا کہتے ہوئے ایک دانشمند شخص کو اس
حقیقی خدا پر ایمان رکھنے سے برگشتہ کر سکتا ہے جس کی ذات مرنے اور مصیبتوں کے اُٹھانے
اور شخص کے ہاتھ میں گرفتار ہونے اور پھر مصلوب ہو جانے سے پاک ہے اور جس
کا جلالی نام قانون قدرت کے ہر یک صفحہ میں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہم نے تو بعض منصف
مزاج عیسائیوں سے خلوت میں یہ سُنا ہے کہ جب ہم کبھی مسیح کی خدائی کا بازاروں میں وعظ

حاشیہ: بعض لوگ اس غلطی کی وجہ سے اسلام کی لڑائیاں قابل اعتراض ٹھہریں کہ ان میں وہ سختی نہیں جو
حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی لڑائیوں میں تھی۔ اگر اس درجہ کی سختی پر یہ لڑائیاں
بھی ہوتیں تو قبول کر لیتے کہ درحقیقت یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اب ہر یک عقلمند
کے سمجھنے کے لائق ہے کہ کیا یہ جواب ایمانداری کا جواب ہے۔ حالانکہ آپ ہی کہتے ہیں کہ
خدا رحیم ہے اور اس کی سزا رحم سے خالی نہیں۔ پھر جب موسیٰ کی لڑائیاں باوجود اس سختی کے
قبول کی گئیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھیں تو کیوں اور کیا وجہ کہ یہ لڑائیاں جو اس کی رحم
کی خوشبو ساتھ رکھتی ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوئیں۔ اور ایسے لوگ کہ ان باتوں کو بھی
خدا تعالیٰ کے احکام سمجھتے ہیں کہ شیر خوار بچے ان کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں
اور ماؤں کو ان کے بچوں کے سامنے بے رحمی سے مارا جائے کیوں ان لڑائیوں کو خدا تعالیٰ کی
طرف سے نہ سمجھیں جن میں یہ شرط ہے کہ پہلے مظلوم ہو کر پھر ظالم کا مقابلہ کرو۔ منہ۔

کرتے ہیں تو بعض وقت مسیح کے عجز اور اضطرار کی سوانح پیش نظر آ جانے سے بات کرتے کرتے اپنا انفعال دل کو پکڑتا ہے کہ بس ہم ندامت میں غرق ہی ہو جاتے ہیں۔ غرض انسان کو خدا بنانے والا کیا وعظ کرے گا اور کیونکر اس عاجز انسان میں اس قادر خدا کی عظمت کا نمونہ دکھائے گا جس کے حکم سے ایک ذرہ بھی زمین و آسمان سے باہر نہیں اور جس کا جلال دکھلانے کے لئے سورج چمکتا اور زمین طرح طرح کے پھول نکالتی ہے۔ ایسا ہی ایک آریہ کیا وعظ کرے گا۔ کیا وہ دانشمندوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ تمام روحیں اور ان کی قوتیں اور طاقتیں اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور کسی کے سہارے سے ان کا وجود اور بقا نہیں۔ اور یا یہ کہہ سکتا ہے کہ وید کی یہ تعلیم عمدہ ہے کہ خاوند والی عورتیں اولاد کی غرض سے دوسروں سے ہمبستر ہو جایا کریں۔ ابھی ہمیں تجربہ ہوا ہے کہ جب ہماری بعض جماعت کے لوگوں نے کسی آریہ یا ان کے پنڈت سے نیوگ کی حقیقت بازار میں پوچھی جہاں بہت سے آدمی موجود تھے تو وہ آریہ یا پنڈت شرمندہ ہوا۔ اور چپکے سے کہا کہ آپ اندر چل کر مجھ سے یہ گفتگو کریں بازار میں لوگ سن کر ہنسی کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا اپنا ہی یہ حال ہے کہ ایسے عقاید اور اعمال کی نسبت اپنا ہی کانشنس ان کا ان کے عقیدہ کو دھکے دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا تو پھر وہ غیروں کو کیا وعظ کریں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو نہایت ہی گورنمنٹ کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ گورنمنٹ کے اس قانون کا وہی اکیلے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بیچارے پادری صد ہا روپیہ خرچ کر کے ایک ہندو کو قابو میں لاتے ہیں اور وہ آخر بعد آزمائش مسلمانوں کی طرف آجاتا ہے اور یا صرف پیٹ کا بندہ ہو کر محض دنیوی لالچ سے انہیں میں گذارہ کرتا ہے۔ لیکن ہمیں اپنے دلآزار ہمسایوں مخالفوں سے ایک اور شکایت ہے۔ اگر ہم اس شکایت کے رفع کے لئے اپنی محسن اور مہربان گورنمنٹ کو اس طرف توجہ نہ دلاویں تو کس کو دلاویں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مذہبی مخالف صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتب مسلمہ اور مقبولہ

کی رُو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کے مفتریات ہیں۔ ہمارا دل دکھاتے ہیں۔ اور ایسی باتوں سے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری معتبر کتابوں میں نام و نشان نہیں۔ اس سے زیادہ ہمارے دل دُکھانے کا اور کیا موجب ہوگا کہ چند بے بنیاد افتراؤں کو پیش کرکے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا اور بدکاری کا الزام لگانا چاہتے ہیں جس کو ہم اپنی پوری تحقیق کی رُو سے سید المعصومین اور ان تمام پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے نکلے اور اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔ اس صورت میں صرف یہی ظلم نہیں کہ ناحق اور بیوجہ ہمارا دل دکھایا جاتا ہے اور اس انصاف پسند گورنمنٹ کے مُلک میں ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں اور بڑے بُرے پیرایوں میں ہمارے اس مقدس مذہب کی توہین کی جاتی ہے۔ بلکہ یہ ظلم بھی ہوتا ہے کہ ایک حق اور راست راست امر کو محض یاوہ گوئی کے ذخیرہ سے مشتبہ اور کمزور کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔ اگر گورنمنٹ کے بعض اعلیٰ درجہ کے حکام دو تین روز اس بات پر بھی خرچ کریں کہ ہم میں سے کسی منتخب کے روبرو ایسے بیجا الزامات کی وجہ ثبوت ہمارے مذکورہ بالا مخالفوں سے دریافت فرماویں تو زیرک طبع حکام کو فی الفور معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر یہ لوگ بے ثبوت بہتانوں سے سرکار انگریزی کے وفادار رعایا اہل اسلام پر ظلم کر رہے ہیں۔

ہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی جناب میں یہ عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان احسانوں کو یاد کرکے جو اب تک ہم پر کئے ہیں ایک یہ بھی ہماری جانوں اور آبروؤں اور ہمارے ٹوٹے ہوئے دلوں پر احسان کرے کہ اس مضمون کا ایک قانون پاس کر دیوے یا کوئی سرکلر جاری کرے کہ آئندہ جو مناظرات اور مجادلات اور مباحثات مذہبی امور میں ہوں ان کی نسبت ہر یک قوم مسلمانوں اور عیسائیوں اور

آئندہ کیلئے یہ دو امر کے ضرور پابند رہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ ایسا اعتراض جو خود معترض کی ہی الہامی کتاب یا کتابوں پر جن کے الہامی ہونے پر وہ ایمان رکھتا ہے، وارد ہو سکتا ہو۔ یعنی وہ امر جو بنا اعتراض کی ہے ان کتابوں میں بھی پایا جاتا ہو جن پر معترض کا ایمان ہے۔ ایسے اعتراض سے چاہیئے کہ ہریک ایسا معترض پرہیز کرے۔

(۲) دوم اگر بعض کتابوں کے نام بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے کسی فریق کی طرف سے اس غرض سے شائع ہو گئے ہوں کہ درحقیقت وہی کتابیں اُن کی مسلّم اور مقبول ہیں تو چاہیئے کہ کوئی معترض ان کتابوں سے باہر نہ جائے۔ اور ہریک اعتراض جو اس مذہب پر کرنا ہو، انہیں کتابوں کے حوالہ سے کرے اور ہرگز کسی ایسی کتاب کا نام نہ لیوے جس کے مسلّم اور مقبول ہونے کے بارے میں اشتہار میں ذکر نہیں۔ اور اگر اس قانون کی خلاف ورزی کرے تو بلا تامّل اس سزا کا مستوجب ہو جو دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند میں مندرج ہے۔ یہ التماس ہے جس کا پاس ہونا ہم بذریعہ کسی ایکٹ یا سرکلر کے گورنمنٹ عالیہ سے چاہتے ہیں۔ اور ہماری نیک گورنمنٹ اس بات کو سمجھتی ہے کہ اس قانون کے پاس کرنے میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں بلکہ ہریک قوم پر اس کا اثر مساوی ہے۔ اور ایسا قانون کے پاس کرنے میں بے شمار برکتیں ہیں جن سے عامہ خلائق کے لئے امن اور عافیت کی راہیں کھلتی ہیں۔ اور صدہا بیہودہ نزاعوں اور جھگڑوں کی صف لپیٹی جاتی ہے اور آخیر نتیجہ صلحکاری اور اُن شرارتوں کا دُور ہو جانا ہے جو فتنوں اور بغاوتوں کی جڑھ ہوتے ہیں اور دن بدن مفاسد کو ترقی دیتے ہیں۔ اور ہماری قلم جو ہریک وقت اس گورنمنٹ عالیہ کی مدح و ثنا میں چل رہی ہے اس قانون کے پاس ہونے سے اپنی گورنمنٹ کو دوسروں پر ترجیح دینے کے لئے ایک ایسا وسیع مضمون پائے گی جو آفتاب کی طرح چمکے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو خدا معلوم کہ روز کی لڑائیوں اور بیہودہ جھگڑوں کی کہانتک نوبت پہنچے گی۔

بیشک اس سے پہلے توہین کے لئے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات میں موجود ہے لیکن وہ ان مراتب کے تصفیہ پا جانے سے پہلے فضول اور نکمی ہے اور خیانت پیشہ لوگوں کے لئے گریزگاہ وسیع ہے۔

بعد پھر ہم اپنے مخالف فرقوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی برائے خدا ایسی تدبیر کو منظور کریں جس کا نتیجہ سراسر امن اور عافیت ہے۔ اور اگر یہ احسن انتظام نہ ہوا تو علاوہ اور مفاسد اور فتنوں کے ہمیشہ سچائی کا خون ہوتا رہے گا۔ اور صادقوں اور راستبازوں کی کوششوں کا کوئی عمدہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اور نیز رعایا کی باہمی نااتفاقی سے گورنمنٹ کے اوقات بھی ناحق ضائع ہوں گے۔ اس لئے ہم مراتب مذکورہ بالا کو آپ سب صاحبوں کی خدمت میں پیش کر کے یہ نوٹس آپ صاحبوں کے نام جاری کرتے ہیں۔ اور آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ ہماری کتب مسلمہ مقبولہ جن پر ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور جن کو ہم معتبر سمجھتے ہیں، بہ تفصیل ذیل ہیں۔

اوّل قرآن شریف۔ مگر یاد رہے کہ کسی قرآنی آیت کے معنے ہمارے نزدیک وہی معتبر اور صحیح ہیں جس پر قرآن کے دوسرے مقامات بھی شہادت دیتے ہوں۔ کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں۔ اور نیز قرآن کے کامل اور یقینی معنوں کے لئے اگر وہ یقینی مرتبہ قرآن کے دوسرے مقامات سے میسر نہ آسکے۔ یہ بھی شرط ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل بھی اسی کی مفسر ہو۔ غرض ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے ہرگز جائز نہیں۔ پس ہر یک معترض پر لازم ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت اس طریق سے باہر نہ جائے۔

دوم دوسری کتابیں جو ہماری مسلّم کتابیں ہیں اُن میں سے اوّل درجہ پر صحیح بخاری ہے۔ اور اس کی وہ تمام احادیث ہمارے نزدیک حجت ہیں جو قرآن شریف سے مخالف نہیں۔ اور اُن میں سے دوسری کتاب صحیح مسلم ہے اور اس کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں۔ کہ قرآن اور صحیح بخاری سے مخالف نہ ہو۔ اور تیسرے درجہ پر صحیح ترمذی، ابن ماجہ، موطا،

نسائی، ابن داؤد، دار قطنی کتب حدیث ہیں۔ جن کی حدیثوں کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیحین سے مخالف نہ ہوں۔ یہ کتابیں ہمارے دین کی کتابیں ہیں اور یہ شرائط ہیں جن کی رو سے ہمارا عمل ہے۔

اب ہم قانونی طور پر آپ لوگوں کو ایسے اعتراضوں سے روکتے ہیں جو خود آپ کی کتابوں اور آپ کے مذہب پر وارد ہوتے ہیں۔ کیونکہ انصاف جن پر قوانین مبنی ہیں ایسی کارروائی کو صحت نیت میں داخل نہیں کرتا۔ اور ہم ایسے اعتراضوں سے بھی آپ لوگوں کو منع کرتے ہیں جو اُن کتابوں اور اُن شرائط پر مبنی نہیں جن کا ہم اشتہار میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسی کارروائی بھی تحقیق حق کے برخلاف ہے۔ پس ہر یک معترض پر واجب ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت ان کتابوں اور ان شرائط سے باہر نہ جائے۔ اور ضروری ہوگا کہ اگر آئندہ آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ہماری کسی تالیف کا ردّ لکھے یا ردّ کے طور پر کوئی اشتہار شائع کریں یا کسی مجلس میں تقریری مباحثہ کرنا چاہیں تو ان شرائط مذکورہ بالا کی پابندی سے باہر قدم نہ رکھیں۔ یعنی ایسی باتوں کو بصورت اعتراض پیش نہ کریں جو آپ لوگوں کی الہامی کتابوں میں بھی موجود ہوں۔ اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو اُن کتابوں کی پابندی اور اس طریق کی پابندی سے نہیں ہیں جو ہم اشتہار میں شائع کر چکے ہیں۔

غرض اس طریق مذکورہ بالا سے تجاوز کر کے ایسی بیہودہ روایتوں اور بے سروپا قصوں کو ہمارے سامنے ہرگز پیش نہ کریں اور نہ شائع کریں۔ جیسا کہ یہ عادتانہ کارروائیاں پہلے اس سے ہندوؤں میں سے اندرمن مرادآبادی نے اپنی کتابوں تحفۂ اسلام و پاداش اسلام وغیرہ میں دکھلائیں۔ اور پھر بعد اس کے یہ ناپاک حرکتیں مسمی لیکھرام پشاوری نے جو محض نادان اور بے علم ہے، اپنی کتاب تکذیب براہین اور رسالہ جہاد اسلام میں کیں۔ اور جیسا کہ یہی بیہودہ کارروائیاں پادری عمادالدین نے اپنی کتابوں میں اور پادری ٹھاکرداس نے اپنے رسائل میں اور صفدر علی وغیرہ نے اپنی تحریروں میں لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے کیں۔ اور سخت

دھوکے دے کر ایک دُنیا کو گندگی اور کیچڑ میں ڈال دیا۔ اور اگر آپ لوگ اب بھی یعنے اس نوٹس کے جاری ہونے کے بعد بھی اپنی خیانت پیشہ طبیعت اور عادت سے باز نہیں آئیں گے تو دیکھو ہم آپ کو ہلا ہلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ اب یہ حرکت آپ کی صحت نیت کے خلاف سمجھی جائے گی اور محض دلآزاری اور توہین کی مد میں مقصود ہوگی۔ اور اس صورت میں ہمیں استحقاق ہوگا کہ عدالت سے اس افترا اور توہین اور دلآزاری کی چارہ جوئی کریں اور دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کی رو سے آپ کو ماخوذ کرائیں اور قانون کی حد تک سزا دلائیں۔ کیونکہ اس نوٹس کے بعد آپ اپنی ناواقفی اور صحت نیت کا عذر پیش نہیں کر سکتے۔ اور آپ سب صاحبوں کو بھی اختیار ہوگا کہ اپنی مقبولہ مسلمہ کتابوں کا اشتہار دے دیں۔ اور بعد اس کے اگر کوئی مسلمان معترض اپنے اعتراض میں آپ کے اشتہار کا پابند نہ ہو، اور کوئی ایسا اعتراض کرے کہ جو اُن کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کے مقبول ہونے کی نسبت آپ اشتہار دے چکے ہیں۔ یا کوئی ایسا امر موردِ اعتراض ٹھہرا دے جو خود اسلام کی تعلیم میں موجود ہے تو بیشک ایسا معترض مسلمان بھی آپ لوگوں کے اشتہار کے بعد اسی دفعہ ۲۹۸ کی رو سے سزا پانے کے لائق ہوگا جس دفعہ سے ہم فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ اب ذیل میں اس نوٹس دینے والوں کے دستخط اور مواہیر ہیں۔ فقط

راقم خاکسار خادم دین مصطفےٰ غلام احمد قادیانی

۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ نوٹس آریہ دھرم مطبوعہ بار اوّل کے صفحہ ۵۶ سے آگے چار صفحات پر ہے)

(۱۳۲)

(یہ وہ خطوط ہیں جو مسلمانوں کی خدمت میں دستخط کرانے کے لئے بھیجے گئے ہیں)



السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امابعد اے غمخواران دین اسلام و محبانِ خیر الانام علیہ الف الف سلام۔ مَیں اس وقت ایک نہایت ضروری التماس آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور

خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں

کہ اس التماس کے قبول کرنے کے لئے آپ لوگوں کے سینوں کو کھولے اور اس مقصد کے فوائد آپ لوگوں کے دلوں میں الہام کرے کیونکہ کوئی امر گو کہ کیسا ہی عمدہ اور سراسر خیر اور مصلحت پر مبنی ہو مگر تب بھی اس کی بجا آوری کے لئے جب تک خدا تعالیٰ سے قوت نہ ملے ہرگز انسان ضعیف البنیان سے ہو نہیں سکتا۔ اور وہ

التماس یہ ہے

کہ آپ صاحبوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہو گی کہ ان دنوں میں دینی مباحثات و مناظرات کا اس قدر ایک طوفان برپا ہے کہ جہانتک تاریخ وفا کرسکتی ہے اس کی کوئی نظیر پہلے زمانوں میں معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس معاملہ میں اس قدر تالیفات بڑھ گئی ہیں کہ پادری صاحبان کی ایک رپورٹ میں مَیں نے پڑھا ہے کہ چند سال میں چھ کروڑ کتابیں ان کی طرف سے شائع ہوئیں۔ ایسا ہی اہل اسلام کی طرف سے کروڑ ہا تو نہیں مگر صد ہا رسالوں تک تو نوبت پہنچی ہو گی۔ اور آریہ صاحبوں کی کتابیں جو اسلام کے مقابل پر یا عیسائیوں کے مقابل لکھی گئی ہیں اگرچہ تعداد میں تو کم ہیں مگر گالیاں دینے اور دلآزار کلمات لکھنے میں اول نمبر پر ہیں۔ اور یہ

بے تہذیبی اور بد زبانی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ جو کسی قوم کے پیشوا کو گالی دینا اس کا اصول نہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اُن پیمبروں پر ایمان لائے ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر یک قوم میں کوئی نہ کوئی مصلح گذرا ہے اور ہمیں یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم پورے علم کے بغیر کسی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔* سو یہ پاک عقائد ہمیں بے جا بد زبانیوں اور متعصبانہ نکتہ چینیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے مخالف چونکہ تقویٰ کی راہوں سے بالکل دُور اور بے قید اور خلیع الرسن ہیں۔ اور قرآن کریم جو سب سے پیچھے آیا اُن کو طبعاً بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ جلد فحش گوئی اور بد زبانی اور توہین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور سچی باتوں کے مقابل پر افتراؤں سے کام لیتے ہیں چنانچہ اس تیس سال کے عرصہ میں ہمارے مخالفوں نے اس قدر فحش گالیاں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتابوں میں دی ہیں اور اس قدر افتراء اسلامی تعلیم پر کئے ہیں کہ میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ تیرہ سو گذشتہ سالوں میں یعنے اسلام کے ابتدائی زمانہ سے آجتک اس کی نظیر نہیں پاؤ گے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ ناجائز طریق ترقی پر ہے۔ اس لئے ہر ایک ایسے سچے مسلمان کا فرض ہے کہ جو درحقیقت اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے کہ ایسے موقعہ پر بے غیرتوں اور بے ایمانوں کے رنگ میں بیٹھا نہ رہے۔ بلکہ جیسا کہ اپنی حفظ عزت کے لئے کوشش کرتا ہے اور جب عزت برباد ہونے کا کوئی موقعہ پیش آوے تو جہانتک طاقت وفا کرتی اور بس چل سکتا ہے اپنی آبرو کے بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر باقی نہیں چھوڑتا بلکہ ہزار ہا روپیہ پانی کی طرح بہا دیتا ہے ایسا ہی شریف

* نوٹ :۔ یعنی جس بات کا تجھ کو قطعی علم نہیں دیا گیا اس بات کا پیرو کار مت بن۔ اور یاد رکھ کہ کان اور آنکھ اور دل جس قدر اعضاء ہیں ان سب اعضاؤں سے باز پُرس ہو گی۔ منہ

اور سچے مسلمانوں کے لئے بھی زیبا ہے کہ اس پیارے رسُول کی عزت کے لئے بھی جس کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں، کوشش کریں اور ایمانی نمونہ دکھلانے سے نامراد نہ جائیں۔

شاید بعض صاحبوں کی یہ رائے ہو کہ کیا ضرور ہے کہ اسلام کی طرف سے مذہبی تالیفات ہوں اور کیوں اس طریق کو اختیار نہ کیا جائے کہ مخالفوں کی تحریرات کا جواب ہی نہ دیں۔ اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ اوّل تو کوئی مذہب بغیر دعوت اور امر معروف نہی منکر کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اگر ایسا ہونا فرض بھی کر لیں تو پھر اسلام جیسا کوئی مذہب مصیبت زدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں پادری صاحبان و آریہ صاحبان وغیرہ پُورے زور و شور سے اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کو نابود کر دیں۔ اور ہر یک رنگ سے کیا علم طبعی کے نام سے اور کیا علم طب اور تشریح کے بہانہ سے اور کیا علم ہیئت کے پردہ میں انواع اقسام کے دھوکے لوگوں کو دے رہے ہیں۔ اور ٹھٹھے اور ہنسی اور تحقیر کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ پھر اگر ہمارے معزز بھائیوں کی طرف سے یہی تدبیر ہے کہ چُپ رہو اور سُنے جاؤ تو یہ خاموشی مخالفوں کی یکطرفہ ڈگری کا موجب ہوگی اور نعوذ باللہ ہماری خاموشی ثابت کر دے گی کہ ہر یک الزام اُن کا سچا ہے۔ اور اگر ہم الزامی جواب دیں چنانچہ کئی سال سے دیئے جاتے ہیں تو کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور ہمارا وقت برباد جاتا ہے۔ اور بار بار وہی باتیں اور وہی بہتان ہتک آمیز الفاظ کے ساتھ سُناتے ہیں۔ جو لوگ حیا اور شرم کو چھوڑ دیں ان کا مُنہ بجز قانون کے اَور کون بند کرے۔ اور ہم اپنے بھائیوں کے صوابدید سے کُل مناظرات اور مباحثات اور تحریر اور تقریر سے دست بردار ہو سکتے ہیں اور چُپ رہ سکتے ہیں مگر کیا ہمارے معزز بھائی ذمہ وار ہو سکتے ہیں کہ مخالفانہ حملہ کرنے سے ہندوستان کے تمام پادریوں اور آریوں اور برہموؤں کو بھی چُپ کرا دینگے اور اگر نہیں کرا سکتے اور اُن کی گالیوں اور سب وشتم کی کوئی اَور تدبیر اُن کے ہاتھ میں نہیں

تو پھر یہ بات کیوں حرام ہے کہ ہم اپنی محسن گورنمنٹ سے اس بارہ میں مدد لیں۔ اور اُن آئندہ خطرات سے اپنی قوم اور نیز دوسری قوموں کو بھی بچالیں جو ایسے بے قیدی کے مناظرات میں ضروری الوجود ہیں۔

سو بھائیو یہ تدبیر عمدہ نہیں ہے کہ ہر روز ہم گالیاں سُنیں اور روا رکھیں کہ ہندو لوگ بازاروں میں بیٹھ کر اور عیسائیوں کی جماعتیں ہریک کوچہ گلی میں ہمارے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں نکالیں اور آئے دن پُر توہین کتابیں شائع کریں بلکہ اس وقت ضروری تدبیر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے سرکاری قانون سے مدد لیں اور اس درخواست کے موافق جو گورنمنٹ کی توجہ کے لئے علیحدہ لکھی گئی ہے، اس مضمون کا گورنمنٹ عالیہ سے قانون پاس کراویں کہ آئندہ مناظرات و مجادلات میں بغرض رفع فتنہ و فساد عام آزادی اور بے قیدی کو محدود کر دیا جاوے۔ اور ہریک قوم کے لوگ اعتراض و نکتہ چینی کے وقت ہمیشہ دو باتوں کے پابند رہیں۔

(۱) یہ کہ ہریک فریق جو کسی دوسرے فریق پر کوئی اعتراض کرے تو صرف اُس صورت میں اعتراض کرنے کے وقت نیک نیت سمجھا جائے کہ جب اعتراض میں وہ باتیں نہ پائی جائیں جو خود اس کے مسلّم عقیدہ میں پائی جاتی ہیں۔ یعنے ایسا اعتراض نہ ہو جو وہ اس کے عقیدہ پر بھی وارد ہوتا ہو اور وہ بھی اس سے ایسا ملزم ہو سکتا ہو جیسا کہ اُس کا مخالف۔ اور اگر کوئی اس قاعدہ سے تجاوز کرے اور وہ تجاوز ثابت ہو جاوے، تو بغیر حاجت کسی دوسری تحقیقات کے یہ سمجھا جاوے کہ اس نے محض بدنیتی سے ایک مذہبی امر میں اپنے مخالف کا دل دُکھانے کے لئے یہ حرکت کی۔

(۲) یہ کہ ہریک معترض ایسے اعتراض کرنے کا ہرگز مجاز نہ ہو کہ جو اُن کتب مشتہرہ کے مخالف ہو جن کو کسی فریق نے حصر کے طور پر اپنی مسلمہ کتابیں قرار دے کر ان کی نسبت اشتہار شائع کرایا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کرے تو قانوناً یہ قرار دیا جاوے کہ اُس نے ایک ایسا امر کیا جو نیک نیتی کے برخلاف ہے۔ اور جو شخص ان دونوں تجاوزوں میں سے کوئی ایک تجاوز کرے یا دونوں کرکے کسی قسم کی صریح ہجو یا اشارہ یا کنایہ سے

کسی فریق کا دل دُکھاوے تو وہ دفعہ ۲۹۸ تعزیرات کا مجرم قرار دے کر اس سزا کا مستوجب سمجھا جائے جو قانون کی حد تک ہے۔

یہ قانون ہے جس کا پاس کرانا ضروری ہے۔ سو اَے بزرگو اور دین اسلام کے غمخوارو۔ برائے خدا اِس تحریر پر غور کر کے اس درخواست کو اپنے دستخطوں سے مزین کرو۔ جو اِس قانون کے پاس کرنے کے لئے لکھی گئی ہے تا فساد انگیز جھگڑے کم ہو جائیں اور گورنمنٹ کو آرام ملے اور ملک میں صُلح کاری اور امن پیدا ہو۔ اور ملک کے باشندوں کے کینے ترقی کرنے سے رد کئے جائیں۔ بھائیو اِس قانون کے پاس ہونے میں بہت ہی برکتیں ہیں اور سچے دین کو اس سے بہت ہی مدد ملتی ہے اور مفسدوں اور افترا پردازوں کے مُنہ بند ہو جاتے ہیں۔ گورنمنٹ کے کسی منشاء کے مخالف یہ کارروائی نہیں۔ بلکہ ہماری دانا گورنمنٹ خود ایسی باتوں کو ہمیشہ سوچتی ہے جس سے اس ملک کے فتنے اور فساد کم ہوں۔ اور لوگ ابجدل ہو کر گورنمنٹ کی خدمت میں مشغول رہیں۔ اور نیز یہ وہ مبارک طریق ہے جس سے آئندہ بیجا حملہ کرنے والے رُک جائیں گے۔ اور ہر یک جاہل متعصب مناظرہ اور مجادلہ کے لئے جرأت نہیں کر سکے گا۔ اور یہ امر تمام ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو یاوہ لوگوں کا کسی تدبیر سے مُنہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی صاحب نے ایسے مبارک محضر پر دستخط نہ کئے جس سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت مفتری لوگوں کے افتراؤں سے بچ جاتی ہے اور اسلام بہت سے کمینہ اور سراسر دروغ حملوں سے امن میں آجاتا ہے تو اس کا اسلام نہایت بودا اور تاریکی میں پڑا ہوا ثابت ہوگا۔ اور ہم عزم بالجزم رکھتے ہیں کہ جیسا کہ اس موقع پر ہم دینی غمخواروں کا باعزت نام مخلصانہ دعائے خیر کے ساتھ نہایت شوق سے شائع کریں گے تا اُن کی مردی اور سعادت عامہ خلائق پر ظاہر ہو۔ ایسا ہی ہم ایک پُردرد تقریر کے ساتھ ان بخیل الاصل پست فطرت لوگوں کے نام بھی اپنے رسالہ میں شائع کر دیں گے جنہوں نے ہمارے سید و مولیٰ محمد

مصطفےٰ خاتم الانبیاء فخر الاصفیاء کی حمایت عزت کے لئے کچھ بھی غمخواری اور حمیت ظاہر نہ کی۔ بھائیو کیا یہ مناسب ہے کہ آپ لوگ تو عزت کی کرسیوں پر بیٹھیں۔ اور بڑے بڑے القاب پائیں اور ہمارے پیارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر یک طرف سے گالیاں دی جائیں اور تحریر و تقریر میں سراسر افترا سے نہایت بے عزتی اور توہین کی جائے اور آپ لوگ ایک ادنیٰ تدبیر کرنے سے بھی دریغ کریں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ شریف اور نجیب لوگ ہرگز دریغ نہیں کریں گے اور جو خبیث النفس دریغ کرے گا وہ مسلمان ہی نہیں

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد ؎ کہ از بہرِ دُنیا دہد دین بباد

راقم خاکسار خادم دین مصطفےٰ غلام احمد قادیانی

۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار آریہ دھرم طبع اوّل کے صفحہ ۶۴ لغایت ۶۸ پر ہے)

---

(۱۳۳)

درخواست

یہ درخواست مسلمانانِ برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ مذہبی مباحثات اور مناظرات کو اُن ناجائز جھگڑوں سے بچانے کے لئے جو طرح طرح کے فتنوں کے قریب پہنچ گئے ہیں اور خطرناک حالت پیدا کرتے جاتے ہیں اور ایک وسیع بے قیدگی

ان میں طوفان کی طرح نمودار ہو گئی ہے۔ دو[۲] مندرجہ ذیل شرطوں سے مشروط فرمادیا جاوے اور اسی طرح اس وسعت اور بے قیدی کو روک کر ان خرابیوں سے رعایا کو بچایا جاوے جو دن بدن ایک مہیب صورت پیدا کرتی جاتی ہیں۔ جن کا ضروری نتیجہ قوموں میں سخت دشمنی اور خطرناک مقدمات ہیں۔ ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام وہ فرقے جو ایک دوسرے سے مذہب اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہیں، اپنے فریق مخالف پر کوئی ایسا اعتراض نہ کریں جو خود اپنے پر وارد ہوتا ہو۔ یعنے اگر ایک فریق دوسرے فریق پر مذہبی نکتہ چینی کے طور پر کوئی ایسا اعتراض کرنا چاہے جس کا ضروری نتیجہ اس مذہب کے پیشوا یا کتاب کی کسرِ شان ہو جس کو اس فریق کے لوگ خدا تعالےٰ کی طرف سے مانتے ہوں تو اُس کو اِس امر کے بارے میں قانونی ممانعت ہو جائے کہ ایسا اعتراض اپنے فریق مخالف پر اس صورت میں ہرگز نہ کرے جبکہ خود اس کی کتاب یا اس کے پیشوا پر وہی اعتراض ہو سکتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے اعتراض سے بھی ممانعت فرمادی جائے جو ان کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کو کسی فریق نے اپنے مسلّم اور مقبول کتابیں ٹھہرا کر ان کی ایک چھپی ہوئی فہرست اپنے ایک کھُلے کھُلے اعلان کے ساتھ شائع کرادی ہو۔ اور صاف اشتہار دے دیا ہو کہ یہی وہ کتابیں ہیں جن پر میرا عقیدہ ہے اور جو میری مذہبی کتابیں ہیں۔ سو ہم تمام درخواست کنندوں کی التماس یہ ہے کہ ان دونوں شرطوں کے بارے میں ایک قانون پاس ہو کر اس کی خلاف ورزی کو ایک مجرمانہ حرکت قرار دیا جاوے اور ایسے تمام مجرم دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند یا جس دفعہ کی رُو سے سرکار مناسب سمجھے، سزایاب ہوتے رہیں اور جن ضرورتوں کی بناء پر ہم رعایا سرکار انگریزی کی اس درخواست کے لئے مجبور ہوئے ہیں وہ بہ تفصیل ذیل ہیں :-

اوّل یہ کہ ان دنوں میں مذہبی مباحثوں کے متعلق سلسلہ تقریروں اور تحریروں کا اس قدر ترقی پذیر ہو گیا ہے اور ساتھ ہی اس کے اس قدر سخت بدزبانیوں نے ترقی کی

ہے کہ دن بدن باہمی کینے بڑھتے جاتے ہیں اور ایک زور کے ساتھ فحش گوئی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا دریا بہہ رہا ہے۔ اور چونکہ اہلِ اسلام اپنے برگزیدہ نبی اور اس **مقدس کتاب** کے لئے جو اس پاک نبی کی معرفت اُن کو ملی نہایت ہی غیرتمند ہیں۔ لہذا جو کچھ دوسری قومیں طرح طرح کے مفتریانہ الفاظ اور رنگا رنگ کی پُرخیانت تحریر اور تقریر سے ان کے نبی اور ان کی آسمانی کتاب کی توہین سے اُن کے دل دُکھا رہے ہیں یہ ایک ایسا زخم اُن کے دلوں پر ہے کہ شاید اُن کے لئے اس تکلیف کے برابر دُنیا میں اور کوئی بھی تکلیف ہو۔ اور اسلامی اصول ایسے مہذبانہ ہیں کہ یادہ گوئی کے مقابل پر مسلمانوں کو یادہ گوئی سے روکتے ہیں۔ مثلاً ایک معترض جب ایک بیجا الزام مسلمانوں کے نبی علیہ السلام پر کرتا ہے اور ٹھٹھے اور ہنسی اور ایسے الفاظ سے پیش آتا ہے جو بسا اوقات گالیوں کی حد تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل اسلام اس کے مقابل پر اس کے پیغمبر اور مقتدا کو کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر وہ پیغمبر اسرائیلی نبیوں میں سے ہے تو ہر یک مسلمان اس نبی سے ایسا ہی پیار کرتا ہے جیسا کہ اس کا فریق مخالف۔ وجہ یہ کہ مسلمان تمام اسرائیلی نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کی نسبت بھی وہ جلدی نہیں کرتے کیونکہ انہیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی ایسا آباد ملک نہیں جس میں کوئی مصلح نہیں گذرا۔ اس لئے گذشتہ نبیوں کی نسبت خاص کر اگر وہ اسرائیلی ہوں۔ ایک مسلمان ہرگز بدزبانی نہیں کرسکتا۔ بلکہ اسرائیلی نبیوں پر تو وہ ایسا ہی ایمان رکھتا ہے جیسا کہ نبی آخرالزمان کی نبوت پر، تو اس صورت میں وہ گالی کا گالی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں جب بہت دُکھ اُٹھاتا ہے تو قانون کی رُو سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے۔ مگر قانونی تدارک بدنیتی کے ثابت کرنے پر موقوف ہے جس کا ثابت کرنا موجودہ قانون کی رُو سے بہت مشکل امر ہے۔ لہذا ایسا مستغیث اکثر ناکام رہتا ہے اور مخالف فتحیاب کو اور بھی توہین اور تحقیر کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لئے یہ بات بالکل سچی ہے کہ جس قدر تقریروں اور

تحریروں کی رُو سے مذہب اسلام کی توہین ہوتی ہے۔ ابھی تک اس کا کوئی کافی تدارک قانون میں موجود نہیں۔ اور دفعہ ۲۹۸ حق الامر کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسا معیار اپنے ساتھ نہیں رکھتی۔ جس سے صفائی کے ساتھ نیک نیتی اور بدنیتی میں تمیز ہو جائے یہی سبب ہے کہ نیک نیتی کے بہانہ سے ایسی دلآزار کتابوں کی کروڑوں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ لہذا ان شرائط کا ہونا ضروری ہے جو واقعی حقیقت کے کھلنے کے لئے بطور مؤیّد ہوں۔ اور صحتِ نیّت اور عدم صحت کے پرکھنے کے لئے بطور معیار کے ہو سکیں۔ سو وہ معیار وہ دونوں شرطیں ہیں جو اُوپر گذارش کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ جو شخص کوئی ایسا اعتراض کسی فریق پر کرتا ہے جو وہی اعتراض اس پر بھی اس کی الہامی کتابوں کی رُو سے ہوتا ہے۔ یا ایسا اعتراض کرتا ہے جو اُن کتابوں میں نہیں پایا جاتا جن کو فریق معترض علیہ نے اپنی مسلّمہ مقبولہ کتابیں قرار دے کر اُن کے بارے میں اپنے مذہبی مخالفوں کو بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے مطلع کر دیا ہے تو بلاشُبہ ثابت ہو جاتا ہے کہ شخص معترض نے صحتِ نیّت کو چھوڑ دیا ہے۔ تو اِس صورت میں ایسے مکّار اور فریبی لوگ جن حیلوں اور تاویلوں سے اپنی بدنیتی کو چھپانا چاہتے ہیں وہ تمام حیلے نکمّے ہو جاتے ہیں اور بڑی سہولت سے حکام پر اصل حقیقت کھُل جاتی ہے۔ اور اگرچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یاوہ گو لوگوں کی زبانیں روکنے کے لئے یہ ایک کامل علاج ہے مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ یاوہ گوئیوں اور ناحق کے الزاموں کا اس سے علاج ہو جائے گا۔

دوسری ضرورت اس قانون کے پاس ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس بے قیدی سے مُلک کی اخلاقی حالت روز بروز بگڑتی جاتی ہے۔ ایک شخص سچی بات کو سُن کر پھر اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ کسی طرح جھوٹھ اور افترا سے مدد لے کر اس سچ کو پوشیدہ کر دیوے اور فریق ثانی کو خواہ نخواہ ذلّت پہنچا دے۔ سو ملک کو تہذیب اور راست روی

میں ترقی دینے کے لئے اور بہتان طرازی کی عادت سے روکنے کے لئے یہ ایک ایسی عمدہ تدبیر ہے جس سے بہت جلد دلوں میں سچی پرہیزگاری پیدا ہو جائے گی۔

تیسری ضرورت اس قانون کے پاس کرنے کی یہ ہے کہ اس بے قیدی سے ہماری محسن گورنمنٹ کی قانون پر عقل اور کانشنس کا اعتراض ہے۔ چونکہ یہ دانا گورنمنٹ ہر یک نیک کام میں اوّل درجہ پر ہے تو کیوں اس قدر الزام اپنے ذمّہ رکھے کہ کسی کو یہ بات کہنے کا موقعہ ملے کہ مذہبی مباحثات میں اس کے قانون میں احسن انتظام نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی بے قیدی سے صلحکاری اور باہمی محبت دن بدن کم ہوتی جاتی ہے۔ اور ایک فریق دوسرے فریق کی نسبت ایسا اشتعال رکھتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اس کو نابود کر دیوے اور اس تمام نااتفاقی کی جڑ مذہبی مباحثات کی بے اعتدالی ہے۔ گورنمنٹ اپنی رعایا کے لئے بطور معلّم کے ہے۔ پھر اگر رعایا ایک دوسرے سے درندہ کا حکم رکھتی ہو۔ تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ قانونی حکمت عملی سے اس درندگی کو دُور کر دے۔

چوتھی یہ کہ اہلِ اسلام گورنمنٹ کی وہ وفادار رعایا ہے جن کی دلی خیرخواہی روز بروز ترقی پر ہے اور اپنے جان و مال سے گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے حاضر ہیں۔ اور اس کی مہربانیوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور کوئی بات خلاف مرضی گورنمنٹ کرنا نہایت بیجا خیال کرتے ہیں اور دل سے گورنمنٹ کے مطیع ہیں۔ پس اس صورت میں اِن کا حق بھی ہے کہ ان کی دردناک فریاد کی طرف گورنمنٹ عالیہ توجہ کرے۔ پھر یہ درخواست بھی کوئی ایسی درخواست نہیں جس کا صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور دوسروں کو نہیں۔ بلکہ ہر یک قوم اس فائدہ میں شریک ہے۔ اور یہ کام ایسا ہے جس سے مُلک میں صلحکاری اور امن پیدا ہوتا ہے اور مقدمات کم ہوتے ہیں اور بدنیّت لوگوں کا منہ بند ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس کا اثر مسلمانوں سے خاص نہیں۔ ہر یک قوم پر اس کا برابر اثر ہے۔ آخر ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ہماری اس گورنمنٹ

کو ہمیشہ کے اقبال کے ساتھ ہمارے سروں پر خوش و خرم رکھے اور ہمیں سچی شکر گذاری کی توفیق دے۔ اور ہماری مُحسن گورنمنٹ کو اس مخلصانہ اور عاجزانہ درخواست کی طرف توجہ دلا دے۔ کہ ہر یک توفیق اسی کے ارادہ اور حکم سے ہے۔ آمین۔

الملتمسین

اہل اسلام رعایا گورنمنٹ جن کے نام علیحدہ نقشوں میں درج ہیں

(مورخہ ۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار آریہ دھرم طبع اوّل کے صفحہ ۶۹ لغایت ۷۲ پر ہے)

---

(۱۳۴)



مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہمارے اُس خط کے جواب میں جو ہم نے ۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء کو برادر دستخط کرانے مسلمانوں کے درخواست توسیع دفعہ ۲۹۸ پر معہ درخواست مذکور کے شائع کیا تھا اور مولوی صاحب موصوف

کی خدمت میں بھی اس غرض کے لئے رجسٹری کراکر بھیجا گیا تھا۔ آپ نے ایک مختصر رسالہ
میں جو زرد کاغذ پر چھپا ہے بڑی مضبوطی اور استقلال سے یہ وعدہ کیا ہے کہ "اس
خدمت کا بیڑا اُٹھانے کے لئے ہم حاضر ہیں* بشرطیکہ آپ اپنا قدم بیچ سے نکال دیں
اور اپنا اور اپنے گروہ کا استعفار بذریعہ اخبارات و اشتہارات مشتہر کر دیں۔ پھر دیکھیں
بندہ اس کام کو کیونکر بجا لاتا ہے۔ آپ علیحدہ ہو جائیں۔ پھر اس کام کا حسن انجام ملاحظہ
فرمائیں"۔ یہ ان کی عبارت ہے جس کو انہوں نے بڑے پُر زور وعدہ کے ساتھ شائع کیا
ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بندہ ایسے کام پہلے کر چکا ہے اور اس کی قومی خدمات گورنمنٹ
اور قوم میں مسلّم ہیں۔ اور سپریم گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹوں تک عزت و اعتبار کے ساتھ
رسائی ہے۔ اور اس کی گذارش مؤدبانہ کو گورنمنٹ عزت و اعتبار کی نگاہ سے دیکھتی اور
سُنتی ہے۔ اس تمام تحریر پر میں نے غور کی اور ایک عمیق فکر کے بعد میرے دل نے یہی
فتویٰ دیا کہ چونکہ ہماری جماعت ابھی بہت تھوڑی ہے اور اکثر لوگ ان مولوی صاحبوں
کے ایسے مسخر ہیں کہ ہماری سیدھی بات بھی ان کی نظر میں اُلٹی معلوم ہوتی ہے اور
ہمارا قدم درمیان آنے سے ایک ایسی کراہت دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر وہ
کام کرنا بھی ہو تب بھی ہرگز نہ کریں۔ اس لئے اگر یہ کام ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو

* نوٹ:۔ یہ رسالہ مولوی محمد حسین صاحب کا فضل الٰہی چِٹھی رساں کی معرفت ہم کو ملا مولوی صاحب نے
اپنے اس چو ورقہ رسالہ میں جو میری طرف بھیجا اپنے ہی ہاتھ سے ۲۰ غلطیاں نکال کر نہایت بدشکل کر دیا۔
عربی لفظوں کی غلطیوں میں تو خیر معذور تھے۔ مگر ساتھ اس کے اردو کی غلطیاں بھی جائے تعجب ہے۔ اب
بہتر ہے کہ اس رسالہ کو وہ دوبارہ چھپوا دیں تا کہ کسی کو بدظنی کا موقعہ نہ ملے۔ مولوی صاحب کو لفظی
غلطیاں تو رسالہ کے چھپنے کے بعد یاد آگئیں۔ مگر اس درایت کی غلطی پر وہ مطلع نہ ہو سکے، کہ
فاحسن معہم کے معنے اُلٹے سمجھ لئے۔ کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کو نیکی سے ہٹا کر
ان کے کام کی آپ خواہش کریں یا یہ کہ وہ بھی کریں اور آپ بھی اُن کے شریک ہو جائیں۔ منہ

جس کی تجویزات سے قوم کو کراہت نہ ہو تو ہمارا مدعا جو خدمت دین متین ہے۔
بہرحال حاصل ہے۔ اور تازہ تجربہ نے اس بات کی طرف اور بھی توجہ دلائی۔ کیونکہ مَیں نے اس کام کے لئے کسی قدر سخت الفاظ سے طبیعتوں کو جوش بھی دلایا اور کسی قدر درشتی بھی اپنے خط اور کارڈ میں جو اس بارہ میں چھاپا گیا، استعمال کی۔ مگر اکثر لوگوں نے مجھ سے اور میرے کام سے ایسی نفرت ظاہر کی کہ بجز انکار یا گالیوں کے اور کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ ہاں مَیں اس وقت شکر کے ساتھ مولوی تلطّف حسین صاحب دہلوی اور مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی مصنّف تفسیر حقانی اور شیخ حاجی عبد الرحیم صاحب انبالوی شافعی المذہب اور مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی اور شیخ حسین عرب صاحب یمانی ثم بھوپالوی کا ذکر کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی سعادت فطرت اور جوش حمیّت اسلام اور محبت حضرت خیر الانام صلے اللہ علیہ وسلم سے نقشہ منسلکہ درخواست پر اپنے اپنے دستخط کرکے میرے پاس بھیج دیئے۔ سو مَیں اُن کا تہ دل سے شکر کرتا ہوں کہ انہوں نے باوجود بعض مسائل کی مخالفت کے پھر میرے پر ثابت کیا کہ وہ درحقیقت اللہ جلشانہٗ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اُن کو اس کا اجر بخشے اور ان کے اس عمل کو قبول فرمادے۔ ایسا ہی مولوی امیر حسین صاحب متوطن بھیں ضلع جہلم نے وعدہ کیا اور لکھا کہ مَیں بھی اپنے دستخط اور بہت سے لوگوں کے دستخط کراکر بھیجونگا مگر ابھی ان کی کارروائی میرے پاس نہیں پہنچی۔ خدا اُن کو بھی اس کا بہت اجر دے۔ آمین۔
بہرحال اب تک دو ہزار پچہتر ۲۰۷۵ دستخط اکثر معزز لوگوں کے ہو کر میرے پاس پہنچے جن میں بعض علماء اور بعض رئیسان پنجاب ہندوستان اور بعض عہدہ داران تحصیلدار وغیرہ اور بعض انگریزی دفتروں کے کلرک و ہیڈ کلرک اور بعض وکلاء اور مختارکاران اور بعض نامی تاجران پنجاب و ہندوستان ہیں، اس کام میں وہ بڑے صدق سے پیش قدم

ہوئے۔ خدا تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ غرض اس کارروائی کے لئے پشاور اور حیدر آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور اٹاوہ اور مدراس وغیرہ بلاد ہندوستان اور پنجاب میں اس عاجز کے مخلص سرگرمی سے کوشش کر رہے ہیں۔ اور ہر روز اُن کی کارروائی کے نقشے پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے سب دوستوں کو اپنی خاص رحمتوں سے متمتع فرماوے۔ اور مَیں اس وقت نواب محسن الملک سید مہدی علیخاں صاحب مقیم علیگڈھ کے تلطّف اور مہربانی کا بھی شکر کرتا ہوں کہ انہوں نے بھی اس موقعہ پر نہایت ہمدردی سے خط لکھا۔ اور ان کے خط سے مترشح ہوا کہ وہ کثرت رائے اور اجتماع اہلِ بصیرت کے بعد دستخط کرنے کو تیار ہیں اور انہوں نے اپنے خط میں بہت ہی امید دلائی کہ وہ کسی طرح ہمدردی دینی سے دریغ نہیں کریں گے۔ غرض ہماری کارروائی اس حد تک پہنچی تھی۔ اور ابھی پشاور اور کلکتہ اور مدراس اور بمبئی اور حیدر آباد کے دوستوں کی کارروائی ہمیں موصول نہیں ہوئی تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب نے ۱۲ر اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اپنا رسالہ ایک چٹھی رساں کے ہاتھ بھیج دیا۔ اس رسالہ میں بہت زور کے ساتھ مولوی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ کام فقط مجھ سے ہی کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوگا کسی دوسرے سے نہیں۔ تب مَیں نے خیال کیا کہ شاید یہ دعویٰ صحیح ہو کیونکہ مولوی صاحب موصوف ایک گروہ کثیر کے ہم خیال ہیں۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اس قانون کے پاس کرانے کے لئے جس میں پاس کے بعد فریق مخالف اسلام پر نہایت مشکلات پڑیں گے اور جہانتک ممکن ہوگا زور لگائیں گے کہ گورنمنٹ کو اِس قانون کے پاس کرنے سے روک دیا جاوے۔ وجہ یہ کہ اس سے ان کی پُرخیانت کارروائیاں یک لخت بند ہو جائیں گی۔ لہٰذا اس وقت وہ طریق اختیار کرنا مناسب ہے جس طریق سے ایسی درخواست پر لاکھوں دستخط ہو جائیں۔ اگرچہ مجھے اپنے دوستوں کی کوششوں پر نظر کرکے حق الیقین کی طرح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہماری سعی اور جہد سے کم سے کم پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار کے قریب دستخط ہو جائیں گے اور بڑی آسانی سے ہو جائیں گے کیونکہ نہایت

زور شور سے یہ کارروائی شروع ہے۔ لیکن جب مَیں غور کرتا ہوں کہ یہ کس مرتبہ کی درخواست ہے اور اسلام کے لئے کیسے اعلیٰ نتائج اس میں مخفی اور مستور ہیں اور دینی مخالفوں کے لئے قانون پاس ہونے کی حالت میں کیا کیا ناکامیاں اور نامرادیاں دامنگیر ہونے والی ہیں تو میرا دل یہ قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ کم سے کم ایسے دستخط دس لاکھ سے کم نہ ہوں۔ اور کچھ شک نہیں کہ علماء اور مولوی صاحبوں کے دستخط ایسی درخواست پر بہت ہی مؤثر ہونگے کیونکہ گورنمنٹ جانتی ہے کہ مذہبی امور کے بہت سے مصالح کی لگام انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں ایسی درخواست کو ایک واجب درخواست بنانے کے لئے ایسے قانون دانوں کے دستخط بھی ضرور ہونے چاہئیں جو نامی وکلاء اور بیرسٹر ہوں۔ تا گورنمنٹ کو درخواست پر غور کرنے کے لئے ان لوگوں کے دستخط بطور مؤید کے ہو جائیں۔ لیکن چونکہ یہ کام بہت عظیم الشان ہے اور مولوی صاحبوں کا کسی طرح سے یہ منشاء نہیں کہ یہ کام ہمارے ہاتھ سے ہو اس لئے امرتسر کے مولوی صاحبوں نے ہماری وجہ سے اس کام کو فضول اور غیر مفید ٹھہرایا۔ اور بہتوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا فتنہ پادریوں اور آریوں سے زیادہ ہے اور جا بجا اشتہار شائع کرکے اس کارروائی کو روکنا چاہا اور میرے کینے سے روا رکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ وہ ناجائز افترا ہوتے رہیں۔ جو مومنوں کے دلوں کو پاش پاش کرتے ہیں۔ جیسا ابھی پادری ٹی ولیمس ریواڑی نے وہ افترا کیا اور وہ گندی گالیاں دیں کہ کسی ادنےٰ حیثیت کے آدمی کو بھی نہیں دی جاتیں۔ پس مَیں نے سوچا کہ چونکہ مولویوں کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی کچھ بھی پروا نہ کرنا دراصل میرے ہی کینہ کی وجہ سے ہے، ایسا نہ ہو کہ ان کی معصیت میں مَیں بھی شریک سمجھا جاؤں۔ اس لئے مَیں نے مولوی محمد حسین صاحب کی درخواست پر اس کام سے اپنے تئیں علیحدہ کرنا مناسب سمجھا کیونکہ دراصل ان علماء کی لاپروائی اور سخت دلی کا باعث میرا ہی وجود ہے اور میرے کینے سے یہ روا رکھا جاتا ہے کہ جو کچھ مخالف

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں ، وہ دیتے رہیں بلکہ ان کو معذور اور ناقابل الزام ٹھیرایا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں اگر میرا قدم درمیان نہ ہونے سے مولویصاحبان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ غیرت دکھلاویں اور اس گناہ سے اپنے تئیں بچا لیں جو میری وجہ سے جھوٹے بہانوں کے ساتھ اُن کو اختیار کرنا پڑا۔ تو یقین ہے کہ مجھے اس سے ثواب ملے گا۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور دین اسلام کی حمایت کے لئے ایک کام انجام دیا جاوے۔ سو مناسب نہیں کہ میری وجہ سے وہ کام حیّزِ التوا میں رہ جاوے۔ اگرچہ میرا دل دینی خدمت سے استعفا نہیں دیتا۔ اور اللہ جلشانہ اور رسُول اللہ صلعم کے راہ میں فدا ہے اور ہوگا جب تک کہ مَیں اس جہان سے گذر جاؤں۔ وواللہِ ان حیاتی و مماتی لِلّٰہِ ربّ العالمین۔ لیکن میری اس میں کونسی کسرِشان ہے کہ مَیں چند الفاظ سے اپنے اندرونی مخالفوں کو خوش کر کے ان کے ہاتھ سے رسُول اللہ صلعم کے لئے ایسی خدمت لوں۔ اس لئے مَیں بڑی خوشی سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس چاکری کو قبول کرتے ہیں اور صدق دل سے کمر باندھنے کو تیار ہیں تو مَیں اس کام اور شغل سے اپنے تئیں فارغ کرتا ہوں۔ اور آپ کے وعدے پر بھروسہ کر کے میری طرف سے یہی تحریر بطور استعفا ہے۔ سو یاد رہے کہ ہم اپنا اور اپنے گروہ کا استعفا اس شرط سے پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے وعدہ کو پُورا کریں* اور

---

* مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے جو کچھ آخر کو کرنا ہے وہ تو خدا تعالےٰ کو معلوم ہے۔ مگر بالفعل تو انھوں نے ہمارے چلتے کام کو روک دیا۔ اس بات کے اظہار کی کچھ حاجت نہیں کہ بڑے زور سے یہ کارروائی تمام پنجاب اور ہندوستان میں چل رہی تھی۔ چنانچہ آج کی تاریخ ۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۹ء تک دستخط کرنے والوں کا عدد دو ہزار پچہتر تک پہنچ گیا۔ یہ لوگ کچھ عوام الناس میں سے نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کے معزز عہدہ دار اور وکلاء اور مختار کاران اور رئیسان پنجاب و ہندوستان و معزز سوداگر اس میں بکثرت داخل ہیں۔ اور ابھی بہت سے شہر باقی ہیں۔ جن سے

ہمیں کسی ناموری کی ہوس نہیں اور نہ کسی شکر کی خواہش۔ صرف یہ خواہش ہے کہ آپ
ہمادگی اور نیک نیتی سے ہماری اس تحریر کو قبول کر کے جلد کام میں لگ جائیں کہ عمر کا اعتبار
نہیں۔ اب ایسا ہی ہو گا کہ یہ درخواست ہماری یا ہمارے گروہ کی کسی شخص کی طرف سے
گورنمنٹ میں بھیجی نہیں جائے گی اور ہماری جماعت کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوگا۔ آپ کا
دعویٰ ہے کہ ایسے کاموں کے لئے میرے اوقات وقف ہیں اور گورنمنٹ سے میرے محکم
تعلقات ہیں۔ سو ہمیں اس روز بہت خوشی ہو گی جب آپ کا یہ قول مقرونِ عمل سمجھا
جائے گا اور اس سے زیادہ اس دن جب آپ کی یہ محنت حسب مراد پھل لائے گی۔ اب
جہانتک الفاظ تھے میں اپنی بے تعلقی اور اپنی جماعت کی بے تعلقی کے اظہار میں ادا کر
چکا۔ باقی رہا آپ کا اپنی اس تحریر میں بھی مجھے دجّال کہنا، شیطان اور کافر کے نام سے
موسوم کرنا سو میں اس وقت ان باتوں کا جواب دینا نہیں چاہتا اور نہ سختی کے مقابل
پر سختی کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے یہ خط محض جناب مقدس رسول اللہ صلے اللہ علیہ

دستخط ہو کر واپس نہیں آئے۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے اس کام کے وقت بھی اپنی
معمولی دریدہ دہنی کو نہیں چھوڑا بلکہ سبّ و شتم کے الفاظ زور سے ظاہر کئے۔ مگر ہم نہیں چاہتے
کہ اس وقت اپنے بدگو کو بدگوئی سے یاد کر کے ایک اور بحث شروع کر دیں۔ یہ لُطف و نرمی
اور مدارات کا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص ہماری عداوت کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی تائید میں دریغ کرے۔ ہماری سب عزتیں اللہ اور رسولؐ کے راہ میں قربان
ہیں۔ اگر کسی نے ہمیں دجّال کہا یا شیطان کہا یا کافر کہا تو اگر ہم فی الحقیقت ایسے ہی
ہی ہیں۔ تو ایسے شخص کو ثواب کا مستحق سمجھنا چاہیئے۔ لیکن اگر اس عالم الغیب کے نزدیک
جس کی دلوں پر نظر ہے، اصلی واقعات اس کے برخلاف ہیں تو وہ ایسے شخص کو جو مومن
کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور اپنے معاندانہ اصرار سے باز نہیں آتا۔ بے سزا نہیں چھوڑیگا۔
بیشک دنیادار شیطانی اغراض والے جا بجا تیغ تیز اور اہل اللہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور

وسلم کی عزت اور سچائی اور بزرگی کی حمایت کی نیّت سے لکھا ہے۔ اور اس وقت اگر میری نظر کے سامنے کسی کی سخت باتیں اور دشنام دہی ہے تو پادری ٹی ولیمس اور عماد الدین وغیرہ اور پادری فتح مسیح کی وہ گالیاں ہیں جو انہوں نے ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد المطہرین رسُول اللہ صلعم کے حق میں نہایت مکروہ الفاظ میں لکھی ہیں۔ پادری فتح مسیح کا خط اس وقت میرے سامنے پڑا ہے جس میں اس ناپاک طبع نے لکھا ہے کہ نعوذ باللہ وہ شخص یعنے آنحضرت ایک زانی آدمی تھا اور اس کے اعتراضات کا ردّ رسالہ نورالقرآن میں لکھ رہا ہوں۔ ایسا ہی اس وقت پادری ٹی ولیمس ریواڑی کا رسالہ میری نظر کے سامنے موجود ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ نعوذ باللہ "وہ شخص یعنی آنحضرت سرغنہ ڈکیتی، دغاباز، زینب کا عاشق تھا جس نے زینب کو دیکھ کر بد خواہش کی، چوری کرانے والا، ڈکیتی کرانے والا بُت پرست، ناحق کا خون کرنے والا تھا۔ مرتے دم تک ڈکیتی اور لُوٹ مار اس کا طریق رہا۔" اب جب یہ گالیاں اس پاک کو دی جاتی ہیں جو تمام پاکوں کا سردار ہے پھر اگر اس پُر ظلمت زمانہ میں مجھ کو بھی کسی نے دجّال کہا یا شیطان کہا تو مَیں کیا افسوس کروں۔ ان ہزاروں پتھروں میں سے جو اس پاکوں کے سردار پر پھینکے جاتے ہیں، اگر ایک دو پتھر میرے پر بھی پھینکے

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۷۷

اپنے کاموں میں دجل اور تلبیس رکھتے ہیں عنداللہ کتوں سے بدتر ہیں اور ان کا انجام بُرا ہوتا ہے کیونکہ وہ ضلالت کو شائع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن در اصل کوئی ایسا نہ ہو اور صرف سمجھوں کا پھیر ہو، تو کیا خدائے کریم اس کو ضائع کر دے گا، ہرگز نہیں۔ بلکہ جو حالات کسی شخص کے اس غیب دان کے نزدیک محقق ہیں وہ انہیں کے لحاظ سے اس کے ساتھ معاملہ کریگا کیونکہ انجام کار ان کے لئے ہے۔ جو اس کے ہیں۔ سو یہ باتیں اس وقت تذکرہ کے لائق نہیں۔ صرف ہم مولوی صاحب کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ اپنی کسل اور غفلت سے ہماری اس تمام کارروائی کو مسمار نہ کر دیں بلکہ سارے دل اور ساری جان سے کوشش کریں تا اسی نام کے لائق ٹھیریں جس نام کے حاصل کرنے کا انہوں نے ارادہ کیا ہے اور اس سے ڈریں کہ انجام کار منصف لوگ ان کا کوئی اَور نام نہ رکھ دیں۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ منہ

گئے تو مجھے فخر کرنا چاہیئے کہ ظلمت نے مجھ سے بھی دشمنی کی جیسا کہ اس نُور سے دشمنی کی۔ مگر مجھے امرتسر کے مولویوں پر سخت افسوس ہے جنہوں نے واشگاف لکھ دیا ہے کہ یہ گالیاں تمہاری گالیوں سے کچھ بڑی نہیں۔ افسوس کہ اگر یہ گالیاں ان کے باپ یا ماں کو دی جائیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں تو کب کے عدالتوں میں استغاثہ کرنے کے لئے دوڑتے ہائے افسوس یہ دِل کیسے پتھر ہو گئے۔

اور آپ نے جو میرے حق میں گورنمنٹ کے باغی ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے یہ شاید اس لئے کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ نالش اور استغاثہ کرنے کی میری عادت نہیں ورنہ آپ ایسے صریح جھوٹھ سے ضرور بچتے جس میں قانونی گرفت کے نیچے ایسا مدعی آسکتا ہے۔ آپ نے ایک واہیات بات بنا رکھی ہے کہ ہشت سالہ پیشگوئی ایسی تھی۔ مگر آپ قانونی مواخذہ سے نہیں ڈرتے۔ کیا آپ کی یہی دیانت ہے کہ اس بارہ میں نہ آپ نے کوئی میری تحریر دیکھی اور نہ تقریر سُنی۔ ناحق ایک غلط اور بے اصل خیال دل میں جما لیا۔ مَیں آپ کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ گو آپ کی گورنمنٹ سے کیسی ہی محبت اور اُلفت کے تعلقات ہوں تاہم ضرور افتراؤں سے ڈرا کریں کہ یہ باتیں جو آپ کے مُنہ سے نکلتی ہیں آپ کے لئے سخت خطرناک ہیں۔ مَیں گورنمنٹ عالیہ انگریزی کا دل سے خیر خواہ ہوں اور وہ خیر خواہی جو مال اور جان اور قلم سے مجھ سے اور میرے بزرگوں سے گورنمنٹ ممدوحہ کی نسبت ظہور میں آئی، اگر آپ کے وجود اور آپ کے بزرگوں کے وجود میں کوئی شخص اس کا نمونہ تلاش کرنا چاہے تو تضیع اوقات ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خیر خواہی ہو گی کہ مَیں سچے دل سے نہ منافقانہ طور پر اس گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا گناہ سمجھتا ہوں اور اس بات کو فرض جانتا ہوں کہ اس کی شکر گذاری کی جائے۔ اور اس کی خدمت گذاری میں قصور نہ کریں اور اس کی اطاعت میں دریغ نہ کریں۔ اور مَیں آپ کی طرح کسی خونی مہدی کا منتظر بھی نہیں تا گورنمنٹ کی نظر میں میرے اصول خطرناک ہوں۔ آپ

لوگ جو دلوں میں خیالات رکھتے ہیں اس دانا گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ لوگوں کے عقیدے کچھ چھپے ہوئے نہیں۔ مگر مَیں تو ایسے عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہوں کہ کسی وقت بھی اِس محسن گورنمنٹ کی نسبت کوئی بغاوت کا ارادہ مخفی طور پر بھی دل میں رکھا جاوے۔ کئی ہزار روپیہ کی کتابیں اس غرض کے لئے شائع کر چکا ہوں کہ تا لوگ اس غلطی سے بچ جائیں کہ ناحق اس گورنمنٹ کو غیر مذہب کی گورنمنٹ تصور کر کے درندگی اور خونخواری کے خیالات ظاہر کریں۔ اور ہر وقت یہی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں سچی محبت اس گورنمنٹ کی پیدا ہو بیشک مَیں جیسا کہ میرے خدا نے میرے پر ظاہر کیا صرف اسلام کو دُنیا میں سچا مذہب سمجھتا ہوں۔ لیکن اسلام کی سچی پابندی اسی میں دیکھتا ہوں کہ ایسی گورنمنٹ جو درحقیقت محسن اور مسلمانوں کے خون اور آبرو کی محافظ ہے اس کی سچی اطاعت کی جائے۔ مَیں گورنمنٹ سے ان باتوں کے ذریعہ سے کوئی انعام نہیں چاہتا۔ مَیں اُس سے درخواست نہیں کرتا کہ اِس خیرخواہی کی پاداش میں میرا کوئی لڑکا کسی معزز عہدہ پر ہو جائے۔ یہ میرا ایک عقیدہ ہے جو سچائی اور شکرگذاری کی پابندی سے رکھتا ہوں نہ کسی اَور غرض سے۔ میری رائے قدیم سے گورنمنٹ کی نسبت یہی ہے جو مَیں نے بیان کی۔ سو تم خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ناحق کی تہمتیں مت لگاؤ کہ یہ دنیوی زندگی معہ اپنے تمام لوازم کے بہت جلد ختم ہو جائیگی۔ اور جلد تم ایک تبدیلی ہو کر دوسرے عالم میں پہنچائے جاؤ گے اور اس سچے حاکم کی جناب میں پیش کئے جاؤ گے جس کی دلوں اور جانوں پر حکومت ہے۔ سو سوچو اور خوب سوچو کہ عنقریب اس ذات سے معاملہ ہے جو دلوں کے مخفی در مخفی بھیدوں کو جانتا ہے۔ ولمقت اللّٰہ اکبر من مقتکم لو کنتم تعلمون۔ خدا تعالیٰ ہدایت دے اور وہ باتیں الہام کرے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آمین ☆

☆نوٹ۔ مَیں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کی ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گذاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں جو انصاف کی رُو سے اعتقاد تھا۔ وہ ظاہر کر دیا۔ منہ

بالآخر مَیں اپنے دوستوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ مَیں نے محض للہ مولوی محمد حسین صاحب کے مواعید پر نظر کر کے اپنے مخلصوں کے دستخطوں کی اور درخواست کے بھیجنے کی کارروائی سے اپنے تئیں الگ کر لیا ہے۔ آپ صاحبان رنجیدہ نہوں کیونکہ ہمارے کام خدا تعالیٰ کے لئے ہیں اور چاہیئے کہ آپ لوگ ان کی منشاء کے موافق اس کارروائی سے الگ ہو جاویں۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہی شرط ہے کہ ہم بالکل اس کام سے الگ ہو جاویں اور اگر اسی طور سے آنحضرت صلعم کی عزت کے لئے احسن طور پر قانونی وسائل پیدا ہو جاویں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس کے مخالف کوئی حرکت کریں اور کام کے حارج ہوں۔ آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ بیشک سعی اور نیت کا اجر دے گا۔ وَاللہ لا یضیع اجر المحسنین ✽

۱۲ اکتوبر ۱۸۹۵ء

راقم

خاکسار غلام احمد قادیانی



ہم اسلام کے سچے ہمدرد اور شریف اہل اسلام اڈیٹران اخبار کی للّٰہی ہمتوں سے امید رکھتے ہیں کہ اس خط کو اپنے اپنے اخبار میں چھاپ کر ثواب حاصل کریں ✽ غلام احمد

اشتہار کتب موجودہ

آریہ دھرم ست بچن ایک جلد میں ۸/ آئینہ کمالات اسلام ۲/ ازالہ اوہام ۳/
رسالہ نور القرآن نمبر اول ۴/ فتح اسلام ۴/ توضیح مرام ۴/

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے آٹھ صفحہ پر ہے) (مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

✽ نوٹ۔ شرط یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب ماہ بماہ اپنی کارروائی شائع کرتے رہیں۔ منہ

(۱۳۵)

اشتہار کتاب ست بچن و آریہ دھرم

واضح ہو کہ پہلے اس سے جس قدر اشتہار کتاب ست بچن اور آریہ دھرم* کی نسبت شائع ہوئے تھے وہ اس وقت لکھے گئے تھے کہ جبکہ ابھی کتاب موصوف تمام و کمال چھپی نہیں تھی۔ اور ہمارا خیال تھا کہ شاید تین یا چار جزو تک اس کتاب کی ضخامت ہو جائیگی سو اسی خیال سے قیمت تھوڑی رکھی گئی تھی۔ لیکن بعد میں کتاب ست بچن بوجہ طرح طرح کے نادر اور عجیب تحقیقاتوں کے بہت بڑھ گئی۔ اور دونو کتابوں کی ضخامت دو سو صفحہ سے بھی زیادہ ہو گئی۔ اور بابا نانک صاحب کی صحیح صحیح سوانح کے متعلق بڑی محنت ہمیں اُٹھانی پڑی اور اپنے دوستوں کو تحقیقات موقعہ کے لئے دُور دُور دراز فاصلہ کے شہروں میں بھیجنا پڑا۔ اور بعض سفر ہم نے معہ اپنی جماعت کے خود بھی کئے۔ اس لئے ست بچن کی تالیفات میں اس قدر مالی خرچ بڑھ گیا کہ اگر ہم فی نسخہ پانچ روپیہ بھی قیمت رکھتے تو اُن مصارف اور جد و جہد کے مقابل پر یہ قیمت بہت تھوڑی تھی۔ لیکن ہم نے عوام کے فائدہ کے لئے ایک ادنیٰ قیمت یعنی ڈیڑھ روپیہ قیمت مقرر کر دی ہے۔ اور پھر زیادہ تر یہ رعایت بھی دی گئی کہ یہ قیمت دونوں رسالوں ست بچن اور آریہ دھرم کی ہے۔ مگر یاد رہے کہ اگر ایسے سکھ صاحبان جو والی ریاست یا معزز جاگیردار یا امراء اور کرسی نشینوں میں سے ہیں یا وہ تمام صاحبان جو معزز عہدوں پر یا والئے ملک ہیں۔ اس کتاب کو خریدنا چاہیں تو کسی صورت میں پانچ روپیہ سے کم نہیں لئے جائیں گے کیونکہ یہ قیمت چھپائی اور کاغذ وغیرہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایسے مصارف کے لحاظ سے ہے جو ہمیں اس تحقیق اور تفتیش میں پیش آئے۔

* نوٹ:۔ کتاب ست بچن اور آریہ دھرم ایک ہی جلد میں ہے۔ علیحدہ علیحدہ فروخت نہیں ہوگی۔ منہ

اور اس کتاب کے ساتھ جا بجا ہر یک موقعہ مناسب کے نقشے بھی شامل ہیں۔ اور انگریزی تحقیقاتوں کا خلاصہ انگریزی زبان میں آخر کتاب کے شامل کیا گیا ہے۔ اور بہت سے ایسے حقایق و معارف اس میں درج ہیں کہ طالب حق لوگوں کے لئے بے بہا جواہرات کے حکم میں ہیں۔ اور ایک باب میں بابا نانک صاحب کے وہ کرامات بیان کی گئی ہیں۔ جن سے اُن کی قبولیت کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر شاید سکھ صاحبان اس بات کے سننے سے خوش نہ ہوں گے کہ مَیں نے بابا نانک صاحب کے مذہب کے بارے میں ان سے اتفاق نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ کامل تحقیقات نے جس طرف مجھے کھینچا، اضطراری طور پر اسی طرف مجھے جانا پڑا۔ مگر با این ہمہ مجھے بار بار اپنی کتاب میں اقرار کرنا پڑا ہے کہ درحقیقت بابا نانک صاحب ان منتخب لوگوں میں سے تھے جن کی زندگی کو عنایت الٰہی اپنے لئے خاص کر لیتی ہے۔ اور اس پاک گروہ میں سے تھے جن کے دلوں میں محبت الٰہی یوں بھر جاتی ہے جیسے ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے بابا صاحب کے رُوحانی کمالات کی نسبت ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے مدلل بیانوں کا جلوہ دکھلایا ہے کہ اگر آدمی نہایت درجہ کا غبی نہ ہو تو ضرور اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ بیانات صحیح ہیں۔ اور آریہ دھرم میں ویدوں کی تعلیم کا نمونہ دکھلایا گیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ مَیں نے ہر یک امر میں صحت نیت اور نتائج تحقیق سے کام لیا ہے۔ اور بلاشبہ میری یہ کتاب اُن لوگوں کے لئے چشمہ آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے جو سچائی کے طالب ہوں۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد

۱۵ر نومبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۳۶)

لائق توجہ گورنمنٹ

چونکہ سکھ صاحبوں کے بعض اخبار نے اپنی غلط فہمی سے ہمارے رسالہ ست بچن کو ایسا خیال کیا ہے کہ گویا ہم نے وہ رسالہ کسی بدنیتی اور دلآزاری کی نیت سے تالیف کیا ہے۔ اس لئے ہم گورنمنٹ کے حضور میں اس بات کو ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ رسالہ جو ست بچن کے نام سے موسوم ہے، نہایت نیک نیتی اور پوری پوری تحقیق کی پابندی سے لکھا گیا ہے۔ اصل غرض اس رسالہ کی اُن بیجا الزاموں کا رفع دفع کرنا ہے۔ جو آریوں کے سرگروہ دیانند پنڈت نے بابا نانک صاحب پر اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لگائے ہیں اور نہایت نالائق لفظوں اور تحقیر آمیز فقروں میں باوا صاحب موصوف کی توہین اور تحقیر کی ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نہایت قوی اور مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ باوا صاحب اپنے کمال معرفت اور گیان کی وجہ سے ہندوؤں کے ویدوں سے بالکل الگ ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے دیکھا کہ جس خدا کی خوبیوں میں کوئی نقص اور کسی عیب کی تاریکی نہیں۔ اور ہر یک جلال اور قدرت اور تقدس اور کامل الوہیت کی بے انتہا چمکیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ وہ وہی پاک ذات خدا ہے جس پر اہل اسلام عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی کمال خداترسی کی وجہ سے اپنا عقیدہ اسلام ٹھیرایا۔ چنانچہ یہ تمام وجوہات ہم اس رسالہ میں لکھ چکے ہیں۔ اور ایسے واضح اور بدیہی طور پر یہ ثبوت دے چکے ہیں کہ بغیر اس کے ماننے کے انسان کو بَن نہیں پڑتا۔ اور ماسوائے اس کے یہ رائے کہ باوا صاحب اپنی باطنی صفائی اور اپنی پاک زندگی کی وجہ سے مذہب اسلام کو قبول کر چکے تھے صرف ہماری

ہی رائے نہیں بلکہ ہماری اس کتاب سے پہلے بڑے بڑے محقق انگریزوں نے بھی یہی رائے لکھی ہے اور وہ کتابیں مدت دراز پہلے ہماری اس تالیف سے برٹش انڈیا میں تالیف ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں۔ چنانچہ مَیں نے بطور نمونہ پادری ہیوز کی ڈکشنری کے چند اوراق انگریزی اس رسالہ کے آخر میں شامل کر دیئے ہیں جن میں پادری صاحب موصوف بڑے دعویٰ سے باوا صاحب کا اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ ڈکشنری تمام برٹش انڈیا میں خوب شائع ہو چکی ہے۔ سکھ صاحبان بھی اس سے بے خبر نہیں ہیں۔ اس صورت میں یہ خیال کرنا کہ اس رائے میں مَیں ہی اکیلا ہوں یا مَیں نے ہی پہلے اس رائے کا اظہار کیا ہے ایک بڑی غلطی ہے۔ ہاں مَیں نے وہ تمام دلائل جو دوسروں کو نہیں مل سکے اس کتاب میں اکٹھے کر کے لکھ دیئے ہیں۔ جن محقق انگریزوں نے مجھ سے پہلے یہ رائے ظاہر کی کہ باوا صاحب درحقیقت مسلمان تھے ان کے پاس کامل دلائل کا ذخیرہ نہ تھا۔ مگر میری تحقیق سے یہ امر بدیہی طور پر کھل گیا۔ اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ پادری ہیوز کی اس رائے پر جو بزبان انگریزی کتاب ہذا کے آخر میں شامل ہے توجہ فرماوے۔ اور مَیں سکھ صاحبوں سے اس بات میں اتفاق رکھتا ہوں۔ کہ بابا نانک صاحب درحقیقت خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے تھے۔ اور ان میں سے تھے جن پر الٰہی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے صاف کئے جاتے ہیں۔ اور مَیں ان لوگوں کو شریر اور کمینہ طبع سمجھتا ہوں کہ ایسے بابرکت لوگوں کو توہین اور ناپاکی کے الفاظ کے ساتھ یاد کریں۔ ہاں مَیں نے تحقیق کے بعد وہ پاک مذہب جس سے سچے خدا کا پتا لگتا ہے اور جو توحید کے بیان میں قانون قدرت کا ہمزبان ہے، اسلام کو ہی پایا ہے۔ سو مَیں خوش ہوں کہ جس دولت اور صاف روشنی کو مجھے دیا گیا مجھ سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے باوا صاحب کو بھی وہی دولت دی۔ سو یہ ایک سچائی ہے جس کو مَیں چھپا نہیں سکتا۔ اور مَیں اپنا اور باوا صاحب

کا اس میں فخر سمجھتا ہوں کہ یہ پاک توحید خدا کے فضل نے ہمیں دی ✦

خـــــــــــــــاکســـــــــار

غلام احمد قادیانی ۲۰ نومبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ست بچن آریہ دھرم طبع اول کے ٹائٹل پر ہے)

---

(۱۳۷)

کتاب ست بچن کا تھوڑا سا مضمون نمونے کے طور پر

ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ کتاب ست بچن کا کسی قدر مضمون نمونے کے طور پر شائع کریں۔ تا سکھ صاحبان اور دیگر صاحبان کو کچھ حقیقت معلوم ہو۔ یہ کتاب معہ آریہ دھرم کے ۴۲۲ صفحہ کے قریب ہے اور دونوں ایک ہی جلد میں ہیں۔ اور ایک دوسری سے علیحدہ فروخت نہیں ہوگی۔ اور باوجود مصارف کثیرہ کے قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ رکھی ہے۔ اس میں بہت سے معارف اور حقائق ایسے درج ہیں کہ اگر اس کے فروخت ہونے کے بعد کسی کو اس کی خوبیوں پر اطلاع ہوئی تو اُسے آہ کھینچ کر کہنا پڑے گا کہ کیوں مَیں نے اس کا ایک نسخہ خرید نہ لیا۔ اور جس قدر بابا نانک صاحب پر آریوں نے جھوٹے الزام لگائے ہیں اور جس قدر دیانند نے توہین کے ارادہ سے بابا صاحب موصوف کی نسبت بدزبانی کی ہے اُن تمام اعتراضات کا اس کتاب میں دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور اس میں عام فائدہ کے لئے سچے مذہب کی شناخت کی علامتیں بھی لکھی ہیں۔ اور نیز مذاہب کی تنقیح اور تحقیق کے بارہ میں ایک مبسوط بیان ہے۔ غرض یہ ایک جدید طرز کی کتاب ہے جو باوا صاحب کے وفادار سکھوں کو جو پنجاب میں سترہ لاکھ سے کم نہیں ہوں گے، اس بزرگ

خدا رسیدہ کے پیروی کے لئے بُلاتی ہے۔ اس کتاب میں بابا نانک صاحب کی بزرگیاں اور خوبیاں آسمان کے ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ سچے اخلاص مندوں کو لازم ہے کہ اب خریداری میں دیر نہ کریں۔ کیونکہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ بابرکت کتاب بہت جلد فروخت ہوگی۔ اور جو شخص دیر کے بعد درخواست بھیجے گا مجھ کو کم امید ہے کہ اس کے لئے یہ کتاب باقی رہے۔ اور اب ہم کتاب کے مضامین میں سے ایک مضمون بطور نمونہ کے لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

باوا نانک صاحب پر پادریوں کا حملہ

یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ کے پادری جس قدر دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کرنے کے لئے اپنا وقت اور اپنا مال خرچ کر رہے ہیں اس کا کروڑواں حصّہ بھی اپنے مذہب کی آزمائش اور تحقیق میں خرچ نہیں کرتے۔ حالانکہ جو لوگ ایک عاجز انسان کو خدا بناتے ہیں۔ اور خدائے ازلی ابدی غیر متغیر قدوس پر یہ مصیبت روا رکھتے ہیں کہ وہ ایک عورت کے پیٹ میں نو مہینہ تک بچہ بن کر رہا اور خون حیض کھاتا رہا اور انسانوں کی طرح ایک گندے راہ سے پیدا ہوا۔ اور پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا۔ ایسے قابل شرم اعتقاد والوں کو چاہیئے تھا کہ کفّارہ کا ایک جھوٹا منصوبہ پیش کرنے سے پہلے اس قابلِ رحم انسان کی خدائی ثابت کرتے اور پھر دوسرے لوگوں کو اُس عجیب خدا کی طرف بلاتے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کو اپنے مذہب کا ذرہ بھی فکر نہیں۔ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ ایک پرچہ امریکن مشن پریس لودھیانہ میں سے پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی کی کارروائیوں کے واسطے ایم وایلی مینیجر کے اہتمام سے نکلا ہے۔ جس کی سُرخی یہ ہے۔ وہ گرو جو انسان کو خدا کا فرزند بنا دیتا ہے۔ اس پرچہ میں سکھ صاحبوں پر حملہ کرنے کے لئے آدگرنتھ کا یہ شعر ابتدائی تقریر میں لکھا ہے۔

جے سو چاندا اوگویں سورج چڑھے ہزار ‏ ‏ ‏ ‏ ایتے چانن ہُندیاں گُر بن گھور اندھار۔

یعنی اگر سَو چاند نکلے اور ہزار سُورج طلوع کرے تو اتنی روشنی ہونے پر بھی گورو یعنی مرشد اور ہادی کے بغیر سخت اندھیرا ہے۔ پھر اِس کے بعد لکھا ہے کہ افسوس ہمارے سکھ بھائی ناحق دس بادشاہیوں کو گورو مان بیٹھے ہیں۔ اور اس ست گورو کو نہیں ڈھونڈتے جو منش کو دیوتا بنا سکتا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ "وہ ست گورو یسُوع مسیح ہے جس نے اپنی جان قربان کی اور گنہگاروں کے بدلے آپ لعنتی ہوا۔ اس کے ماننے سے لوگ گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔" اور پھر سکھ صاحبوں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ جن لوگوں کو آپ اب تک گورو سمجھے بیٹھے ہیں اور اُن سے روشنی پانے کی امید رکھتے ہیں، وہ لوگ اس لائق نہیں ہیں کہ آپ کے تاریک دل کو روشن کریں۔ ہاں اس گورو یسُوع مسیح میں یہ خاصیت ہے کہ کیسا ہی دل تاریک اور ناپاک کیوں نہ ہو وہ اس کو روشن اور پاک کر سکتا ہے۔ غرض یہ کہ تم یسُوع کو خدا کر کے مان لو۔ پھر تم خاصے پاک اور پوتر ہو جاؤ گے اور سب گناہ چھوٹ جائیں گے اور منش سے دیوتا بن جاؤ گے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر انسانوں کو ہی خدا بنانا ہے تو کیا اس قسم کے خدا ہندوؤں میں کچھ کم ہیں۔ باوا صاحب ہندوؤں کے مَت سے کیوں بیزار ہوئے۔ اسی لئے تو ہوئے کہ اُن کا وید بھی فانی چیزوں کو خدا قرار دیتا ہے۔ اور پانی اور آگ اور ہوا اور سُورج اور چاند کو پرستش کے لائق سمجھتا ہے اور اس سچے خدا سے بےخبر ہے جو ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ پھر جبکہ باوا صاحب اس سچے خدا پر ایمان لائے جس کی بےمثل اور کامل ذات پر زمین و آسمان گواہی دے رہا ہے۔ اور نہ صرف ایمان لائے بلکہ اس کے انوار کی برکتیں بھی حاصل کر لیں۔ تو پھر اُن کے پیروؤں کی عقلمندی سے بہت بعید ہے کہ وہ اس تعلیم کے بعد جو اُن کو دی گئی ہے پھر باطل خداؤں کی طرف رجُوع کریں۔ ہندو لوگ ہزارہا برس ایسے خداؤں کی آزمائش کر چکے ہیں۔ اور نہ سرسری طور پر بلکہ بہت تحقیق کے بعد ایسے خدا اُن کو چھوڑنے پڑے۔ اب پھر اس جھوٹی کیمیا کی تمنا ان کی دانشمندی سے بہت دُور ہے۔

باوا نانک صاحب نے اس خدا کا دامن پکڑا تھا جو مرنے اور جنم لینے سے پاک ہے اور جو لوگوں کے گناہ بخشنے کے لئے آپ لعنتی بننے کا محتاج نہیں اور نہ کسی کی جان بچانے کے لئے اپنی جان دینے کی اُس کو حاجت ہے۔ مگر ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ عیسائیوں کا یہ کیسا خدا ہے جس کو دوسروں کے چھوڑانے کے لئے بجز اپنے تئیں ہلاک کرنے کے اور کوئی تدبیر ہی نہیں سُوجھتی۔ اگر درحقیقت زمین و آسمان کا مدبر اور مالک اور خالق یہی بیچارہ ہے تو پھر خدائی کا انتظام سخت خطرہ میں ہے۔ بیشک یہ خواہش تو نہایت عمدہ ہے جو انسان گناہ سے پاک ہو مگر کیا گناہ سے پاک ہونے کا یہی طریق ہے کہ ہم کسی غیر آدمی کی خودکشی پر بھروسہ رکھ کر اپنے ذہن میں آپ ہی یہ فرض کر لیں کہ ہم گناہ سے پاک ہو گئے۔ بالخصوص ایسا آدمی جو انجیل میں خود اقرار کرتا ہے، جو میں نیک نہیں۔ وہ کیونکر اپنے اقتدار سے دوسروں کو نیک بنا سکتا ہے۔ اصل حقیقت نجات کی خداشناسی اور خداپرستی پر ہے۔ پس ایسے لوگ جو اس غلط فہمی کے دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں جو مریم کا صاحبزادہ ہی خدا ہے۔ وہ کیسے حقیقی نجات کی امید رکھ سکتے ہیں۔ انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی عذاب کی جڑھ ہیں۔ وہی درحقیقت خدا تعالیٰ کے غضب سے آگ کی صورت پر متمثل ہوں گی۔ اور جس طرح پتھر پر سخت ضرب لگانے سے آگ نکلتی ہے۔ اسی طرح غضب الٰہی کی ضرب انہیں بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے آگ کے شعلے نکالے گی اور وہی آگ بداعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائیگی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ہو جاتی ہے تب دونوں مل کر اس کو بھسم کر دیتی ہیں۔ اسی طرح غضب الٰہی کی آگ بداعتقادی اور بداعمالی کی آگ کے ساتھ ترکیب پا کر انسان کو جلا دے گی۔ اسی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ[1]۔ یعنی جہنم کیا چیز ہے وہ خدا کے غضب کی آگ ہے جو دلوں پر بھڑکے گی۔ یعنی وہ دل جو بداعمالی اور بداعتقادی کے

[1] سورۃ التکاثر

کی آگ اپنے اندر رکھتے ہیں وہ غضب الٰہی کی آگ سے اپنے آگ کے شعلوں کو مشتعل کریں گے۔ تب یہ دو نو قسم کی آگ باہم مل کر ایسا ہی اُن کو بھسم کرے گی جیسا کہ صاعقہ گرنے سے انسان بھسم ہو جاتا ہے۔ پس نجات وہی پائے گا جو بد اعتقادی اور بد عملی کی آگ سے دُور رہے گا۔ سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ نہ تو سچے خداشناسی کی وجہ سے اُن کے اعتقاد درست ہیں اور نہ وہ بد اعمالیوں سے باز رہتے ہیں۔ بلکہ ایک جھوٹے کفارہ پر بھروسہ کر کے دلیری سے گناہ کرتے ہیں وہ کیونکر نجات پا سکتے ہیں یہ بیچارے اب تک سمجھے نہیں کہ درحقیقت ہر یک انسان کے اندر ہی دوزخ کا شعلہ اور اندر ہی نجات کا چشمہ ہے۔ دوزخ کا شعلہ فرد ہونے سے خود نجات کا چشمہ جوش مارتا ہے۔ اُس عالم میں خدا تعالیٰ یہ سب باتیں محسوسات کے رنگ میں مشاہدہ کرا دے گا اگر عیسائیوں کو اِس سچے فلسفہ کی خبر ہوتی تو مارے شرمندگی کے کسی کو مُنہ نہ دکھا سکتے ہزاروں فسق و فجور اور مکر اور فریب کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ ہم گناہ سے پاک ہو گئے ہیں عجیب قسم کی چالاکی ہے۔ جس مذہب کا یہ اصول ہے کہ مسیح کی خودکشی نے تمام عبادتوں اور نیک کاموں اور نیک عملوں کو نکما اور ہیچ کر دیا ہے اور ان کی ضرورت کچھ بھی باقی نہیں رہی۔ کیا ایسے عقیدے کے لوگوں کی نسبت کچھ امید کر سکتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کی بندگی میں دل لگاویں اور سچے دل سے تمام بدکاریوں کو چھوڑ دیں۔ پھر جبکہ ایسے قابلِ شرم عقیدہ میں گرفتار ہو کر انواع اقسام کی غفلتوں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں گرفتار ہو رہے ہیں تو تعجب ہے کہ اپنے حال پر کچھ بھی نہیں روتے اور اپنی مصیبت پر ایک ذرہ ماتم نہیں کرتے۔ بلکہ خود اندھے ہو کر دوسروں پر کم بصارت کی تہمت لگاتے ہیں۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ جس قدر باوا نانک صاحب کے اشعار میں توحید الٰہی کے متعلق اور سچی وحدانیت کے بیان کرنے میں عمدہ عمدہ مضامین پائے جاتے ہیں، اگر وہ موجودہ انجیلوں میں پائے جاتے تو ہمیں بڑی ہی خوشی ہوتی۔ مگر ایسی جعلی کتابوں میں سچے حقائق

اور معارف کیونکر پائے جائیں جو حقیقی خدادانی اور حقیقی خداپرستی اور حقیقی نجات کے بعید سے بہت ہی دُور جا پڑے ہیں۔ نادانوں کے مُنہ پر ہر وقت کفارہ اور مسیح کی خودکشی اور ایک فانی انسان کا خدا ہونا چڑھا ہوا ہے اور باقی تمام اعمال صالحہ سے فراغت کر رکھی ہے۔ بیشک خدا کے بندوں اور اپنے بنی نوع کے لئے جان دینا اور انسان کی بھلائی کے لئے دُکھ اُٹھانا نہایت قابل تعریف امر ہے۔ مگر یہ بات ہرگز قابل تعریف نہیں کہ ایک شخص بے اصل وہم پر بھروسہ کر کے کنوئیں میں کود پڑے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پا جائیں گے۔ جان قربان کرنے کا یہ طریق تو بیشک صحیح ہے کہ خدا کے بندوں کی معقول طریقہ سے خدمت کریں اور ان کی بھلائی میں اپنے تمام انفاس خرچ کر دیں اور اُن کے لئے ایسی کوشش کریں کہ گویا اس راہ میں جان دے دیں۔ مگر یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اپنے سر پر پتھر مار لیں یا کنوئیں میں ڈوب مریں یا پھانسی لے لیں۔ اور پھر تصوّر کریں کہ اس بیجا حرکت سے نوع انسان کو کچھ فائدہ پہنچے گا۔ عیسائیوں کو سمجھنا چاہیئے کہ باوا نانک صاحب حقیقی نجات کی راہوں کو خوب معلوم کر چکے تھے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ وہ پاک ذات بجز اپنی سعی اور کوشش کے نہیں ملتا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ خدا ہر یک جان سے اُسی جان کی قربانی چاہتا ہے نہ کسی غیر کی۔ زید کی خودکشی بکر کے کام نہیں آتی۔ بات یہی سچ ہے کہ خدا کو وہی پاتے ہیں جو آپ خدا کے ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ ہریک ناپاکی کے دروازے اپنے پر بند کرتے ہیں انہیں پر اس پاک کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور درحقیقت مرد بھی وہی ہیں کہ آپ نیک کام کر کے اس کا پھل پاویں ؎

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است — رفتن بہ پائے مردیٔ ہمسایہ در بہشت

المشتہر خاکسار غلام احمد قادیانی

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) — ۲۵ نومبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے چار صفحہ پر ہے)

(۱۳۸)

جلسۂ تحقیق مذاہب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونکہ خدائے عزّ وجل نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو جو برٹش انڈیا میں سکونت پذیر ہیں گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ رکھ کر ہر طرح کا امن اور آزادی بخشی ہے جس کا شکر و سپاس ہم سب پر واجب ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل بے غایت نے وہ سارے سامان ہم لوگوں کے لئے میسّر کر دیئے ہیں جو مذاہب کے تحقیق اور تدقیق کے لئے ضروری ہیں۔ پھر اس پر زیادہ رحمت الٰہی یہ ہے کہ ہر ایک فریق اپنے مذہبی کتابوں کا پورا پورا سامان اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور ایک گروہ دوسرے گروہ سے گو کیسی ہی درمیان بُعد مسافت ہو، بڑے آرام سے ملاقات کر سکتا ہے۔ اور جو لوگ دُنیا میں نیکی کے پھیلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہر ایک پہلو سے اُن کے لئے آسانی ہو گئی ہے۔ دین کے خادموں کے لئے کئی طور سے خادم پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ سفر کے لئے ریل خادم ہے جس کی سواری پہلے زمانے کے بادشاہوں کو بھی میسّر نہیں آئی اور خبروں کے جلد پہنچانے کے لئے تار برقی خادم ہے۔ اور تالیفات کے چھاپنے کے لئے چھاپے خانے خادم ہیں۔ اور کتابوں کے شائع کرنے کے لئے ڈاکخانے خدمت دے رہے ہیں۔ کتابت کے لئے عمدہ سے عمدہ کاغذ میسّر آ سکتے ہیں۔ اور لکھنے کے لئے آہنی قلمیں موجود ہیں۔ جن کے تراشنے اور بنانے کی بھی حاجت نہیں۔ حفظِ اوقات کے لئے نادر نادر اور نفیس نفیس گھڑیاں مل سکتی ہیں۔ حفظ صحت کے لئے انواع اقسام کی ادویہ میسّر آ سکتی ہیں۔ ہر یک انسان اپنے ہم مشربوں پر اگرچہ زمین

کے کنارہ پر ہوں، اطلاع پا سکتا ہے۔ ہریک شخص اپنے مذہب کے عارفوں سے پوشیدہ طور پر مشورہ لے سکتا ہے۔ ایک جگہ بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے مشرق اور مغرب کے آدمی بڑی آسانی سے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ چند گھنٹے میں صدہا کوس کا سفر طے ہو سکتا ہے۔ ہریک مذہب میں کتابیں اس قدر تالیف ہو گئی ہیں جن کا شمار صرف خدا تعالےٰ کو معلوم ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے ہریک قوم میں قدرتی طور پر مذہب کے بارہ میں ایک جوش بھی پایا جاتا ہے۔ مذہبی تحقیق کے لئے غیبی تحریک سے ایک ہوا چل اٹھی ہے۔ تمام راہیں کھل گئیں۔ تمام مشکلات حل کر دی گئی ہیں۔ مختلف زبانوں کا علم لوگوں میں بڑھتا جاتا ہے گویا خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمام قوموں کو ایک قوم بنا دے۔ سو یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر ان تمام وسائل کو احقاق حق کے لئے احسن طور پر استعمال میں لایا جاوے۔ اور تمام قوموں کے اکابر دین اور صاحبان معرفت نیک نیتی سے حق کے ظاہر ہونے کے لئے ایک جگہ مل کر کوشش کریں اور تعصبات سے دُور ہو کر بھائیوں کی طرح باہمی اتفاق سے اپنے اپنے دین اور کتاب کی خوبیاں آہستگی اور ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے پر ظاہر کریں تو کچھ تعجب نہیں کہ اس اتفاق کی برکت سے سچے مذہب کے انوار لوگوں پر ظاہر ہو جاویں۔ اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہوگی کہ جب اس قدر وسائل اظہار حق کے خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے موجود کر دیئے ہیں تو ہم ان خداداد نعمتوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھاویں اور ایسی تجویزیں نہ سوچیں جو بذریعہ استعمال ان وسائل کے اظہار حق کے لئے مدد دے سکتے ہیں۔ اور ایسے حیلے بجا نہ لاویں جو بنی نوع کی ہمدردی کے لئے نہایت موثر ہوں۔ بلکہ اس صورت میں ہم بڑے گنہگار ٹھہریں گے اگر ہم ان خداداد نعمتوں کا قدر نہ کریں اور عملی طور پر خلق اللہ کو ان کا فائدہ نہ پہنچاویں اور یونہی غفلت سے ان تمام نعمتوں کو ضائع کر دیں۔ اور اپنی بنی نوع کی ہمدردی سے لاپروائی اختیار کریں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے

میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اس کام کے انجام دینے کے لئے ایک مہذبانہ جلسہ مذاہب متفرقہ کا اسی جگہ یعنی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب میں انعقاد پاوے۔ اور اس جلسہ کے متعلق جو قواعد ہیں جن کی پابندی ہر ایک فریق کو ضروری ہوگی۔ تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جہاں تک ممکن ہو اس جلسہ پہ ہر ایک قوم کے اکابر علماء میں سے ایک نامی فاضل تشریف لاویں۔ یعنی موسوی مذہب کا ایک فاضل اور عیسائی مذہب کا ایک فاضل اور آریہ مذہب کا ایک فاضل اور مجوسی مذہب کا ایک فاضل اور برہمو مذہب کا ایک فاضل اور جینی مذہب کا ایک فاضل اور بدھ مذہب کا ایک فاضل اور سناتن دھرم کا ایک فاضل اور دہریوں میں سے ایک فلاسفر اور ہماری طرف سے ہم۔

(۲) دوسرے یہ کہ بزرگان مذاہب کا تعہد مہمانداری اخیر تک ہمارے ذمہ رہیگا اور وہ پاک چیزیں جن پہ شرع اور تہذیب کا اعتراض نہ ہو، ہر یک فریق کے مذہب کے موافق اُن کے لئے میسّر کر دی جائیں گی (۳) تیسرے یہ کہ ان بزرگوں کی آمد و رفت کا کرایہ اگر وہ آپ ادا کرنے میں خوشی ظاہر نہ کریں، ہمیں دینا ہوگا اور جو کرایہ قادیان تک پہنچنے کے لئے کافی متصور ہوگا، اسی قدر آمد و رفت کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب اختیار رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم سے جس قدر آدمی چاہیں ساتھ لے آویں۔ مگر ہماری طرف سے صرف ایک شخص کے حساب سے ان کو کرایہ دیا جائے گا اور مہمانداری میں بھی حفظ انتظام کے لئے یہی قاعدہ ملحوظ رہے گا۔ اور جو بزرگ آمد و رفت کا کرایہ ہم سے طلب کرنا چاہیں ان پہ لازم ہوگا کہ وہ پہلے سے اطلاع دے دیں۔ تا ان مصارف کا کُل روپیہ ایک جگہ جمع رہ کر ہر یک خواستگار کو رخصت کے وقت دیا جائے (۴) چوتھے یہ کہ فروکش ہونے کے مکانات کا کرایہ بھی ہمارے ذمہ رہے گا۔ اور اس کا تمام انتظام بھی جو رہنے کے لئے کافی ہو، ہمیں ہی کرنا ہوگا (۵) پانچویں یہ کہ یہ جلسہ برابر ایک ماہ

تک رہے گا۔ اور مہینہ کے تیس ۳۰ دن تمام تقریر کرنے والوں میں مساوی طور پر تقسیم کئے جائیں گے۔ مثلاً اگر تقریر کرنے والے دس ۱۰ ہوں گے تو ہرایک متکلم کے حصے میں تین ۳ تین ۳ آئیں گے۔ اور اگر چھ ہوں گے تو پانچ پانچ دن حصہ میں آئیں گے۔ (۶) چھٹے ہرایک مطلب کی تقریر کرنے کی ترتیب یہ ہوگی کہ جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے اوّل ہونے کا دعویٰ ہو۔ یعنی جو صاحب اپنی کتاب کی نسبت تقدم زمانی کے مدعی ہوں جیسے آریہ صاحبان۔ یہی صاحب پہلے دن میں تقریر کریں گے۔ اور دوسرے دن وہ تقریر کریں گے جو دوسرے درجہ پر باعتبار زمانہ کتاب کے ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس سب سے آخر دن میں وہ صاحب تقریر کریں گے جن کی الہامی کتاب اُن کے بیان کے موافق آخری ہو۔ اور جبکہ ہرایک گروہ ایک ایک دن کے حساب سے اپنی اپنی تقریریں ختم کرلیں گے تو پھر نئے سرے سے اسی ترتیب سے تقریر کرنا شروع کریں گے۔ غرض اسی انتظام کے لحاظ سے تیس ۳۰ دن کی میعاد پوری کی جائے گی۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ آخری دنوں میں آخر پر تقریر کرنے والوں کو میعاد مقررہ میں سے دن نہ مل سکیں تو دو یا تین دن اور بڑھا دیئے جائیں گے تا کوئی صاحب اس وقت سے محروم نہ رہے جو دوسروں کو دیا گیا ہے۔

(۷) ساتویں ہریک تقریر کرنے والا دوسرے مذہب کا ذکر ہرگز نہیں کرے گا بلکہ صرف اپنے مذہب اور اپنے اصول کی خوبیاں بیان کرے گا۔ ہاں اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ جو اعتراض اس کے مذہب پر غیر قومیں کرتی ہیں نرمی اور تہذیب سے اس کا جواب دے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس صورت میں اپنی تقریر کا نقصان آپ اُٹھائے گا۔

(۸) آٹھویں یہ کہ مذہب کی خوبیوں کے بیان کرنے کے وقت یہ ضروری ہوگا کہ بیان کرنے والا سب سے پہلے اس طریق معرفت کو بیان کرے جو خدا تعالیٰ کے اقرار یا انکار کی نسبت اُس کو معلوم ہے اور اپنے مشرب کے موافق اس بات پر بھی دلائل پیش

کرے کہ مذہب کی کیوں ضرورت ہے اور انسان کی نجات اُن وسائل پر کیوں موقوف ہے جن کو وہ پیش کرتا ہے۔ یا اگر دہریہ ہے تو اس بارے میں جو چاہے بیان کرے اور ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ جس طور اور جس طرز سے چاہے اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنی رائے کی تائید میں مفصل تقریر کرے، اگر کسی مذہب کی تحقیر اور توہین سے قطعاً پرہیز کرنا ہوگا۔ ہاں یہ ضروری ہوگا کہ ہر یک پابند کتاب جو جو خوبی اپنے مذہب کی بیان کرتا ہے وہ سب خوبیاں اپنی الہامی کتاب کی اصل زبان سے معہ پُورے پتہ اور نشان کے پیش کرے۔ مثلاً اسلام کے عالم پر فرض ہوگا کہ اس کی تائید میں قرآن کی آیت سناوے فقط کوئی ترجمہ پیش نہ کرے۔ اور عیسائی عالم پر فرض ہوگا کہ اپنے عقیدہ کے موافق اُس اصل کتاب کی عبارت پڑھے جس کے الفاظ کو وہ الہامی مانتا ہے فقط کسی ترجمہ کو نہ سناوے اور آریہ پنڈت پر واجب ہوگا کہ وید کی اصل سنسکرت عبارت کا وہ مقام معہ ترجمہ سناوے اور یہ تمام عبارتیں تحریری مضمون میں معہ صحیح صحیح حوالہ کے لکھے ہوئے ہونا شرط ہے۔

(۹) نویں یہ کہ ہر ایک قوم میں سے ایسا فاضل منتخب ہو کر آنا چاہیئے جو اپنی الہامی کتاب پر نظر رکھتا ہو اور فی الواقعہ اس کو اس کتاب کا علم بھی ہو جس کتاب کی تائید میں وہ کلام کرتا ہے۔ مثلاً اگر آریہ صاحب ہوں تو وہ ایسے چاہیئے کہ وید کو بآسانی پڑھ سکتے ہوں۔ اور اگر عیسائی صاحب ہوں تو ایسے چاہیئے کہ بائیبل کو اس کی اصل زبان میں پڑھ سکتے ہوں۔ کیونکہ جو شخص آپ ہی بے خبر ہے اس کی تقریر محققوں کی نظر میں قابلِ اعتماد نہیں ٹھہر سکتی اور نہ کچھ وقعت اور عزت رکھتی ہے۔ مگر جو صاحب کسی کتاب کے پابند نہیں جیسے برہمو اور دہریہ وہ ان شرائط سے مستثنےٰ ہیں۔

(۱۰) یہ یاد رہے کہ یہ تمام تحریریں جو سُنائی جائیں گی اُردو میں ہوں گی۔ اور الہامی کتابوں کی اصل عبارتیں اصل زبان میں لکھ کر اُردو میں اُن کا ترجمہ ہوگا۔ ہاں ہر ایک صاحب کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ اُردو میں اپنے مضمون کو لکھ نہ سکیں یا وہ کسی دن بیماری وغیرہ سے

معذور ہوں تو وہ مضمونوں کو اپنے کسی ایسے رفیق کے سپرد کر دیں کہ ان کی تحریر کا ترجمہ اُردو میں کرکے یا انہیں کی اُردو تحریر حاضرین جلسہ کو سُنا دیں۔ مگر اس تمام تحریر کے وہی ذمہ دار ہوں گے اور انہیں پر لازم ہوگا کہ اس تحریر پر دستخط کرکے ہمارے اس سکرتری کے حوالہ کریں جو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ اور وہ تمام تحریر انہیں کی تحریر متصور ہو گی۔

(۱۱) گیارھویں کوئی صاحب تقریر کرنے والوں میں سے مجاز نہ ہوں گے کہ بغیر تحریر کے زبانی تقریر کریں اور نہ اس بات کے لئے مجاز ہوں گے کہ تحریر پڑھنے کے وقت کچھ زبانی کلمات اس میں ملا دیں بلکہ وہ ایک ایسی تحریر اپنی طرف سے سُنائیں گے جو خوشخط اُردو میں اور اُردو کے دستخط میں لکھی ہوئی ہوگی۔ اور نیچے اس کے پورے پتہ کے ساتھ ان کے دستخط ہوں گے اور سُنانے کے بعد وہی تحریر سکرتری کے حوالہ کر دیں گے اور ان کو اختیار ہوگا کہ ایک نقل اس کی اپنے پاس بھی رکھیں۔

(۱۲) بارھویں یہ کہ جس صاحب کی کوئی تحریر قواعد منضبطہ بالا کی رُو سے نہ ہو، وہ کسی تقریر کرنے کے مجاز نہ ہوں گے اور نہ ان کا حق ہوگا کہ آمد و رفت کا کرایہ طلب کریں۔ ہاں ان کی مہمانداری اور عزت اسی طرح کی جائے گی جیسا کہ اور مہمانوں کی۔

(۱۳) تیرھویں یہ کہ یہ بات ہمارے ذمہ ہوگی جو اُن تمام تقریروں کو چھاپ کر ایک جلد میں شائع کر دیں اور وہ تمام تقریریں ہمارے سکرتری کے حوالہ کر دی جائیں گی۔

(۱۴) چودھویں یہ کہ ہر ایک صاحب جو جلسہ مذہب میں تقریر کرنے کی غرض سے شامل ہونا چاہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ اپریل ۹۶ء کے اخیر تک ہم کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دے دیں۔ اور اگر کسی ایک قوم کی طرف سے ایسی درخواست کرنے والے کئی صاحب ہوں گے تو ان میں سے صرف ایک ایسا شخص انتخاب کیا جائے گا جو اس قوم کی کثرت رائے سے تجویز کیا گیا ہو

(۱۵) پندرھویں یہ کہ جب یہ تصفیہ ہو چکے گا کہ مذہبی تقریروں کے لئے فلاں فلاں صاحب مقرر ہوئے تو پھر ایک دوسرے اشتہار سے اس جلسہ کی تاریخ کو شائع کیا جائے گا۔ مگر وہ

تاریخ کم سے کم چھ ماہ بعد تصفیہ مذکورہ سے ہوگی۔لہذا یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہرایک دین کے بزرگ فاضل اس کی طرف متوجہ ہوں اور بغرض احقاق حق اور ہمدردی بنی نوع قواعد متذکرہ بالا کو مدنظر رکھ کر اس جلسہ میں شامل ہونے کے لئے ہمیں اطلاع بخشیں اور جہاں تک ممکن ہو ہمیں اپنے عنایت ناجات سے اپنے ارادہ سے جلد مطلع فرمادیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ جلسہ اظہار حق کے لئے بہت مؤثر ہوگا۔ اس میں ہرایک فریق تہذیب اور نرمی سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے گا دوسرے مذہب سے کچھ سروکار نہیں ہوگا۔ مَیں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ یہ جلسہ نہایت امن اور اطمینان سے ہوگا۔ مگر مَیں دوبارہ اس بات کو یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ چونکہ غرض اظہار حق ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ یہ جلسہ ایک ماہ تک رہے دُنیا کے ادنےٰ ادنےٰ مقدمات جب عدالتوں میں دائر ہوتے ہیں تو حکام وقت تحقیق اور تفتیش کی غرض سے کئی مہینوں کے بعد ایک پیچیدہ مقدمہ کو فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر دین کے مسائل تو دُنیا کے مقدمات کی نسبت نہایت دقیق در دقیق ہیں۔ اور طالب حق پر لازم ہے جو ان کو بار بار سوچے اور خدا تعالیٰ سے دُعا مانگے تا وہ چھپی ہوئی حقیقتیں اس پر ظاہر کرے۔ سو اِن وجوہات کے باعث سے ایک ماہ اس جلسہ کے لئے ضروری طور پر قرار پایا۔ [illegible] صاحب دین کی تحقیق کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ایسی تحقیقاتوں میں بنی نوع کی ہمدردی دیکھتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ اس قلیل عرصہ کی نسبت کچھ عذر معذرت نہیں کریں گے۔ [illegible]نقصان دُنیا کے کاموں میں بہت سے برس ضائع کر دیتا ہے۔ اور دین تو وہ نعمت ہے جس کے نتائج جاودانی ہیں۔

اب مَیں اس دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و کریم اس جلسہ میں شریک ہونے کے لئے ہرایک مذہب کے بزرگ کو دل میں شوق اور محبت ڈال اور خاتمہ اس کارروائی کا بخیر و رضامندی کے موافق کر۔ آمین۔

بالآخر یاد رہے کہ اگر اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد اخیر اپریل تک کسی فریق

کی طرف سے کوئی درخواست نہ پہنچی تو نہایت افسوس کے ساتھ التوا جلسہ کا باعث اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا۔

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی

۲۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۸ کے چار صفحہ پر ہے)

---

(۱۳۹)

ناظرین کیلئے ضروری اطلاع

ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کے مقابل یہ نمبر نور القرآن کا جاری ہوا ہے۔ جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے۔ اور اپنی ذاتی خباثت سے اس امام الطیبین و سید المطہرین پر سراسر افترا سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا ان کے سُننے سے بدن کانپ جاتا ہے۔ لہذا محض ایسے یاوہ گو لوگوں کے علاج کے لئے جواب تُرکی بہ تُرکی دینا پڑا۔ ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل وجان

سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے
ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم اُن کی حیثیت کے موافق ہر طرح اُن کا ادب ملحوظ
رکھتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے ایک ایسا یسُوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور
بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا۔ یعنی اُن بدکاریوں کا مرتکب خیال
کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے۔ ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔
قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی۔ اس شخص کی چال چلن پر ہمیں
نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور ایسے
پاکوں کو جو ہزارہا درجہ اس سے بہتر تھے، گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں
کا فرضی یسُوع مراد لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا
جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مُراد نہیں۔ اور یہ طریق
ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سُن کر اختیار کیا ہے۔ بعض
نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیئے، عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ بیچارے
کچھ بھی مُنہ سے نہیں بولتے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کچھ بے ادبی نہیں
کرتے۔ لیکن یاد رہے کہ درحقیقت پادری صاحبان تحقیر توہین اور گالیاں دینے میں
اوّل نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے۔ جنہوں
نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے۔ جس مولوی کی خواہش ہو وہ آکر
دیکھ لیوے۔ اور یاد رہے کہ آیندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ
کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے۔ اب تو وہ
اپنے یسُوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں کہ کسی سبّ و شتم سے باز ہی نہیں آتے۔ ہم
سُنتے سُنتے تھک گئے۔ اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے۔ تو کیا اس مظلوم کا حق
نہیں ہے۔ کہ اس کے باپ کو بھی گالی دے۔ اور ہم نے جو کچھ کہا۔ واقعی کہا۔ وَ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

خاکسار غلام احمد ۲۰؍ دسمبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار نور القرآن حصہ دوم کے ٹائٹل پر ہے)

---

(۱۴۰)

مسٹر آتھم صاحب اور پادری فتح مسیح

یہ بات ناظرین کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت تک پانچ اشتہار اس بارے میں نکل چکے ہیں کہ درحقیقت وہ ہماری پیشگوئی جو آتھم صاحب کے متعلق تھی پوری ہو گئی چاہیئے تھا کہ عیسائی صاحبان اپنی غلطی سے رجوع کرتے اور پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار شائع کر دیتے۔ ان پر اس بات کا سمجھنا نہایت آسان تھا کہ پیشگوئی کے ساتھ رجوع الی الحق کی شرط لگی ہوئی تھی اور آتھم صاحب سے ایسی حرکات صادر ہو گئیں تھیں کہ جو بآواز بلند پکار رہی تھیں کہ شرط پوری ہو گئی اور انہوں نے پیشگوئی کے بعد اپنے ڈرتے رہنے کا اقرار صاف لفظوں میں کر دیا تھا۔ اور اُن باتوں کا اب تک انہوں نے ثبوت نہیں دیا تھا۔ جو اپنے خوف کی بنیاد انہوں نے قرار دی تھیں یعنی سانپ کا حملہ اور تلواروں اور نیزہ والوں کا حملہ۔ سو بالضرور یہ بات کھل گئی تھی کہ وہ صرف پیشگوئی سے ہی ڈرتے رہے۔ اور تنزل کے طور پر آتھم صاحب کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر وہ اپنے بے دلیل دعووں کا کوئی اور ثبوت نہیں دے سکتے تو وہ قسم ہی کھا جائیں مگر انہوں نے قسم کھانے سے بھی انکار کیا۔ اب اس سے زیادہ ان کے جھوٹ کھلنے پر اور کیا دلیل ہو سکتی تھی کہ انہوں نے خود اپنے مونہہ سے خوف کا اقرار کر کے اور اپنے خیال سے وہ خوف دکھلا کر پھر یہ ثبوت نہیں

دیا کہ ان کا وہ خوف پیشگوئی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان حملوں کی وجہ سے تھا جو اُن پر گئے گئے اور نہ قسم کھائی۔ الہامی شرط خود بتلا رہی تھی کہ اس پیشگوئی میں رجوع الی الحق ممکنات میں سے ہے۔ تبھی تو الہام میں یہ شرط داخل کی گئی تھی۔ اور یہ نہایت غلطی تھی کہ باوجود شرط کے صرف مرنے کی ہی انتظار کی جائے بلکہ ہرایک شخص کو چاہیئے تھا کہ شرط کے مضمون پر بھی غور کرتا اور آتھم صاحب کے حال اور قال کو جانچتا کہ کیا وہ پیشگوئی کے بعد اپنے پہلے استقلال اور استقامت اور متعصبانہ وضع پر قائم رہے۔ یعنی انہوں نے اپنی ثابت قدمی اور عادت معہودہ کا مرکز نہ چھوڑا۔ لیکن افسوس کہ باوجود اس کے کہ آتھم صاحب سے بہت سی بے قراریاں ظاہر ہوئیں اور بہت سے قوی قراین ان کی خوف زدہ حالت پر پیدا ہوئے۔ لیکن ان کی طرف سے ان خوفوں کی نسبت بیہودہ عذرات کا کوئی ثبوت بھی پیش نہ ہوا۔ یہانتک کہ انہوں نے قسم بھی نہیں کھائی۔ مگر عیسائی صاحبان اب تک پیشگوئی کی نسبت یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔ یہ بیچارے ذرہ نہیں سوچتے کہ کیا اس پیشگوئی کا پورا ہونا صرف ایک پہلو رکھتا تھا یا دو پہلو میں سے کسی ایک پر پوری آسکتی تھی۔ اگر آتھم صاحب کی پہلی حالت میں کچھ بھی تزلزل نہ آتا اور نہ وہ خوف کا اقرار کرتے تو موت کا پہلو پیشگوئی کے واقعہ ہو جانے کی ضروری نشانی ہوتی لیکن جبکہ اُن کا ڈرنا ثابت ہو گیا اور وہ وجوہ خوف کے ثابت نہ ہو سکے جو آتھم صاحب نے پیش کئے تھے۔ تو رجوع الی الحق کا پہلو بپایۂ ثبوت پہنچ گیا جس کے ساتھ پیشگوئی کا پورا ہونا اس بات میں محصور ہو گیا کہ آتھم صاحب موت سے بچ جاویں۔ ہم نے رسالہ ضیاء الحق میں یہ باتیں تفصیل سے لکھ دی ہیں۔ ہرایک صاحب اس کو غور سے پڑھ لیں۔

لیکن اب اس اشتہار کے شائع کرنے کا یہ موجب ہے کہ ہمارے ایک مخلص دوست مولوی عبدالکریم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں بٹالہ کے سٹیشن پر پادری فتح مسیح سے ان کی ملاقات ہوئی اور پادری صاحب نے آتھم صاحب کا ذکر کر کے فرمایا۔

کہ انہوں نے قسم کھانے سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ یہ جماعت ایک حقیر اور ذلیل جماعت ہے جن کی تعداد چار پانچ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی ہوں گے۔ ان کے مقابل پر کیا قسم کھاویں۔ اور بجز اُن کے تمام مسلمان یہی یقین رکھتے ہیں کہ آتھم صاحب فتحیاب ہوگئے ہیں۔ پس چونکہ یہ تقریر فتح مسیح صاحب کی سراسر واقعہ کے برخلاف ہے اور آتھم صاحب نے ہرگز یہ عذر نہیں کیا۔ اور یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ ہماری جماعت صرف پندرہ آدمی ہیں بلکہ وہ کئی ہزار اہل علم اور عقل آدمی ہیں۔ جن میں بہت سے معزز مولوی صاحبان بھی داخل ہیں۔ اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ تمام مسلمان آتھم صاحب کی فتح پر یقین رکھتے ہیں اور پیشگوئی کو جھوٹی جانتے ہیں۔ کیونکہ ہماری نظر میں ہزارہا ایسے آدمی موجود ہیں کہ وہ سچے دل سے سمجھتے ہیں کہ پیشگوئی اپنے دونو پہلوؤں میں سے ایک پہلو پہ پوری ہوگئی سو چونکہ فتح مسیح صاحب نے اپنی قدیم عادت کی وجہ سے یہ ایک صریح جھوٹ بولا ہے جیسا کہ بٹالہ میں ایک مرتبہ اپنے ملہم ہونے کا ایک جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ یہ مکروہ جھوٹ ان کا پبلک پر کھول دیا جائے۔ سو ہم اشتہار دیتے ہیں کہ فتح مسیح صاحب اگر سچے ہیں تو بذریعہ کسی چھپی ہوئی تحریر کے ہم کو اطلاع دیں کہ کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط وہ چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں جو حقیقت میں پیشگوئی پُوری ہوگئی۔ اور پادری صاحبوں کو شکست آئی۔ اگر ہم پندرہ سے سو گُنا زیادہ پیش کر دیں تو کیا وہ آتھم صاحب سے قسم دلائیں گے یا نہیں۔ بیشک ان کی عیسائی ایمانداری کا اب یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی بات اور دعویٰ پر قایم رہ کر بلا توقف ہمیں اطلاع دیں کہ کس عدد کے پیش کرنے پر وہ آتھم صاحب سے قسم دلا دیں گے۔ کیا ہزار یا دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار آدمی کے دستخط پر ان کا پندرہ کا دعویٰ باطل ہو جائے گا یا نہیں۔ ہم ہر طرح اس بات کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں۔ پادری فتح مسیح صاحب کو چاہیئے کہ جلد اطلاع دیں کہ پندرہ سے زیادہ ان کی اصطلاح میں کس قدر جماعت کا نام ہے۔ اور ان کے نزدیک جس قدر کا

نام کلیسیا ہے۔ وہ جماعت کس حد تک ہے تا اسی قدر جماعت کے دستخط کرا کر ان کے پاس بھیجے جائیں۔ اور ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسے محضر نامہ کے پہنچنے کے بعد آتھم صاحب کو میدان میں لاویں۔ اور اگر وہ اشتہار کے شائع ہونے کی تاریخ سے بیس۲۰ دن تک ایسی درخواست نہ بھیجیں تو ایک دوسرے اشتہار سے ان کی دروغگوئی شائع کی جائے گی۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ اگرچہ دس ہزار مسلمان کا بھی یہ تحریری بیان پیش کیا جائے۔ کہ آتھم صاحب کے متعلق پیشگوئی سچی نکلی ہے مگر تب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ اگر پادری صاحبان ملامت کرتے کرتے ان کو ذبح بھی کر ڈالیں۔ تب بھی وہ میرے مقابل پر قسم کھانے کے لئے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ دل میں جانتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ میری سچائی کے لئے یہ نمایاں دلیل کافی ہے کہ آتھم صاحب میرے مقابل پر میرے مواجہہ میں ہرگز قسم نہیں اُٹھائیں گے اگرچہ عیسائی لوگ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اگر وہ قسم کھالیں تو یہ پیشگوئی بلاشبہ دوسرے پہلو پر پوری ہو جائے گی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ بدبخت انسان چاہتا ہے کہ اپنے مُونہہ کی پھُونکوں سے سچائی کے نُور کو بجھا دے۔ مگر وہ نور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اس کی الٰہی طاقت محافظ ہوتی ہے وہ کسی کے بجھانے سے بُجھ نہیں سکتا۔ اب ہم منتظر رہیں گے کہ پادری فتح مسیح کی طرف سے کیا جواب آتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی ایسا جواب نہیں آئے گا جو ایمانداری اور طلب حق پر مبنی ہو۔ صرف جھوٹا عذر ہوگا جس کی بدبو دور سے آئیگی۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ٭

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۶ × ۲۰/۸ کے چار صفحہ پر ہے)

(۱۴۱)

ضیاء الحق

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رسالہ ضیاء الحق کی نسبت ہمارا یہ ارادہ تھا کہ منن الرحمٰن کے ساتھ اس کو شائع کریں اور اسی کے حصوں میں سے ایک حصہ اس کو ٹھہرا دیں۔ لیکن بالفعل ہم نے رسالہ مذکورہ کی چند کاپیوں کا شائع کرنا اس لئے مناسب سمجھا کہ بعض ناواقف اور متعصب اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ گویا وہ پیشگوئی جو آتھم کی نسبت کی گئی تھی وہ غلط نکلی۔ سو جس قدر ضیاء الحق کی کاپیاں اب ہم اپنے ہاتھ سے روانہ کرتے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی درخواست پر ہرگز یہ رسالہ روانہ نہیں ہوگا۔ مگر اس صورت میں کہ درخواست کنندہ منن الرحمٰن کی خریداری کی درخواست کرے۔ کیونکہ یہ رسالہ اسی کتاب کا ایک حصہ کیا گیا ہے۔ اور کتاب منن الرحمٰن انشاء اللہ دسمبر ۱۸۹۵ء تک چھپ جائے گی۔ تب اس کے نکلنے کے وقت یہ رسالہ بھی ایک حصہ اس کا متصوّر ہو کر شائع کیا جائے گا۔ بالفعل ہم چند نسخے جو پچاس سے زیادہ نہیں محض اس غرض سے شائع کرتے ہیں کہ تا آتھم کے مقدمہ میں ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جلد تر اس غلط فہمی کے گڑھے سے نکالیں کیونکہ ہمارے اندھے مخالف اب تک اس سچائی کو دیکھ نہیں سکے ، جو پیشگوئی میں چمک رہی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ہم نے نور افشاں ۱۲ ستمبر ۱۸۹۵ء میں پرچہ بھارت سدھار ۲۴ اگست ۱۸۹۵ء کا ایک مضمون پڑھا ہے جس میں صاحب پرچہ یہ لکھتا ہے کہ ایک سال اور بھی گذر گیا اور عبداللہ آتھم اب تک زندہ موجود ہیں۔ فقط جو لوگ ایسے خیالات شائع کرتے ہیں اُن کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں۔ ایک تو

یہ کہ شاید ابتک انہوں نے ہمارے رسالہ **انوارالاسلام** کو بھی نہیں دیکھا جس میں اُن تمام وساوس کا جواب مفصل موجود ہے۔ اور دوسری یہ کہ گو انہوں نے رسالہ انوارالاسلام کو دیکھا ہو بلکہ دوسرے تمام اشتہاروں کو بھی دیکھ لیا ہو مگر وہ تعصب جو آنکھوں کو اندھا کر دیتا اور دل کو تاریک کر دیتا ہے اس نے دیکھا ہوا بھی اَن دیکھا کر دیا۔ ہائے افسوس ان لوگوں کی عقل پر، انہوں نے تو انسان بن کر انسانیت کو بھی داغ لگایا۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم ہماری درخواست پر ہمارے سامنے وہ قسم نہیں کھائے گا جس کے الفاظ بارہا ہم نے اپنے اشتہاروں میں شائع کئے ہیں تب بھی وہ ضرور ایک سال تک مر جائے گا۔ اور جبکہ ہم نے ایسا اشتہار کوئی شائع نہیں کیا بلکہ اس کا سال کے اندر فوت ہو جانا قسم کے ساتھ مشروط رکھا تھا۔ پس اس صورت میں تو اس کے ایک سال تک نہ مَرنے کی وجہ سے ہماری ہی سچائی ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس نے اپنی اس گریز سے جو رجوع الی الحق پر ایک واضح دلیل تھی کھُلا کھُلا فائدہ اُٹھا لیا۔ یہ الزام تو اس وقت زیبا تھا کہ وہ ہمارے مقابل پر میدان میں آکر اُس قسم کو بالفاظ کھا لیتا جو ہم نے پیش کی تھی اور پھر سال کے اندر فوت نہ ہوتا۔ ہم نے تو چار ہزار روپیہ پیش کر کے صاف صاف یہ کہہ دیا تھا کہ آتھم صاحب شرطی روپیہ پہلے جمع کرالیں اور جلسۂ عام میں تین مرتبہ یہ قسم کھائیں کہ پیشگوئی کے دنوں میں ہرگز مَیں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور ہرگز اسلام کی عظمت میرے دل پر مؤثر نہیں ہوئی۔ اور اگر مَیں جھوٹ کہتا ہوں تو اے قادر خدا۔ ایک سال تک مجھ کو موت دے کر میرا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر۔ یہ مضمون تھا جو ہم نے نہ ایک مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ شائع کیا۔ اور ہم نے ایک ہزار سے چار ہزار تک انعام کی نوبت پہنچائی۔ اور کئی دفعہ کہہ دیا تھا کہ یہ زبانی دعویٰ نہیں۔ پہلے روپیہ جمع کرا لو اور پھر قسم کھاؤ۔ اور اگر ہم روپیہ داخل نہ کریں اور صرف فضول گوئی ثابت ہو تو پھر ہمارے جھوٹے ہونے کے لئے کسی اَور دلیل

کی حاجت نہیں۔ لیکن کوئی ہمیں سمجھا دے کہ آتھم نے ان باتوں کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ میدان میں آیا۔ کیا اس نے قسم کھا لی۔ کیا اس نے ہم سے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ کیا اُس نے اپنے اُس بیان کو بپایۂ ثبوت پہنچا دیا کہ میں ایام پیشگوئی میں ڈرتا تو ضرور رہا مگر اسلام کی عظمت سے نہیں بلکہ تین حملے بندوقوں اور تلواروں والوں نے میرے پر کئے۔ جن میں سے پہلا حملہ تعلیم یافتہ سانپ کا تھا جس نے امرتسر سے نکالا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس الہام کا صاف یہ مطلب تھا کہ صرف اس صورت میں آتھم صاحب پندرہ مہینہ میں ہاویہ میں گرائے جائیں گے کہ جب وہ حق کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔ اور آپ لوگوں کو اس بات کا بھی اقرار کرنا عقلاً و انصافاً ضروری ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ انہوں نے رجوع بحق کیا تھا تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ وہ مرنے سے محفوظ رکھا جاتا۔ کیونکہ اگر تب بھی مر جاتا تو اس میں کیا شک ہے کہ اس صورت میں پیشگوئی کی شرط جھوٹی ٹھہرتی۔ بلکہ پیشگوئی ہی باطل ثابت ہوتی۔ وجہ یہ کہ پیشگوئی کا مفہوم یہی چاہتا تھا کہ شرط کے پوری کرنے کی حالت میں ضرور آتھم میعاد معینہ میں زندہ رہے۔ اب جبکہ یہ امر طے ہو گیا کہ پیشگوئی صرف موت کی ہی خبر نہیں دیتی تھی بلکہ اپنے دوسرے پہلو سے آتھم کو اس کے حیات کی بھی خوشخبری دیتی تھی اور شرط کے بجا لانے کے وقت اس کا زندہ رہنا ایسا ہی پیشگوئی کی سچائی پر دلالت کرتا تھا جیسا کہ اس صورت میں دلالت کرتا کہ وہ بوجہ عدم پابندئ شرط فوت ہو جاتا تو پھر یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ پیشگوئی کی شرط کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور نہ خدا سے ڈرتے ہیں اور نہ اُس ذلت سے جو انصاف کو چھوڑنے کی حالت میں لعنت کی طرح دامنگیر ہو جاتی ہے۔

صاحبو اگر پہلے نہیں سمجھا تو اب سمجھ لو کہ یہ پیشگوئی درحقیقت دو پہلو رکھتی تھی جس کی تاثیر نہ صرف مرنا تھا بلکہ دوسرے پہلو کے لحاظ سے زندہ رہنا اور موت سے بچ جانا بھی اس کی ضروری تاثیر تھی۔ پھر اگر ہمارے مخالفوں اور جلد بازوں کے دلوں میں انصاف ہوتا تو صرف عدم موت پر سیاپا نہ کیا جاتا بلکہ شرط کے مفہوم کو تنقیح طلب

ٹھہرا تے۔ یعنی یہ امر کہ آیا آتھم نے حق کی طرف رجوع کیا یا نہیں۔ پھر اگر دیکھتے کہ اس کے اُن حالات سے جو اُس نے پیشگوئی کے اثناء میں ظاہر کئے۔ اور ان حالات سے جو مطالبہ قسم کے وقت اُس نے دکھلائے رجوع ثابت نہیں ہوتا تو جس طرح چاہتے شور مچاتے لیکن افسوس کہ ان ظالم بداندیشوں نے اس طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ اے دُنیا کے دانشمندو خدا کے لئے بھی کچھ عقل خرچ کرو۔ اور ذرا سوچو کہ جس حالت میں پیشگوئی میں شرط موجود تھی اور آتھم نے نہ صرف اپنی مضطربانہ افعال سے ثابت کیا کہ پیشگوئی کے اثناء میں عیسائیت کا استقلال اس سے الگ ہو گیا تھا اور اسلامی عظمت نے ایک دیوانہ سا اس کو بنا دیا تھا۔ بلکہ اُس نے اپنی زبان سے بھی اقرار کیا جو نور افشاں میں چھپ گیا کہ میں اثناء پیشگوئی میں ضرور ڈرتا رہا لیکن نہ اسلام سے بلکہ اس لئے کہ میرے پر متواتر تین حملے ہوئے یعنی امرت سر اور لودھیانہ اور فیروزپور میں۔ مگر وہ ان حملوں کو ثابت نہ کر سکا بلکہ مارٹن کلارک وغیرہ نے نالش کے لئے اس کو بہت اُٹھایا اور بہت ہی زور لگایا جس سے اس نے صاف انکار کر دیا اور میت کی طرح اپنے تئیں بنا لیا۔ اگر وہ سچا تھا تو سچائی کا جوش ضرور اس میں ہونا چاہیئے تھا۔ اور اگر اپنے لئے نہیں تو اپنے دین کے لئے ضرور اس بات کا ثبوت دینا اس کے ذمہ تھا کہ جس ڈر کا اس کو اقرار ہے وہ محض تین حملوں کے وجہ سے تھا نہ اسلامی عظمت کی وجہ سے۔ اور ہر یک ادنیٰ استعداد کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس نے اپنے اس دعویٰ کا ثبوت نہیں دیا جو بطور روک کے اس کی طرف سے پیش ہوا تھا بلکہ تین حملوں کا ڈر ایک بے ثبوت بناوٹ اور بیہودہ روک تھی جو واقعی ڈر کے مخفی رکھنے کے لئے پیش کی گئی تھی۔ اگر وہ سچا ہوتا تو ضرور نالش کر کے اس کو ثابت کرتا یا کسی اور طور سے اس واقعہ کو بپایہ ثبوت پہنچاتا۔ پس جبکہ اس نے خوف کا اقرار تو کیا مگر ان وجوہ کو ثابت نہ کر سکا جو خوف کی بنیاد ٹھہرا لی تھی۔ تو ضروری طور پر اس خوف کو پیشگوئی کی عظمت اور اسلام کے رُعب کی طرف منسوب کرنا پڑا۔ اس صورت میں ہمیں کچھ ضرور نہیں تھا کہ کوئی انعامی اشتہار

دیتے یا قسم کے لئے اس کو مجبور کرتے۔ کیونکہ ان قرائن نے جو اُس نے آپ ہی اپنے اقوال اور افعال اور حرکات سے ظاہر کئے تھے، اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا تھا کہ وہ ضرور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا اور قرآن کریم اور نیز عیسائیوں کی کتابوں کے موافق رجوع کے لئے اسی قدر بات کافی تھی کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت کو مان لیا۔ مگر ہم نے صرف اس قرائنی ثبوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ **متواتر چار اشتہار** مع انعام رقم کثیر کے جاری کئے اور اُن میں لکھا کہ وہ قرائن جو تم نے آپ ہی اپنے افعال اور اقوال اور حرکات سے پیدا کئے تمہیں اس امر کا ملزم کرتے ہیں کہ تم ضرور عظمت اسلامی سے ڈر کر اُس شرط کو پُورا کرنے والے ٹھہرے جو پیشگوئی میں درج تھی۔ پھر اگر تم سے بہت ہی نرمی کریں اور فرض کے طور پر ثابت امر کو مشتبہ تصور کر لیں تب بھی اس اشتباہ کا دُور کرنا جو تم نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا، انصافاً و قانوناً تمہارے ہی ذمہ ہے۔ سو اس کا تصفیہ یوں ہے کہ اگر وہ خوف جس کا تمہیں خود اقرار ہے اسلام کی عظمت سے نہیں تھا بلکہ کسی اور وجہ سے تھا تو قسم کھا جاؤ۔ اور اس قسم پر تمہیں چار ہزار روپیہ نقد ملے گا اور ایک سال گذرنے کے بعد اگر تم سالم رہ گئے تو وہ سب روپیہ تمہارا ہی ہو جائے گا۔ لیکن اس نے ہرگز قسم نہ کھائی۔ مَیں نے اس کو اس کے خدا کی بھی قسم دی۔ مگر حق کی ہیبت کچھ ایسی دل پر بیٹھ گئی تھی کہ اس طرف منہ کرنا بھی اس کو موت کے برابر تھا۔ مَیں نے اس پر یہ بھی ثابت کر دیا کہ عیسائی مذہب میں کسی نزاع کے فیصلہ کرنے کے لئے قسم کھانا منع نہیں بلکہ ضروری ہے۔ مگر آتھم نے ذرہ توجہ نہ کی۔ اب ایماناً سوچو کہ یہ امر تنقیح طلب جو سچی رائے ظاہر کرنے کا مدار تھا کس کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور کون بھاگ گیا۔

اے مخالف لوگو! کیا کوئی تم میں سے سوچنے والا نہیں! کیا ایک بھی نہیں؟ کیا کسی کو بھی خدا تعالیٰ کا خوف نہیں۔ کیا کوئی بھی تم میں سے ایسا نہیں کہ جو سیدھے دل سے

اس واقعہ میں غور کرے۔ اس قدر افترا کیوں ہے۔ کیوں دلوں پر ایسے پردے ہیں جو سیدھی بات سمجھ نہیں آتی۔ اس بات کو کہتے ہوئے کہ پیشگوئی غلط نکلی کیوں تم کو خدا کا خوف نہیں پکڑتا۔ کیوں تمہارا دل کانپ نہیں جاتا۔ کیا تم انسان ہو یا بالکل مسخ ہو گئے۔ وہ آنکھیں کہاں گئیں جو حق کو دیکھتی ہیں۔ وہ دل کدھر چلے گئے جو سچائی کو فی الفور سمجھ لیتے ہیں۔ اس سے کوئی بے ایمانی بڑھ کر نہیں کہ جو سچی بات کو ناحق جھوٹھ بنایا جاوے۔ اور نہ اس سے کوئی بد ذاتی زیادہ بدتر ہے جو جھوٹھ پر خواہ نخواہ ضد کی جاوے۔ اب کونسی دلائل باقی ہیں جو ہم تمہارے پاس بیان کریں۔ اور ثبوت میں کونسی کسر رہ گئی ہے جو وہ کسر نکالی جاوے۔ خدایا یہ کیسے اندھے ہیں کہ اس بات کو مُنہ پر لانے کے وقت کہ پیشگوئی غلط نکلی، پیشگوئی کی شرط کو بھُول جاتے ہیں۔ یا الٰہی یہ کیسی بے ایمانی اور بد ذاتی ہے جو ہمیں ناحق بار بار ستایا جاتا ہے اور کوئی بھلا مانس آتھم کو جاکر نہیں پوچھتا کہ تم اس ضروری قسم سے کیوں گریز کر گئے اور کیوں عیسائی مذہب پر سیاہی مَل دی۔ اور کیوں ایسی قسم نہ کھائی جو عقلاً و انصافاً و قانوناً نہایت ضروری تھی اور تم پر واجب ہو چکی تھی۔

اے لوگو اس قدر غلوّ سے باز آجاؤ اور ڈرو کیونکہ وہ ہستی حق ہے جس کو تم بھُولتے ہو اور وہ پاک ذات سچ ہے جس کی اس تعصب میں تمہیں کچھ بھی پروا نہیں اُس سے ڈرو۔ کیونکہ کوئی بیہودہ بات نہیں جس کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور مجھے اسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آتھم اب بھی قسم کھانا چاہے۔ اور انہیں الفاظ کے ساتھ جو مَیں پیش کرتا ہوں ایک مجمع میں میرے روبرو تین مرتبہ قسم کھا دے اور ہم آمین کہیں تو مَیں اسی وقت چار ہزار روپیہ اس کو دُوں گا۔ اگر تاریخ قسم سے ایک سال

نوٹ: آتھم نے قسم نہ کھا کر اس شبہ کو دُور نہ کیا جو ڈرتے رہنے کے اقرار سے اس کی نسبت جم گیا تھا۔ بلکہ قسم کھانے سے سخت گریز کر کے ایک اَور شبہ اپنے پر قائم کر لیا ۔ منہ

تک زندہ سالم رہا تو وہ اس کا روپیہ ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد یہ تمام قومیں مجھ کو جو سزا چاہیں دیں۔ اگر مجھ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تو میں عذر نہیں کروں گا اور اگر دُنیا کی سزاؤں میں سے مجھ کو وہ سزا دیں جو سخت تر سزا ہے تو میں انکار نہیں کروں گا اور خود میرے لئے اس سے زیادہ کوئی رُسوائی نہیں ہوگی کہ میں ان کی قسم کے بعد جس کی میرے ہی الہام پر بنا رہے جھوٹا نکلوں۔

پس اے یاوہ گو لوگو۔ بد ذاتی کے منصوبوں کو چھوڑو اور کسی طرح آتھم صاحب کو اس بات پر راضی کرو تا راستبازوں کے حق میں وہ فیصلہ ہو جائے جو ہمیشہ سنت اللہ کے موافق ہوا کرتا ہے۔ اور اگر صرف گالیاں دینا مطلب ہے تو ہم تمہارا مونہہ پکڑ نہیں سکتے اور نہ کچھ اس سے غرض ہے کیونکہ قدیم سے یہی سنت اللہ ہے کہ ہمیشہ نابکار اور بد سرشت سچوں کو گالیاں دیا کرتے ہیں اور ہر یک طرف سے دُکھ دیا جاتا ہے اور آخر انجام اُن کے لئے ہوتا ہے۔ میں آج تم میں ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ سولہ برس سے حق کی دعوت کر رہا ہوں۔ تمہیں یہ بھی سمجھ نہیں کہ مفتری جلد ضائع ہو جاتا ہے اور خدا پر جھوٹ بولنے والا جھاگ کی طرح نابود کیا جاتا ہے۔ جن کو لوگ اس صدی کے لئے سچے مجدد کہتے تھے وہ مدت ہوئی کہ مر گئے۔ اور جو اُن کی نظر میں جھوٹا ہے وہ ابتک صدی کے باراں برس گذرنے پر بھی زندہ ہے۔ پس اے مسلمان مخالفو جو اپنے تئیں مُسلمان سمجھتے ہو اپنی جانوں پر رحم کرو۔ کیونکہ یہ اسلام نہیں ہے جو تم سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نئی صدی نے تمہیں ایک مجدد کی حدیث یاد دلائی۔ تم نے اس کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ کسوف خسوف نے تمہیں مہدی کے آنے کی بشارت

---

* نوٹ۔ شیخ بٹالوی محمد حسین نے مولوی نواب صدیق حسن خان کو مجدد صدی چہاردہم ٹھہرایا تھا۔ سو وہ صدی کے آتے ہی اس جہان سے گذر گئے اور بعض ملاؤں نے مولوی عبد الحی لکھنوی کو صدی کا مجدد خیال کیا تھا۔ انہوں نے بھی پہلے فوت ہو کر اپنے ایسے دوستوں کو شرمندہ کیا۔ منہ

دی. مگر تم نے اس کو بھی ایک بیہودہ بات کی طرح ٹال دیا۔ تمام بزرگوں کی فراستیں اور مکاشفات مسیح موعود کے لئے ایک اجماعی قول کی طرح چودھویں صدی تک تم نے سُن لیں۔ پر تم نے اس کو بھی رڈ کر دیا۔ قرآن کو چھوڑا۔ اور ان حدیثوں کو بھی ترک کر دیا جو قرآن کے مطابق ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ تم کاذب ہو۔ ضرور تھا کہ تم اس آخری صادق کے مکذب ہوتے کیونکہ جو کچھ اس پاک نبی نے تمہارے حق میں فرمایا تھا۔ ضرور تھا کہ وہ سب پُورا ہو۔

بعض لوگ نہایت ناسمجھی سے کہا کرتے ہیں کہ اس طور سے پیشگوئی کے پورے ہونے میں فائدہ کیا نکلا اور حق کے طالبوں کو کیا فیض حاصل ہوا۔ سو انہیں اگر دانشمند ہیں تو اُن تمام پیشگوئیوں کو نظر کے سامنے لے آنا چاہیئے جو خدا کے پاک نبیوں کی معرفت پُوری ہوئیں۔ تا معلوم ہو کہ پیشگوئیوں میں خدا تعالےٰ کی ایک خاص غرض نہیں ہوتی بلکہ بعض وقت قدرت کا ظاہر کرنا مدّنظر ہوتا ہے اور بعض وقت اُن علوم اور اسرار کا ظاہر کرنا مقصود الٰہی ہوتا ہے جو پیشگوئیوں کے متعلق ہیں جن کو عوام نہیں جانتے۔ اور بعض وقت ایک باریک پیشگوئی لوگوں کے امتحان کے لئے ہوتی ہے تا خدا تعالیٰ انہیں دکھلا دے کہ اُن کی عقلیں کہاں تک ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ حدیث نبوی کی رُو سے اس پیشگوئی میں کچھ دل لوگوں کا امتحان بھی منظور تھا اس لئے باریک طور پر پُوری ہوئی۔ مگر اس کے اور بھی لوازم ہیں جو بعد میں ظاہر ہوں گے جیسا کہ کشف ساق کی پیشگوئی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؛

راقم

میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ

قادیان۔ گورداسپور

(۱۴۲)

باعث تالیف آریہ دھرم وست بچن

یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ ہم برسوں تک آریوں کے مقابل پر بالکل خاموش رہے۔ قریباً چودہ [۱۴] برس کا عرصہ ہو گیا کہ جب ہم نے پنڈت دیانند اور اندرمن اور کنہیا لال کی سخت بدزبانی کو دیکھ کر اور ان کی گندی کتابوں کو پڑھ کر کچھ ذکر ہندوؤں کے وید کا براہین احمدیہ میں کیا تھا۔ مگر ہم نے اس کتاب میں بجز واقعی امر کے جو ویدوں کی تعلیم سے معلوم ہوتا تھا، ایک ذرہ زیادتی نہ کی۔ لیکن دیانند نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں اور اندرمن نے اپنی کتابوں میں اور کنہیا لال نے اپنی تالیفات میں جس قدر بدزبانی اور اسلام کی توہین کی ہے، اس کا اندازہ ان لوگوں کو خوب معلوم ہے جنہوں نے یہ کتابیں پڑھی ہونگی۔ خاص کر دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں وہ گالیاں دیں اور سخت زبانی کی جن کا مرتکب صرف ایسا آدمی ہو سکتا ہے جس کو نہ خدا تعالےٰ کا خوف ہو نہ عقل ہو نہ شرم ہو، نہ فکر ہو، نہ سوچ ہو۔ غرض ہم نے ان سفلہ مخالفوں کے افتراؤں کے بعد صرف چند ورق براہین میں آریوں کے خیالات کے بارہ میں لکھے۔ اور بعد ازاں ہم باوجودیکہ لیکھرام وغیرہ نے اپنی ناپاک طبیعت سے بہت سا گند ظاہر کیا اور بہت سی توہین مذہب کی کی، بالکل خاموش رہے۔ ہاں سرمہ چشم آریہ اور شحنہ حق جن کی تالیف پر نو برس گذر گئے، آریوں کی ہی تحریک اور سوالات کے جواب میں لکھے گئے چنانچہ سرمہ چشم آریہ کا اصل موجب منشی مرلیدھر آریہ تھے۔ جنہوں نے بمقام ہوشیارپور کمال اصرار سے مباحثہ کی درخواست کی۔ اور سرمہ چشم آریہ درحقیقت اس سوال وجواب کا مجموعہ ہے جو مابین اس عاجز اور منشی مرلیدھر کے مارچ ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ پھر ان کتابوں کی تالیف کے بعد آجتک ہم خاموش رہے اور چودہ [۱۴] برس سے آجتک

یا اگر ہوشیارپور کے مباحثہ سے حساب کرو تو نُو برس سے آجتک ہم بالکل چُپ رہے۔ اور اس عرصہ میں طرح طرح کے گندے رسالے آریوں کی طرف سے نکلے اور گالیوں سے بھری ہوئی کتابیں اور اخباریں انہوں نے شائع کیں۔ مگر ہم نے بجُز اعراض اور خاموشی کے اور کچھ بھی کارروائی نہیں کی۔ پھر جب آریوں کا غلو حد سے بڑھ گیا اور ان کی بے ادبیاں انتہار تک پہنچ گئیں تو اب یہ رسالہ آریہ دھرم لکھا گیا۔

ہمارے بعض اندھے مولوی جو ہر ایک بات میں ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں اور آریوں اور عیسائیوں کو بالکل معذور سمجھ کر ہر یک سخت زبانی ہماری طرف سے منسوب کرتے ہیں ان کو کیا کہیں اور ان کی نسبت کیا لکھیں۔ وہ تو بخل اور حسد کی زہر سے مر گئے۔ اور ہمارے بغض سے اللہ اور رسولؐ کے بھی دشمن ہو گئے۔ اسے سیاہ دل لوگو انہیں صریح جھوٹ بولنا اور دن کو رات کہنا کس نے سکھایا۔ گو یہ سچ ہے کہ ہم نے براھین میں ویدوں کا کچھ ذکر کیا۔ مگر اس وقت ذکر کیا کہ جب دیانند ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ستیارتھ پرکاش میں صدہا گالیاں دے چکا اور اسلام کی سخت توہین کر چکا اور ہندو بچے ہر یک گلی کوچہ میں اسلام کے مُنہ پر تھوکنے لگے۔ پس کیا اس وقت واجب نہ تھا کہ ہم بھی کچھ ویدوں کی حقیقت کھولیں اور آیت کریمہ وَالّذِین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون پر عمل کر کے اپنے مولیٰ کو راضی کریں۔ اور پھر اس وقت سے آجتک ہم خاموش رہتے۔ لیکن آریوں کی طرف سے اس قدر گندی کتابیں اور گندی اخباریں توہین اسلام کے بارے میں اس وقت تک شائع ہوئیں کہ اگر ان کو جمع کریں تو ایک انبار لگتا ہے۔ یہ کیسا خبث باطن ہے کہ مسلمان کہلا کر پھر ظاہر کے طور پر ان لوگوں کو ہی حق بجانب سمجھتے ہیں جو سالہاسال سے ناحق شرارت اور افتراء کے طور پر اسلام کی توہین کر رہے ہیں۔

اسے مولویت کے نام کو داغ لگانے والو!!! ذرا سوچو کہ قرآن میں کیا حکم ہے۔ کیا

یہ ہے کہ ہم اسلام کی توہین کو چپکے سُنتے جائیں۔ کیا یہ ایمان ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالی جائیں اور ہم خاموش رہیں۔ ہم نے برسوں تک خاموش رہ کر بھی دیکھا۔ ہم دُکھ دیئے گئے اور صبر کرتے رہے۔ مگر پھر بھی ہمارے بدگمان دشمن باز نہ آئے۔ اگر تمہیں شک ہے اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے ہی عیسائیوں اور آریوں کو توہین مذہب کے لئے برانگیختہ کیا ہے۔ ورنہ یہ بیچارے نہایت سلیم المزاج اور اسلام کی نسبت خاموش تھے۔ بے ادبی اور توہین نہیں کرتے تھے اور نہ گالیاں نکالتے تھے تو آئندہ ایک جلسہ کرو۔ پھر اگر یہ ثابت ہو کہ زیادتی ہماری طرف سے ہے اور ابتدا سے ہم ہی محرک ہوئے اور ہم نے ہی ان لوگوں کے بزرگوں کو ابتداءً گالیاں دیں تو ہم ہر ایک سزا کے سزاوار ہیں۔ لیکن اگر اسلام کے دشمنوں کا ہی ظلم ثابت ہو تو ایسے خبیث طبع مولویوں کو کسی قدر سزا دینا ضروری ہے جو ہماری عداوت کے لئے اسلام کو درندوں کو آگے پھینکتے ہیں۔ ہر یک امر کی حقیقت تحقیقات کے بعد کھلتی ہے۔ اگر سچے ہیں تو ایک جلسہ کریں۔ پھر اگر ہم کاذب نکلیں تو بیشک ہندوؤں اور عیسائیوں کی تائید میں ہماری کتابیں جلادیں اور ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان لعنتی لوگوں کے اب دل مجذوم ہو گئے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ محض افترا کے طور پر بخل کے تقاضا سے ان کی مُنہ سے یہ باتیں نکل رہی ہیں۔ لیکن باوانانک صاحب کے بارہ میں جو ہم نے رسالہ ست بچن لکھا ہے اس میں ہم نے باوا صاحب کے نسبت کوئی توہین کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ ہمارا یہ رسالہ اُن کی تعریف اور توصیف سے بھرا ہوا ہے اور ہم ایسے نیک منش اور قابل تعریف انسان کی مذمت کرنا سراسر خبث اور ناپاکی کا طریق جانتے ہیں۔ اور ہماری رائے ان کی نسبت یہی ہے کہ وہ سچے دل سے خدا تعالٰے کی راہ میں فدا تھے اور اُن لوگوں میں سے تھے جن پر خدا تعالیٰ کے برکات نازل ہوتی ہیں۔ والسّلام علٰی مَن اتّبع الھدٰی ؛

الراقم خاکسار غلام احمد

(یہ اشتہار آریہ دھرم دست بچن طبع اوّل کے ٹائٹل کے آخری دو صفحوں پر ہے)

(۱۴۳)

جمعہ کی تعطیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اما بعد اے برادران دین وغمخواران شرع متین۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مَیں نے پہلے اس سے محض ہمدردی دین اسلام کی نیت سے گورنمنٹ میں ایک عرضداشت مسلمانوں کی طرف سے بھیجنے کی تجویز کی تھی اور یہ چاہا تھا کہ جو مخالفوں کی طرف سے تحقیر اور توہین ہمارے سید ومولیٰ خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو رہی ہے اور ناخدا ترس مخالف انواع اقسام کی بیجا تہمتیں اور بے اصل بہتان اس سید المعصومین پر لگا رہے ہیں اور سب وشتم اور سخت زبانی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے، اس کے روکنے کے لئے کوئی احسن انتظام ہو جائے چنانچہ اسی غرض کے لئے مَیں نے یہ کوشش کی کہ غیرتمند مسلمان اس عرضداشت پر دستخط کریں اور اس قانون کو پاس کرانا چاہیں کہ آئندہ کُل مذہبی مباحثات و مناظرات کو خواہ تحریری ہوں یا تقریری دو شرطوں میں محدود کر دیا جائے یعنی یہ شرط کہ کوئی معترض دوسرے فریق پر کوئی ایسا اعتراض نہ کرے جو خود اسی کے مذہب پر وارد ہوتا ہو۔ کیونکہ یہ امر نیک نیتی کے برخلاف ہے۔ دوسری یہ شرط کہ کوئی معترض دوسرے فریق پر ایسے طور سے اعتراض کرنے کا مجاز نہ ہو کہ اعتراض کی بناء وہ کتابیں ٹھیرائی ہوں جو فریق معترض علیہ کی اُن مسلمہ مقبولہ کتابوں میں سے نہیں ہیں جن کے ناموں کی فہرست وہ چھاپ کر شائع کر چکا ہو۔ یہ انتظام ایسا تھا کہ نہ صرف اسلام کو مفید تھا بلکہ ہر ایک گروہ اس سے فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ اور ایسی سرگرمی سے یہ اشتہار شائع کئے گئے کہ چند روز میں پانچہزار سے کچھ زیادہ مسلمانوں کے دستخط ہو کر میرے پاس پہنچ گئے۔ چنانچہ دو ہزار پچھتر دستخط کا ہونا

تو مَیں پہلے ہی شائع کر چکا ہوں۔ اور بعد میں جو دستخط پہنچے ان کے ملانے سے پانچ ہزار کی نوبت پہنچی۔ اور مجھے یقین تھا کہ اگر یہ کام دو ماہ تک بھی ہمارے ہاتھ میں رہتا تو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار تک بڑی آسانی سے عرضداشت پر مسلمانوں کے دستخط ہو جاتے اور تین چار ماہ تک تو یقینی اور قطعی امر تھا کہ ایک لاکھ معزز مسلمانوں کے دستخط ہو کر درخواست کو گورنمنٹ کی خدمت میں روانہ کیا جاتا۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہمارے اشتہارات کے شائع ہونے کے ساتھ ہی ایک اشتہار شائع کر دیا کہ مَیں اس کام کو بہت جلدی انجام دے دوں گا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ گورنمنٹ سے اس کام کو منظور بھی کرا دوں گا کیونکہ میرا گورنمنٹ میں نہایت درجہ رسوخ ہے اور درخواست کی کہ تم اس کام سے بکلّی کنارہ کش ہو کر یہ کام میرے سپرد کر دو پھر دیکھو کہ کیسی کامیابی میرے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ سو مَیں نے مولوی صاحب موصوف کی اس تحریر کو پڑھ کر خیال کیا کہ جس حالت میں انہوں نے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس قانون کو پاس کرا سکتے ہیں اور بڑے زور سے وعدہ کیا ہے کہ کامیابی کی بڑی امید ہے تو بہتر ہے کہ اُن کی درخواست کے موافق ہم اس کام سے کنارہ کش ہو جائیں اور اُن کی شرط کے موافق اپنا اور اپنی جماعت کا قدم بیچ سے نکال دیں۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا اور ۳۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اپنے استعفا اور کنارہ کشی کا اشتہار[1] شائع کر دیا اور لکھ دیا کہ اب یہ کام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ یقین دلاتے ہیں کہ احسن طور پر اس کام کو انجام دیں گے اور بڑی امید دلاتے ہیں کہ حسب مرضی ہمارے قانون توسیع دفعہ ۲۹۸ کو پاس کرا دیں گے۔ مگر افسوس کہ آج تک اس پر دو مہینہ سے کچھ زیادہ گذر گئے مگر اب تک کوئی کارروائی ان کی ظہور میں نہیں آئی اور نہ آئندہ آنے کی امید ہے کیونکہ پہلے تو انہوں نے بڑے زور شور سے زرد جو ورقہ اس کام کے پورا کرا دینے کے لئے شائع کیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر میرے ہاتھ میں یہ کام دیا جائے

[1] یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۱۷۱ پر زیر نمبر ۱۴۳ درج ہے (مرتب)

تو مَیں اس کو حسب المراد انجام دے دُوں گا۔ لیکن جب یہ کام ان کو سپرد کیا گیا تو چونکہ اُن کی صرف اتنی ہی غرض تھی کہ ہمارا چلتا ہوا کام روک دیا جائے اس لئے وہ چپکے ہو کر بیٹھ گئے اور میری طرف ایک خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ تم اپنی کتابیں کہ جو حال میں مخالفین مذہب کے حملوں کے ردّ میں لکھی گئی ہیں شائع ہونے سے روک دو اور اس طرح اُن کو تلف کرکے وہ بُرا اثر لوگوں میں پھیلنے دو جس کے مٹانے کے لئے یہ تالیفات ہیں تب مَیں یہ کارروائی کروں گا ورنہ نہیں۔ جب یہ خط ان کا پہنچا تو مجھ کو اُن کے حال پر رونا آیا کہ یاالٰہی ان لوگوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ عجیب تحکّم ہے کہ ہمارے مخالف ہمارے سیّد و مولیٰ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صریح گالیاں دیں۔ طرح طرح کی ناپاک تہمتیں لگادیں یہانتک کہ نعوذ باللہ زنا و ڈکیتی وغیرہ کے بہتان اس پاک ذات کی نسبت شائع کریں اور نہایت بُری باتیں آنجناب کے حق میں کہیں۔ اور یہ مولوی ہمیں اس قدر قلم اُٹھانے سے بھی منع کریں کہ ہم بطریق مدافعت ان کا جواب لکھیں اور اُن کی زہرناک باتوں سے لوگوں کو بچاویں اور دستخط کرانے کے لئے یہ شرط ٹھیرادیں کہ مخالف جو چاہیں کریں مگر ہم اپنے پیارے رسول کی عزت کے لئے کچھ بھی غیرت نہ دکھلاویں۔ ہائے افسوس یہ کیسا زمانہ ہے۔ یہی قیامت کی نشانیاں ہیں۔ اگر یہ مولوی صاحب پہلے ہمارے مخالفوں کو اسلام پر حملہ کرنے سے روکتے اُن کی کتابیں اور رسالے اور اخبارین شائع ہونے سے بند کرا دیتے اور پھر ہمیں بھی بند کرنے کے لئے کہتے یا بالمقابل ان سے بھی بند کرنے کا وعدہ لے لیتے تو ایک بات بھی تھی مگر یہ کس قسم کا تحکّم ہے کہ ہم تو پانچ چھ سال تک جب تک گورنمنٹ قانون پاس نہ کرے مخالفوں کی گالیاں اور جھوٹے الزام سُن کر ان کے زہرناک اثر روکنے کے لئے مجاز نہ ہوں مگر وہ لوگ جو چاہیں سو کریں۔

پھر جس حالت میں ہماری کتابوں میں صرف واقعات صحیحہ کا بیان ہے اور تمام مخالفوں کی کتابیں بیجا افتراؤں سے بھری ہوئی ہیں تو کیا ہماری کتابوں کو شائع ہونے

سے روکنا اور اُن کی کتابوں کے شائع ہونے پر رضامندی ظاہر کرنا کسی سچے مسلمان کا کام ہے اگر مولوی صاحب آریوں اور پادریوں کے وکیل بن کر ہماری کتابوں پہ کوئی نکتہ چینی کریں اور کوئی افترا ثابت کرنا چاہیں تو ہرگز ان کو میسّر نہ ہوگا مگر ہم آریوں اور پادریوں کے صدہا افترا ثابت کرتے ہیں۔

اب حاصل کلام یہ کہ اس طرح پر مولوی صاحب موصوف نے ہماری اس کارروائی کو برباد کیا۔ لوگ اس انتظار میں ہوں گے کہ مولوی صاحب کچھ کام کر رہے ہیں۔ مگر مولوی صاحب کا مطلب صرف دین کو نقصان پہنچانا تھا اور ہمارے کام میں حرج ڈالنا تھا۔ اُن کو ہماری کتابوں کے تلف کرنے کی کیوں فکر پڑ گئی اور مخالفوں کی وہ کروڑہا کتابیں اُن کو بھول گئیں جو گالیوں اور بہتانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ تو ظاہر تھا کہ قانون پاس ہونے سے ایسے لوگوں کی کتابیں خود ردّی ہو جائیں گی جو خلاف واقعہ باتوں پر مشتمل ہونگی اور اُن کی اشاعت ایک جُرم میں داخل ہوگی۔ انہیں اغراض کے لئے تو قانون کی حاجت تھی۔ غرض مولوی محمد حسین صاحب کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ اُن سے یہ کام ہونا ممکن نہیں اگر ان میں ایک ذرہ اسلام کی خیرخواہی باقی ہے تو چاہیئے کہ اپنا استعفار اسی طرح شائع کریں جس طرح ہم نے شائع کیا تھا اور خدا تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی چاہیں جو ناحق فضول گوئی سے چلتے کام کو روک دیا اور ہم یہ وعدہ نہیں کرتے کہ ضرور قانون کو پاس کرا دیں گے۔ یہ امر تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن ہم مولوی صاحب کی طرح فارغ نہیں بیٹھیں گے اور جہاں تک بشری طاقت ہے اس کام کے لئے کوشش کریں گے۔

اب اے بھائیو ایک دوسرا کام ہے جو میں شروع کرنا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ یقیناً سمجھیں کہ سرکار انگریزی اس درخت کی طرح ہے جو پھلوں سے لدا ہوا ہو۔ اور ہر ایک شخص جو میوہ چینی کے قواعد کی رعایت سے اس درخت کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے تو کوئی نہ کوئی پھل اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ ہماری بہت سی مرادیں ہیں جن کا مرجع اور مدار

خدائے تعالیٰ نے اس گورنمنٹ کو بنا دیا ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ ساری مرادیں اس مہربان گورنمنٹ سے ہمیں حاصل ہوں۔ مگر اس مقصد کے بعد جو دفعہ ۲۹۸ کی توسیع کے متعلق ہے ایک اور ہمارا مقصد ہے جس کے حصول سے پنجاب اور ہندوستان کے مسلمانوں کو گورنمنٹ کی عنایات سے وہ عزت ملے گی جس کو وہ مدت دراز سے کھو چکے ہیں۔ اور اس صورت میں ایک نئی شکر گذاری کے گیت اُن پر واجب ہوں گے اور نہایت خوشی سے گورنمنٹ کی بقاء دولت اور حکومت کے لئے نعرے ماریں گے۔ وہ مقصد یہ ہے کہ جب سے اس ملک ہند میں اسلامی سلطنت نے اپنی بنیاد ڈالی تب سے جمعہ کی تعطیل صدہا برسوں سے اس ملک میں جاری رہی۔ چنانچہ اس کے آثار باقیہ میں سے یہ بات ہے کہ اب تک بعض ریاستوں میں باوجود ہندو ہونے کے جمعہ کی تعطیل ریاست کے دفتروں اور عدالتوں میں رہی ہے۔ اور چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے اتوار کی تعطیل کو مقرر کرکے عیسائیوں اور ہندوؤں کو وہ حق دے دیا ہے جو ایک مذہبی دن کے متعلق ان کو ملنا چاہیئے تھا تو پھر مسلمان بھی اس بات کے مستحق ہیں کہ اس مہربان گورنمنٹ سے اپنے حق کا بھی ادب اور انکسار کے ساتھ مطالبہ کریں۔

بھائیو۔ آپ خوب جانتے ہو کہ جمعہ اسلام میں صرف ایک عید کا ہی دن نہیں بلکہ وہ تجدید احکام دین کا بھی ایک خاص روز ہے جس میں مسلمانوں کے کانوں میں اسلام کے پاک وصایا تازہ طور پر پڑتی ہیں۔ اور بھولے ہوئے مسائل نئے سرے سے یاد دلائے جاتے ہیں۔ اس دن میں ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ مسجد میں حاضر ہو اور دینی وصایا کو سُنے۔ اور اپنے ایمان کو تازہ کرے اور اپنی معلومات کو بڑھا دے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس نحوست سے کہ ملازمت پیشہ لوگوں کو جمعہ کے لئے فرصت نہیں ملتی بہت سی مسجدیں ویران نظر آتی ہیں چونکہ جمعہ مسلمانوں کے لئے دو قسم کے غسل کا دن ہے۔ ایک جسم کا غسل جس کے بعد سفید پوشاک پہنی جاتی ہے اور ایک دل کا غسل یعنی توبہ اور استغفار جس کے بعد لباس التقویٰ پہنایا جاتا ہے

اس لئے جمعہ میں یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اخلاص اور سچی ایمانداری سے جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتا رہے اور ہدایتوں کو سنتا رہے اور گھر میں توبہ نصوح کا تحفہ ساتھ لاتا رہے اُس کو دوسرے دنوں میں بھی نماز کی توفیق دی جاتی ہے اور جمعیت باطنی اس کو عطا کی جاتی ہے جس کی طرف جُمعہ کے لفظ میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ علاوہ اس کے اس سے مومنوں کا تعارف بڑھتا ہے۔ بعض کا بعض پر اثر پڑتا ہے۔ نیک اخلاق میں ایک شخص دوسرے کا وارث بن جاتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں خاص طور پر جمعہ کے لئے تاکید کی ہے۔ بلکہ سورۃ کا نام بھی سورہ جمعہ رکھ دیا ہے۔ اور احادیث* میں جمعہ کے ترک کرنے میں سخت وعید بھی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر ایک مسلمان گورنمنٹ سے اس حق کے طلب کرنے کے لئے اس درخواست پر دستخط کرے جو اسی غرض سے گورنمنٹ میں بھیجی جائے گی جس کی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے۔ اور یاد رکھیں کہ یہ نہایت مبارک کام ہے اور اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ جمعہ کی تعطیل سے نماز کی طرف مسلمانوں کو ایک خاص توجہ پیدا ہو جائے گی اور کروڑ ہا نئے آدمی مساجد میں داخل ہو کر تمام ملک کی مساجد کو آباد کر دیں گے۔ اسلامی شوکت بھی ظاہر ہوگی اور بہت سے ایسے نیک نتیجے نکلیں گے جن کی تحریر مبسوط بیان کو چاہتی ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ ہر ایک نیک دل انسان ضرور اس درخواست پر دستخط کرے گا بجز ایسے شخص کے کہ درحقیقت ناپاک طبع اور مرتدوں کے رنگ میں ہو۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں القاء کرے اور اپنے الہام سے اس بابرکت کام کی طرف توجہ دلا دے۔

اس جگہ مولوی صاحبوں کی خدمت میں خصوصیت کے ساتھ عرض ہے کہ وہ بھی دستخط کرنے سے ثواب آخرت حاصل کریں۔ یہ فرض کیا کہ ہم اُن کی نظر میں کافر اور بیدین اور اس

* عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلے اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلّم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد ھممت ان امر رجلاً یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتھم منہ

جہنم کے لائق ہیں جس کی سزا ابدالآباد اور جس کا عذاب دائمی اور غیر منقطع ہے۔ مگر اپنے اس بے دلیل خیال سے اس نیکی سے محروم نہ رہ جائیں۔ یونہی سمجھ لیں کہ کبھی دین کو خدائیتعالیٰ فاسقوں کے ذریعہ سے بھی مدد دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ کسی مجبوری سے اس چودھویں صدی کے سر پر جس کی طرف مدت سے آنکھیں لگی ہوئی تھیں کوئی صالح بحیثیت مجدد مبعوث نہ ہو سکا جو اعلاء کلمہ اسلام کے لئے یہ تمام ضروری کام کرتا تو ناچار اس صالح کی جگہ ایک فاسق کام کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا ہے۔ رہا ان باتوں کا اصل تصفیہ سو وہ جلد دن آئے گا کہ خدائیتعالیٰ آپ فیصلہ کر دے گا اسمعوا یا قومی واترکوا اللومی وما ادعوکم الا الی السداد۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

یکم جنوری ۱۸۹۶ء

نوٹ:۔ یہ بات یاد رہے کہ جو صاحب اس درخواست پر دستخط نہیں کریں گے وہ اس حرکت سے ظاہر کریں گے کہ انہوں نے اس ملک کو دارالحرب قرار دیا ہے۔

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر شائع ہوا ہے)

---

(۱۴۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درخواست بحضور نواب گورنر جنرل و وائسرائے کشور ہند بالقابہ بمراد منظوری تعطیل جمعہ

یہ عرضداشت مسلمانان برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور

جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ تا گورنمنٹ عالیہ معروضات ذیل پر توجہ فرما کر تمام برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے لئے جمعہ کی تعطیل منظور فرما دے۔ وجوہات عرضداشت یہ ہیں۔

(۱) اول یہ کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے مذہبی عبادات اور دینی فرائض کے ادا کرنے کے لحاظ سے بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ اتوار عیسائیوں اور ہندوؤں کے لئے۔ پس چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے عیسائیوں اور ہندؤں کی بجاآوری رسوم عبادت وغیرہ کے لئے اتوار کی تعطیل مقرر کر رکھی ہے تو اس صورت میں یہ گروہ کثیر مسلمانوں کا جو گورنمنٹ کے لطف اور احسان کا ایسا ہی امیدوار ہے جیسا کہ عیسائی اور ہندو گروہ یہ حق رکھتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ان کے لئے بھی جمعہ کے دن کی تعطیل عطا فرما دے۔

(۲) دوسرے یہ کہ صرف یہی بات نہیں کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے بعض خاص عبادات اور رسُوم کی بجاآوری کے لئے مقرر ہے۔ بلکہ اس کے ترک کرنے کی حالت میں قرآن شریف اور احادیث میں سخت وعید ہے۔ لہٰذا مذہبی حیثیت سے جمعہ ترک کرنے میں ہر ایک مسلمان دیندار اپنے تئیں ایک گناہ عظیم کا مرتکب خیال کرتا ہے اور ہر ایک بڑے جوش سے اس بات کا خواہاں ہے کہ سرکار انگریزی ضرور یہ تعطیل برٹش انڈیا میں منظور فرما دے۔

(۳) تیسرے یہ کہ تمام نیک دل اور پاک طبع مسلمان جو گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیرخواہ ہیں التزام جمعہ کی رسم کو اس محسن گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی اور دلی وفاداری کے لئے ایک علامت ٹھہراتے ہیں مگر بعض دوسرے نالائق نام کے مسلمان جن کی تعداد قلیل ہے اس ملک برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دے کر اپنے خود تراشیدہ خیالات کے رُو سے جُمعہ کی فرضیت سے منکر ہیں۔ کیونکہ ان کا گمان ہے جو برٹش انڈیا دارالحرب ہے اور دارالحرب میں جمعہ فرض نہیں رہتا۔ پس کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے بد باطن کمال صفائی سے شناخت کئے جائیں گے۔ کیونکہ اگر باوجود تعطیل کے پھر بھی وہ جمعہ کی نمازوں میں حاضر

نہ ہوے تو یہ بات کھل جائے گی کہ درحقیقت وہ نالائق اس گورنمنٹ کے ملک کو دارالحرب ہی قرار دیتے ہیں۔ تبھی تو جمعہ کی پابندی سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ سو اس صورت میں یہ مبارک دن نہ صرف مسلمانوں کی عبادات خاصہ کا ایک دن ہوگا بلکہ گورنمنٹ کے لئے بھی ایک سچے مخبر کا کام دے گا اور ایک معیار کی طرح کھرے اور کھوٹے میں فرق کرکے دکھلاتا رہے گا۔ چنانچہ اس درخواست پر بھی صرف انہیں سچے خیرخواہوں کے دستخط درج ہیں جو اس ملک کو دارالحرب قرار نہیں دیتے۔ اور دلی سچائی سے گورنمنٹ کی حکومت کو قبول کر لیا ہے اور اپنے لئے سراسر برکت اور رحمت سمجھا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے لوگ جو غلطیوں میں پڑے ہوئے ہیں اثر پذیر بھی ہوں گے اور گورنمنٹ کے دلی خیرخواہ بہت ترقی پذیر ہوں گے اور بدباطن تارک الجمعہ بڑی آسانی سے شناخت کئے جائیں گے۔ یہ بات دوبارہ گورنمنٹ کو یاد دلائی جاتی ہے کہ ایک جمعہ ہی مسلمانوں میں اس بات کی علامت ہے کہ کون شخص اس ملک گورنمنٹ کو دارالحرب قرار دیتا ہے اور کون اس کی نفی کرتا ہے۔ سو جو شخص گورنمنٹ برطانیہ کی رعیت ہو کر جمعہ کی فرضیّت کا قائل ہے اور اس کا ترک کرنا معصیت سمجھتا ہے وہ ہرگز اس ملک کو دارالحرب قرار نہیں دے گا اور سچّے دل سے گورنمنٹ کا خیرخواہ ہوگا لیکن جو شخص برٹش انڈیا میں جمعہ کی فرضیت کا منکر ہے وہ درپردہ اس ملک کو دارالحرب قرار دیتا ہے اور سچّا خیرخواہ نہیں۔ سو جمعہ ان دونوں فریقوں کے پرکھنے کے لئے ایک معیار ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ اسلامی تعطیلیں ہندوؤں کی تعطیلوں سے نصف سے بھی کم ہیں پس اس صورت میں بھی گورنمنٹ کے مراحم خسروانہ کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ جمعہ کی تعطیل کرنے سے اس نقصان کا جبر کرے۔

(۵) پانچویں یہ کہ چونکہ جمعہ کی تعطیل ہم مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

اس لئے ہم یہ بھی بادب التماس کرتے ہیں کہ اگر ہماری محسن گورنمنٹ اتوار کی تعطیل کو ہمارے لئے موقوف رکھ کر اس کی عوض ہمیں صرف جمعہ کی تعطیل دے دے تو ہم تب بھی بصدق دل راضی ہیں۔ مگر بہرحال ہم رعایا کی درخواست یہی ہے کہ جمعہ کی تعطیل ہو۔

(۶) چھٹے یہ کہ ہماری مہربان گورنمنٹ کو اس بات کا خوب علم ہے کہ تمام اسلامی سلطنتیں اور ریاستیں قدیم سے جمعہ کی تعطیل کرتے ہیں۔ سلطنت روم میں جمعہ کی تعطیل ہے اور حیدر آباد کی ریاست وغیرہ میں بھی جمعہ کی تعطیل ہی مقرر ہے تو اس صورت میں گورنمنٹ کے احسانات پر ہمیں یہی توقع ہے کہ ہم اس فیاض گورنمنٹ کی رعایا ہو کر پھر ایسے بدقسمت نہ ٹھیریں کہ دوسرے مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی دیکھ کر کہ وہ دوسری ریاستوں میں اس عظیم الشان مذہبی دن کی تعطیل سے مذہبی فرائض کو بخوبی بجا لاتے ہیں آتشِ رشک میں جلا کریں۔ چونکہ ہم سچے دل سے گورنمنٹ کے اور گورنمنٹ ہماری ہے اور دائمی تعلقات اور بقاء دولت۔ گورنمنٹ کے لئے سچے دل سے دُعا کرتے ہیں تو کیا ہم گوارا کر سکتے ہیں کہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں یہ ارمان ہمارے دل میں چلا جائے کہ کیوں ہمارے لئے وہ بات حاصل نہیں جو دوسری ریاستوں کی رعایا کو حاصل ہے۔ یہ بھی عاجزانہ عرض ہے کہ ہم رعایا نے اب تک گورنمنٹ میں اس بات کی کبھی تحریک نہیں کی کیونکہ یہی رعیتانہ ادب کا تقاضا دیکھا کہ صبر اور آہستگی سے اس درخواست کو پیش کریں۔ سو اب بڑی امید کے ساتھ پیش کی گئی۔

(۷) ساتویں یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ میں عرض کر دینے کے لائق ہے کہ یہ روز جمعہ جس کی تعطیل کے لئے ہم مسلمان رعایا یہ عرضداشت بھیجتے ہیں۔ اگرچہ بہت اہم کام اس میں عبادات کا خاص طور پر ادا کرنا اور اسلامی ہدایات کو اپنے علماء سے سُننا ہے لیکن اور کئی رسوم مذہبی بھی اسی دن میں ادا ہوتی ہیں۔ اور خدا نے ہمیں قرآن میں اس دن کے التزام کی اس قدر تاکید کی ہے کہ خاص اسی کے التزام کے لئے ایک سُورت قرآن میں ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور حکم ہے کہ سب کام چھوڑ کر جمعہ کے لئے مسجدوں میں حاضر ہو جاؤ

سو ہریک دیندار کو یہی غم ہے کہ ہم ہمیشہ کے لئے خدا کے نافرمان نہ ٹھیریں۔
(۸) آٹھویں یہ کہ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں ہمیشہ اس ملک میں جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی۔

(۹) ہم رعایا کی یہ بھی تمنا ہے کہ جس طرح اسلامی ریاستوں میں ان سلاطین کا شکر کے ساتھ خطبہ میں ذکر ہوتا ہے جو مذہبی امور میں قرآن کے منشاء کے موافق مسلمانوں کو آزادی دیتے ہیں۔ ہم بھی جمعہ کی تعطیل کے شکریہ میں اور بلاد کے مسلمانوں کی طرح یہ دائمی شکر جمعہ کے ممبروں پر اپنا ذطیفہ کرلیں کہ سرکار انگریزی نے علاوہ اور مراحم اور الطاف کے ہم پر یہ بھی عنایت کی نظر کی جو ہمارے دینی عظیم الشان دن کو جو مدت سے اس ملک برٹش انڈیا میں مردہ کی طرح پڑا تھا پھر نئے سرے سے زندہ کردیا۔ سو بلاشبہ یہ ایسا احسان ہوگا کہ مسلمانوں کی ذریّت کبھی اس کو فراموش نہیں کرے گی اور اسلامی تاریخ میں ہمیشہ عزت کے ساتھ یہ شکر ادا ادا کیا جائے گا۔

بالآخر ہم رعایا کی دُعا ہے کہ ہماری گورنمنٹ کو خدا تعالیٰ ہمارے سروں پر رکھے اور ہماری اس عاجزانہ التماس کو قبول کرنے کے لئے آپ اس کے دل میں القاء کرے پھر ہمیں اس شکر کی توفیق بخشے جو ایسی خسروانہ مراحم کے پاداش میں ہر ایک انسان کا فرض ہے اور ہم رعایا جو اس درخواست کو بامید منظوری گورنمنٹ عالیہ میں روانہ کرتے ہیں ان کے نام معہ کل پتہ و نشان منسلکہ نقشوں میں درج ہیں۔

الملتمسین

اہل اسلام وفادار رعایا گورنمنٹ برٹش انڈیا

جو اس ملک کو دارالحرب نہیں سمجھتے

یکم جنوری ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے چار صفحوں پر ہے)

(۱۴۵)

قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ

میرزا غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایسے مفسدانہ عقیدہ کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہوں۔ لیکن چونکہ اس امتحان کے وقت بڑی آسانی سے ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں۔ جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہانتک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر اُن لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اس عقیدہ کا آدمی ہے۔ لیکن ہم گورنمنٹ میں بادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی اُن نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی

دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام مندرج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ و نشان یہ ہیں

نمبر	نام معہ لقب وعہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر معہ نقشہ درج ہے)

(۱۴۶)

پادری صاحبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری یعنی

تفسیر انجیل متی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ بات ظاہر ہے کہ پادری صاحبوں نے لکھو کھا روپیہ اسلام کی نکتہ چینی میں خرچ بھی کیا مگر پھر بھی ناکام ہی رہے اور بجائے اس کے کہ قرآنی تعلیم میں کوئی عیب نکال سکتے خود محرک اس بات کے ہوئے کہ تا اس پاک کلام کے انوار اور برکات دنیا پر ظاہر ہوں۔ اس جگہ یہ بھی سوال ہے کہ کیا انہوں نے ابتک کوئی انجیل کی خوبی دکھلائی۔ کیا کوئی ایسی تفسیر لکھی جس سے انجیل کے اسرار ظاہر ہوتے ہوں۔ اس کے جواب میں بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ جس قدر تفسیروں پر ہمیں نظر پڑی ہیں وہ ایسی مہمل اور بیہودہ ہیں جو ہر یک سطر کے پڑھنے سے ہنسی آتی ہے۔ اور پھر ان کی غفلت اور جہالت پر ایک کامل غور کے بعد رونا بھی آتا ہے۔ اب چونکہ پادری صاحبان کسی انجیل کی تفسیر ایک محقق کی طرز پر لکھ نہیں سکے۔ اور ایسی تفسیر کے لئے درحقیقت زمانہ موجودہ تڑپ رہا ہے۔ اور اب تک ہم عیسائی صاحبوں کا مُنہ دیکھتے رہے کہ شاید اُن کی طرف سے کوئی تفسیر محققانہ طرز سے شائع ہو۔ مگر اب ان کی موٹی عقلوں اور سطحی خیالوں کا بار بار تجربہ ہو کر ثابت ہو گیا کہ وہ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ انجیل کی تفسیر لکھ سکیں۔ اور یقین ہو گیا کہ اُن پر ایسی امید رکھنا محض لاحاصل ہے۔ لہٰذا ہم نے ان کے حال زار پر رحم کر کے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا اور خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے وہ حقائق اور معانی ہم پر کھلے کہ جب تک کامل تائید الٰہی کسی شخص کے شامل حال نہ ہو ہرگز ایسے حقائق کسی پر کھل نہیں سکتے۔ اور مَیں اس وقت اس تفسیر مقدس کی زیادہ تعریف لکھنا کچھ ضروری نہیں سمجھتا

کیونکہ ہر ایک شخص چھپنے اور شائع ہونے کے بعد خود معلوم کرے گا کہ کس پایہ کی تفسیر ہے۔ بعض پادری صاحبوں نے باوجود نہایت تنگ اور محدود ہونے معلومات کے قرآن شریف کا ترجمہ لکھ کر شائع کیا اور بجز اس کے کچھ نہ دکھلایا کہ چند مشہور ترجموں میں سے اپنی مرضی کے موافق التقاط کر کے کچھ کچھ دجل اور تلبیس کے طور پر بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کام نہ کچھ مشکل اور نہ عجیب تھا۔ ہاں اگر اس میں کچھ عجیب بات تھی تو وہی قدیمی تحریف تھی جو اس قوم کے حصہ میں آگئی ہے۔ مگر عنقریب منصفین معلوم کریں گے جو ہماری تفسیر انجیل محققانہ طرز پر ہوگی اور دلوں کو ان سچائیوں سے منور کرے گی جو حق کے طالبوں کی مراد اور مقصود ہیں۔ واضح ہے کہ اس تفسیر کی دُنیا کو نہایت ضرورت تھی اور ہزاروں کے دل اس فیصلہ کے لئے جوش میں تھے کہ اس زمانہ میں کس تعلیم کو تمام تعلیموں سے اکمل و اتم و اعلیٰ و ارفع سمجھا جائے چنانچہ عیسائی بجائے خود اصرار کرتے تھے کہ انجیل کی تعلیم اعلیٰ اور اکمل ہے اور اہل اسلام نہ اپنے دعویٰ سے بلکہ خدا کی پاک کلام کی رُو سے اس بات پر زور دیتے تھے کہ وہ تعلیم جو اعلیٰ اور اکمل دُنیا میں آئی وہ صرف قرآن شریف ہے مگر عیسائیوں کو اس سچی بات کے سُننے کی برداشت نہیں تھی بلکہ جیسا کہ ہمیشہ جاہلوں اور سفیہوں اور کمبخت جلد بازوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بجائے فکر اور تدبّر کے ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف جُھک جاتے ہیں یا بے اصل افتراؤں سے کام لیتے ہیں یہی عادت عیسائیوں کی تھی۔ سو ہم نے اس تفسیر کو یکطرفہ طور پر نہیں لکھا بلکہ اس خیال سے کہ اس تقریب پر قرآن اور انجیل کا مقابلہ اور موازنہ بھی ہو جائے، جا بجا انجیلی تعلیم کے مقابل پر قرآنی تعلیم کو دکھلایا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ طرز ان لوگوں کے لئے بہت مفید ہوگی جو انجیل اور قرآن شریف کی تعلیم کو بالمقابل وزن کرنا چاہتے ہیں۔ اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ نو تعلیم یافتہ لوگ جو زیرک ہیں اس طرز سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ اور مَیں نے اس تفسیر میں یہ بھی مناسب دیکھا ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اور یسوع صاحب کے اخلاق کا بھی باہم مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ اس بارے میں بھی اکثر عیسائی صاحبوں

کو بہت دھوکا لگا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تمام التزام تفسیر میں کئے گئے ہیں۔ اور یہ تفسیر محض ان پادری صاحبوں کی امداد کے لئے لکھی گئی ہے کہ جو اب تک انجیل کو وہ مرتبہ دیتے ہیں جو قرآن مجید کو دینا چاہیئے تھا۔ مگر ہم اس جگہ پادری فتح مسیح صاحب متعین فتحگڈھ ضلع گورداسپورہ کا شکر ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے۔ جنہوں نے بڑے اصرار سے اس تفسیر کے لکھنے کے لئے ہمیں آمادہ کیا۔ ہاں اس شکر کے کسی قدر پادری عماد الدین صاحب بھی حصہ دار ہیں جنہوں نے ترجمہ قرآن شریف لکھ کر ہمیں اس بات کے لئے توجہ دی کہ تا ہم ان پر ظاہر کریں کہ **تفسیر لکھنا اس کو کہتے ہیں**۔ افسوس کہ پادری عماد الدین صاحب نے اپنی بے اصل تالیفات میں عمر ہی ضائع کی۔ اب چاہیئے کہ اس تفسیر کو خرید کر کے بہت محبت اور پیار سے پڑھیں۔ بلکہ ہم پادری ٹھاکرداس صاحب اور پادری صفدر علی صاحب اور ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب اور پادری طامس ہاول صاحب اور اس تفسیر کے اصل موجب پادری فتح مسیح صاحب کو بھی صلاح دیتے ہیں کہ وہ ضرور اس تفسیر مقدس کو اس کے چھپنے کے بعد منگوائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگ کر غور سے پڑھیں کہ وہ بلاشبہ ان کو ایک سچے معلم کی طرح زوح اور راستی کا سبق دے گی اور بہت سی تاریکیوں سے نکال دے گی ٭

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ۲۶ جنوری ۱۸۹۶ء

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

٭ شیخ بٹالوی محمد حسین بٹالوی جو اہل قبلہ کو کافر کہنے سے باز نہیں آتا۔ اب اس تفسیر کے شائع ہونے سے پہلے اسی انجیل کی تفسیر لکھے تا اس کی علمی اور ایمانی قوت معلوم ہو۔ ورنہ ایسی لیاقت قابل شرم ہے جیسا کہ اس نے عیسائیوں کے مباحثہ کی نسبت ہمارے پندرہ دن فی البدیہہ تقریر پر بھاری ہی باتیں چرا چرا کر ڈھائی برس میں گھر میں بیٹھ کر نکتہ چینی کا مضمون تیار کیا اور مر مر کر اور دوسروں سے مدد لیکر ہمارے پندرہ دن کی جگہ تیس مہینے خرچ کئے۔ منہ

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۶ \times ۲۰}{۸}$ کے ایک صفحہ پر درج ہے)

(۱۴۷)

دو عیسائیوں میں محاکمہ

انجیل متی ۵ باب میں ہے کہ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا" اس تعلیم پر ایک صاحب خیرالدین نام عیسائی نے ڈرتے ڈرتے اعتراض کیا ہے کہ ایسے احکام اس طبعی قانون توحفظ خلق کے برخلاف ہیں جو جمیع حیوانات بلکہ پرندوں اور کیڑوں میں بھی نظر آ رہا ہے اور ثابت نہیں ہو سکتا کہ کسی زمانہ میں باستثناء ذات مسیح کے ان احکام پر کسی شخص نے عمل بھی کیا ہے۔ چنانچہ یہ سوال ان کا نور افشاں ۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء میں درج ہو چکا ہے۔ درحقیقت یہ سوال خیرالدین صاحب کا نہایت عمدہ اور کامل اور ناقص تعلیم کے لئے ایک معیار تھا مگر افسوس کہ پرچہ نور افشاں ۲ جنوری ۱۸۹۶ء میں پادری ٹھاکر داس نے اس قابل قدر اور بیش قیمت سوال کا ایسا نکمّا اور بیہودہ جواب دیا ہے جس سے ایک محقق طبع انسان کو ضرور ہنسی آئے گی۔ اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ سوال اور جواب کی کچھ حقیقت محاکمہ کے طور پر ظاہر کر کے اُن لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں جو حقیقی سچائیوں کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔

واضح ہو کہ پادری ٹھاکر داس صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انجیل میں جانی یا مالی ضرر کی حالت میں ترک مقابلہ کے یہ معنی ہیں کہ ظالم سے انتقام حکومت ہی لیوے آپ مقابلہ نہ کریں۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی ظالم کسی جان کو ضرر شدید پہنچا دیوے یا مال کو لے لیوے تو انجیل کا منشاء یہ ہے کہ بتوسط حاکم چارہ جوئی کی جائے۔ اب غور سے سوچنا چاہئے کہ انجیل متی کی اصل عبارت جس کے یہ معنی کئے گئے ہیں یہ ہے کہ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ اس جگہ غور طلب

یہ امر ہے کہ ترک مقابلہ کے کیا معنی ہیں؟ کیا صرف یہی کہ اگر کوئی ظالم آنکھ پھوڑ دے، یا دانت نکال دے تو بتوسط حکام اس کو سزا دلانی چاہیئے۔ خود بخود اس کی آنکھ نہیں پھوڑنی چاہیئے اور نہ دانت نکالنا چاہیئے۔ اگر یہی معنی ہیں تو توریت پر زیادت کیا ہوگی۔ کیونکہ توریت بھی تو یہی ہدایت دیتی ہے کہ ظالموں کو قاضیوں کی معرفت سزا ملے۔ خروج ۲۱ باب میں خدا موسیٰ کو کہتا ہے کہ تو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ اور توریت بتلا رہی ہے کہ یہ تمام سزائیں قاضیوں کی تجویز کے موافق عمل میں آویں۔ مگر پادری ٹھاکر داس صاحب کہتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم میں توریت پر یہ زیادت ہے کہ ایک مظلوم حکام کی معرفت انتقام لیوے۔ یعنی یہودیوں کو تو اختیار تھا کہ ظالم کو بغیر توسط حکام کے خود سزا دے دیں۔ مگر انجیل نے قاضیوں اور حاکموں کے سوا کسی کو سزا دینے کے لئے مجاز قرار نہیں دیا۔ گویا قاضیوں کے عہدے تجویز کرنے والی انجیل ہی ہے۔ توریت میں اس کا کچھ ذکر نہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسا خیال صریح خلاف واقعہ ہے۔ اور پادری صاحب نے بھی کوئی ایسی آیت توریت کی پیش نہیں کی جس سے یہ سمجھا جائے کہ توریت ہر ایک کو سزا دینے کا اختیار دیتی ہے۔ بلکہ یہ بات تو ہر ایک توریت پڑھنے والے کو معلوم ہے کہ توریت کی تمام سزائیں اور حدود قاضیوں کی معرفت عمل میں آتی تھیں۔ اور جرائم کی پاداش کا توریت میں بھی انتظام تھا کہ قاضیوں کے ذریعہ سے ہر ایک مجرم سزا پاوے۔ اور اگر اس تقریر سے پادری صاحب کا یہ مطلب ہے کہ گو توریت میں قاضیوں کے ذریعہ سے سزائیں تو ہوتی تھیں مگر خود حفاظتی کے لئے جس قدر مقابلہ کی ضرورت تھی یہودی لوگ اس مقابلہ کے لئے مجاز تھے۔ اب انجیل میں کمال یہ ہے کہ عیسائی اس مقابلہ کے لئے مجاز نہیں ہیں بلکہ حکم ہے کہ ظالم کا منشاء پورا ہونے دیں۔ مثلاً اگر کوئی ظالم ایک عیسائی کی آنکھ پھوڑنا چاہے تو عیسائی کو چاہیئے کہ بخوشی اس کو پھوڑنے دے اور پھر کانا یا اندھا ہونے کے بعد عدالت میں جا کر نالش کر دے۔ تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کس قسم کی اخلاقی تعلیم ہے اور ایسے اخلاق سے نفسانی

جذبات پر کس قسم کا اثر پڑے گا۔ بلکہ ایسا انسان نہایت بدبخت انسان ہے کہ اپنی آنکھ ناحق ضائع کرا کر پھر صبر نہ کر سکا اور اپنی قوت انتقام کو حکام کے ذریعہ سے ایسے وقت میں عمل میں لایا جو اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتا تھا۔ ایسے عیسائی سے تو یہودی ہی اچھا رہا جس نے خود حفاظتی کو کام میں لا کر اپنی آنکھ کو بچا لیا۔ شاید پادری ٹھاکرداس صاحب کہیں کہ ترک مقابلہ اس حالت میں ہے جبکہ کوئی شخص تھوڑی تکلیف پہنچانا چاہے۔ لیکن اگر سچ مچ آنکھ پھوڑنے یا دانت نکالنے کا ارادہ کرے تو پھر خود حفاظتی کے لئے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ تو یہ خیال پادری صاحب کا انجیل کی تعلیم کے مخالف ہوگا۔ متی باب ۵ آیت ۳۸ میں صریح یہ عبارت ہے کہ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ ۳۹۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیری داہنی گال پر طمانچہ مارے دوسری بھی اس کی طرف پھیر دے"۔ اور ظاہر ہے کہ اگر کسی کے منہ پر ایک زور آور کے ہاتھ سے ظالمانہ ارادہ سے ایک زور کا طمانچہ لگے تو اس ایک ہی طمانچہ سے دانت بھی نکل سکتے ہیں۔ اور آنکھ بھی پھوٹ سکتی ہے۔ اور یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے تو اس سے ان کا بھی یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ تا دوسری طرف سے بھی دانت نکلیں اور آنکھ بھی پھوٹے اور اندھا ہو جائے نہ صرف کانا رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دشمن ظالم کا پُرزور طمانچہ مادر مہربان کے طمانچہ کی طرح نہیں ہوگا بلکہ وہ تو ایک ہی طمانچہ سے ایک ہی ضرب سے دانت بھی نکال ڈالے گا اور آنکھ بھی۔ پس اس تعلیم سے تو یہی ثابت ہوا کہ اگر سچے عیسائی ہو تو دانت اور آنکھ نکالنے دو اور مقابلہ نہ کرو۔ اور اپنی آنکھ اور دانت کو مت بچاؤ۔ سو اس وقت وہی اعتراض انجیل پر ہوگا جو خیرالدین صاحب نے پیش کیا ہے۔

اور اس آیت کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر کوئی ظالم تمہاری آنکھ نکال دے یا دانت توڑ دے تو یہ کوشش بھی مت کرو کہ اس کی آنکھ بھی پھوڑی جائے یا اس کا دانت بھی نکال دیا جائے۔ یعنی نہ آپ انتقام لو اور نہ حکام کے ذریعہ سے انتقام کی خواہش کرو۔ کیونکہ اگر

انتقام ہی لینا ہے تو پھر ایسی تعلیم کو توریت پر کیا فوقیت ہے۔ آپ سزا دینا یا حکام سے سزا دلوانا ایک ہی بات ہے۔ اور اگر کوئی عیسائی کسی ظالم کو حکام کے ذریعہ سے سزا دلائے، تو اسے یاد رکھنا چاہئیے کہ توریت بھی تو ایسے موقعہ پر یہ اجازت نہیں دیتی کہ ایسے مجرم کی شخص مظلوم آپ ہی آنکھ پھوڑ دے یا دانت نکال دے بلکہ ہدایت کرتی ہے کہ ایسا شخص حکام کے ذریعہ سے چارہ جوئی کرے۔ پس اس صورت میں مسیح کی تعلیم میں کونسی زیادتی ہوئی۔ یہ تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی۔

اس جگہ ہم صفائی بیان کے لئے پادری صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر مثلاً کسی موقعہ پر کوئی ایسا اتفاق ہو جائے کہ کوئی ظالم آپ کی آنکھ پھوڑ دے یا آپ کا ایک دانت نکال دے تو انجیل کی رُو سے آپ ایسے ظالم سے کس طرح پیش آئیں گے۔ اگر کہو کہ اس وقت ہم بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ نہیں کریں گے مگر عدالت کے ذریعہ سے انتقام لیں گے۔ تو یہ کارروائی انجیلی تعلیم کا ہرگز منشا نہیں ہے۔ کیونکہ اگر آنکھ کے بدلے ضرور آنکھ کو پھوڑنا ہے۔ اور کسی قاضی یا حاکم کی طرف رجوع کرنا ہے تو یہ توریت کی تعلیم ہے جو آپ کے یسوع صاحب کے وجود سے بھی پہلے بنی اسرائیل میں رائج تھی اور اب بھی کمزور اور ضعیف لوگ کب شریروں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ بھی تو فوجداری اور مالی مقدمات میں عدالتوں کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ مگر متی کے پانچ باب میں جس طرز بیان کو آپ کے یسوع صاحب نے اختیار کیا ہے یعنی توریت کے احکام پیش کر کے جا بجا کہا ہے کہ اگلوں سے یہ کہا گیا ہے مگر میں تمہیں یہ کہتا ہوں اس طرز سے صاف طور پر اُن کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ توریت کی تعلیم سے کچھ علاوہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اگر مقام متنازعہ فیہ میں توریت سے زیادہ کوئی بات نہیں بلکہ جیسا کہ ایک یہودی کسی ظالم کے ہاتھ سے ظلم اُٹھا کر عدالت سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے یہی انجیل کی بھی تعلیم ہے تو پھر مسیح کا یہ دعویٰ کہ پہلی کتاب میں تو یہ کہا گیا ہے مگر میں یہ کہتا ہوں محض لغو ٹھہرتا ہے سوال تو یہ ہے کہ مسیح نے جو توریت کی تعلیم آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت

بیان کر کے پھر اپنی ایک نئی تعلیم بتلائی جو اس سے بہتر ہے وہ کیا ہے۔ اب جبکہ نئی تعلیم کوئی بھی ثابت نہ ہو سکی۔ تو یہ کہنا پڑے گا کہ مسیح نے صرف دھوکہ دیا ہے اور پادری ٹھاکرداس صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے یسوع صاحب کا ظالم کے مقابلہ سے اپنے چیلوں کو منع کرنا صرف چھوٹی چھوٹی باتوں تک محدود ہے اور کہتے ہیں کہ ترک مقابلہ سے یہ مطلب ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں جیسے کہ مثلاً گال پر طمانچہ کھانا بدلہ لینے کا محل نہیں ہے بلکہ ایسی حالتوں میں برداشت کرنا فرض ہے۔ مگر وہ اپنے اس بیان سے ثابت کرتے ہیں کہ انجیل کی منشاء سے وہ کیسے ناواقف ہیں۔ اے صاحب آپ نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ ظالم کا مونہہ پر طمانچہ مارنا چھوٹی چھوٹی باتوں میں داخل ہے۔ شاید اب تک آپ نے کسی زبردست کا طمانچہ نہیں کھایا افسوس کہ موسیٰ کا طمانچہ بھی آپ کو یاد نہ رہا کہ اس کا کیا نتیجہ تھا۔ اگر اس جگہ طمانچہ سے صرف ایک پیار اور محبت کا طمانچہ ہے جس میں آنکھ یا دانت کے نکلنے کا خطرہ نہیں تو آپ کے یسوع صاحب ایک نادان اور ژولیدہ زبان ٹھیریں گے جن کا کلام غیر منظم اور پریشان ہے کہ تعلیمی مقابلہ دکھلانے کے وقت آنکھ اور دانت کے مقابل پر گال کے طمانچہ کا ذکر کرتے ہیں جو محض ایک بے تعلق امر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر گال کے طمانچہ میں آنکھ اور دانت کا ذکر کچھ بھی ملحوظ نہیں تو یہ عبارت سخت بے جوڑ اور منقطع ہوگی۔ اور سابق اور لاحق کا کچھ بھی باہم ربط نہ ہوگا۔ اگر یسوع صاحب کا وہی منشاء تھا جو پادری صاحب نے سمجھا ہے تو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ تم سُن چکے ہو کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ آنکھ اور دانت کے عوض تو تم ظالم کا مقابلہ کرو لیکن اگر کوئی ہلکا سا طمانچہ مارے جس سے نہ آنکھ پھوٹے اور نہ دانت نکلے تو اس کی برداشت کرلو۔ مگر آپ کے یسوع صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو آنکھ اور دانت کا ذکر کر کے پھر اپنی تعلیم کی فوقیت دکھلانے کے لئے ایسے عضو کا ذکر کیا جس پر ایک زور کا طمانچہ لگنے سے آنکھ اور دانت دونوں نکل سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک نبی کا کلام بے ربط اور دیوانوں کی طرح نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ جانتے ہیں کہ یسوع صاحب کا مدعا تو یہی تھا۔

کہ موسٰی کی کتاب میں آنکھ نکالنے کی سزا آنکھ لکھی ہے مگر میری تعلیم اخلاقی صورت میں اس سے بڑھ کر ہے۔ پس اگر یسوع صاحب کے قول کے اس جگہ وہ معنی کئے جاویں جن سے موسٰی اور یسوع کی تعلیم ایک ہی بن جائے تو پھر اُن کا وہ اصل مقصد جو اخلاقی تعلیم کا زیادہ نمونہ دکھلانا ہے بالکل فوت ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت موسٰی کی توریت میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ تم ہلکے ہلکے طمانچے کھا کر ان کے عوض بھی طمانچے مارا کرو اور ذرہ ذرہ سی باتوں میں مقدمے بناؤ۔ بلکہ توریت میں صرف ایسی باتوں کو قانون قصاص میں داخل کیا ہے جن کو ایک متوسط العقل آدمی مواخذہ کے لائق سمجھتا ہے جیسے آنکھ پھوڑنا، دانت نکالنا، جان سے مارنا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اگر ایسے ایسے شدید حملوں کو نہ روکا جائے تو بنی آدم کی زندگی ایک دن بھی ممکن نہیں۔ یہ نہیں کہ اگر کوئی ذرہ جسم پر انگلی بھی لگا دے تو اس پر بھی مقابلہ کے طور پر انگلی لگا دینی چاہئیے۔ یہ تو وحشیانہ حرکات ہیں اور نبیوں کی تعلیمیں ایسی رذیلانہ مقابلہ کی ہرگز رغبت نہیں دیتیں کہ جس میں اخلاقی حالت کا بالکل ستیاناس ہو جائے اور انسان ان نادان بچّوں کی طرح بن جائے جو ذرہ ذرہ سی بات میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔

پھر پادری ٹھاکرداس صاحب نے جب دیکھا کہ انجیل کی یکطرفہ تعلیم پر درحقیقت عقل اور قانون قدرت کا سخت اعتراض ہے تو ناچار ایک غرق ہونے والے کی طرح قرآن شریف کو ہاتھ مارا ہے تا کوئی سہارا ملے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن جیسی کتاب میں بھی اس کے یعنی اس انجیل کے حکم کی تعریف کی گئی ہے * اور پھر ایک آیت کا غلط ترجمہ پیش کرتے ہیں کہ اگر بدلہ دو تو اس قدر بدلہ دو جس قدر تمہیں تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے اور اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ انجیلی تعلیم کے موافق ہے۔ مگر یہ کچھ

* حاشیہ۔ یہ کلمہ کہ قرآن جیسی کتاب میں بھی، ایک تحقیر کا کلمہ ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کی بزرگ اور مقدس کتاب کی نسبت پادری صاحب نے استعمال کیا ہے۔ ہمیں بڑا تعجب ہے کہ یہ مردہ پرست قوم اللہ جلّشانہ کے پاک کلام سے اس قدر کیوں بغض رکھتی ہے۔ منہ

تو اُن کی غلطی اور کچھ شرارت بھی ہے۔ غلطی اس وجہ سے کہ یہ لوگ علم عربیت سے محض ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔ اس لئے ان کو کچھ بھی استعداد نہیں کہ قرآن کے الفاظ سے اس کے صحیح معنی سمجھ سکیں ✤ اور شرارت یہ کہ آیت صریح بتلا رہی ہے کہ اس میں انجیل کی طرح صرف ایک ہی پہلو درگذر اور عفو پر زور نہیں دیا گیا بلکہ انتقام کو تو حکم کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور عفو کی جگہ صبر کا لفظ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے جو سزا دینے میں جلدی نہیں چاہیئے اور عفو کرنے کے لئے کوئی حکم نہیں دیا۔ مگر پھر بھی پادری ٹھاکرداس صاحب نے دانستہ اپنی آنکھ کو بند کرکے خواہ نخواہ قرآن شریف کی کامل تعلیم کو انجیل کی ناقص اور نکمی تعلیم کے ساتھ مشابہت دینا چاہا ہے

ناظرین یاد رکھیں کہ قرآن شریف کی آیت جس کا غلط ترجمہ ٹھاکرداس صاحب نے پیش کیا ہے، یہ ہے۔ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۔ یعنی اگر تم ایذا کے بدلے ایذا دو تو اسی قدر دو جس قدر تم کو ایذا دیا گیا اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنا ان کے لئے بہتر ہے جو سزا دینے میں دلیر ہیں اور اندازہ اور حد سے گذر جاتے ہیں اور بدرفتار ہیں یعنی محل اور موقعہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ الصابرین میں جو صبر کا لفظ ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ بے تحقیق اور بے محل سزا دینا۔ اسی وجہ سے آیت میں

✤ **نوٹ**۔ یہ بے علمی کی شامت ہے کہ ۱۰ ؍جنوری ۱۸۹۶ء پرچہ نور افشاں میں کسی نادان عیسائی نے اپنے یسوع کو مصداق قول الفقر فخری کا ٹھیرایا۔ سو انہیں یاد رہے کہ فقر قابل تحسین وہ ہے جس میں صاحب فقر کی سخاوت اور ایثار کا ثبوت ملے یعنی اس کو دنیا دی جائے مگر وہ دنیا کے مال کو دنیا کے محتاجوں کو دے دے جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ لکھوکھا روپیہ پایا اور محتاجوں کو دے دیا۔ ایک مرتبہ ایک کافر کو اونٹوں اور بکریوں کا پہاڑ بھرا ہوا بخش دیا۔ آپ کے یسوع کا کسی محتاج کو ایک روٹی دینا بھی ثابت نہیں۔ سو یسوع نے دنیا کو نہیں چھوڑا بلکہ دُنیا نے یسوع کو چھوڑا۔ ان کو کب مال ملا جس کو لے کر انہوں نے محتاجوں کو دے دیا۔ وہ خود تو بار بار روتے ہیں کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ ایسے فقر کے رنگ میں تو دُنیا میں ہزارہا لنگوٹی پوش موجود ہیں جن کو داؤد نبی نے مورد غضب الٰہی قرار دیا ہے۔ اور ایسے فقر کے لئے یہ حدیث ہے۔ الفقر سواد الوجہ فی الدارین۔ منہ ✤

خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا لھوخیر لکم بلکہ فرمایا لھو خیر للصابرین تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس جگہ لفظ صبر کے وہ معنی نہیں ہیں جو پہلے لفظ میں ہیں۔ اور اگر وہی معنی ہوتے، تو بجائے لکم کے للصابرین رکھنا بے معنی اور بلاغت کے برخلاف ہوتا۔ لغتِ عرب میں جیسا کہ صبر روکنے کو کہتے ہیں۔ ایسا ہی بیجا دلیری اور بدرفتاری، بے تحقیق کسی کام کرنے کو کہتے ہیں اب ناظرین سوچ لیں کہ اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہر ایک مومن پر یہ بات فرض کی گئی ہے کہ وہ اسی قدر انتقام لے جس قدر اس کو دُکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ صبر کرے یعنی سزا دینے میں جلدی نہ کرے تو ان لوگوں کے لئے صبر بہتر ہے جن کی عادت چالاکی اور بدرفتاری اور بداستعمالی ہے یعنی جو لوگ اپنے محل پر سزا نہیں دیتے بلکہ ایسے لوگوں سے بھی انتقام لیتے ہیں کہ اگر اُن سے احسان کیا جائے تو وہ اصلاح پذیر ہو جائیں یا سزا دینے میں ایسی جلدی کرتے ہیں کہ بغیر اس کے جو پوری تحقیق اور تفتیش کریں ایک بیگناہ کو بلا میں گرفتار کر دیتے ہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ صبر کریں یعنی سزا دینے کی طرف جلدی نہ دوڑیں۔ اوّل خوب تحقیق اور تفتیش کریں۔ اور خوب سوچ لیں کہ سزا دینے کا محل اور موقعہ بھی ہے یا نہیں۔ پھر اگر موقعہ ہو تو دیں ورنہ رُک جائیں۔ اور یہ مضمون صرف اسی آیت میں نہیں بیان کیا گیا بلکہ قرآن شریف کی اور کئی آیتوں میں بھی بیان ہے۔ چنانچہ ایک جگہ اللہ جلّشانہ فرماتا ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی و اصلح فاجرہٗ علی اللّٰہ یعنی بدی کی سزا اسی قدر بدی ہے لیکن جو شخص عفو کرے اور ایسی عفو ہو کہ اس سے کوئی اصلاح مقصود ہو تو وہ خدا سے اپنا اجر پائے گا یعنی بے محل اور بے موقعہ عفو نہ ہو جس سے کوئی بدنتیجہ نکلے اور کوئی فساد پیدا ہو بلکہ ایسے موقعہ پہ عفو ہو جس سے کسی صلاحیت کی امید ہو اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بنی آدم کی طبیعتیں یکساں واقعہ نہیں ہوئیں اور گناہ کرنے والوں کی عادتیں اور استعدادیں ایک طور کی نہیں ہوا کرتیں بلکہ بعض تو سزا کے لائق ہوتے ہیں اور بغیر سزا کے ان کی اصلاح ممکن نہیں اور بعض عفو اور درگذر سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور سزا دینے سے چڑ کر اور بھی بدی پہ

مستحکم ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ تعلیم وقت اور موقعہ بینی کی قرآن شریف میں جا بجا پائی جاتی ہے اگر ہم تفصیل سے لکھیں تو ایک بڑا رسالہ بن جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ توریت میں آیا ہے کہ "خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع کیا اور فاران * کے پہاڑ سے ان پر چمکا" اسی طرح حقیقی چمک ہر ایک تعلیم کی اسلام سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی کلام کا کامل معائنہ قرآن نے ہی کرایا ہے۔ توریت نے سزاؤں پر زور دیا تھا اور چونکہ انجیل ایسے وقت میں نازل ہوئی جبکہ یہود میں انتقام کشی کی عادتیں اور کینہ اور بغض حد سے بڑھ گیا تھا اس لئے انجیل میں عفو اور درگذر کی تعلیم ہوئی۔ مگر یہ تعلیم نفس الامر میں عمدہ نہ تھی بلکہ نظام الٰہی کی دشمن تھی۔ لہذا حقیقی تعلیم کا تلاش کرنے والا انجیل کی تعلیم پر بہت ہی شک کرے گا اور ممکن ہے کہ ایسے معلّم کو ایک نادان اور سادہ لوح قرار دے۔ چنانچہ یورپ کے محققوں نے ایسا ہی کہا۔ مگر یاد رہے کہ اگرچہ انجیل کی تعلیم بالکل نکمّی اور سراسر ہیچ ہے لیکن حضرت مسیح اس وجہ سے معذور ہیں کہ انجیل کی تعلیم ایک قانون دائمی اور مستمر کی طرح نہیں تھی بلکہ اس محدود ایکٹ کی طرح تھی جو مختص المقام اور مختص الزمان اور مختص القوم ہوتا ہے۔ یورپ کے وہ روشن دماغ محقق جنہوں نے یسوع کو نہایت درجہ کا نادان اور سادہ لوح اور علم و حکمت سے بے بہرہ قرار دیا ہے۔ اگر وہ اس عذر پر اطلاع پاتے تو یقین تھا کہ وہ اپنی تحریروں میں کچھ نرمی کرتے۔ لیکن مخلوق پرست لوگوں نے اَور بھی اہلِ تحقیق کو بیزار کیا۔ عزیزو یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ اس زمانہ کے محقق اور آزاد طبیعت ایک مُردہ خوار کو ایسا بُرا اور قابل لعن طعن اور حقیر نہیں سمجھتے جیسا کہ ایک مُردہ پرست مشرک کو۔

---

* فاران عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں دو بھاگنے والے اور مصدر اس کا فرار ہے۔ چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور ان کی والدہ مطہرہ صدیقہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا سارہ کی بدخوئی اور ظلم کے ہاتھ سے تنگ آکر الہام الٰہی سے مکّہ معظمہ کی زمین میں بھاگ آئے اس لئے اس زمین کا نام فاران ہوا یعنی دو بھاگنے والے منہ

غرض انجیل کی ناقص اور نکمی اور بیہودہ تعلیم اگرچہ اہل تحقیق کے نزدیک نہایت ہی بدبودار اور قابلِ نفرت ہے۔ لیکن چونکہ اُس وقت کے یہودی ایک گری ہوئی حالت میں تھے اور خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ اس تعلیم کو جلد تر نیست و نابود کیا جائے گا۔ لہٰذا ایک مختصر زمانہ کے لئے جو چھ سو برس سے زیادہ نہ تھا یہ تعلیم یہودیوں کو دی گئی۔ مگر چونکہ فی الواقع حق اور حکمت پر مبنی نہیں تھی اس لئے خدا تعالیٰ کی کامل کتاب نے جلد نزول فرما کر دنیا کو اس بیہودہ تعلیم سے نجات بخشی۔ یہ بات بدیہی اور صاف ہے کہ انسان اس دُنیا میں بہت سے قویٰ لے کر آیا ہے اور تمام حیوانات کے متفرق قویٰ کا مجموعہ انسان میں پایا جاتا ہے اس لئے وہ دوسروں کا سردار بنایا گیا۔ پس انسان کی تکمیل کے لئے وہی تعلیم حقیقی تعلیم ہے جو اس کی تمام قوتوں کی تربیت کرے نہ کہ اور تمام شاخوں کو کاٹ کر صرف ایک ہی شاخ پر زور ڈال دے۔ تعلیم سے مطلب تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام قوتوں کو حدِ اعتدال پر چلا کر حقیقی طور پر انسان بن جائے اور اس کی تمام قوتیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر کامل عبودیت کے ساتھ سر رکھ دیں اور اپنے محل اور موقعہ پر چلیں۔ اور ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ انسان میں کوئی قوت بُری نہیں۔ صرف اُن کی بد استعمالی بُری ہے۔ مثلاً حسد کی قوت کو بہت ہی بُرا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک حاسد دوسرے کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اور وہ نعمت اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حسد کا اصل مفہوم بُرا نہیں۔ کیونکہ اصل مفہوم اس قوت کا جو بد استعمالی سے بُری شکل پیدا کر لیتا ہے صرف اس قدر ہے کہ سب سے بڑھ کر آگے قدم رکھے اور اچھی باتوں میں سب سے سبقت لے جائے اور پیش قدمی کا ایسا جوش ہو جو کسی کو اپنے برابر دیکھ نہ سکے۔ پس چونکہ حاسد میں سبقت کرنے کا مادہ جوش مارتا ہے لہٰذا ایک شخص کو ایک نعمت میں دیکھ کر یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت میرے لئے ہو اور اس سے دُور ہو جائے تا اس طرح پر اس کو سبقت حاصل ہو۔ سو یہ اس پاک قوت کی بد استعمالی ہے۔ ورنہ مجرد سبقت کا جوش اپنے اندر بُرا نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فاستبقوا الخیرات

یعنی خیر اور بھلائی کی ہر ایک قسم میں سبقت کرو اور زور مار کر سب سے آگے چلو۔ سو جو شخص نیک وسائل سے خیر میں سبقت کرنا چاہتا ہے وہ درحقیقت حسد کے مفہوم کو پاک صورت میں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی طرح تمام اخلاق رذیلہ اخلاق فاضلہ کی مسخ شدہ صورتیں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان میں تمام نیک قوتیں پیدا کیں۔ پھر بداستعمالی سے وہ بدنما ہوگئیں۔ اسی طرح انتقام کی قوت بھی درحقیقت بُری نہیں ہے۔ فقط اس کی بداستعمالی بُری ہے۔ اور انجیل نے جو انتقامی قوت کو بُرا قرار دیا اگر وہ عذر ہمیں یاد نہ ہوتا جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں تو ہم ایسی تعلیم کو شیطانی تعلیم قرار دیتے۔ مگر اب کیونکر قرار دیں کیونکہ خود حضرت مسیح اپنی تعلیم کے نکمی اور ناقص ہونے کا اقرار کرکے اپنے حواریوں کو کہتے ہیں کہ

"بہت سی باتیں ہیں کہ ابھی تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ تمام باتیں تمہیں سمجھا دے گا"

یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ میری تعلیم نکمی اور ناقص ہے اور آنے والا نبی کامل تعلیم لائے گا۔ عیسائیوں کا یہ عذر بالکل جاہلانہ عذر ہے کہ یہ پیشگوئی اُس روز پوری ہوئی جب حواریوں نے طرح طرح کی زبانیں بولی تھیں۔ کیونکہ طرح طرح کی زبانیں بولنا کوئی نئی تعلیم نہیں ہوسکتی۔ وہ زبانیں تو عیسائیوں نے محفوظ بھی نہیں رکھیں بولنے کے ساتھ ہی معدوم ہوگئیں۔ ہاں اگر عیسائیوں کے ہاتھ میں کوئی ایسی نئی تعلیم ہے جو حضرت مسیح کے اقوال میں نہیں پائی جاتی تو اسے پیش کرنا چاہیئے تا دیکھا جائے کہ وہ اس عفو اور درگذر کی تعلیم کو کیونکر بدلاتی ہے۔

اگر عیسائیوں میں انصاف ہوتا تو حضرت مسیح کا اپنی تعلیم کو ناقص قرار دینا اور ایک آنے والے نبی کی امید دلانا ہمارے مولیٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شناخت کے لئے بڑا قرینہ تھا خصوصاً اس حالت میں کہ خود انجیل کی ناقص تعلیم ایک کامل کتاب کو چاہتی تھی۔ پھر ایک یہ بھی بڑا قرینہ تھا کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ تم ہیں ان باتوں کی برداشت نہیں۔ اس میں صریح اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تمہاری استعدادیں اور تمہاری

فطرتیں اس تعلیم کے مخالف پڑی ہیں۔ پھر جبکہ فطرت میں تبدیلی ممکن نہیں اور نہ حضرت مسیح کے وقت میں وہ فطرتیں مبدل ہو سکیں تو پھر کسی دوسرے وقت میں ان کی تبدیلی کیونکر ممکن ہے۔ پس یہ صاف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ تعلیم تمہیں نہیں دی جائے گی بلکہ تمہاری ذریت اس تعلیم کا زمانہ پائے گی اور ان کو وہ استعدادیں دی جائیں گی جو تمہیں نہیں دی گئیں۔ یہ تو ہم نے پادری ٹھاکر داس صاحب کی نسبت وہ باتیں لکھی ہیں جن کا انصاف کی رُو سے لکھنا مناسب تھا لیکن خیر الدین صاحب کی یہ غلطی ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ یسوع انجیلی تعلیم کا پابند تھا۔ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ اگر یسوع اس کی تعلیم کا پابند ہوتا تو فقیہوں فریسیوں کو بدزبانی سے پیش نہ آتا۔ یسوع کے ہاتھ میں صرف زبان تھی سو خوب چلائی۔ کسی کو حرامکار کسی کو سانپ کا بچہ، کسی کو سست اعتقاد قرار دیا۔ اگر کچھ اختیار ہوتا تو خدا جانے کیا کرتا۔ ہم اس کے حلم اور عفو کے بغیر امتحان کے کیونکر قائل ہو جائیں اور کیوں یہ بات سچ نہیں کہ "ستر بی بی از بیچادری" کہاں یسوع کو یہ موقعہ ملا کہ وہ یہود کے سزا دینے پر قادر ہوتا اور پھر درگذر کرتا۔ ہاں یہ اخلاق فاضلہ ہمارے سید و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفےٰ خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں کہ آپ نے جب مکہ والوں پر فتح پائی جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا تھا اور صدہا ناحق کے خون کئے تھے، اور یقین رکھتے تھے کہ اپنی خونریزیوں کے عوض میں ٹکڑے ٹکڑے کئے جاویں گے اُن سب کو بخش دیا اور کہا کہ جاؤ میں نے سب کو آزاد کر دیا۔ عیسائیوں کی اگر نیک قسمت ہے تو اب بھی اس آفتاب صداقت کو شناخت کریں اور مُردہ پرستی سے باز آئیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

غلام احمد قادیانی

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(۱۴۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیر و سالہا سے جس کا نام ... خدا کا فیصلہ ہے

پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادری صاحبوں کیلئے ایک احسن طریق فیصلہ

عیسائی صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو لوگ تثلیث کا عقیدہ اور یسوع کا کفارہ نہیں مانتے وہ ہمیشہ کے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور وہ اعتقاد جو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے مسلمانوں کو سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ بجز توحید کے نجات نہیں۔ یہی توحید ہے جس کی رو سے تمام دنیا سے مواخذہ ہوگا خواہ قرآن ان کو نہ پہنچا ہو کیونکہ یہ انسان کے دل میں فطرتی نقش ہے کہ اس کا خالق اور مالک اکیلا خدا ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اس توحید میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو زبردستی منوانی پڑے۔ کیونکہ انسانی دل کی بناوٹ کے ساتھ ہی اس کے نقوش انسان کے دل میں منقش کئے جاتے ہیں۔ مگر جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے غیر محدود خدا کو تین اقنوم میں یا چار اقنوم میں محدود کرنا اور پھر ہر ایک اقنوم کو کامل بھی سمجھنا اور ترکیب کا محتاج بھی اور پھر خدا پر یہ روا رکھنا کہ وہ ابتدا میں کلمہ تھا۔ پھر وہی کلمہ جو خدا تھا مریم کے پیٹ میں پڑا اور اس کے خون سے مجسم ہوا اور معمولی راہ سے پیدا ہوا اور سارے دکھ خسرہ چیچک دانتوں کی تکلیف جو انسان کو ہوتی ہیں، سب اٹھائے آخر کو جوان ہو کر پکڑا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ نہایت گندہ شرک ہے جس میں انسان کو خدا ٹھہرایا گیا ہے۔ خدا اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کے پیٹ

میں پڑے اور مجسم ہو اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو۔ انسانی فطرت اس کو قبول نہیں کرسکتی کہ خدا پر ایسے دُکھ کی مار اور یہ مصیبتیں پڑیں اور وہ جو تمام عظمتوں کا مالک اور تمام عزتوں کا سرچشمہ ہے اپنے لئے یہ تمام ذلّتیں روا رکھے۔ عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا کی اس رُسوائی کا یہ پہلا ہی موقعہ ہے اور اس سے پہلے اس قسم کی ذلّتیں خدا نے کبھی نہیں اُٹھائیں کبھی یہ امر وقوع میں نہیں آیا کہ خدا بھی انسان کی طرح کسی عورت کے رحم میں نطفہ میں مخلوط ہو کر قرار پکڑ گیا ہو۔ جیسے کہ لوگوں نے خدا کا نام سُنا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ بھی انسان کی طرح کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جن کا عیسائیوں کو خود اقرار ہے اور اس بات کا بھی اقرار ہے کہ گو پہلے یہ تین اقنوم تین جسم علیحدہ علیحدہ نہیں رکھتے تھے مگر اب اس خاص زمانہ سے جس کو اب ۱۸۹۶ برس جاتا ہے تینوں اقنوم کے لئے تین علیحدہ علیحدہ جسم مقرر ہو گئے۔ باپ کی وہ شکل ہے جو آدم کی کیونکہ اس نے آدم کو اپنی شکل پر بنایا دیکھو توریت پیدائش باب ۱ آیت ۲۷۔ اور بیٹا یسُوع کی شکل پر مجسّم ہوا۔ دیکھو یوحنا باب ۱ آیت ۱۔ اور رُوح القدس کبوتر کی شکل پر متشکّل ہوا۔ دیکھو متی باب ۳ آیت ۱۶۔ اب جس نے عیسائیوں کے ان تینوں مجسّم خداؤں کا درشن کرنا ہو اور ان کی جسمانی تثلیث کا نقشہ دیکھنا منظور ہو تو کچھ ضرور نہیں کہ اُن کی طرف التجا لے جائیے۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے کتاب ست بچن میں سکھ صاحبوں کے مخفی چولہ کی تمام گرد کے چیلوں کو زیارت کرا دی ہے۔ اسی طرح ہم یسُوع کے شاگردوں کو ابھی ان کے تین مجسّم خداؤں کے درشن کرا دیتے ہیں اور اُن کے سہ گوشہ تثلیثی خدا کو دکھا دیتے ہیں۔ چاہیئے کہ اس کے آگے جھکیں اور سیس نوادیں اور وہ یہ ہے جس کو ہم نے عیسائیوں کی شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے۔

عیسائیوں کا مثلث خدا اور اس کے تین ممبران کمیٹی
جو اقنوم کہلاتے ہیں

یہ تینوں مجسّم خدا عیسائیوں کے زعم میں ہمیشہ کے لئے علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں اور پھر بھی

یہ تینوں مل کر ایک خدا ہے۔ لیکن اگر کوئی بتلا سکتا ہے تو ہمیں بتلا دے کہ باوجود اس دائمی تجسّم اور تغیر کے یہ تینوں ایک کیونکر ہیں۔ بھلا ہمیں کوئی ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین اور پادری ٹھاکر داس کو باوجود ان کے علیحدہ علیحدہ جسم کے ایک کر کے تو دکھلا دے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر تینوں کو کوٹ کر بھی بعض کا گوشت بعض کے ساتھ ملا دیا جائے



پھر بھی جن کو خدا نے تین بنایا تھا ہرگز ایک نہیں ہو سکیں گے۔ پھر جبکہ اس فانی جسم کے حیوان باوجود امکان تحلیل اور تفرق جسم کے ایک نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسے تین مجسّم جن میں بموجب عقیدہ عیسائیاں تحلیل اور تفرق جائز نہیں، کیونکر ایک ہو سکتے ہیں۔

یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ عیسائیوں کے یہ تین خدا بطور تین ممبر کمیٹی کے ہیں۔ اور بزعم ان کے تینوں کی اتفاق رائے سے ہر ایک حکم نافذ ہوتا ہے یا کثرت رائے پر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ گویا خدا کا کارخانہ بھی جمہوری سلطنت ہے۔ اور گویا اُن کے گاڈ صاحب کو بھی شخصی سلطنت کی لیاقت نہیں۔ تمام مدار کونسل پر ہے۔

غرض عیسائیوں کا یہ مرکب خدا ہے جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے۔ پادری صاحبان ایسے خدا والے مذہب پر تو ناز کرتے ہیں۔ لیکن اسلام جیسے مذہب کی جو ایسے خلافِ عقل باتوں سے پاک ہے توہین اور تحقیر کر رہے ہیں اور دن رات یہی شغل ہے کہ اپنے دجالی فریبوں سے خدا کے پاک اور صادق نبی کو کاذب ٹھہراویں اور بُری بُری تصویروں میں اس نورانی شکل کو دکھلاویں۔ بعض پلید فطرت پادریوں نے اپنی تالیفات میں اس طرح ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر کھینچ کر دکھلائی ہے کہ گویا وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی خونی صورت ہے اور غصہ سے بھرا ہوا کھڑا ہے اور ایک ننگی تلوار ہاتھ میں ہے اور بعض غریب عیسائیوں وغیرہ کو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کو کچھ انصاف اور ایمان میں سے حصہ ہوتا تو اس تصویر سے پہلے موسےٰ کی تصویر کھینچ کر دکھلاتے اور اس طرح کھینچتے کہ گویا ایک نہایت سخت دل اور بیرحم انسان ہاتھ میں تلوار لے کر شیرخوار بچوں کو اُن کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے۔ اور ایسا ہی یشوع بن نون کی تصویر پیش کرتے اور اس تصویر میں یہ دکھلاتے کہ گویا اس نے لاکھوں بے گناہ بچوں کو اُن کی ماؤں کی سمیت ٹکڑے ٹکڑے کر کے میدان میں پھینک دیا ہے۔ اور چونکہ ان کے عقیدہ کے موافق یسوع خدا ہے اور یہ ساری بیرحمی کی کارروائیاں اُس کے

سے ہوئی ہیں اور وہ مجسّم خدا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ سب سے پہلے اس کی تصویر کھینچ کر اس کے ہاتھ میں کم سے کم تین تلواریں دی جاتیں پہلی وہ تلوار جو اُس نے موسیٰ کو دی اور بے گناہ شیر خوار بچوں کو قتل کروایا۔ دوسری وہ تلوار جو یشوع بن نون کو دی۔ تیسری وہ تلوار جو داؤد کو دی۔ افسوس! کہ اس حق پوش قوم نے بڑے بڑے ظلموں پر کمر باندھ رکھی ہے۔

اگر تلوار کے ذریعہ سے خدا کا عذاب نازل ہونا خدا کی صفات کے مخالف ہے تو کیوں نہ یہ اعتراض اوّل موسیٰ سے ہی شروع کیا جائے جس نے قوموں کو قتل کر کے خون کی نہریں بہا دیں اور کسی کی توبہ کو بھی قبول نہ کیا۔ قرآنی جنگوں نے تو توبہ کا دروازہ بھی کھلا رکھا۔ جو عین قانون قدرت اور خدا کے رحم کے موافق ہے کیونکہ اب بھی جب خدائیتعالےٰ طاعون اور ہیضہ وغیرہ سے اپنا عذاب دنیا پر نازل کرتا ہے تو ساتھ ہی طبیبوں کو ایسی ایسی بوٹیاں اور تدبیروں کا بھی علم دے دیتا ہے جس سے اس آتش وبا کا انسداد ہو سکے۔ سو یہ موسیٰ کے طریق جنگ پر اعتراض ہے کہ اس میں قانون قدرت کے موافق کوئی طریق بچاؤ قائم نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض بعض جگہ قائم بھی کیا گیا ہے مگر کلی طور پر نہیں۔ الغرض جبکہ یہ سنت اللہ ہی تلوار سے ظالم منکروں کو ہلاک کرنا قدیم سے چلی آتی ہے تو قرآن شریف پر کیوں خصوصیت کے ساتھ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کیا موسیٰ کے زمانہ میں خدا کوئی اَور تھا اور اسلام میں کوئی اور ہو گیا۔ یا خدا کو اس وقت لڑائیاں پیاری لگتی تھیں اور اب بُری دکھائی دیتی ہیں۔

اور یہ بھی فرق یاد رہے کہ اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اُٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اوّل آپ تلوار اُٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اوّل آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کافر بادشاہ کے تحت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اُٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ کرو۔ قرآن کے

رو سے یہ بدمعاشوں کا طریق ہے نہ نیکوں کا۔ لیکن توریت نے یہ فرق کسی جگہ کھول کر بیان نہیں فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اپنی جلالی اور جمالی احکام میں اس خط مستقیم عدل اور انصاف اور رحم اور احسان پر چلتا ہے جس کی نظیر دُنیا میں کسی کتاب میں موجود نہیں۔ مگر اندھے دشمن پھر بھی اعتراض کرتے ہیں کیونکہ ان کی فطرت روشنی سے عداوت اور ظلمت سے محبت رکھتی ہے۔

اب اس اشتہار کی تحریر سے یہ غرض ہے کہ ہم نے بڑے لمبے تجربہ سے آزمالیا ہے کہ یہ لوگ بار بار ملزم اور لاجواب ہو کر پھر بھی نیش زنی سے باز نہیں آتے اور اس شخص کو تمام عیبوں سے مبرا سمجھتے ہیں جس نے خود اقرار کیا کہ "مَیں نیک نہیں" اور جس نے شراب خواری اور قمار بازی اور کھُلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگا دے اپنی تمام اُمت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حرام نہیں۔ سو ایسے شخص کو تو انہوں نے خدا بنالیا۔ مگر خدا کے مقدس نبیوں کو جن کی زندگی محض خدا کے لئے تھی اور جو تقویٰ کے باریک راہوں کو سکھا گئے بُرا کہنا اور گالیاں دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ اب تک یہ لوگ باز نہیں آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجو میں نہایت ناپاک اور رنجیدہ کتیں ٹر نکالتے ہیں اور نہایت بُری تصویروں میں اس پاک وجود کو دکھلاتے ہیں۔

اب ایسے کذّابوں سے زبانی مباحثات سے کیونکر فیصلہ ہو۔ ہم جھوٹے کو دندان شکن جواب سے ملزم تو کر سکتے ہیں مگر اس کا منہ کیونکر بند کریں۔ اس کی پلید زبان پر کونسی تھیلی چڑھا دیں؟ اس کے گالیاں دینے والے منہ پر کونسا قفل لگا دیں؟ کیا کریں؟ کیا کوئی اس سے بیخبر ہے کہ نالائق عماد الدین نے اس پاک ذات نبی کی نسبت کیا کیا گندے الفاظ استعمال کئے جس سے تمام مسلمانوں کے کلیجے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ نور افشاں

پرچہ لودیانہ میں کیسے کیسے بہتان وار محض افترا کی بنیاد پر توہین اسلام کے کلمات لکھے جارہے ہیں۔ ریواڑی والے پادری نے کس قدر مسلمانوں کا دل جلایا اور ہمارے سیّد و مولیٰ کو ڈاکو اور رہزن قرار دیا۔ غرض کہاں تک لکھیں۔ ان ظالم پادریوں نے لاکھوں گالیاں ہمارے نبی کریم کو دے کر ہمارے دلوں کو زخمی کر دیا۔

لیکن ہم ظالم ہوں گے اگر ساتھ ہی یہ بھی گواہی نہ دیں کہ ان کارروائیوں میں گورنمنٹ پر کوئی الزام نہیں۔ بلاشبہ گورنمنٹ ہر ایک قوم کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ مذہبی مناظرات کی آزادی جیسا کہ پادریوں کو حاصل ہے ویسا ہی ہمیں بھی ہے۔ اگر ہم گورنمنٹ کے انصاف پر یقین نہ رکھتے تو ممکن نہ تھا کہ ان اپنی شکایتوں کا اظہار بھی کر سکتے لیکن ہم گورنمنٹ کو یہ تکلیف دینا ہی نہیں چاہتے کہ وہ مذہبی مباحثات کی آزادی کو بالکل بند کر دے۔ ہاں ہمارا مدعا یہ ہے کہ ان شرائط کی پابندی سے کسی قدر اس آزادی کو محدود کر دیا جائے جس کی نسبت ہم ایک علیحدہ اشتہار شائع کر چکے ہیں لیکن گورنمنٹ اپنی مہمات ملکیہ میں مصروف ہے۔ اس کو اس فیصلہ کے لئے تو فرصت نہیں کہ توحید اور تین مجسّم خداؤں کے عقیدہ کے بارہ میں کچھ اپنی رائے لکھے اور وہ کارروائی کرے جیسا کہ تیسری صدی کے بعد کانسٹنٹائن فرسٹ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اڑھائی سو بشپ کو جمع کر کے اپنے اجلاس میں موحّد عیسائیوں اور تین اقنوم کے قائل عیسائیوں کا باہم مباحثہ کرایا تھا اور آخرکار فرقہ موحّدین کو ڈگری دی تھی اور خود اُن کا مذہب بھی قبول کر لیا تھا۔ ایسا ہی یہ گورنمنٹ عالیہ بھی کرے * لیکن یہ گورنمنٹ ایسے تنازعات

* **حاشیہ**۔ عیسائیوں میں تثلیث کا مسئلہ تیسری صدی کے بعد ایجاد ہوا ہے جیسا کہ ڈریپر بھی اپنی کتاب میں بڑے بڑے علماء کے حوالہ سے لکھتا ہے جو اس مسئلہ کا بشپ اتھاناسی اس الگزنڈرائن تھا جو صدی سوم کے بعد ہوا ہے جب اس نے یہ مسئلہ شائع کرنا چاہا تو اسی وقت بشپ ایری اس اس کا منکر کھڑا ہو گیا اور یہاں تک اس مباحثہ میں عوام اور خواص کا مجمع ہوا کہ روم کے بادشاہ تک خبر پہنچی

میں پڑنا نہیں چاہتی۔ پس یہ روز افزوں جھگڑے کیونکر فیصلہ پاویں۔ مباحثات کے نیک نتیجہ سے تو نومیدی ہو چکی۔ بلکہ جیسے جیسے مباحثات بڑھتے جاتے ہیں ویسے ہی کینے بھی ساتھ ساتھ ترقی پکڑتے جاتے ہیں۔ سو اس نومیدی کے وقت میں میرے نزدیک ایک نہایت سہل و آسان طریق فیصلہ ہے اگر پادری صاحبان قبول کریں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس بحث کا جو حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے خدا تعالیٰ سے فیصلہ کرایا جائے۔

اوّل مجھے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایسا خدائی فیصلہ کرانے کے لئے سب سے زیادہ مجھے جوش ہے اور میری دلی مراد ہے کہ اس طریق سے یہ روز کا جھگڑا انفصال پا جائے۔ اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو مَیں اپنی کُل املاک منقولہ و غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کی قیمت سے کم نہیں ہوں گی عیسائیوں کو دے دوں گا اور بطور پیشگی تین ہزار روپیہ تک ان کے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔ اس قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے کافی سزا ہوگی۔ علاوہ اس کے یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ مَیں اپنے دستخطی اشتہار سے شائع کر دوں گا کہ عیسائی فتحیاب ہوئے اور مَیں مغلوب ہوا۔ اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس اشتہار میں کوئی

بقیہ حاشیہ: گئی۔ اتفاقاً اس کو مباحثات سے دلچسپی تھی۔ اس نے چاہا کہ اس اختلاف کو اپنے حضور میں ہی فریقین کے علماء سے رفع کرا دے۔ چنانچہ اس کے اجلاس میں بڑی سرگرمی سے یہ مباحثات ہوئے اور نہایت لطف کے ساتھ کونسل کی کرسیاں بچھیں اور مناظرہ کرنے والے دو سو پچاس نامی پادری تھے۔ آخر موحدین کا فرقہ جو یسوع کو محض انسان اور رسول جانتا تھا غالب آیا۔ اسی دن بادشاہ نے یونی ٹیرین کا مذہب اختیار کیا اور چھ بادشاہ اس کے بعد موحد رہے۔ چنانچہ جس قیصر کو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا جس کا ذکر صحیح بخاری میں پہلے صفحہ میں ہی موجود ہے وہ بھی موحد ہی تھا اس نے قرآن کے اس مضمون پر اطلاع پا کر کہ مسیح صرف انسان ہے تصدیق کی جیسا کہ نجاشی نے بھی جو عیسائی بادشاہ تھا قسم کھا کر کہا کہ یسوع کا رتبہ اس سے ذرہ زیادہ نہیں جو قرآن نے اس کی نسبت لکھا ہے مگر نجاشی اس کے بعد کھلا کھلا مسلمان ہو گیا۔ منہ

بھی بستہ ہو گی نقضانہ معنا۔

اول ربانی فیصلہ کے لئے طریق یہ ہوگا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب جو پادری صاحبان مندرجہ ذیل میں سے منتخب کئے جائیں ٭ میدان مقابلہ کے لئے جو تراضی فریقین سے مقرر کیا جائے طیار ہوں۔ پھر بعد اس کے ہم دونوں معہ اپنی اپنی جماعتوں کے میدان مقررہ میں حاضر ہو جائیں اور خدائیتعالیٰ سے دُعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدائیتعالےٰ کی نظر میں کاذب اور مورد غضب ہے خدائیتعالےٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے جو اپنی غیرت کی رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذب قوموں پر کیا کرتا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرعون پر کیا۔ نمرود پر کیا اور نوح کی قوم پر کیا اور یہود پر کیا۔ حضرات پادری صاحبان یہ بات یاد رکھیں کہ اس باہمی دُعا میں کسی خاص فریق پر نہ لعنت ہے نہ بددُعا ہے۔ بلکہ اس جھوٹے کو سزا دلانے کی غرض سے ہے جو اپنے جھوٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک جہاں کے زندہ ہونے کے لئے ایک کا مرنا بہتر ہے۔ پادری صاحبان خوب جانتے ہیں کہ جھوٹوں پر یسوع نے بھی بددعائیں کی ہیں۔ چنانچہ یسوع متی باب ۲۳ میں یہود کے علماء کو مخاطب کرکے کہتا ہے "اے سانپو اور سانپ کے بچو تم جہنم کے عذاب سے کیونکر بھاگو گے۔ ۳۶ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا یعنی عذاب۔ اور باب ۲۳ آیت ۱۳ میں یسوع بار بار جھوٹوں مکاروں کی تباہی چاہتا ہے اور ویل کا لفظ استعمال کرتا ہے جو ہمیشہ بددُعا کے لئے آتا ہے غرض ایسا جھوٹا جو جھوٹ کو کسی طرح چھوڑنا نہ چاہے اس کا وجود تمام فتنوں سے زیادہ فتنہ ہے اور فتنہ کو ہر یک طرح سے فرو کرنا راستبازوں کا فرض ہے۔ پس جس حالت میں عیسائی

٭ نوٹ۔ ان صاحبوں میں سے کوئی منتخب ہونا چاہیئے۔ اول ڈاکٹر مارٹین کلارک۔ دوسرے پادری عماد الدین۔ پھر پادری ٹھاکر داس یا حسام الدین بمبئی یا صفدر علی بھنڈارہ یا طامس اول یا فتح مسیح بشرط منظوری دیگران۔

نہایت غلو سے کہتے ہیں کہ دین اسلام انسان کا افترا ہے اور اہل اسلام دلی یقین رکھتے ہیں کہ عیسائی درحقیقت انسان پرست ہیں تو کیا لازم نہیں ہے کہ جس طرح ہو سکے یہ بات فیصلہ پا جائے۔

ہم نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی بُت پرستی اور رام پرستی سے کم نہیں اور مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ مگر کیا کبھی آپ لوگوں نے توجہ کی۔ یوں تو آپ لوگ تمام دُنیا کے مذہبوں پر حملہ کر رہے ہیں مگر کبھی اپنے اس مثلث خدا کی نسبت بھی کبھی غور کی۔ کبھی یہ خیال آیا کہ وہ جو تمام عظمتوں کا مالک ہے اس پر انسان کی طرح کیونکر دُکھ کی مار پڑ گئی۔ کبھی یہ بھی سوچا کہ خالق نے اپنی ہی مخلوق سے کیونکر مار کھا لی۔ کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ بندے ناچیز اپنے خدا کو کوڑے ماریں، اس کے مُنہ پر تھوکیں اس کو پکڑیں اس کو سُولی دیں اور وہ مقابلہ سے عاجز رہ جائے بلکہ خدا کہلا کر پھر اس پر موت بھی آجائے۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ تین مجسّم خدا ہوں۔ ایک وہ مجسّم جس کی شکل پر آدم ہوا۔ دوسرا یسُوع تیسرا کبوتر* اور تینوں میں سے ایک بچہ والا اور دو لاولد۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ خدا شیطان کے پیچھے پیچھے چلے اور شیطان اس سے سجدہ چاہے اور اس کو دُنیا کی طمع دے۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہ شخص جس کی ہڈیوں میں خدا گھسا ہوا تھا ساری رات رو رو کر دُعا کرتا رہا اور پھر بھی استجابتِ دُعا سے محروم اور بے نصیب ہی رہا۔ کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ خدائی کے ثبوت کے لئے یہود کی کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ یہود اس عقیدہ پر ہزار لعنت بھیجتے ہیں اور سخت انکاری ہیں۔ اور کوئی ان میں ایسا فرقہ نہیں جو تثلیث کا قائل ہو۔ اگر یہود کو موسیٰ سے آخری نبیوں تک یہی تعلیم دی جاتی تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ لاکھوں آدمی جو بہت سے فرقوں میں منقسم تھے اس تعلیم کو سب کے سب بھول

---

* نوٹ۔ عیسائی صاحبان کبوتروں کو شوق سے کھاتے ہیں حالانکہ کبوتر ان کا دیوتا ہے۔ اُن سے ہندو اچھے رہے کہ اپنے دیوتا بیل کو نہیں کھاتے۔ منہ

جاتے۔ کیا یہ بات سوچنے کے لائق نہیں کہ عیسائیوں میں قدیم سے ایک فرقہ موحد بھی ہے جو قرآن شریف کے وقت میں بھی موجود تھا اور وہ فرقہ بڑے زور سے اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ تثلیث کا گندہ مسئلہ صرف تیسری صدی کے بعد نکلا ہے اور اب بھی اس فرقہ کے لاکھوں انسان یورپ اور امریکہ میں موجود ہیں اور ہزارہا کتابیں ان کی شائع ہو رہی ہیں پس جبکہ اس قدر ملزم ہو کر پھر بھی پادری صاحبان اپنی بدزبانیوں سے باز نہیں آتے تو کیا اس وقت خدا کے فیصلہ کی حاجت نہیں؟ ضرور حاجت ہے تا جو جھوٹا ہے ہلاک ہو جائے۔ جو گروہ جھوٹا ہوگا اب بلاشبہ بھاگ جائے گا اور جھوٹے بہانوں سے کام لے گا۔

سو اے پادری صاحبان دیکھو کہ میں اس کام کے لئے کھڑا ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ خدا کے حکم سے اور خدا کے فیصلہ سے سچے اور جھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے تو آؤ تا ہم ایک میدان میں دعاؤں کے ساتھ جنگ کریں تا جھوٹے کی پردہ دری ہو۔ یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور بیشک وہ قادر موجود ہے اور وہ ہمیشہ صادقوں کی حمایت کرتا ہے سو ہم دونوں میں سے جو صادق ہوگا خدا ضرور اس کی حمایت کرے گا۔ یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص خدا کی نظر میں ذلیل ہے وہ اس جنگ کے بعد ذلت دیکھے گا اور جو اُس کی نظر میں عزیز ہے وہ عزت پائے گا۔

آتھم کے مقدمہ میں دیکھ چکے ہو کہ باوجود اُس کے بہت سے منصوبوں کے پھر آخر حق ظاہر ہو گیا۔ کیا تمہارے دل قبول نہیں کر گئے کہ آتھم کا قسم سے انکار کرنا اور حملوں کا ثبوت دینے سے انکار کرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ اُس نے ضرور الہامی شرط کے موافق حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ باوجود اس کے کہ ملامتی اشتہاروں کی بہت ہی اُس کو مار پڑی مگر وہ اس الزام سے اپنے تئیں بری نہ کر سکا جو اس کے اقرار خوف اور بے ثبوت ہونے عذر حملوں سے اس پر وارد ہو چکا تھا یہانتک کہ اُس موت نے اس کو آپکڑا جس سے وہ ڈرتا رہا اور ضرور تھا کہ وہ انکار کے بعد جلد مرتا کیونکہ خدا فرماتا

کی پاک پیشگوئیوں کی رُو سے یہی سزا اُس کے لئے ٹھہر چکی تھی سو اس خدا سے خوف کرو جس نے آتھم کو بڑی سرگردانیوں کے گرداب میں ڈال کر آخر اپنے وعید کے موافق ہلاک کر دیا۔ خدا کی کھلی کھلی پیشگوئیوں سے منہ پھیرنا بدطینتوں کا کام ہے نہ نیک لوگوں کا۔ اور جھوٹ کے مُردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا یہ کتّوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا۔ میاں حسام الدین عیسائی لکھتے ہیں کہ آتھم چار دن تک بیہوش رہا مگر وہ اس کا بھید نہیں بیان کر سکے کہ کیوں چار دن تک بیہوش رہا سو جاننا چاہیئے کہ یہ چار دن کی سخت جاں کندن کے اُن چار افتراؤں کی اسی دُنیا میں اُس کو سزا دی گئی تھی جس نے زہر خورانی کے اقدام کا افترا کیا۔ سانپ چھوڑنے کا افترا کیا۔ لودیانہ اور فیروزپور کے حملہ کا افترا کیا۔ اور عیسائیوں کے خوش کرنے کے لئے اصل وجہ خوف کو چھپایا۔ سو عیسائیوں کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی شرم کی جگہ نہیں کہ آتھم اُن کے مذہب کے جھوٹا ہونے پر گواہی دے گیا اب اگر آتھم کی گواہی پر اعتبار نہیں تو اس نئے طریق سے دوبارہ حجت اللہ کو پُورا کر لینا چاہیئے اور اس نئے طریق میں کوئی شرط بھی نہیں سیدھی بات ہے کہ اگر باہم دُعا کرنے کے بعد جس کے ساتھ فریقین کی طرف سے آمین بھی ہوگی میرے مقابل کا شخص ایک سال تک خدا تعالیٰ کے فوق العادت عذاب سے بچ گیا تو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں تاوان مذکورہ بالا ادا کروں گا۔

اور میں حضرات پادری صاحبوں کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اس طرح کا طریق دُعا اُن کے مذہب اور اعتقاد سے ہرگز منافی نہیں۔ اور حضرت یسوع صاحب نے باب ۲۳ آیت ۱۳ متی میں خود اس طریق کو استعمال کیا ہے اور ویل کے لفظ سے فقیہوں اور فریسیوں پر بددعا کی ہے۔ اب اگر عیسائی صاحبان کوئی اور لفظ استعمال کرنے سے تامّل کریں تو وَیل کے لفظ کو ہی استعمال کرنا تو خود ان پر واجب ہے کیونکہ ان کے مُرشد اور ہادی نے بھی یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ وَیل کے معنی سختی اور لعنت اور ہلاکت کے ہیں۔ سو ہم دونوں اس طرح پر دُعا کریں گے کہ اے خدائے قادر اس وقت ہم بالمقابل دو فریق کھڑے ہیں۔ ایک فریق

یسوع ابن مریم کو خدا کہتا اور نبی اسلام کو سچا نبی نہیں جانتا اور دوسرا فریق عیسیٰ بن مریم کو رسول مانتا اور محض بندہ اس کو یقین رکھتا اور پیغمبر اسلام کو درحقیقت سچا اور یہود اور نصاریٰ میں فیصلہ کرنے والا جانتا ہے سو ان دونوں فریق میں سے جو فریق تیری نظر میں جھوٹا ہے اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر اور اس پر اپنا وبال نازل کر۔ اور چاہیئے کہ ایک فریق جب دعا کرے تو دوسرا آمین کہے اور جب وہ فریق دعا کرے تو یہ فریق آمین کہے۔

اور میری دلی مراد ہے کہ اس مقابلہ کے لئے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو منتخب کیا جائے کیونکہ وہ موٹا اور جوان عمر اور اوّل درجہ کا تندرست اور پھر ڈاکٹر ہے۔ اپنی عمر درازی کا تمام بندوبست کر لے گا یقیناً ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب ضرور ہماری اس درخواست کو قبول کر لیں گے۔ کیونکہ انہیں یسوع ابن مریم کے خدا بنانے کا بہت شوق ہے اور سخت نامردی ہوگی کہ اب وہ اس وقت بھاگ جائیں اور اگر وہ بھاگ جائیں تو پادری عمادالدین صاحب اس مقابلہ کے لائق ہیں جنہوں نے ابن مریم کو خدا بنانے کے لئے ہر ایک انسانی چالاکی کو استعمال کیا اور آفتاب پر تھوکا ہے اور اگر وہ بھی اس خوف سے بھاگ گئے کہ خدا کا وبال ضرور نہیں کھا جائے گا۔ تو حسام الدین یا صفدر علی یا ٹھاکر داس یا طامس ہاول اور یا آخر فتح مسیح اس میدان میں آوے یا کوئی اور پادری صاحب نکلیں اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد دو ماہ تک کوئی بھی نہ نکلا اور صرف شیطانی عذر بہانہ سے کام لیا تو پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادریوں کے جھوٹے ہونے پر مہر لگ جائے گی۔ اور پھر خدا اپنے طور سے جھوٹ کی بیخ کنی کرے گا۔ یاد رکھو کہ ضرور کرے گا کیونکہ وقت آ گیا۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

میرزا غلام احمد از قادیان

۱۴ر ستمبر ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے انجام آتھم کے ۳۱ لغایت ۳۴ صفحہ پر ہے)

(۱۴۸)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(رسالہ دعوت قوم)

(مندرجہ انجام آتھم صفحہ ۴۵ تا ۷۲)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اشتہار مُبَاہلہ

بغرض دعوت ان مسلمان مولویوں کے جو اس عاجز کو کافر اور کذّاب اور مفتری اور دجّال اور جہنمی قرار دیتے ہیں

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے

چونکہ علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے زیادہ گذر گیا ہے اور نہ فقط علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغوا سے ہزارہا ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں اگرچہ اس تمام فتنہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر مسلمانوں میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوٰی کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر تحقیق اور تنقیح کے اس پر ایمان لے آئے۔ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادتمند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افتراء ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ گویا ہمیں معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے یا ہم خود دعوٰی نبوت کرتے

ہیں یا نعوذ باللہ حضرت سیدالمرسلین محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے یا ملائک سے انکاری یا حشر و نشر وغیرہ اصول عقائد اسلام سے منکر ہیں یا صوم و صلوٰۃ وغیرہ ارکان اسلام کو نظر استخفاف سے دیکھتے یا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ گواہ ہے کہ ہم ان سب باتوں کے قائل ہیں اور ان عقائد اور ان اعمال کے منکروں کو ملعون اور خسر الدنیا والآخرہ یقین رکھتے ہیں۔

اگر ہمیں ہمارے دعوٰی کے موافق قبول کرنے کے لئے یہی مابہ النزاع ہے تو ہم بلند آواز سے بار بار سُناتے ہیں کہ ہمارے یہی عقائد ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے جس کے لئے یہ اشتہار مباہلہ لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف فرما کر اس صدی چہار دہم کا مجدد قرار دیا ہے اور ہر یک مجدد کا بلحاظ حالت موجودہ زمانہ کے ایک خاص کام ہوتا ہے جس کے لئے وہ مامور کیا جاتا ہے۔ سو اس سُنّت اللہ کے موافق یہ عاجز صلیبی شوکت کے توڑنے کے لئے مامور ہے یعنی خدا تعالےٰ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر کیا گیا ہے کہ جو کچھ عیسائی پادریوں نے کفارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دُنیا میں پھیلایا ہے اور خدائے واحد لاشریک کی کسر شان کی ہے۔ یہ تمام فتنہ سچے دلائل اور روشن براہین اور پاک نشانوں کے ذریعہ سے فرو کیا جائے۔ اس بات کی کس کو خبر نہیں کہ دُنیا میں اس زمانہ میں ایک ہی فتنہ ہے جو کمال کو پہنچ گیا ہے اور الٰہی تعلیم کا سخت مخالف ہے یعنی کفارہ اور تثلیث کی تعلیم جس کو صلیبی فتنہ کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے کیونکہ کفارہ اور تثلیث کے تمام اغراض صلیب کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے اور اس نے ابتداء سے اپنے نبی مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خبر دی تھی کہ جس شخص کی ہمّت اور دُعا اور قوت بیان

اور تاثیر کلام اور انفاس کا فرکش سے یہ فتنہ فرو ہوگا اسی کا نام اُس وقت عیسیٰ اور مسیح موعود ہوگا۔

اگرچہ وہ پیشگوئیاں بہت سے نازک اور لطیف استعارات سے بھری پڑی ہیں مگر اُن میں جو نہایت واضح اور کھلا کھلا اور موٹا نشان مسیح موعود کے بارے میں لکھا گیا ہے وہ کسر صلیب ہے یعنی صلیب کو توڑنا۔ یہ لفظ ہر یک عقلمند کے لئے بڑی غور کے لایق ہے اور یہ صاف بتلا رہا ہے کہ وہ مسیح موعود عیسائیت کے موجزن فتنہ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا نہ کسی اَور زمانہ میں۔ کیونکہ صلیب پر سارا مدار نجات کا رکھنا کسی اور دجّال کا کام نہیں ہے۔ یہی گروہ ہے جو صلیبی کفارہ پر زور دے رہا ہے اور اس کو فروغ دینے کے لئے ہر ایک دجل کو کام میں لا رہا ہے۔

دجّال بہت گذرے ہیں اور شاید آگے بھی ہوں مگر وہ دجّال اکبر جن کا دجل خدا کے نزدیک ایسا مکروہ ہے کہ قریب ہے جو اس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ یہی گروہ مشتِ خاک کو خدا بنانے والا ہے۔ خدا نے یہودیوں اور مشرکوں اور دوسری قوموں کے طرح طرح کے دجل قرآن شریف میں بیان فرمائے مگر یہ عظمت کسی کے دجل کو نہیں دی کہ اس دجل سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ پس جس گروہ کو خدا نے اپنے پاک کلام میں دجّال اکبر ٹھہرایا ہے ہمیں نہیں چاہیئے کہ اس کے سوا کسی اور کا نام دجّال اکبر رکھیں۔ نہایت ظلم ہوگا کہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور دجّال اکبر تلاش کیا جائے۔

یہ بات کسی پہلو سے درست نہیں ٹھہر سکتی کہ حال کے پادریوں کے سوا کوئی اَور بھی دجّال ہے جو اُن سے بڑا ہے کیونکہ جبکہ خدا نے اپنی پاک کلام میں سب سے بڑا یہی دجّال بیان فرمایا ہے تو نہایت بے ایمانی ہوگی کہ خدا کی کلام کی مخالفت کر کے کسی اَور کو بڑا دجّال ٹھہرایا جائے۔ اگر کسی ایسے دجّال کا کسی وقت وجود ہو سکتا تو خدا تعالیٰ جس کا علم ماضی اور حال اور مستقبل پر محیط ہے اسی کا نام دجّال اکبر رکھتا نہ ان کا نام۔ پھر یہ

نشان دجّال اکبر کا جو حدیث بخاری کے صریح اس اشارہ سے نکلتا ہے کہ یکسر الصّلیب صاف بتلا رہا ہے کہ اس دجّال اکبر کی شان میں سے یہ ہوگا کہ وہ مسیح کو خدا ٹھہرائے گا اور مدار نجات صلیب پر رکھے گا۔

یہ بات عارفوں کے لئے نہایت خوشی کا موجب ہے کہ اس جگہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا تظاہر ہو گیا ہے جس سے تمام حقیقت اس متنازعہ فیہ مسئلہ کی کھل گئی کیونکہ قرآن نے تو اپنے صریح لفظوں میں دجّال اکبر پادریوں کو ٹھہرایا اور اُن کے دجل کو ایسا عظیم الشّان دجل قرار دیا کہ قریب ہے جو اس سے زمین و آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور حدیث نے مسیح موعود کی حقیقی علامت یہ بتلائی کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہوگا اور وہ دجّال اکبر کو قتل کرے گا۔ ہمارے نادان مولوی نہیں سوچتے کہ جبکہ مسیح موعود کا خاص کام کسر صلیب اور قتل دجّال اکبر ہے اور قرآن نے خبر دی ہے کہ وہ بڑا دجل اور بڑا فتنہ جس سے قریب ہے کہ نظام اس عالم کا درہم برہم ہو جائے اور خاتمہ اس دنیا کا ہو جائے وہ پادریوں کا فتنہ ہے تو اس سے صاف طور پر کھل گیا کہ پادریوں کے سوا اور کوئی دجّال اکبر نہیں ہے۔ اور جو شخص اب اس فتنہ کے ظہور کے بعد اَور کی انتظار کرے وہ قرآن کا مکذّب ہے۔

اور نیز جبکہ لغت کی رُو سے بھی دجّال ایک گروہ کا نام ہے جو اپنے دجل سے زمین کو پلید کرتا ہے اور حدیث کی رو سے نشان دجّال اکبر کا حمایت صلیب ٹھہرا تو باوجود اس کھلی کھلی تحقیق کے وہ شخص نہایت درجہ کور باطن ہے کہ جو اب بھی حال کے پادریوں کو دجّال اکبر نہیں سمجھتا۔ ایک اَور بات ہے جس سے ہمارے نادان مولوی اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اس بات کے خود قائل ہیں کہ دجّال معہود کا بجز حرمین کے تمام زمین پر تسلّط ہو جائے گا۔ سو اگر دجّال سے مراد کوئی اور رکھا جائے تو یہ حدیث قرآن کی صریح پیشگوئی سے مخالف ہو جائیگی کیونکہ قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا

ہے کہ قیامت تک زمین پر غلبہ اور تسلط دو قوموں میں سے ایک قوم کا ہوتا رہے گا۔ یا اہل اسلام کا یا نصاریٰ کا۔ پس قرآن کے رُو سے ایسے دجّال کو جو اپنی خدائی کا دعویٰ لے کر آئے گا زمین پر قدم رکھنے کی جگہ نہیں اور قرآن اس کو وجود کو روکتا ہے۔ ہاں استعارہ کے طور پر نصاریٰ کا دعویٰ خدائی ثابت ہے کیونکہ چاہتے ہیں کہ کلوں کے زور سے تمام زمین و آسمان کو اپنے قابو میں کرلیں یہانتک کہ مینہ برسانے کی قدرت بھی حاصل ہو جائے۔ پس اس طرح پر وہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

غرض یہ وہ امور ہیں جن کو حال کے مولوی نہیں سمجھتے اور اہل اسلام میں انہوں نے بڑا بھاری فتنہ اور تفرقہ ڈال رکھا ہے اور نہایت بیہودہ اور رکیک تاویلات سے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے مونہہ پھیر رہے ہیں۔ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اہل حدیث ہیں مگر اب تو انہوں نے قرآن کو بھی چھوڑا اور حدیث کو بھی۔ سو جبکہ مَیں نے دیکھا کہ قرآن شریف اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُن کے دلوں میں عظمت نہیں اور جلیل الشان اکابر آئمہ کی شہادت بھی جیسا کہ امام بخاری اور ابن حزم اور امام مالک کی شہادت جو حضرت عیسٰی کے فوت ہو جانے کی نسبت بار بار لکھی گئی ہے ان کے نزدیک کچھ چیز نہیں ہے۔ مجھ کو اس پہلو سے بکلّی نومیدی ہوئی کہ وہ منقولی بحث و مباحثہ کے ذریعہ سے ہدایت پاسکیں* پس خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ مَیں دوسرا پہلو اختیار کروں جو اصل بنیاد میرے دعوے کی ہے یعنی اپنے سچے ملہم ہونے کا ثبوت کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر وہ لوگ مجھے خدائے تعالےٰ کی طرف سے سچا ملہم سمجھتے اور میرے الہامات کو میرا ہی افترا یا شیطانی وساوس خیال نکرتے تو اس قدر سبّ اور شتم اور

*حاشیہ۔ منقولی بحث مباحثہ کی کتابیں جو میری طرف سے چھپی ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے جو درحقیقت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور دوبارہ آنا ان کا بطور بروز مراد ہے نہ بطور حقیقت۔ وہ یہ ہیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ اتمام الحجہ۔ تحفہ بغداد۔ حمامۃ البشریٰ۔ نور الحق دو حصہ۔ کرامات الصادقین۔ سر الخلافہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔

ہنسی اور ٹھٹھا اور تکفیر اور بدتہذیب کے ساتھ پیش نہ آتے بلکہ اپنے بہت سے ظنون فاسدہ کا حُسن ظن کے غلبہ سے آپ فیصلہ کر لیتے کیونکہ کسی کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کے یقین کے بعد وہ مشکلات ہرگز پیش نہیں آتیں کہ جو اس حالت میں پیش آتی ہیں کہ انسان کے دل پر اس کے کاذب ہونے کا خیال غالب ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے میری سچائی کے سمجھنے کے لئے بہت سے قرائن واضح ان کو عطا کئے تھے۔ میرا دعویٰ صدی کے سر پر تھا۔ میرے دعویٰ کے وقت میں خسوف کسوف ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ میرے دعویٰ الہام پر پورے بیس برس گذر گئے اور مفتری کو اس قدر مہلت نہیں دی جاتی۔ میری پیشگوئی کے مطابق خدا نے آتھم کو کچھ مہلت بھی دی اور پھر مار بھی دیا۔ مجھ کو خدا نے بہت سے معارف اور حقائق بخشے اور اس قدر میری کلام کو معرفت کے پاک اسرار سے بھر دیا کہ جب تک انسان خدائیتعالیٰ کی طرف سے پورا تائید یافتہ نہ ہو اس کو یہ نعمت نہیں دی جاتی لیکن مخالف مولویوں نے ان باتوں میں سے کسی بات پر غور نہیں کی۔

سو اب چونکہ تکذیب اور تکفیر ان کی انتہا تک پہنچ گئی اس لئے وقت آگیا کہ خدائے قادر اور علیم اور خبیر کے ہاتھ سے جھوٹے اور سچے میں فرق کیا جائے۔ ہمارے مخالف مولوی اس بات کو جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایسے شخص سے کس قدر بیزاری ظاہر کی ہے جو خدائیتعالیٰ پر افترا باندھے یہانتک کہ اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ اگر بعض قول میرے پر افترا کرتا تو مَیں فی الفور پکڑ لیتا اور رگ جان کاٹ دیتا غرض خدا تعالےٰ پر افترا کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں الہام مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے حالانکہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ایک ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کی سزا میں صرف جہنم کی ہی وعید نہیں بلکہ قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری اسی دُنیا میں دست بدست سزا پا لیتا ہے اور خدائے قادر وغیور کبھی اس کو امن میں نہیں چھوڑتا اور اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے۔ اگر ان مولویوں کا دل تقویٰ کے رنگ

سے کچھ بھی رنگین ہوتا اور خدا تعالیٰ کی عادتوں اور سُنتوں سے ایک ذرہ بھی واقف ہوتے تو اُن کو معلوم ہوتا کہ ایک مفتری کا اس قدر دراز عرصہ تک افترا میں مشغول رہنا بلکہ روزبروز اس میں ترقی کرنا اور خدا تعالیٰ کا اس کے افترا پر اس کو نہ پکڑنا بلکہ لوگوں میں اس کو عزّت دینا دلوں میں اس کی قبولیت ڈالنا اور اس کی زبان کو چشمہ حقائق و معارف بنانا یہ ایک ایسا امر ہے کہ جب سے خدا تعالیٰ نے دُنیا کی بنیاد ڈالی ہے اس کی نظیر ہرگز نہیں پائی جاتی۔ افسوس کہ کیوں یہ منافق مولوی خدا تعالیٰ کے احکام اور مواعید کو عزّت کی نظر سے نہیں دیکھتے کیا اُن کے پاس حدیث یا قرآن شریف سے کوئی نظیر موجود ہے کہ ایک ایسے خبیث طبع مفتری کو خدا تعالیٰ نہ پکڑے جو اس پر افترا پر افترا باندھے اور جھوٹے الہام بنا کر اپنے تئیں خدا کا نہایت ہی پیارا ظاہر کرے اور محض اپنے دل سے شیطانی باتیں تراش کر اس کو عمداً خدا کی وحی قرار دیوے اور کہے کہ خدا کا حکم ہے کہ لوگ میری پیروی کریں اور کہے کہ خدا مجھے اپنے الہام میں فرماتا ہے کہ تو اس زمانہ میں تمام مومنوں کا سردار ہے حالانکہ اس کو کبھی الہام نہ ہوا ہو۔ اور نہ کبھی خدا نے اس کو مومنوں کا سردار ٹھہرایا ہو اور کہے کہ مجھے خدا مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ تو ہی مسیح موعود ہے جس کو میں کسر صلیب کے لئے بھیجتا ہوں حالانکہ خدا نے کوئی ایسا حکم اس کو نہیں دیا اور نہ اس کا نام عیسیٰ رکھا۔ اور کہے کہ خدا تعالیٰ مجھے مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ مجھ سے تو ایسا ہے جیسا کہ میری توحید۔ تیرا مقام قرب مجھ سے وہ ہے جس سے لوگ بے خبر ہیں۔ حالانکہ خدا اس کو مفتری جانتا ہے۔ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور مردودوں اور مخذولوں کے ساتھ اس کا حصہ قرار دیتا ہے۔ پھر کیا یہی خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ایسے کذّاب اور بیباک مفتری کو جلد نہ پکڑے یہانتک کہ اس افترا پر بیس برس سے زیادہ عرصہ گذر جائے۔

کون اس کو قبول کر سکتا ہے کہ وہ پاک ذات جس کے غضب کی آگ وہ صاعقہ ہے کہ ہمیشہ جھوٹے ملہموں کو بہت جلد کھاتی رہی ہے اس لمبے عرصہ تک اس جھوٹے

کو چھوڑ دے جس کی نظیر دُنیا کے صفحہ میں مل ہی نہیں سکتی۔ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا یعنی اس سے زیادہ تر ظالم اَور کون ہے جو خدا تعالیٰ پر جھوٹھ باندھے۔ بیشک مُفتری خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والا جلد مارا جاتا ہے۔

سو ایک تقویٰ شعار آدمی کے لئے یہ کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا بلکہ میرے ظاہر اور میرے باطن اور میرے جسم اور میری روح پر وہ احسان کئے جن کو مَیں شمار نہیں کر سکتا۔ مَیں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب مَیں بُوڑھا ہو گیا۔ اور ابتداء دعویٰ پر بیس برس سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا بہت سے میرے دوست اور عزیز جو مجھ سے چھوٹے تھے فوت ہو گئے اور مجھے اس نے عمر دراز بخشی اور ہر یک مشکل میں میرا متکفل اور متولّی رہا۔ پس کیا ان لوگوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں۔ اب بھی اگر مولوی صاحبان مجھے مفتری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر ایک اَور فیصلہ ہے۔ اور وہ یہ کہ مَیں اُن الہامات کو ہاتھ میں لے کر جن کو مَیں شائع کر چکا ہوں مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں۔ اس طرح پر کہ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کروں کہ مَیں درحقیقت اس کے شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور درحقیقت اس نے مجھے چہاردہم صدی کے سر پر بھیجا ہے کہ تا مَیں اس فتنہ کو فرو کروں کہ جو اسلام کے مخالف سب سے زیادہ فتنہ ہے اور اسی نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے اور کسر صلیب کے لئے مجھے مامور کیا ہے لیکن نہ کسی جسمانی حربہ سے بلکہ آسمانی حربہ سے۔ اور یہ سب اس کا کلام ہے۔ اور وہ خاص الہامات اس کے جو اس وقت مَیں مخالف مولویوں کو سُناؤں گا اُن میں سے بطور نمونہ چند الہامات اس جگہ لکھتا ہوں۔ ان میں سے بعض الہامات بیس برس کے عرصہ سے ہیں جو مختلف ترتیبوں اور کمی بیشی کے ساتھ بار بار القا ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

يَا عِيْسٰى الَّذِىْ لَا يُضَاعُ وَقْتُه ۔ اَنْتَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةٍ لَّا

اے وہ عیسٰی جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تو میری جناب میں وہ مرتبہ رکھتا ہے جس

يَعْلَمُهَا الْخَلْقُ ۔ اَنْتَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيْدِىْ وَتَفْرِيْدِىْ

کا لوگوں کو علم نہیں۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ ۔ هُوَالَّذِىْ اَرْسَلَ

سو وقت آگیا کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جائے اور مدد دیا جائے۔ وہ خدا جس نے اپنے رسول

رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه ۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ

کو ہدایت اور دین حق کیساتھ بھیجا تا اس دین کو سب دینوں پر غالب کرے۔ خدا کی پیشگوئیوں کو کوئی

اللّٰهِ ۔ قُلْ اِنِّىْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

بدل نہیں سکتا۔ کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔ وہ رحمٰن ہے جس نے قرآن سکھلایا

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَاءُ هُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۔ اِنَّا

تاکہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تاکہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔ ہم تیرے

كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ۔ قُلْ عِنْدِىْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ

لئے ٹھٹھا کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاتے

مُؤْمِنُوْنَ ۔ قُلْ عِنْدِىْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اِنَّ

ہو۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم قبول کرتے ہو میرے

مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ

ساتھ میرا خدا ہے وہ عنقریب مجھے کامیابی کی راہ دکھائیگا۔ ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو تا

اللّٰهُ ۔ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ ۔ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ

خدا بھی تم سے محبت کرے۔ کیا میں بتلاؤں کہ کن پر شیطان اُترا کرتے ہیں۔ ہر ایک جھوٹے مفتری پر اُترتے ہیں

اَثِیْم ۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ
ارادہ کرتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو کامل کریگا
لَوْکَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ۔ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ
اگرچہ کافر کراہت ہی کریں۔ عنقریب ہم ان کے دلوں پر رُعب ڈال دیں گے۔ جب خدا کی مدد اور فتح
وَالْفَتْحُ وَانْتَھٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ ۔ اِنِّیْ مَعَکَ
آئے گی اور زمانہ کا امر ہماری طرف رجوع کرے گا۔ کہا جائیگا کہ کیا یہ سچ نہ تھا میں تیرے ساتھ
کُنْ مَعِیْ اَیْنَمَا کُنْتَ کُنْ مَعَ اللّٰہِ حَیْثُمَا کُنْتَ ۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ
ہوں۔ میرے ساتھ ہو جہاں تو ہووے خدا کے ساتھ ہو جہاں تو ہووے۔ تم بہتر اُمت ہو جو لوگوں کے نفع
اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔ اِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا یَرْفَعُ اللّٰہُ ذِکْرَکَ ۔ وَیُتِمُّ
کے لئے نکالے گئے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے خدا تیرے ذکر کو بلند کریگا اور دُنیا اور
نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ یَا اَحْمَدُ یَتِمُّ اِسْمُکَ وَ
آخرت میں اپنی نعمت تیرے پر پوری کرے گا اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس
لَا یَتِمُّ اِسْمِیْ ۔ اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ ۔ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً
کے جو میرا نام پورا ہو۔ مَیں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں مَیں نے اپنی محبّت کو تجھ پر
مِنِّیْ ۔ شَانُکَ عَجِیْبٌ ۔ وَاَجْرُکَ قَرِیْبٌ ۔ اَلْاَرْضُ وَالسَّمَآءُ
ڈال دیا۔ تیری شان عجیب ہے۔ تیرا اجر قریب ہے زمین و آسمان تیرے
مَعَکَ کَمَا ھُوَ مَعِیْ* ۔ اَنْتَ وَجِیْہٌ فِیْ حَضْرَتِیْ ۔ اِخْتَرْتُکَ
ساتھ ہے جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ تو میری جناب میں وجیہ ہے۔ مَیں نے تجھے
لِنَفْسِیْ ۔ اَنْتَ وَجِیْہٌ فِی الدُّنْیَا وَحَضْرَتِیْ ۔ سُبْحَانَ
اپنے لئے چُن لیا تو دنیا اور میری جناب میں وجیہ ہے پاک ہے

*حاشیہ۔ ھُوَ کا ضمیر واحد باعتبار واحد فی الذہن یعنی مخلوق ہے اور ایسا محاورہ قرآن شریف میں بہت ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۵۲ حاشیہ)

اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ ۔ زَادَ مَجْدُکَ ۔ ینقطِع اٰبَاءُکَ وَیُبْدَءُ

وہ خدا جو بہت برکتوں والا اور بہت بلند ہے۔ تیری بزرگی کو اس نے زیادہ کیا۔ اب سے تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائیگا

مِنْکَ ۔ نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ وَ اُحْیِیْتَ بِالصِّدْقِ ۔ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ

اور خدا تجھ سے شروع کریگا۔ تو رُعب کیساتھ مدد دیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا۔ اے صدّیق

نُصِرْتَ ۔ وَقَالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۔ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَ

تو مدد دیا گیا۔ اور مخالف کہیں گے کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔ خدا نے تجھے ہم پر اختیار کر لیا۔

لَوْ کُنَّا کَارِھِیْنَ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ ۔ لَاتَثْرِیْبَ

اگرچہ ہم کراہت کرتے تھے۔ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے۔ آج تم پر اے رجوع

عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یغفر اللّٰہ لکم وَ ھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۔

کرنے والو کچھ سرزنش نہیں۔ خدا تمہیں بخش دے گا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَتْرُکَکَ حتّٰی یمیز الخبیث من الطَّیِّب ۔ وَاللّٰہُ

اور خدا ایسا نہیں کہ تجھے یونہی چھوڑ دے جب تک پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلائے۔ اور خدا

غَالِبٌ عَلیٰ اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ ۔ اِذَا جَآءَ

اپنے امر پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے جب خدا کی

نَصْرُ اللّٰہِ وَالفتحُ وَ تمّت کَلِمَۃُ رَبِّکَ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ

مدد اور فتح آئی اور اس کا کلمہ پورا ہوا کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس میں تم

بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۔ اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فخلقت اٰدَمَ ۔ سَوَّیْتُہٗ

جلدی کرتے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں تو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ میں نے

وَنفختُ فیہِ مِنْ رُّوْحِیْ ۔ یقیم الشریعۃ ویحی الدّین

اس کو برابر کیا اور اپنی رُوح اس میں پھونکی شریعت کو قائم کریگا اور دین کو زندہ کرے گا

وَلَوْکَانَ الْاِیمانُ معلّقا بالثریا لنالہٗ ۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ

اور اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تب بھی اسے پا لیتا۔ پاک ہے وہ جس نے

اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔ خلق اٰدم فاکرمہٗ جری اللہ فی حُلل الانبیاء

اپنے بندہ کو رات میں سیر کرایا۔ آدم کو پیدا کیا اور اس کو عزت دی۔ خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلّہ میں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللہِ رَدَّ عَلَیْھِمْ رَجُلٌ

وہ لوگ جو کافر ہو گئے اور خدا کی راہ سے روکنے لگے ایک فارسی الاصل آدمی نے ان کے

مِنْ فَارِسَ۔ شکر اللہُ سعیہ کتاب الولی ذوالفقار علیؑ

خیالات کو رد کیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکر گزار ہے۔ اس ولی کی کتاب ایسی ہے جیسے علی کی

یکادُ زیتہٗ یضیٓءُ ولو لم تمسسہُ نارٌ۔ خُذوا التَّوحِیْدَ

ذوالفقار۔ اس کا تیل یونہی چمکنے کو ہے اگرچہ آگ چھو بھی نہ جائے۔ توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو

التَّوحِیْدَ یا اَبْنَاءَ الفَارِسِ۔ اِنَّا اَنزلنٰہُ قریبًا من القادیان

اے فارس کے بیٹو ہم نے اس کو قادیان کے قریب اُتارا ہے

وَبالحقّ اَنزلنٰہ وبالحقّ نزل وکان امر اللہ مفعولًا۔ اَم

اور حق کے ساتھ اُتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اترا ہے اور جو خدا نے ٹھہرا رکھا تھا وہ ہونا ہی تھا۔

یقولون نحن جمیعٌ منتصِر۔ سیُھزم الجمعُ ویُولّون الدُّبُر۔

کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت انتقام لینے والی ہیں۔ سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ دکھلائیں گے۔

یا عبدی لا تخف اِنّی اسمع و اَرٰی۔ الم تر انّا ناتی الارض

اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہوں اور سُنتا ہوں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو کم

ننقصھا من اطرافھا۔ الم تر انّ اللہ علٰی کل شیٔ قدیر۔

کرتے چلے آتے ہیں اس کی طرفوں سے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے

صَلِّ علٰی محمدٍ و آلِ محمدٍ سید ولد اٰدم وخاتم النّبیین

محمد پر اور اس کے آل پر درود بھیج وہ بنی آدم کا سردار اور خاتم الانبیا ہے۔

انّکَ علٰی صراط مستقیم۔ فاصدع بما تومر و اعرض عن

تو صراط مستقیم پر ہے پس جو کچھ حکم ہوتا ہے کھول کر بیان کر اور جاہلوں سے

الجاہلین۔ وقالوا لولا نُزّل علیٰ رجلٍ من قریتین عظیم

کنارہ کر۔ اور کہتے ہیں کہ دو شہروں میں سے ایک بڑے آدمی کو خدا نے کیوں مامور

وقالوا انّیٰ لک ھٰذا ان ھٰذا لمکرٌ مکرتموہُ فی المدینۃ

نہ کیا۔ اور کہتے ہیں کہ تجھے کہاں یہ رتبہ یہ تو مکر ہے کہ مل جل کر بنایا گیا ہے۔

وَاَعانہٗ علیہ قومٌ اٰخرون۔ ینظرون الیک وھم لا یبصرون

اور کئی لوگوں نے اس مکر میں اس شخص کی مدد کی ہے۔ تجھے دیکھتے ہیں اور تو انہیں نظر نہیں آتا

اِعلموا انّ اللہ یحیی الارض بعد موتہا۔ وَمن کان للہ کان اللہُ

اے لوگو جان لو کہ زمین مر گئی تھی اور خدا پھر اسے نئے سرے زندہ کر رہا ہے۔ اور جو خدا کا ہو خدا اس کا

لہٗ۔ انّ اللہ مع الذین اتّقوا والذین ھم محسنون۔

ہو جاتا ہے۔ خدا اُن کے ساتھ ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکوکار ہیں۔

قالوا ان ھٰذا الّا اختلاق۔ قل ان افتریتہ فعلیّ اجرامٌ

کہتے ہیں کہ یہ تمام افترا ہے کہہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو یہ سخت گناہ میری گردن پر

شدید۔ انّک الیوم لدینا مکینٌ امین۔ وانّ علیک

ہے۔ آج تو ہمارے نزدیک بارتبہ اور امین ہے اور تیرے پر دین

رحمتی فی الدنیا والدین۔ وانّک من المنصورین۔

اور دنیا میں میری رحمت ہے اور تو مدد دیا گیا ہے

یحمدک اللہ من عرشہ۔ یحمدک اللہ ویمشی

خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا

الیک۔ الا انّ نصر اللہ قریب۔ کمثلک دُرٌّ لا یضاع۔

آتا ہے۔ خبردار خدا کی مدد قریب ہے تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا

بُشریٰ لک یا احمدی۔ انت مرادی ومعی۔ انّی

جاتا۔ تجھے خوشخبری ہو اے میرے احمد۔ تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ میں تیرا

نَاصِرُكَ۔ اِنِّیْ حَافِظُكَ۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اَكَانَ

مددگار ہوں۔ میں تیرا حافظ ہوں میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا کیا لوگوں

لِلنَّاسِ عَجَبًا۔ قُلْ ھُوَاللّٰهُ عَجِیْبٌ۔ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ

کو تعجب ہوا۔ کہہ وہ خدا عجیب ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں

عِبَادِہٖ۔ لَایُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ وَتِلْكَ

سے چن لیتا ہے۔ وہ اپنے کاموں میں پوچھا نہیں جاتا اور دوسرے پوچھے جاتے ہیں اور یہ

الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ۔ وَقَالُوْا اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔

دن ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ضرور افترا ہے۔

اِذَا نَصَرَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنَ جَعَلَ لَهٗ الْحَاسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ۔ قُلِ

خدا جب مومن کو مدد دیتا ہے تو زمین پر اس کے کئی حاسد بنا دیتا ہے۔ کہہ خدا

اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ۔ لَاتُخَاطُ اَسْرَارُ

ہے جس نے یہ الہام کیا۔ پھر ان کو چھوڑ دے تا اپنی کج فکریوں میں بازی کریں۔ اولیاء کے اسرار پر کوئی

الْاَوْلِیَاءِ۔ تَلَطَّفْ بِالنَّاسِ وَتَرَحَّمْ عَلَیْھِمْ۔ اَنْتَ فِیْھِمْ

احاطہ نہیں کر سکتا۔ لوگوں سے لطف کے ساتھ پیش آ اور ان پر رحم کر تو ان میں بمنزلہ

بِمَنْزِلَةِ مُوْسٰی۔ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ۔ وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ

موسیٰ کے ہے اور ان کی باتوں پر صبر کر اور منعم مکذبوں کی سزا مجھ پر

اُولِی النَّعْمَةِ۔ اَنْتَ مِنْ مَّآئِنَا وَھُمْ مِنْ فَشَلٍ ٭ وَاِذَا

چھوڑ دے۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے اور وہ لوگ فشل سے اور جب

٭ یہ جو فرمایا کہ تو ہمارے پانی میں سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔ اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی استقامت کا پانی تقوے کا پانی وفا کا پانی صدق کا پانی حُبّ اللہ کا پانی ہے جو خدا سے ملتا ہے۔ اور فشل بزدلی کو کہتے ہیں جو شیطان سے آتی ہے اور ہر ایک بے ایمانی اور بدکاری کی جڑ بزدلی اور نامردی ہے جب قوت استقامت باقی نہیں رہتی تو انسان گناہ کی طرف جھک جاتا ہے غرض فشل شیطان کی طرف سے ہے۔

قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ

ان کو کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ اچھے آدمی ایمان لائے تو جواب میں کہتے ہیں کہ کیا اس طرح ایمان

السُّفَهَاءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ۔

لائیں جیسا کہ سفیہ اور بیوقوف ایمان لائے خوب یاد رکھو کہ درحقیقت بیوقوف اور سفیہ یہی لوگ ہیں۔ مگر

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ قِيلَ

ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔ کہا گیا

ارْجِعُوا اِلَى اللّٰهِ فَلَا تَرْجِعُونَ۔ وَقِيلَ اسْتَحْوِذُوا فَلَا

کہ تم رجوع کرو سو تم نے رجوع نہ کیا۔ اور کہا گیا کہ تم اپنے وساوس پر غالب آ

تَسْتَحْوِذُونَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَكَ الْمَسِيحَ ابْنَ

جاؤ سو تم غالب نہ آئے۔ سب تعریف خدا کو ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔

مَرْيَمَ۔ اَلْفِتْنَةُ هٰهُنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ۔ تَبَّتْ

اس جگہ فتنہ ہے سو اولوالعزم لوگوں کی طرح صبر کر۔ ابی لہب

[illegible]

بقیہ حاشیہ۔ اور عقائد صالحہ اور اعمال طیبہ کا پانی خدا تعالیٰ کی طرف سے جب بچہ پیٹ میں پڑتا ہے تو اس وقت اگر بچہ سعید ہے اور نیک ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے اور اگر بچہ شقی ہے اور بد ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر شیطان کا سایہ ہوتا ہے اور شیطان اس میں شراکت رکھتا ہے اور بطور استعارہ وہ شیطان کی ذرّیت کہلاتی ہے اور جو خدا کے ہیں وہ خدا کے کہلاتے ہیں جن کو پہلی کتابوں میں بطور استعارہ ابناء اللہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ آدم اور یعقوب وغیرہ بہت سے نبیوں پر استعمال ہوا ہے اور انجیل میں مسیح ابن مریم پر بھی استعمال پایا ہے اور کسی کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں۔ صرف بلحاظ مذکورہ بالا استعمال پاتا رہا ہے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم کی نسبت احادیث سے جو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے مَس سے وہ اور اس کی ماں پاک ہے تو یہ لفظ اسی اظہار

يَدَا اَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ مَا كَانَ لَهٗ اَنْ يَدْخُلَ فِيْهَا اِلَّا خَائِفًا۔

کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہئیے تھا کہ وہ اس فتنہ میں دخل دیتا یعنی اس کا بانی ہوتا

وَمَا اَصَابَكَ فَمِنَ اللّٰهِ۔ اَلَا اِنَّهَا فِتْنَةٌ مِّنَ اللّٰهِ لِيُحِبَّ حُبًّا

مگر ڈرتے ہوئے اور تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی مگر اسی قدر جو خدا نے مقرر کی۔ خدا کی طرف سے ہے تا وہ تجھے بہت ہی پیار

جَمًّا۔ حُبًّا مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْاَكْرَمِ۔ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ

کرے۔ یہ خدا کا پیار کرنا ہے جو غالب اور بزرگ ہے اور یہ پیار وہ عطا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی

وقتُ الابتلاء و وقتُ الاصطفاء۔ ولا یُرَدُّ وقتُ العذاب

ابتلاء کا وقت ہے اور اصطفاء کا وقت ہے اور عذاب کا وقت مجرموں کے

عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ

سر پر سے کبھی نہیں ٹل سکتا۔ اور اسے اس مامور کی جماعت سست مت ہو جانا اور غم میں نہ پڑ جانا

الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا

اور بالآخر غلبہ تمہیں کو ہے اگر تم ایمان پر ثابت رہو گے یہ ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم چاہو اور وہ

بقیہ حاشیہ۔ کی غرض سے ہے کہ عیسٰی بن مریم کی ناجائز پیدائش نہیں جیسا کہ یہودیوں کا خیال ہے تا نطفہ پر شیطان کا سایہ مانا جائے بلکہ بلاشبہ برخلاف زعم یہودیوں کے وہ حلال زادہ تھا اور مریم بدکار عورت نہیں تھی۔ اس مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ شیطان کا سایہ جس کو مس اور اشتراک بھی کہتے ہیں جس کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ذریت شیطان ہے یا بائبل کے محاورہ کے رو سے نحاش کا بچہ ہے یعنی سانپ کا جو شیطان ہے صرف اس صورت میں کسی نطفہ پر پڑتا ہے جبکہ نطفہ ڈالنے والا اور وہ جس کے رحم میں نطفہ ٹھہرا نہایت بری حالت میں ہوں اور گناہ اور سخت دلی کی تاریکی اُن پر ایسی محیط ہو کہ کوئی گوشہ خالی نہ ہو اور فطرتی نور بالکل محجوب ہو اور ایسی صورت میں بچے نہایت خبیث پیدا ہوتے ہیں کیونکہ شیطان کے سایہ کے نیچے ان کا خاکہ بنتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کے بچے چور ڈاکو ہی نکلتے ہیں۔ اور راستبازوں کے راستباز۔ فتامّل۔ منہ +

وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وعسٰى اَنْ تكرهوا شيئًا و هُوَ خيرٌ لَّكُمْ واللّٰه

دراصل تمہارے لئے اچھی نہ ہو اور ایک چیز سے نفرت کرو اور وہ دراصل تمہارے لئے اچھی ہو اور خدا

يَعْلَمُ و انتم لَاتعلمُوْنَ ۔ كنتُ كنزًا مخفيًا فَاَحببتُ اَنْ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا سو میں نے چاہا کہ شناخت

اُعْرَف ۔ اِنَّ السَّمٰوٰت و الْاَرضَ كَانَتَا رتقًا ففتقنٰهُمَا

کیا جاؤں ۔ زمین و آسمان بندھے ہوئے تھے ۔ سو ہم نے دونوں کو کھول دیا ۔

و ان يتّخذُونَكَ اِلَّا هُزوًا ۔ اَهٰذا الّذِىْ بعث اللّٰه ۔ قُلْ

اور تجھے انہوں نے ایک ہنسی کی جگہ بنا رکھا ہے ۔ کیا یہی ہے جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ۔ کہہ

اِنَّمَا اَنَا بشرٌ مثلكم يُوحىٰ اِلَىَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

میں ایک آدمی ہوں تم جیسا ۔ مجھے خدا سے الہام ہوتا ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے ۔

وَالخير كلّه فى القرآن ۔ وَلَقَدْ لبثتُ فيكم عمرًا مِّنْ

اور تمام بھلائی قرآن میں ہے ۔ اور میں اس سے پہلے ایک مدت سے تم میں ہی

قبله اَفَلَا تعقلُون ۔ و قالُوا ان هٰذا اِلَّا افتراء ۔ قل

رہتا تھا کیا تمہیں میرے حالات معلوم نہیں ۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ باتیں افتراء ہیں کہہ

اِن هُدى اللّٰه هُوالهُدىٰ ۔ اَلَا اِنَّ حزب اللّٰه هُم

حقیقی ہدایت جس میں غلطی نہ ہو خدا کی ہدایت ہے اور خبردار رہو کہ خدا کا گروہ ہی آخر کار

الغالبون ۔ انّا فتحنا لك فتحًا مبينا ليغفر لك اللّٰه ما

غالب ہوتا ہے ہم نے تجھے کھلی فتح دی ہے تا تیرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف

تقدّم مِن ذنبك وما تاخّر ۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بكافٍ عَبْدَهٗ

ہو جائیں ۔ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے

فبرّاه اللّٰه ممّا قالُوا وكان عند اللّٰه وجيهًا ۔ وَاللّٰهُ مُوْهِن

سو خدا نے ان کے الزاموں سے اس کو بری کیا اور وہ خدا کے نزدیک وجیہہ ہے اور خدا کافروں

كَيْدَ الْكَاذِبِيْن۔ وَلِنَجْعَلَهُ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ

کے مکر کو سُست کر دے گا۔ اور ہم اس کو لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور رحمت کا نمونہ ہوگا اور

اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ تَمْتَرُوْن۔ يَا اَحْمَدُ

یہی مقدر تھا۔ یہ وہ سچا قول ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اے احمد

فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ۔ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ

رحمت تیرے لبوں پر جاری ہو رہی ہے۔ ہم نے تجھے بہت سے حقائق اور معارف اور برکات بخشے ہیں

لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ* يَاْتِيْ قَمَرُ الْاَنْبِيَاءِ

اور ذریت نیک عطا کی ہے سو خدا کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ تیرا بدگو بے خیر ہے یعنی خدا اسے بے نشان کر دیگا اور وہ نامراد رہیگا۔

وَاَمْرُكَ يَتَاَتّٰى۔ يَوْمَ يَجِيْءُ الْحَقُّ وَيُكْشَفُ الصِّدْقُ وَيَخْسَرُ

نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائیگا۔ اس دن حق آئیگا اور سچ کھولا جائے گا اور جو خسران میں ہیں ان

الْخَاسِرُوْن۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔ اَنْتَ مَعِيَ وَاَنَا مَعَكَ

خسران ظاہر ہو جائیگا۔ میری یاد میں نماز کو قائم کر تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں

سِرُّكَ سِرِّيْ۔ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ

تیرا بھید میرا بھید ہے۔ ہم نے تیرا وہ بوجھ اتار دیا جس نے تیری کمر توڑ دی۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ يُخَوِّفُوْنَكَ مِنْ دُوْنِهٖ۔ اَئِمَّةُ الْكُفْرِ۔

اور تیرے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔ تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ غَرَسْتُ لَكَ بِيَدِيْ رَحْمَتِيْ

مت ڈر غلبہ تجھی کو ہے میں نے اپنی رحمت اور قدرت کے درخت تیرے لئے

*حاشیہ یہ الہام کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اس وقت اس عاجز پر خدا تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ جب ایک شخص نو مسلم سعد اللہ نام نے ایک نظم گالیوں سے بھری ہوئی اس عاجز کی طرف بھیجی تھی اور اس میں اس عاجز کی نسبت اس ہندو زادہ نے وہ الفاظ استعمال کئے تھے

وقُدرتی ۔ لن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً

اپنے ہاتھ سے لگائے۔ خدا ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ کافروں کا مومنوں پر کچھ الزام ہو۔

ینصرک اللّٰہ فی مواطن ۔ کتب اللّٰہ لاغلبنّ انا و رُسُلی۔

خدا تجھے کئی میدانوں میں فتح دے گا ۔ خدا کا یہ قدیم نوشتہ ہے کہ میں اور میرے رسول غالب

لامبدّل لکلماتہ ۔ اللّٰہ الذی جعلک المسیح ابن

رہینگے۔ اس کے کلموں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ وہ خدا جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا

مریم ۔ قل ھٰذا فضل ربّی و انّی اُجرّد نفسی من ضروب

کہہ یہ خدا کا فضل ہے اور مَیں تو کسی خطاب کو نہیں

الخطاب ۔ یاعیسٰی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و

چاہتا۔ اے عیسٰی میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور

جاعل الذین اتّبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامۃ۔

تیرے تابعداروں کو تیرے مخالفوں پر قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔

بقیہ حاشیہ ۔ کہ جب تک ایک شخص درحقیقت شقی خبیث طینت فاسد القلب ہو ایسے الفاظ استعمال نہیں کرسکتا۔ اگرچہ ایسے لفظوں اور ایسی گالیوں میں جو دجّال کذّاب شیطان کافر اکفر مکّار کے نام سے ہیں اور دوسرے مولوی بھی اس کے ساتھ شریک ہیں بلکہ باطل پرست بطالوی جو محمد حسین کہلاتا ہے شریک غالب اور اعلےٰ الاعداء ہے ۔ لیکن اس ہندوزادہ کی خباثت فطرتی اس لئے سب سے بڑھ کر ہے کہ باوجود محض جاہل ہونے کے یہ شعر بھی اردو میں کہتا ہے اور شعروں میں گالیاں نکالتا ہے۔ اور نہایت بدگوئی سے افترا بھی کرتا ہے اور بہتان کے طور پر ایسی دشنام دہی کرتا ہے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب کے شاعر بے ایمان گالیاں نکالا کرتے تھے۔ سو یہ الہام اس کے اشتہار اور رسالہ کے پڑھنے کے وقت ہوا کہ انّ شانئک ھو الابتر۔ سو اگر اس ہندوزادہ بدفطرت کی نسبت ایسا وقوع میں نہ آیا اور وہ نامراد اور ذلیل اور رسوا نہ مرا تو سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں۔ منہ۔

نظر اللہ الیک معطراً۔ وقالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا

خدا نے تیرے پر خوشبودار نظر کی۔ اور لوگوں نے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو ایسے مفسد کو

قال انی اعلم مالا تعلمون۔ وقالوا کتاب ممتلیٔ من الکفر

اپنا خلیفہ بنائیگا۔ خدا نے کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تمہیں معلوم نہیں۔ اور لوگوں نے کہا کہ یہ کتاب کفر اور کذب سے

والکذب۔ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و

بھری ہوئی ہے۔ ان کو کہدے کہ آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں اور عزیزوں سمیت ایک جگہ

نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنة اللہ

اکٹھے ہوں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت

علی الکاذبین۔ سلام علی ابراھیم صافیناہ ونجیناہ

بھیجیں۔ ابراہیم یعنی اس عاجز پر سلام۔ ہم نے اس سے دلی دوستی کی اور غم سے

من الغم۔ تفردنا بذالک۔ یا داؤد عامل بالناس رفقا واحسانا

نجات دی۔ یہ ہمارا ہی کام تھا جو ہم نے کیا۔ اے داؤد لوگوں سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاملہ کر

تموت وانا راض منک واللہ یعصمک من الناس۔ کذبوا بایاتی و

تو اس حالت میں مریگا کہ میں تجھ سے راضی ہونگا۔ اور خدا تجھ کو لوگوں کے شر سے بچائیگا۔ انہوں نے میرے نشانوں کی

کانوا بھا یستھزؤن۔ فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک۔ امر

تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا۔ سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کریگا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائیگا

* **حاشیہ:** شیخ محمد حسین بٹالوی کا یہ اعتراض ہے کہ الہام کا یہ فقرہ کہ یردھا الیک خلاف محاورہ ہے کیونکہ ردّ کا لفظ اس صورت میں آتا ہے کہ ایک چیز اپنے پاس ہو پھر چلی جائے۔ اور پھر واپس آوے لیکن افسوس کہ اس کو بباعث کمی واقفیت علم زبان کے معلوم نہیں کہ یہ لفظ ادنیٰ تعلق کے ساتھ بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ اس کی کلام عرب میں ہزاروں مثالیں ہیں جن کے لکھنے کا اس مقام میں موقعہ نہیں۔ چونکہ اس جگہ قرابت قریبہ تھی اور نزدیک کے رشتہ کے تعلقات

مِّنْ لَّدُنَّا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ۔ زَوَّجْنَاکَھَا۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ

یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں۔ بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف

فَلَاتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔ لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ۔ اِنَّ

سے سچ ہے پس تو شک کرنے والا مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے تیرا رب جس

رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ اِنَّا رَادُّوْھَا اِلَیْکَ۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ

بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے کوئی نہیں جو اس کو روک سکے ہم اس کو واپس لانیوالے ہیں اس

غَیْرَ الْاَرْضِ۔ اِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ اِنَّمَا

دن زمین دوسری زمین بنائی جائیگی۔ جب صور میں پھونکا گیا تو کوئی رشتہ ان میں باقی نہیں رہے گا۔ خدا ان کو

یُؤَخِّرُھُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَاءِ

ایک مقررہ وقت تک مہلت دے رہا ہے جو نزدیک وقت ہے۔ نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا

وَ اَمْرُکَ یَتَاَتّٰی۔ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ۔ تَوَجَّھْتُ لِفَصْلِ

کام حاصل ہو جائیگا یہ سخت دن ہے آج میں فیصلہ کرنے

الْخِطَابِ۔ اِنَّا رَادُّوْھَا اِلَیْکَ۔ اِنِ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْھَا۔

کے لئے متوجہ ہوا۔ ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے۔ اگر تیری طرف پناہ ڈھونڈے تو پناہ دیدے

وَلَاتَخَفْ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ

اور مت خوف کر ہم اس کی پہلی خصلت پھر اس میں ڈال دیں گے۔ ہم نے تجھ کو کھلی کھلی

بقیہ حاشیہ۔ نے اپنے پاس کے حکم میں اس کو کیا ہوا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسا لفظ استعمال کیا جو ان چیزوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے جو اپنے پاس سے چلی جائیں اور پھر واپس آویں۔ ہاں اس جگہ یہ نہایت لطیف اشارہ تھا کہ خدا نے یردّھا کا لفظ استعمال کیا تا معلوم ہو کہ اول اس کا اپنے پاس سے بے تعلق لوگوں میں چلے جانا ضروری ہے۔ پھر واپس آنا تقدیر مثل ہے۔ فقط۔ منہ ◆

فتحًا مُبینًا۔ یا نُوح اسر رُؤیاک۔ وقالُوا متیٰ ھٰذا

فتح دی اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔ اور کہا لوگوں نے کہ یہ وعدہ کب

الوعدُ۔ قُل اِنَّ وعد اللّٰہ حقّ۔ انتَ مِعیَ وَانا معکَ۔

ہوگا کہہ خدا کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔ تُو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں

وَلَا یَعلمُون الّا المسترشدُون۔ لَاتیئَس مِن رَّوح

اور اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں۔ خدا کے فضل سے نومید

اللّٰہ۔ اُنظر الیٰ یُوسُفَ واقبالہٖ۔ اطّلع اللّٰہ علیٰ ھمّہٖ

مت ہو۔ یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو خدا اس کے ای آتھم کے غم پر

وغمّہٖ۔ ولن تجد لسنّت اللّٰہ

مطلع ہوا۔ اس لئے اس نے عذاب میں تاخیر کی۔ یہ خدا کی سنت ہے اور تو خدا کی سنت

تبدیلًا۔ وَلَا تعجبُوا ولا تحزنُوا و انتُم

میں تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور تم ہی

الاَعلَون ان کُنتُم مؤمِنِینَ۔ وبعزّتی وجلالی

غالب ہو اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہے۔ اور مجھے میری عزت اور جلال

انّکَ انتَ الاعلیٰ۔ ونمزّق الاعداء کلّ ممزّق و

کی قسم ہے کہ غلبہ تجھی کو ہے۔ اور ہم دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور

مَکرا ولئک ھو یَبُور۔ انا نکشفُ السرّ عن ساقہٖ

ان کا مکر ہلاک ہو جائے گا۔ اور ہم حقیقت کو اس کی پنڈلی سے کھول

یَومئذٍ یفرحُ المومنُون۔ ثُلّۃٌ مِنَ الاوّلین وثُلّۃٌ

دینگے۔ اس دن مومن خوش ہوں گے اور (ایک) گروہ پہلوں میں سے اور ایک

مِنَ الآخرین۔ وھٰذا تذکرۃٌ فمن شاء اتّخذ الیٰ ربّہٖ

پچھلوں میں سے اور یہ تذکرہ ہے جو چاہے خدا کی راہ کو اختیار کرے

سبیلاً۔ انّ النصارٰی حوّلوا الامر۔ سنردّھا علی

نصارٰی نے حقیقت کو بدل دیا ہے سو ہم ذلّت اور شکست کو نصارٰی

النصارٰی۔ لیُنبذنّ فی الحطمۃ۔ انا نبشّرک بغلامٍ

پر والیں پھینک دیں گے۔ اور آتھم نابود کرنے والی آگ میں ڈال دیا جاویگا۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری

حلیم۔ مَظھر الحق والعلاء کانّ اللّٰہ نزل من

دیتے ہیں۔ جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے

السماء۔ یُولدُ اسمُہٗ عمانوایل۔

اُترا نام اس کا عمانوایل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "خدا ہمارے ساتھ ہے۔" تجھے لڑکا

لکَ الولدُ۔ ویُدنی منکَ الفضلُ۔ اِنّ نوری قریبٌ۔

دیا جائے گا۔ اور خدا کا فضل تجھ سے نزدیک ہوگا میرا نور قریب ہے۔

قُل اعُوذ بربّ الفلق۔ من شرّ ما خلق۔ عِجلٌ

کہہ میں شرِ مخلوقات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں یہ بے جان

جسدٌ لہٗ خوارٌ۔ فلہٗ نصبٌ وعذابٌ۔

گوسالہ ہے او بیہودہ گو یعنی لیکھرام پشاوری سو اس کو دُکھ کی مار اور عذاب ہوگا یعنی اسکا دنیا میں

(فارسی و اردو الہام)

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منار بلند تر محکم افتاد۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا اور تیری برکتیں پھیلاؤں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے

زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

آمین

یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے ہیں۔ اور ان کے سوا اور بھی بہت سے الہامات ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ کافی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ اور نیز ان تمام الہامات میں اس عاجز کی اس قدر تعریف اور توصیف ہے کہ اگر یہ تعریفیں درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ تمام تکبر اور نخوت اور شیخی سے الگ ہو کر ایسے شخص کی فرمانبرداری کا جوا اپنی گردن پر لے لے جس کی دشمنی میں خدا کی لعنت اور محبت میں خدا کی محبت ہے۔ لیکن اگر وہ تعریفیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں اور یہ تمام کلمات جو الہام کے دعوے پر پیش کئے گئے ہیں خدائے قادر و قدوس کا الہام نہیں ہے بلکہ ایک دجّال کذّاب نے چالاکی کی راہ سے ان کو آپ بنا لیا ہے اور بندگان خدا کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے الہام ہیں تو درحقیقت وہ جو نہایت بے باکی سے خدا تعالیٰ پر جھوٹھ باندھتا ہے خدا تعالیٰ کی گرجنے والی صاعقہ کے نیچے کھڑا ہے اور اس کے مشتعل غضب کا نشانہ ہے اور کوئی اس کو اس قہار اور غیور کے ہاتھ سے چھوڑا نہیں سکتا۔

کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ ایسا کذّاب اور دجّال اور مفتری جو برابر بیس برس کے عرصہ سے خدا تعالیٰ پر جھوٹھ باندھ رہا ہے اب تک کسی ذلّت کی مار سے ہلاک نہ ہوا۔ اور کیا یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ جس سلسلہ کا تمام مدار ایک مفتری کے افترا پر تھا وہ اتنی مدت تک کسی طرح چل نہیں سکتا تھا✱ توریت اور قرآن شریف دونوں گواہی

✱ نوٹ۔ اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ دنیا میں صدہا جھوٹے مذہب ہیں جو ہزاروں برسوں

دے رہے ہیں کہ خدا پر افترا کرنے والا جلد تباہ ہو جاتا ہے۔ کوئی نام لینے والا اس کا باقی نہیں رہتا اور انجیل میں بھی لکھا ہے کہ اگر یہ انسان کا کاروبار ہے تو جلد باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر خدا کا ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم مقابلہ کرکے مجرم ٹھہرو۔ اللہ جلّ شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ان یک کاذبًا فعلیہ کذبہ وان یک صادقًا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللّٰہ لایھدی من ھو مسرف کذّاب۔ یعنی اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا۔ اور اگر یہ سچا ہے تو تم اس کی ان بعض پیشگوئیوں سے بچ نہیں سکتے جو تمہاری نسبت وہ وعدہ کرے۔ خدا ایسے شخص کو فتح اور کامیابی کی راہ نہیں دکھلاتا جو فضول گو اور کذّاب ہو۔

اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینو! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئہ قلیلہ ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔ تاہم یقینًا سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کریگا۔ وہ راضی نہیں ہوگا۔ جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہونچا دے اور وہ اس کی آبپاشی

بقیہ نوٹ ۔ سے چلے آتے ہیں حالانکہ ابتدا ان کی کسی کی افترا سے ہی ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ افترا سے مراد ہمارے کلام میں وہ افترا ہے کہ کوئی شخص عمدًا اپنی طرف سے بعض کلمات تراش کر یا ایک کتاب بنا کر پھر یہ دعوٰی کرے کہ یہ باتیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں اور اس نے مجھے الہام کیا ہے اور ان باتوں کے بارے میں میرے پر اس کی وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ سو ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں کہ ایسا افترا کبھی کسی زمانہ میں چل نہیں سکا۔ اور خدا کی پاک کتاب صاف گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے والے جلد ہلاک کئے گئے ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ توریت بھی یہی گواہی دیتی ہے۔ اور انجیل بھی اور فرقان مجید بھی۔ ہاں جس قدر دنیا میں جھوٹے مذہب نظر آتے ہیں جیسے ہندوؤں اور

کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔

اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں تا جو راستی کا دشمن ہے وہ تباہ ہو جائے اور جو اندھیرے کو پسند کرتا ہے وہ عذاب کے اندھیرے میں پڑے۔ پہلے میں نے کبھی ایسے مباہلہ کی نیت نہیں کی اور نہ چاہا کہ کسی پر بددعا کروں۔ عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا۔ آخر اس کے نہایت اصرار سے مباہلہ ہوا مگر میں نے اس کے حق میں کوئی بددعا نہیں کی۔ لیکن اب میں بہت ستایا گیا اور دکھ دیا گیا۔ مجھے کافر ٹھہرایا گیا۔ مجھے دجّال کہا گیا۔ میرا نام شیطان رکھا گیا۔ مجھے کذّاب اور مفتری سمجھا گیا۔ میں ان کے اشتہاروں میں لعنت کے ساتھ یاد کیا گیا۔ میں ان کی مجلسوں میں نفرین کے ساتھ پکارا گیا۔ میری تکفیر پر آپ لوگوں نے ایسی کمر باندھی کہ گویا آپ کو کچھ بھی شک میرے کفر میں نہیں۔ ہر یک نے مجھے گالی دینا اجر عظیم کا موجب سمجھا اور میرے پر لعنت بھیجنا اسلام

بقیہ نوٹ۔ پارسیوں کا مذہب ان کی نسبت یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ کسی جھوٹے پیغمبر کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ بلکہ اصل حقیقت ان میں یہ ہے کہ خود لوگ غلطیوں میں پڑتے پڑتے ایسے عقائد کے پابند ہو گئے ہیں۔ دنیا میں تم کوئی ایسی کتاب دکھا نہیں سکتے جس میں صاف اور بے تناقض لفظوں میں کھلا کھلا یہ دعویٰ ہو کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ حالانکہ اصل میں وہ خدا کی کتاب نہ ہو بلکہ کسی مفتری کا افترا ہو اور ایک قوم اس کو عزت کے ساتھ مانتی چلی آئی ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ خدا کی کتاب کے الٹے معنی کئے گئے ہوں۔ جس حالت میں انسانی گورنمنٹ ایسے شخص کو نہایت غیرتمندی کے ساتھ پکڑتی ہے کہ جو جھوٹے طور پر ملازم سرکاری ہونے کا دعویٰ کرے تو خدا جو اپنے جلال اور ملکوت کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ کیوں جھوٹے مدعی کو نہ پکڑے۔ منہ ●

کا طریق قرار دیا۔ پر ان سب تلخیوں اور دکھوں کے وقت خدا میرے ساتھ تھا۔ ہاں وہی تھا جو ہر ایک وقت مجھ کو تسلی اور اطمینان دیتا رہا۔ کیا ایک کیڑا ایک جہان کے مقابل کھڑا ہو سکتا ہے۔ کیا ایک ذرہ تمام دنیا کا مقابلہ کرے گا۔ کیا ایک دروغگو کی ناپاک روح یہ استقامت رکھتی ہے۔ کیا ایک ناچیز مفتری کو یہ طاقتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

سو یقیناً سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہے ہو۔ کیا تم خوشبو اور بدبو میں فرق نہیں کر سکتے۔ کیا تم سچائی کی شوکت کو نہیں دیکھتے۔ بہتر تھا کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے روتے اور ایک ترساں اور ہراساں دل کے ساتھ اس سے میری نسبت ہدایت طلب کرتے اور پھر یقین کی پیروی کرتے نہ شک اور وہم کی۔

سو اب اٹھو اور مباہلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم سن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔ اول نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہامات الٰہیہ پر سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا اور خدا کی کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔ اب میرے بناء دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔ سو میں اس ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کر سکتا کہ اب اس دوسری بناء کی تصفیہ کے لئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔

اور یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور دعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افتراء ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گذرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آجائے تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں کیونکہ میں نہیں

چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں اور ایسے مفتری کا مرنا
ہی بہتر ہے۔ لیکن اے خدائے علیم و خبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ
میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں اور تیرے منہ کی باتیں ہیں تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر
ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور
کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ
دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔
اور جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت
میں سے ہر ایک شخص جو مباہلہ کے لئے حاضر ہو جناب الٰہی میں یہ دعا کرے کہ اے خدائے
علیم و خبیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے
ہیں۔ پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر اور بیدین ہے اور اس کے
یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افترا ہے تو اس امت مرحومہ پر یہ احسان کر کہ
اس مفتری کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے تا لوگ اس کے فتنہ سے امن میں آجائیں
اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ تمام الہام تیرے ہی مُنہ کی پاک
باتیں ہیں تو ہم پر جو اس کو کافر اور کذاب سمجھتے ہیں دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب
ایک برس کے اندر نازل کر اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور
کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے
مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔

اور جب یہ دُعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ اور یاد رہے کہ اگر کوئی
شخص مجھے کذاب اور مفتری تو جانتا ہے مگر کافر کہنے سے پرہیز رکھتا ہے تو اس کو اختیار
ہوگا کہ اپنے دعائے مباہلہ میں صرف کذاب اور مفتری کا لفظ استعمال کرے جس پر
اس کو یقینا دلایا ہے۔

اور اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مرگیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہوگیا جس میں جان بری کے آثار نہ پائے جائیں تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے اور میں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا۔ اور میں ابھی لکھ دیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہیئے اور پھر اس کے بعد میں دجال یا ملعون یا شیطان کہنے سے ناراض نہیں اور اس لائق ہوں گا کہ ہمیشہ کے لئے لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں اور اپنے مولیٰ کے فیصلہ کو فیصلہ ناطق سمجھوں گا اور میری پیروی کرنے والا یا مجھے اچھا اور صادق سمجھنے والا خدا کے قہر کے نیچے ہوگا۔ پس اس صورت میں میرا انجام نہایت ہی بد ہوگا جیسا کہ بد ذات کاذبوں کا انجام ہوتا ہے۔

لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفات بدنی سے بچا لیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے اور ہر یک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا اور میری بد دعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہو گئی تو دنیا پر حق ظاہر ہو جائیگا اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اُٹھ جائے گا۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میں نے پہلے اس سے کبھی کلمہ گو کے حق میں بد دُعا نہیں کی اور صبر کرتا رہا۔ مگر اس روز خدا سے فیصلہ چاہونگا اور اس کی عصمت اور عزت کا دامن پکڑوں گا کہ تا ہم میں سے فریق ظالم اور دروغگو کو تباہ کر کے اس دین متین کو شریروں کے فتنہ سے بچا دے۔

مَیں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ اور اگر میں مر گیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دُنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا۔

میرے مباہلہ میں یہ شرط ہے کہ اشخاص مندرجہ ذیل میں سے کم سے کم دس[1] آدمی

حاضر ہوں اس سے کم نہ ہوں اور جس قدر زیادہ ہوں میری خوشی اور مراد ہے کیونکہ بہتوں پر عذاب الٰہی کا محیط ہو جانا ایک ایسا کھلا کھلا نشان ہے جو کسی پر مشتبہ نہیں رہ سکتا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہونچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو کہ آمین۔

مجھے افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا کہ آجتک ان ظالم مولویوں نے اس صاف اور سیدھے فیصلہ کی طرف رُخ ہی نہیں کیا۔ تا اگر میں ان کے خیال میں کاذب تھا تو احکم الحاکمین کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچ جاتا۔ ہاں بعض ان کے اپنی بدگوہری کی وجہ سے گورنمنٹ انگریزی میں جھوٹی شکائتیں میری نسبت لکھتے رہے اور اپنی عداوت باطنی کو چھپا کر مخبروں کے لباس میں نیش زنی کرتے رہے اور کر رہے ہیں جیسا کہ شیخ بطالوی علیہ ما یستحقہ اگر ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی جناب سے رد شدہ نہ ہوتے تو مجھے دُکھ دینے کے لئے مخلوق کی طرف التجا نہ لے جاتے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ کوئی بات زمین پر نہیں ہو سکتی جب تک کہ آسمان پر نہ ہو جائے۔ اور گورنمنٹ انگریزی میں یہ کوشش کرنا کہ گویا مَیں مخفی طور پر گورنمنٹ کا بدخواہ ہوں۔ یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے۔ یہ گورنمنٹ خدا کی گنہگار ہوگی اگر میرے جیسے خیرخواہ اور سچے وفادار کو بدخواہ اور باغی تصور کرے۔ مَیں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیرخواہی میں ابتداء سے آجتک وہ کام لیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی۔ اور مَیں نے ہزارہا روپیہ کے صرف سے کتابیں تالیف کر کے ان میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی چاہیئے اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بدذاتی ہے۔ اور مَیں نے ایسی کتابوں کو نہ صرف برٹش انڈیا میں پھیلایا ہے بلکہ عرب اور شام اور مصر اور روم اور افغانستان اور دیگر اسلامی بلاد میں محض للّٰہی نیت سے شائع کیا ہے

نہ اس خیال سے کہ یہ گورنمنٹ میری تعظیم کرے یا مجھے انعام دے۔ کیونکہ یہ میرا مذہب اور میرا عقیدہ ہے جس کا شائع کرنا میرے پر حق واجب تھا۔

تعجب ہے کہ یہ گورنمنٹ میری کتابوں کو کیوں نہیں دیکھتی اور کیوں ایسی ظالمانہ تحریروں سے ایسے مفسدوں کو منع نہیں کرتی۔ ان ظالم مولویوں کو مَیں کس سے مثال دوں یہ ان یہودیوں سے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ناحق دُکھ دینا شروع کیا۔ اور جب کچھ پیش نہ گئی تو گورنمنٹ روم میں مخبری کی کہ یہ شخص باغی ہے۔ سو مَیں بار بار اس گورنمنٹ عادلہ کو یاد دلاتا ہوں کہ میری مثال مسیح کی مثال ہے۔ مَیں اس دُنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں۔ مَیں کسی **خونی مسیح** کے آنے کا قائل نہیں اور نہ **خونی مہدی** کا منتظر۔ صلحکاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے۔ اور میں ان تمام باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں۔ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ بیدار طبعی سے میری حالت کو جانچے اور گورنمنٹ روم کی شتابکاری سے عبرت پکڑے اور خودغرض مولویوں یا دوسرے لوگوں کی باتوں کو سند نہ سمجھ لیوے کہ میرے اندر کھوٹ نہیں اور میرے لبوں پر نفاق نہیں۔

اب میں پھر اپنے کلام کو اصل مقصد کی طرف رجوع دے کر ان مولوی صاحبوں کا نام ذیل میں درج کرتا ہوں جن کو مَیں نے مباہلہ کے لئے بلایا ہے۔ اور مَیں پھر ان سب کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کے لئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مباہلہ میں آویں۔ اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر اور تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار

کرتے ہیں گو مفتری اور کذّاب اور دجّال نام رکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تمام مکفرین اور مکذّبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفّر یا مکذّب ہیں اور درحقیقت ہریک شخص جو باخدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہت رکھتا ہے وہ مکذّبین میں داخل ہے کیونکہ اگر مکذب نہ ہوتا تو ایسے شخص کے ظہور کے وقت جس کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ اس کی مدد کرو اور اس کو میرا سلام پہنچاؤ اور اس کے مخلصین میں داخل ہو جاؤ تو ضرور اس کی جماعت میں داخل ہو جاتا۔ اور صاف باطن فقرا کے لئے یہ موقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اور ہریک کدورت سے الگ ہو کر اور کمال تضرع اور ابتہال سے اس پاک جناب میں توجہ کر کے اس رازِ سربستہ کا اس کے کشف اور الہام سے انکشاف چاہیں اور جب خدا کے فضل سے انہیں معلوم کرایا جائے تو پھر جیسا کہ ان کی اتقا کی شان کے لائق ہے محبت اور اخلاص اور کامل رجوع سے ثواب آخرت حاصل کریں اور سچائی کی گواہی کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ مولویان خشک بہت سے حجابوں میں ہیں کیونکہ ان کے اندر کوئی سماوی روشنی نہیں۔ لیکن جو لوگ حضرت احدیت سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس سے انانیت کی تاریکیوں سے الگ ہو گئے ہیں وہ خدا کے فضل سے قریب ہیں اگرچہ بہت تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں مگر یہ امت مرحومہ اُن سے خالی نہیں۔

وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں

مولوی نذیر حسین دہلوی	شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ	مولوی
عبد الحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری	مولوی رشید احمد گنگوہی	مولوی عبد الحق
دہلوی مؤلف تفسیر حقانی	مولوی عبد العزیز لدھیانوی	مولوی محمد لدھیانوی	مولوی

محمد حسن رئیس لودھیانہ | سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ | مولوی احمد اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ امرتسری | مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری | مولوی عبد الجبار غزنوی

مولوی عبد الواحد غزنوی | مولوی عبد الحق غزنوی | محمد علی بھوپڑی واعظ | مولوی

غلام دستگیر قصور ضلع لاہور | مولوی عبد اللہ ٹونکی | مولوی اصغر علی لاہور | حافظ

عبد المنان وزیر آباد | مولوی محمد بشیر بھوپالی | شیخ حسین عرب یمانی | مولوی

محمد ابراہیم آرہ | مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ | مولوی احتشام الدین مراد آباد

مولوی محمد اسحق اجراوری | مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنو فرنگی محل | مولوی محمد فاروق

کانپور | مولوی عبد الوہاب کانپور | مولوی سعید الدین کانپور رامپوری | مولوی حافظ

محمد رمضان پشوری | مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ | مولوی محمد رحیم اللہ مدرس مدرسہ

اکبر آباد | مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علیخان چشتی | مولوی ابوالموید امروہی مالک

رسالہ مظہر الاسلام اجمیر | مولوی محمد حسین کوٹلہ والا دہلی | مولوی احمد حسن صاحب

شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ | مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارنپور

مولوی احمد علی صاحب سہارنپور | مولوی عبد العزیز دینانگر ضلع گورداسپور | قاضی

عبد الاحد خانپور ضلع راولپنڈی | مولوی احمد رامپور ضلع سہارنپور محلہ محل | مولوی محمد شفیع

رامپور ضلع سہارنپور | مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور | مولوی

عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور | مولوی محمد ابراہیم صاحب ویلوری

حال مقیم بنگلور | مولوی عبدالقادر صاحب بیارم پیٹی ساکن بیارم پیٹ علاقہ بنگلور | مولوی

محمد عباس صاحب ساکن وانمباڑی علاقہ بنگلور | مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ | مولوی

امیر علی شاہ صاحب اجمیر | مولوی احمد حسن صاحب کنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد | مولوی

محمد عمر صاحب دہلی فراش خانہ | مولوی مستعان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور | مولوی حفیظ الدین

صاحب دوجانہ ضلع رہتک | مولوی فضل کریم صاحب نیازی غازی پور زمینا | مولوی حاجی عابد حسین صاحب

دیوبند

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں

غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی | میاں اللہ بخش صاحب سجادہ نشین

سلیمان صاحب تونسوی سنگھڑی | سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحب چہارانوالہ

میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور | التفات احمد شاہ صاحب سجادہ نشین ردولے

مستان شاہ صاحب کابلی | محمد قاسم صاحب سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش حیدرآباد دکن

محمد حسین صاحب گدی نشین شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی | گدی نشین اوچہ شاہ جلال الدین صاحب بخاری

ظہور الحسین صاحب گدی نشین بٹالہ ضلع گورداسپور — صادق علی شاہ صاحب گدی نشین رتڑ چھتر

ضلع گورداسپور — سید صوفی خانصاحب مرادآبادی صابری چشتی — مہر شاہ صاحب سجادہ

نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی — مولوی قاضی سلطان محمود صاحب آہی اعوان والہ پنجاب — حیدر شاہ

صاحب جلال پور کنکیانوالہ — توکل شاہ صاحب انبالہ — مولوی عبداللہ صاحب تلونڈی والہ

محمد امین صاحب چکوتری علاقہ گجرات پنجاب — مولوی عبدالغنی صاحب جانشین قاضی اسمٰعیل

صاحب مرحوم بنگلور — مولوی ولی النبی شاہ صاحب نقشبندی رامپور دارالریاست

حاجی وارث علی شاہ صاحب مقام دیوا ضلع لکھنو — میر امداد علی شاہ صاحب سجادہ نشین

شاہ ابوالعلا نقشبند — سید حسین شاہ صاحب مودودی دہلی — عبداللطیف شاہ صاحب

خلف حاجی نجم الدین شاہ صاحب چشتی جودھ پور — قطب علی شاہ صاحب دیوگڈھ علاقہ

اودے پور میواڑ — میرزا بادل شاہ صاحب بدایونی — مولوی عبدالوہاب صاحب

جانشین عبدالرزاق صاحب لکھنو فرنگی محل — علی حسین صاحب کچھوچھا ضلع فقیر آباد

شیخ غلام محی الدین صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور — حافظ صابر علی صاحب رامپور ضلع

سہارنپور — امیر حسین صاحب خلف پیر عبداللہ صاحب دہلی — منور شاہ صاحب فاضل پور

ضلع گوڑگانوہ قریب دہلی — محمد معصوم شاہ صاحب نبیرہ شاہ ابوسعید صاحب رامپور

دارالریاست | بدرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ | شاہ اشرف شاہ

صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ | مظہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا

ضلع پٹنہ | لطافت حسین شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا | نثار علی شاہ صاحب

الور دارالریاست | وزیرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین مخدوم صاحب الور

مولوی سلام الدین شاہ صاحب مہم ضلع رہتک | غلام حسین خاں شاہ صاحب

ٹھانوی ضلع حصار | سید اصغر علی شاہ صاحب نیازی اکبرآباد | واجد علی شاہ

صاحب فیروزآباد ضلع اکبرآباد | سید احمد شاہ صاحب ہردوئی ضلع لکھنو

مقصود علی شاہ صاحب شاہجہان پور | مولوی نظام الدین چشتی صابری جھجر

مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڈھ ضلع خاص | محمود شاہ صاحب سجادہ نشین بہار ضلع خاص

ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پیکٹ کر کے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہونچا ہو تو وہ اطلاع دیں تاکہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے۔

راقم میرزا غلام احمد از قادیان

یہ اشتہار دعوت قوم کے نام سے انجام آتھم کے صفحہ ۵۴ تا ۷۲ پر درج ہے

(۱۴۹)

سچائی کے طالبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری

جلسہ اعظم مذاہب ٭ جو لاہور ٹون ہال میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سُنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نُور اس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آ جائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف و گزاف کے داغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے

حاشیہ ٭ سوامی شوگن چندر صاحب نے اپنے اشتہار میں مسلمانوں اور عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبوں کو قسم دی تھی کہ ان کے نامی علماء اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ضرور بیان فرماویں۔ سو ہم سوامی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم اس بزرگ قسم کی عزت کے لئے آپ کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے طیار ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ ہمارا مضمون آپ کے جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ اسلام وہ مذہب ہے جو خدا کا نام درمیان آنے سے سچے مسلمان کو کامل اطاعت کی ہدایت فرماتا ہے۔ لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ آپ کے بھائی آریوں اور پادری صاحبوں کو اپنے پرمیشر یا یسوع کی عزت کا کس قدر پاس ہے اور وہ ایسے عظیم الشان قدوس کے نام پر حاضر ہونے کے لئے مستعد ہیں یا نہیں۔ منہ

اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے ، جو **سب پر غالب آئے گا** اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سُنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہونگی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اُس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ مَیں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھُونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ **اللّٰہ اکبر۔ خربت خیبر۔** اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے اور وہ نورانی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں۔ جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھُل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا **ان اللّٰہ معک ان اللّٰہ یقوم اینما قمت** یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کر کے ان معارف کے سُننے کے لئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آ دیں

کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۰؍ دسمبر ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان
(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۵۰)

قابلِ توجہ ناظرین

اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اُسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل پر کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اُس **عیسیٰ علیہ السلام** کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے اور آنے والے نبی **حضرت محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے اور آنحضرتؐ کے بارے میں پیشگوئی کی تھی بلکہ ایک شخص **یسوع** نام کو مانتے ہیں جس کا **قرآن** میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو بٹمار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذب تھا اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے حق میں صاف فرما دیا ہے کہ اگر کوئی انسان ہو کر خدائی کا کرے تو ہم اس کو

جہنم میں ڈالیں* گے۔ اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسُوع کے ذکر کرنے کے وقت اُس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی اگر نابینا نہ ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ اور اگر نیک اور ایماندار ہوتا تو خدائی کا دعوٰی نہ کرتا۔ پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات اس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن وحدیث میں نام ونشان نہیں

* ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہٖ فذالک نجزیہ جھنم کذالک نجزی الظالمین۔

(یہ اعلان آریہ دھرم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان طبع اوّل کے ٹائیٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے)

---

(۱۵۱)

مولوی غلام دستگیر صاحب کے اشتہار کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کل ۲۴؍ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک قطعہ اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب میرے پاس پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف مباہلہ کے لئے مجھے بُلاتے ہیں اور ۲۵ شعبان ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر کرتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ شرط بڑی لگا دی ہے کہ اُسی وقت مولوی صاحب پر کوئی عذاب نازل ہو۔ اگر بعد میں ایک سال کے اندر نازل ہوا تو پھر وہ منظور نہیں۔ مگر مَیں ناظرین کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ مولوی صاحب کی سراسر زبردستی ہے۔ تمام احادیث صحیحہ

سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انتہائی میعاد اثر مباہلہ کی ایک برس رکھا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے وحی پاکر اپنے مباہلہ کا اثر بہت جلد مباہلین پر وارد ہونے والا بیان فرمایا ہے۔ سو اس سے برس کی میعاد منسوخ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حدیث میں جو ایک برس کی قید ہے اس سے بھی یہ مراد نہیں ہے کہ برس کا پورا گذر جانا ضروری ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ برس کے اندر عذاب نازل ہو۔ گو دو منٹ کے بعد نازل ہو جائے۔ سو مَیں بھی اس بات پر ضد نہیں کرتا کہ ضرور برس پورا ہو جائے۔ شاید خدا تعالیٰ بہت جلد اس تکفیر اور تکذیب کی پاداشں میں آسمانی عذاب نازل کرے۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ برس کے کس حصہ میں یہ عذاب نازل ہوگا۔ آیا ابتدا میں یا درمیان میں یا اخیر میں۔ اور مَیں مامور ہوں کہ مباہلہ کے لئے برس کی میعاد پیش کروں۔ اور مولوی صاحب موصوف اور ہر یک شخص خوب جانتا ہے کہ برس کی میعاد مسنون ہے۔ کیونکہ لما حال الحول کا وہ لفظ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلا ہے۔ اگر مباہلہ کے لئے فوراً عذاب نازل ہونا شرط ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حَوْل کا لفظ مونہہ سے نہ نکالتے کیونکہ اس صورت میں کلام میں تناقض پیدا ہو جاتا ہے۔

ہاں یہ بات صحیح اور درست ہے کہ اگر مولوی غلام دستگیر صاحب مباہلہ میں کاذب اور کافر اور مفتری پر بمقابلہ مومن اور راستباز کے فوری عذاب نازل ہونا ضروری سمجھتے ہیں تو بہت خوب ہے۔ وہ اپنا فوری عذاب ہم پر نازل کرکے دکھلادیں۔ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ’’ مَیں تو نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں‘‘ ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوّت کے مدّعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوّت محمدیہ اور باتباعِ

آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر یہ الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ اور اگر قرآنی الہامات سے کوئی کافر ہو جاتا ہے تو پہلے یہ فتویٰ کفر سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ پر لگانا چاہیئے کہ انہوں نے بھی قرآنی الہامات کا دعویٰ کیا ہے۔

غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجدّدیت کا دعویٰ ہے۔ اور مولوی غلام دستگیر صاحب مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھیراتے ہیں اور اپنے تئیں مومن قرار دیتے ہیں جو قرآن شریف کے بیان کے موافق ولی اللہ ہوتا ہے اور شیخ محمد حسین بطالوی کے فتویٰ میں ان تمام علماء نے مجھے اکفر قرار دیا ہے۔ یعنی یہ شخص کُفر میں یہود اور نصاریٰ سے بڑھ کر ہے۔ پھر جس حالت میں نجران کے نصاریٰ کو فوری عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا تو مولوی صاحب جو عالم اسلام ہو کر بزعم خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گدّی پر بیٹھے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ایسے شخص کے لئے جو اُن کی نظر میں اکفر ہے نجران کے نصاریٰ سے بھی جلد تر عذاب نازل ہونے کا وعدہ کریں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مُباہلہ میں فریقین کی ہریک فریق مقابل کے عذاب کے لئے درخواست ہوتی ہے۔ کیونکہ مُباہلہ دوسرے لفظوں میں ملاعنہ ہے۔ یعنی کاذب کے لئے خواہ فریقین میں سے کوئی کاذب ہو عذاب کی درخواست۔ پس یہ مولوی صاحب موصوف کی کس قدر زبردستی ہے کہ اپنے عذاب کے اثر کی تو کوئی میعاد نہیں ٹھیراتے اور مجھ سے فوری عذاب مانگتے ہیں۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کے الہام کے موافق ایک سال کا وعدہ کرتا ہوں۔ اگر مولوی صاحب کے نزدیک یہ وعدہ خلاف سنت ہے تو کوئی ایسی صحیح حدیث پیش کریں جس سے سمجھا جائے کہ فوری عذاب مُباہلہ کے لئے شرط ضروری ہے یعنی یہ کہ فوراً کاذب یا مکذب کے صدق کا اثر فریق ثانی پر ظاہر ہو۔ حضرت مولوی غلام دستگیر

صاحب کو کافر بنانے کا بہت ہی شوق ہے۔ لہذا ہم ان کو خوشخبری دیتے ہیں کہ اب عبدالحق غزنوی کے مُباہلہ کے بعد آٹھ ہزار تک ہماری جماعت پہنچ گئی ہے۔ گویا امت محمدیہ میں سے آٹھ ہزار آدمی کافر ہو کر اس دین سے خارج ہو گیا۔ یقین ہے کہ آئندہ سال تک اٹھاراں ہزار تک عدد پہنچ جاوے گا۔

بالآخر یاد رہے کہ مولوی صاحب موصوف نے اوّل ایک سال کا وعدہ اپنے خطوط میں قبول کر لیا تھا۔ مگر یہ شرط کی تھی کہ تمام جہان کے مسلمان جو آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتے مرجائیں۔ اب اس اشتہار میں مولوی صاحب نے تمام جہان کی جان بخشی کی اور بجائے اس کے اپنے نفس کے لئے فوری عذاب کو پیش کر دیا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک ضرورت کے وقت کذب کا استعمال بھی جائز ہے۔ بھلا ہم حضرت موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ کب اور کس وقت میرے دوست مولوی حکیم فضل دین صاحب آپ سے ڈر کر قادیان میں بھاگ آئے تھے۔ کیا آپ نے حکیم صاحب موصوف کو خود نہیں لکھا تھا کہ "مَیں تم سے خطاب نہیں کرنا چاہتا۔ براہ راست خود خط لکھوں گا" خیر ہمیں اس کذب پر کچھ افسوس بھی نہیں۔ جب آپ نے ہمیں اکفر بنایا۔ بے دین بنایا۔ دجّال بنایا۔ تکفیر کے لئے حرمین تک وہ تکلیف اُٹھائی کہ بچارے شیخ بطالوی کو بھی نہ سوجھی تو یہ کذب تو ایک ادنیٰ بات ہے۔ جزاک اللہ!!!

الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۴ کے دو صفحہ پر ہے)

(۱۵۲)

اتمامِ حُجّت علی العلماءؔ[1]

ماسوا اس کے مَیں دوبارہ حق کے طالبوں کے لئے عام اعلان دیتا ہوں کہ اگر وہ اب بھی نہیں سمجھے تو نئے سرے اپنی تسلی کر لیں اور یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ سے چھ طور کے نشان میرے ساتھ ہیں۔

اوّل۔ اگر کوئی مولوی عربی کی بلاغت فصاحت میں میری کتاب کا مقابلہ کرنا چاہے گا تو وہ ذلیل ہوگا۔ مَیں ہر ایک متکبر کو اختیار دیتا ہوں کہ اسی عربی مکتوب کے مقابل پر طبع آزمائی کرے۔ اگر وہ اس عربی کے مکتوب کے مقابل پر کوئی رسالہ بالالتزام مقدار نظم و نثر بنا سکے اور ایک مادری زبان والا جو عربی ہو قسم کھا کر اس کی تصدیق کر سکے تو مَیں کاذب ہوں۔

دوم۔ اور اگر یہ نشان منظور نہ ہو تو میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جاوے۔ اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں ان کی تفسیر مَیں بھی عربی میں لکھوں اور میرا مخالف بھی لکھے۔ پھر اگر مَیں حقائق معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی مَیں جھوٹا ہوں۔

سوم۔ اور اگر یہ نشان بھی منظور نہ ہو تو ایک سال تک کوئی مولوی نامی مخالفوں میں سے میرے پاس رہے۔ اگر اس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر نہ ہو تو پھر بھی مَیں جھوٹا ہوں گا۔

چہارم۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو ایک تجویز یہ ہے کہ بعض نامی مخالف اشتہار

---

[1] یہ سُرخی مرتب کی طرف سے ہے (المرتب)

دے دیں کہ اس تاریخ کے بعد ایک سال تک اگر کوئی نشان ظاہر ہو تو ہم توبہ کریں گے اور مصدق ہو جائیں گے۔ پس اس اشتہار کے بعد اگر ایک سال تک مجھ سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو خواہ پیشگوئی ہو یا اور تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔

پنجم۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے نامی مخالف مجھ سے مُباہلہ کر لیں۔ پس اگر مُباہلہ کے بعد میری بد دُعا کے اثر سے ایک بھی خالی رہا، تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔

یہ طریق فیصلہ ہیں جو میں نے پیش کئے ہیں۔ اور میں ہر ایک کو خدا تعالےٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اب سچے دل سے ان طریقوں میں سے کسی طریق کو قبول کریں۔ یعنی یا تو میعاد دو ماہ میں جو مارچ ۱۸۹۷ء کی دسؔ تاریخ تک مقرر کرتا ہوں۔ اس عربی رسالہ کا ایسا ہی فصیح بلیغ جواب چھاپ کر شائع کریں یا بالمقابل ایک جگہ بیٹھ کر زبان عربی میں میرے مقابل میں سات آیت قرآنی کی تفسیر لکھیں اور یا ایک سال تک میرے پاس نشان دیکھنے کے لئے رہیں اور یا اشتہار شائع کر کے اپنے ہی گھر میں میرے نشان کی ایک برس تک انتظار کریں اور یا مُباہلہ کر لیں۔

ششم۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی نہ کریں تو مجھ سے اور میری جماعت سے سات سال تک اس طور سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بد زبانی سے مُونہہ بند رکھیں اور ہر ایک کو محبت اور اخلاق سے ملیں اور قہر الٰہی سے ڈر کر ملاقاتوں میں مسلمانوں کی عادت کے طور پر پیش آویں۔ ہر ایک قسم کی شرارت اور خباثت کو چھوڑ دیں۔ پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالےٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں۔ اور جیسا کہ مسیحؑ کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مر جانا ضروری ہے، یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے۔ یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ

سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے اور دُنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے تو مَیں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں اپنے تئیں کاذب خیال کر لوں گا۔ اور خدا جانتا ہے کہ مَیں ہرگز کاذب نہیں۔ یہ سات برس کچھ زیادہ سال نہیں ہیں اور اس قدر انقلاب اس تھوڑی مدّت میں ہو جانا انسان کے اختیار میں ہرگز نہیں۔ پس جبکہ مَیں سچے دل سے اور خدا تعالےٰ کی قسم کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہوں۔ اور تم سب کو اللہ کے نام پر صلح کی طرف بُلاتا ہوں تو اب تم خدا سے ڈرو۔ اگر مَیں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہوں تو مَیں تباہ ہو جاؤں گا۔ ورنہ خدا کے مامور کو کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔

یہ یاد رہے کہ معمولی بحثیں آپ لوگوں سے بہت ہو چکی ہیں۔ اور عیسٰی علیہ السلام کی وفات قرآن اور حدیث سے بپایہ ثبوت پہنچ گئی۔ اس طرف سے کتابیں تالیف ہو کر لاکھوں انسانوں میں پھیل گئیں۔ طرف ثانی نے بھی ہر یک تلبیس اور تزویر سے کام لیا۔ پاک کتابوں کے نیک روحوں پر بڑے بڑے اثر پڑے اور ہزارہا سعید لوگ اس جماعت میں داخل ہو گئے اور تقریری اور تحریری بحثوں کے نتیجے اچھی طرح کھُل گئے۔ اب پھر اُسی بحث کو چھیڑنا، یا فیصلہ شدہ باتوں سے انکار کرنا محض شرارت اور بے ایمانی ہے کتابیں موجود ہیں۔ ہاں عین مُباہلہ کے وقت پھر ایک گھنٹہ تک تبلیغ کر سکتا ہوں۔ پس فیصلہ کی یہی راہیں ہیں جو مَیں نے پیش کی ہیں۔ اب اس کے بعد جو شخص طے شُدہ بحثوں کی ناحق درخواست کرے گا مَیں سمجھوں گا کہ اس کو حق کی طلب نہیں بلکہ سچائی کو ٹالنا چاہتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اصل مسنون طریق مُباہلہ میں یہی ہے کہ جو لوگ ایسے مدعی کے ساتھ مُباہلہ کریں جو مامور من اللہ ہونے کا دعوٰی رکھتا ہو اور اس کو کاذب یا کافر ٹھیراویں وہ ایک جماعت مُباہلین کی ہو۔ صرف ایک یا دو آدمی نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت

کریمہ فقل تعالوا میں تعالوا کے لفظ کو بصیغہ جمع بیان فرمایا ہے۔ سو اُس نے اس جمع کے صیغہ سے اپنے نبی کے مقابل پر ایک جماعت مکذبین کو مُباہلہ کے لئے بُلایا ہے نہ شخص واحد کو۔ بلکہ مَن حاجّک کے لفظ سے جھگڑنے والے کو ایک شخص واحد قرار دے کر پھر مطالبہ جماعت کا کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی جھگڑنے سے باز نہ آوے اور دلائل پیش کردہ سے تسلّی نہ پکڑے تو اُس کو کہہ دو کہ ایک جماعت بن کر مُباہلہ کے لئے آویں۔ سو اسی بنا پر ہم نے جماعت کی قید لگا دی ہے جس میں یہ صریح فائدہ ہے کہ جو امر خارق عادت بطور عذاب مکذّبین پر نازل ہو وہ مشتبہ نہیں رہے گا مگر صرف ایک شخص میں مشتبہ رہنے کا احتمال ہے۔

اس جگہ اس بات کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ تمام مخالفین کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر اس کتاب کی اشاعت کے بعد کوئی مخالف مباہلہ کے لئے طیار ہو جائے اور اس کے اشتہارات بھی چھپ جاویں تو ہر ایک مُباہلہ کے خواہشمند پر واجب ہوگا کہ اسی کے ساتھ شامل ہو کر مُباہلہ کر لے۔ اور اگر کوئی ایسا نہ کرے اور پھر کسی دوسرے وقت میں مُباہلہ کی درخواست بھیجے تو ایسی درخواست منظور نہیں کی جاوے گی اور ایسا شخص کسی طور سے قابل التفات نہیں سمجھا جاوے گا۔ چاہیئے کہ ہر ایک شخص ہمارے اِس اشتہار کو یاد رکھے اور اس کے موافق کاربند ہو۔

(یہ اشتہار ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۰ سے ۳۶ تک متن میں ہے)

(۱۵۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی

الاشتہار مُستَیقناً بِوحی اللّٰہِ القھّار

دوستو اِک نظر خدا کیلئے
سیّد الخلق مُصطفٰے کیلئے

مَیں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے اور اس سے بڑھ کر اَور کونسا دردناک مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ایک مُشتِ خاک کو ربّ العالمین سمجھا گیا ہے مَیں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اُس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو مریم اور اُس کے بیٹے عیسٰی اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کردوں۔ سو اب اُس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھا دے۔ سو اب دونو مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا۔ اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔

کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجالیّت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچّی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفّارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد رُوحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اُتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو مَیں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں مگر مسیح ایک اَور بھی ہے جو اس وقت بول رہا ہے۔ خدا کی غیرت دکھلا رہی ہے کہ اُس کا کوئی ثانی نہیں۔ مگر انسان کا ثانی موجود ہے۔ اس نے مجھے بھیجا تا میں اندھوں کو آنکھیں دوں جو نہ چند سال سے بلکہ انیس[19] سو برس سے برابر اندھے چلے آتے ہیں۔ دُنیا میں ایک رسُولؐ آیا تاکہ اُن بہروں کو کان بخشے کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صدہا سال سے بہرے ہیں۔ کون اندھا ہے اور کون بہرا۔ وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا اور نہ اس رسولؐ کو جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسُول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے بااخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قائم کیا اور پھر بااخلاق انسان سے باخدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا۔ وہی رسُولؐ ہاں وہی آفتاب صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مُردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اُٹھے اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا۔ نہ یسُوعؑ کی طرح صرف لاف و گزاف۔ جس نے مکّہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی

کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دُنیا کا حقیقی نور وہی تھا جس نے دُنیا کو تاریکی میں پا کر فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا۔ اس کی پہلی دنیا کیا تھی۔ اور پھر اس کے آنے کے بعد کیا ہوئی۔ یہ ایک سوال نہیں ہے جس کے جواب میں کچھ دقت ہو۔ اگر ہم بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کریں تو ہمارا کانشنس ضرور اس بات کے منوانے کے لئے ہمارا دامن پکڑے گا کہ اس جنابؐ عالی سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک مُلک کے لوگ بھُول گئے تھے اور اُس سچے معبود کی عظمت اوتاروں اور پتھروں اور ستاروں اور درختوں اور حیوانوں اور فانی انسانوں کو دی گئی تھی اور ذلیل مخلوق کو اس ذوالجلال و قدوس کی جگہ پر بٹھایا تھا۔ اور یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے جن میں سے ایک یسُوع بھی تھا تو پھر اس رسُول کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے پہاڑ پر کیا تھا۔ وہ کیا دعویٰ تھا۔ وہ یہی تھا کہ آپ نے فرمایا کہ خدا نے دُنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پا کر اس تاریکی کو مٹانے کے لئے مجھے بھیجا۔ یہ صرف دعویٰ نہ تھا بلکہ اس رسُول مقبول نے اس دعویٰ کو پُورا کر کے دکھلا دیا۔ اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے اُن کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو اُٹھو! اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دُنیا میں کوئی نظیر نہیں۔ یسُوع نے زبان سے تو بہت کچھ کہا مگر عملی طور پر کسی خرابی کے زہریلے درخت کو دُنیا سے نہیں کاٹا۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ اس نے کم عقل عورتوں اور بچوں کی طرح خودکشی کی تو اس سے اور بھی زیادہ اس کی حالت پر افسوس آئے گا کہ اگر ہمدردی کی اس کو کچھ سُوجھی بھی تو احمقانہ راہ سوجھی۔ اندھے مخلوق پرستوں نے اُس بزرگ رسُولؐ

کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے اپنی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسول شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات کو لکھ رکھو کہ اب کے بعد مُردہ پرستی روز بروز کم ہوگی یہانتک کہ نابود ہو جائیگی کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا۔ کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو رد کر دے گا۔ کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دیں گے۔ اے سُننے والو سُنو اور اے سوچنے والو سوچو اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا نور ہے چمکے گا۔ یہ سخت ظلم کیا گیا ہے جو ابن مریم کو خدا بنایا گیا۔ وہ صرف ایک انسان ہے اور موسوی شریعت کے خادموں میں سے ایک نبی۔ تم نے اُس کو نہیں دیکھا مگر میں نے بارہا اُس کو دیکھا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی اس کو نہیں جانتا مگر میں جانتا ہوں۔ وہ ایک سعادتمند انسان ہے جو موسیٰ کی عظمت کا قائل اور ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی بزرگیوں پر بدل و جان ایمان لایا ہے اور ہماری طرح اس راہ میں فدا ہے اگر وہ اس وقت دُنیا میں آتا اور دیکھتا کہ مجھے خدا بنایا گیا اور میرا کفّارہ گھڑا گیا تو وہ اپنی ناچیز ہستی اور اس بے جا تعریف کو خیال میں لاکر مارے شرم کے مرنے کو قبول کرتا اور خدا سے اپنی مغفرت چاہتا۔ پھر بتلاؤ اُس کی خدائی پر کونسی دلیل تمہارے پاس ہے کیا مسیح کی باتوں یا حواریوں کی باتوں سے اُس کی خدائی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ اُس کی یا اُس کے دوستوں کی باتوں سے خدائی کا دعویٰ پایا جاتا ہے تو یہ نرا دعویٰ ہوگا جو بغیر ثبوت ایک کوڑی کی قیمت نہیں رکھتا۔ حالانکہ انجیل کی رُو سے یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ انجیل یہ کہیں بیان نہیں کرتی کہ مریمؑ کے صاحبزادہ نے کبھی مردمیدان بن کر خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ بلکہ جب یہودیوں نے ایک دفعہ اُسے ڈانٹا تو یسوع نے اپنی خدائی سے انکار کیا اور کہا کہ میں کوئی کلمہ ایسا مُنہ پر نہیں لایا جو تمہارے بزرگوں کے کلمات سے بڑھ کر ہو۔ پھر اگر یہ خیال ہو کہ پہلی کتابوں کی پیشگوئیوں میں اس کی خدائی

لکھی ہوئی ہے تو اس خیال سے زیادہ کوئی خیال بیہودہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر پہلی کتابوں کی پیشگوئیوں یا اُن کی تعلیم کی رُو سے یہ فیصلہ ہو جاتا کہ مریم کا بیٹا خدا ہے تو یہود اب تک کیونکر منکر رہ سکتے تھے۔ کوئی عقل قبول نہیں کرسکتی کہ یہودیوں کی کتابوں میں ایک خدا کے پیدا ہونے کی پیشگوئیاں موجود تو ہوں اور اس خدا کے ماننے کے لئے پیغمبروں کی کھلی کھلی وصیتیں کتابوں میں لکھی گئی ہوں اور کئی ہزار برس سے تثلیث کی تعلیم اُن میں مسلسل چلی آتی ہو۔ پھر وہ ایسے خدا اور ایسی تعلیم سے انکار کرکے اس ایمان کو ضائع کریں جو اُن کو متواتر سکھلایا گیا تھا۔ نہیں بلکہ یہ عیسائیوں کی شرارت اور حماقت ہے جو ایسا سمجھتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ وہ تمام پیشگوئیاں جن کے غلط معنے کرکے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔ پیغمبروں کی تعلیم سے اب تک یہودیوں کے ذہن میں محفوظ ہیں جو مسیح سے پہلے اپنے وقتوں میں پوری بھی ہو چکیں۔ اگر یہودیوں کو کسی خدا کا وعدہ دیا گیا تھا تو یہ تو ممکن تھا کہ وہ یسوع کو نہ مانتے مگر ایسا کب ہوسکتا تھا کہ سب کے سب تمام فرقے یہودیوں کے ایسی بزرگ پیشگوئی سے منکر ہو جاتے اور کبھی آگے یا پیچھے کوئی فرقہ اُن میں ایسے خدا کا منتظر نہ پایا جاتا۔

یہ بات نہایت صفائی سے فیصلہ کرتی ہے کہ اُن نالائق عیسائیوں نے ناحق بیوجہ ایک انسان کے بچہ کو خدا بنا رکھا ہے۔ اسی وجہ سے پہلی ہی صدی سے آجتک اُن میں ایک فرقہ موحد بھی چلا آتا ہے جو یسوع کو صرف انسان سمجھتا ہے۔ پس جبکہ گھر میں ہی اس عقیدہ پر اتفاق نہیں تو پھر اس نااتفاقی کے ساتھ جب یہودیوں کی سخت مخالفت کو بھی دیکھا جائے جو اس عقیدہ میں عیسائیوں کے ساتھ رکھتے ہیں تو اس کامل ثبوت سے عیسائی اس چور کی طرح پکڑے جاتے ہیں جو عین نقب زنی کے وقت گرفتار کیا جائے۔ اگر کسی مجسم خدا کے آنے کے بارے میں یہودیوں کی کتابوں میں کوئی ایک پیشگوئی بھی ٹوٹی پھوٹی ہوتی تو یہودی گو کیسا ہی تعصب کرتے تو زیادہ سے زیادہ تعصب

اُن کا یہی ہوتا کہ اس خدا کے ظہور کو کسی آیندہ زمانہ پر ڈال دیتے نہ یہ کہ ایسے عقیدہ پر ہزاروں لعنتیں بھیجتے۔ توریت کی تعلیم سے یہودیوں کو کہاں اور کدھر گریز تھی۔ یہودی تو توریت کے موافق خدا کو پیدائش اور موت سے پاک سمجھتے ہیں لیکن افسوس کہ مُردہ کو خدا ٹھیرانے سے عیسائیوں کا کانشنس مَر گیا۔ اُن کے پاس اس مُردہ کے خدا بنانے کے بارے میں کوئی بھی دلیل نہیں۔ بعض عیسائی انصاف پر آکر اس بات کو قبول کر لیتے ہیں کہ بیشک پہلی کتابوں کی پیشگوئیاں یسوع کی خدائی پر دلیل نہیں ہوسکتیں اور بیشک ان کو دلیل سمجھنا ایمان اور دیانت سے لڑائی ہے۔ لیکن یسوع کے معجزات اس کی خدائی پر بیشک ایک دلیل ہے۔ مگر اُن کو سمجھنا چاہیئے کہ اوّل تو یسوع معجزات سے انکار کرتا ہے؎ پس جبکہ بعض جگہ کچھ اقرار اور بعض جگہ صریح انکار ہے تو اس متناقض امر سے ایک محقق کی نظر میں یہی ثابت ہوگا کہ شاید یسوع نے بعض اوقات فریب کے طور پر ناداںوں کو بازیگروں کی طرح کوئی کھیل دکھلایا ہو۔ اور پھر جب داناؤں نے اس سے معجزہ مانگا تو کانوں پر ہاتھ رکھ لیا کہ میں معجزہ نہیں دکھلاؤں گا۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی کیمیاگر اور جنّ دکھلانے والے اور غیب سے روپیہ منگانے والے ایسے ہی ہتکنڈے کرتے پھرتے ہیں۔ اور یسوع کی طرح بے وقوفوں اور احمقوں کو سب کچھ دکھلا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی کسی دانا کے پنجہ میں پھنس جائیں تو فی الفور سمجھ جاتے ہیں کہ اب شاید فریب ظاہر ہو کر چند سال کے لئے جیل خانہ میں جائیں گے اس وقت صاف منکر ہو جاتے ہیں کہ نہیں کیمیا معلوم ہے اور نہ ہمارے جنّ تابع ہیں اور نہ ہمیں کوئی دست غیب یاد ہے۔ افسوس

؎ نوٹ۔ یسوع نے تمام عمر میں معجزہ کے بارے میں صرف یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں ہیکل کو مسمار کر کے تین دن میں بنا سکتا ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اوباشانہ دعویٰ ہے۔ بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ یہودی اپنے مقدس مکان کو جس پر لکھو کھا روپیہ خرچ ہو چکا تھا اس کے ہاتھ سے مسمار کرا دیتے۔ پھر اگر وہ اپنی قدیم عادت کے موافق بھاگ جاتا تو کس کو پکڑتے۔ منہ •

صد افسوس کہ یسوعؑ کی تمام زندگی انہیں باتوں میں گذری۔ جو کبھی کراماتی بنے اور کبھی آزمانے والوں کی زیرکی دیکھ کر کرامات سے منکر ہوئے۔ خدا بن کر یہ بزدلی یہ دورنگی اور یہ مکر و فریب، یہ کیسا خدا تھا۔

علاوہ اس کے اگر معجزہ کے ساتھ کوئی شخص خدا بن سکتا ہے تو موسیٰؑ کے معجزات میں یسوعؑ سے صدہا مرتبہ زیادہ شوکت و عظمت پائی جاتی ہے۔ اور یسوعؑ خود مانتا ہے کہ جھوٹے نبی اقتداری معجزات دکھلائیں گے۔ اگر اقتداری معجزات دکھلانے والا جھوٹا اور بدمعاش ہوتا ہے تو یسوعؑ کے حق میں کیا کہیں اور کیا لکھیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یسوعؑ بچارہ پر خدائی کی تہمت ہے۔ عیسائیوں کی مشرکانہ تعلیم کا تمام مدار اُس شریر انسان کی باتوں پر ہے جس کا نام پولس تھا۔ اس کے عیسائی ہونے کا یہ سبب تھا کہ یہ شخص سردار کاہن کی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا مگر سردار کاہن نے اس کو لڑکی نہ دی۔ تب اس نے عہد کیا کہ میں یہودیوں کو بہت خراب کروں گا اور دلیں اس نے ایک جھوٹا خواب بنایا کہ گویا اس کو یسوعؑ نظر آ گیا اور اس طرح عیسائیوں میں اپنی جمعداری قائم کر لی۔

بہرحال خوب سوچو اور سمجھو کہ سچے مذہب کا خدا ایسا مطابق عقل اور نور فطرت چاہیئے کہ جس کا وجود اُن لوگوں پر بھی حجت ہو سکے جو عقل تو رکھتے ہیں مگر ان کو کتاب نہیں ملی۔ غرض وہ خدا ایسا چاہیئے جس میں کسی زبردستی اور بناوٹ کی بُو نہ پائی جائے سو یاد رہے کہ یہ کمال اس خدا میں ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے اور دنیا کے تمام مذہب والوں نے یا تو اصل خدا کو بالکل چھوڑ دیا ہے جیسا کہ عیسائی اور یا ناواجب صفات اور اخلاق ذمیمہ اس کی طرف منسوب کر دیئے ہیں جیسا کہ یہودی اور یا واجب صفات سے اس کو علیحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین اور آریہ۔ مگر اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینۂ قانون قدرت اور صحیفۂ فطرت سے نظر آ رہا ہے۔ اسلام نے

کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نورِ قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے۔ اور دوسری علامت سچے مذہب کی یہ ہے کہ مُردہ مذہب نہ ہو بلکہ جن برکتوں اور عظمتوں کی ابتدا میں اس میں تخم ریزی کی گئی تھی، وہ تمام برکتیں اور عظمتیں نوع انسان کی بھلائی کے لئے اس میں اخیر دُنیا تک موجود رہیں تا موجودہ نشان گذشتہ نشانوں کے لئے مصدق ہو کر اس سچائی کے نُور کو قصّہ کے رنگ میں نہ ہونے دیں۔ سو مَیں ایک مدّت دراز سے لکھ رہا ہوں کہ جس نبوّت کا ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا تھا اور جو دلائل آسمانی نشانوں کے آنجناب نے پیش کئے تھے وہ اب تک موجود ہیں اور پیروی کرنے والوں کو ملتے ہیں تا وہ معرفت کے مقام تک پہنچ جائیں۔ اور زندہ خدا کو براہِ راست دیکھ لیں۔ مگر جن نشانوں کو یسُوع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ان کا دُنیا میں نام و نشان نہیں۔ صرف قصّے ہیں۔ لہٰذا یہ مُردہ پرستی کا مذہب اپنے مُردہ معبود کی طرح مُردہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک سچائی کا بیان صرف قصّوں تک کفایت نہیں کرسکتا۔ کونسی قوم دُنیا میں ہے جن کے پاس کراماتوں اور معجزوں کے قصّے نہیں۔ پس یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ وہ صرف قصّوں کی ناقص اور ناتمام تسلّی کو پیش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ڈھونڈنے والوں کو زندہ نشانوں سے اطمینان بخشتا ہے اور اس شخص کو جو حق کا طالب ہو اُس کو چاہیئے کہ صرف بیہودہ مُردہ پرستی پر کفایت نہ کرے۔ بلکہ نہایت ضروری ہے کہ محض ذلیل قصوں پر سرنگوں نہ ہو۔ ہم دُنیا کے بازار میں اچھی چیزوں کے خریدنے کے لئے آئے ہیں۔ ہمیں نہیں چاہیئے کہ کوئی مغشوش چیز خرید کر نقد ایمان ضائع کریں۔ زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلاواسطہ مُلہَم کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلاواسطہ مُلہَم کو دیکھ سکیں۔ سو میں تمام دُنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا

خدا ہے۔ وہ مُردے ہیں نہ خدا جن سے اب کوئی ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ اس کے نشان نہیں دیکھ سکتا۔ سو جس کا خدا مُردہ ہے۔ وہ اُس کو ہر میدان میں شرمندہ کرتا ہے۔ اور ہر میدان میں اُسے ذلیل کرتا ہے اور کہیں اس کی مدد نہیں کر سکتا ہے۔ اس اشتہار کے دینے سے اصل غرض یہی ہے کہ جس مذہب میں سچائی ہے وہ کبھی اپنا رنگ نہیں بدل سکتی۔ جیسے اوّل ہے ویسے ہی آخر ہے۔ سچا مذہب کبھی خشک قصہ نہیں بن سکتا سو اسلام سچا ہے۔ مَیں ہر ایک کو کیا عیسائی کیا آریہ اور کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کے لئے بلاتا ہوں۔ کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مُردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا زندہ خدا ہے۔ وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دُنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مُردہ خدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس باہم امتحان کے لئے چالیسؔ دن کافی ہیں۔

افسوس کہ اکثر عیسائی شکم پرست ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی فیصلہ ہو ورنہ چالیس دن کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ آتھم کی طرح اس میں تو کوئی شرط نہیں۔ اگر مَیں جھوٹا نکلوں تو ہر ایک سزا کا مستوجب ہوں۔ لیکن دُعا کے ذریعہ سے مقابلہ ہوگا جس کا سچا خدا ہے بلاشبہ وہ سچا رہے گا۔ اس باہمی مقابلہ میں بیشک خدا مجھے غالب کرے گا۔ اور اگر مَیں مغلوب ہوا تو عیسائیوں کے لئے فتح ہوگی جس میں میرا کوئی جواب نہیں۔ اور جو تاوان مقرر ہو اور میری مقدرت کے اندر ہو دوں گا۔ لیکن اگر مَیں غالب ہوا تو عیسائی مقابل کو مُردہ خدا سے دست بردار ہونا ہوگا اور بلا توقف مسلمان ہونا پڑے گا اور پہلے ایک اشتہار انہیں شرائط کے ساتھ بہ ثبت شہادت دہ کس معزز آدمیوں کے دینا ہوگا۔ اس سے روز کا جھگڑا طے ہو جائے گا۔ اور اگر اب

عیسائیوں نے مُنہ پھیرا تو اس کا یہی سبب ہوگا کہ ان کو مُردہ خدا کی مدد پر بھروسہ نہیں۔ افسوس کہ عیسائی بار بار آتھم کا ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ آتھم الہام کی میعاد میں قبر میں جا پہنچا اور وہ مُردہ خدا اُس کو بچا نہ سکا کیونکہ مُردہ مُردہ کو مدد نہیں دے سکتا۔ جو معقول شرط چاہیں مجھ سے کرلیں۔ مَیں میدان میں کھڑا ہوں۔ اور صاف صاف کہتا ہوں کہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک مُردہ ہے جس کو امتحان کرنا ہو میرے مقابلہ میں آوے۔

لعنتی ہے وہ دل جو بغیر مقابلہ کے انکار کرے اور پلید ہے وہ طبیعت جو بغیر آزمائش کے منکر رہے۔ اے حق کے طالبو۔ مُردہ پرستی کے مذہب کو جلد چھوڑو کہ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک مُردہ ہے۔ کیا اس مُردہ میں طاقت ہے کہ میرے مقابلہ میں اپنے کسی پرستار کو طاقت بخشے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ تمام مُردے خدا میرے پیروں کے نیچے ہیں یعنی قبروں میں اور زندہ خدا میرے سر پر ہے۔ کوئی ہے۔ پھر مَیں کہتا ہوں کہ کوئی ہے کہ اس آزمائش میں میرے مقابل پر آوے۔ مُردہ پرست کبھی نہیں آئیں گے۔ مُردار کھائیں گے مگر سچائی کا پھل کبھی نہیں کھائیں گے۔ دیکھو زندہ مذہب میں یہ طاقت ہے کہ اس کے پابند آسمانی رُوح اپنے اندر رکھتے ہیں۔

مُردوں کو جانے دو زندوں کے ساتھ ہو جاؤ

والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۱۴؍ جنوری ۱۸۹۷ء

رسائل اربعہ | انجام[1] آتھم، خدا[2] کا فیصلہ، دعوت[3] قوم مکتوب عربی بنام علماء مع ترجمہ فارسی چھپ کر تیار ہے۔ جو صاحب چاہیں قیمت روانہ کر کے یا بذریعہ ویلیو پی ایبل منگا سکتے ہیں۔ قیمت عہ ہے۔ واقعی یہ رسائل خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور شعائر اللہ ہیں اور درحقیقت ایک ربانی فیصلہ ہے۔ دیکھو اور ضرور دیکھو۔ ۱۲

(دوسرا اشتہار ایک ہزار روپیہ کے انعام کیساتھ)

میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یسُوع کی پیشگوئیوں کی نسبت میری پیشگوئیاں اور میرے نشان زیادہ ثابت ہیں۔ اگر کوئی پادری میری پیشگوئیوں اور میرے نشانوں کی نسبت یسُوع کی پیشگوئیاں اور نشان ثبوت کے رُو سے قوی تر دکھلا سکے تو مَیں اُس کو ایک ہزار روپیہ نقد دُوں گا ✦

(میرزا غلام احمد)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ۸ صفحوں پر ہے اور رسالہ انجام آتھم کے ساتھ شامل ہے)

---

(۱۵۴)

اتمام[1] حُجّت

بالآخر مَیں پھر ہر یک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور

---

[1] یہ سُرخی مرتب نے قائم کی ہے (المرتب)

اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بےخبر ہیں وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے تمام غیر مذہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں۔ میں ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ

قرآن شریف

اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رُو سے معجزہ ہے۔ موسےٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰؑ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے[1]۔ اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دُنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے اُن کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے

[1] جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس زمانہ میں اسلام میں کوئی اہل کرامت موجود نہیں وہ اندھا اور دل سیاہ ہے۔ اسلام وہ مذہب ہے کہ کسی زمانہ میں اہلِ کرامت سے خالی نہیں رہا۔ اور اب تو اتمام حجت کے لئے کرامات کی نہایت ضرورت ہے اور وہ ضرورت خدا تعالیٰ کے فضل سے حسب مراد پوری ہو گئی ہے کوئی شخص نہیں کہ کرامت نمائی میں اسلام کے مقابل پر ٹھیر سکے۔ منہ

ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانو! تمہیں مُردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟ اور مُردار کھانے میں کیا لذت؟!!! آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسٰے کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چُپ ہو گیا آج وہ "ایک مسلمان" کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا ایک مُردہ کفن میں لپیٹا ہوا۔ پھر کیا ہے؟ کیا ایک مُشت خاک۔ کیا یہ مُردہ خدا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرا آؤ! ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ۔ اور اس سڑے گلے مُردہ کا میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

دیکھو میں تمہیں کہتا ہوں کہ چالیس دن نہیں گذریں گے کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کرے گا۔ ناپاک ہیں وہ دل جو سچے ارادہ سے نہیں آزماتے اور پھر انکار کرتے ہیں۔ اور پلید ہیں وہ طبیعتیں جو شرارت کی طرف جاتی ہیں نہ طلب حق کی طرف۔

او میرے مخالف مولویو! اگر تم میں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو۔ اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔ میں اتمام حجت کر چکا۔ اب جب تک تم اِس حجت کو نہ توڑ لو۔ تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔ خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی نہیں جو سچا دل لے کر میرے پاس آوے

کیا ایک بھی نہیں

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

والسلام علےٰ من اتبع الھدٰی۔ ۲۲؍جنوری ۱۸۹۷ء

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶۱ تا ۶۳)

---

(۱۵۵)

ہزار روپیہ کے انعام کا
اشتہار

مَیں اس وقت ایک مستحکم وعدہ کے ساتھ یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب عیسائیوں میں سے یسوع کے نشانوں کو جو اُس کی خدائی کی دلیل سمجھے جاتے ہیں میرے نشانوں اور فوق العادۃ خوارق سے قوتِ ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں تو مَیں ان کو ایک ہزار روپیہ بطور انعام دوں گا۔ مَیں سچ سچ اور حلفاً کہتا ہوں کہ اس میں تخلف نہیں ہوگا۔ مَیں ایسے ثالث کے پاس یہ روپیہ جمع کرا سکتا ہوں جس پر فریقین کو اطمینان ہو۔ اس فیصلہ کیلئے غیر مذہب والے منصف ٹھیرائے جائیں گے۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔

الراقم عیسائی صاحبوں کا ولی خیر خواہ میرزا غلام احمد قادیانی

(تعداد اشاعت ۵۰۰) (مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا) (۲۸؍جنوری ۱۸۹۷ء)

(یہ اشتہار $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۸}$ کے نصف صفحہ پر ہے)

---

[1] نوٹ۔ اگر درخواست کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو یہ روپیہ آپس میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ منہ

(۱۵۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار واجب الاظہار

دریں وقت دو قطعہ خط* از طرف بعض شیعہ صاحبان بمارسیدہ۔ و در آنہا ظاہر ساختہ اند کہ یکے از بزرگان شان الموسوم بحاجی شیخ محمد رضا طہرانی نجفی دریں روزہا وارد لاہور است۔ و آرزوئی بحث و مناظرہ بایں جانب می دارد۔ امّا ہیچ معلوم نشد کہ آں بزرگ را کدام مانع پیش آمد کہ بلا واسطہ بما خط و کتابت نتوانست کرد و حجاب وساطت را از میان نبرداشت خیر اگر ایں کار را او نکرد ما مے کنیم و مناسب می دانیم کہ ہرچہ از خدا تعالےٰ بمارسیدہ است بطور تبلیغ بدیشاں رسانیم۔ بعد ازاں اگر او شاں را حجابے و شکے باقی ماند اختیار مے دارند کہ بصدق دل دریںجا بیایند و ہمچو طالبان حق وساوس خود را دُور کنانند**

---

* در نامہ مرسلہ ایں لفظ طنزاً و استکباراً نیز یافتیم کہ ایں چنیں مردم کہ از معقول بے بہرہ اند قابل مخاطبت شیخ الاسلام نیستند و در مخاطبت شاں کسر شان حضرت شیخ است۔ مگر الحمد للہ کہ معقول پسندی شیخ صاحب در ہمیں خط معلوم شد۔ شیخے کہ خسوف و کسوف قمر و شمس را در ساعت واحد جمع می کند و بہ معقولات قرآنی ہم نظیرے ندارد یعنی بریں آیت لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر خدا نکند کہ او را از معقولات حظے و قسمتے باشد۔ منہ

** یاد ماند کہ ما بر منکران اتمام حجت کردیم و بعد ازاں ہیچ حاجت مناظرہ نماندہ۔ ہاں ہر طالب حق را اختیار است شیخ باشد یا شاب کہ نزد ما از صدق دل بیاید و شکوک خود رفع کناند۔ ما ازیںجا کہ مرجع ہزارہا طالبان حق است نتوانیم حرکت کرد۔ ہر کہ طلبے دارد بیاید بفضلہ تعالیٰ تسلّی ہا یابد۔ منہ

پس واضح باد کہ چنانکہ از اشارات ربّانی قرآن شریف و منطوق صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کہ کتب مسلّمہ و مقبولہ اہل اسلام ہستند معلوم و مفہوم می گردد حقیقت امر این است کہ در قضا و قدر خداوند حکیم و علیم کہ اظہار آں در پیرایۂ پیشگوئی با شدہ چنیں رفتہ بود کہ در وقتے کہ بر روئے زمین عیسائیت و عیسٰی پرستی غلبہ کند و صلیب را آں عزتے و شانے پیدا گردد کہ آنچہ از خدائے غفور و رحیم باید جست از صلیب بجویند و بخواہند کہ توحید از روئے زمین معدوم گردد و حملہ ہائے سخت بر مسلمانان کنند۔ در آں زمان خدائے قادر شخصے را برائے شکستن شوکت صلیب و اعانت قوم اسلام خواہد فرستاد۔ و او ہمچو مسیح ابن مریم مصدق کتاب قوم خود و مؤید شان خواہد شد۔ و قوم ہمچو یہود مکفر و مکذّب او خواہند گردید۔ پس بوجہ مُناسبت قصہ تکفیر او بقصہ تکفیر مسیح نام او عیسٰیؑ خواہد بود و نام آنانکہ او را کافر خواہند گفت یہود خواہد بود۔ و این ہر دو نام بطور مجاز و استعارہ بودند نہ بوجہ حقیقت۔ و بنیاد غلطی از ہمین جا افتاد کہ اگرچہ نام یہود بطور استعارہ دانستند امّا نام عیسٰے بطور حقیقت خیال کردند۔ الغرض درین ہنگام کہ فتنہ واعظان اناجیل محرفہ تا بحدّے رسید کہ مردم سادہ لوح و شکم پرست فوج در فوج مُرتد شدند و بدان گونہ بر اسلام حملہ ہا کردند کہ قریب بود کہ آفتے عظیم بدین متین فرود آید و بدین آفت آفتے دیگر این منضم شد کہ در قوم تقویٰ و طہارت کم گردید و در اسلام فرقہ ہائے باطلہ با کمال غلو پدید آمدند و حقیقت شناسان کم شدند

پس برائے استیصال این ہر دو فتنہ بر صدی چہار دہم مرا فرستادند و از لحاظ اصلاح فتنہ ہائے اندرونی نام من مہدی موعود نہادند و از لحاظ اصلاح فتنہ ہائے بیرونی و تکفیر قوم یہود سیرت بنام عیسٰی بن مریم مرا موسوم کردند۔ و بشارت دادند کہ این کسر صلیب بر دست تو خواہد بود و ہمچنین فتح و غلبہ بر فرقہ ہائے باطلہ اندرونی اسلام کہ مخالف مذہب حق اہل سنّت اند بنام من نوشتند۔

و مرا خدائے کہ با من است بانشانہائی غیب فرستادہ است و انوار و
برکات عطا نمودہ و نورے کہ جمیع آئمہ اہل بیت را دادہ بودند و گم شدہ
بود ہماں نور بوجہ اکمل و اتم در من ظہور نمودہ است و مرا از الہامات متواترہ
وآیات متکاثرہ یقین بخشیدہ اند کہ من ہماں مسیح موعود مہدی معہود و امام آخر
زمانم کہ ذکر او در احادیث نبویہ و آثار سلف صالح آمدہ است و ایں دعوئے
مسیحیت و مہدویت امرے نیست کہ بے دلیل باشد و نہ ترہات باطلہ کہ اصلے
و حقیقتے ندارند بلکہ بر صدق دعویٰ خود ہماں قسم دلائل می داریم کہ برائے مرسلین و
مبعوثین عادت الٰہی باظہار آں رفتہ۔ اکنوں اگر منکرے بزعم خود ایں دعویٰ را خلاف
قال اللہ و قال الرسول می انگارد و گمان می کند کہ خود عیسیٰ بن مریم از آسمان
نازل خواہد شد او از علم قرآن و حدیث بے بہرہ* است۔ واگر از اصرار خود باز
نماند پس ایں بار ثبوت بر گردن او ست کہ از قرآن شریف و احادیث نبویہ حیات
عیسیٰ علیہ السلام ثابت کند۔ لیکن ہر عاقلے میداند کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام را ثابت
کردن امریست محال و خیالیست باطل۔ چرا کہ قرآن شریف بکمال وضاحت ایں
فیصلہ کردہ است کہ عیسیٰ وفات یافت۔ و موضعے را کہ عظمت کلام رب جلیل در دل
خود می دارد ایں آیت کافی است کہ اللہ جلشانہ می فرماید فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ
أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۔ اکنوں اے شنوندۂ ایں آیت بغور بنگر آیا می توانی کہ
بجز وفات معنی دیگر ازیں آیت برآری۔ ہرگز ممکن نیست۔ بلکہ ہر منصفے و محققے کہ
بریں آیت کریمہ غور خواہد کرد و در منطوق و مفہوم آں تاملے خواہد نمود او ازینجا بداہت

حاشیہ

* یاد باید داشت کہ مذہب اکابر و ائمہ ایں امت ہمیں است کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات یافتہ است
چنانچہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک رضی اللہ عنہ بداں جلالت شان قائل وفات عیسیٰ علیہ السلام ہستند
و نہ ایں ہمہ بلکہ امام بخاری و دیگر اکثر اکابر بسوئے عقیدہ وفات رفتہ اند۔ منہ

نظر وفات عیسٰی علیہ السلام خواہد فہمید و بقطع و یقین بر موت شاں ایمان خواہد آورد و بعد زیں بصیرت انکار موت را نہ صرف ضلالت بلکہ الحاد و زندقہ خواہد شمرد۔ ہاں ممکن است کہ کسے را بوجہ نادانی خود در معنی لفظ توفّی تردّدے پیدا شود۔ لیکن چوں سوئے حدیث و آثار صحابہ رجوع خواہد کرد آں ہمہ تردّد کالعدم خواہد شد۔ چرا کہ او آنجا در تفسیر ایں آیت بجز اماتت یعنی میرانیدن معنی دیگر نخواہد یافت۔ آیا نمی بینی کہ در صحیح بخاری از عبداللہ بن عباس است متوفیك ممیتك یعنی معنی متوفیک ایں است کہ من ترا میرانندہ ام۔ و ما ہر چند سیر کتب حدیث کردیم و تمام آثار و اقوال صحابہ را دیدیم و خواندیم و شنیدیم اما ہیچ جا نیافتیم کہ در شرح ایں آیت بجز معنے اماتت چیزے دیگر در حدیثے یا اثرے یا قولے آمدہ باشد۔ و ما بدعوٰی میگوئیم کہ ہر چہ از صحابہ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم در معنی توفّی در آیت موصوفہ ثابت شدہ است آں ہمیں معنی میرانیدن است نہ غیر آں۔ نتواں گفت کہ میرانیدن مسلّم است۔ لیکن آں موت ہنوز واقع نشدہ۔ بلکہ آئندہ واقع خواہد شد۔ زیرانکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام در آیہ فلمّا توفیتنی میفرماید کہ فتنہ ضلالت نصارٰی بعد از موت من بوقوع آمدہ است نہ قبل از موت من۔ پس اگر فرض کنیم کہ وعدہ موت ہنوز بظہور نیامدہ است و حضرت عیسٰی علیہ السلام تاایں وقت زندہ است۔ پس بر ما واجب مے شود کہ ایں ہم قبول کنیم کہ نصارٰی ہم تا ہنوز بر صراط مستقیم ہستند و گمراہ نشدہ اند۔ زیرانکہ در آیت موصوفہ گمراہی عیسائیاں را بموت مسیح وابستہ کردہ اند۔ پس تاوقتیکہ عیسٰی نمردہ باشد عیسائیاں را چگونہ گمراہ تواں گفت عجب است از عقل علماء قوم ما کہ بسُوئے ایں آیت توجہ نمی کنند و نصوص صریحہ را مے گذارند و اوہام را مذہب خود می گیرند۔

غرض مُردن عیسٰی علیہ السلام از نصوص قرآنیہ و حدیثیہ ثابت است و ہیچ کس را مجال انکار نیست بجز آں صورت کہ از قرآن و حدیث رو بگرداند یا معنی آیت بطور تفسیر

بالرائے کند۔ و ہر چند درباره لفظ توفّی اتفاق اہل لغت بر ہمیں قاعده مستمره است که
چوں در عبارتے فاعل ایں لفظ خدا باشد و مفعول به انسانے از انسان ہا دراں صورت
معنی توفّی در میرانیدن محصور خواہد بود و بجز میرانیدن و قبض روح معنی دیگر درآنجا ہرگز
نخواہد بود۔ لیکن ما درینجا ضرورتے و حاجتے نمی داریم که سوئے کتب لغت عرب رجوع
کنیم۔ مارا دریں مقام حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و قول ابن عباسؓ که آں ہردو
در صحیح بخاری موجود اند کافی است و ما خوب می دانیم که ہر که از گفته رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اعراض کند او منافقے باشد نه مومنے۔ پس چونکه رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
لفظ توفیتنی را که در آیت موصوفه است بر خود اطلاق کرده معنی وفات را تصریح کرده
است۔ و ابن عباس بصراحت معنی آں میرانیدن نموده و شارح عینی سلسلہ قول ابن عباسؓ
را بہتمام و کمال بیان فرموده۔ پس ما را بعد زیں وضاحت ہا حاجت ثبوتے دیگر نیست گو
ثبوت ہائے دیگر ہم داریم۔ لغت عرب با ماست۔ عقل انسانی با ماست۔ اقرار دیگر قوم ہا
با ماست۔ اقرار اکثر ائمہ اسلام با ماست و تاہنوز قبر عیسٰی علیہ السلام در بلاد شام موجود است

؎ آں کس که بقرآن و خبر زو نرہی ✲ ایں است جوابش که جوابش ندہی

امّا آنچه حضرت شیخ بخفیه می گویند که ما قبول کردیم که عیسٰی بمرد لیکن ممکن است که خدا
دیگر بار او را زنده کرده در دنیا بیارد۔ ایں قول ایشاں تا آں وقت قابل التفات نیست که
ایشاں از قرآن شریف یا حدیث صحیح ثابت کنند که فلاں قبر در آخر زمان خواہد بشگافت از اں
عیسٰی بیرون خواہد آمد۔ زیرا آنکه مجرد خیال کسے که با خود ثبوتے ندارد لائق قبول نخواند شُد۔
بلکه از طرف خود ہمچو خیالات تراشیدن و سند از قرآن و حدیث نیاوردن از طریق دیانت
داری و پرہیزگاری بسیار بعید است۔ اگر ہمیں مذہب پسند خاطر است۔ پس سند باید آورد
و حدیثے پیش باید کرد که ازاں معلوم شود که از فلاں گورے مسیح بیرون خواہد آمد و البته بعد
ثابت شدن چنیں حدیثے سخت بے ایمانی خواہد بود که کسے آں حدیث را قبول نکند۔ مگر

ایں بدقسمتی مخالفان ماست کہ بتائیدایں یاوہ گوئی ہا ہیچ حدیثے یا آیتے در دست شاں نیست۔ نہ شہادت قرآن برحیات مسیح توانند آورد۔ و نہ از حدیثے ثابت توانند کرد کہ فلاں قبر شگافتہ خواہد شد و ازاں عیسٰی بیرون خواہد آمد۔ و اعتقاد حیات مسیح و صعود او بجسم عنصری چیز نیست کہ ثبوت آں از قرآن و حدیث امرے محال است۔ آرے در بعض احادیث لفظ نزول موجود است۔ لیکن ایں نادانان نمی دانند کہ اگر از لفظ عیسٰی ہمان عیسٰی مراد بودے کہ پیغمبر بنی اسرائیل بود پس بجائے لفظ نزول لفظ رجوع می بایست نہ لفظ نزول زیرانکہ ہرکہ واپس می آید او را نازل نمی گویند بلکہ راجع می گویند۔ عجب قومی است کہ از جوشش تعصب محاورات لغت عرب را ہم فراموش کردہ اند۔

اکنوں حاصل کلام ایں است کہ بر سرکار شیخ نجفی لازم است کہ ازیں دو طریق مذکورہ بالا طریقے را اختیار کنند تا روئے راستی بہ بینند و بر خود خیط عشوا را روا ندارند۔ یعنی یا صعود عیسٰی بجسم عنصری از قرآن و حدیث ثابت کنند یا بر گورے انگشت نہند کہ ازیں گور عیسٰی بیرون خواہد آمد۔

و اما آنچہ بیان فرمودہ اند کہ خسوف کسوف در رمضان در ساعت واحد خواہد بود و ہماں نشان مہدی موعود است نہ اینکہ دریں روزہا بوقوع آمدہ است۔ ایں تقریریست عجیب بہتر بودے کہ ایں را در عجائب خانہ فرستادندے تا ذریعہ خندیدن غمگیناں شدے و دریں ہمیں قدر عجیب نیست کہ ہیچ حدیثے و اثرے صحیح ہمراہ ندارد بلکہ عجب دیگر ایں

نوٹ۔ حضرت شیخ الاسلام در خط خود وعدہ می فرماید کہ در چہل دقیقہ نشانے توام نمود۔ بسیار خوب است۔ یکے از اخبار غیب بذریعہ اشتہارے شائع فرمایند بجائے چہل دقیقہ مہلت چہل ساعت اوشاں را می دہیم۔ پس اگر در چہل روز نشانے از ما ظاہر نشد و ازیشاں در چہل ساعت ظاہر شد یا فرض کنید کہ ازیشاں نیز در چہل روز ظاہر شد بر بزرگی اوشاں ایمان خواہیم آورد و ترک دعوٰی خود خواہیم کرد۔ و اگر نشانے از ما دریں مدت بظہور آمد و ازیشاں چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب شاں خواہد بود۔ منہ

است کہ دعوئی ہیئت دانی و ایں ثرّاژ خائی و نادانی۔ و دوستاں مارا ملزم کردہ اند و گفتہ اندکہ شمارا درعلم ہیئت دخلے نیست۔ پس ایں بیان شاں کہ دریک ساعت خسوف کسوف جمع خواہند شد بریں امر شاہد ناطق است کہ درحقیقت اوشاں را علاوہ کمالات شیخ الاسلام بودن در فن ہیئت نیز دستگاہے عظیم است۔ ای بندۂ خدا رحمك الله ایں ہیئت جدید از کجا آوردی کہ نہ سقراط ازاں خبرے داشت و نہ فیثاغورث بچہ بچہ می داند کہ ایام کسوف آفتاب بست وہفتم و بست وہشتم و بست و نہم از ماہ قمری می باشد۔ و ایام خسوف قمر سیزدہم و چہاردہم و پانزدہم در قانون قدرت مقرراست پس از روئے ہیئت اجتماع شاں در ساعت واحد چگونہ ممکن است۔ غرض ایں قاعدہ ہیئت شما آں امرے عجیب است کہ نہ صرف مارا بلکہ ہیچ ہیئت دانے را برو اطلاعے نیست۔ خوب است دعوئی علم ہیئت کردن باز برخلاف آں گفتن۔ زہے علم و زہے ہیئت۔

باید دانست کہ ایں حدیث دار قطنی است و دراں ایں خرافات مندرج نیست کہ بیان کردہ اند۔ بلکہ ہمیں قدر است کہ ماہتاب در اوّل شب از شب ہائے مقررہ خود منخسف خواہد شد و آفتاب در روز میانہ از روز ہائے کسوف خود منکسف خواہد گردید۔ و دراں دو شرط لازم خواہد بود۔ اوّل اینکہ ہر دو خسوف کسوف در ماہ رمضان خواہد بود۔ دوم اینکہ ایں ہر دو بر صدق مدّعی مہدویت نشان خواہند بود یعنی درآں وقت ایں ہر دو نشان بظہور خواہند آمد کہ تکذیب مہدی خواہد شد۔ و ایں ہیئت کذائی کہ خسوف کسوف دررمضان جمع شود و یک مدّعی مہدویت نیز درآں وقت موجود باشد ایں اتفاق پیش از من کسے را میسّر نشدہ از آدم تا وقت من مضمون حدیث ہمیں قدر است۔ بحمدالله کہ مصداق آں ہستم و بریں چیزے افزودن خیانت* و دجل است ٭

*حاشیہ۔ یکے از خیانت ہائے صاحب راقم ایں است کہ ذکر آتھم عیسائی خلاف واقعہ می کند

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

(یکم فروری ۱۸۹۶ء)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے چار صفحوں پر ہے)

بقیہ حاشیہ۔ اگر روایتے غلط رسیدہ بود کار مومنان نیست کہ ہر خرافات بے اصل را متمسک بہا گردانند تا وقتیکہ تحقیق نکنند۔ غرض ما در آں نامۂ پُر گزاف خلاف واقعہ آتم عیسائی را بافسوس خواندیم۔ واضح باد کہ دربارہ آتم مذکور حقیقت امر ایں است کہ ما دربارہ موت او از الہام خدائے عزوجل پیشگوئی کردہ بودیم کہ اگر او بر شوخیٔ بے باکی خود ثابت بماند و رجوع بحق نکرد در پانزدہ ۱۵ ماہ خواہد مرد۔ پس آتم مذکور درہماں جلسہ الفاظ رجوع بر زبان راند۔ وچوں او را گفتہ شد کہ تو حضرت سیّد الرسل صلے اللہ علیہ وسلم را در کتاب خود دجّال نام نہادی ایں سزائے آں بدکرداریٔ تست۔ او ہراساں و ترساں ہر دو دست خود بر گوش نہاد۔ و بسیار از بسیار عجز و نیاز ظاہر کرد و رنگ او زرد شد و خوفے بر دل او مستولی گشت۔ و ہماں وقت علامات رجوع او از بے باکی خود بر چہرہ او ہویدا و آشکار گشت۔ چنانکہ قریب یہ ہفتاد کس از مردم معزز مسلمانان و نصاریٰ ایں حالت او را بچشم خود مشاہدہ کردند و گفتگوئی عجز و نیاز او را شنیدند۔ بعد ازاں تا انجام پیشگوئی چیزے از گستاخی ہائے سابقہ بر زبان نراند و ہیچ کس ثابت نتواند کرد کہ در میعاد پیشگوئی ہیچ کلمہ تحقیر بر زبان او جاری شدہ باشد۔ بلکہ او اقرار خوف خود بارہا کرد و ترساں و لرزاں میعاد را گذرانید۔ ہمیں رجوع او از بے باکی بود کہ در موت او تاخیر انداخت٭۔ باز چوں پس از گذاشتن میعاد با شیاطین خود آمیخت و دید کہ ایام گذشتند حالت خود را تغیر داد۔ پس بعد از تغیر حسب الہام ما خدا او را بگرفت و ذائقہ موت وہاویہ او را چشانید۔ و پیشگوئی خود را باکمل وجوہ باتمام رسانید و روئے پادریاں و ہم سخناں ایشاں از مولویاں سیاہ کرد۔ و عجیب تر اینکہ ایں پیشگوئی در کتاب من یعنی در براہین احمدیہ دوازدہ سال قبل از واقعہ آتم در سلسلہ الہامات الٰہیہ مندرج شدہ است۔ پس ایں کاریست کہ از طاقت انسان برتر است و از واقعات حقہ۔ و اخفائے حق کار مومنان نیست۔ منہ

٭ حاشیہ در حاشیہ۔ و ما بعد از گذشتن میعاد پیشگوئی او را برائے قسم خوردن مجبور کردیم کہ اگر رجوع الی الحق نہ کردہ است قسم بخورد و چار ہزار روپیہ انعام بگیرد۔ لیکن او باوجود سخت اصرار ما قسم نخورد و بریں حالت بمرد۔ حالانکہ جواز قسم بلکہ وجوب آں عند الضرورت از انجیل برو ثابت کردہ بودیم۔ منہ

(۱۵۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جماعت مخلصین کی اطلاع کے لئے

چونکہ ہماری اس جماعت کے مشورہ اور صلاح سے جو قادیان میں ان دنوں میں آئی یہ ایک امر ضروری معلوم ہوا ہے کہ مہمانوں کے لئے ایک اور مکان بنایا جائے اور ایک کنوآں بھی مہمان خانہ کے پاس طیار کیا جائے اور نیز انہیں کی صوابدید سے اس کام کے انجام دینے کے لئے چندہ کا فراہم کرنا قرین مصلحت قرار پایا ہے۔ لہذا اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ تمام وہ احباب جن کو یہ اشتہار پہنچ جائے بدل وجان اس کام میں شریک ہوں۔

میں اس سے بیخبر نہیں کہ ہمیشہ ہمارے دوست اُن اعانتوں میں مشغول ہیں

بقیہ حاشیہ۔ نوٹ۱۔ در اشتہار شیخ الاسلام صاحب در سطر ششم سخت انکار از صدق الہام ہائے این راقم کردہ است وگفتہ است کہ ہیچ الہامے راست ثابت نشدہ۔ پس ما داں دروغگویاں را نتوانیم بست۔ ہاں طریق فیصلہ این است کہ اگر بمقابلہ پیشگوئی ہائے ما در ظہور حقانیت وکثرت تعداد پیشگوئی ہائے احدے از ائمہ مذہب خود را اقوی واکثر ثابت توانند کرد ما بر دست شاں توبہ خواہیم نمود ورنہ سزائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ زیرا بلکہ از خدائے آسماں ہا وزمین ہا بر دروغگویاں است۔ منہ

نوٹ۲۔ شیخ الاسلام صاحب در اشتہار خود سوئے من اشارت کردہ مے نویسند کہ ما وشما دست دریکدیگری دادہ از منارہ مسجد شاہی لاہور خود را افرو افگنیم ہرکہ صادق باشد محفوظ خواہد ماند۔ عجیب سوال است کہ در دنیا صرف دو مرتبہ واقعہ شدہ۔ از عیسٰی بن مریم شیخ نجدی این سوال کردہ بود و از من شیخ نجفی زہے مناسبت۔ پس جواب ما ہماں است کہ عیسٰی علیہ السلام شیخ نجدی را دادہ بود۔ انجیل را بہ بینند تسلی خود فرمایند۔ منہ

اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ خدا اُن کے دلوں کو روز بروز زیادہ قوت دے گا اور دن بدن اُن کی ایمانی طاقت کو بڑھائے گا یہانتک کہ وہ اپنی پہلی حالتوں سے بہت آگے نکل جائیں گے۔ ایک عرصہ ہوا کہ مجھے الہام ہوا تھا۔ وسّع مکانک یاتون من کل فج عمیق۔ یعنی اپنے مکان کو وسیع کر کہ لوگ دُور دُور کی زمین سے تیرے پاس آئیں گے سو پشاور سے مدراس تک تو مَیں نے اس پیشگوئی کو پُوری ہوتے دیکھ لیا۔ مگر اس کے بعد دوبارہ پھر یہی الہام ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ پیشگوئی پھر زیادہ قوت اور کثرت کے ساتھ پُوری ہو گی۔ واللّٰہ یفعل ما یشاء لا مانع لما اراد۔

اور لازم ہے کہ ہر ایک صاحب اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے اس چندہ میں شریک ہوں اور ان کی نگاہ میں کسی رقم کا کم اور حقیر ہونا ان کو ثواب سے نہ روکے کہ خدا تعالےٰ کی دلوں اور حالتوں پر نظر ہے نہ محض چندہ کی کثرت اور قلت پر۔ اور چونکہ عمارت شروع ہونے کو ہے اور ہماری تجربہ کار جماعت نے کل اسٹیمیٹ اس کا دو ہزار روپیہ قرار دیا ہے۔ لہذا جہاں تک ممکن ہو یہ چندہ جلد آنا چاہیئے اور آخر پر یہ سب رقوم چھاپ کر شایع کر دی جائیں گی۔ بجز ایسے کسی صاحب کے جو اخفا چاہتے ہوں اور اب تک رقوم چندہ جو ہمیں وصول ہوئی ہیں بہ تفصیل ذیل ہیں۔

نام	تعداد رقم
(۱) منشی عبدالرحمٰن صاحب اہلمد محکمہ جرنیلی ریاست کپورتھلہ	للعہ ر
(۲) مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی	للعہ ر
(۳) عرب حاجی مہدی صاحب بغداد نزیل مدراس	صہ ر
(۴) سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس	صہ ر
(۵) ابراہیم سلیمان کمپنی مدراس	ﻋﺼﮧ ر
(۶) سیٹھ دالجی لالجی صاحب مدراس	صہ ر

(۷) سیٹھ صالح محمد صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس — ؎صہ ر

(۸) مولوی سلطان محمود صاحب مدراس — عـہ ر

(۹) سیٹھ اسحٰق اسمٰعیل صاحب بنگلور — ؎ہ ر

(۱۰) میرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب صاحب مالیر کوٹلہ — عـہ ر

(۱۱) اہلیہ میرزا صاحب موصوف — صہ ر

(۱۲) اہلیہ لمٔے حکیم فضلدین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور — صـہ ر

(۱۳) شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور — عا ر

(۱۴) منشی کرم الٰہی صاحب شملہ — للعہ ر

(۱۵) شیخ محمد جان صاحب وزیرآباد — صہ ر

ایک صاحب کے صہ ر روپیہ وصول ہو چکے ہیں مگر ان کا نام یاد نہیں رہا۔ وہ جب فہرست دیکھ لیں تو اپنے نام سے اطلاع دیں۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی ۱۷ر فروری ۱۸۹۷ء

(بمطبع منظور محمد در مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان طبع شد)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۵۸)

ضمیمہ اخبار مخبر دکن مدراس مورخہ ۱۱ر مارچ ۱۸۹۷ء عیسویہ

یسوع مسیح کے نشانوں کا اس راقم کے نشانوں سے مقابلہ اور ایک پادری صاحب کا جواب

کچھ دن ہوئے ہیں کہ اس راقم نے حضرات پادری صاحبوں کو مخاطب کر کے یہ اشتہار[1] شائع کیا تھا کہ اگر حضرات موصوفین یسوع کے نشانوں کو میرے نشانوں سے

---

[1] یہ اشتہار نمبر ۱۵۵ پر درج ہے (المرتب)

قوت ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں تو مَیں اُن کو ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

اس اشتہار کے جواب میں جو کچھ بعض پادری صاحبوں نے لکھا ہے وہ اخبار عام ۲۳؍فروری ۱۸۹۷ء میں بحوالہ کرسچین ایڈووکیٹ چھپ گیا ہے۔ چنانچہ مجیب صاحب نے اوّل انجیل کی عبارت لکھ کر اس بات پر زور دیا ہے کہ جھوٹے رسُول اور جھوٹے مسیح بھی ایسے بڑے نشان دکھلا سکتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کریں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ عبارت انجیل جو صاحب راقم نے پیش کی ہے اُن کے مدعا کو کچھ فائدہ بخش نہیں بلکہ اس سے وہ خود زیر الزام آتے ہیں کیونکہ جس حالت میں اسی قسم کے نشانوں پر بھروسہ کر کے یسُوع کو خدا بنا دیا گیا ہے تو یہ بڑا ظُلم ہوگا کہ دوسرا شخص ایسے ہی نشان بلکہ بقول یسُوع بڑے بڑے نشان بھی دکھلا کر ایک سچا ملہم بھی نہ ٹھیر سکے۔ یہ منطق تو ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ یسُوع کی ذات کے لئے وہ نشان ایسے سمجھے جائیں جس سے اس کی الوہیت بپایہ ثبوت پہنچ جائے اور اس کے خدا ہونے میں کچھ بھی کسر نہ رہے۔ پھر جب وہی نشان بلکہ بقول یسُوع اُن سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر کسی دوسرے مدعی الہام سے صادر ہوں تو اس بے چارے کا ملہم ہونا بھی اُن سے ثابت نہ ہو سکے۔ یہ کس قسم کا اصول اور قاعدہ ہے! کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟

پھر مسیحیوں کو اس پر بھی اصرار ہے کہ یسوع کے نشان اقتداری نشان ہیں۔ تبھی تو وہ خدا ہے! بہت خوب! لیکن ذرا ٹھیر کر سوچو کہ اگر جھوٹے نبی سے نشان ظاہر ہوں تو وہ اقتداری ہی کہلائیں گے نہ اَور کچھ۔ کیونکہ جھوٹا خدا سے دُعا نہیں کرتا اور نہ خدا سے کچھ میل رکھتا ہے۔ سو اگر وہ کوئی نشان دکھلاوے تو اس میں کیا شک ہے کہ اپنے اقتدار سے ہی دکھلائے گا نہ خدا سے۔ پس ایسے اقتداری

نشانوں سے اگر خدائی ثابت ہو سکتی ہے تو ایک کاذب کی خدائی یسُوع کی خدائی سے باعتبارِ
ثبوت کے اوّل درجہ پر ہے۔ یسُوع کے اقتداری نشانوں میں شُبہ بھی ہو سکتا ہے۔
کیونکہ وہ راستباز تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے نشانوں کے دکھلانے میں خدا سے مدد پائی ہو
لیکن کاذب کے اقتداری نشانوں میں اس شُبہ کا ذرہ دخل نہیں کیونکہ وہ راستباز
نہیں اور نہ خدا سے کچھ مدد پا سکتا ہے اور نہ خدا اُس سے کچھ جوڑ اور تعلق رکھتا ہے
پس اس مسیحی اصول کے موافق اگر کاذب بڑے بڑے نشان دکھلاوے تو نبوت کیا اُس
کی تو خدائی بھی نہایت صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ سچّے نشانوں کے امکان صدور
کے لئے مسیح کا سرٹیفکیٹ کافی ہے۔ پھر ایک کذّاب کے خدا بن جانے میں کیا مشکلات
ہیں۔ مَیں حیران ہوں کہ عیسائی صاحبوں نے ان عبارتوں کو کیوں پیش کر دیا۔ ان کو تو
مخفی رکھنا چاہیئے تھا۔ اب تو وہی بات ہوئی کہ تبر خویش بر پائے خویش۔

دوسرا جواب مجیب صاحب نے یہ دیا ہے کہ یسُوع مسیح مُردوں کو زندہ کرتا اور
جذامیوں وغیرہ کو صاف کرتا تھا۔ لیکن افسوس کہ صاحب راقم نے اس جواب کے
وقت میرے اشتہار کے اس فقرہ کو نہیں پڑھا کہ قوت ثبوت میں موازنہ کیا جائے گا۔
افسوس انہوں نے یہ کیسی جلدی کی کہ قصّوں اور کہانیوں کو پیش کر دیا۔ صاحبو! مسیح
کا مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ امور یہ سب ایسے قصّے ہیں کہ جن کو خود یورپ کے محقق بنظر
استہزاء دیکھتے ہیں۔ ان کا نام ثبوت رکھنا اگر سادہ لوحی نہ ہو تو اَور کیا ہے۔ اور اگر ثبوت
اسی کو کہتے ہیں تو پھر دوسری قوموں کا کیا قصور ہے کہ اُن کے خداؤں کو قبول نہیں
کیا جاتا۔ کیا اُن کے دفتروں اور کتابوں میں اس قسم کے قصّے بکثرت بھرے ہوئے نہیں ہیں؟

دنیا میں اکثر یہی فساد بہت پھیل رہا ہے کہ لوگ دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں
کرتے۔ کون اس بات کو نہیں جانتا کہ یہود جن کے لئے یسُوع بھیجا گیا تھا وہ سب
اس کے معجزات سے صاف منکر ہیں۔ اب تک اُن کی پُرانی کتابوں سے لے کر آخری

تالیفات تک میں یہی واویلا ہے کہ اس سے کوئی بھی معجزہ نہیں ہوا۔ چنانچہ بعض تاریخی کتابیں ان کی میرے پاس بھی موجود ہیں۔ پس کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جس قوم کو مُردے زندہ کرکے دکھلائے گئے اور اُن کے جذامی اچھے کئے گئے اور اُن کے مادرزاد اندھوں کی آنکھیں کھولی گئیں۔ وہ قدیم سے قطعاً ان باتوں سے منکر چلے آویں اور کوئی فرقہ اُن میں سے قائل نہ ہو۔ بھلا اگر اور نہیں تو اتنا تو چاہیئے تھا کہ جن کے باپ دادوں پر یہ احسان ہوا وہی شکر کے طور پر مانتے چلے آتے۔ سو اب اگر عیسائیوں کی انجیل یہ بیان کرتی ہے کہ مُردے زندہ ہوئے تو اس کے برخلاف یہودیوں کی بہت سی کتابیں بیان کرتی ہیں کہ ایک ٹڈی بھی زندہ نہیں ہوئی اور نہ اور کوئی نشان ظاہر ہوا۔ تو اب کون فیصلہ کرے کہ ان دونوں میں سے حق پر کون ہے بلکہ تین دلیل سے بظاہر یہود حق پر معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ عادت اللہ نہیں ہے کہ بار بار قبریں پھٹیں اور مُردے دُنیا میں آویں۔ (۲) دوم یہ کہ یسُوع نے انجیل میں آپ بھی معجزات دکھلانے سے انکار کیا ہے بلکہ غصّہ میں آکر معجزات مانگنے والوں کو حرامکار کہہ دیا ہے۔

(۳) تیسرے یہود کی طرف سے یہ حجّت ہے کہ اگر یسُوع میں مُردہ زندہ کرنے کی طاقت ہوتی تو وہ اپنی نبوت کے ثابت کرنے کے لئے ضرور اُس طاقت کو استعمال کرتا۔ لیکن جب اس سے پوچھا گیا تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیاء کا دوبارہ دُنیا میں آنا ضروری ہے۔ اگر تو مسیح موعود ہے تو دکھلا کہ ایلیاء کہاں ہے تو اس نے اس وقت تاویل سے کام لیا اور کہا کہ یوحنا بن زکریا کو ایلیاء سمجھ لو اور اسی وجہ سے یہود کے علماء اس کو قبول نہ کر سکے۔ پس اگر اس کو زندہ کرنے کی قدرت تھی تو اس پر فرض تھا کہ وہ فی الفور ایلیاء کو دکھلا دیتا اور تاویلوں میں نہ پڑتا۔ غرض ایسے بیہودہ قصّے ثبوت میں داخل نہیں ہیں بلکہ خود ثبوت کے محتاج ہیں۔ پھر کیا مناسب تھا کہ ثبوت

رؤیت کے مقابلہ پر ایسے قصّوں کو پیش کیا جاتا۔

اگر کہو کہ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر آیا ہے۔ سو واضح رہے کہ قرآن شریف کوئی تاریخی کتاب نہیں اور نہ اُس نے کسی تاریخی کتاب سے ان قصّوں کو نقل کیا ہے بلکہ اس کی تمام باتیں اس کی الہامی سچائی کی بنیاد پر مانی جاتی ہیں۔ سو وہ جس الہام کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ کے معجزات کا ذکر کرتا ہے اسی الہام کے ذریعہ سے یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عیسیٰ صرف انسان تھا۔ خدا نہیں تھا اور آنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا مکذب نہیں تھا۔ پس اگر قرآن کی وحی پر اعتماد اور ایمان ہے تو پھر کوئی جھگڑا نہیں۔ ہم قرآن کی الہامی گواہی سے مانتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ایک صالح آدمی اور پیغمبر تھا۔ اس نے کبھی خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور آنے والے رسُول پر اس کو ایمان تھا اور وہ صاحب معجزات تھا۔ مگر یاد رہے کہ یہ گواہی الہامی ہے نہ تاریخی۔ جو شخص قرآن کے الہام کو نہیں مانتا اس کے نزدیک یہ سب گواہی کالعدم ہے۔ اور جو مانتا ہے وہ قرآن کے سارے بیان کو مانتا ہے۔ اگر ایمان نہیں تو یہ حوالہ بیکار ہے۔ پس جو شخص قرآن کی وحی سے انکار کرتا ہے وہ قرآن کی شہادت سے کچھ نفع نہیں اُٹھا سکتا۔ ہم نے جیسا کہ قرآن کی اس وحی کو قبول کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے معجزات ظاہر ہوئے ایسا ہی اس وحی کو بھی قبول کیا ہے کہ وہ محض بندے اور خدا کے رسُول اور ہمارے نبیؐ کے مصدق تھے اور قرآن کی شہادت کی قدر و قیمت اس وقت تک ہے کہ جب اس کو خدا کی وحی سمجھی جاوے۔ پس جو شخص اس کو وحی مانتا ہے وہ اس کی ساری باتیں مانتا ہے۔ وحی کے ایک حصّہ کو ماننا اور دوسرے کو ردّ کرنا دیانتداروں کا کام نہیں۔ ہمارا جھگڑا اُس یسُوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے نہ اس برگزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن کی وحی نے مع تمام لوازم کے کیا ہے۔

راقم خاکسار غلام احمد قادیانی ۲۸ ؍ فروری ۱۸۹۷ء

(یہ اشتہار ضمیمہ اخبار مخبر دکن مدراس کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۵۹)

خدا کی لعنت اور کسرِ صلیب

چونکہ عیسائیوں کا یہ ایک متفق علیہ عقیدہ ہے کہ یسوع مصلوب ہو کر تین دن کے لئے لعنتی ہو گیا تھا اور تمام مدار نجات کا ان کے نزدیک اسی لعنت پر ہے تو اس لعنت کے مفہوم کی رو سے ایک ایسا سخت اعتراض وارد ہوتا ہے جس سے تمام عقیدہ تثلیث اور کفارہ اور نیز گناہوں کی معافی کا مسئلہ کالعدم ہو کر اس کا باطل ہونا بدیہی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو اس مذہب کی حمایت منظور ہے تو جلد جواب دے۔ ورنہ دیکھو یہ ساری عمارت گر گئی اور اس کا گرنا ایسا سخت ہوا کہ سب عیسائی عقیدے اس کے نیچے کچلے گئے۔ نہ تثلیث رہی نہ کفارہ نہ گناہوں کی معافی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ کیسا کسرِ صلیب ہوا۔

اب ہم صفائی اعتراض کے لئے پہلے لغت کی رُو سے لعنت کے لفظ کے معنی کرتے ہیں اور پھر اعتراض کو بیان کر دیں گے۔ سو جاننا چاہئے کہ لسان العرب میں کہ جو لغت کی ایک پُرانی کتاب اسلامی تالیفات میں سے ہے۔ اور ایسا ہی قطر المحیط اور محیط اور اقرب الموارد میں جو دو عیسائیوں کی تالیفات ہیں جو حال میں بمقام بیروت چھپ کر شائع ہوئی ہیں اور ایسا ہی کتب لغت کی تمام کتابوں میں جو دنیا میں پائی جاتی ہیں، لعنت کے معنے یہ لکھے ہیں۔ اللعن الابعاد والطرد من الخیر ومن اللّٰہ ومن الخلق ومن ابعدہ اللّٰہ لم تلحقہ رحمتہ وخلّد فی العذاب واللعین الشیطان والممسوخ وقال الشماخ مقام الذئب کالرجل اللعین* یعنی لعنت کا مفہوم یہ

* لعن کا لفظ عربی اور عبرانی میں مشترک ہے۔ منہ

ہے کہ لعنتی اس کو کہتے ہیں جو ہر یک خیر و خوبی اور ہر قسم کی ذاتی صلاحیت اور خدا کی رحمت اور خدا کی معرفت سے کلی بے بہرہ اور بے نصیب ہو جائے اور ہمیشہ کے عذاب میں پڑے یعنی اس کا دل بکلی سیاہ ہو جائے اور بڑی نیکی سے لے کر چھوٹی نیکی تک کوئی خیر کی بات اس کے نفس میں باقی نہ رہے اور شیطان بن جائے اور اس کا اندر مسخ ہو جائے یعنی کتوں اور سوروں اور بندروں کی خاصیت اس کے نفس میں پیدا ہو جائے اور شماخ نے ایک شعر میں لعنتی انسان کا نام بھیڑیا رکھا ہے۔ بس مشابہت سے کہ لعنتی کا باطن مسخ ہو جاتا ہے۔ تم کلامہم۔ ایسا ہی عرف عام میں بھی جب یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص پر خدا کی لعنت ہے تو ہر یک ادنیٰ اعلیٰ یہی سمجھتا ہے کہ وہ شخص خدا کی نظر میں واقعی طور پر پلید باطن اور بے ایمان اور شیطان ہے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے روگردان ہے۔

اب اعتراض یہ ہے کہ جس حالت میں لعنت کی حقیقت یہ ہوئی کہ ملعون ہونے کی حالت میں انسان کے تمام تعلقات خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں اور اس کا نفس پلید اور اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا سے بھی روگردانی اختیار کرتا ہے اور اس میں اور شیطان میں ذرہ فرق نہیں رہتا تو اس وقت ہم حضرات پادری صاحبوں سے بکمال ادب یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ درحقیقت یہ لعنت اپنے تمام لوازم کے ساتھ جیسا کہ ذکر کیا گیا یسوع پر خدا تعالیٰ کی طرف سے پڑ گئی تھی اور وہ خدا کی لعنت اور غضب کے نیچے آکر سیاہ دل اور خدا سے رُوگردان ہو گیا تھا۔ میرے نزدیک تو ایسا شخص خود لعنتی ہے کہ ایسے برگزیدہ کا نام لعنتی رکھتا ہے جو دوسرے لفظوں میں سیاہ دل اور خدا سے برگشتہ اور شیطان سیرت کہنا چاہیئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا پیارا درحقیقت اس لعنت کے نیچے آگیا تھا جو پوری پوری خدا کی دشمنی کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لعنت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ خدا لعنتی انسان کا واقعی طور پر دشمن ہو جائے اور ایسا ہی لعنتی انسان خدا کا دشمن ہو جائے اور اس دشمنی

کی وجہ سے بندروں اور سوٴروں اور کتّوں سے بدتر ہو جائے کیونکہ بندر وغیرہ خدا تعالےٰ کے دشمن نہیں ہیں لیکن لعنتی انسان خدا تعالیٰ کا دشمن ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی لفظ اپنے لوازم سے الگ نہیں ہو سکتا جب ہم ایک کو سیاہ دل اور شیطان یا بندر اور کتا کہیں گے تو تبھی کہیں گے کہ جب شیطان اور بندروں اور کتّوں کے صفات اس میں موجود ہو جائیں۔ پس جبکہ تمام دُنیا کے اتفاق سے لعنت کا یہی مفہوم ہے تو یہ دو باتیں ایک وقت میں کب جمع ہو سکتی ہیں کہ ایک شخص بمقتضائے مفہوم لعنت خدا سے برگشتہ بھی ہو اور باخدا بھی، اور خدا کا دشمن بھی ہو اور دوست بھی، اور منکر بھی ہو اور اقراری بھی۔ محبت کا تعلق لعنت کے مفہوم کو منافی ہے۔ جبھی کہ ایک پر لعنت پڑ گئی اسی وقت خدا سے جتنے قرب اور محبت اور رحم کے تعلقات تھے، تمام ٹوٹ گئے اور ایسا شخص شیطان ہو گیا۔ اور سیاہ دل اور خدا کا منکر بن گیا۔ اب اگر خدانخواستہ کچھ دنوں تک یسُوع پر لعنت پڑ گئی تھی تو اس وقت اس کا خدا تعالیٰ سے ابنیت کا علاقہ اور پیارا بیٹا ہونے کا لقب کیونکر باقی رہ سکتا تھا کیونکہ بیٹا ہونا تو یکطرف خود پیارا ہونا لعنت کے مفہوم کے برخلاف ہے۔ خدا کے کسی پیارے کو ایک دَم کے لئے بھی شیطان کہنا کسی شیطان کا کام ہے نہ انسان کا۔ پس مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شریف آدمی ایک سیکنڈ کے لئے بھی یسُوع کے لئے یہ تمام نام جائز رکھے جو لعنت کی حقیقت اور رُوح ہیں۔

پس اگر جائز نہیں تو دیکھو کہ کفارہ کی تمام عمارت گر گئی اور تثلیثی مذہب ہلاک ہو گیا اور صلیب ٹوٹ گیا۔ کیا کوئی دُنیا میں ہے جو اس کا جواب دے؟

راقم غلام احمد قادیانی (۶ / مارچ ۱۸۹۷ء)

مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان۔

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۶۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

عرصہ دس برس کا ہوا ہے کہ جب میں نے اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں پنڈت لیکھرام کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اشتہار شائع کیا تھا کہ ان کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کے سبب سے اُن کے لئے خدا نے عذاب کا ارادہ فرمایا ہے اور اُن کے عذاب کی تشریح معہ تشریح میعاد کے ان کی مرضی پر موقوف رکھی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے بطیب خاطر مجھے اجازت دے دی کہ وہ پیشگوئی مفصل طور پر شائع کر دی جائے۔ سو آخرکار وہ پیشگوئی اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۹۳ء میں مفصل طور پر شائع کر دی گئی اور نہ صرف اس میں بلکہ برکات الدعا اور دوسری متفرق کتابوں اور اشتہاروں میں یہ پیشگوئی شائع ہوتی رہی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ عذاب کی موت معمولی تپ وغیرہ سے ظہور میں نہیں آئے گی اور پنڈت مذکور معمولی بیماریوں سے نہیں بلکہ خدا کے قہری نشان میں ماخوذ ہو کر انتقال کرے گا اور اس پیشگوئی کے لئے ۲۰؍ فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کی میعاد مقرر ہوئی تھی۔ سو آج آریہ صاحبوں کے ایک اشتہار سے یہ خبر ملی ہے جو پنڈت مذکور ۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء کو دھرم پر بلیدان ہو گیا۔

اگرچہ انسانی ہمدردی کی رُو سے ہمیں افسوس ہے کہ اس کی موت ایک سخت

مصیبت اور آفت اور ناگہانی حادثہ کے طور پر عین جوانی کے عالم میں ہوئی۔ لیکن دوسرے پہلو کی رُو سے ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جو اُس نے مُونہہ کی باتیں آج پُوری ہو گئیں ہمیں قسم ہے اس خدا کی جو ہمارے دل کو جانتا ہے کہ اگر وہ یا کوئی اَور کسی خطرہ موت میں مبتلا ہوتا اور ہماری ہمدردی سے وہ بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے۔ کیونکہ خدا کی باتیں بجائے خود اپنے لئے ایک وقت رکھتی ہیں۔ مگر انسان کو چاہیئے کہ انسانی اخلاق اور انسانی ہمدردی سے کسی حالت میں درگذر نہ کرے کہ یہی اعلےٰ درجہ خلق کا ہے۔ مگر نہ ہم اور نہ کوئی اَور خدا کی قرار دادہ باتوں کو روک سکتا ہے۔ اس وقت مناسب ہے کہ ہمارے سب مخالف اپنے دلوں کو پاک کر کے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء جو آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شامل ہے اور اشتہار ٹائٹل پیج برکات الدُّعا وغیرہ کو دلی توجہ سے پڑھیں اور پاک دل ہو کر سوچیں کہ کیونکر اس موت کا خدا تعالیٰ نے پہلے نقشہ کھینچ کر دکھا دیا ہے۔ دیکھو دُنیا میں کیسی وبائے طاعون شروع ہو گئی ہے۔ یہ غفلت اور سخت دلی کی شامت ہے۔ اب ہر یک قوم کو چاہیئے کہ عمل صالح میں کوشش کریں اور واہیات باتیں چھوڑ دیں۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ چونکہ آتھم کی موت بالکل پیشگوئی کے مطابق ہوئی تھی اور خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ شرط کے لحاظ سے بروئے اشتہارات متواتر الہامات کے موافق وہ فوت ہو گیا تھا اور اہل نظر کے لئے قابل اطمینان صفائی کے ساتھ وہ پیشگوئی پوری ہو گئی تھی مگر اب تک بعض نے محض ہٹ دھرمی سے اپنی ضد کو نہیں چھوڑا تھا اور میری عداوت سے اسلام کی تحقیر کی بھی کچھ پروا نہیں کی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی موٹی عقلوں کے موافق ان پر اتمام حجت کرے۔ سو یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ اس نے چاہا کہ اس کے بندہ کی تحقیر کرنے والے متنبہ ہو جائیں اور اپنی جانوں پر رحم کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اسی حجاب میں گذر جائیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا

توکب کا نابود کیا جاتا۔ اب تو اُس کاروبار کا زمانہ اُس سچے اور برگزیدہ نبی کے زمانہ سے برابر ہوگیا ہے جو تئیس برس اس مسافر خانہ میں رہ کر اور ایک دُنیا کو زندہ کرکے رفیق اعلیٰ کو جا ملا تھا کیونکہ الہامی سلسلہ کو اب پچیسواں[۲۵] سال چڑھا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

راقم خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۹ مارچ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان
(یہ اشتہار ۳۰ × ۲۰/۸ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۶۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بنگر کہ آں مؤیّد من بیشیخ نجف را
چنداں اماں نداد کہ تکمیل چل کند

شیخ نجفی کا خط عربی و اُردو مطبوعہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء مجھ کو ملا جس کا جواب انشاء اللہ بعد میں لکھوں گا۔ اب اس وقت اس آسمانی نشان کو ظاہر کرنا منظور ہے کہ شیخ نجفی نے اپنے خط میں چالیس[۴۰] دقیقہ میں نشان دکھلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ہم نے یکم فروری ۱۸۹۷ء سے چالیس[۴۰] روز میں۔ دیکھو حاشیہ اشتہار یکم فروری ۱۸۹۷ء صفحہ ۴۔ عبارت اشتہار یہ ہے۔

اگر نشانے از ما دریں مدّت یعنے چہل روز بظہور آمد و از ایشاں یعنے از شیخ نجفی چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب شاں خواہد شد۔

[۱] یہ اشتہار جلد ہذا میں بہ نمبر درج ہے۔ (المرتب)

سو خدا کا احسان ہے کہ یکم فروری ۱۸۹۷ء سے پینتیس دن تک یعنے چالیس دن کے اندر نشان ہلاکت لیکھرام پشاوری وقوع میں آ گیا۔ اب خبردار شیخ حنال نجفی لاہور سے بھاگ نہ جائے۔ اس کو خدا نے کھلے کھلے طور پر رُوسیاہ کیا اور مجھ پر احسان کیا۔ اب ہماری طرف سے نشان تو ہو چکا اور نجفی کا کذب کھل گیا۔ تاہم تنزّل کے طور پر ہم راضی ہیں کہ وہ مسجد شاہی کے منارہ سے اب نیچے گر کے دکھلا دے تاکہ اگر شیخ نجدی منظرین میں داخل ہے تو بارے شیخ نجفی کا قصہ تو تمام ہو اور اگر اب بھی اپنا نشان نہ دکھلایا تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔ ۱۰ر مارچ ۱۸۹۷ء

الراقم عدو النجدی والنجفی القادی الی الھادی مرزا غلام احمد عافاہ اللہ وایّد

(در مطبع ضیاء الاسلام قادیان طبع شد)

---

(۱۶۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

سیّد احمد خان صاحب کے سی ایس آئی

سیّد صاحب اپنے رسالہ الدعاء والاستجابت میں اس بات سے انکاری ہیں کہ دُعا میں جو کچھ مانگا جائے وہ دیا جائے۔ اگر سیّد صاحب کی تحریر کا یہ مطلب ہوتا کہ ہر یک دُعا کا قبول ہونا واجب نہیں بلکہ جس دُعا کو خدا تعالےٰ قبول فرمانا اپنے مصالح کی رُو سے پسند فرماتا ہے وہ دُعا قبول ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ تو یہ قول بالکل سچ ہوتا۔ مگر سرے سے قبولیت دُعا سے انکار کرنا تو خلاف تجارب صحیحہ و عقل و نقل ہے۔ ہاں دُعاؤں کی قبولیت کے لئے اس رُوحانی حالت کی ضرورت ہے۔

جس میں انسان نفسانی جذبات اور میل غیر اللہ کا چولہ اُتار کر اور بالکل رُوح ہو کر خدا تعالےٰ سے جاملتا ہے۔ ایسا شخص مَظہرِ العجائب ہوتا ہے اور اُس کی محبت کی موجیں خدا کی محبت کی موجوں سے یُوں ایک ہو جاتی ہیں جیسا کہ دو شفاف پانی دو متقارب چشموں سے جوش مار کر آپس میں مل کر بہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا آدمی گویا خدا کی شکل دیکھنے کے لئے ایک آئینہ ہوتا ہے اور غیب الغیب خدا کا اس کے عجائب کاموں سے پتہ ملتا ہے۔ اُس کی دعائیں اس کثرت سے منظور ہوتی ہیں کہ گویا دُنیا کو پوشیدہ خدا دکھا دیتا ہے۔ سو سید صاحب کی یہ غلطی ہے کہ دُعا قبول نہیں ہوتی۔ کاش اگر وہ چالیس دن تک بھی میرے پاس رہ جاتے تو۔ نئے اور پاک معلومات پا لیتے۔ مگر اب شاید ہماری اور ان کی عالم آخرت میں ہی ملاقات ہوگی۔ افسوس کہ ایک نظر دیکھنا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ سید صاحب اس اشتہار کو غور سے پڑھیں کہ اب ملاقات کے عوض جو کچھ ہے یہی اشتہار ہے۔

اب اصل مطلب یہ ہے کہ کرامات الصادقین کے ٹائٹل پیج کے اخیر صفحہ پر اور برکات الدعا کے ٹائٹل پیج کے صفحہ اوّل کے سر پر مَیں نے یہ عبارت لکھی ہے کہ نمونہ دُعائے مستجاب اور پھر اس میں پنڈت لیکھرام کی موت کی نسبت ایک پیشگوئی کی ہے اور کرامات الصادقین وغیرہ میں لکھ دیا ہے کہ اس پیشگوئی کا الہام دُعا کے بعد ہوا ہے کیونکہ امر واقعی یہی تھا کہ اس شخص کی نسبت جو توہین رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا دُعا کی گئی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے صریح کشف اور الہام سے فرما دیا تھا کہ چھ برس کے عرصہ تک ایسے طور سے اُس کی زندگی کا خاتمہ کیا جائے گا جیسا کہ وقوع میں آیا۔ اب اس پیشگوئی میں حقیقت کے طالبوں کے لئے دو نئے ثبوت ملتے ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا اپنے کسی بندہ کو ایسے عمیق غیب کی خبر دے سکتا ہے جو دنیا کی تمام نظر میں غیر ممکن ہو۔ دوسرے یہ کہ دُعائیں

قبول ہوتی ہیں۔ اگر آپ آئینہ کمالات[1] کا وہ اشتہار جس کے اُوپر چند شعر ہیں - اور کرامات الصادقین کا وہ الہام جو صفحہ آخری ٹائٹل پیج پر ہے اور برکات الدعا[2] کے دو ورق ٹائٹل پیج کے اور نیز حاشیہ[3] آخری صفحہ کا ایک مرتبہ پڑھ جائیں تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ آپ جیسا ایک منصف مزاج فی الفور اپنی پہلی رائے کو چھوڑ کر اس سچائی کو تعظیم کے ساتھ قبول کرلے۔ اگرچہ یہ پیشگوئی بہت ہی صاف ہے مگر مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ دن بدن زیادہ صفائی کے ساتھ لوگوں کو سمجھ آتی جائے گی۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد تاریک دلوں پر بھی اس کی ایک عظیم الشان روشنی پڑے گی۔ اکثر حصّہ اس ملک کا ایسے تاریک دلوں کے ساتھ پُر ہے جن کو خبر نہیں کہ خدا بھی ہے اور اس سے ایسے تعلقات بھی ہو جایا کرتے ہیں !! پس جیسے جیسے مچھلی پتھر کو چاٹ کر واپس ہو گی ویسے ویسے اس پیشگوئی پر یقین بڑھتا جائے گا۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہو گا۔ ابھی وہ بچے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ ایک ہستی قادر مطلق موجود ہے ! مگر وہ وقت آتا ہے کہ اُن کی آنکھیں کھُلیں گی اور زندہ خدا کو اس کے عجائب کاموں کے ساتھ بجز اسلام کے اَور کسی جگہ نہ پائیں گے۔

آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں۔ ایک پیشگوئی میں نے اشتہار[4] ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں آپ کی نسبت بھی کی تھی کہ آپ کو اپنی عُمر کے ایک حصّہ میں ایک سخت غم و ہم پیش آئے گا اور اُس پیشگوئی کے شائع ہونے سے آپ کے بعض احباب ناراض ہوئے تھے اور انہوں نے اخباروں میں ردّ چھپوایا تھا۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ پیشگوئی بھی بڑی ہیبت کے ساتھ پُوری ہوئی اور یکدفعہ ناگہانی طور سے ایک شریر انسان کی

---

[1] یہ اشتہار زیر نمبر ۹۵ درج ہے (المرتب)۔ [2] یہ اشتہار زیر نمبر ۹۸ درج ہے (المرتب)
[3] یہ حاشیہ جلد اوّل صفحہ ۳۸۶ پر درج ہے (المرتب)۔ [4] دیکھئے اشتہار زیر نمبر ۴۸ (المرتب)

خیانت سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے نقصان کا آپ کو صدمہ پہنچا۔ اس صدمہ کا اندازہ آپ کے دل کو معلوم ہوگا کہ اس قدر مسلمانوں کا مال ضائع گیا۔ میرے ایک دوست میرزا خدا بخش صاحب مسٹر سید محمود صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ "اگر میں اس نقصان کے وقت علیگڈھ میں موجود نہ ہوتا تو میرے والد صاحب ضرور اُس غم سے مر جاتے" یہ بھی میرزا صاحب نے سُنا کہ آپ نے اس غم سے تین دن روٹی نہیں کھائی۔ اور اس قدر قومی مال کے غم سے دل بھر گیا کہ ایک مرتبہ غشی بھی ہو گئی۔ سوائے سید صاحب یہی حادثہ تھا جس کا اس اشتہار میں صریح ذکر ہے۔ چاہو تو قبول کرو! والسلام۔

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی ۱۲ر مارچ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔ (یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۴ کے ۲ صفحوں پر ہے) (المرتب)

---

(۱۶۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیکھرام کی موت کے متعلق آریوں کے خیالات

اخبار عام مطبوعہ چہار شنبہ ۱۰ر مارچ ۱۸۹۷ء میں میری نسبت اشارہ کر کے یہ لکھا ہے کہ "ایک عیسائی ڈپٹی صاحب کی نسبت پیشگوئی فوت ہونے کی دو عرصہ ایک سال مشتہر کی گئی تھی اور اخباروں میں اس کی چرچا تھی۔ اور خدانخواستہ ان ایام میں اگر ڈپٹی صاحب کے ساتھ ایسا واقعہ ہو جاتا۔ (یعنی قتل کا واقعہ) جس کا خمیازہ لیکھرام صاحب کو بھگتنا پڑا ہے، تب اَور صورت تھی" اب ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب

کی اس تقریر کا کیا مطلب ہے۔ بس یہی مطلب ہے کہ اگر ڈپٹی آتھم صاحب قتل ہو جاتے
تو ایڈیٹر صاحب کے خیال میں گورنمنٹ کو پیشگوئی کرنے والے کی نسبت فی الفور توجہ پیدا
ہوتی اور وہ تفتیش ہوتی جو اَب نہیں ہے۔ غالباً اس تقریر سے ایڈیٹر صاحب کی کوئی نیت
نیک ہو گی مگر چونکہ وہ ایک سطحی خیال اور خلاف واقعہ سمجھ کا ایک داغ ساتھ رکھتی ہے اس
لئے افسوس کی جگہ ہے۔ ایڈیٹر صاحب کی تقریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آتھم کی نسبت
پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لیکن ہم مختصر طور پر یاد دلاتے ہیں کہ وہ پیشگوئی بڑی صفائی سے
پوری ہوئی۔ آتھم صاحب میرے ایک پُرانے ملاقاتی تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ زبانی
اور ایک خاص رُقعہ کے ذریعہ سے بھی الحاح کیا تھا کہ اگر میری نسبت کوئی پیشگوئی ہو۔
اور وہ سچّی نکلی تو مَیں کسی قدر اپنی اصلاح کروں گا۔ سو خدا نے اُن کی نسبت یہ پیشگوئی
ظاہر کی کہ وہ پندرہ مہینہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گریں گے مگر اس شرط سے کہ اس عرصہ
میں حق کی طرف انہوں نے رجُوع نہ کیا ہو۔ پس چونکہ خدا کی پیشگوئی میں ایک شرط تھی۔
اور آتھم صاحب خوفناک ہو کر اس شرط کے پابند ہو گئے تھے پس ضرور تھا کہ وہ اس
شرط سے فائدہ اُٹھاتے کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا کی شرط پر کوئی عمل کرکے پھر اس سے
نفع نہ اُٹھاوے۔ لہٰذا شرط کی تاثیر سے اُن کی موت میں کسی قدر تاخیر ہو گئی۔ اگر کہو کہ
اس کا کیا ثبوت ہے کہ دل میں انہوں نے اسلام کی طرف رجُوع کر لیا تھا یا اُن پر
اسلامی پیشگوئی کا خوف غالب آگیا تھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب خدا نے مجھے
اطلاع دی کہ آتھم نے شرط سے فائدہ اُٹھایا ہے اور اس کی موت میں ہم نے کچھ تاخیر
ڈال دی تو مَیں نے آتھم صاحب کو چار ہزار روپیہ کے انعام پر قسم کھانے کے لئے
بُلایا کہ اگر در پردہ اسلام کی طرف رجُوع نہیں کیا یا اسلامی ہیبت ان کے دل پر طاری
نہیں ہوئی تو چاہیئے کہ میدان میں آکر قسم کھاویں یا اگر قسم نہیں تو نالش کرکے اپنے اس
خوف کے وجوہ کو جس کا اُن کو اقرار ہے بپایہ اثبات پہنچاویں۔ مگر انہوں نے نہ قسم

کھائی نہ نالش کی۔ باوجودیکہ اُن کو صاف اقرار تھا کہ مَیں میعاد پیشگوئی کے اندر ڈرتا رہا۔ مگر اسلامی ہیبت سے نہیں بلکہ تعلیم یافتہ سانپ اور حملوں وغیرہ سے اور چونکہ وہ خوف کو چھپا نہ سکے اس لئے یہ بہانے بنائے اور ثبوت کچھ نہ دیا اور اسی وجہ ان کو قسم کی طرف بُلایا گیا تھا تا اگر وہ سچے ہیں تو قسم کھا لیں۔ مگر باوجود چار ہزار روپیہ نقد دینے کے قسم نہ کھائی۔ نہ نالش سے اپنے اُن بہتانوں کو ثابت کیا یہانتک کہ قبر میں داخل ہو گئے۔

میرے الہام میں یہ بھی تھا کہ اگر آتھم سچی گواہی نہیں دے گا اور نہ قسم کھائے گا تب بھی اصرار کے بعد جلد مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آتھم صاحب میرے آخری اشتہار سے سات مہینے کے اندر مر گئے اور عجیب تر یہ کہ اُن کے اس تمام قصہ کے بارہ برس قبل از وقوع براہین احمدیہ کے الہامات میں خبر موجود ہے دیکھو صفحہ ۲۴۱ براہین احمدیہ۔ پھر ایسی صاف اور روشن پیشگوئی کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ پوری نہیں ہوئی کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔ کیا آتھم صاحب کی اس پیشگوئی میں کوئی شرط نہیں تھی؟ اور اگر تھی تو کیا آتھم صاحب نے اپنے اقوال اور افعال سے اس شرط کا پُورا ہونا ثابت نہیں کیا؟ کیا آتھم صاحب میرے اس الزام کو قبر میں ساتھ نہیں لے گئے کہ انہوں نے خوف کا اقرار کر کے پھر یہ ثابت کر کے نہ دکھلایا کہ وہ خوف کسی تعلیم یافتہ سانپ وغیرہ حملوں کی وجہ سے تھا نہ اسلامی پیشگوئی کے رُعب کی وجہ سے۔ وہ ہمیشہ مباحثات کرتے تھے مگر پیشگوئی کے بعد ایسے چُپ ہوئے کہ چُپ ہونے کی حالت میں ہی گذر گئے۔ پس پیشگوئی تین طور سے پُوری ہوئی۔

(۱) اوّل اپنی شرط کی رُو سے کہ شرط پر عمل کرنے سے اس کا فائدہ آتھم کو دیا گیا
(۲) دوم اخفاء شہادت کے بعد جو وعدہ موت تھا اس وعدہ کی رُو سے۔
(۳) براہین احمدیہ کے اس الہام کی رُو سے جو اس واقعہ سے بارہ برس پہلے ہو چکا تھا۔ اب سوچو کہ اس سے بڑھ کر اگر کسی پیشگوئی میں صفائی ہو گی تو اور کیا ہو گی

اگر کوئی سچائی کو چھوڑ کر باتیں بناوے تو ہم اُس کا مونہہ بند نہیں کر سکتے۔ لیکن آتھم کی نسبت جو الہام کے الفاظ ہیں وہ ایسے صاف ہیں کہ ایک حق کے طالب کو بجز اُن کے ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ اور براہین احمدیہ کا الہام جو آتھم صاحب کی نسبت ہے جو بارہ ۱۲ برس پہلے اس پیشگوئی سے تقریباً تمام اسلامی دُنیا میں شایع ہو چکا ہے اس پر غور کرنے والے تو سجدہ میں گریں گے کہ کیسا عالم الغیب خدا ہے جس نے پہلے سے ان تمام آئندہ واقعات اور جھگڑوں کی خبر دے دی چونکہ اکثر اہل دُنیا کو آجکل اُس برتر ہستی پر ایمان نہیں ہے اس لئے اُن کے خیالات بہ نسبت اس کے کہ نیک ظنی کی طرف جائیں بدظنی کی طرف زیادہ جاتے ہیں۔ یہ بالکل غلطی ہے کہ گورنمنٹ نے لیکھرام کے مقدمہ میں سُستی کی ہے اور آتھم کے مقدمہ میں اگر وہ قتل ہو جاتا تو سُستی نہ کرتی۔ ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کو دونوں آنکھوں کی طرح برابر دیکھے۔ کسی کی رعایت نہ کرے۔ جیسا کہ فی الواقعہ یہ عادل گورنمنٹ ایسا ہی کر رہی ہے۔ لیکن مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی گورنمنٹ خدا سے بھی لڑ سکتی ہے۔ بیشک گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کسی نابکار خونی کو پکڑے۔ اس کو پھانسی دے اور بدتر سے بدتر سزا کے ساتھ اس کو تنبیہہ کرے تا دوسرے عبرت پکڑیں اور ملک میں امن قائم رہے۔ اگر آتھم قتل ہو جاتا تو بیشک وہ شخص پھانسی ملتا جو آتھم کا قاتل ہوتا۔ اسی طرح جب ثابت ہوگا کہ لیکھرام کا فلاں شخص قاتل ہے اور وہ گرفتار ہوگا تو ایسا ہی وہ بھی پھانسی ملیگا۔ گورنمنٹ کا اس میں کیا قصور ہے اور کونسی سُستی؟ کس قاتل کو آریہ صاحب کس ثبوت کے ساتھ گرفتار کرانا چاہتے ہیں جس کے پکڑنے میں گورنمنٹ متامل ہے۔ لیکن گورنمنٹ خدا کی پیشگوئیوں میں دخل نہیں دے سکتی۔ جس قدر گورنمنٹ اس کی طرف توجہ کرے گی اسی قدر اُن پیشگوئیوں کو آسمانی اور بے لوث اور پاک پائے گی۔ آخر یہ گورنمنٹ اہل کتاب ہے اور اس خدا سے منکر نہیں ہے جو پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور آنے والے

زمانہ کی ایسے طور سے خبر دے سکتا ہے کہ گویا وہ موجود ہے۔ کیا چھ سال کی میعاد بیان کرنا اور عید کے دوسرے دن کا پتہ دینا اور صورت موت بیان کر دینا یہ خدا سے ہونا محال ہے؟ اگر خدا سے محال ہے تو ان قیدوں کے ساتھ انسان کی اپنی پیشگوئی کیونکر ممکن ہے۔ کیا دُور دراز عرصہ سے ایسی صحیح خبریں دینا انسان کا کام ہے؟ اگر ہے تو اس کی دُنیا میں کوئی نظیر پیش کرو۔ گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہیئے کہ اس ملک میں اور اس کے زمانہ بادشاہت میں خدا اپنے بعض بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے کہ جو قصّوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ اس ملک پر رحمت ہے کہ آسمان زمین سے نزدیک ہو گیا ہے ورنہ دوسرے مُلکوں میں اس کی نظیر نہیں۔

یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ مختلف مقامات پنجاب سے کئی خط میرے* پاس پہنچے ہیں جن میں بعض آریہ صاحبوں کے جوشوں اور نامناسب منصوبوں کا تذکرہ ہے میرے پاس وہ خط بحفاظت موجود ہیں اور اس جگہ کے بعض آریہ کو مَیں نے وہ خط دکھلا دیئے ہیں۔ چنانچہ ایک خط جو گوجرانوالہ سے ایک معزز اور رئیس کا مجھ کو پہنچا ہے اُس کا مضمون یہ ہے کہ اس جگہ دو دن تک جلسہ ماتم لیکھرام ہوتا رہا اور قاتل کے گرفتار کنندہ کے لئے ہزار روپیہ انعام قرار پایا ہے اور دو سَو اُس کے لئے جو نشاندہی کرے۔ اور خارجاً سُنا گیا ہے کہ ایک خفیہ انجمن آپ کے قتل کے لئے منعقد ہوئی ہے اور اس انجمن کے ممبر قریب قریب شہروں کے لوگ (جیسے لاہور، امرتسر، بٹالہ اور خاص گوجرانوالہ کے) ہیں منتخب ہوئے ہیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ بیس ہزار روپیہ چندہ ہو کر کسی شریر طامع کو اس کام کے لئے مامور کریں تا وہ موقعہ پا کر قتل کر دے۔** چنانچہ دو ہزار روپیہ تک چندہ

---

* یہی خبر اجمالاً پیسہ اخبار میں بھی لکھی ہے۔ منہ

** براہین احمدیہ کا وہ الہام یعنی یا عیسٰی انی متوفیک جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنی کھلے یعنی یہ الہام حضرت عیسٰی کو اس وقت بطور تسلّی بھی ہوا تھا جب یہود اُن کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے اور اس جگہ بجائے یہود ہنود کوشش کر رہے ہیں۔ اور الہام کے یہ معنے ہیں کہ مَیں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔ دیکھو اس واقعہ نے عیسٰی کا

کا بندوبست ہو بھی گیا ہے۔ باقی دوسرے شہروں اور دیہات سے وصول کیا جائے گا۔ پھر بعد اس کے صاحب راقم لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ حافظ حقیقی کی حمایت میں ہیں۔ تاہم رعایت اسباب ضروری ہے اور میرے نزدیک ایسے وقت میں مشہور مسلمانوں سے بھی پرہیز لازم ہے۔ کیونکہ وہ طامع اور بد باطن ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ وہ بظاہر بیعت میں داخل ہو کر آریوں کی طمع دہی سے اس کام کے لئے جرأت کریں۔ پھر صاحب راقم لکھتے ہیں کہ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس مشورہ قتل کے سرگروہ اس شہر کے بعض وکیل اور چند عہدہ دار سرکاری اور بعض آریہ رئیس و سرگردگان لاہور کے ہیں۔ جس قدر مجھے خبر پہنچی ہے۔ مَیں نے عرض کر دیا۔ واللہ اعلم" اور اسی کا مصدق ایک خط پنڈدادنخاں سے اور کئی اور جگہ سے پہنچے ہیں اور مضمون قریب قریب ہے۔ یہ سب خط محفوظ ہیں۔ اور جس جوش کو بعض آریہ صاحبوں کے اخبار نے ظاہر کیا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ ایسے جوش کے وقت یہ خیالات بعید نہیں ہیں۔ چنانچہ ضمیمہ اخبار پنجاب سماچار لاہور میں میری نسبت یہ چند سطریں لکھی ہیں:۔

"ایک حضرت نے شاید اپنی مصنفہ کتاب موعود مسیحی میں یہ پیشگوئی بھی کی کہ پنڈت لیکھرام چھ سال کے عرصہ میں عید کے دن نہایت دردناک حالت میں مرے گا۔ یہ پیشگوئی اب قریب تھی۔ کیونکہ غالباً سنہ ۱۸۹۷ء چھٹا سال تھا اور ۵ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء آخری عید چھٹے سال کی تھی۔ علانیہ بذریعہ تحریر و تقریر کہا کرتے تھے کہ پنڈت کو مار ڈالیں گے اور مزید برآں یہ کہ پنڈت اس عرصہ میں اور فلاں دن میں ایک دردناک حالت میں مرے گا۔ کیا آریہ دھرم کے اس مخالف اور چند ایک کتب کے ایک خاص مصنف کو (یعنے اس عاجز کو) اس سازش سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

اس اخبار والے نے اور ایسا ہی دوسروں نے اس پیشگوئی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ ایک منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے طور پر مشہور کیا گیا۔ جیسا کہ وہ اسی اخبار

کے دوسرے صفحہ میں لکھتا ہے کہ "یہ قتل کئی ایک اشخاص کی مدت کی سوچی اور سمجھی ہوئی اور پختہ سازش کا نتیجہ ہے" ہم اس بات کو خود مانتے اور قبول کرتے ہیں کہ پیشگوئی کی تشریح میں بار بار تفہیم الٰہی سے یہی لکھا گیا تھا کہ وہ ہیبت ناک طور پر ظہور میں آئے گی اور نیز یہ کہ لیکھرام کی موت کسی بیماری سے نہیں ہوگی بلکہ خدا کسی ایسے کو اس پر مسلط کریگا جس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوگا۔ مگر جو پنجاب سماچار دہم مارچ ۱۸۹۷ء میں الہام کے حوالہ سے عید کا دن لکھا ہے یہ اس کی غلطی ہے۔ الہام کی عبارت یہ ہے ستعرف یوم العید والعید اقرب۔ یعنی تو اس نشان کے دن کو جو عید کے مانند ہے پہچان لے گا اور عید اس نشان کے دن سے بہت قریب ہوگی۔ یہ خدا نے خبر دی ہے کہ عید کا دن قتل کے دن کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ عید جمعہ کو ہوئی اور شنبہ کو جو شوال ۱۳۱۴ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ لیکھرام قتل ہو گیا۔ سو اس تمام پیشگوئی کا ماحصل یہ ہے کہ یہ ایک ہیبت ناک واقعہ ہوگا جو چھ سال کے اندر وقوع میں آئیگا اور وہ دن عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا یعنی دوسری شوال کی ہوگی۔ اب سوچو کیا یہ انسان کا کام ہے کہ تاریخ بتلائی گئی دن بتلایا گیا۔ سبب موت بتلایا گیا اور اس حادثہ کا وقوعہ ہیبت ناک طرز سے ظہور میں آنا بتلایا گیا۔ اس کا تمام نقشہ برکات الدعا کے مضمون میں کھینچ کر دکھلایا گیا۔ کیا یہ کسی منصوبہ باز کا کام ہوسکتا ہے کہ چھ برس پہلے ایسے صریح نشانوں کے ساتھ خبر دے اور وہ خبر پوری ہو جائے۔ توریت گواہی دیتی ہے کہ جھوٹے نبی کی پیشگوئی کبھی پوری نہیں ہوسکتی خدا اس کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا ہے تا دُنیا تباہ نہ ہو جیسا کہ لیکھرام نے بھی ایک دُنیوی چالاکی سے انہیں دنوں میں میری نسبت یہ اشتہار دیا تھا کہ تم تین برس کے عرصہ تک مر جاؤ گے۔ پس کیوں وہ کسی قاتل سے سازش نہ کر سکا تا اُس کی بات پوری ہوتی۔

ایک اور بات سوچنے کے لائق ہے کہ یہ بدگمانی کہ اُن کے کسی مُرید نے مار دیا ہوگا یہ شیطانی خیال ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ مریدوں کا مُرشد کے ساتھ ایک نازک

تعلق ہوتا ہے۔ اور اعتقاد کی بنا تقویٰ اور طہارت اور نیکوکاری پر ہوتی ہے۔ لوگ جو کسی کے مُرید ہوتے ہیں وہ اسی نیت سے مُرید ہوتے ہیں کہ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ شخص باخدا ہے۔ اس کے دل میں کوئی فریب اور فساد کی بات نہیں۔ پس اگر وہ ایک ایسا بدکار اور لعنتی شخص ہے کہ کسی کی موت کی جھوٹی پیشگوئی اپنی طرف سے بناتا ہے اور پھر جب اُس کی میعاد ختم ہونے پر ہوتی ہے تو کسی مُرید کے آگے ہاتھ جوڑتا ہے کہ اب میری عزت رکھ لے اور اپنے گلے میں رسہ ڈال اور مجھے سچا کرکے دکھلا۔ اب مَیں منصفوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا ایسے پلید لعنتی انسان کا یہ چال چلن دیکھ کر اور یہ شیطانی منصوبہ سُن کر کوئی مُرید اس کا معتقد ہو سکتا ہے۔ کیا وہ مُرشد کو ایک بدکار ملعون اور فاسق فاجر خیال نہیں کرے گا اور کیا وہ اس کو یہ نہیں کہیگا کہ اے بدکار! ہمارے ایمان کو خراب کرنے والے کیا تیری پیشگوئیوں کی اصلیت یہی تھی۔ کیا تیرا یہ منشاء ہے کہ جھوٹ تُو بولے اور رسّہ دوسرے کے گلے میں پڑے اور اس طرح تیری پیشگوئی پُوری ہو۔ جس قدر دُنیا میں نبی اور مُرسل گذرے ہیں یا آگے مامور اور محدّث ہوں کوئی شخص اُن کے مُریدوں میں اس حالت میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہوگا جبکہ اُن کو مکّار اور منصوبہ باز سمجھتا ہو۔ یہ رشتہ پیری مریدی نہایت ہی نازک رشتہ ہے۔ ادنیٰ بدظنی سے اس میں فرق آجاتا ہے۔ مَیں نے ایک دفعہ اپنے مُریدوں کی جماعت میں دیکھا کہ بعض اُن میں سے صرف اس وجہ سے میری نسبت شُبہ میں پڑ گئے کہ مَیں نے ایک عذر بیماری سے جس کی انہیں اطلاع نہیں تھی نماز کے قعدہ التحیات میں دہنے پَیر کو کھڑا نہیں رکھا تھا۔ اتنی بات میں دو آدمی باتیں بنانے لگے اور شبہات میں پڑ گئے کہ یہ خلاف سنّت ہے۔ ایک مرتبہ چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے مَیں نے پکڑی کیونکہ میرے دہنے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی اور کمزور ہے۔ اس پر بعض نے نکتہ چینی کی کہ خلاف سنّت ہے اور ہمیشہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ بعض نو مُرید ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر اپنی نافہمی سے ابتلاء میں پڑ جاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ خانگی امور تک نکتہ چینیاں شروع کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت

موسیٰ کو بھی اسی طرح تکلیف دیتے تھے کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس کے پیرو ہریک انسان کے قول و فعل کو راستبازی اور تقویٰ کے پیمانہ سے ناپتے ہیں اور اگر اس کے مخالف پاتے ہیں تو پھر فی الفور اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔

سو سوچنا چاہیئے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایسے لوگ اس بدمعاش شخص کے ساتھ وفا کر سکیں جس کا تمام کاروبار مکروں اور منصوبوں سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں کو ناحق کے خون کرنے کے لئے مامور کرنا چاہتا ہے تا اس کا ناک نہ کٹے اور پیشگوئی پوری ہو۔ کوئی انسان عمداً اپنے ایمان کو برباد کرنا نہیں چاہتا۔ پھر اگر ایسی سازش میں بفرض محال کوئی مرید شریک ہو تو تمام مریدوں میں یہ بات کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہماری جماعت میں بڑے بڑے معزز داخل ہیں۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے اور تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور بڑے بڑے تاجر اور ایک جماعت علماء و فضلاء۔ تو کیا یہ تمام لچوں اور بدمعاشوں کا گروہ ہے۔ ہم بآواز بلند کہتے ہیں کہ ہماری جماعت نہایت نیک چلن اور مہذب اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ کہاں ہے کوئی ایسا پلید اور لعنتی ہمارا مرید جس کا یہ دعویٰ ہو کہ ہم نے اس کو لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا تھا۔ ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکر سے اپنے فریب سے اُن کے پوری ہونے کے لئے کوشش کرے اور کرا دے۔

پس افسوس کہ اخبار پنجاب سماچار مطبوعہ ۱۰ر مارچ میں سازش کا الزام جو ہم پہ لگایا ہے یہ کس قدر سچائی کا خون ہے۔ مَیں صاحب اخبار سے پوچھتا ہوں کہ آپ لوگوں میں بھی بڑے بڑے اوتار گذرے ہیں جیسے راجہ رامچندر صاحب اور راجہ کرشن صاحب۔ کیا آپ لوگ اُن کی نسبت یہ گمان کر سکتے ہیں کہ انہوں نے پیشگوئی کر کے پھر اپنی عزت رکھنے کے لئے ایسا حیلہ کیا ہو کہ کسی اپنے چیلہ کی منت خوشامد کی ہو کہ اُس کو اپنی کوشش

سے پُوری کر کے میری عزت رکھ لے اور پھر اُن کے چیلے اُن کو اچھا آدمی سمجھتے ہوں۔ ہاں یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک بدمعاش ڈاکو کے ساتھ اور چند بدمعاش جمع ہوں اور ایسے کام خُفیہ طور پر کریں۔ لیکن اس میرے مُریدوں کے سلسلہ میں جس کے ساتھ مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی بڑے زور سے ہے یہ حرامزدگی کے کام میلان نہیں کھا سکتے۔ ہر یک مُرید اس بُلند دعویٰ کو دیکھ کر نہایت اعلیٰ سے اعلیٰ پرہیز گاری کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہے۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ دعویٰ تو یہ ہو کہ مَیں وقت کا عیسیٰ ہوں اور جھوٹی پیشگوئیوں کو اس طرح پر پُورا کرنا چاہے کہ مُریدوں کے آگے ہاتھ جوڑے کہ مجھ سے قصور ہو گیا میری پردہ پوشی کرو۔ جاؤ آپ مرو اور کسی طرح میری پیشگوئی سچی کرو۔ کیا ایسا مُردار ایک پاک جماعت کا مالک ہو سکتا ہے۔

کہاں ہے تمہارا پاک کانشنس، اے مہذب آریو!؟ اور کہاں ہے فطرتی زیرکی اے آریہ کے دانشمندو!؟ ہمارا یہ اصول ہے کہ کُل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اُٹھتا کہ تا آگ بُجھانے میں مدد دے تو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مُریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اُس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو مَیں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسلام اس قوم کے بدمعاشوں کا ذمہ وار نہیں ہے۔ بعض ایک ایک روپیہ کے لالچ پر بچوں کا خون کر دیتے ہیں۔ ایسی وارداتیں اکثر نفسانی اغراض سے ہوا کرتی ہیں۔ اور پھر بالخصوص ہماری جماعت جو نیکی اور پرہیز گاری سیکھنے کے لئے میرے پاس جمع ہے۔ وہ اس لئے میرے پاس نہیں آتے کہ ڈاکوؤں کا کام مجھ سے سیکھیں اور اپنے ایمان کو برباد کریں۔ مَیں حلفاً کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ مجھے کسی قوم سے دشمنی نہیں۔ ہاں جہانتک ممکن ہے اُن کے عقاید کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور اگر کوئی گالیاں دے تو ہمارا شکوہ خدا کی جناب میں

سے کہ کسی اَور عدالت میں۔ اور بایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔ ہم اس وقت کیونکر اور کن الفاظ سے آریہ صاحبوں کے دلوں کو تسلی دیں کہ بدمعاشی کی چالیں ہمارا طریق نہیں ہیں۔ ایک انسان کی جان جانے سے تو ہم دردمند ہیں اور خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہونے سے ہم خوش بھی ہیں! کیوں خوش ہیں؟ صرف قوموں کی بھلائی کے لئے۔ کاش وہ سوچیں اور سمجھیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی صفائی کے ساتھ کئی برس پہلے خبر دینا یہ انسان کا کام نہیں ہے۔ ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اُس سے کوئی بات انہونی نہیں۔ اور خوشی اس بات کی ہے کہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ آتھم کی پیشگوئی پر بھی اُس نے دوبارہ روشنی ڈال دی۔ کاش اب لوگ سوچیں اور سمجھیں۔ اور قوموں کے درمیان سے بغض اور کینے دُور ہو جائیں کیونکہ عداوت اور دشمنی کی زندگی مَرنے کے قریب ہے۔

اور اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دُور نہیں ہو سکتا اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے تو مَیں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے یہ سارا قصہ فیصلہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک عذاب ہو مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصوّر ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بددعا سے بچ گیا تو مَیں مجرم

ہوں اور اُس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کے لئے ہونی چاہیئے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دُنیا کو شبہات سے چھڑا دے تو اس طریق کو اختیار کرے یہ طریق نہایت سادہ اور راستی کا فیصلہ ہے۔ شاید اس طریق سے ہمارے مخالف مولویوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ مَیں نے سچے دل سے یہ لکھا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایسی آزمائش کرنے والا خود قادیان میں آوے۔ اس کا کرایہ میرے ذمہ ہوگا۔ جانبین کی تحریرات چھپ جائینگی اگر خدا نے اس کو ایسے عذاب سے ہلاک نہ کیا جس میں انسان کے ہاتھوں کی آمیزش نہ ہو تو مَیں کاذب ٹھیروں گا۔ اور تمام دُنیا گواہ رہے کہ اس صورت میں مَیں اسی سزا کے لائق ٹھیروں گا جو مجرم قتل کو دینی چاہیئے۔ مَیں اس جگہ سے دوسرے مقام نہیں جا سکتا، مقابلہ کرنے والے کو آپ آنا چاہیئے۔ مگر مقابلہ کرنے والا ایسا ایک شخص ہو جو دل کا بہت بہادر اور جوان اور مضبوط ہو۔ اب بعد اس کے سخت بے حیائی ہوگی کہ کوئی غائبانہ میرے پر ایسے ناپاک شُبہات کرے۔ مَیں نے طریق فیصلہ آگے رکھ دیا ہے اگر مَیں اس کے بعد رُوگردان ہو جاؤں تو مجھ پر خدا کی لعنت اور اگر کوئی اعتراض کرنے والا بہتانوں سے باز نہ آوے اور اس طریق فیصلہ سے طالب تحقیق نہ ہو تو اُس پر لعنت۔

اے شتاب کار لوگو! جیسا کہ تمہارا گمان ہے مجھے کسی قوم سے عداوت نہیں۔ ہریک نوع انسان سے ہمدردی ہے اور جہانتک میرے بدن میں طاقت ہے اس ہمدردی کے لئے مشغول ہوں۔ اور مَیں جیسا کہ قوموں کا ہمدرد ہوں۔ ایسا ہی گورنمنٹ انگریزی کا شکر گذار اور سچے دل سے اُس کا خیرخواہ ہوں اور مفسدہ پردازیوں سے بدل بیزار ہوں۔

ایک اَور نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پنڈت لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی اس کے وقوع سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ میں اس پیشگوئی کی خبر دی گئی

ہے۔جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں یہ الہام ہے:

لن ترضی عنک الیھود ولا النصاریٰ۔ وخرقوا لہٗ بنین وبنات بغیر علم۔ قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفواً احد۔ ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ الفتنۃ* ھھنا۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ قل رب ادخلنی مدخل صدق۔ ولا تیئس من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب۔ الا ان نصر اللہ قریب۔ یاتیک من کل فجّ عمیق یاتون من کل فجّ عمیق۔ ینصرک اللہ من عندہ۔ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء۔ لا مُبدّل لکلمات اللہ۔ انا فتحنا لک فتحاً مبینا۔ یعنی پادری لوگ اور یہودی صفت مسلمان تجھ سے راضی نہیں ہوں گے اور خدا کے بیٹے اور بیٹیاں انہوں نے بنا رکھی ہیں۔ ان کو کہدے کہ خدا وہی ہے جو ایک ہے اور بے نیاز ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا اور نہ وہ کسی کا باپ اور نہ کوئی اس کا ہم کفو۔ اور یہ لوگ مکر کریں گے (یہ آتھم کے ظہور پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے) اور خدا بھی مکر کرے گا کہ ان کو ذرہ مہلت دے گا تا اپنے جھوٹے خیالات

---

* حاشیہ۔ براہین احمدیہ میں تین فتنوں کا ذکر ہے۔ اوّل بڑا فتنہ عیسائی پادریوں کا جنہوں نے مکاری سے تمام جہان میں شور مچادیا کہ آتھم کی پیشگوئی جھوٹی نکلی اور یہودی صفت مولویوں اور ان کے ہم مشرب مسلمانوں کو ساتھ ملا لیا۔ دیکھو صفحہ ۲۴۱

دوسرا فتنہ جو دوسرے درجہ پر ہے محمد حسین بٹالوی کا فتنہ ہے جس فتنہ کی نسبت براہین کے صفحہ ۵۱۱ میں یہ لکھا ہے۔ واذ یمکر بک الذی کفر اوقد لی یا ھامان لعلی اطلع الی الٰہ موسیٰ۔ وانی لاظنہ من الکاذبین۔ تبّت یدا ابی لھب وتب ما کان لہ ان یدخل فیھا الا خائفا۔ وما اصابک فمن اللہ۔ الفتنۃ ھھنا۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ الا انھا فتنۃ من اللہ لیحب حبًّا ۔

سے خوش ہو جائیں۔ اور پھر فرمایا کہ اس وقت پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کی طرف سے ایک فتنہ برپا ہوگا۔ پس تو صبر کر جیسا کہ اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا اور خدا سے اپنے صدق کا ظہور مانگ یعنی دُعا کر کہ پیشگوئی کے چھپانے میں جو جو پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں نے لوگوں کو دھوکے دیئے ہیں وہ دھوکے دُور ہو جائیں۔ اور پھر فرمایا کہ خدا کی رحمت سے نومید نہ ہو۔ کیونکہ خدا کی رحمت اس ابتلاء کے دنوں کے بعد جلد آئے گی۔ خدا کی نصرت ہر یک راہ سے آئے گی۔ لوگ دُور دُور سے تیرے پاس آئیں گے۔ خدا نشان دکھلانے کے لئے اپنے پاس سے تیری مدد کرے گا یعنی بلا واسطہ نشان دکھائے گا۔ اور نیز وہ لوگ بھی مدد کریں گے جن کے دلوں پر ہم خود آسمان سے وحی نازل کریں گے یعنی بعض نشان بالواسطہ بھی ہم ظاہر کریں گے۔ مطلب یہ کہ بعض پیشگوئیاں براہ راست ظہور میں آئیں گی اور بعض کے ظہور کے لئے ایسے نشان

جمًا۔ حبّا من اللہ العزیز الاکرم عطاءً غیر مجذوذ۔ یعنی وہ زمانہ یاد رکھ کہ جب ایک منکر تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے دوست ہامان کو کہیگا کہ فتنہ کی آگ بھڑکا کہ میں موسیٰ کے خدا پر اطلاع پانا چاہتا ہوں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے اور وہ آپ بھی ہلاک ہوگیا۔ اس کو نہیں چاہیئے تھا کہ تکفیر اور تکذیب کے امر میں دخل دیتا۔ مگر یہ کہ ڈرتا ہوا ان باتوں کو پوچھ لیتا کہ جو اس کو سمجھ نہیں آتی تھیں اور تجھے جو کچھ پہنچے گا وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اس جگہ ایک فتنہ ہوگا۔ پس تجھے صبر کرنا چاہیئے جیسا کہ اولوالعزم نبی صبر کرتے رہے۔ یاد رکھ کہ وہ فتنہ خدا کی طرف سے ہوگا تا وہ تجھ سے بہت ہی پیار کرے۔ خدا کا پیار جو اللہ عزیز اکرم ہے۔ یہ وہ عطا ہے جو واپس نہیں لی جائے گی۔ اس وقت مجھے یہ سمجھ آیا ہے کہ الہام میں ہامان سے مُراد نذیر حسین محدث دہلوی ہے کیونکہ پہلے سب سے محمد حسین اس کی طرف التجا لے گیا اور یہ کہا اوقد لی یا ھامان۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ تکفیر کی بنیاد ڈال دے تا دوسرے اس کی پیروی کریں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نذیر حسین کی عاقبت تباہ ہے اگر توبہ کر کے نہ مرے۔ اور ممکن ہے کہ ابولہب سے مراد بھی نذیر حسین ہی ہو اور محمد حسین کا انجام اس آیت پر ہو اٰمنت انّہ لا

واسطے ظاہر ہو جائیں گے جن کے دلوں میں ہم ڈال دیں گے خدا کی باتیں کبھی نہیں ٹلیں گی اور کوئی نہیں جو اُن کو روک سکے۔ ہم پادریوں کے مکر کے بعد ایک کُھلی کُھلی فتح تجھ کو دینگے۔

ان الہامات میں خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ اوّل پادری لوگ اور یہود صفت مسلمان مکر کے رُو سے ایک پیشگوئی کی حقیقت کو چھپائیں گے۔ تا تیری سچائی چھپی رہے اور ظاہر نہ ہو۔ پھر بعد اس کے یُوں ہو گا کہ ہم ارادہ فرمائیں گے کہ تیری سچائی ظاہر ہو اور تیری پیشگوئیوں کی حقانیت کُھل جائے۔ تب ہم دو قسم کے نشان ظاہر کریں گے۔ ایک وہ جن میں انسانوں کے افعال کا دخل نہیں جیسے مذہبی جلسہ میں پہلے سے ظاہر کیا گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین پر غالب رہے گا اور اس پیشگوئی کے پُورا کرنے میں انسانوں کا ذرہ دخل نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بلکہ مخالفانہ کوششیں ہوئیں اور ہر ایک چاہتا تھا کہ میرا مضمون غالب رہے۔ آخر پیشگوئی کے مضمون کے موافق ہمارا مضمون غالب ہوا۔ اور دوسرے اُن الہامات براہین احمدیہ میں یہ وعدہ تھا کہ ہم وہ نشان ظاہر کریں گے

حاشیہ: الّا الّذی اٰمنت بہٖ بنو اسرائیل۔ کیونکہ بعض رویا اس عاجز کی اس تاویل کی مؤید ہیں۔ پس خدا کے فضل سے کچھ تعجب نہیں کہ یہ متواتر تائیدوں کو دیکھ کر آخر توبہ کرے اور ایمان لاوا جائے۔ تیسرا فتنہ جو تیسرے درجہ پر ہے لیکھرام کی موت کا فتنہ ہے یعنی آریوں کی بدگمانیاں اور ضرررسانی کے لئے پوشیدہ کوششیں جیسا کہ پیسہ اخبار میں بھی ان کے قتل کے ارادوں کا ذکر ہے اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں اس فتنہ اور اس کے ساتھ کے نشان کی نسبت یہ الہام ہے میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الفتنة ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم۔ فلمّا تجلّٰی ربّہ للجبل جعلہ دکًّا۔ یعنی اس جگہ ایک فتنہ ہو گا۔ پس صبر کر اور جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلّی کریگا تو انہیں پاش پاش کر دے گا۔ یہ براہین احمدیہ کے الہام ہیں۔ مگر اس تحریر کے وقت ابھی ایک الہام ہوا۔ اور وہ یہ ہے "سلامت بر تو اے مرد سلامت" منہ ؛

جن میں انسانوں کے افعال کا دخل ہوگا۔ سو اس کے مطابق لیکھرام کی نسبت پیشگوئی ظہور میں آئی۔ کیونکہ یہ نشان بالواسطہ ظاہر ہوا۔ اور کسی نے لیکھرام کو قتل کر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی میں کسی انسان کے دل کو خدا نے اُبھارا تا اس کو قتل کرے اور ہر یک پہلو سے اس کو موقعہ دیا کہ تا وہ اپنا کام انجام تک پہنچا دے*۔ پس خدا تعالیٰ نے جو فتح عظیم کے ذکر کرنے سے پہلے پیشگوئی کے ظاہر کرنے کے لئے دو مختلف فقروں کو ذکر فرمایا۔ اوّل یہ کہ ینصرک اللّٰہ من عندہٖ۔ دوم یہ کہ ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء۔ اس تقسیم کی یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پادریوں کو شرمندہ کرنے کے لئے فرمایا کہ اگر تم نے ہمارے ایک نشان کو مخفی کرنا چاہا تو کیا حرج ہے ہم اس کے عوض میں دو نشان ظاہر کریں گے۔ ایک وہ نشان جو بلا واسطہ ہمارے ہاتھ سے ہوگا۔ اور دوسرا وہ نشان جو ایسے لوگوں کے ہاتھ سے ظہور میں آجائے گا جن کے دلوں میں ہم ڈال دیں گے کہ تم ایسا کرو تب فتح عظیم ہوگی۔

اب انصاف سے دیکھو اور ایمان سے نظر کرو کہ یہ دونوں نشان یعنی نشان جلسہ مذاہب اور نشان موت لیکھرام ۱۷ برس بعد شائع ہونے براہین احمدیہ کے ظہور میں آئے ہیں۔ کیا یہ انسان کی طاقت ہو سکتی ہے؟ یہ بھی ظاہر ہے کہ جلسہ مذاہب سے پہلے جو اشتہار الہامی شائع کئے گئے تھے۔ اُن میں صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ مضمون تمام مضامین پر غالب رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دیکھو اخبار سول ملٹری گزٹ۔ اخبار آبزرور۔ مخبر دکن۔ پیسہ اخبار۔ سراج الاخبار

* پیسہ اخبار اور سفیر گورنمنٹ میں لکھا ہے کہ لیکھرام کا ایک عورت سے ناجائز تعلق تھا یعنی وہ اس عورت کے کسی وارث کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ کیسی ذلّت کی موت ہے۔ اور اگر اسی کا نام شہادت ہے تو گویا یوں کہنا چاہیئے کہ وہ کسی عورت کی نگاہ کی چھری سے شہید ہو چکا تھا۔ آخر وہی چھری قہر کی صورت پر اس کو لگ گئی۔ اگر قتل کا سبب یہی ہے تو لیکھرام کی پاک زندگی کا خوب ثبوت ہے۔ منہ

مشیر ہند۔ وزیر ہند سیالکوٹ۔ صادق الاخبار بہاولپور۔ پس یہ خدا کا بلا واسطہ فعل تھا۔ کہ ہر یک دل کی خواہش کے مخالف ان سے اقرار کرایا کہ وہی مضمون غالب رہا۔ مگر دوسر نشان میں قاتل کے دل میں قتل کی خواہش ڈال دی اور اس طرح پر دونوں نشان بلاواسطہ اور بالواسطہ خلق اللہ کو دکھلا کر پادریوں اور اسلامی مولویوں اور ہندوؤں کے مکر کو ایک دم میں پاش پاش کر دیا۔ اور ممکن نہ تھا کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آجاتے جب تک خدا ایسے کھلے کھلے نشان ظاہر نہ کرتا۔

اسی کی طرف وہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۶ میں اشارہ فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنۃ وکان کیدھم عظیما۔ یعنی ممکن نہ تھا کہ نصاریٰ اور مخالف مسلمان اور ہندو اپنے انکاروں سے باز آجاتے جب تک اُن کو کھلا کھلا نشان نہ ملتا اور اُن کا مکر بہت بڑا تھا۔ پھر بعد اس کے اسی صفحہ میں فرمایا کہ اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دُنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ یہ اس بات کی اشارہ ہے کہ پادریوں نے آتھم کی پیشگوئی کو بباعث اپنے اخفا کے لوگوں پر مشتبہ کر دیا تھا۔ پس اگر لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی جس کی شوخیوں نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ رجوع کرنے والا نہیں ایسی ہی مخفی رہ جاتی تو تمام حق خاک میں مل جاتا۔ اور نادان لوگوں کے خیالات سخت ناپاک ہو جاتے اور جاہل قریب قریب دہریوں کے بن جاتے۔ سو آسمانوں اور زمینوں کے مالک نے چاہا کہ لیکھرام حق کے اظہار کا فدیہ ہو اور سچے دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے بطور بلیدان کے ہو جائے۔ سو وہی ہوا جو خدا نے چاہا۔

ایک انسان کے مارے جانے کی ہمدردی بجائے خود ہے۔ مگر یہ بات بہت دلوں کو تاریکی سے نکالنے والی ہے کہ خدا نے جلسہ مذاہب کے نشان کے بعد یہ ایک عظیم الشان نشان دکھلایا۔ چاہیئے کہ ہر یک رُوح اس ذات کو سجدہ کرے جس

نے ایک بندہ کی جان لے کر ہزاروں مُردوں کو زندہ کرنے کی بنیاد ڈالی۔ اور پھر اسی پیشگوئی کی طرف براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۲ میں یہ الہام اشارہ فرماتا ہے کہ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔ ربّ الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اس نشان کا مدّعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں" پس جس عظیم الشّان نشان کا اس الہام میں وعدہ ہے وہ یہی نشان ہے جس سے مطابق الہام ہذا کے اعلاء کلمہ اسلام ہوا۔ اور صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ میں اسی نشان کا ذکر ہے۔ جس کا پہلا فقرہ یہ ہے کہ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا یعنی ایک جلالی نشان ظاہر کروں گا اور سُرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہوگئے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا۔ وہ خون کپڑوں پر پڑا جو ابتک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا۔ وہی لیکھرام کا خون تھا۔ خدا کے آگے جُھک جاؤ کہ وہ برتر اور بے نیاز ہے!!!

بعض آریہ اخبار والوں نے یہ تعجب کیا کہ لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی ہے اور اس کی مدّت بتائی گئی، دن بتایا گیا۔ موت کا ذریعہ بتایا گیا۔ یہ باتیں کب ہو سکتی ہیں جب تک ایک بھاری سازش اس کی بنیاد نہ ہو۔ چنانچہ پرچہ ضمیمہ سماچار لاہور ۳ مارچ ۱۸۹۷ء اور ضمیمہ انیس ہند میرٹھ ۳ مارچ ۱۸۹۷ء نے اس بارے میں بہت زہر اُگلا ہے۔ ایڈیٹر انیس ہند اپنے پرچہ کے ۱۳ صفحہ میں یہ بھی کہتا ہے کہ "ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کی وفات کی بابت پیشگوئی کی تھی ورنہ ان حضرات کو کیا علم غیب تھا؟"

اب واضح ہو کہ یہ تمام صاحب آپ اس بات کو تنقیح طلب ٹھیراتے ہیں کہ کیا خدا نے اس شخص کو علم غیب دیا تھا؟ اور کیا خدا سے ایسا ہونا ممکن ہے؟ سو اس وقت ہم بطور نمونہ بعض اور پیشگوئیوں کو درج کرتے ہیں تا ان نظائر کو دیکھ کر آریہ

صاحبوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ اوّل۔ احمد بیگ ہوشیارپوری کی موت کی پیشگوئی جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ تین برس کی میعاد میں فوت ہو جائے گا۔ اور ضرور ہے کہ اپنے مرنے سے پہلے اَور مصیبتیں بھی دیکھے۔ چنانچہ اس نے اس اشتہار کے بعد اپنے پسر کے فوت ہونے کی مصیبت دیکھی اور پھر اس کی ہمشیرہ عزیزہ کی وفات کا ناگہانی واقعہ اس کی نظر کے سامنے وقوع میں آیا اور بعد اس کے وہ تین سال کی میعاد کے اندر خود بمقام ہوشیارپور فوت ہوگیا*۔ اب بتاؤ کہ اس کی موت میں میری طرف سے کس کے ساتھ سازش ہوئی تھی؟ کیا تپ محرقہ کے ساتھ؟

دوم۔ دوسری پیشگوئی شیخ مہر علی رئیس ہوشیارپور کی مصیبت کے بارے میں تھی جو اس پر ناحق کے خون کا الزام لگایا گیا تھا۔ شیخ مذکور ہوشیارپور میں زندہ موجود ہے۔ اس کو پوچھو کہ کیا اس مقدمہ کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے میں نے اپنے خدا سے خبر پاکر کوئی اطلاع اس کو دی ہے یا نہیں۔

سوم۔ تیسری پیشگوئی سردار محمد حیات خاں جج کی نسبت اس وقت کی گئی تھی

---

* حاشیہ۔ اس پیشگوئی کے دو حصے تھے۔ ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت اور پیشگوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اُٹھانا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیشگوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیشگوئی کے وقت نے اپنا مُنہ دکھلا دیا۔ اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رخصت ہوگیا۔ تب تو اُن کی آنکھیں کھُل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے اُن کے کلیجے کانپ اُٹھے۔ پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔ سو وہ لوگ سخت احمق اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے۔

جبکہ سردار مذکور ایک ناحق کے الزام میں ماخوذ ہو گیا تھا۔ اب پوچھنا چاہیئے کہ کیا درحقیقت کوئی ایسی پیشگوئی نامبردہ کی مخلصی کے بارے میں پیش از وقت کی گئی تھی یا اب بنائی گئی ہے۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس پیشگوئی کا براہین میں بھی ذکر ہے۔

چہارم۔ چوتھی پیشگوئی سید احمد خان کے سی۔ ایس۔ آئی کی نسبت خدا تعالےٰ سے الہام پاکر اشتہار یکم فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی کہ اُن کو کوئی سخت صدمہ پہنچنے والا ہے۔ اب سید احمد خاں صاحب کو پوچھنا چاہیئے کہ اس پیشگوئی کے بعد آپ کو کوئی ایسا سخت صدمہ پہنچا ہے یا نہیں جو معمولی ہم و غم نہ ہو بلکہ وہ امر ہو جو جان کو زیر و زبر کرنے والا ہو۔

پنجم۔ پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے۔*

ششم۔ چھٹی پیشگوئی شریف کے بارے میں جو میرا تیسرا لڑکا ہے کی گئی تھی اور رسالہ نور الحق میں پیش از وقت خوب شائع ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس کے موافق لڑکا پیدا ہوا جو اب خدا کے فضل سے چند روز تک دوسرے سال کو ختم کرنے والا ہے۔

---

*حاشیہ۔ بعض جاہل محض جہالت سے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ جب پہلے لڑکے کا اشتہار دیا تھا اس وقت لڑکی کیوں پیدا ہوئی۔ مگر وہ خوب جانتے ہیں کہ اس اعتراض میں وہ سراسر خیانت کر رہے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو ہمیں دکھلا دیں کہ پہلے اشتہار میں یہ لکھا تھا کہ پہلے ہی حمل میں بلا واسطہ لڑکا پیدا ہو جائے گا اور اگر پیدا ہونے کے لئے کوئی وقت اشتہار میں بتلایا نہیں گیا تھا تو کیا خدا کو اختیار نہیں تھا کہ جس وقت چاہتا اپنے وعدہ کو پُورا کرتا۔ ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو! منہ

ہفتم۔ ساتویں پیشگوئی اشتہار ۱۸۸۶ء میں دلیپ سنگھ کے بارے میں تھی جو وہ قصد پنجاب سے ناکام رہے گا۔ اور صدہا ہندو اور مسلمانوں کو عام جلسوں میں یہ پیشگوئی سنا دی گئی تھی۔

ہشتم۔ آٹھویں پیشگوئی جلسہ مذاہب کے نتیجہ میں تھی کہ اس میں میرا مضمون غالب رہے گا۔ اور یہ اشتہارات لاہور اور دوسرے مقامات میں پیش از وقت ہزاروں ہندو و مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ اب سول ملٹری کو پوچھو۔ آبزرور سے سوال کرو۔ اور مشیر ہند اور وزیر ہند اور پیسہ اخبار اور صادق الاخبار اور سراج الاخبار اور مخبر دکن کو ذرہ غور سے پڑھو تا معلوم ہو کہ کس زور سے الہام الٰہی نے اپنی سچائی ظاہر کی۔

نہم۔ نویں پیشگوئی قادیان کے ایک ہندو بشمبر داس نام کے ایک فوجداری مقدمہ کے متعلق تھی۔ یعنی بشمبر داس بقید ایک سال مقید ہو گیا تھا۔ اور اس کے بھائی شرمپت نام نے جو سرگرم آریہ ہے مجھ سے دعا کی التجا کی تھی اور نیز یہ پوچھا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ میں نے دعا کی اور کشفی نظر سے میں نے دیکھا کہ میں اس دفتر میں گیا ہوں جہاں اس کی قید کی مسل تھی۔ میں نے اس مسل کو کھولا اور برس کا لفظ کاٹ کر اس کی جگہ چھ مہینے لکھ دیا اور پھر مجھے الہام الٰہی سے بتلایا گیا کہ مسل چیف کورٹ سے واپس آئے گی اور برس کی جگہ چھ مہینہ رہ جائے گی لیکن بری نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے یہ تمام کشفی واقعات شرمپت آریہ کو جو اب تک زندہ موجود ہے نہایت صفائی سے بتلا دیئے اور جب میں نے بتلایا اور بعینہٖ وہ باتیں ظہور میں آگئیں تو اُس نے میری طرف لکھا کہ آپ خدا کے نیک بندہ ہو اس لئے اُس نے آپ پر غیب کی باتیں ظاہر کر دیں۔ پھر میں نے براہین احمدیہ میں یہ تمام الہام اور کشف شائع کر دیا۔ یہ شخص شرمپت نہایت متعصب آریہ ہے جس کو میرے خیال میں آریہ مذہب کی حمایت میں خدا کی بھی کچھ پروا

نہیں۔ مگر بہرحال خدا نے اس کو میرا گواہ بنا دیا۔ اگر مَیں نے اس قصہ میں ایک ذرہ جھوٹ بولا ہے تو وہ قسم کھا کر ایک اشتہار اس مضمون کا شائع کر دے۔ کہ مَیں پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے۔ اور اگر جھوٹ نہیں تو میرے پر ایک برس تک سخت عذاب نازل ہو۔ پس اگر اس پر وہ فوق العادت عذاب نازل نہ ہوا کہ خلقت بول اُٹھے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔ تو مجھے جس موت سے چاہو، ہلاک کرو۔ اس میں میری طرف سے یہ شرط ہے کہ انسان کے ذریعہ سے وہ عذاب نہ ہو۔ محض بلا واسطہ آسمانی عذاب ہو۔

یہ تو ممکن ہے کہ یہ شخص قوم کی رعایت سے یُوں ہی انکار کر دے یا بغیر اس قسم پیش کردہ کے اشتہار بھی دے دے۔ کیونکہ مَیں نے اس قوم میں خدا کا خوف نہیں پایا۔ مگر ممکن نہیں کہ وہ قسم کھا دے اگرچہ دوسرے آریہ اس کو ہلاک کر دیں۔ لیکن اگر قسم کھا لے تو خدا کی غیرت ایک بھاری نشان دکھائیگی ایسا نشان دکھائے گی کہ دُنیا میں فیصلہ ہو جائے گا۔ اور زمین آسمانی نورُ سے بھر جائے گی۔

میرے اَور بھی بہت نشان ہیں۔ اگر لکھے جائیں تو ایک کتاب بن جائے گی۔ مَیں جانتا ہوں کہ بالفعل اسی قدر کافی ہے۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے چار صفحوں پر ہے) (۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

نوٹ از مرتب ہذا۔ اس اشتہار کے متعلق تین نوٹ بھی ہیں جو اگلے صفحہ ۳۶۴ پر نقل ہو گئے ہیں (المرتب)

نوٹ ۱۔ پنڈت لیکھرام کا اس طرز سے مارا جانا آریہ صاحبوں کو ایک سبق دیتا ہے اور وہ یہ کہ آئندہ کسی نومسلم کے شدھ کرنے کے لئے کوشش نہ کریں۔ اگر کوئی اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اُس کو ہونے دیں۔ آخر شدھ ہونے والے کو دیکھ لیا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اور دوسرے اس واقعہ سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ آیندہ یہ خواہش نہ کریں کہ کوئی دوسرا لیکھرام یعنی بدزبانیوں میں اُس کا ثانی تلاش کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر فی الواقعہ وہ بات صحیح ہے جو پیسہ اخبار اور سفیر میں لکھی گئی ہے، یعنی یہ کہ اس کے قتل کا سبب صرف بدکاری ہے اور یہ کام کسی غیرتمند لڑکی کے باپ یا خاوند کا ہے جیسا کہ بقول پیسہ اخبار کثرت رائے اسی طرف ہے تو آیندہ نیک چلن واعظ تلاش کرنا چاہیئے۔

تعجب کی بات ہے کہ جس حالت میں بموجب بیان پیسہ اخبار کے زیادہ مشہور روایت یہی ہے کہ واردات قتل کا موجب کوئی ناجائز تعلق ہے تو کیوں اس طرف تحقیقات کے لئے توجہ نہیں کی جاتی اور کیوں ایسے ہندوؤں کے اظہار نہیں لئے جاتے جن کے مونہہ سے یہ باتیں نکلیں۔ اور کیا بعید ہے کہ وہی بات ہو کہ ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں۔ منہ

نوٹ ۲۔ بعض صاحب عیسائیوں میں سے اعتراض کرتے ہیں کہ اگرچہ لیکھرام کی نسبت پیشگوئی پوری ہو گئی مگر ہندوؤں نے اس کو مرنے کے بعد ذلت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ ایسا عذر ایک عیسائی کے مُنہ سے نکلنا نہایت افسوس کی بات ہے۔ بھلا منصف بتلادیں کہ جب ہم نے پیشگوئی کے پورا ہونے کو اسلام کی سچائی کا ایک معیار ٹھیرایا تھا۔ اور خدا نے لیکھرام کو مار کر مسلمانوں کی ہندوؤں پر ڈگری کر دی تو اس حالت میں نہ صرف لیکھرام بلکہ بحیثیت مذہبی اُس تمام فرقہ کی عزت میں فرق آگیا۔ رہی اُس کی عزت۔ تو اُس کا ڈاکٹر کے ہاتھ سے چیرے جانا کیا یہ عزت کی بات

ہے۔ اور چال چلن کی عزت کا یہ حال ہے کہ پیسہ اخبار ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء میں لکھا ہے کہ " اس شخص کے مارے جانے کی مشہور روایت یہ ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھتا تھا اور یہی عام طور پر کہا جاتا اور یقین کیا جاتا ہے"۔ فقط۔ پس اس سے زیادہ ذلت کا اور کیا نمونہ ہوگا کہ جان بھی گئی۔ اور اکثر شہر کے لوگ اس کی وجہ بدکاری ٹھیراتے ہیں۔ منہ

نوٹ۳۔ ایک نشان عقل مندوں کے لئے یہ ہے کہ شیخ نجفی نے چالیس دقیقہ میں نشان دکھلانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ہم نے یکم فروری ۱۸۹۷ء سے چالیس روز میں دیکھو حاشیہ اشتہار یکم فروری ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ جس کی عبارت یہ ہے۔ اگر نشانے از ما دریں مدت یعنی چہل روز بظہور آمد و از ایشاں یعنی از شیخ نجفی چیزے بظہور نیامد ہمیں دلیل بر صدق ما و کذب شاں خواہد بود۔ سو یکم فروری ۱۸۹۷ء سے ۳۵ دن تک یعنی چالیس روز کے اندر نشان موت پنڈت لیکھرام وقوع میں آگیا۔ نجفی صاحب یہ تو بتلا دیں کہ یکم فروری ۱۸۹۷ء سے آجتک کتنے دقیقے گذر گئے ہیں۔ افسوس کہ نجفی نے کسی منارہ سے گر کے بھی نہ دکھلایا۔ ؎

گر ہمیں لاف و گزاف و شیخی است
شیخ نجدی بہتر از صد نجفی است

منہ

(۱۶۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی

اس عریضہ میں پہلے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ سو مختصر عرض یہ ہے کہ میں اس نواح کے ایک رئیس اور سرکار انگریزی کے سچے خیرخواہ کا بیٹا ہوں جن کا نام میرزا غلام مرتضٰے تھا جن کا ذکر رئیسان پنجاب مسٹر گریفن میں موجود ہے۔ وہ گورنمنٹ کے وفادار خیرخواہ تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑوں سے معہ سواروں کے سرکار انگریزی کو مدد دی اور وہ اس ضلع میں ہر یک موقعہ مدد کے وقت سرکار انگریزی کو کام آتے رہے ہیں اور ہر یک مدد کے کام میں اپنی حیثیت کے موافق اس ضلع میں ان کا قدم سبقت رکھتا تھا۔ اور حکام وقت اُن کو بڑے لطف اور مہربانی کی نظر سے دیکھتے تھے اور گورنر جنرل کے دربار میں ان کو کرسی ملتی تھی اور ۱۸۵۷ء کی خیرخواہی کے عوض سرکار انگریزی نے ان کو انعام بھی دیا تھا۔ تموّن کے گذر پر جو گورداسپورہ کے قریب واقع ہے۔ جب باغیوں کا عبور ہوا تو اُن مفسدوں کے مقابلہ میں جن لوگوں نے سپاہیانہ بہادری دکھلائی تھی اُن میں سے میرا حقیقی بھائی میرزا غلام قادر مرحوم تھا جس کو اس شجاعت پر خوشنودی مزاج کی حکّام کی طرف سے چٹھیاں ملی تھیں۔ اور میں بذات خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیرخواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اُردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز

جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ مَیں نے یہ کتابیں بصرف زرِ کثیر چھاپ کر بلاد اسلام میں پہنچائی ہیں۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس مُلک پر بھی پڑا ہے۔ اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایسی جماعت طیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لئے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لئے دلی جان نثار۔

اب اس تمہید کے بعد مَیں اصل مطلب کو لکھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب سے لیکھرام پشاوری جو آریہ صاحبوں کا ایک واعظ تھا۔ لاہور میں کسی کے ہاتھ سے قتل کیا گیا ہے۔ عجیب طرح پر آریوں اور ہندوؤں کا شور و غوغا عام مسلمانوں کی نسبت عموماً اور میری نسبت خصوصاً پھیل رہا ہے۔ اور بغیر کسی ثبوت کے کھلے کھلے طور پر قتل کی تہمتیں میری نسبت لگا رہے ہیں۔ اور اُن کی تیز تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے حملہ کی طیاری کر رہے ہیں جو نہ صرف میرے لئے بلکہ عام مسلمانوں کے لئے اور گورنمنٹ کے انتظام کے لئے خطرناک ہے اور اخبارات اور خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مفسدانہ ارادوں کے بانی مبانی صرف چند آدمی ہیں۔ جو لاہور اور گوجرانوالہ اور امرتسر اور بٹالہ اور چند دوسرے قصبوں کے باشندے ہیں۔ غالباً وہ اپنی تعداد میں پچاس سے زیادہ نہیں ہوں گے اور باقی لوگ درحقیقت انہیں سرغنوں کے افروختہ ہیں اور انہیں کی بھڑکائی ہوئی آگ کے شُعلے ہیں۔ جس وقت مَیں خیال کرتا ہوں کہ ان دنوں میں یہ آریہ صاحبان عام مسلمانوں کو کیا کیا دھمکیاں دے رہے ہیں اور جیسا کہ اخبار رہبر ہند ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں افواہاً بیان کیا گیا ہے۔ پشاور کے سکھوں کی پلٹنوں کو کس طور سے اغوا کرنے کے لئے کوشش کی گئی ہے تو مَیں دیکھتا ہوں کہ اس وقت سرکار انگریزی کا بڑا فرض

ہے کہ قبل اس کے جو اس ارادہ فساد کا کوئی خطرناک اشتعال پیدا ہو اپنی احسن تدبیر سے اس کو روک دے۔ گورنمنٹ کو یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ آریہ صاحبان اس وقت نرمی اور دلجوئی اور حکمت عملی کے نیک سلوک سے امن کے طالب ہو جائیں گے۔ بلکہ اس وقت سیاست مدنی کے قوانین کو پورے طور پر استعمال کرنا عین علاج ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ جبکہ آریہ صاحبوں میں ایک جھوٹے اور ناحق کے الزام پر جو مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے اس قدر جوش پیدا ہو گیا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ واقعی طور پر جیسا کہ دھمکیاں دیتے ہیں کسی نامی مسلمان کو قتل کر دیں گے یا قتل کا اقدام کریں گے تو اس جوش کا کیا حال ہوگا جو مسلمانوں میں ہندوؤں کے مقابل پر پیدا ہو سکتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب تک مسلمانوں نے بہت صبر کیا ہے۔ انہوں نے بہت سی گندی گالیاں اس فرقہ کی سُنیں اور اشتہار دیکھے مگر وہ چُپ رہے۔ لیکن آخر وہ بھی انسان ہیں۔ کیا تعجب کہ بہت دُکھائے جانے سے اُن میں بھی اشتعال پیدا ہو! پس کیا حفظ ماتقدم کے طور پر اس کا تدارک ضروری نہیں ہے ؟ !!

میں اس وقت خاص طور پر ایک اَور بات کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اخبار آفتاب ہند مطبوعہ ۱۸ر مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۵ پہلے کالم میں ایک صاحب ہندو ایم آر بشیشر داس میری نسبت ایک مضمون لکھتے ہیں جس کا عنوان یہ ہے۔ "مرزا قادیانی خبردار" اور پھر تحریر فرماتے ہیں کہ "مرزا قادیانی بھی امروز فردا کا مہمان ہے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منا سکتی ہے۔ آجکل اہل ہنود کے خیالات مرزا قادیانی کی نسبت بہت بگڑے ہوئے ہیں بلکہ عموماً مسلمانوں کی بابت۔ پس مرزا قادیانی کو خبردار رہنا چاہیئے کہ وہ بھی بکرعید کی قربانی نہ ہو جاوے۔"

اور پھر اخبار رہبر ہند ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء میں صفحہ ۱۴ پہلے کالم میں لکھا ہے۔ "کہتے ہیں کہ ہندو قادیان والے کو قتل کرائیں گے۔ اور یہ بھی افواہ ہے کہ علیگڈھ والے

بوڑھے کا بھی خاتمہ کیا جائے گا" اور اس بارے میں جس قدر خط مجھ کو پہنچے ہیں۔ اُن کا اس وقت لکھنا ضروری نہیں۔ وہ خط محفوظ ہیں۔

اب گورنمنٹ عالیہ سے جو خاص التماس ہے وہ یہ ہے کہ ایسے ارادے اگرچہ بظاہر ایک شخص کی نسبت ہوں مگر چونکہ وہ ایک مذہبی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے اُن کا شروع ہونا عام طور پر فساد پھیلنے کی ایک بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ قادیان ایک ایسی جگہ ہے جو بجز چند چوکیداروں کے گورنمنٹ کی طرف سے اس میں کوئی تھانہ یا چوکی نہیں۔ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس وقت گورنمنٹ عالیہ سرکاری انتظام کی نیت سے جس قدر مناسب سمجھے چند سپاہی مسلمانوں میں سے قادیان میں اس وقت تک متعین کرے جس وقت تک آریہ صاحبوں کی آنکھیں نیلی پیلی معلوم ہوتی ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جیسے بشیشر داس نے آفتاب ہند میں صاف طور پر میری نسبت لکھدیا ہے کہ آریہ صاحب بکرعید تک اُن کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور نیز رہبر ہند نے بھی لکھا ہے۔ ایسی قطعی اور یقینی خبریں گورنمنٹ کی توجہ کے لایق ہیں۔ کیا گورنمنٹ کا قانون تدابیر امن اس وقت فرض نہیں کرتا کہ ایسے لوگوں کے مچلکے لینے کے لئے توجہ کی جائے جنہوں نے کچھ بھی اس باسیاست عملداری کا لحاظ نہ کرکے سکھوں کے زمانہ کا رنگ دکھا دیا اور بے دھڑک بول اُٹھے کہ فلاں فلاں آدمی کو ہم ضرور قتل کردیںگے کیا ایسی بے باکی کی تحریروں میں گورنمنٹ کی حکومت کی کسرشان نہیں ہے؟

اگر ایسی خبروں کے شایع کرنے والے صرف مسلمان ہوتے تو شاید کوئی خیال کرتا کہ تعصب سے ایسا لکھا ہے مگر اب تو یہ ہندو صاحبوں کا بیان ہے۔ کیا اب تک وقت تک نہیں آیا کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ کیا بشیشر داس سے پوچھا نہ جائے کہ وہ ایسے لوگوں کے نام بیان کرے جو قتل کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور پھر اُن سے بھاری بھاری مچلکے لئے جائیں کیونکہ بشیشر داس بھی ایک ہندو ہے اور اس کا یہ بیان

بہت اعتبار کے لائق ہے۔

اور مَیں اس وقت ضروری نہیں دیکھتا کہ جو آریوں کو میری نسبت اشتعال پیدا ہوا ہے اس کی وجہ بیان کروں کیونکہ ابھی میں اپنے ایک بڑے اشتہار[1] میں مفصل وجوہ بیان کر چکا ہوں۔ لیکن اس جگہ اس قدر لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ یہ پیشگوئی جس کی میعاد کے اندر اور عین تاریخ مقررہ میں لیکھرام بموت قتل راہی مُلکِ بقا ہوا ہے وہ صرف چھ برس سے نہیں ہے جیسا کہ آریہ صاحبوں کا خیال ہے بلکہ یہ پیشگوئی سترہ برس سے ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عرصہ سترہ برس کا ہوا ہے کہ براہین احمدیہ میں تین پیشگوئیاں تین مختلف فرقوں کی نسبت درج ہوئی تھیں۔ اور تین فتنوں کا ذکر کیا گیا تھا (۱) ایک پادری صاحبوں اور ان کے شور و غوغا کی نسبت جو انہوں نے ڈپٹی آتھم صاحب کی میعاد گذرنے پر کیا۔ (۲) دوسری پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں اور ان کے سرغنہ محمد حسین اور ان کے اتباع مسلمانوں کی نسبت جو انہوں

الملاء۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں ایک پیشگوئی گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ وما کان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم اینما تولّوا فثم وجہ اللّٰہ۔ یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکالیف پہنچائے حالانکہ تو اُن کی عملداری میں رہتا ہو۔ جدھر تیرا مُنہ خدا کا اسی طرف مُنہ ہے چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مجھے اس گورنمنٹ کی پُرامن سلطنت اور ظلِّ حمایت میں دل خوش ہے اور اس کے لئے مَیں دُعا میں مشغول ہوں کیونکہ مَیں اپنے اس کام کو نہ مکّہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ لہٰذا وہ اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دُعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات

[1] یہ اشتہار جلد ہٰذا میں زیر نمبر ۱۶۳ درج ہے (المرتب)۔

نے مجھ پر تکفیر کا فتنہ برپا کیا (۳) **تیسری پیشگوئی** اس چمکدار نشان کی نسبت جو لیکھرام کی موت سے وقوع میں آیا۔ اور اس کے فتنہ کا ذکر۔ یہ تینوں پیشگوئیاں تین فتنوں کے ساتھ سترہ برس پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ پس اب سوچنا چاہیئے کہ کس انسان کو یہ طاقت ہے کہ ان واقعات کی اُس زمانہ میں خبر دے سکتا جبکہ ان واقعات کا نام و نشان نہ تھا۔ مثلاً اسی قتل لیکھرام کی پیشگوئی کو غور سے دیکھنا چاہیئے۔ کیا بجز عالم الغیب خدا کے کسی کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیشگوئی کرے جس کی میعاد چھ سال تک محدود کر دی گئی اور ساتھ اس کے حملہ کے دن کی بھی تعیین کر دی گئی اور وہ تاریخ بھی بتلائی گئی جس تاریخ میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ یعنی دوسری شوال جو ۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء ہوتی ہے اور موت کا دن مقرر کر دیا گیا۔ یعنی یہ کہ اس کی وفات کا دن یکشنبہ رات کا وقت ہوگا۔ اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کا لفظ بھی ہے۔ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے۔ یعنے یہ کہ وہ چھ۶ برس کے اندر فوت ہوگا اور ۶؍ مارچ ۱۸۹۷ء کے دن میں اور ۶؍ بجے میں بعد دوپہر کے حملہ ہوگا۔ غرض تینوں صورتوں میں برابر چھ۶ کا تعلق ہے پس کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں کہ وہ سترہ برس پہلے یعنی اُس وقت کہ جبکہ لیکھرام بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہوگا یہ خبر دے دی۔ بلکہ یہ اس خدا کا کام ہے جو زمین و آسمان کو بنانے والا اور عالم الغیب اور تمام مخلوقات پر تصرف کرنے والا

حاشیہ در حاشیہ

تیرے سبب سے ہیں۔ کیونکہ جدھر تیرا منہ اُدھر خدا کا منہ ہے۔

اب گورنمنٹ شہادت دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانہ میں کیا کیا فتوحات نصیب ہوئیں۔ یہ الہام سترہ برس کا ہے۔ کیا یہ انسان کا فعل ہو سکتا ہے؟

غرض میں گورنمنٹ کے لئے بمنزلہ حرز سلطنت ہوں۔ منہ

ہے۔ خدا نے لیکھرام کا نام اپنے الہام میں گوسالہ سامری رکھا ہے۔ اور اس ایک لفظ سے ہر یک سمجھ دار کو سمجھا دیا ہے کہ گوسالہ کی حمایت کرنے والے خدا کی نظر میں کیسے ہیں اور ان کا انجام کیا ہے۔ توریت موجود ہے جس نے دیکھنا ہو دیکھے اور خدائے ذوالجلال کی اتنی بے ادبی نہ کرے کہ گویا وہ موجود نہیں۔ کیا جو کچھ ظہور میں آیا۔ یہ انسان کا کام تھا؟ کیا انسان میں یہ طاقت ہے کہ ستّرہ برس پہلے خبر دیدے؟ !!!

یہ* اعتراض عبث ہے کہ کیوں ڈپٹی آتھم پیشگوئی کے مطابق اس طریق سے نہ

* آتھم کی نسبت جو پیشگوئی تھی۔ اس میں یہ صاف شرط تھی کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کریگا تو پیشگوئی کے اثر سے رجوع کی حالت میں بچ جائے گا۔ چنانچہ آتھم نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلام کی تکذیب میں ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالا اور ہیبت زدہ ہو کر ڈرتا رہا جس کا اس کو خود اقرار تھا۔ اور اس کا قسم نہ کھانا زیادہ صفائی سے اس اقرار کو ثابت کر رہا ہے۔ اس لئے ضرور تھا کہ وہ الہام کی شرط سے فائدہ اُٹھاتا۔ پھر جب اس نے میعاد کے بعد تکذیب پر مُنہ کھولا اور قسم سے انکار کیا اور حق کو چھپایا تو خدا نے اس کو اصرار کے وقت پکڑ لیا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ آتھم نے میعاد کے بعد اسلام کی طرف رجوع کرنے سے انکار کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اِسی انکار کی شامت سے تو اُس کو ہمارے الہام کے موافق موت آئی۔ اگر یہ انکار میعاد کے اندر کرتا تو میعاد کے اندر ہی اس کو موت آجاتی میعاد کے اندر تو چُپ رہا اور ہراساں اور لرزاں رہا۔ اسی لئے الہامی شرط کے موافق تاخیر ہوئی۔ اگر کسی کے پاس آتھم کی ایسی تحریر موجود ہے جو پیشگوئی کی میعاد کے اندر لکھی گئی ہو جس میں اس نے اقرار کیا ہو کہ مَیں عیسائی ہوں اور اسلام کا مکذّب ہوں تو مخالفوں پر لازم ہے کہ وہ تحریر پیش کریں ورنہ میعاد گذرنے کے بعد جو کچھ اُس نے تحریراً یا تقریراً انکار کیا اسی کا نتیجہ تو اس کی موت تھی۔ سو اُس نے انکار کے نتیجہ کو پا لیا یعنی جلد مَر گیا۔ پھر اس کے بعد کونسی بحث باقی رہی۔ غرض آتھم کی موت بالکل پیشگوئی کے موافق ہوئی۔ یہ سب باتیں پیشگوئی میں درج تھیں۔ پس ایسے بدیہی امر کا انکار بجز ایک بیحیا کے اَور کوئی نہیں کر سکتا۔ منہ

مَرا جس سے لیکھرام مرا۔ کیونکہ مَیں بار بار کہہ چکا ہوں کہ آتھم پیشگوئی کے بعد ڈرا۔ لیکن لیکھرام نہیں ڈرا۔ آتھم نے حیا دکھلایا۔ لیکن لیکھرام نے نہیں دکھلایا۔ آتھم پیشگوئی کو سُنتے ہی بیباکی اور شوخی سے باز آگیا۔ لیکن لیکھرام باز نہیں آیا۔ آتھم پیشگوئی کی میعاد میں چُپ ہوگیا اور اُس کا دل خوف سے بھرا رہا۔ لیکن لیکھرام چُپ نہیں ہوا۔ اور نہ اس کا دل خوف سے بھرا۔ اس لئے **وہ خدا جو دلوں کو جانچتا** اور پوشیدہ خیالات کو دیکھتا ہے۔ وہ اپنی شرط کے موافق آتھم سے نرمی کے ساتھ پیش آیا کیونکہ وہ ڈرنے والے پر قہر کا پتھر نہیں چلاتا اور کانپتے بدن پر آگ نہیں برساتا۔ پس اُس رحیم خدا نے آتھم سے وہ معاملہ کیا جو ایسے ڈرنے والے سے کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن اُس نے لیکھرام کو شوخ اور بدزبان اور حد سے تجاوز کرنے والا پایا۔ اس لئے اس کا قہر بھڑکا۔ اور وہی اُس کی زبان کی چھُری اس کے پیٹ کی آفت ہوگئی۔ پس خدا نے آتھم میں اپنی جمالی صفات کو ظاہر کیا اور لیکھرام میں اپنی جلالی صفات کو۔ کیونکہ وہ دھیمے کے ساتھ دھیما ہو جاتا ہے اور شوخ اور بیباک کو اپنا قہری حملہ دکھاتا ہے۔ کیا دُنیا گواہی دے سکتی ہے کہ آتھم اور لیکھرام کے مزاج ایک ہی تھے۔ اگر کوئی ایسی گواہی دے گا تو سخت ظلم کرے گا۔ آتھم میں شرم اور حیا تھی اور فطرتی طور پر اس کا دل سچائی کے خوف سے متاثر ہو جاتا تھا۔ اس میں ہرگز شوخی نہیں تھی۔ بلکہ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مَیں نے نیک طبع اور نرمی اور شرم اور حیا اور تہذیب اور راستی کا خوف جلد تر دل میں بٹھانے میں آتھم جیسا ایک بھی شخص عیسائیوں میں اب تک نہیں پایا۔ پس خدا نے جیسا اُس کو پایا ویسا ہی اُس کے ساتھ معاملہ کیا۔ مگر لیکھرام کو آتھم سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ یہ ایک شوخ دل چلا بیباک آدمی تھا جس نے گالیوں کے جوش میں نہ حضرت موسیٰؑ کو چھوڑا۔ اور نہ حضرت عیسیٰؑ کو نہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور یہ سمجھا کہ یہ تمام سلسلہ جھوٹوں اور ناپاکوں کا سلسلہ ہے اور اُن کا تمام زمانہ مکر و فریب کا زمانہ تھا۔

اور صرف وید پرمیشر کی طرف سے ہے اور باقی تمام توریت، انجیل، قرآن انسانوں کے افترا ہیں۔ پس ایسا کب ہو سکتا تھا کہ خدا اپنے نبیوں کی یہ ذلّت دیکھے اور چُپ رہے۔ پس خدا اگرچہ بہت بُردبار ہے مگر آخر اس کی غیرت نے تقاضا کیا۔ کہ تمام نبیوں کی سچائی کے لئے ہندوؤں کو ایک نشان دے۔

مَیں پھر کہتا ہوں کہ خدا نے اپنے الہام میں لیکھرام کا نام گوسالہ سامری رکھا ہے اور اب مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کی حمایت میں اس قدر غلو کیا گیا ہے کہ گویا سامری کے گوسالہ کی طرح اس کی پرستش شروع ہو گئی ہے۔ اس کی حمایت میں نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ جیسا کہ رہبر ہند ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء میں بیان کیا گیا ہے عیسائیوں کو بھی دھمکی دی جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ آریہ صاحبوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ وہ ذرہ نہیں سوچتے کہ لیکھرام کی موت آسمان کے خدا کے حکم سے ہوئی ہے جو سترہ۱۷ برس پہلے نافذ ہو چکا تھا۔ پھر کسی کا اس میں کیا اختیار ہے۔ بیشک ہمیں بھی لیکھرام کی موت کا درد ہے اور زیادہ اس سے کہ وہ اس حالت میں گذر گیا کہ جب سچائی کا سخت دشمن تھا۔ ہماری طرف سے آریہ صاحبوں کو یہی نصیحت ہے کہ اب خدا سے لڑنا مناسب نہیں۔ بلکہ اپنے دلوں کی اصلاح کرنے کا وقت ہے۔ آریہ صاحبان بار بار کہتے ہیں کہ کیا قانون قدرت اس بات کو مانتا ہے کہ ایسے کُھلے کُھلے نشانوں کے ساتھ کوئی پیشگوئی خدا کی طرف سے ہو۔ مَیں کہتا ہوں کہ وہ اس اعتراض میں معذور ہیں کیونکہ وہ اُس خدا سے بے خبر ہیں جو غیبی خبریں دینے پر قادر ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وید علم غیب سے خالی ہے۔ گویا اُن کا پرمیشر ایک نہایت کمزور پرمیشر ہے جو غیب کی باتیں بتلانے پر قادر نہیں۔ اس لئے وہ ہمارے قادر خدا کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ سو یہ اُن کی غلطی ہے۔ یقیناً یاد رکھیں کہ اس دُنیا کا مالک ایک قادر اور عالم الغیب خدا ہے۔ اور وہ وہی ہے جس نے قرآن بھیج کر گم گشتہ توحید کو پھر دُنیا میں قائم کیا۔ سچّا خدا وہی خدا

ہے۔ باقی سب بُت پرستیاں یا انسان پرستیاں ہیں۔

اسلام کے مذہب اور ہندوؤں کے مذہب کا خدا تعالےٰ کی درگاہ میں سترہ برس سے ایک مقدمہ دائر تھا۔ سو آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے اجلاس میں اس اعلیٰ عدالت نے مسلمانوں کے حق میں ایسی ڈگری دی جس کا نہ کوئی اپیل اور نہ مرافعہ۔ اب یہ واقعہ دُنیا کو کبھی نہیں بھولے گا۔ آریہ صاحبوں کو چاہیئے کہ اب گورنمنٹ کو ناحق تکلیف نہ دیں۔ مقدمہ صفائی سے فیصلہ پاچکا۔ اور مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ ہریک جوش سے اپنے تئیں باز رکھیں۔ اور اخلاقی پیرایہ میں فتح کا شکر ظاہر کریں۔ اور نیز اس وقت سچی اطاعت اور سچّی بُردباری کا نمونہ گورنمنٹ کو دکھلائیں اور کوئی وحشیانہ حرکت اُن سے ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ آسمانی عدالت سے اُن کی فتح ہوچکی ہے اور آریہ صاحبان اُن کے مدیون ٹھہر چکے ہیں۔ اب اپنے مدیونوں سے نرمی کریں۔ لُطف اور محبّت سے پیش آئیں۔ سچّا خُلق ان کو دکھلائیں۔ یقین ہے کہ آریہ صاحبان بھی پرمیشر کے کئے پر راضی ہوکر اپنی آتش افشانی سے باز آجائیں گے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہندو صاحبان فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب کچّا تاگہ ہے۔ اور حقیقت میں یہ قول نہایت سچا تھا۔ کاش اس پر قائم رہتے۔ پھر جیسے شُدھ کرنے کی آرزو اُن کے دلوں میں پڑی۔ تو ایسے لوگ بھی اُن میں پیدا ہوگئے جن کا نمونہ ایک لیکھرام تھا۔ سو اب ایسے بیہودہ خیال جانے دیں کہ آریہ مت میں داخل ہوکر لوگ شُدھ (پوتر) ہوجاتے ہیں۔ وہ دُنیادار ہیں۔ ان کو کیا معلوم ہے کہ انسان کیونکر اور کس مذہب سے شُدھ ہوتا ہے۔ اگر چاہیں تو قبول کریں کہ شُدھ ہونے کا طریق صرف اسلام ہے جس میں داخل ہوکر انسان قادر خدا کے ساتھ باتیں کرنے لگتا ہے۔ زندہ خدا کا مزہ اسی دن آتا ہے۔ اور اسی دن اس کا پتہ لگتا ہے جب انسان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا قائل ہوتا ہے۔ اس خدا کے سوا باقی سب بیہودہ قصّے ہیں کہ لوگوں کی غلطیوں سے قوموں

میں رواج پا گئے ہیں۔ توریت اور قرآن کا ایک خدا ہے۔ انجیل نے بھی اُسی خدا کی طرف بلایا ہے۔ مگر افسوس کہ عیسائیوں نے اُس خدا کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک خدا کا ایک پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔ نیک تھا۔ برگزیدہ تھا۔ خدا سے ملا ہوا تھا۔ لیکن خدا نہیں تھا۔ اسلام کا سچا اور قادر خدا ہمیشہ اپنے زندہ نشان دکھلاتا ہے۔ اس خدا کا تابع ہرگز یہ نہیں کہتا کہ میرے خدا کی قدرتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں۔ سو زندہ خدا پر ایمان لاؤ جس کی پُر زور طاقتیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اسی خدا کا دامن پکڑو کہ جو ایسے عجائبات تم میں ظاہر کر رہا ہے ؎

یار غالب شو کہ تا غالب شوی

نکتہ۔ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قولی نشان۔ اور دوسرے فعلی نشان۔ سو خدا نے تین مہینہ کے عرصہ میں یہ دونوں قسم کے نشان لاہور میں ظاہر کئے۔ جلسہ مذاہب میں اس عاجز کے مضمون کی قبولیت اور فوق العادت عظمت ظاہر کرکے قولی نشان دکھلایا۔ اور لیکھرام کو دُنیا سے اُٹھا کر فعلی نشان دکھلایا۔ اگر ہزار برس تک کی کتابیں بھی تلاش کرو تو ایسی پیشگوئی کی نظیر نہیں ملے گی جس کی بنیاد ایسی شائع کردہ تحریروں پر ہو جو ہر ایک قوم کی نظر کے سامنے اور اُن کے قبضہ میں ہوں۔ اور پھر اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ اُسی میعاد میں اُسی دن میں اُسی وقت میں اسی صورت میں پُوری ہو گئی ہو۔ فقط

المُلتمس خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء

در مطبع ضیاء الاسلام طبع شد بمقام قادیان بقلم منظور محمد (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۶۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۝

قرآن شریف کی آیت اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

خدا اُن کے ساتھ ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں اور وہ جو نیکی کرنا اُن کا اُصول ہے

آج مَیں نے ایک مضمون از طرف ایک صاحب گنگا بشن نام پرچہ پنجاب سماچار ۳ر اپریل ۱۸۹۷ء میں پڑھا ہے۔ صاحب راقم نے اخبار مذکور میں اپنا پتہ صرف یہ لکھا ہے "ڈریل ماسٹر ریلوے پولیس" یہ پتہ کچھ پورا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اُن کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا جائے۔ مگر وہ جو اپنی اس تحریر مطبوعہ میں ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خط ڈاک میں براہ راست میری طرف روانہ کیا ہے وہ خط مجھ کو نہیں پہنچا شاید کیا سبب ہوا۔ بہرحال اس اخبار کے ذریعہ سے مجھ کو صاحب راقم کے منشاء سے اطلاع مل گئی ہے۔ لہٰذا ذیل میں جواب لکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ یہ جواب ۱۰ر اپریل ۱۸۹۷ء کی میعاد کے اندر بلکہ کئی دن پہلے اُن کو مل جائے گا۔

لالہ گنگا بشن صاحب میرے اس اشتہار کے جواب میں جس میں مَیں نے ایسے شخصوں میں سے کسی کو قسم کھانے کے لئے بُلایا تھا جو میری قتل کی سازش پر دلی یقین رکھتا ہو۔ تحریر فرماتے ہیں کہ "مَیں قسم کھانے کو تیار ہوں" مگر اس بارے میں تین۳ شرطیں ٹھہراتے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ مجھے جو پیشگوئی کرنے والا ہوں پیشگوئی کے پُوری نہ ہونے کی حالت میں پھانسی دی جائے۔ (۲) دوسری یہ کہ اُن کے لئے دس ہزار روپیہ گورنمنٹ میں جمع کرایا جائے یا ایسے بنک میں جس میں اُن کی تسلّی ہو سکے اور اگر وہ بددُعا سے نہ مریں تو اُن کو وہ روپیہ مل جائے (۳) تیسری یہ کہ جب وہ قادیان میں قسم کھانے

کے لئے آدیں تو اس بات کا ذمّہ لیا جائے کہ وہ لیکھرام کی طرح قتل نہ کئے جائیں۔

اما الجواب۔ واضح ہو کہ مجھے تینوں شرطیں اُن کی بسر و چشم منظور ہیں۔ اور اس میں کسی طرح کا عذر نہیں۔ جس عدالت میں چاہیں مَیں صاف صاف اقرار کر دُونگا کہ اگر لالہ گنگا بشن صاحب میری بددُعا سے ایک سال تک بچ گئے تو مجھے منظور ہے کہ مَیں مجرم کی طرح پھانسی دیا جاؤں۔ اور گورنمنٹ سخت ناانصافی کرے گی اگر اس وقت مجھ کو پھانسی نہ دیوے۔ کیونکہ جبکہ لالہ گنگا بشن صاحب جلسہ عام میں قسم کھا کر کہینگے کہ "مَیں سچے دل سے کہتا ہوں کہ درحقیقت پنڈت لیکھرام کا یہی شخص قاتل ہے۔ اور اگر یہ شخص قاتل نہیں ہے بلکہ دین اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے خدا کی طرف سے یہ نشان ظاہر ہوا تو اے سچ کے حامی خدا ایک سال تک مجھ کو سزائے موت دے" پس اس صورت میں جبکہ وہ سزائے موت سے بچ جائیں گے تو اس میں کیا شک ہے کہ یہی ثابت ہو جائے گا کہ مَیں قاتل تھا یا قتل کے مشورہ میں شریک تھا یا اس پر کسی طرح سے اطلاع رکھتا تھا تو اس وجہ سے قانوناً مجھے پھانسی دینا ناجائز نہ ہوگا۔ گورنمنٹ ہزاروں مقدمات قسم پر فیصلہ کرتی ہے۔ سو یہ گورنمنٹ کے اصول سے بالکل چسپاں بات ہے کہ اس طرح پر مُجرم کو اس کی سزا تک پہنچاوے۔

غرض مَیں طیار ہوں نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ گورنمنٹ کی عدالت میں اقرار کر سکتا ہوں کہ جب مَیں آسمانی فیصلہ سے مجرم ٹھیر جاؤں تو مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ خدا نے میری پیشگوئی کو پُوری کر کے دین اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے یہ فیصلہ کیا ہے۔ پس ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ مَیں پھانسی ملوں یا ایک خرمہرہ بھی کسی تکذیب کرنے والے کو دُوں بلکہ وہ خدا جس کے حکم سے ہر یک جنبش و سکون ہے اس وقت کوئی اَور ایسا نشان دکھائے گا جس کے آگے گردنیں **جُھک جائیں۔!!!**

ایسا ہی لالہ گنگا بشن صاحب کی دوسری شرط کی نسبت میں اُن کو تسلی دیتا ہوں کہ اُس روز سے کہ وہ کسی مشہور پرچہ کے ذریعہ سے اقرار مذکورہ بالا شائع کریں* میں ایک ماہ تک یا غایت دو ماہ تک دس ہزار روپیہ اُن کے لئے گورنمنٹ میں جمع کرا دونگا یا کسی دوسری ایسی جگہ پر جس پر فریقین مطمئن ہو سکیں اور یہ جو میں نے کہا کہ اس روز سے دو ماہ تک روپیہ جمع کراؤں گا جبکہ وہ اپنا اقرار شائع کریں۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس پرچہ سماچار ۳ر اپریل ۱۸۹۷ء میں اس اقرار کو شائع نہیں کیا جس اقرار کو میں قسم کے ساتھ شائع کرانا چاہتا ہوں۔ یعنی یہ اقرار کہ وہ میری نسبت نام لے کر یہ امر شائع کر دیں کہ " میں یقیناً جانتا ہوں کہ واقعہ قتل پنڈت لیکھرام اس شخص کے حکم یا اس کے مشورہ سے یا اس کے علم سے ہوا ہے اور جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے خدا کی طرف سے یہ کوئی نشان نہیں بلکہ اسی کی اندرونی اور خفیہ سازش کا نتیجہ ہے اور اگر میں قسم کے دن سے ایک سال تک فوت ہو گیا تو میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگی کہ درحقیقت لیکھرام خدا کے غضب سے اور پیشگوئی کے موافق فوت ہوا ہے اور نیز اس بات پر گواہی ہوگی کہ درحقیقت دین اسلام ہی سچا مذہب ہے اور باقی آریہ مذہب یا ہندو مذہب و عیسائی مذہب وغیرہ مذاہب سب بگڑے ہوئے عقیدے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔" اس اقرار کے لکھانے سے غرض یہ ہے کہ ہمارے تمام مناظرات سے اصلی مقصود یہی ہے کہ دین اسلام ہی سچا دین ہے اور اسی غرض سے لیکھرام کی نسبت اس کی رضامندی سے یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ لہٰذا اس مقام میں بھی طرف ثانی کا یہ کھلا کھلا اقرار شائع ہونا بہت ضروری ہے۔

اور لالہ گنگا بشن صاحب یاد رکھیں کہ ٹھیک ٹھیک ان الفاظ کے ساتھ کسی مشہور اخبار میں اس اقرار کو شائع کرنا ضروری ہوگا اور نیز یہ کہ قادیان میں آکر قسم

* وہ پرچہ جس میں اقرار حسب نمونہ شائع کریں بذریعہ رجسٹری مجھ کو بھیجنا ہوگا تا میں مطلع ہو جاؤں۔ منہ

بھی انہیں الفاظ کے ساتھ کھانی پڑے گی۔ اور یہ وہم نہ کریں کہ وہ ایسے اقرار سے کسی قانونی پیچ میں آسکتے ہیں۔ کیونکہ میں اُن کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں اُن کے اِس الزام کے دفع کے لئے کسی قانونی ذریعہ سے چارہ جوئی پسند نہیں کرتا۔ اور نہ کروں گا۔ میں خدا کے فیصلہ میں خلقت کی عام بھلائی دیکھتا ہوں۔ اور جو انہوں نے آخری شرط پیش کی ہے کہ میں قادیان میں قتل نہ کیا جاؤں۔ اس کا بفضلہ تعالےٰ میں خود ذمہ وار ہوں۔ وہ حسب نمونہ اقرار شائع کرنے کے بعد جب دو ماہ کے عرصہ تک اطلاع پاویں کہ روپیہ جمع ہوگیا ہے تو بلا توقف پورے اطمینان کے ساتھ قسم کھانے کے لئے قادیان میں آجائیں۔ ہمیں ہر ایک قوم سے ہمدردی ہے۔ کسی کی مجال نہیں جو آپ کو آزار پہنچا سکے

یہ یاد رہے کہ چونکہ روپیہ جمع کرنا کسی قدر مہلت چاہتا ہے۔ اس لئے میں نے زیادہ سے زیادہ دو ماہ کی شرط لگا دی ہے۔ امید کہ آپ اپنی سچی نیک نیتی سے اس مہلت کو غیر موزوں نہیں سمجھیں گے۔

اور بالآخر یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ اس اخبار میں لالہ گنگا بشن نے اپنا پتہ پورا پورا نہیں لکھا۔ لیکن دوسری دفعہ کی اشاعت میں جب وہ اقرار اپنا شائع کریں گے اُس میں پورا پورا پتہ اپنا لکھنا ضروری ہوگا۔ یعنی یہ کہ اپنا نام اپنے باپ کا نام قومیت سکونت محلہ ضلع اور پیشہ وغیرہ۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۵؍ اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۶۶)

لیکھرام کے قتل کے متعلق

۸؍اپریل ۱۸۹۷ء کو ہمارے گھر کی تلاشی ہو کر صفحہ ۵۵۶ و ۵۵۷ براہین احمدیہ کی پیشگوئی پوری ہوئی

ہمیں اس وقت قابل رحم قوم آریہ پر کچھ شکوہ نہیں کہ وہ ایسی ایسی تلاشیوں کے کیوں محرک ہوئے اور کیوں اپنے شریف ہمسایوں کو جو اہل اسلام ہیں، ایسی بے اصل کاروائیوں سے تکلیف دی۔ کیونکہ درحقیقت لیکھرام کی موت سے ان کو بڑا ہی صدمہ پہنچا ہے۔ یہ ایسا صدمہ نہیں ہے جو کبھی معزز قوم آریہ اس کو فراموش کر سکے۔ اور درحقیقت یہ بھی سچ ہے کہ اگر اس موت کے ساتھ ایک اسلامی پیشگوئی نہ ہوتی تب تو یہ موت ایک خفیف سی موت سمجھی جاتی اور قاتل کی سراغرسانی کے لئے معمولی قواعد استعمال میں لائے جاتے۔ مگر اب تو یہ ایک بڑی بھاری مصیبت پیش آئی کہ لیکھرام کی وفات اس پیشگوئی کے موافق ہوئی۔ جس میں یہ شرط جانبین نے قبول کرلی تھی کہ پیشگوئی کے جھوٹی نکلنے کی حالت میں اسلام کی سچائی میں فرق آئے گا۔ اور اگر پیشگوئی واقعی طور پر سچی ثابت ہوئی تو آریہ مذہب کا جھوٹا ہونا مان لیا جائے گا۔ ہمیں آریہ صاحبوں سے بڑی ہمدردی ہے۔ لیکن اس جگہ تو ہم حیران ہیں کہ اگر ہمدردی کریں تو کیا کریں۔ یہ خدا کا فعل ہے۔ اس میں نہ ہماری اور نہ آریہ صاحبوں کی کچھ پیش جاسکتی ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ تلاشی کے وقت میں پہلے وہی کاغذات برآمد ہوئے جن میں میری اور لیکھرام کی دستخطی تحریریں تھیں۔ چنانچہ وہ عہدنامہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمت میں پڑھا گیا۔ اور مجلس عام میں اس کا ایسا اثر ہوا کہ بعض عہدہ داران پولیس جو صاحب بہادر کے ہمراہ آئے تھے وہ بول اُٹھے کہ جبکہ

اپنے مطالبہ سے لیکھرام نے یہ پیشگوئی حاصل کی تھی اور عہد نامہ لکھا گیا تھا تو پھر پیشگوئی کرنے والے پر شُبہ کرنا بے محل ہے۔ خدا کے ہر ایک کام میں ایک حکمت ہوتی ہے۔ اس تلاشی میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ وہ کاغذات حکّام کے سامنے پیش ہو گئے جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ لیکھرام نے خود قادیان میں آکر اور پچیس[٭] دن رہ کر پیشگوئی کا مطالبہ کیا۔ اور فریقین کی طرف سے تحریریں لکھی گئیں جن میں پیشگوئی کو فریقین کے مذہب کے صدق اور کذب کا معیار ٹھیرایا گیا اور حکّام پر کھُل گیا کہ یہ تحریریں بہت سے بیہودہ خیالات کا فیصلہ کرتی ہیں اور صاف سمجھا دیتی ہیں کہ یہ پیشگوئی اسلام اور آریہ مذہب کی ایک کُشتی تھی اور فریقین نے سچی نیت سے اپنے خدا اور پرمیشر پر توکّل کرکے دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے آسمانی فیصلہ کی درخواست کی تھی اور اس پر راضی ہو گئے تھے۔ اور یہ ایک ایسا امر تھا کہ اگر اسی حیثیت سے چیف کورٹ کی عدالت میں پیش کیا جاتا تو ضرور چیف کورٹ کے ججوں کو ان کے واقعات پر غور کرنے سے گواہی دینی پڑتی کہ خدا نے اس مقدمہ میں اسلام کی آریوں پر ڈگری کی۔

مگر افسوس کہ ہمارے مولوی درپردہ اس سچّے اور پاک خدا کے دشمن ہیں جو سچائی کی حمایت کرتا ہے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی اس کھلی کھلی پیشگوئی کی نسبت بھی جو دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے معیار کی طرح ٹھیرائی گئی تھی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح لوگ اس پر اعتقاد نہ لاویں۔ ہم انشاء اللہ عنقریب اس معاہدہ کو جو ہم میں اور لیکھرام میں ہوا تھا۔ سراج منیر کے اخیر میں نقل کر دیں گے۔ اور ہم نہایت ہمدردی سے مسلمانوں کو صلاح دیتے ہیں

٭ نوٹ۔ اس تلاشی سے یہ بھی ایک فائدہ ہوا کہ جو ہمارے مخالف مولویوں کو گمان تھا کہ اُن کے گھر میں عربی لکھنے کے لئے ایک کمیٹی بیٹھی ہوئی ہے اور نیز آلات رصد و نجوم اُن کے گھر میں مخفی رکھے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے غیب کی خبریں دیتے ہیں۔ ان سب بہتانوں کا بے اصل ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ منہ

کہ اگر اسلام کی محبت ہے تو ان مولویوں سے پرہیز کریں۔* آیندہ اگر اور بھی تجربہ کرنا ہے تو اُن کا اختیار ہے۔ یہ مولوی بالکل ان فقیہوں اور فریسیوں کے خمیر سے ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دشمن تھے۔

اب ہم ایک بڑی حکمت اس خانہ تلاشی کی لکھتے ہیں جس کے تصور سے ہمیں اس قدر خوشی ہے کہ ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ جس دن خانہ تلاشی ہونے والی تھی یعنی ۸ر اپریل روز پنجشنبہ۔ اس دن افسران پولیس کے آنے سے چند منٹ پہلے مَیں اپنے رسالہ سراج منیر کی ایک کاپی پڑھ رہا تھا۔ اور اس میں براہین احمدیہ کے حوالہ سے یہ مضمون تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو اپنی کلام میں میرا نام عیسٰیؑ رکھا ہے تو ایک وجہ مشابہت وہ ابتلا ہے جو حضرت عیسےٰؑ کو پیش آیا تھا۔ یعنی یہود کی قوم نے اپنی کوششوں سے اور نیز گورنمنٹ رومیہ کو دھوکہ دینے سے چاہا کہ حضرت عیسٰیؑ کو صلیب دی جائے۔ اس عبارت کے پڑھنے کے وقت مجھے یہ خیال آیا کہ حضرت مسیحؑ کے دشمنوں نے دو پہلو اختیار کئے تھے۔ ایک یہ کہ اپنی طرف سے ایذا رسانی کی کوششیں کیں اور دوسرے یہ کہ گورنمنٹ کے ذریعہ سے بھی تکلیف دی۔ مگر میرے معاملہ میں تو اب تک صرف ایک پہلو ہے۔ یعنی صرف آدمیوں کی کوششیں اور اخباروں اور خطوط کے ذریعہ سے ان کی بدگوئی۔ اس وقت معاً میرے

* مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی تو انہیں مخالفانہ تحریر کے لئے تکلیف اُٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ "یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اور فی الواقعہ پوری ہو گئی ہے تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر" پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھ لیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارے میں ہوں گی جلا دیں گے۔ اور اگر وہ اب بھی گریز کریں تو اہل اسلام خود سمجھ لیں کہ ان کی کیا حالت ہے اور ایسا ہی ان کا نمونہ مسیحیوں کی سی ہے۔ منہ

دل نے خواہش کی کہ کیا اچھا ہوتا کہ گورنمنٹ کی دست اندازی کا پہلو بھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتا تا وہ پیشگوئی جو لیکھرام کی نسبت اس کی موت سے سترہ برس پہلے لکھی گئی ہے اپنے دونوں پہلوؤں کے ساتھ پُوری ہو جاتی۔ سو ابھی مَیں اس سوچ میں تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس مسجد میں ہیں۔ تب مَیں بڑی خوشی سے گیا اور صاحب بہادر نے مجھے کہا کہ ”مجھے حکم آگیا ہے کہ قتل کے مقدمہ میں آپ کے گھر کی تلاشی کروں“ تلاشی کا نام سُن کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی جیسے اس ملزم کو ہو سکتی ہے جس کو کہا جائے کہ تیرے گھر کی تلاشی نہیں ہوگی۔ تب مَیں نے کہا کہ آپ اطمینان کے ساتھ تلاشی کریں اور مَیں مدد دینے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس کے بعد مَیں ان کو مع دوسرے افسروں کے اپنے مکان میں لے آیا۔ اور اوّل مردانہ مکان میں پھر زنانہ مکان میں۔ تمام بستہ جات وغیرہ انہوں نے دیکھ لئے اور مہمان خانہ و مطبع وغیرہ مکانات سب کے سب دکھلا دیئے گئے۔

غرض صاحب موصوف نے عمدہ طور پر اپنے فرض منصبی کو ادا کیا اور بہت سا حصہ وقت کا خرچ کر کے اور خدا کی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پوری کر کے آخر آٹھ بجے رات کے قریب واپس چلے گئے۔

یہ تو سب کچھ ہوا۔ مگر ہمیں اس بات کی نہایت خوشی ہوئی کہ اس روز براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ اور ۵۵۰ کی پیشگوئی کامل طور پر پُوری ہو گئی۔ اور جیسا کہ لکھا تھا چمکدار نشان کے لوازم ظہور میں آ گئے۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

۱۱ اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۶۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لالہ گنگا بشن صاحب کی مرنے کیلئے درخواست

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے اشتہار[1] ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں جس میں آریہ صاحبوں کے خیالات لیکھرام کی موت کی نسبت لکھے گئے تھے۔ دوسرے صفحہ کے دوسرے کالم میں لکھا تھا کہ اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دُور نہیں ہو سکتا اور میری نسبت یقین رکھتا ہے کہ گویا میں سازش قتل میں شریک ہوں تو ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک ہے اور اگر شریک نہیں تو ایک برس کے اندر اس پر وہ عذاب نازل ہو جو ہیبت ناک ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو۔ اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصوّر ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک ایسے عذاب سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں گا اور اس سزا کے لائق جو ایک قاتل کو ہونی چاہیئے۔ اس اشتہار کے بعد ایک صاحب گنگا بشن نام نے اخبار سماچار مطبوعہ ۴؍ اپریل ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے قسم کھانے کے لئے اپنے تئیں مستعد ظاہر کیا اور صاف طور پر اقرار کر دیا کہ حسب منشاء اشتہار ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں قسم کھانے کے لئے طیار ہوں بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ میری قسم سے آئندہ کوئی آپ کے سامنے کھڑا نہیں ہوگا۔ یعنی تمام مخالف قومیں لاجواب ہو جائیں گی۔ مگر اپنی طرف سے یہ زائد شرط لگا دی کہ میں اس صورت میں قسم کھاؤں گا کہ دس ہزار روپیہ میرے لئے جمع کر دیا جائے اس تصریح سے کہ اگر میں زندہ رہا تو اس روپیہ کا میں حق دار ہوں گا سو ہم نے اس نئی شرط کو بھی جو

---

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں زیر نمبر ۱۳۲ درج ہے۔ (المرتب)

ہمارے اشتہار کے منشاء سے زائد تھی۔ اس شرط[1] کے ساتھ قبول کیا کہ لالہ گنگا بشن اس مفصلہ ذیل مضمون کی قسم بذریعہ کسی مشہور اخبار کے شایع کریں اور نیز قادیان میں آکر بالمواجہہ بھی میرا نام لے کر یہ قسم کھاویں کہ درحقیقت لیکھرام کے قتل میں اس شخص کی شراکت ہے اور اس کی خفیہ سازش سے اس کی موت ہوئی ہے۔ اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو ایک سال تک مجھ کو وہ موت آوے جس میں انسان کے منصوبہ کا دخل نہ ہو۔ اور ایسا ہی اخبار کے ذریعہ سے اور نیز بالمواجہہ بھی یہ اقرار کریں کہ اگر میں ایک سال کے اندر حسب منشاء اس قسم کے مرگیا تو میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگا کہ درحقیقت لیکھرام خدا کے غضب سے اور پیشگوئی کے موافق ہلاک ہوا ہے اور نیز اس بات پر گواہی ہوگی کہ درحقیقت دین اسلام ہی سچا دین ہے اور باقی تمام مذاہب جیسا کہ آریہ مت سناتن دھرم اور عیسائی وغیرہ سب بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔ اس پر لالہ گنگا بشن صاحب ضمیمہ بھارت سدھار ۱۱ر اپریل ۱۸۹۷ء اور ہمدرد ہند لاہور ۱۲ر اپریل ۱۸۹۷ء میں یہ فضول عذر شایع کرتے ہیں کہ یہ شرط اشتہار ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء میں موجود نہیں تھی۔ لہٰذا ہم اُن کو اطلاع دیتے ہیں کہ اوّل تو خود تم نے ہمارے اشتہار ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء کی پابندی اختیار نہیں کی۔ اور اپنی طرف سے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کی شرط زیادہ کردی۔ جس پر ہمارا حق تھا کہ ہم بھی تمہاری اس قدر ترمیم پر جس قدر چاہتے پہلے اشتہار کی ترمیم کرتے۔ اور یہ ایک سیدھی بات ہے کہ آپ نے ہمارے اشتہار کے منشاء سے آگے قدم رکھ کر ایک نئی شرط اپنے فائدہ کے لئے زیادہ کردی۔ اس لئے ہمارا بھی حق تھا کہ ہم بھی نئی شرط کے مقابل پر جس قدر چاہیں بڑھا دیں۔

علاوہ اس کے اگر غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے کوئی امر تمہارے مقابل پر ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار کے مخالف پیش نہیں کیا۔ بلکہ وہ باتیں جو مجمل طور پر اشتہار مذکور میں

---

[1] دیکھئے اشتہار زیر نمبر ۱۷۵ جلد ہذا کے صفحہ ۳۷۴ پر (المرتب)

پائی جاتی تھیں۔ اُن کو کسی قدر تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اقرار جو بذریعہ اشتہار اور نیز بالمواجہ ہم تم سے کرانا چاہتے ہیں۔ یہ کوئی نئی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری یہ تمام کارروائی صرف اس غرض سے ہے کہ تا ہم ثابت کریں کہ دُنیا میں صرف دین اسلام ہی سچا مذہب ہے اور دوسرے تمام مذہب باطل ہیں۔ اور اگر یہ غرض درمیان نہ ہو تو یہ سب جھگڑے ہی عبث ہیں اور ہمارے الہام بھی عبث۔ یہی تو ایک مُدعا ہے یعنی دین اسلام کی سچائی ثابت کرنا۔ جس کے لئے یہ نشان خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے سماچار ۳ر اپریل ۱۸۹۷ء کی تحریر میں اس بات کا خود بھی اقرار کیا جبکہ یہ کہا کہ "میرے مرنے کے بعد دوسرے لوگ آپ کے مقابل پر کھڑے نہیں ہوں گے" کیا اس تحریر کا بجُز اس کے کوئی اور مدعا تھا کہ اس فتح کے بعد دوسرے مذہبوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ سو ہم آپ سے بذریعہ اخبار اور نیز بالمواجہ یہی اقرار چاہتے ہیں اور پنڈت لیکھرام سے بھی پیشگوئی کے مطالبہ پر یہی اقرار لیا گیا تھا کہ یہ پیشگوئی آریہ مذہب اور اسلام میں بطور فیصلہ کرنے والے منصف کے متصور ہوگی۔ وہی عہد نامہ ۸ر اپریل ۱۸۹۷ء کو تلاشی کے وقت صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے حضور میں پڑھا گیا تھا۔ مَیں سوچ میں ہوں کہ اقرار کے بعد یہ بیہودہ انکار آپ نے کیوں کر دیا۔ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ تمام ہماری سرگرمی اس غرض سے نہیں ہے کہ کوئی شخص ہم کو منجموں اور رمالوں کی طرح مان لے یا صرف سچی پیشگوئیوں والا سمجھ لے۔ اس قسم کی لغو تعریفوں سے تو ہم بدل بیزار ہیں۔ بلکہ یہ سب اسلام کی تائید میں خدا تعالیٰ کے الہام ہیں اور اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یہ سب کام وہ قادر مطلق اپنے ہاتھ سے کر رہا ہے جس کا نام اللہ ہے۔ جلّ جلالہٗ۔

اب ہم صاف لفظوں میں لالہ گنگا بشن کو مطلع کرتے ہیں کہ اس قسم کی چالبازی دیانت کے طریق سے بعید ہے۔ ہم نے اُن کے دس ہزار کے مطالبہ پر کسی غیر متعلق امر

بیجا شرط کو زیادہ نہیں کیا بلکہ یہ وہی شرط ہے جو ہماری تمام کارروائی میں ہمیشہ سے ملحوظ اور ہماری زندگی کی علت غائی ہے۔ اگر اسی شرط کو ساقط کیا گیا تو باقی کیا رہا؟ کیا ہم ایک انسان کی جان ناحق ضائع کرنی چاہتے ہیں؟ یا ہم صرف ایک بیہودہ لہو ولعب کے مشتاق ہیں جس کا دین کے لئے کوئی بھی نتیجہ نہ ہو۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس قدر عظیم الشان معرکہ میں جس میں دس ہزار روپیہ نقد پہلے جمع کرا دیا جائے گا کچھ تو ہمارا مقصد اور غرض ہونی چاہیئے۔ پس کیا وہ یہی غرض ہو سکتی ہے کہ ہمیں کوئی جوتشیوں اور رملیوں کی طرح سمجھ لے؟ نہیں بلکہ اس قدر مالی زیرباری اُٹھانے کے لئے محض ہم اس لئے طیار ہو گئے ہیں کہ تا اس سے اسلام کے مقابل پر ہندو مذہب کا فیصلہ ہو جائے۔ سو اگر لالہ گنگا بشن صاحب اس میدان کا بہادر اپنے تئیں سمجھتے ہیں تو اب بیہودہ حیلوں حوالوں سے اپنا قدم باہر نہ کریں۔ وہ اپنے اس اقرار کو یاد کریں جو اپنی قلم سے ۲۲ اپریل کے سماچار میں شائع کر بیٹھے ہیں۔

اُن کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ جس حالت میں اُن کا مقولہ ہے کہ بعض وقت میں خدا کو بھی جواب دے دیتا ہوں تو پھر دس ہزار روپیہ کی طمع پر اُن کو یہ کہنا کیا مشکل ہے کہ اگر میں مرگیا تو میرا مرنا اس بات کا قطعی ثبوت ہوگا کہ دُنیا میں صرف دین اسلام ہی سچا ہے اور دوسرے مذہب جو اس کے مخالف ہیں جیسے آریہ مذہب اور سناتن دھرم اور عیسائی مذہب سب باطل ہیں اور نیز کہ اگر میں مرگیا تو میرا مرنا اس بات کو ثابت کرے گا کہ لیکھرام کی موت کی پیشگوئی درحقیقت خدا تعالےٰ کی طرف سے تھی۔ غرض انہی مفید باتوں کے لئے تو ہم دس ہزار روپیہ دیتے ہیں اور یہ رقم کثیر اسی اقرار کی توقیت ہے ورنہ ہم نے اپنے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں ایک حبہ دینے کا بھی کسی کے ساتھ عہد نہیں کیا۔ یہی تو وہ غرض ہے جس کو ہم نے مدنظر رکھ کر گنگا بشن صاحب کو مُنہ مانگی مراد دی۔

ناظرین ذرہ سوچیں کہ ایسا شخص جو خود کہتا ہے کہ مجھ کو کسی مذہب سے دلی تعلق نہیں یہانتک کہ بعض وقت خدا کو بھی جواب دے دیا کرتا ہوں اس پر ان دو اقرار کرنے سے کونسی مصیبت پڑتی ہے۔ بہرحال یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ جبکہ گنگا بشن صاحب نے اپنی طرف سے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کی شرط بڑھا دی ہے۔ جس کا ہمارے اشتہار ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء میں نام و نشان نہ تھا تو ہم اس شرط کے عوض میں یہ چاہتے ہیں کہ وہ اخبار کے ذریعہ سے اور نیز جلسہ عام میں قسم کے ساتھ ہمارے اصل مقصد کا تصریح کے ساتھ اقرار کریں۔ اور پھر ہم مکرر لکھ دیتے ہیں کہ جو اقرار وہ اخبار میں بقید اپنی ولدیت و قومیت و سکونت و ضلع و ثمت شہادت گو ۱۱ن معززین شائع کرینگے اس کا لفظ بلفظ یہ مضمون ہوگا۔

"مَیں فلاں بن فلاں قوم فلاں ساکن قصبہ فلاں ضلع فلاں اللہ جل شانہٗ یا پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت پنڈت لیکھرام کا قاتل ہے اور مَیں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں کہ بالضرور لیکھرام غلام احمد کی سازش اور شراکت سے قتل کیا گیا ہے اور ایسا ہی پورے یقین سے جانتا ہوں کہ یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی بلکہ ایک انسانی منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے بہانہ سے عمل میں آیا۔ اگر میرا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اسے خدائے قادرِ مطلق اس شخص کا سچ ظاہر کرنے کے لئے اپنا یہ نشان دکھلا کہ ایک سال کے اندر مجھے ایسی موت دے کہ جو انسان کے منصوبہ سے نہ ہو۔ اور اگر مَیں ایک سال کے اندر مر گیا تو تمام دُنیا یاد رکھے کہ میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگی کہ واقعی طور پر یہ خدا کا الہام تھا۔ انسانی سازش نہیں تھی اور نیز یہ کہ واقعی طور پر سچا دین صرف اسلام ہے اور دوسرے تمام مذہب جیسے آریہ مذہب اور سناتن دھرم اور عیسائی وغیرہ بتمام بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔" غرض اس مضمون کی قسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں چھپوانی ہوگی اور یہی قسم قادیان میں آکر جلسہ عام میں کھانی ہوگی

اب اگر میں اس وعدہ سے پھر جاؤں تو میرے پر خدا کی لعنت ورنہ تمہارے پر۔

آپ کی درخواست کے موافق مجھ پر واجب ہوگا کہ میں دس ہزار روپیہ آپ کے لئے جمع کرا دوں۔ اور میری درخواست کے موافق آپ پر واجب ہوگا کہ آپ بلاکم وبیش اسی قسم کا اقرار مؤکد بقسم کسی معتبر اور مشہور اخبار میں جیسا کہ اخبار عام شائع کرا دیں۔ اور جیسا کہ میں تسلیم کر چکا ہوں آپ کے اس چھپے ہوئے اقرار کے پہنچنے کے بعد دو مہینے تک دس ہزار روپیہ جمع کرا دوں گا۔ اگر نہ کراؤں تب بھی کاذب شمار کیا جاؤں گا اور یہ کہنا کہ "ایک سال کو میں نہیں مانتا بلکہ چاہتا ہوں کہ فوراً زمین میں غرق کیا جاؤں یا یہ کہ مہینہ اور تاریخ اور گھنٹہ موت کا مجھے بتلایا جائے" یہ آپ کے پہلے اقرار کے برخلاف ہے جو سماچار ۳ر اپریل ۱۸۹۷ء میں کر چکے ہو۔ علاوہ اس کے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں۔ اس کے حکم سے زیادہ نہیں کہہ سکتا اور نہ کم۔ ہاں اگر میعاد کے اندر کوئی زیادہ تشریح خدا تعالیٰ کی طرف سے کی گئی تو میں اس کو شائع کر دوں گا۔ مگر کوئی عہد نہیں۔ آپ اگر اپنی پہلی بہادری پر قائم ہیں تو ایک سال کی شرط کو قبول کریں۔ میں یہ اقرار بھی کرتا ہوں کہ صرف اس حالت میں یہ نشان نشان سمجھا جائے گا کہ جب کسی انسانی منصوبہ سے آپ کی موت نہ ہو اور کسی دشمن بد اندیش کے قتل کا شبہ نہ ہو۔

غرض یہ بات میرے اقرار میں داخل ہے کہ اگر آپ کی موت قتل یا زہر خورانی کے ذریعہ سے ہو جائے یا کسی اور ایسے ہی واقعہ سے وقوع میں آئے جس میں کسی دشمن کے منصوبہ کا دخل ثابت ہو تو بیشک میں جھوٹا ٹھیروں گا۔ لیکن اگر آپ ہی اپنے قتل ہونے کا باعث ہو جائیں۔ مثلاً کسی بیگناہ کو قتل کریں اور عدالت اس کے عوض میں آپ کو پھانسی دے دے یا کسی وجہ سے خودکشی کر لیں یا زہر کھالیں۔ غرض ایسے امور جن میں دشمن کے منصوبہ کا دخل نہ ہو تو ایسی موت بھی نشان میں داخل ہوگی۔ کیونکہ کسی دشمن کے منصوبہ کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہ بات نہایت صفائی سے

ثابت نہ ہو کہ کسی دشمن کے منصوبہ کا آپ کی موت میں دخل نہیں تو نہ صرف یہ کہ آپ کے وارثوں کو دس ہزار روپیہ ملے گا بلکہ شرعاً و قانوناً میں مجرم قتل کا مجرم ٹھہروں گا۔

اور یاد رہے کہ اشتہار ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء میں ہمارا یہ قول کہ وہ عذاب کسی انسان کے ہاتھوں اور منصوبہ سے نہ ہو۔ اس سے مراد وہ انسانی منصوبہ ہے جو عداوت اور بدنیتی پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنے جُرم کی سزا میں مثلاً بغاوت میں یا قتل عمد میں عدالت کے ذریعہ سے پھانسی کی سزا پاوے۔ یا مثلاً کسی ایسی اپنی دوا کو غلطی سے اندازہ سے زیادہ کھالے جس میں کوئی حصہ زہر کا ملا ہوا ہو اور اس سے مرجائے تو ایسی تمام صورتیں ہمارے بیان سے مستثنیٰ ہیں اور ایسی حالتوں میں بیشک کہا جائے گا کہ پیشگوئی پُوری ہو گئی۔ گو ہم بدل چاہتے ہیں کہ ایسی حالتوں سے بھی آپ الگ رہیں۔ اور یاد رہے کہ اگر آئندہ اس مطالبہ کے برخلاف آپ کی طرف سے یا آپ کے کسی اور ہم قوم کی طرف سے کوئی اور تحریر شایع ہوئی تو اس کو فضول سمجھ کر اعراض کیا جائے گا۔ اور اگر ۱۰ر مئی ۱۸۹۷ء تک بذریعہ رجسٹری حسب منشاء جواب مطبوعہ نہ ملا تو پھر آپ قابل خطاب نہیں ٹھیریں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

اَلْمُشْتَھِرُ مِیرزا غُلَامْ اَحْمَدْ۔ قادیانی

۱۴ر اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس۔ قادیان)

نوٹ۔ یہ ضروری ہوگا کہ آپ میعاد کے اخیر دن تک اپنے اس اقرار کے مخالف کوئی تحریر مطبوعہ شایع نہ کریں۔ یعنی بعد اس اقرار کے کہ آپ اپنا مرنا دین اسلام کی سچائی اور دوسرے مذہبوں کے باطل ہونے پر گواہ قرار دیں۔ کوئی ایسا نوشتہ چھپا ہوا شایع نہ کریں جو اس اقرار کے برعکس ہو۔ اور نیز اس بات کا لحاظ ضروری ہوگا کہ

جب آپ قادیان میں آکر حسب ہدایت مذکورہ قسم کھاویں اور حسب مرقومہ بالا اقرار کریں تو یہ قسم اور یہ اقرار تین مرتبہ باواز بلند جلسہ عام میں کریں اور ہماری طرف سے آمین ہوگی۔ اور نیز یہ ضروری ہوگا کہ آپ ہمارے بُلانے کے بعد اسی مقررہ تاریخ اور وقت اور دن پر بلا توقف حاضر ہو جائیں۔ ہاں یہ بھی ضرور ہوگا کہ ہم ایک ہفتہ پہلے بذریعہ ایک رجسٹری شدہ خط کے تاریخ اور وقت اور دن حاضری سے آپ کو اطلاع دیں۔ اور اس جگہ یاد رہے کہ تین اور صاحب گنگا بشن کی طرح قسم کھانے کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا نام حکیم سنت رام ہے جو پنڈ دادنخاں سے اور دوسرے صاحب رنجیت رائے اسسٹنٹ سکرٹری آریہ سماج سری گوبند پورہ ضلع گورداسپور سے اسی مضمون کا خط بھیجتے ہیں اور تیسرے صاحب اپنا نام دولت رام بیان کرکے اخبار سنگھ سبھا پنجاب گزٹ امرتسر ۱۵ اپریل ۱۸۹۷ء میں قسم کھانے کے لئے مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ صاحب بجائے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کے دو ہزار روپیہ پر راضی ہو گئے ہیں۔ سو یہ اُن کی مہربانی اور عنایت ہے۔ لیکن ان تمام صاحبان کو واضح رہے کہ اگرچہ بیشک آپ لوگ بھی معزز اور آریہ قوم کی طرز زندگی کے اعلیٰ نمونہ ہیں لیکن لالہ گنگا بشن صاحب نے سب سے پہلے اس ارادہ کو بذریعہ چند اخبار شایع کیا ہے اس لئے اُن کا حق سب پر مقدم ہے۔ اور جب تک لالہ صاحب موصوف ان تمام شرائط سے جو اس اشتہار میں انہیں کی تحریک سے لکھی گئی ہیں گریز اختیار نہ کریں اور میدان سے بھاگ نہ جائیں تب تک ہم دوسری طرف التفات نہیں کر سکتے اور نہ یہ حق دوسرے کو دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر وہ خود ان شرائط سے پہلو تہی کریں تو پھر اس صورت میں کوئی دوسرا درخواست کر سکتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ اشتہار اپنی تمام شرائط کے ساتھ تجویز ناطق ہے اور کسی صورت میں کمی بیشی ان شرائط کی جائز نہ ہوگی۔ اور

لہ اور برس روز سال کا پہلا دن بموجب انگریزی مہینوں کے شمار کیا جاویگا۔ منہ ٭

یہ تمام شرائط ہر ایک کے لئے جو میدان میں آوے ایک اٹل قانون کی طرح سمجھی جائیگی منہ

نوٹ:۔ عام دہند لاہور ۲ اپریل ۱۸۹۷ء میں گنگا بشن صاحب نے ایک اور شرط زیادہ کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مَیں یعنی یہ راقم حسب قرارداد بصورت جھوٹا نکلنے کے پھانسی کی موت سے مارا جائے تو میری لاش ان کو یعنی گنگا بشن کو مل جائے اور پھر وہ اس لاش سے جو چاہیں کریں۔ جلادیں دریا بُرد کریں یا اور کارروائی کریں۔ سو واضح رہے کہ یہ شرط بھی مجھے منظور ہے اور میرے نزدیک بھی جھوٹے کی لاش ہر ایک ذلّت کے لائق ہے۔ اور یہ شرط درحقیقت نہایت ضروری تھی جو لالہ گنگا بشن صاحب کو عین موقعہ پر یاد آگئی۔ لیکن ہمارا بھی حق ہے کہ یہی شرط بالمقابل اپنے لئے بھی قائم کریں۔ ہم نے مناسب نہیں دیکھا کہ ابتداءً اپنی طرف سے یہ شرط لگا دیں۔ مگر اب چونکہ لالہ گنگا بشن صاحب نے بخوشی خود یہ شرط قایم کر دی۔ اس لئے ہم بھی تہ دل سے شکرگذار ہوکر اور اس شرط کو قبول کر کے اسی قسم کی شرط اپنے لئے قایم کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب گنگا بشن صاحب حسب منشاء پیشگوئی مرجائیں تو اُن کی لاش بھی ہمیں مل جائے تا بطور نشان فتح وہ لاش ہمارے قبضہ میں رہے۔ اور ہم اس لاش کو ضائع نہیں کریں گے بلکہ بطور نشان فتح مناسب مصالحوں کے ساتھ محفوظ رکھ کر کسی عام منظر میں یا لاہور کے عجائب گھر میں رکھا دیں گے۔ لیکن چونکہ لاش کے وصول پانے کے لئے ابھی سے کوئی احسن انتظام چاہیئے۔ لہذا اس سے زیادہ کوئی انتظام احسن معلوم نہیں ہوتا کہ پنڈت لیکھرام کی یادگار کے لئے جو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار روپیہ جمع ہوا ہے اس میں سے دس ہزار روپیہ بطور ضمانت لاش ضبط ہو کر سرکاری بنک میں جمع رہے اور کاغذات خزانہ میں یہ لکھوا دیا جائے کہ اگر ایک سال کے اندر گنگا بشن فوت ہوگیا اور اس کی لاش ہمارے حوالہ نہ کی گئی تو بعوض اس کے بطور قیمت لاش یا تاوان عدم حوالگی لاش دس ہزار روپیہ ہمارے حوالہ کردیا جائیگا

اور ایسے اقرار کی ایک نقل معہ دستخط عہدہ دار افسر خزانہ کے مجھے بھی ملنی چاہیئے۔ تا
ثانی الحال مطالبہ روپیہ میں دقت نہ ہو۔ اور واضح رہے کہ اگر گنگا بشن گریز کر جائے
تو بجائے اس کے جو اور آریہ صاحب مقابلہ پر آویں۔ ان کو بھی پابندی اس شرط
کی اور ایسا ہی دوسری شرائط کی حسب تصریحات مذکورہ بالا ضروری ہوگی۔ اور اگر ہماری
لاش پر گنگا بشن صاحب قادر نہ ہوسکیں تو وہ دس ہزار روپیہ جو ہماری طرف سے جمع
ہوگا وہ گنگا بشن صاحب کے لئے بطور نشان فتح سمجھا جائے گا۔

اب جانبین کی شرطیں کمال تک پہنچ گئیں۔ آیندہ کسی فریق کو جائز نہ ہوگا۔ جو
ان شرائط سے کم یا زیادہ کرے ورنہ اس کی گریز اور شکست متصور ہوگی۔ اور آیندہ
ایسے شخص سے ہرگز خطاب نہیں کیا جائے گا۔ منہ

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۱۶۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محال است سعدی کہ راہ صفا ✶ تواں یافت جز در پئے مصطفٰے

سردار راجندر سنگھ صاحب متوجہ ہو کر سنیں

آپ کا رسالہ جس کا نام آپ نے خبط قادیانی کا علاج رکھا ہے۔ میرے پاس
پہنچا۔ اس میں جس قدر آپ نے ہمارے سید و مولیٰ جناب محمد مصطفٰے و احمد مجتبےٰ
صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور نہایت بے باکی سے بے ادبیاں کیں اور بے محل

تہمتیں لگائیں اس کا ہم کیا جواب دیں اور کیا لکھیں۔ سو ہم اس معاملہ کو اس قادر توانا کے سپرد کرتے ہیں جو اپنے پیاروں کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ ہمارا افسوس اور بھی آپ کی نسبت ہوتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کس ادب اور تہذیب سے ہم نے ست بچن کو تالیف کیا تھا اور کیسے نیک الفاظ سے آپ کے باوا صاحب کو یاد کیا تھا اور اس کا عوض آپ نے یہ دیا۔ اگر آپ کو علم اور انصاف سے کچھ بہرہ ہوتا۔ اور دل میں پرہیزگاری ہوتی تو آپ ان بیہودہ افتراؤں کی پیروی نہ کرتے جن کا ہماری معتبر اور مسلم اور پاک کتابوں میں کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا۔ خدا کا وہ مقدس پیارا جس نے اس کی عزت اور جلال کے لئے اپنی جان کو ایک کیڑے کی جان کے برابر بھی عزت نہیں دی اور اس کے لئے ہزاروں موتوں کو قبول کیا۔ اس کو آپ نے گندی گالیاں دیں اور اس کی پاک شان میں طرح طرح کی جیبا کیاں اور شوخیاں کیں میرا خیال اب تک نہ تھا کہ سکھ صاحبوں میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ آفتاب آپ کی نظر میں ایک ناچیز خس وخاشاک دکھائی دیا۔ اے غافل وہی ایک نور ہے جس نے دُنیا کو تاریکی میں پایا اور روشن کیا اور مُردہ پایا اور جان بخشی۔ تمام نبوتیں اس سے ثابت ہوئیں اور وہ اپنی ذات میں ثابت ہے۔

بھلا بتاؤ! کہ اس کے سوا آج اس موجودہ دُنیا میں کون ہے جس کا کوئی پیرو دَم مار سکتا ہو کہ مَیں دُعا اور خدا کی نصرت میں اپنے مخالف پر غالب آسکتا ہوں؟ یوں تو کوچہ کوچہ اور گلی گلی میں مذہب پھیلے ہوئے ہیں اور ہر ایک اپنے نبی یا اوتار کے اعجوبے قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں بیان کر رہا ہے اور پشتکوں اور کتابوں کے حوالہ سے ہزاروں خوارق اُن کے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ ان قصوں کا ثبوت کیا ہے اور کس کو ہم جھوٹا کہیں اور کس کو ہم سچا سمجھیں؟ اور اگر یہ قصے صحیح تھے تو اب کیوں یہ مصیبت پیش آئی کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں

صرف قصے ہی قصے رہ گئے؟ سچوں کا نور ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ذرہ خود انصاف کرو کہ کیا گذشتہ باتوں کا فیصلہ صرف باتوں سے ہو سکتا ہے؟ کوئی بُرا مانے یا بھلا مگر مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان تمام مذہبوں میں سے سچ پر قائم وہی مذہب ہے جس پر خدا کا ہاتھ ہے اور وہی مقبول دین ہے جس کی قبولیت کے نور ہر ایک زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ سو دیکھو! مَیں گواہی دیتا ہوں کہ وہ روشن مذہب اسلام ہے جس کے ساتھ خدا کی تائیدیں ہر وقت شامل ہیں۔ کیا ہی بزرگ قدر وہ رسُول ہے جس سے ہم ہمیشہ تازہ بتازہ روشنی پاتے ہیں۔ اور کیا ہی برگزیدہ وہ نبی ہے جس کی محبت سے رُوح القدس ہمارے اندر سکونت کرتی ہے تب ہماری دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور عجائب کام ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ زندہ خدا کا مزہ ہم اسی راہ میں دیکھتے ہیں۔ باقی سب مُردہ پرستیاں ہیں۔

کہاں ہیں مُردہ پرست کیا وہ بول سکتے ہیں؟ کہاں ہیں مخلوق پرست کیا وہ ہمارے آگے ٹھہر سکتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو شرارت سے کہتے تھے۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی نہیں ہوئی اور نہ کوئی نشان ظاہر ہوا؟ دیکھو! مَیں کہتا ہوں کہ وہ شرمندہ ہوں گے اور عنقریب وہ چھپتے پھرینگے! اور وہ وقت آتا ہے بلکہ آگیا کہ اسلام کی سچائی کا نور منکروں کے مُنہ پر طمانچے مارے گا! اور انہیں نہیں دکھائی دے گا کہ کہاں چھپیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مَیں نے دو مرتبہ باوا نانک صاحب کو کشفی حالت میں دیکھا ہے اور ان کو اس بات کا اقراری پایا ہے کہ انہوں نے اُسی نور سے روشنی حاصل کی ہے۔ فضولیاں اور جھوٹ بولنا مُردار خواروں کا کام ہے۔ مَیں وہی کہتا ہوں کہ جو مَیں نے دیکھا ہے۔ اسی وجہ سے مَیں باوا نانک صاحب کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اس چشمہ سے پانی پیتے تھے جس سے ہم پیتے

ہیں۔ اور خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ مَیں اس معرفت سے بات کر رہا ہوں کہ جو مجھے عطا کی گئی ہے۔

اب اگر آپ کو اس بات سے انکار ہے کہ باوا صاحب مسلمان تھے اور نیز آپ کو اس بات پر اصرار ہے کہ بقول آپ کے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ بدکار آدمی تھے تو مَیں آپ پر صرف منقولی استدلال سے اتمام حجت کرنا نہیں چاہتا بلکہ ایک اَور طریق سے آپ پر خدا کی حجت پوری کرنا چاہتا ہوں جو آگے چل کر بیان کروں گا اور منقولی استدلال پر اس لئے حصر رکھنا پسند نہیں کرتا کہ بوجہ قلت استعداد یہ راہ آپ کے لئے نہایت مشکل ہے۔ آپ لوگ صرف نادان پادریوں اور ایسا ہی اور بیہودہ اور ناسمجھ آریوں کے اعتراضات سُن کر بوجہ دلی بخل کے اُن کو سچ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور پھر بغیر تحقیق اور تفتیش کے اسلام اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بدزبانی شروع کر دی ہے۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ اسی شتاب کاری نے جو نادانی اور تعصب کے ساتھ ملی ہوئی تھی دُنیا کو تباہی میں ڈال دیا ہے اور جہالت اور مفتریانہ روایات نے آفتاب پر تھوکنے کے لئے ان کو دلیر کر دیا ہے۔ اگر آنکھیں ہوں تو کس قدر ندامت ہو۔ اور اگر بصیرت ہو تو کس قدر اپنی خطا پر رو دیں۔ اے غافلو! وہ عزت اور شوکت جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی کیا جھوٹے کو مل سکتی ہے؟ یقیناً سمجھو کہ یہ بات خدا کی خدائی پر داغ لگاتی ہے کہ دُنیا میں جھوٹے نبی کو وہ دائمی عزت اور قبولیت دی جائے جو سچوں کو ملتی ہے کیونکہ اس صورت میں حق مشتبہ ہو جاتا ہے اور امان اُٹھ جاتا ہے۔ کیا کسی نے دیکھا کہ مثلاً ایک جھوٹا تحصیلدار سچے تحصیلدار کے مقابل پر دو چار برس تک مقدمات کرتا رہا۔ اور کسی کو قید اور کسی کو رہائی دیتا رہا اور اعلیٰ افسر اس مکان پر سے گذرتے رہے مگر کسی نے اس کو نہ پکڑا نہ پوچھا۔ بلکہ اس کا حکم ایسا ہی چلتا رہا جیسا کہ سچے کا؟ سو یقیناً سمجھو کہ یہ بات

بالکل غیر ممکن ہے کہ ایک نبی کی اتنی بڑی عزتیں اور شوکتیں دُنیا میں پھیل جائیں کہ کروڑہا مخلوق اُس کی اُمت ہو جائے۔ بادشاہیاں قائم ہو جائیں اور صدہا برس گذر جائیں اور دراصل وہ نبی جھوٹا ہو۔ جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ایک بھی اس کی نظیر نہیں پاؤ گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ دراصل کوئی نبی سچا ہو اور کتاب سچی ہو۔ پھر مرور زمانہ سے اس کتاب کی تعلیم بگڑ جائے اور لوگ غلط فہمی سے اس کے منشار کے برخلاف عمل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر ایک بگڑا ہوا مذہب جو دُنیا میں پھیل گیا تھا اور جس نے ایک عمر پائی وہ ایک سچی جڑ اپنے اندر مخفی رکھتا ہے گو اس کی تمام صورت بدلائی گئی۔ اسی لئے اسلام کسی عمر پانے والے اور جڑ پکڑنے والے مذہب کے پیشوا کو بدی سے یاد نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ غیر ممکن ہے کہ جو لوگ خدا کے حکم سے آتے اور اس کی کتاب لاتے ہیں اُن کے پہلو بہ پہلو عزت اور جلال میں وہ لوگ بھی ہوں جو ناپاک طبع اور خدا پر افتراء کرنے والے ہیں۔ نہ انسانی گورنمنٹ کی غیرت اس بات کو قبول کر سکتی ہے اور نہ خدا کی غیرت کہ جو لوگ جھوٹے طور پر اپنے تئیں عہدہ دار اور سرکاری ملازم ظاہر کرتے ہیں اُن کو ایسی ہی عزت دی جائے جیسا کہ سچے کو اور اُن کو اپنے مفتریانہ کاموں میں ایسا ہی چھوڑا جائے جیسا کہ سچوں کو اپنی جائز حکومتوں میں۔

اور وہ طریق جس کے رُو سے اس وقت آپ پر خدا کی حجت پوری کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ باوا نانک صاحب مسلمان نہیں تھے اور مَیں کہتا ہوں کہ درحقیقت وہ مسلمان[1] تھے۔ اور جیسا کہ بالا کی جنم ساکھی میں لکھا ہے درحقیقت

---

[1] باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا آپ کی ایک جنم ساکھی سے بھی پایا جاتا ہے جس نے صاف لفظوں میں اس بات کی طرف ایما کی ہے کہ باوا صاحب نے آخری عمر میں حیات خاں نامی ایک مسلمان کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ منہ

چولا جو اب ڈیرہ نانک میں موجود ہے یہ باوا نانک صاحب کا چولا تھا جو اُن کے مذہب کو ظاہر کرتا ہے اور چولا کی عزت جو اب کی جاتی ہے۔ درحقیقت یہ پُرانی عزت ہے جو باوا صاحب سے ہی شروع ہوئی۔

(۲) دوسرے آپ کا دعویٰ ہے کہ نعوذ باللہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بدکار اور فاسق تھے اور باوا نانک صاحب آنجناب سے بیزار تھے اور آنحضرتؐ کو بُرا کہا کرتے تھے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ بلکہ یہ باتیں اس وقت گرنتھوں میں ملائی گئی ہیں۔ جبکہ سکھ مذہب میں بہت سا تعصب داخل ہو گیا تھا۔ ورنہ باوا صاحب درحقیقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں فدا تھے۔ اب فیصلہ اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ آپ اگر اپنے اس عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں تو ایک مجلس عام میں اس مضمون کی قسم کھاویں کہ درحقیقت باوا نانک دین اسلام سے بیزار تھے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کو بُرا سمجھتے تھے اور نیز درحقیقت پیغمبر اسلام نعوذ باللہ فاسق اور بدکار تھے اور نہ خدا کے سچے نبی نہیں تھے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں خلاف واقعہ ہیں تو اے قادر کرتار مجھے ایک سال تک اس گستاخی کی سخت سزا دے۔ اور ہم آپ کی اس قسم پر پانسو روپیہ ایک جگہ پر جہاں آپ کی اطمینان ہو جمع کرا دیتے ہیں۔ پس اگر آپ درحقیقت سچے ہوں گے تو سال کے عرصہ تک آپ کے ایک بال کا نقصان بھی نہیں ہوگا بلکہ مفت پانسو روپیہ آپ کو ملیگا اور ہماری ذلت اور روسیاہی ہوگی۔ اور اگر آپ پر کوئی عذاب نازل ہو گیا تو تمام سکھ صاحبان درست ہو جائیں گے۔

میں جانتا ہوں کہ سکھ صاحبوں کو اسلام سے ایک مناسبت ہے جو ہندوؤں کو نہیں۔ اور وہ جلد آسمانی نشانوں کو سمجھ لیں گے۔ آپ لوگ ہندوؤں کی طرح بزدل نہیں بلکہ ایک بہادر قوم ہیں۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ

آپ اس طریق فیصلہ کو ضرور قبول کرلیں گے۔ اوّل ایک اخبار میں حسب بیان مذکورہ بالا چھپوانا ہوگا کہ مَیں ایسی قسم کھانے کے لئے تیار ہوں اور پھر ہماری چھپی ہوئی تحریر پہنچنے کے بعد قادیان میں آکر جلسہ عام میں تین ۳ مرتبہ قسم کھانی ہوگی۔

اب اس میں آپ زیادہ پیچ نہ ڈالیں۔ اس بات کو منظور کرلیں۔ ہمارے دل گالیاں سُنتے سُنتے زخمی ہوگئے ہیں۔ اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہمیں روسیاہی اور ذلت پیش آئے گی اور لعنت کی موت سے ہم مریں گے۔ اور اگر ہم سچے ہیں تو خدا ہمارا انصاف کرے گا۔ مَیں آپ کو اُس پرمیشر کی قسم دیتا ہوں جس کی جناب میں آپ باوانانک صاحب کو واصل سمجھتے ہیں۔ اور باوا صاحب کی عزت کا آپ کی خدمت میں واسطہ ڈالتا ہوں کہ آپ ضرور اس طریق امتحان کو قبول کرلیں۔ اور اگر اب بھی آپ میدان میں نہ آئیں اور حسب تصریح بالا قسم نہ کھائیں اور کینہ بہانے پیش کریں تو تمام دُنیا گواہ رہے کہ ان چند سطور کے ساتھ آپ کے رسالہ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا۔

اور ناواقف لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں بار بار موت یا عذاب کی پیشگوئیاں کی جاتی ہیں۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا کے پاک بندوں کو دُکھ دینے والے کس بشارت

٭ یہ ضروری ہوگا کہ جس اخبار میں آپ یہ اقرار شائع کریں ایک پرچہ اس اخبار کا بذریعہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم ذمہ وار ہوں گے کہ تین ہفتہ تک روز وصول اخبار سے آپ کے لئے پانسو ۵۰۰ روپیہ جمع کرا دیں بشرطیکہ آپ بلا کم و بیشی حسب ہدایت ہمارے اشتہار کے اقرارات مطلوبہ کو اپنی طرف سے شائع کردیں۔ منہ ٭

نوٹ۔ ہم آپ سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کسی انسان کے ہاتھ سے آپ کو تکلیف پہنچے تو وہ ہماری بددُعا کا اثر ہرگز نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ہم صرف اس صورت میں صادق ٹھیریں گے کہ جب بغیر انسانی ہاتھوں کے محض خدا کی تقدیر سے آپ کسی لاعلاج بیماری اور آفت اور مصیبت میں ایک سال تک مبتلا ہوجائیں جس کا خاتمہ موت پر ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو بہرحالت ہم جھوٹے ٹھیریں گے اور آپ پانسو ۵۰۰ روپیہ پانے کے مستحق ٹھیر جائیں گے۔ منہ ٭

کی پیشگوئی کے مستحق ہیں؟

نبیوں کے وقت میں بھی یہی ہوا۔ اور مسیح موعودؑ کے لئے بھی یہی لکھا ہے کہ "اُس کے دم سے کافر مریں گے" یعنی اس کی دُعا سے اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ سو اگر عذاب کی پیشگوئیاں بدنامی ہیں تو یہ بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصہ میں آگئی ہے۔

درکوئے نیکنامی مارا گذر ندادند ✦ گر تو نمی پسندی تغییر کُن قضارا

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۱۸ر اپریل ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۱۶۹)

لالہ گنگا بشن ہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

لالہ گنگا بشن صاحب کا اشتہار جس کا عنوان یہ ہے "مرزا غلام احمد صاحب کی پھانسی کی خواہش" آج بذریعہ رجسٹری مجھ کو پہنچا۔ تاریخ کوئی نہیں۔ وہ اپنے اشتہار کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ "مَیں اپنی لاش دینی نہیں چاہتا" اور پھر صفحہ ۴ میں لکھا ہے کہ

ا اصل اشتہار پر کوئی عنوان نہیں تھا۔ مضمون کے لحاظ سے یہ عنوان حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کا مجوزہ ہے۔ (المرتب)

"مَیں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر مَیں ایک سال کے اندر مَر گیا تو میرے والدین کا کوئی حق نہ ہوگا کہ میری لاش لیں۔ ہاں اگر لیں تو مرزا غلام احمد صاحب کو دس ہزار روپیہ دیں۔" اور ساتھ ہی اس بات کا عذر لکھا ہے کہ مَیں دس ہزار روپیہ جمع نہیں کرا سکتا۔ اور مَیں آریہ سماج کا ممبر نہیں۔ پھر وہ کیونکر میری امداد کریں گے۔"

افسوس کہ گنگا بشن نے اس اشتہار کے لکھنے میں ناحق وقت ضائع کیا۔ حالانکہ ہم اپنے اشتہار[1] ۱۶ ار اپریل ۱۸۹۷ء میں لکھ چکے تھے کہ اس اشتہار کے بعد کوئی جواب نہیں سُنا جائے گا۔ یہ بات نہایت صاف تھی کہ جس حالت میں گنگا بشن نے ہماری لاش مانگی تھی تو ہمارا بھی حق تھا کہ ہم بھی اُس کی لاش مانگیں اور دس ہزار روپیہ سے ہماری کچھ غرض نہیں تھی۔ وہ تو صرف اس لئے جمع کرانا قرین مصلحت تھا کہ اگر لاش دستیاب نہ ہو تو بجائے لاش وہی روپیہ ہمیں مل جائے۔ اور یہ عذر فضول ہے کہ "مَیں آریہ سماج کا ممبر نہیں تا وہ اس قدر میرے لئے ہمدردی کر سکیں کہ دس ہزار روپیہ جمع کرا دیں" ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص جو آریہ سماج کے دعویٰ کی تائید میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے کیا اُن کی نظر میں وہ قابل قدر نہیں؟ بیشک ایسا شخص جو آریہ مذہب کی عزت کے لئے جانفشانی تک طیار ہے نہ صرف آریہ سماج کا ممبر بلکہ اُن کے مقدس لوگوں میں سے شمار ہونا چاہیئے۔ ایسے جاں نثار کی ہمدردی کے دس ہزار روپیہ کیا حقیقت ہے ناظرین کو معلوم ہے کہ بعض آریہ پرچوں میں لالہ گنگا بشن صاحب کو اس لاف زنی کے وقت آریہ بہادر کا خطاب بھی مل چکا ہے۔ تو اب آریہ صاحبان کیونکر منظور کریں گے کہ اس بہادر پر شکست کا کلنک لگے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ہم شرائط کو بدلنا نہیں چاہتے۔ یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے کہ آئے دن شرطیں بدلی جائیں۔ اور یاد رہے کہ گنگا بشن صاحب کو دس ہزار روپیہ جمع کرانا

[1] یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۳۹۵ پر زیر نمبر ۱۶۷ درج ہے (المرتب)

کچھ بھی مشکل نہیں۔ کیونکہ اگر آریہ صاحبوں کی بھی درحقیقت یہی رائے ہے کہ لیکھرام کا قاتل درحقیقت یہی راقم ہے اور وہ یقین دل سے جانتے ہیں کہ الہام اور مکالمۂ الٰہی سب جھوٹی باتیں ہیں۔ بلکہ اس راقم کی سازش سے وقوعہ قتل ظہور میں آیا ہے تو وہ بشوق دل لالہ گنگا بشن کو مدد دیں گے اور دس ہزار کیا وہ پچاس ہزار تک جمع کرا سکتے ہیں۔ اور وہ یہ بھی انتظام کر سکتے ہیں کہ جو دس ہزار روپیہ مجھ سے لیا جائے گا وہ آریہ سماج کے نیک کاموں میں خرچ ہوگا۔ تو اب آریہ صاحبوں کا اس بات میں کیا حرج ہے کہ بطور ضمانت لاش دس ہزار روپیہ جمع کرا دیں۔ بلکہ یہ تو ایک مُفت کی تجارت ہے جس میں کسی قسم کا دھڑکا نہیں۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ گورنمنٹ کو معلوم رہے گا کہ آریہ قوم کی رضامندی سے یہ معاملہ وقوع میں آیا ہے۔ اور نیز اس اعلیٰ نشان سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے۔

اور اگر یہ حالت ہے کہ آریہ قوم کے معزز لالہ گنگا بشن کو اس رائے میں کہ یہ عاجز لیکھرام کا قاتل ہے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے اُس کی ہمدردی نہیں کر سکتے اور جانتے ہیں کہ یہ شخص جھُوٹا ہے آخر اس پر خدا کا عذاب آئے گا۔ ہم دس ہزار روپیہ کیوں ضائع کریں تو ایسے جھُوٹے کو اپنے مقابلہ پر بُلانا جس کی قوم ہی اس کو بدچلن اور دروغگو خیال کرے، ایک نااہل کو عزّت دینا ہے۔

غرض اگر آریہ صاحبوں کے معزّز لوگوں کی میری نسبت یہ رائے نہیں ہے کہ مَیں لیکھرام کا قاتل ہوں تو اس کے بعد مجھے اس جھگڑے میں پڑنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر شریف اور معزز آریہ مجھ کو اس جُرم سے بَری سمجھتے ہیں اور ایسی تہمت لگانے والے کو جھُوٹا اور کاذب خیال کرتے ہیں تو پھر مجھے کونسی ضرورت ہے کہ ایسے شخص کے مقابلہ کا فکر کروں جس کو پہلے سے اس کی قوم ہی جھُوٹا تسلیم کر چکی ہے۔ مَیں نے لالہ گنگا بشن کو دس ہزار روپیہ دینا اس خیال سے منظور کیا تھا کہ معزّز آریہ اندرونی طور پر اس کے ساتھ ہونگے

اور وہ بطور وکیل ہوگا۔

غرض اب شرائط ہرگز کم و بیش نہیں کی جائیں گی۔ لالہ گنگا بشن یاد رکھیں کہ ہمارے اشتہار میں دس ہزار روپیہ کی کوئی شرط نہیں تھی۔ ہم نے اُن کی بات کو صرف اسی لحاظ سے مان لیا تھا کہ ان کے لئے یہ روپیہ ہماری پھانسی کی جگہ فتح کا نشان ہو۔ سو اگر وہ آریہ قوم کے نزدیک جو اصل مدعی اور لیکھرام کے وارث اور اُس کے لئے غیرت رکھتے ہیں اپنی رائے میں سچے ہیں تو اُن سے لے کر دس ہزار روپیہ جمع کرا دیں یا اُسی غیبی امداد والے شخص سے لے لیں جس نے ہماری امداد کا وعدہ فرمایا ہے یعنی جس کا ذکر انہوں نے صفحہ سات اشتہار میں کیا ہے۔ اگر منظور نہیں تو آیندہ اُن کو ہرگز جواب نہیں دیا جائے گا۔ اور ان کے مقابل پر یہ ہمارا آخری اشتہار ہے۔*

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۲۷ر اپریل ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

---

* نوٹ۔ اگر لالہ گنگا بشن حسب منشاء ہمارے اشتہار ۱۲ر اپریل ۱۸۹۷ء کے دس ہزار روپیہ ہمارے لئے ایسی جگہ جمع کرا دیں جس کے وصول ہونے میں کچھ دقّت نہ ہو تو اس صورت میں یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ بذریعہ اپنے اشتہار کے مجھے اطلاع نہ دیں بلکہ بذریعہ ایک معتبر اخبار کے جیسا کہ اخبار عام یا پیسہ اخبار مطلع کریں اور تمام شرائط منظور شدہ فریقین اس میں درج کرا دیں ورنہ آئندہ ہم سے کچھ خط و کتابت نہ کریں۔ منہ

(۱۷۰)

محمد حسین گنگا بش   گنگا بش محمد حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشتہار واجب الاظہار

شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعت السنہ کا ایک اشتہار جس پر تاریخ کوئی نہیں۔ اور جس کا یہ عنوان ہے (الہامی قاتل مرزا غلام احمد الخ) میری نظر سے گذرا۔ شیخ صاحب کا یہ اشتہار بھی ان بیجا نیش زنیوں اور مفتریانہ حملوں سے بھرا ہوا ہے کہ جو ہمیشہ وہ اپنی سرشت اور خاصیت کی وجہ سے کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت اُن ناپاک اتہامات کا جواب دینا ضروری نہیں۔ ہم اُن کے دشمن اسلام رسالہ کے نکلنے کے منتظر ہیں۔ تب انشاء اللہ کما حقہٗ ان شیطانی وساوس کو دُور کیا جائے گا بالفعل جس مطلب کے لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ صاحب مقدم الذکر اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھرام والی پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی۔ اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لئے طیار ہوں مگر ایک برس کی میعاد سے ڈرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس قدر مدت میں مر جائیں یا کوئی اور عذاب نازل ہو جائے۔ لیکن میں مکرر اُن کو سمجھاتا ہوں کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ اپنی ذکر کردہ میعاد کی بنیاد الہام ٹھیراتا ہے عذر کرنا حماقت ہے۔ صاحب الہام کے لئے الہام کی پیروی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر ہے کہ چند ہفتہ میں اُن پر عذاب نازل کرے مگر ہماری طرف سے ایک برس کی ہی میعاد ہوگی۔ اب

اس سے اُن کا مُنہ پھیرنا اپنے دروغگو ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

اے شیخ بٹالوی صاحب۔ آپ تسلّی رکھیں کہ اگر آپ اپنی قسم میں سچے ہوں گے تو کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر قسم میں کوئی چھپی ہوئی بے ایمانی ہوگی تو خدا تعالیٰ آپ کو ضرور سزا دے گا۔[1] تا دوسرے مولوی عبرت پکڑیں۔ مگر یہ شرط ضروری ہوگی کہ قسم کھانے سے پہلے آپ جلسۂ قسم میں چُپ بیٹھ کر برابر دو گھنٹے تک میری وہ وجوہات سُنیں جو میں اپنے الہام اور پیشگوئی کے صحت وقوع کے بارے میں بیان کرونگا اور آپ کو اختیار نہیں ہوگا کہ کچھ چون و چرا کریں بلکہ میّت کی طرح عالم خاموشی میں وہ کر سُنتے رہیں گے اور پھر اُٹھ کر اسی عبارت کے ساتھ جو آپ اشتہار میں لکھ چکے ہیں تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور ہم آمین کہیں گے۔ صرف اس قدر عبارت میں تبدیلی ہوگی کہ بجائے فوراً کے ایک برس کا نام لیں گے۔ اور اگر اب آپ نے پہلو تہی کی اور بیہودہ شرائط اور پیچ در پیچ حیلہ حوالے کی باتوں کو شروع کر دیا جیسا کہ آپ کی عادت ہے تو سب پر کھل جائے گا کہ آپ کی نیّت صحیح نہیں ہے اور آپ اپنی پہلی شامت اعمال کی محافظت میں لگے ہوئے ہیں۔

غرض یہ ہمارا آخری اشتہار ہے۔ اگر آپ اپنی مُلّانہ حیلہ بازیوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور نہ پھر ہم آپ کو مخاطب

[1] اے شیخ صاحب!! یہ سزا اور عذاب جو قسم کے بعد ایک برس تک آپ پر وارد ہوگا اس میں معجزانہ شرط ہم نے رکھ دی ہے کہ وہ ایسا عذاب ہو کہ آپ نے اپنی پہلی زندگی میں اس کا مزہ نہ چکھا ہو۔ خواہ زمین سے ہو خواہ آسمان سے اور خواہ آپ کی مالی حالت پر وارد ہو اور خواہ عزّت پر اور خواہ جان پر۔ اور خواہ اس عرصہ میں ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور عظیم الشان اور فوق العادت نشان ظاہر ہو جائے جس سے ہزارہا لوگ آپ پر لعنت بھیجیں اور آپ کے مُنہ پر تھوکیں کہ اس نے شرارت اور خیانت سے صادق کا مقابلہ کیا۔ مگر ہر ایک عذاب فوق العادت ہونا ضروری ہوگا۔ منہ۔ یکم مئی ۱۸۹۷ء

کریں گے۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ آپ بھی گنگا بشن کی طرح روپیہ کے لالچ میں پڑ گئے۔
غالباً آپ پہلے ایسے نہیں ہوں گے۔ نہ معلوم کیا کیا حاجتیں پیش آئیں۔

اس جگہ یہ لکھنا بھی اپنے احباب کے لئے وصایا ضروریہ میں سے ہے کہ ہم نے نہ محمد حسین کے لئے اور نہ گنگا بشن کے لئے کوئی ایسی شرط لگائی جو ہماری گریز اور بدنیتی پر محمول ہو سکے۔ ہم خوب جانتے ہیں اور یقین کامل سے جانتے ہیں کہ ان تمام مخالفوں کو خدا تعالیٰ ایک دن ذلیل کرے گا۔ اگرچہ خدا تعالیٰ محمد حسین اور گنگا بشن کو چند ہفتہ تک جزائے بیباکی دے سکتا ہے۔ لیکن ایک سال کی شرط بوجہ رعایت سُنّت اور الہامات متواترہ کے ہے۔ اور محمد حسین کے لئے جو یہ شرط ٹھیرائی گئی کہ قسم کھانے سے پہلے دو گھنٹے تک ہمارے الہام اور پیشگوئی لیکھرام والی کے متعلق دلائل سُنے۔ یہ گریز نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر مسنون ہے کہ تا خدا تعالیٰ کی حجت بالمواجہ پُوری ہو جائے ممکن ہے کہ بباعث اس زنگ کے جو اس کے دل پر ہے کوئی امر اُس پر مشتبہ ہو۔ پس بالمواجہ بیان کرنے سے یہ تمام دلائل اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور اس طرح پر خدا تعالیٰ کا الزام اس پر پُورا ہو جائے گا۔

بیشک خدا تعالیٰ مفسدوں کو ہلاک کرتا ہے۔ لیکن جب تک کوئی مفسد صریح جھوٹ بول کر اس کے قانون کے نیچے نہ آوے یا صریح طور پر کسی ظلم کا ارتکاب نہ کرے تب تک خدا تعالیٰ اس دُنیا میں اس کو نہیں پکڑتا اور اس کا حساب عالم آخرت کے سپرد ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے محمد حسین کے بارے میں دو گھنٹے تبلیغ کی شرط لگائی گئی۔ اور ایک سال کی میعاد مقرر کی گئی اور گنگا بشن کے معاملہ میں جو ہم نے لاش لینے کی شرط لگائی۔ یہ اس کی شرط کے بعد لگائی گئی یعنی جبکہ اس نے ہماری لاش لینے کے لئے شرط پیش کی۔ پس ہمیں انصافاً حق تھا کہ اس کی اس درجہ کی سخت گیری اور توہین کے ساتھ ہم بھی لاش کی شرط لگاتے۔ اگر فرض کرلیں کہ اس نے صرف ٹھٹھا کیا لیکن

توہین تو کی۔ اس لئے خدا نے اس کی واقعی توہین کا ارادہ کیا۔ یہ اس کی سزا تھی جس کی ابتداء اسی نے کی۔

یہ بھی خوب یاد رہے کہ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ لاش لینے کی شرط گنگا بشن نے خود کی تھی۔ اور ایسا کلمہ منہ پر لاتا نہ میری توہین بلکہ دین اسلام کی توہین تھی۔ اور اس کی سزا یہی تھی کہ فتحیابی کی حالت میں اس کی لاش ہمیں ملے تا وہ کلمہ جو شوخی سے وہ ہمارے لئے منہ پر لایا وہ واقعی طور پر اُس پر واقع ہو اس میں ہماری کیا زیادتی تھی اور کونسی ہم نے گریز کی۔ کیا ہم نے ابتداءً یہ شرط ٹھیرائی تھی۔ جس کا دل پاک ہو اور کسی نجاست سے آلودہ نہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا کی یہ عادت ہے کہ توہین کرنے والے کی توہین اسی پر ڈال دیتا ہے۔

دیکھو جب محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت یہ کہنا شروع کیا کہ یہ جاہل ہے عربی کا ایک صیغہ نہیں جانتا تو خدا تعالیٰ نے کیسی اُس کی جہالت ثابت کی۔ ہزاروں روپیہ کے انعام کی عربی کتابیں شائع کی گئیں۔ وہ بول نہ سکا گویا زندہ ہی مر گیا۔ ایسا ہی جب گنگا بشن نے لاش مانگی اور لکھا کہ میں جو کام چاہوں گا اس لاش سے کروں گا خدا کو یہ پسند نہ آیا اس لئے میں نے نہ اپنے نفس سے بلکہ الٰہی جوش سے اُس کی لاش کو مانگا۔ اس بات کو یاد رکھو کہ اگر وہ میدان میں آیا تو یہ سب کام اُس کی لاش سے ہوں گے جو میری لاش کی نسبت اس نے بیان کئے تھے۔ یہی تو وہ بات ہے کہ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ط پس ان لوگوں کی حالت پر افسوس ہے کہ جو خدا کے کاروبار پر اعتراض کرتے ہیں اور اُن کے دل بجلد سیاہ ہونے کو طیار ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ پیشگوئی کا اثر پڑنے کے لئے کسی قدر قوم کا دخل ضروری ہے۔ پس اگر آریہ قوم گنگا بشن کو ایسا ہی ذلیل جانتی ہے کہ باوجودیکہ وہ اُن کے لئے

جان دینے کو طیار ہے۔ مگر وہ قوم اس کو اس قدر عزت بھی نہیں دے سکتی کہ دس ہزار روپیہ اس کے لئے جمع کرا دیں تو کیا ایسا ذلیل مقابلہ کے لائق ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر آریہ قوم درحقیقت گنگا بشن کو اپنی قسم میں سچا سمجھتی ہے تو اس رقم کا جمع کرانا اُن کے لئے کیا مشکل ہے لیکن اگر جھوٹا سمجھتی ہے۔ تو پھر ایسے جھوٹے کو مقابلہ کی عزت دینا مصلحت سے بعید ہے اور نیز گورنمنٹ بھی ہمارے

٭ نوٹ۔ اے آریہ صاحبان آپ لوگ متوجہ ہو کر سُنیں کہ گنگا بشن بہت عزت دینے کے لائق ہے اس نے آپ کے لئے اپنی نوکری کو جس پر تمام ذریعہ معاش کا تھا ہاتھ سے دیا۔ اس نے آپ کے لئے فقر و فاقہ کو منظور کیا۔ اس نے آپ کے لئے اس بات کی بھی پروا نہ رکھی کہ علانیہ ایک شخص کو قاتل لیکھرام ٹھہرا کر قانونی مواخذہ کے نیچے آجائیگا۔ پھر سب سے زیادہ بات یہ ہے کہ اس نے آریہ مت کو عزت دینے کے لئے بالارادہ اپنی جان قربان کرنا پسند کیا اور پھر یہ کہ اپنی لاش کی ذلت کو بھی منظور کیا۔ کیا ابھی آپ لوگوں کا دل اس کے لئے نرم نہیں ہوا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ دس ہزار روپیہ اس کے سر پر سے قربان کر دیں۔ آپ انصافاً کہیں کہ یہ خوبیاں اور جانفشانیاں اور آریہ دھرم کے لئے یہ قدم صدق جو گنگا بشن نے دکھلایا لیکھرام میں کہاں تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اندھی دُنیا مُردہ کا قدر کرتی ہے زندہ کا کوئی قدر نہیں کرتا۔ آپ لوگوں کو مناسب ہے کہ بلا توقف دس ہزار روپیہ گنگا بشن کی لاش کی ضمانت کے لئے جمع کرا دیں اور باضابطہ سرکاری سند ہم کو دلا دیں۔ گنگا بشن نے آپ لوگوں کے لئے تمام کاروبار اپنے برباد کر دیئے۔ اب صرف ایک جان باقی ہے وہ بھی آریہ دھرم پر قربان کرنے کے لئے ہتھیلی پر رکھے کھڑا ہے۔ اگر ایسے مہاتما کا قدر نہ کرو تو پھر آپ لوگوں میں مردم شناسی کا مادہ ہی نہیں۔ اور نیز اب اگر آپ نے اس قوم کے بہادر کی مدد نہ کی اور اس کا ساتھ نہ دیا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ لوگوں کے دلوں میں کامل یقین کے ساتھ [۱] لیکھرام صرف پیشگوئی کے اثر سے خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچا ہے [۲] کی مدد دینے سے روکتا ہے ورنہ کچھ سمجھ میں نہیں [۳] مذہب کے لئے اپنی معاش کو بھی تباہ [۴]

[۱] و [۲] و [۳] و [۴] اس اشتہار کا حاشیہ پھٹا ہوا ہے اس لئے بعض جگہ سے پڑھا نہیں گیا جس کی وجہ سے بیچ میں جہاں سے نہیں پڑھا گیا جگہ چھوڑ دی ہے۔

(المرتب)

کاموں کو دیکھتی ہے کہ کیا ہم ادنےٰ ادنےٰ آدمی کے مقابل پر سبک مزاجی کے طور پر لڑنے کو طیار ہو جاتے ہیں یا ایسے شخصوں کے ساتھ جو اُن کا مقابلہ قوم کے مقابلہ کے حکم میں ہوتا ہے اور ابتدا انہیں سے ہوتی ہے۔

اور پھر یہ بھی بات ہے کہ آریہ صاحبوں کو دس ہزار روپیہ جمع کرانے میں کچھ دقّت بھی نہیں۔ ہم تو صرف فتح کے نشان کے لئے گنگا بشن کی لاش کے خواستگار ہیں۔ اور دس ہزار روپیہ تو صرف اس صورت میں تاوان کی طرح لیا جائے گا کہ جب لاش دینے سے انکار کریں۔ کیا خوب ہو کہ آریہ لوگ اس اپنے وفادار جان نثار گنگا بشن کو اس ناچیز امداد سے محروم نہ رکھیں۔ کیا جان دینے سے کوئی اور نشان آریہ ہونے کا ہوگا۔ روز کے جھگڑوں کے طے ہونے کے لئے یہ نہایت عمدہ تقریب پیدا ہوئی ہے۔ اگر آریہ صاحبوں نے اس موقعہ کو ہاتھ سے دیا تو پھر آیندہ اُن کو حق نہیں ہوگا کہ اخباروں میں میری نسبت شایع کریں کہ یہی شخص لیکھرام کا قاتل ہے۔

اور لالہ گنگا بشن یاد رکھیں کہ اب بغیر اس طریق کے اُن کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ ان کے لئے دس ہزار روپیہ ایک ادنےٰ ہندو جمع کرا سکتا ہے۔ اور قوم اگر چاہے تو دس لاکھ جمع کرا سکتی ہے۔ یہ فیصلہ ناطق ہے۔ آریہ صاحبان صرف مُنہ سے مجھے لیکھرام کا قاتل نہ بتادیں۔ اگر مَیں قاتل ہوں تو وہ عالم الغیب جس سے ان کو بھی انکار نہیں۔ اس کا فیصلہ دیکھ لیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

یکم مئی ۹۷ء

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۴ کے ایک صفحہ کلاں پر ہے)

(۱۷۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار
قطعی فیصلہ کیلئے

یہ خدا کی قدرت ہے کہ جس قدر مخالف مولویوں نے چاہا کہ ہماری جماعت کو کم کریں وہ اور بھی زیادہ ہوئی اور جس قدر لوگوں کو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہا وہ اور بھی داخل ہوئے یہانتک کہ ہزارہا تک نوبت پہنچ گئی۔ اب ہر روز سرگرمی سے یہ کارروائی ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ اچھے پودوں کو اُس طرف سے اُکھاڑتا اور ہمارے باغ میں لگاتا جاتا ہے۔ کیا منقول کی رو سے اور کیا معقول کی رُو سے اور کیا آسمانی شہادتوں کی رُو سے دن بدن خدا تعالیٰ ہماری تائید میں ہے۔ اب بھی اگر مخالف مولوی یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر اور خدا ہمارے ساتھ ہے اور ان لوگوں پر لعنت اور غضب الٰہی ہے تو باوجود اس کے کہ ہماری حجت ان پر پُوری ہو چکی ہے پھر دوبارہ ہم ان کو حق اور باطل پرکھنے کیلئے موقع دیتے ہیں۔ اگر وہ فی الواقع اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہیں اور ہمیں باطل پر اور چاہتے ہیں کہ حق کھُل جائے اور باطل معدوم ہو جائے تو اس طریق کو اختیار کرلیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اور میں اپنی جگہ پر خدا تعالیٰ کی جناب میں دُعا کریں۔ اُن کی طرف سے یہ دُعا ہو کہ یا الٰہی اگر یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تیرے نزدیک جھُوٹا اور کاذب اور مفتری ہے اور ہم اپنی رائے میں سچے اور حق پر اور تیرے مقبول بندے ہیں تو ایک سال تک کوئی فوق العادت

امرِ غیب بطور نشان ہم پر ظاہر فرما اور ایک سال کے اندر ہی اُس کو پُورا کر دے۔ اور میں اس کے مقابل پر یہ دُعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر تُو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور در حقیقت مسیح موعود ہوں تو ایک اَور نشان پیشگوئی کے ذریعہ سے میرے لئے ظاہر فرما اور اس کو ایک سال کے اندر پُورا کر۔ پھر اگر ایک سال کے اندر اُن کی تائید میں کوئی نشان ظاہر ہوا۔ اور میری تائید میں کچھ ظاہر نہ ہوا تو میں جھُوٹا ٹھیروں گا اور اگر میری تائید میں کچھ ظاہر ہوا مگر اس کے مقابل پر اُن کی تائید میں بھی ویسا ہی کوئی نشان ظاہر ہو گیا تب بھی میں جھُوٹا ٹھیروں گا لیکن اگر میری تائید میں ایک سال کے عرصہ تک کھُلا کھُلا نشان ظاہر ہو گیا اور اُن کی تائید میں نہ ہوا تو اس صورت میں میں سچّا ٹھیروں گا اور شرط یہ ہوگی کہ اگر تصریحات متذکرہ بالا کی رُو سے فریق مخالف سچّا نکلا تو میں اُن کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور جہاں تک ممکن ہوگا میں اپنی وہ کتابیں جلا دُوں گا جن میں ایسے دعویٰ یا الہامات ہیں۔ کیونکہ اگر خدا نے مجھے جھُوٹا کیا تو پھر میں ایسی کتابوں کو پاک اور مقدّس خیال نہیں کر سکتا۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اپنے موجودہ اعتقاد کے برخلاف یقینی طور پر سمجھ لوں گا کہ محمد حسین بٹالوی اور عبد الجبار غزنوی اور عبد الحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور محمد حسین کا پیارا دوست محمد بخش جعفر زٹلی اور دوسرا پیارا دوست محمد علی بوپڑی یہ سب اولیاء اللہ اور عباد اللہ الصّلحین ہیں۔ اور جس قدر ان لوگوں نے مجھے گالیاں دیں اور لعنتیں بھیجیں۔ یہ سب ایسے کام تھے کہ جن سے خدا تعالیٰ ان پر بہت راضی ہوا۔ اور قرب اور اصطفا اور اجتبا کے مراتب تک اُن کو پہنچا دیا۔

میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اگر خدا کی مرضی مجھے عزت دینے کی نہیں تو میرے پر لعنت ہے اگر میں اُس کے برخلاف کروں۔ لیکن اگر تصریحات بالا کی رُو سے خدا نے مجھے سچّا کر دیا تو چاہئے کہ محمد حسین

بٹالوی اور عبدالحق غزنوی اور عبدالجبار غزنوی اور رشید احمد گنگوہی میرے ہاتھ پر توبہ کریں اور میرے دعویٰ کی تصدیق کر کے میری جماعت میں داخل ہوں تا یہ تفرقہ دُور ہو جائے۔ اندرُونی تفرقہ نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ خدا کا سیدھا سادھا فیصلہ ہوگا جس میں کسی فریق کی چوں چرا پیش نہیں جائے گی۔

اس اشتہار کے مخاطب محمد حسین بٹالوی، عبدالجبار غزنوی، عبدالحق غزنوی، رشید احمد گنگوہی ہیں۔ یہ چاروں اپنے تئیں مومن ظاہر کرتے ہیں۔ اور مومن خدا کے نزدیک ولی ہوتا ہے اور بہرحال کافر اور دجّال کی نسبت مومن کی دُعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا کے نیک بندے قبولیت دُعا سے شناخت کئے جاتے ہیں اور ان دُعاؤں کے لئے ضروری نہیں کہ بالمواجہ کی جائیں بلکہ چاہیئے کہ فریق مخالف مجھے خاص اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دے کر پھر اپنے گھروں میں دُعائیں کرنی شروع کر دیں اور ابتدا رسال* کا اشتہار کی تاریخ اشاعت سے سمجھا جائے گا۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ چاروں مولوی مقابلہ کریں بلکہ جو شخص اُن میں سے ڈر کر بھاگ جائے اس نالائق کو جانے دو۔ وہ اس بات پر مُہر لگا گیا کہ وہ جھوٹا ہے اور گریز کی لعنت اس کے سر پر ہے۔

اور یہ ضروری ہوگا کہ جو امر غیب ان چاروں میں سے کسی پر ظاہر ہو اس کو بذریعہ اشتہارات مطبوعہ لوگوں پر ظاہر کر دے اور ان میں سے ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھیجدے۔ اور جو امر مجھ پر ظاہر ہو جو پہلے ظاہر نہیں کیا گیا، مجھ پر بھی لازم ہوگا کہ بذریعہ اشتہار اس کو شائع کروں اور ایک ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری چاروں صاحبوں کی خدمت میں یا جس قدر اُن میں سے مقابلہ پر آویں بھیج دوں اس طریق سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے۔ ہم دونوں فریقوں میں سے جو ملعون ہے

* ایک سال انگریزی مہینوں کے حساب سے سمجھا جائیگا۔ منہ

اس کا ملعون ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور جو مقرون ہے اس کا مقرون ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر امرت سر اور لاہور کے رئیس اس فیصلہ کے لئے مولویان مذکورین کو مستعد کریں تو اُن کی ہمدردی اسلامی قابل شکر گذاری ہو گی۔ اور بالخصوص انجمن اسلامیہ کے سکرٹری خان بہادر برکت علی خاں صاحب اور انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری منشی شمس الدین صاحب اور انجمن نعمانیہ کے سکرٹری منشی تاج الدین صاحب کی خدمت میں للہ التماس ہے کہ ضرور اس طرف توجہ فرماویں۔ ہزاروں مسلمان کافر سمجھے گئے اور سخت تفرقہ پڑ گیا ہے۔ آپ صاحبوں کے اصول کچھ ہی ہوں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن آپ صاحبوں کی بڑی مہربانی ہو گی جو آپ مدد دیویں۔

وَالسَّلام

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء عیسوی

ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۷۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ✻ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حُسَین کامی سفیر سُلطانِ رُوم

پرچہ اخبار ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے سفیر مذکور العنوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے اور اس خط کے عنوان

میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے۔ اور پھر متاسف اور مکدّر اور ملول خاطر واپس آئے۔ اور پھر بھی ایڈیٹر لکھتا ہے کہ یہ سُنا گیا تھا کہ سفیر صاحب کو اس لئے قادیان بُلایا تھا کہ اُن کے ہاتھ پر توبہ کریں کیونکہ وہ نائب حضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ان افتراؤں کا بجز اس کے کیا جواب دیں، کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ مجھے دُنیادار اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بیزاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔ مجھے نہ کچھ سُلطان روم کی طرف حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دُنیا کی بادشاہت اس قدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیسا کہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا۔ پھر جب کہ ہمارے بادشاہ کے آگے سُلطان رُوم ایک ہیچ ہے تو اس کا سفیر کیا چیز!

میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے۔ جس کے زیر سایہ ان کے ساتھ یہ آسمانی کارروائیں میں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آجکل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بُھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔ یہی باتیں ہیں کہ سفیر مذکور کے ساتھ خلوت میں کی گئی تھیں جو سفیر کو بُری معلوم ہوئیں۔ سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی اور اگرچہ مجھ کو اس کی اوّل ملاقات میں ہی دُنیا پرستی کی بدبو آئی تھی اور منافقانہ طریق دکھائی دیا تھا مگر حُسنِ اخلاق نے مجھے بوجہ مہمان ہونے کے اس کی اجازت دینے کے لئے مجبور کیا۔ نامبردہ نے خلوت کی ملاقات میں سُلطان رُوم کے لئے ایک خاص دُعا

کرنے کے لئے درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضاء قدر سے آنے والا ہے اس سے وہ اطلاع پاوے۔ مَیں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سُلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور مَیں کشفی طریق سے اُس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بُری معلوم ہوئیں۔ مَیں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رُومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور رُوم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر مَیں اُس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی بُرا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت رُوم کے اچھے دن نہیں ہیں۔ اور پھر اُس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اَور دلیل ہے کہ زوال کی علامات موجود ہیں۔ ماسوا اُس کے میرے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود کے بارے میں بھی کئی باتیں درمیان آئیں۔ مَیں نے اُس کو بار بار سمجھایا کہ مَیں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی خونی مسیح اور خونی مہدی کا انتظار کرنا جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بیہودہ قصّے ہیں۔ اس کے ساتھ مَیں نے یہ بھی اس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور مَیں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا۔ اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے مَیں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکرگذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن

حاصل ہو سکے۔ کیا مَیں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ مَیں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سُن کر اُس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے اور کیا سُلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ اُن کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سُلطان رُوم سے کیا فائدہ۔

ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سُنا اور حیرت سے میرا مُنہ دیکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔ میرا نام نمرود اور شدّاد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ سخت گوئی اُس کی جائے افسوس نہیں کیونکہ انسان نابینائی کی حالت میں سُورج کو بھی تاریک خیال کرسکتا ہے۔ اُس کے لئے بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا۔ میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اُس کی سخت بدقسمتی ہے۔ اور مجھے کچھ ضرور نہ تھا کہ مَیں اُس کی یاوہ گوئی کا ذکر کرتا مگر اُس نے بپاداش نیکی ہر ایک شخص کے پاس بدی کرنا شروع کیا اور بٹالہ اور امرتسر اور لاہور میں بہت سے آدمیوں کے پاس وہ دل آزار باتیں میری نسبت اور میری جماعت کی نسبت کہیں کہ ایک شریف آدمی باوجود اختلاف رائے کے کبھی زبان پر نہیں لاسکتا۔ افسوس کہ مَیں نے بہت شوق اور آرزو کے بعد گورنمنٹ روم کا نمونہ دیکھا تو یہ دیکھا۔ اور مَیں مکرر ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مجھے اس سفیر کی ملاقات کا ایک ذرہ شوق نہ تھا۔ بلکہ جب مَیں نے سُنا کہ لاہور کی میری جماعت اس سے ملی ہے تو مَیں نے بہت افسوس کیا اور اُن کی طرف ملامت کا خط لکھا کہ یہ کارروائی میرے منشاء کے خلاف کی گئی۔ پھر آخر سفیر نے لاہور سے ایک انکساری خط میری طرف لکھا کہ مَیں ملنا چاہتا ہوں سو اُس کے الحاح پر مَیں نے اس کو قادیان آنے کی اجازت دی۔ لیکن اللہ جلّشانہٗ جانتا ہے

جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔

اب میں سفیر مذکور کا انکساری خط جو میری طرف پہنچا تھا اور پھر اس کا دوسرا خط جو ناظم الہند میں چھپا ہے ذیل میں لکھتا ہوں۔ ناظرین خود پڑھ لیں اور نتیجہ نکال لیں اور ہماری جماعت کو چاہیئے کہ آیندہ ایسے اشخاص کے ملنے سے دستکش رہیں۔ آسمانی سلسلہ سے دُنیا پیار نہیں کرسکتی۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

نقل اس خط کی جو سفیر نے لاہور سے ہماری ملاقات کی درخواست کے لئے بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب مستطاب معلی القاب قدوۃ المحققین قطب العارفین حضرت پیر دستگیر میرزا غلام احمد صاحب دام کراماتہٗ۔ چوں اوصاف جمیلہ و اخلاق حمیدہ آں ذات ملکوتی صفات در شہر لاہور بسمع ممنونیت و از مریدان سعادت انتسابان تعادیر و تصانیف عالیہ آں خجستہ مقام بدست احترام و ممنونیت رسید۔ لہٰذا سودائے زیارت دیدار ساطع الانوار سویدائے دل تنا و دیدا لبریز اشتیاق کردہ است۔ انشاء اللہ تعالےٰ از لاہور بطریق امرت سر بہ خاکپائے روحانیت احتوی سامی خواہم رسید و دریں خصوص تلغرافے بر حضور سراسر نور مقدس خواہم کشید۔ فقط

حسین کامی سفیر سلطان المعظم (مہر)

نقل اس خط کی جو سفیر کی طرف سے ناظم الہند ۱۵؍ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔

بحضور سید السادات العظام و فخر النجباء الکرام مولٰنا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم ادام اللہ فیوضہ و ظل عاطفتہ۔ سیدی و مولائی؟ التفات نامہ ذات سامی شما

؎ غور کرنے کے لائق ہے کہ یہ القاب کس مذہب کے شخص کے لئے لکھا ہے۔ منہ

بدست تبجیل و احترام مارسید الحق ممنونیت غیر مترقبہ عظمی بخشید۔ فدایت شوم کہ استفسار احوال غرائب اشتمال کادیان و کادیانی (قادیان و قادیانی) را فرمودہ بودید۔ اکنوں مابجمال تمکین ذیلاً بخدمت والانہمت وعالی بیان و افادہ می کنم کہ ایں شخص عجیب وغریب از صراط المستقیم اسلام برگشتہ قدم بر دائرہ علیہم والضالین گذاشتہ و تردید مجبت حضرت خاتم النبیین را در پیش گرفتہ و بزعم باطل خویش باب رسالت را مفتوح دانستہ است شائستہ ہزاراں خندہ است کہ فرق در بین نبوت و رسالت پنداشتہ است و معاذاللہ تعالیٰ می گوید کہ خداوند عالم رسول صلعم را گاہے در فرقان حمید و قرآن مجید بعنوان خاتم المرسلین معنن نکردہ است فقط بخطاب خاتم النبیین اکتفا فرمودہ است۔ القصہ اینکہ اول خود را ولی ملہم می گفت بعدہ مسیح موعود گشتہ۔ آہستہ آہستہ بقول مجرد خود مسعود بر رتبہ عالیہ مہدویت کردہ استعیذ باللہ تعالےٰ خود را از خود رائی بپائی معلائے رسالت رسانده است۔ بنا علیٰ ہذا ظن غالب ما ران است کہ ترقی ہمچیں قدم بر سریر شریر شداد و نمرود نہادہ کلاہ الوہیت بر سر سرکش خود کہ کان خیالات فاسدہ و معدن مالیخولیا و ہذیانات باطل است میگذارد و عجب ست کہ شاعر معجز بیان در حق ایں ضعیف الاعتقاد و البنیان چندیاں سال قبل ازیں گویا بطور پیشگوئی تدوین ایں شعر در دیوان اشعار آبدار خود کردہ است۔ سال اول مطرب آمد سال دوم خواجہ شد ۔ بخت گر یاری کند امسال سید می شود۔

خلاصہ ازیں سخنہا درگذرید و اورا بر شیطنتش پسرید و مارا از پریشان نویسی معاف دارید عزیز اسلام ما را بجناب شریعتمدار مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب و جناب داروغہ عبد الغفور خاں صاحب برسانید و ساختہ ہائی خود را گرفتہ بصوب ما روانہ کنید تا کہ از دار الخلافہ مطابق کفش مسجدے مطابق آں بطلبم و در ہر خصوص بر ذات عالی شما تقدیم مراسم احترامکاری کردہ مسار عنت بر استبنای طبع عالی می نمایم والسلام۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء

(یہ اشتہار ۲۰ تا ۲۰/ ۸ کے صفحہ پر ہے) الراقم حسین کامی

(۱۷۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جلسہ شکریہ

جشن جوبلی شصت سالہ حضرت قیصرہ ہند دام ظلہا

قال اللہ عزوجل

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

خدا کی نعمت کا لوگوں کے پاس شکرگذاری کے ساتھ ذکر کر

ہم نے بار بار اپنی کتابوں میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ وجود حضرت قیصرہ ہند دام ظلہا ہمارے لئے ایک خدا کی نعمت ہے۔ ہم اس محسن گورنمنٹ کے سایہ کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنی رائے کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور خدا نے ہماری جان اور مال اور آبرو کے لئے اس گورنمنٹ کو محافظ بنا دیا ہے۔ پس ان تمام وجوہ سے ہم پر واجب ہے کہ ہم سچے دل سے نہ نفاق سے اس گورنمنٹ کے شکرگذار ہوں اور جناب قیصرہ ہند دام ظلہا کی عمر و اقبال و دولت اور اس خاندان کے دوام اور بقا کے لئے تہ دل سے دُعا کریں۔ سو خدا تعالیٰ نے اس شکر اور ان دُعاؤں کے لئے جشن جوبلی کا ہمیں ایک موقعہ دیا ہے۔ اور یہ دن حقیقت میں ایک عظیم الشان خوشی کا موجب ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند دام ظلہا کے شصت سالہ زمانہ تخت نشینی کو امن اور عافیت اور ترقی اقبال کے ساتھ پورا کیا۔ اور اس زمانہ میں بے شمار فوائد اپنے بندوں کو پہنچائے۔ سو میری رائے ہے کہ اس خوشی کے اظہار اور شکر اور دُعا کے لئے میری جماعت کے دوست اور احباب جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں مقیم

ہیں، انیس[19] جون ۱۸۹۷ء کو بمقام قادیان جمع ہوں۔ اور جیسا کہ اس بارے میں ہدایات ازجانب وائس پریذیڈنٹ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند بتاریخ یکم جون ۱۸۹۷ء شائع ہوئی ہیں اُن کے مطابق ۲۰ اور ۲۱ جون ۱۸۹۷ء کو اظہار شکر اور دُعا اور خوشی کی جائے۔ چونکہ ہماری جماعت کی طرف سے اظہار خوشی اور شکر اور دُعا کے لئے یہ ایک عام جلسہ ہے جس کی مدد مصارف میں ہر ایک کو شریک ہونا واجب ہے لہٰذا تاکید کے طور پر یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ جس جس صاحب کو یہ اشتہار پہنچے وہ اپنی طاقت اور مقدرت کے موافق اس جلسہ کے مصارف کے لئے بلا توقف چندہ روانہ کریں۔ ہر ایک شخص اپنی حیثیت کے موافق اس ہدایت پر کاربند ہو۔ اس جلسہ کے لئے جس قدر صاحب چندہ دینے میں شریک ہوں گے اور ۲۰ جون ۱۸۹۷ء سے پہلے قادیان میں آکر تمام جماعت کے ساتھ جلسہ شکریہ کے مراسم ادا کریں گے ان تمام صاحبوں کے نام تفصیل رقم چندہ اور نیز باظہار اس تمام سرگرمی اور مستعدی کے جو اُن سے ظاہر ہوئی لکھ کر بذریعہ طبع شائع کئے جائیں گے اور ایک کاپی اُن کی جنرل کمیٹی کو بھی بھیجی جائے گی تا جیسا کہ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند کی طرف سے وعدہ ہے ان کے نام قومی تاریخ میں یادگار کے واسطے درج ہوں۔

اگر کسی کے دل میں یہ وسوسہ گذرے کہ یہ تمام امور دُنیاداری اور خوشامد میں داخل ہیں اور الٰہی سلسلہ سے مناسبت نہیں رکھتے تو اس کو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ ہم اس شکرگذاری کے جلسہ میں سرکار انگریزی سے کسی جاگیر کی درخواست نہیں کرتے اور نہ کوئی لقب چاہتے ہیں اور نہ کسی انعام کے خواستگار ہیں اور نہ یہ خیال ہے کہ وہ ہمیں اچھا کہیں۔ بلکہ یہ جلسہ محض اس بار سے سبکدوش ہونے کے لئے ہے جو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے احسانات کا بار ہمارے سر پر ہے۔

خوب یاد رکھو کہ جو شخص انسان کا شکر ادا نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی شکر نہیں

کیا۔ ہمارے کسی کام میں نفاق نہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کی نیکی کو ضائع کرنا بدذاتی ہے۔

بعض نادان مسلمانوں نے ہم پر اعتراض کیا ہے کہ جو تُرکی سفیر کے خط کا ردّ بذریعہ اشتہار شایع کیا گیا ہے اس میں سُلطان رُوم کی بے ادبی کی گئی ہے اور وہ خلیفۃ المومنین ہے اور نیز اس اشتہار میں مداہنہ کے طور پر انگریزوں کی تعریف کی گئی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ تمام باتیں کوتہ اندیشی اور بخل کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کے مُنہ سے نکل رہی ہیں۔ ہم نے سُلطان کو کچھ بُرا نہیں کہا اور نہ بے ادبی کی۔ بلکہ ہمیں افسوس ہے کہ جس شخص کے ایسے سفیر اور ایسے ارکان ہیں اس کی حالت قابل رحم ہے۔ ہم نے اس سفیر کو بچشم خود دیکھا ہے کہ بجائے نماز تمام روز شطرنج اور ٹھٹھا اور ہنسی میں گذارتا تھا۔ وہ قادیان میں آکر ایک ایسی جماعت کے اندر آگیا تھا جو اس کی بے قیدی کی طرز اور طریق سے بالکل مخالف تھی۔ خدا جانتا ہے کہ ہمارا دل اس بات سے جلتا اور کباب ہوتا ہے اور بے اختیار جوش اُٹھتا ہے کہ ایسے دنوں میں اس سلطنت کے ارکان کو چاہیئے تھا کہ تقویٰ میں ترقی کرتے۔ منہیات سے باز آتے۔ نماز کی پابندی اختیار کرتے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرتے اور بے قیدوں اور بدروشوں کی طرح زندگی بسر نہ کرتے۔ کیونکہ اسلام کی تمام ترقی تقویٰ سے شروع ہوئی ہے اور پھر جب اسلام ترقی کرے گا تقویٰ سے کرے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ نہ ہی یہ بات کہ سُلطان رُوم خلیفۃ المومنین ہے اس کے ارکان کی نسبت ایسے سُوءِ ادب کے الفاظ مُنہ پر لانا بیجا کی اور گستاخی میں داخل ہے۔ سو یہ سراسر ناسمجھی ہے اور درحقیقت جو شخص مجھے ایک کافر، دجّال بے ایمان کاذب خیال کرتا ہے وہ بیشک میری اُس تقریر سے سخت ناراض ہوگا جو مَیں نے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کی ہے۔ لیکن

مَیں پوچھتا ہوں کہ ذرہ اپنے دلوں میں فرض کر لو کہ اگر یہ تقریر اس شخص کی طرف سے ہے جو خدا کی طرف سے تیرہ سو برس کے وعدہ کے موافق مسیح موعودؑ ہو کر آیا ہے اور خدا کا نائب ہے جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے۔ تو کیا سلطان روم کی عظمت کو اُس کے مقابل یاد کرنا اور اس کی عظمت کو بالکل بھلا دینا بے ایمانی ہے یا نہیں۔ جن دلوں پر خدا کی لعنت ہے اُن کا تو کچھ علاج نہیں۔ لیکن عقلمند اور ایماندار جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو خدا آسمانی خلافت دے کر ایک عظیم الشّان کام کے لئے بھیجتا ہے رُوم کے ایک ظاہری فرمانروا کو کیا نسبت ہے٭؟

یاد رکھو کہ خدا کے فرستادہ کی توہین خدا کی توہین ہے۔ چاہو تو مجھے گالیاں دو۔ تمہارا اختیار ہے۔ کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے سُلطان کا خلیفۃ المومنین ہونا صرف اپنے مُنہ کا دعویٰ ہے لیکن وہ **خلافت** جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟

اردت ان استخلف فخلقت ادم۔ خلیفۃ اللہ السّلطان۔

ہاں ہماری خلافت رُوحانی ہے اور آسمانی ہے نہ زمینی۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس شخص کو انسان حقیر اور ذلیل جانتا ہے اس کو ایسے شخص کے مقابل پر بات کرنے سے بے ادب خیال کرتا ہے جس کو وہ عظیم الشّان سمجھتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ جب یسُوع مسیح نے سردار کاہن کے سامنے ایک بات کہی جو سردار کاہن کو بُری معلوم ہوئی تو ایک سپاہی نے مسیح کے مُنہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ کیا تو سردار کاہن کی

٭ ابن سیرین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مہدی موعودؑ بعض نبیوں سے بھی افضل ہے۔ پس ایسے لوگوں کی حالت پر سخت افسوس ہے جو ایک بادشاہ کے لئے جو دنیوی زندگی رکھتا ہے مجھ کو جو اپنے مہدی موعودؑ ہونے کا دلائل کے ساتھ ثبوت دیتا ہوں گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سراسر دُنیا کے کیڑے ہو گئے ہیں۔ خدا اور رسول پر ان کا ایمان نہیں رہا۔ منہ ٭

بے ادبی کرتا ہے کیونکہ اس وقت اُن لوگوں کی نظر میں حضرت عیسٰی مسیح ایک حقیر اور ذلیل آدمی تھا جو کاذب اور کافر خیال کیا گیا۔ پس جبکہ سردار کاہن کی دنیوی عزت کے لئے مسیح نے ایک ادنٰے سپاہی کے ہاتھ سے طمانچہ کھایا تو پھر وہ شخص جو مسیح کے نام پر آیا ہے اگر سُلطان روم کے جاہل حماقیوں کے مُنہ سے گالیاں سُنے تو کیا بعید ہے۔

رہی یہ بات کہ اشتہار مذکور میں انگریزی سلطنت کی تعریف کی گئی ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ ہرگز منافقانہ تعریف نہیں۔ لعنة الله علٰی من نافق۔ بلکہ ہم سچے دل سے کہتے ہیں اور صحیح صحیح کہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم نے بہت امن پایا ہے۔ اس لئے اس کا شکر ہم پر واجب ہے۔ اور مجھے ان شریر انسانوں کی حالت پر نہایت تعجب ہے کہ اب تک وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جزاء احسان احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان۔

فقط

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی

۷؍ جون ۱۸۹۷ء

مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان دار الامان

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

(۱۷۴)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

جلسہ احباب

بر تقریب جشن جوبلی بغرض دُعا و شکر گذاری جناب ملکہ معظّمہ قیصرۂ ہند دام ظلہا

ہم بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ جناب ملکہ معظّمہ قیصرۂ ہند دام ظلہا کے جشن جوبلی کی خوشی اور شکریہ کے ادا کرنے کے لئے میری جماعت کے اکثر احباب دُور دُور کی مسافت قطع کر کے ۱۹؍ جون ۱۸۹۷ء کو ہی قادیان میں تشریف لائے۔ اور یہ مبلغ ۲۲۵ آدمی تھے اور اس جگہ کے ہمارے مُرید اور مخلص بھی اُن کے ساتھ شامل ہوئے جن سے ایک گروہ کثیر ہو گیا اور وہ سب ۲۰؍ جون ۱۸۹۷ء کو اس مبارک تقریب میں باہم مل کر دُعا اور شکر باریتعالیٰ میں مصروف ہوئے اور جیسا کہ اشتہار وائس پریذیڈنٹ جنرل کمیٹی اہل اسلام ہند جناب خانصاحب محمد حیات خانصاحب سی۔ ایس۔ آئی میں اس بارے میں ہدایتیں تھیں۔ بفضلہ تعالیٰ اسی کے موافق سب مراسم خوشی عمدہ طور پر ظہور میں آئیں۔ چنانچہ ۲۰؍ جون ۱۸۹۷ء کو ہماری طرف سے مبارکباد کی تار برقی بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند بمقام شملہ روانہ کی گئی۔ اور اسی روز سے ۲۲؍ جون ۱۸۹۷ء تک غریبوں اور درویشوں کو برابر کھانا دیا گیا مگر ۲۱؍ جون ۱۸۹۷ء کو اس خوشی کے اظہار کے لئے ایک بڑی دعوت کا سامان ہوا۔ اور اس قصبہ کے غربا

اور درویش دعوت کے لئے بُلائے گئے اور جیسا کہ شادیوں کے موقعہ پر کھانے پکائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی بڑے تکلف سے کھانے تیار ہوئے اور تمام حاضرین کو کھلائے گئے۔ اس روز تین سو سے زیادہ آدمی تھے جو دعوت میں شریک ہوئے۔ پھر ۲۲ جون کی رات کو چراغاں ہوئی اور کوچوں اور گلیوں اور مسجدوں اور گھروں میں شام ہوتے ہی نظرگاہ عام پر چراغ روشن کرائے گئے اور غریبوں کو اپنے پاس سے تیل دیا گیا۔

اور علاوہ اس کے اظہار مسرت کے لئے عام دعوت میں لوگوں کو شامل کیا گیا۔

غرض یہ مبارک جلسہ تمام احباب کا جنہوں نے بڑی خوشی سے باہم چندہ کر کے اس کا اہتمام کیا ۲۰ جون ۱۸۹۷ء سے شروع ہوا۔ اور ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کی شام تک بڑی دھوم دھام سے اس کا اہتمام رہا۔ چنانچہ پہلے روز میں تمام جماعت نے جو ہمارے مُریدوں کی جماعت ہے جن کے ذیل میں نام درج ہوں گے بڑے صدق دل سے حضور قیصرہ اور خاندان شاہی اور برٹش گورنمنٹ کے حق میں اقبال اور شمول فضل الٰہی کی دعائیں کیں اور پھر جیسا کہ بیان کیا گیا وقتاً فوقتاً تمام مراسم ادا کئے گئے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت نے جس میں معزز ملازم سرکاری بھی شامل تھے ایسے صدق دل اور محبت اور پوری ارادت اور پورے شوق اور انبساط سے دُعائیں کیں اور شکر گذاری ظاہر کی اور اہتمام غرباء کی دعوت میں چندے دیئے اور ایک رقم کثیر باہمی چندہ سے جمع کر کے بڑی سرگرمی اور مستعدی اور دلی خوشی سے تمام تجاویز جنرل کمیٹی کو انجام تک پہنچایا کہ اس سے بڑھ کر خیال میں نہیں آسکتا۔

اور وہ تقریر جو دُعا اور شکر گذاری جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند میں سُنائی گئی جس پر لوگوں نے بڑی خوشی سے آمین کے نعرے مارے وہ چھ زبانوں میں بیان کی گئی تا ہمارے پنجاب کے ملک میں جس قدر مسلمان کسی زبان میں دسترس رکھتے ہیں اُن تمام زبانوں سے شکر ادا ہو۔ اُن میں سے ایک اُردو میں تقریر تھی جو شکر اور دُعا پر مشتمل تھی جو عام جلسہ

میں سُنائی گئی اور پھر عربی اور فارسی اور انگریزی اور پنجابی اور پشتو میں تقریریں قلمبند ہو کر پڑھی گئیں۔ اُردو میں اس لئے کہ وہ عدالت کی بولی اور شاہی تجویز کے موافق دفتروں میں رواج یافتہ ہے اور عربی میں اس لئے کہ وہ خدا کی بولی ہے جس سے دنیا کی تمام زبانیں نکلیں اور جو اُمّ الالسنہ اور دُنیا کی تمام زبانوں کی ماں ہے جس میں خدا کی آخری کتاب قرآن شریف خلقت کی ہدایت کے لئے آیا۔ اور فارسی میں اس لئے کہ وہ گذشتہ اسلامی بادشاہوں کی یادگار ہے جنہوں نے اِس مُلک میں قریباً سات سو برس تک فرمانروائی کی۔ اور انگریزی میں اس لئے کہ وہ ہماری جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند اور اس کے معزز ارکان کی زبان ہے جس کے عدل اور احسان کے ہم شکر گذار ہیں۔ اور پنجابی میں اس لئے کہ وہ ہماری مادری زبان ہے جس میں شُکر کرنا واجب ہے اور پشتو میں اس لئے کہ وہ ہماری زبان اور فارسی زبان میں ایک برزخ اور سرحدی اقبال کا نشان ہے۔

اسی تقریب پر ایک کتاب شکر گذاری جناب قیصرہ ہند کے لئے تالیف کر کے اور چھاپ کر اُس کا نام تحفہ قیصریہ رکھا گیا اور چند جلدیں اس کی نہایت خوبصورت مجلد کرا کے اُن میں سے ایک حضرت قیصرہ ہند کے حضور میں بھیجنے کے لئے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بھیجی گئی۔ اور ایک کتاب بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند روانہ ہوئی اور ایک بحضور جناب نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب بھیجدی گئی۔ اب وہ دعائیں جو چھ زبانوں میں کی گئیں۔ ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ اور بعد اس کے اُن تمام دوستوں کے نام درج کئے جائیں گے جو تکالیف سفر اُٹھا کر اس جلسہ کے لئے قادیان میں تشریف لائے اور اس سخت گرمی میں اس خوشی کے جوش میں مشقتیں اُٹھائیں یہانتک کہ بباعث ایک گروہ کثیر جمع ہونے کے اس قدر چارپائیاں نہ مل سکیں تو بڑی خوشی سے تین دن تک اکثر احباب زمین پر سوتے رہے۔ جس اخلاص اور محبت اور صدق دل کے ساتھ

میری جماعت کے معزز اصحاب نے اس خوشی کی رسم کو ادا کیا میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں بیان کرسکوں۔

میں پہلے اپنے بیان میں یہ ذکر بھول گیا تھا کہ اس تقریب جلسہ میں ۲۲؍جون ۱۸۹۷ء کو ہماری جماعت کے چار مولوی صاحبان نے اُٹھ کر عام لوگوں کو جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی اطاعت اور سچی وفاداری کی ترغیب دی چنانچہ پہلے اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے اُٹھ کر اس بارے میں بہت تقریر کی۔ پھر اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے تقریر کی اور پھر بعد اُن کے اخویم مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اُٹھے اور انہوں نے پنجابی میں تقریر کرکے عام لوگوں کو اطاعت ملکہ معظمہ کے لئے بہت ترغیب دی۔ بعد اُن کے مولوی جمال الدین صاحب سید والا ضلع منٹگمری نے اُٹھ کر پنجابی میں تقریر کی۔ مگر انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کو نادان مسلمان اب تک خونریزی کی صورت میں انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت فوت ہوگئے ہیں۔ یعنے ایسے خیال کہ کسی وقت مہدی اور مسیح کے آنے سے مسلمان خونریزیاں کریں گے صحیح نہیں ہے۔ اور عام لوگوں کو نیک بختی اور نیک چلنی کی ترغیب دی گئی۔ اور اس مبارک موقعہ پر ساٹھ ستر آدمیوں نے ہر ایک گناہ اور بدچلنی سے رو رو کر توبہ کی۔ یہانتک کہ اُن کی گریہ وزاری سے مسجد گونج رہی تھی۔

اب ذیل میں وہ دُعائیں چھ[1] زبانوں میں درج کی جاتی ہیں

الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

۲۳؍جون ۱۸۹۷ء

---

[1] اس مجموعہ میں صرف اُردو دُعا ہی (اگلے صفحہ پر) نقل کی گئی ہے۔ اصل رپورٹ میں سب درج ہیں۔ (المرتب)

دُعا اور آمین اُردو زبان میں

اے مخلصان باصدق و صفا و محبان بے ریا جس امر کے لئے آپ سب صاحبان تکلیف فرما ہو کر اس عاجز کے پاس قادیان میں پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے احسانات کو یاد کر کے اُن کی سلطنت دراز شصت سالہ کے پُوری ہونے پر اُس خدائے عزّوجل کا شکر کریں جس نے محض لطف و احسان سے ایک لمبے زمانہ تک ایسی ملکہ محسنہ کے زیر سایہ ہمیں ہر ایک طرح کے امن سے رکھا جس سے ہماری جان و مال و آبرو جابروں اور ظالموں کے حملہ سے امن میں رہی۔ اور ہم تمام تر آزادی سے خوشی اور راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ اور نیز اس وقت ہمیں بغرض ادائے فرض شکر گذاری جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے لئے جناب الٰہی میں دُعا کرنی چاہیئے کہ جس طرح ہم نے اُن کی سلطنت میں امن پایا اور اُن کے زیر سایہ رہ کر ہر ایک شریر کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ جناب ممدوحہ کو بھی جزائے خیر بخشے اور اُن کو ہر ایک بلا اور صدمہ سے محفوظ رکھے اور اقبال اور کامیابی میں ترقیات عطا فرمائے اور ان سب مُرادوں اور اقبالوں اور خوشیوں کے ساتھ ایسا فضل کرے کہ انسان پرستی سے ان کے دل کو چھوڑا دیوے۔ اے دوستو! کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتے ہو اور کیا تم اس بات کو بعید سمجھتے ہو کہ ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے دین اور دُنیا دونوں پر خدا کا فضل ہو جائے۔ اے عزیزو! اس ذات قادر مطلق کی عظمتوں پر کامل ایمان لاؤ جس نے وسیع آسمانوں کو بنایا اور زمین کو ہمارے لئے بچھایا اور دو چمکتے ہوئے چراغ ہمارے آگے رکھ دیئے جو آفتاب اور ماہتاب ہے۔ سو سچے دل سے حضرت احدیت میں اپنی محسنہ ملکہ قیصرہ ہند کے دین اور دُنیا دونوں کے لئے دُعا کرو۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تم سچے دل سے اور رُوح کے جوش کے ساتھ اور پُوری امید کے ساتھ دُعا کرو گے تو خدا تمہاری سُنے گا۔ سو ہم دُعا کرتے ہیں اور تم آمین کہو کہ اے قادر توانا

جس نے اپنی حکمت اور مصلحت سے اس محسنہ ملکہ کے زیر سایہ ایک لمبا حصّہ ہماری زندگی کا بسر کرایا اور اس کے ذریعہ سے ہمیں صدہا آفتوں سے بچایا اس کو بھی آفتوں سے بچا کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے قادر توانا! جیسا کہ ہم اس کے زیر سایہ رہ کر کئی صدموں سے بچائے گئے اس کو بھی صدمات سے بچا کہ تجھی بادشاہی اور قدرت اور حکومت تیری ہی ہے۔ اے قادر توانا ہم تیری بے انتہا قدرت پر نظر کر کے ایک اَور دُعا کے لئے تیری جناب میں جُرأت کرتے ہیں کہ ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھوڑا کر لا الٰہ الاّ اللہ محمّد رسول اللہ پر اس کا خاتمہ کر۔ اے عجیب قدرتوں والے! اے عمیق تصرفوں والے! ایسا ہی کر۔ یا الٰہی یہ تمام دُعائیں قبول فرما۔ تمام جماعت کہے کہ آمین۔ اے دوستو اے پیارو خدا کی جناب بڑی قدرتوں والی جناب ہے دُعا کے وقت اس سے نومید مت ہو کیونکہ اس ذات میں بے انتہا قدرتیں ہیں اور مخلوق کے ظاہر اور باطن پر اس کے عجیب تصرّف ہیں سو تم نہ منافقوں کی طرح بلکہ سچے دل سے یہ دُعائیں کرو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ بادشاہوں کے دل خدا کے تصرّف سے باہر ہیں؟ نہیں بلکہ ہر ایک امر اس کے ارادہ کے تابع اور اس کے ہاتھ کے نیچے ہے۔ سو تم اپنی محسنہ قیصرہ ہند کے لئے سچے دل سے دُنیا کے آرام بھی چاہو اور عاقبت کے آرام بھی۔ اگر وفادار ہو تو راتوں کو اُٹھ کر دُعائیں کرو اور صبح کو اُٹھ کر دُعائیں کرو۔ اور جو لوگ اس بات کے مخالف ہوں اُن کی پروا نہ کرو چاہیئے کہ ہر ایک بات تمہاری صدق اور صفائی سے ہو اور کسی بات میں نفاق کی آمیزش نہ ہو۔ تقویٰ اور راستبازی اختیار کرو اور بھلائی کرنے والوں سے سچے دل سے بھلائی چاہو تا تمہیں خدا بدلہ دے کیونکہ انسان کو ہر ایک نیکی کے کام کا نیک بدلہ ملے گا۔ اب زیادہ الفاظ جمع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہی دُعا ہے کہ خدا ہماری یہ دُعائیں سُنے۔ والسّلام ٭

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔ ۲۵ جون ۱۸۹۷ء

{ یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۳۲ صفحات پر ہے اس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون نقل کیا گیا ہے اور حاضرین جلسہ کے نام چھوڑ دیئے ہیں۔ (المرتب) }

(۱۷۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

کیا وہ جو خدا کی طرف سے ہے لوگوں کی بدگوئی اور سخت عداوت سے ضائع ہو سکتا ہے؟

تا دل مرد خدا نامد بدرد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

یہ کچھ قضاء و قدر کی بات ہے کہ بد اندیش لوگوں کو اپنے پوشیدہ کینوں کو ظاہر کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔ چنانچہ آجکل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آگیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے اُلٹے معنے کر کے یہ مشہور کر دیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اس کی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں۔ اور اُس کا زوال چاہتے ہیں اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوشامد کرتے ہیں۔ اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں بعض پُر افترا اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرّف اور مبدّل کر کے لکھی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر بے وقوفوں کے دلوں کو جوش دلانے اور اُبھارنے کے لئے کارروائی کی گئی ہے۔ اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغگوؤں کا مُنہ تو بند نہیں کر سکتے اور نہ اُن کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالیٰ

کی غیرت کے حوالہ کرکے اُن کے اصل مدّعا کو جو دھوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے۔

ہر ایک مسلمان عقلمند بھلا مانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے اس بات کو متوجہ ہو کر سُنے کہ ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظلِ حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سلطان کی شخصی حالت اور اُس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے بلکہ اللہ جلّ شانہٗ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجود سلطان کے بارے میں اُس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حُسنِ ظن ہے۔ ہاں ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اُس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود اُن کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقّت اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری وہ تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اُس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر جلد نہ دوڑتے تو سلطان کی حقیقی خیرخواہی اس میں تھی کہ وہ چوہڑوں اور چماروں کی طرح گالیوں پر کمر باندھتے بلکہ چاہیئے تھا کہ آیت ولا تقف ما لیس لک بہ علم پر عمل کرکے اور نیز آیت ان بعض الظن اثم کو یاد کرکے سلطان کی خیرخواہی اس میں دیکھتے کہ اس کے لئے صدق دل سے دُعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رُومی لوگ تقویٰ اور طہارت اختیار کریں کیونکہ آسمانی قضاء و قدر اور بلائے آسمانی کے رد کرنے کے لئے تقویٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز قوی تر نہیں۔ مگر سلطان کے خلاف

خیرخواہوں نے بجائے اس کے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے اور یورپ مقدس اور پاک ہے جن کے عذاب کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کی جاتی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق وفجور اور بت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دنیا میں موردِ عذاب کرنا خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھیر جائیں جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں متواتر بے باکیاں کر کے مستوجب سزا ہو گئی تھیں لیکن خدا تعالیٰ مسلمانوں کی بیباکی کی سزا کو دوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا بلکہ مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے آگے اُن بچوں کی طرح ہیں جن کی والدہ ہر دم جھڑکیاں دے کر انہیں ادب سکھاتی ہے اور خدا تعالیٰ اپنی محبت سے چاہتا ہے کہ وہ اس ناپائدار دنیا سے پاک ہو کر جائیں۔ یہی باتیں تھیں کہ میں نے نیک نیتی سے سفیر رُوم پر ظاہر کی تھیں۔ مگر افسوس کہ بیوقوف مسلمانوں نے اُن باتوں کو اَور طرف کھینچ لیا۔ ان نادانوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک حاذق ڈاکٹر کہ جو تشخیص امراض اور قواعد حفظ ما تقدم کو بخوبی جانتا ہے وہ کسی شخص کی نسبت کمال نیک نیتی سے یہ رائے ظاہر کرے کہ اس کے پیٹ میں ایک قسم کی رسولی نے بڑھنا شروع کر دیا ہے اور اگر ابھی وہ رسولی کاٹی نہ جائے تو ایک عرصہ کے بعد اس شخص کی زندگی اُس کے لئے وبال ہو جائے گی تب اس بیمار کے وارث اس بات کو سن کر اس ڈاکٹر پر سخت ناراض ہوں اور اس ڈاکٹر کے قتل کر دینے کے درپے ہو جائیں مگر رسولی کا کچھ بھی فکر نہ کریں۔ یہانتک کہ وہ رسولی بڑھے اور

پھوٹے اور تمام پیٹ میں پھیل جائے اور اُس بچارے بیمار کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے سو یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اپنی دانست میں سُلطان کے خیر خواہ کہلاتے ہیں۔

پھر یہ بھی سوچو کہ جس حالت میں مَیں وہ شخص ہوں جو اس مسیح موعود ہونے کا دعویٰ رکھتا ہوں جس کی نسبت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ "وہ تمہارا امام اور خلیفہ ہے اور اس پر خدا اور اس کے نبی کا سلام ہے اور اس کا دشمن لعنتی اور اُس کا دوست خدا کا دوست ہے اور وہ تمام دُنیا کے لئے حَکم ہو کر آئے گا اور اپنے تمام قول اور فعل میں عادل ہوگا" تو کیا یہ تقویٰ کا طریق تھا کہ میرے دعویٰ کو سُن کر اور میرے نشانوں کو دیکھ کر اور میرے ثبوتوں کا مشاہدہ کر کے مجھے یہ صلہ دیتے کہ گندی گالیاں اور ٹھٹھے اور ہنسی سے پیش آتے؟ کیا نشان ظاہر نہیں ہوئے؟ کیا آسمانی تائیدیں ظہور میں نہیں آئیں؟ کیا اُن سب وقتوں اور موسموں کا پتہ نہیں لگ گیا جو احادیث اور آثار میں بیان کی گئی تھیں؟ تو پھر اس قدر کیوں بیباکی دکھلائی گئی؟ ہاں اگر میرے دعویٰ میں اب بھی شک تھا یا میرے دلائل اور نشانوں میں کچھ شبہ تھا تو غربت اور نیک نیتی اور خدا ترسی سے اُس شبہ کو دُور کرایا ہوتا مگر انہوں نے بجائے تحقیق اور تفتیش کے اس قدر گالیاں اور لعنتیں بھیجیں کہ شیعوں کو بھی پیچھے ڈال دیا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو کچھ مَیں نے رُومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں۔

پھر ماسوا اس کے میرے مخالف اپنے دلوں میں آپ ہی سوچیں کہ اگر مَیں درحقیقت وُہی مسیح موعود ہوں جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے اور جس کو سلام بھیجا ہے اور جس کا نام حَکم اور عدل اور امام اور خلیفۃ اللہ رکھا ہے تو کیا ایسے شخص پر ایک معمولی بادشاہ کے لئے لعنتیں بھیجنا اُس کو گالیاں

دینا جائز تھا؟ ذرہ اپنے ہوش کو مقام کے سوچیں نہ میرے لئے بلکہ اللہ اور رسول کے لئے کہ کیا ایسے مدعی کے ساتھ ایسا کرنا روا تھا؟ میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میرا مقدمہ تم سب کے ساتھ آسمان پر ہے۔ اگر میں وہی ہوں جس کا وعدہ نبیؐ کے پاک لبوں نے کیا تھا تو تم نے نہ میرا بلکہ خدا کا گناہ کیا ہے۔ اور اگر پہلے سے آثار صحیحہ میں یہ وارد نہ ہوتا کہ اُس کو دُکھ دیا جائے گا اور اُس پر لعنتیں بھیجی جائیں گی تو تم لوگوں کی مجال نہ تھی جو تم مجھے وہ دُکھ دیتے جو تم نے دیا۔ پر ضرور تھا کہ وہ سب نوشتے پورے ہوں جو خدا کی طرف سے لکھے گئے تھے اور اب تک تمہیں ملزم کرنے کے لئے تمہاری کتابوں میں موجود ہیں جن کو تم زبان سے پڑھتے اور پھر تکفیر اور لعنت کر کے مہر لگا دیتے ہو کہ وہ بد علماء اور اُن کے دوست جو مہدی کی تکفیر کریں گے اور مسیح سے مقابلہ سے پیش آئیں گے وہ تم ہی ہو۔

میں نے بار بار کہا کہ آؤ اپنے شکوک مٹا لو پر کوئی نہیں آیا۔ میں نے فیصلہ کے لئے ہر ایک کو بلایا پر کسی نے اس طرف رُخ نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ تم استخارہ کرو اور رو رو کر خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم پر حقیقت کھولے پر تم نے کچھ نہ کیا اور تکذیب سے بھی باز نہ آئے۔ خدا نے میری نسبت سچ کہا کہ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر **دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا** اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص درحقیقت سچا ہو اور ضائع کیا جائے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے ہو اور برباد ہو جائے؟ پس اے لوگو تم خدا سے مت لڑو۔ یہ وہ کام ہے جو خدا تمہارے لئے اور تمہارے ایمان کے لئے کرنا چاہتا ہے اس کے مزاحم مت ہو۔ اگر تم بجلی کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہو مگر خدا کے سامنے تمہیں ہرگز طاقت نہیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو تمہارے حملوں کی کچھ بھی حاجت نہ تھی۔

خدا اُس کے نیست و نابود کرنے کے لئے خود کافی تھا۔ افسوس کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سُنتے اور زمین "ضرورت ضرورت" بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے! اے بدبخت قوم اُٹھ اور دیکھ کہ اِس مصیبت کے وقت میں جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزت کیا گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا وہ ناپاکوں میں لکھا گیا تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی۔ اَب سمجھ کہ آسمان جُھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو "انا الموجود" کی آواز آئے۔

ہم نے کفار سے بہت کچھ دیکھا۔ اب خدا بھی کچھ دکھلانا چاہتا ہے۔ سو اب تم دیدہ ودانستہ اپنے تئیں مورد غضب مت بناؤ۔ کیا صدی کا سر تم نے نہیں دیکھا جس پر چودہ برس اَور بھی گذر گئے۔ کیا خسوف کسوف رمضان میں تمہاری آنکھوں کے سامنے نہیں ہوا؟ کیا ستارہ ذوالسنین کے طلوع کی پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی؟ کیا تمہیں اس ہولناک زلزلہ کی کچھ خبر نہیں جو مسیح کی پیشگوئی کے مطابق ان ہی دنوں میں وقوع میں آیا اور بہت سی بستیوں کو برباد کر گیا۔ اور خبر دی گئی تھی کہ اسی کے متصل مسیح بھی آئے گا؟ کیا تم نے آتھم کی نسبت وہ نشان نہیں دیکھا جو ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آیا جس کی خبر سترہ برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں دی گئی تھی؟ کیا لیکھرام کی نسبت پیشگوئی اب تک تم نے نہیں سُنی؟ کیا کبھی اس سے پہلے کسی نے دیکھا تھا کہ پہلوانوں کی کُشتی کی طرح مقابلہ ہو کر اور لاکھوں انسانوں میں شہرت پاکر اور صدہا اشتہارات اور رسائل میں چھپ کر ایسا کھلا کھلا نشان ظاہر ہوا ہو جیسا کہ لیکھرام کی نسبت ظاہر ہوا؟ کیا تمہیں اُس خدا سے کچھ بھی شرم نہیں آتی جس نے تمہاری تیرھویں صدی کے غم اور صدمے دیکھ کر چودھویں صدی کے آتے ہی تمہاری تائید کی؟ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کے وعدے عین وقت میں پُورے

ہوتے؟ بتلاؤ کہ ان سب نشانوں کو دیکھ کر پھر تمہیں کیا ہو گیا؟ کس چیز نے تمہارے دلوں پر مُہر لگادی؟ اے کج دل قوم خدا تیری ہر ایک تسلّی کر سکتا ہے اگر تیرے دل میں صفائی ہو۔ خدا تجھے کھینچ سکتا ہے اگر تو کھینچے جانے کے لئے طیار ہو۔ دیکھو یہ کیسا وقت ہے کیسی ضرورتیں ہیں جو اسلام کو پیش آگئیں۔ کیا تمہارا دل گواہی نہیں دیتا کہ یہ وقت خدا کے رحم کا وقت ہے؟ آسمان پر بنی آدم کی ہدایت کے لئے ایک جوش ہے اور توحید کا مقدمہ حضرت احدیت کی پیشی میں ہے مگر اس زمانہ کے اندھے ابتک بیخبر ہیں۔ آسمانی سلسلہ کی اُن کی نظر میں کچھ بھی عزت نہیں۔ کاش اُن کی آنکھیں کُھلیں اور دیکھیں کہ کس کس قسم کے نشان اُتر رہے ہیں اور آسمانی تائید ہو رہی ہے اور نور پھیلتا جاتا ہے مبارک وہ جو اس کو پاتے ہیں۔

افسوس کہ پرچہ چودھویں صدی ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں بھی بہت سی جزع فزع کے ساتھ سلطان رُوم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین و تحقیر و استہزاء اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے اور گندے اور ناپاک اور سخت دھوکہ دینے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور سراسر شرارت آمیز افتراء سے کام لیا گیا ہے۔ مگر کچھ ضرور نہیں کہ مَیں اس کے ردّ میں تضییع اوقات کروں۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ میں حساب ہے۔ لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے روبرو پڑھا گیا تو میری رُوح نے اس مقام میں بددُعا کے لئے حرکت کی جہاں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنی اس عاجز کا اشتہار) پڑھا تو بلیاختہ اُن کے مُنہ سے یہ شعر نکل گیا ؎

"چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد ٭ میلش اندر طعنہ پاکاں برد"

مَیں نے ہرچند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری رُوح میں سے نکل جائے مگر وہ نہ نکل سکی تب مَیں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے

ہے۔ تب میں نے اُس شخص کے بارے میں دُعا کی جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ دُعا قبول ہو گئی۔ اور وہ دُعا یہ ہے کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذّاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں ہوں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون اور مردود ہوں اور کاذب ہوں اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے پردے پھاڑ دے۔ جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں اگر مجمع عام میں توبہ کرے تو اُسے معاف فرما کہ تو رحیم و کریم ہے۔

یہ دُعا ہے کہ میں نے اس بزرگ کے حق میں کی مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے اور کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں جنہوں نے مجھے کذّاب ٹھیرا کر میری پردہ دری کی پیشگوئی کی اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا تب میں نے دُعا کر دی اور یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالیٰ سے مانگا۔

اس دُعا میں شاید ایک یہ بھی حکمت ہوگی کہ چونکہ آجکل ایک فرقہ نیچریہ مسلمانوں کی گردش ایام سے اسلام میں پیدا ہو گیا ہے اور یہ لوگ قبولیت دُعا سے منکر اور اس برتر ہستی کی بے انتہا قدرت سے انکاری ہیں جو عجائب کام دکھلاتا اور اپنے بندوں کی دُعائیں قبول کر لیتا ہے۔ گویا نیم دہریہ ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو پھر ایک استجابت دُعا کا نمونہ دکھلائے جس کا برکات الدعا کے ایک کشف میں وعدہ بھی ہو چکا ہے اور میرے صدق اور کذب کے لئے یہ ایک اور نشان ہوگا۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی جناب میں درحقیقت ایسا ہی ذلیل اور دجّال اور کذّاب ہوں جو اس بزرگ نے سمجھا

ہے تو میری دُعا بے اثر جائے گی اور سال عیسوی کے گذرنے کے بعد میری ذلت ظاہر ہو گی اور رُوسیاہی ناقابل زوال مجھے اُٹھانی پڑے گی میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ کسی کے اہل اللہ ہونے میں اس کی دُعا کا قبول ہونا شرط ہے۔ ہر ایک ولی مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اس کو وہ حالت میسر آجاتی ہے جو استجابت دُعا کے لئے ضروری ہے۔ ہاں جب کبھی وہ حالت میسر نہ ہو تب دُعا کا قبول ہونا ضروری نہیں۔ وہ حالت یہ ہے کہ کسی کی نسبت نیک دُعا یا بد دُعا کے لئے اہل اللہ کا دل چشمہ کی طرح یک دفعہ پھوٹتا ہے اور فی الفور ایک شعلہ نور آسمان سے گرتا اور اس سے اتصال پاتا ہے اور ایسے وقت میں جب دُعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ سو یہی وقت مجھے اس بزرگ کے لئے میسر آیا میں ان لوگوں کی روز کی تکذیبوں اور لعنت اور ٹھٹھے اور ہنسی کے دیکھنے سے تھک گیا۔ میری رُوح اب رب العرش کی جناب میں رو رو کر فیصلہ چاہتی ہے۔ اگر میں درحقیقت خدا تعالےٰ کی نظر میں مردود اور مخذول ہوں جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا تو میں خود ایسی زندگی نہیں چاہتا جو لعنتی زندگی ہو۔ اگر میرے پر آسمان سے بھی لعنت ہے جیسا کہ زمین سے لعنت ہے تو میری رُوح اُوپر کی لعنت کی برداشت نہیں کر سکتی اگر میں سچا ہوں تو اُس بزرگ کی خدا تعالیٰ سے ایسے طور سے پردہ دری چاہتا ہوں جو بطور نشان ہو اور جس سے سچائی کو مدد ملے ورنہ لعنتی زندگی سے میرا مرنا بہتر ہے میرے صادق یا کاذب ہونے کا یہ آخری معیار ہے جس کو فیصلہ ناطق کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ میں خدا سے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتا ہوں کہ اگر میں اُس کی نظر میں عزیز ہوں تو وہ اس بزرگ کی ایسے طور سے پردہ دری کرے جو اب تک کسی کے خیال و گمان میں نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ میرا خدا قادر اور ہر ایک قوت کا مالک ہے وہ اُن کے لئے جو اُس کے ہوتے ہیں بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔

ایڈیٹر چودھویں صدی کی جس قدر شوخی ہے اُس بزرگ کی حمایت سے ہے

اور اس کی تمام توہین اور تحقیر کی تحریریں اسی بزرگ کی گردن پر ہیں۔ وہ ہنسی سے لکھتا
ہے کہ "میں منافقت سے نہ کاٹا جاؤں" خدا سے ہنسی کرنا کسی نیک انسان کا کام نہیں
انسان ہر ایک وقت اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اور گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی کی نسبت جو میرے پر حملہ کیا گیا ہے۔ یہ حملہ
بھی محض شرارت ہے۔ سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں۔ مگر اس گورنمنٹ کے
حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں اور ناشکر گذاری ایک بے ایمانی کی قسم ہے
اے نادانو! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میری قلم سے منافقانہ نہیں
نکلتی بلکہ میں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کے فضل سے
اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خدا تعالےٰ کی پناہ ہے۔ اس سے زیادہ اس
گورنمنٹ کی پُر امن سلطنت ہونے کا اور کیا میرے نزدیک ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ
نے یہ پاک سلسلہ اسی گورنمنٹ کے ماتحت برپا کیا ہے۔ وہ لوگ میرے نزدیک سخت نمک حرام
ہیں جو حکام انگریزی کے روبرو اُن کی خوشامدیں کرتے ہیں۔ اُن کے آگے گرتے ہیں اور
پھر گھر میں آکر کہتے ہیں کہ جو شخص اس گورنمنٹ کا شکر کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یاد رکھو!
اور خوب یاد رکھو کہ ہماری یہ کارروائی جو اس گورنمنٹ کی نسبت کی جاتی ہے منافقانہ نہیں
ہے ولعنۃ اللّٰہ علی المنافقین۔ بلکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے جو ہمارے دل میں ہے۔

اور بزرگ مذکور جس نے ہماری پردہ دری کے لئے پیشگوئی کی اس بات کو یاد رکھے
کہ ہماری طرف سے اس میں کچھ زیادت نہیں۔ انہوں نے پیشگوئی کی اور ہم نے بد دُعا کی۔
آئندہ ہمارا اور اُن کا خدا تعالےٰ کی جناب میں فیصلہ ہے۔ اگر اُن کی رائے سچی ہے تو
اُن کی پیشگوئی پوری ہو جائے گی اور اگر جناب الٰہی میں اس عاجز کی کچھ عزت ہے تو میری
دُعا قبول ہو جائے گی۔ تاہم میں نے اس دُعا میں یہ شرط رکھ لی ہے کہ اگر بزرگ مذکور
قادیان میں آکر اپنی بیباکی سے ایک مجمع میں توبہ کریں تو خدا تعالےٰ یہ حرکت اُن کو معاف

کسے ورنہ اب یہ عظیم الشان مقدمہ مجھ میں اور اس بزرگ میں دائر ہو گیا ہے۔ اب حقیقت
میں جو رُو سیاہ ہے وہی رُو سیاہ ہوگا۔ اُس بزرگ کو رُوم کے ایک ظاہری فرماں روا کے
لئے جوش آیا اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ پر تھوکا اور اس کے مامور کو پلید قرار دیا حالانکہ
سلطان کے بارے میں مَیں نے ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالا تھا۔ صرف اس کے بعض
ارکان کی نسبت بیان کیا تھا اور یا اس کی گورنمنٹ کی نسبت جو مجموعہ ارکان سے مراد ہے
ملہمانہ خبر تھی۔ سلطان کی ذاتیات کا کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس بزرگ نے وہ شعر
میری نسبت پڑھا کہ شاید مثنوی کے مرحوم مصنف نے نمرود اور شداد اور ابوجہل اور ابولہب
کے حق میں بنایا ہوگا۔ اور اگر مَیں سلطان کی نسبت کچھ نکتہ چینی بھی کرتا تب بھی میرا حق
تھا کیونکہ اسلامی دُنیا کیلئے مجھے خدا نے حَکَم کر کے بھیجا ہے جس میں سلطان بھی داخل
ہے۔ اور اگر سلطان خوش قسمت ہو تو یہ اُس کی سعادت ہے کہ میری نکتہ چینی پر نیک نیتی
کے ساتھ توجہ کرے اور اپنے ملک کی اصلاحوں کی طرف جدّ و جہد کے ساتھ مشغول ہو۔
اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں
اس میں سلطان کی بہت بے ادبی ہوئی ہے یہ ایک دُوسری حماقت ہے۔ بیشک دُنیا
خدا کے نزدیک مُردار کی طرح ہے اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دُنیا کا جوش نہیں رکھتے
یہ ایک لاعلاج بات ہے جو رُوحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے کہ وہ سچی بادشاہت
آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم
ہر ایک منعم کا شکر کریں گے۔ ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھلائیں گے۔ اپنے محسن کے حق
میں دُعا کریں گے۔ عادل بادشاہ کی خدا تعالیٰ سے سلامتی چاہیں گے گو وہ غیر قوم کا ہو مگر
کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بُت نہیں بنائیں گے۔ ہمارے پیارے رسول
سیدالکائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا وقع العبد فی الھانیۃ الرب و
مھیمنیۃ الصدیقین و رھبانیۃ الابرار لم یجد احدًا یاخذ بقلبہ۔

یعنی جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اُس کی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خدا اس پر محیط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ صد لقیوں پر محیط ہوتا ہے اور اپنی رحمت اور خاص عنایت کے اندر اس کو لے لیتا ہے اور ابدال کی طرح اس کو غیروں کے تعلقات سے چھوڑا دیتا ہے تو ایسا بندہ کسی کو ایسا نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کے ساتھ اس کے دل کو پکڑے کیونکہ اُس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمت اور وجاہت اور خوبی خدا میں ہی ہے پس کسی کی عظمت اور جلال اور قدرت اُس کو تعجب میں نہیں ڈالتی اور نہ اپنی طرف جھکا سکتی ہے۔ سو اس کو دوسروں پر صرف رحم باقی رہ جاتا ہے خواہ بادشاہ ہوں یا شہنشاہ ہوں کیونکہ اس کو ان چیزوں کی طمع باقی نہیں رہتی جو اُن کے ہاتھ میں ہیں۔ جس نے اس حقیقی شہنشاہ کے دربار میں بار پایا جس کے ہاتھ میں ملکوت السمٰوات والارض ہے۔ پھر فانی اور جھوٹی بادشاہی کی عظمت اس کے دل میں کیونکر بیٹھ سکے؟ میں جو اُس ملیک مقتدر کو پہچانتا ہوں تو اب میری رُوح اُس کو چھوڑ کر کہاں اور کدھر جائے؟ یہ رُوح تو ہر وقت یہی جوش مار رہی ہے کہ اے شاہ ذوالجلال ابدی سلطنت کے مالک سب ملک اور ملکوت تیرے لئے ہی مسلّم ہے۔ تیرے سوا سب عاجز بندے ہیں۔ بلکہ کچھ بھی نہیں؂

آں کس کہ بتو رسد شہاں راچہ کُند ؂ با فرّ تو فرّ خسرواں راچہ کُند
چوں بندہ شناختت بداں عزّ وجلال ؂ بعد از تو جلال دیگراں راچہ کُند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ؂ دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کُند

الراقم میرزا غلام احمد از قادیان ۲۵؍ جون ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۱۲ صفحات پر ہے)

(۱۷۶)



پنجاب اور ہندوستان کے مشائخ اور صلحاء اور اہل اللہ باصفا سے حضرت عزّت اللہ جلّشانہ کی قسم دے کر ایک

درخواست

اے بزرگان دین و عباد اللہ الصالحین میں اس وقت اللہ جلّ شانہ کی قسم دے کر ایک ایسی درخواست آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس پر توجہ کرنا آپ صاحبوں پر رفع فتنہ و فساد کے لئے فرض ہے کیونکہ آپ لوگ فراست اور بصیرت رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف اٹکل سے بلکہ نور اللہ سے دیکھتے ہیں اور اگرچہ ایسے ضروری امر میں جس میں تمام مسلمانوں کی ہمدردی ہے اور اسلام کے ایک بڑے بھاری تفرقہ کو مٹانا ہے قسم کی کچھ بھی ضرورت نہیں تھی۔ مگر چونکہ بعض صاحب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے بعض مصالح کی وجہ سے خاموش رہنا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ سچی شہادت میں عام لوگوں کی ناراضگی متصور ہے اور جھوٹ بولنے میں معصیت ہے اور نہیں سمجھتے کہ اخفاء شہادت بھی ایک معصیت ہے۔ ان لوگوں کو توجہ دلانے کے لئے قسم دینے کی ضرورت پڑی۔

اے بزرگان دین وہ امر جس کے لئے آپ صاحبوں کو اللہ جلّشانہ کی قسم دے کر اس کے کرنے کے لئے آپ کو مجبور کرتا ہوں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ضلالت اور

فتنہ کے وقت میں اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر اصلاح خلق اللہ کے لئے مجدد کر کے بھیجا۔ اور چونکہ اس صدی کا بھاری فتنہ جس نے اسلام کو نقصان پہنچایا تھا عیسائی پادریوں کا فتنہ تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کا نام مسیح موعود رکھا۔ اور یہ نام یعنے مسیح موعود وہی نام ہے جس کی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تھی۔ اور خدا تعالیٰ سے وعدہ مقرر ہو چکا تھا کہ تثلیث کے غلبہ کے زمانہ میں اسی نام پر ایک مجدد آئے گا جس کے ہاتھ پر کسر صلیب مقدر ہے۔ اس لئے صحیح بخاری میں اس مجدد کی یہی تعریف لکھی ہے کہ وہ امت محمدیہ میں سے اُن کا ایک امام ہوگا اور صلیب کو توڑے گا۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے غلبہ کے وقت آئے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا اور اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر بھیجا اور وہ آسمانی حربہ مجھے عطا کیا جس سے میں صلیبی مذہب کو توڑ سکوں۔ مگر افسوس کہ اس ملک کے کوتہ اندیش علماء نے مجھے قبول نہیں کیا اور نہایت بیہودہ عذرات پیش کئے جن کو ہر ایک پہلو سے توڑا گیا۔ انہوں نے یہ ایک لغو خیال پیش کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر منارہ دمشق کے پاس آخری زمانہ میں اُتریں گے اور وہی مسیح موعود ہوں گے۔ پس ان کو جواب دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے جانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ایک حدیث بھی جو صحیح مرفوع متصل ہو ایسی نہیں ملے گی جس سے ان کا زندہ آسمان پر چلے جانا ثابت ہوتا ہو بلکہ قرآن شریف صریح ان کی وفات کا بیان فرماتا ہے اور بڑے بڑے اکابر علماء جیسے ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہما ان کی وفات کے قائل ہیں۔ پھر جبکہ نصوص قطعیہ سے ان کا وفات پانا ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ امید رکھنا کہ وہ کسی وقت دمشق کے شرقی منارہ کے پاس نازل ہوں گے کس قدر غلط خیال ہے بلکہ اس صورت میں دمشق حدیث کے وہ معنے کرنے چاہئیں جو قرآن اور دوسری حدیثوں سے مخالفت نہ رکھتے

ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود کا نزول اجلال اور اکرام جو ایک رُوحانی نزول ہے دمشق کے مشرقی منارہ تک اپنے انوار دکھلائے گا۔ چونکہ دمشق تثلیث کے خبیث درخت کا اصل منبت ہے اور اسی جگہ سے اس خراب عقیدہ کی پیدائش ہوئی ہے اس لئے اشارہ فرمایا گیا کہ مسیح موعود کا نُور نزول فرما کر اس جگہ تک پھیلے گا جہاں تثلیث کا مسقط الراس ہے۔ مگر افسوس کہ علماء مخالفین نے اس صاف اور صریح مسئلہ کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ بھی نہیں سوچا کہ قرآن شریف اس لئے آیا ہے کہ تا پہلے اختلافات کا فیصلہ کرے۔ اور یہود اور نصاریٰ نے جو حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء میں اختلاف کیا تھا جس کا قرآن نے فیصلہ کرنا تھا وہ رفع جسمانی نہیں تھا بلکہ تمام جھگڑا اور تنازع رُوحانی رفع کے بارے میں تھا۔ یہود کہتے تھے کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی ہے یعنی خدا کی درگاہ سے رَدّ کیا گیا اور خدا سے دُور کیا گیا اور رحمت الٰہی سے بے نصیب کیا گیا جس کا رفع الی اللہ ہرگز نہیں ہوا کیونکہ وہ مصلوب ہوا۔ اور مصلوب توریت کے حکم کے رو سے رفع الی اللہ سے بے نصیب ہوتا ہے جس کو دوسرے لفظوں میں لعنتی کہتے ہیں۔ توریت کا یہ منشاء تھا کہ سچا نبی کبھی مصلوب نہیں ہوتا۔ اور جب مصلوب جھوٹا ٹھیرا تو بوجہ وہ لعنتی ہوا جس کا رفع الی اللہ غیر ممکن ہے اور اسلامی عقیدہ کی طرح یہود کا بھی عقیدہ تھا کہ مومن مرنے کے بعد آسمان کی طرف اُٹھایا جاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کے کافر ٹھیرانے کے لئے یہود کے ہاتھ میں یہ دلیل تھی کہ وہ سُولی دیا گیا ہے اور جو شخص سُولی دیا جائے اس کا توریت کی رُو سے رفع الی السماء نہیں ہوتا یعنی وہ مرنے کے بعد آسمان کی طرف نہیں اُٹھایا جاتا بلکہ ملعون ہو جاتا ہے لہٰذا اُن کا کافر ہونا لازم آیا اور اس دلیل کے ماننے سے عیسائیوں کو چارہ نہ تھا کیونکہ توریت میں ویسا ہی لکھا ہوا تھا تو انہوں نے اس بات کو ٹالنے کے لئے ڈھبا نے بنائے ایک یہ کہ اس بات کو مان لیا کہ بیشک یسُوع جس کا دوسرا نام عیسیٰ ہے مصلوب ہو کر لعنتی

ہوا۔ مگر وہ لعنت صرف تین دن تک رہی۔ پھر بجائے اس کے رفع الی اللہ اس کو حاصل ہوا۔ اللہ ومعزا یہ بہانہ بنایا گیا کہ چند ایسے آدمیوں نے جو حواری نہیں تھے گواہی بھی دے دی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے بھی دیکھا گویا رفع الی اللہ ہو گیا جس سے مومن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ گواہی جھوٹی تھی جو نہایت مشکل کے وقت بنائی گئی۔

بات یہ ہے کہ جب یہود نے حواریوں کو ہر روز دق کرنا شروع کیا کہ بوجہ مصلوبیت یسوع کا لعنتی ہونا ثابت ہو گیا یعنی رفع الی اللہ نہیں ہوا۔ تو اس اعتراض کے جواب سے عیسائی نہایت تنگ آ گئے اور ان کو یہودیوں کے سامنے منہ دکھلانے کی جگہ نہ رہی تب بعض مفتری حیلہ سازوں نے یہ گواہی دے دی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے دیکھا ہے پھر کیونکر اس کا رفع نہیں ہوا" مگر اس گواہی میں گو بالکل جھوٹ سے کام لیا تھا مگر پھر بھی ایسی شہادت کو یہودیوں کے اعتراض سے کچھ تعلق نہ تھا کیونکہ یہودیوں کا اعتراض رفع رُوحانی کی نسبت تھا جس کی بنیاد توریت پر تھی اور رفع جسمانی کی کوئی بحث نہ تھی۔ اور ماسوا اس کے جسمانی طور پر اگر کوئی بفرض محال پرندوں کی طرح پرواز بھی کرے اور آنکھوں سے غائب ہو جائے تو کیا اس سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ درحقیقت کسی آسمان پر جا پہنچا ہے؟

عیسائیوں کی یہ سادہ لوحی تھی جو انہوں نے ایسا منصوبہ بنایا ورنہ اس کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ ساری بحث رُوحانی رفع کے متعلق تھی جس سے لعنت کا مفہوم روکتا تھا افسوس اُن کو یہ خیال نہ آیا کہ توریت میں جو لکھا ہے جو مصلوب کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا تو یہ تو سچے نبیوں کی عام علامت رکھی گئی تھی اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صلیبی موت جرائم پیشہ کی موت ہے اور سچے نبیوں کے لئے یہ پیشگوئی تھی کہ وہ جرائم پیشہ کی موت سے نہیں مریں گے۔ اسی لئے حضرت آدم سے لے کر آخر تک کوئی سچا نبی مصلوب نہیں ہوا۔ پس اس امر کو رفع جسمانی سے کیا علاقہ تھا۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ

ہر ایک سچا نبی معہ جسم عنصری آسمان پر گیا ہو اور جو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پہنچ گیا ہو وہ جھوٹا ہو۔ غرض قدام جھگڑا رفع رُوحانی میں تھا جو چھ سو برس تک فیصلہ نہ ہو سکا آخر قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ نے اشارہ فرمایا ہے یا عیسٰی انّی متوفیک و رافعک الیّ۔ یعنی اے عیسٰی میں تجھے طبعی وفات دُوں گا اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا یعنی تو مصلوب نہیں ہوگا۔ اس آیت میں یہود کے اس قول کا ردّ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عیسٰی مصلوب ہو گیا اس لئے ملعون ہے اور خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا۔ اور عیسائی کہتے تھے . . . . کہ تین دن لعنتی رہ کر پھر رفع ہوا۔ اور اس آیت نے یہ فیصلہ کیا کہ بعد وفات بلا توقف خدا تعالیٰ کی طرف عیسٰی کا رفع روحانی ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس جگہ رافعک الی السّماء نہیں کہا بلکہ رافعک الیّ فرمایا تا رفع جسمانی کا شُبہ نہ گذرے۔ کیونکہ جو خدا کی طرف جاتا ہے وہ رُوح سے جاتا ہے نہ جسم سے۔ ارجعی الی ربّک اس کی نظیر ہے۔

غرض اس طرح پر یہ جھگڑا فیصلہ پایا۔ مگر ہمارے نادان مخالف جو رفع جسمانی کے قائل ہیں وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جسمانی رفع امر متنازع فیہ نہ تھا۔ اور اگر اس بے تعلق امر کو بفرض محال قبول کر لیں تو پھر یہ سوال ہوگا کہ جو رُوحانی رفع کے متعلق یہود اور نصاریٰ میں جھگڑا تھا اس کا فیصلہ قرآن کی کن آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آخر لوٹ کر اسی طرف آنا پڑے گا کہ وہ آیات یہی ہیں۔

یہ تو نقلی طور پر ہمارا الزام مخالفین پر ہے۔ اور ایسا ہی عقلی طور پر بھی وہ ملزم ٹھیرتے ہیں کیونکہ جب سے دُنیا کی بنار ڈالی گئی ہے یہ عادت اللہ نہیں کہ کوئی شخص زندہ اسی جسم عنصری کے ساتھ کئی سو سال آسمان پر بود و باش اختیار کرے اور پھر کسی دوسرے وقت زمین پر اُتر آوے۔ اگر یہ عادت اللہ ہوتی تو دُنیا میں کئی نظیریں اس کی پائی جاتیں۔

یہودیوں کو یہ گمان تھا کہ ایلیا ہ آسمان پر گیا اور پھر آئے گا مگر خود حضرت مسیح نے اس گمان کو باطل ٹھیرایا اور ایلیا کے نزول سے مراد یوحنا کو لے لیا جو اسلام میں یحییٰ کے نام سے موسوم ہے۔ حالانکہ ظاہر نص یہی کہتا تھا کہ ایلیا واپس آئے گا۔ ہر ایک فوق العادت عقیدہ کی نظیر طلب کرنا محققوں کا کام ہے تا کسی گمراہی میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ جو بات خدا کی طرف سے ہو اُس کے اور بھی نظائر پائے جاتے ہیں۔ اور یہ بات سچ ہے کہ اس دُنیا میں واقعات صحیحہ کے لئے نظیریں ہوتی ہیں مگر باطل کے لئے کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ اسی اصول محکم سے ہم عیسائیوں کے عقیدہ کو ردّ کرتے ہیں۔ خدا نے دُنیا میں جو کام کیا وہ اُس کی عادت اور سنّت قدیم میں ضرور داخل ہونا چاہیئے۔ سو اگر خدا نے دُنیا میں ملعون اور مصلوب ہونے کے لئے اپنا بیٹا بھیجا تو ضرور یہ بھی اس کی عادت ہوگی کہ کبھی بیٹا بھی بھیج دیتا ہے۔ پس ثابت کرنا چاہیئے کہ پہلے اس سے اس کے کتنے بیٹے اس کام کے لئے آئے۔ کیونکہ اگر اب بیٹا بھیجنے کی ضرورت پڑی ہے تو پہلے بھی اس ازلی خالق کو کسی نہ کسی زمانہ میں ضرورت پڑی ہوگی۔ غرض خدا تعالیٰ کے سارے کام سُنّت اور عادت کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں اور جو امر عادت اللہ سے باہر بیان کیا جائے تو عقل ایسے عقیدہ کو دُور سے دھکے دیتی ہے۔

باقی رہی کشفی اور الہامی گواہی سو کشف اور الہام جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ یہی بتلا رہا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور اُن کا دوبارہ دُنیا میں آنا یہی تھا کہ ایک خدا کا بندہ ان کی قوت اور طبع میں ہو کر ظاہر ہو گیا۔ اور میرے بیان کے صدق پر اللہ جلّشانہ نے کئی طرح کے نشان ظاہر فرمائے اور چاند سُورج کو میری تصدیق کے لئے خسوف کسوف کی حالت میں رمضان میں جمع کیا اور مخالفوں سے کُشتی کی طرح مقابلہ کرا کے آخر ہر ایک میدان میں اعجازی طور پر مجھے فتح دی اور دوسرے بہت سے نشان دکھلائے جن کی تفصیل رسالہ سراج منیر اور دوسرے رسالوں میں درج

ہے لیکن باوجود نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و شواہد عقلیہ و آیات سماویہ پھر بھی ظالم طبع مخالف اپنے ظلم سے باز نہ آئے اور طرح طرح کے افتراؤں سے مدد لے کر محض ظلم کی رُو سے تکذیب کر رہے ہیں۔ لہٰذا اب مجھے اتمام حجت کے لئے ایک اور تجویز خیال میں آئی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے اور یہ تفرقہ جس نے ہزارہا مسلمانوں میں سخت عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے رو باصلاح ہو جائے

اور وہ یہ ہے

کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعویٰ کے بارے میں دُعا اور تضرّع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں۔ پھر اگر اُن کے الہامات اور کشوف اور رؤیا صادقہ سے جو حلفاً شائع کریں، کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذّاب اور مفتری ہے تو بیشک تمام لوگ مجھے مردُود اور مخذول اور ملعون اور مفتری اور کذاب خیال کرلیں اور جس قدر چاہیں لعنتیں بھیجیں اُن کو کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا اور اس صورت میں ہر ایک ایماندار کو لازم ہوگا کہ مجھ سے پرہیز کرے اور اس تجویز سے بہت آسانی کے ساتھ مجھ پر اور میری جماعت پر وبال آجائے گا۔ لیکن اگر کشوف اور الہامات اور رؤیا صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز منجانب اللہ اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے اور تکفیر اور تکذیب سے باز آ دے۔

ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو آخر ایک دن مرنا ہے۔ پس اگر حق کے قبول کرنے کے لئے اس دُنیا میں کوئی ذلّت بھی پیش آئے تو وہ آخرت کی ذلّت سے بہتر ہے لہٰذا مَیں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دیتا ہوں جس کے نام پر گردن رکھ دینا سچے دینداروں کا کام ہے کہ وہ میرے بارے

میں عنایت الٰہی میں کم سے کم اکیس[۲۱] روز توجہ کریں یعنی اس صورت میں کہ اکیس[۲۱] روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں؟ آیا کذّاب ہوں یا منجانب اللہ۔ مَیں بار بار بزرگان دین کی خدمت میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ ضرور اکیس[۲۱] روز تک اگر اس سے پہلے معلوم نہ ہو سکے۔ اس تفرقہ کے دُور کرنے کے لئے دُعا اور توجہ کریں۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کی قسم سُن کر پھر التفات نہ کرنا راستبازوں کا کام نہیں * اور مَیں جانتا ہوں کہ اس قسم کو سُن کر ہر ایک پاک دل اور خدا تعالےٰ کی عظمت سے ڈرنے والا ضرور توجہ کرے گا پھر ایسی الہامی شہادتوں کے جمع ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امر منجانب اللہ سمجھا جاوے گا۔

اگر مَیں حقیقت میں کذّاب اور دجّال ہوں تو اس اُمت پر بڑی مصیبت ہے کہ ایسی ضرورت کے وقت میں اور فتنوں اور بدعات اور مفاسد کے طوفان کے زمانہ میں بجائے ایک مُصلح اور مجدّد کے چودھویں صدی کے سر پر دجّال پیدا ہو۔ یاد رہے کہ ایسا ہر ایک شخص جس کی نسبت ایک جماعت اہل بصیرت مسلمانوں کی صلاح اور تقویٰ اور پاک دلی کا ظن رکھتی ہے وہ اس اشتہار میں میرا مخاطب ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو صلحا شہرت کے لحاظ سے کم درجہ پر ہیں مَیں اُن کو کم نہیں دیکھتا ممکن ہے کہ وہ شہرت یافتہ لوگوں سے خدا تعالےٰ کی نظر میں زیادہ اچھے ہوں۔ اسی طرح مَیں صالحہ عفیفہ عورتوں کو بھی مَردوں کی نسبت تحقیر کی نظر سے نہیں دیکھتا ممکن ہے کہ وہ بعض شہرت یافتہ صالح مَردوں سے بھی اچھی ہوں لیکن ہر ایک صاحب جو میری نسبت کوئی رویا یا کشف یا الہام لکھیں ان پر ضروری طور پر واجب ہوگا کہ وہ حلفاً اپنی

* مَیں علاوہ قسم کے مشائخ وقت کی خدمت میں ان کے پیران خاندان کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ وہ ضرور میری تصدیق یا تکذیب کے لئے خدا تعالےٰ کی جناب میں توجہ کریں۔ منہ *

دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا ایسی تحریریں ایک جگہ جمع ہوتی جائیں اور پھر حق کے طالبوں کے لئے شائع کی جائیں۔

اس تجویز سے انشاء اللہ بندگان خدا کو بہت فائدہ ہوگا اور مسلمانوں کے دل کثرتِ شواہد سے ایک طرف تسلّی پا کر فتنہ سے نجات پا جائیں گے اور آثار نبویہ میں بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اوّل مہدی آخرالزمان کی تکفیر کی جائے گی اور لوگ اس سے دشمنی کریں گے اور نہایت درجہ کی بدگوئی سے پیش آئیں گے اور آخر خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کی سچائی کی نسبت بذریعہ رویاء و الہام وغیرہ اطلاع دی جائیگی اور دوسرے آسمانی نشان بھی ظاہر ہونگے تب علماء وقت طوعاً و کرہاً اس کو قبول کریں گے سو اے عزیزو اور بزرگو برائے خدا عالم الغیب کی طرف توجہ کرو۔ آپ لوگوں کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ میرے اس سوال کو مان لو۔ اس قدیر ذوالجلال کی تمہیں سوگند ہے کہ اس عاجز کی یہ درخواست ردّ مت کرو

عزیزان مے دہم صد بار سوگند
بروئے حضرت دادار سوگند
کہ در کارم جواب از حق بجوئید
بہ محبوبِ دلِ ابرار سوگند

ہٰذا ما اردنا لازالۃ الدُّجٰے والسّلام علٰی من اتبع الھُدٰے

الملتمس

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان
ضلع گورداسپورہ۔ پنجاب۔ ۱۵؍ جولائی ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان
(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے آٹھ صفحات پر ہے)

(۱۷۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٭ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی

چونکہ ہماری وہ مسجد جو گھر کے نزدیک ہے جس میں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی ہے بہت تنگ ہے اور نماز کے وقت اکثر یہ تکلیف رہتی ہے کہ نمازی یا تو دوسری مسجد کی طرف دوڑتے ہیں اور یا اگر کم ہوں تو گھر کی کسی کوٹھڑی میں یا دوسری چھت پر کھڑے ہو کر بہ نہایت دقت نماز ادا کرتے ہیں۔

میرے دل میں مدت کا خیال تھا کہ اگر اس مسجد کی دہنی طرف جو زمین خالی پڑی ہے ایک مکان تیار ہو کر مسجد کے ساتھ ملا دیا جائے تو کم سے کم چالیس آدمی اس میں نماز کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اُوپر ایک اَور چھت ہو تو اسّی آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہ خیال مدّت کا تھا مگر بباعث کمزوری اپنی جماعت کے اس کے اظہار میں تامّل تھا۔ آج مَیں نے سوچا کہ ہر ایک کام خدا کرتا ہے نہ کہ انسان کیا تعجب ہے کہ چندہ سے یہ کام نکل سکے اور اس کارخیر کی برکت سے خدا ایسے لوگوں کو بھی توفیق دے دے جو بے توفیق ہوں اور ثواب آخرت اور خوشنودی الٰہی کا موجب ہو۔ کیونکہ یہ وہ مسجد ہے جس کی نسبت اس عاجز کو الہام ہوا تھا وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ اور جس کی نسبت الہام ہوا تھا مُبَارِکٌ وَ مُبَارَکٌ وَ کُلُّ اَمْرٍ مُبَارَکٍ یُجْعَلُ فِیْہِ۔ اور جس پر فرشتوں کو تحریر کرتے دیکھا تھا۔ سو توکلاً علی اللّٰہ اس حصّہ مسجد کے لئے یہ اشتہار دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک دوست اور مخلص اس

بیت اللہ کی امداد میں شریک ہو جائے گو کیسی ہی کم درجہ کی شراکت ہو۔ اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو امورِ خیر کی امداد میں دلی زور اور توفیق بخشے۔

بالآخر واضح رہے کہ پانسو روپیہ صرف اس عمارت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ والسّلام

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۹ جولائی ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۷۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی

ایک ضروری فرض کی تبلیغ

اگرچہ ہم دن رات اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگ اس سچے معبود پر ایمان لاویں جس پر ایمان لانے سے نور ملتا اور نجات حاصل ہوتی ہے لیکن اس مقصد تک پہنچانے کے لئے علاوہ ان طریقوں کے جو استعمال کئے جاتے ہیں ایک اور طریق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ قائم ہو کر بچوں کی تعلیم میں ایسی کتابیں ضروری طور پر لازمی ٹھیرائی جائیں جن کے پڑھنے سے ان کو پتہ لگے کہ اسلام کیا شے ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے اسلام پر حملے کئے ہیں وہ حملے کیسے خیانت اور جھوٹ اور بے ایمانی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ کتابیں نہایت سہل اور آسان عبارتوں میں

تالیف ہوں۔ اور تین حصوں پر مشتمل ہوں۔ پہلا حصہ ان اعتراضات کے جواب میں ہو
جو عیسائیوں اور آریوں نے اپنی نادانی سے قرآن اور اسلام اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
پر کئے ہیں اور دوسرا حصہ اسلام کی خوبیوں اور اس کی کامل تعلیم اور اس کے ثبوت
میں ہو۔ اور تیسرا حصہ اُن مذاہب باطلہ کے بُطلان کے بیان میں ہو جو مخالف اسلام
ہیں۔ اور اعتراضات کا حصہ صرف سوال اور جواب کے طور پر ہو تا بچے آسانی سے اُس کو
سمجھ سکیں اور بعض مقامات میں نظم بھی ہو تا بچے اس کو حفظ کر سکیں۔ ایسی کتابوں کا تالیف
کرنا میں نے اپنے ذمّہ لے لیا ہے اور جو طرز اور طریق تالیف کا میرے ذہن میں ہے اور
جو غیر مذاہب کی باطل حقیقت اور اسلام کی خوبی اور فضیلت خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر
فرمائی ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ایسی کتابیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے میں تالیف
کروں گا بچوں کو پڑھائی گئیں تو اسلام کی خوبی آفتاب کی طرح چمک اُٹھے گی اور دوسرے
مذاہب کے بطلان کا نقشہ ایسے طور سے دکھایا جائے گا جس سے اُن کا باطل ہونا کھل جائیگا

اے دوستو یقیناً یاد رکھو کہ دُنیا میں سچّا مذہب جو ہر ایک غلطی سے پاک اور ہر ایک عیب
سے منزّہ ہے صرف اسلام ہے یہی مذہب ہے جو انسان کو خدا تک پہنچاتا اور خدا کی عظمت
دلوں میں بیٹھاتا ہے۔ ایسے مذہب ہرگز خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہیں جن میں یہ تعلیم دی
گئی ہے کہ اپنے جیسے انسان کو خدا کر کے مان لو یا جن میں یہ تعلیمیں ہیں کہ وہ ذات جو
مبدأ ہر ایک فیض ہے وہ تمام جہان کا خالق نہیں ہے بلکہ تمام ارواح خود بخود قدیم سے
چلے آتے ہیں۔ گویا خدا کی بادشاہت کی تمام بنیاد ایسی چیزوں پر ہے جو اُس کی قدرت سے پیدا
نہیں ہوئیں بلکہ قدامت میں اُس کے شریک اور اُس کے برابر ہیں۔ سو جس کو علم اور معرفت
عطا کی گئی ہے اس کا فرض ہے جو ان تمام اہل مذاہب کو قابل رحم تصوّر کر کے سچّائی کے
دلائل اُن کے سامنے رکھے اور ضلالت کے گڑھے سے اُن کو نکالے اور خدا سے بھی دُعا
کرے کہ یہ لوگ اُن مہلک بیماریوں سے شفا پا دیں اس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ

بچوں کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلامی روشنی کو ملک میں پھیلاؤں اور جس طریق سے میں اس خدمت کو انجام دوں گا۔ میرے نزدیک دوسروں سے یہ کام ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس طوفان ضلالت میں اسلامی ذریت کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچانے کے لئے اس ارادہ میں میری مدد کرے۔ سو مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ بالفعل قادیان میں ایک مڈل سکول قائم کیا جائے اور علاوہ تعلیم انگریزی کے ایک حصہ تعلیم کا وہ کتابیں رکھی جائیں جو میری طرف سے اس غرض سے تالیف ہوں گی کہ مخالفوں کے تمام اعتراضات کا جواب دے کر بچوں کو اسلام کی خوبیاں سکھلائی جائیں اور مخالفوں کے عقیدوں کا بے اصل اور باطل ہونا سمجھایا جائے۔ اس طریق سے اسلامی ذریت نہ صرف مخالفوں کے حملوں سے محفوظ رہے گی بلکہ بہت جلد وہ وقت آئیگا کہ حق کے طالب سچ کی روشنی اسلام میں پا کر باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں کو اسلام کے لئے چھوڑ دیں گے۔ مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب توفیق اپنے دائمی چندہ سے اطلاع دیوے کہ وہ اس کار خیر کی امداد میں کیا کچھ ماہواری مدد کر سکتا ہے۔ اگر یہ سرمایہ زیادہ ہو جائے تو کیا تعجب ہے کہ یہ سکول انٹرنس تک ہو جائے۔

واضح رہے کہ اوّل بنیاد چندہ کی اخویم مخدومی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ڈالی ہے کیونکہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ مَیں اس سکول کے لئے دس روپیہ ماہواری دوں گا۔ اور مرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب محمد علیخانصاحب نے دو روپیہ اور محمد اکبر صاحب نے ایک روپیہ ماہواری اور میر ناصر نواب صاحب نے ایک روپیہ ماہواری اور اللہ داد صاحب کلرک شاہ پور نے ۸ر ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے۔

المشتہر

میرزا غلام احمد از قادیان ۱۵ ستمبر ۱۸۹۷ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان (یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{4}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

نوٹ۔ ہر ایک صاحب کا اختیار ہوگا کہ اپنے لڑکے قادیان میں تعلیم کے لئے بھیجیں۔ بورڈنگ اور انتظامی امور کی کارروائی فہرست چندہ کے مرتب ہونے کے بعد شروع ہوگی۔

(۱۷۹)

اشتہار واجب الاظہار

جو خاص اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ قیصرہ ہند توجہ سے اس کو ملاحظہ فرماوے اور نیز اپنے مریدوں کی آگاہی اور ہدایت کے لئے شائع کیا گیا ہے

مَیں اپنے دوستوں اور عام لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو میرے پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ گویا مَیں نے ایک شخص عبد الحمید نام کو ڈاکٹر کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ مقدمہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے اصل متصور ہو کر ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو عدالت کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ سے خارج کیا گیا چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس مقدمہ کی اصلیت ظاہر کرنی منظور تھی اس لئے اُس نے ایک ایسے حاکم بیدار مغز اور محنت کش اور منصف مزاج حق پسند خدا ترس یعنے جناب کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ کے ہاتھ میں یہ مقدمہ دیا جس کا پاک کانشنس اس بات پر مطمئن نہ ہو سکا کہ جو اظہار یعنی پہلا بیان عبد الحمید نے امرتسر کے مجسٹریٹ کے سامنے اور نیز اس عدالت میں دیا تھا وہ صحیح ہے۔ سو صاحب موصوف

نے مزید تفتیش کے لئے جناب کپتان لیمارچند ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو حکم دیا کہ بطور خود عبدالحمید سے اصلیت مقدمہ دریافت کریں۔ پھر بعد اس کے جس احتیاط اور نیک نیتی اور فراست اور غور اور طریق عدل اور انصاف سے جناب کپتان لیمارچند صاحب نے اس مقدمہ کی تفتیش میں کام لیا۔ وہ بھی بجز خاص منصف مزاج اور نیک نیت اور بیدار مغز حکام کے ہر ایک کا کام نہیں۔ سو ان حکّام کا نیک مزاج اور نیک نیت اور انصاف پسند ہونا اور قدیم سے عدالت اور انصاف پسندی کا عادی ہونا اور پوری تحقیق اور تفتیش سے کام لینا یہی وہ اسباب تھے جو خدا نے میری بریّت کے لئے پیدا کئے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی نیک نیتی اور انصاف پسندی اور بھی زیادہ کھلتی ہے جبکہ اس بات پر غور کی جائے کہ یہ مقدمہ درحقیقت ایک عیسائی جماعت کی طرف سے تھا اور گو بظاہر ان میں سے ایک ہی شخص پیروکار تھا مگر مشورہ اور امداد میں کئی دیسی کرسچنوں کو دخل تھا۔ درحقیقت پبلک کے دلوں میں اس عدالت اور انصاف نے صاحبان موصوف کی بہت ہی خوبی اور عدل قابل تعریف جما دی ہے کہ ایسا مقدمہ جو مذہبی رنگ میں پیش کیا گیا تھا اس میں کچھ بھی اپنی قوم اور مذہب کی رعایت نہیں کی گئی اور نہایت منصفانہ روش سے وہ طریق اختیار کیا گیا جس کو عدالت چاہتی تھی۔ میرے خیال میں یہ ایک ایسا عمدہ نمونہ ہے کہ جو صفحہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا۔

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی نیک نیتی اور حق پسندی پر ایک اور بھی بڑی بھاری دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ انہوں نے عبدالحمید مخبر کا پہلا بیان تمام و کمال قلمبند کر لیا تھا۔ اور اُس کی تائید میں پانچ گواہ بھی گذر چکے تھے اور صاحب بہادر ہر طرح پر اختیار رکھتے تھے کہ اُن بیانات پر اعتبار کر لیتے مگر محض انصاف اور عدالت کی کشش نے اُن کے دل کو پوری تسلّی سے روک دیا اور ان کا حق پسند کانشنس بول اُٹھا کہ ان بیانات میں سچائی کا نور نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے کپتان صاحب پولیس کو مزید

تحقیقات کے لئے اشارہ فرمایا۔ ایسا ہی جب صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو پولیس کے افسروں نے خبر دی کہ عبدالحمید مخبر اپنے پہلے بیان پر اصرار کر رہا ہے اس کو رخصت کیا جائے تو صاحب موصوف کے کانشنس نے یہی تقاضا کیا کہ وہ بذات خود بھی اُس سے دریافت کریں۔ اگر حکّام کی اس درجہ تک نیک نیتی اور توجہ اور محنت کشی نہ ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ اس مقدمہ کی اصلیت کھلتی۔ ہم تہ دل سے دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ایسے حکام کو جو ہر ایک جگہ انصاف اور عدل کو مدنظر رکھتے ہیں اور پوری تحقیق سے کام لیتے ہیں اور احکام کے صادر کرنے میں جلدی نہیں کرتے ہمیشہ خوش رکھے اور ہر ایک بَلا سے اُن کو محفوظ رکھ کر اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے محض ظُلم اور جھوٹ کی راہ سے اپنے بیان میں کئی جگہ میرے چال چلن پر نہایت شرمناک حملہ کیا تھا اگر ایسے منصف مزاج مجسٹریٹ کی عدالت میں ان تمام حملوں کے بارے میں میرا جواب لیا جاتا تو ڈاکٹر صاحب کے منصوبوں کی حقیقت کھل جاتی۔ مگر چونکہ حاکم انصاف پسند کے دل پر اس مقدمہ کی مصنوعی بنیاد کی تمام حقیقت کھل گئی تھی جس کی تائید میں یہ تمام الزامات پیش کئے گئے تھے لہٰذا عدالت نے مقدمہ کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے اکثر کلمات جو نہایت دِل آزار اور سراسر جھوٹھ اور افترا اور کم سے کم ازالہ حیثیت عُرفی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ مجھے یہ حق دیتے تھے کہ ان بے جا اور باطل الزاموں کا عدالت کے ذریعہ سے تدارک کروں۔ مگر میں باوجود مظلوم ہونے کے کسی کو آزار دینا نہیں چاہتا اور اُن تمام باتوں کو حوالہ بخدا کرتا ہوں

یہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے بیان میں کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتاً میری نسبت بیان کیا ہے کہ گویا میرا وجود گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے مگر مَیں اس اشتہار کے ذریعہ سے حُکّام کو اطلاع دیتا ہوں کہ ایسا خیال میری نسبت

ایک ظلم عظیم ہے۔ مَیں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیرخواہ ہے۔ میرا والد میرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیرخواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکّام ان کو ملی تھیں مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہوگئیں۔ مگر تین چٹھیات جو مدّت سے چھپ چکی ہیں ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں*۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا

Translation of Certificate of J.M. Wilson	نقل مراسلہ
To	(ولسن صاحب)
Mirza Ghulam Murtaza Khan,	نمبر ۳۵۳
Chief of Qadian.	تہوّر پناہ شجاعت دستگاہ مرزا
I have perused your application	غلام مرتضیٰ رئیس قادیان بحفظ
reminding me of your and your	عریضہ شما مشعر یاد دہانی
family's past services and rights	خدمات و حقوق خود و خاندان
I am well aware that since the	خود بملاحظہ حضور ایں جانب
introduction of the British Govt.	در آمد۔ ما خوب می دانیم کہ بلاشک
you and your family have certainly	شما و خاندان شما از ابتدائے
remained devoted faithful and	دخل و حکومت سرکار انگریزی جاں نثار
steady subjects and that your	وفاکیش ثابت قدم ماندہ اید۔

بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ اور جب تموں کے گذر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک

وحقوق شما در اصل قابل قدر اند
بہر نہج تسلی و تشفی دارید۔
سرکار انگریزی حقوق و خدمات
خاندان شما را ہرگز فراموش
نخواہد کرد۔ بموقعہ مناسب
بر حقوق و خدمات شما غور و
توجہ کردہ خواہد شد۔ باید کہ
ہمیشہ ہوا خواہ و جان نثار سرکار
انگریزی بمانند کہ درین امر خوشنودی
سرکار و بہبودی شما متصور است
فقط
المرقوم ۱۱ر جون ۱۸۴۹ء مقام لاہور
انارکلی

rights are really worthy of regard, In every respect you may rest assured and satisfied that the British Govt. will never forget your family's rights and services which will receive due consideration when a favourable opportunity offer itself. You must continue to be faithful and devoted subjects as in it lies the satisfaction of the Govt: and your welfare.

11. 6. 1849 Lahore.

نقل مراسلہ

(رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور)

تہور و شجاعت دستگاہ
مرزا غلام مرتضےٰ رئیس قادیان
بعافیت باشند

Translation of Mr. Robert Cast's Certificate.

To

Mirza Ghulam Murtaza Khan,
Chief of Qadian.

تھا۔ پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس

ازانجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت خیرخواہی و مددِ سرکار دولتمدار انگلشیہ درباب نگہداشت سواران و بہمرسانی اسپان بخوبی بمنصۂ ظہور پہنچی۔ اور شروع مفسدہ سے آجتک آپ بدل ہواخواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا۔ لہذا بجلدوی اس خیرخواہی اور خیرسگالی کے خلعت مبلغ دو صد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار دنیک نامی و وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔

مرقومہ تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء

As you rendered great help in enlisting sowers and supplying horses to Govt: in the Mutiny of 1857 and maintained loyalty since its beginning up-to-date and thereby gained the favour of Govt: a Khilat worth Rs. 200/- is presented to you in recognition of good services and as a reward for your loyalty.

Moreover in accordance with the wishes of Chief Commissioner as conveyed in his No 576 dated 10th August 58 this parwana is addressed to you as a token of satisfaction of Govt: for your fidelity and repute.

کی مدت میں جس قدر مَیں نے کتابیں تالیف کیں اُن سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں اور پھر مَیں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں

نقل مراسلہ فنانشل کمشنر پنجاب

مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ

آپ کا خط ۲ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپ کے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا۔ مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔ ہم آپ کی خاندانی لحاظ سے اسی طرح پر عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ وفادار کی کی جاتی تھی۔ ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہیگا۔

المرقوم ۲۹ رجون ۱۸۷۶ء۔

الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر
فنانشل کمشنر پنجاب

Translation of Sir Robert Egerton,
Financial Commissioner's Murasla.

D/ 29 June, 1876

My dear friend Ghulam Qadir,

I have perused your letter of the 2nd instant & deeply regret the death of your father Mirza Ghulam Murtza who was a great well wisher and faithful chief of Govt.

In consideration of your family services I will esteem you with the same respect as that bestowed on your loyal father. I will keep in mind the restoration and welfare of your family when a favourable oppurtunity occurs.

پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہا روپے خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلادِ شام اور رُوم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت اُن کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر مَیں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ مَیں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظِ امن اور جہادی خیالات کے رد کرنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ اگر مَیں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں مَیں نے یہ تحریریں لکھی ہیں اُن کتابوں کے نام معہ ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں جن میں سرکار انگریزی کی خیر خواہی اور اطاعت کا ذکر ہے۔

نمبر	نام کتاب	تاریخ طبع	نمبر صفحہ
۱	براہین احمدیہ حصہ سوم	۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	آریہ دھرم (نوٹس) درباره توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۴ تک آخر کتاب
۵	درخواست شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط درباره توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک

نمبر	نام کتاب	تاریخ	صفحات
۸	نور الحق حصہ اول (اعلان)	۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک
۹	شہادۃ القرآن دگورنمنٹ کی توجہ کے لائق	۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء	الف سے ۴ تک آخر کتاب
۱۰	نور الحق حصہ دوم	۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سر الخلافہ	۱۳۱۲ھ	۷۱ سے ۷۳ تک
۱۲	اتمام الحجۃ	۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامۃ البشریٰ	۱۳۱۱ھ	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵ مئی ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر ۱۸۹۵ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی ۱۸۹۷ء	صفحہ ۷۴
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کیلئے	۲۷ فروری ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یکطرفہ
۲۰	اشتہار دربارہ سفیر سلطان رُوم	۲۴ مئی ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب بر جشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳ جون ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷ جون ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ	۲۵ جون ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

اور حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اُس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کے اغراض سے مخالف پاکر ایک سخت مخالفت ظاہر کی وہ تمام حال بھی مَیں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شایع کر دیا ہے۔ وہی اشتہار تھا جس

کی وجہ سے بعض مسلمان ایڈیٹروں نے بڑی مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آکر مجھ کو گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان رُوم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اُس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ کیا اُس کی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے؟

یہ بات ایک ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو بھی جو محمد حسین بٹالوی ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اسی مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ سرکار انگریزی کا خیرخواہ اور سلطنت رُوم کے مخالف ہے۔ اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ سرکار انگریزی کا بدل وجان خیرخواہ ہوں۔ اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے۔ اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مُریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مُریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے بعض اشخاص کی موت وغیرہ کی نسبت پیشگوئی کی ہے۔ لیکن نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اُس وقت اور اُس حالت میں کہ جبکہ اُن لوگوں نے اپنی رضا و رغبت سے ایسی پیشگوئی کے لئے مجھے تحریری اجازت دی چنانچہ اُن کے ہاتھ کی تحریریں اب تک میرے پاس موجود ہیں جن میں سے بعض ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں شامل مسل کی گئی ہیں مگر چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر بھی ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا اور اصل واقعات کو چھپایا اس لئے آئندہ* میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیشگوئی کی جائے بلکہ

* حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو (المرتب)

آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیشگوئیوں کے لئے درخواست کرے تو اس کی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔ یہ ایک ایسا طریق ہے جس میں کسی مکر کی گنجائش نہیں رہے گی۔

یہ بات بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کرکے کتاب مثل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں جس کا نام میں نے کتاب البریّت رکھا ہے اور بایں ہمہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں۔ ابتدا سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے۔

اور میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کرسکتا تھا لیکن دو مصلحت کے سبب سے میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا۔ اوّل یہ کہ تا مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پاکر اپنی روش بدلالیں اور آئندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ دوم یہ کہ تا مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آویں

حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ: بعض ہمارے مخالف جن کو افترا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیشگوئیاں کرنے سے منع کردیا ہے۔ خاص کر ڈرانے والی پیشگوئیوں اور عذابوں کی پیشگوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی اور عذابی پیشگوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے یعنی رضامندی لینے کے بعد پیشگوئی کرنا اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔ منہ

اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پاکر اپنی پُرجوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھا لیں کہ اگر اس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی کے ساتھ اُن کو جواب مل گیا اور اس طرح وہ وحشیانہ انتقاموں سے دستکش رہیں۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ ایسی مذہبی تحریروں سے جیسا کہ لیکھرام اور اندرمن اور دیانند اور پادری عماد الدین کی کتابیں اور پرچہ نور افشاں لودیانہ کے اکثر مضمون ہیں فتنہ اور اشتعال کا سخت احتمال تھا مگر چونکہ ان کتابوں کے مقابل پر کتابیں تالیف ہوئیں اور سخت باتوں کا جواب کسی قدر سخت باتوں کے ساتھ ہو گیا اس لئے مسلمانوں کے عوام کا جوش اندر ہی اندر دب گیا۔

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر سخت الفاظ کے مقابل پر دوسری قوم کی طرف سے کچھ سخت الفاظ استعمال نہ ہوں تو ممکن ہے کہ اس قوم کے جاہلوں کا غیظ و غضب کوئی اَور راہ اختیار کرے۔ مظلوموں کے بخارات نکلنے کے لئے یہ ایک حکمت عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔ لیکن یہ طرز پھر بھی کچھ بہت قابل تعریف نہیں بلکہ اس سے تحریرات کا رُوحانی اثر گھٹ جاتا ہے اور کم سے کم نقصان یہ ہے کہ اس سے مُلک میں بداخلاقی پھیلتی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ عام طور پر ایک سخت قانون جاری کرکے ہر ایک مذہبی گروہ کو سخت الفاظ کے استعمال سے ممانعت کر دے تاکہ کسی قوم کے پیشوا اور کتاب کی توہین نہ ہو۔ اور جب تک کسی قوم کی معتبر اور مُسلّم کتابوں سے واقعات صحیحہ معلوم نہ ہوں جن سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہو کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ ایسے قانون سے ملک میں بہت امن پھیل جائیگا۔ اور مفسد طبع فتنہ انگیز لوگوں کے مُنہ بند ہو جائیں گے اور تمام مذہبی بحثیں علمی رنگ میں آجائیں گی۔ اسی غرض سے مَیں نے ایک درخواست گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے تیار کی ہے۔ اس کے ساتھ کئی ہزار مسلمانوں کے دستخط بھی ہیں مگر چونکہ اب تک کافی دستخط نہیں ہوئے اس لئے ابھی تک توقف ہے۔ مگر درحقیقت یہ ایسا کام ہے کہ ضرور اس

طرف گورنمنٹ کی توجہ چاہیئے۔ حفظ امن کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ ہتک آمیز اور فتنہ انگیز الفاظ سے ہر ایک قوم پرہیز کرے اور کسی مذہب پر وہ الزام نہ لگائے جس کو اُس مذہب کے حامی قبول نہیں کرتے اور نہ اُن کی مُسلّم اور معتبر کتابوں میں اس کا کوئی اصل صحیح پایا جاتا ہے اور نہ ایسا الزام لگائے جو اُس کی مسلّم کتابوں یا نبیوں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اور جو شخص اُس ہدایت کی خلاف ورزی کرے۔ اُس کے لئے کوئی سزا مقرر ہو۔ بے شک بغیر اُس تدبیر کے مذہبی فتنوں کا زہر یلا بیج کبھی دُور نہیں ہو سکتا۔

مَیں افسوس سے لکھتا ہوں کہ ڈاکٹر کلارک نے میری بعض مذہبی تحریریں پیش کرکے عدالت میں یہ خلاف واقعہ بیان کیا ہے کہ یہ سخت لفظ خود بخود اُن کی نسبت کہے گئے ہیں۔ مَیں حکام کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز یہ میری عادت میں داخل نہیں کہ خود بخود کسی کو آزار دوں اور نہ ایسی عادت کو مَیں پسند کرتا ہوں بلکہ جو کچھ سخت الفاظ میں لکھا گیا وہ سخت الفاظ کا جواب تھا مگر مخالفوں کی سختی سے نہایت کم۔ تاہم یہ طریق بھی میری طبیعت اور عادت سے مخالف ہے اور جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ کو استعمال کیا جائے مَیں اسی پر کاربند رہنا چاہتا ہوں اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اُس طرز کے کاربند رہیں اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ اور جیسا کہ مَیں نے پہلے اس سے شرائط بیعت کی دفعہ چہارم میں سمجھایا ہے سرکار انگریزی کی سچی خیر خواہی اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کریں۔ اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں اور پرہیز گار اور صالح اور بے شر انسان بن کر پاک زندگی کا نمونہ

دکھلائیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو یا بیجا جوش اور وحشیانہ حرکت اور بدزبانی سے کام لے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ان صورتوں میں ہماری جماعت کے سلسلہ سے باہر متصوّر ہوگا اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔ دیکھو! آج میں کھُلے کھُلے لفظوں سے آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دُور رکھیں اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خُلق میں زیادت ثابت ہو۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جو اہل علم اور فاضل اور تربیت یافتہ اور نیک مزاج ہیں ایسا ہی کریں گے مگر یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جو شخص ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے ٭

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کرکے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اُس کی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسرا مخلوق کو اُس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اس کو تمام رُوحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔ دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو

٭ میری جماعت میں بڑے بڑے معزز اہل اسلام داخل ہیں جن میں بعض تحصیلدار اور بعض اکسٹرا اسسٹنٹ اور ڈپٹی کلکٹر اور بعض وکلاء اور بعض تاجر اور بعض رئیس اور جاگیردار اور نواب اور بعض بڑے بڑے فاضل اور ڈاکٹر اور بی اے اور ایم اے اور بعض سجادہ نشین ہیں۔ منہ

ہماری عزت و آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے، اُس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دُور رہنا جو اُس کو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلٰثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیئے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں۔

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لئے بھی بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے اس لئے حفظ امن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے کاربند ہوں۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہم نے عدالت کے سامنے اس بحث کو طول دینا نہیں چاہا۔ حالانکہ ہمارے تمام سخت الفاظ جوابی تھے اور نیز اُن کے مقابل پر نہایت کم۔ سو ہم نے جوابی طور کے سخت الفاظ کو بھی چھوڑنا چاہا۔ کیونکہ ہمارا مدت سے یہ ارادہ تھا کہ تمام قومیں مباحثات میں الفاظ کی سختی کو استعمال نہ کریں۔ اسی ارادہ کی وجہ سے ہم نے اس درخواست پر دستخط مسلمانوں کے کرائے ہیں جس کو عنقریب بحضور جناب نواب گورنر جنرل بہادر بھیجنے کا ارادہ ہے۔ سو مخالفین مذہب کو بذریعہ اس نوٹس کے عام اطلاع دی جاتی ہے کہ اس فیصلہ کے بعد وہ بھی مباحثات میں اپنی روشیں بدلالیں اور آئندہ سخت اور جوش پیدا کرنے والے الفاظ اور ہتک آمیز الفاظ اپنے اخباروں اور رسالوں میں ہرگز استعمال نہ کریں۔ اور اگر اب بھی اس نوٹس کے شایع ہونے کے بعد انہوں نے اپنے سابق طریق کو نہ چھوڑا تو انہیں یاد رہے کہ ہمیں یا ہم میں سے کسی کو حق حاصل ہوگا کہ بذریعہ عدالت چارہ جوئی کریں۔ حفظ امن کے لئے ہر ایک قوم کا فرض ہے کہ فتنہ انگیز تحریروں سے اپنے تئیں بچائے۔ پس جو شخص اس نوٹس کے شایع ہونے کے بعد بھی اپنے تئیں سخت الفاظ اور بدزبانی اور توہین سے روک نہ سکے ایسا شخص درحقیقت گورنمنٹ کے مقاصد کا دشمن اور فتنہ پسند آدمی ہے اور عدالت کا فرض ہوگا کہ امن کو قائم رکھنے کے لئے اس کی گوشمالی کرے۔

بحث کرنے والوں کے لئے یہ بہتر طریق ہوگا کہ کسی مذہب پر بیہودہ طور پر اعتراض نہ کریں بلکہ اُن کی مسلّم اور معتبر کتابوں کی رو سے ادب کے ساتھ اپنے شبہات پیش کریں اور ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین سے اپنے تئیں بچادیں اور مباحثات میں حکیمانہ طرز اختیار کریں اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو اُن کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں مثلاً اگر ایک مسلمان عیسائی عقیدہ پر اعتراض کرے تو اس کو چاہیئے کہ اعتراض میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے اور اُن کی وجاہت اور مرتبہ کو نہ بھُلاوے۔ ہاں وہ نہایت نرمی اور ادب سے اس طرح اعتراض کرسکتا ہے کہ خدا نے جو بیٹے کو دُنیا میں بھیجا تو کیا یہ کام اُس نے اپنی قدیم عادت کے موافق کیا یا خلاف عادت؟ اگر عادت کے موافق کیا تو پہلے بھی کئی بیٹے اُس کے دُنیا میں آئے ہوں گے اور مصلوب بھی ہوئے ہوں گے یا ایک ہی بیٹا بار بار آیا ہوگا اور اگر یہ کام خلاف عادت ہے تو خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا اپنی ازلی ابدی عادتوں کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یا مثلاً یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام لوگوں کے گناہوں کے سبب سے خدا کی نظر میں لعنتی ٹھیر گئے تھے کیونکہ لعنت کے معنے لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا اُس شخص سے جس پر لعنت کی گئی ہے بیزار ہو جائے اور وہ شخص خدا سے بیزار ہو جائے اور دونوں میں باہم دشمنی واقع ہو جائے اور شخص ملعون خدا کے قرب سے دُور جا پڑے اور یہ ذلیل حالت ایسے شخص کی کبھی نہیں ہوسکتی جو درحقیقت خدا کا پیارا ہے۔ اور جبکہ لعنت جائز نہ ہوئی تو کفّارہ باطل ہوا۔ غرض ایسے اعتراض جن میں معقول تقریر کے ساتھ کسی فرقہ کے عقاید کی غلطی کا اظہار ہو ہر ایک محقق کا حق ہے جو نرمی اور ادب کے ساتھ پیش کرے اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ وہ تمام اعتراضات علمی رنگ میں ہوں تا لوگوں کو اُن سے فائدہ پہنچ سکے اور کوئی مفسدہ اور اشتعال پیدا نہ ہو۔

اور یہ خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کا مقام ہے کہ ہم لوگ جو مسلمان ہیں ہمارے اصول

ہما یہ داخل ہے کہ گذشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور اُمتیں بکثرت دُنیا میں پھیل گئی ہیں کسی نبی کی تکذیب نہ کریں کیونکہ ہمارے اسلامی اُصول کے موافق خدا تعالےٰ مفتری کو ہرگز یہ عزت نہیں بخشتا کہ وہ ایک سچے نبی کی طرح مقبول خلائق ہو کر ہزارہا فرقے اور قومیں اُس کو مان لیں اور اُس کا دین زمین پر جم جاوے اور عمر پائے۔ لہٰذا ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم تمام قوموں کے نبیوں کو جنہوں نے خدا کے الہام کا دعویٰ کیا اور مقبول خلائق ہو گئے اور اُن کا دین زمین پر جم گیا خواہ وہ ہندی تھے یا فارسی ، چینی تھے یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے درحقیقت سچے رسُول مان لیں۔ اور اگر ان کی اُمتوں میں کوئی خلاف حق باتیں پھیل گئی ہوں تو اُن باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہو گئیں یہ اصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جس کی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بد تہذیبی سے بچ جاتا ہے اور درحقیقت واقعی امر یہی ہے کہ جھوٹے نبی کو خدا تعالےٰ اپنے کروڑہا بندوں میں ہرگز قبولیت نہیں بخشتا اور اس کو وہ عزت نہیں دیتا جو سچوں کو دی جاتی ہے اور صدیوں اور زمانوں میں اُس کی قبولیت ہرگز قائم نہیں رہ سکتی بلکہ بہت جلد اس کی جماعت متفرق ہو جاتی اور اس کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

سو اے دوستو۔ اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اُس کا اختیار ہے کہ عدالت کی رُو سے چارہ جوئی کرے مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل سختی کرکے کسی مفسدہ کو پیدا کریں یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اُس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔

مگر ہم اپنی عادل گورنمنٹ سے یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ جو لوگ آیندہ مخالفانہ

حملے توہین اور بدزبانی کے ساتھ ہم پر کریں یا ہمارے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر یا قرآن شریف پر یا اسلام پر تو اُن کی بدزبانی کا تدارک بھی واجب طور پر کیا جائے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں اور پھر دوبارہ لکھتے ہیں کہ ہماری یہ جماعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیرخواہ ہے اور ہمیشہ خیرخواہ رہے گی اور میری تمام جماعت کے لوگ درحقیقت غریب مزاج اور اصول پسند اور اوّل درجہ کے خیرخواہ سرکار انگریزی ہیں اور باایں ہمہ معزز اور شریف ہیں۔

اور بعض نادانوں کا یہ خیال کہ گویا مَیں نے افتراء کے طور پر الہام کا دعویٰ کیا ہے غلط ہے بلکہ درحقیقت یہ کام اس قادر خدا کا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اس جہان کو بنایا ہے۔ جس زمانہ میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اس وقت میرے جیسا ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے یہانتک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔ مَیں عام اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی انسان خواہ ایشیائی ہو خواہ یوروپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری ان باتوں کی سچائی معلوم کر لے گا۔

یاد رہے کہ یہ باتیں عقلاً امن کے مخالف نہیں۔ ہم دُنیا میں فروتنی کے ساتھ زندگی بسر کرنے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اور اس گورنمنٹ کی خیرخواہی جس کے ہم ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ ہمارا اصول ہے۔ ہم ہرگز کسی مفسدہ اور نقضِ امن کو پسند نہیں کرتے اور اپنی گورنمنٹ انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنے کے لئے تیار ہیں اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا ہے فقط الراقم ۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۷ء

المشتہر

میرزا غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۱۶ صفحات پر ہے)

(۱۸۰)

اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کی توبہ

علاوہ اور نشانوں کے یہ بھی ایک عظیم الشان نشان ہے جو حال میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک بزرگ نے جو ہر ایک طرح سے دُنیا میں معزز اور رئیس اور اہل علم بھی ہیں اس عاجز کے حق میں ایک دل آزار کلمہ یعنے مثنوی رُومی کا یہ شعر پڑھا تھا جو پرچہ چودھویں صدی[۱] ماہ جون ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سو اس رنج کی وجہ سے جو اس عاجز کے دل کو پہنچا اس بزرگ کے حق میں دُعا کی گئی تھی کہ یا تو خدا تعالےٰ اس کو توبہ اور پشیمانی بخشے اور یا کوئی تنبیہ نازل کرے۔ سو خدا نے اپنے فضل اور رحم سے اُس کو توفیق توبہ عنایت فرمائی اور اس بزرگ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ اس عاجز کی دُعا اس کے بارے میں قبول کی گئی اور ایسا ہی معافی بھی ہوگی۔ سو اُس نے خدا سے یہ الہام پاکر اور آثار خوف دیکھ کر نہایت انکسار اور تذلّل سے معذرت کا خط لکھا۔ وہ خط کسی قدر اختصار سے پرچہ چودہویں صدی ماہ نومبر ۱۸۹۷ء میں چھپ بھی گیا ہے۔ مگر چونکہ اس اختصار میں بہت سے ایسے ضروری امور رہ گئے ہیں جن سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ کیونکر خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا اور اُن کے دلوں پر رُعب ڈالتا اور آثار خوف ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُس خط کو جو میرے پاس پہنچا تھا بعض ضروری اختصار کے ساتھ شائع کر دوں۔ اور بزرگ موصوف کا یہ اصل خط اس وجہ سے بھی شائع کرنے کے لائق ہے کہ میں

---

[۱] یہ مضمون اسی جلد میں صفحہ پر نقل کیا گیا ہے (المرتب)

اس اصل خط کو بہت سے لوگوں کو سُنا چکا ہوں اور ایک جماعت کثیر اس کے مضمون سے اطلاع پا چکی ہے اور بہت سے لوگوں کو بذریعہ خطوط اس کی اطلاع بھی دی گئی ہے اب جبکہ چودھویں صدی کے پرچہ کو وہ لوگ پڑھیں گے تو ضرور اُن کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوں گے کہ جو کچھ زبانی ہمیں سُنایا گیا اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جو شایع کردہ خط میں نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے بعض کوتہ اندیش مخالفوں کو یہ بہانہ ہاتھ آجائے کہ گویا ہم نے بیچ کے خط میں اپنی طرف سے کچھ زیادت کی تھی۔ لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس اصل خط کو چھاپ دیا جائے۔ مگر یاد رہے کہ چودھویں صدی کے خط میں جس قدر اختصار کیا گیا ہے یہ کسی کا قصور نہیں ہے۔ اختصار کے لئے مَیں نے ہی اجازت دی تھی مگر اس اجازت کے استعمال میں کسی قدر غلطی ہو گئی ہے لہذا اب اس کی اصلاح ضروری ہے۔

اس تمام قصّے کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت اور تمام حق کے طالبوں کے لئے یہ بھی ایک خدا کا نشان ہے اور جناب سرسیّد احمد خان صاحب بالقابہ کے غور کرنے کے لئے یہ تیسرا نمونہ ہے کہ کیونکر اللہ جلّ شانہٗ اپنے بندوں کی دُعائیں قبول کر لیتا ہے سیّد صاحب موصوف کا یہ قول تو نہایت صحیح ہے کہ ہر ایک دُعا منظور نہیں ہو سکتی۔ بعض دعائیں منظور ہو جاتی ہیں۔ مگر کاش سیّد صاحب کی پہلی تحریریں اس آخری تحریر کے مطابق ہوتیں

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ بزرگ موصوف جن کا خط ذیل میں لکھا جاتا ہے کچھ عام لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ جہانتک میرا خیال ہے وہ ایک بڑے ذی علم اور علماء وقت میں سے ہیں اور کئی لوگوں سے مَیں نے سُنا ہے کہ اُن کو الہام بھی ہوتا ہے اور اس خط میں اُنہوں نے اپنے الہام کا ذکر بھی کیا ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے وہ بُزرگ پنجاب کے معزز رئیسوں اور جاگیرداروں میں سے ہیں اور ایک مدت سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی طرف سے ایک معزز عہدہ حکومت پر بھی ممتاز ہیں۔ چونکہ پرچہ چودھویں صدی میں بھی اس بزرگ کے منصب اور مرتبت کا اس قدر ذکر ہو چکا ہے لہذا اس قدر یہاں بھی لکھا گیا اور بزرگ

موصوف نے جو میرے نام بغرض معذرت ۹ ۲؍ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ چودھویں صدی میں چھپا ہے اس خط کو بغرض مصلحت مذکورہ بالا بحذف بعض فقرات ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

نقل مطابق اصل

"اخبار چودھویں صدی والا مجرم"*

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم"

"سیدی و مولائی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ"

"ایک خطاکار اپنی غلط کاری سے اعتراف کرتا ہوا (اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے) قادیان کے مبارک مقام پر (گویا) حاضر ہو کر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے۔

یکم جولائی ۱۹۰۸ء سے یکم جولائی ۱۹۳۱ء تک جو اس گنہگار کو مہلت دی گئی اب آسمانی بادشاہت میں آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہے (اس موقعہ پر مجھے القا ہوا کہ جس طرح آپ کی دعا مقبول ہوئی اسی طرح میری التجا و عاجزی قبول ہو کر حضرت اقدس کے حضور سے معافی و رہائی دی گئی) مجھے اب زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں تاہم اس قدر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابتدا سے آپ کی اس دعوت پر بہت غور سے جویائے حال رہتا رہا اور میری تحقیق ایمانداری و صاف دلی پر مبنی تھی حتیٰ کہ (۹۰) فیصدی یقین کا مدارج پہنچ گیا۔

(۱) آپ کے شہر کے آریہ مخالفوں نے گواہی دی کہ آپ بچپن سے صادق و پاکباز تھے۔

(۲) آپ جوانی سے اپنے تمام اوقات خدائے واحد حیّ و قیوم کی عبادت میں لگاتار صرف فرماتے رہے۔ اِنَّ اللہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

---

* یہ عنوان جنگ موصوف نے اپنے خط کے سر پر لکھا تھا۔ چونکہ اس عنوان میں نہایت انکسار ہے جو انسان کو بوجہ اس کے کمال تذلّل کے مورد رحمت الٰہی بناتا ہے اس لئے ہم نے اس کو جیسا کہ اصل خط میں تھا لکھ دیا ہے۔ منہ

(۳) آپ کا حسن بیان تمام عالمان ربانی سے صاف صاف علیحدہ نظر آتا ہے۔ آپ کی تمام تصنیفات میں ایک زندہ رُوح ہے (فیہا ھدی و نور)

(۴) آپ کا مشن کسی فساد اور گورنمنٹ موجودہ کی (جو تمام حالات سے اطاعت و شکر گذاری کے قابل ہے) بغاوت کی راہ نمائی نہیں کرتا۔ انّ اللّٰہ لا یحبّ فی الارض الفساد۔

حتیٰ کہ میرے بہت سے مہربان دوستوں نے جو اُن سے آپ کے معاملات پر مَیں ہمیشہ بحث کرتا رہتا تھا۔ مجھے ۔ ۔ ۔ ۔ خطاب سے مخاطب کیا۔

پھر یہ کہ بااِیں ہمہ کیوں ؟ میرے مُنہ سے وہ بیت مثنوی کا نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مَیں جب لاہور میں اُن کے پاس گیا تو مجھ کو اپنے معتبر دوستوں کے ذریعہ سے (جن سے پہلے میری بحث رہتی تھی) خبر ملی کہ آپ سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جس سے کسی مُسلمان ایماندار کو آپ کے مخالف خیال کرنے میں کوئی تامل نہیں رہا

(۱) آپ نے دعویٰ رسُول ہونے کا کیا ہے اور ختم المرسلین ہونے کا بھی ساتھ ساتھ ادّعا کر دیا ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل پر سخت چوٹ لگانے والا فقرہ تھا کہ جو عزت ختم رسالت کی بارگاہ الہٰی سے محمد عربی صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ (فداک رُوحی یا رسُول اللّٰہ) کو مل چکی ہے اس کا دوسرا کب حقدار ہو سکتا ہے۔

(۲) آپ نے فرمایا ہے کہ تُرک تباہ ہوں گے اور اُن کا سُلطان بڑی بے عزتی سے قتل کیا جائے گا اور دُنیا کے مسلمان مجھ سے التجا کریں گے کہ مَیں اُن کو ایک سُلطان مقرر کر دوں۔ یہ ایک خوفناک بربادی بخش پیشگوئی اسلامی دُنیا کے واسطے تھی کیونکہ آج تمام مقدس مقامات پر جو خداوند کے عہد قدیم وجدید سے چلے آتے ہیں۔ اُن کی خدمت ترکوں و اُن کے سُلطان کے ہاتھ میں ہے۔ ان مقامات کا ترکوں کی مغلوبی کی حالت میں نکل جانا ایک لازمی اور یقینی امر ہے جس کے خیال کرنے سے ایک ہیبتناک خوفناک نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ اس موقعہ پر دُنیا کے ہر ایک مسلمان پر فرض ہو

جائے گا کہ ان معبدوں کو ناپاک ہاتھوں سے بچانے کے واسطے اپنی جان و مال کی قربانی
چڑھائے۔ کیسا مصیبت اور امتحان کا وقت مسلمانوں پر آپڑے گا کہ یا تو وہ بال بچہ
گھر بار پیارے وطن کو الوداع کہہ کے ان پاک معبدوں کی طرف چل پڑیں یا اُس ابدی اور
جاوید زندگی ایمان سے دست بردار ہو جائیں۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ
واعف عنا واغفر لنا۔ یہی راز ہے جو مسلمان ترکوں سے محبت کرتے ہیں کہ اُن کی
خیر میں اُن کے دین و دُنیا کی خیر ہے۔ ورنہ ترکوں کا کوئی خاص احسان مسلمانان ہند پر
نہیں بلکہ ہم کو سخت گلہ ہے کہ ہماری پچھلی صدی کی عالمگیر تباہی میں (جبکہ مرہٹوں و سکھوں
کے ہاتھ سے مسلمانان ہند برباد ہو رہے تھے ہماری کوئی خبر اُنہوں نے نہیں لی۔ اس شکریہ
کی مستحق صرف سرکار انگریزی ہے جس کی گورنمنٹ نے مسلمانوں کو اس سے نجات دلائی
تو ہماری ہمدردی کی وہی خاص وجہ ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔

الغرض اس کو خیال کر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی سخت ترین مصیبت کے وقت
تو مسلمانوں کے ایک سچے راہ نما کا یہ کام ہوتا کہ وہ عاجزی سے گڑگڑا کر خدا کے حضور میں
اس تباہی سے بیڑے کو بچاتا۔ کیا حضرت نوح کے فرزند سے زیادہ ترک گنہگار تھے تو بجائے
اس کے کہ اُن کے حق میں خدا کے حضور شفاعت کی جاتی ہے نہ اُلٹا ہنسی سے ایسی بات
بنائی جاتی۔

(۳) و نیز یہ کہ حضرت والا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی تصانیف میں سخت
حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں جو ایک مقبول بارگاہ الٰہی کے حق میں شایان شان نہ تھے
جس کو خداوند اپنی رُوح و کلمہ فرمائے جن کے حق میں یہ خطاب ہو وجیھًا فی الدنیا و
الاٰخرۃ و من المقربین۔ پھر اس کی توہین اور اہانت کیونکر ہو سکتی۔

یہ باتیں میرے دل میں بھری تھیں اور اُن کے تجسس کے واسطے میں پھر کوشش
کر رہا تھا کہ یہ کہاں تک صحیح ہیں کہ ناگاہ حضور کا اشتہار ترکی سفیر کے بارے میں جو نکلا۔

پیش ہوا تو بیساختہ میرے مُنہ سے (سوا کسی اور کلام کے) مثنوی کا بیت نکل گیا جس پر آپ کو رنج ہوا (اور رنج ہونا چاہیئے تھا)

(۱) رسالت کے دعویٰ کے بارے میں مجھ کو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے و نیز آپ کی وہ رُوحانی اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تقریر سے جو جلسۂ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلّی ہو گئی جو محض افتراء و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا۔

(۲) بابت ترکوں کے آپ کے اُسی اشتہار (میرے عرضی دعویٰ کے) میری تسلّی ہو گئی جس قدر آپ نے نکتہ چینی فرمائی وہ ضروری اور واجبی تھی۔

(۳) بابت حضرت مسیح کے بھی ایک بے وجہ الزام پایا گیا۔ گو یسوع کے حق میں آپ نے کچھ لکھا ہے جو ایک الزامی طور پر ہے جیسا کہ ایک مسلمان شاعر ایک شیعہ کے مقابل میں حضرت مولانا علیؓ کے بارے میں لکھتا ہے:-

آں جوانے بروت مالیدہ • بہر جنگ و دغا سگالیدہ
بر خلافت دلش بسے مائل • لیک بوبکر شد میاں حائل

تو بھی حضرت اگر ایسا نہ کرتے میرے خیال میں تو اچھا ہوتا۔ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔

مگر ان باتوں کے علاوہ جس سے میرا دل تڑپ اُٹھا اور اس سے یہ صدا آنے لگی کہ اُٹھ اور معافی طلب کرنے میں جلدی کر۔ ایسا نہ ہو کہ تو خدا کے دوستوں سے لڑنے والا ہو۔ خداوند کریم تمام رحمت ہے۔ کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ۔ دُنیا کے لوگوں پر جب عذاب نازل کرتا ہے تو اپنے بندوں کی ناراضی کی وجہ سے۔ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ آپ کا خدا کے ساتھ معاملہ ہے تو کون ہے جو الٰہی سلسلہ میں دخل دیوے۔ خداوند کی اُس آخری عظیم الشان کتاب کی ہدایت یاد آئی جو مومن آل فرعون کے قصہ میں بیان فرمائی گئی کہ جو لوگ خدائی سلسلہ کا ادّعا کریں اُن کی تکذیب کے واسطے دلیری اور پیش دستی نہ

کرنی چاہیئے نہ یہ کہ اُن کا انکار کرنا چاہیئے۔ اِن یَکُ کاذبًا فعلیہ کذبہ وان یک صادقًا یصبکم بعض الّذی یعدکم

مگر یہ صرف میرا دلی خیال ہی نہیں رہا بلکہ اُس کا ظاہری اثر محسوس ہونے لگا۔ کچھ ایسی بنائیں خارج میں پڑنے لگیں جس میں . . . . (اعوذ باللہ) مصداق ہو جانے لگا (یعنی آثار خوف) (ظاہر ہوئے) چودہ سو برس ہونے کو آتے ہیں کہ خدا کے ایک برگزیدہ کے مُنہ سے یہ لفظ ہماری قوم کے حق میں نکلے تو کیا؟ قدرت کو ھباءً منثورا کرنے کا خیال ہے (تبت الیک یارب) کہ پھر ایک مقبول الٰہی کے مُنہ سے وہی کلمہ سُن کر مجھے کچھ خیال نہ ہو۔

پس یہ ظاہری خطرات مجھ کو اس خط کے تحریر کرتے وقت سب کے سب اُڑتے ہوئے دکھائی دیئے (جن کی تفصیل کبھی مَیں پھر کروں گا) اس وقت تو مَیں ایک مجُرم گنہگاروں کی طرح آپ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں (مجھ کو حاضر ہونے میں بھی کچھ عذر نہیں مگر بعض حالات میں ظاہر حاضری سے معاف کئے جانے کا مستحق ہوں) شاید جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہی ہو جاؤں۔

امید کہ بارگاہ قدس سے بھی آپ کو راضی نامہ دینے کے لئے تحریک فرمائی جائے کہ نسی ولم نجد لہ عزما۔ قانون کا بھی یہی اصول ہے کہ جو جرم عمدًا و جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابل راضی نامہ و معافی کے ہوتا ہے۔ فاعفوا واصفحوا ان اللہ یحب المحسنین۔

مَیں ہوں حضور کا مجرم

(دستخط بزرگ) راولپنڈی۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۸۹۷ء

یہ خط بزرگ موصوف کا ہے جس کو ہم نے بعض الفاظ تذلّل و انکسار کے حذف کر کے چھاپ دیا ہے۔ اس خط میں بزرگ موصوف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اُن کو اِس عاجز

کی قبولیت دُعا کے بارے میں الہام ہوا تھا۔ اور نیز اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے عذاب کا آثار خوف دیکھے جن کی وجہ سے زیادہ تر دہشت اُن کے دل پر طاری ہوئی اور قبولیت دُعا کے نشان دکھائی دیئے۔ پس اس جگہ یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ ڈپٹی آتھم کی نسبت جو کچھ شرطی طور پر بیان کیا گیا تھا وہ بیان بالکل اس بیان سے مشابہ ہے جو اس بزرگ کی نسبت کیا گیا۔ یعنی جیسا کہ اس عذابی پیشگوئی میں ایک شرط رکھی گئی تھی ویسا ہی اس میں بھی ایک شرط تھی اور ان دونوں شخصوں میں فرق یہ ہے کہ یہ بزرگ ایمانی روشنی اپنے اندر رکھتا تھا اور سچ سے محبت کرنے کی سعادت اس کے جوہر میں تھی۔ لہٰذا اُس نے آثار خوف دیکھ کر اور خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس کو پوشیدہ کرنا نہ چاہا اور نہایت تذلل اور انکسار سے جہاں تک کہ انسان تذلل کر سکتا ہے تمام حالات صفائی سے لکھ کر اپنا معذرت نامہ بھیج دیا۔ مگر آتھم چونکہ نور ایمان اور جوہر سعادت سے بے بہرہ تھا اس لئے باوجود سخت خوفناک اور ہراساں ہونے کے بھی یہ سعادت اس کو میسر نہ آئی اور خوف کا اقرار کر کے پھر افترا کے طور پر اس خوف کی وجہ اُن ہمارے فرضی حملوں کو ٹھیرایا جو صرف اسی کے دل کا منصوبہ تھا۔ حالانکہ اس نے پندرہ مہینے تک یعنی میعاد کے اندر کبھی ظاہر نہ کیا کہ ہم نے یا ہماری جماعت میں سے کسی نے اُس پر حملہ کیا تھا۔ اگر ہماری طرف سے اس کے قتل کرنے کے لئے حملہ ہوتا تو حق یہ تھا کہ میعاد کے اندر اسی وقت جب حملہ ہوا تھا شور مچاتا اور حکّام کو خبر دیتا۔ اگر ہماری طرف سے ایک بھی حملہ ہوتا تو کیا کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اُس حملہ کے وقت عیسائیوں میں شور نہ پڑ جاتا۔ پھر جس حالت میں آتھم نے میعاد گذرنے کے بعد یہ بیان کیا کہ میرے قتل کرنے کے لئے مختلف وقتوں اور مقاموں میں تین حملے کئے گئے تھے یعنی ایک امرتسر میں اور ایک لدھیانہ میں اور ایک فیروزپور میں تو کیا کوئی منصف سمجھ سکتا ہے کہ باوجود ان تینوں حملوں کے جو خون کرنے کے لئے تھے آتھم اور اُس کا داماد جو اکسٹرا اسسٹنٹ تھا۔ اور اس کی تمام جماعت چُپ بیٹھی رہتی اور حملہ کرنے والوں کا کوئی

بھی تدارک نہ کراتی اور کم سے کم اتنا بھی نہ کرتی کہ اخباروں میں چھپوا کر ایک شور ڈال دیتی
اور اگر نہایت نرمی کرتی تو سرکار سے باضابطہ میری ضمانت سنگین طلب کرواتی۔ کیا کوئی دل قبول
کریگا کہ میری طرف سے تین حملے ہوں اور آتھم اور اس کی جماعت سب کے سب چُپ رہیں۔
بات تک باہر نہ نکلے؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے خاص کر جس حالت میں میرے
حملوں کا ثبوت میری پیشگوئیوں کی ساری قلعی کھولتا تھا اور عیسائیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوتی
تھی۔ پس آتھم نے یہ جھوٹے الزام اسی لئے لگائے کہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر اس کا خائف
اور ہراساں ہونا ہر ایک پر کھُل گیا تھا۔ وہ مارے خوف مرا جاتا تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ
آثار خوف اُس پر اس طرح ظاہر ہوئے ہوں جیسا کہ یُونس کی قوم پر ظاہر ہوئے تھے۔ غرض اُس
نے الہامی شرط سے فائدہ اُٹھایا مگر دُنیا سے محبت کرکے گواہی کو پوشیدہ رکھا اور قسم نہ کھائی
اور نالش نہ کرنے سے ظاہر بھی کر دیا کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کے خوف اور اسلامی عظمت سے ڈرتا
رہا۔ لہٰذا وہ اخفائے شہادت کے بعد دوسرے الہام کے موافق جلد تر فوت ہو گیا۔ بہرحال یہ مقدمہ
کہ جو اس خوش قسمت اور نیک فطرت بزرگ کا مقدمہ ہے آتھم کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے
اور اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا کو معاف کرے اور اس سے راضی ہو
مَیں اس سے راضی ہوں اور اس کو معافی دیتا ہوں۔ چاہیئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک شخص
اس کے حق میں دُعائے خیر کرے۔ اَللّٰھم احفظہ من البلایا والآفات۔ اللّٰھم اعصمہ
من المکروھات۔ اللّٰھم ارحمہ وانت خیر الراحمین۔ آمین ثم آمین ٭

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ نومبر ۱۸۹۷ء

(یہ اشتہار ایام الصلح اردو طبع اول کے صفحہ ۸۵ سے ۹۲ تک ہے۔ المرتب)

مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد سوم

(از ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۸ء)

الناشر

الشركة الاسلامية لمیٹڈ ربوہ

فہرست مضامین مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۳) جلد سوم

(مرتبہ: مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری)

نوٹ:۔ اشتہارات کے بعض نمبر غلط دیئے گئے ہیں۔ انکی تصحیح کرلی جائے

صفحہ		نمبر اشتہار
ص۱۰۸	نمبر اشتہار	۲۰۱
ص۱۵۱	" "	۲۰۸
ص۵۲۵	" "	۲۶۰
ص۵۶۱	" "	۲۷۱
ص۵۶۲	" "	۲۷۲
ص۵۶۸	" "	۲۷۳
ص۵۷۴	" "	۲۷۵

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مجموعہ اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۱۸۱)

اشتہار ضروری الاظہار

چونکہ بعض احباب چندہ مدرسہ میرے نام بغیر ذکر مدرسہ یوں ہی روانہ فرماتے ہیں اور پھر کسی دوسرے وقت اس اطلاع دہی کے لئے اُن کا خط آتا ہے جبکہ وہ اُن کا روپیہ ہمارے کاموں میں خرچ بھی ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں خواہ نخواہ کی ایک تکلیف ہوتی ہے لہٰذا تمام احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ انتظام چندہ مدرسہ الگ قرار پایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں اخویم میر ناصر نواب صاحب محاسب روپیہ قرار پائے ہیں اور روپیہ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کے پاس جمع ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ آیندہ ایسا روپیہ میرے نام ہرگز روانہ نہ ہو بلکہ براہ راست مولوی صاحب موصوف کے نام روانہ فرمایا کریں اور اس میں بھی لکھ دیا کریں کہ یہ مدرسہ کا روپیہ ہے۔ یہ امر ضروری ہے جس کی پابندی ہر ایک

صاحب کو لازمی ہوگی۔

اس جگہ یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ کتاب البریہ چھپ کر طیار ہوگئی ہے قیمت اس کی ایک روپیہ چار آنہ ہے جو صاحب خریدنا چاہیں بذریعہ ویلیو پے ایبل منگوا سکتے ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

۱۰ فروری ۱۸۹۸ء

خاکسار میرزا غلام احمد عفی عنہ از قادیان

مطبع ضیاء الاسلام قادیان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۸۲)

جس شخص کے پاس یہ اشتہار پہنچے اس کو چاہیئے کہ وہ اور لوگوں کو دکھائے اور اس کی اشاعت میں کوشش کرے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ

طاعون

اس مرض نے جس قدر بمبئی اور دوسرے شہروں اور دیہات پر حملے کئے اور کر رہی ہے اُن کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ دو سال کے عرصہ میں ہزاروں بچے اس مرض سے یتیم ہوگئے اور ہزارہا گھر ویران ہوگئے۔ دوست اپنے دوستوں سے اور عزیز اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کے لئے جدا کئے

گئے اور ابھی استیصال نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں
کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کر کے لکھوکھہا روپیہ کا خرچ اپنے ذمہ ڈال لیا اور قواعد طبیہ کے
لحاظ سے جہانتک ممکن تھا ہدایتیں شائع کیں مگر اس مرض مہلک سے اب تک بکلی امن حاصل
نہیں ہوا بلکہ بمبئی میں ترقی پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ ملک پنجاب بھی خطرہ میں ہے۔ ہر ایک کو
چاہیئے کہ اس وقت اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو
کیونکہ وہ شخص انسان نہیں جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ اور یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ
گورنمنٹ کی تدبیروں اور ہدایتوں کو بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ غور سے معلوم ہوگا کہ
اس بارے میں گورنمنٹ کی تمام ہدایتیں نہایت احسن تدبیر پر مبنی ہیں گو ممکن ہے کہ آئندہ اس
سے بھی بہتر تدابیر پیدا ہوں مگر ابھی نہ ہمارے ہاتھ میں نہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ڈاکٹری اصول
کے لحاظ سے کوئی ایسی تدبیر ہے کہ جو شائع کردہ تدابیر سے عمدہ اور بہتر ہو۔

بعض اخبار والوں نے گورنمنٹ کی تدابیر پر بہت کچھ جرح کیا مگر سوال تو یہ ہے کہ ان
تدابیر سے بہتر کونسی تدبیر پیش کی۔ بیشک اس ملک کے شرفاء اور پردہ داروں پر یہ امر بہت کچھ
گراں ہوگا کہ جس گھر میں بلا طاعون نازل ہو تو گو بیمار مریض کوئی پردہ دار جوان عورت ہی ہو تب
بھی فی الفور وہ گھر والوں سے الگ کر کے ایک علیحدہ ہوا دار مکان میں رکھا جائے جو اس شہر یا
گاؤں کے بیماروں کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہو اور اگر کوئی بچہ ہی ہو تو اس سے
بھی یہی معاملہ کیا جائے اور باقی گھر والے بھی کسی ہوادار میدان میں چھپروں میں رکھے جائیں لیکن
گورنمنٹ نے یہ ہدایت بھی تو شائع کی ہے کہ اگر اس بیمار کے تعہد کے لئے ایک دو قریبی اس
کے اسی مکان میں رہنا چاہیں تو وہ رہ سکتے ہیں۔ پس اس سے زیادہ گورنمنٹ اور کیا تدبیر
کر سکتی تھی کہ چند آدمیوں کو ساتھ رہنے کی اجازت بھی دے دی۔ اور اگر یہ شکایت ہو کہ کیوں
اس گھر سے نکالا جاتا ہے اور باہر جنگل میں رکھا جاتا ہے تو یہ احمقانہ شکوہ ہے۔ میں یقیناً اس
بات کو سمجھتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ ایسے خطرناک امراض میں مداخلت بھی نہ کرے تو خود ہر ایک

انسان کا اپنا وہم وہی کام اس سے کرائے گا جس کام کو گورنمنٹ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ مثلاً ایک گھر میں جب طاعون سے مرنا شروع ہو تو دو تین موتوں کے بعد گھر والوں کو ضرور فکر پڑیگا کہ اس منحوس گھر سے جلد نکلنا چاہیئے اور پھر فرض کرو کہ وہ اس گھر سے نکل کر محلہ کے کسی اور گھر میں آباد ہوں گے اور پھر اس میں بھی یہی آفت دیکھیں گے تب ناچار اُن کو اُس شہر سے علیحدہ ہونا پڑے گا مگر یہ تو شرعاً بھی منع ہے کہ وبا کے شہر کا آدمی کسی دوسرے شہر میں جا کر آباد ہو یا بہ تبدیل الفاظ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا قانون بھی کسی دوسرے شہر میں جانے سے روکتا ہے تو اس صورت میں بجُز اس تدبیر کے جو گورنمنٹ نے پیش کی ہے کہ اُسی شہر کے کسی میدان میں وہ لوگ رکھے جائیں اَور کونسی نئی اور عمدہ تدبیر ہے جو ہم نعوذ باللہ اس خوفناک وقت میں اپنی آزادگی کی حالت میں اختیار کر سکتے ہیں۔ پس نہایت افسوس ہے کہ نیکی کے عوض بدی کی جاتی ہے اور ناحق گورنمنٹ کی ہدایتوں کو بدگمانی سے دیکھا جاتا ہے۔ ہاں یہ ہم کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں ڈاکٹروں اور دوسرے افسروں کو جو ان خدمات پر مقرر ہوں نہایت درجہ کے اخلاق سے کام لینا چاہیئے اور ایسی حکمت عملی ہو کہ پردہ داری وغیرہ امور کے بارے میں کوئی شکایت بھی نہ ہو اور ہدایتوں پر عمل بھی ہو جائے۔ اور مناسب ہوگا کہ بجائے اس کے کہ حکومت اور رعب سے کام لیا جائے ہدایتوں کے فوائد دلوں میں بٹھائے جائیں تا بدگمانیاں پیدا نہ ہوں۔ اور مناسب ہے کہ بعض خوش اخلاق ڈاکٹر واعظوں کی طرح مرض پھیلنے سے پہلے دیہات اور شہروں کا دورہ کر کے گورنمنٹ کے مشفقانہ منشاء کو دلوں میں جما دیں تا اس نازک امر میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

واضح رہے کہ اس مرض کی اصل حقیقت ابھی تک کامل طور پر معلوم نہیں ہوئی اس لئے اس کی تدابیر اور معالجات میں بھی اب تک کوئی کامیابی معلوم نہیں ہوئی۔ مجھے ایک رُوحانی طریق سے معلوم ہوا ہے کہ اس مرض اور مرض خارش کا مادہ ایک ہی ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ غالباً یہ بات صحیح ہوگی کیونکہ مرض جرب یعنے خارش میں ایسی دوائیں مفید پڑتی ہیں جن میں کچھ پارہ کا جزو ہو یا گندھک کی آمیزش ہو اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی دوائیں اس مرض کے لئے بھی مفید

ہو سکیں۔ اور جبکہ دونوں مرضوں کا مادہ ایک ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ خارش کے پیدا ہونے سے اس مرض میں کمی پیدا ہو جائے۔ یہ رُوحانی قواعد کا ایک راز ہے جس سے مَیں نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اگر تجربہ کرنے والے اس امر کی طرف توجہ کریں اور ٹیکہ لگانے والوں کی طرح بطور حفظ ماتقدّم ایسے مُلک کے لوگوں میں جو خطرہ طاعُون میں ہوں خارش کی مرض پھیلادیں تو میرے گمان میں ہے کہ وہ مادہ اس راہ سے تحلیل پا جائے اور طاعون سے امن رہے۔ مگر حکومت اور ڈاکٹروں کی توجہ بھی خدا تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے۔ مَیں نے محض ہمدردی کی راہ سے اس امر کو لکھ دیا ہے کیونکہ میرے دل میں یہ خیال ایسے زور کے ساتھ پیدا ہوا جس کو مَیں روک نہیں سکا۔

اور ایک اَور ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے۔ اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ رُوحانیت سے بے بہرہ ہیں اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھینگے مگر میرا فرض ہے کہ مَیں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو ۶ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ مَیں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب مُلک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اُس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو مَیں نے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ اِنَّہٗ اَوَی الْقَرْیَۃَ* یعنی جب تک دلوں کی وبا معصیت دُور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دُور نہیں ہوگی۔ اور درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ مُلک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی [illegible] ہو گئی

* یہ فقرہ کہ اِنَّہٗ اَوَی الْقَرْیَۃَ۔ اب تک اس کے معنے ہم پر نہیں کھلے اور دیا عام وبا پر دلالت کرتی ہے مگر بطور تقدیر معلّق۔ منہ

کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے۔ اکثر دلوں سے اللہ جلّ شانہٗ کا خوف اُٹھ گیا ہے اور وباؤں کو ایک
معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دُور ہو سکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری
سے ہو رہے ہیں۔ اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے۔ وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اُن میں سے
جو غریب اور مفلس ہیں اکثر اُن میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے
جاتے ہیں جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خبیث اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتے
ہیں اور وحشیوں کی طرح گندگی بسر کرتے ہیں۔ نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک مُنہ بھی نہیں دھوتے
اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نوّاب یا بڑے بڑے تاجر اور
زمیندار اور ٹھیکہ دار اور دولت مند ہیں وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور
زناکاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی اُن کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور
دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی میں نے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلّق ہے
اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترکِ معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک
تبدیلی سے دُور ہو سکتی ہے۔ لہٰذا تمام بندگانِ خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچّے دل سے نیک
چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔
مسلمانوں کو چاہیئے کہ سچّے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام بجا لاویں، نماز کے پابند ہوں، ہر ایک
فسق و فجور سے پرہیز کریں، توبہ کریں اور نیک بختی اور خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول
ہوں، غریبوں اور ہمسایوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک
سلوک کریں اور صدقہ و خیرات دیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور نماز میں اِس بلا
سے محفوظ رہنے کے لئے رو رو کر دُعا کریں پچھلی رات اُٹھیں اور نماز میں دُعائیں کریں۔ غرض
ہر قسم کے نیک کام بجا لاویں اور ہر قسم کے ظُلم سے بچیں اور اُس خدا سے ڈریں جو اپنے غضب
سے ایک دم میں ہی دُنیا کو ہلاک کر سکتا ہے۔

میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دُعا اور صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹل سکتی ہے اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں۔ یہ بھی مناسب ہے کہ جو کچھ اس بارے میں گورنمنٹ کی طرف سے ہدایتیں شائع ہوئی ہیں خواہ نخواہ اُن کو بدظنی سے نہ دیکھیں بلکہ گورنمنٹ کو اس کاروبار میں مدد دیں اور اس کے شکرگذار ہوں کیونکہ سچ یہی ہے کہ یہ تمام ہدایتیں محض رعایا کے فائدہ کے لئے تجویز ہوئی ہیں۔ اور ایک قسم کی مدد یہ بھی ہے کہ نیک چلنی اور نیک بختی اختیار کر کے اس بلا کے دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے دُعائیں کریں تا یہ بلا ٹل جائے یا اس حد تک نہ پہنچے کہ اس مُلک کو فنا کر دیوے۔ یاد رکھو کہ سخت خطرہ کے دن ہیں اور بلا دروازہ پر ہے۔ نیکی اختیار کرو اور نیک کام بجا لاؤ۔ خدا تعالیٰ بہت حلیم ہے لیکن اس کا غضب بھی کھا جانے والی آگ ہے اور نیک کو خدا تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔

بترسید از خدائے بے نیاز و سخت قہارے ۔۔۔ نمی دانم کہ بد بیند خدا ترسے نکوکارے
مرا باور نمی آید کہ رسوا گردد آں مردے ۔۔۔ کہ می ترسد ازاں یارے کہ غفار ست و ستارے
گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے ۔۔۔ ز دُنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے
خور تاباں سیہ گشت ست از بدکاری مردم ۔۔۔ زمیں طاعوں ہمی آرد پئے تخویف و انذارے
بتشویش قیامت ماند ایں تشویش گر بینی ۔۔۔ علاجے نیست بہر دفع آں جز حُسن کردارے
نشاید تافتن سرزاں جناب عزت و غیرت ۔۔۔ کہ گر خواہد کشد در یکدمے چوں کرم بیکارے
من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن بارے ۔۔۔ خرد از بہر ایں روز ست اے دانا و ہشیارے

راقم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

۶ فروری ۱۸۹۸ء

مطبع گلزار محمدی پریس لاہور بازار کشمیری

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے چار صفحوں پر ہے)

یہ معروضہ ہے جس کا ترجمہ انگریزی بحضور نواب لفٹینٹ گورنر بہادر بالقابہ روانہ کیا گیا ہے

(امید رکھتا ہوں کہ اس درخواست کو جو میرے اور میری جماعت
کے حالات پر مشتمل ہے غور اور توجہ سے پڑھا جائے)

بحضور نواب لفٹینٹ گورنر بہادر دام اقبالہٗ

چونکہ مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ جس کا پیشوا اور امام اور پیر یہ راقم ہے پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلتا جاتا ہے اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذب اور معزز عہدہ دار اور نیک نام رئیس اور تاجر پنجاب اور ہندوستان کے اس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے نو تعلیم یاب جیسے بی اے اور ایم اے اس فرقہ میں داخل ہیں اور داخل ہو رہے ہیں اور یہ ایک گروہ کثیر ہو گیا ہے جو اس ملک میں روز بروز ترقی کر رہا ہے اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس فرقہ جدیدہ اور نیز اپنے تمام حالات سے جو اس فرقہ کا پیشوا ہوں حضور لفٹننٹ گورنر بہادر کو آگاہ کروں۔ اور یہ ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ ہر ایک فرقہ جو ایک نئی صورت سے پیدا ہوتا ہے گورنمنٹ کو حاجت پڑتی ہے کہ اس کے اندرونی حالات دریافت کرے اور بسا اوقات ایسے نئے فرقہ کے دشمن اور خود غرض جن کی عداوت اور مخالفت ہر ایک نئے فرقہ کے لئے ضروری ہے گورنمنٹ میں خلاف واقعہ خبریں پہنچاتے ہیں اور مفتریانہ مخبریوں سے گورنمنٹ کو پریشانی میں ڈالتے ہیں۔ پس چونکہ گورنمنٹ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ایسی مخبریوں کی کثرت کی وجہ سے کسی قدر بدظنی پیدا کرے یا بدظنی کی طرف مائل ہو جائے۔ لہٰذا گورنمنٹ عالیہ

کی اطلاع کے لئے چند ضروری امور ذیل میں لکھتا ہوں

(۱) سب سے پہلے مَیں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ مَیں ایک ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدّت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اوّل درجہ پر سرکار دولت مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے چنانچہ صاحب چیف کمشنر بہادر پنجاب کی چٹھی نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء میں یہ مفصّل بیان ہے کہ میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان کیسے سرکار انگریزی کے سچے وفادار اور نیکنام رئیس تھے اور کس طرح اُن سے ۱۸۵۷ء میں رفاقت اور خیر خواہی اور مدد دہی سرکار دولت مدار انگلشیہ ظہور میں آئی اور کس طرح وہ ہمیشہ بدل ہوا خواہ سرکار رہے۔ گورنمنٹ عالیہ اس چٹھی کو اپنے دفتر سے نکال کر ملاحظہ کر سکتی ہے اور رابرٹ کسٹ صاحب کمشنر لاہور نے بھی اپنے مراسلہ میں جو میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰے کے نام ہے چٹھی مذکورہ بالا کا حوالہ دیا ہے جس کو مَیں ذیل میں لکھتا ہوں۔

"تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان بعافیت باشند ازانجاکہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء ازجانب آپ کے رفاقت و خیر خواہی و مدد دہی سرکار دولت مدار انگلشیہ درباب نگاہداشت سواران و بہمرسانی اسپان بخوبی بمنصۂ ظہور پہونچی اور شروع مفسدہ سے آجتک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا لہٰذا بجلدوی اس خیر خواہی اور خیر سگالی کے خلعت مبلغ دو صد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار و نیکنامی و وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔ مرقومہ تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء"

اور اسی بارے میں ایک مراسلہ سر رابرٹ ایجرٹن صاحب فنانشل کمشنر بہادر کا میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر کے نام ہے جو کچھ عرصہ سے فوت ہو گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔

"مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ۔ آپ کا خط ۲ ماہ حال

کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپ کے والد
کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا۔ مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریزی کا اچھا خیرخواہ
اور وفادار رئیس تھا ہم آپ کے خاندانی لحاظ سے اسی طرح پر عزت کرینگے جس طرح
تمہارے باپ وفادار کی کی جاتی تھی۔ ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان
کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہے گا۔ المرقوم ۲۹ جون ۱۸۷۶ء"

اسی طرح اور بھی چٹھیات انگریزی اعلیٰ افسروں کی ہیں جن کو کئی مرتبہ شائع کر چکا ہوں۔ چنانچہ
ولسن صاحب کمشنر لاہور کی چٹھی مرقومہ ۱۱ جون ۱۸۴۹ء میں میرے والد صاحب کو یہ لکھا ہے۔

"ہم خوب جانتے ہیں کہ بلاشک آپ اور آپ کا خاندان ابتداء دخل اور حکومت سرکار
انگریزی سے جان نثار اور وفا کیش اور ثابت قدم رہے ہیں اور آپ کے حقوق واقعی
قابل قدر ہیں اور آپ بہر نہج تسلی رکھیں کہ سرکار انگریزی آپ کے حقوق اور آپ
کی خاندانی خدمات کو ہرگز فراموش نہیں کرے گی اور مناسب موقعوں پر آپ کے
حقوق اور خدمات پر غور اور توجہ کی جائے گی"

اور سر لیپل گریفن صاحب نے اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہمارے خاندان کا
ذکر کر کے میرے بھائی مرزا غلام قادر کی خدمات کا خاص کر کے ذکر کیا ہے جو اُن سے تمو
کے پُل پر باغیوں کی سرزنش کے لئے ظہور میں آئیں۔

ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب اور میرا خاندان ابتداء سے سرکار
انگریزی کے بدل و جان خیرخواہ اور وفادار رہے ہیں اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز
افسروں نے مان لیا ہے کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیرخواہ سرکار انگریزی ہے۔ اور اس بات
کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اُن کرسی نشین رئیسوں
میں سے تھے کہ جو ہمیشہ گورنری دربار میں عزت کے ساتھ بلائے جاتے تھے اور تمام زندگی
اُن کی گورنمنٹ عالیہ کی خیرخواہی میں بسر ہوئی۔

(۲) دوسرا امر قابل گذارش یہ ہے کہ مَیں ابتدائی عُمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عُمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبّت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور اُن کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دُور کروں جو اُن کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ اور اس ارادہ اور قصد کی اوّل وجہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بصیرت بخشی اور اپنے پاس سے مجھے ہدایت فرمائی کہ تا مَیں اُن وحشیانہ خیالات کو سخت نفرت اور بیزاری سے دیکھوں جو بعض نادان مسلمانوں کے دلوں میں مخفی تھے جن کی وجہ سے وہ نہایت بیوقوفی سے اپنی گورنمنٹ مُحسنہ کے ساتھ ایسے طور سے صاف دل اور سچے خیر خواہ نہیں ہو سکتے تھے جو صاف دلی اور خیر خواہی کی شرط ہے بلکہ بعض جاہل مُلّاؤں کے ورغلانے کی وجہ سے شرائط اطاعت اور وفاداری کا پُورا جوش نہیں رکھتے تھے۔ سو مَیں نے نہ کسی بناوٹ اور ریاکاری سے بلکہ محض اس اعتقاد کی تحریک سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں ہے بڑے زور سے بار بار اس بات کو مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ اُن کو گورنمنٹ برطانیہ کی جو درحقیقت اُن کی مُحسن ہے سچی اطاعت اختیار کرنی چاہیئے اور وفاداری کے ساتھ اُس کی شکرگذاری کرنی چاہیئے ورنہ خدا تعالیٰ کے گنہگار ہوں گے۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

اور مَیں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جُھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایسی کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہزارہا روپیہ خرچ کیا گیا مگر باایں ہمہ میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں کیونکہ مَیں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش

لئے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا اور درحقیقت وجود سلطنت انگلشیہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہمارے لئے ایک نعمت تھی جو مدّت دراز کی تکلیفات کے بعد ہم کو ملی اس لئے ہمارا فرض تھا کہ اس نعمت کا بار بار اظہار کریں۔ ہمارا خاندان سکھوں کے ایّام میں ایک سخت عذاب میں تھا اور نہ صرف یہی تھا کہ انہوں نے ظلم سے ہماری ریاست کو تباہ کیا اور ہمارے صدہا دیہات اپنے قبضہ میں کئے بلکہ ہماری اور تمام پنجاب کے مسلمانوں کی دینی آزادی کو بھی روک دیا ایک مسلمان کو بانگ نماز پر بھی مارے جانے کا اندیشہ تھا چہ جائیکہ اور رسوم عبادت آزادی سے بجا لا سکتے۔ پس یہ اس گورنمنٹ محسنہ کا ہی احسان تھا کہ ہم نے اس جلتے ہوئے تنور سے خلاصی پائی اور خدا تعالیٰ نے ایک ابر رحمت کی طرح اس گورنمنٹ کو ہمارے آرام کے لئے بھیج دیا پھر کس قدر بدذاتی ہوگی کہ ہم اس نعمت کا شکر بجا نہ لاویں۔ اس نعمت کی عظمت تو ہمارے دل اور جان اور رگ و ریشہ میں منقوش ہے اور ہمارے بزرگ ہمیشہ اس راہ میں اپنی جان دینے کے لئے طیار رہے۔ پھر نعوذ باللہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنے دلوں میں مفسدانہ ارادے رکھیں۔ ہمارے پاس تو وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے ہم اس آرام اور راحت کا ذکر کر سکیں جو اس گورنمنٹ سے ہم کو حاصل ہوئی۔ ہماری تو یہی دُعا ہے کہ خدا اس گورنمنٹ مُحسنہ کو جزاء خیر دے اور اس سے نیکی کرے جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی کی۔ یہی وجہ ہے کہ میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی رُوح کے جوش سے اس بات میں مصروف رہے کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اس کی اطاعت کی فرضیت کو دلوں میں جما دیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اٹھارہ برس سے ایسی کتابوں کی تالیف میں مشغول ہوں کہ جو مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی محبت اور اطاعت کی طرف مائل کر رہے ہیں گو اکثر جاہل مولوی ہماری اس طرز اور رفتار اور ان خیالات سے سخت ناراض ہیں اور اندر ہی اندر جلتے اور دانت پیستے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ اسلام کی اس اخلاقی تعلیم سے بھی بے خبر ہیں جس میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص انسان کا شکر نہ کرے وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا یعنے اپنے مُحسن کا شکر کرنا ایسا فرض ہے جیسا کہ خدا کا۔

یہ تو ہمارا عقیدہ ہے مگر افسوس کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس لمبے سلسلہ اٹھارہ برس کی تالیفات کو جن میں بہت سی پُر زور تقریریں اطاعت گورنمنٹ کے بارے میں ہیں کبھی ہماری گورنمنٹ مُحسنہ نے توجہ سے نہیں دیکھا اور کئی مرتبہ میں نے یاد دلایا مگر اُس کا اثر محسُوس نہیں ہوا۔ لہٰذا میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ مفصلہ ذیل کتابوں اور اشتہاروں کو توجہ سے دیکھا جائے اور وہ مقامات پڑھے جائیں جن کے نمبر صفحات میں نے ذیل میں لکھ دیئے ہیں۔

نمبر	نام کتاب یا اشتہار	تاریخ طبع	نمبر صفحات
۱	براہین احمدیہ حصہ سوم	سنہ ۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	سنہ ۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	نوٹس درباره توسیع دفعہ ۲۹۸ درکتاب آریہ دھرم	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس درباره ایضاً ایضاً	ایضاً	تمام اشتہار ہر چہار صفحہ آخر کتاب
۵	درخواست درباره ایضاً ایضاً	ایضاً	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط درباره ایضاً	۲۲ اکتوبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک تمام علیحدہ اشتہار
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸	اعلان درکتاب نُورالحق	سنہ ۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک
۹	گورنمنٹ کی توجہ کے لائق۔ درکتاب شہادۃ القرآن	۱۷ ستمبر ۱۸۹۳ء	الف سے ح تک آخر کتاب
۱۰	نورالحق حصہ دوم	سنہ ۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	ستر الخلافہ	سنہ ۱۳۱۲ھ	۷۱ سے ۷۳ تک
۱۲	اتمام الحجہ	سنہ ۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامۃ البشریٰ	ایضاً	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵ مئی ۱۸۹۷ء	تمام کتاب

۱۵	ست بچن	نومبر ۱۸۹۵ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی ۱۸۹۷ء	صفحہ ۷۲
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کے لئے	۲۷ر فروری ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یکطرفہ
۲۰	اشتہار درباره سفیر سلطان رُوم	۲۴ر مئی ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب بر جشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳ر جون ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷ر جون ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ اخبار چودھویں صدی والہ	۲۵ر جون ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰ر دسمبر ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

ان کتابوں کے دیکھنے کے بعد ہر ایک شخص اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ جو شخص برابر اٹھارہ برس سے ایسے جوش سے کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں گورنمنٹ انگلشیہ کی تائید میں ایسے پُر زور مضمون لکھ رہا ہے اور اُن مضمونوں کو نہ صرف انگریزی عملداری میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شائع کر رہا ہے کیا اس کے حق میں گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اس گورنمنٹ مُحسنہ کا خیر خواہ نہیں؟ گورنمنٹ متوجہ ہو کر سوچے کہ یہ مسلسل کارروائی جو مسلمانوں کو اطاعت گورنمنٹ برطانیہ پر آمادہ کرنے کے لئے برابر اٹھارہ برس سے ہو رہی ہے اور غیر ملکوں کے لوگوں کو بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ ہم کیسے امن اور آزادی سے زیر سایہ گورنمنٹ برطانیہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ کارروائی کیوں اور کس غرض سے ہے اور غیر ملک کے لوگوں تک ایسی کتابیں اور ایسے اشتہارات کے پہنچانے سے کیا مدعا تھا؟ گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان

میں موجود ہے ہر ایک طور کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا۔ اس تکفیر اور ایذا کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکر گذاری کے لئے ہزارہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلادِ عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں، یہ باتیں بے ثبوت نہیں۔ اگر گورنمنٹ توجہ فرماوے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعوی سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اوّل درجہ کا وفادار اور جان نثار یہی نیا فرقہ ہے جس کے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لئے خطرناک نہیں۔ ہاں اس بات کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ میں نے بہت سی مذہبی کتابیں تالیف کر کے عملی طور پر اس بات کو بھی دکھلایا ہے کہ ہم لوگ سکھوں کے عہد میں کیسے مذہبی امور میں مجبور کئے گئے اور فرائض دعوت دین اور تائید اسلام سے روکے گئے تھے اور پھر اس گورنمنٹ محسنہ کے وقت میں کس قدر مذہبی آزادی بھی ہمیں حاصل ہوئی کہ ہم پادریوں کے مقابل پر بھی جو گورنمنٹ کی قوم میں داخل ہیں پورے زور سے اپنی حقانیت کے دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسی کتابوں کی تالیف سے جو پادریوں کے مذہب کے رد میں لکھی جاتی ہیں گورنمنٹ کے عادلانہ اصولوں کا اعلیٰ نمونہ لوگوں کو ملتا ہے اور غیر ملکوں کے لوگ خاص کر اسلامی بلاد کے نیک فطرت جب ایسی کتابوں کو دیکھتے ہیں جو ہمارے ملک سے اُن ملکوں میں جاتی ہیں تو اُن کو اس گورنمنٹ سے نہایت اُنس پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ گورنمنٹ در پردہ مسلمان ہے۔ اور اس طرح پر ہماری قلموں کے ذریعہ سے گورنمنٹ ہزاروں دلوں کو فتح کرتی جاتی ہے۔

دیسی پادریوں کے نہایت دل آزار حملے اور توہین آمیز کتابیں درحقیقت ایسی تھیں کہ اگر آزادی کے ساتھ اُن کی مدافعت نہ کی جاتی اور ان کے سخت کلمات کے عوض میں کسی قدر مہذبانہ سختی استعمال میں نہ آتی تو بعض جاہل جو جلد تر بدگمانی کی طرف جھک جاتے ہیں

شاید یہ خیال کرتے کہ گورنمنٹ کو پادریوں کی خاص رعایت ہے مگر اب ایسا خیال کوئی نہیں کر سکتا
اور بالمقابل کتابوں کے شائع ہونے سے وہ اشتعال جو پادریوں کی سخت تحریروں سے پیدا
ہونا ممکن تھا اندر ہی اندر دب گیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ نے ہر ایک
مذہب کے پیرو کو اپنے مذہب کی تائید میں عام آزادی دی ہے جس سے ہر ایک فرقہ برابر فائدہ
اُٹھا سکتا ہے۔ پادریوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ غرض ہماری بالمقابل تحریروں سے گورنمنٹ
کے پاک ارادوں اور نیک نیتی کا لوگوں کو تجربہ ہو گیا اور اب ہزارہا آدمی انشراح صدر سے
اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ درحقیقت یہ اعلیٰ خوبی اس گورنمنٹ کو حاصل ہے کہ اُس
نے مذہبی تحریرات میں پادریوں کا ذرہ پاس نہیں کیا اور اپنی رعایا کو حق آزادی برابر طور
پہنچایا ہے۔

مگر تاہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض ہے کہ اس قدر آزادی
کا بعض دلوں پر اچھا اثر محسوس نہیں ہوتا اور سخت الفاظ کی وجہ سے قوموں میں تفرقہ اور نفاق
اور بغض بڑھتا جاتا ہے اور اخلاقی حالات پر بھی اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً حال میں جو اسی
ملک میں پادری صاحبوں کی طرف سے مشن پریس گوجرانوالہ میں اسلام کے رد میں ایک
کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام یہ رکھا ہے "اُمہات المومنین یعنی دربار مصطفائی
کے اسرار"* وہ ایک تازہ زخم مسلمانوں کے دلوں کو پہنچانے والی ہے اور یہ نام ہی کافی
ثبوت اس تازہ زخم کا ہے اور اس میں اشتعال دہی کے طور پر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کو گالیاں دی ہیں اور نہایت دلآزار کلمے استعمال کئے ہیں۔ مثلاً اس کے صفحہ ۵۵ سطر ۲۱
میں یہ عبارت ہے "ہم تو یہی کہتے ہیں کہ محمد صاحب نے خدا پر بہتان باندھا زنا کیا
اور اس کو حکم خدا بتلایا" ایسے کلمات کس قدر مسلمانوں کے دلوں کو دُکھائیں گے کہ اُن کے
بزرگ اور مقدس نبی کو صاف اور صریح لفظوں میں زانی ٹھہرایا اور پھر دل دُکھانے کے لئے

* اس کتاب کو پرسوتم داس عیسائی نے گوجرانوالہ مشن طور پریس سے شائع کیا ہے۔

ہزار کاپی اس کتاب کی مسلمانوں کی طرف مفت روانہ کی گئی ہے۔ چنانچہ آج ہی کی تاریخ جو ۱۵ فروری ۱۸۹۸ء ہے ایک جلد مجھ کو بھی بھیج دی ہے* حالانکہ میں نے طلب نہیں کی اور اس کتاب میں یعنے صفحہ ۵ میں لکھ بھی دیا ہے کہ "اس کتاب کی ایک ہزار جلدیں مفت بصیغہ ڈاک ایک ہزار مسلمانوں کی نذر کرتے ہیں" اب ظاہر ہے کہ جب ایک ہزار مسلمان کو خواہ نخواہ یہ کتاب بھیج کر اُن کا دل دُکھایا گیا تو کس قدر نقض امن کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ پہلی تحریر ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی پادری صاحبوں نے بار بار بہت سی فتنہ انگیز تحریریں شائع کی ہیں اور بے خبر مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے وہ کتابیں اکثر مسلمانوں میں تقسیم کی ہیں جن کا ایک ذخیرہ میرے پاس بھی موجود ہے جن میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بدکار۔ زانی۔ شیطان۔ ڈاکو۔ لٹیرا۔ دغاباز۔ دجّال وغیرہ دلآزار ناموں سے یاد کیا ہے۔ اور گو ہماری گورنمنٹ مُحسنہ اس بات سے روکتی نہیں کہ مسلمان بالمقابل جواب دیں لیکن اسلام کا مذہب مسلمانوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی مقبول القوم نبی کو بُرا کہیں بالخصوص حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی نسبت جو پاک اعتقاد عام مسلمان رکھتے ہیں اور جس قدر محبت اور تعظیم سے اُن کو دیکھتے ہیں وہ ہماری گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرماوے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف اُن کتابوں کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلّم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلّم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرماوے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ قوموں میں صلحکاری

* ہمارے بہت سے معزز دوستوں کے بھی اس بارے میں خطوط پہنچے ہیں کہ اُن کو مفت بلا طلب کتاب بھیجی گئی ہے

پھیلانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لاوے اگر گورنمنٹ عالیہ میری اس درخواست کو منظور کرے تو مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ چند سال میں تمام قوموں کے کینے دُور ہو جائیں گے اور بجائے بُغض محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ کسی دوسرے قانون سے اگرچہ مجرموں سے تمام جیلخانے بھر جائیں مگر اس قانون کا اُن کی اخلاقی حالت پر نہایت ہی کم اثر پڑے گا۔

(۳) تیسرا امر جو قابل گذارش ہے یہ ہے کہ مَیں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے جس کا مَیں پیشوا اور امام ہوں گورنمنٹ کے لئے ہرگز خطرناک نہیں ہے اور اس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلحکاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی۔ جو ہدایتیں اس فرقہ کے لئے مَیں نے مرتب کی ہیں جن کو مَیں نے ہاتھ سے لکھ کر اور چھاپ کر ہر ایک مُرید کو دیا ہے کہ اُن کو اپنا دستور العمل رکھے۔ وہ ہدایتیں میرے اُس رسالہ میں مندرج ہیں جو ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء میں چھپ کر عام مُریدوں میں شائع ہوا ہے جس کا نام تکمیل تبلیغ مع شرائط بیعت ✽ ہے جس کی ایک کاپی اسی زمانہ میں گورنمنٹ میں بھی بھیجی گئی تھی۔ ان ہدایتوں کو پڑھ کر اور ایسا ہی دوسری ہدایتوں کو دیکھ کر جو وقتاً فوقتاً چھپ کر مُریدوں میں شائع ہوتی ہیں گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ کیسے امن بخش اصولوں کی

✽ ان شرائط میں سے چند شرطوں کی یہاں نقل کی جاتی ہے۔ شرط دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ شرط چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ شرط نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے اور کس طرح بار بار اُن کو تاکیدیں کی گئی ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع رہیں اور تمام بنی نوع کے ساتھ بلا امتیاز مذہب و ملت کے انصاف اور رحم اور ہمدردی سے پیش آویں۔ یہ سچ ہے کہ مَیں کسی ایسے مہدی ہاشمی قرشی خونی کا قائل نہیں ہوں جو دوسرے مسلمانوں کے اعتقاد میں بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور زمین کو کفار کے خون سے بھر دے گا مَیں ایسی حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتا اور محض ذخیرہ موضوعات جانتا ہوں۔ ہاں مَیں اپنے نفس کے لئے اس مسیح موعود کا ادعا کرتا ہوں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح غربت کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اور لڑائیوں اور جنگوں سے بیزار ہوگا اور نرمی اور صلحکاری اور امن کے ساتھ قوموں کو اس سچے ذوالجلال خدا کا چہرہ دکھائے گا جو اکثر قوموں سے چھپ گیا ہے۔ میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگجوئی اور فساد کا نہیں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مُرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ مَیں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے اصول پانچ ہیں اوّل یہ کہ خدا تعالٰے کو واحد لاشریک اور ہر ایک منقصت موت اور بیماری اور لاچاری اور درد اور دُکھ اور دوسری نالائق صفات سے پاک سمجھنا۔ دُوسرے یہ کہ خدا تعالٰی کے سلسلہ نبوت کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور نجات کی حقیقی راہ بتلانے والا حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو یقین رکھنا۔ تیسرے یہ کہ دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا اور خیالات غازیانہ اور جہاد اور جنگجوئی کو اس زمانہ کے لئے قطعی طور پر حرام اور ممتنع سمجھنا اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا۔ چوتھے یہ کہ اس گورنمنٹ محسنہ کی نسبت جس کے ہم زیر سایہ ہیں یعنے گورنمنٹ انگلشیہ کوئی مفسدانہ خیالات دل میں نہ لانا اور خلوص دل سے اس کی

٭ اس جہاد کے برخلاف نہایت سرگرمی سے میرے پیرو فاضل مولویوں نے ہزاروں آدمیوں کو تعلیم کی ہے اور کر رہے ہیں جس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ منہ

اطاعت میں مشغول رہنا۔ پانچویں یہ کہ بنی نوع سے ہمدردی کرنا اور حتی الوسع ہر ایک شخص کی دُنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے کوشش کرتے رہنا اور امن اور صلحکاری کا مؤید ہونا اور نیک اخلاق کو دُنیا میں پھیلانا۔ یہ پانچ اصول ہیں جن کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے اور میری جماعت جیسا کہ میں آگے بیان کروں گا جاہلوں اور وحشیوں کی جماعت نہیں ہے بلکہ اکثر اُن میں سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور علوم مروّجہ کے حاصل کرنے والے اور سرکاری معزز عہدوں پر سرافراز ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے چال چلن اور اخلاق فاضلہ میں بڑی ترقی کی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ تجربہ کے وقت سرکار انگریزی ان کو اوّل درجہ کے خیرخواہ پائے گی۔

(۴) چوتھی گذارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں اکثر اُن میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدّام اور احباب اور یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خوان اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا اُن کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجادہ نشینان غریب طبع۔ غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیکنامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہیں اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیئے ہیں۔ اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُن میں سے اپنے چند مُریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھ دوں۔

(۵) میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مُریدین روانہ کرتا ہوں ... یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض

صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں عنایت خاص کا مستحق ہوں۔ لیکن یہ سب امور گورنمنٹ عالیہ کی توجہات پر چھوڑ کر بالفعل ضروری استغاثہ یہ ہے کہ مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بداندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ اُن کی ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں پچاس سالہ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سر لیپل گرفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو میری اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں سب کی سب ضایع اور برباد نہ جائیں اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک قدیم وفادار اور خیرخواہ خاندان کی نسبت کوئی تکدّر خاطر اپنے دل میں پیدا کرے۔ اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا مُنہ بند کیا جائے کہ جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے جھوٹی مخبری پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکّے خیرخواہ اور خدمت گذار ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکّام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب

فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں تا ہر ایک شخص بوجہ ہماری آبرو ریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے۔ اب کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں۔

۱ خانصاحب نواب محمد علی خانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ جن کے خاندان کی خدمات گورنمنٹ عالیہ کو معلوم ہیں
۲ مولوی سید محمد عسکری خانصاحب رئیس کڑا ضلع الہ آباد پنشنر ڈپٹی کلکٹر و نائب مدار المہام ریاست بھوپال جن کی نمایاں خدمات پر سرکار سے لقب عطا ہوا اور چٹھیات خوشنودی ملیں۔
۳ مرزا خدا بخش صاحب اٹالیق سابق مترجم چیف کورٹ پنجاب حال تحصیلدار علاقہ نواب محمد علیخانصاحب ریاست مالیر کوٹلہ
۴ منشی نبی بخش صاحب سب ہیڈ دفتر اگزیمینر ریلوے لاہور
۵ بابو عبد الرحمٰن صاحب کلرک دفتر لوکو محکمہ ریلوے لاہور
۶ مولوی سید تفضل حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر علیگڈھ ضلع فرخ آباد
۷ میاں چراغ الدین صاحب پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ پنجاب رئیس لاہور
۸ قاضی غلام مرتضیٰ صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ مظفر گڈھ
۹ منشی عبد العزیز صاحب ملازم محکمہ بندوبست ضلع گورداسپور
۱۰ ڈاکٹر سید منصب علی صاحب پنشنر الہ آباد
۱۱ منشی حمید الدین صاحب ملازم محکمہ پولیس ضلع لدھیانہ
۱۲ منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ محکمہ ریلوے لاہور
۱۳ بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر سپرنٹنڈنگ انجنیئر محکمہ انہار انبالہ
۱۴ ڈاکٹر بوڑے خانصاحب ایل ایم ایس انچارج شفاخانہ قصور
۱۵ محمد افضل خانصاحب
۱۶ گلمے خانصاحب
۱۷ امام بخش خانصاحب
(۱۵–۱۷) سواران رسالہ نمبر ۱۲ ترتیب ۸ جو اب سرحدی خدمات پر مامور ہیں۔
۱۸ خواجہ جمال الدین صاحب بی اے پرنسپل سری رنبیر کالج جموں
۱۹ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایل ایم ایس متعینہ خدمات خاص بندر عباس ملک ایران
۲۰ ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ایم بی اسسٹنٹ سول سرجن ریاست پٹیالہ
۲۱ ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب ایل ایم ایس سول سرجن چکرانہ متعینہ خدمات خاص
۲۲ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب متعینہ خدمات خاص مشرقی افریقہ
۲۳ منشی محمد علی صاحب صوفی ملازم دفتر ریلوے لاہور
۲۴ ماسٹر غلام محمد صاحب بی اے سیالکوٹ
۲۵ منشی قائم الدین صاحب بی اے سیالکوٹ
۲۶ منشی محمد اسمٰعیل صاحب نقشہ نویس کالکا ریلوے

۲۷ قاضی یوسف علی صاحب ملازم پولیس ریاست جیند
۲۸ میاں محمد خانصاحب ملازم ریاست کپورتھلہ
۲۹ منشی فیاض علی صاحب محرر ریاست ؍
۳۰ منشی گوہر علی صاحب سب پوسٹماسٹر جالندھر
۳۱ ڈاکٹر عبدالشکور صاحب سرسہ
۳۲ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پروفیسر اورینٹل کالج لاہور
۳۳ سید خصیلت علیشاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر ضلع گوجرانوالہ
۳۴ میاں محمد نواب خانصاحب تحصیلدار جہلم
۳۵ میاں عبداللہ صاحب پٹواری ریاست پٹیالہ
۳۶ سید امیر علی شاہ صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ
۳۷ سید ناصر شاہ صاحب سب اوورسیر کشمیر
۳۸ پیرزادہ قمرالدین صاحب تحصیلدار راولپنڈی
۳۹ سید عبدالہادی صاحب اوورسیر ملٹری ورکس سولن
۴۰ ماسٹر قادر بخش صاحب مدرس لدھیانہ
۴۱ منشی عزیز اللہ صاحب پوسٹماسٹر نادون ضلع کانگڑہ
۴۲ سید رمضان علی صاحب پنشنر ڈپٹی انسپکٹر پولیس الہ آباد
۴۳ منشی گلاب الدین صاحب مدرس رہتاس ضلع جہلم
۴۴ منشی محمد نصیرالدین صاحب پیشکار ریونیو بورڈ ریاست
حیدرآباد دکن
۴۵ چودھری نبی بخش صاحب سارجنٹ پولیس سیالکوٹ
۴۶ حافظ محمد اسحٰق صاحب اوورسیر یوگنڈا ریلوے

۴۷ منشی احمد الدین صاحب نقشہ نویس ملٹری آفس پشاور
۴۸ محمد الدین صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ
۴۹ بابو غلام محمد صاحب سٹیشنری کلارک ریلوے آفس لاہور
۵۰ منشی عطا محمد صاحب اوورسیر فیلڈ فورسٹ فرانٹیر
۵۱ بابو غلام محی الدین صاحب گڈز کلرک پھلور
۵۲ بابو نور احمد صاحب سٹیشن ماسٹر ٹانی پور
۵۳ منشی نورالدین صاحب ڈرافٹس مین گوجرانوالہ
۵۴ بابو چراغدین صاحب سٹیشن ماسٹر لیتہ
۵۵ مرزا غلام رسول صاحب ٹیلیگراف آفس کراچی
۵۶ مرزا امین بیگ صاحب سوار ریاست جے پور
۵۷ منشی عبدالرحمٰن صاحب ملازم ریاست کپورتھلہ
۵۸ مرزا کبیر بیگ صاحب سارجنٹ درجہ اوّل حصار
۵۹ سید جیون علی صاحب اکونٹنٹ محکمہ پولیس الہ آباد
۶۰ سید فرزند علی صاحب ملازم پولیس الہ آباد
۶۱ سید دلدار علی صاحب اکونٹنٹ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ
پولیس الہ آباد
۶۲ میاں عبدالقادر خانصاحب مدرس ضلع لدھیانہ
۶۳ مرزا نیاز بیگ صاحب پنشنر ضلعدار رئیس کلانور
۶۴ مولوی سلطان محمود صاحب اکونٹنٹ میلاپور مدراس
۶۵ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ملازم دفتر ضلع جھنگ
۶۶ منشی مولا بخش صاحب کلارک ریلوے لاہور

۶۷ بابو محمد فضل صاحب کلرک مساسہ لوگنڈار ریلوے
۶۸ منشی امداشن دین صاحب سٹیشن ماسٹر ڈنڈوت جہلم
۶۹ میاں کریم اللہ صاحب سارجنٹ پولیس جہلم
۷۰ حبیب اللہ صاحب مرحوم محافظ دفتر پولیس جہلم
۷۱ حافظ فضل احمد صاحب اگزمینر آفس لاہور
۷۲ منشی اروڑا صاحب نقشہ نویس مجسٹریٹ ریاست کپور تھلہ
۷۳ مولوی وزیر الدین صاحب مدرس کانگڑہ
۷۴ منشی نواب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر دینانگر
۷۵ منشی شادمین صاحب سٹیشن ماسٹر دینا ضلع جہلم
۷۶ مولوی احمد جان صاحب مدرس گوجرانوالہ
۷۷ منشی فتح محمد صاحب بزدار اسسٹنٹ پوسٹماسٹر ڈیرہ اسمٰعیلخان
۷۸ میرزو الفقار علی صاحب ضلعدار نہر سنگرور
۷۹ منشی وزیر خان صاحب سب اوورسیر بلب گڑھ
۸۰ منشی گلاب علی صاحب سب اوورسیر ملٹری ورکس
۸۱ صوفی حسین صاحب وکیل مرحوم اٹاوہ
۸۲ مولوی عزیز بخش صاحب بی اے ریکارڈ کیپر ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں
۸۳ ڈاکٹر فیض قادر صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ ریاست کپور تھلہ
۸۴ مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر سنسکرت کالج ریاست پٹیالہ
۸۵ مولوی مرزا صادق علی بیگ صاحب معتمد مصارف ریاست حیدر آباد دکن و استاد مدار المہام صاحب بہادر ریاست مذکور
۸۶ مولوی محمد صادق صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل ملازم ہائی سکول جموں
۸۷ منشی غلام محمد صاحب دفتر پولیٹیکل ایجنٹ گلگت
۸۸ ڈاکٹر رحمت علی صاحب ممباسہ لوگنڈا ریلوے
۸۹ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب نقشہ نویس محکمہ ریلوے دہلی
۹۰ شیخ فتح محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر کشتواڑ
۹۱ مولوی صفدر علی صاحب مہتمم محکمہ تعمیرات ریاست حیدر آباد دکن
۹۲ حافظ محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریاست جموں
۹۳ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے مترجم ڈویژنل کورٹ ملتان
۹۴ مولوی ابو عبدالعزیز محمد صاحب دفتر پنجاب یونیورسٹی
۹۵ ڈاکٹر ظہور اللہ احمد صاحب سول سرجن ریاست حیدر آباد دکن
۹۶ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ہوس سرجن ہسپتال
۹۷ منشی غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر نارووال ضلع سیالکوٹ
۹۸ منشی جلال الدین صاحب پنشنر میر منشی رجمنٹ نمبر ۱۲
۹۹ مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست
۱۰۰ شیخ عبدالرحیم صاحب سابق لیس دفعدار رسالہ نمبر ۱۲
۱۰۱ سید میر ناصر نواب صاحب پنشنر نقشہ نویس
۱۰۲ سید حامد شاہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی

کمشنر سیالکوٹ

۱۰۳ چودھری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر دہلی

۱۰۴ ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب نائب سپرنٹنڈنٹ لیونٹک اسائلم لاہور

۱۰۵ ڈاکٹر محبوب علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ

۱۰۶ منشی اللہ داد صاحب کلرک دفتر رجسٹرار چھاؤنی شاہ پور

۱۰۷ بابو محمد عظیم صاحب کلرک دفتر ریلوے لاہور

۱۰۸ منشی زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجنیر بمبئی

۱۰۹ بابو علی احمد صاحب ریلوے آفس لاہور

۱۱۰ منشی محمد الدین صاحب پٹواری بلانی تحصیل کھاریاں

۱۱۱ میاں مولا داد صاحب سرویر ریلوے

۱۱۲ مولوی سید محمد احسن صاحب سابق منشی وائسریگل باڈی گارڈ و مہتمم مصارف ریاست بھوپال رئیس امروہہ

۱۱۳ منشی عطا محمد صاحب اوورسیر میونسپل کمیٹی سیالکوٹ

۱۱۴ میاں جان محمد صاحب مرحوم قادیان

۱۱۵ منشی محمد سعید صاحب ٹیلیگراف ماسٹر از خاندان حکماء شاہی

۱۱۶ حکیم محمد حسین صاحب کوچہ کندیگراں لاہور

۱۱۷ حکیم محمد حسین صاحب بھاٹی دروازہ لاہور

۱۱۸ میر مردان علی صاحب مہتمم دفتر اکونٹنٹ جنرل ریاست حیدرآباد

۱۱۹ منشی عبد العزیز صاحب محافظ دفتر نہر جمن غربی دہلی

۱۲۰ بابو جھناب الدین صاحب ریلیونگ سٹیشن ماسٹر نارتھ ویسٹرن ریلوے

۱۲۱ مولوی فتح محمد صاحب اوّل مدرس مدرسہ خانقاہ ڈوگراں

۱۲۲ منشی محمد یوسف صاحب نائب تحصیلدار کوہاٹ

۱۲۳ منشی رجب علی صاحب پنشنر ساکن جھونسی کہنہ الہ آباد

۱۲۴ منشی قادر علی صاحب کلرک مدراس

۱۲۵ منشی سراج الدین صاحب ترمل کھیڑی کلرک مدراس

۱۲۶ مولوی عبد القادر صاحب مدرس جمال پور لودیانہ

۱۲۷ شیخ کرم الٰہی صاحب کلرک ریلوے پٹیالہ

۱۲۸ منشی امانت خاں صاحب نادون کانگڑہ

۱۲۹ مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس مانانوالہ

۱۳۰ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر

۱۳۱ منشی صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ

۱۳۲ مولوی ابو الحمید صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

۱۳۳ مولوی سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

۱۳۴ محمد یعقوب صاحب متعلم یونین ڈیرہ دون

۱۳۵ مرزا فضل بیگ صاحب مختار عدالت قصور ضلع لاہور

۱۳۶ منشی محمد الدین صاحب اپیل نویس سیالکوٹ

۱۳۷ منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس کپورتھلہ

۱۳۸ سید مولوی ظہور علی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

۱۳۹ چودھری شہاب الدین صاحب بی اے
ایل ایل بی کلاس لاہور
۱۴۰ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل فتح گڑھ ضلع فرخ آباد
۱۴۱ سردار محمد جلال الدین خان صاحب آنریری مجسٹریٹ
گوجرانوالہ
۱۴۲ مولوی غلام حسین صاحب اسسٹنٹ رجسٹرار پشاور
۱۴۳ راجہ پائندہ خان صاحب رئیس دارا پور ضلع جہلم
۱۴۴ میاں سراج الدین صاحب رئیس کوٹ سراج الدین گوجرانوالہ
۱۴۵ سردار محمد باقر خان صاحب قزلباش خلف الصدق سردار
محمد اکبر خان صاحب مرحوم سابق تحصیلدار کانگڑہ
۱۴۶ راجہ عبداللہ خان صاحب رئیس ہریانہ برادر
محمد نواب خان صاحب تحصیلدار جہلم
۱۴۷ میاں معراج الدین صاحب رئیس لاہور از خاندان
میاں محمد سلطان صاحب مرحوم رئیس اعظم لاہور
۱۴۸ مفتی محمد صادق صاحب رئیس بھیرہ
۱۴۹ مرزا محمد یوسف بیگ صاحب رئیس سامانہ پٹیالہ
۱۵۰ مولوی حکیم نور الدین صاحب رئیس بھیرہ سابق طبیب
شاہی ریاست جموں و کشمیر
۱۵۱ نواب سراج الدین صاحب از خاندان ریاست لوہارو
۱۵۲ سردار عبدالعزیز خان صاحب قزلباش خلف
الرشید جرنیل عبدالرحمن خان صاحب قزلباش ملازم
سردار ایوب خان صاحب
۱۵۳ راجہ عطاء اللہ خان صاحب رئیس باڑی پور کشمیر
۱۵۴ مفتی فضل الرحمن صاحب رئیس بھیرہ
۱۵۵ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی
رئیس سرساوہ
۱۵۶ حافظ فتح الدین صاحب نمبردار و ذیلدار میانی کپورتھلہ
۱۵۷ میاں شرف الدین صاحب نمبردار کوٹلہ فقیر ضلع جہلم
۱۵۸ میاں محمد خان صاحب نمبردار جیتروال ضلع امرتسر
۱۵۹ مخدوم محمد صدیق صاحب رئیس ضلع شاہ پور
۱۶۰ سید محمد انوار حسین خان صاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی
۱۶۱ حاجی حافظ مولوی فضل الدین صاحب رئیس
بھیرہ و تاجر
۱۶۲ حکیم سید حسام الدین صاحب رئیس سیالکوٹ
۱۶۳ منشی حبیب الرحمن صاحب رئیس حاجی پور کپورتھلہ
۱۶۴ مرزا رسول بیگ صاحب رئیس کلانور
۱۶۵ حکیم فضل الہی صاحب رئیس کوٹ بھوانیداس
۱۶۶ چودھری نبی بخش صاحب رئیس بٹالہ
۱۶۷ شاہزادہ عبدالمجید خان صاحب لدھیانہ
۱۶۸ مولوی برہان الدین صاحب گکھڑ جہلم
۱۶۹ میاں غلام دستگیر صاحب سلوتری میلاپور مدراس
۱۷۰ مولوی عبدالکریم صاحب خلف الرشید میاں

محمد سلطان صاحب میونسپل کمشنر لدھیانہ

۱۷۱ منشی قمرالدین صاحب مدرس آریہ سکول لدھیانہ

۱۷۲ منشی رحیم بخش صاحب میونسپل کمشنر لدھیانہ

۱۷۳ پیر جی خدا بخش صاحب مرحوم تاجر ڈیرہ دون

۱۷۴ شیخ چراغ علی صاحب نمبردار تھہ غلام نبی گورداسپور

۱۷۵ مرزا ایوب بیگ صاحب خلف الرشید مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور

۱۷۶ شیر محمد خانصاحب رئیس بجکو محمڈن کالج علیگڈھ

۱۷۷ حافظ عبدالعلی صاحب محمڈن کالج علیگڈھ

۱۷۸ مولوی محمود حسن خانصاحب مدرس پٹیالہ

۱۷۹ منشی عبدالرحمن صاحب سنوری پٹواری پٹیالہ

۱۸۰ شیخ رحمت اللہ صاحب جنرل مرچنٹ مالک بمبئی ہوس لاہور

۱۸۱ حاجی سیٹھ عبدالرحمن صاحب حاجی اللہ رکھا ساجن کمپنی مدراس

۱۸۲ خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر لاہور

۱۸۳ چودھری محمد سلطان صاحب تاجر میونسپل کمشنر سیالکوٹ

۱۸۴ سیٹھ صالح محمد صاحب تاجر مدراس

۱۸۵ میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکہ دار چوب بٹالہ

۱۸۶ سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب امبریلا مرچنٹ بمبئی

۱۸۷ میاں نبی بخش صاحب تاجر پشمینہ رفوگر امرتسر

۱۸۸ سیٹھ اسحاق حاجی محمد صاحب تاجر مدراس

۱۸۹ قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکہ دار شکرم لدھیانہ

۱۹۰ منشی محمد جان صاحب تاجر وزیرآباد

۱۹۱ سیٹھ دالجی لال جی صاحب جنرل مرچنٹ مدراس

۱۹۲ سیٹھ موسٰی صاحب جنرل مرچنٹ اینڈ کمیشن ایجنٹ

۱۹۳ جمال الدین صاحب و امام الدین و خیرالدین تاجران سیکھواں

۱۹۴ شیخ کرم الٰہی صاحب ایجنٹ شیخ محمد رفیع برادر جنرل مرچنٹ لاہور

۱۹۵ حاجی مہدی بغدادی صاحب انڈیگو مرچنٹ مدراس

۱۹۶ خواجہ عزیزالدین صاحب تاجر لاہور

۱۹۷ سیٹھ احمد عبدالرحمن صاحب فرم آف ساجن کمپنی مدراس

۱۹۸ خواجہ غلام محی الدین صاحب سوداگر پشمینہ کلکتہ کولوٹولہ

۱۹۹ شیخ نور احمد صاحب سوداگر چرم مدراس

۲۰۰ شیخ مولا بخش صاحب سوداگر چرم ڈنگہ

۲۰۱ خلیفہ نورالدین صاحب تاجر جموں

۲۰۲ میاں جیون بٹ صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر

۲۰۳ میاں محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر

۲۰۴ سید فضل شاہ صاحب ٹھیکہ دار دومیل سڑک کشمیر

٢٠٥ میاں محمد عمر صاحب تاجر و رئیس شوپیاں کشمیر

٢٠٦ ڈاکٹر مراد بخش صاحب پروپرائیٹر نیو میڈیکل ہال کمرشیل بلڈنگ لاہور

٢٠٧ میاں سلطان بخش صاحب تاجر و پنجاب یونیورسٹی کمرشیل بلڈنگ لاہور

٢٠٨ میاں امام الدین صاحب پروپرائیٹر و تاجر

٢٠٩ سیٹھ علی محمد صاحب حاجی اللہ رکھا جنرل مرچنٹ بنگلور

٢١٠ میاں محمد الدین صاحب تاجر و پروپرائیٹر شوبیکنگ جموں

٢١١ احمد دین و محمد بخش تاجران ملتان

٢١٢ میاں قطب الدین صاحب مس گر امرت سر

٢١٣ تاج محمد خان صاحب کلرک میونسپل کمیٹی لدھیانہ

٢١٤ میاں چراغ الدین صاحب ٹھیکیدار گجرات

٢١٥ منشی عطا محمد صاحب تاجر و سٹامپ فروش چنیوٹ

٢١٦ میاں عبد الخالق صاحب دوکاندار امرتسر

٢١٧ میاں محمد امین صاحب تاجر کتب جہلم

٢١٨ شیخ غلام نبی صاحب تاجر راولپنڈی

٢١٩ منشی محمد ابراہیم صاحب تاجر گیروں لدھیانہ

٢٢٠ سیٹھ محمد یوسف صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس

٢٢١ ڈاکٹر نور محمد صاحب پروپرائیٹر شفاخانہ و ایڈیٹر رسالہ ہمدرد صحت لاہور

٢٢٢ مولوی حکیم نور محمد صاحب مالک شفاخانہ نوری رئیس موگل ضلع لاہور

٢٢٣ شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان

٢٢٤ مولوی عبد الحق صاحب ایڈیٹر نسیم صبا بنگلور

٢٢٥ شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرت سر

٢٢٦ مولوی قطب الدین صاحب واعظ اسلام بدوملی

٢٢٧ مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب چھاؤنی سیالکوٹ

٢٢٨ حکیم مولوی سید حبیب شاہ صاحب خوشاب

٢٢٩ صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانہ خلف الرشید اخویم حضرت منشی حاجی احمد جان صاحب مرحوم

٢٣٠ صاحبزادہ منظور محمد صاحب سابق اہلمد پولیس دفتر کونسل جموں

٢٣١ قاضی زین العابدین صاحب خانپور ریاست پٹیالہ

٢٣٢ شاہ رکن الدین احمد صاحب سجادہ نشین کڑہ ضلع الہ آباد

٢٣٣ مولوی عبد الرحیم صاحب بنگلور

٢٣٤ مولوی عبد الحکیم صاحب دھاوار علاقہ بمبئی

٢٣٥ مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین منی پور آسام

٢٣٦ رحمن شاہ صاحب ناکپور ضلع جاندہ

٢٣٧ حاجی عبد الرحمن صاحب مرحوم لدھیانہ

٢٣٨ مولوی محمد حسین صاحب ریاست کپورتھلہ

٢٣٩ شیخ مولوی فضل حسین صاحب احمد آبادی جہلم

٢٤٠ قاضی محمد یوسف صاحب قاضی کوٹ گوجرانوالہ

۲۴۱ حافظ عبدالرحمٰن صاحب وکیل مدرسہ انوارالرحمٰن
ملتان ساکن بٹالہ

۲۴۱ مولوی رحیم اللہ صاحب مرحوم لاہور

۲۴۲ مستری حاجی عصمت اللہ صاحب لودیانہ

۲۴۳ حاجی محمد امیر خانصاحب مہتمم گاڑی تشکرم سہارنپور

۲۴۴ مولوی محمد افضل صاحب ساکن کملہ ضلع گجرات

۲۴۵ مولوی محمد اکرم صاحب فرزند رشید ایضاً

۲۴۶ مولوی خان ملک صاحب موضع کھیوال ضلع جہلم

۲۴۷ مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلف الرشید ایضاً

۲۴۸ سید احمد علی شاہ صاحب سفید پوش ضلع سیالکوٹ

۲۴۹ سید احمد حسین صاحب طبیب گوالیار

۲۵۰ حکیم محمد حسین صاحب طبیب ریاست گوالیار

۲۵۱ بابو نورالدین صاحب نقشہ نویس پبلک ورکس گوجرانوالہ

۲۵۲ شیخ ہدایت اللہ صاحب تاجر پشاور

۲۵۳ میاں فضل الٰہی صاحب نمبردار فیض اللہ چک گورداسپور

۲۵۴ احمد علی صاحب نمبردار وزیر چک

۲۵۵ مولوی غلام مصطفےٰ صاحب پروپرائیٹر شعلہ نور پریس بٹالہ

۲۵۶ شیخ حامد علی صاحب زمیندار دھتہ غلام نبی ضلع گورداسپور

۲۵۷ مولوی محمد فضل صاحب چنگوی ضلع راولپنڈی

۲۵۸ ڈاکٹر فیض احمد صاحب وکیسی نیٹر ضلع جہلم

۲۵۹ حافظ علاؤالدین صاحب کالجپور راولپنڈی

۲۶۰ میاں غلام حسین صاحب رہتاسی قادیان

۲۶۱ مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانہ

۲۶۲ حکیم محمد حسین صاحب مدرس اسلامیہ سکول راولپنڈی

۲۶۳ خوشحال خانصاحب رئیس باریکاب ضلع راولپنڈی

۲۶۴ منشی غلام حسین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ،

۲۶۵ قاضی غلام حسین صاحب کلرک دفتر اگزیمینر ریلوے لاہور

۲۶۶ حافظ حکیم قادر بخش صاحب احمد آباد ضلع جہلم

۲۶۷ میاں قطب الدین صاحب ساکن کوٹلہ فقیر جہلم

۲۶۸ قاضی عبدالوہاب خان صاحب نائب قاضی ضلع
بلاسپور ممالک متوسط

۲۶۹ حافظ حاجی احمد اللہ خانصاحب مدرس مدرسہ
تعلیم الاسلام قادیان

۲۷۰ غلام محی الدین صاحب عرضی نویس جہلم

۲۷۱ عبدالرحمٰن پٹواری حسنام ریاست پٹیالہ

۲۷۲ منشی ہاشم علی صاحب برنالہ ریاست پٹیالہ

۲۷۳ عبدالحق صاحب ٹیچر بٹالہ

۲۷۴ منشی کرم الٰہی صاحب مدرس نصرت اسلام لاہور

۲۷۵ خلیفہ نعمت علی صاحب اپیل نویس بٹالہ

۲۷۶ میاں کرم الٰہی صاحب کنسٹبل پولیس لودیانہ

۲۷۷ منشی امام الدین صاحب پٹواری لوچپ

۲۷۸ منشی رحیم الدین صاحب حبیب والا ضلع بجنور

۲۷۹ امام الدین صاحب کمپونڈر شفاخانہ نالہ مولی
۲۸۰ شیخ عبداللہ دیوانچند ناظم شفاخانہ حمایت اسلام لاہور
۲۸۱ حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک گورداسپور
۲۸۲ حافظ غلام محی الدین صاحب بھیروی قادیان
۲۸۳ مسیح اللہ خانصاحب ملازم اگزکٹو انجنیئر صاحب ملتان
۲۸۴ مولوی سوار محمد صاحب برادر زادہ مولوی صاحب حکیم نور الدین صاحب بھیرہ
۲۸۵ منشی اللہ دتہ صاحب یونین ٹیچر سیالکوٹ
۲۸۶ راجہ غلام حیدر خانصاحب رئیس پاڑی پور کشمیر
۲۸۷ مولوی نظام الدین صاحب رنگپور ضلع مظفرگڑھ
۲۸۸ مولوی جمال الدین صاحب سید والہ منٹگمری
۲۸۹ میاں عبداللہ صاحب زمیندار ٹھٹھہ شیخکا "
۲۹۰ میاں سراج الدین صاحب عطار سرہند
۲۹۱ محمد حیات صاحب سارجنٹ پولس سیالکوٹ
۲۹۲ منشی نیاز علی صاحب " "
۲۹۳ محمد دین صاحب کنسٹبل " "
۲۹۴ حکیم احمد الدین صاحب نقل نویس "
۲۹۵ ڈاکٹر کریم بخش صاحب ہسپتال اسسٹنٹ
۲۹۶ حافظ محمد قاری صاحب جہلم
۲۹۷ میاں نجم الدین صاحب تاجر کتب بھیرہ
۲۹۸ مستری جمال مالک کارخانہ روئی "
۲۹۹ مولوی فضل محمد صاحب موضع ہرسیاں گورداسپور
۳۰۰ محمد علی شاہ مدرس غوطہ سیالکوٹ
۳۰۱ عبدالمجید صاحب محرر لوکل فنڈ پٹھانکوٹ
۳۰۲ محمد خانصاحب محرر جیل راولپنڈی
۳۰۳ محمد اکبر خاں صاحب سنور پٹیالہ
۳۰۴ مولوی محمد یوسف صاحب مدرس سنور پٹیالہ
۳۰۵ محمد حسن خاں صاحب رئیس سنور پٹیالہ
۳۰۶ میاں کریم بخش صاحب مرحوم جمال پوری سابق مرید گلاب شاہ مجذوب پیشگوئی والا در کتاب نشان آسمانی
۳۰۷ ملا نظام الدین صاحب کتب فروش لدھیانہ
۳۰۸ میاں اللہ دیا صاحب واعظ لدھیانہ
۳۰۹ میاں شہاب الدین صاحب پنشنر باجدوالہ لودیانہ
۳۱۰ احمد جان صاحب خیاط پشاور
۳۱۱ میاں محمد اسمٰعیل صاحب سرساوہ
۳۱۲ غلام محی الدین خاں صاحب خلف الرشید ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب قصور
۳۱۳ میاں غلام قادر صاحب پٹواری مرحوم سنور
۳۱۴ مولوی غلام حسین صاحب لاہور
۳۱۵ مولوی حسن علی صاحب مرحوم مسلم مشنری صاحب رسالہ نور الاسلام سابق ہیڈماسٹر پٹنہ سکول بھاگلپوری
۳۱۶ سید مظاہر الحق صاحب رئیس اٹاوہ

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۲۴ فروری ۱۸۹۸ء　　ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ۱۶ صفحوں پر درج ہے)

---

(۱۸۴)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

کیا محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں کرسی ملی ؟

(راستی موجب رضائے خداست)

نہایت افسوس ہے کہ اس زمانہ کے بعض نام کے مولوی محض اپنی عزت بنانے کے لئے یا کسی اور غرض نفسانی کی وجہ سے عمداً جھوٹ بولتے ہیں اور اس بد نمونہ سے عوام کو طرح طرح کے معاصی کی جرأت دیتے ہیں کیونکہ جھوٹ اُمّ الخبائث ہے اور جبکہ ایک شخص مولوی کہلا کر کھلی کھلی بے شرمی سے جھوٹ بولنا اختیار کرے تو بتلاؤ کہ عوام پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ بیچارہ میاں شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ کو بمقام بٹالہ کرسی مانگنے سے کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے تین مرتبہ تین جھڑکیاں دیں اور کرسی دینے سے انکار کیا اور کہا کہ "بک بک مت کر" اور "پیچھے ہٹ" اور "سیدھا کھڑا ہو جا" اور یہ بھی فرمایا کہ "ہمارے پاس تمہارے کرسی ملنے کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں" لیکن نہایت افسوس ہے کہ شیخ مذکور نے جابجا کرسی کے بارے میں جھوٹ بولا۔ کہیں تو یہ مشہور کیا کہ مجھے کرسی ملی تھی اور کسی جگہ یہ کہا

کہ کرسی دیتے تھے مگر میں نے عمداً نہیں لی۔ اور کسی جگہ یہ افترا کیا کہ عدالت میں کرسی کا ذکر ہی نہیں آیا چنانچہ آج میری طرف بھی اس مضمون کا خط[*] بھیجا ہے کہ گویا اس کا کرسی مانگنا اور کرسی نہ ملنا اور بجائے اس کے چند جھڑکیوں سے پیچھے ہٹائے جانا یہ باتیں غلط ہیں۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ بات فی الواقعہ سچ ہے کہ شیخ مذکور نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے کرسی مانگی تھی۔ اور اس کا اصل سبب یہی تھا کہ مجھے اس نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے روبرو کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر بے اختیاری کے عالم میں اپنی طمع خام کو ظاہر کیا اور نہ چاہا کہ میرا دشمن کرسی پر ہو اور میں زمین پر بیٹھوں۔ اس لئے بڑے جوش سے کچہری کے اندر داخل ہوتے ہی کرسی کی درخواست کی اور چونکہ عدالت میں نہ اس کو اور نہ اس کے باپ کو کرسی ملتی تھی اس لئے وہ درخواست زجر اور توبیخ کے ساتھ رد کی گئی۔ اور درحقیقت یہ سوال نہایت قابل شرم تھا کیونکہ سچ یہی ہے کہ نہ یہ شخص اور نہ اس کا باپ رحیم بخش کبھی رئیسان کرسی نشین میں شمار کئے گئے۔ اور اگر یہ یا اس کا باپ کرسی نشین تھے تو گویا سر لیپل گریفن نے بہت بڑی غلطی کی کہ جو اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ان دونوں کا نام نہیں لکھا غضب کی بات ہے کہ کہلانا مولوی اور اس قدر فاش دروغگوئی اور پھر آپ اپنے خط میں کرسی نہ

---

[*] خلاصہ خط یہ ہے "از مقام بٹالہ مورخہ ۲۸ ماہ فروری ۱۸۹۸ء ۱۰۱۰۲ میاں غلام احمد صاحب خدا آپ کو راہ راست پہ لاوے اور ضلالت و الحاد سے نجات بخشے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ آپ کا خط ۲۸ فروری ۱۸۹۸ء پہونچا۔ ... آپ نے کتاب البریت کے صفحہ ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ میں تین دعوی کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ محمد حسین نے صاحب ڈپٹی کمشنر سے کرسی طلب کی اور کہا کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی تھی اور اس کے باپ کو عدالت میں کرسی ملتی تھی جس پر صاحب ڈپٹی کمشنر نے اس کو تین جھڑکیاں دیں اور کہا کہ تو جھوٹا ہے بک بک مت کر۔ دوسرا یہ دعوی کہ پھر وہ باہر کے کمرے میں ایک کرسی پر جا بیٹھا تو کپتان صاحب پولیس کی نظر اس پر جا پڑی اور اسی وقت کنسٹبل کی معرفت جھڑکی کے ساتھ اس کرسی سے اٹھایا گیا۔ تیسرا یہ دعوی کہ پھر وہ ایک شخص کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا تو اس شخص نے چادر نیچے سے کھینچ لی۔ ... میرے نزدیک یہ تینوں دعوے محض دروغ ہیں جن میں راستی کا شمہ دخل اور شائبہ بھی نہیں" الخ

ملنے کا بہو سے ثبوت مانگتے ہیں۔ گویا اپنی ذلت کو کامل طور پر تمام لوگوں پظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے خط میں وعدہ کرتے ہیں کہ اگر وہ کاذب نکلیں تو اپنے تیئں شکست یافتہ تصور کریں گے اور پھر کبھی رد و قدح نہیں کریں گے۔ افسوس کہ اس شخص کو جھوٹ بولتے ذرہ شرم نہیں آئی۔ جھوٹ کہ اکبر الکبائر اور تمام گناہوں کی ماں ہے کس طرح دلیری سے اس شخص نے اس پر زور دیا ہے۔ یہی دیانت اور امانت ان لوگوں کی ہے جن سے مجھے اور میری جماعت کو کافر ٹھہرایا اور دنیا میں شور مچایا۔

واضح رہے کہ ہمارے بیان مذکورہ بالا کا گواہ کوئی ایک دو آدمی نہیں بلکہ اس وقت کہ کچہری کے ارد گرد صدہا آدمی موجود تھے جو کرسی کے معاملہ کی اطلاع رکھتے ہیں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر خود اس بات کے گواہ ہیں جنہوں نے بار بار کہا کہ تجھے کرسی نہیں ملے گی۔ بک بک مت کر اور پھر کپتان لیمارچنڈ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ اس بات کے گواہ ہیں کہ کرسی مانگنے پر محمد حسین کو کیا جواب ملا تھا اور کیسی عزت کی گئی تھی۔ پھر منشی غلام حیدر خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع جواب تحصیلدار ہیں اور مولوی فضل دین صاحب پلیڈر اور لالہ رام بھج دت صاحب وکیل اور ڈاکٹر کلارک صاحب جن کی طرف سے یہ حضرت گواہ ہو کر گئے تھے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے تمام اردلی یہ سب میرے بیان مذکورہ بالا کے گواہ ہیں اور اگر کوئی شخص اُن میں سے محمد حسین کی حالت پر رحم کر کے اس کی پردہ پوشی بھی چاہے۔ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ کوئی شخص اس بات پر قسم نہیں کھا سکے گا کہ یہ واقعہ کرسی نہ ملنے اور جھڑکیاں دینے کا بناوٹ ہے۔ مجھے حیرت پر حیرت آتی ہے کہ اس شخص کو کیا ہو گیا اور اس قدر گندے جھوٹ پر کیوں کمر بستہ کی۔ ذرہ شرم نہیں کی کہ اس واقعہ کے تو صدہا آدمی گواہ ہیں وہ کیا کہیں گے۔ اس طرح تو آئندہ مولویوں کا اعتبار اُٹھ جائے گا۔ اگر درحقیقت اس شیخ بٹالوی کو کرسی ملی تھی اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے بڑے اکرام اور اعزاز سے اپنے پاس اُن کو کرسی پر بٹھا لیا تھا تو پتہ دینا چاہیئے کہ وہ کرسی کہاں بچھائی گئی تھی۔ شیخ مذکور کو معلوم ہوگا کہ میری کرسی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بائیں طرف تھی اور دائیں طرف صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کی کرسی تھی اور اسی طرف ایک کرسی پر ڈاکٹر کلارک تھا۔ اب دکھلانا چاہیئے کہ کونسی جگہ تھی جس میں شیخ محمد حسین بٹالوی کے

لئے کرسی بچھائی گئی تھی سچ تو یہ ہے کہ جھوٹ بولنے سے مرنا بہتر ہے۔ اس شخص نے میری ذلت چاہی
تھی اور دینی جوش میں پادریوں کا ساتھ کیا۔ خدا نے اُس کو عین عدالت میں ذلیل کیا۔ یہ حق کی مخالفت کا
نتیجہ ہے اور بدراستبازی کی عداوت کا ثمرہ ہے۔ اگر اس بیان میں نعوذ باللہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو
طریق تصفیہ دو ہیں۔ اوّل یہ کہ شیخ مذکور ہر ایک صاحب سے جو ذکر کئے گئے ہیں حلفی رُقعہ طلب کرے جس
میں قسم کھا کر میرے بیان کا انکار کیا ہو اور جب ایسے حلفی رُقعے جمع ہو جائیں تو ایک جلسہ بمقام بٹالہ کر کے مجھ کو
طلب کرے۔ مَیں شوق سے ایسے جلسہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ مَیں ایسے شخص کے رقعہ کو دیکھنا چاہتا ہوں
جس نے حلفاً اپنے رقعہ میں یہ بیان کیا ہو کہ محمد حسین نے کرسی نہیں مانگی اور نہ اس کو کوئی جھڑکی ملی
بلکہ عزت کے ساتھ کرسی پر بٹھایا گیا۔ شیخ مذکور خوب یاد رہے کہ کوئی شخص اس کے لئے اپنا ایمان ضائع
نہیں کرے گا اور ہرگز ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ کوئی شخص اشخاص مذکورین میں سے اس کے دعویٰ باطل کی تائید
میں قسم کھاوے۔ واقعات صحیحہ کو چھپانا بے ایمانوں کا کام ہے۔ پھر کیونکر کوئی معزز شیخ بٹالوی کے لئے
مرتکب اس گناہ کا ہوگا۔ اور اگر شیخ بٹالوی کو یہ جلسہ منظور نہیں تو دوسرا طریق تصفیہ یہ ہے کہ بلاتوقف
ازالہ حیثیت عرفی میں میرے پر نالش کرے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا ازالہ حیثیت عرفی ہوگا کہ عدالت
نے اس کو کرسی دی اور مَیں نے بجائے کرسی جھڑکیاں بیان کیں اور عدالت نے قبول کیا کہ وہ اور اس کا
باپ کرسی نشین رئیس ہیں اور مَیں نے اس کا انکار کیا۔ اور استغاثہ میں وہ یہ لکھا سکتا ہے کہ مجھے عدالت
ڈگلس صاحب بہادر میں کرسی ملی تھی اور کوئی جھڑکی نہیں ملی اور اس شخص نے عام اشاعت کر دی ہے کہ
مانگنے پر بھی کرسی نہیں ملی بلکہ جھڑکیاں ملیں۔ اور ایسا ہی استغاثہ میں یہ بھی لکھا سکتا ہے کہ مجھے قدیم
سے عدالت میں کرسی ملتی تھی اور ضلع کے کرسی نشینوں میں میرا نام بھی درج ہے اور میرے باپ کا نام
بھی درج تھا لیکن اس شخص نے ان سب باتوں سے انکار کر کے خلاف واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر عدالت
خود تحقیقات کرلے گی کہ آپ کو کرسی کی طلب کے وقت کرسی ملی تھی یا جھڑکیاں ملی تھیں اور دفتر سے
معلوم کر لیا جائے گا کہ آپ اور آپ کے والد صاحب کب سے کرسی نشین رئیس شمار کئے گئے ہیں کیونکہ
سرکاری دفتروں میں ہمیشہ ایسے کاغذات موجود رہتے ہیں جن میں کرسی نشین رئیسوں کا نام درج ہوتا ہے

اگر شیخ مذکور نے ان دونوں طریقوں میں سے کوئی طریق اختیار نہ کیا تو پھر ناچار ہمارا یہی قول ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین زیادہ کیا لکھیں

اور یاد رہے کہ ہمیں بالطبع نفرت تھی۔ ایسے ایک شخصی معاملہ میں قلم اُٹھائیں اور ذاتیات کے جھگڑوں میں اپنے تئیں ڈالیں۔ اور اگر شیخ محمد حسین بٹالوی صرف اسی قدر جھوٹ پر کفایت کرتا کہ مجالس میں ہمارا ذکر درمیان نہ لاتا اور صرف اپنی پردہ پوشی کے لئے کُرسی مانگنے کے معاملہ سے انکار کرتا رہتا تو ہمیں کچھ ضرورت نہ تھی کہ اصل حقیقت کو پبلک پر کھولتے۔ لیکن اس نے نہایت خیرگی اختیار کر کے ہر ایک مجلس میں ہماری تکذیب شروع کی اور سراسر افترا سے میری نسبت ہر ایک جگہ یہ دعویٰ کیا کہ یہ شخص کاذب ہے اور اس نے میرے پر کُرسی کے معاملہ میں جھوٹ باندھا ہے اور اس طرح پر عوام کے دلوں پر بُرا اثر ڈالنا چاہا۔ تب ہم نے اُس کے اس دروغ کو اکثر نادانوں کے دلوں پر مؤثر دیکھ کر محض حق کی حمایت میں یہ اشتہار لکھا تا بعض ناواقف ایک راستگو کو جھوٹا سمجھ کر ہلاک نہ ہو جائیں اور تا اس کی یہ دجالی تقریریں حقانی سلسلہ کی رہزن نہ ہوں۔ غرض اسی ضرورت کی وجہ سے ہمیں اس کے اس مکروہ جھوٹ کو کھولنا پڑا۔

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ وہ خط شیخ محمد حسین بٹالوی کا میرے پاس موجود ہے جو آج یکم مارچ ۱۸۹۹ء کو بٹالہ سے اُس نے بھیجا ہے جس میں میرے بیان کُرسی نہ ملنے اور جھڑکی کھانے سے صاف انکار کیا ہے اور ایسا ہی اُن لوگوں کے خط بھی محفوظ ہیں جن کے روبرو دے طرح طرح کی دروغگوئی سے اس واقعہ کو پوشیدہ کرنا چاہا ہے جیسا کہ اُوپر لکھ چکا ہوں۔ اور مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُن معزز گواہوں کے نام بھی اس جگہ درج کر دوں جنہوں نے واقعہ مذکورہ بالا بچشم خود دیکھا اور یا عین موقعہ پر سُنا اور جو کچہری میں حاضر تھے اور وہ یہ ہیں

حکیم فضل الدین صاحب بھیروی مرزا ایوب بیگ صاحب سینئیر ڈنگلو ورنیکولر کلاس لاہور ؎	یہ دونو صاحب بھی کمرہ عدالت کے اندر تھے اور	مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی صاحبزادہ منظور محمد صاحب لدھیانوی مولوی جان ملک صاحب	باقی اکثر صاحبان دروازہ کے باہر سے دیکھ رہے تھے

حافظ احمد اللہ خاں صاحب قادیان
قاضی غلام حسین صاحب بھیروی سٹوڈنٹ لاہور
شیخ عبدالرحمن صاحب نومسلم قادیان
شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم قادیان
شیخ عبدالعزیز صاحب نومسلم "
صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب لدھیانہ
شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرت سر
سردار عبدالعزیز خان صاحب حال وارد قادیان
میاں کرم داد صاحب حال وارد قادیان
میاں عبدالحق صاحب جہلمی
میاں رمضان صاحب آتشباز قادیان
چودھری نبی بخش صاحب بٹالہ
منشی تاج الدین صاحب دفتر اگزیمینر ریلوے لاہور
منشی عبدالرحمن صاحب کلرک لوکو آفس "
میاں معراج صاحب ٹھیکہ دار و وارث میاں محمد سلطان
حافظ فضل احمد صاحب کلرک دفتر اگزیمینر ریلوے لاہور
مرزا رحمت علی صاحب ٹیچر اسلامیہ کالج لاہور
حکیم فضل الٰہی صاحب "
خلیفہ رجب دین صاحب تاجر "
منشی خواجہ عزیز الدین صاحب تاجر "
میاں غلام حسین صاحب "

میاں عبدالحق صاحب طالب علم لاہور
شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور
میاں شیر علی صاحب طالب علم بی اے کلاس لاہور
مرزا یعقوب صاحب اسسٹنٹ سرجن "
مولوی محمد علی صاحب ایم اے "
میاں محمد شریف صاحب طالب علم میڈیکل کالج "
میاں عبیداللہ صاحب " " "
خواجہ کمال الدین صاحب بی اے "
مفتی محمد صادق صاحب کلرک "
میاں شیر محمد صاحب طالب علم بی اے کلاس علیگڈھ
حافظ عبدالعلی صاحب " " "
میاں نبی بخش صاحب رفوگر امرت سر
میاں عبدالخالق صاحب عطار امرت سر
شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر امرتسر حال قادیان
میاں قطب الدین صاحب مس گر امرتسر
شیخ عطاء اللہ صاحب مس گر امرتسر
میاں چیون بٹ رفوگر قلعہ بھنگیاں امرتسر
مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر امرتسر
میاں اللہ بخش صاحب امرتسر
میاں چراغ الدین صاحب امرت سر
میاں مولا بخش صاحب پٹولی امرت سر

مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹ
سید حامد شاہ صاحب مثل خواں 〃
منشی عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر صدر 〃
مولوی مبارک علی صاحب 〃
منشی محمد دین صاحب اپیل نویس 〃
ماسٹر غلام محمد صاحب بی۔اے 〃
مستری نظام الدین صاحب 〃
ڈاکٹر فیض قادر صاحب بٹالہ
محمد اکبر صاحب ٹھیکہ دار 〃
حکیم محمد اشرف صاحب 〃
قاضی نعمت علی صاحب عرضی نویس 〃
میاں برکت علی صاحب نیچہ بند 〃
میاں اللہ رکھا صاحب شالباف 〃
مولوی غلام مصطفےٰ صاحب مہتمم مطبع شعلہ نور 〃
محمد افضل خان صاحب یتیم مدرسہ حمایت اسلام لاہور
مولوی برہان الدین صاحب جہلم
عبداللہ خان صاحب برادر نواب خاں صاحب تحصیلدار جہلم
میاں حسن محمد صاحب ٹھیکہ دار 〃
منشی روڑا صاحب نقشہ نویس عدالت مجسٹریٹی کپورتھلہ
منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس 〃
میاں محمد خان صاحب منشی بگھی خانہ 〃

منشی عبدالرحمن صاحب اہلمد محکمہ جرنیلی کپورتھلہ
منشی فیاض علی صاحب منشی پلٹن 〃
میاں اللہ دیا صاحب جلد ساز لودھیانہ
میاں امیرالدین صاحب بجیانوالہ
مرزا خدا بخش صاحب اتالیق مالیر کوٹلہ
منشی محمد جان صاحب وزیر آباد تاجر
خلیفہ نورالدین صاحب تاجر جموں
مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس پنشنر کلانور
مولوی خدا بخش صاحب جالندھر
شیخ عطا محمد صاحب اسٹامپ فروش چنیوٹ
میاں نجم الدین صاحب بھیرہ
مفتی فضل الرحمن صاحب بھیرہ
منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ضلع گورداسپور
شیخ محمد صدیق صاحب تاجر سیکھواں 〃
میاں جمال الدین صاحب تاجر 〃 〃
میاں امام الدین صاحب تاجر 〃 〃
میاں خیر الدین صاحب 〃 〃 〃
مہر سونا صاحب 〃
حافظ نور محمد صاحب زمیندار فیض اللہ چک گورداسپور
شیخ فضل الٰہی صاحب نمبردار 〃 〃
شیخ غلام علی صاحب 〃 〃

شیخ چراغ علی صاحب بتہ غلام نبی گورداسپور	میاں عبد الغنی صاحب اوجلہ ضلع گورداسپور
" شہاب الدین صاحب گلے زئی " "	محمد شفیع صاحب " "
" امیر صاحب " "	قطب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر دینا نگر "
" شیر علی صاحب " "	میاں اللہ دیا صاحب "
" احمد علی صاحب نمبردار وزیر چک "	مرزا اسند محی بیگ صاحب "
میاں چراغ الدین صاحب منڈی کنال "	حافظ محی الدین صاحب بھیرہ
سید باقر علی صاحب بھیل ضلع گجرات	حافظ محمد حسین صاحب واعظ قصبہ ڈنگے ضلع گجرات

المشتہر مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور

گلزار محمدی پریس لاہور ۷ مارچ ۱۸۹۸ء

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۴ کے چار صفحوں پر ہے)

(۱۸۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلسہ طاعون ؛

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ ایک جلسہ دربارہ ہدایات طاعون قادیان میں منعقد ہو اور اس جلسہ میں گورنمنٹ انگریزی کی ان ہدایتوں کے فوائد جو طاعون کے بارے میں اب تک شائع ہوئی ہیں ۔ طبی اور شرعی ان فوائد کے جو ان ہدایتوں کی مؤید ہیں اپنی جماعت کو سمجھائے جائیں

اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے احباب حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اس جلسہ میں عید الضحیٰ کے دن شامل ہو سکیں۔ اصل امر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس بات پر اطمینان نہیں ہے کہ ان ایام گرمی میں طاعون کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ جیسا کہ پہلے اشتہار میں شائع کیا گیا ہے دو جاڑوں تک سخت اندیشہ ہے۔ لہٰذا یہ وقت ٹھیک وہ وقت ہے کہ ہماری جماعت بنی نوع کی سچی ہمدردی اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی ہدایتوں کی دل و جان سے پیروی کرکے اپنی نیک ذاتی اور نیک عملی اور خیر اندیشی کا نمونہ دکھاوے۔ اور نہ صرف یہ کہ خود ہدایات گورنمنٹ کے پابند ہوں بلکہ کوشش کریں کہ دوسرے بھی اُن ہدایتوں کی پیروی کریں اور بدبخت احمقوں کی طرح فتنہ انگیز نہ بنیں۔ افسوس ہمارے ملک میں یہ سخت جہالت ہے کہ لوگ مخالفت کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اب گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے یہ ہدایتیں شائع ہوئیں کہ جس گھر میں طاعون کی واردات ہو وہ گھر خالی کر دیا جائے۔ اس پر بعض جاہلوں نے ناراضگی ظاہر کی۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کی طرف سے یہ حکم ہوتا کہ جس گھر میں طاعون کی واردات ہو وہ لوگ ہرگز اُس گھر کو خالی نہ کریں اور اسی میں رہیں تب بھی نادان لوگ اس حکم کی مخالفت کرتے اور دو تین واردات کے بعد اُس گھر سے نکلنا شروع کر دیتے۔ سچ تو یہ ہے کہ نادان انسان کسی پہلو سے خوش نہیں ہوتا۔ پس گورنمنٹ کو چاہیئے کہ نادانوں کے بے جا واویلا سے اپنی سچی خیرخواہی رعایا کو ہرگز نہ چھوڑے کہ یہ لوگ اُن بچوں کا حکم رکھتے ہیں کہ جو اپنی ماں کی کسی کارروائی کو پسند نہیں کر سکتے۔ ہاں ایسی ہمدردی کے موقعہ پر نہایت درجہ کی ضرورت ہے کہ ایسی حکمت عملی ہو جو محبت بھی ہو اور نرمی بھی ہو اور نیز اس ملک میں رسوم پردہ داری کی غایت درجہ رعایت چاہیئے۔ اور اس مصیبت میں جو طاعون زدہ لوگوں اور اُن کے عزیزوں کو جو مشکلات اوقات بسری کے پیش آئیں شفقت پدری کی طرح حتی الوسع ان مشکلات کو آسان کرنا چاہیئے بہتر ہے کہ اس وقت سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تا انجام بخیر ہو۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبع ضیاء الاسلام قادیان (محمد جمیل پرنٹر) ۲۲؍ اپریل ۱۸۹۸ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ایک صفحہ پر درج ہے)

---

(۱۸۶)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

میموریل

بحضور نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ

یہ میموریل اس غرض سے بھیجا جاتا ہے کہ ایک کتاب امّہات المومنین نام ڈاکٹر احمد شاہ صاحب عیسائی کی طرف سے مطبع آرپی مشن پریس گوجرانوالہ میں چھپ کر ماہ اپریل ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھی اور مصنف نے ٹائٹل پیج کتاب پر لکھا ہے کہ "یہ کتاب ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی تحدی اور ہزار روپیہ کے انعام کے وعدہ کے معاوضہ میں شائع کی گئی ہے" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محرک اس کتاب کی تالیف کا محمد حسین مذکور ہے چونکہ اس کتاب میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن کو کوئی مسلمان سُن کر رنج سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے لاہور کی انجمن حمایت اسلام نے اس بارے میں حضور گورنمنٹ میں میموریل روانہ کیا تا گورنمنٹ ایسی تحریر کی

☆ نوٹ: یاد رہے کہ اگرچہ ہماری جماعت کا یہ ایک جلسہ ہے لیکن اگر کوئی شریف نیک اندیش اس جلسہ میں شامل ہونا چاہے تو خوشی سے اس کی شمولیت منظور کی جائے گی۔ منہ

نسبت جس طرح مناسب سمجھے کارروائی کرے اور جس طرح چاہے کوئی تدبیر امن عمل میں لائے۔ مگر میں مع اپنی جماعت کثیر اور مع دیگر معزز مسلمانوں کے اس میموریل کا سخت مخالف تھا۔ اور ہم سب لوگ اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ کیوں اس انجمن کے ممبروں نے محض شتاب کاری سے یہ کارروائی کی۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ کتاب اُمہات المومنین کے مولّف نے نہایت دل دُکھانے والے الفاظ سے کام لیا ہے اور زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ باوجود ایسی سختی اور بدگوئی کے اپنے اعتراضات میں اسلام کی معتبر کتابوں کا حوالہ بھی نہیں دے سکا۔ مگر ہمیں ہرگز نہیں چاہیئے کہ بجائے اس کے کہ ایک خطاکار کو نرمی اور آہستگی سے سمجھاویں اور معقولیت کے ساتھ اس کتاب کا جواب لکھیں یہ حیلہ سوچیں کہ گورنمنٹ اس کتاب کو شائع ہونے سے روک لے تا اس طرح پر ہم فتح پالیں کیونکہ یہ فتح واقعی فتح نہیں ہے بلکہ ایسے حیلوں کی طرف دوڑنا ہمارے عجز اور درماندگی کی نشانی ہوگی اور ایک طور سے ہم جبر سے مُنہ بند کرنے والے ٹھہریں گے۔ اور گو گورنمنٹ اس کتاب کو جلا دے تلف کرے کچھ کرے مگر ہم ہمیشہ کے لئے اس الزام کے نیچے آجائیں گے کہ عاجز آکر گورنمنٹ کی حکومت سے چارہ جوئی چاہی۔ اور وہ کام لیا جو مغلوب الغضب اور جواب سے عاجز آجانے والے لوگ کیا کرتے ہیں۔ ہاں جواب دینے کے بعد ہم ادب کے ساتھ اپنی گورنمنٹ میں التماس کر سکتے ہیں کہ ہر ایک فریق اس پیرایہ کو جو حال میں اختیار کیا جاتا ہے ترک کر کے تہذیب اور ادب اور نرمی سے باہر نہ جائے۔ مذہبی آزادی کا دروازہ کسی حد تک کھُلا رہنا ضروری ہے تا مذہبی علوم اور معارف میں لوگ ترقی کریں اور چونکہ اس عالم کے بعد ایک اور عالم بھی ہے جس کے لئے ابھی سے سامان چاہیئے اس لئے ہر ایک حق رکھتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ہر ایک مذہب پر بحث کرے اور اس طرح اپنے تئیں اور نیز بنی نوع کو نجات اخروی کے متعلق جہانتک سمجھ سکتا ہے اپنی عقل کے مطابق فائدہ پہنچاوے۔ لہٰذا گورنمنٹ عالیہ میں

---

* انجمن کا ایسے وقت میں میموریل بھیجنا جبکہ ہزار کاپی امہات المومنین کی مسلمانوں میں مفت تقسیم کی گئی اور جدا جانے کتنی ہزار اور قوموں میں شائع کی گئی بیہودہ حرکت ہے کیونکہ اشاعت جس کا بند کرنا مقصود تھا کامل طور پر ہو چکی ہے۔ منہ

اس وقت ہماری یہ التماس ہے کہ جو انجمن حمایت اسلام لاہور نے میموریل گورنمنٹ میں اس بارے میں روانہ کیا ہے وہ ہمارے مشورہ اور اجازت سے نہیں لکھا گیا بلکہ چند سشتاب کاروں نے جلدی سے یہ جرأت کی ہے جو درحقیقت قابل اعتراض ہے۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ ہم تو جواب نہ دیں اور گورنمنٹ ہمارے لئے عیسائی صاحبوں سے کوئی بازپرس کرے یا اُن کتابوں کو تلف کرے بلکہ جب ہماری طرف سے آہستگی اور نرمی کے ساتھ اس کتاب کا رد شائع ہوگا تو خود وہ کتاب اپنی قبولیت اور وقعت سے گر جائے گی اور اس طرح پر وہ خود تلف ہو جائے گی۔ اس لئے ہم بادب ملتمس ہیں کہ اس میموریل کی طرف جو انجمن مذکور کی طرف سے بھیجا گیا ہے گورنمنٹ عالیہ ابھی کچھ توجہ نہ فرماوے* کیونکہ اگر ہم گورنمنٹ عالیہ سے یہ فائدہ اُٹھاویں کہ وہ کتابیں تلف کی جائیں یا اور کوئی انتظام ہو تو اس کے ساتھ ایک نقصان بھی ہمیں اُٹھانا پڑتا ہے کہ ہم اس صورت میں دین اسلام کو ایک عاجز اور فرومانده دین قرار دیں گے کہ جو معقولیت سے حملہ کرنے والوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ اور نیز یہ ایک بڑا نقصان ہوگا کہ اکثر لوگوں کے نزدیک یہ امر مکروہ اور نامناسب سمجھا جائے گا کہ ہم گورنمنٹ کے ذریعہ سے اپنے انصاف کو پہنچ کر پھر کبھی اس کتاب کا رد لکھنا بھی شروع کر دیں۔ اور در حالت نہ لکھنے جواب کے اس کے فضول اعتراضات ناواقفوں کی نظر میں فیصلہ ناطق کی طرح سمجھے جائیں گے اور خیال کیا جائے گا کہ ہماری طاقت میں یہی تھا جو ہم نے کر لیا سو اس سے ہماری دینی عزت کو اس سے بھی زیادہ ضرر پہنچتا ہے جو مخالف نے گالیوں سے پہنچانا چاہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس کتاب کو ہم نے عمداً تلف کرایا یا روکا پھر اسی کو مخاطب ٹھہرا کر اپنی کتاب کے ذریعہ سے پھر شائع کرنا نہایت نامعقول اور بیہودہ طریق ہوگا۔ اور ہم گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم دردناک دل سے اُن تمام گندے اور سخت الفاظ پر صبر کرتے ہیں جو صاحب اُمہات المومنین

---

* ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ انجمن کا یہ میموریل بعد از وقت ہے کیونکہ مولف اُمہات المومنین کی طرف سے جو ضرر روکنے کے لائق تھا وہ ہمیں پہنچ چکا اور پورے طور پر پنجاب ہندوستان میں اس کتاب کی اشاعت ہو گئی سو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اب ہم اپنی گورنمنٹ محسنہ سے کیا مانگیں اور وہ کیا کرے۔ منہ ۔

نے استعمال کئے ہیں اور ہم اس مؤلف اور اس کے گروہ کو ہرگز کسی قانونی مواخذہ کا نشانہ بنانا نہیں چاہتے کہ یہ امر اُن لوگوں سے بہت ہی بعید ہے کہ جو واقعی نوع انسان کی ہمدردی اور سچی اصلاح کے جوش کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض کر دینے کے لائق ہے کہ اگرچہ ہماری جماعت بعض امور میں دوسرے مسلمانوں سے ایک جزئی اختلاف رکھتی ہے مگر اس مسئلہ میں کسی سمجھ دار مسلمان کو اختلاف نہیں کہ دینی حمایت کے لئے ہمیں کسی جوش یا اشتعال کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ ہمارے لئے قرآن میں یہ حکم ہے ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن اور دوسری جگہ یہ حکم ہے کہ جادلھم بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ اس کے معنی یہی ہیں کہ نیک طور پر اور ایسے طور پر جو مفید ہو عیسائیوں سے مجادلہ کرنا چاہیئے اور حکیمانہ طریق اور ایسے ناصحانہ طور کا پابند ہونا چاہیئے کہ اُن کو فائدہ بخشے۔ لیکن یہ طریق کہ ہم گورنمنٹ کی مدد سے یا نعوذباللہ خود اشتعال ظاہر کریں ہرگز ہمارے اصل مقصود کو مفید نہیں ہے۔ یہ دنیاوی جنگ وجدل کے نمونے ہیں اور سچے مسلمان اور اسلامی طریقوں کے خلاف ہرگز ان کو پسند نہیں کرتے کیونکہ اُن سے وہ نتائج جو ہدایت بنی نوع کے لئے مفید ہیں پیدا نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حال میں پرچہ مخبر دکن میں جو مسلمانوں کا ایک اخبار ہے ماہ اپریل کے ایک پرچہ میں اسی بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ رسالہ اُمّہات المؤمنین کے تلف کرنے یا روکنے کے لئے گورنمنٹ سے ہرگز التجا کرنی نہیں چاہیئے کہ یہ دوسرے پیرایہ میں اپنے مذہب کی کمزوری کا اعتراف ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے ہم جانتے ہیں کہ اخبار مذکورہ کی اس رائے کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی جس سے ہم سمجھتے ہیں کہ عام مسلمانوں کی یہی رائے ہے کہ اس طریق کو جس کا انجمن مذکور نے ارادہ کیا ہے ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ اس میں کوئی حقیقی اور واقعی فائدہ ایک ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔ اہل علم مسلمان اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بارے میں ایک پیشگوئی ہے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے وصیت کے طور پر ایک حکم ہے جس کو ترک کرنا سچے مسلمانوں کا کام

نوں ہے اور وہ یہ ہے لتبلونّ فی اموالکم و انفسکم و لتسمعنّ من الّذین اوتوا الکتاب من قبلکم و من الّذین اشرکوا اذًی کثیرًا۔ و ان تصبروا و تتّقوا فانّ ذالک من عزم الامور۔ سورۂ آل عمران۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تمہارے مالوں اور جانوں پر بلا بھیج کر تمہاری آزمائش کرے گا اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت سی دُکھ دینے والی باتیں سُنو گے سو اگر تم صبر کرو گے اور اپنے تئیں ہر ایک ناکردنی امر سے بچاؤ گے تو خدا کے نزدیک اولوالعزم لوگوں میں سے ٹھہرو گے۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور یہ اس زمانہ کے لئے مسلمانوں کو وصیت کی گئی ہے کہ جب ایک مذہبی آزادی کا زمانہ ہوگا کہ جو کوئی کچھ سخت گوئی کرنا چاہے وہ کر سکے گا۔ جیسا کہ یہ زمانہ ہے۔ سو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کے لئے تھی اور اسی زمانہ میں پوری ہوئی۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ جو اس آیت میں اذًی کثیرًا کا لفظ ایک عظیم الشان ایذا رسانی کو چاہتا ہے وہ کبھی کسی صدی میں اس سے پہلے اسلام نے دیکھی ہے؛ اس صدی سے پہلے عیسائی مذہب کا یہ طریق نہ تھا کہ اسلام پر گندے اور ناپاک حملے کرے بلکہ اکثر ان کی تحریریں اور تالیفیں اپنے مذہب تک ہی محدود تھیں۔ قریباً تیرھویں صدی ہجری سے اسلام کی نسبت بدگوئی کا دروازہ کُھلا جس کے اوّل بانی ہمارے ملک میں پادری فنڈل صاحب تھے۔ بہر حال اس پیشگوئی میں مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ جب تم دلآزار کلمات سے دُکھ دیئے جاؤ اور گالیاں سُنو تو اس وقت صبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ سو قرآنی پیشگوئی کے مطابق ضرور تھا کہ ایسا زمانہ بھی آتا کہ ایک مقدس رسُول کو جس کی اُمّت سے ایک کثیر حصہ دُنیا کا پُر ہے۔ عیسائی قوم جیسے لوگ جن کا تہذیب کا دعویٰ تھا گالیاں دیتے اور اس بزرگ نبی کا نام نعوذ باللہ زانی اور ڈاکو اور چور رکھتے اور دُنیا کے سب بدتروں سے بدتر ٹھہراتے۔ بیشک یہ اُن لوگوں کے لئے بڑے رنج کی بات ہے جو اس پاک رسُول کی راہ میں فدا ہیں اور ایک دانشمند عیسائی بھی احساس کر سکتا ہے کہ جب مثلاً ایسی کتاب اُمّہات المومنین میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ زناکار کے نام سے پکارا گیا اور گندے سے گندے تحقیر کے الفاظ آنجناب کے حق میں استعمال کئے گئے اور پھر عمداً ہزار کاپی اس کتاب کی بعض دلوں کے

دکھانے کے لئے عام اور خاص مسلمانوں کو پہنچائی گئی اس سے کس قدر دردناک زخم عام مسلمانوں
کو پہنچے ہوں گے اور کیا کچھ اُن کے دلوں کی حالت ہوئی ہوگی۔ اگرچہ بدگوئی میں یہ کچھ پہلی ہی تحریر
نہیں ہے بلکہ ایسی تحریروں کی پادری صاحبوں کی طرف سے کروڑہا تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ مگر
یہ طریق دل دکھانے کا ایک نیا طریق ہے کہ خواہ نخواہ غافل اور بے خبر لوگوں کے گھروں میں یہ
کتابیں پہنچائی گئیں۔ اور اسی وجہ سے اس کتاب پر بہت شور بھی اُٹھا ہے۔ باوجود اس بات کے
کہ پادری عمادالدین اور پادری ٹھاکرداس کی کتابیں اور نور افشاں کی پچیس سال کی مسلسل
تحریریں سختی میں اس سے کچھ کم نہیں ہیں۔ یہ تو سب کچھ ہوا۔ مگر ہمیں تو آیت موصوفہ بالا میں
یہ تاکیدی حکم ہے کہ جب ہم ایسی بدزبانی کے کلمات سُنیں جس سے ہمارے دلوں کو دکھ پہنچے
تو ہم صبر کریں۔ اور کچھ شک نہیں کہ جلد تر حکام کو اس طرف متوجہ کرنا یہ بھی ایک بے صبری
کی قسم ہے اس لئے عقلمند اور دور اندیش مُسلمان ہرگز اس طریق کو پسند نہیں کرتے کہ گورنمنٹ
عالیہ تک اس بات کو پہنچایا جائے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے قرآن میں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ دین اسلام
میں اکراہ اور جبر نہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین اور جیسا کہ فرماتا ہے افانت
تکرہ الناس۔ لیکن اس قسم کے حیلے اکراہ اور جبر میں داخل ہیں جس سے اسلام جیسا پاک
اور معقول مذہب بدنام ہوتا ہے۔

غرض اس بارے میں مَیں اور میری جماعت اور تمام اہل علم اور صاحب تدبر مسلمانوں
میں سے اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ کتاب اُمہات المومنین کی لغو گوئی کی یہ سزا نہیں
ہے کہ ہم اپنی گورنمنٹ محسنہ کو دست اندازی کے لئے توجہ دلاویں۔ گو خود دانا گورنمنٹ
اپنے قوانین کے لحاظ سے جو چاہے کرے۔ مگر ہمارا صرف یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم ایسے
ایسے اعتراضات کا کہ جو درحقیقت نہایت نادانی یا دھوکہ دہی کی غرض سے کئے گئے ہیں
خوبی اور شائستگی کے ساتھ جواب دیں اور پبلک کو اپنی حقیقت اور اخلاق کی روشنی
دکھلائیں۔ اسی غرض کی بنا پر یہ میموریل روانہ کیا گیا ہے۔ اور تمام جماعت ہماری متفق

مسلمانوں کا اسی پر متفق ہے۔

۱۴؍ مئی ۱۸۹۸ء

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے چار صفحوں پر ہے مطبع کا نام درج نہیں۔ محمد اسمٰعیل پریس مین کا نام اس پر لکھا ہے)

؎ یہ اشتہار کتاب البریہ میں بھی مندرج ہے (عبد اللطیف بہاولپوری)

---

(۱۸۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کیلئے ایک ضروری

اشتہار

میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہے یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سُنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مُریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی اُن کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنجوقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے

مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بیجا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر اُن کے وجود میں نہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ جس کے زیر سایہ اُن کے مال اور جانیں اور آبروئیں محفوظ ہیں بصدق دل اس کے وفادار تابعدار رہیں اور تمام انسانوں کی ہمدردی اُن کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنجوقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں۔ اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو اُن کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے یا اس گورنمنٹ محسنہ کا خیرخواہ نہیں ہے یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بیوجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دُور کرو اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے۔ اور چاہیئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح ہو اور چاہیئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔

یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتداء سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ اُن تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد

دیکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو۔ اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنادے کہ تم تمام دُنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا۔

چاہئے کہ تمہارے دل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بری اور تمہاری آنکھیں ناپاکی سے منزہ ہوں اور تمہارے اندر بجز راستی اور ہمدردی خلائق کے اور کچھ نہ ہو۔ میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قویٰ میں اعلیٰ نمونہ دکھائیں گے میں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی

کی مجلس میں بیٹھا ہے۔ یا کسی اَور قسم کی بد چلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔

ابھی مَیں نے چند ایسے آدمیوں کی شکایت سُنی تھی کہ وہ پنجوقت نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ اُن کی مجلسوں میں ٹھٹھے اور ہنسی اور حُقّہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا اور بعض کی نسبت شک کیا گیا تھا کہ وہ پرہیزگاری کے پاک اُصول پر قائم نہیں ہیں اس لئے میں نے بلا توقف ان سب کو یہاں سے نکال دیا ہے کہ تا دوسروں کے ٹھوکر کھانے کا موجب نہ ہوں۔ اگرچہ شرعی طور پر اُن پر کچھ ثابت نہ ہوا لیکن اس کارروائی کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ شکی طور پر اُن کی نسبت شکایت ہوئی۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ راستبازی میں ایک روشن نمونہ دکھاتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص اُن کے حق میں بول سکتا۔ مَیں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ درحقیقت اُن لوگوں میں سے نہ تھے جنہوں نے راستبازی کی تلاش میں ہماری ہمسائیگی اختیار کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے طیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانون قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں اُن کے دل خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ لوگوں کے لئے ظاہر کریں گے۔

والسّلام ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۸۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی جماعت کے لئے ضروری اشتہار

چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم اس کی بزرگ عنایات سے ہماری جماعت کی تعداد میں بہت ترقی ہو رہی ہے اور اب ہزاروں تک اُس کی نوبت پہنچ گئی اور عنقریب بفضلہٖ تعالےٰ لاکھوں تک پہنچنے والی ہے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اُن کے باہمی اتحاد کے بڑھانے کے لئے اور نیز اُن کو اہل اقارب کے بد اثر اور بد نتائج سے بچانے کے لئے لڑکیوں اور لڑکوں کے نکاحوں کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب اور عناد اور بخل اور عداوت کے پورے درجہ تک پہنچ گئے ہیں اُن سے ہماری جماعت کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک کہ وہ توبہ کرکے اسی جماعت میں داخل نہ ہوں۔ اور اب یہ جماعت کسی بات میں اُن کی محتاج نہیں۔ مال میں دولت میں علم میں فضیلت میں خاندان میں پرہیزگاری میں خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجّال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثنا خوان اور تابع ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں جب تک پاکی اور سچائی کے لئے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑے گا اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔ سو تمام جماعت توجہ سے سُن لے

کردست بازی کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے اس لئے میں نے انتظام کیا ہے کہ آیندہ خاص میرے ہاتھ میں مستور اور مخفی طور پر ایک کتاب رہے جس میں اس جماعت کی لڑکیاں اور لڑکوں کے نام لکھے رہیں۔ اور اگر کسی لڑکی کے والدین اپنے کنبہ میں ایسی شرائط کا لڑکا نہ پاویں جو اپنی جماعت کے لوگوں میں سے ہو اور نیک چلن اور نیز اُن کے اطمینان کے موافق لائق ہو۔ ایسا ہی اگر ایسی لڑکی نہ پاویں تو اس صورت میں اُن پر لازم ہوگا کہ وہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جماعت میں سے تلاش کریں۔ اور ہر ایک کو تسلی رکھنی چاہیئے کہ ہم والدین کے سچے ہمدرد اور غم خوار کی طرح تلاش کریں گے اور حتی الوسع یہ خیال رہے گا کہ وہ لڑکا یا لڑکی جو تلاش کئے جائیں اہل رشتہ کے ہم قوم ہوں یا اگر یہ نہیں تو ایسی قوم میں سے ہوں جو عرف عام کے لحاظ سے باہم رشتہ داریاں کر لیتے ہوں۔ اور سب سے زیادہ یہ خیال رہے گا کہ وہ لڑکا یا لڑکی نیک چلن اور لائق بھی ہوں اور نیک بختی کے آثار ظاہر ہوں۔ یہ کتاب پوشیدہ طور پر رکھی جائے گی اور وقتاً فوقتاً جیسی صورتیں پیش آئیں گی اطلاع دی جائے گی اور کسی لڑکے یا لڑکی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہیں کی جائے گی جب تک اس کی لیاقت اور نیک چلنی ثابت نہ ہو جائے۔ اس لئے ہمارے مخلصوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی ایک فہرست اسماء بقید عمر و قومیت بھیج دیں تا وہ کتاب میں درج ہو جائے۔ مندرجہ ذیل نمونہ کا لحاظ رہے۔

نام دختر یا پسر	نام والد	نام شہر بقید محلہ و ضلع	عمر دختر یا پسر

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۷ جون ۱۸۹۸ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (اشتہار)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ایک صفحہ پر ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مراد ما نصیحت بود کردیم

دوائے طاعون

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایک دوا علاج طاعون کے لئے بصرف مبلغ دو ہزار پانسو روپیہ طیار ہوئی ہے* اور ساتھ اس کے ظاہر بدن پر مالش کرنے کے لئے مرہم عیسیٰ بھی بنائی گئی ہے یعنی وہ مرہم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُن چوٹوں کے لئے بنائی گئی تھی جبکہ نا اہل یہودیوں نے آپ کو صلیب پر کھینچا تھا۔ یہی مبارک مرہم چالیس دن برابر جناب مسیح علیہ السلام کے صلیبی زخموں پر لگتی رہی اور اسی سے خدا تعالیٰ نے آپ کو شفا بخشی گویا دوبارہ زندگی ہوئی۔ یہ مرہم طاعون

* اگرچہ دوا بجنسہٖ تریاق الٰہی زیابطیس کے لئے یا اختناق الرحم کے لئے یا دماغ اور نخاع اور اعصاب اور معدہ کی کمزوری کے لئے یا معمولی قویٰ کی کمی کے لئے استعمال کرنی ہو تو کافور وغیرہ عرقیات کے ملانے کی کچھ ضرورت نہیں ہاں وزن حسب برداشت بڑھا دیں اور یہ دوا حسب الہام الٰہی طیار ہوئی ہے۔ عام طور پر تقسیم کی گنجائش نہیں الّا ماشاء اللہ اور یہ دوا نزلات اور کھانسی اور مقدمہ سل کے لئے بہت مفید ہے۔ اور یاد رہے کہ قبل اس کے کہ یہ ندبیہ ہماری تحریک میں آئے خود بخود ہمارے سرگرم دوستوں نے حسب تجویز میرے دوائیں خرید لیں، اور اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے دو ہزار روپیہ کے یاقوت ڈالی دیئے اور ایسا ہی اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب اور سودار نواب محمد علیخاں صاحب نے للہ مدد دی اور ڈاکٹر بوڑیخاں صاحب اسسٹنٹ سرجن قصور اور منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ اور کئی اور دوست جن کا ذکر موجب تطویل ہے اس کارخیر کی امداد میں شریک ہوئے اور یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ اس وقت جبکہ خدانخواستہ پنجاب میں طاعون کے پھیلنے کا احتمال ہو یہ دوا للہ تقسیم کردی جائے مگر کم سے کم چالیس دن مرض سے پہلے اس کا استعمال چاہیئے۔ منہ *

کے لئے بھی نہایت درجہ مفید ہے بلکہ طاعون کی تمام قسموں کے لئے فائدہ مند ہے۔ مناسب ہے کہ
جب نعوذ باللہ بیماری طاعون نمودار ہو تو فی الفور اس مرہم کو لگانا شروع کر دیں کہ یہ مادہ سمّی کی
مدافعت کرتی ہے اور پھنسی یا پھوڑے کو طیار کر کے ایسے طور سے پھوڑ دیتی ہے کہ اس کی سمیت دل
کی طرف رجوع نہیں کرتی اور نہ بدن میں پھیلتی ہے۔ لیکن کھانے کی دوا جس کا نام ہم نے تریاق
الٰہی رکھا ہے اس کے استعمال کا طریق یہ ہے کہ اوّل بقدر فلفل گرد کھانا شروع کریں اور پھر حسب
برداشت مزاج بڑھاتے جائیں اور ڈیڑھ ماشہ تک بڑھا سکتے ہیں اور بچوں کے لئے جن کی عمر
دس برس سے کم ہے ایک یا ڈیڑھ رتی تک دی جا سکتی ہے اور طاعون سے محفوظ رہنے کے لئے
جب یہ دوا کھائیں تو مفصلہ ذیل دواؤں کے ساتھ اس کو کھانا چاہیئے۔ کیمفر کو ۱۵ قطرہ،
وائینم اپی کاک ۹ قطرہ۔ سپرٹ کلورا فارم ۱۵ قطرہ۔ عرق کیوڑہ ۵ تولہ۔ عرق سلطان الاشجار
یعنے سرس ۵ تولہ۔ باہم ملا کر اور تین چار تولہ پانی ڈال کر گولی کھانے کے بعد پی لیں۔ اور یہ خوراک
اوّل حالت میں ہے ورنہ حسب برداشت کیمفر کو ساٹھ بوند تک اور وائینم اپی کاک چالیس بوند تک
اور سپرٹ کلورا فارم ساٹھ بوند تک اور عرق کیوڑہ بیس تولہ تک اور عرق سرس یعنی سلطان الاشجار
پچیس تولہ تک ہر ایک شخص استعمال کر سکتا ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ وزن بیان کردہ کے اندر
اندر حسب تجربہ تحمل طبیعت ان ادویہ کو بڑھاتے جائیں تا پورا وزن ہو کر جلد طبیعت میں اثر کرے
مگر بچوں میں بلحاظ عمر کے کم مقدار دینا چاہیئے۔ اور اگر تریاق الٰہی میسر نہ آسکے تو پھر عمدہ جدوار کو
سرکہ میں پیس کر بقدر ساٹھ رتی بڑوں کے لئے اور بقدر دو دو رتی چھوٹوں کے لئے گولیاں
بنالیں اور اس دوا کے ساتھ صبح شام کھا دیں۔ حتی المقدور ہر روز غسل کریں اور پوشاک بدلیں
اور بدر رویں گندی نہ ہونے دیں اور مکان کی اوپر کی چھت میں رہیں اور مکان صاف رکھیں
اور خوشبودار چیزیں عود وغیرہ گھر میں جلاتے رہیں اور کوشش کریں کہ مکانوں میں تاریکی اور حبس
ہوا نہ ہو اور گھر میں اس قدر ہجوم نہ ہو کہ بدنی عفونتوں کے پھیلنے کا احتمال ہو جہانتک ممکن ہو گھروں میں
لکڑی اور خوشبودار چیزیں بہت جلا دیں اور اس قدر گھر کو گرم رکھیں کہ گویا گرمی کے موسم سے مشابہ

ہو اور گندھک بھی جلادیں اور گھر میں بہت سے کچے کوئلے اور چونہ بھی رکھیں اور دروں نیم سنزلی کے ہار پرو کر دروازوں پر لٹکا دیں۔ اور سب سے ضروری بات یہ کہ خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔ دل کو صاف کریں اور نیک اعمال میں مشغول ہوں۔ وَالسَّلام۔

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان تعداد ۲۰۰۰ (محمد اسمٰعیل رئیس) ۲۳ر جولائی ۱۸۹۸ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۹۰)

اشتہار واجب الاظہار

متعلق کتب دفتر ضیاء الاسلام قادیان

چونکہ ہمارے مطبع میں ہمیشہ نو تالیف کتابیں جو میری تالیفات میں سے ہیں چھپتی رہتی ہیں اس لئے یہ اندیشہ ہمیشہ دامنگیر رہتا ہے کہ کوئی کتاب ہمارے شائع کرنے سے پہلے کسی اتفاق سے دفتر سے نکل جائے یا بطور خیانت کسی بیرونی آدمی کی چالاکی سے کسی کو پہنچ نہ جائے لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اس اندیشہ کے دُور کرنے کے لئے کوئی احسن انتظام کیا جائے اس لئے عام طور پر اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی کتاب جب تک کہ اس پر مُہر اور میرے دستخط موجود نہ ہوں جائز طور پر شائع کردہ نہ سمجھی جائے۔ بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس کتاب پر صرف مُہر ہو اور میرے دستخط ساتھ نہ ہوں وہ بھی مسروقہ ہے اور جس پر مُہر اور میرے خاص دستخط دونوں

موجود ہوں وہ کتاب مسروقہ نہیں ہے اور جس پر نہ مُہر اور نہ دستخط ہو وہ اس انتظام سے پہلے کی ہے اور بہرحال اُس کو جائز طور پر شائع شدہ سمجھنا چاہیئے اور یہ انتظام آیندہ کے لئے ہے کیونکہ اب دفتر کی تمام موجودہ کتابوں پر مُہر لگادی گئی ہے اور دستخط نہیں کئے۔ آیندہ ہر ایک کتاب جو جائز طور پر ہماری مرضی اور اجازت سے کسی طرف روانہ ہوگی تو اس پر دستخط کردیئے جائیں گے اس لئے جو کتاب بغیر ہمارے دستخط کے صرف مُہر ہی رکھتی ہوگی وہ کتاب اگر کسی اَور کے پاس پائی جائے تو اس کو مسروقہ سمجھا جائے گا اور مُہر میں یہ الفاظ ہوں گے (الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۸ء) اور دستخط میں ہمارا نام مع تاریخ ہوگا۔ اور اب جو چند کتابیں جیسے کتاب ایام الصلح اردو و فارسی اور کتاب ترغیب المؤمنین اور کتاب فریاد درد اور کتاب نجم الہُدیٰ زیر تالیف ہیں۔ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوئیں۔ جب یہ شائع ہوں گی تو دستخط اور مُہر کے ساتھ شائع کی جائیں گی۔ اور اُن کتابوں میں سے جو کتاب بغیر دستخط اور مُہر کے کسی کے پاس پائی جائے تو اس کو مسروقہ سمجھنا چاہیئے۔ اور ایسا ہی آیندہ جو کتاب اگست ۱۸۹۸ء کے بعد کی نئی تصنیف نکلے اُس کے لئے بھی یہی قاعدہ تصور کرنا چاہیئے یعنی مُہر اور دستخط دونوں کا ہونا ضروری ہوگا اور جس کتاب پر جو اس تاریخ سے بعد کی تالیف ہو مُہر اور دستخط دونوں نہ ہوں گے یا اُن میں سے صرف مُہر ہی ہوگی تو وہ بہرحال مسروقہ قرار دی جائے گی۔ یاد رہے کہ مُہر اور دستخط پہلے صفحہ پر ہوں گے جہاں سے مضمون شروع ہوتا ہے۔

المشتہر

مرزا غلام احمد از قادیان

۲۰ ستمبر ۱۸۹۸ء

تعداد ۷۰۰

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۹۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ کَلَامَنَا

خدا اُس پر رحم کرے جو ہماری بات کو سُنے

ہماری جماعت میں ہمارے ایک دوست ہیں نوجوان اور نوعمر اور خوش شکل اور قوی اور پورے تندرست۔ قریباً بائیس یا تئیس برس کی اُن کی عمر ہوگی۔ اور جہاں تک مَیں نے اُن کے حالات میں غور کیا ہے مَیں انہیں ایک جوان صالح اور مہذب اور نیک مزاج اور خوش خلق اور غریب طبع اور نیک چلن اور دیندار اور پرہیزگار خیال کرتا ہوں۔ واللہ حسیبہ۔ ماسوا اس کے وہ ایک ہونہار جوان ہیں۔ تعلیم یافتہ جو ایم اے کا درجہ حاصل کر چکے ہیں اور انشاء اللہ عنقریب وہ کسی معزز عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ کے مستحق ہیں۔ اُن کو اپنی شادی کے لئے ایک ایسے رشتہ کی ضرورت ہے جہاں بیہودہ رسوم اور اسراف نہ ہو۔ اور لڑکی میں عقل اور شکل اور نیک چلنی اور کسی قدر نوشت خواند کی ضروری شرطیں پائی جائیں۔

میری رائے میں اس لڑکی کی بڑی خوش نصیبی ہوگی جو ایسے جوان صالح ہونہار کے گھر میں آئے۔ مَیں بہت خوش ہوں گا اگر کوئی شخص میرے دوستوں اور میری جماعت میں سے صفات مذکورہ کے ساتھ اپنی لڑکی رکھتا ہو اور اس تعلق کو قبول کرے۔ مجھے اس جوان ایم اے پر نہایت نیک ظن ہے۔ اور مَیں گمان کرتا ہوں کہ یہ رشتہ مبارک ہوگا۔ یہ تمام خط و کتابت مجھ سے کرنی چاہئیے مگر اس صورت میں جبکہ پختہ ارادہ ہو اور نیز بات فی الواقع

شرائط کے موافق ہو تاکہ میرا وقت ضائع نہ ہو۔ والسلام ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۸ء

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۱۹۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

آمین

ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں

اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں

جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعت السنہ دیکھے ہوں گے وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ایک وہ زمانہ تھا جو اُن کا پرچہ اشاعۃ السنہ کف لسان اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے طریق کا مؤید تھا اور کفر کے ننانوے وجوہ کو ایک ایمان کی وجہ پائے جانے سے کالعدم قرار دیتا تھا اور آج وہی پرچہ ہے جو ایسے شخص کو کافر اور دجال قرار دے رہا ہے جو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا قائل

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء سمجھتا اور تمام ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ میں سے ہے۔ اور ان کلمات کو سُنکر شیخ صاحب اور اُن کے ہم زبان یہ جواب دیتے ہیں کہ تم لوگ دراصل کافر اور منکر اسلام اور دہریہ ہو صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنا اسلام ظاہر کرتے ہو۔ گویا شیخ صاحب اور اُن کے دوستوں نے ہمارے سینوں کو چاک کرکے دیکھ لیا ہے کہ ہمارے اندر کُفر بھرا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کی تائید میں اپنے نشان بھی دکھلائے مگر وہ نشان بھی حقارت اور بے عزتی کی نظر سے دیکھے گئے اور کچھ بھی ان نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ مسلمانوں میں آپ کے فتویٰ کفر کی وجہ سے روز بروز تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اور اب اس بات سے نومیدی کلّی ہے کہ آپ مباحثات سے کسی بات کو مان لیں اور نہ ہم آپ کی بے ثبوت باتوں کو مان سکتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ آپ مباہلہ کرکے تصفیہ کرلیں کیونکہ جب کسی طرح جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکے تو آخری طریق خدا کا فیصلہ ہے جس کو مباہلہ کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لئے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے اور یہ شرط الہام کی بناء پر ہے لیکن تاہم آپ کو اختیار ہے کہ اپنے مباہلہ کا اثر تین دن یا ایک دم ہی رہنے دیں کیونکہ مباہلہ دونوں جانب کی لعنت اور بد دُعا کا نام ہے۔ آپ بد دُعا کے اثر کی مدت قرار دینے میں اختیار رکھتے ہیں۔ ہماری بد دُعا کے اثر کا وقت ٹھہرانا آپ کا اختیار نہیں ہے۔ یہ کام ہمارا ہے کہ ہم وقت ٹھہرادیں اس لئے آپ کو ضد نہیں کرنی چاہیئے۔ آپ اشاعۃ السُّنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ شخص ملہم کو جہاں تک شریعت کی سخت مخالفت پیدا نہ ہو اپنے الہام کی متابعت ضروری ہے۔ لہٰذا ایک سال کی شرط جو الہام کی بناء پر ہے اس وجہ سے رد نہیں ہو سکتی کہ حدیث میں ایک سال کی شرط بصراحت موجود نہیں۔ کیونکہ اوّل تو حدیث مباہلہ میں ایک سال کا لفظ موجود ہے اور اس سے انکار دیانت

کے برخلاف ہے۔ پھر اگر فرض کے طور پر حدیث میں سال کا لفظ موجود بھی نہ ہوتا تو چونکہ حدیث
میں ایسا لفظ بھی موجود نہیں جو سال کی شرط کو حرام اور ممنوع ٹھیراتا ہو اس لئے آپ ہی حرام اور
ناجائز قرار دے دینا امانت سے بعید ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی عادت فوری عذاب تھا تو
قرآن شریف میں یا تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اُس کی تصریح ہونی چاہیئے تھی لیکن
تصریح تو کیا بلکہ اس کے برخلاف عملدرآمد پایا گیا ہے۔ دیکھو مکہ والوں کے عذاب کے لئے
ایک برس کا وعدہ دیا گیا تھا اور یونسؑ کی قوم کے عذاب کے لئے چالیس دن مقرر ہوئے تھے
بلکہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں بعض عذابوں کی پیشگوئی صدہا برس کے وعدوں پر کی گئی ہے۔
پھر خواہ نخواہ کچے اور بیہودہ بہانے کر کے اور سراسر بددیانتی کو شیوہ ٹھہرا کر طریق فیصلہ سے
گریز کرنا اُن علماء کا کام نہیں ہو سکتا جو دیانت اور امانت اور پرہیزگاری کا دم مارتے ہوں۔ اگر
ایک شخص درحقیقت مفتری اور جھوٹا ہے تو خواہ مباہلہ ایک سال کی شرط پر ہو خواہ دس سال
کی شرط پر افترا کرنے والا کبھی فتحیاب نہیں ہو سکتا۔

غرض نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو نہایت نیک نیتی سے کی
گئی تھی شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول
کر سکتے ہیں زیادہ نہیں* حالانکہ حدیث شریف میں سال کا لفظ تو ہے مگر تین دن کا نام و نشان نہیں
اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حدیث میں جیسا کہ تین دن کی کہیں تحدید نہیں ایسا ہی ایک سال کی بھی
نہیں تاہم ایک شخص جو الہام کا دعویٰ کر کے ایک سال کی شرط پیش کرتا ہے علماء اُمت کا حق ہے
کہ اُس پر حجت پُوری کرنے کے لئے ایک سال ہی منظور کر لیں۔ اس میں تو حمایت شریعت ہے
تا مدعی کو آئندہ کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ "خدا لکھ چکا ہے کہ مَیں اور میرے نبی اور میرے
پر ایمان لانے والے غالب رہیں گے۔" سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ
راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا یہ طریق

* عجیب بات ہے کہ ایک طرف مباہلہ سے انکار اور پھر گالیاں دینے میں اصرار ہے۔ منہ

اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پُر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کے نام سے چھپوا دیا۔

اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور مَیں نے خدا تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دُعا جو مَیں نے کی ہے یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر مَیں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السُّنہ میں بار بار مجھ کو کذّاب اور دجّال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اُس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ر نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولیٰ اگر مَیں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ[13] ماہ کے اندر یعنی پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے پندرہ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء تک ذلّت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولیٰ میرے منعم میری اُن نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور مَیں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو مَیں عاجزی سے دُعا کرتا ہوں کہ اِن تیرہ* (۱۳) مہینوں میں جو ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلّت کی مار سے دُنیا میں رُسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور مَیں کذّاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلّت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رُسوا اور ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین۔

یہ دُعا تھی جو مَیں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ مَیں ظالم کو ذلیل اور

---

* یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے۔ منہ

رُسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا*۔ اور چند عربی الہامات ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ انّ الّذین یصدّون عن سبیل اللّٰہ سینالھم غضب من ربّھم۔ ضرب اللّٰہ اشد من ضرب الناس۔ انّما امرنا اذا اردنا شیئًا ان نقول لہٗ کن فیکون۔ أتعجب لامری۔ انّی مع العُشّاق۔ انّی انا الرحمٰن۔ ذوالمجد والعلیٰ۔ ویعض الظالم علیٰ یدیہ۔ ویُطْرح بین یدی۔ جزاء سیّئۃ بمثلھا۔ وترھقھم ذلۃ۔ ما لھم من اللّٰہ من عاصم۔ فاصبر حتی یاتی اللّٰہ بامرہ۔ انّ اللّٰہ مع الّذین اتقوا والّذین ھم محسنون۔

یہ خدا تعالےٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ اُن پر کھولے گا ✦۔

اب ہم ذیل میں شیخ محمد حسین کا وہ اشتہار لکھتے ہیں جو جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کے نام پر شائع کیا گیا ہے تا خدا تعالیٰ کے فیصلہ کے وقت دونوں اشتہارات کے پڑھنے سے حق کے طالب

* ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام لیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ منہ ✦

✦ اس فیصلہ کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اب اگر میں جھوٹا اور دجّال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے۔ جھوٹے کی کبھی تائید نہیں کرے گا۔ اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آگیا۔ خدا تعالےٰ سچوں کو فتح بخشے۔ آمین۔ منہ ✦

عبرت اور نصیحت پکڑ سکیں۔ اور عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہی کہ جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا اُن کو ذلیل کرے گا۔ اور میعاد پندرہ[15] دسمبر ۱۸۹۸ء سے تیرہ[13] مہینے ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء تک جو دن ہیں وہ توبہ اور رجوع کے لئے مُہلت ہے۔ فقط

۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان   تعداد ۱۴۰۰



نقل مطابق اصل

"سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب"
"دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب"

"دجال کادیانی کو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا* اور اس سے عہد لے لیا"
"کہ آیندہ دل آزار الفاظ سے زبان کو بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹"
"میں تفصیل بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو جھوٹا الہام کے ذریعہ لوگوں کی دل آزاری"
"سے زبان کو بند کرنا پڑا اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا اور پھر"
"الہامی دروغ زاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکانداری میں نقصان واقع ہوا تو"
"یہ کام اُس نے اپنے ناجین (. . . .) کے ذریعہ شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اُن کے"
"جانب کر رہے ہیں اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دل آزاری میں مصروف"
"ہیں۔ ازانجملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۹ کے صفحہ ۰۰ وغیرہ میں ہوا ہے و ازانجملہ"

" بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے کہ اس کے چند نائبین . . . لاہور و لدھیانہ و پٹیالہ و شملہ "
" نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کئے ہیں کہ وہ بمقام "
" بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کریں اور اس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو چھپن "
" روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان "
" لوگوں نے دل کھول کر دل آزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکال لیا اور کادیانی کی نیابت "
" کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت و حیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب "
" اشاعۃ السنۃ نمبر ٨ و ١٢ جلد ١٥ کے صفحہ ١٩٦ و ١٨٨ و ٣١٣ اور نمبر ٣ جلد ١٨ کے صفحہ ٨٦ اور "
" دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لئے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز و انکار اسی "
" کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا "
" مولوی صاحب کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں اور شرم و حیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے "
" مولوی صاحب ان مجانین کی فضول لاف و گزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو "
" مخاطب بنانا نہیں چاہتے البتہ ان کے مرشد دجال اکبر اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لئے ہر "
" وقت بغیر کسی شرط کے مستعد و تیار ہیں۔ اگر کادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے "
" یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضامندی و "
" ترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے "
" صرف کادیانی کی شروط و میعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر "
" ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں* (جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ و قسم کے لئے اس نے تسلیم کئے تھے) "
" اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی تعیین بھی کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ و دلیل تفصیل ہے "

---

* اصل عبارت پرچہ مذکور یہ ہے "میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ "
" پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو "
" ذلیل کیا جاوے روسیاہ کیا جاوے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ "

"حوالہ حدیث وتفسیر دہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶"
"میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سُنت* ہے اور اس میں کادیانی کی حیلہ سازی"
"فریب بازی کی بڑی گنجائش ہے اور در صورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد"
"انعام لینا نہیں چاہتے صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی"
"پُوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لئے خود تجویز کی تھی کہ اس کا مُنہ کالا** کیا جاوے اس کو ذلیل"
"کیا جاوے (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ قادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے"
"لیکن اس مُنہ سیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کرکے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا"
"جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے . . ."
". . . حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں جن کو انھیں چاروں مواضع کے مُرید"
". . . . آپ کی نذر کریں اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر"
"آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی یہ مصرع پڑھتے جاویں۔ ع چاکارے"
"کند عاقل کہ باز آید پشیمانی***۔ اور یہ شعر صائب کا، بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را۔ عیسیٰ"
"نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند۔ اور یہ رُباعی مُرسل یزدانی و عیسیٰ نبی اللہ شدی۔ بازی گوئی"
"کہ دجالت نخواندا اے مکار۔ کفشہا بر سر خوری از افترائے ناسزا۔ روسیہ گشتی میان مردم قریہ و"
"بازار۔ اور یہ بیت اردو۔ اُڑاتا خاک سر پہ جھومتا مستانہ آتا ہے۔ یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا"
"دیوانہ آتا ہے"

"راقم سید ابوالحسن تبتی حال وارد کوہ شملہ۔ سنجولی۔ ۳۱ اکتوبر ۱۸۹۶ء"

---

* تعجب کہ یہ لوگ کس قدر چالاکی سے کام لیتے ہیں۔ اگر مباہلہ کا اثر فوری ضروری ہے تو کیوں اپنی بددعا کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ فی الفور ہماری بددُعا کا اثر ہو جائے گا۔ منہ المشتہر

** اس کے جواب میں بجز اس کے ہم کیا کہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ منہ المشتہر

*** بدذاتوں کی بدذاتی اور بدکاری کو خدا تعالیٰ دیکھتا ہے سو جو شخص اُس کی نظر میں بدکار اور کذاب ہے وہ اس کو بے سزا نہیں چھوڑے گا۔ منہ المشتہر

"ضروری نوٹ (یادداشتیں)"

"(۱) .... تابعین دجال اکبر کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبد القادر لودہانوی مولوی صاحب موصوف کا ہم مکتب ہے یہ محض دروغ ہے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بد نصیب بمقام ہندلہ (جبکہ ہم مولوی نورالحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے ہم سے شرح ملاّ پڑھتا تھا۔ اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے جس کی شکایت اس شعر میں ہے۔ ؎ کس نیا موخت علم تیر از من - کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد"

"(۲) یہ بھی مُریدان دجال نے مشتہر کیا ہے کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولویصاحب کے پاس بھیجا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔ قلمی خط تو یکطرف رہا کوئی مطبوعہ پرچہ اخبار الحکم جس میں اس کا یہ خط درج ہوا ہے یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا دیانی یا اس کے اتباع کا مُرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہلحدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب و ہوا سے بتقاضا وصول کیا۔ اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کہ جو مضمون جواب طلب وہ چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

"(۳) عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو ان تابعین دجال نے مولویصاحب موصوف کی طرف منسوب کیا ہے اس میں بھی ان گمناموں نے دجال اکبر کی سُنّت پر عمل کیا ہے۔ مولویصاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لئے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں

کادیانی کی عربی نویسی اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم و حیا کو
نصیب اعدا سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغلیط عاطلۂ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مُردے
اُکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنۃ
کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب کر مر جاتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے مگر
یہاں شرم کہاں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے کہ شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید۔"

"(۴) کادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو مثل شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے
اس میں مولوی صاحب سے مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی صاحب اشاعۃ السنۃ نمبر ۱
جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر ۱ جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۷ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔
مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔
ہم کہاں تک جوابات کا اعادہ کرتے جاویں۔"

"(۵) مولوی سید ابوالحسن صاحب تبتی نے جو ۸۲۵ روپیہ انعام کے بدلے آٹھ
سو پچیس (۸۲۵) جوتے کادیانی کے لئے تجویز کئے ہیں اس پر حضور اینجانب کا صاد ہے لیکن
ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس (اکذب) کادیانی
اس قدر جوتوں کے بذات شریف و نفس نفیس متحمل نہ ہو سکیں اور سر مبارک حضرت
اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے
تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گستاخ اشتہارات دیئے ہیں آپس میں
اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے ملتس گنام پٹیالہ والوں کو اور لدھیانہ والے
شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے
کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس پر اصرار نہیں کہ وہ سب کے سب جوتے
حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کئے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی

انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے*۔"

الراقم احقر العباد ملہم ربانی ملا محمد بخش لاہور ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء

محمد بخش قادری مینیجر اخبار جعفر زٹلی تاج الہند پریس لاہور "

---

(۱۹۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ

مبادا دل آں فرومایہ شاد ۔ کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اُس اشتہار کے نتیجے کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔

اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں۔ اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سُنیں گے جیسا کہ وہ سُن رہے ہیں۔ مگر چاہیئے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالےٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرے سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے

---

* ذرا صبر کرو خدا تعالےٰ جو دیکھ رہا ہے یہ سب ذلت جھوٹے کی کرے گا۔ منہ المشتہر۔

سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکابِ جُرم کرتا ہے۔ اس لئے مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو۔ اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرما دے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اُس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو۔ کہ بسا اوقات ملاقات موجبِ جنگ و جدل ہو جاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث و مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث و مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راستبازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا اُن کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقویٰ کی برکت سے فرعون پر کیسے فتحیاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ اُن کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو معہ اُس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بدبخت یہودیوں نے چاہا کہ اُن کو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ اُن کی پاک رُوح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگا دیں کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اس کا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دُور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے۔ اس لئے لعین شیطان کا نام ہے۔ اور یہ نہایت بد منصوبہ تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالایق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاک دل اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے۔ اور جیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان و دل بیزار اور اللہ اس سے بیزار ہے۔ لیکن خدائے قادر و قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس راہ سے ناکام اور نامُراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اُس کو ایک سو بیس برس تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اس کے سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی اُس قدیم سنّت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گذرا جس نے قوم کی ایذا کی وجہ سے ہجرت نہ کی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پاکر

ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے، خداتعالےٰ کا پیغام پہنچا کر آخرکار خاک کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سرینگر خانیار کے محلّہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے یزار و یتبرک بہٖ۔ ایسا ہی خداتعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ نبی آخرالزمان کو جو سید المتقین تھے انواع اقسام کی تائیدات سے مظفر اور منصور کیا۔ گو اوائل میں حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ کی طرح داغ ہجرت آپ کے بھی نصیب ہوا۔ مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔

سو اَے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہنچاتے ہیں تو وہ فریق جو خداتعالےٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سید و مولیٰ نبینا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیسی کمزوری کی حالت میں مکّہ میں ظاہر ہوئے تھے اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن جانی ہو گئے تھے۔ تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو! اُس پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لوگے کہ خداتعالےٰ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے۔ جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اُس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چُنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لَب جھُوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔

اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔ تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤگے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو

اور اپنی ذرّیت کو ہلاکت سے بچاؤ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو۔ حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اَور عزیز بھی ہے۔ اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ۔ اگر چاہتے ہو کہ اسی دُنیا میں خدا کو دیکھ لو۔ کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے۔ تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک بات میں شریک ہیں یہاں تک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو اُن بندوں کی عزّت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیت میں جان نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جبکہ وہ دُنیا میں ذلیل کئے جاتے اور اُن کو بُرا کہا جاتا اور کذّاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور دجّال اور ٹھگ اور فریبی اُن کا نام رکھا جاتا ہے اور اُن کے تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپ کو تھامے رہتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کی غیرت چاہتی ہے کہ ان کی تائید میں کوئی نشان ظاہر کرے تب یک دفعہ ان کا دل دُکھتا اور اُن کا سینہ مجروح ہوتا ہے۔ تب وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور اُن کی دردمندانہ دُعاؤں کا آسمان پر ایک صعبناک شور پڑتا ہے اور جس طرح بہت گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بہ تہ بادل پیدا ہو کر یک دفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی مخلصین کے دردناک تضرعات جو بموقعہ وقت پیدا ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اُٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت میں زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہا تک پہنچ جائے تو سمجھنا چاہئے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است ۔ زیر آں گنج کرم بنہادہ است

مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغگوئی اور کجروی

سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں
کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی
اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کے لکھا گیا تھا، یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف
طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہو گئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا
خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق و کاذب کا تھا جو خدا تعالیٰ
نے اپنے الہام کے ذریعہ سے قائم کیا تھا۔ اور چاہیئے تھا کہ یہ لوگ اُس اشتہار کے شائع ہونے
کے بعد چُپ ہو جاتے اور ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے۔ لیکن افسوس
کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۲۰ر نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا
جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا۔ وہ اس اشتہار میں لکھتا ہے کہ کوئی پیشگوئی
اس شخص یعنی اس عاجز کی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ
اللہ علی الکاذبین۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے
جواب میں بھی بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اصل تو یہ ہے کہ جب انسان کا دل بُخل
اور عناد سے سیاہ ہو جاتا ہے تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا اور سُنتے ہوئے نہیں سُنتا۔ اُس
کے دل پر خدا کی مُہر لگ جاتی ہے۔ اس کے کانوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ یہ بات اب تک کس
پر پوشیدہ ہے کہ آتھم کی پیشگوئی شرطی تھی اور خدا کے الہام نے ظاہر کیا تھا کہ وہ رجوع الی الحق
کی حالت میں مرنے سے بچ جائے گا اور پھر آتھم نے اپنے افعال سے اپنے اقوال سے اپنی سراسیمگی
سے اپنے خوف سے اپنے قسم نہ کھانے سے اپنے نالش نہ کرنے سے ثابت کر دیا کہ ایام پیشگوئی
میں اس کا دل عیسائی مذہب پر قائم نہ رہا اور اسلام کی عظمت اس کے دل میں بیٹھ گئی اور یہ کچھ
بعید نہ تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کی اولاد تھا اور اسلام سے بعض اعتراضوں کی وجہ سے مرتد ہوا تھا اسلامی
چاشنی رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو پورے طور پر عیسائیوں کے عقیدہ سے اتفاق بھی نہیں تھا اور
میری نسبت وہ ابتدا سے نیک ظن رکھتا تھا۔ لہٰذا اس کا اسلامی پیشگوئی سے ڈرنا قرین قیاس تھا بعید

جبکہ اُس نے قسم کھا کر اپنی عیسائیت ثابت نہ کی اور نہ نالش کی اور چور کی طرح ڈرتا رہا اور عیسائیوں کی سخت تحریک سے بھی وہ اُن کاموں کے لئے آمادہ نہ ہوا تو کیا اس کی یہ حرکات ایسی نہ تھیں کہ اس سے یہ نتیجہ نکلے کہ وہ اسلامی پیشگوئی کی عظمت سے ضرور ڈرتا رہا۔ غافل زندگی کے لوگ تو نجومیوں کی پیشگوئیوں سے بھی ڈر جاتے ہیں چہ جائیکہ ایسی پیشگوئی جو بڑے شدومد سے کی گئی تھی جس کے سُننے سے اسی وقت اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا جس کے ساتھ درصورت نہ پُورے ہونے کے مَیں نے اپنے سزایاب ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ پس اس کا رُعب ایسے دلوں پر جو دینی سچائی سے بے بہرہ ہیں، کیونکر نہ ہوتا۔ پھر جبکہ یہ بات صرف قیاسی نہ رہی بلکہ خود آتھم نے اپنے خوف اور سراسیمگی اور دہشت زدہ ہونے کی حالت سے جس کو صدہا لوگوں نے دیکھا اپنی اندرونی بے قراری اور اعتقادی حالت کے تغیر کو ظاہر کر دیا اور پھر بعد میعاد قسم نہ کھانے اور نالش نہ کرنے سے اس تغیر کی حالت کو اور بھی یقین تک پہنچایا اور پھر الہام الٰہی کے موافق ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر مَر بھی گیا تو کیا یہ تمام واقعات ایک منصف اور خدا ترس کے دل کو اس یقین سے نہیں پھیرتے کہ وہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر الہامی شرط سے فائدہ اُٹھا کر زندہ رہا اور پھر الہام الٰہی کی خبر کے موافق اخفائے شہادت کی وجہ سے مَر گیا۔ اب دیکھو تلاش کرو کہ آتھم کہاں ہے؟ کیا وہ زندہ ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ وہ کئی برس سے مَر چکا۔ مگر جس شخص کے ساتھ اس نے ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر بمقام امرتسر مقابلہ کیا تھا وہ تو اب تک زندہ موجود ہے جو اَب یہ مضمون لکھ رہا ہے۔

اے حیا و شرم سے دُور رہنے والو! ذرہ اس بات کو تو سوچو کہ وہ شہادت اخفاء کے بعد کیوں جلد مَر گیا؟ مَیں نے تو اُس کی زندگی میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر مَیں کاذب ہوں تو میں پہلے مروں گا ورنہ مَیں آتھم کی موت کو دیکھوں گا۔ سو اگر شرم ہے تو آتھم کو ڈھونڈ کر لاؤ کہاں ہے۔ وہ میری عمر کے قریب قریب تھا اور عرصہ تیس برس سے مجھ سے واقفیت رکھتا تھا۔ اگر خدا چاہتا تو وہ تیس برس تک اور زندہ رہ سکتا تھا۔ پس یہ کیا باعث ہوا کہ وہ انہیں دنوں میں جبکہ اس نے عیسائیوں کی دلجوئی کے لئے الہامی پیشگوئی کی سچائی اور اپنے دلی رجوع کو چھپایا خدا کے الہام کے موافق فوت ہو گیا۔ خدا اُن

دلوں پر لعنت کرتا ہے جو سچائی کو پاکر پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور چونکہ یہ انکار جو اکثر عیسائیوں اور بعض شریر مسلمانوں نے کیا خدا تعالےٰ کی نظر میں ظلم صریح تھا اس لئے اس نے ایک دوسری عظیم الشان پیشگوئی کے پورا کرنے سے یعنی پنڈت لیکھرام کی پیشگوئی سے منکروں کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔ یہ پیشگوئی اس مرتبہ پر فوق العادت تھی کہ اس میں قبل از وقت یعنی پانچ برس پہلے بتلایا گیا تھا کہ لیکھرام کس دن اور کس قسم کی موت سے مرے گا۔ لیکن افسوس کہ بخیل لوگوں نے جن کو مرنا یاد نہیں اس پیشگوئی کو بھی قبول نہ کیا اور خدا نے بہت سے نشان ظاہر کئے۔ یہ سب سے انکار کرتے ہیں۔ اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء **آخری فیصلہ** ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک طالبِ صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں، مکذّبوں، دجالوں کی مدد نہیں کرتا قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ کا یہ عہد ہے کہ وہ مومنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے۔ زمین پر چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اُس کے سامنے ہیں۔ اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمدُ للّٰہ رب العالمین والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔

۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار الحکم جلد ۲ نمبر ۴۰ کے صفحہ ۶ پر اور رسالہ راز حقیقت کے صفحہ ۱ لغایت ۱۴ پر درج ہے)

(۱۹۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی

میری وہ پیشگوئی جو الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں فریق کاذب کے بارے میں تھی یعنی اس الہام میں جس کی عربی عبارت یہ ہے کہ جزاؤ سیئۃ بمثلہا وہ مولوی محمد حسین بٹالوی پر

پوری ہو گئی:

میری التماس ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس اشتہار کو توجہ سے دیکھے،

مندرجہ عنوان امر کی تفصیل یہ ہے کہ ہم دو فریق ہیں۔ ایک طرف تو مَیں اور میری جماعت اور دوسری طرف مولوی محمد حسین اور اس کی جماعت کے لوگ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی وغیرہ .... محمد حسین نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے مجھے دجّال اور کذّاب اور ملحد اور کافر ٹھہرایا تھا اور اپنی جماعت کے تمام مولویوں کو اس میں شریک کر لیا تھا اور اسی بناء پر وہ لوگ میری نسبت بدزبانی کرتے تھے اور گندی گالیاں دیتے تھے۔ آخر مَیں نے تنگ آ کر اسی وجہ سے مباہلہ کا اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا جس کی الہامی عبارت جزاء سیئۃ بمثلہا میں یہ ایک پیشگوئی تھی کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق ظلم اور زیادتی کرنے والا ہے اس کو اسی قسم کی ذلّت پہنچے گی جس قسم کی ذلّت فریق مظلوم کی کی گئی۔ سو آج وہ پیشگوئی پوری ہو گئی کیونکہ ہر دو محمد حسین بٹالوی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ سے مجھے یہ ذلّت پہنچائی تھی کہ مجھے مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کا مخالف ٹھہرا کر ملحد اور کافر اور دجّال قرار دیا اور مسلمانوں کو بھی اس قسم کی تحریروں سے میری نسبت بہت بھڑکایا کہ اس کو مسلمان اور اہل سنّت مت سمجھو کیونکہ اس کے عقائد تمہارے عقائد سے مخالف ہیں اور اب اس شخص کے رسالہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۸ء کے پڑھنے سے جس کو محمد حسین

کے مطیع ہیں ورنہ دل ہمارے سلطان کے ساتھ ہیں کہ وہ خلیفۂ اسلام اور دینی پیشوا ہے۔ اس کے خلیفہ ہونے کے انکار سے اور اس کی نافرمانی سے انسان کافر ہو جاتا ہے تو اس اعتقاد سے بلاشبہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے چھپے باغی اور خدا تعالیٰ کے نافرمان ٹھہریں گے۔ تعجب ہے کہ گورنمنٹ ان باتوں کی تہہ تک کیوں نہیں پہنچتی اور ایسے منافق پر کیوں اعتبار کیا جاتا ہے کہ جو گورنمنٹ کو کچھ کہتا ہے اور مسلمانوں کے کانوں میں کچھ پھونکتا ہے۔ میں گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ادب سے عرض کرتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ غور سے اس شخص کے حالات پر نظر کرے کہ یہ کیسے منافقانہ طریقوں پر چل رہا ہے اور جن باغیانہ خیالات میں آپ مبتلا ہے وہ میری طرف منسوب کرتا ہے۔

بالآخر یہ بھی لکھنا ضروری ہے کہ جس قدر اس شخص نے مجھے گندی گالیاں دیں اور محمد بخش جعفر زٹلی سے دلائیں اور طرح طرح کے افتراء سے میری ذلت کی اس میں میری فریاد جناب الٰہی میں ہے جو دلوں کے خیالات کو جانتا ہے اور جس کے ہاتھ میں ہر ایک کا انصاف ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ جس قسم کی ذلت جھوٹے بہتانوں سے اس شخص نے کی یہاں تک کہ گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں مجھے باغی ٹھہرانے کے لئے خلاف واقعہ باتیں بیان کیں وہی ذلت اس کو پیش آوے۔ میرا ہرگز یہ مدعا نہیں ہے کہ بجز طریق جزاء سیئۃ بمثلھا کے کسی اور ذلت میں یہ مبتلا ہو بلکہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں یہی چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرے لئے اس نے ذلت کے سامان کئے ہیں اگر میں اُن تہمتوں سے پاک ہوں تو وہ ذلتیں اس کو پیش آویں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ بہت حلیم اور حتی المقدور چشم پوشی کرنے والی ہے۔ لیکن اگر میں بقول محمد حسین باغی ہوں یا جیسا کہ میں نے معلوم کیا ہے خود محمد حسین کے ہی باغیانہ خیالات ہیں تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کامل تحقیقات کر کے جو شخص ہم دونوں میں سے درحقیقت مجرم ہے اس کو قرار واقعی سزا دے تا ملک میں ایسی بدی پھیلنے نہ پاوے۔ حفظ امن کے لئے نہایت سہل طریق یہی ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے نامی مولویوں سے دریافت کیا جائے کہ یہ شخص جو اُن کا سرگروہ اور ایڈووکیٹ کہلاتا ہے اس کے

کے لئے یہ ایک وجہ پیش کرتا ہے کہ یہ شخص سلطانِ روم کے خلیفہ ہونے کا قائل نہیں ہے" سو اگرچہ یہ درست ہے کہ مَیں سلطان رُوم کو اسلامی شرائط کے طریق سے خلیفہ نہیں مانتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے اور ایسے خلیفوں کا قریش میں سے ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ میرا قول اسلامی تعلیم کے مخالف نہیں بلکہ حدیث الائمۃ من قریش سے سراسر مطابق ہے۔ مگر افسوس کہ محمد حسین نے باغیانہ طرز کا بیان کرکے پھر اسلام کی تعلیم کو بھی چھوڑا۔ حالانکہ پہلے خود بھی یہی کہتا تھا کہ سلطان خلیفہ مسلمین نہیں ہے اور نہ ہمارا دینی پیشوا ہے اور اب میری عداوت سے سلطان روم اس کا خلیفہ اور دینی پیشوا بن گیا اور اس جوش میں اُس نے انگریزی سلطنت کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور جو کچھ دل میں پوشیدہ تھا وہ ظاہر کر دیا اور سلطان رُوم کی خلافت کے مُنکر کو کافر ٹھہرایا اور یہ تمام جوش اس کو اس لئے پیدا ہوا کہ مَیں نے انگریزی سلطنت کی تعریف کی اور یہ کہا کہ یہ گورنمنٹ نہ محض مسلمانوں کی دُنیا کے لئے بلکہ ان کے دین کے لئے بھی حامی ہے۔ اب وہ بغاوت پھیلانے کے لئے اس بات سے انکار کرتا ہے کہ کوئی دینی حمایت انگریزوں کے ذریعہ سے ہمیں پہنچی ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ دین کا حامی فقط سلطان رُوم ہے مگر یہ سراسر خیانت ہے۔ اگر یہ گورنمنٹ ہمارے دین کی محافظ نہیں تو پھر کیونکر شریروں کے حملوں سے ہم محفوظ ہیں۔ کیا یہ امر کسی پر پوشیدہ ہے کہ سکھوں کے وقت میں ہمارے دینی امور کی کیا حالت تھی اور کیسے ایک بانگ نماز کے سُننے سے ہی مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے۔ کسی مسلمان مولوی کی مجال نہ تھی کہ ایک ہندو کو مسلمان کر سکے۔ اب محمد حسین ہمیں جواب دے کہ اس وقت سلطان روم کہاں تھا اور اس نے ہماری اس مصیبت کے وقت ہماری کیا مدد کی تھی؟ پھر وہ ہمارا دینی پیشوا اور خدا کا سچا خلیفہ کیونکر ہوا۔ آخر انگریز ہی تھے جنہوں نے ہم پر یہ احسان کیا کہ پنجاب میں آتے ہی یہ ساری روکیں اُٹھا دیں۔ ہماری مسجدیں آباد ہو گئیں۔ ہمارے مدرسے کھُل گئے اور عام طور ہمارے وعظ ہونے لگے اور ہزارہا غیر قوموں کے لوگ مسلمان ہوئے۔ پس اگر ہم محمد حسین کی طرح یہ اعتقاد رکھیں کہ ہم صرف پولیٹیکل طور پر اور ظاہری مصلحت کے لحاظ سے یعنی منافقانہ طور پر انگریزوں

(۱۹۵)

نہایت ضروری عرضداشت قابلِ توجہ گورنمنٹ

چونکہ ہماری گورنمنٹ برطانیہ اپنی رعایا کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے اور اس کی شفقت اور رحمت ہر ایک قوم کے شاملِ حال ہے لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم ہر ایک درد اور دُکھ اس کے سامنے بیان کریں اور اپنی تکالیف کی چارہ جوئی اس سے ڈھونڈیں۔ سو ان دنوں میں بہت تکلیف جو ہمیں پیش آئی وہ یہ ہے کہ پادری صاحبان یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہر ایک طرح سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کریں گالیاں نکالیں بیجا تہمتیں لگا دیں اور ہر ایک طور سے توہین کر کے ہمیں دُکھ دیں اور ہم اُن کے مقابل پر بالکل زبان بند رکھیں اور ہمیں اس قدر بھی اختیار نہ رہے کہ اُن کے حملوں کے جواب میں کچھ بولیں۔ لہٰذا وہ ہماری ہر ایک تقریر کو گو کیسی ہی نرم اور سختی پر حمل کر کے حکام تک شکایت پہنچاتے ہیں حالانکہ ہزارہا درجہ بڑھ کر ان کی طرف سے سختی ہوتی ہے۔

ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہماری قلم سے اُن کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں لیکن پادری صاحبان چونکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے جو چاہتے ہیں مُنہ پر لاتے ہیں۔ یہ ہمارا حق تھا کہ ہم اُن کے دل آزار کلمات کی اپنی گورنمنٹ عالیہ میں شکایت پیش کرتے اور دادرسی چاہتے لیکن انہوں نے اوّل تو خود ہی ہزاروں سخت کلمات سے ہمارے دل کو دُکھایا اور پھر ہم پر اُلٹی عدالت میں شکایت کی کہ گویا سخت کلمات اور توہین ہماری طرف سے ہے اور اسی بناء پر وہ خون کا مقدمہ اُٹھایا گیا تھا جو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے حکم سے خارج ہو چکا ہے

اس لئے قرین مصلحت ہے کہ ہم اپنی عادل گورنمنٹ کو اس بات سے آگاہ کریں کہ جس قدر سختی اور دل آزاری پادری صاحبوں کی قلم اور زبان سے اور پھر اُن کی تقلید اور پیروی سے ہمیں

کیا اعتقاد ہیں؟ اور کیا جو کچھ یہ گورنمنٹ کو اپنے اعتقاد بتلاتا ہے اپنے گروہ کے مولویوں پر بھی ظاہر کرتا ہے؟ کیونکہ ضرور ہے کہ جن مولویوں کا یہ سرگروہ اور ایڈووکیٹ ہے ان کے اعتقاد بھی یہی ہوں جو سرگروہ کے ہیں۔

بالآخر ایک اور ضروری امر گورنمنٹ کی توجہ کے لئے یہ ہے کہ محمد حسین نے اپنی اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۳ صفحہ ۷۵ میں میری نسبت اپنے گروہ کو اُکسایا ہے کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ پس جبکہ ایک قوم کا سرگروہ میری نسبت واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیتا ہے تو مجھے گورنمنٹ عالیہ کے انصاف سے امید ہے کہ جو کچھ ایسے شخص کی نسبت قانونی سلوک ہونا چاہیئے وہ بلا توقف ظہور میں آوے۔ تا اس کے معتقد ثواب حاصل کرنے کے لئے اقدام قتل کے منصوبے نہ کریں۔ فقط۔

راقم

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان تعداد ۷۰۰

۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے ۴ صفحوں پر ہے)

٭ نوٹ۔ محمد حسین نے اس قتل کے فتویٰ کے وقت یہ بھی الزام مجھ پر لگایا ہے کہ گویا میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے اس لئے میں قتل کرنے کے لائق ہوں۔ مگر یہ سراسر محمد حسین کا افترا ہے جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا کہتا تو اپنی مشابہت اُن سے کیوں بتلاتا کیونکہ اس سے تو خود میرا بُرا ہونا لازم آتا ہے۔ منہ

صاحبوں کی طرف سے ہمیں پہنچ رہی ہے ہمارے پاس الفاظ نہیں جو ہم بیان کر سکیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنے مقتدا اور پیغمبر کی نسبت اس قدر بھی سُننا نہیں چاہتا کہ وہ جھوٹا اور مفتری ہے اور ایک باغیرت مسلمان بار بار کی توہین کو سُنکر پھر اپنی زندگی کو بے شرمی کی زندگی خیال کرتا ہے تو پھر کیونکر کوئی ایماندار اپنے ہادی پاک نبی کی نسبت سخت سخت گالیاں سُن سکتا ہے۔ بہت سے پادری اس وقت برٹش انڈیا میں ایسے ہیں جن کا دن رات ہمیشہ یہی پیشہ ہے کہ ہمارے **نبی** اور ہمارے **سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم** کو گالیاں دیتے رہیں۔ سب سے گالیاں دینے میں پادری عماد الدین امرت سری کا نمبر بڑھا ہوا ہے۔ وہ اپنی کتابوں تحقیق الایمان وغیرہ میں کھُلی کھُلی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور دغاباز، پرائی عورتوں کو لینے والا وغیرہ وغیرہ قرار دیتا ہے اور نہایت سخت اور اشتعال دینے والے لفظ استعمال کرتا ہے۔ ایسا ہی پادری ٹھاکر داس سیرۃ المسیح اور ریویو براہین احمدیہ میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام شہوت کا مطیع اور غیر عورتوں کا عاشق، فریبی، لٹیرا، مکار، جاہل، حیلہ باز، دھوکہ باز رکھتا ہے۔ اور رسالہ دافع البہتان میں پادری رانکلین نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ شہوت پرست تھا۔ محمد کے اصحاب زناکار، دغاباز، چور تھے۔ اور ایسا ہی تفتیش الاسلام میں پادری راجرس لکھتا ہے کہ محمد شہوت پرست، نفس امّارہ کا از حد مطیع عشق باز، مکار، خونریز اور جھوٹا تھا۔ اور رسالہ نبی معصوم مصنّفہ امریکن ٹریکٹ سوسائٹی میں لکھا ہے۔ محمد گنہگار، عاشق حرام یعنی زنا کا مرتکب مکار، ریاکار تھا۔ اور رسالہ مسیح الدجال میں ماسٹر رامچندر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتا ہے کہ محمد سرغنہ ڈکیتی تھا۔ اور لٹیرا، ڈاکو، فریبی، عشقباز، مفتری، شہوت پرست، خونریز، زانی اور کتاب سوانح عمری محمد صاحب مصنّفہ واشنگٹن اردنگ صاحب میں لکھا ہے کہ محمد کے اصحاب قزاق اور لٹیرے تھے اور وہ خود طامع، جھوٹا، دھوکہ باز تھا۔ اور اندرونہ بائبل مصنّفہ آتھم عیسائی میں لکھا ہے کہ محمد دجال تھا اور دھوکہ باز۔ اور پھر کہتا ہے کہ محمدیوں کا خاتمہ بڑا خوفناک ہے یعنی جلد تباہ ہو

جائیں گے۔ اور پرچہ نور افشاں لدھیانہ میں لکھا ہے کہ محمد کو شیطانی وحی ہوتی تھی اور وہ ناجائز حرکات کرتا تھا اور نفسانی آدمی، گمراہ، مکار، فریبی، زانی، چور، خونریز، لٹیرا، رہزن رفیق شیطان اور اپنی بیٹی فاطمہ کو نظر شہوت سے دیکھنے والا تھا۔

اب یہ تمام الفاظ غور کرنے کے لائق ہیں جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پادری صاحبوں کے مُنہ سے نکلے ہیں۔ اور سوچنے کے لائق ہے کہ ان کے کیا کیا نتائج ہو سکتے ہیں۔ کیا اس قسم کے الفاظ کبھی کسی مسلمان کے مُنہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت نکل سکتے ہیں۔ کیا دنیا میں ان سے سخت تر الفاظ ممکن ہیں جو پادری صاحبوں نے اس پاک نبی کے حق میں استعمال کئے ہیں جس کی راہ میں کروڑہا خدا کے بندے فدا شدہ ہیں اور وہ اس نبی سے سچی محبت رکھتے ہیں جس کی نظیر دوسری قوموں میں تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ پھر باوجود ان گستاخیوں ان بدزبانیوں اور ان ناپاک کلمات کے پادری صاحبان ہم پر الزام سخت گوئی کا رکھتے ہیں۔ یہ کس قدر ظلم ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ ان کے اس طریق کو پسند کرتی ہو یا خبر پاکر پھر پسند کرے اور نہ ہم باور کر سکتے ہیں کہ آئندہ پادریوں کے کسی ایسے بیجا جوش کے وقت کہ جو کلارک کے مقدمہ میں ظہور میں آیا ہماری گورنمنٹ پادریوں کو ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمان پر ترجیح دے کر کوئی رعایت ان کی کرے گی۔ اس وقت جو ہمیں پادریوں اور آریوں کی بدزبانی پر ایک لمبی فہرست دینی پڑی وہ صرف اس غرض سے ہے کہ تا آیندہ وہ فہرست کام آئے اور کسی وقت گورنمنٹ عالیہ اس فہرست پر نظر ڈال کر اسلام کی ستم رسیدہ رعایا کو رحم کی نظر سے دیکھے۔

اور ہم تمام مسلمانوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو ان باتوں کی اب تک خبر نہیں ہے کہ کیونکر پادریوں کی بدزبانی نہایت تک پہنچ گئی ہے۔ اور ہم دلی یقین سے جانتے ہیں کہ جس وقت گورنمنٹ عالیہ کو ایسی سخت زبانی کی خبر ہوئی تو وہ ضرور آیندہ کے لئے کوئی احسن انتظام کرے گی"

نوٹ از مرتب ہذا

(یہ عرضداشت کتاب البریہ مطبوعہ بار اوّل کے صفحہ ۹۳ پر درج ہے اس کے آگے صفحہ ۹۶ سے لے کر صفحہ ۱۲۴ تک مخالفین اسلام وسلسلہ کی گالیوں کی فہرست نقل کی گئی ہے جس کو چھوڑ دیا ہے اور اگلا اعلان بھی اسی کتاب سے نقل کیا جاتا ہے)

(۱۹۶)

بیس ہزار[2] روپیہ تاوان[1]

ان لوگوں نے اس عقیدہ کو اختیار کرنے سے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے اور وہاں قریباً اُنیس سَو[1900] برس سے زندہ بجسم عنصری موجود ہیں اور پھر کسی وقت زمین پر واپس آئیں گے۔ قرآن شریف کی چار جگہ مخالفت کی ہے۔ **اوّل** یہ کہ قرآن شریف صریح لفظوں سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ اور یہ لوگ اُن کے زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ **دوسرے** یہ کہ قرآن شریف صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کوئی انسان بجز زمین کے کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ وہ فرماتا ہے فیھا تحیون و فیھا تموتون و منھا تخرجون یعنی تم زمین میں ہی زندہ رہوگے اور زمین میں ہی مروگے اور زمین سے ہی نکالے جاؤگے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ”نہیں اس زمین اور کرہ ہوا سے باہر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے جیسا کہ اب تک جو قریباً انیسویں صدی گذرتی ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں“ حالانکہ زمین پر جو قرآن کے رو سے

---

[1] عنوان حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ عنہ کا قائم کردہ ہے۔ اصل کتاب میں کوئی عنوان نہ تھا۔
(عبد اللطیف بہاولپوری)

انسانوں کے زندہ رہنے کی جگہ ہے۔ باوجود زندگی کے قائم رکھنے کے سامانوں کے کوئی شخص اُنیس سو برس تک ابتداء سے آجتک کبھی زندہ نہیں رہا تو پھر آسمان پر اُنیس سو برس تک زندگی بسر کی باوجود اس امر کے کہ قرآن کے رُو سے ایک قدر قلیل بھی بغیر زمین کے انسان زندگی بسر نہیں کر سکتا کس قدر خلاف نصوص صریح قرآن ہے۔ جس پر ہمارے مخالف ناحق اصرار کر رہے ہیں۔
تیسرے یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ کسی انسان کا آسمان پر چڑھ جانا عادۃ اللہ کے مخالف ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ قل سبحان ربی ھل کنت الاّ بشراً رسولاً۔ لیکن ہمارے مخالف حضرت عیسٰیؑ کو ان کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھاتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر ہمارے مخالف حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دُنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟ نبی ہونے کی حالت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نبوت کے لوازم سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں۔

غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔ صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اُترے ہیں۔ اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اُترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو

کہ حضرت عیسیٰؑ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کو جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے سادہ لوح علماء صرف نزول کا لفظ احادیث میں دیکھ کر اس بات میں گمشدہ ہوگئے ہیں کہ خواہ نخواہ امیدیں باندھ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے واپس آئیں گے اور وہ دن ایک بڑے تماشے اور نظارہ کا دن ہوگا کہ اُن کے دائیں بائیں فرشتے ساتھ ساتھ ہوں گے جو اُن کو آسمان سے اُٹھا کر لائیں گے۔ افسوس کہ یہ لوگ کتابیں تو پڑھتے ہیں مگر آنکھ بند کر کے۔ فرشتے تو ہر ایک انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور بموجب حدیث صحیح کے طالب العلموں پر اپنے پروں کا سایہ ڈالتے ہیں۔ اگر مسیح کو فرشتے اُٹھائیں تو کیوں نرالے طور پر اس بات کو مانا جائے۔ قرآن شریف سے تو یہ ثابت ہے کہ ہر ایک شخص کو خدا تعالیٰ اُٹھائے پھرتا ہے۔ حملناھم فی البر والبحر مگر کیا خدا کسی کو نظر آتا ہے؟ یہ سب استعارات ہیں مگر ایک بیوقوف فرقہ چاہتا ہے کہ اُن کو حقیقت کے رنگ میں دیکھیں اور اس طرح پر ناحق مخالفوں کو اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر حدیثوں کا مقصد یہ تھا کہ وہی مسیح جو آسمان پر گیا تھا واپس آئے گا تو اس صورت میں نزول کا لفظ بولنا بے محل تھا۔ ایسے موقعہ پر یعنی جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے۔ عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں نہ نزول۔ پھر کیونکر ایسا غیر فصیح اور بے محل لفظ اس افصح الفصحاء اور اعرف الناس صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے جو تمام فصحاء کا سردار ہے"

(یہ اعلان کتاب البریہ کے حاشیہ صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۳ پر درج ہے)

(۱۹۷)

اشتہار عام اطلاع کے لئے

اگرچہ یہ کتاب بعض متفرق مقامات میں عیسائیوں کے حملوں کا جواب دیتی اور ان کو مخاطب کرتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ باوجود اس بات کے کہ عیسائیوں کی کتاب امہات المومنین نے دلوں میں سخت اشتعال پیدا کیا ہے۔ مگر پھر بھی ہم نے اس کتاب میں جہاں کہیں عیسائیوں کا ذکر آیا ہے بہت نرمی اور تہذیب اور لطف بیان سے ذکر کیا ہے۔ اور گو ایسی صورت میں کہ دل دکھانے والی گالیاں ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ ہمارا حق تھا کہ ہم مدافعت کے طور پر سختی کا سختی سے جواب دیتے۔ لیکن ہم نے محض اس حیا کے تقاضا سے جو مومن کی صفت لازمی ہے ہر ایک تلخ زبانی سے اعراض کیا اور وہی امور لکھے ہیں جو موقعہ اور محل پر چسپاں تھے اور قطع نظر ان سب باتوں کے ہماری اس کتاب میں اور رسالہ فریاد درد میں وہ نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں ہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے اور نہ ان کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کو بلاشبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہماری کسی تقریر کے مخاطب نہیں ہیں بلکہ صرف وہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں خواہ وہ بگفتن مسلمان کہلاتے یا عیسائی ہیں جو حد اعتدال سے بڑھ گئے ہیں اور ہماری ذاتیات پر گالی اور بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین اور ہتک آمیز باتیں منہ پر لاتے اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔

ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا سچا اور پاک راستباز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو اُن کی شانِ بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار ایام الصلح اردو مطبوعہ بار اوّل کے ٹائٹل پر ہے)

---

(۱۹۸)

واپسی قیمت براہین احمدیہ[1]

قولہ۔ براہین احمدیہ کا بقیہ نہیں چھاپتے۔

اقول۔ اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن شریف بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے تیئیس۲۳ برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدا تعالےٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کونسا حرج ہوا۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ مطبوعہ پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا گیا تھا تو ایسا خیال کرنا بھی حمق اور ناواقفی کے باعث ہوگا۔ کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم کیا گیا ہے اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لی گئی ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جن سے دس روپے لئے گئے ہوں۔ اور جن سے پچیس۲۵ روپے لئے گئے وہ صرف چند آدمی ہیں۔ پھر باوجود اس قیمت کے جو ان حصص

---

[1] یہ عنوان مضمون کی مناسبت سے حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے قائم کیا ہے۔ اصل کتاب میں کوئی عنوان نہ تھا۔ (عبد اللطیف بہاولپوری)

براہین احمدیہ کے مقابل پر جو منطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے ہیں کچھ بہت نہیں ہے بلکہ عین موزوں ہے۔ اعتراض کرنا سراسر کمینگی اور سفاہت ہے۔ لیکن پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق کے شور وغوغا کا خیال کر کے دو مرتبہ[1] اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے حوالے کرے اور اپنی قیمت لے لے چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں بھیج دیں اور قیمت واپس لے لی اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر پھر بھی ہم نے قیمت دے دی۔ اور کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی نازبرداری کرنا نہیں چاہتے اور ہر ایک وقت قیمت واپس دینے پر طیار ہیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت بخشی۔ مگر پھر بھی اب مجدداً ہم یہ چند سطور بطور **اشتہار** لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی ایسا خریدار چھپا ہوا موجود ہے کہ جو غائبانہ براہین کی توقف کی شکایت رکھتا ہے تو وہ فی الفور ہماری کتابیں بھیج دے ہم اس کی قیمت جو کچھ اس کی تحریر سے ثابت ہوگی اس کی طرف روانہ کر دیں گے اور اگر کوئی باوجود ہمارے ان اشتہارات کے اب اعتراض کرنے سے باز نہ آوے تو اس کا حساب خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور شہزادہ صاحب یہ تو جواب دیں کہ انہوں نے کونسی کتاب ہم سے خریدی اور ہم نے اب تک وہ کتاب پوری نہ دی اور نہ قیمت واپس کی۔ یہ کس قدر ناخدا ترسی ہے کہ بعض پُرکینہ مُلّاؤں کی زبانی بے تحقیق اس بات کو سُننا اور پھر اس کو بطور اعتراض پیش کر دینا۔

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان

(یہ اشتہار ایام الصلح اردو طبع اوّل کے صفحہ ۱۷۳ پر درج ہے)

---

[1] یہ اشتہار زیر نمبر ۲۰۰۰ اصفحہ پر درج ہے (المرتّب)

نوٹ۔ اگلے صفحہ پر بطور ضمیمہ محمد حسین بٹالوی کے متعلق اشتہار درج کیا جاتا ہے جس کا وعدہ جلد ہذا کے پچھلے صفحات کے حاشیہ میں کیا گیا تھا۔ (المرتّب)

فمن اظلم ممن افترى على الله كذبا او كذب بآياته

مولوی محمد حسین بٹالوی پر آخری حجت ملہ

یعنی

بلا شرط مباہلہ کی دعوت

اور

دو ہزار پانچسو پچیس روپیہ آٹھ آنہ کا انعام

یہ امر بوضاحت بیان ہو چکا ہے کہ میاں محمد حسین بٹالوی ہی جناب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کی تکفیر کا اصل محرک اور بانی ہوا ہے اور باقی تمام مکفرین نے اُس کی یا اس کے استاد میاں نذیر حسین دہلوی کی پیروی کی ہے۔ اس لئے اسی کو اس درخواست مباہلہ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ چونکہ اس نے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ سلمہٗ ربہٗ کی تکفیر اور تکذیب پر سب سے زیادہ زور مارا ہے۔ اور باوجودیکہ وہ اپنی ناکامیوں اور حضرت اقدس کی کامیابیوں کو بارہا دیکھ چکا اور بہت سے نشانات بھی ملاحظہ کر چکا ہے مگر اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتا اس لئے اس کو مباہلہ کی دعوت کی جاتی ہے جو آسمانی اور خدائی فیصلہ ہے۔ یہ مباہلہ بدوں کسی قسم کی شرط کے ہوگا اور اگر ایک سال کے اندر نتیجہ مباہلہ ہمارے حق میں نہ ہوا۔ اور ایک اثر قابل اطمینان ہماری تائید میں ظہور میں نہ آیا تو رقم مندرجہ بالا جو پہلے سے جمع کرا دی جاویگی ان کو بطور نشان کامیابی ان صاحبوں کی طرف سے دی جاوے گی جنہوں نے وہ مقرر کی ہے۔

لہذا اب ہم پنجاب کے ان معززین کو جو میاں محمد حسین کو جانتے ہیں اور اُن سر آمدہ

ملہ یہ رقم اخیر نومبر تک جس قدر بڑھ جائے گی وہ بذریعہ الحکم مشتہر ہوتی رہے گی اور ۳۰ نومبر کو جو رقم ہو گی وہ آخری رقم ہوگی (ایڈیٹر)

حضرات کو جن کی شیخ صاحب سے آشنائی ہے اور اُن خدا ترس لوگوں کو جو اسلام میں تفرقہ اور فتنہ پسند نہیں کرتے مخاطب کر کے کہنا چاہتے ہیں کہ وہ خلق اللہ پر رحم کریں اور ان کو پریشانی اور گھبراہٹ میں نہ رہنے دیں وہ میاں محمد حسین صاحب کو مباہلہ پر آمادہ کریں تاکہ یہ آئے دن کا جھگڑا ایک سال کے اندر طے ہو جاوے۔ کاذب مفتری خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے آ کر دُنیا سے اُٹھ جاوے یا کسی شدید عذاب میں مبتلا ہو کر صداقت پر مُہر کر دے۔ اس پر بھی اگر میاں محمد حسین انکار کریں اور مباہلہ کے لئے مردِ میدان ہو کر نہ نکلیں تو پھر

اے آسمان گواہ رہ اور اے زمین سُن رکھ

کہ حجت پُوری کر دی گئی۔ اور ہم تمام اہلِ اسلام کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اب بھی میاں محمد حسین صاحب فیصلہ کی سیدھی راہ پر نہ آئیں تو پھر آپ خود انصاف کر لیں کہ سچ کس کے ساتھ ہے اور آیندہ اپنی زندگی کے چند عارضی اور بے بنیاد دنوں کے لئے اس سلسلہ سے فائدہ اُٹھائیں جس کو خدا تعالیٰ نے محض تمہارے ہی رُوحانی فائدہ کے لئے قائم کیا ہے۔

بالآخر ہم پھر میاں محمد حسین صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ بدوں کسی قسم کی شرط کے عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب ادام اللہ فیوضہم آپ سے مباہلہ کرنے کے لئے طیار ہیں اگر خدا تعالیٰ کا خوف اور یوم الجزاء پر ایمان ہے اور مرزا صاحب کی تکفیر و تکذیب میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو تو پھر آؤ اور مردِ میدان بن کر مباہلہ کر لو

ضروری یادداشت

ا۔ میاں محمد حسین بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ اخیر نومبر ۹۸ء تک کسی وقت منظوری مباہلہ کی درخواست مطبوعہ یا تحریری بصیغہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں۔

۲۔ ان کی درخواست کے موصول ہونے بعد تین ہفتہ کے اندر کل روپیہ انجمن حمایت اسلام لاہور یا اگر وہ چاہیں تو بنگال بنک میں جمع کرا دیا جاوے گا۔

۳۔ روپیہ جمع کرا دینے کے بعد ایک ہفتہ کے اندر تاریخ مقرر ہو کر بمقام بٹالہ بلا کسی قسم کی شرط کے مباہلہ ہو جاوے گا۔

مباہلہ میں میاں محمد حسین کے کامیاب ہونے پر انعام دینے والوں کی فہرست

نام	رقم	نام	رقم
مولوی عبد القادر لودہانوی	ما	جماعت بٹالہ	ماصہ
جماعت لاہور خادمان حضرت اقدس	۸	جماعت الہ آباد	ماصہ
جماعت شملہ	۸	مستری اصلاح الدین بھیرہ	عہ
منشی کرم الٰہی ریکارڈ کیپر پٹیالہ	۸	حافظ محمد حسین نابینا ڈنگوی	۸/
شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم	عہ	کل	اعـ ما ف ۲۳۵ ۱۱
مولوی حکیم نورالدین صاحب	اعہ	جماعت امرتسر	ماعہ ۸/
مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی	ما		
مرزا خدا بخش صاحب	صما		
جماعت سیالکوٹ	ماعہ		
حکیم منشی نور محمد منشی فاضل مالک ہمدم صحت لاہور	صہ		
		میزان	اعـ صما صہ ۱۱ ۸/

شیخ یعقوب علی (تراب) ایڈیٹر الحکم قادیان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ

اس میں یہ بیان ہے کہ پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جزاء سیئۃ بمثلہا وترھقھم ذلّۃ آج پوری ہو گئی۔ اس پیشگوئی کا ماحصل مطلب یہی تھا کہ فریق ظالم نے فریق مظلوم کو جس قسم کی ذلّت پہنچائی ہے اسی قسم کی ذلّت فریق ظالم کو پہنچے گی کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ سو وہ ذلّت فریق ظالم کو پہنچ گئی۔

آج میں اس خدائے قادر قدّوس کے ہزار ہزار شکر کے بعد جو مظلوموں کی فریاد کو پہنچتا اور سچائی کی حمایت کرتا اور اپنے پاک کلمات کو پورے کرتا ہے، عام مسلمانوں اور دوسرے لوگوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ جو مَیں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السُّنہ کے مقابل پر اس کی بہت سی گالیوں اور بہتانوں اور دجّال کذّاب کافر کہنے کے بعد اور اُس کی اس پلید گندہ زبانی کے بعد جو اس نے خود اور اپنے دوست محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کے ذریعہ سے میری نسبت

کی تھی ایک اشتہار بطور مباہلہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کو لکھا تھا اور اس میں فریق ظالم اور کاذب کی نسبت یہ عربی الہام تھا کہ جزاء سیئۃ بمثلھا و ترھقھم ذلۃ یعنی جس قسم کی فریق مظلوم کو بدی پہنچائی گئی ہے اسی قسم کی فریق ظالم کو جزا پہنچے گی۔ سو آج یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری ہو گئی کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر اور دجّال اور کذّاب اور ملحد رکھا تھا اور یہی فتویٰ کفر وغیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا اور اسی بنا پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہور وغیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگائے۔ سو اب یہی فتویٰ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے اُستاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا یعنی یہ کہ وہ کذّاب اور دجّال اور مفتری اور کافر اور بدعتی اور اہلِ سُنّت سے خارج بلکہ اسلام سے خارج ہے اور اس فتوے کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اُس مہدی موعود کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا۔ اور مسیح موعود اس کی مدد کے لئے اور اس کی خونریزی کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اُترے گا اور اُس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے مَیں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدیؑ کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں مگر مَیں نے اب اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اب مَیں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئے گا اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑے گا اور اس کی تائید کے لئے عیسٰی علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں" یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا جبکہ اس نے میرے کافر ٹھہرانے کے لئے ایک فتویٰ لکھا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے لیکن جب ان دنوں میں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے

پوشیدہ طور پر ۱۴؍ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا ہے کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جس میں اس کے آنے کی خبر ہے اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنے کے بارے میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سُناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔ تب میں نے اس کے بارے میں ایک استفتاء لکھا اور فتویٰ لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ تب مولویوں اور نذیر حسین اس کے اُستاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجّال ٹھیرایا جیسا کہ مجھے ٹھیرایا تھا اور اسی طرح ذلّت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔ سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا۔ سو اس طرح پر یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یہ سچ ہے کہ میں ایسے خونی مہدی کو نہیں مانتا کہ جو تلوار سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہے گا اور نہ ایسے مسیح کے آسمان سے اُترنے کا میں قائل ہوں جو ناحق اس خونریزی میں شریک ہوگا۔ اور میں نے دلائل قویہ سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتقاد خونی مہدی اور ایسے مسیح کے آسمان سے اُترنے کا سراسر جھوٹ اور لغو اور بے اصل ہے اور قرآن اور حدیث سے سراسر مخالف ہے۔ اب ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کارروائی سے جو محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا۔ کامل درجہ پر اس کی ذلّت ہوگئی ہے اور مولویوں کی طرف سے وہ بُرے خطاب بھی اس کو مل گئے ہیں جو سراسر ظلم سے اس نے مجھے دیئے تھے۔ یعنی ہر ایک نے اس کو کذّاب اور دجّال کہا ہے +

---

* یہ شخص یعنی محمد حسین اپنے تئیں اہلحدیث علماء کا سرگروہ اور ایڈوکیٹ ظاہر کرتا ہے۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ جو گروہ کا اعتقاد ہو وہی سرگروہ کا ہو چنانچہ وہ خود بھی رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ میں مہدی خونی کی نسبت اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ منہ

رہا یہ امر کہ اب گورنمنٹ عالیہ اس کی نسبت کیا رائے رکھتی ہے۔ سو ہماری دانا گورنمنٹ ادنیٰ توجہ سے سوچ سکتی ہے کہ ایسا منافق جس نے گورنمنٹ کے سامنے جھوٹ بولا کہ میں یہ کارروائی کر رہا ہوں کہ خونی مہدی کے آنے کے خیالات لوگوں کے دل سے ہٹا دوں اور مولویوں کو یہ کہہ کہہ کر دیتا رہا کہ اس اعتقاد پر پختہ رہو کہ مہدی خونی فاطمہ کی اولاد سے ضرور آئے گا۔ اور کہتا رہا کہ جو شخص یہ اعتقاد چھوڑتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ایسے منافق کے قول اور فعل کا کیا اعتبار ہے اور کونسا فائدہ اس کے وجود سے گورنمنٹ کو پہنچ سکتا ہے۔

پھر دوسری خیانت جو اس کی ذلت کا موجب ہے یہ ہے کہ اس نے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ میں سلطان روم کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں اور پھر اپنی اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۳ سطر ۶ میں میری مخالفت کے لئے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور خلیفہ برحق ہیں۔ ان سے استغنا موجب کفر ہے۔ اب اس جگہ اس نے سلطان روم کو خلیفہ برحق مان لیا ہے اور انگریزی سلطنت کی نسبت اسی صفحہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان کی اطاعت پولیٹیکل نظر سے یعنی محض منافقانہ طور پر اور مصلحت وقت کے لحاظ سے کرنی چاہیئے مگر مذہبی نظر سے یعنی دلی اخلاص سے صرف سلطان ہی واجب الاطاعت ہے" اس تقریر میں اس نے یہ خیانت کی ہے کہ جو مذہبی آزادی اور مذہبی فوائد ہمیں سلطنت انگریزی سے پہنچے ہیں ان سب کا انکار کر دیا ہے اور سرکار انگریزی کے ایک ثابت شدہ احسان کا خون کر دیا ہے اور یہ نہیں سوچا کہ سکھوں کے وقت میں جب ہمارے تمام دینی فرائض روکے گئے تھے اور مذہبی احکام کے بجا لانے میں ہر وقت جان اور مال اور عزت کا اندیشہ تھا یہاں تک کہ بلند آواز سے بانگ نماز دینے سے مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے اس وقت سلطان روم کہاں تھا؟ آخر انگریز ہی تھے جو ہمارے چھوڑانے کے لئے آفتاب کی طرح دور سے آئے اور صدہا دینی روکوں سے ہمیں آزادگی دی۔ یہ بڑی بدذاتی ہوگی کہ ہم اس سے انکار کریں کہ گورنمنٹ انگریزی کے وجود سے دینی فوائد ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچا۔

بلاشبہ پہنچا ہے بلکہ سلطان روم سے زیادہ پہنچا ہے۔ اس گورنمنٹ کے آنے سے ہم اپنے فرائض مذہبی آزادی سے ادا کرنے لگے۔ ہمارے مذہبی مدرسے کھل گئے۔ ہمارے واعظ خوب تسلی سے وعظ کرنے لگے۔ سکھوں کے وقت کسی ہندو کو مسلمان کرنے سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکثر خون ہو جاتے تھے۔ صدہا مسلمان اسی وجہ سے قتل کئے گئے بلکہ آگ میں جلائے گئے اور درندوں کے آگے ڈالے گئے۔ اب انگریزی عملداری کا جھنڈا ہمارے ملک میں کھڑا ہونے سے ہزارہا ہندو مسلمان ہو گئے۔ ہزارہا دینی کتابیں شائع ہو گئیں اور مسلمانوں نے اعلیٰ درجہ تک دینی علوم میں ترقی کی اور ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اس کی تلاش کرنا عبث ہے۔ اب کس قدر ناشکری بلکہ بدذاتی ہوگی کہ ہم ان تمام احسانوں کو اندر ہی اندر دبا دیں اور اس شکر کا اقرار نہ کریں جو انصاف کے رو سے ہمیں کرنا لازم ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ انگریزی سلطنت سے ہمیں امن اور آزادی اور دینی فائدہ نہیں پہنچا؟ ہرگز سچ نہیں۔ پھر محمد حسین کا یہ قول کہ وہ یہ تمام احسانات سلطان روم کی طرف منسوب کرتا ہے کس قدر بے انصافی اور ظلم پر مبنی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ہم لوگ انگریزوں کی اطاعت محض پولیٹیکل نظر سے کرتے ہیں ورنہ دینی حمایت ان کی طرف سے کچھ بھی نہیں یہ سب سلطان کی طرف سے ہے" یہ دونو فقرے اس کے ایسے بُرے اور گندے اور فتنہ انگیز ہیں کہ اگر میرے مُنہ سے بھی نکلتے تو میں ضرور اپنے اُوپر فتویٰ دیتا کہ میں نے سرکار انگریزی کے بے شمار دینی احسانوں کے مقابل سخت ناشکر گذاری اور نمک حرامی کا کلمہ استعمال کیا ہے۔ ان لوگوں نے اسی بناء پر مجھے کافر ٹھہرایا تھا جبکہ میں نے سلطان روم کے مقابل گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کو ترجیح دی تھی جس کی نسبت سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی نے اپنے علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مع تہذیب الاخلاق ۲۴ر جولائی ۱۸۹۷ء میں میری گواہی دی تھی۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ حیادار آدمی کے لئے یہ ذلّت بھی کچھ تھوڑی نہیں کہ گورنمنٹ کے سامنے جھوٹا بنا اور اپنی قوم سے بھی اپنی نسبت کافر اور کذّاب اور مفتری کا فتویٰ سُننا۔ سو بلاشبہ

وہ الہامی پیشگوئی اس پر پوری ہو گئی جس میں لکھا تھا کہ فریق ظالم اسی قسم کی ذلت دیکھے گا جو اُس نے فریق مظلوم کی کی۔ اب ذیل میں مولویوں کا وہ فتویٰ جس میں مولوی نذیر حسین محمد حسین کا اُستاد بھی شامل ہے لکھتا ہوں اور ناظرین پر اس بات کا انصاف چھوڑتا ہوں کہ میرے الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو غور سے پڑھ کر خود گواہی دیں کہ خدا تعالیٰ نے کیسے وہی الفاظ محمد حسین کی نسبت مولویوں کے مُنہ سے نکالے جو محمد حسین نے میری نسبت کہے تھے اور یہی معنے اس الہامی فقرہ کے ہیں کہ جزاء سیئۃ بمثلھا۔ نقل فتویٰ شامل ہذا ہے۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۱۳ جنوری ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئیگا اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہوگا اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ کو کہ جس پر تمام اہلسنت دلی یقین رکھتے ہیں سراسر لغو و بیہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے کیا ہم اس کو اہلسنت میں سے اور راہِ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کا چھوڑنے والا اور ملحد اور دجال ہے۔ بیّنوا توجروا

المرقوم ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء مطابق ۱۵ شعبان المبارک ۱۳۱۶ھ

السائل المعتصم باللہ الاحد مرزا غلام احمد عافاہ اللہ وایّد

الجــــــــــواب

(۱) جو شخص عقیدہ ثابتہ مسلمہ اہلِ سُنّت وجماعت سے خلاف کرے تو وہ صریح اور بے شک اس آیت کریمہ کے وعید کا مستحق ہے۔ قال عز من قال و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتّبعْ غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساءت مصیرا۔ قال صلی الله علیه وسلم من فارق الجماعة قید شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه رواه احمد و ابو داؤد۔ قال صلے الله علیه وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذّ شُذّ فی نار رواه ابن ماجه۔ قال صلے الله علیه وسلم ان الله لا یجمع امتی علی ضلالة و ید الله علی الجماعة و من شذّ شُذّ فی النار رواه الترمذی۔ اور جمہور اہل سنّت اس پر متفق ہیں کہ مہدی علیہ السلام اخیر زمانہ میں تشریف لاویں گے اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور اس کے ہاتھ سے دین غالب ہوگا اور ظاہر باطنی خلافت کرے گا۔ و من خالف عن ذالك فقد ضل و اضل و من یضلل الله فما له من سبیل۔

حررہ عبد الحق الغزنوی تلمیذ مولوی عبد اللہ غزنوی

(۲) در باب مہدی معہود و نزول عیسیٰ بن مریم رسول اللہ و خروج دجال اکبر احادیث متواترہ وارد اند و بریں است اجماع اہل سنّت و جماعت منکر احادیث متواترہ کافر و مخالف اہل سنّت و جماعت مبتدع و ضال و مضل است۔ فقط۔

عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی عفی عنہ عنہما ثم امرتسری

(۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسا شخص جس کا ذکر سوال میں مندرج ہے مبتدع اور دائرۂ اہل سنّت وجماعت سے خارج ہے۔ کما حررہ المجیب و انا عبد اللہ الغنی ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ امرت سر

(۴) جو کچھ مولوی عبدالحق صاحب نے جواب میں لکھا ہے میرا اس سے اتفاق ہے ایسے آدمی کے ملنے والوں سے پرہیز چاہیئے و نشست برخاست ترک کرنی چاہیئے۔ وانا ابو محمد احمد اللہ امرت سری

(مہر) *

(۵) علماء اعلام کا جواب صحیح ہے۔ بیشک شخص مذکور السوال ضال اور مضل ہے اور اہلسنت سے خارج ہے۔ فقیر غلام محمد البگوی عفاعنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود

(۶) امام مہدی علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب قیامت میں ظہور فرمانا اور دنیا کو عدل و انصاف سے پُر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور جمہور اُمت نے اسے تسلیم کیا ہے اس امام موصوف کے تشریف لانے کا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہلسنت والجماعت سے انحراف کرتا ہے۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتذھب الدنیا حتیٰ یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی رواہ الترمذی وابو داود وروایۃ لہ قال لولم یبق من الدنیا الّا یومٌ یطول اللہ ذٰلک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا۔ مشکوٰۃ شریف۔ قال العلامۃ التفتازانی فی المقاصد قد وردت الاحادیث الصحیحۃ فی ظھور امام من ولد فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنھا یملأ الدنیا قسطاً وعدلا کما ملئت جورا و ظلما۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ (پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و پریسیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور و سکرٹری انجمن مستشار العلماء)

---

* یہ مہر انجمن تائید الاسلام امرت سر کی ہے جس کے ممبر تین سو کے قریب علماء و رئیس وغیرہ ہیں۔ منہ *

(۷) یہ شخص مذکور سوال مفتری کذاب وضال ومضل وخارج اہلسنت سے ہے۔ الراقم سید محمد نذیر حسین دہلوی بقلم خود

(۸) الجواب صحیح وصواب (۹) صح الجواب

محمد یعقوب | حمزہ المنتوری الدہلوی غفر اللہ القوی | سید محمد عبدالسلام غفرلہ | سید محمد نذیر حسین | سید محمد ابوالحسن

(۱۰) جو عقیدہ خلاف اہلسنت والجماعت ہو وہ اہل اسلام کے نزدیک کس طرح معتبر ہو سکتا ہے۔

فقیر حشمت علی عفی اللہ عنہ

مہر | محمد عبدالغفار ابو السالار | ابوالحسن محمد اسمٰعیل | خلیل الرحمٰن المنان غفرلہ | مہر

(۱۱) جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے اور احادیث نبوی صلعم کا منکر ہے۔ فقط العبد النحیف محمد وصیت علی مدرس مدرسہ حسین بخش صاحب [محمد وصیت علی]

(۱۲) اصاب من اجاب۔ محمد شاہ عفا عنہ [محمد شاہ عفی عنہ]

(۱۳) جو شخص کہ احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے انکار کرے اس کی ضلالت اور گمراہی میں کچھ شک نہیں کیونکہ سینکڑوں حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کا آنا اخیر زمانہ میں ثابت ہے اور یہ شخص کذاب اور دجال ہے۔ فقط محمد یونس

مدرس مدرسہ مولوی عبدالواحد صاحب۔ [محمد یونس]

(۱۴) الجواب صحیح۔ فتح محمد مدرس مدرسہ فتحپوری [فتح محمد]

(۱۵) جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ عبدالغفور مدرس مدرسہ حسین بخش [عبدالغفور]

(۱۶) جو شخص حضرت مہدی علیہ السلام کے وجود باجود کا انکار کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے ایسے مغشوش الرائے یاوہ گو عبدالدنیا کے کلام کا اعتبار نہیں۔ ایسا شخص منکر احادیث نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا مقام نار ہے محمد عبدالغنی الہ آبادی مدرس مدرسہ فتحپوری

(۱۷) واقعی یہ شخص مخالف حدیث نبوی کے عقیدہ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا مکان بلا شک

نار ہے کیونکہ یہ فعل اہل بدعت کا ہے۔ محمد ہدایت اللہ عفی عنہ فلتی علاقہ کانپور مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

(۱۸) جو شخص امام مہدی علیہ السلام کا انکار کرتا ہے وہ گمراہ ہے اور احادیث صحاح کا منکر ہے مثلاً ترمذی وغیرہ میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔ عبداللہ خاں بچھرایونی بقلم خود [مُہر]

(۱۹) الجواب الصحیح واقعی حدیث نبوی صلعم کا منکر ہے اور ایسے عقیدہ کا شخص کذّاب لوگوں میں سے ہے۔ فقط

مولوی محمد عبدالرزاق خلف حاجی خدابخش المتخلص ناچیز ساکن قصبہ خورجہ ضلع بلند شہر

(۲۰) الجواب۔ اقول وباللہ التوفیق معلوم ہو کہ انکار ظہور امام مہدی سے جیسے احادیث میں ہے اور سلفاً وخلفاً اہل اسلام کے نزدیک مسلّم ہے صرف ضلالت اور گمراہی ہے۔ اور یہ انکار کسی دجّال کا کام ہے۔ فقط۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

دستخط الراقم عبدالعزیز عفی عنہ لودیانوی

(۲۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند

مسیح موعود کا آنا اور مہدی موعود کا آنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چنانچہ ابوداؤد میں ان الفاظ سے وارد ہوا لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یبعث رجلاً منّی او من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً انتہی۔ پس جو شخص اس سے منکر ہے وہ مخالف عقیدہ سنت جماعت اور خاطی ہے اس کو ہرگز متبع سنّت نہ جاننا چاہیئے۔ فقط۔ واللہ اعلم

رشید احمد

مورخہ ۱۸ شعبان سنہ ۱۳۱۶ ہجری

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) ۸ جنوری ۱۸۹۹ء

تصدیق ....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

جس سے علماء پنجاب و ہندوستان دینی و اخلاقی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں

اے علماء پنجاب و ہندوستان خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے حالات پر رحم کرے۔ آپ کو معلوم ہو کہ اس وقت اس خدا نے جو سچائی کو پسند کرتا اور نفاق اور جھوٹ سے نفرت کرتا ہے۔ آپ لوگوں کے لئے ایک عمدہ موقعہ دیا ہے کہ آپ اس فتوے پر نظر کر کے جو آپ نے ۱۰ رشعبان ۱۳۱۶ھ کے استفسار کے پیش ہونے کے وقت دیا ہے آئندہ اس طریق کو اختیار کریں جو تقویٰ اور دیانت اور امانت کے مناسب حال ہے۔

اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ مولوی محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ جو آپ لوگوں کا سرگروہ کہلاتا ہے کئی سال سے مجھے مہدی معہود کا منکر قرار دے کر کیسی بدگوئی اور بدزبانی کی کلاوہ میری فضیحت کر رہا ہے یہاں تک کہ اب اس نے گالیوں اور طرح طرح کے افتراؤں اور تہمتوں کو انتہا تک پہنچا دیا اور میری توہین اور ازالہ حیثیت عرفی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور ایک شخص محمد بخش جعفر زٹلی نام کو کسی قسم کی طمع دے کر اس بات کے لئے مقرر کیا کہ وہ اس بات کا برابر سلسلہ جاری رکھے کہ طرح طرح کے گندے اشتہار گالیوں سے بھرے ہوئے میری نسبت جاری کرے۔ پس بے

اور توہین اور ازالۂ حیثیت عرفی میں کوشش کی گئی اور اب تک برابر بلا ناغہ یہ سلسلہ جاری رہا اور بار بار اشتہاروں اور خطوط کے ذریعہ سے مباہلہ کی درخواست بھی کی گئی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ ناپاک کارروائی محمد حسین اور اس کے رفیقوں کی کسی فتنہ کی موجب نہ ہو اور میرے گروہ کو اس سے اشتعال پیدا نہ ہو اس لئے مَیں نے اپنی جماعت کو گورنمنٹ میں میموریل بھیجنے کی صلاح دی تاکہ گورنمنٹ کی طرف سے انتظاماً اس گندی کارروائی کے انسداد کے لئے کوئی حکم جاری ہو اور اس طرح پر ایک مظلوم فرقہ اپنا انصاف پاکر خاموشی اختیار رکھے۔ لیکن گورنمنٹ کی طرف سے اس میموریل کا صرف اس قدر جواب آیا کہ عدالت میں چارہ جوئی کرنی چاہیئے اور اس جواب کا یہ نتیجہ ہوا کہ محمد حسین اور اس کے رفیق محمد بخش نے اپنی بدگوئی کے اشتہار شائع کرنے میں اور بھی ترقی کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عدالتوں میں نالش کرنا ہمارا طریق نہیں ہے۔ سو انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ تیزی اور گندہ زبانی سے میری نسبت گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار شائع کرنے شروع کر دیئے اور اس پر جعفر زٹلی محمد حسین کی ایما سے مباہلہ پر بھی زور دیتا رہا۔ چنانچہ کئی اشتہار مباہلہ کے لئے بھیجے اور ہمارے دل کو بار بار دکھایا۔ چونکہ ان فتنہ انگیز تحریروں کے بداثر کا اندیشہ تھا اس لئے مَیں نے ان فتنوں کے روکنے کی غرض سے یہ مصلحت سمجھی کہ مباہلہ کے طور پر نہایت نرم الفاظ میں ایک اشتہار لکھوں۔ سو مَیں نے ایک اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا۔ اس اشتہار کا خلاصہ مطلب صرف ایک دُعا تھی یعنی یہ کہ ہم دونوں فریق میں سے جو ظالم ہے خدا اس کو ذلیل کرے۔ اور اس دُعا پر ایک الہام ہوا تھا جس میں ارادہ الٰہی ان الفاظ سے بتلایا گیا تھا کہ جزاء سیئة بمثلها و ترهقهم ذلّة۔ یعنی جس فریق ظالم کی طرف سے فریق مظلوم کو کوئی بدی پہنچی ہے اسی قسم کی بدی فریق ظالم کو پہنچے گی۔ سو یہ پیشگوئی محمد حسین کے حق میں بہت جلدی پوری ہو گئی کیونکہ پیشگوئی کا اصل مطلب اس شخص کو ذلّت پہنچانا تھا جو کاذب اور ظالم ہو۔ اور الہام الٰہی میں صاف بیان کیا گیا تھا کہ اسی قسم کی ذلّت اس کو پہنچے گی جو اس نے پہنچائی ہو۔ سو یہ الہام کامل طور پر ۹ دسمبر ۱۸۹۸ء کو پورا ہو گیا۔ کیونکہ اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے بعد تاریخ مذکورہ میں محمد حسین کی ایک خیانت آمیز کارروائی پکڑی گئی کہ اس نے محض دروغگوئی کی راہ سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو یہ یقین

دلایا کہ وہ اس مہدی کے آنے کا منکر ہے جو بنی فاطمہ میں سے آئے گا اور کافروں سے لڑے گا۔
اور اس بارے میں زمین کی طمع کے لئے ایک تحریر انگریزی میں ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء کو شائع کی اور
اس میں گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں مہدی کے آنے کی تمام حدیثیں غلط سمجھتا ہوں اور
پہلے سے گورنمنٹ کو یہ دھوکہ بھی دے رکھا کہ میں اہل حدیث کا سرگروہ ہوں یعنی میرا اور ان کا
ایک عقیدہ ہے اور ادھر پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کو یوں خراب کیا کہ ان کو بار بار یہی
سبق دیا کہ مہدی معہود ضرور آئے گا اور وہ خلیفہ وقت اور صاحب السیف والامر ہوگا اور بار بار
ان کو یہی کہتا رہا کہ میرا اور تمہارا مہدی کے بارے میں عقیدہ ایک ہے اور میں اس مہدی کا قائل ہوں
جو تلوار کے ساتھ دین کو پھیلائے گا اور خلیفۃ المسلمین ہوگا اور اسی بنا پر اس نے میری تکفیر کے لئے استفتا
طیار کر کے شور قیامت برپا کیا سو جب مولوی محمد حسین کا اس قسم کا رسالہ مجھے دستیاب ہوا تو اسی وقت میں
نے سمجھ لیا کہ اب اس بنا پر پیشگوئی اشتہار مباہلہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کامل طور پر پوری ہوگئی۔ تب میں نے
بلا توقف اسی تاریخ یعنی ۲۹؍دسمبر ۱۸۹۸ء کو ایک استفتاء لکھا اور علماء پنجاب اور ہندوستان سے یہ فتویٰ
طلب کیا کہ ایسا شخص جو مہدی کے وجود سے منکر ہے اس کے حق میں تمہارا کیا فتویٰ ہے سو نذیر حسین
دہلوی اس کے استاد نے جیسا کہ مجھے کذاب دجال مفتری لکھا تھا ایسا ہی بلا توقف محمد حسین کی نسبت فتویٰ
۲۳ یہ فتویٰ دیا کہ وہ کافر اور گمراہ اور ضال مضل ہے اور عبدالحق غزنوی نے اپنے فتویٰ میں اس کو
جہنمی اور گمراہ ٹھیرایا اور مولوی احمد اللہ امرتسری نے اپنے فتویٰ میں عبدالحق سے اتفاق کیا مگر اتنا
زیادہ لکھا کہ ایسے گمراہ کے ساتھ میل ملاقات اور نشست برخاست جائز نہیں۔ لدھیانہ اور لاہور کے
مولویوں نے بھی ان فتووں سے اتفاق کیا اور مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نے
بڑے شدومد سے حدیثوں کے حوالہ سے اس خیانت پیشہ کی خبر لی اور مولوی عبدالعزیز لدھیانوی
اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد یعقوب دہلوی اور دیگر علماء نامدار نے جیسا کہ ایسے شخص کی
سزا تھی بڑی شدومد سے فتوے لکھے اور تمام علماء کے فتووں کا خلاصہ یہی ہے کہ انہوں نے اس
خیانت پیشہ اور مہدی معہود کے منکر کو کافر دجال بے ایمان مفتری کذاب جہنمی دائرہ اسلام سے

دیا کہ وہ کذاب [illegible] عبدالحق غزنوی اور مولوی [illegible] نے اس کی نسبت ۲۳

خارج گمراہ ضال مضل اور ایسا ہی دوسرے الفاظ سے یاد کیا اور اس طرح پر اس پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کیا کہ جو میں نے اشتہار مباہلہ ۲۱؍ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی۔

اب میں ان تمام مولویوں کو جنہوں نے منکر مہدی معہود کی نسبت یہ فتوے دیا ہے یہ نیک صلاح دیتا ہوں کہ اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان پر منافقانہ طریق کا کوئی دھبہ نہ لگے اور ان کی دیانت اور امانت اور تقویٰ اور دینداری میں فرق نہ آوے تو وہ بلا توقف ایک جلسہ کر کے محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنۃ کو اس جلسہ میں بلا دیں اور اس کو صاف طور پر کہہ دیں کہ آج تک تم ہم سب پر یہ اپنا اعتقاد ظاہر کرتے رہے کہ تمہارا یہی عقیدہ ہے کہ تم اس مہدی معہود کے قائل ہو جو بنی فاطمہ میں سے آئے گا اور لڑائیاں کرے گا اور دین کو پھیلائے گا اور اب تمہاری نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم نے زمین لینے کی طمع سے گورنمنٹ کو یہ احسان جتلانا چاہا ہے کہ تم ان تمام حدیثوں کو جو مہدی معہود کے بارے میں آئی ہیں جھوٹی سمجھتے ہو اور تم نے صریح طور پر ایک انگریزی فہرست مورخہ ۱۴؍ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں مہدی کی حدیثوں کی نسبت لفظ **موضوع** لکھ کر اپنا عقیدہ انکار مہدی ظاہر کر دیا ہے۔ اب یا تو صاف طور پر اپنا توبہ نامہ چھاپ کر شائع کرو تا گورنمنٹ عالیہ کو بھی تمہارے اندرونی حالات معلوم ہوں اور یا اس بات کو مان لو کہ تم اس ہمارے فتوے کے مستحق اور اہلحدیث کے عام عقیدہ کے مخالف اور دجّال اور کذّاب اور ملحد اور بے دین ہو۔

غرض اب تمام علماء کا فرض ہے کہ محمد حسین سے ضرور فیصلہ کریں اور اگر وہ ایسا فیصلہ چھاپ کر شائع نہ کریں تو ان کی مولویت اور تقویٰ اور طہارت کا یہی نمونہ کافی ہے کہ وہ فتوے جس کو انہوں نے اپنی قلم سے لکھا اب بعض نفسانی مصالح سے اس کے پابند رہنا نہیں چاہتے اور جس کو اپنے فتووں میں کافر اور بے دین اور کذّاب اور دجّال اور مفتری قرار دیا اور اس سے کنارہ کرنے کا بھی حکم دیا پھر اس سے مخالطت اور موانست رکھتے ہیں۔ یہ کس قدر بدچلنی اور بددیانتی اور ناپاکی نفس کا طریق ہوگا کہ جب میں نے ایسے مہدی سے انکار کیا تو مجھے کافر اور دجّال ٹھیرانے میں اب تک برابر کوششیں ہو رہی ہیں اور جب محمد حسین نے نفسانی طمع کے لئے ایسے مہدی سے انکار کیا تو اس کے ساتھ برابر میل ملاقات

جاری کا ہے۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ میں منافقوں اور کافروں کو ایک ہی جگہ جمع کروں گا۔

پس اب آپ لوگوں کو ڈرنا چاہیئے کہ اس فتویٰ کے بعد خاموشی اختیار کر کے منافقوں کے ذیل میں نہ آجائیں۔ وقال اللہ تعالیٰ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ اگر ممکن ہو تو محمد حسین کا دامن اس الزام سے اسی کے صریح اقرار سے پاک کرنا چاہیئے۔ ورنہ باآواز بلند اپنے فتوے کی جابجا اشاعت کرنی چاہیئے۔ خاص کر مولوی نذیر حسین دہلوی کہ اب قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں بڑے الزام کے نیچے ہیں کیونکہ انہوں نے اس استفتاء میں موٹی قلم سے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ ایسا شخص مفتری کذاب اور دائرہ اہل سنت سے خارج ہے۔ اب چاہیئے کہ وہ اس فتوے کے بعد محمد حسین اپنے شاگرد سے پورا فیصلہ کریں۔ یا اس سے توبہ نامہ لیں اور شائع کریں اور یا اس کا وہ عقیدہ جو اہل حدیث کا اجماعی عقیدہ ہے اس کی قلم سے لکھوا کر شائع کرا دیں تا گورنمنٹ بھی اُس کے منافقانہ حالات سے دھوکہ میں نہ رہے۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو اپنے فتوے کو اس کی نسبت عام طور پر شائع کر دیں۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنی ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جاویں گے۔

بالآخر ہم مردانہ طور پر اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیالات ان تمام مولویوں کے کہ خونی مہدی کسی وقت آنے والا ہے جو بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور وہ جبر کے ساتھ دین کو غالب کرے گا اور خلیفہ یعنی بادشاہ ہوگا بالکل لغو اور **باطل** اور **جھوٹا عقیدہ** ہے جو قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ ثابت ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ خدا تعالےٰ کی محبت ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اور غفلت پھیل جائے گی۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق پر اور بروزی طور پر ایک شخص آئے گا جو نہ لڑے گا اور نہ خونریزی کرے گا اور نہ زمین کی بادشاہی اور خلافت ظاہری سے اس کو کچھ سروکار ہوگا۔ اور محض روحانی طور پر سچے دین کی دلائل اور نشانوں کے ساتھ مدد کرے گا اور نیک دل اور غریب طبع انسان اس کے ساتھ شامل ہو جاویں گے۔ سو یاد رکھو کہ وہ پیشگوئی تمہارے ملک میں پوری ہو گئی۔ اب

کسی خونی مہدی کی انتظار عبث ہے۔ دلوں کو صاف کرو اور نفسانی جوشوں کے تابعدار مت ہو اور سچائی کے ساتھ اور علمی طاقت کے ساتھ اور رُوحانی برکتوں کے ساتھ دین کی مدد کرو نہ یہ کہ تلوار کے زمانہ کی انتظار کرو۔ اس دین میں کیا خوبی ہو سکتی ہے جو اپنی ترقی میں تلوار کا محتاج ہے؟ سو یقیناً سمجھو کہ اسلام تلوار کا محتاج نہیں۔ اسلام اُسی خدا کی طرف ہدایت کرتا ہے جو زمین و آسمان کے دیکھنے سے بھی اس کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سو ایسے خیالات سے توبہ کرو اور رُوحانیت کے طالب ہو تا تمہارے دل روشن اور پاک ہوں اور تا ہر ایک قسم کا فساد اور فتنہ تم سے دُور ہو اور تا تم پاک دل ہو کر اس خدا کو دیکھ سکو جو بغیر حقیقی پاکیزگی کے نظر نہیں آسکتا۔

یہی راہ خدا کے پانے کی راہ ہے۔ خدا
ہر ایک کو اس کی
توفیق دے
آمین

الراقم الناصح میرزا غلام احمد از قادیان

۱۱ر جنوری ۱۸۹۹ء

ضمیمہ اشتہار ہذا

مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۸۹۹ء

جس کی فہرست انگریزی مورخہ ۱۲ر اکتوبر ۱۸۹۸ء کا عنوان یہ ہے۔

The following is a list of articles in the Ishat-us-Sunnah wherein the

illegality of rebellion against or opposition to the Govt. and the true nature of Jehad (Crescentade) is explained.

ترجمہ۔ ذیل میں فہرست اُن مضامین اشاعت السنۃ کی ہے جن میں گورنمنٹ کی مخالفت اور اس کے برخلاف بغاوت کا ناجائز ہونا اور جہاد کی اصل حقیقت کو بیان کیا ہے۔

اس کے بعد شیخ محمد حسین ایک ایک دو دو سطر میں نتیجہ اور لُبِ لباب ان مضامین کا دیتا ہے جو اس نے مذکورہ بالا غرض کے لئے سنہ ۱۸۶۹ء سے لے کر سنہ ۱۸۹۶ء تک لکھے۔ ان ہی مضامین میں وہ مہدی کے متعلق مضامین کا ذکر کرتا ہے جن کا وہ لب لباب صفحہ ۵ میں اس طرح پر درج کرتا ہے

Criticism of traditions regarding the Mehdi and arguments showing their incorrectness.

ترجمہ۔ ان حدیثوں پر جرح کی گئی ہے جو مہدی کے متعلق ہیں اور دلائل دیئے گئے ہیں جن سے ان حدیثوں کا غلط اور نادرست ہونا ثابت ہوتا ہے۔

Questioning the authenticity of traditions describing the signs of the Mehdi.

ترجمہ جن حدیثوں میں مہدی کی علامات دکھائی ہیں اُن کے غیر وضعی ہونے پر شُبہ ہے۔

اس فہرست کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں صرف وہی مضمون درج کرنے منظور ہیں کہ جن کے ذریعہ سے محمد حسین نے اہلِ اسلام کے دلوں سے گورنمنٹ کے برخلاف مخالفانہ اور بغیر خیالات کو دُور کرنا چاہا ہے۔ اسی فہرست میں ایک مضمون متعلق مہدی کا ذکر کیا اس میں ان کا لُبِ لباب دیتا کہ وہ سب احادیث جو مہدی کے متعلق ہیں وہ غلط اور نادرست اور بے تحقیق اور وضعی ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ محمد حسین مہدی کے متعلق احادیث ماننے والوں کو گورنمنٹ

کا مخالف اور باغیانہ خیال رکھنے والا سمجھتا ہے ورنہ مہدی کی حدیثوں کو غلط اور موضوع قرار دے کر ان کو اس فہرست میں درج کرنے سے اور کیا غرض ہو سکتی ہے۔ اس کے نزدیک مہدی پر ایمان گورنمنٹ کی نگاہ میں ایک باغیانہ خیال ہے جس کی تمدید اس نے اس طرح سے کر دی ہے۔
بالآخر ہم ان لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں جیسے مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری وغیرہ کہ جو محمد حسین کو ہماری مخالفت کرنے پر یہ سمجھتے تھے کہ اس نے انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے۔ وہ یقین رکھیں کہ وہ اندرونی طور سے ہمیشہ مہدی کا منکر رہا ہے۔ ورنہ وہ آج اس فہرست میں گورنمنٹ کے آگے ان حدیثوں کا غلط ہونا ظاہر نہ کرتا۔ منہ

---

(۲۰۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پنجاب اور ہندوستان کے اُن مولویوں کی ایمانداری کا نمونہ جنہوں نے میری نسبت کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ خاص کر مولوی نذیر حسین دہلوی استاد شیخ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے تقویٰ اور دیانتداری کی حقیقت اور ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعت السنہ کا گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو صریح جھوٹ بول کر سخت دھوکہ دینا اور اُس کی اور اُس کے گروہ کی اس قابلِ شرم کارروائی پر اُس میری پیشگوئی کا

پُورا ہونا جو اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی گئی تھی۔

یعنے یہ پیشگوئی کہ جزاء سیئۃ بمثلھا و ترھقھم ذلہ۔ مالھم من اللہ من عاصم۔ یعنی فریق ظالم کو اُسی قسم کی ذلّت پہنچے گی جو اس نے فریق مظلوم کو پہنچائی ہو۔

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد کہ از بہرِ دنیا دہد دیں بباد

اس بات سے تو ہم کو بہت خوشی ہوئی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبد الجبار غزنوی اور عبد الحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور دوسرے علماء ان کے ہم مشربوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ کو جس نے مہدی خونی کے آنے کی نسبت حضور گورنمنٹ عالیہ میں اپنا انکار ظاہر کیا بوجہ اس کے اس عقیدہ کے اس کو کذاب اور مفتری اور دجّال اور کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج اپنے فتووں میں لکھا اور اس طرح پر اس کو ذلیل کر کے ہماری وہ پیشگوئی پوری کی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی گئی تھی اور نیز ان احادیث نبویہ کو بھی پورا کیا جو آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں ہیں اور اپنے طریق عمل سے ان کی صحت پر گواہی دے دی۔ مگر اس دوسری بات کے خیال کرنے سے ہمیں رنج بھی ہوا کہ ان لوگوں کے یہ فتوے دیانت اور ایمانداری پر مبنی نہیں بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانی اغراض اور تعصبات اور کینہ وری پر مبنی ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہی کارروائی ان کے حالات باطنی پر کافی گواہ ہے جو ہمارے استفتار مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۸۹۸ء میں ان سے ظہور میں آئی۔ ان سے یہ فتویٰ طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں جو اس مہدی کے آنے کا منکر ہو جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کرے گا تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے اعتقاد کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز ہے محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کی کہ آؤ اب بھی اس فتوے کے رو سے اس کو کافر اور دجّال اور مفتری قرار

دیں۔ تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے اور اگر ان کو پہلے سے خبر ہوتی کہ یہ استفتاء شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ کے لئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتوے نہ دیتے۔ اب اس حقیقت کو سُن کر کہ وہ شخص جس کی نسبت فتویٰ طلب کیا گیا تھا ان کا دلی دوست محمد حسین ہے جس قدر ان کو ندامت ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہی علماء دین اور حامیانِ شرع متین ہیں جن کی دیانت پر لوگ بھروسہ کئے بیٹھے ہیں اور جن کی نسبت عوام خیال کرتے ہیں کہ وہ دین کے پیشوا اور دیندار بلکہ شیخ الکل ہیں۔ اب خدائے غیور کی غیرت نے ان سب کے پردے پھاڑ دیئے۔ خدا کے الہام میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ شاہت الوجوہ سو پورا ہو گیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ کی بعض خفیہ تحریریں ہمارے ہاتھ آگئی ہیں جن میں وہ گورنمنٹ کے سامنے زمین لینے کی طمع سے یہ بیان کرتا ہے کہ جس مہدی قریشی کی لوگوں کو انتظار ہے جو اُن کے زعم میں خلیفہ ظاہر و باطن ہوگا اس مہدی کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں وہ سب موضوع اور غلط اور نادرست ہیں یعنی مَیں ان کو نہیں مانتا **دیکھو محمد حسین کی فہرست انگریزی مورخہ ۱۴ ؍ اکتوبر ۱۸۹۸ء** جس کو ابھی محمد حسین نے پوشیدہ طور پر شایع کیا ہے اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو یہ جتلانا چاہا ہے کہ مَیں اس مہدی کے آنے سے منکر ہوں۔ سو محمد حسین کا یہ وہ عقیدہ ہے جس کے لئے ان مولویوں سے فتویٰ طلب کیا گیا تھا اور انہوں نے اس عقیدہ والے کو کافر اور کذّاب اور دجّال اور مفتری قرار دیا۔ اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پُورا کیا۔ محمد حسین نے نہایت پوشیدہ طور پر یہ اپنا عقیدہ گورنمنٹ پر ظاہر کیا تھا مگر خدا نے اس کا پردہ پھاڑا۔ یہ شخص یعنی محمد حسین دوسرے مولویوں کو یہی کہتا رہا ہے کہ مَیں تمہارا ہی ہم عقیدہ ہوں اور گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرتا رہا کہ مَیں ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔ اور ظاہر ہے کہ دو مختلف اور متناقض عقیدے ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ لہذا یقیناً یہی سچ ہے کہ جو عقیدہ اس نے اب انگریزی رسالہ میں گورنمنٹ کے سامنے ظاہر کیا ہے۔ یہی اس کا عقیدہ ہے۔ سو اس کے رو سے کفر کا فتویٰ اس پر لگ گیا۔ کیونکہ جب کہ محمد حسین کے نزدیک

وہ تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے متعلق ہیں، موضوع اور غلط اور جھوٹی ہیں جیسا کہ وہ بطور احسان نمائی کے گورنمنٹ برطانیہ پر ظاہر کرتا ہے تو بلاشبہ اس منافق کا یہی مذہب ہے کہ ایسا مہدی ہرگز نہیں آنے گا۔ تو اس صورت میں ان مولویوں کا یہ فتویٰ اس پر بلاشبہ وارد ہوگیا کہ وہ کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن ایک قلمی تحریر جو مولوی احمد اللہ امرتسری سے میرے ایک دوست کو ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فہرست انگریزی سے پہلے مولوی محمد حسین نے مولوی احمد اللہ کے آگے ایک تقریب پر اشارۃً یہ ظاہر کر دیا تھا جس سے یہی معنے نکلتے تھے کہ اب میں نے اعتقاد انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے*۔ یہ تحریر جو مولوی احمد اللہ صاحب سے ملی ہے ثابت کرتی ہے کہ یہ شخص بہت ہی فریبی اور دھوکہ دہ آدمی ہے۔ کیونکہ اس رجوع کے بعد پھر اس نے وہی اعتقاد انکار مہدی گورنمنٹ پر ظاہر کیا اور ثابت ہوا کہ یہ تمام تحریریں گورنمنٹ انگریزی کو دھوکہ دینے کے لئے اس نے شائع کی ہیں اس خیال سے کہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کو خطرناک سمجھتی ہے جو ایسے مہدی کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ پس بلاشبہ اس نے یہ سخت فریب کی کارروائی کی ہے اور یہ ان شریف اور نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے جن کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے۔ ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچتی اور جس قدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور اگر جاہل اور بے وقوف اور خائن اور نام کے مولوی جو دیانت اور ایمانداری اور راست گوئی سے خالی ہیں۔ ایسی مجروح اور

---

* اس جگہ ہم رقعہ دستخطی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو اطلاع ناظرین کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں جس میں مولوی احمد اللہ صاحب نے محمد حسین کے اعتقاد مہدی کی نسبت بدظن ہو کر اس سے دریافت کیا تھا۔ وہ رقعہ یہ ہے۔

"ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ کے مطابق هرمنی۔ میرے سامنے مولوی محمد حسین صاحب نے میرے پاس صاف ظاہر کیا کہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا معتقد ہوں (یعنی اب معتقد ہو گیا ہوں) مانتا ہوں جو وہ

مردود حدیثوں کے ردّ کرنے والے اور ایسے مہدی کے منکر کی نسبت کافر اور دجّال اور کذّاب اور مفتری ہونے کا فتویٰ دیں جیسا کہ نذیر حسین اور عبد الجبار اور رشید احمد اور عبد الحق وغیرہ نے فتویٰ دیا تو یہ فتویٰ محض بددیانتی کی راہ سے ہے۔ لیکن محمد حسین نے جس پیمانہ سے ہمیں ناپ کر دیا تھا خدا نے وہی پیمانہ اس کی ذلّت کے لئے اس کے آگے رکھا تا الہام جزاء سیئۃ بمثلھا کامل طور پر پورا ہو جائے۔ غرض محمد حسین کو صرف یہی سزا نہیں ملی کہ اس کے دوستوں نے ہی اس کا نام کافر اور دجّال رکھا بلکہ جس تعدّی اور زیادتی کے ساتھ میری نسبت اس نے فتوے دلائے تھے۔ اسی طرح فتویٰ دینے والوں نے اس کے ساتھ بھی اپنے فتووں میں تعدّی اور زیادتی کی تا دونوں پہلو سے مثل کی شرط پوری ہو جائے جو الہام جزاء سیئۃ بمثلھا میں پائی جاتی تھی۔

اب ان مولویوں کے لئے جنہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ مہدی معہود کا انکار کرنے والا کافر اور دجّال اور مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، بہتر طریق یہ ہے کہ ایک جلسہ کرکے اس جلسہ میں محمد حسین کو طلب کریں۔ پھر اگر وہ صاف طور پر اقرار کرے کہ وہ بھی اس خونی مہدی کے آنے کا منتظر ہے جو اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے پھیلائے گا تو اس کی دستخطی تحریر لے کر چھپوا دیں اور یاد رکھیں کہ وہ ہرگز ایسی تحریر نہیں دے گا اگرچہ یہ لوگ اس کو ذبح کر دیں کیونکہ یہ اس کے دنیوی مقاصد کے برخلاف ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرے تو پھر گورنمنٹ کو کیا منہ دکھا دے۔ ابھی تو وہ لکھ چکا ہے کہ وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں تو پھر اب ان کو صحیح کیونکر بنا دے۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ ایسا کرے۔ پس اگر یہ علماء جو اس کو کافر اور دجّال اور مفتری اور جہنّمی ٹھہرا چکے ہیں بغیر ایسی تحریر شائع کرانے کے اس سے اختلاط رکھیں اور حسب منشاء اپنے فتووں کے اس کو کافر اور دجّال اور کذّاب اور مفتری نہ سمجھیں اور اس کی ملاقات سے پرہیز نہ کریں تو پھر یہ خود دجّال اور مفتری ہیں۔ لیکن ہم نہایت نیک نیتی سے گورنمنٹ عالیہ کو اس بات کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ وہ محمد حسین کے چال چلن سے خبردار رہے اور اس وقت تک اس کی حالت کو قابل اعتماد نہ سمجھے جب تک وہ

ان مولویوں سے جو ایسے خطرناک مہدی کے منتظر ہیں بکلی علیحدگی اختیار نہ کرے۔ گورنمنٹ عالیہ سمجھ سکتی ہے کہ کیسا ان لوگوں کا خطرناک عقیدہ ہے کہ ایسے خونی مہدی کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں اور کذاب اور دجّال اور مفتری نام رکھتے ہیں۔ اور مَیں گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ محمد حسین مذکور کا یہ کہنا کہ مَیں ایسے مہدی کے آنے کا قائل نہیں اور مَیں ایسی حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتا بالکل منافقانہ پیرایہ میں ہے اور وہ انکار مہدی میں سراسر منافقانہ طریق اختیار کرتا اور گورنمنٹ کو دھوکا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ دیکھ لے گی کہ یہ فتویٰ جو **منکر مہدی** کی نسبت مولویوں نے لکھا ہے یہ محمد حسین کی نسبت ہرگز جاری نہیں کیا جاوے گا کیونکہ وہ درپردہ فی الفور اون کو کہہ دے گا کہ مَیں اس خونی مہدی کے آنے کا قائل ہوں۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس قدر اختلاف کے ساتھ کہ وہ مہدی کے آنے سے انکاری ہو اور وہ لوگ اس کو کافر اور دجّال کہیں اور مفتری اور کذّاب اور جہنمی اس کا نام رکھیں اور پھر ان کا باہمی میل ملاقات جاری رہے بجز اس صورت کے کہ درپردہ ایک ہی اعتقاد پر متفق ہوں۔ وہ تو فتوے میں یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ ایسے آدمی کے ساتھ کہ اس خونی مہدی کے آنے کا منتظر نہیں میل ملاقات ہرگز جائز نہیں کیونکہ وہ کافر ہے۔

غرض اب اگر اس کے بعد مولوی محمد حسین کے تعلقات ان مولویوں کے ساتھ قائم نہ رہے اور میل ملاقات سب ترک ہو گیا اور ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے تب تو اس بات کو مان لیا جائے گا کہ محمد حسین کا گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں یہ ظاہر کرنا کہ مَیں اس مہدی کا آنا نہیں مانتا جو بزعم اہلحدیث خلیفہ اور بادشاہ ہو کر آئے گا اور سخت لڑائیاں کرے گا درست اور صحیح ہے۔ لیکن اگر محمد حسین مذکور کا میل ملاقات ان فتویٰ دینے والوں سے موقوف نہ ہوا۔ اور بدستور باہم شیر و شکر رہے تو پھر گورنمنٹ عالیہ کو قطعی اور یقینی طور پر سمجھنا چاہئیے کہ ان کے باہمی تعلقات قائم ہیں اور یہ سب اس خونی مہدی کے منتظر ہیں۔

اور عام مسلمانوں کو چاہئیے کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے ان مولویوں کے ایسے چال چلن پر غور کریں کہ یہ ان کے کشتی بان کہلاتے ہیں اور سوچیں کہ کیا ایسے لوگوں کی پیروی کر کے کسی نیکی کی

امید ہو سکتی ہے۔ اب ذرا فتویٰ ہاتھ میں لے کر نذیر حسین کو پوچھیں کہ کیا ہم محمد حسین کو کذّاب دجّال، مفتری کہیں؟ پھر عبدالجبار غزنوی کے پاس جائیں اور اس سے دریافت کریں کہ کیا آپ کے فتویٰ کے مطابق محمد حسین کو ہم کافر قرار دیں؟ اور پھر عبدالحق غزنوی کو بھی اسی جگہ مل لیں اور اس سے پوچھیں کہ کیا تمہارے فتویٰ کے رُو سے ہم محمد حسین کو جہنمی اور ناری کہا کریں۔ اور پھر ذرا تکلیف اُٹھا کر اسی جگہ امرتسر میں مولوی احمد اللہ صاحب کے پاس جائیں اور ان سے دریافت کریں کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ کا فتویٰ عبدالحق کے فتویٰ کے مطابق ہے؟ کیا ہم آئندہ محمد حسین کو جہنمی کہا کریں اور ہم آئندہ اس کی ملاقات چھوڑ دیں؟

اے مسلمانو! یقیناً سمجھو کہ یہ وہی مولوی ہیں جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے۔ تم ان کو اسی نمونہ سے شناخت کر لو گے کہ بعد اس کے جو انہوں نے شیخ محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو کافر اور دجّال اور مفتری اور جہنمی قرار دیا۔ پھر کیا حقیقت میں اس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یا وہ صرف دکھانے کے دانت تھے۔

اب مَیں وہ استفتاء[1] جس پر ایسے شخص کے کافر اور دجّال ہونے کی نسبت مولویوں نے فتوے لکھے ہیں گورنمنٹ عالیہ کے گوش گذار کرنے کے لئے ذیل میں لکھتا ہوں تاکہ گورنمنٹ کو یاد رہے کہ یہ لوگ ان خیالات کے آدمی ہیں۔ فقط

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۷؍ جنوری ۱۸۹۹ء

---

[1] یہ فتویٰ جلد ہذا کے صفحہ ۹۹ پر درج ہو چکا ہے اس لئے دوبارہ نقل نہیں کیا گیا (المرتب)

(۲۰۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

نقل اس ڈیفنس کی جو انگریزی میں چھاپا گیا

مَیں عدالت میں اپنی بریت ثابت کرنے کے لئے بطور ڈیفنس یہ عریضہ لکھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر تمام واقعات کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو اس الزام سے جو مجھ پر لگایا جاتا ہے میرا بری ہونا صاف طور پر کھل جائے گا۔

مَیں سب سے اوّل اس بات کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے اپنے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کی جس سے محمد حسین یا اس کے کسی اَور شریک کی جان یا مال یا عزّت کو خطرہ میں ڈالا ہو یا خطرہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا ہو۔ میرا اشتہار مباہلہ مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء جو فریق مخالف کی کئی چھپی ہوئی درخواست مباہلہ اور کئی قلمی خطوط طلبی مباہلہ کے بعد لکھا گیا اور ایسا ہی دوسرا اشتہار جو ۳۰ر نومبر ۱۸۹۸ء کو شایع ہوا۔ یہ دونوں اشتہار صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ اس پیشگوئی میں یعنی جو عربی الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں ذلّت کا لفظ ہے اس سے فریق کاذب کی **ذلّت** مراد ہے۔ اور ذلّت بھی اس قسم کی ذلّت جو فریق کاذب نے دوسرے فریق کو بذریعہ اپنے کسی فعل کے پہنچائی ہو۔ یہ اس الہامی فقرہ کی تشریح ہے جو اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے۔ یعنی یہ فقرہ کہ جزاء سیّئۃ بمثلها و ترهقهم ذلّة جس کے لفظی معنے یہی ہیں کہ بدی کی سزا ذلّت ہے مگر اسی ذلّت کی مانند اور مشابہ جو فریق ظالم نے فریق مظلوم کو پہنچائی ہو۔ اب اگر اس الہامی فقرہ کو جو ملہم کے ارادہ اور نیّت کا ایک آئینہ ہے ایک ذرّہ تدبّر اور فکر سے سوچا جائے تو بدیہی طور پر معلوم ہوگا کہ اس فقرہ کے اس سے بڑھ کر

اور کوئی معنے نہیں کہ ظالم کو اسی قسم کی ذلّت پہنچنے والی ہے جو فی الواقعہ مظلوم کو اُس کے ہاتھ سے پہنچ چکی ہے۔ یہ معنے امر بحث طلب کو بالکل صاف کر دیتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ اس پیشگوئی کو کسی مجرمانہ ارادہ سے کچھ بھی لگاؤ نہیں۔ اور یہ معنے صرف اسی وقت نہیں کئے گئے، بلکہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء اور دوسرے اشتہارات میں جو پیش از اطلاع یابی مقدمہ شائع ہو چکے ہیں ان سب میں کامل طور پر یہی معنے کئے گئے ہیں۔ عدالت کا فرض ہے کہ ان سب اشتہارات کو غور سے دیکھے کیونکہ میرے پر وہی الزام آ سکتا ہے جو میری کلام سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر جبکہ میں نے الہامی عبارت کے معنوں کی قبل از اطلاع یابی اپنے اشتہارات میں بخوبی تشریح کر دی ہے بلکہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں ذلّت کی ایک مثال بھی لکھ دی ہے اور بار بار تشریح کر دی ہے تو پھر یہ الہام قانونی زد کے نیچے کیونکر آ سکتا ہے۔ ہر ایک مظلوم کا حق ہے کہ وہ ظالم کو یہ بددُعا دے کہ جیسا تو نے میرے ساتھ کیا خدا تیرے ساتھ بھی وہی کرے۔ اصول انصاف عدالت پر یہ فرض کرتا ہے کہ عدالت اس عربی الہام کے معنے غور سے دیکھے جس پر تمام مقدمہ کا مدار ہے۔ اگر میرے عربی الہام میں ایسا لفظ ہے جو ہر ایک قسم کی ذلّت پر صادق آ سکتا ہے تو پھر بلاشبہ میں قانونی الزام کے نیچے ہوں۔ لیکن اگر الہام میں مثلی ذلّت کی شرط ہے تو پھر اس الہامی فقرہ کو قانون سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اس صورت میں یہ بات تنقیح طلب ہوئی کہ فریق مظلوم کو کس قسم کی ذلّت ظالم سے پہنچی ہے اور فریق مخالف اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرے گا کہ اس نے کبھی مجھ کو ایسی ذلّت پہنچائی ہے جو فوجداری قوانین کے نیچے آ سکتی ہے۔ مگر مثلی ذلّت کے لئے جو الہام نے قرار دی ہے یہی شرط ہے کہ ظالم کی اسی قسم کی ذلّت ہو جو بذریعہ اس کے مظلوم کو پہنچی ہو۔ اگر یہ پیشگوئی ایسے طور سے پوری ہوتی جو وہ طور مثلی ذلّت کے برخلاف ہوتا تو ہر ایک کو کہنا پڑتا کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ کیونکہ ضرور ہے کہ پیشگوئی اپنے اصل معنے کی رو سے پوری ہو......

چنانچہ یہ پیشگوئی اپنے معنوں کی رو سے ۲۴ دسمبر ۱۸۹۸ء کو پوری ہو ۴۳

۴۳ گئی۔ کیونکہ محمد حسین نے مع اپنے گروہ کے جو فتویٰ کفر کا میری نسبت دیا تھا اور میرا نام دجّال اور کذّاب اور مفتری رکھا تھا ایسا ہی اس کی نسبت اُسی کے ہم مشرب علماء نے فتویٰ دے دیا۔

یعنی اس کی اس فہرست انگریزی کے نکلنے کے بعد جس میں اس نے مہدی کے آنے کی احادیث کو غلط اور نادرست لکھا ہے اس کی نسبت اسی کی قوم کے مولویوں نے صاف طور پر لکھ دیا کہ وہ کافر اور کذاب اور دجال ہے۔ سو وہ فقرہ الہامی جس میں لکھا تھا کہ ظالم کو ذلت اسی قسم کی پہنچے گی جو اس نے مظلوم کو پہنچائی ہو وہ بعینہٖ پورا ہو گیا کیونکہ محمد حسین اپنی منافقانہ طبیعت کی وجہ سے جس کا وہ قدیم سے عادی ہے گورنمنٹ کو یہ دھوکا دیتا رہا کہ وہ اس خطرناک اور خونی مہدی کا منکر ہے جس کے آنے کے لئے وحشیانہ حالت کے مسلمان منتظر ہیں۔ مگر تمام مولویوں کو یہ کہتا رہا کہ میں اس مہدی کا قائل ہوں جیسا کہ تم قائل ہو۔ اور یہ اس کا طریق نہایت قابل شرم تھا۔ جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس کو ذلیل کیا۔ اگر وہ دل کی سچائی سے ایسے خطرناک مہدی کے آنے کا منکر ہوتا تو میری نظر میں اور ہر ایک منصف کی نظر میں قابلِ تعریف ٹھہرتا۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور نفاق سے کام لیا۔ اس لئے الہام کے مطابق اس کی ذلت ہوئی اور جس اعتقاد کی وجہ سے قوم کی نظر میں مجھے اس نے کافر ٹھہرایا اور میرا نام دجال اور ملحد اور مفتری رکھا اب وہی القاب قوم کی طرف سے اس کو بھی ملے۔ اور بالکل الہام کے منشار کے موافق پیشگوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء پوری ہو گئی کیونکہ جیسا کہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں پیشگوئی میں ذلت کے لفظ کے ساتھ مثل کی شرط تھی سو اس شرط کے موافق الہام پورا ہو گیا اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی۔ میں حکّام انصاف پسند سے چاہتا ہوں کہ ذرا ٹھہر کر اور سوچ کر اس مقام کو پڑھیں یہی وہ مقام ہے جس پر غور کرنا انصاف چاہتا ہے۔

اصل جواب اسی قدر ہے جو میں نے عرض کر دیا۔ لیکن اس وقت یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرے حملوں کا دفعیہ بھی جو الزام کو قوت دینے کے لئے پیش کئے گئے ہیں گذارش کر دوں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عدالت میں میری نسبت یہ الزام پیش کیا گیا ہے کہ گویا میری قدیم سے یہ عادت ہے کہ خود بخود کسی کی موت یا ذلت کی پیشگوئی کیا کرتا ہوں اور پھر اپنی جماعت کے ذریعہ سے پوشیدہ طور پر اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ کسی طرح وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔ گویا میں ایک قسم کا

ڈاکو یا خونی یا رہزن ہوں۔ اور گویا میری جماعت بھی اس قسم کے اوباش اور خطرناک لوگ ہیں جن کا پیشہ اس قسم کے جرائم ہیں۔ لیکن مَیں عدالت پر ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا سے خمیر کیا گیا ہے اور نہایت بری طرح میری اور میری معزز جماعت کی ازالہٗ حیثیت عرفی کی گئی ہے۔ میں اس وقت اس کو زیادہ بیان کرنا غیر محل سمجھتا ہوں۔ لیکن عدالت پر واضح کرتا ہوں کہ مَیں ایک شریف اور معزز خاندان میں سے ہوں۔ میرے باپ دادے ڈاکو اور خونریز نہ تھے اور نہ کبھی کسی عدالت میں میرے پر کوئی جرم ثابت ہوا۔ اگر ایسے بد اور ناپاک ارادہ سے جو میری نسبت بیان کیا گیا ہے ایسی پیشگوئیاں کرنا میرا پیشہ ہوتا تو اس بلیس برس کے عرصہ میں جو براہین احمدیہ کی تالیف سے شروع ہوا ہے۔ کم سے کم دو تین سو پیشگوئی موت وغیرہ کی میری طرف سے شائع ہوتی حالانکہ اس مدت دراز میں بجز ان دو تین پیشگوئیوں کے ایسی پیشگوئی اَور کوئی نہیں کی گئی۔

مَیں عرض کر چکا ہوں کہ یہ پیشگوئیاں لیکھرام اور عبداللہ آتھم کے بارے میں مَیں نے اپنی پیشدستی سے نہیں کیں بلکہ ان دونوں صاحبوں کے سخت اصرار کے بعد ان کی دستخطی تحریریں لینے کے بعد کی گئیں۔ اور لیکھرام نے میری اشاعت سے پہلے خود ان پیشگوئیوں کو شائع کیا تھا اور مَیں نے بعد میں شائع کیا۔ چنانچہ لیکھرام کو اپنی کتاب تکذیب صفحہ ۳۳۲ میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ پیشگوئیوں کیلئے دو ماہ تک قادیان میں ٹھہرا رہا اور اس نے خود پیشگوئی کے لئے اجازت دی اور اپنی دستخطی تحریر دی وہ اس صفحہ میں میری نسبت یہ بھی لکھتا ہے کہ ” وہ موت کی پیشگوئی کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے جب تک اجازت نہ ہو“ اور پھر اسی صفحہ میں اپنی طرف سے اجازت کا اعلان کرتا ہے۔ اس کی کتاب موجود ہے۔ یہ مقام پڑھا جائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے میری اشاعت سے پہلے میری پیشگوئی کی آپ اشاعت کر دی ہے اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کی ایک تحریر مثل مقدمہ ڈاکٹر کلارک کے ساتھ شامل ہے۔ اور لیکھرام کی خط و کتابت جو مجھ سے ہوئی اور جس اصرار سے اپنے لئے اُس نے پیشگوئی طلب کی وہ رسالہ مدت سے چھپ چکا ہے اور قادیان کے ہندو بھی قریب دو سو کے اس بات کے گواہ ہیں کہ لیکھرام قریباً دو ماہ تک پیشگوئی کے تقاضا کے لئے پشاور سے آکر قادیان میں

رہا۔ مَیں کبھی اس کے پاس پشاور نہیں گیا اس کے سخت اصرار اور بدزبانی کے بعد اور اس کی تحریر پہنچنے کے بعد اس کے حق میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ اور یہ دونوں پیشگوئیاں چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھیں اس لئے پُوری بھی ہو گئیں۔ اور مجھے اس سے خوشی نہیں بلکہ رنج ہے کہ کیوں ان دونوں صاحبوں نے اس قدر اصرار کے ساتھ پیشگوئی حاصل کی جس کا نتیجہ ان دونوں کی موت تھی۔ مگر میں اس الزام سے بالکل الگ اور جُدا ہوں کہ کیوں پیشگوئی کی گئی۔ لیکھرام نے اپنی تحریروں کے ذریعہ سے یہ ارادہ بار بار ظاہر کیا تھا کہ اس وجہ سے مَیں نے یہ پیشگوئی اصرار سے طلب کی ہے کہ تا جھُوٹا ہونے کی حالت میں ان کو ذلیل کروں۔ مَیں نے اس کو اور عبداللہ آتھم کو یہ بھی کہا تھا کہ پیشگوئیاں طلب کرنا عبث ہے کیونکہ اس سے پہلے تین ہزار کے قریب مجھ سے آسمانی نشان ظاہر ہو چکے ہیں جن کے گواہ بعض قادیان کے آریہ بھی ہیں۔ اُن سے حلفاً دریافت کرو اور اپنی تسلّی کر لو۔ مگر مجھے اب تک ان دونوں کی نسبت یہ ہمدردی جوش مارتی ہے کہ کیوں انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور کیوں مجھے اس بات پر سخت مجبور کر دیا کہ مَیں ان کے بارے میں کوئی پیشگوئی کروں۔ یہ کہنا انصاف اور دیانت کے برخلاف ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی۔ بلکہ نہایت صفائی سے الفاظ کے منشاء اور شرط مندرجہ پیشگوئی کے مفہوم کے مطابق پُوری ہو گئی۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم سے بہت مدت سے میری ملاقات تھی اور میرے حالات سے وہ بہت واقف تھا۔ مجھ کو اس کی نسبت زیادہ افسوس اور درد ہے کہ کیوں اس نے ایسی پیشگوئی کو جس میں اس کی موت کی خبر تھی طلب کیا جس کے آخری اشتہار سے چھ مہینے بعد عین منشاء کے مطابق وہ فوت ہو گیا۔ صرف یہی نہیں کہ یہ دو پیشگوئیاں پُوری ہوئیں بلکہ انیس برس کے عرصہ میں تین ہزار کے قریب ایسے نشان ظاہر ہوئے اور ایسی غیبت کی باتیں قبل از وقت بتلائی گئیں اور نہایت صفائی سے پُوری ہوئیں جن پر غور کر کے گویا انسان خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ اگر یہ انسان کا منصوبہ ہوتا تو اس قدر نشان کیونکر ظاہر ہو سکتے جن کی وجہ سے میری جماعت کے دل پاک اور خدا کے نزدیک ہو گئے۔ میری جماعت ان تمام باتوں پر گواہ ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ نے عجیب در عجیب نشان دکھلا کر اس طرح پر ان کو اپنی طرف کھینچا جس طرح

پہلے اس سے خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں پر ایمان لانے والے پاک دلی اور صاف باطنی اور خدا تعالیٰ کی محبت کی طرف کھینچے گئے تھے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ جھوٹ سے پرہیز کرتے اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے اور اس گورنمنٹ کے جس کے وہ زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں سچے خیر خواہ اور بنی نوع کے ہمدرد ہیں۔ یہ ان آسمانی نشانوں کا اثر ہے جو انہوں نے دیکھے اور وہ نشان خدا کی رحمت ہے جو اس وقت اور اس زمانہ میں لوگوں کو خدا کا یقین دلانے کے لئے اس بندۂ درگاہ کے ذریعہ سے نازل ہو رہے ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک جو اُن نشانوں کو دل کی سچائی سے طلب کرے گا دیکھے گا۔ امن اور سلامتی کے نشان اور امن اور سلامتی کی پیشگوئیاں جن کو آسودگی عامہ خلائق میں کچھ دست اندازی نہیں ہمیشہ ایک بارش کی طرح نازل ہو رہے ہیں۔ لیکن خدا کی قدیم سُنّت کے موافق ضرور تھا کہ میں بھی اسی طرح عوام کی زبان سے دُکھ دیا جاتا جیسا کہ پہلے پاک نبی دُکھ دیئے گئے خاص کر وہ اسرائیلی نبی سلامتی کا شہزادہ جس کے پاک قدموں سے سعیر کے پہاڑ کو برکت پہنچی اور جو قوم کی نا انصافی اور نابینائی سے مجرموں کی طرح پیلاطوس اور ہیرودس کے سامنے عدالت میں کھڑا کیا گیا تھا سو مجھے اس بات سے فخر ہے کہ اس پاک نبی کی مشابہت کی وجہ سے میں بھی عدالتوں کی طرف کھینچا گیا۔ اور میرے پر بھی خود غرض لوگوں نے گورنمنٹ کو ناراض کرنے کے لئے اور مجھے جھوٹا ظاہر کرنے کے لئے افتراء کئے جیسا کہ اس مقدس نبی پر کئے تھے تا وہ سب کچھ پورا ہو جو ابتدائے سے لکھا گیا تھا۔ واقعی یہ سچ ہے کہ آسمانی برکتیں زمین سے نزدیک آ رہی ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی جس کی نیت نہایت نیک ہے اور جو رعایا کے لئے امن اور سلامتی کی پناہ ہے۔ خدا نے پسند کیا کہ اس کے زیر سایہ مجھے مامور کیا۔ مگر کاش اس گورنمنٹ محسنہ کو نشان دیکھنے کے ساتھ کچھ دلچسپی ہوتی اور کاش مجھ سے گورنمنٹ کی طرف سے یہ مطالبہ ہوتا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی آسمانی نشان یا کوئی ایسی پیشگوئی جو امن اور سلامتی کے اندر محدود ہو دکھلاؤ تو جو میرے پر

افترا کیا گیا ہے کہ گویا مَیں ڈاکوؤں کا کام کر رہا ہوں یہ سب حقیقت کھُل جاتی۔ آسمان پر ایک خدا ہے جس کی قدرتوں سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ سو ایک مدعی الہام کی سچائی معلوم کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی معیار نہیں کہ اس سے پیشگوئی طلب کی جائے توریت میں خدا تعالیٰ نے سچے ملہم کے لئے یہی نشانی قرار دی ہے۔ پھر اگر اس معیار کے رُو سے وہ سچا نہ نکلے تو جلد پکڑا جائے گا اور خدا اُسے رُسوا کرے گا۔ لیکن اگر وہ رُوح القدس سے تائید یافتہ ہے اور خدا اس کے ساتھ ہے تو ایسے امتحان کے وقت اس کی عزت اسی طرح ظاہر ہو گی جیسا کہ دانیال نبی کی عزت بابل کی اسیری کے وقت ظاہر ہوئی تھی۔ ایک برس سے کچھ زیادہ عرصہ گذرتا ہے کہ مَیں نے اس عہد کو چھاپ کر شائع کر دیا ہے کہ مَیں کسی کی موت وضرر وغیرہ کی نسبت ہرگز کوئی پیشگوئی شائع نہ کروں گا۔ پس اگر یہ پیشگوئی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں ہے کسی کی موت یا اس قسم کی ذلّت کے متعلق ہوتی تو مَیں ہرگز اس کو شائع نہ کرتا۔ لیکن اس پیشگوئی کو کسی کی ایسی ذلّت سے جو قانونی حد کے اندر آسکتی ہے کچھ تعلق نہ تھا جیسا کہ مَیں نے اپنے اشتہار میں مثال کے طور پر اس کی نظیر صرفی اور نحوی غلطی لکھی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی مولوی کو اس طرح پر نادم کیا جائے کہ اس کے کلام میں صرفی یا نحوی غلطی ہے تو اس قسم کی ذلّت سے جو اس کو پہنچے گی قانون کو کچھ علاقہ نہیں۔

میرے اس الہام میں مثلی ذلّت کی شرط ایک ایسی شرط ہے کہ اس شرط کے دیکھنے کے بعد حکّام کو پھر زیادہ غور کرنے کی حاجت نہیں۔ میری نیک نیّتی کو خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور جو شخص غور سے میری اس پیشگوئی کو پڑھے گا اور اس کی تشریحات کو دیکھے گا جو مَیں نے قبل از مقدمہ شائع کر دی ہیں تو اس کا کانشنس اور اس کی حق شناس رُوح میرے بے خطا ہونے پر ضرور گواہی دے گی۔ مَیں عدالت کو اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ مَیں نے یہ اشتہار مباہلہ ایک مدّت تک وہ الفاظ سُنکر جو دل کو

پاش پاش کرتے ہیں لکھا تھا۔ اور میرا اس تحریر سے ایک تو یہ ارادہ تھا کہ بدی کا بدی سے مقابلہ نہ کروں اور خدا تعالےٰ پر فیصلہ چھوڑوں اور دوسرے یہ بھی ارادہ تھا کہ اُن فتنہ انگیز تحریروں کے **اشتعال دہ اثر** سے جن کا اس ڈیفنس میں کچھ ذکر کرچکا ہوں اپنی جماعت کو بچالوں اور جوش اور اشتعال کو دبادوں تا میری جماعت صبر اور پاک دلی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی منتظر رہے۔

مَیں اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ میری کارروائی محمد حسین کے مقابل پر اخیر تک سلامت روشی کے ساتھ رہی ہے اور مَیں نے بہت سے گندے اشتہار دیکھ کر جو اس کی تعلیم سے لکھے گئے تھے جن کا بہت ساحصہ خود اس نے اپنی اشاعۃ السُّنہ میں نقل کیا ہے وہ صبر کیا ہے جو دُنیاداروں کی فطرت سے ایسا صبر ہونا غیر ممکن ہے محمد حسین نے میرے ننگ و ناموس پر نہایت قابل شرم کمینگی کے ساتھ اور سراسر جھُوٹ سے حملہ کیا ہے اور میری بیوی کی نسبت محض افتراء سے نہایت ناپاک کلمے لکھے ہیں اور مجھے ذلیل کرنے کے لئے بار بار یہ کلمات شائع کئے کہ "یہ شخص لعنتی اور کُتّے کا بچہ ہے اور دوسو جوتہ اس کے سر پر لگانا چاہیئے اور اس کو قتل کردینا ثواب کی بات ہے۔" لیکن کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی مَیں اس کے یا اس کے گروہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کئے۔ مَیں ہمیشہ ایسے الفاظ استعمال کرتا رہا جو ایک شریف انسان کو تہذیب کے لحاظ سے کرنے چاہئیں۔ ہاں جیسا کہ مذہبی مباحثات میں باوجود تمام تر نیک نیتی اور نرمی اور تہذیب کے ایسی صورتیں پیش آجایا کرتی ہیں کہ ایک فریق اپنے فریق مخالف کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو عین محل پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اس مہذبانہ طریق سے مَیں انکار نہیں کرسکتا۔ مباحثات میں ضرورت کے وقت بہت سے کلمات ایسے بھی استعمال ہوتے ہیں جو فریق مخالف کو طبعاً ناگوار معلوم ہوتے ہیں مگر محل پر چسپاں اور واقعی ہوتے ہیں مثلاً جو شخص اپنے مباحثات میں عمداً خیانت

کرتا ہے یا دانستہ روایتوں کے حوالہ میں جھوٹ بولتا ہے اس کو نیک نیتی اور اظہار
حق کی وجہ سے کہنا پڑتا ہے کہ تم نے طریق خیانت یا جھوٹ کو اختیار کیا ہے اور ایسا
بیان کرنا نرمی اور تہذیب کے برخلاف نہیں ہوتا بلکہ اس حد تک جو سچائی اور نیک
نیتی کا التزام کیا گیا ہو۔ حق کے ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ایسے طریق کو
یورپ کے ممتاز محققوں نے بھی جو طبعاً تہذیب اور نرمی کے اعلیٰ اصولوں کے پابند
ہوتے ہیں، اختیار کیا ہے۔ یہاں تک کہ سر میور سابق لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی
نے اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں اس مذہبی تحریر میں ایسے سخت الفاظ استعمال کئے
ہیں کہ میں ایسے الفاظ کا ذکر بھی سخت نامناسب سمجھتا ہوں۔ اور میرے ایک مُرید نے
جو محمد حسین کی نسبت ایک مضمون اخبار الحکم میں لکھا ہے جو مسل مقدمہ میں شامل کیا
گیا ہے۔ گو وہ مذہبی مباحثات کی طرز کو خیال کرکے ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا کہ سمجھا
گیا ہے۔ تاہم یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مجھے اُس اخبار سے کچھ بھی تعلق نہیں چنانچہ
اخبار الحکم کے پرچہ ۸ر دسمبر ۱۸۹۸ء اور ۱۲ر دسمبر ۱۸۹۸ء اور ۱۰ر جنوری ۱۸۹۹ء میں خود
اس اخبار کے مالک شیخ یعقوب علی نے اس کی بخوبی تصریح کر دی ہے۔

میری نیک نیتی اس سے ظاہر ہے کہ قریباً ڈیڑھ برس کے عرصہ تک محمد حسین
نے نہایت سخت اور گندے الفاظ کے ساتھ مجھے دُکھ دیا۔ پہلے ایسے ناپاک اشتہار
محمد بخش جعفر زٹلی کے نام پر شائع کئے اور پھر نقل کے طور پر اُن کو اپنی اشاعۃ السنہ میں
لکھا اور کئی دوسرے لوگوں سے بھی یہ کام کرایا مگر میں چُپ رہا اور اپنی جماعت کو بھی
ایسے گندے الفاظ بالمقابل بیان کرنے سے روک دیا۔ یہ واقعی اور سچّی بات ہے۔ خدا
کے اختیار میں ہے کہ عدالت کو اس تفتیش کی طرف توجہ دے۔ جب میری جماعت ایسی
گالیوں سے نہایت درجہ درد مند ہوئی اور ایسے اشتہار لاہور کی گلی کوچوں اور مسجدوں
میں محمد حسین نے چسپاں کرا دیئے تو میں نے اپنی جماعت کو یہ صلاح دی کہ وہ بجنسہٖ

نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ اس بارے میں میموریل بھیجیں۔ چنانچہ میموریل بھیجا گیا۔ جس کے چند پرچے میرے پاس موجود ہیں۔ پھر جب اس ذریعہ سے اس فتنہ کا انسداد نہ ہوا تو ایک اور میموریل پندرہ ہزار یا شاید سولہ ہزار معزز لوگوں کے دستخط کراکر بحضور وائسرائے بالقابہ اسی غرض کے حصول کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس کے چند پرچے بھی موجود ہیں مگر اس کا بھی کوئی جواب نہ آیا۔ تب گندی گالیوں کے دینے میں اور بھی محمد حسین نے نہایت بے باکی سے آگے قدم رکھا۔ چنانچہ ان گالیوں کا نمونہ محمد بخش جعفر زٹلی کے اس اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے جو اس نے ۱۱؍جون ۱۸۹۷ء میں شائع کیا ہے۔ اس اشتہار میں اس کی عبارت جو دراصل محمد حسین کی عبارت ہے، یہ ہے "مرزا عیسائیوں کا کوڑا اور گندگی اُٹھانے کے لئے تیار اور راضی ہے اور اپنا منہ ان کی جوتیوں پر ملنے کے لئے اس نے برٹش گورنمنٹ کو خدا کا درجہ دے دیا ہے۔ اس خر دجال نے حضرت سلطان المعظم یعنے سلطان رُوم کی نسبت ایسی بیہودہ گوئی کی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ یہ خبیث باطنی شیطان سامنے بٹھایا جائے اور دو سو جُوتے مارے جائیں اور جب شمار کرتے وقت عدد بھُول جائے تو پھر از سر نو گننا شروع کیا جائے۔ اس کُتّے کے پیچھے پر لعنت۔ سلطان کی نسبت حقارت آمیز لفظ استعمال کرنے سے تو یہی اچھا ہوتا کہ وہ کھُلا کھُلا عیسائی ہو جاتا۔ مَیں نے مرزا کے متعلق پانچ پیشگوئیاں کی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) قادیانی ایک سخت مقدمہ میں پھنس جائے گا اور جلا وطن کیا جائے گا۔ یا بیڑیاں پڑیں گی اور قید خانہ میں ڈالا جائے گا۔

(۲) قید میں وہ دیوانہ ہو جائے گا۔

(۳) ایک ناسُور نکلے گا۔

لہ نقل مطابق اصل ہے (المرتب)

(۴) وہ جذامی ہو جائے گا اور خودکشی کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔"

ایسا ہی اس اشتہار کے ساتھ ایک تصویر لکھی ہے جس میں مجھے شیطان بنایا ہے محمد حسین کا یہی طریق ہے کہ یہ گندے اشتہار پہلے اُن کے نام پر شائع کرتا ہے اور پھر نقل کے طور پر اپنی اشاعۃ السنہ میں شائع کرتا ہے تا اگر کوئی اعتراض کرے کہ تو نے مولوی کہلا کر ایسی گندی اور قابل شرم کارروائی شروع کر رکھی ہے تو فی الفور اس کا جواب دیتا ہے کہ مَیں تو صرف اپنی اشاعۃ السنہ میں دوسرے کے کلام کو نقل کرتا ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن اگر محمد بخش زٹلی وغیرہ کو عدالت خود بُلا کر دریافت کرے تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سارا پردہ کھُل جائے گا۔

غرض محمد حسین کی ایسی گندی کارروائیوں کے پہلے مَیں نے مجازی حکام کی طرف رجوع کیا یعنی میموریل بھیجے اور پھر اس حقیقی حاکم کی طرف توجہ کی جو دلوں کے خیالات کو جانتا اور مفسد اور نیک خیال آدمی میں فرق کرتا ہے یعنی مباہلہ کو جو اسلام میں قدیم سنّت اور نماز روزہ کی طرح فرائض مذہب میں بوقت ضرورت داخل ہے، تجویز کر کے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھا اور خدائے علیم جانتا ہے جس پر افترا کرنا بدذاتی ہے کہ بعد دُعا یہی الہام ہوا کہ مَیں ظالم کو ذلیل کروں گا مگر اُسی قسم کی ذلّت ہو گی جو فریق مظلوم کو پہنچائی گئی ہو۔

میرے حالات میری انیس برس کی تعلیم سے ظاہر ہو سکتے ہیں کہ مَیں اپنی جماعت کو کیا تعلیم دے رہا ہوں۔ ایسا ہی میرے حالات میری جماعت کی چال چلن سے معلوم ہو سکتے ہیں اور بہتیرے ان میں سے ایسے ہیں جو گورنمنٹ کی نظر میں نہایت نیک نام اور معزز عہدوں پر سرافراز ہیں۔ ایسے ہی میرے حالات قصبہ قادیان کے عام لوگوں سے دریافت کرنے کے وقت معلوم ہو سکتے ہیں کہ مَیں نے اُن میں کس طرز کی زندگی بسر کی ہے۔ ایسا ہی میرے حالات میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ کی طرز زندگی سے معلوم ہو سکتے ہیں کہ

گورنمنٹ انگلشیہ کی نظر میں کیسے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ محمد حسین جو ہر وقت میری ذلّت کے درپئے ہے وہ اپنی اشاعۃ السنّہ نمبر ۹ جلد نمبر ۷ میں میری نسبت اقرار کرتا ہے کہ یہ شخص اعلیٰ درجہ کا پاک باطن اور نیک خیال اور سچائی کا حامی اور گورنمنٹ انگریزی کا نہایت درجہ خیر خواہ ہے"

یہ بھی گزارش کرنا ضروری ہے کہ اگر لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میں میری نسبت آریوں کو شکوک پیدا ہوئے تھے تو ان شکوک کی بنا ربجز اس پیشگوئی کے اور کچھ نہ تھا جس کو لیکھرام نے آپ مانگا تھا اور مجھ سے پہلے آپ مشتہر کیا تھا۔ پھر اس میں میرے پر کیا الزام ہے۔ نہ مَیں نے خود بخود پیشگوئی کی اور نہ مَیں نے اس کو مشتہر کیا۔ اور اگر صرف شک پر لحاظ کیا جائے تو ہندوؤں نے سرسید احمد خان کے سی ایس آئی پر بھی قتلِ لیکھرام کا شُبہ کیا تھا۔ فقط۔

راقم

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ جنوری ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان   تعداد اشاعت ۱۰۰

---

(۲۰۳)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

ہمارے استغفار کی نسبت ایک منصفانہ گواہی

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہمیں اس بات پر اطلاع پاکر کہ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر

اشاعۃ السنّہ نے مہدی کے آنے کے بارے میں اپنے ہم جنس مولویوں کو تو یہ کہا کہ ضرور وہ مہدی معہود آئے گا جو قریش میں سے ہوگا اور خلافت ظاہری و باطنی سے سرفراز ہوگا اور لڑائیاں اور سخت خونریزیاں کر کے تمام روئے زمین پر دین اسلام کو غالب کر دے گا اور اُس کے آنے کا منکر لعنتی اور کافر اور دجّال اور ضال اور مضل ہے اور پھر پوشیدہ طور پر گورنمنٹ عالیہ انگریزی پر یہ ظاہر کرتا رہا کہ مسلمانوں کا یہ خیال بالکل بیہودہ ہے کہ ایسا مہدی آئے گا اور اس کے خونریزی کے کاموں کی تائید کے لئے مسیح موعود آسمان سے اُترے گا اور وہ دونوں مل کر جبر اور اکراہ سے لوگوں کو مسلمان کریں گے۔ یہ حالت محمد حسین کی عام مسلمانوں سے پوشیدہ تھی۔ آخر ان دنوں میں ایک طمع کی وجہ سے محمد حسین نے ایک فہرست انگریزی رسالہ کے طور پر شائع کی اور اس میں صاف طور پر اس نے لکھ دیا کہ جس خونی مہدی کے آنے کے عام مسلمان منتظر ہیں۔ اس کے متعلق کی جس قدر حدیثیں ہیں وہ سب موضوع اور غلط اور نادرست ہیں۔ اور اس تحریر سے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ ایسے مہدی کے آنے سے منکر ہے۔ یہ رسالہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو وکٹوریہ پریس میں چھپا ہے۔

غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے چاہا تھا کہ ہمارے اشتہار مباہلہ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی الہامی پیشگوئی کے مطابق محمد حسین کو مثلی ذلّت پہنچاوے جیسا کہ الہام جزاء سیّئۃ بمثلھا وترھقھم ذلۃ کا منشا تھا۔ اس لئے محمد حسین نے پوشیدہ طور پر یہ انگریزی رسالہ شائع کر دیا اور مولویوں کو اس رسالہ کے مضمون سے بالکل خبر نہ دی۔ مگر تاہم خدا تعالیٰ کے انصاف اور غیرت نے وہ رسالہ ظاہر کر دیا۔ تب ہم نے فی الفور سمجھ لیا کہ ہماری پیشگوئی پورا کرنے کے لئے یہ سامان غیب سے ظہور میں آرہا ہے۔ تب اسی بنا پر استفتاء لکھا گیا اور مولوی نذیر حسین دہلوی سے لے کر تمام مشہور علماء نے اس پر مُہریں اور دستخط کر دیئے۔ اور ایسے منکر کی نسبت کسی نے کافر اور کسی نے

دجّال اور کسی نے کذّاب اور مفتری کے لفظ استعمال کئے اور عبد الجبار غزنوی اور عبد الحق غزنوی نے جو وحشیانہ جوش کی وجہ سے صدق اور دیانت سے کچھ بھی غرض نہیں رکھتے نہ صرف نرم الفاظ میں فتویٰ دیا بلکہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ ایسا شخص جو مہدی سے مُنکر ہو کافر اور جہنمی ہے۔ اور جب ان پر یہ بات کھُلی کہ فتویٰ تو ابو سعید محمد حسین بٹالوی کی نسبت پوچھا گیا تھا تب مارے غم اور غصہ کے دیوانہ ہو گئے اور اشتہار کے ذریعہ سے یہ شور مچایا کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا اور محمد حسین کا نام ظاہر نہ کیا۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب نے اس مضمون کا اشتہار جاری کیا تھا کہ یہ شور اور جزع فزع سراسر بد دیانتی سے ہے۔ فتویٰ صورت مسئلہ اور کیفیت سوال پر دیا جاتا ہے۔ اس میں یہ ضرور نہیں کہ سائل کا نام لکھا جائے یا اس شخص کا نام جس کی نسبت فتویٰ ہے۔ ہم منتظر تھے کہ ایسے صاف امر میں کوئی صاحب دیانت کی پابندی سے عبد الحق اور عبد الجبار غزنوی کے خائنانہ طریق سے مخالفت کرکے ہمارے اس بیان کی تصدیق کریں۔ سو ہمیں اس استفتاء کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہوئی ہے جو آج ہمیں ملا ہے۔ جس میں مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور اور مولوی غلام محمد صاحب بگوی امام مسجد شاہی لاہور عبد الحق اور عبد الجبار کے برخلاف اسی اپنے پہلے فتوے پر قائم رہ کر ہمارے بیان مذکورہ بالا کی تصدیق کرتے ہیں اور صاف طور پر لکھتے ہیں کہ جو استفتاء پیش ہوا تھا اس میں کوئی شخص دھوکہ نہیں کھا سکتا تھا۔ فتویٰ دینے والے کو اس بات سے کام نہیں کہ فتویٰ زید کی نسبت پوچھا گیا ہے یا بکر کی نسبت۔ اور ظاہر کیا کہ ہم اپنے فتویٰ پر قائم ہیں۔ سو اس وقت محض عبد الحق اور عبد الجبار غزنوی کی پُرخیانت کارروائی کو عام لوگوں پر ظاہر کرنے کے لئے اس اشتہار کے ساتھ اس استفتاء کی نقل مع ان دونوں بزرگوں کے فتوے کے شامل کی جاتی ہے۔ فقط۔

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۱ جنوری ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان تعداد اشاعت ۷۰۰

نقل فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم

۱۵ ماہ شعبان المبارک ۱۳۱۶ھ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بوساطت اپنے مرید ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب ملازم فوج ملک افریقہ کے ایک استفتاء عام موافق سنت علماء خلف و سلف جس میں کسی شخص کا نام نہیں تھا آپ صاحبان کی خدمت میں بڑے ادب سے پیش کیا۔ اب اعادہ الفاظ استفتاء کی کچھ ضرورت نہیں۔ صرف اگر کوئی شخص انکار امام مہدی موعود کرے اور عقیدہ اپنا تحریری ایک مقام بطور دستاویز دے کر اطمینان دلا دے کہ جو جو احادیث اسلام میں بحق مہدی علیہ السلام لکھی گئی ہیں وہ سراسر جھوٹ اور لغو ہیں تو اس پر علماء کیا فتویٰ فرماتے ہیں۔ سو علمائے نامدار پنجاب و ہندوستان نے اپنی اپنی فہم سے ایسے عقیدے والے کو جس کا ذکر استفتاء میں موجود ہے کافر، ضال، خارج از اسلام وغیرہ اپنی اپنی مواہیر اور دستخط سے قرار دیا تھا۔ چنانچہ وہ استفتاء چھپ کر عام طور پر شائع ہو چکا یہانتک کہ گورنمنٹ عالیہ تک بھی بھیجا گیا۔

اب ایک مولوی عبدالحق نام نے جس کی مہر یا دستخط اُس کفر نامہ پر ثبت ہیں۔ اپنے ہاتھوں کی تحریر پر سخت افسوس کھا کر بڑے حسرت اور غضب سے ایک اشتہار نکال کر مشتہر کیا ہے کہ فتویٰ دینے میں میں نے دھوکہ کھایا ہے یعنی وہ فتویٰ زید کے بارے میں ہم نے دیا ہے در حقیقت عمرو کے حق میں تھا اور نیز بے اختیار ہو کر اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے فتوے پیش کرنے والے

اور کرانے والے پر بے جا الزام دغا اور فریب بد دیانتی بے ایمانی وغیرہ کا لگایا ہے وہ اس واسطے کہ بالواسطہ فتویٰ کیوں لیا گیا اور جس پر فتویٰ دیتا ہے اس کا نام کیوں نہیں لیا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لہذا آپ صاحبان کی خدمت شریف میں انصاف اور عدل کے خواہاں ہو کر التماس ہے کہ کیا آپ نے بھی مولوی موصوف کی طرح دھوکہ سے مُہریں یا دستخط کفر نامہ پر لگائے ہیں یا عام طور پر خواہ زید ہو خواہ عمر، جو شخص ایسا عقیدہ برخلاف اہل سنت والجماعت کے رکھتا ہے اس پر کفر کی مُہریں لگائی ہیں جیسا کہ مفہوم آیات قرآن مجید ہے اور ایسا عالم فتویٰ دینے کے لائق شرعاً ہے۔

راقم خیر خواہ مومنین

الجواب وھو الموفق للصواب

(۱) وہ استفتاء جس کا اس سوال میں ذکر کیا گیا ہے اور جواب چھپ کر مشہور ہو چکا ہے میرے سامنے بھی پیش ہوا تھا۔ اس کا جواب مَیں نے مندرجہ ذیل لفظوں میں دیا تھا۔
"امام مہدی علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب قیامت میں ظہور فرمانا اور دُنیا کو عدل و انصاف سے پُر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور جمہور اُمت نے اسے تسلیم کیا ہے اس امام موصوف کے تشریف لانے کا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہلسنت والجماعت سے انحراف کرنا ہے۔" مَیں نے اس جواب دینے میں کسی قسم کا دھوکا اور فریب نہیں کھایا ہے اور میرے نزدیک اس وقت بھی استفتائے مذکور کا یہی جواب ہے اور مَیں اس شخص کو جس کا استفتاء مذکور میں ذکر ہے اس وقت بھی مسلک اہل سنت والجماعت سے منحرف جانتا ہوں خواہ وہ زید ہو یا بکر۔ فقط۔ مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ (ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و پریزیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور و سکرٹری انجمن مستشار العلماء)

(۲) جو استفتاء مطبوعہ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۱۶ھ معرفت ڈاکٹر

محمد اسمٰعیل خاں مثبت بہ مواہیر اور دستخط علماء امرتسر تھا میرے روبرو پیش ہوا۔ اس کے اوپر میں نے یہ عبارت لکھی ہے۔ علماء اعظام کا جواب صحیح ہے۔ بیشک شخص مذکور السوال ضال اور مضل ہے اور اہلسنت سے خارج ہے۔ پس یہ جواب بشرط صدق سوال صحیح ہے مصداق علیہ اس کا خواہ زید ہو یا عمرو کسی خاص آدمی پر فتویٰ نہیں ہے۔ عام طور پر عقیدہ اہل سنّت کا لکھا گیا ہے اور اس میں کسی شخص کا کسی قسم کا دھوکہ نہیں ہے۔

فقیر غلام محمد البگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور ۱۲

مورخہ ۲۰ر جنوری ۱۸۹۹ء

---

(۲۰۴)

گورنمنٹ عالیہ کے سچّے خیرخواہ کے پہچاننے کے لئے ایک کُھلا کُھلا طریق آزمائش

(گورنمنٹ عالیہ سے بادب التماس ہے کہ اس مضمون کو غور سے دیکھا جائے اور حسب منشاء درخواست ہر دو فریق کا امتحان لیا جائے)

چونکہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنّہ ہمیشہ پوشیدہ طور پر کوشش کرتا رہا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو میرے پر بدظن کرے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ کئی سال سے اس کا یہی شیوہ ہے۔ اس لئے میں نے مناسب دیکھا کہ محمد حسین اور میری نسبت ایک ایسا طریق آزمائش قائم ہو جس سے گورنمنٹ عالیہ کو سچّا خیرخواہ اور چھپا ہوا بدخواہ معلوم ہو جائے اور آئندہ ہماری دانا گورنمنٹ اسی پیمانہ کے رو سے دونوں میں سے مخلص اور منافق میں امتیاز کر سکے۔ سو وہ طریق میری دانست میں یہ ہے کہ چند ایسے عقاید جو غلط فہمی سے اسلامی عقائد سمجھے گئے

ہیں اور ایسے ہیں کہ ان کو جو شخص اپنا عقیدہ بنا دے وہ گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے۔ ان عقائد کو اس طرح پر آلہ شناخت مخلص و منافق بنایا جائے کہ عرب یعنے مکہ اور مدینہ وغیرہ عربی بلاد اور کابل اور ایران وغیرہ میں شائع کرنے کے لئے عربی اور فارسی میں وہ عقائد ہم دونوں فریق لکھ کر اور چھاپ کر سرکار انگریزی کے حوالہ کریں تاکہ وہ اپنے اطمینان کے موافق شائع کر دے۔ اس طریق سے جو شخص منافقانہ طور پر برتاؤ رکھتا ہے اس کی حقیقت کھل جائیگی کیونکہ وہ ہرگز ان عقاید کو صفائی سے نہیں لکھے گا اور ان کا اظہار کرنا اس کو موت معلوم ہوگی اور ان عقائد کا شائع کرنا اس کے لئے محال ہوگا اور مکہ اور مدینہ میں ایسے اشتہار بھیجنا تو اس کو موت سے بدتر ہوگا۔ سو اگرچہ میں عرصہ بیس برس سے ایسی کتابیں عربی اور فارسی میں تالیف کر کے ممالک عرب اور فارس میں شائع کر رہا ہوں۔ لیکن اس امتحان کی غرض سے اب بھی اس اشتہار کے ذیل میں ایک تقریر عربی اور فارسی میں اپنے پُر امن عقاید کی نسبت اور مہدی اور مسیح کی غلط روایات کی نسبت اور گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت شائع کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ ضروری ہے کہ اگر محمد حسین جو اہلحدیث کا سرگروہ کہلاتا ہے میرے عقائد کی طرح امن اور صلحکاری کے عقائد کا پابند ہے تو وہ اپنا اشتہار عربی اور فارسی میں چھاپ کر دو سو کاپی اس کی میری طرف روانہ کرے۔ تا میں اپنے ذریعہ سے مکہ اور مدینہ اور بلاد شام اور روم اور کابل وغیرہ میں شائع کروں۔ ایسا ہی مجھ سے دو سو کاپی میرے اشتہار عربی اور فارسی کی لے لے تا بطور خود اُن کو شائع کرے۔

ہماری دانا گورنمنٹ کو بخوبی یاد رہے کہ یوں ہی گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے صرف بگفتن کوئی رسالہ ذو معنیین لکھنا اور پھر اچھی طرح اس کو شائع نہ کرنا یہ طریق اخلاص نہیں ہے یہ اَور بات ہے اور سچے دل سے اور پورے جوش سے کسی ایسے رسالہ کو جو عام خیالات مسلمانوں کے برخلاف ہو درحقیقت غیر ممالک تک بخوبی شائع کر دینا یہ اَور بات ہے اور اس بہادر کا کام ہے جس کا دل اور زبان ایک ہی ہوں اور جس کو خدا نے

درحقیقت یہی تعلیم دی ہے۔ بھلا اگر یہ شخص نیک نیت ہے تو بلا توقف اس کو یہ کارروائی کرنی چاہیئے۔ ورنہ گورنمنٹ یاد رکھے اور خوب یاد رکھے کہ اگر اس نے میرے مقابل پر ایسا اشتہار عربی اور فارسی میں شائع نہ کیا تو پھر اس کا نفاق ثابت ہو جائے گا۔ یہ کام صرف چند گھنٹہ کا ہے اور بجز بدنیتی کے اس کا کوئی مانع نہیں۔ ہماری عالی گورنمنٹ یاد رکھے کہ یہ شخص سخت درجہ کے نفاق کا برتاؤ رکھتا ہے اور جن کا یہ سرگروہ کہلاتا ہے وہ بھی اسی عقیدے اور خیال کے لوگ ہیں۔

اب مَیں اپنے وعدہ کے موافق اشتہار عربی اور فارسی ذیل میں لکھتا ہوں اور سچائی کے اختیار کرنے میں بجز خدا تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور مَیں نے حسن ترتیب اور دونوں اشتہاروں کی موافقت تامہ کے لحاظ سے قرین مصلحت سمجھا ہے کہ عربی میں اصل اشتہار لکھوں اور فارسی میں اسی کا ترجمہ کر دوں تا دونوں اشتہار اپنے اپنے طور پر لکھے جائیں اور نیز عربی اشتہار جس کو ہر ایک غیر زبان کا آدمی بآسانی پڑھ نہیں سکتا اس کا ترجمہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ اب وہ دونوں اشتہار لکھ کر اس رسالہ کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔

وباللہ التوفیق

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

۲۱؍ فروری ۱۸۹۹ء

(۲۰۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

اپنے مُریدوں کی اطلاع کیلئے

جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں الا تنبیہ دوسروں کے لئے اعلان

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ پر عدالت جے. ایم ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر اس کا فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آیندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دل آزار مضمون کی پیشگوئی نہ کرے۔ کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے۔ کوئی کسی کو مباہلہ کے لئے نہ بلاوے اور قادیاں کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل پر نرم الفاظ استعمال کریں۔ بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں۔ اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیئے" لہذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ ان جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ سے راہ

ملاست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دُکھ نہ دیں کہ یہ کافر ہے یا دجّال ہے یا کذّاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ کو برپا کر سکتے ہیں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے برتاؤ کریں۔ اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر اُن کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے اُن پر مقدمہ چلانے سے اُن کو معافی دی ہے لہٰذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری لاہوری لدھانوی دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلا توقّف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپورہ اپنے فریق مخالف یعنے میری نسبت کافر اور دجّال اور مفتری اور کذّاب کہنے سے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ وہ آیندہ نہ مجھے کافر کہیں گے نہ دجّال نہ کذّاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہیں گے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھا دیں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جواب دہ ہوں گے۔

غرض جیسا کہ مَیں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبّہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دلی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو اُن کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبّہ کریں کہ اب وہ کافر، دجّال، کذّاب کہنے سے باز آجائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔ اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور

پھر یہ عہد شائع بھی کر چکے کہ آیندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیشگوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا، ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیشگوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی۔ محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالیٰ سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت کسی نے ہماری یہ درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آجائیں یہاں تک کہ عدالت کو اب امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور سے چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا کہ "وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔ اس لئے میں شیخ محمد حسین اور اُن کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے مُنہ کو تھام لیں۔ اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمایش کی اپنی زبان کو درست کر لیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۲۶ فروری ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان تعداد ۷۰۰

(۲۰۶)

اشتہار

اپنی جماعت کے نام اور نیز ہر ایک رشتہ دار کے نام جو خواہشمند ہو



ہماری جماعت میں اوّل درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم ۔ اے ہیں جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقتوں کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے اور بہت سا سا اپنا حرج اُٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام کے لئے یعنی بعض میری تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں۔ اور یقین ہے کہ جب وہ بعد فراغت اس کام کے اپنے کام وکالت پر جائیں گے تو کسی قریب ضلع میں ہی کام شروع کریں گے۔ اور میں اس مدت میں یعنے جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر اُن کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کے رُو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ مَیں نے اُن کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں بھی نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع باحیا نیک اندرون پرہیزگار آدمی ہے۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔ ان دنوں میں ان کو شادی کی ضرورت ہے۔ عمر تخمیناً چوبیس ۲۴ برس کے قریب ہوگی۔ خاندان کے زمیندار شریف اور موضع مرار علاقہ ریاست کپور تھلہ کے باشندے ہیں۔ پہلے بھی مَیں نے اُن کے لئے اپنی جماعت میں تحریک٭ کی تھی

٭ جن صاحبوں نے پہلے اشتہار کے وقت اس بارہ میں اپنے خط بھیجے تھے وہ خط محفوظ نہیں رہے لہذا ان کو بھی چاہیئے کہ دوبارہ اطلاع دیں ۔ منہ

مگر بعض وجوہ کے سبب سے اس وقت اس کام کی انجام دہی میں معذوری پیش آئی۔ اور اب وہ وقت ہے کہ بخیر وخوبی وہ کام کیا جائے۔ لہذا دوبارہ یہ اشتہار جاری کیا گیا میرے نزدیک جہانتک مجھے علم ہے ہماری جماعت کا ایسا انسان یا کوئی اور شخص بہت ہی خوش قسمت ہوگا جس کی لڑکی یا ہمشیرہ کا رشتہ مولوی صاحب موصوف سے ہو جائے گا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہونہار لڑکے جو بہمہ صفت موصوف ہوں اور ہر طرح لائق اور معزز درجہ کے آدمی تلاش کرنے سے نہیں ملتے اور لوگ اکثر دھوکہ کھا لیتے ہیں اور اپنی لڑکیوں پر ظلم کرتے ہیں۔ چاہیئے کہ ہر ایک صاحب بہت جلد مجھے اطلاع دیں۔ اور یہ بات ضروری ہے کہ لڑکی علاوہ شکل صورت خداداد کے سنجیدگی اور عورتوں کی ضرورت کے موافق علم اور لیاقت سے کافی بہرہ رکھتی ہو۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

والسلام

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۹ اگست ۱۸۹۹ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان تعداد ۲۰۰)

محمد اسمٰعیل

---

(۲۰۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(ضمیمہ ۳ منسلکہ کتاب تریاق القلوب)

حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست

جبکہ ہماری یہ محسن گورنمنٹ ہر ایک طبقہ اور درجہ کے انسانوں بلکہ غریب سے غریب

اور عاجز سے عاجز خدا کے بندوں کی ہمدردی کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس ملک کے پرندوں اور چرندوں اور بے زبان مویشیوں کے بچاؤ کے لئے بھی اس کے عدل گستر قوانین موجود ہیں۔ اور ہر ایک قوم اور فرقہ کو مساوی آنکھ سے دیکھ کر ان کی حق رسی میں مشغول ہے تو اس انصاف اور داد گستری اور عدل پسندی کی خصلت پر نظر کر کے یہ عاجز بھی اپنی ایک تکلیف کے رفع کے لئے حضور گورنمنٹ عالیہ میں یہ عاجزانہ عریضہ پیش کرتا ہے اور پہلے اس سے کہ اصل مقصود کو ظاہر کیا جائے اس محسن اور قدرشناس گورنمنٹ کی خدمت میں اس قدر بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ یہ عاجز گورنمنٹ کے اس قدیم خیر خواہ خاندان میں سے ہے جس کی خیر خواہی کا گورنمنٹ کے عالی مرتبہ حکّام نے اعتراف کیا ہے اور اپنی چٹھیوں سے گواہی دی ہے کہ وہ خاندان ابتدائی انگریزی عملداری سے آج تک خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ میں برابر سرگرم رہا ہے۔ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اس محسن گورنمنٹ کے ایسے مشہور خیر خواہ اور دلی جان نثار تھے کہ وہ تمام حکام جو اُن کے وقت میں اس ضلع میں آئے، سب کے سب اس بات کے گواہ ہیں کہ انہوں نے میرے والد موصوف کو ضرورت کے وقتوں میں گورنمنٹ کی خدمت کرنے میں کیسا پایا۔ اور اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کے مفسدہ کے وقت اپنی تھوڑی حیثیت کے ساتھ پچاس گھوڑے معہ پچاس جوانوں کے اس محسن گورنمنٹ کی امداد کے لئے دیئے اور ہر وقت امداد اور خدمت کے لئے کمربستہ رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے گذر گئے۔ والد مرحوم گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں ایک معزز اور ہر دلعزیز رئیس تھے جن کو دربار گورنری میں کُرسی ملتی تھی اور وہ خاندان مغلیہ میں سے ایک تباہ شدہ ریاست کے بقیہ تھے جنہوں نے بہت سی مصیبتوں کے بعد گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں آرام پایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دل سے اس گورنمنٹ سے پیار کرتے تھے اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی ایک میخ فولادی کی طرح ان کے دل میں دھنس گئی تھی۔ اُن

کی وفات کے بعد مجھے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح بالکل دُنیا سے الگ کر کے اپنی طرف کھینچ لیا اور مَیں نے اس کے فضل سے آسمانی مرتبت اور عزت کو اپنے لئے پسند کر لیا۔ لیکن مَیں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس گورنمنٹ محسنہ انگریزی کی خیر خواہی اور ہمدردی میں مجھے زیادتی ہے یا میرے والد مرحوم کو۔ بیس برس کی مدت سے مَیں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی اور عربی اور اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں جن میں بار بار یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں پر یہ فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گنہگار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جان نثار ہو جائیں اور جہاد اور خونی مہدی کے انتظار وغیرہ بیہودہ خیالات سے جو قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے دست بردار ہو جائیں۔ اور اگر وہ اس غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو کم سے کم یہ اُن کا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکر گذار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گنہگار نہ ٹھہریں کیونکہ یہ گورنمنٹ ہمارے مال اور خون اور عزت کی محافظ ہے اور اس کے مبارک قدم سے ہم جلتے ہوئے تنور میں سے نکالے گئے ہیں۔ یہ کتابیں ہیں جو مَیں نے اس مُلک اور عرب اور شام اور فارس اور مصر وغیرہ ممالک میں شائع کی ہیں۔ چنانچہ شام کے ملک کے بعض عیسائی فاضلوں نے بھی میری کتابوں کے شائع ہونے کی گواہی دی ہے۔ اور میری بعض کتابوں کا ذکر کیا ہے*۔ اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کر سکتا۔

---

* خرسطفور جبارہ نام ایک دمشق کا رہنے والا فاضل عیسائی اپنی کتاب خلاصۃ الادیان کے صفحہ چوالیس ۴۴ میں میری کتاب حمامۃ البشریٰ کا ذکر کرتا ہے اور حمامۃ البشریٰ میں سے چھ سطریں بطور نقل کے لکھتا ہے اور میری نسبت لکھتا ہے کہ یہ کتاب ایک ہندی فاضل کی ہے جو تمام ملک ہند میں مشہور ہے۔ دیکھو خلاصۃ الادیان و زبدۃ الایمان صفحہ ۴۴ چودھویں سطر سے اکیسویں سطر تک۔ منہ

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانہ تک کہ جو بیس برس کا زمانہ ہے۔ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورہ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے۔ ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیّتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثات بھی کیا کرتا ہوں۔ اور ایسا ہی پادریوں کے مقابل پر بھی مباحثات کی کتابیں شایع کرتا رہا ہوں۔ اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہو گئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں۔ اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا۔ چور تھا۔ زنا کار تھا۔ اور صدہا پرچوں میں یہ شایع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیّتی سے عاشق تھا اور باایں ہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے اُن جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیّت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے

ہ ان مباحثات کی کتابوں سے ایک یہ بھی مطلب تھا کہ برٹش انڈیا اور دوسرے ملکوں پر بھی اس بات کو واضح کیا جاتا کہ ہماری گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو مباحثات کے لئے آزادی دے رکھی ہے کوئی خصوصیت پادریوں کی نہیں ہے۔ منہ

قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں اُن کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عماد الدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے یک دفعہ اُن کے اشتعال فرو ہو گئے۔ کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل پر اس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اس کا وہ جوش نہیں رہتا۔ بایں ہمہ میری تحریر پادریوں کے مقابل پر بہت نرم تھی گویا کچھ بھی نسبت نہ تھی۔ ہماری مُحسن گورنمنٹ خوب سمجھتی ہے کہ مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو گالی دے کیونکہ مسلمانوں کے دلوں میں دودھ کے ساتھ ہی یہ اثر پہنچایا گیا ہے کہ وہ جیسا کہ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں ایسا ہی وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ سو کسی مسلمان کا یہ حوصلہ ہی نہیں کہ تیز زبانی کو اس حد تک پہنچائے جس حد تک ایک متعصب عیسائی پہنچا سکتا ہے۔ اور مسلمانوں میں یہ ایک عمدہ سیرت ہے جو فخر کرنے کے لائق ہے کہ وہ تمام نبیوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو چکے ہیں ایک عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام سے بعض وجوہ سے ایک خاص محبت رکھتے ہیں جس کی تفصیل کے لئے اس جگہ موقع نہیں۔ سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ اور مَیں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ مَیں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ پر بنا دیا ہے۔ (۱) اوّل والد مرحوم کے اثر نے (۲) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے، (۳) تیسرے خدا تعالےٰ کے الہام نے۔

اب میں اس گورنمنٹ محسنہ کے زیر سایہ ہر طرح سے خوش ہوں۔ صرف ایک رنج اور درد و غم ہر وقت مجھے لاحق حال ہے جس کا استغاثہ پیش کرنے کے لئے اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس ملک کے مولوی مسلمان اور ان کی جماعتوں کے لوگ حد سے زیادہ مجھے ستاتے اور دُکھ دیتے ہیں۔ میرے قتل کے لئے ان لوگوں نے فتوے دیئے ہیں۔ مجھے کافر اور بے ایمان ٹھہرایا ہے۔ اور بعض ان میں سے حیا اور شرم کو ترک کرکے اس قسم کے اشتہار میرے مقابل پر شائع کرتے ہیں کہ یہ شخص اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ اس نے انگریزی سلطنت کو سلطنت روم پر ترجیح دی ہے اور ہمیشہ سلطنت انگریزی کی تعریف کرتا ہے اور ایک باعث یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مجھے اس وجہ سے بھی کافر ٹھیراتے ہیں کہ میں نے خدا تعالیٰ کے سچے الہام سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس خونی مہدی کے آنے سے انکار کیا ہے جس کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ بیشک میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کا بڑا نقصان کیا ہے کہ میں نے ایسے خونی مہدی کا آنا سراسر جھوٹ ثابت کر دیا ہے جس کی نسبت ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آکر بے شمار ان کو روپیہ دے گا مگر میں معذور ہوں۔ قرآن اور حدیث سے یہ بات بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتی کہ دنیا میں کوئی ایسا مہدی آئے گا جو زمین کو خون میں غرق کر دے گا۔ پس میں نے ان لوگوں کا بجز اس کے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اس خیالی لُوٹ مار کے روپیہ سے میں نے ان کو محروم کر دیا ہے۔ میں خدا سے پاک الہام پاکر یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں اور وحشیانہ عادتیں دُور ہو جائیں اور نفسانی جذبات سے اُن کے سینے دھوئے جائیں اور ان میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہو جائے اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں اور یہ ایسے ہو جائیں کہ کوئی بھی فساد کی رگ ان میں باقی نہ رہے۔ چنانچہ کسی قدر یہ مقصود مجھے حاصل بھی ہو گیا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو میری ان پاک تعلیموں

کے دل سے پابند ہیں۔ اور یہ نیا فرقہ مگر گورنمنٹ کے لئے نہایت مبارک فرقہ برٹش انڈیا میں زور سے ترقی کر رہا ہے۔ اگر مسلمان ان تعلیموں کے پابند ہو جائیں تو میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ فرشتے بن جائیں۔ اور اگر وہ اس گورنمنٹ کی سب قوموں سے بڑھ کر خیر خواہ ہو جائیں تو تمام قوموں سے زیادہ خوش قسمت ہو جائیں۔ اگر وہ مجھے قبول کریں اور مخالفت نہ کریں تو یہ سب کچھ انہیں حاصل ہوگا اور ایک نیکی اور پاکیزگی کی رُوح ان میں پیدا ہو جائے گی۔ اور جس طرح ایک انسان توبہ کر کے گندے شہوات کے جذبات سے الگ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میری تعلیم سے ان میں تبدیلی پیدا ہوگی۔ مگر میں نہیں کہتا کہ گورنمنٹ عالیہ جبرًا ان کو میری جماعت میں داخل کرے اور نہ میں اس وقت یہ استغاثہ کرتا ہوں کہ کیوں وہ ہر وقت میرے قتل کے درپے ہیں اور کیوں میرے قتل کے لئے جھوٹے فتوے شائع کر رہے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ بد ارادے ان کے عبث ہیں۔ کیونکہ کوئی چیز زمین پر نہیں ہو سکتی جب تک آسمان پر نہ ہو لے۔ اور میں اُن کی بدی کے عوض میں اُن کے حق میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اُن کی آنکھیں کھولے اور وہ خدا اور مخلوق کے حقوق کے شناسا ہو جائیں مگر چونکہ ان لوگوں کی عداوت حد سے بڑھ گئی ہے اس لئے میں نے اُن کی اصلاح کے لئے اور ان کی بھلائی کے لئے بلکہ تمام مخلوق کی خیر خواہی کے لئے ایک تجویز سوچی ہے جو ہماری گورنمنٹ کی امن پسند پالسی کے مناسب حال ہے جس کی تعمیل اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ محسن گورنمنٹ جس کے احسانات سب سے زیادہ مسلمانوں پر ہیں، ایک یہ احسان کرے کہ اس ہر روزہ تکفیر اور تکذیب اور قتل کے فتووں اور منصوبوں

✤ میں نے اپنی کسی کتاب میں لکھا تھا کہ میری جماعت تین سو ۳۰۰ آدمی ہیں۔ لیکن اب وہ شمار بہت بڑھ گیا ہے کیونکہ زور سے ترقی ہو رہی ہے۔ اب میں یقین رکھتا ہوں کہ میری جماعت کے لوگ دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہوں گے۔ اور میری فراست یہ پیشگوئی کرتی ہے کہ تین سال تک ایک لاکھ تک میری اس جماعت کا عدد پہنچے گا۔ منہ

کے روکنے کے لئے خود درمیان میں ہو کر یہ ہدایت فرمادے کہ اس تنازعہ کا فیصلہ اس طرح پر ہو کہ مدعی یعنی یہ عاجز جس کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے اور جس کو یہ دعویٰ ہے کہ جس طرح نبیوں سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا تھا اسی طرح مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور غیب کے بھید مجھ پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور آسمانی نشان دکھلائے جاتے ہیں۔ یہ مدعی یعنے یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلا دے، ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کر سکے اور مسلمانوں کی قوموں یا دوسری قوموں میں سے کوئی ایسا ملہم اور خواب بین اور معجزنما پیدا نہ ہو سکے جو اس نشان کے ایک سال کے اندر نظیر پیش کرے اور ایسا ہی ان تمام مسلمانوں بلکہ ہر ایک قوم کے پیشواؤں کو جو ملہم اور خدا کے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہدایت اور فہمائش ہو کہ اگر وہ اپنے تئیں سچ پر اور خدا کے مقبول سمجھتے ہیں اور ان میں کوئی ایسا پاک دل ہے جس کو خدا نے ہمکلام ہونے کا شرف بخشا ہے اور الٰہی طاقت کے نمونے اس کو دیئے گئے ہیں تو وہ بھی ایک سال تک کوئی نشان دکھلا دیں۔ پھر بعد اس کے اگر ایک سال تک اس عاجز نے ایسا کوئی نشان نہ دکھلایا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور انسانی ہاتھ کی ملونی سے بھی بلند تر ہو یا یہ کہ نشان تو دکھلایا مگر اس قسم کے نشان اور مسلمانوں یا اور قوموں سے بھی ظہور میں آگئے تو یہ سمجھا جائے کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور اس صورت میں مجھ کو کوئی سخت سزا دی جائے گو موت کی ہی سزا ہو کیونکہ اس صورت میں فساد کی تمام بنیاد میری طرف سے ہو گی اور مفسد کو سزا دینا قرین انصاف ہے۔ اور خدا پر جھوٹ بولنے سے کوئی گناہ بدتر نہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے ایک سال کی میعاد کے اندر میری مدد کی اور زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی میرا مقابلہ نہ کر سکا تو پھر میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ محسنہ میرے مخالفوں کو نرمی سے ہدایت کرے کہ اس نظارۂ قدرت کے بعد شرم اور حیا سے کام لیں اور تمام مردی اور بہادری سچائی کے قبول کرنے میں ہے۔

اس قدر عرض کر دینا پھر دوبارہ ضروری ہے کہ نشان اس قسم کا ہوگا کہ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو اور اس میں نکتہ چینی کی ایک ذرہ گنجایش نہ ہو کہ ممکن ہے کہ اس شخص نے ناجائز اسباب سے کام لیا ہو بلکہ جس طرح آفتاب اور ماہتاب کے طلوع اور غروب میں یہ ظن نہیں ہو سکتا کہ کسی انسان نے پیش از وقت اپنی حکمت عملی سے ان کو چڑھایا ہے یا غروب کر دیا ہے اسی طرح اس نشان میں بھی ایسا ظن کرنا محال ہو۔ اس قسم کا فیصلہ صدہا نیک نتیجے پیدا کرے گا اور ممکن ہے کہ اس سے تمام قومیں ایک ہو جائیں اور بے جا نزاعیں اور جھگڑے اور قوموں کا تفرقہ اور حد سے زیادہ عناد جو قانون سڈیشن کے منشار کے بھی برخلاف ہے یہ تمام پھوٹ صفحہ برٹش انڈیا سے نابود ہو جائے اور اس میں شک نہیں کہ یہ پاک کارروائی گورنمنٹ کی ہمیشہ کے لئے اس ملک میں یادگار رہے گی اور یہ کام گورنمنٹ کے لئے بہت مقدم اور ضروری ہے اور انشاء اللہ اس سے نیک نتیجے پیدا ہوں گے۔ چونکہ آجکل یورپ کی بعض گورنمنٹیں اس بات کی طرف بھی مائل ہیں کہ مختلف مذاہب کی خوبیاں معلوم کی جائیں کہ اُن سب میں سے خوبیوں میں بڑھا ہوا کونسا مذہب ہے اور اس غرض سے یورپ کے بعض ملکوں میں جلسے کئے جاتے ہیں جیسا کہ ان دنوں میں اٹلی میں ایسا ہی جلسہ درپیش ہے اور پھر پیرس میں بھی ہوگا۔ سو جبکہ یورپ کے سلاطین کا میلان طبعاً اس طرف ہو گیا ہے اور سلاطین کی اس قسم کی تفتیش بھی لوازم سلطنت میں سے شمار کی گئی ہے اس لئے مناسب نہیں ہے کہ ہماری یہ اعلیٰ درجہ کی گورنمنٹ دوسروں سے پیچھے رہے۔ اور تمہید اس کارروائی کی اس طرح پر ہو سکتی ہے کہ ہماری عالی ہمت گورنمنٹ ایک مذہبی جلسہ کا اعلان کر کے اس زیر تجویز جلسہ کی ایسی تاریخ مقرر کرے جو دو سال سے زیادہ نہ ہو اور تمام قوموں کے سرگروہ علماء اور فقراء اور ملہموں کو اس غرض سے بلایا جائے کہ وہ جلسہ کی تاریخ پر حاضر ہو کر اپنے مذہب کی سچائی کے دو ثبوت دیں (۱) اول ایسی تعلیم پیش کریں جو دوسری تعلیموں سے اعلیٰ ہو جو انسانی درخت کی تمام شاخوں کی آبپاشی کر سکتی ہو (۲) دوسرے یہ ثبوت دیں کہ ان کے مذہب

میں روحانیت اور طاقت بالا ویسی ہی موجود ہو جیسا کہ ابتداء میں دعوٰے کیا گیا تھا اور وہ اعلان جو جلسہ سے پہلے شائع کیا جائے اس میں بہ تصریح یہ ہدایت ہو کہ قوموں کے سرگروہ ان دو ثبوتوں کے لئے طیار ہو کر جلسہ کے میدان میں قدم رکھیں اور تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں پیش کریں جو محض خدا کے علم سے مخصوص ہوں۔ اور نیز ایک سال کے اندر پوری بھی ہو جائیں۔ غرض ایسے نشان ہوں جن سے مذہب کی رُوحانیت ثابت ہو اور پھر ایک سال تک انتظار کر کے غالب مغلوب کے حالات شائع کر دیئے جائیں۔ میرے خیال میں ہے کہ اگر ہماری دانا گورنمنٹ اس طریق پر کاربند ہو اور آزما دے کہ کس مذہب اور کس شخص میں روحانیت اور خدا کی طاقت پائی جاتی ہے تو یہ گورنمنٹ دُنیا کی تمام قوموں پر احسان کرے گی اور اس طرح سے ایک سچے مذہب کو اس کی تمام رُوحانی زندگی کے ساتھ دُنیا پر پیش کر کے تمام دُنیا کو راہ راست پر لے آئے گی کیونکہ وہ تمام شور و غوغا جو کسی ایسے مذہب کے لئے کیا جاتا ہے جس کے ساتھ فوق العادۃ زندہ نشان نہیں اور محض روایات پر مدار ہے وہ سب ہیچ ہے کیونکہ کوئی مذہب بغیر نشان کے انسان کو خدا سے نزدیک نہیں کر سکتا اور نہ گناہ سے نفرت دلا سکتا ہے مذہب مذہب پکارنے میں ہر ایک کی بلند آواز ہے لیکن کبھی ممکن نہیں کہ فی الحقیقت پاک زندگی اور پاک دلی اور خدا ترسی میسر آ سکے جب تک کہ انسان مذہب کے آئینہ میں کوئی فوق العادۃ نظارہ مشاہدہ نہ کرے نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو۔ اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسٰی اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب اور محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں نئی زندگی انہی کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو، یقین نیا ہو، نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصّوں کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں۔ دل غافل ہیں اور زبانوں پر خدا کا نام ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین کے شور و غوغا تمام قصّے اور کہانیاں ہیں اور ہر ایک شخص جو اس

وقت کئی سو برس کے بعد اپنے کسی پیغمبر یا اوتار کے ہزارہا معجزات سناتا ہے وہ خود اپنے دل میں جانتا ہے کہ وہ ایک قصہ بیان کر رہا ہے جس کو نہ اُس نے اور نہ اُس کے باپ نے دیکھا ہے اور نہ اس کے دادے کو اُس کی خبر ہے۔ وہ خود نہیں سمجھ سکتا کہ کہاں تک اس کا یہ بیان صحیح اور درست ہے کیونکہ یہ دُنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ ایک تنکے کا پہاڑ بنا دیا کرتے ہیں اس لئے یہ تمام قصے جو معجزات کے رنگ میں پیش کئے جاتے ہیں ان کا پیش کرنے والا خواہ کوئی مسلمان ہو یا عیسائی ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا جانتا ہے یا کوئی ہندو ہو جو اپنے اوتاروں کے کرشمے کتابیں اور پستک کھول کر سناتا ہے یہ سب کچھ ہیچ اور لاشئی ہیں اور ایک کوڑی ان کی قیمت نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی زندہ نمونہ ان کے ساتھ نہ ہو۔ اور سچا مذہب وہی ہے جس کے ساتھ زندہ نمونہ ہے۔ کیا کوئی دل اور کوئی کانشنس اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ ایک مذہب تو سچا ہے مگر اس کی سچائی کی چمکیں اور سچائی کے نشان آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور ان ہدایتوں کے بھیجنے والے کے منہ پر ہمیشہ کے لئے مُہر لگ گئی ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ ہر ایک انسان جو سچی بھوک اور پیاس خدا تعالیٰ کی طلب میں رکھتا ہے وہ ایسا خیال ہرگز نہیں کرے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ سچے مذہب کی یہی نشانی ہو کہ زندہ خدا کے زندہ نمونے اور اس کے نشانوں کے چمکتے ہوئے نور اس مذہب میں تازہ بتازہ موجود ہوں۔ اگر ہماری گورنمنٹ عالیہ ایسا جلسہ کرے تو یہ نہایت مبارک ارادہ ہے۔ اور اس سے ثابت ہوگا کہ یہ گورنمنٹ سچائی کی حامی ہے اور اگر ایسا جلسہ ہو تو ہر ایک شخص اپنے اختیار سے اور ہنسی خوشی سے اس جلسہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ قوموں کے پیشوا جنہوں نے مقدس کہلا کر کروڑہا روپیہ قوموں کا کھا لیا ہے ان کے تقدس کو آزمانے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی عمدہ طریق نہیں کہ جو اُن کا یا اُن کے مذہب کا خدا کے ساتھ رشتہ ہے اس رشتہ کا زندہ ثبوت مانگا جائے۔ یہ عاجز اپنے دلی جوش سے جو ایک پاک جوش ہے

یہی چاہتا ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ کے ہاتھ سے یہ فیصلہ ہو۔ خدایا اس عالی مرتبہ گورنمنٹ کو یہ الہام کر تا وہ اس قسم کے جلسوں میں سب سے پیچھے آکر سب سے پہلے ہو جائے۔ اور میں چونکہ مسیح موعود ہوں اس لئے حضرت مسیح کی عادت کا رنگ مجھ میں پایا جانا ضروری ہے حضرت مسیح علیہ السلام وہ انسان تھے جو مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب پر چڑھے گو خدا کے رحم نے اُن کو بچا لیا اور مرہم عیسیٰ* نے ان کے زخموں کو اچھا کر کے آخر کشمیر جنت نظیر میں اُن کو پہنچا دیا۔ سو انہوں نے سچائی کے لئے صلیب سے پیار کیا اور اس طرح اس پر چڑھ گئے جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عناں گھوڑے پر چڑھتا ہے۔ سو ایسا ہی مَیں بھی مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب سے پیار کرتا ہوں اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے حضرت مسیح کو صلیب سے بچا لیا اور ان کی تمام رات کی دُعا جو باغ میں کی گئی تھی قبول کر کے ان کو صلیب اور صلیب کے نتیجوں سے نجات دی ایسا ہی مجھے بھی بچائے گا۔ اور حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے ملک میں سے ہوتے ہوئے کوہ نعمان میں پہنچے اور جیسا کہ اس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے۔ آخر کشمیر میں گئے اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے زمانہ تک ان کی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا۔ آخر سرینگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں

---

* مرہم عیسیٰ ایک نہایت مبارک مرہم ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زخم اچھے ہوئے تھے جبکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے سُولی سے نجات پائی تو صلیب کی کیلوں کے جو زخم تھے جن کو آپ نے حواریوں کو دکھلایا تھا وہ اسی مرہم سے اچھے ہوئے تھے۔ یہ مرہم طب کی ہزار کتاب میں درج ہے اور قانون بوعلی سینا میں بھی مندرج ہے اور رومیوں اور یونانیوں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور مسلمانوں غرض تمام فرقوں کے طبیبوں نے اس مرہم کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ منہ

وفات پائی اور خانیار کے محلہ کے قریب آپ کا مقدس مزار ہے۔ غرض جیسا کہ اس نبی نے سچائی کے لئے صلیب کو قبول کیا ایسا ہی مَیں بھی قبول کرتا ہوں۔ اگر اس جلسہ کے بعد جس کی گورنمنٹ محسنہ کو ترغیب دیتا ہوں ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو مَیں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ مَیں راضی ہوں کہ اس جُرم کی سزا میں سُولی دیا جاؤں اور میری ہڈیاں توڑی جائیں۔ لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دل کے خیالات کو جانتا ہے جس کے الہام سے مَیں نے اس عریضہ کو لکھا ہے وہ میرے ساتھ ہوگا اور میرے ساتھ ہے وہ مجھے اس گورنمنٹ عالیہ اور قوموں کے سامنے شرمندہ نہیں کرے گا۔ اسی کی رُوح ہے جو میرے اندر بولتی ہے۔ مَیں نہ اپنی طرف سے بلکہ اس کی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں تا سب کچھ جو اتمام حجت کے لئے چاہیئے پورا ہو۔ یہ سچ ہے کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس کی طرف سے کہتا ہوں۔ اور وہی ہے جو میرا مددگار ہوگا۔

بالآخر مَیں اس بات کا بھی شکر کرتا ہوں کہ ایسے عریضہ کو پیش کرنے کے لئے مَیں بجز اس سلطنت محسنہ کے اور کسی سلطنت کو وسیع الاخلاق نہیں پاتا۔ اور گو اس ملک کے مولوی ایک اور کفر کا فتویٰ بھی مجھ پر لگا دیں مگر مَیں کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ ایسے عرائض کے پیش کرنے کے لئے عالی حوصلہ عالی اخلاق صرف سلطنت انگریزی ہی ہے مَیں اس سلطنت کے مقابل پر سلطنت روم کو بھی نہیں پاتا جو اسلامی سلطنت کہلاتی ہے۔ اب مَیں اس دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری محسنہ ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کو عمر دراز کرکے ہر ایک اقبال سے بہرہ ور کرے اور وہ تمام دُعائیں جو مَیں نے اپنے رسالہ ستارۂ قیصرہ اور تحفہ قیصریہ میں ملکہ موصوفہ کو دی ہیں قبول فرماوے۔ اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ محسنہ اس کے جواب سے مجھے مشرف فرماوے گی۔ والدعا

عریضۂ خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان۔ المرقوم ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۹ء

(ضمیمہ نمبر ۳ منسلکہ کتاب تریاق القلوب)

(۲۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الاشتہار الانصار

نحمد اللہ و نصلی علی رسولہ الکریم الامین۔ و اٰلہ الطاہرین الطیّبین و اصحابہ

ہم خدا کی حمد کرتے ہیں اور اس کے رسول پر درود بھیجتے ہیں جو کریم اور امین ہے اور اس کے آل پر درود بھیجتے

العاملین المکمّلین۔ الذین سعوا فی سُبل ربّ العلمین۔ و اعرضوا عن الدنیا

ہیں جو طیب اور طاہر ہیں اور نیز اس کے اصحاب پر جو کامل مکمل ہیں۔ وہ اصحاب جو خدا تعالیٰ کی راہ میں دوڑے

و ما فیہا و اقبلوا علی اللہ مُتبتّلین منقطعین۔ امّا بعد فاعلموا ایّہا الاحباب

اور دنیا اور ما فیہا سے کنارہ کیا اور خدا کی طرف دوسروں سے بکلی توڑ کر جھک گئے۔ بعد اس کے اے دوستو! تمہیں

رحمکم اللہ انّ داعی اللہ قد جاءکم فی وقتہٖ و ادرکم رحم اللہ علی رأس

معلوم ہو خدا تم پر رحم کرے کہ خدا کی طرف سے ایک بُلانے والا تمہارے پاس اپنے وقت پر آیا ہے اور خدا کے رحم نے

المائۃ و کنتم من قبل تنتظرون کا لعُطاشیٰ او کالجائعین۔ فقد جاءکم فضلًا من

صدی کے سر پر تمہاری دستگیری کی اور تم پہلے اس بُلانے والے کا انتظار پیاسوں کی طرح یا بھوکوں کی طرح کر رہے

اللہ لینذر قومًا ما انذر اٰباءھم و لتستبین سبیل المجرمین۔ و انّہ اُمر لیدعوکُم

تھے سو وہ خدا کے فضل سے آگیا تا اُن لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے تھے اور تا کہ مجرموں کی

الی الصدق و الایمان۔ و لیھدیکم الیٰ سبیل العرفان۔ و الیٰ کل ما ینفعکم فی

راہ کھل جائے اور اس کو حکم ہے کہ تم کو صدق اور ایمان کی طرف بلاوے اور معرفت کی راہوں کی طرف تمہیں ہدایت

یوم الدین۔ فعلّمکم ما لم تکونوا تعلمون و اتم علیکم حجۃ اللہ و جعلکم من

کرے اور ہر ایک امر جو حق کے دن تمہیں کام آوے سمجھا دے۔ پس اس نے تمہیں وہ حقایق اور معارف سکھلا دیئے کہ تم خود بخود ان کو

المبصرین۔ وانکم رأیتم مالم یر آباءکم الاوّلون۔ و اتاکم مالم یاتھم من نور و

نہیں جان سکتے تھے اور خدا تعالیٰ کی حجت تم پر پوری کر دے اور تمہیں بینا بنایا اور تم نے وہ دیکھا جو تمہارے پہلے باپ

یقین۔ فلا تردّوا نعم اللہ و لا تکونوا من الغافلین۔ و انی اریٰ فیکم قومًا ما قدروا

دادوں نے نہیں دیکھا تھا اور وہ نور اور یقین تم کو ملا جو انہیں نہیں ملا تھا پس خدا کی نعمتوں کو ردّ مت کرو اور غافل مت

اللہ حق قدرہ و قالوا اٰمنّا وما ھم بمومنین۔ ایمنّون علی اللہ والمنّۃ کلّھا للہ

ہو۔ اور میں تم میں ایسے لوگ بھی دیکھتا ہوں جنہوں نے اپنے خدا کا ایسا قدر نہیں کیا جو کرنا چاہیئے تھا۔ اور کہتے

ان کانوا عالمین۔ لہ العزۃ والکبریاء ان لم تقبلوا فیصرف عنکم وجھہ و یأت بقوم

ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔ کیا یہ لوگ خدا پر احسان کرتے ہیں اور سب احسان خدا کے ہی ہیں

اٰخرین۔ و لا تضرونہ شیئًا واللہ غنی عن العٰلمین۔ و انّ ھٰذہٖ ایام اللہ و ایام حججہ فاتقوا

اگر یہ جانتے ہوں۔ اسی کے لئے عزّت اور بزرگی ہے۔ اگر تم قبول نہیں کروگے تو وہ تم سے اپنا منہ پھیر لیگا اور ایک اور قوم لائیگا اور

اللہ و ایامہ ان کنتم متقین۔ و ستردّون الی اللہ و تسئلون و ما نریٰ معکم اموالکم

تم اس کا کچھ بھی حرج نہیں کرسکو گے اور یہ خدا کے دن ہیں اور اس کی حجتوں کے دن ہیں پس خدا سے اور اس کے دنوں سے ڈرو اگر متقی ہو اور عنقریب تم

و لا املاککم فتیقّظوا و لا تکونوا من الجاھلین۔ وجاھدوا باموالکم و انفسکم و

خدا کی طرف واپس کئے جاؤگے اور پوچھے جاؤگے اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہارے ساتھ تمہارے مال اور املاک جائینگے پس ہوش میں آجاؤ اور جاہل مت

قوموا للہ قانتین۔ احسبتم ان یرضیٰ عنکم ربکم و لما تفعلوا فی سُبُلہ ما خلیٰ من سنن

ہو۔ اور اپنے مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ خدا کی راہ میں کوشش کرو اور اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو۔ کیا تم یہ گمان کرتے

الصادقین۔ لن تنالوا البرّ حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ ما لکم لا تفھمون۔ اتُترکون احیاءً

ہو کہ خدا تم سے راضی ہو جائیگا حالانکہ ابھی تم نے وہ کام نہیں کئے جو صادقوں کا کام ہیں۔ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچوگے جبتک کہ وہ چیزیں نہ خرچ

ابدًا غیر میّتین۔ انی اُمرتُ ان انبّھکم فاعلموا ان اللہ ینظر الی اعمالکم

نہیں کروگے جو تمہیں پیاری ہیں۔ کیا سبب جو تم نہیں سمجھتے۔ کیا تم ہمیشہ زندہ چھوڑے جاؤگے اور نہیں مروگے۔ مجھے حکم دیا

و انما انا نذیر مبین۔ واللہ یدعوکم لتنصروہ باموالکم وجھد انفسکم فھل انتم

گیا ہے کہ میں تمہیں متنبہ کروں۔ پس جان لو کہ خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور خدا تمہیں بلاتا ہے تا اپنے مالوں اور جانوں

من الطائعین ۔ ومن ینصر اللّٰہ ینصرہ ویردّ الیہ ما ارسل الیہ ویزید و ھو

کی کوششوں کے ساتھ تم اس کی مدد کرو پس کیا تم فرمانبرداری اختیار کرو گے اور جو تم میں سے خدا کی مدد کریگا خدا اس کی مدد

خیر المحسنین ۔ فقوموا ایّھا النّاس ولیسبق بعضکم بعضًا و اللّٰہ یعلم من کان

کریگا اور جو کچھ اس نے خدا کو دیا خدا کچھ زیادہ کے ساتھ اس کو واپس دے دیگا اور وہ سب محسنوں سے بہتر محسن ہے۔ سو اٹھو

من السابقین ۔ والذین اٰمنوا ورعوا ید البیعۃ وما عاھدوا وعملوا الصالحات

لوگو اور چاہیئے کہ ایک دوسرے پر سبقت لے جائے اور خدا جانتا ہے ان کو جو سبقت لے جائیں گے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور

ثم جاھدوا فیھا ثم استقاموا فلھم مغفرۃ و رزق کریم و رضوان من اللّٰہ

بیعت کے ہاتھ اور اپنے عہد کی رعایت رکھی اور اچھے کام کئے پھر ترقیات کرتے رہے پھر استقامت اختیار کی ان کے لئے

و اولئک ھم المومنون حقا و اولئک من عباد اللّٰہ الصالحین۔

مغفرت اور رزق بزرگ اور خدا کی رضا ہے اور وہی سچے مومن ہیں اور وہی ہیں جو خدا کے نیک بندوں میں سے ہیں۔

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اے دوستو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے حالات پر رحم فرماوے اور آپ کے دل میں الہام کرے کہ ہماری تمام ضرورتوں کے لئے آپ صاحبوں کے دلوں میں سچے جوش پیدا ہوں۔ حال یہ ہے کہ بہت سا حصہ عمر کا ہم طے کر چکے ہیں اور جو کچھ باقی ہے وہ معمولی قانون قدرت کے سہارے پر نہیں بلکہ محض اس کے ان وعدوں پر نظر ہے جن میں سے کسی قدر براہین احمدیہ اور ازالہ اوہام میں بھی درج ہیں کیونکہ اس نے محض اپنے فضل سے وعدہ دیا ہے کہ وہ مجھے نہیں چھوڑے گا اور نہ مجھ سے الگ ہوگا جب تک پاک اور خبیث میں فرق کرکے نہ دکھلاوے۔ اور تیس برس کے قریب اس الہام کو ہو گیا کہ اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ میں ان کاموں کے لئے تجھے اشتی

برس تک یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال اسّی برس× سے زیادہ عمر دوں گا۔ اب جب مَیں خدا تعالےٰ کے اس پاک الہام پر نظر کرتا ہوں تو بے اختیار ایک زلزلہ میرے دل پر پڑتا ہے اور بسا اوقات میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور ایک موت کی سی حالت نمودار ہو جاتی ہے کیونکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصہ اس میعاد کا گذر گیا اور اب میں بہ نسبت اس دُنیا کی ہمسائگی کے قبر سے زیادہ نزدیک ہوں۔ میرے اکثر کام ابھی ناتمام ہیں اور مَیں خدا تعالیٰ کے ان تمام الہامات پر جو مجھے ہو رہے ہیں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مَیں اس خدا تعالےٰ کو جانتا اور پہچانتا ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اندھا ہے وہ دل جو خدا کو نہیں جانتا اور مردہ ہے وہ جسم جو یقینی الہام اور وحی سے منوّر نہیں اور نہ منوّر ہونے والوں کے ساتھ ہم صحبت اور ہم نشین ہے۔ سو مَیں اس پاک وحی سے ایسا ہی کامل حصہ رکھتا ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کامل قرب کی حالت میں انسان رکھ سکتا ہے۔ جب انسان ایک پُرجوش محبت کی آگ میں ڈالا جاتا ہے جیسا کہ تمام نبی ڈالے گئے تو پھر اس کی وحی کے ساتھ اضغاث احلام نہیں رہتے بلکہ جیسا کہ خشک گھاس تنور میں جل جاتا ہے ویسا ہی وہ تمام اوہام اور نفسانی خیالات جل جاتے ہیں اور خالص خدا کی وحی رہ جاتی ہے اور یہ وحی صرف اُنہی کو ملتی ہے جو دنیا میں کمال صفا محبت اور محویّت کی وجہ سے نبیوں کے رنگ میں ہو جاتے ہیں جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۴ اٹھارھویں سطر میں یہ الہام میری نسبت ہے جری اللّٰہ فی حُلل الانبیاء یعنی خدا کا فرستادہ نبیوں کے حُلّوں میں۔ سو مَیں شکّی اور ظنّی الہام کے ساتھ نہیں بھیجا گیا بلکہ یقینی اور قطعی وحی کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور میرے نزدیک سب بدبختوں سے زیادہ تر وہ بدبخت ہے جو شکّی اور ظنّی الہامات کے ابتلاء میں بلعم کی طرح چھوڑا گیا ہے کیونکہ شک اور ظن علم میں داخل نہیں اور ممکن ہے کہ ایسا شخص کسی صادق کی تکذیب سے جلد تر جہنم میں گرے کیونکہ

× یہ الہام مدت ہوئی کہ میری کتاب ازالہ اوہام میں بھی درج ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ منہ

شک ہمیشہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے دلائل قاطعہ سے یہ علم دیا گیا ہے اور ہر ایک وقت میں دیا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھے القاء ہوتا ہے اور جو وحی میرے پر نازل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے نہ شیطان کی طرف سے۔ میں اس پر ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ آفتاب اور ماہتاب کے وجود پر یا جیسا کہ اس بات پر کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ ہاں جب میں اپنی طرف سے کوئی اجتہاد کروں یا اپنی طرف سے کسی الہام کے معنے کروں تو ممکن ہے کہ کبھی اس معنی میں غلطی بھی کھاؤں مگر میں اس غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا اور خدا کی رحمت جلد تر مجھے حقیقی انکشاف کی راہ دکھا دیتی ہے اور میری رُوح خدا کے فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے۔

اب وہ غرض جس کے لئے مَیں نے یہ اشتہار لکھا ہے یہ ہے کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ کم اور کئی مقاصد میرے التواء میں پڑے ہوئے ہیں جن کا اہتمام بجز مالی مدد کے غیر متصور ہے سب سے پہلے مَیں اس بات کا ذکر کرتا ہوں کہ میرے نزدیک خدا تعالیٰ کے حکم اور امر کے موافق جو متواتر مجھے بتلایا گیا ہے اس انتظام کا قائم رکھنا ضروری ہے بلکہ سب سے بڑھ کر ضروری ہے کہ مہمانوں کی آمد و رفت بکثرت جاری رہے اور ہمیشہ ایک جماعت حق کے طالبوں اور انصار کی معارف دینی میرے مُنہ سے سُننے کے لئے قادیان میں حاضر رہتی ہے چنانچہ اب تک یہ انتظام قائم رہا۔ خدا تعالےٰ کا احسان ہے کہ باوجودیکہ کوئی احسن انتظام اس لنگر خانہ کے چلانے کے لئے اب تک نہیں تھا مگر کوئی ابتلاء پیش نہ آیا اور باوصفیکہ لنگر خانہ کے تمام متعلقات کا خرچ جس کی تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں اکثر سات سو روپیہ ماہوار تک یا کبھی اس سے بھی بڑھ کر اور کبھی دو ہزار ماہوار تک بھی پہنچ گیا مگر خدا تعالیٰ کی پوشیدہ مدد کا ہاتھ شامل حال رہا کہ کوئی امتحان پیش نہ آیا۔ اب یہ صورت ہے کہ بباعث ایام قحط خرچ بہت بڑھ گیا ہے اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ مثلاً ہم جو اس سے پہلے ہمیشہ دو سو روپیہ ماہواری یا اڑھائی سو روپیہ یا اس سے کم کا لنگر خانہ کے لئے آٹا منگوایا کرتے تھے اب

شاید پانسو روپیہ تک نوبت پہنچے۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کے لئے ہمارے پاس کچھ بھی سامان نہیں اور اسی خرچ کے قریب قریب لکڑی اور گوشت اور روغن اور تیل وغیرہ کا خرچ ہے میرے نزدیک یہ انتظام ہمارے اس تمام سلسلہ کی بنیاد ہے اور دوسری تمام باتیں اس کے بعد ہیں کیونکہ فاقہ اُٹھانے والے معارف اور حقائق بھی سُن نہیں سکتے۔ سو سب سے اوّل اس انتظام کے لئے ہماری جماعت کو متوجہ ہونا چاہیئے اور یہ خیال نہ کریں کہ اس راہ میں روپیہ خرچ کرنے سے ہمارا کچھ نقصان ہے کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے لئے وہ خرچ کریں گے۔ اور مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خسارہ کی حالت میں وہ لوگ ہیں جو ریاکاری کے موقعوں میں تو صدہا روپیہ خرچ کریں اور خدا کی راہ میں پیش و پس سوچیں۔ شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوکر پھر اپنی خسّت اور بخل کو نہ چھوڑے۔ یہ خدا تعالےٰ کی سُنّت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ صحابہؓ پر چندے لگائے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر رہے سو مردانہ ہمّت سے امداد کے لئے بلا توقّف قدم اُٹھانا چاہیئے۔ ہر ایک اپنی مقدرت کے موافق اس لنگرخانہ کے لئے مدد کرے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک ایسا انتظام ہو کہ ہم لنگرخانہ کے سردرد سے فارغ ہوکر اپنے کام میں بافراغت لگے رہیں اور ہمارے اوقات میں کچھ حرج نہ ہو جو ہمیں مدد دیتے ہیں۔ آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے۔

مَیں اس بات کے لکھنے سے رہ نہیں سکتا کہ اس نصرت اور جانفشانی میں اوّل درجہ پر ہمارے خالص مخلص حبّی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب* ہیں جنہوں نے نہ صرف مالی امداد کی بلکہ دُنیا کے تمام تعلقات سے دامن جھاڑ کر اور فقیروں کا جامہ پہن کر اور اپنے وطن سے ہجرت کرکے قادیان میں موت کے دن تک آبیٹھے اور ہر وقت حاضر ہیں۔ اگر مَیں چاہوں تو مشرق میں بھیج

* سفر نصیبین کے خرچ کے لئے بھی جس کا ذکر تیسری شاخ میں آئے گا اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ایک آدمی کے جانے کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ منہ

دوں یا مغرب میں۔ میرے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے
اصحاب الصفہ وما ادراک ما اصحاب الصفہ اور حضرت ممدوح سے دوسرے
درجہ پر حبی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ہیں۔ اور ان کو تو پہلے سے ہی خدا تعالیٰ
نے دنیا کے مناصب اور جاہ طلبی کی مناسبت نہیں دی مگر اب وہ بالکل دنیوی خیالات
کو بھی استعفاء دے کر اس دروازہ پر بیٹھے ہیں اور دن رات اپنے دماغ سے فوق الطاقت
کام لے کر خدمت دین کر رہے ہیں اور جمعہ کی نماز میں بہت سے حقائق معارف قرآن
شریف بیان کرتے اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اور مولوی حکیم نورالدین صاحب کے
ہم شہر حکیم فضل دین ہیں اور وہ بھی قریباً اسی جگہ رہتے اور خدمات میں مشغول ہیں۔ اور
ایک مخلص دوست ہمارے ڈاکٹر بوڑیخان صاحب دُنیا سے گذر گئے مگر جائے شکر ہے کہ
چار اور مخلص ڈاکٹر یعنی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب لاہوری اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ
صاحب کلانوری اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ہماری جماعت میں
موجود ہیں۔ ایسا ہی نہایت با اخلاص بعض وہ مخلص ہیں جنہوں نے اس جگہ بود و باش اختیار
کی ہے۔ منجملہ ان کے مرزا خدا بخش صاحب بھی ہیں۔ اور نیز صاحبزادہ سراج الحق صاحب
سرساوی اپنے وطن سرساوہ سے ہجرت کر کے قادیان میں آ گئے ہیں۔ اور کئی اور صاحب
ہیں۔ اور ہم دُعا کرتے ہیں کہ ان تمام صاحبوں کے لئے یہ ہجرتیں مبارک ہوں۔ اور مولوی
حکیم نورالدین صاحب تو ہمارے اس سلسلہ کے ایک شمع روشن ہیں۔ ہر روز قرآن شریف
اور حدیث کا درس دیتے ہیں اور اس قدر معارف حقائق قرآن شریف بیان کرتے ہیں کہ اگر
یہ خدا کی مدد نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب اور حبی فی اللہ مولوی عبدالکریم
دونوں دلی صدق سے چاہتے ہیں کہ قادیان میں ہی ان کا جینا ہو اور قادیان میں ہی مرنا۔ اور
مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا تعالیٰ کے فضل کو پاکر ہماری جماعت
میں داخل ہوا ہے یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر۔ میں ان کے آثار

بہت عمدہ پاتا ہوں۔ اور وہ ایک مدت سے اپنے دنیائی کاروبار کا حرج کر کے خدمت دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے حقائق معارف قرآن شریف سُن رہے ہیں اور مجھے یقین* ہے کہ میری فراست اس بات میں غلطی نہیں کریگی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خدا ایسا ہی کر آمین ثم آمین۔ اور بھی کئی دوست مخلص انگریزی خوان ہیں جیسے عزیزی مرزا ایوب بیگ صاحب برادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے اور خواجہ جمال الدین صاحب بی۔ اے اور مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے۔ ان سب پر مجھے نیک ظن ہے۔ خدا اس ظن کو بحال رکھے اور یہ لوگ اپنے وقتوں پر خدمات میں مستعد ہیں۔ اور میرے خیال میں مولوی شیر علی غریب طبع نیک مزاج اور حلیم اور سلامت طبع میں مولوی محمد علی صاحب سے مشابہ ہیں اور اسی جگہ قادیان میں رہتے ہیں۔ اور وہ گروہ مخلص جو ہماری جماعت میں سے کاروبار تجارت میں مشغول ہیں ان میں سے ایک حبی فی اللہ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس قابل تعریف ہیں اور انہوں نے بہت سے موقعہ ثواب کے حاصل کئے ہیں۔ وہ اس قدر پُرجوش محب ہیں کہ اتنی دُور رہ کر پھر نزدیک ہیں اور ہمارے سلسلہ کے لنگرخانہ کی بہت سی مدد کرتے ہیں اور ان کا صدق اور ان کی مسلسل خدمات جو محبت اور اعتقاد اور یقین سے بھری ہوئی ہیں تمام جماعت کے ذی مقدرت لوگوں کے لئے ایک نمونہ ہیں کیونکہ تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ وہ ایک سو روپیہ ماہواری بلا ناغہ بھیجتے ہیں اور آجتک کئی دفعہ پانسو روپیہ تک یکمشت محض اپنی محبت اور اخلاص کے جوش سے بھیجتے رہے ہیں اور جو ایک سو روپیہ ماہواری ہے وہ اس سے علاوہ ہے۔ اسی طرح حبی فی اللہ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور سیٹھ صاحب کے مصرع ثانی ہیں

---

* وہ تمام کتابیں جو انگریزی میں ترجمہ ہو کر ہماری طرف سے نکلتی ہیں ان کا ترجمہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ہی کرتے ہیں۔ منہ

مَیں خوب جانتا ہوں کہ شیخ صاحب موصوف دل و جان سے ہمارے محب ہیں۔ انہوں نے فوجداری مقدمات میں جو میرے پر کئے گئے تھے اپنے بہت سے روپیہ سے میری مدد کی اور جوشِ محبت فی اللہ سے سرگرداں ہو کر میری ہمدردی کرتے رہے۔ اب وہ ہمارے کام کے لئے صدہا روپیہ کا خرچ اُٹھا کر لندن میں بیٹھے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو جلد تر خیر و عافیت سے واپس لائے۔ یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ حبّی فی اللہ سردار نواب محمد علی خان صاحب بھی محبت اور اخلاص میں بہت ترقی کر گئے ہیں اور فراست صحیحہ شہادت دیتی ہے کہ وہ بہت جلد قابلِ رشک اخلاص اور محبت کے منار تک پہنچیں گے اور وہ ہمیشہ حتی الوسع مالی امداد میں بھی کام آتے رہے ہیں اور امید ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو فدا کریں گے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کے عملوں کو دیکھتا ہے۔ مجھے کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔

ان کے سوا اور بھی مخلص ہیں جنہوں نے حال میں ہی بیعت کی ہے جیسا کہ ان دنوں میں حبّی فی اللہ ڈاکٹر رحمت علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ ممباسہ جو ہزارہا کوس سے اپنا اخلاص ظاہر کر رہے ہیں اور انہوں نے اور ان کے دوستوں نے ممباسہ ملک افریقہ سے اپنی مالی امداد سے بہت سا ثواب حاصل کیا ہے* اور ڈاکٹر صاحب پر امید ہے کہ وہ آئندہ بھی بہت توجہ سے خود اور اپنی جماعت سے یہ نصرت دین کا کام لیں گے۔ ایسا ہی میری جماعت میں سے شیخ حامد علی تھہ غلام نبی اور میاں عبد العزیز پٹواری سکنہ اوجلہ اور میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیریاں ساکنان سیکھواں اور صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانہ اور حبّی فی اللہ منشی چودھری نبی بخش صاحب رئیس بٹالہ جو بطور ہجرت اسی جگہ قادیان میں آ گئے ہیں۔ اور منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ شہر اور میاں عبد اللہ صاحب پٹواری ساکن سنور ریاست پٹیالہ اور سید فضل شاہ صاحب اور سید ناصر شاہ صاحب سب اورسیر اور میاں محمد علی

* افسوس کہ ہم اختصار کی وجہ سے ان تمام مخلصوں کے نام اس اشتہار میں لکھ نہیں سکے جو ممباسہ اور اس کے نواح میں موجود ہیں۔ منہ

صاحب ملہم لاہور اور شیخ غلام نبی صاحب تاجر راولپنڈی اور سید امیر علی شاہ صاحب ملہم اور سید امیر علی شاہ صاحب سارجنٹ اور بابو تاج دین صاحب اکونٹنٹ لاہور اور حبی فی اللہ حکیم سید حسام الدین صاحب سیالکوٹی جو میرے پُرانے دوست ہیں اور منشی زین العابدین محمد حکیم صاحب انجنیر بمبئی اور مولوی غلام امام صاحب برہما ملک آسام اور مولوی سید محمد احسن صاحب امروہہ ضلع مراد آباد اور سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی اور خلیفہ نور دین صاحب ہیں جو ابھی محض للہ ایک خدمت پر مامور ہو کر کشمیر بھیجے گئے تھے اور چند روز ہوئے جو فائز المرام ہو کر واپس آگئے ہیں اور اسی طرح اور بہت سے مخلص ہیں مگر افسوس کہ اگر میں ان کے نام لکھوں تو یہ اشتہار اشتہار نہیں رہے گا ان سب کے حق میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو دونوں جہان کی خوشی عطا کرے۔ جو کچھ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں یا آئندہ کریں گے وہ سب خدا تعالےٰ کی آنکھ کے نیچے ہے۔

مگر بطور شکر احسان باری تعالیٰ کے اس بات کا ذکر کرنا واجبات سے ہے کہ میرے اہم کام تحریر تالیفات میں خدا تعالیٰ کے فضل نے مجھے ایک عمدہ اور قابل قدر مخلص دیا ہے یعنے عزیزی میاں منظور محمد کاپی نویس جو نہایت خوشخط ہے جو نہ دنیا کے لئے بلکہ محض دین کی محبت سے کام کرتا ہے اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے اسی جگہ قادیان میں اقامت اختیار کی ہے اور یہ خدا تعالےٰ کی بڑی عنایت ہے کہ میری مرضی کے موافق ایسا مخلص سرگرم مجھے میسر آیا ہے کہ میں ہر ایک وقت دن کو یا رات کو کاپی نویسی کی خدمت اس سے لیتا ہوں۔ اور وہ پوری جانفشانی سے خدا تعالےٰ کی رضامندی کے لئے اس خدمت کو انجام دیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس روحانی جنگ کے وقت میں میری طرف سے دشمنوں کو شکست دینے والے رسالوں کے ذریعہ سے تاڑ تاڑ مخالفوں پر فیر ہو رہے ہیں۔ اور درحقیقت ایسے موقعہ اسباب میسر کر دینا یہ بھی خدا تعالےٰ کا ایک نشان ہے جس طرف سے دیکھا جائے تمام نیک اسباب میرے لئے میسر کئے گئے ہیں۔ اور تحریر میں مجھے وہ طاقت دی گئی کہ گویا میں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے جاتے

ہیں گو بظاہر میرے ہی ہاتھ ہیں۔

دوسری شاخ اخراجات کی جس کے لئے ہر وقت میری جان گدازش میں ہے سلسلہ تالیفات ہے۔ اگر یہ سلسلہ سرمایہ کے نہ ہونے سے بند ہو جائے تو ہزارہا حقائق اور معارف پوشیدہ رہینگے اس کا مجھے کس قدر غم ہے؟ اس سے آسمان بھر سکتا ہے۔ اسی میں میرا سرور اور اسی میں میرے دل کی ٹھنڈک ہے کہ جو کچھ علوم اور معارف سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے میں خدا کے بندوں کے دلوں میں ڈالوں۔ دُور رہنے والے کیا جانتے ہیں مگر جو ہمیشہ آتے جاتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کیونکر میں دن رات تالیفات میں مستغرق ہوں اور کس قدر میں اپنے وقت اور جان کے آرام کو اس راہ میں فدا کر رہا ہوں۔ میں ہر دم اس خدمت میں لگا ہوا ہوں۔ لیکن اگر کتابوں کے چھپنے کا سامان نہ ہو اور عملہ مطبع کے خرچ کا روپیہ موجود نہ ہو تو میں کیا کروں۔ جس طرح ایک عزیز بیٹا کسی کا مر جاتا ہے اور اس کو سخت غم ہوتا ہے۔ اسی طرح مجھے کسی ایسی اپنی کتاب کے نہ چھپنے سے غم دامنگیر ہوتا ہے جو وہ کتاب بندگان خدا کو نفع رساں اور اسلام کی سچائی کے لئے ایک چراغ روشن ہو۔

تیسری شاخ اخراجات کی جس کی ضرورت مجھے حال میں پیش آئی ہے جو نہایت ضروری بلکہ اشد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گذرا ہو بلکہ اگر ہم و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہ راست لے کر دنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے میں ہلاک نہ ہو جاؤں اور پھر اس کے ساتھ یہ دقت تھی کہ رسی مباحثات

ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرتے اور پرانے مشرکانہ خیالات اس قدر دل پر غالب آگئے ہیں
کہ تثلیث اور فلسفہ اور طبعی پڑھ کر ڈبو بیٹھے ہیں۔ اور ان کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک اسّی
برس کا بڈھا ہندو ہر چند دل میں تو خوب جانتا ہے کہ گنگا صرف ایک پانی ہے جو کسی کو کچھ بھی
نفع نہیں پہنچا سکتا اور نہ ضرر کر سکتا ہے تب بھی وہ اس بات کے کہنے سے باز نہیں آتا کہ
گنگا مائی میں بڑی بڑی ست اور طاقتیں ہیں۔ اور اگر اس پر دلیل پوچھی جائے تو کوئی بھی دلیل
بیان نہیں کر سکتا۔ تاہم منہ سے یہ کہتا ہے کہ اس کی شکتی کی دلیل میرے دل میں ہے جس کے
الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے۔ مگر وہ کیا دلیل ہے۔ صرف پرانے خیالات جو دل میں جمے ہوئے ہیں۔
یہی حالات ان لوگوں کے ہیں کہ نہ ان کے پاس کوئی معقول دلیل حضرت عیسیٰؑ کی خدائی پر ہے
اور نہ کوئی تازہ آسمانی نشان ہے جس کو وہ دکھا سکیں* اور نہ توریت کی تعلیم جس پر انہیں ایمان
لانا ضروری ہے اور جس کو یہودی حفظ کرتے چلے آئے ہیں۔ اس مشرکانہ تعلیم کی مصدّق ہے مگر تاہم
محض تحکم اور دھکّے کی راہ سے یہ لوگ اس بات پر ناحق اصرار کر رہے ہیں کہ یسوع مسیح خدا ہی ہے
خدا نے قرآن کریم میں سچ فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ اس افترا سے آسمان پھٹ جائیں کہ ایک عاجز
انسان کو خدا بنایا جاتا ہے۔ اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے
ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ میں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو رہائی پاتے اور خدا
کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں اور میری روح ہر وقت دعا کرتی ہے کہ اے خدا اگر میں تیری طرف
سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السلام
کے سر سے یہ تہمت اٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمانہ
گذر گیا کہ میرے پنجوقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت

* افسوس کہ عیسائیوں کے ہاتھ میں صرف مسمریزم کے شکوک اور مشتبہ قصے ہیں جن کا نام نشان اور معجزات رکھا ہوا
ہے لیکن اگر حقیقت میں ان کے مذہب میں معجزہ نمائی کی طاقت ہے تو میرے مقابل پر کیوں نہیں دکھلاتے یقیناً
سمجھو کہ کچھ بھی طاقت نہیں کیونکہ خدا ان کے ساتھ نہیں۔ منہ

پر ایمان لاویں اور اس کے رسُول کو شناخت کرلیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کریں۔ چنانچہ ان دُعاؤں کا یہ اثر ہوا ہے کہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے بلکہ صلیب سے نجات پا کر اور پھر مرہم عیسٰی سے صلیبی زخموں سے شفا حاصل کرکے نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور افغانستان سے کوہ نعمان میں گئے اور وہاں اس مقام میں ایک مدت تک رہے جہاں شہزادہ نبی کا ایک چبوترہ کہلاتا ہے جو آب تک موجود ہے اور پھر وہاں سے پنجاب میں آئے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے آخر کشمیر کو گئے اور ایک سَو پچیس برس کی عمر پاکر کشمیر میں ہی فوت ہوئے اور سرینگر خانیار کے محلّہ کے قریب دفن کئے گئے اور میں ان تحقیقات کے متعلق ایک کتاب تالیف کر رہا ہوں جس کا نام ہے **مسیح ہندوستان میں**۔ چنانچہ میں نے اس تحقیق کے لئے مخلصی محبّی خلیفہ نوردین صاحب کو جن کا ابھی ذکر کر آیا ہوں کشمیر میں بھیجا تھا✝ تا وہ موقعہ پر حضرت مسیح کی قبر کی پوری تحقیقات کریں چنانچہ وہ قریباً چار ماہ کشمیر میں رہ کر اور ہر ایک پہلو سے تحقیقات کرکے اور موقعہ پر قبر کا ایک نقشہ بنا کر اور پانسو چھپّن آدمیوں کی اس پر تصدیق کرا کر کہ یہی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قبر ہے جس کو عام لوگ شہزادہ نبی کی قبر اور بعض یوز آسف نبی کی قبر اور بعض عیسٰی صاحب کی قبر کہتے ہیں، ۷؍ ستمبر ۱۸۹۹ء کو واپس میرے پاس پہنچ گئے۔ سو کشمیر کا مسئلہ تو خاطر خواہ انفصال پا گیا اور پانسو چھپّن شہادت سے ثابت ہوگیا کہ درحقیقت یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قبر ہے کہ جو سرینگر محلہ خانیار کے قریب موجود ہے۔

لیکن اب ایک اور خیال باقی رہا ہے کہ اگر پورا ہو جائے تو نورٌ علٰی نور ہوگا اور وہ دو باتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ مَیں نے سُنا ہے کہ کوہ نعمان میں جو شہزادہ نبی کا چبوترہ ہے اس کے نام ریاست کابل میں کچھ جاگیر مقرر ہے۔ لہٰذا اس غرض کے لئے بعض احباب کا کوہ نعمان میں جانا اور بعض عجیب

✝ خلیفہ نورالدین صاحب کو خدا تعالیٰ اجر بخشے کہ اس تمام سفر اور رہائش کشمیر میں انہوں نے اپنا خرچ اُٹھایا اپنی جان کو تکلیف میں ڈالا اور اپنے مال سے سفر کیا۔ منہ

+ کا کابل میں جانا اور جاگیر کے کاغذات کی ریاست کے دفتر سے نقل لینا فائدہ سے خالی معلوم نہیں ہوتا
دوسرے یہ کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام افغانستان کی طرف نصیبین کی راہ
سے آئے تھے اور کتاب روضۃ الصفا سے پایا جاتا ہے کہ اس فتنہ صلیب کے وقت نصیبین کے
بادشاہ نے حضرت مسیحؑ کو بلایا تھا اور ایک انگریز اس پر گواہی دیتا ہے کہ ضرور حضرت مسیحؑ کو اس کا
خط آیا تھا بلکہ وہ خط بھی اس انگریز نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اس صورت میں یہ یقینی امر ہے کہ
نصیبین میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے اس سفر کی اب تک کچھ یادگار قائم ہوگی۔ اور کچھ تعجب نہیں
کہ وہاں بعض کتبے بھی پائے جائیں یا آپ کے بعض حواریوں کی وہاں قبریں ہوں جو شہرت پا چکی ہوں
لہٰذا میرے نزدیک یہ قرین مصلحت قرار پایا ہے کہ تین دانشمند اور اولوالعزم آدمی اپنی جماعت میں
سے نصیبین میں بھیجے جائیں* سو اُن کی آمدورفت کے اخراجات کا انتظام ضروری ہے۔ ایک اُن
میں سے مرزا خدابخش صاحب ہیں اور یہ ہمارے ایک نہایت مخلص اور جان نثار مرید ہیں جو اپنے
شہر جھنگ سے ہجرت کر کے قادیان میں آ رہے ہیں اور دن رات خدمت دین میں سرگرم ہیں۔
اور ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مرزا صاحب موصوف کا تمام سفر خرچ ایک مخلص باہمت نے اپنے ذمہ
لے لیا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ ان کا نام ظاہر کیا جائے۔ مگر دو! اور آدمی ہیں جو مرزا خدابخش
صاحب کے ہم سفر ہوں گے اُن کے سفر خرچ کا بندوبست قابل انتظام ہے۔ سوا امور متذکرہ بالا

+ ایک ہمارے مخلص نے جن کا نام عبدالعزیز ہے جو اوجلہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں اور اس ضلع کے
پٹواری ہیں جن کا نام پہلے میں لکھ چکا ہوں اپنے جوش اخلاص سے نصیبین کے سفر کے لئے ایک آدمی کے جانے کا آدھا
خرچ اپنے پاس سے دیا ہے حالانکہ اس کو کہتے ہیں کہ اس تھوڑی سی دنیوی معاش کے ساتھ اس قدر خدمت
دین کو شجاعت ایمانی سے بجا لائے ہیں اور ایسا ہی میاں خیر الدین کشمیری سیکھواں نے اس سفر کے لئے اپنی
حیثیت سے زیادہ ہمت کر کے دس ۱۰ روپیہ دیئے ہیں۔

* کابل اور کوہ نعمان میں بھیجنے کے لئے اسی نواح کے بعض آدمی تجویز کئے گئے ہیں کیونکہ وہ اس ملک اور اُن
پہاڑوں کے خوب واقف ہیں

میں سے ایک یہ تیسرا امر ہے کہ ایسے نازک وقت میں جو پہلی دو شاخیں بھی امداد مالی کی سخت محتاج میں پیش آگیا ہے اور یہ سفر میرے نزدیک ایسا ضروری ہے کہ گویا کسی شاعر کا یہ شعر اسی موقع کے حق میں ہے ؎ گر جاں طلبد مضائقہ نیست ۔ زر می طلبد سخن دریں ست ۔ خدا تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ ممکن ہے کہ چند آدمی ہی ان تینوں شاخوں کا بندوبست کر سکیں*۔ غرض انہی تینوں شاخوں کے لئے نہایت ضروری سمجھ کر یہ اشتہار لکھا گیا ہے۔ اے عقلمندو! خدا کے راضی کرنے کا یہ وقت ہے کہ پھر نہیں ملے گا۔ میں تاکیداً لکھتا ہوں کہ جو صاحب اہل مقدرت ہوں اور کوئی بڑی رقم بھیجنا چاہیں تو بہتر ہے کہ وہ بذریعہ تار بھیج دیں کہ تینوں شاخوں کے لئے یہ ایک ایسا جلدی کا موقع ہے کہ توقف کی گنجایش نہیں۔ اور ان شاخوں کے سوا اور کئی شاخیں مصارف کی بھی ہیں جیسا کہ مدرسہ کی شاخ جس کو محض اس غرض سے قادیان میں قائم کیا گیا ہے کہ تا لڑکے اپنی ابتدائی حالت میں ہی راہ راست سے واقفیت پیدا کر لیں اور نادان مولویوں یا پادریوں کے پنجہ میں نہ پھنس جاویں اور ایسا ہی وہ دوسری تمام شاخیں ہیں جن کا ذکر میرے رسالہ فتح اسلام میں ہے لیکن یہ اشتہار بالفعل انہی تینوں شاخوں کے لئے جن کی سخت ضرورتیں پیش آگئی ہیں شایع کیا جاتا ہے۔ اب جو شخص صدق دل سے ہماری تحریک کی اطاعت کرنا چاہے اس کو چاہیئے کہ ہمارے اس اشتہار کی تعمیل میں ایک ذرہ توقف نہ کرے اور موجودہ مشکلات کے دُور کرنے کے لئے جو کچھ اس سے ہو سکے اور جو کچھ بن پڑے مگر خدا کے علم سے خوف کر کے بلا توقف اس کو بھیج دے۔ یہ سچ ہے کہ یہ دن ایام قحط ہیں اور ہماری جماعت کے اکثر افراد سقیم الحال اور نادار اور عیالدار ہیں گو خدا کی راہ میں صدق دل سے خدمت کے لئے حاضر ہو جانا ایک ایسا مبارک امر ہے جو درحقیقت اور تمام مشکلات اور آفات کا علاج ہے۔ پس جس کو یقین ہے کہ خدا برحق ہے اور دین و دُنیا میں اس کی عنایات کی حاجت ہے اس کو چاہیئے کہ اس مبارک موقع کو ہاتھ سے نہ دے اور بخل کے وقت میں مبتلا ہو کر اس ثواب سے محروم نہ رہے اس عالی سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے

* میں لکھ چکا ہوں کہ ایک آدمی کے جانے کا تمام خرچ مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اپنے ذمہ لے لیا ۔ منہ

وہی لائق ہے جو ہمت بھی عالی رکھتا ہو اور نیز آئندہ کے لئے ایک تازہ اور سچا عہد خدا تعالیٰ سے کرلے کہ وہ حتی الوسع بلا ناغہ ہر ایک مہینہ میں اپنی مالی امداد سے ان دینی مشکلات کے رفع کرنے کے لئے سعی کرتا رہے گا۔ یہ منافقانہ کام ہے کہ اگر کوئی مصیبت پیش آوے تب خدا اور اہل خدا یاد آجائیں اور جب آرام اور امن دیکھیں تو لاپروا ہو جائیں۔ خدا غنی بے نیاز ہے اس سے ڈرو اور اس کا فضل پانے کے لئے اپنے صدق کو دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ والسّلام

۴؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء

راقم مرزا غلام احمد از قادیان

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

---

(۲۰۹)

بخرام از در آں یار مرا سے علیہ
بہ پروردست تشنیہ و تشائے علیہ

جلسۃ الوداع

دل الصحت کرم زیں بہر ز فساد
بر کیاد رت و علمدق و بہار علیم

(ضمیمہ اشتہار الانصار ۴؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

ہم اس اشتہار میں لکھ چکے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے تین آدمی اس کام کے لئے منتخب کئے جائیں گے کہ وہ نصیبین اور اس کی نواح میں جاویں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آثار اس ملک میں تلاش کریں۔ اب حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے سفر کے خرچ کا امر قریباً انتظام پذیر ہو چکا ہے صرف ایک شخص کی زاد راہ کا انتظام باقی ہے یعنی اخویم مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ایک آدمی کے لئے ایک طرف کا خرچ دے دیا ہے اور اخویم منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری

ساکن اوجلہ ضلع گورداسپورہ نے باوجود قلت سرمایہ کے ایک سو پچیس[۱۲۵] روپیہ دیئے ہیں اور میاں جمال الدین کشمیری ساکن سیکھواں ضلع گورداسپورہ اور ان کے دو برادر حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیرالدین نے پچاس[۵۰] روپیہ دیئے ہیں۔ ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دُنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں۔ گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو آخرت پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی۔ ایسا ہی مرزا خدابخش صاحب نے بھی اس سفر خرچ کے لئے پچاس[۵۰] روپے چندہ دیا ہے خدا تعالیٰ سب کو اجر بخشے۔ آج ۱۰؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو قرعہ اندازی کے ذریعہ سے وہ دو شخص تجویز کئے گئے ہیں جو مرزا خدابخش صاحب کے ساتھ نصیبین کی طرف جائیں گے۔ اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عزیزوں کی روانگی کے لئے ایک مختصر سا جلسہ کیا جائے کیونکہ یہ عزیز دوست ایمانی صدق سے تمام اہل وعیال کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کرکے اور وطن کی محبت کو خیرباد کہہ کر دُور دراز ملکوں میں جائیں گے اور سمندر کو چیرتے ہوئے اور جنگلوں پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے نصیبین یا اس سے آگے بھی سیر کریں گے اور کربلا معلّی کی زیارت بھی کریں گے۔ اس لئے یہ تینوں عزیز قابل قدر اور تعظیم ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے لئے ایک بڑا تحفہ لائیں گے۔ آسمان اُن کے اس سفر سے خوشی کرتا ہے کہ محض خدا کے لئے قوموں کو شرک سے چھڑانے کے لئے یہ تین عزیز ایک منجی کی صورت پر اُٹھے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ان کی وداع کے لئے ایک مختصر سا جلسہ قادیان میں ہو اور ان کی خیر وعافیت اور ان کے متعلقین کی خیر وعافیت کے لئے دعائیں کی جائیں۔ لہٰذا میں نے اس جلسہ کی تاریخ ۱۲؍نومبر ۱۸۹۹ء مقرر کرکے قرین مصلحت سمجھا ہے کہ ان تمام خالص دوستوں کو اطلاع دوں جن کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عید نہیں کہ جس کام کے لئے وہ اس سردی کے ایام میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر اور اپنے عیال اور دوستوں سے علیحدہ ہو کر جاتے ہیں اس مراد کو حاصل کرکے واپس آویں اور فتح کے نقارے ان کے ساتھ ہوں۔

مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اے قادر خدا جس نے اس کام کے لئے مجھے بھیجا ہے ان عزیزوں کو

فضل اور عافیت سے منزل مقصود تک پہنچا دے اور پھر بخیر و خوبی فائز المرام واپس آئیں۔ آمین ثم آمین
اور میں امید رکھتا ہوں کہ میرے وہ عزیز دوست جو دین کے لئے اپنے تئیں وقف کر چکے ہیں حتی الوسع
فرصت نکال کر اس جلسہ وداع پر حاضر ہوں گے اور اپنے ان مسافر عزیزوں کے لئے رو رو کر
دعائیں کریں گے۔ والسلام۔ ۱۰؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء

راقم

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (اسمٰعیل پریسمین)

---

(۲۱۰)

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک الہامی پیشگوئی کا اشتہار

چونکہ مجھے ان دنوں میں چند متواتر الہام ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ عنقریب
آسمان سے کوئی ایسا نشان ظاہر کرے گا جس سے میرا صدق ظاہر ہو۔ اس لئے میں اس اشتہار
کے ذریعہ سے حق کے طالبوں کو امید دلاتا ہوں کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب آسمان سے کوئی تازہ
شہادت میری تائید کے لئے نازل ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ کے مامور دنیا میں آتے ہیں
گو ان کی تعلیم نہایت اعلیٰ تھی اور ان کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے اور ان کی زیرکی اور فراست بھی
اعلیٰ درجہ پر تھی لیکن ان کا خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونا لوگوں نے قبول نہ کیا جب تک کہ ان کی تائید

میں آسمان سے کوئی نشان نازل نہیں ہوا۔ اسی طرح خدا تعالےٰ اس جگہ بھی بارش کی طرح اپنے نشان ظاہر کر رہا ہے تا دیکھنے والے دیکھیں اور سوچنے والے سوچیں۔ اور اب مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک برکت اور رحمت اور اعزاز کا نشان ظاہر ہوگا جس سے اکثر لوگ تسلّی پائینگے جیسا کہ ۱۷ر ستمبر ۱۸۹۹ء کو یہ الہام ہوا۔ **ایک عزت کا خطاب ایک عزت کا خطاب۔ لکَ خطاب العزّۃ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔** یہ تمام خدائے پاک قدیر کا کلام ہے جس کو میں نے موٹی قلم سے لکھ دیا ہے۔ اگرچہ انسانوں کے لئے بادشاہوں اور سلاطین وقت سے بھی خطاب ملتے ہیں مگر وہ صرف ایک لفظی خطاب ہوتے ہیں جو بادشاہوں کی مہربانی اور کرم اور شفقت کی وجہ سے یا اور اسباب سے کسی کو حاصل ہوتے ہیں اور بادشاہ اس کے ذمہ دار نہیں ہوتے کہ جو خطاب انہوں نے دیا ہے اس کے مفہوم کے موافق وہ شخص اپنے تئیں ہمیشہ رکھے جس کو ایسا خطاب دیا گیا ہے۔ مثلاً کسی بادشاہ نے کسی کو شیر بہادر کا خطاب دیا تو وہ بادشاہ اس بات کا متکفل نہیں ہو سکتا کہ ایسا شخص ہمیشہ اپنی بہادری دکھلاتا رہے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ ایسا شخص ضعفِ قلب کی وجہ سے ایک چوہے کی تیز رفتاری سے بھی کانپ اُٹھتا ہو چہ جائیکہ وہ کسی میدان میں شیر کی طرح بہادری دکھلاوے لیکن وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ سے شیر بہادر کا خطاب ملے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ درحقیقت بہادر ہی ہو کیونکہ خدا انسان نہیں ہے کہ جھوٹ بولے یا دھوکہ کھاوے یا کسی پولیٹیکل مصلحت سے ایسا خطاب دیدے جس کی نسبت وہ اپنے دل میں جانتا ہے کہ دراصل وہ شخص اس خطاب کے لائق نہیں ہے اس لئے یہ بات محقق امر ہے کہ فخر کے لائق وہی خطاب ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ملتا ہے۔ اور وہ خطاب دو قسم کا ہے۔ اوّل وہ جو وحی اور الہام کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نبیوں میں سے کسی کو صفی اللہ کا لقب دیا اور کسی کو کلیم اللہ کا اور کسی کو رُوح اللہ کا اور کسی کو مصطفیٰ اور حبیب اللہ کا۔ ان تمام نبیوں پر خدا تعالےٰ کا سلام اور رحمتیں ہوں۔ اور دوسری قسم خطاب کی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بعض نشانوں اور تائیدات کے ذریعہ سے بعض اپنے مقبولین کی اس قدر محبت لوگوں کے دلوں میں یک دفعہ

ڈال دیتا ہے کہ یا تو اُن کو جھوٹا اور کافر اور مفتری کہا جاتا ہے اور طرح طرح کی نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں اور ہر ایک بدعادت اور عیب اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یا ایسا ظہور میں آتا ہے کہ ان کی تائید میں کوئی ایسا پاک نشان ظاہر ہو جاتا ہے جس کی نسبت کوئی انسان کوئی بدظنی نہ کر سکے اور ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکے کہ یہ نشان انسانی ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے پاک ہے اور خاص خدا تعالےٰ کی رحمت اور فضل کے ہاتھ سے نکلا ہے۔ تب ایسا نشان ظاہر ہونے سے ہر ایک سلیم طبیعت بغیر کسی شک و شبہ کے اس انسان کو قبول کر لیتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی یہ بات پڑ جاتی ہے کہ یہ شخص درحقیقت سچا ہے۔ تب لوگ اس الہام کے ذریعہ سے جو خدا تعالےٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اس شخص کو صادق کا خطاب دیتے ہیں* کیونکہ لوگ اس کو صادق صادق کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور لوگوں کا یہ خطاب ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ نے آسمان سے خطاب دیا کیونکہ خدا تعالےٰ آپ ان کے دلوں میں یہ مضمون نازل کرتا ہے کہ لوگ اس کو صادق کہیں۔ اب جہانتک مَیں نے غور اور فکر کی ہے۔ مَیں اپنے اجتہاد سے نہ کسی الہامی تشریح سے اس الہام کے جس کو مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے یہی معنی کرتا ہوں کیونکہ ان معنوں کے لئے اس الہام کا آخری فقرہ ایک بڑا قرینہ ہے کیونکہ آخری فقرہ یہ ہے کہ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ لہذا مَیں اپنے اجتہاد** سے اس کے یہ معنی سمجھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ اس جھگڑے کے فیصلہ کرنے کے

---

* اس خطاب کی مثال یہ ہے کہ جیسا کہ مصر کے بادشاہ فرعون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق کا خطاب دیا کیونکہ بادشاہ نے جب دیکھا کہ اس شخص نے صدق اور پاک باطنی اور پرہیزگاری کے محفوظ رکھنے کے لئے بارہ۱۲ برس کا جیلخانہ اپنے لئے منظور کیا مگر بدکاری کی درخواست کو نہ مانا بلکہ ایک لحظہ کے لئے بھی دل پلید نہ ہوا۔ تب بادشاہ نے اس راستباز کو صدیق کا خطاب دیا جیسا کہ قرآن شریف سورہ یُوسف میں ہے یوسف ایھا الصدیق۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی خطابوں میں سے پہلا خطاب وہی تھا جو حضرت یوسفؑ کو ملا۔ منہ

** جس کے ساتھ خدا تعالےٰ کا معاملہ وحی اور الہام کے ساتھ ہو وہ خوب جانتا ہے کہ ملہمین کو کبھی اجتہادی طور پر

لئے جو کسی حد تک پُرانا ہو گیا ہے اور حد سے زیادہ تکذیب اور تکفیر ہو چکی ہے کوئی ایسا برکت اور رحمت اور فضل اور صلحکاری کا نشان ظاہر کرے گا کہ وہ انسانی ہاتھوں سے برتر اور پاک تر ہوگا۔ تب ایسی کُھلی کُھلی سچائی کو دیکھ کر لوگوں کے خیالات میں ایک تبدیلی واقع ہوگی اور نیک طینت آدمیوں کے کینے یک دفعہ رفع ہو جائیں گے۔ مگر جیسا کہ مَیں نے ابھی بیان کیا ہے یہ میرا ہی خیال ہے۔ ابھی کوئی الہامی تشریح نہیں ہے۔ میرے ساتھ خدا تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ کبھی کسی پیشگوئی میں مجھے اپنی طرف سے کوئی تشریح عنایت کرتا ہے اور کبھی مجھے میرے فہم پر ہی چھوڑ دیتا ہے۔ مگر یہ تشریح جو ابھی مَیں نے کی ہے اس کی ایک خواب بھی مؤید ہے جو ابھی ۲۱؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مَیں نے دیکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مَیں نے خواب میں محبی اخویم مفتی محمد صادق کو دیکھا ہے اور قبل اس کے جو مَیں اس خواب کی تفصیل بیان کروں اس قدر لکھنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کہ مفتی محمد صادق میری جماعت میں سے اور میرے مخلص دوستوں میں سے ہیں جن کا گھر بھیرہ ضلع شاہ پور میں ہے مگر ان

بھی اپنے الہام کے معنے کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح کے الہام بہت ہیں جو مجھے کئی دفعہ ہوئے ہیں اور بعض وقت ایسا الہام ہوتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں اور ایک مدت کے بعد اس کے معنے کُھلتے ہیں۔ مثلاً ۲۰ ستمبر ۱۸۹۹ء کو خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے اپنا کلام مجھ پر نازل کیا انا اخرجنالک زروعًا یا ابراھیم یعنی اے ابراہیم ہم تیرے لئے ربیع کی کھیتیاں اگائیں گے۔ زروع زرع کی جمع ہے اور زرع عربی زبان میں ربیع کی کھیتی یعنی کنک و جَو وغیرہ کو کہتے ہیں مگر آثار ایسے نہیں ہیں کہ یہ الہام اپنے ظاہر معنوں کے رُو سے پورا ہو کیونکہ ربیع تخمریزی کے ایام گویا گذر گئے۔ لہذا مجھے صرف اجتہاد سے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں کہ تجھے کیا غم ہے تیری کھیتیاں تو بہت نکلیں گی یعنی ہم تیری تمام حاجات کے متکفل ہیں۔ ایسا ہی ایک اور دوسرا الہام متشابہات میں سے ہے۔ جو ۲۴؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مجھے ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ قیصر ہند کی طرف سے شکریہ۔ اب یہ ایسا لفظ ہے کہ حیرت میں ڈالتا ہے کیونکہ مَیں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں اور ہر ایک قابل پسند خدمت سے عاری اور قبل از موت اپنے تئیں مُردہ سمجھتا ہوں۔ میرا شکریہ کیسا۔ سو ایسے الہام متشابہات میں سے ہوتے ہیں جب تک خود خدا ان کی حقیقت ظاہر نہ کرے۔ منہ

دنوں میں ان کی ملازمت لاہور میں ہے۔ یہ اپنے نام کی طرح ایک محب صادق ہیں مجھے افسوس ہے کہ مَیں اپنے اشتہار ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں سہواً اُن کا تذکرہ کرنا بھول گیا۔ وہ ہمیشہ میرے دینی خدمات میں نہایت جوش سے مصروف ہیں خدا ان کو جزاء خیر دے۔ اب خواب کی تفصیل یہ ہے کہ مَیں نے مفتی صاحب موصوف کو خواب میں دیکھا کہ نہایت روشن اور چمکتا ہوا ان کا چہرا ہے اور ایک لباس فاخرہ جو سفید ہے پہنے ہوئے ہیں اور ہم دونوں ایک بگھی میں سوار ہیں اور وہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی کمر پر مَیں نے ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ یہ خواب ہے اور اس کی تعبیر جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے یہ ہے کہ صدق جس سے مَیں محبت رکھتا ہوں ایک چمک کے ساتھ ظاہر ہوگا اور جیسا کہ مَیں نے صادق کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ چمکتا ہے اسی طرح وہ وقت قریب ہے کہ مَیں صادق سمجھا جاؤں گا اور صدق کی چمک لوگوں پر پڑیگی اور ایسا ہی ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز[۱] ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔ مَیں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ عزیز عزت پانے والے کو کہتے ہیں اور سلطان جو خواب میں اس لڑکے کا باپ سمجھا گیا ہے۔ یہ لفظ یعنی سلطان عربی زبان میں اس دلیل کو کہتے ہیں کہ جو ایسی بیّن الظہور ہو جو بباعث اپنے نہایت درجہ کے روشن ہونے کے دلوں پر اپنا تسلّط کرے۔ گویا سلطان کا لفظ تسلّط سے لیا گیا ہے۔ اور سلطان عربی زبان میں ہر ایک قسم کی دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ اور طبائع سلیمہ پر اس کا تسلّط تام ہو جائے پس اس لحاظ سے کہ خواب میں عزیز جو سلطان کا لڑکا معلوم ہوا اُس کی یہ تعبیر ہوئی کہ ایسا نشان جو لوگوں کے دلوں پر تسلّط

---

[۱] یہ رؤیا لفظاً پوری ہوئی کہ جناب مرزا عزیز احمد صاحب خلف مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دادا برگزیدہ کو صادق مان کر بیعت کر لی (الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱ کالم ۳۴)

کرنے والا ہوگا ظہور میں آئیگا اور اس نشان کے ظہور کا نتیجہ جس کو دوسرے لفظوں میں اس نشان کا بچہ کہہ سکتے ہیں دلوں میں میرا عزیز ہونا ہوگا جس کو خواب میں عزیز کی تمثل سے ظاہر کیا گیا۔ پس خدا نے مجھے یہ دکھلایا ہے کہ قریب ہے جو سلطان ظاہر ہو یعنی دلوں پر تسلط کرنے والا نشان جس سے سلطان کے لفظ کا اشتقاق ہے اور اس کا لازمی نتیجہ جو اس کے فرزند کی طرح ہے عزیز ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس انسان سے وہ نشان ظاہر ہو جس کو سلطان کہتے ہیں جو دلوں پر ایسا تسلّط اور قبضہ رکھتا ہے جیسا کہ ظاہری سلطان جس کو بادشاہ کہتے ہیں رعایا پر تسلّط رکھتا ہے تو ضرور ہے کہ ایسے نشان کے ظہور سے اس کا اثر بھی ظاہر ہو۔ یعنی دلوں پر تسلّط اس نشان کا ہو کہ صاحب نشان لوگوں کی نظر میں عزیز بن جائے اور جبکہ عزیز بننے کا موجب اور علّت سلطان ہی ہوا یعنی ایسی دلیل روشن جو دلوں پر تسلط کرتی ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ عزیز ہونا سلطان کے لئے بطور فرزند کے ہوا۔ کیونکہ عزیز ہونے کا باعث سلطان ہی ہے جس نے دلوں پر تسلّط کیا اور تسلط سے پھر یہ عزیز کی کیفیت پیدا ہوئی سو خدا تعالیٰ نے مجھ کو دکھلایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور ایک نشان دلوں کو پکڑنے والا اور دلوں پر قبضہ کرنے والا اور دلوں پر تسلّط رکھنے والا ظاہر ہوگا جس کو سلطان کہتے ہیں۔ اور اس سلطان سے پیدا ہونے والا عزیز ہوگا یعنی عزیز ہونا سلطان کا لازمی نتیجہ ہوگا کیونکہ نتیجہ بھی عربی زبان میں بچہ کو کہتے ہیں۔ فقط

الراقم

مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۲۲؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

تعداد ۱۰۰۰

(۲۱۱)

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✦ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو ✦ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں ✦ نہیں رہ اس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو ✦ اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کے لئے ایک دُعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست

اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال قادر و قدوس حیّ و قیوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے۔ تیرے قدرت کے کام کبھی رُک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔ تو نے ہی اس چودہویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ "اُٹھ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دُنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چُنا" اور تو نے ہی مجھے کہا کہ "تو میری نظر میں منظور ہے۔ مَیں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں" اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا" اور تو نے ہی مجھے مخاطب کرکے کہا کہ "تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید" اور تو نے ہی مجھ

فرمایا کہ " مَیں نے لوگوں کی دعوت کے لئے تجھے منتخب کیا۔ ان کو کہہ دے کہ مَیں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں اور سب سے پہلا مومن ہوں اور تُو نے ہی مجھے کہا کہ " مَیں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو تمام قوموں کے آگے روشن کر کے دکھلاؤں اور کوئی مذہب ان تمام مذاہبوں میں سے جو زمین پر ہیں برکات میں معارف میں تعلیم کی عمدگی میں خدا کی تائیدوں میں خدا کے عجائب غرائب نشانوں میں اسلام سے ہمسری نہ کر سکے " اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ " تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے۔ مَیں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا " مگر اے میرے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذّاب اور دجّال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی دلآزار باتوں سے مجھے ستایا گیا اور میری نسبت یہ بھی کہا گیا کہ " حرام خور لوگوں کا مال کھانے والا وعدوں کا تخلّف کرنے والا حقوق کو تلف کرنے والا لوگوں کو گالیاں دینے والا عہدوں کو توڑنے والا اپنے نفس کے لئے مال کو جمع کرنے والا اور شریر اور خونی ہے " یہ وہ باتیں ہیں جو خود اُن لوگوں نے میری نسبت کہیں جو مسلمان کہلاتے اور اپنے تئیں اچھے اور اہل عقل اور پرہیزگار جانتے ہیں اور ان کا نفس اس بات کی طرف مائل ہے کہ درحقیقت جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور انہوں نے صدہا آسمانی نشان تیری طرف سے دیکھے مگر پھر بھی قبول نہ کیا۔ وہ میری جماعت کو نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک ان میں سے جو بد زبانی کرتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے سو اے میرے مولا قادر خدا ! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ مَیں تیرا مقبول ہوں اور جس سے اُن کا ایمان قوی ہو اور وہ تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلےٰ نمونہ دکھلاویں اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تو اپنے اس بندے کے ساتھ ہے

اور دُنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھلائی دے کہ جو ایک لمحہ میں
مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی اور شمال و جنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے۔ لیکن اگر
اے پیارے مولیٰ میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھ کو اس صفحۂ دُنیا سے مٹا دے
تا میں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں۔ مَیں اس درخواست کے لئے جلدی نہیں کرتا تا میں
خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں۔ لیکن مَیں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت
کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر مَیں اس عالی جناب کا منظورِ نظر ہوں تو تین سال
کے اندر کسی وقت میری اس دُعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو
جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو جیسا کہ آفتاب کے
طلوع اور غروب کو انسانی تدبیروں سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگرچہ اے میرے خداوند یہ سچ
ہے کہ تیرے نشان انسانی ہاتھوں سے بھی ظہور میں آتے ہیں۔ لیکن اس وقت مَیں اسی بات
کو اپنی سچائی کا معیار قرار دیتا ہوں کہ وہ نشان انسانوں کے تصرفات سے بالکل بعید ہو۔ تا
کوئی دشمن اس کو انسانی منصوبہ قرار نہ دے سکے۔ سو اے میرے خدا تیرے آگے کوئی بات
انہونی نہیں۔ اگر تو چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو میرا ہے جیسا کہ مَیں تیرا ہوں تیری جناب
میں الحاح سے دُعا کرتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے کہ مَیں تیری طرف سے ہوں اور اگر یہ سچ ہے کہ
تو نے ہی مجھے بھیجا ہے تو تُو میری تائید میں اپنا کوئی ایسا نشان دکھلا جو پبلک کی نظر میں انسانوں
کے ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے برتر یقین کیا جائے تا لوگ سمجھیں کہ مَیں تیری طرف سے
ہوں۔ اے میرے قادر خدا! اے میرے توانا اور سب قوتوں کے مالک خداوند! تیرے ہاتھ
کے برابر کوئی ہاتھ نہیں اور کسی جنّ اور بھوت کو تیری سلطنت میں شرکت نہیں۔ دُنیا میں ہر
ایک فریب ہوتا ہے اور انسانوں کو شیاطین بھی اپنے جھوٹے الہامات سے دھوکہ دیتے ہیں
مگر کسی شیطان کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ تیرے نشانوں اور تیرے ہیبت ناک ہاتھ کے
آگے ٹھہر سکے یا تیری قدرت کی مانند کوئی قدرت دکھلا سکے کیونکہ تو وہ ہے جس کی شان لا الٰہ

الّا اللہ ہے اور وہ العلی العظیم ہے جو لوگ شیطان سے الہام پاتے ہیں ان کے الہاموں کے ساتھ کوئی قادرانہ غیب گوئی کی روشنی نہیں ہوتی جس میں الوہیت کی قدرت اور عظمت اور ہیبت بھری ہوئی ہو۔ وہ تو ہی ہے جس کی قوت سے تمام تیرے نبی تحدّی کے طور پر اپنے معجزانہ نشان دکھلاتے رہے ہیں اور بڑی بڑی پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں جن میں اپنا غلبہ اور مخالفوں کی درماندگی پہلے سے ظاہر کی جاتی تھی۔ تیری پیشگوئیوں میں تیرے جلال کی چمک ہوتی ہے اور تیری الوہیت کی قدرت اور عظمت اور حکومت کی خوشبو آتی ہے اور تیرے مرسلوں کے آگے فرشتہ چلتا ہے تا ان کی راہ میں کوئی شیطان مقابلہ کے لئے ٹھہر نہ سکے۔ مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری سنہ ۱۹۰۰ عیسوی سے شروع ہو کر دسمبر سنہ ۱۹۰۲ عیسوی تک پورے ہو جائیں گے، میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ دیکھ! میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں۔ لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں اور جس کو تو نے بھیجا ہے اس کی تکذیب کر کے ہدایت سے دور نہ پڑ جائیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔ اور میری تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں یہاں تک کہ سورج اور چاند کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں پیشگوئی کی تاریخوں کے موافق گرہن میں آویں اور تو نے وہ تمام نشان جو ایک سو سے زیادہ ہیں میری تائید میں دکھلائے جو میرے رسالہ تریاق القلوب میں درج ہیں۔ تو نے مجھے وہ چوتھا لڑکا عطا فرمایا جس کی نسبت میں نے پیشگوئی کی تھی کہ عبد الحق غزنوی صاحب امرتسری نہیں مرے گا

جب تک وہ لڑکا پیدا نہ ہولے۔ سو وہ لڑکا اس کی زندگی میں ہی پیدا ہو گیا۔ میں اُن نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری رُوح تیرے نام سے ایسی اُچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے نہ میں نے بلکہ میری رُوح نے اس بات پر زور دیا کہ میں یہ دُعا کروں کہ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور اگر تیرا غضب میرے پر نہیں ہے اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء سے اخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندہ کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ! میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اُٹھاتا ہوں کہ تُو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو جبکہ تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دُعا قبول کروں گا مگر شرکا ء کے بارے میں نہیں تبھی سے میری رُوح دُعاؤں کی طرف دوڑتی ہے۔ اور میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دُعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بیدین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔ اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن اور صلحکاری پھیلے اور تا لوگ یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دُعاؤں کو سُنتا اور ان کی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے۔ اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری آنکھ رہے گی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل ہو اور میں کسی مخالف کو اس اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا اور نہ اُن کو کسی مقابلہ کے لئے بُلاتا ہوں۔ یہ میری دُعا تیری ہی جناب میں ہے کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے۔ میری رُوح گواہی دیتی ہے کہ تو صادق کو ضائع نہیں کرتا اور کاذب تیری جناب میں کبھی عزت نہیں پا سکتا اور وہ جو کہتے ہیں کہ کاذب بھی نبیوں کی طرح تحدّی کرتے ہیں اور اُن کی تائید اور نُصرت

بھی ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ راست بازوں کی۔ وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبوت کے سلسلہ کو مشتبہ کر دیں۔ بلکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔ تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔ آمین ثم آمین۔

المشتہر

مرزا غلام احمد از قادیان ۵ نومبر ۱۸۹۹ء

تعداد ۳۰۰۰ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

---

(۲۱۲)

اپنی جماعت کیلئے اطلاع

یاد رہے کہ یہ اشتہار محض اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ تا میری جماعت خدا کے آسمانی نشان دیکھ کر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے اور ان کو معلوم ہو کہ وہ ایک صادق کا دامن پکڑ رہے ہیں نہ کاذب کا۔ اور تا وہ راست بازی کے تمام کاموں میں آگے بڑھیں اور اُن کا پاک نمونہ دُنیا میں چمکے۔ ان دنوں میں وہ چاروں طرف سے سُن رہے ہیں کہ ہر ایک طرف سے مجھ پر حملے ہوتے ہیں اور نہایت اصرار سے مجھ کو کافر اور دجال اور کذاب کہا جاتا ہے اور قتل کرنے کے لئے فتوے لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہیئے کہ صبر کریں اور گالیوں کا گالیوں کے ساتھ ہرگز جواب نہ دیں اور اپنا نمونہ اچھا دکھاویں۔ کیونکہ اگر وہ بھی ایسی ہی درندگی ظاہر کریں جیسا کہ اُن کے مقابل پر کی جاتی ہے تو پھر ان میں اللہ

دوسروں میں کیا فرق ہے۔ اس لئے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اپنا اجر پا نہیں سکتے جب تک صبر اور تقویٰ اور عفو اور درگذر کی خصلت سب سے زیادہ اُن میں نہ پائی جائے۔ اگر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں تو کیا یہ نئی بات ہے؟ کیا اس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کو ایسا ہی نہیں کہا گیا؟ اگر مجھ پر بہتان لگائے جاتے ہیں تو کیا اس سے پہلے خدا کے رسولوں اور راستبازوں پر الزام نہیں لگائے گئے؟ کیا حضرت موسیٰؑ پر یہ اعتراض نہیں ہوئے کہ اُس نے دھوکہ دے کر ناحق مصریوں کا مال کھایا اور جھوٹ بولا کہ ہم عبادت کے لئے جاتے ہیں اور جلد واپس آئیں گے اور عہد توڑا اور کئی شیرخوار بچوں کو قتل کیا۔ اور کیا حضرت داؤدؑ کی نسبت نہیں کہا گیا کہ اس نے ایک بیگانہ کی عورت سے بدکاری کی اور فریب سے اوریا نام ایک سپہ سالار کو قتل کرا دیا اور بیت المال میں ناجائز دست اندازی کی؟ اور کیا ہارونؑ کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ اس نے گوسالہ پرستی کرائی؟ اور کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اس لفظ سے بجز اس کے کیا مراد تھی کہ اس نے اپنے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ ابھی بعض لوگ زندہ موجود ہوں گے کہ میں واپس آؤں گا مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی اور وہ اب تک واپس نہیں آیا۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض امور پر جاہلوں کے اعتراض ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے واقعہ پر بعض نادان مرتد ہو گئے تھے۔ اور کیا اب تک پادریوں اور آریوں کی قلموں سے وہ تمام جھوٹے الزام ہمارے سیّد و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت شائع نہیں ہوتے جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ غرض مخالفوں کا کوئی بھی میرے پر ایسا اعتراض نہیں جو مجھ سے پہلے خدا کے نبیوں پر نہیں کیا گیا۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ جب تم ایسی گالیاں اور ایسے اعتراض سنو تو غمگین اور دلگیر مت ہو کیونکہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی وہ تمام سنتیں اور عادتیں جو

نبیوں کی نسبت وقوع میں آچکی ہیں ہم میں پوری ہوں۔ ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جب کہ ہم دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اس کی جناب میں تضرعات کریں اور اس کے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں اور اس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جس کی طرف حق پسندوں کی گردنیں جُھک جائیں سو اسی بنا پر میں نے یہ دُعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالےٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دُعا کرے تو میں تیری سُنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونو ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رَبِّ انی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔ اور میری رُوح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سُنے گا اور میرے لئے ضرور کوئی ایسا رحمت اور امن کا نشان ظاہر کر دے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا۔ میں اس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لئے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں بلکہ جیسا کہ میں تمام اُن لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے۔ ایسا ہی میں عام اغراض کی بنا پر بغیر اس کے کہ کسی زید یا بکر کا میرے دل میں تصور ہو خدا تعالیٰ سے ایک آسمانی شہادت چاہتا ہوں جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ اور یہ فقط دُعائیہ اشتہار ہے جو خدا تعالےٰ کی شہادت طلب کرنے کے لئے میں لکھتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اس کی نظر میں صادق نہیں ہوں تو اس تین برس کے عرصہ تک جو ۱۹۰۲ء تک ختم ہوں گے میری تائید میں ایک ادنیٰ قسم کا نشان بھی ظاہر نہیں ہوگا اور اس طرح پر میرا کذب ظاہر ہو جائے گا اور لوگ میرے ہاتھ سے مخلصی پا جائیں گے۔ اور اگر اس مدت تک میرا صدق ظاہر ہو جائے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو بہت سے پردے جو دلوں پر ہیں اُٹھ جائیں گے میری یہ دُعا بدعت نہیں ہے بلکہ ایسی دُعا کرنا اسلام کی عبادات میں سے ہے جو نمازوں میں ہمیشہ پنجوقت مانگی جاتی ہے کیونکہ ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت

علیہم ۔ اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنی ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں ۔ نبیوں کا کمال ۔ صدیقوں کا کمال ، شہیدوں کا کمال ، صلحاء کا کمال ۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو ۔ اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے ، یعنے ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں ۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دُکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے ۔ اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دُور ہو جائے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے ۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں ۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنجوقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے ۔ اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے ۔ حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھایا تھا ۔ دیکھو متی باب ۸ آیت ۹ ۔ پس تم اسی طرح دُعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو ۔ والسلام

راقم

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ۔ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء

(۲۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشتہار

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایھا الناس قد ظہرت ایات اللہ لتائیدی و تصدیق وشہدت لی شہداء اللہ من تحت ارجلکم ومن فوق رؤسکم ومن یمینکم ومن شمالکم ومن انفسکم ومن افاقکم فھل فیکم رجل امین ومن المستبصرین۔ اتقوا اللہ ولا تکتموا شہادات عیونکم و لا تؤثروا الظنون علی الیقین۔ ولا تقدموا تمصصًا غیر ثابتۃ علی ما رأیتم بأعینکم ان کنتم متقین۔ واعلموا ان اللہ یعلم بما فی صدورکم ونیاتکم و لا یخفی علیہ شیٔ من حسناتکم وسیاتکم وان اللہ علیم بما فی صدور العالمین۔ انکم رأیتم ایات اللہ ثم نبذتم دلائل الحق وراء ظہورکم واعرضتم عنھا متعمّدین وقد کنتم منتظرین مجددًا من قبل فاذا جاء ولی اللہ تولیتم وجوھکم مستکبرین۔ أتنتظرون مجددًا ھو غیری وقد مر علی رأس المائۃ من سنین۔ وقد مُلئت الارض جورًا وظلمًا وسبق مساجد اللہ ما یُعبد فی دیور الضالین۔ ففکروا فی انفسکم أ تجعلون رزقکم انکم تکذبون الصادقین۔ انکم کفرتم بمسیح اللہ وایاتہ وما کان لکم ان تتکلموا فیہ و ... فیھا الا خائفین

رومی سلطنت کے ایک معزز عہدہ دار حسین کامی کی نسبت جو پیشگوئی اشتہار ۲۴؍ مئی سنہ ۱۸۹۷ء اور اشتہار ۲۵؍ جون سنہ ۱۸۹۷ء میں درج ہے وہ کامل صفائی سے پوری ہوگئی۔

مَیں نے اپنے اشتہار ۲۴؍ مئی ۱۸۹۷ء میں یہ پیشگوئی شائع کی تھی کہ رومی سلطنت میں جس قدر ارکان دولت سمجھے جاتے ہیں اور سلطنت کی طرف سے کچھ اختیار رکھتے ہیں ان میں ایسے لوگ بکثرت ہیں جن کا چال چلن سلطنت کو مضر ہے کیونکہ ان کی عملی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کے لکھنے اور شائع کرنے کا باعث جیسا کہ مَیں نے اسی اشتہار ۲۴؍ مئی ۱۸۹۷ء میں بہ تفصیل لکھا ہے یہ ہوا تھا کہ ایک شخص مسمی حسین بک کامی وائس قونسل مقیم کراچی قادیان میں میرے پاس آیا جو اپنے تئیں سلطنت روم کی طرف سے سفیر ظاہر کرتا تھا اور اپنی نسبت اور اپنے باپ کی نسبت یہ خیال رکھتا تھا کہ گویا یہ دونوں اوّل درجہ کے سلطنت کے خیر خواہ اور دیانت اور امانت میں دونوں مقدس وجود اور سراپا نیکی اور راست بازی اور تدین کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں بلکہ جیسا کہ پرچہ اخبار ۱۵؍ مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں لکھا ہے اس شخص کی ایسی ایسی لاف وگزاف سے لوگوں نے اس کو نائب حضرت سلطان روم سمجھا اور یہ مشہور کیا گیا کہ یہ بزرگوار محض اس غرض سے لاہور وغیرہ نواح سے اس ملک میں تشریف لائے ہیں کہ تا اس ملک کے غافلوں کو اپنی پاک زندگی کا نمونہ دکھلادیں اور تا لوگ ان کے مقدس اعمال کو دیکھ کر ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بناویں اور اس تعریف میں یہانتک اصرار کیا گیا تھا کہ اسی ایڈیٹر ناظم الہند نے اپنے پرچہ مذکورہ یعنی ۱۵؍ مئی ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں جھوٹ اور بے شرمی کی کچھ بھی پروا نہ کرکے یہ بھی شائع کر

دیا تھا کہ یہ نائب خلیفۃ اللہ سلطان روم جو پاک باطنی اور دیانت اور امانت کی وجہ سے
سراسر نور ہیں یہ اس لئے قادیان میں بُلائے گئے ہیں کہ تا مرزائے قادیاں اپنے افترا سے
اس نائب الخلافت یعنے مظہر نور الٰہی کے ہاتھ پر توبہ کرے اور آئندہ اپنے تئیں مسیح موعود
ٹھہرانے سے باز آجائے اور ایسا ہی اور بھی بعض اخباروں میں میری بدگوئی کو مدنظر رکھ کر
اس قدر اس شخص کی تعریفیں کی گئیں کہ قریب تھا کہ اس کو آسمان چہارم کا فرشتہ بنا دیتے
لیکن جب وہ میرے پاس آیا تو اس کی شکل دیکھنے سے ہی میری فراست نے یہ گواہی دی کہ
یہ شخص امین اور دیانت دار اور پاک باطن نہیں ہے اور ساتھ ہی میرے خدا نے مجھ کو القا
کیا کہ رومی سلطنت انہی لوگوں کی شامت اعمال سے خطرہ میں ہے کیونکہ یہ لوگ کہ جو علیٰ حسب
مراتب قرب سلطان سے کچھ حصہ رکھتے ہیں اور اس سلطنت کی نازک خدمات پر مامور ہیں یہ
اپنی خدمات کو دیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچے خیرخواہ نہیں ہیں بلکہ اپنی طرح طرح
کی خیانتوں سے اس اسلامی سلطنت کو جو حرمین شریفین کے محافظ اور مسلمانوں کے لئے مغتنمات
میں سے ہے کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ سو میں اس الہام کے بعد محض القاء الٰہی کی وجہ سے
حسین بک کامی سے سخت بیزار ہو گیا۔ لیکن نہ رومی سلطنت کے بغض کی وجہ سے بلکہ محض
اس کی خیرخواہی کی وجہ سے۔ پھر ایسا ہوا کہ ترک مذکور نے درخواست کی کہ میں خلوت میں
کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ وہ مہمان تھا اس لئے میرے دل نے اخلاقی حقوق کی وجہ سے
جو تمام بنی نوع کو حاصل ہیں یہ نہ چاہا کہ اس کی اس درخواست کو رد کروں۔ سو میں نے اجازت
دی کہ وہ میرے خلوت خانہ میں آجائے اور جو کچھ بات کرنا چاہتا ہے کرے۔ پس جب سفیر
مذکور میرے خلوت خانہ میں آیا تو اس نے جیسا کہ میں نے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے پہلے
اور دوسرے صفحہ میں لکھا ہے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میں اُن کے لئے دُعا کروں۔ تب میں
نے اس کو وہی جواب دیا جو اشتہار مذکور کے صفحہ ۲ میں درج ہے جو آج سے قریباً دو برس
پہلے تمام برٹش انڈیا میں شائع ہو چکا ہے چنانچہ اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲ کی یہ

عبارت ہے جو میری طرف سے سفیر مذکور کو جواب ملا تھا اور وہ یہ ہے جو میں موٹی قلم سے لکھتا ہوں " سلطان روم کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اُس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں " دیکھو صفحہ ۱ و سطرہ ۶ اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء مطبع ضیاء الاسلام قادیان

پھر میں نے اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۹ کے مطابق اُس ترک کو نصیحت دی اور اشارہ سے اس کو یہ سمجھایا کہ اس کشف کا اوّل نشانہ تم ہو اور تمہارے حالات الہام کے رو سے اچھے معلوم نہیں ہوتے توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ چنانچہ یہی لفظ کہ " توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ " اس اشتہار کے صفحہ ۲ سطر میں اب تک موجود ہے جو سفیر مذکور کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا۔ پس یہ تقریر میری جو اس اشتہار میں سے اس جگہ لکھی گئی ہے دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی (۱) ایک یہ کہ میں نے اس کو صاف لفظوں میں سمجھا دیا کہ تم لوگوں کا چال چلن اچھا نہیں ہے اور دیانت اور امانت کی نیک صفات سے تم محروم ہو (۲) دوسرے یہ کہ اگر تیری یہی حالت رہی تو تجھے اچھا پھل نہیں ملے گا اور تیرا انجام بد ہوگا۔ پھر میں نے صفحہ ۳ میں بطور پیشگوئی سفیر مذکور کی نسبت لکھا ہے " اُس کے لئے (یعنی سفیر مذکور کے لئے) بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا۔ میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اس کی سخت بدقسمتی ہے " دیکھو صفحہ ۳ سطر نمبر ۱۔ اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء۔ پھر اسی صفحہ کی سطر ۹ میں یہ پیشگوئی ہے " اللہ جل شانہ جانتا ہے جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے۔" پھر میں نے اشتہار ۲۵ رجون ۱۸۹۷ء کے صفحہ میں مذکورہ پیشگوئیوں کا اعادہ کر کے دسویں سطر سے سولھویں سطر تک یہ

عبارت لکھی ہے۔ " ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل

اور قوائے اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور اُس

ہے (حاشیہ اگلے صفحہ پر۔ مرتب)

خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود ان کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے سو ہماری وہ تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔

پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۲ میں یعنے سطر ۱۹ سے ۲۱ تک یہ عبارت ہے۔ "کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غدّاری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں" یاد رہے کہ ابھی میں اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے حوالہ سے بیان کر چکا ہوں کہ یہ غدّاری اور نفاق کی سرشت بذریعہ

۱؎ نہایت افسوس کی بات ہے کہ جس عادت زبوں نے ترکوں کو یہ روز بد دکھایا اور عیسائی سلطنتوں کے ہاتھوں اُسے برباد کرایا، وہ عادت ابھی تک ان میں کم و بیش پائی جاتی ہے۔ یہ عادت ملک و قوم کی اغراض پر اپنی ذاتی اغراض کو ترجیح دینا ہے۔ حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ یہ تباہی بخش مرض عام لوگوں کے طبقہ سے گذر کر مقتدر اور برگزیدہ طبقہ کے اشخاص میں گھر کر گیا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ کسی نہ کسی نمک حرام ترک افسر کی غداری کی خبریں مشہور نہ ہوتی ہوں۔ اب جو شخص ملک و قوم کی اغراض کو ایک طرف پھینک کر غداری کے میدان میں نکلا ہے۔ کمال الدین پاشا فرزند عثمان پاشا ہی۔ یہ نوجوان   داماد تھا مگر کچھ عرصہ سے اس کی ہوا ایسی بگڑی ہے اور کسی دشمن نے اُس پر ایسا جادو چلایا ہے کہ وہ علانیہ سرکشی پر کمربستہ ہو گیا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر دختر سلطان المعظم نے اس سے کنارہ کر لیا اور زوجیت کے تمام تعلقات قطع کر دیئے۔ اب یہ نوجوان بروسا میں نظر بند کیا گیا ہے اور اس کے تمام تمغہ جات و جاگیر وغیرہ ضبط ہو گئی۔ کیسا دردناک سبق ہے کہ جس شخص کو سلطنت کی ترقی و اقبال میں ساعی ہونا چاہئے تھا وہ سازش کے جرم میں زندان میں ڈالا جائے جب تک ترکوں میں اس قسم کے آدمی ہیں وہ اپنے آپ کو کبھی بھی خطرہ سے باہر نہیں نکال سکتے۔ منقول از اخبار وکیل نمبر ۲۲ جلد ۱۰ مؤرخہ ۲۸ اگست ۱۹۱۱ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۲۔

الہام الٰہی حسین بک کامی میں معلوم کرائی گئی ہے۔ غرض میرے ان اشتہارات میں جس قدر پیشگوئیاں ہیں جو میں نے اس جگہ درج کر دی ہیں اُن سب سے اوّل مقصود بالذات حسین کامی مذکور تھا۔ ہاں یہ بھی پیشگوئی سے مفہوم ہوتا تھا کہ اس کے علاوہ کے اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو سلطنت روم کے ارکان اور کارکن سمجھے جاتے ہیں۔ مگر بہر حال الہام کا اوّل نشانہ یہی شخص حسین کامی تھا جس کی نسبت ظاہر کیا گیا کہ وہ ہرگز امین اور دیانت دار نہیں اور اس کا انجام اچھا نہیں جیسا کہ ابھی میں نے اپنے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حسین کامی کی نسبت مجھے الہام ہوا کہ یہ آدمی سلطنت کے ساتھ دیانت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے اور اسی کو میں نے مخاطب کر کے کہا کہ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔

یہ تو میرے الہامات تھے جو میں نے صاف دلی سے وکھول انسانوں میں بذریعہ اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء اور اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء شائع کر دیئے۔ مگر افسوس کہ ان اشتہارات کے شائع کرنے سے ہزارہا مسلمان میرے پر لوٹ پڑے۔ بعض کو تو قلّتِ تدبّر کی وجہ سے یہ دھوکہ لگا کہ گویا میں نے سلطان روم کی ذات پر کوئی حملہ کیا ہے حالانکہ وہ میرے اشتہارات اب تک موجود ہیں سلطان کی ذات سے اُن پیشگوئیوں کو کچھ تعلق نہیں۔ صرف بعض ارکان سلطنت اور کارکن لوگوں کی نسبت الہام شائع کیا گیا ہے کہ وہ امین اور دیانت دار نہیں ہیں۔ اور کھلے کھلے طور پر اشارہ کیا گیا ہے کہ اوّل نشانہ ان الہامات کا وہی حسین کامی ہے اور وہی دیانت اور امانت کے پیرایہ سے محروم اور بے نصیب ہے۔ اور ان اشتہاروں کے شائع ہونے کے بعد بعض اخبار والوں نے حسین کامی کی حمایت میں میرے پر حملے کئے کہ ایسے امین اور دیانت دار کی نسبت یہ الہام ظاہر کیا ہے کہ وہ سلطنت کا سچا امین اور دیانتدار [illegible] نہیں ہے اور اس کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے اور اس کو ڈرایا گیا ہے کہ توبہ کرو ورنہ تیرا انجام اچھا نہیں حالانکہ وہ مہمان تھے۔ انسانیت کا یہ تقاضا تھا کہ اس کی عزت کی جاتی"۔ [illegible] الہامات کا میری طرف سے [illegible]

کے جوش سے حسین کامی کو کچھ نہیں کہا بلکہ جو کچھ میں نے اس پر الزام لگایا تھا وہ الہام الٰہی کے ذریعہ سے تھا نہ ہماری طرف سے۔ مگر افسوس کہ اکثر اخبار والوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ درحقیقت حسین کامی بڑا امین اور دیانت دار بلکہ نہایت بزرگوار اور نائب خلیفۃ المسلمین سلطان روم تھا۔ اس پر ظلم ہوا کہ اس کی نسبت ایسا کہا گیا اور اکثر نے تو اپنی بات کو زیادہ رنگ چڑھانے کے لئے میرے تمام کلمات کو سلطان المعظم کی طرف منسوب کر دیا تا مسلمانوں میں جوش پیدا کریں۔ چنانچہ میرے ان الہامات سے اکثر مسلمان جوش میں آ گئے اور بعض نے میری نسبت لکھا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ اب ہم ذیل میں بتلاتے ہیں کہ ہماری یہ پیشگوئی سچی نکلی یا جھوٹی واضح ہو کہ عرصہ تخمیناً دو ماہ یا تین ماہ کا گذرا ہے کہ ایک معزز ترک کی معرفت ہمیں یہ خبر ملی تھی کہ حسین کامی مذکور ایک ارتکاب جرم کی وجہ سے اپنے عہدہ سے موقوف کیا گیا ہے اور اس کی املاک ضبط کی گئی۔ مگر میں نے اس خبر کو ایک شخص کی روایت خیال کر کے شائع نہیں کیا تھا کہ شاید غلط ہو۔ آج اخبار نیر آصفی مدراس مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء کے ذریعہ سے ہمیں مفصل طور پر معلوم ہو گیا کہ ہماری وہ پیشگوئی حسین کامی کی نسبت نہایت کامل صفائی سے پوری ہو گئی۔ ہماری وہ نصیحت جو ہم نے اپنے خلوت خانہ میں اس کو کی تھی کہ **توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ**۔ جس کو ہم نے اپنے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا تھا اس پر پابند نہ ہونے سے آخر وہ اپنی پاداش کردار کو پہنچ گیا۔ اور اب وہ ضرور اس نصیحت کو یاد کرتا ہوگا مگر افسوس یہ ہے کہ وہ اس ملک کے بعض ایڈیٹران اخبار اور مولویان کو بھی جو اس کو نائب خلیفۃ المسلمین اور رکن امین سمجھ بیٹھے تھے اپنے ساتھ ہی ندامت کا حصہ دے گیا اور اس طرح پر انہوں نے ایک صادق کی پیشگوئی کی تکذیب کا مزہ چکھ لیا۔ اب ان کو چاہیئے کہ آئندہ اپنی زبانوں کو سنبھالیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ میری تکذیب کی وجہ سے بار بار ان کو خجالت پہنچ رہی ہے۔ اگر وہ سچ پر ہیں تو کیا باعث کہ ہر ایک بات میں آخر کار کیوں ان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اب ہم اخبار مذکور میں سے وہ چٹھی مع تمہیدی عبارت کے ذیل میں نقل کر دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔

"چندۂ مظلومان کریٹ اور ہندوستان"

"ہمیں آج کی ولایتی ڈاک میں اپنے ایک معزز اور لائق نامہ نگار کے پاس سے ایک قسطنطنیہ والی چٹھی ملی ہے جس کو ہم اپنے ناظرین کی اطلاع کے لئے درج ذیل کئے دیتے ہیں۔ اور ایسا کرتے ہوئے ہمیں کمال افسوس ہوتا ہے۔ افسوس اس وجہ سے کہ ہمیں اپنی ساری امیدوں کے برخلاف اس مجرمانہ خیانت کو جو سب سے بڑی اور سب سے زیادہ منتظم و مہذب اسلامی سلطنت کے وائس قونصل کی جانب سے بڑی بے دردی کے ساتھ عمل میں آئی اپنے ان کانوں سے سننا اور پبلک پر ظاہر کرنا پڑا ہے جو کیفیت جناب مولوی حافظ عبد الرحمٰن صاحب الہندی نزیل قسطنطنیہ نے ہمیں معلوم کرائی ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حسین بک کامی نے بڑی بے شرمی کے ساتھ مظلومان کریٹ کے روپیہ کو بغیر ڈکار لینے کے ہضم کرلیا اور کارکن کمیٹی چندہ نے بڑی فراست اور عرقریزی کے ساتھ ان سے روپیہ اگلوایا مگر یہ دریافت نہیں ہوا کہ وائس قونصل مذکور پر عدالت عثمانیہ میں کوئی نالش کی گئی یا نہیں ہماری رائے میں ایسے خائن کو عدالتانہ کارروائی کے ذریعہ عبرت انگیز سزا دینی چاہیئے۔ بہرحال ہم امید کرتے ہیں کہ یہی ایک کیس غبن کا ہوگا جو اس چندہ کے متعلق وقوع میں آیا ہو۔ اور جو رقوم چندہ جناب مُلّا عبد القیوم صاحب اوّل تعلقدار لنگسگور اور جناب عبد العزیز بادشاہ صاحب ٹرکش قونصل مدراس کی معرفت حیدر آباد اور مدراس سے روانہ ہوئیں وہ بلا خیانت قسطنطنیہ کو کمیٹی چندہ کے پاس برابر پہنچ گئی ہوں گی۔"

"قسطنطنیہ کی چٹھی"

"ہندوستان کے مسلمانوں نے جو گذشتہ دو سالوں میں مہاجرین کریٹ اور مجروحین عساکر حرب یونان کے واسطے چندہ فراہم کرکے قونصل ہائے دولت علیہ ترکیہ مقیم ہند کو دیا

تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زرِ چندہ تمام و کمال قسطنطنیہ میں نہیں پہونچا۔ اور اس امر کے باور کرنے کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ حسین بک کامی وائس قونصل مقیم کراچی کو جو ایک ہزار چھ سو روپیہ کے قریب مولوی انشاء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر اور مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے مختلف مقامات سے وصول کر کے بھیجا تھا وہ سب غبن کر گیا۔ ایک کوڑی تک قسطنطنیہ میں نہیں پہنچائی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ سلیم پاشا ملحمہ کارکن کمیٹی چندہ کو جب خبر پہنچی تو اس نے بڑی جانفشانی کے ساتھ اس روپیہ کے اگلوانے کی کوشش کی اور اس کی اراضی مملوکہ کو نیلام کرا کر وصولی رقم کا انتظام کیا اور باب عالی میں غبن کی خبر بھجوا کر نوکری سے موقوف کرایا۔ اسی لئے ہندوستان کے جملہ اصحاب جرائد کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس اعلان کو قومی خدمت سمجھ کر چار مرتبہ متواتر اپنے اخبارات میں مشتہر فرمائیں اور جس وقت ان کو معلوم ہو کہ فلاں شخص کی معرفت اس قدر روپیہ چندہ کا بھیجا گیا تو اس کو اپنے جریدہ میں مشتہر کرائیں اور نام مع عنوان کے ایسا مفصل لکھیں کہ بشرط ضرورت اس سے خط و کتابت ہو سکے اور ایک پرچہ اس جریدہ کا خاکسار کے پاس بمقام قاہرہ اس پتہ سے روانہ فرمادیں۔ حافظ عبدالرحمٰن الہندی الامرتسری۔ سکہ جدیدہ۔ وکالہ صالح آفندی قاہرہ (ملک مصر)"

المشتہر

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۸ر نومبر ۱۸۹۹ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

[illegible]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار

ایک عظیم الشان پیشگوئی کا پورا ہونا

اور نیز

ان لوگوں کا جواب جنہوں نے نافہمی سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے انکار کیا ہے

اس بات کی زیادہ تصریح کی ضرورت نہیں کہ میں نے ایک پیشگوئی مولوی محمد حسین بٹالوی اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت اپنے اشتہار مجریہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی جس کا خلاصہ یہی تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اپنے قلم سے انواع و اقسام کے بہتانوں سے میری ذلّت کی ہے اور نیز اسی قسم کی ذلّت بیجا تحریروں سے جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی اپنے دوستوں سے کرائی ہے۔ یہ کارروائی اس کی جناب الٰہی میں موردِ اعتراض ہو کر مجھے الہام ہوا ہے کہ جس قسم کی اس نے میری ذلّت کی اور مذکورہ بالا دو اپنے دوستوں سے کرائی اسی قسم کی ذلّت اس کی بھی ہو جائے گی۔ یہ الہام ہزاروں انسانوں میں شائع ہوا۔ یہاں تک کہ اسی کی بنا پر ایک مقدمہ میرے پر ہو کر اس بہانہ سے عدالت تک بھی اس الہام کی شہرت ہو گئی مگر افسوس کہ اب تک بعض کوتہ اندیش اور ناداں دوست محمد حسین کے محض خلاف واقعہ طور پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور جو پیشگوئی میں ذلّت کا وعدہ تھا وہ اب تک ظہور

میں نہیں آیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب ثناء اللہ نام امرتسری نے بھی پرچہ اخبار عام نومبر ۱۸۹۹ء میں اعتراض پیش کیا ہے۔ اور چونکہ ان مولویوں کی یہ عادت ہے کہ ایک خلاف واقعہ بات پر جم کر پھر ہزاروں انسانوں کو وہی سبق دیتے ہیں اور اس طرح پر ایک شخص کی غلط فہمی ہزاروں انسانوں کو غلطی میں ڈالتی ہے۔ لہٰذا میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ وہ پیشگوئی مع تمام اس کے لوازم کے تحریر کرکے پبلک کے سامنے رکھوں تا لوگ خود انصاف کرلیں کہ آیا وہ پیشگوئی پوری ہوگئی یا کچھ کسر باقی ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں مبسوط طور پر اوّل سے آخر تک اس کو لکھتے ہیں۔

سو واضح ہو کہ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے میرے ذلیل کرنے کی غرض سے تمام لوگوں میں مشہور کیا تھا کہ یہ شخص مہدی معہود اور مسیح موعود سے منکر ہے اس لئے بیدین اور کافر اور دجّال ہے بلکہ اسی غرض سے ایک استفتاء لکھا تھا اور علماء ہندوستان اور پنجاب کی اس پر مہریں ثبت کرائیں تھیں تا عوام مسلمان مجھ کو کافر سمجھ لیں اور پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ گورنمنٹ تک خلاف واقعہ یہ شکایتیں پہونچائیں کہ یہ شخص گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیالات رکھتا ہے اور عوام کے بیزار کرنے کے لئے یہ بھی جابجا مشہور کیا کہ یہ شخص جاہل اور علم عربی سے بے بہرہ ہے اور ان تینوں قسم کے جھوٹ کے استعمال سے اس کی غرض یہ تھی کہ تا عوام مسلمان مجھ پر بدظن ہوکر مجھے کافر خیال کریں اور ساتھ ہی یہ بھی یقین کرلیں کہ یہ شخص درحقیقت علم عربی سے بے بہرہ ہے اور نیز گورنمنٹ بدظن ہوکر مجھے باغی قرار دے یا اپنا بدخواہ تصور کرے۔ جب محمد حسین کی بداندیشی اس حد تک پہنچی کہ اپنی زبان سے بھی میری ذلت کی اور لوگوں کو بھی خلاف واقعہ تکفیر سے جوش دلایا اور گورنمنٹ کو بھی جھوٹی مخبریوں سے دھوکہ دینا چاہا اور یہ ارادہ کیا کہ وجوہ متذکرہ بالا کو عوام اور گورنمنٹ کے دل میں جما کر میری ذلت کرادے تب میں نے اس کی نسبت اور اس کے دو دوستوں کی نسبت جو محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی ہیں وہ بددعا کی جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے۔ اور

جیسا کہ اشتہار مذکور میں مَیں نے لکھا ہے یہ الہام مجھ کو ہوا۔ ان الذین یصدون عن سبیل اللّٰہ سینالھم غضب من ربّھم۔ ضرب اللّٰہ اشد من ضرب الناس۔ انما امرنا اذا اردنا شیئًا ان نقول لہ کن فیکون۔ أ تعجب لامری۔ انّی مع العشاق۔ انی انا الرحمٰن ذوالمجد والعلٰے۔ ویعض الظالم علٰی یدیہ۔ ویُطرح بین یدیّ۔ جزاء سیّئۃ بمثلھا و ترھقھم ذلۃ۔ ما لھم من اللّٰہ من عاصم۔ فاصبر حتّٰی یاتی اللّٰہ بامرہ۔ ان اللّٰہ مع الّذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ ترجمہ اس الہام کا یہ ہے کہ جو لوگ خدا تعالےٰ کی راہ سے روکتے ہیں عنقریب خدا تعالےٰ کا غضب ان پر وارد ہوگا۔ خدا کی مار انسانوں کی مار سے سخت تر ہے۔ ہمارا حکم تو اتنے میں ہی نافذ ہو جاتا ہے کہ جب ہم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس چیز کو کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ کیا تو میرے حکم سے تعجب کرتا ہے۔ میں عاشقوں کے ساتھ ہوں۔ میں ہی وہ رحمان ہوں جو بزرگی اور بلندی رکھتا ہے اور ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا اور میرے آگے ڈال دیا جائے گا۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے اور ان کو ذلّت پہنچے گی یعنے اسی قسم کی ذلّت اور اسی مقدار کی ذلّت جس کے پہنچانے کا انہوں نے ارادہ کیا ان کو پہنچ جائے گی۔ خلاصہ منشاء الہام یہ ہے کہ وہ ذلّت مثلی ہوگی کیونکہ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے کوئی ان کو بچانے والا نہیں۔ پس صبر کر جب تک کہ اللہ تعالےٰ اپنے امر کو ظاہر کرے۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکی کرنے والے ہیں۔

یہ پیشگوئی ہے جو خدا تعالیٰ نے محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت کی تھی اور اس میں ظاہر کیا تھا کہ اسی ذلّت کے موافق ان کو ذلّت پہنچائی جائے گی جو انہوں نے پہنچائی ہو۔ یہ پیشگوئی اس طرح پر پوری ہوئی کہ محمد حسین نے اس پیشگوئی کے بعد پوشیدہ طور پر ایک انگریزی فہرست*

* بعض نادان ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دھوکہ سے کیوں مولوی محمد حسین پر قسم کھا کر [illegible] لکھا [illegible]

اپنی ان کارروائیوں کی شائع کی جن میں گورنمنٹ کے مقابل جہاد کی تائید ہے اور اس فہرست
میں یہ جتلانا چاہا کہ منجملہ میری خدمات کے ایک یہ بھی خدمت ہے کہ میں نے اپنے رسالہ
اشاعۃ السنہ میں لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں اور اس فہرست کو اس نے
بڑی احتیاط سے پوشیدہ طور پر شائع کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ قوم کے روبرو اس فہرست کے
برخلاف اس نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے اور اس دورنگی کے ظاہر ہونے سے وہ ڈرتا تھا کہ اپنی
قوم مسلمانوں کے روبرو تو اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ایسے مہدی کو بدل و جان مانتا ہے
کہ جو دنیا میں آکر لڑائیاں کرے گا اور ہر ایک قوم کے مقابل پر یہاں تک کہ عیسائیوں
کے مقابل پر بھی تلوار اُٹھائے گا۔ اور پھر اس فہرست انگریزی کے ذریعہ سے گورنمنٹ
پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ خونی مہدی کے متعلق تمام حدیثوں کو مجروح اور ناقابل اعتبار جانتا ہے
لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ پوشیدہ کارروائی اس کی پکڑی گئی اور نہ صرف قوم کو

کہ یہ لوگ اپنے قدیم تعصب اور بخل سے باز نہیں آتے۔ یاد رہے کہ اصل موجب ذلت کی وہ انگریزی فہرست
تھی جو پوشیدہ طور پر محمد حسین نے چھاپ کر گورنمنٹ کی طرف بھیجی تھی۔ پس جب یہ ذلت کا مادہ ہمارے
ہاتھ میں آیا تو ہم نے استفتاء طیار کرکے اور اس فہرست انگریزی کا مضمون پیش کرکے مولویوں سے اس
پر کفر کی مہریں لگوائیں۔ سو اس میں ہماری طرف سے کوئی اختراع نہ تھا۔ اصل مادہ جو ہم دکھلانا چاہتے تھے
وہ فہرست تھی جو ہمارے ہاتھ آگئی۔ اگر ہم استفتاء بھی تیار نہ کرتے تاہم وہ فہرست محمد حسین کی
ذلت کے لئے کافی تھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ محمد حسین کا ایک منہ نہیں ہے بلکہ وہ دو منہ سے
کام لیتا ہے۔ اپنی قوم کے روبرو جو وہابی ہیں غازی مہدی پر ایمان ظاہر کرتا ہے پھر گورنمنٹ کے
خوش کرنے کے لئے غازی مہدی کی حدیثوں کو مجروح اور ضعیف قرار دیتا ہے اور یہ طریق اور یہ برتاؤ
یکرنگ انسانوں کا ہرگز نہیں ہوتا۔ سو ذلت تو اس دورنگی میں تھی جو ہم نے ثابت کردی۔ استفتاء کا اس
میں کچھ حقیقی دخل نہ تھا۔ افسوس یہ لوگ نہیں سوچتے کہ استفتاء میں ہماری طرف سے کونسی خیانت تھا
کیا استفتاء میں کسی کا نام ظاہر کرنا بھی شرط ہے۔ منہ

اس سے اطلاع ہوئی بلکہ گورنمنٹ تک بھی یہ بات پہنچ گئی کہ اس نے اپنی تحریروں میں دونوں فریق گورنمنٹ اور رعایا کو دھوکہ دیا ہے اور ہر ایک ادنیٰ العقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ پردہ دری محمد حسین کی ذلت کا باعث تھی اور وہی انکار مہدی جس کی وجہ سے اس ملک کے نادان مولوی مجھے دجال اور کافر کہتے تھے محمد حسین کے انگریزی رسالہ سے اس کی نسبت بھی ثابت ہوگیا یعنے یہ کہ وہ بھی اپنے دل میں ایسی حدیثوں کو موضوع اور بیہودہ اور لغو جانتا ہے۔ غرض یہ ایک ایسی ذلت تھی کہ یک دفعہ محمد حسین کو اپنی ہی تحریروں کی وجہ سے پیش آگئی۔ اور ابھی ایسی ذلت کا کہاں خاتمہ ہے بلکہ آئندہ بھی جیسے جیسے گورنمنٹ اور مسلمانوں پر کھلتا جائے گا کہ کیسے اس شخص نے دورنگی کا طریق اختیار کر رکھا ہے ویسے ویسے اس ذلت کا مزہ زیادہ سے زیادہ محسوس کرتا جائے گا اور اس ذلت کے ساتھ ایک دوسری ذلت اس کو یہ پیش آئی کہ میرے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۲ کے اخیر سطر میں جو یہ الہامی عبارت تھی کہ اُعْجِبُ لِاَمْرِیْ اس پر مولوی محمد حسین صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ یہہ عبارت غلط ہے اس لئے یہ خدا کا الہام نہیں ہو سکتا اور اس میں غلطی یہ ہے کہ فقرہ اُعجب لامری لکھا ہے یہ من امری چاہیئے تھا کیونکہ عجب کا صلہ من آتا ہے نہ لام۔ اس اعتراض کا جواب میں نے اپنے اُسی اشتہار میں دیا ہے جس کے عنوان پر موٹی قلم سے یہ عبارت ہے **"حاشیہ متعلقہ صفحہ اول اشتہار مورخہ ۳۰ر نومبر ۱۸۹۸ء"** اس جواب کا ماحصل یہ ہے کہ معترض کی یہ نادانی اور ناواقفیت اور جہالت ہے کہ وہ ایسا خیال کرتا ہے کہ گویا عجب کا صلہ لام نہیں آتا۔ اس اعتراض سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ معترض فن عربی سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے اور صرف نام کا مولوی ہے کیونکہ ایک بچہ بھی جس کو کچھ تھوڑی سی مہارت عربی میں ہو سمجھ سکتا ہے کہ عربی میں عجب کا صلہ لام بھی بکثرت آتا ہے اور یہ ایک شائع متعارف امر ہے اور تمام اہل ادب اور اہل بلاغت کی کلام میں یہ صلہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس معروف و مشہور شعر میں لام ہی صلہ بیان کیا گیا ہے اور وہ شعر یہ ہے

عجبت لمولود لیس له اب ٭ ومن ذی ولد لیس له ابوان

یعنی اس بچہ سے مجھے تعجب ہے جس کا باپ نہیں یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اور اس سے زیادہ تعجب اس بچوں والوں سے ہے جس کے ماں باپ دونوں نہیں اس شعر میں دونوں صلوں کا بیان ہے لام کے ساتھ بھی اور من کے ساتھ بھی۔ اور ایسا ہی دیوان حماسہ میں جو بلاغت فصاحت میں ایک مسلّم اور مقبول دیوان ہے اور سرکاری کالجوں میں داخل ہے پانچ شعر میں عجب کا صلہ لام ہی لکھا ہے۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایک شعر یہ ہے جو دیوان مذکور کے صفحہ ۹ میں درج ہے۔

عجبت لمسراھا وانّی تخلصت ٭ الیّ وباب السجن دونی مغلق

یعنے وہ معشوقہ جو عالم تصوّر میں میرے پاس چلی آئی مجھے تعجب ہوا کہ وہ ایسے زندان میں جس کے دروازے بند تھے میرے پاس جو مَیں قید میں تھا کیونکر چلی آئی۔ دیکھو اس شعر میں بھی اس بلیغ فصیح شاعر نے عجبت کا صلہ لام ہی بیان کیا ہے جیسا کہ لفظ لمسراھا سے ظاہر ہے۔ اور ایسا ہی وہ تمام اشعار اس دیوان کے جو صفحہ ۳۹۰، ۴۱۱، ۵۷۵ و ۵۱۱ میں درج ہیں ان سب میں عجب کا صلہ لام ہی لکھا ہے۔ جیسا کہ یہ شعر ہے۔

عجبت لسعی الدھر بینی وبینھا ٭ فلمّا انقضی ما بیننا سکن الدھر

یعنے مجھے اس بات سے تعجب آیا کہ زمانہ نے ہم میں جدائی ڈالنے کے لئے کیا کیا کوششیں کیں مگر جب وہ ہمارا وقت عشقبازی کا گذر گیا تو زمانہ بھی چُپ ہو گیا۔ اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عجب کا صلہ لام ہی آیا ہے۔ اور ایسا ہی حماسہ کا یہ شعر ہے۔

عجبت لبرءٍ منك یا عزبعد ما ٭ عمرت زمانًا منك غیر صحیح

یعنے اے معشوقہ یہ عجیب بات ہے کہ تیرے سبب سے ہی مَیں اچھا ہوا یعنی تیرے وصال سے اور تیرے سبب سے ہی ایک مدّت دراز تک مَیں بیمار رہا یعنی تیری جدائی کی وجہ

سے علیل رہا۔ شاعر کا مطلب اس شعر سے یہ ہے کہ وہ اپنی معشوقہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میری بیماری کا بھی تو ہی سبب تھی اور پھر میرے اچھا ہو جانے کا بھی تو ہی سبب ہوئی۔ اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عجب کا صلہ لام ہی آیا ہے۔ پھر ایک اور شعر حماسہ میں ہے اور وہ یہ ہے :-

عجبا لاحمد والعجائب جمة ٭ انی یلوم علی الزمان تبذلی

یعنی مجھ کو احمد کی اس حرکت سے تعجب ہے اور عجائب پر عجائب جمع ہو رہے ہیں کیونکہ وہ مجھے اس بات پر ملامت کرتا ہے کہ میں نے زمانہ کی گردش سے بازی کو کیوں ہار دیا۔ وہ کب تک مجھے ایسی بیہودہ ملامت کرے گا۔ کیا وہ نہیں سمجھتا کہ ہمیشہ زمانہ موافق نہیں رہتا اور تقدیر بد کے آگے تدبیر پیش نہیں جاتی۔ پس میرا اس میں کیا قصور ہے کہ زمانہ کی گردش سے میں ناکام رہا۔ اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عجب کا صلہ لام آیا ہے۔ اور اسی حماسہ میں اسی قسم کا ایک اور شعر ہے :-

عجبت لعبدان ھجونی سفاھة ٭ ان اصطبحوا من شائھم وتقیلوا

یعنی مجھے تعجب آیا کہ کنیزک زادوں نے سراسر حماقت سے میری ہجو کی اور اس ہجو کا سبب ان کی صبح کی شراب اور دوپہر کی شراب تھی۔ اب دیکھو اس شعر میں بھی عجب کا صلہ لام آیا ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ تو اُن شاعروں کے شعر ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں گذرے ہیں وہ تو کافر ہیں۔ ہم اُن کے کلام کو کب مانتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ بباعث اپنے کفر کے جاہل تھے نہ بباعث اپنی زبان کے بلکہ زبان کے رو سے تو وہ امام مانے گئے ہیں یہاں تک کہ قرآن شریف کے محاورات کی تائید میں ان کے شعر تفاسیر میں بطور حجت پیش کئے جاتے ہیں اور اس سے انکار کرنا ایسی جہالت ہے کہ کوئی اہل علم اس کو قبول نہیں کرے گا۔ ماسوا اس کے یہ محاورہ صرف گذشتہ زمانہ کے اشعار میں نہیں ہے بلکہ ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی اس محاورہ کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ذرہ مشکوٰۃ کو کھولو اور

کتاب الایمان کے صفحہ ۲ میں اُس حدیث کو پڑھو جو اسلام کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس کو متفق علیہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے عجبنا لہ یسئلہ ویصدقہ یعنے ہم نے اس شخص کی حالت سے تعجب کیا کہ پوچھتا بھی ہے اور پھر مانتا بھی جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ اس حدیث شریف میں بھی عجبنا کا صلہ لام ہی لکھا ہے اور عجبنا منہ نہیں لکھا بلکہ عجبنا لہ کہا ہے۔

اب کوئی مولوی صاحب انصافاً فرمائیں کہ ایک شخص جو اپنے تئیں مولوی کہلاتا ہے بلکہ دوسرے مولویوں کا سرگروہ اور ایڈوکیٹ اپنے تئیں قرار دیتا ہے۔ کیا اس کے لئے یہ ذلت نہیں ہے کہ اب تک اس کو یہ خبر ہی نہیں کہ عجب کا صلہ لام بھی آیا کرتا ہے۔ کیا اس قدر جہالت کہ مشکوٰۃ کی کتاب الایمان کی حدیث کی بھی خبر نہیں۔ کیا یہ عزت کا موجب ہے اور اس سے مولویت کے دامن کو کوئی ذلت کا دھبہ نہیں لگتا؟ پھر جبکہ یہ امر پبلک پر عام طور پر کھل گیا اور ہزارہا اہل علم کو معلوم ہوگیا کہ محمد حسین نہ صرف علم صرف و نحو سے ناواقف ہے بلکہ جو کچھ احادیث کے الفاظ ہیں ان سے بھی بے خبر ہے تو کیا یہ شہرت اس کی عزت کا موجب ہوئی یا اس کی ذلت کا؟

پھر تیسرا پہلو ۲۰ر نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کے پُورا ہونے کا یہ ہے کہ مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرائے کہ وہ آئندہ مجھے دجّال اور کافر اور کاذب نہیں کہے گا اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہوکر اقرار کیا کہ آیندہ وہ مجھے کسی مجلس میں کافر نہیں کہے گا اور نہ میرا نام دجّالی رکھے گا اور نہ لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کرکے مشہور کرے گا۔ اب دیکھو کہ اس اقرار کے بعد وہ استفتاء اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کرکے طیار کیا تھا۔ اگر وہ اس فتوےٰ دینے میں راستی پر ہوتا تو اس کو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہیئے

تھا کہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے اس لئے میں اس کو کافر کہتا ہوں اور دجّال بھی
ہے اس لئے میں اس کا نام دجّال رکھتا ہوں اور یہ شخص واقعی جھوٹا ہے اس لئے میں اس کو
جھوٹا کہتا ہوں بالخصوص جس حالت میں خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میں اب تک اور
اخیر زندگی تک انہی عقاید پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ
کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتووں کو برباد کر لیا اور حکام
کے سامنے اقرار کر دیا کہ میں آئندہ ان کو کافر نہیں کہوں گا اور نہ اُن کا نام دجّال اور
کاذب رکھوں گا۔ پس سوچنے کے لائق ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا ذلّت ہو گی کہ اس
شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ اگر اس عمارت کی تقویٰ پر بنیاد ہوتی تو
ممکن نہ تھا کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آجاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر
میں نے بھی دستخط کئے ہیں۔ مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام
نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلّت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب
ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں* ہو سکتا ہاں ضال

---

*حاشیہ۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف
ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت
کے ماسوا جس قدر مُلہم اور محدّث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہیں اور خلعت مکالمہ
الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ ہاں بد قسمت منکر جو ان مقربان الٰہی کا انکار
کرتا ہے وہ اپنے انکار کی شامت سے دن بدن سخت دل ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ نور ایمان اس کے اندر
سے مفقود ہو جاتا ہے۔ اور یہی احادیث نبویہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ انکار اولیاء اور اُن سے دشمنی رکھنا
اوّل انسان کو غفلت اور دنیا پرستی میں ڈالتا ہے اور اعمال حسنہ اور افعال صدق اور اخلاص کی ان سے
توفیق چھین لیتا ہے اور پھر آخر سلب ایمان کا موجب ہو کر دینداری کی اصل حقیقت اور مغز سے ان کو
بے نصیب اور بے بہرہ کر دیتا ہے اور یہی معنے ہیں اس حدیث کے کہ من عادا ولیًّا لی فقد اٰذنتہٗ

اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور مَیں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں مَیں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صدق وصواب سے دور سمجھتا ہوں جو اُن سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ مَیں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے۔ لیکن مَیں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کو کافر نہ بنالیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ طیار کیا۔ مَیں نے سبقت کرکے ان کے لئے کوئی فتویٰ طیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر مَیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ ان پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو مَیں ان کو کافر

بقیہ حاشیہ۔ الصواب۔ یعنی جو میرے ولی کا دشمن بنتا ہے تو مَیں اس کو کہتا ہوں کہ بس اب میری لڑائی کے لئے تیار ہو جا۔ اگرچہ اوائل عداوت میں خداوند کریم و رحیم کے آگے ایسے لوگوں کی طرف سے کسی قدر عدم معرفت کا عذر ہو سکتا ہے لیکن جب اس ولی اللہ کی تائید میں چاروں طرف سے نشان ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور نورِ قلب اس کو شناخت کر لیتا ہے اور اس کی قبولیت کی شہادت آسمان اور زمین دونوں کی طرف سے بہ آواز بلند کانوں کو سُنائی دیتی ہے۔ تو نعوذ باللہ اس حالت میں جو شخص عداوت اور عناد سے باز نہیں آتا اور طریق تقویٰ کو بکلی الوداع کہہ کر دل کو سخت کر لیتا ہے اور عناد اور دشمنی سے ہر وقت درپے ایذا رہتا ہے تو اس حالت میں وہ حدیث مذکورہ بالا کے ماتحت آجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ بڑا کریم و رحیم ہے۔ وہ انسان کو جلد نہیں پکڑتا لیکن جب انسان ناانصافی اور ظلم کرتا کرتا حد سے گذر جاتا اور بہرحال اس عمارت کو گرانا چاہتا ہے اور اس باغ کو جلانا چاہتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے طیار کیا ہے تو اس صورت میں قدیم سے اور جب سے کہ سلسلہ نبوت کی بنیاد پڑی ہے عادۃ اللہ یہی ہے کہ وہ ایسے مفسد کا دشمن ہو جاتا ہے اور سب سے پہلے دولت ایمان اس سے چھین لیتا ہے۔ تب بلعم کی طرح صرف لفاظی اور زبانی قیل وقال اس

نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتویٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب کے
روبرو میاں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں اُن کو کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی مذہب
ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔ ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو شخص مسلمان ہو کر ایک
سچے ولی اللہ کے دشمن بن جاتے ہیں ان سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور دن
بدن اُن کے دل کا نُور کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک دن چراغ سحری کی طرح گُل ہو جاتا ہے
سو یہ میرا عقیدہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔
غرض جس شخص نے ناحق جوش میں آکر مجھ کو کافر قرار دیا اور میرے لئے فتویٰ طیار کیا کہ
یہ شخص کافر دجّال کذّاب ہے اس نے خدا تعالیٰ کے حکم سے تو کچھ خوف نہ کیا کہ وہ اہل قبلہ
اور کلمہ گو کو کیوں کافر بناتا ہے اور ہزارہا بندگان خدا کو جو کتاب اللہ کے تابع اور شعار اسلام

بقیہ حاشیہ۔ کے پاس رہ جاتی ہے اور جو نیک بندوں کی خدا تعالےٰ کی طرف نسبت اُنس اور شوق
اور ذوق اور محبت اور تبتّل اور تقویٰ کی ہوتی ہے وہ اس سے کھوئی جاتی ہے اور وہ خود محسوس کرتا ہے
کہ ایام موجودہ سے دس سال پہلے جو کچھ اس کو رقت اور انشراح اور بسط اور خدا کی طرف جھکنے اور دنیا اور
اہل دنیا سے بیزاری کی حالت دل میں موجود تھی اور جس طرح سچے زہد کی چمک کبھی کبھی اس کو آگاہ کرتی
تھی کہ وہ خدا کے عباد صالحین میں سے ہو سکتا ہے اب وہ چمک بکلی اس کے اندر سے جاتی رہی ہے۔
اور دنیا طلبی کی ایک آگ اس کے اندر بھڑک اُٹھتی ہے اور انکار اہل اللہ کی شامت سے اس کو یہ بھی
خیال نہیں آتا کہ جس زمانہ میں اس کے خیال نیک اور پاک اور زاہدانہ تھے اب اس زمانہ کی نسبت اس
کی عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ غرض اس کو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ مجھ کو کیا ہو گیا اور دُنیا طلبی میں گرا جاتا اور
دنیا کا جاہ ڈھونڈتا ہے حالانکہ موت کے قریب ہوتا ہے۔ غرض اسی طرح ایمان کا نور اس کے دل سے
چھین لیتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی عداوت سے دوسرا سبب سلب ایمان کا یہ بھی ہو جاتا ہے کہ وہ اُس
ولی اللہ کی ہر حالت میں مخالفت کرتا رہتا ہے جو سرچشمہ نبوۃ سے پانی پیتا ہے جس کو سچائی پر قائم کیا جاتا ہے
سو چونکہ اس کی عادت ہو جاتی ہے کہ خواہ مخواہ ہر ایک ایسی سچائی کو رد کرتا ہے جو اس ولی کے منہ سے نکلتی ہے

ظاہر کرتے ہیں کیوں دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے لیکن مجسٹریٹ ضلع کی ایک دھمکی سے ہمیشہ کے لئے یہ قبول کر لیا کہ میں آئندہ ان کو کافر اور دجّال اور کذاب نہیں کہوں گا اور آپ ہی فتویٰ طیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا اور ساتھ ہی جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں اور باایں ہمہ رسوائی پھر محمد حسین نے اپنے دوستوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ فیصلہ میری منشاء کے موافق ہوا ہے۔ لیکن سوچ کر دیکھو کہ کیا محمد حسین کا یہی منشاء تھا کہ آئندہ مجھے کافر نہ کہے اور تکذیب نہ کرے اور ان باتوں سے توبہ کر کے اپنا مُنہ بند کر لے اور کیا جعفر زٹلی یہ چاہتا تھا کہ اپنی گندی تحریروں سے باز آجائے؟ پس اگر یہ وہی بات نہیں جو اشتہار ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی پوری ہوگئی اور خدا نے میرے ذلیل کرنے والے کو ذلیل کیا ہے تو اور کیا ہے؟ جس شخص نے اپنے رسالوں میں یہ عہد شائع کیا تھا کہ میں اس شخص کو مرتے دم تک کافر اور دجّال کہتا رہوں گا جب تک وہ میرا مذہب قبول نہ کرے۔ تو اس میں اس کی کیا عزت رہی جو اس عہد کو اُس نے توڑ دیا۔ اور وہ جعفر زٹلی جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا اگر ذلت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا۔ اور اب ابوالحسن تبتی کہاں ہے اس کی زبان کیوں بند ہوگئی۔ کیا اس کے گندے ارادوں پر کوئی انقلاب نہیں آیا۔ پس یہی تو وہ ذلت ہے جو پیشگوئی کا منشاء تھا کہ ان سب کے مُنہ میں لگام دی گئی اور درحقیقت

بقیہ حاشیہ۔ اور جس قدر اس کی تائید میں نشان ظاہر ہوتے ہیں یہ خیال کر لیتا ہے کہ ایسا ہونا جھوٹوں سے ممکن ہے اس لئے رفتہ رفتہ سلسلہ نبوة بھی اس پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا انجام کار اس مخالفت کے پردہ میں اس کی ایمانی عمارت کی اینٹیں گرنی شروع ہو جاتی ہیں یہانتک کہ کسی دن کسی ایسے عظیم الشان مسئلہ کی مخالفت یا نشان کا انکار کر بیٹھتا ہے جس سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ ہاں اگر کسی کا کوئی سابق نیک عمل ہو جو حضرت احدیت میں محفوظ ہو تو ممکن ہے کہ آخر کار عنایت ازلی اُس کو تھام لے اور وہ رات کو یا دن کو یک دفعہ اپنی حالت کا مطالعہ کرے یا بعض ایسے امور اس کی آنکھ روشن کرنے کے لئے پیدا ہو جائیں جن سے یکدفعہ وہ خواب غفلت سے جاگ اُٹھے۔ وذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔ منہ

اس الہام کی تشریح جو ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء کو ہوا اس الہام نے دوبارہ کر دی ہے جو بتاریخ ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء رسالہ حقیقت المہدی میں شائع کیا گیا۔ بلکہ عجیب تر بات یہ ہے کہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں جو الہام شائع ہوا تھا اس میں ایک یہ فقرہ تھا کہ یعض الظالم علی یدیہ اور پھر یہی فقرہ ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء کے الہام میں بھی جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے الہام کے لئے بطور شرح کے آیا ہے جیسا کہ رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ سے ظاہر ہے۔ پس ان دونوں الہاموں کے مقابلہ سے ظاہر ہوگا کہ یہ دوسرا الہام جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے الہام سے قریباً تین ماہ بعد ہوا ہے اس پہلے الہام کی تشریح کرتا ہے اور اس بات کو کھول کر بیان کرتا ہے کہ وہ ذلّت جس کا وعدہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں تھا وہ کس رنگ میں پوری ہوگی۔ اسی غرض سے یہ موخر الذکر الہام جو ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء کو ہوا پہلے الہام کے ایک فقرہ کا اعادہ کرکے ایک اور فقرہ بطور تشریح اس کے ساتھ بیان کرتا ہے یعنے پہلا الہام جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے جو محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کی ذلّت کی پیشگوئی کرتا ہے اس میں یہ فقرہ تھا کہ یعض الظالم علی یدیہ یعنی ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور دوسرے الہام میں جو ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء میں بذریعہ رسالہ حقیقت المہدی شائع ہوا اس میں یہی فقرہ ایک زیادہ فقرہ کے ساتھ اس طرح پر لکھا گیا ہے یعض الظالم علی یدیہ و یوثق اور اس فقرہ کے معنے اسی رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ کی اخیر سطر اور صفحہ ۱۳ کی پہلی سطر میں یہ بیان کئے گئے ہیں **ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا۔**
اب دیکھو کہ اس تشریح میں صاف بتلایا گیا ہے کہ ذلّت کس قسم کی ہوگی یعنے یہ ذلّت ہوگی کہ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی اپنی گندی اور بے حیائی کی تحریروں سے روکے جائیں گے۔ اور جو سلسلہ انہوں نے گالیاں دینے اور بے حیائی کے بے جا حملوں اور ہماری پرائیویٹ زندگی اور خاندانی تعلقات کی نسبت نہایت درجہ کی کمینہ پن کی شرارت اور بدزبانی اور افترا اور جھوٹ سے شائع کیا تھا وہ جبراً بند کیا جائے گا۔

اب سوچو کہ کیا وہ سلسلہ بند کیا گیا یا نہیں اور کیا وہ شیطانی کارروائیاں جو ناپاک زندگی کا خاصہ ہوتی ہیں جن کی بے جا غلو سے پاکدامن بیویاں آل رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر گندہ زبانی کے حملے کرنے کی نوبت پہنچ گئی تھی کیا یہ پلید اور بے حیائی کے طریق جو محمد حسین اور اس کے دوست جعفر زٹلی نے اختیار کئے تھے حاکم مجاز کے حکم سے رد کئے گئے یا نہیں اور کیا یہ گندہ زبانی کی عادت جس کو کسی طرح یہ لوگ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے چھوڑائی گئی یا نہیں۔ پس ایک عقلمند انسان کے لئے یہ ذلّت کچھ تھوڑی نہیں کہ اس کے خلاف تہذیب اور بے حیائی اور سفلہ پن کی عادات کے کاغذات عدالت میں پیش کئے جائیں اور پڑھے جائیں اور عام اجلاس میں سب پر یہ بات کھُلے اور ہزارہا لوگوں میں شہرت پاوے کہ مولوی کہلا کر ان لوگوں کی یہ تہذیب اور یہ شایستگی ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا اس حد تک کسی شخص کی گندی کارروائیاں گندے عادات گندے اخلاق حکام اور پبلک پر ظاہر ہونا کیا یہ عزت ہے یا بے عزتی؟ اور کیا ایسے نفرتی اور ناپاک شیوہ پر عدالت کی طرف سے مواخذہ ہونا یہ کچھ سرفرازی کا موجب ہے یا شانِ مولویّت کو اس سے ذلّت کا دھبہ لگتا ہے۔

اگر ہمارے معترضوں میں حقایق شناسی کا کانشنس کچھ باقی رہتا تو ایسا صریح باطل اعتراض ہرگز پیش نہ کرتے کہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کی ذلّت کی پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی کیونکہ یہ پیشگوئی تو ایسے زور شور سے پُوری ہوگئی کہ عدالت کے کمرہ میں ہی لوگ بول اُٹھے کہ آج خدا کا فرمودہ پُورا ہوگیا۔ صدہا لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ جب محمد حسین کو یہ فہمایش کی گئی کہ آیندہ ایسی گندی تحریریں شائع نہ کرے اور کافر اور دجّال اور کاذب بھی نہ کہے تو مسٹر برون صاحب ہمارا وکیل بھی بے اختیار بول اُٹھا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یاد رہے کہ موجودہ کاغذات کے رُو سے جو عدالت کے سامنے تھے عدالت نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ محمد حسین نے مع جعفر زٹلی کے یہ زیادتی کی ہے کہ مجھے نہایت گندی گالیاں دی ہیں اور میرے پرائیویٹ تعلقات میں محض گندہ دہانی سے گندہ دہانی ظاہر کی ہے یہاں تک کہ تصویریں چھاپی ہیں لیکن عدالت نے احتیاطاً آیندہ

کی روک کے لئے اس نوٹس میں فریقین کو شامل کر لیا تا اس طریق سے بکلی سدباب کرے۔ مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب زندہ موجود ہیں جن کے سامنے یہ کاغذات پیش ہوئے تھے اور اب تک وہ مسل موجود ہے جس میں وہ تمام کاغذات نتھی کئے گئے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ عدالت میں محمد حسین کی طرف سے بھی کوئی ایسے کاغذات پیش ہوئے جن میں مَیں نے بھی سفلہ پن کی راہ سے گندی تحریریں شائع کی ہوں۔ عدالت نے اپنے نوٹس میں قبول کر لیا ہے کہ ان گندی تحریروں کے مقابل پر جو سراسر حیا اور تہذیب کے مخالف تھیں میری طرف سے صرف یہ کارروائی ہوئی کہ مَیں نے جناب الٰہی میں اپیل کیا۔ اب ظاہر ہے کہ ایک شریف کے لئے یہ حالت موت سے بدتر ہے کہ اس کا یہ رویہ عدالت پر کھل جائے کہ وہ ایسی گندہ زبانی کی عادت رکھتا ہے بلکہ ایک شریف تو اس خجالت سے جیتا ہی مر جاتا ہے کہ حاکم مجاز عدالت کی کرسی پر اس کو یہ کہے کہ یہ کیا گندہ طریق ہے جو تُو نے اختیار کیا اور ان کارروائیوں کا نتیجہ ذلّت ہونا یہ تو ایک ادنیٰ امر ہے۔ خود پولیس کے افسر جنہوں نے مقدمہ اُٹھایا تھا اُن سے پوچھنا چاہیئے کہ اس کارروائی کے دوران میں جبکہ وہ محمد حسین اور جعفر زٹلی کی گندہ زبانی کے کاغذات پیش کر رہے تھے کیا میری گندہ زبانی کا بھی کوئی کاغذ ان کو ملا جس کو انہوں نے عدالت میں پیش کیا اور چاہو تو محمد حسین کو علناً پوچھ کر دیکھ لو کہ کیا جو واقعات عدالت میں تم پر گذرے اور جبکہ عدالت نے تم سے سوالات کئے کہ کیا یہ گندی تحریریں تمہاری تحریریں ہیں اور کیا جعفر زٹلی سے تمہارا کچھ تعلق ہے یا نہیں تو ان سوالات کے وقت تمہارے دل کا کیا حال تھا۔ کیا اس وقت تمہارا دل حاکم کے ان سوالات کو اپنی عزت سمجھتا تھا یا ذلّت سمجھ کر غرق ہوتا جاتا تھا۔ اگر اتنے واقعات کے جمع ہونے سے جو ہم لکھ چکے ہیں پھر بھی ذلّت نہیں ہوئی اور عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ آپ لوگوں کی عزت بڑی پکی ہے۔

ماسوا اس کے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کی میعاد کے کئی اور ایسے امور بھی

ظاہر ہوئے ہیں جن سے بلاشُبہ مولوی محمد حسین صاحب کی عالمانہ عزت میں اس قدر فرق آگیا ہے کہ گویا وہ خاک میں مل گئی ہے۔ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے پرچہ چہیہ اخبار اور اخبار عام میں کمال حق پوشی کی راہ سے یہ شائع کردیا تھا کہ وہ مقدمہ جو پولیس کی رپورٹ پر مجھ پر اور ان پر دائر کیا گیا تھا جو ۲۴؍ فروری ۱۸۹۹ء میں فیصلہ ہوا اس میں گویا یہ عاجز بَری نہیں ہوا بلکہ ڈسچارج ہوا اور بڑے زور وشور سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ فیصلہ میں مسٹر ڈوئی صاحب کی طرف سے ڈسچارج کا لفظ ہے اور ڈسچارج بَری کو نہیں کہتے بلکہ جس پر جُرم ثابت نہ ہو سکے اس کا نام ڈسچارج ہے اور اس اعتراض سے محمد حسین کی غرض یہ تھی کہ تا لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۸۱ میں تحریر کر چکے ہیں یہ اس کی طرف سے محض افترا تھا اور دراصل ڈسچارج کا ترجمہ بَری ہے اور کچھ نہیں اور اس نے عقلمندوں کے نزدیک بَری کے انکار سے اپنی بڑی پردہ دری کرائی کہ اس بات سے انکار کیا کہ ڈسچارج کا ترجمہ بَری نہیں ہے چنانچہ اسی صفحہ مذکورہ یعنی صفحہ ۸۱ میں یہ تفصیل میں نے لکھ دیا ہے کہ انگریزی زبان میں کسی کو جُرم سے بَری سمجھنے یا بَری کرنے کے لئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں (۱) ایک ڈسچارج (۲) دوسرے ایکوٹ۔ ڈسچارج اس جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں حاکم مجوز کی نظر میں جرم کا ابتدا سے ہی کچھ ثبوت نہ ہو اور تحقیقات کے تمام سلسلہ میں کوئی ایسی بات پیدا نہ ہو جو اس کو ایسا مُجرم ٹھہرا سکے اور فرد قرار داد جُرم قائم کرنے کے لائق کر سکے۔ غرض اس کے دامن عصمت پر کوئی غبار نہ پڑ سکے اور بوجہ اس کے کہ جُرم کے ارتکاب کا کچھ بھی ثبوت نہیں ملزم کو چھوڑا جائے۔ اور ایکوٹ اس جگہ بولا جاتا ہے جہاں اوّل جُرم ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد جُرم لگائی جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دے کر اس الزام سے رہائی پائے۔ غرض ان دونوں لفظوں میں قانونی طور پر فرق یہی ہے کہ ڈسچارج وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں سرے سے جُرم ثابت ہی نہ ہو سکے اور ایکوٹ وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں جُرم تو ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد بھی لگ جائے مگر آخر میں ملزم کی

صفائی ثابت ہو جائے اور عربی میں بریت کا لفظ ایک تھوڑے سے تصرّف کے ساتھ ان دونوں مفہوموں پر مشتمل ہے۔ یعنی جب ایک ملزم ایسی حالت میں چھوڑا جائے کہ اس کے دامنِ عصمت پر کوئی دھبّہ جرم کا لگ نہیں سکا اور وہ ابتداء سے کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں گیا کہ وہ مجرم ہے یہاں تک کہ جیسا کہ وہ داغ سے پاک عدالت کے کمرہ میں آیا ویسا ہی داغ سے پاک عدالت کے کمرہ سے نکل گیا۔ ایسی قسم کے ملزم کو عربی زبان میں بری کہتے ہیں اور جب ایک ملزم پر مجرم ہونے کا قوی شُبہ گذر گیا اور مجرموں کی طرح اس سے کارروائی کی گئی اور اس تمام ذلت کے بعد اس نے اپنی صفائی کی شہادتوں کے ساتھ اس شُبہ کو اپنے سر پر سے دُور کر دیا تو ایسے ملزم کا نام عربی زبان میں مبرّء ہے۔ پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ڈسچارج کا عربی میں ٹھیک ٹھیک ترجمہ بری ہے اور ایکٹ کا ترجمہ مبرّء ہے۔ عرب کے یہ دو مقولے ہیں کہ انا بری من ذالک و انا مبرء من ذالک پہلے قول کے یہ معنے ہیں کہ میرے پر کوئی تہمت ثابت نہیں کی گئی اور دوسرے قول کے یہ معنے ہیں کہ میری صفائی ثابت کی گئی ہے اور قرآن شریف میں یہ دونوں محاورے موجود ہیں۔ چنانچہ بری کا لفظ قرآن شریف میں بعینہٖ ڈسچارج کے معنوں پر بولا گیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا۔ الجزو نمبر ۵ سورہ نساء۔ یعنی جو شخص کوئی خطا یا کوئی گناہ کرے اور پھر کسی ایسے شخص پر وہ گناہ لگا دے جس پر وہ گناہ ثابت نہیں تو اس نے ایک کھُلے کھُلے بہتان اور گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیا اور مبرّء کی مثال قرآن شریف میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اولئک مبرّؤن مما یقولون۔ یہ اس مقام کی آیت ہے کہ جہاں بے لوث اور بے گناہ ہونا ایک کا ایک وقت تک مشتبہ رہا۔ پھر خدا نے اس کی طرف سے ڈیفنس پیش کر کے اس کی بریت کی۔ اب آیت یرم بہ بریئا سے بداہت ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ نے ایسے شخص کا نام بری رکھا ہے جس پر کوئی گناہ ثابت نہیں کیا گیا۔ اور یہی وہ مفہوم ہے

جس کو انگریزی میں ڈسچارج کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مکابرہ کی راہ سے یہ کہے کہ اس جگہ بَری کے لفظ سے وہ شخص مراد ہے جو مجرم ثابت ہونے کے بعد اپنے صفائی کے گواہوں کے ذریعہ سے اپنی بریّت ظاہر کرے تو ایسا خیال بدیہی طور پر باطل ہے کیونکہ اگر خدا تعالےٰ کا بَری کے لفظ سے یہی منشاء ہے تو اس سے یہ خرابی پیدا ہوگی کہ اس آیت سے یہ فتویٰ ملے گا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص پر جس کا گناہ ثابت نہیں کسی گناہ کی تہمت لگانا کوئی جُرم نہیں ہوگا گو وہ مستور الحال شریفوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہو اور صرف یہ کسر ہو کہ ابھی اس نے بے قصور ہونا عدالت میں حاضر ہو کر ثابت نہیں کیا۔ حالانکہ ایسا سمجھنا صریح باطل ہے۔ اور اس سے تمام تعلیم قرآن شریف کی زیر و زبر ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں جائز ہوگا کہ جو لوگ۔ مثلاً ایسی مستور الحال عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جنہوں نے عدالت میں حاضر ہو کر اس بات کا ثبوت نہیں دیا کہ وہ ہر قسم کی بدکاری سے مدت العمر محفوظ رہی ہیں وہ کچھ گناہ نہیں کرتے اور اُن کو روا ہے کہ مستور الحال عورتوں پر ایسی تہمتیں لگایا کریں حالانکہ ایسا خیال کرنا اس مندرجہ ذیل آیت کی رو سے صریح حرام اور معصیت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ۔ یعنی جو لوگ ایسی عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جن کا زناکار ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ مستور الحال ہیں اگر وہ لوگ چار گواہ سے اپنے اس الزام کو ثابت نہ کریں تو اُن کو اسی دُرّے مارنے چاہئیں۔ اب دیکھو کہ ان عورتوں کا نام خدا نے بَری رکھا ہے جن کا زانیہ ہونا ثابت نہیں۔

پس بَری کے لفظ کی یہ تشریح بعینہٖ ڈسچارج کے مفہوم سے مطابق ہے کیونکہ اگر بَری کا لفظ جو قرآن نے آیت یرم بہ بریئًا میں استعمال کیا ہے صرف ایسی صورت پر بولا جاتا ہے کہ جبکہ کسی کو مجرم ٹھہرا کر اس پر فرد قرارداد جُرم لگائی جائے اور پھر وہ گواہوں کی شہادت سے اپنی صفائی ثابت کرے اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ

جائے تو اس صورت میں ہر ایک شریر کو آزادی ہوگی کہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگا دے جنہوں نے معتمد گواہوں کے ذریعہ سے عدالت میں ثابت نہیں کر دیا کہ وہ زانیہ نہیں خواہ وہ رسولوں اور نبیوں کی عورتیں ہوں اور خواہ صحابہؓ کی اور خواہ اولیاء اللہ کی اور خواہ اہل بیت کی عورتیں ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ آیت یرم بہ بریئًا میں بَری کے لفظ کے ایسے معنے کرنے صاف الحاد ہے جو ہرگز خدا تعالےٰ کا منشاء نہیں ہے بلکہ بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بَری کے لفظ سے خدا تعالےٰ کا یہی منشاء ہے کہ جو مستورالحال لوگ ہیں خواہ مرد ہیں خواہ عورتیں ہیں جن کا کوئی گناہ ثابت نہیں وہ سب بَری کے نام کے مستحق ہیں اور بغیر ثبوت ان پر کوئی تہمت لگانا فسق ہے جس سے خدا تعالےٰ اس آیت میں منع فرماتا ہے اور اگر کسی کو نبیوں اور رسولوں کی کچھ پرواہ نہ ہو اور اپنی ضد سے باز نہ آوے تو پھر ذرہ شرم کر کے اپنی عورتوں کی نسبت ہی کچھ انصاف کرے کہ کیا اگر ان پر کوئی شخص ان کی عفت کے مخالف کوئی ایسی ناپاک تہمت لگا دے جس کا کوئی ثبوت نہ ہو تو کیا وہ عورتیں آیت یرم بہ بریئًا کی مصداق ٹھہر کر بَری سمجھی جاسکتی ہیں اور ایسا تہمت لگانے والا سزا کے لائق ٹھہرتا ہے یا وہ محض اس حالت میں بَری سمجھی جائیں گی جبکہ وہ اپنی صفائی اور پاک دامنی کے بارے میں عدالت میں گواہ گذرائیں اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں تب تک جو شخص چاہے ان کی عفت پر حملہ کیا کرے اور ان کو غیر بری قرار دے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ میں بار ثبوت تہمت لگانے والے پر رکھا ہے اور جب تک تہمت لگانے والا کسی گناہ کو ثابت نہ کرے تب تک تمام مردوں عورتوں کو بَری کہلانے کے مستحق ٹھہرایا ہے۔ پس قرآن اور زبان عرب کے رو سے بری کے معنے ایسے وسیع ہیں کہ جب تک کسی پر کسی جُرم کا ثبوت نہ ہو وہ بری کہلائے گا کیونکہ انسان کے لئے بری ہونا طبعی حالت ہے اور گناہ ایک عارضہ ہے جو پیچھے سے لاحق ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ایک انسان جب تک اس کا کوئی جُرم ثابت نہ ہو بری کہلانے

کا مقدار ہے کیونکہ طبعی حالت بغیر کسی عارضہ لاحق کے دُور نہیں ہو سکتی۔

ایک اور امر عظیم الشان ہے جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی میعاد میں ظہور میں آیا جس سے اشتہار مذکورہ کی پیشگوئی کا پُورا ہونا اور بھی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ پیشگوئی جو چوتھا لڑکا ہونے کے بارے میں ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں کی گئی تھی جس کے ساتھ یہ شرط تھی کہ عبدالحق غزنوی جو امرت سر میں مولوی عبدالجبار غزنوی کی جماعت میں رہتا ہے نہیں مرے گا جب تک یہ چوتھا لڑکا پیدا نہ ہولے۔ وہ پیشگوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی میعاد کے اندر پوری ہوگئی اور وہ لڑکا بفضلہ تعالیٰ ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ پیدا ہوگیا جس کا نام **مبارک احمد** رکھا گیا اور جیسا کہ پیشگوئی میں شرط تھی کہ عبدالحق غزنوی اس وقت تک زندہ ہوگا کہ چوتھا لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا اور اب اس وقت تک کہ ۱۴ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے ہر ایک شخص امرت سر میں جا کر تحقیق کر لے کہ عبدالحق اب تک زندہ ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ یہ صاف صاف اور کھُلی کھُلی پیشگوئی محمد حسین اور اس کے گروہ کی عزت کا موجب نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا نے ایسے انسان کی دعا کو قبول کر کے جو محمد حسین اور اس کے گروہ کی نظر میں کافر اور دجّال ہے اس کی پیشگوئی کے مطابق عبدالحق غزنوی کی زندگی میں اس کو پسر چہارم عطا فرمایا اور یہ ایک تائیدِ الٰہی ہے جو بجز صادق انسان کے اور کسی کے لئے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پس جب کہ اس پیشگوئی کا میعاد کے اندر پورا ہو جانا اور عبدالحق کی زندگی میں ہی اس کا ظہور میں آنا میری عزت کا موجب ہوا تو بلاشبہ محمد حسین اور اس کے گروہ جعفر زٹلی وغیرہ کی ذلّت کا موجب ہوا ہوگا۔ یہ اَور بات ہے کہ یہ لوگ ہر ایک بات میں اور ہر ایک موقعہ پر یہ کہتے رہیں کہ ہماری کچھ بھی ذلّت نہیں ہوئی۔ لیکن جو شخص منصف ہو کر ان تمام واقعات کو پڑھے گا اس کو تو بہر حال ماننا پڑے گا کہ بلاشبہ ذلّت ہو چکی۔

اس جگہ افسوس سے ہمیں یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ پرچہ اخبار عام ۲۳ نومبر ۱۸۹۹ء میں ایک شخص ثناء اللہ نام امرت سری نے یہ مضمون چھپوایا ہے کہ اب تک مولوی محمد حسین کی کچھ بھی ذلّت

نہیں ہوئی۔ ہم حیران ہیں کہ اس صریح خلاف واقعہ امر کا کیا جواب لکھیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ثناء اللہ صاحب کے خیال میں ذلت کس کو کہتے ہیں۔ ہاں ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ ذلّت کئی قسم کی ہوتی ہے اور انسانوں کے ہر ایک طبقہ کے مناسب حال ایک قسم کی ذلت ہے مثلاً زمینداروں میں سے ایک وہ ہیں جو فقط سرکاری دستک جاری ہونے سے اپنی ذلت خیال کرتے ہیں اور ان کے مقابل پر اس قسم کے زمیندار بھی دیکھے جاتے ہیں کہ قسط مالگذاری بروقت ادا نہ ہونے کی وجہ سے تحصیل کے چپراسی ان کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اور بوجہ نہ ادائگی معاملہ کے سخت گوشمالی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات دو چار جوتے ان کو مار بھی دیتے ہیں اور وہ زمیندار ہنسی خوشی سے مار کھا لیتے ہیں اور ذرہ خیال نہیں کرتے کہ کچھ بھی ان کی بے عزتی ہوئی ہے اور ان سے بھی زیادہ بعض شریر چوہڑوں اور چماروں اور ساہنسیوں میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ جو جیلخانہ میں جاتے ہیں اور چوتڑوں پر بید بھی کھاتے ہیں اور با ایں ہمہ کبھی نہیں سمجھتے کہ ہماری عزت میں کچھ بھی فرق آیا ہے بلکہ جیل میں ہنستے رہتے اور گاتے رہتے ہیں گویا ایک نشے میں ہیں۔ اب چونکہ عزتیں کئی اور ذلّتیں بھی کئی قسم کی ہیں اس لئے یہ بات میاں ثناء اللہ سے پوچھنے کے لائق ہے کہ وہ کس امر کو شیخ محمد حسین کی ذلّت قرار دیتے ہیں۔ اور اگر اتنی قابل شرم باتوں میں سے جو بیچارے محمد حسین کو پیش آئیں اب تک اس کی کچھ بھی ذلّت نہیں ہوئی تو ہمیں سمجھا دیں کہ وہ کونسی صورت تھی جس سے اس کی ذلّت ہو سکتی اور بیان فرما دیں کہ جو مولوی محمد حسین جیسی شان اور عزت کا آدمی ہو اس کی ذلت کس قسم کی بے عزتی میں متصوّر ہے۔ اب تک تو ہم یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ شریف اور معزز انسانوں کی عزت نہایت نازک ہوتی ہے اور تھوڑی سی کسرِ شان سے عزت میں فرق آ جاتا ہے مگر ہمارے خیال ثناء اللہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام قابل شرم امور سے مولوی صاحب موصوف کی عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ پس اس صورت میں ہم اس انکار کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے جب تک کہ میاں ثناء اللہ کھول کر ہمیں نہ بتلا دیں کہ کس قسم کی ذلت ہونی چاہئے تھی جس سے موحدین کے اس ایڈوکیٹ کی عزت میں فرق آ جاتا۔ اگر

وہ معقول طور پر ہمیں سمجھا دیں گے کہ شریفوں اور معززوں اور ایسے نامی علماء کی ذلّت اس قسم کی ہونی ضروری ہے تو اس صورت میں اگر ہماری پیشگوئی کے رو سے وہ خاص ذلّت نہیں پہنچی جو پہنچنا چاہئے تھی تو ہم اقرار کر دیں گے کہ ابھی پیشگوئی پورے طور پر ظہور میں نہیں آئی۔ لیکن اب تک تو ہم مولوی محمد حسین کی عالمانہ حیثیت پر نظر کر کے یہی سمجھتے ہیں کہ پیشگوئی ان کی حیثیت کے مطابق اور نیز الہامی شرط + کے مطابق پورے طور پر ظہور میں آ چکی۔

مدت ہوئی کہ ہمیں ان تمام مولویوں سے ترک ملاقات ہے۔ ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ یہ لوگ اپنی بے عزتی کس حد کی ذلّت میں خیال کرتے ہیں اور کس حد کی ذلّت کو ہضم کر جاتے ہیں۔ میاں ثناء اللہ کو اعتراض کرنے کا بے شک حق ہے مگر ہم جواب دینے سے معذور ہیں جب تک وہ کھول کر بیان نہ کریں کہ بے عزتی تب ہوتی تھی کہ جب ایسا ظہور میں آتا۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ انسانوں کی مختلف طبقوں کے لحاظ سے بے عزتی بھی مختلف طور پر ہے اور ہر ایک کے لئے وجوہ ذلّت کے جُدا جُدا ہیں لیکن ہمیں کیا خبر ہے کہ آپ لوگوں نے مولوی محمد حسین کو کس طبقہ کا انسان قرار دیا ہے اور اس کی ذلّت کن امور میں تصوّر فرمائی ہے۔ ہماری دانست میں تو میاں ثناء اللہ کو مولوی محمد حسین صاحب سے کوئی پوشیدہ کینہ ہے کہ وہ اب تک ان کی اُس درجہ کی ذلّت پر راضی نہیں ہوئے جو شریفوں اور معززوں اور اہل علم کے لئے کافی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ دُنیا میں ذلّت تین قسم کی ہوتی ہے ایک تو جسمانی ذلّت جس کے اکثر جرائم پیشہ تختۂ مشق ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے اخلاقی ذلّت۔ یہ تب ہوتی ہے جب کسی کی اخلاقی حالت نہایت گندی ثابت ہو اور اس پر اس کو سرزنش ہو۔ تیسرے علمی پردہ دری کی ذلّت

+ الہامی شرط یہ ہے کہ محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی ذلّت صرف اسی قسم کی ہوگی جس قسم کی ذلّت انہوں نے پہنچائی تھی جیسا کہ الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ جزاء سیئۃ بمثلھا وترھقھم ذلۃ۔ پس الہامی شرط کو نظر انداز کر کے اعتراض اٹھانا نادان متعصبوں کا کام ہے نہ عقلمندوں اور منصفوں کا۔ منہ +

جس سے عالمانہ حیثیت خاک میں ملتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اخلاقی ذلّت ظہور میں آچکی ہے اگر کسی کو شک ہے تو اس مثل کو ملاحظہ کرے جو مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب کی عدالت میں طیار ہوئی ہے۔ ایسا ہی عالمانہ حیثیت کی ذلّت ظہور میں آچکی اور عجیبت کے صلہ پر جو اعتراض محمد حسین صاحب نے کیا ہے اور پھر جو ڈسچارج کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ ڈسچارج کا ترجمہ بَری نہیں ہے۔ ان دونوں اعتراضوں سے صاف طور پر کھل گیا کہ علاوہ کمالات نحو دانی اور حدیث دانی کے آپ کو قانون انگریزی میں بھی بہت کچھ دخل ہے اور یاد رہے کہ دشمن کی ذلّت ایک قسم کی یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کے مخالف کو جس کے ذلیل کرنے کے لئے ہر دم تدبیریں کرتا اور طرح طرح کے مکر استعمال میں لاتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت مل جائے۔ سو اس قسم کی ذلّت بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ ڈوئی صاحب کے مقدمہ کے بعد جو کچھ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے میری طرف ایک دُنیا کو رجوع دیا اور دے رہا ہے یہ ایک ایسا امر ہے جو اس شخص کی اس میں صریح ذلّت ہے جو اس کے برخلاف میرے لئے چاہتا تھا۔ ہاں میاں ثناء اللہ کے تین اعتراض اور باقی ہیں اور وہ یہ کہ وہ پرچہ اخبار عام میں یہ کہتا ہے کہ محمد حسین کو چار مربع زمین مل گئی ہے اور کسی ریاست میں اس کا کچھ وظیفہ مقرر ہو گیا ہے۔ اور مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب نے اس کی منشاء کے موافق مقدمہ کیا ہے"

تیسرے اعتراض کے جواب کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ دعوٰے تو سراسر ترک حیا ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ محمد حسین کی منشاء کے موافق مقدمہ ہوا ہے خود محمد حسین کو قسم دے کر پوچھنا چاہیئے کہ کیا اس کا منشاء تھا کہ آیندہ وہ کافر اور دجّال اور کاذب کہنے سے باز آجائے اور کیا اس کا یہ منشاء تھا کہ آئندہ گالیوں اور فحش کہنے اور کہانے سے باز آجائے؟ پھر کون منصف اور صاحب حیا کہہ سکتا ہے کہ یہ مقدمہ محمد حسین کے منشاء کے موافق ہوا۔ ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ ہمیں بھی آئندہ موت اور ذلّت کی پیشگوئی کرنے سے روکا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری کارروائی خود اس وقت سے پہلے ختم ہو چکی تھی کہ جب

ڈوئی صاحب کے نوٹس میں ایسا لکھا گیا بلکہ ہم اپنے رسالہ انجام آتھم میں بتصریح لکھ چکے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو آئندہ مخاطب کرنا بھی نہیں چاہتے جب تک یہ ہمیں مخاطب نہ کریں اور ہم بدل بیزار اور متنفر ہیں کہ ان لوگوں کا نام بھی لیں چہ جائیکہ ان کے حق میں پیشگوئی کر کے اسی قدر خطاب سے ان کو کچھ عزت دیں۔ ہمارا مدعا تین فرقوں کی نسبت تین پیشگوئیاں تھیں سو ہم اپنے اس مدعا کو پورا کر چکے۔ اب کچھ بھی ہمیں ضرورت نہیں کہ ان لوگوں کی موت اور ذلت کی نسبت پیشگوئی کریں اور یہ الزام کہ آئندہ عموماً الہامات کی اشاعت کرنے اور ہر قسم کی پیشگوئیوں سے روکا گیا ہے یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو وعید لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین میں داخل ہیں۔ اب بھی ہم اس مقدمہ کے بعد بہت سی پیشگوئیاں شائع کر چکے ہیں۔ پس یہ کیسا گندہ جھوٹ ہے کہ یہ لوگ بے خبر لوگوں کے پاس بیان کر رہے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ محمد حسین کو کچھ زمین مل گئی ہے یعنی بجائے ذلت کے عزت ہو گئی ہے۔ یہ نہایت بیہودہ خیال ہے بلکہ یہ اُس وقت اعتراض کرنا چاہیئے تھا کہ جب اس زمین سے محمد حسین کچھ منفعت اُٹھا لیتا۔ ابھی تو وہ ایک ابتلاء کے نیچے ہے۔ کچھ معلوم نہیں کہ اس زمین سے انجامکار کچھ زیرباری ہوگی یا کچھ منفعت ہوگی۔ ماسوا اس کے کنز العمال کی کتاب المزارعہ میں یعنے صفحہ ۳۰۷ میں جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث موجود ہے لا تدخل سکۃ الحرث علی قوم الّا اذلھم اللہ (طب عن ابی یمامہ) یعنی کھیتی کا لوہا اور آلہ کسی قوم میں نہیں آتا جو اس قوم کو ذلیل نہیں کرتا۔ پھر اسی صفحہ میں ایک دوسری حدیث ہے انہٗ صلی اللہ علیہ وسلم رأی شیئًا من آلۃ الحرث فقال لا یدخل ھذا بیت قوم الّا دخلہ الذل (خ عن ابی امامہ) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آلہ زراعت کا دیکھا اور فرمایا کہ یہ آلہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس قوم کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اب دیکھو ان احادیث سے صریح طور پر ثابت ہے کہ جہاں کاشتکاری کا آلہ ہوگا وہیں ذلت ہوگی۔ اب ہم میاں ثناء اللہ کی بات مانیں یا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بات پر ایمان رکھتا ہے

اس کو ماننا پڑے گا کہ کسی کے گلے میں کاشت کاری کا سامان پڑا یہ بھی ایک قسم کی ذلّت ہے سو یہ تو میاں ثناء اللہ نے ہماری مدد کی کہ جس قسم کی ذلّت کی ہمیں خبر بھی نہیں تھی ہمیں خبر دے دی۔ ہمیں تو پانچ قسم کی ذلّت کی خبر تھی۔ اس چھٹی قسم کی ذلّت پر میاں ثناء اللہ کی معرفت اطلاع ہوئی۔ اور رہی یہ بات کہ محمد حسین کا کسی ریاست میں وظیفہ مقرر ہو گیا ہے یہ ایسا امر ہے کہ اس کو کوئی دانشمند عزّت قرار نہیں دے گا۔ ان ریاستوں میں تو ہر ایک قسم کے لوگوں کے وظیفے مقرر ہیں جن میں سے بعض کے ناموں کا ذکر بھی قابل شرم ہے۔ پھر اگر محمد حسین کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا تو کس عزت کا موجب ہوا بلکہ اس جگہ تو وہ فقرہ یاد آتا ہے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر۔

غرض یہ پیشگوئی جو محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت تھی اعلیٰ درجہ پر پوری ہو گئی۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی اس قسم کی ذلّت نہیں ہوئی جو ادنےٰ طبقہ کے لوگوں کی ذلّت ہوتی ہے۔ مگر پیشگوئی میں پہلے سے اس کی تصریح تھی کہ مثلی ذلّت ہو گی جیسا کہ پیشگوئی کا یہ فقرہ ہے۔ جزاء سیئة بمثلها و ترهقهم ذلة یعنی جس قسم کی ذلّت ان لوگوں نے پہنچائی اسی قسم کی ذلّت ان کو پہنچے گی۔ اب ہم اس سوال کو زٹلی اور تبتی سے تو نہیں پوچھتے کیونکہ ان کی ذلّت اور عزت دونوں طفیلی ہیں۔ مگر جو شخص چاہے محمد حسین کو قرآن شریف ہاتھ میں دے کر

---

* قرآن شریف میں یہ قسم مذکور ہے کہ یہودیوں نے آسمانی کھانے سے انکار کر کے حضرت موسیٰ سے زمین مانگی تھی اور ساگ اور عدس اور پیاز وغیرہ کے خواہشمند ہوئے تھے۔ تب خدا نے ان کی یہ درخواست منظور کر کے فرمایا کہ تم نے زمین نہیں لی بلکہ اپنے لئے ذلّت لے لی۔ اگر چاہو تو قرآن شریف میں سے یہ تمام آیات غور سے پڑھو من بقلها و قثائها و فومها و عدسها اس آیت تک کہ و ضربت علیهم الذلة والمسکنة اب اس جگہ اگر کچھ ان دونوں قصوں میں فرق ہے تو صرف یہی کہ یہودیوں نے حضرت موسیٰ سے زمین مانگی اور ذلّت کی پیشگوئی تھی۔ اور محمد حسین نے مسٹر جے۔ ایم ڈوئی سے زمین مانگی مگر ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے بھی کچھ فرمایا یا نہیں۔ یہودیوں کا آسمانی کھانا من اور سلوٰی تھا اور محمد حسین کا آسمانی کھانا متوکلانہ رزق تھا اب تمہاری کی خواہش ہوتی دیکھیں نتیجہ کیا ہو۔ منہ

ملفاً پوچھ لے کہ یہ مثلی ذلّت جو الہام سے مفہوم ہوتی ہے یہ تمہیں اور تمہارے رفیقوں کو پہنچ گئی یا نہیں؟ بے حیائی سے بات کو حد سے بڑھانا کسی شریف انسان کا کام نہیں ہے بلکہ گندوں اور سفلوں کا کام ہے۔ لیکن ایک منصف مزاج سوچ سکتا ہے کہ الہام الٰہی میں یہ تو نہیں بتلایا گیا تھا کہ وہ ذلّت کسی زد و کوب کے ذریعہ سے ہوگی یا کسی اور جسمانی ضرر سے یا خون کرنے سے وہ ذلّت پہونچائی جائے گی بلکہ الہام الٰہی کے صاف اور صریح یہ لفظ تھے کہ ذلّت صرف اس قسم کی ہوگی جس قسم کی ذلّت ان لوگوں نے پہنچائی۔ الہام موجود ہے۔ ہزاروں آدمیوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ پھر یہودیوں کی طرح اس میں تحریف کرنا اس بے حیا انسان کا کام ہے جس کو نہ خدا تعالےٰ کا خوف ہے اور نہ انسانوں سے شرم ہے۔

راقـــــــــــــــــم

میرزا غلام احمد از قادیان

تاریخ طبع ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء



مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(۲۱۵)

اپنی جماعت کیلئے
ایک ضروری اشتہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چونکہ مسلمانان ہند پر علی العموم اور مسلمانان پنجاب پر بالخصوص گورنمنٹ برطانیہ کے بڑے بڑے احسانات ہیں۔ لہذا مسلمان اپنی اس مہربان گورنمنٹ کا جس قدر شکریہ ادا کریں اتنا ہی تھوڑا ہے کیونکہ مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کی قوم کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور ان کے دستِ تعدی سے نہ صرف مسلمانوں کی دُنیا ہی تباہ تھی بلکہ ان کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان نماز کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔ ایسی حالت زار میں اللہ تعالیٰ نے دُور سے اس مبارک گورنمنٹ کو ہماری نجات کے لئے ابر رحمت کی طرح بھیج دیا جس نے ان کو نہ صرف اُن ظالموں کے پنجہ سے بچایا بلکہ ہر طرح کا امن قائم کرکے ہر قسم کے سامان آسایش مہیا کئے اور مذہبی آزادی یہاں تک دی کہ ہم بلا دریغ اپنے دین متین کی اشاعت نہایت خوش اسلوبی سے کرسکتے ہیں۔

ہم نے عید الفطر کے موقع پر اس مضمون پر مفصّل تقریر کی تھی جس کی مختصر کیفیت تو انگریزی اخباروں میں جاچکی ہے اور باقی مفصّل کیفیت عنقریب مرزا خدا بخش صاحب شائع کرنے والے ہیں۔ ہم نے اس مبارک عید کے موقع پر گورنمنٹ کے احسانات کا ذکر کرکے

اپنی جماعت کو جو اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتی اور دیگر لوگوں کی طرح منافقانہ زندگی بسر کرنا گناہ عظیم سمجھتی ہے توجہ دلائی کہ سب لوگ تہ دل سے اپنی مہربان گورنمنٹ کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس کو اس جنگ میں جو ٹرنسوال میں ہو رہی ہے فتح عظیم بخشے اور نیز یہ بھی کہا کہ حق اللہ کے بعد اسلام کا اعظم ترین فرض ہمدردی خلایق ہے اور بالخصوص ایسی مہربان گورنمنٹ کے خادموں سے ہمدردی کرنا کار ثواب ہے جو ہماری جانوں اور مالوں اور سب سے بڑھ کر ہمارے دین کی محافظ ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کے لوگ جہاں جہاں ہیں اپنی توفیق اور مقدور کے موافق سرکار برطانیہ کے ان زخمیوں کے واسطے جو جنگ ٹرنسوال میں مجروح ہوئے ہیں چندہ دیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہٰذا اپنی جماعت کے لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہر ایک شہر میں فہرست مکمل کر کے اور چندہ کو وصول کر کے یکم مارچ سے پہلے مرزا خدابخش صاحب کے پاس بمقام قادیان بھیج دیں کیونکہ یہ ڈیوٹی ان کے سپرد کی گئی ہے۔ جب آپ کا روپیہ مع فہرستوں کے آجائے گا تو اس فہرست چندہ کو اس رپورٹ میں درج کیا جائے گا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ہماری جماعت اس کام کو ضروری سمجھ کر بہت جلد اس کی تعمیل کرے۔ والسلام

راقم

مرزا غلام احمد از قادیان

۱۰؍ فروری ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم • نحمدہٗ و نصلّی علٰے رسولہ الکریم

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد

جہاد کے مسئلہ کی فلاسفی اور اس کی اصل حقیقت ایک ایسا پیچیدہ امر اور دقیق نکتہ ہے کہ جس کے نہ سمجھنے کے باعث سے اس زمانہ اور ایسا ہی درمیانی زمانہ کے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائی ہیں اور ہمیں نہایت شرم زدہ ہو کر قبول کرنا پڑتا ہے کہ ان خطرناک غلطیوں کی وجہ سے اسلام کے مخالفوں کو موقعہ ملا کہ وہ اسلام جیسے پاک اور مقدس مذہب کو جو سراسر قانون قدرت کا آئینہ اور زندہ خدا کا جلال ظاہر کرنے والا ہے مورد اعتراض ٹھہراتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ جہاد کا لفظ جُہد کے لفظ سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں کوشش کرنا اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کے لئے بولا گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں جو لڑائی کو یُدّھ کہتے ہیں دراصل یہ لفظ بھی جہاد کے لفظ کا ہی بگڑا ہوا ہے چونکہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے اور تمام زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں اس لئے یُدّہ کا لفظ جو سنسکرت کی زبان میں لڑائی پر بولا جاتا ہے دراصل جُہد یا جہاد ہے اور پھر جیم کو یاء کے ساتھ بدل دیا گیا اور کچھ تصرف کرکے تشدید کے ساتھ بولا گیا۔

اب ہم اس سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی اور جہاد کیا چیز ہے۔ سو واضح ہو کہ اسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا پڑا تھا اور تمام قومیں اس کی دشمن ہو گئی تھیں۔ جیسا کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ جب

ایک نبی یا رسول خدا کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اور اس کا فرقہ لوگوں کو ایک گروہ ہونہار اور راستباز اور باہمت اور ترقی کرنے والا دکھائی دیتا ہے تو اس کی نسبت موجودہ قوموں اور فرقوں کے دلوں میں ضرور ایک قسم کا بغض اور حسد پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ بالخصوص ہر ایک مذہب کے علماء اور گدی نشین تو بہت ہی بغض ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اس مرد خدا کے ظہور سے اُن کی آمدنیوں اور وجاہتوں میں فرق آتا ہے۔ اُن کے شاگرد اور مرید ان کے دام سے باہر نکلنا شروع کرتے ہیں کیونکہ تمام ایمانی اور اخلاقی اور علمی خوبیاں اس شخص میں پاتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اہل عقل اور تمیز سمجھنے لگتے ہیں کہ جو عزت بخیال علمی شرف اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے ان عالموں کو دی گئی تھی اب وہ اس کے مستحق نہیں رہے اور جو معزز خطاب ان کو دیئے گئے تھے جیسے نجم الامۃ اور شمس الامۃ اور شیخ المشائخ وغیرہ اب وہ ان کے لئے موزوں نہیں رہے۔ سو ان وجوہ سے اہل عقل ان سے مونہہ پھیر لیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے ایمانوں کو ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ ناچار ان نقصانوں کی وجہ سے علماء اور مشائخ کا فرقہ ہمیشہ نبیوں اور رسولوں سے حسد کرتا چلا آیا ہے۔ وجہ یہ کہ خدا کے نبیوں اور ماموروں کے وقت ان لوگوں کی سخت پردہ دری ہوتی ہے کیونکہ دراصل وہ ناقص ہوتے ہیں اور بہت ہی کم حصہ نور سے رکھتے ہیں اور ان کی دشمنی خدا کے نبیوں اور راستبازوں سے محض نفسانی ہوتی ہے اور سراسر نفس کے تابع ہو کر ضرر رسانی کے منصوبے سوچتے ہیں بلکہ بسا اوقات وہ اپنے دلوں میں محسوس بھی کرتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک پاک دل بندہ کو ناحق ایذا پہنچا کر خدا کے غضب کے نیچے آگئے ہیں اور اُن کے اعمال بھی جو مخالف کارستانیوں کے لئے ہر وقت اُن سے سرزد ہوتے رہتے ہیں ان کے دل کی قصوروار حالت کو اُن پر ظاہر کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی حسد کی آگ کا تیز انجن عداوت کے گڑھوں کی طرف ان کو کھینچے لئے جاتا ہے یہی اسباب تھے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مشرکوں اور یہودیوں اور عیسائیوں

کے حالموں کو نہ محض حق کے قبول کرنے سے محروم رکھا بلکہ سخت عداوت پر آمادہ کر دیا۔ بلا ارادہ اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح اسلام کو صفحۂ دُنیا سے مٹا دیں اور چونکہ مسلمان اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے اس لئے اُن کے مخالفوں نے بباعث اس تکبر کے جو فطرتاً ایسے فرقوں کے دل اور دماغ میں جاگزیں ہوتا ہے جو اپنے تئیں دولت میں مال میں کثرت جماعت میں عزّت میں مرتبت میں دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہیں اس وقت کے مسلمانوں یعنی صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودہ زمین پر قائم ہو بلکہ وہ ان راست بازوں کے ہلاک کرنے کیلئے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے اور کوئی دقیقہ آزار رسانی کا اُٹھا نہیں رکھا تھا اور ان کو خوف یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پَیر جم جائیں اور پھر اس کی ترقی ہمارے مذہب اور قوم کی بربادی کا موجب ہو جائے۔ سو اسی خوف سے جو اُن کے دلوں میں ایک رُعبناک صورت میں بیٹھ گیا تھا نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کارروائیاں اُن سے ظہور میں آئیں اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا اور ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدّت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوعِ انسان کے فخر اُن شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا۔ اُن کے خُونوں سے کوچے سُرخ ہو گئے پر انہوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسُول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ

دشمنوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا۔ تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گذر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اُس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اُس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں۔ ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا۔ اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اب تک موجود ہے یہ ہے اُذِنَ للذین یقاتلون بانھم ظُلِمُوْا ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق۔ یعنی خدا نے ان مظلوم لوگوں کی جو قتل کئے جاتے ہیں اور ناحق اپنے وطن سے نکالے گئے فریاد سُن لی اور ان کو مقابلہ کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے جو مظلوم کی مدد کرے۔ الجزو نمبر ۱۷ سورۃ الحج۔ مگر یہ حکم مختص الزمان والوقت تھا ہمیشہ کے لئے نہیں تھا بلکہ اس زمانہ کے متعلق تھا جبکہ اسلام میں داخل ہونے والے بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح کئے جاتے تھے۔ لیکن افسوس کہ نبوت اور خلافت کے زمانہ کے بعد اس مسئلہ جہاد کے سمجھنے میں جس کی اصل جڑ آیت کریمہ مذکورہ بالا ہے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائیں اور ناحق مخلوق خدا کو تلوار کے ساتھ ذبح کرنا دینداری کا شعار سمجھا گیا۔ اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ عیسائیوں کو تو خالق کے حقوق کی نسبت غلطیاں پڑیں اور مسلمانوں کو مخلوق کے حقوق کی نسبت۔ یعنی عیسائی دین میں تو ایک عاجز انسان کو خدا بنا کر اُس قادر و قیوم کی حق تلفی کی گئی جس کی مانند نہ زمین میں کوئی چیز ہے اور نہ آسمان میں۔ اور مسلمانوں نے انسانوں پر ناحق تلوار چلانے سے بنی نوع کی حق تلفی کی اور اس کا نام جہاد رکھا۔ غرض حق تلفی کی ایک راہ عیسائیوں نے اختیار کی اور دوسری

ناحق تلفی کی مسلمانوں نے اختیار کر لی اور اس زمانہ کی بد قسمتی سے یہ دونوں گروہ ان دونوں قسم کی حق تلفیوں کو ایسا پسندیدہ طریق خیال کرتے ہیں کہ ہر ایک گروہ جو اپنے عقیدہ کے موافق ان دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی حق تلفی پر زور دے رہا ہے وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ گویا وہ اس سے سیدھا بہشت کو جائے گا اور اس سے بڑھ کر کوئی بھی ذریعہ بہشت کا نہیں۔ اور اگرچہ خدا کی حق تلفی کا گناہ سب گناہوں سے بڑھ کر ہے لیکن اس جگہ ہمارا یہ مقصود نہیں ہے کہ اس خطرناک حق تلفی کا ذکر کریں جس کی عیسائی قوم مرتکب ہے بلکہ ہم اس جگہ مسلمانوں کو اس حق تلفی پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں جو بنی نوع کی نسبت ان سے سرزد ہو رہی ہے۔

یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے اور اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پُرجوش وعظوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بناویں اور انسانیت کی تمام پاک خوبیوں سے بے نصیب کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ جس قدر ایسے ناحق کے خون ان نادان اور نفسانی انسانوں سے ہوتے ہیں کہ جو اس راز سے بے خبر ہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے اسلام کو اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑائیوں کی ضرورت پڑی تھی ان سب کا گناہ ان مولویوں کی گردن پر ہے کہ جو پوشیدہ طور پر ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں جن کا نتیجہ دردناک خونریزیاں ہیں۔ یہ لوگ جب حکام وقت کو ملتے ہیں تو اس قدر سلام کے لئے جھکتے ہیں کہ گویا سجدہ کرنے کے لئے طیار ہیں اور جب اپنے ہم جنسوں کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو بار بار اصرار ان کا اسی بات پر ہوتا ہے کہ یہ ملک دارالحرب ہے اور اپنے دلوں میں جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں اور تھوڑے ہیں جو اس خیال کے انسان نہیں ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس عقیدہ جہاد پر جو سراسر غلط

اور قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اس قدر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانتا ہو اور اس کے برخلاف ہو اس کا نام دجّال رکھتے ہیں اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مَیں بھی مدّت سے اسی فتویٰ کے نیچے ہوں اور مجھے اس ملک کے بعض مولویوں نے دجّال اور کافر قرار دیا اور گورنمنٹ برطانیہ کے قانون سے بھی بے خوف ہو کر میری نسبت ایک چھپا ہوا فتویٰ شائع کیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے اور اس کا مال لُوٹنا بلکہ عورتوں کو نکال کر لے جانا بڑے ثواب کا موجب ہے۔ اس کا سبب کیا تھا؟ یہی تو تھا کہ میرا مسیح موعود ہونا اور ان کے جہادی مسائل کے مخالف وعظ کرنا اور ان کے خونی مسیح اور خونی مہدی کے آنے کو جس پر اُن کو لُوٹ مار کی بڑی بڑی امیدیں تھیں سراسر باطل ٹھیرانا ان کے غضب اور عداوت کا موجب ہو گیا۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ ان کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے اور اس کا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے۔ یہ خیال اُن کا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ جب پہلے زمانہ میں جہاد روا رکھا گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اب حرام ہو جائے اس کے ہمارے پاس دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خیال قیاس مع الفارق ہے۔ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی پر تلوار نہیں اُٹھائی بجز ان لوگوں کے جنہوں نے پہلے تلوار اُٹھائی اور سخت بے رحمی سے بے گناہ اور پرہیزگار مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کیا اور ایسے درد انگیز طریقوں سے مارا کہ اب بھی ان قصوں کو پڑھ کر رونا آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر فرض بھی کر لیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اُٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اس کی دُعا اس کا حربہ ہو گا اور اس کی عقد ہمت اس کی تلوار ہو گی۔ وہ صلح کی بنیاد ڈالیگا

اور بکری اور شیر کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھے کرے گا اور اُس کا زمانہ صلح اور نرمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ ہوگا۔ ہائے افسوس! کیوں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے کلمہ یضع الحرب جاری ہو چکا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود جب آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کر دے گا اور اسی کی طرف اشارہ اس قرآنی آیت کا ہے۔ حتی تضع الحرب اوزارھا یعنی اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ مسیح کا وقت آجائے یہی تضع الحرب اوزارھا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری موجود ہے جو قرآن شریف کے بعد اصح الکتب مانی گئی ہے۔ اس کو غور سے پڑھو۔ اے اسلام کے عالمو اور مولویو! میری بات سُنو! مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب جہاد کا وقت نہیں ہے۔ خدا کے پاک نبی کے نافرمان مت بنو۔ مسیح موعود جو آنے والا تھا آچکا اور اس نے حکم بھی دیا کہ آیندہ مذہبی جنگوں سے جو تلوار اور کشت و خون کے ساتھ ہوتی ہیں باز آجاؤ تو اب بھی خونریزی سے باز نہ آنا اور ایسے وعظوں سے مُنہ بند نہ کرنا طریق اسلام نہیں ہے۔ جس نے مجھے قبول کیا ہے وہ نہ صرف ان وعظوں سے مونہہ بند کرے گا بلکہ اس طریق کو نہایت بُرا اور موجب غضب الٰہی جانے گا۔

اس جگہ ہمیں یہ بھی افسوس سے لکھنا پڑا کہ جیسا کہ ایک طرف جاہل مولویوں نے اصل حقیقت جہاد کی مخفی رکھ کر لُوٹ مار اور قتل انسان کے منصوبے عوام کو سکھائے اور اس کا نام جہاد رکھا ہے۔ اسی طرح دوسری طرف پادری صاحبوں نے بھی یہی کارروائی کی۔ اور ہزاروں رسالے اور اشتہار اُردو اور پشتو وغیرہ زبانوں میں چھپوا کر ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں اس مضمون کے شائع کئے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور تلوار چلانے کا نام اسلام ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے جہاد کی دو گواہیاں پاکر یعنی ایک مولویوں کی گواہی اور دوسری پادریوں کی شہادت اپنے وحشیانہ جوش

میں ترقی کی ہے۔ میرے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان پادری صاحبوں
کو اس خطرناک افترا سے روک دے جس کا نتیجہ ملک میں بے امنی اور بغاوت ہے۔ یہ
تو ممکن نہیں کہ پادریوں کے ان بے جا افتراؤں سے اہل اسلام دین اسلام کو چھوڑ دیں گے
ہاں ان وعظوں کا ہمیشہ یہی نتیجہ ہو گا کہ عوام کے لئے مسئلہ جہاد کی ایک یاددہانی ہوتی رہے گی
اور وہ سوئے ہوئے جاگ اُٹھیں گے۔ غرض اب جب مسیح موعود آ گیا تو ہر ایک مسلمان کا
فرض ہے کہ جہاد سے باز آوے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو شاید اس غلط فہمی کا کسی قدر عذر بھی
ہوتا۔ مگر اب تو میں آ گیا اور تم نے وعدہ کا دن دیکھ لیا۔ اس لئے اب مذہبی طور پر تلوار
اُٹھانے والوں کا خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر نہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں
کو پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے
اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا
بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔ میں ابھی بیان
کر چکا ہوں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں خود سبقت کر کے ہرگز
تلوار نہیں اُٹھائی بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھایا اور اس قدر صبر کیا
جو ہر ایک انسان کا کام نہیں اور ایسا ہی آپ کے اصحاب بھی اسی اعلیٰ اصول کے پابند
رہے اور جیسا کہ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ دُکھ اُٹھاؤ اور صبر کرو ایسا ہی انہوں نے صدق
اور صبر دکھایا۔ وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے انہوں نے دم نہ مارا۔ اُن کے بچے اُن کے
سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے، وہ آگ اور پانی کے ذریعہ سے عذاب دیئے گئے مگر
وہ شر کے مقابلہ سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیر خوار بچے ہیں۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ
دُنیا میں تمام نبیوں کی امتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرت انتقام ہونے کے
خدا کا حکم سُن کر ایسا اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنا لیا جیسا کہ انہوں نے بنایا؟
کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دُنیا میں کوئی اَور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود

بہادری اور شجاعت اور قوت بازو اور طاقت مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردمی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذار اور زخم رسانی پر تیرہ برس تک برابر صبر کرتا رہا۔ ہمارے سید و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جاں نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خونریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سُن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو طیار ہو گئے تھے بیشک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے اور گو ہم تمام دُنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی اُمت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاق فاضلہ نہیں پاتے اور اگر پہلوں میں سے کسی کے صبر کا قصہ بھی ہم سُنتے ہیں تو فی الفور دل میں گذرتا ہے کہ قرائن اس بات کو ممکن سمجھتے ہیں کہ اس صبر کا موجب دراصل بزدلی اور عدم قدرت انتقام ہو۔ مگر یہ بات کہ ایک گروہ جو درحقیقت سپاہیانہ ہُنر اپنے اندر رکھتا ہو اور بہادر اور قوی دل کا مالک ہو اور پھر وہ دُکھ دیا جائے اور اس کے بچے قتل کئے جائیں اور اس کو نیزوں سے زخمی کیا جائے مگر پھر بھی وہ بدی کا مقابلہ نہ کرے یہ وہ مردانہ صفت ہے جو کامل طور پر یعنی تیرہ برس برابر ہمارے نبی کریم اور آپ کے صحابہ سے ظہور میں آئی ہے اس قسم کا صبر جس میں ہر دم سخت بلاؤں کا سامنا تھا جس کا سلسلہ تیرہ برس تک کی دراز مدت تک لمبا تھا درحقیقت بے نظیر ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ہمیں بتلاوے کہ گذشتہ راستبازوں میں اس قسم کے صبر کی نظیر کہاں ہے؟

اور اس جگہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قدر ظلم جو صحابہ پر کیا گیا ایسے ظلم کے وقت میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے کوئی تدبیر بچنے کی

ان کو نہیں بتلائی بلکہ بار بار یہی کہا کہ ان تمام دُکھوں پر صبر کرو اور اگر کسی نے مقابلہ کے لئے کچھ عرض کیا تو اس کو روک دیا اور فرمایا کہ مجھے صبر کا حکم ہے۔ غرض ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صبر کی تاکید فرماتے رہے جب تک کہ آسمان سے حکم مقابلہ آگیا۔ اب اس قسم کے صبر کی نظیر تم تمام اوّل اور آخر کے لوگوں میں تلاش کرو۔ پھر اگر ممکن ہو تو اس کا نمونہ حضرت موسٰی کی قوم میں سے یا حضرت عیسٰی کے حواریوں میں سے دستیاب کرکے ہمیں بتلاؤ۔

حاصل کلام یہ کہ جبکہ مسلمانوں کے پاس صبر اور ترک شر اور اخلاق فاضلہ کا یہ نمونہ ہے جس سے تمام دُنیا پر اُن کو فخر ہے تو یہ کیسی نادانی اور بدبختی اور شامت اعمال ہے جو اب بالکل اس نمونہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ جاہل مولویوں نے خدا ان کو ہدایت دے عوام کالانعام کو بڑے دھوکے دیئے ہیں اور بہشت کی کنجی اسی عمل کو قرار دے دیا ہے جو صریح ظلم اور بیرحمی اور انسانی اخلاق کے برخلاف ہے۔ کیا یہ نیک کام ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنے خیال میں بازار میں چلا جاتا ہے اور ہم اس قدر اس سے بے تعلق ہیں کہ نام تک بھی نہیں جانتے اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے مگر تاہم ہم نے اس کے قتل کرنے کے ارادہ سے ایک پستول اس پر چھوڑ دیا ہے۔ کیا یہی دینداری ہے؟ اگر یہ کچھ نیکی کا کام ہے تو پھر درندے ایسی نیکی کے بجا لانے میں انسانوں سے بڑھ کر ہیں۔ سبحان اللہ! وہ لوگ کیسے راستباز اور نبیوں کی رُوح اپنے اندر رکھتے تھے کہ جب خدا نے مکّہ میں ان کو یہ حکم دیا کہ بدی کا مقابلہ مت کرو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ۔ پس وہ اس حکم کو پا کر شیرخوار بچّوں کی طرح عاجز اور کمزور بن گئے۔ گویا نہ اُن کے ہاتھوں میں زور ہے نہ اُن کے بازوؤں میں طاقت۔ بعض اُن میں سے اس طور سے بھی قتل کئے گئے کہ دو۲ اُونٹوں کو ایک جگہ کھڑا کرکے اُن کی ٹانگیں مضبوط طور پر اُن اُونٹوں سے باندھ دی گئیں اور پھر اُونٹوں کو مخالف سمتوں میں دوڑایا گیا۔ پس وہ ایک دم میں ایسے چِر گئے جیسے گاجر یا مُولی چیری جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں اور خاص کر مولویوں نے ان تمام

واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے اور اب وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا تمام دُنیا اُن کا شکار ہے۔ اور جس طرح ایک شکاری ایک ہرن کا کسی بن میں پتہ لگا کر چھپ چھپ کر اس کی طرف جاتا ہے اور آخر موقع پا کر بندوق کا فائر کرتا ہے یہی حالات اکثر مولویوں کے ہیں۔ انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے کبھی ایک حرف بھی نہیں پڑھا بلکہ اُن کے نزدیک خواہ مخواہ ایک غافل انسان پر پستول یا بندوق چلا دینا اسلام سمجھا گیا ہے۔ ان میں وہ لوگ کہاں ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ماریں کھائیں اور صبر کریں۔ کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اُسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پا کر چھُری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا بندوق سے اس کا کام تمام کریں۔ کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ بے جُرم بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک شخص جس سے ہماری کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ رُوشناسی بھی نہیں وہ کسی دوکان پر اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خرید رہا ہے یا اپنے کسی اور جائز کام میں مشغول ہے اور ہم نے بے وجہ بے تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچّوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیا یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے؟ نادانوں نے جہاد کا نام سُن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے یا محض دیوانگی کے طور پر مرتکب خونریزی کے ہوتے ہیں۔ ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جو اسلام نے خدائی حکم سے تلوار اُٹھائی وہ اس وقت اُٹھائی گئی کہ جب بہت سے مسلمان کافروں کی تلواروں سے قبروں میں پہنچ گئے۔ آخر خدا کی غیرت نے چاہا کہ

جو لوگ تلواروں سے ہلاک کرتے ہیں وہ تلواروں سے ہی مارے جائیں۔ خدا بڑا کریم اور رحیم اور حلیم ہے اور بڑا برداشت کرنے والا ہے۔ لیکن آخرکار راستبازوں کے لئے غیرت مند بھی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ جبکہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کیلئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔ کیوں ان کے مولوی بے جا حرکتوں سے جن سے اسلام بدنام ہوتا ہے ان کو منع نہیں کرتے۔ اس گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت کس قدر مسلمانوں کو آرام ہے۔ کیا کوئی اس کو گن سکتا ہے۔ ابھی بہتیرے ایسے لوگ زندہ ہوں گے جنہوں نے کسی قدر سکھوں کا زمانہ دیکھا ہوگا۔ اب وہی بتائیں کہ سکھوں کے عہد میں مسلمانوں اور اسلام کا کیا حال تھا۔ ایک ضروری شعار اسلام کا جو بانگ نماز ہے وہی ایک جُرم کی صورت میں سمجھا گیا تھا۔ کیا مجال تھی کہ کوئی اُونچی آواز سے بانگ کہتا اور پھر سکھوں کے برچھیوں اور نیزوں سے بچ رہتا۔ تو کیا اب خدا نے یہ بُرا کام کیا جو سکھوں کی بے جا دست اندازیوں سے مسلمانوں کو چھڑایا اور گورنمنٹ انگریزی کی امن بخش حکومت میں داخل کیا اور اس گورنمنٹ کے آتے ہی گویا نئے سر سے پنجاب کے مسلمان مشرّف باسلام ہوئے۔ چونکہ احسان کا عوض احسان ہے اس لئے نہیں چاہیئے کہ ہم اس خدا کی نعمت کو جو ہزاروں دُعاؤں کے بعد سکھوں کے زمانہ کے عوض ہم کو ملی ہے یوں ہی ردّ کر دیں۔

اور مَیں اس وقت اپنی جماعت کو جو مجھے مسیح موعود مانتی ہے خاص طور پر سمجھاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ان ناپاک عادتوں سے پرہیز کریں مجھے خدا نے جو مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور حضرت مسیح ابن مریم کا جامہ مجھے پہنا دیا ہے اس لئے مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجالاؤ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے

صحت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں بلکہ مذہب زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے۔ جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی بجز اس کے کہ خدا کی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اُترتے ہیں مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو۔ ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اوّل بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام مَیل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اُٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے تب وہ مَیل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اُٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہانتک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے مَیلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔ دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث

کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح جب آئیگا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور درد مندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلاویں کہ اس سے اُن کا دین پھیلے گا اور اس سے تعجب مت کریں کہ ایسا کیونکر ہو گا کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی بہت زیادہ دوڑا کر دکھلایا ہے ایسا ہی اب وہ روحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا۔ بڑے بڑے آسمانی نشان ظاہر ہوں گے اور بہت سی چمکیں پیدا ہوں گی جن سے بہت سی آنکھیں کھُل جائیں گی۔ تب آخر میں لوگ سمجھ جائیں گے کہ جو خدا کے سوا انسانوں اور دوسری چیزوں کو خدا بنایا گیا تھا سب غلطیاں تھیں۔ سو تم صبر سے دیکھتے رہو کیونکہ خدا اپنی توحید کے لئے تم سے زیادہ غیرتمند ہے اور دُعا میں لگے رہو ایسا نہ ہو کہ نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔ اے حق کے بھوکو اور پیاسو! سُن لو کہ یہ وہ دن ہیں جن کا ابتدا سے وعدہ تھا۔ خدا ان قصّوں کو بہت لمبا نہیں کرے گا اور جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جب ایک بلند مینار پر چراغ رکھا جائے تو دُور دُور تک اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور یا جب آسمان کے ایک طرف بجلی چمکتی ہے تو سب طرفیں ساتھ ہی روشن ہو جاتی ہیں ایسا ہی ان دنوں میں ہو گا کیونکہ خدا نے اپنی اس پیشگوئی کے پُورا کرنے کے لئے کہ مسیح کی منادی بجلی کی طرح دنیا میں پھر جائیگی یا بلند مینار کے چراغ کی طرح دُنیا کے چار گوشہ میں پھیلے گی۔ زمین پر ہر ایک سامان مہیا کر دیا ہے اور ریل اور تار اور اگن بوٹ اور ڈاک کے احسن انتظاموں اور سیر و سیاحت کے سہل طریقوں کو کامل طور پر جاری فرما دیا ہے۔ سو یہ سب کچھ پیدا کیا گیا

تا وہ بات پوری ہو کہ مسیح موعود کی دعوت بجلی کی طرح ہر ایک کنارہ کو روشن کرے گی اور مسیح کا منارہ جس کا حدیثوں میں ذکر ہے دراصل اس کی بھی یہی حقیقت ہے کہ مسیح کی ندا اور روشنی ایسی جلد دُنیا میں پھیلے گی جیسے اُونچے مینار پر سے آواز اور روشنی دُور تک جاتی ہے۔ اس لئے ریل اور تار اور اگن بوٹ اور ڈاک اور تمام اسباب سہولت تبلیغ اور سہولت سفر مسیح کے زمانہ کی ایک خاص علامت ہے جس کو اکثر نبیوں نے ذکر کیا ہے اور قرآن بھی کہتا ہے وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ یعنی عام دعوت کا زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ ہے وہ* ہے جبکہ اُونٹ بے کار ہو جائیں گے یعنی کوئی ایسی نئی سواری پیدا ہو جائے گی جو اُونٹوں کی حاجت نہیں پڑے گی اور حدیث میں بھی ہے یترک القلاص فلا یسعی علیھا یعنی اس زمانہ میں اُونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ اور یہ علامت کسی اَور نبی کے زمانہ کو نہیں دی گئی۔ سو شکر کرو کہ آسمان پر نور پھیلانے کے لئے تیاریاں ہیں۔ زمین میں زمینی برکات کا ایک جوش ہے یعنی سفر اور حضر میں اور ہر ایک بات میں وہ آرام تم دیکھ رہے ہو جو تمہارے باپ دادوں نے نہیں دیکھے۔ گویا دُنیا نئی ہو گئی ہے۔ بے بہار کے میوے ایک ہی وقت میں مل سکتے ہیں۔ چھ مہینے کا سفر چند روز میں ہو سکتا ہے۔ ہزاروں کوسوں کی خبریں ایک ساعت میں آسکتی ہیں ہر ایک کام کی سہولت کے لئے مشینیں اور کلیں موجود ہیں۔ اگر چاہو تو ریل میں یوں سفر کر سکتے ہو جیسے گھر میں کے ایک بُستان سرائے میں۔ پس کیا زمین پر ایک انقلاب نہیں آیا؟ پس جبکہ زمین میں ایک اعجوبہ نما انقلاب پیدا ہو گیا اس لئے خدائے قادر چاہتا ہے کہ آسمان میں بھی ایک اعجوبہ نما انقلاب پیدا ہو جائے اور یہ دونوں مسیح کے زمانہ کی نشانیاں ہیں۔ انہی نشانیوں کی طرف اشارہ ہے جو میری کتاب براہین احمدیہ کے ایک الہام میں جو

---

* میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ مسیح موعود اسرائیلی نبی نہیں ہے بلکہ اس کی خو اور طبیعت پر آیا ہے جبکہ توریت میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا گیا ہے تو ضرور تھا کہ موسوی سلسلہ کی مانند محمدی سلسلہ کے آخر پر بھی ایک مسیح ہو۔ منہ

آج سے بیس برس پہلے لکھا گیا پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہے۔ ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقاً ففتقناھما یعنی زمین اور آسمان دونوں ایک گٹھڑی کی طرح بندھے ہوئے تھے جن کے جوہر مخفی تھے ہم نے مسیح کے زمانہ میں وہ دونوں گٹھڑیاں کھول دیں اور دونوں کے جوہر ظاہر کر دیئے۔ +

بالآخر یاد رہے کہ اگرچہ ہم نے اس اشتہار میں مفصل طور پر لکھ دیا ہے کہ یہ موجودہ طریق غیر مذہب کے لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسول کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے۔ لیکن چونکہ اس طریق پر پابند ہونے کی بعض اسلامی قوموں میں پرانی عادت ہو گئی ہے اس لئے اُن کے لئے اس عادت کو چھوڑنا آسانی سے ممکن نہیں بلکہ ممکن ہے کہ جو شخص ایسی نصیحت کرے اسی کے دشمن جانی ہو جائیں اور غازیانہ جوش سے اس کا قصہ بھی تمام کرنا چاہیں۔ ہاں ایک طریق میرے دل میں گذرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر امیر صاحب والیٔ کابل جن کا رُعب افغانوں کی قوموں پر اس قدر ہے کہ شاید اس کی نظیر کسی پہلے افغانی امیر میں نہیں ملے گی نامی علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ جہاد کو معرض بحث میں لاویں اور پھر علماء کے ذریعہ سے عوام کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کریں بلکہ اس ملک کے علماء سے چند رسالے پشتو زبان میں تالیف کرا کر عام طور پر شائع کرائیں تو یقین ہے کہ اس قسم کی کارروائی کا لوگوں پر بہت اثر پڑے گا اور وہ جوش جو نادان ملّا عوام میں پھیلاتے ہیں رفتہ رفتہ کم ہو جائے گا اور یقیناً امیر صاحب کی رعایا کی بڑی بدقسمتی ہو گی اگر اس ضروری

+ کیا یہ سچ نہیں کہ اس زمانہ میں زمین کی گٹھڑی ایسی کھلی ہے کہ ہزارہا نئی حقیقتیں اور خواص اور کلیں ظاہر ہوتی جاتی ہیں پھر آسمانی گٹھڑی کیوں بند رہے۔ آسمانی گٹھڑی کی نسبت گذشتہ نبیوں نے بھی پیشگوئی کی تھی کہ بچے اور عورتیں بھی خدا کا الہام پائیں گی اور وہ مسیح موعود کا زمانہ ہو گا۔ منہ

اصلاح کی طرف امیر صاحب توجہ نہیں کریں گے اور آخری نتیجہ اس کا اس گورنمنٹ کے
لئے خود زحمتیں ہیں جو ملّاؤں کے ایسے فتووں پر خاموش بیٹھی ہے کیونکہ آجکل ان ملّاؤں
اور مولویوں کی یہ عادت ہے کہ ایک ادنےٰ اختلاف مذہبی کی وجہ سے ایک شخص یا ایک فرقہ
کو کافر ٹھیرا دیتے ہیں اور پھر جو کافروں کی نسبت ان کے فتوے جہاد وغیرہ کے ہیں وہی
فتوے ان کی نسبت بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں امیر صاحب بھی ان
فتووں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت یہ ملّا لوگ کسی جزدی بات پر امیر
صاحب پر ناراض ہو کر ان کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیں اور پھر ان کے لئے بھی وہی
جہاد کے فتوے لکھے جائیں جو کفار کے لئے وہ لکھا کرتے ہیں۔ پس بلاشبہ وہ لوگ جن
کے ہاتھ میں مومن یا کافر بنانا اور پھر اس پر جہاد کا فتویٰ لکھنا ہے ایک خطرناک قوم ہے
جن سے امیر صاحب کو بھی بے فکر نہیں بیٹھنا چاہیئے اور بلاشبہ ہر ایک گورنمنٹ کے
لئے بغاوت کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں۔ عوام بے چارے ان لوگوں کے قابو میں ہیں اور اُن
کے دلوں کی کل ان کے ہاتھ میں ہے جس طرف چاہیں پھیر دیں اور ایک دم میں قیامت
برپا کر دیں۔ پس یہ گناہ کی بات نہیں ہے کہ عوام کو اُن کے پنجہ سے چھڑا دیا جائے اور
خود اُن کو نرمی سے جہاد کے مسئلہ کی اصل حقیقت سمجھا دی جائے۔ اسلام ہرگز یہ تعلیم
نہیں دیتا کہ مسلمان رہزنوں اور ڈاکوؤں کی طرح بن جائیں اور جہاد کے بہانہ سے اپنے
نفس کی خواہشیں پوری کریں۔ اور چونکہ اسلام میں بغیر بادشاہ کے حکم کے کسی طرح جہاد
درست نہیں اور اس کو عوام بھی جانتے ہیں اس لئے یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ لوگ جو حقیقت
سے بے خبر ہیں اپنے دلوں میں امیر صاحب پر یہ الزام لگا دیں کہ انہی کے اشارہ سے یہ سب
کچھ ہوتا ہے۔ لہٰذا امیر صاحب کا ضرور یہ فرض ہے کہ جہانتک ممکن ہو اس غلط فتوے کو
روکنے کے لئے جہد بلیغ فرما دیں کہ اس صورت میں امیر صاحب کی بریت بھی آفتاب کی طرح
چمک اُٹھے گی اور ثواب بھی ہوگا کیونکہ حقوق عباد پر نظر کرکے اس سے بڑھ کر اور کوئی

نیکی نہیں کہ مظلوموں کی گردنوں کو ظالموں کی تلوار سے چھڑایا جائے اور چونکہ ایسے کام کرنے والے اور غازی بننے کی نیت سے تلوار چلانے والے اکثر افغان ہی ہیں جن کا امیر صاحب کے ملک میں ایک معتد بہ حصہ ہے اس لئے امیر صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ موقعہ دیا ہے کہ وہ اپنی امارت کے کارنامہ میں اس اصلاح عظیم کا تذکرہ چھوڑ جائیں اور یہ وحشیانہ عادات جو اسلام کی بدنام کنندہ ہیں جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو قوم افغان سے چھڑا دیں ورنہ دَور مسیح موعود آگیا ہے۔ اب بہرحال خدا تعالیٰ آسمان سے ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ جیسا کہ زمین ظلم اور ناحق کی خونریزی سے پُر تھی اب عدل اور امن اور صلحکاری سے پُر ہو جائے گی اور مبارک وہ امیر اور بادشاہ ہیں جو اس سے کچھ حصہ لیں۔

ان تمام تحریروں کے بعد ایک خاص طور پر اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں کچھ گذارش کرنا چاہتا ہوں۔ اور گو یہ جانتا ہوں کہ ہماری یہ گورنمنٹ ایک عاقل اور زیرک گورنمنٹ ہے لیکن ہمارا بھی فرض ہے کہ اگر کوئی نیک تجویز جس میں گورنمنٹ اور عامہ خلائق کی بھلائی ہو خیال میں گذرے تو اُسے پیش کر دیں۔ اور وہ یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ واقعی اور یقینی امر ہے کہ یہ وحشیانہ عادت جو سرحدی افغانوں میں پائی جاتی ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی کسی بے گناہ کا خون کیا جاتا ہے اس کے اسباب جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں دو ہیں (۱) اوّل وہ مولوی جن کے عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں اور خاص کر عیسائیوں کو قتل کرنا موجب ثواب عظیم ہے اور اس سے بہشت کی وہ عظیم الشان نعمتیں ملیں گی کہ وہ نہ نماز سے مل سکتی ہیں نہ حج سے نہ زکوٰۃ سے اور نہ کسی اور نیکی کے کام سے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ در پردہ عوام الناس کے کان میں ایسے وعظ پہنچاتے رہتے ہیں۔ آخر دن رات ایسے وعظوں کو سُن کر ان لوگوں کے دلوں پر جو حیوانات میں اور ان میں کچھ تھوڑا ہی فرق ہے بہت بڑا اثر پڑتا ہے اور وہ درندے ہو جاتے ہیں اور ان میں ایک ذرہ رحم باقی نہیں رہتا اور ایسی بے رحمی سے

خونریزیاں کرتے ہیں جن سے بدن کانپتا ہے۔ اور اگرچہ سرحدی اور افغانی ملکوں میں اس قسم کے مولوی بکثرت بھرے پڑے ہیں جو ایسے ایسے وعظ کیا کرتے ہیں مگر میری رائے تو یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان بھی ایسے مولویوں سے خالی نہیں۔ اگر گورنمنٹ عالیہ نے یہ یقین کر لیا ہے کہ اس ملک کے تمام مولوی اس قسم کے خیالات سے پاک اور مبرّا ہیں تو یہ یقین بے شک نظر ثانی کے لائق ہے۔ میرے نزدیک اکثر مسجد نشین نادان مغلوب الغضب مُلّا ایسے ہیں کہ ان گندے خیالات سے بَری نہیں ہیں۔ اگر وہ ایسے خیالات خدا تعالےٰ کی پاک کلام کی ہدایت کے موافق کرتے تو مَیں اُن کو معذور سمجھتا کیونکہ درحقیقت انسان اعتقادی امور میں ایک طور پر معذور ہوتا ہے۔ لیکن مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جیسا کہ وہ گورنمنٹ کے احسانات کو فراموش کر کے اس عادل گورنمنٹ کے چھپے ہوئے دشمن ہیں ایسا ہی وہ خدا تعالےٰ کے بھی مجرم اور نافرمان ہیں۔ کیونکہ مَیں مفصّل بیان کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہرگز نہیں سکھلاتا کہ ہم اس طرح پر بے گناہوں کے خون کیا کریں اور جس نے ایسا سمجھا ہے وہ اسلام سے برگشتہ ہے۔ (۲) دوسرا سبب ان مجرمانہ خونریزیوں کا جو غازی بننے کے بہانہ سے کی جاتی ہیں میری رائے میں وہ پادری صاحبان بھی ہیں جنہوں نے حد سے زیادہ اس بات پر زور دیا کہ اسلام میں جہاد فرض ہے اور دوسری قوموں کو قتل کرنا مسلمانوں کے مذہب میں بہت ثواب کی بات ہے۔ میرے خیال میں سرحدی لوگوں کو جہاد کے مسئلہ کی خبر بھی نہیں تھی۔ یہ تو پادری صاحبوں نے یاد دلایا۔ میرے پاس اس خیال کی تائید میں دلیل یہ ہے کہ جب تک پادری صاحبوں کی طرف سے ایسے اخبار اور رسالے اور کتابیں سرحدی ملکوں میں شائع نہیں ہوئے تھے اس وقت تک ایسی وارداتیں بہت ہی کم سُنی جاتی تھیں یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بالکل نہیں تھیں۔ بلکہ جب سکھوں کی سلطنت اس ملک سے اُٹھ گئی اور ان کی جگہ انگریز آئے تو عام مسلمانوں

کو اس انقلاب سے بڑی خوشی تھی اور سرحدی لوگ بھی بہت خوش تھے۔ جب پادری فنڈل صاحب نے ۱۸۴۹ء میں کتاب میزان الحق تالیف کر کے ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں شائع کی اور نہ فقط اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی نسبت توہین کے کلمے استعمال کئے بلکہ لاکھوں انسانوں میں یہ شہرت دی کہ اسلام میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بڑا ثواب ہے۔ ان باتوں کو سُن کر سرحدی حیوانات جن کو اپنے دین کی کچھ بھی خبر نہیں جاگ اُٹھے اور یقین کر بیٹھے کہ درحقیقت ہمارے مذہب میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا بڑے ثواب کی بات ہے۔ مَیں نے غور کر کے سوچا ہے کہ اکثر سرحدی وارداتیں اور پُرجوش عداوت جو سرحدی لوگوں میں پیدا ہوئی اس کا سبب پادری صاحبوں کی وہ کتابیں ہیں جن میں وہ تیز زبانی اور بار بار جہاد کا ذکر لوگوں کو سُنانے میں حد سے زیادہ گذر گئے یہاں تک کہ آخر میزان الحق کی عام شہرت اور اس کے زہریلے اثر کے بعد ہماری گورنمنٹ کو ۱۸۶۷ء میں ایکٹ نمبر ۲۳ ۱۸۶۷ء سرحدی اقوام کے غازیانہ خیالات کے روکنے کے لئے جاری کرنا پڑا۔ یہ قانون سرحد کی چھ قوموں کے لئے شائع ہوا تھا اور بڑی امید تھی کہ اس سے وارداتیں رُک جائیں گی۔ لیکن افسوس کہ بعد اس کے پادری عمادالدین امرتسری اور چند دوسرے بدزبان پادریوں کی تیز اور گندی تحریروں نے مُلک کی اندرونی محبت اور مصالحت کو بڑا نقصان پہنچایا اور ایسا ہی اور پادری صاحبوں کی کتابوں نے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں دلوں میں عداوت کا تخم بونے میں کمی نہیں کی۔ غرض یہ لوگ گورنمنٹ عالیہ کی مصلحت کے سخت حارج ہوئے۔ ہماری گورنمنٹ کی طرف سے یہ کارروائی نہایت قابل تحسین ہوئی کہ مسلمانوں کو ایسی کتابوں کے جواب لکھنے سے منع نہیں کیا اور اس تیزی کے مقابل پر مسلمانوں کی طرف سے بھی کسی قدر تیز کلامی ہوئی مگر وہ تیزی گورنمنٹ کی کشادہ دلی پر دلیل روشن بن گئی اور ہتک آمیز کتابوں کی وجہ سے جن فسادوں کی توقع تھی

وہ اس گورنمنٹ عالیہ کی نیک نیتی اور عادلانہ طریق ثابت ہو جانے کی وجہ سے اندر ہی اندر دب گئے۔ پس اگرچہ ہمیں اسلام کے ملاؤں کی نسبت افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک غلط مسئلہ جہاد کی پیروی کر کے سرحدی اقوام کو یہ سبق دیا کہ تا وہ ایک محسن گورنمنٹ کے معزز افسروں کے خون سے اپنی تلواروں کو سُرخ کیا کریں اور اس طرح ناحق اپنی محسن گورنمنٹ کو ایذا پہنچایا کریں۔ مگر ساتھ ہی یورپ کے ملاؤں پر بھی جو پادری ہیں ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے ناحق تیز اور خلاف واقعہ تحریروں سے نادانوں کو جوش دلائے۔ ہزاروں دفعہ جہاد کا اعتراض پیش کر کے وحشی مسلمانوں کے دلوں میں یہ جما دیا کہ اُن کے مذہب میں جہاد ایک ایسا طریق ہے جس سے جلد بہشت مل جاتا ہے۔ اگر ان پادری صاحبوں کے دلوں میں کوئی بدنیتی نہیں تھی تو چاہیئے تھا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع کے جہادوں کا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے مقابلہ کر کے اندر ہی اندر سمجھ جاتے اور چُپ رہتے۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ اس فتنہ عوام کے جوش دلانے کے بڑے محرّک اسلامی مولوی ہیں تاہم ہمارا انصاف ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اقرار کریں کہ کسی قدر اس فتنہ انگیزی میں پادریوں کی وہ تحریریں بھی حصہ دار ہیں جن سے آئے دن مسلمان شاکی نظر آتے ہیں۔ افسوس کہ بعض جاہل ایک حرکت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور گورنمنٹ انگلشیہ کو مشکلات پیش آتی ہیں۔ ان مشکلات کے دفع کرنے کے لئے میرے نزدیک احسن تجویز وہی ہے جو حال میں رومی گورنمنٹ نے اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ امتحاناً چند سال کے لئے ہر ایک فرقہ کو قطعاً روک دیا جائے کہ وہ اپنی تحریروں میں اور نیز زبانی تقریروں میں ہرگز ہرگز کسی دوسرے مذہب کا صراحۃً یا اشارۃً ذکر نہ کرے۔ ہاں اختیار ہے کہ جس قدر چاہے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے۔ اس صورت میں نئے نئے کینوں کی تخم ریزی موقوف ہو جائے گی اور پُرانے قصے بھول جائیں گے اور لوگ باہمی محبت اور مصالحت کی طرف رجوع کریں گے اور جب سرحد کے وحشی لوگ دیکھیں گے

کہ قوموں میں اس قدر باہم اُنس اور محبت پیدا ہو گیا ہے تو آخر وہ بھی متاثر ہو کر عیسائیوں کی ایسی ہی ہمدردی کریں گے جیسا کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی کرتا ہے۔ اور دوسری تدبیر یہ ہے کہ اگر پنجاب اور ہندوستان کے مولوی درحقیقت مسئلہ جہاد کے مخالف ہیں تو وہ اس بارے میں رسالے تالیف کر کے اور پشتو میں ان کا ترجمہ کرا کر سرحدی اقوام میں مشتہر کر دیں۔ بلاشبہ ان کا بڑا اثر ہوگا مگر ان باتوں کے لئے شرط ہے کہ سچے دل اور جوش سے کارروائی کی جائے نہ نفاق سے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد مسیح موعود عفی عنہ از قادیان

المرقوم ۲۲ رمئی ۱۹۰۰ء

(۲۱۷)

ضمیمہ رسالہ جہاد

عیسیٰ مسیح اور محمد مہدی کے دعویٰ کی اصل حقیقت اور جناب نواب وائسرائے صاحب بہادر بالقابہ کی خدمت میں ایک درخواست

اگرچہ میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ میری طرف سے یہ دعویٰ کہ میں عیسیٰ مسیح ہوں اور نیز محمد مہدی ہوں اس خیال پر مبنی نہیں ہے کہ میں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں اور نیز درحقیقت حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں مگر پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے غور سے میری کتابیں نہیں

دیکھیں وہ اس شبہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ گویا میں نے تناسخ کے طور پر اس دعوے کو پیش کیا ہے اور گویا میں اس بات کا مدعی ہوں کہ سچ مچ ان دو بزرگ نبیوں کی رُوحیں میرے اندر حلول کر گئی ہیں۔ لیکن واقعی امر ایسا نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ کی نسبت پہلے نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ جو دو قسم کے ظلم سے بھر جائے گا۔ ایک ظلم مخلوق کے حقوق کی نسبت ہوگا اور دوسرا ظلم خالق کے حقوق کی نسبت۔ مخلوق کے حقوق کی نسبت یہ ظلم ہوگا کہ جہاد کا نام رکھ کر نوعِ انسان کی خونریزیاں ہوں گی یہاں تک کہ جو شخص ایک بے گناہ کو قتل کرے گا وہ خیال کرے گا کہ گویا وہ ایسی خونریزی سے ایک ثوابِ عظیم کو حاصل کرتا ہے اور اس کے سوا اور بھی کئی قسم کی ایذائیں محض دینی غیرت کے بہانہ پر نوعِ انسان کو پہنچائی جائینگی چنانچہ وہ زمانہ یہی ہے کہ ایمان اور انصاف کے رُو سے ہر ایک خدا ترس کو اس زمانہ میں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مثلاً آئے دن جو سرحدیوں کی ایک وحشی قوم ان انگریز حکام کو قتل کرتی ہے جو اُن کی یا اُن کے ہم قوم بھائی مسلمانوں کی جانوں اور عزتوں کے محافظ ہیں۔ کس قدر ظلم صریح اور حقوق العباد کا تلف کرنا ہے کیا ان کو سکھوں کا زمانہ یاد نہیں رہا جو بانگ نماز پر بھی قتل کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے۔ گورنمنٹ انگریزی نے کیا گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا اس کے معزز حکام کو دی جاتی ہے۔ اس گورنمنٹ نے پنجاب میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں کو اپنے مذہب میں پوری آزادی دی۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے جو دھیمی آواز سے بھی بانگ نماز دے کر مار کھاویں بلکہ اب بلند میناروں پر چڑھ کر بانگیں دو اور اپنی مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھو کوئی مانع نہیں۔ سکھوں کے زمانہ میں مسلمانوں کی غلاموں کی طرح زندگی تھی اور اب انگریزی عملداری سے دوبارہ ان کی عزت قائم ہوئی۔ جان اور مال اور عزت تینوں محفوظ ہوئے اسلامی کتب خانوں کے دروازے کھولے گئے۔ تو کیا انگریزی گورنمنٹ نے نیکی کی یا بدی کی؟

سکھوں کے زمانہ میں بزرگوار مسلمانوں کی قبریں بھی اُکھیڑی جاتی تھیں سرہند کا واقعہ بھی اب تک کسی کو بھولا نہیں ہوگا۔ لیکن یہ گورنمنٹ ہماری قبروں کی بھی ایسی ہی محافظ ہے جیسا کہ ہمارے زندوں کی۔ کیسی عافیت اور امن کی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہم لوگ رہتے ہیں جس نے ایک ذرہ بھی مذہبی تعصب ظاہر نہیں کیا۔ کوئی مسلمان اپنے مذہب میں کوئی عبادت بجا لاوے۔ حج کرے۔ زکوٰۃ دے۔ نماز پڑھے یا خدا کی طرف سے ہو کر یہ ظاہر کرے کہ مَیں مجدّد وقت ہوں یا ولی ہوں یا قطب ہوں یا مسیح ہوں یا مہدی ہوں اس سے اس عادل گورنمنٹ کو کچھ سروکار نہیں بجز اِس صورت کے کہ وہ خود ہی طریق اطاعت کو چھوڑ کر باغیانہ خیالات میں گرفتار ہو۔ پھر باوجود اس کے کہ گورنمنٹ کے یہ سلوک اور احسان ہیں مسلمانوں کی طرف سے اس کا عوض یہ دیا جاتا ہے کہ ناحق بے گناہ بے قصور ان حکام کو قتل کرتے ہیں جو دن رات انصاف کی پابندی سے ملک کی خدمت میں مشغول ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ لوگ تو سرحدی ہیں۔ اس ملک کے مسلمانوں اور ان کے مولویوں کا کیا گناہ ہے تو اس کا جواب باد ب ہم یہ دیتے ہیں کہ ضرور ایک گناہ ہے چاہو قبول کرو یا نہ کرو اور وہ یہ کہ جب ہم ایک طرف سرحدی وحشی قوموں میں غازی بننے کا شوق دیکھتے ہیں تو دوسری طرف اس ملک کے مولویوں میں اپنی گورنمنٹ اور اس کے انگریزی حکام کی سچی ہمدردی کی نسبت وہ حالت ہمیں نظر نہیں آتی اور نہ وہ جوش دکھائی دیتا ہے۔ اگر یہ اس گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیر خواہ ہیں تو کیوں بالاتفاق ایک فتویٰ تیار کر کے سرحدی ملکوں میں شائع نہیں کرتے تا ان نادانوں کا یہ عذر ٹوٹ جائے کہ ہم غازی ہیں اور ہم مرتے ہی بہشت میں جائیں گے۔ مَیں سمجھ نہیں سکتا کہ مولویوں اور اُن کے پیرووں کا اس قدر اطاعت کا دعویٰ اور پھر کوئی عمدہ خدمت نہیں دکھلا سکتے۔ بلکہ یہ کام تو بطریق تنزّل ہے۔ بہت سے مولوی ایسے بھی ہیں جن کی نسبت اس سے بڑھ کر اعتراض ہے۔ خدا ان کے دلوں کی اصلاح کرے۔ غرض مخلوق کے حقوق کی نسبت ہماری قوم اسلام میں سخت

ظلم ہوتا ہے جب ایک محسن بادشاہ کے ساتھ یہ سلوک ہے تو پھر اوروں کے ساتھ کیا ہوگا۔ پس خدا نے آسمان پر اس ظلم کو دیکھا اس لئے اس نے اس کی اصلاح کے لئے حضرت عیسٰی مسیح کی خو اور طبیعت پر ایک شخص کو بھیجا اور اس کا نام اسی طور سے مسیح رکھا جیسا کہ پانی یا آئینہ میں ایک شکل کا جو عکس پڑتا ہے اس عکس کو مجازاً کہہ سکتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے کیونکہ یہ تعلیم جس پر اب ہم زور دیتے ہیں یعنی یہ کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور خدا کی مخلوق کی عموماً بھلائی چاہو۔ اس تعلیم پر زور دینے والا وہی بزرگ نبی گذرا ہے جس کا نام عیسٰی مسیح ہے۔ اور اس زمانہ میں بعض مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں سے پیار کریں ناحق ایک قابل شرم مذہبی بہانہ سے ایسے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں جنہوں نے کوئی بدی اُن سے نہیں کی بلکہ نیکی کی۔ اس لئے ضرور تھا کہ ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے ایک ایسا شخص خدا سے الہام پاکر پیدا ہو جو حضرت مسیح کی خُو اور طبیعت اپنے اندر رکھتا ہے اور صلحکاری کا پیغام لے کر آیا ہے۔ کیا اس زمانے میں ایسے شخص کی ضرورت نہ تھی جو عیسٰی مسیح کا اوتار ہے؟ بے شک ضرورت تھی۔ جس حالت میں اسلامی قوموں میں سے کروڑہا لوگ رُوئے زمین پر ایسے پائے جاتے ہیں جو جہاد کا بہانہ رکھ کر غیر قوموں کو قتل کرنا ان کا شیوہ ہے بلکہ بعض تو ایک محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ رہ کر بھی پوری صفائی سے ان سے محبت نہیں کر سکتے۔ سچی ہمدردی کو کمال تک نہیں پہنچا سکتے اور نہ نفاق اور دو رنگی سے بکلّی پاک ہو سکتے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح کے اوتار کی سخت ضرورت تھی۔ **سو میں وہی اوتار ہوں** جو حضرت مسیح کی روحانی شکل اور خُو اور طبیعت پر بھیجا گیا ہوں۔

اور دوسری قسم ظلم کی جو خالق کی نسبت ہے وہ اس زمانہ کے عیسائیوں کا عقیدہ ہے جو خالق کی نسبت کمال غلو تک پہنچ گیا ہے۔ اس میں تو کچھ شک نہیں جو حضرت عیسٰے علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک بزرگ نبی ہیں اور بلاشبہ عیسٰی مسیح خدا کا پیارا خدا کا برگزیدہ

اور دُنیا کا نور اور ہدایت کا آفتاب اور جناب الٰہی کا مقرب اور اس کے تخت کے نزدیک مقام رکھتا ہے اور کروڑہا انسان جو اس سے سچی محبت رکھتے ہیں اور اس کی وصیتوں پر چلتے ہیں اور اس کی ہدایات کے کاربند ہیں وہ جہنم سے نجات پائیں گے لیکن با ایں یہ سخت غلطی اور کفر ہے کہ اس برگزیدہ کو خدا بنایا جائے۔ خدا کے پیاروں کو خدا سے ایک بڑا تعلق ہوتا ہے۔ اس تعلق کے لحاظ سے اگر وہ اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہہ دیں یا یہ کہہ دیں کہ خدا ہی ہے جو اُن میں بولتا ہے اور وہی ہے جس کا جلوہ ہے تو یہ باتیں بھی کسی حال کے موقع میں ایک معنے کے رُو سے صحیح ہوتے ہیں جن کی تاویل کی جاتی ہے کیونکہ انسان جب خدا میں فنا ہو کر اور پھر اس کے نور سے پرورش پا کر نئے سر سے ظاہر ہوتا ہے تو ایسے لفظ اس کی نسبت مجازاً بولنا قدیم محاورہ اہل معرفت ہے کہ وہ خود نہیں بلکہ خدا ہے جو اس میں ظاہر ہوا ہے لیکن اس سے درحقیقت یہ نہیں کھُلتا کہ وہی شخص درحقیقت رب العالمین ہے۔ اس نازک محل میں اکثر عوام کا قدم پھسل جاتا ہے اور ہزارہا لوگ اور ولی اور اوتار جو خدا بنائے گئے وہ بھی دراصل انہی لغزشوں کی وجہ سے بنائے گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب رُوحانی اور آسمانی باتیں عوام کے ہاتھ میں آتی ہیں تو وہ اُن کی جڑ تک نہیں پہنچ سکتے۔ آخر کچھ بگاڑ کر اور مجاز کو حقیقت پر حمل کر کے سخت غلطی اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سو اسی غلطی میں آجکل کے علما مسیحی بھی گرفتار ہیں اور اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ کسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا بنا دیا جائے سو یہ حق تلفی خالق کی ہے اور اس حق کے قائم کرنے کے لئے اور توحید کی عظمت دلوں میں بٹھانے کے لئے ایک بزرگ نبی ملک عرب میں گذرا ہے جس کا نام محمدؐ اور احمدؐ تھا۔ خدا کے اس پہ بے شمار سلام ہوں۔ شریعت دو حصوں پر منقسم تھی۔ بڑا حصہ یہ تھا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یعنی توحید اور دوسرا حصہ یہ کہ ہمدردی بنی نوع انسان کی اور لئے وہ چاہو جو اپنے لئے۔ سو ان دو حصوں میں سے حضرت مسیح نے ہمدردی نوع انسان

پر زور دیا کیونکہ وہ زمانہ اسی قسم کے زور کو چاہتا تھا۔ اور دوسرا حصہ جو بڑا عقیدہ یعنی لا الہ الا اللہ جو خدا کی عظمت اور توحید کا سرچشمہ ہے اس پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیا کیونکہ وہ اسی قسم کے زور کو چاہتا تھا۔ پھر بعد اس کے ہمارا زمانہ آیا جس میں اب ہم ہیں۔ اس زمانہ میں یہ دونوں قسم کی خرابیاں کمال درجہ تک پہنچ گئی تھیں یعنی حقوق عباد کا تلف کرنا اور بے گناہ بندوں کا خون کرنا مسلمانوں کے عقیدہ میں داخل ہو گیا تھا اور اس غلط عقیدہ کی وجہ سے ہزارہا بیگناہوں کو وحشیوں نے تہ تیغ کر دیا تھا۔ اور پھر دوسری طرف حقوق خالق کا تلف کرنا بھی کمال کو پہنچ گیا تھا اور عیسائی عقیدہ میں یہ داخل ہو گیا تھا کہ وہ خدا جس کی انسانوں اور فرشتوں کو پرستش کرنی چاہیئے وہ مسیح ہی ہے اور اس قدر غلو ہو گیا کہ اگرچہ اُن کے نزدیک عقیدہ کی رو سے تین اقنوم ہیں لیکن عملی طور پر دعا اور عبادت میں صرف ایک ہی قرار دیا گیا ہے یعنی مسیح۔ یہ دونوں پہلو اتلاف حقوق کے یعنی حق العباد اور حق رب العباد اس قدر کمال کو پہنچ گئے تھے کہ اب یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ ان دونوں میں کونسا پہلو اپنے غلو میں انتہائی درجہ تک جا پہنچا ہے۔ سو اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور رُوپ کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کرکے بھیجا۔ ایسا ہی اس نے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خُو اور بُو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔ سو مَیں ان معنوں کرکے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی۔ مسیح ایک لقب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا جس کے معنے ہیں خدا کو چھونے والا اور خدائی انعام میں سے کچھ لینے والا اور اس کا خلیفہ اور صدق اور راست بازی کو اختیار کرنے والا۔ اور مہدی ایک لقب ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو

دیا گیا تھا جس کے معنے ہیں کہ فطرتاً ہدایت یافتہ اور تمام ہدایتوں کا وارث اور اسم ہادی کے پورے عکس کا محل۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت نے اس زمانہ میں ان دونوں لقبوں کا مجھے وارث بنا دیا اور یہ دونوں لقب میرے وجود میں اکٹھے کر دیئے سو میں ان معنوں کے رو سے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی۔ اور یہ وہ طریق ظہور ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں۔ سو مجھے دو بروز عطا ہوئے ہیں بروز عیسیٰ اور بروز محمد۔ غرض میرا وجود ان دونوں نبیوں کے وجود سے بروزی طور پر ایک معجون مرکب ہے۔ عیسیٰ مسیح ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو وحشیانہ حملوں اور خونریزیوں سے روک دوں جیسا کہ حدیثوں میں صریح طور سے وارد ہو چکا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دُنیا میں آئے گا تو تمام دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا سو ایسا ہی ہوتا جاتا ہے۔ آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے* جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے اور ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے کیونکہ مسیح آچکا۔ خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے نہ محض نفاق سے۔ اور یہ وہ صلحکاری کا جھنڈا کھڑا کیا گیا ہے کہ اگر ایک لاکھ مولوی بھی چاہتا کہ وحشیانہ جہاد و ں کے روکنے کیلئے ایسا پُرتاثیر سلسلہ قائم کرے تو اس کے لئے غیر ممکن تھا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو چند سال میں ہی یہ مبارک اور امن پسند جماعت جو جہاد اور غازی پن کے خیالات کو مٹا رہی ہے کئی لاکھ تک پہنچ جائے گی اور وحشیانہ جہاد کرنے والے اپنا چولہ بدل لیں گے۔

---

* اگرچہ خاص آدمی جو علم اور فہم سے کافی بہرہ رکھتے ہیں دس ہزار کے قریب ہوں گے مگر ہر ایک قسم کے لوگ جن میں ناخواندہ بھی ہیں تیس ہزار سے کم نہیں ہیں بلکہ شاید زیادہ ہوں۔ منہ

اور محمد مہدی ہونے کی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ خدائی توحید کو دُنیا میں دوبارہ قائم کروں کیونکہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے محض آسمانی نشان دکھلا کر خدائی عظمت اور طاقت اور قدرت عرب کے بُت پرستوں کے دلوں میں قائم کی تھی۔ سو ایسا ہی مجھے رُوح القدس سے مدد دی گئی ہے۔ وہ خدا جو تمام نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر بمقام طور ظاہر ہوا۔ اور حضرت مسیح پر شعیر کے پہاڑ پر طلوع فرمایا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر فاران کے پہاڑ پر چمکا، وہی قادر قدوس خدا میرے پر تجلّی فرما ہوا ہے۔ اس نے مجھ سے باتیں کیں اور مجھے فرمایا کہ وہ اعلیٰ وجود جس کی پرستش کے لئے تمام نبی بھیجے گئے میں ہوں۔ مَیں اکیلا خالق اور مالک ہوں اور کوئی میرا شریک نہیں اور مَیں پیدا ہونے اور مرنے سے پاک ہوں اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ جو کچھ مسیح کی نسبت دُنیا کے اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے یعنی تثلیث و کفارہ وغیرہ یہ سب انسانی غلطیاں ہیں اور حقیقی تعلیم سے انحراف ہے خدا نے اپنے زندہ کلام سے بلا واسطہ مجھے یہ اطلاع دی ہے اور مجھے اس نے کہا کہ اگر تیرے لئے یہ مشکل پیش آوے کہ لوگ کہیں کہ ہم کیونکر سمجھیں کہ تو خدا کی طرف سے ہے تو انہیں کہہ دے کہ اس پر یہ دلیل کافی ہے کہ اس کے آسمانی نشان میرے گواہ ہیں۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پیش از وقت غیب کی باتیں بتلائی جاتی ہیں اور وہ اسرار جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں وہ قبل از وقت ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور دوسرا یہ نشان ہے کہ اگر کوئی ان باتوں میں مقابلہ کرنا چاہے مثلاً کسی دُعا کا قبول ہونا اور پھر پیش از وقت اس قبولیت کا علم دیا جانا یا اَور غیبی واقعات معلوم ہونا جو انسان کی حد علم سے باہر ہیں تو اس مقابلہ میں وہ مغلوب رہے گا گو وہ مشرقی ہو یا مغربی۔ یہ وہ نشان ہیں جو مجھ کو دیئے گئے ہیں تا اُن کے ذریعہ سے اس سچے خدا کی طرف لوگوں کو کھینچوں جو درحقیقت ہماری روحوں اور جسموں کا خدا ہے جس کی طرف ایک دن ہر ایک کا سفر ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ مذہب کچھ چیز نہیں

جس میں الٰہی طاقت نہیں۔ تمام نبیوں نے سچے مذہب کی یہی نشانی ٹھیرائی ہے کہ اُس میں الٰہی طاقت ہو۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ دونوں نام جو خدا تعالےٰ نے میرے لئے مقرر فرمائے یہ صرف چند روز سے نہیں ہیں بلکہ میری کتاب براہین احمدیہ میں جس کو شائع کئے قریباً بیس برس گذر گئے یہ دونوں نام خدا تعالیٰ کے الہام میں میری نسبت ذکر فرمائے گئے ہیں یعنی عیسیٰ مسیح اور محمد مہدی تا مَیں ان دونوں گروہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو وہ پیغام پہنچا دوں جس کا مَیں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ کاش اگر دلوں میں طلب ہوتی اور آخرت کے دن کا خوف ہوتا تو ہر ایک سچائی کے طالب کو یہ موقعہ دیا گیا تھا کہ وہ مجھ سے تسلی پاتا۔ سچا مذہب وہ مذہب ہے جو الٰہی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور فوق العادت کاموں سے خدا تعالےٰ کا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو مَیں اس بات کا گواہ رویت ہوں کہ ایسا مذہب توحید کا مذہب ہے جو اسلام ہے جس میں مخلوق کو خالق کی جگہ نہیں دی گئی اور عیسائی مذہب بھی خدا کی طرف سے تھا مگر افسوس کہ اب وہ اُس تعلیم پر قائم نہیں رہا۔ اور اس زمانہ کے مسلمانوں پر بھی افسوس ہے کہ وہ شریعت کے اس دوسرے حصہ سے محروم ہو گئے ہیں جو ہمدردیٔ نوع انسان اور محبت اور خدمت پر موقوف ہے۔ اور وہ توحید کا دعویٰ کر کے پھر ایسے وحشیانہ اخلاق میں مبتلا ہیں جو قابل شرم ہیں۔ مَیں نے بارہا کوشش کی جو اُن کو ان عادات سے چھڑاؤں لیکن افسوس کہ بعض ایسی تحریکیں ان کو پیش آجاتی ہیں کہ جن سے وحشیانہ جذبات ان کے زندہ ہو جاتے ہیں اور وہ بعض کم سمجھ پادریوں کی تحریرات ہیں جو زہریلا اثر رکھتی ہیں مثلاً پادری عمادالدین کی کتابیں اور پادری ٹھاکرداس کی کتابیں اور صفدر علی کی کتابیں اور امہات المومنین اور پادری ریواڑی کا رسالہ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت درجہ کی توہین اور تکذیب سے پُر ہیں۔ یہ ایسی کتابیں ہیں کہ جو شخص مسلمانوں میں سے ان کو پڑھے گا اگر اس کو صبر اور حلم سے اعلیٰ درجہ کا حصہ نہیں تو بے اختیار جوش میں آجائے گا کیونکہ

ان کتابوں میں علمی بیان کی نسبت سخت کلامی بہت ہے جس کی عام مسلمان برداشت نہیں کرسکتے۔ چنانچہ ایک معزز پادری صاحب نے اپنے ایک پرچہ میں جو لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا لکھتے ہیں کہ اگر ۱۸۵۷ء کا دوبارہ آنا ممکن ہے تو پادری عماد الدین کی کتابوں سے اس کی تحریک ہوگی۔ اب سوچنے کے لائق ہے کہ پادری عماد الدین کا کیسا خطرناک کلام ہے جس پر ایک معزز مشنری صاحب یہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ اور گذشتہ دنوں میں میں نے بھی مسلمانوں میں ایسی تحریروں سے ایک جوش دیکھ کر چند دفعہ ایسی تحریریں شائع کی تھیں جن میں ان سخت کتابوں کا جواب کسی قدر سخت تھا۔ ان تحریروں سے میرا مدعا یہ تھا کہ عوض معاوضہ کی صورت دیکھ کر مسلمانوں کا جوش رُک جائے۔ سو اگرچہ اس حکمت عملی کی تحریروں سے مسلمانوں کو فائدہ تو ہوا۔ اور وہ ایسے رنگ کا جواب پا کر ٹھنڈے ہو گئے لیکن مشکل یہ ہے کہ اب بھی آئے دن پادری صاحبوں کی طرف سے ایسی تحریریں نکلتی رہتی ہیں کہ جو زود رنج اور تیز طبع مسلمان ان کی برداشت نہیں کرسکتے یہ نہایت خوفناک کارروائی ہے کہ ایک طرف تو پادری صاحبان یہ جھوٹا الزام مسلمانوں کو دیتے ہیں کہ ان کو قرآن میں ہمیشہ اور ہر ایک زمانہ میں جہاد کا حکم ہے گویا وہ ان کو جہاد کی رسم یاد دلاتے رہتے ہیں اور پھر تیز تحریریں نکال کر ان میں اشتعال پیدا کرتے رہتے ہیں۔ نہ معلوم کہ یہ لوگ کیسے سیدھے ہیں کہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان دونوں طریقوں کو ملانے سے ایک خوفناک نتیجہ کا احتمال ہے۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا۔ اصلیت صرف اس قدر ہے کہ ابتدائی زمانہ میں بعض مخالفوں نے اسلام کو تلوار سے روکنا بلکہ نابود کرنا چاہا تھا۔ سو اسلام نے اپنی حفاظت کے لئے ان پر تلوار اٹھائی اور انہی کی نسبت حکم تھا کہ یا قتل کئے جائیں اور یا اسلام لائیں۔ سو یہ حکم مختص الزمان تھا ہمیشہ کے لئے نہیں تھا اور اسلام ان بادشاہوں کی کارروائیوں کا ذمہ وار نہیں ہے جو نبوت کے زمانہ کے بعد سراسر غلطیوں یا خود غرضیوں کی وجہ سے

ظہور میں آئیں۔ اب جو شخص نادان مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے بار بار جہاد کا مسئلہ
یاد دلاتا ہے گویا وہ ان کی زہریلا عادت کو تحریک دینا چاہتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ پادری
صاحبان صحیح واقعات کو مدّنظر رکھ کر اس بات پر زور دیتے کہ اسلام میں جہاد نہیں ہے اور
نہ جبر سے مسلمان کرنے کا حکم ہے۔ جس کتاب میں یہ آیت اب تک موجود ہے کہ لا
اکراہ فی الدین یعنی دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں کرنی چاہیئے کیا اس کی نسبت ہم ظن
کر سکتے ہیں کہ وہ جہاد کی تعلیم دیتی ہے۔ غرض اس جگہ ہم مولویوں کا کیا شکوہ کریں خود پادری
صاحبوں کا ہمیں شکوہ ہے کہ وہ راہ انہوں نے اختیار نہیں کی جو درحقیقت سچی تھی اور گورنمنٹ
کے مصالح کے لئے بھی مفید تھی۔ اسی درد دل کی وجہ سے میں نے جناب وائسرائے صاحب
بہادر بالقابہ کی خدمت میں دو دفعہ درخواست کی تھی کہ کچھ مدت تک اس طریق بحث کو
بند کر دیا جائے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب کی نکتہ چینیاں کرے۔ لیکن ابتک
ان درخواستوں کی طرف کچھ توجہ نہ ہوئی۔ لہذا اب بار سوم حضور ممدوح میں درخواست کرتا
ہوں کہ کم از کم پانچ برس تک یہ طریق دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کا بند کر دیا جائے
اور قطعاً ممانعت کر دی جائے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کے عقائد پر ہرگز مخالفانہ حملہ
نہ کرے کہ اس سے دن بدن ملک میں نفاق بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مختلف قوموں
کی دوستانہ ملاقاتیں ترک ہو گئی ہیں کیونکہ بسا اوقات ایک فریق دوسرے فریق پر اپنی
کم علمی کی وجہ سے ایسا اعتراض کر دیتا ہے کہ وہ دراصل صحیح بھی نہیں ہوتا اور دلوں کو سخت
رنج پہنچا دیتا ہے اور بسا اوقات کوئی فتنہ پیدا کرتا ہے جیسا کہ مسلمانوں پر جہاد کا اعتراض
بلکہ ایسا اعتراض دوسرے فریق کے لئے بطور یاد دہانی ہو کر بھولے ہوئے جوش اس کو یاد دلا دیتا ہے اور آخر
فساد کا موجب ٹھہرتا ہے۔ سو اگر ہماری دانشمند گورنمنٹ پانچ برس تک یہ قانون جاری کر دے کہ برٹش انڈیا
کے تمام فرقوں کو جن میں پادری بھی داخل ہیں قطعاً روک دیا جائے کہ وہ دوسرے مذہب
پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کریں اور محبت اور خلق سے ملاقاتیں کریں اور ہر ایک شخص اپنے

مذہب کی خوبیاں ظاہر کرے تو مجھے یقین ہے کہ یہ زہرناک پودہ پھوٹ اور کینوں کا جو اندر ہی اندر نشوونما پا رہا ہے جلد تر مفقود ہو جائے گا اور یہ کارروائی گورنمنٹ کی قابل تحسین سطیر کرسرحدی لوگوں پر بھی بے شک اثر ڈالے گی اور امن اور صلحکاری کے نتیجے ظاہر ہوں گے۔ آسمان پر بھی یہی منشار خدا کا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ وجدل کے طریق موقوف ہوں اور صلحکاری کے طریق اور باہمی محبت کی راہیں کھل جائیں۔ اگر کسی مذہب میں کوئی سچائی ہے تو وہ سچائی ظاہر کرنی چاہیئے نہ یہ کہ دوسرے مذہب کی عیب شماری کرتے رہیں۔ یہ تجویز جو میں پیش کرتا ہوں اس پر قدم مارنا یا اس کو منظور کرنا ہر ایک حاکم کا کام نہیں ہے۔ بڑے پُرمغز حکام کا یہ منصب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارے عالیجاہ نواب معلّے القاب وائسرائے بہادر کرزن صاحب باقبالہ اپنی وسعت اخلاق اور موقع شناسی کی قوت سے ضرور اس درخواست پر توجہ فرمائیں گے اور اپنی شاہانہ ہمت سے اس پیش کردہ تجویز کو جاری فرمائیں گے۔ اور اگر یہ نہیں تو اپنے عہد دولت عہد میں اسقدر خدا کے لئے کارروائی کریں کہ خود بدولت امتحان کے ذریعہ سے آزمالیں کہ اس ملک کے مذاہب موجودہ میں سے الٰہی طاقت کس مذہب میں ہے۔ یعنی تمام مسلمان آریوں سکھوں سناتن دھرمیوں عیسائیوں برہموؤں یہودیوں وغیرہ فرقوں سے نامی علماء کے نام یہ احکام جاری ہوں کہ اگر ان کے مذہب میں کوئی الٰہی طاقت ہے خواہ وہ پیشگوئی کی قسم سے ہو یا اور قسم سے وہ دکھائیں۔ اور پھر جس مذہب میں وہ زبردست طاقت ہو جو طاقت بالا ہے ثابت ہو جائے ایسے مذہب کو قابل تعظیم اور سچا سمجھا جائے۔ اور چونکہ مجھے آسمان سے اس کام کے لئے رُوح ملی ہے اس لئے میں اپنی تمام جماعت کی طرف سے سب سے پہلے درخواست کرنے والا ہوں کہ اس امتحان کے لئے دوسرے فریقوں کے مقابل پر میں تیار ہوں۔ اور ساتھ ہی دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری اس گورنمنٹ کو ہمیشہ اقبال نصیب

کرے جس کے زیر سایہ ہمیں یہ موقع ملا ہے کہ ہم خدا کی طرف سے ہو کر ایسی درخواستیں خدا کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کریں۔ والسلام ۷؍جولائی ۱۹۰۰ء

الملتمس خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

---

(۲۱۸)

بشپ صاحب لاہور سے ایک سچّے فیصلہ کی درخواست

مَیں نے سُنا ہے کہ بشپ صاحب لاہور نے مسلمانوں کو اس بات کی دعوت کی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقابل پر اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا ثابت کر کے دکھلاویں۔ میرے نزدیک بشپ صاحب موصوف کا یہ بہت عمدہ ارادہ ہے کہ وہ اس بات کا تصفیہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگ نبیوں میں سے ایسا نبی کون ہے جس کی زندگی پاک اور مقدس ہو۔ لیکن مَیں سمجھ نہیں سکتا کہ اس سے اُن کی کیا غرض ہے کہ کسی نبی کا معصوم ہونا ثابت کیا جائے یعنی پبلک کو یہ دکھلایا جائے کہ اس نبی سے اپنی عمر میں کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ میرے نزدیک یہ ایسا طریق بحث ہے جس سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمام قوموں کا اس پر اتفاق نہیں ہے کہ فلاں قول اور فعل گناہ میں داخل ہے اور فلاں گفتار اور کردار گناہ میں داخل

نہیں مثلاً بعض فرقے شراب پینا سخت گناہ سمجھتے ہیں اور بعض کے عقیدہ کے موافق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جائے اور ایک گروہ مع بزرگان دین کے اس روٹی کو نہ کھاوے اور اس شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی بعض کے نزدیک اجنبی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی زنا ہے۔ مگر بعض کا یہ مذہب ہے کہ ایک خاوند والی عورت بیگانہ مرد سے بے شک اس صورت میں ہمبستر ہو جائے جبکہ کسی وجہ سے اولاد ہونے سے نومیدی ہو اور یہ کام نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا موجب ہے اور اختیار ہے کہ دس یا گیارہ بچوں کے پیدا ہونے تک ایسی عورت بیگانہ مرد سے بدکاری میں مشغول رہے۔ ایسا ہی ایک کے نزدیک جُوں یا پِسُّو مارنا بھی حرام ہے اور دوسرا تمام جانوروں کو سبز ترکاریوں کی طرح سمجھتا ہے اور ایک کے مذہب میں سُور کا چھونا بھی انسان کو ناپاک کر دیتا ہے اور دوسرے کے مذہب میں تمام سفید اور سیاہ سُور بہت عمدہ غذا ہیں۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مسئلہ میں دنیا کو کلی اتفاق نہیں ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح خدائی کا دعویٰ کر کے پھر بھی اوّل درجہ کے معصوم ہیں مگر مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی بھی گناہ نہیں کہ انسان اپنے تئیں یا کسی اور کو خدا کے برابر ٹھہراوے۔ غرض یہ طریق مختلف فرقوں کے لئے ہرگز حق شناسی کا معیار نہیں ہو سکتا جو بشپ صاحب نے اختیار کیا ہے۔ ہاں یہ طریق نہایت عمدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مقدس محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضۂ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے یعنی یہ دکھلایا جائے کہ ان تمام امور میں کس کو فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کس کی ثابت نہیں۔ کیونکہ جب ہم کلام کلی کے طور پر تمام طرق فضیلت کو مدّ نظر رکھ کر ایک نبی کے وجوہ فضائل بیان کریں گے تو

ہم پر یہ طریق بھی کھلا ہوگا کہ اُسی تقریب پر ہم اس نبی کی پاک باطنی اور تقدس اور طہارت اور معصومیت کے وجوہ بھی جس قدر ہمارے پاس ہوں بیان کر دیں۔ اور چونکہ اس قسم کا بیان صرف ایک جزوی بیان نہیں ہے بلکہ بہت سی باتوں اور شاخوں پر مشتمل ہے اس لئے پبلک کے لئے آسانی ہوگی کہ اس تمام مجموعہ کو زیر نظر رکھ کر اس حقیقت تک پہنچ جائیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے درحقیقت افضل اور اعلیٰ شان کس نبی کو حاصل ہے اور گو ہر ایک شخص فضائل کو بھی اپنے مذاق پر ہی قرار دیتا ہے مگر چونکہ یہ انسانی فضائل کا ایک کافی مجموعہ ہوگا اس لئے اس طریق سے افضل اور اعلیٰ کے جانچنے میں وہ مشکلات نہیں پڑیں گی جو صرف معصومیت کی بحث میں پڑتی ہیں۔ بلکہ ہر ایک مذاق کے انسان کے لئے اس مقابلہ اور موازنہ کے وقت ضرور ایک ایسا قدر مشترک حاصل ہو جائے گا جس سے بہت صاف اور سہل طریقہ پر نتیجہ نکل آئے گا کہ ان تمام فضائل میں سے فضائل کثیرہ کا مالک اور جامع کون ہے۔ پس اگر ہماری بحثیں محض خدا کے لئے ہیں تو ہمیں یہی راہ اختیار کرنی چاہیئے جس میں کوئی اشتباہ اور کدورت نہ ہو۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ معصومیت کی بحث میں پہلے قدم میں ہی یہ سوال پیش آئے گا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے عقیدہ کی رو سے جو شخص عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر خدا یا خدا کا بیٹا ہونا اپنے تئیں بیان کرتا ہے وہ سخت گنہگار بلکہ کافر ہے تو پھر اس صورت میں معصومیت کیا باقی رہی۔ اور اگر کہو کہ ہمارے نزدیک ایسا دعویٰ نہ گناہ نہ کفر کی بات ہے تو پھر اُسی الجھن میں آپ پڑ گئے جس سے بچنا چاہیئے تھا کیونکہ جیسا آپ کے نزدیک حضرت مسیح کے لئے خدائی کا دعویٰ کرنا گناہ کی بات نہیں ہے ایسا ہی ایک شاکت مت والے کے نزدیک ماں بہن سے بھی زنا کرنا گناہ کی بات نہیں ہے اور آریہ صاحبوں کے نزدیک ہر ایک ذرہ کو اپنے وجود کا آپ ہی خدا جاننا اور اپنی بیاہتا بیوی کو باوجود اپنی موجودگی کے کسی دوسرے سے ہم بستر کرا دینا کچھ بھی گناہ کی بات نہیں اور سناتن دھرم والوں کے نزدیک راجہ رامچندر

اور کرشن کو اوتار جاننا اور پرمیشر ماننا اور پتھروں کے آگے سجدہ کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں اور ایک گبر کے نزدیک آگ کی پوجا کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں۔ اور ایک فرقہ یہودیوں کے مذہب کے موافق غیر قوموں کے مال کو چوری کر لینا اور ان کو نقصان پہنچا دینا کچھ گناہ کی بات نہیں اور بجز مسلمانوں کے سب کے نزدیک سُود لینا کچھ گناہ کی بات نہیں تو اب ایسا کون فارغ وجج ہے کہ ان جھگڑوں کا فیصلہ کرے اس لئے حق کے طالب کے لئے افضل اور اعلیٰ نبی کی شناخت کے لئے یہی طریق کھلا ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ اور اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ تمام قومیں معصومیت کی وجوہ ایک ہی طور سے بیان کرتی ہیں یعنی اس بیان میں اگر تمام مذہبوں والے متفق بھی ہوں کہ فلاں فلاں امر گناہ میں داخل ہے جس سے باز رہنے کی حالت میں انسان معصوم کہلا سکتا ہے تو گو ایسا فرض کرنا غیر ممکن ہے تاہم محض اس امر کی تحقیق ہونے سے کہ ایک شخص شراب نہیں پیتا، رہزنی نہیں کرتا، ڈاکہ نہیں مارتا خون نہیں کرتا، جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔ ایسا شخص صرف اس قسم کی معصومیت کی وجہ سے انسان کامل ہونے کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا اور نہ کسی حقیقی اور اعلیٰ نیکی کا مالک ٹھہر سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو اپنا یہ احسان جتلائے کہ باوجودیکہ میں نے کئی دفعہ یہ موقع پایا کہ تیرے گھر کو آگ لگا دوں اور تیرے شیر خوار بچے کا گلا گھونٹ دوں مگر پھر بھی میں نے آگ نہیں لگائی اور نہ تیرے بچے کا گلا گھونٹا۔ تو ظاہر ہے کہ عقلمندوں کے نزدیک یہ کوئی اعلےٰ درجہ کی نیکی نہیں سمجھی جائے گی اور نہ ایسے خلق اور فضائل کو پیش کرنے والا کوئی بھلا مانس انسان خیال کیا جائے گا۔ ورنہ ایک حجام اگر یہ احسان جتلا کر ہمیں ممنون بنانا چاہے کہ بالوں کے کاٹنے یا درست کرنے کے وقت مجھے یہ موقعہ ملا تھا کہ میں تمہارے سر یا گردن یا ناک پر استرہ مار دیتا مگر میں نے یہ نیکی کی کہ نہیں مارا تو کیا اس سے وہ بھارا اعلیٰ درجہ کا محسن ٹھہر جائے گا اور والدین کے حقوق کی طرح اس کے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں گے؟ نہیں بلکہ وہ ایک طور کے جرم کا مرتکب ہے جو اپنی ایسی صفات ظاہر

کرتا ہے اور ایک دانشمند حاکم کے نزدیک ضمانت لینے کے لائق ہے۔ غرض یہ کوئی اعلیٰ درجہ کا انسان نہیں ہے کہ کسی نے بدی کرنے سے اپنے تئیں بچالے رکھا کیونکہ قانون سزا بھی تو اُسے روکتا تھا۔ مثلاً اگر کوئی شریر نقب لگانے یا اپنے ہمسایہ کا مال چُرانے سے رُک گیا ہے تو کیا اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس شرارت سے باز رہ کر اس سے نیکی کرنا چاہتا تھا بلکہ قانون سزا بھی تو اسے ڈرا رہا تھا کیونکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر مَیں نقب زنی کے وقت یا کسی گھر میں آگ لگانے کے وقت یا کسی بے گناہ پر پستول چھوڑنے کے وقت یا کسی بچے کا گلا گھونٹنے کے وقت پکڑا گیا تو پھر گورنمنٹ پُوری سزا دے کر جہنم تک پہنچا دے گی۔ غرض اگر یہی حقیقی نیکی اور انسان کا اعلےٰ جوہر ہے تو پھر تمام جرائم پیشہ ایسے لوگوں کے محسن ٹھہر جائیں گے جن کو انہوں نے کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔ لیکن جن بزرگواروں کو ہم انسان کامل کا خطاب دینا چاہتے ہیں کیا ان کی بزرگی کے اثبات کے لئے ہمیں یہی وجوہ پیش کرنے چاہئیں کہ کبھی انہوں نے کسی شخص کے گھر کو آگ نہیں لگائی۔ چوری نہیں کی، کسی بیگانہ عورت پر حملہ نہیں کیا، ڈاکہ نہیں مارا، کسی بچے کا گلا نہیں گھونٹا۔ حاشا وکلّا یہ کمینہ باتیں ہرگز کمال کی وجوہ نہیں ہو سکتیں بلکہ ایسے ذکر سے تو ایک طور سے ہجو نکلتی ہے۔ مثلاً اگر میں یہ کہوں کہ میرے دانست میں زید جو ایک شہر کا معزز اور نیکنام رئیس ہے فلاں ڈاکہ میں شریک نہیں ہے یا فلاں عورت کو جو چند آدمی زنا کے لئے بہکا کر لے گئے تھے اس سازش سے زید کا کچھ تعلق نہ تھا تو ایسے بیان میں مَیں زید کی ایک طرح سے ازالہ حیثیت عرفی کر رہا ہوں کیونکہ پوشیدہ طور پر پبلک کو احتمال کا موقع دیتا ہوں کہ وہ اس مادہ کا آدمی ہے گو اس وقت شریک نہیں ہے۔ پس خدا کے پاک نبیوں کی تعریف اسی حد تک ختم کر دینا بلاشبہ اُن کی ایک سخت مذمت ہے۔ اور اسی بات کو ان کا بڑا کمال سمجھنا کہ جرائم پیشہ لوگوں کی طرح ناجائز تکالیف عامہ سے انہوں نے اپنے تئیں بچایا اُن کے مرتبہ عالیہ کی بڑی ہتک ہے۔ اوّل تو بدی سے باز

رہنا جس کو معصومیت کہا جاتا ہے کوئی اعلےٰ صفت نہیں ہے۔ دُنیا میں ہزاروں اس قسم کے لوگ موجود ہیں کہ ان کو موقع نہیں ملا کہ وہ نقب لگائیں یا دھاڑا ماریں یا خون کریں یا شیر خوار بچوں کا گلا گھونٹیں یا بیچاری کمزور عورتوں کا زیور کانوں سے توڑ کر لے جائیں۔ پس ہم کہاں تک اس ترک شر کی وجہ سے لوگوں کو اپنا محسن ٹھیراتے جائیں اور ان کو محض اسی وجہ سے انسان کامل مان لیں؟ ماسوا اس کے ترک شر کے لئے جس کو دوسرے لفظوں میں معصومیت کہتے ہیں بہت سے وجوہ ہیں۔ ہر ایک کو یہ لیاقت کب حاصل ہے کہ رات کو اکیلا اُٹھے اور حربہ نقب ہاتھ میں لے کر اور لنگوٹی باندھ کر کسی کوچے میں گھس جائے اور عین موقع پر نقب لگا دے اور مال قابو میں کرے اور پھر جان بچا کر بھاگ جاوے۔ اس قسم کی شقیں نبیوں کو کہاں ملیں اور بغیر لیاقت اور قوت کے جرأت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی زنا کاری بھی قوت مردمی کی محتاج ہے اور اگر مرد ہو بھی تب بھی محض خالی ہاتھ سے غیر ممکن ہے۔ بازاری عورتوں نے اپنے نفس کو وقف تو نہیں کر رکھا وہ بھی آخر کچھ مانگتی ہیں۔ تلوار چلانے کے لئے بھی بازو چاہیئے اور کچھ اٹکل بھی اور کچھ بہادری اور دل کی قوت بھی۔ بعض ایک چڑیا کو بھی مار نہیں سکتے۔ اور ڈاکہ مارنا بھی ہر ایک بُزدل کا کام نہیں۔ اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ مثلاً ایک شخص جو ایک پُرثمر باغ کے پاس پاس جا رہا تھا اس نے اس باغ کا اس لئے بے اجازت پھل نہیں توڑا کہ وہ ایک بڑا مقدس انسان تھا۔ کیا وجہ کہ ہم یہ نہ کہیں کہ اس لئے نہیں توڑا کہ دن کا وقت تھا۔ پچاس محافظ باغ میں موجود تھے اگر توڑتا تو پکڑا جاتا مار کھاتا بے عزت ہوتا۔ اس قسم کی نیکیوں کی تعریف کرنا اور بار بار معصومیت معصومیت پیش کرنا اور دکھلانا کہ انہوں نے ارتکاب جرائم نہیں کیا سخت مکروہ اور ترک ادب ہے۔ ہاں ہزاروں صفات فاضلہ کی ضمن میں اگر یہ بھی بیان ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر صرف اتنی ہی بات کہ اس نبی نے کبھی کسی بچے کا دو چار آنے کی طمع کے لئے گلا نہیں گھونٹا یا کسی اور کمینہ بدی کا مرتکب نہیں ہوا یہ بلاشبہ ہجو ہے۔ یہ ان لوگوں کے خیال

ہیں جنہوں نے انسان کی حقیقی نیکی اور حقیقی کمال میں کبھی غور نہیں کی۔ جس شخص کا نام ہم انسان کامل رکھتے ہیں ہمیں نہیں چاہیئے کہ محض ترک شر کے پہلو سے اس کی بزرگی کا وزن کریں کیونکہ اس وزن سے اگر کچھ ثابت ہو تو صرف یہ ہوگا کہ ایسا انسان بدمعاشوں کے گروہ میں سے نہیں ہے۔ معمولی بھلے مانسوں میں سے ہے کیونکہ جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے محض شرارت سے باز رہنا کوئی اعلےٰ خوبیوں کی بات نہیں۔ ایسا تو کبھی سانپ بھی کرتا ہے کہ آگے سے خاموش گذر جاتا ہے اور حملہ نہیں کرتا اور کبھی بھیڑیا بھی سامنے سے سرنگوں گذر جاتا ہے۔ ہزاروں بچے ایسی حالت میں مر جاتے ہیں کہ کوئی ضرر بھی کسی انسان کو انہوں نے نہیں پہنچایا تھا۔ بلکہ انسان کامل کی شناخت کے لئے کسب خیر کا پہلو دیکھنا چاہیئے یعنی یہ کہ کیا کیا حقیقی نیکیاں اس سے ظہور میں آئیں اور کیا کیا حقیقی کمالات اس کے دل اور دماغ اور کانشنس میں موجود ہیں اور کیا کیا صفات فاضلہ اُس کے اندر موجود ہیں۔ سو یہی وہ امر ہے جس کو پیش نظر رکھ کر حضرت مسیح کے ذاتی کمالات اور انواع خیرات اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور خیرات کو ہر ایک پہلو سے جانچنا چاہیئے مثلاً سخاوت، فتوت، مواسات، حقیقی حلم جس کے لئے قدرت سخت گوئی شرط ہے، حقیقی عفو جس کے لئے قدرت انتقام شرط ہے، حقیقی شجاعت جس کے لئے خوفناک دشمنوں کا مقابلہ شرط ہے، حقیقی عدل جس کے لئے قدرت ظلم شرط ہے، حقیقی رحم جس کے لئے قدرت سزا شرط ہے اور اعلیٰ درجہ کی زیرکی اور اعلیٰ درجہ کا حافظہ اور اعلیٰ درجہ کی فیض رسانی اور اعلیٰ درجہ کی استقامت اور اعلیٰ درجہ کا احسان جن کے لئے نمونے اور نظیریں شرط ہیں۔ پس اس قسم کی صفات فاضلہ میں مقابلہ اور موازنہ ہونا چاہیئے نہ صرف ترک شر میں جس کا نام بلقب صاحب معصومیت رکھتے ہیں کیونکہ نبیوں کی نسبت یہ خیال کرنا بھی ایک گناہ ہے کہ انہوں نے چوری ڈاکہ وغیرہ کا موقع پا کر اپنے تئیں بچایا یا یہ جرائم ان پر ثابت نہ ہو سکے بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "مجھے نیک مت کہہ" یہ ایک ایسی وصیت

تھی جس پر پادری صاحبوں کو عمل کرنا چاہیئے تھا۔

اگر بشپ صاحب تحقیق حق کے درحقیقت شایق ہیں تو وہ اس مضمون کا اشتہار دے دیں کہ ہم مسلمانوں سے اسی طریق سے بحث کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے کمالات ایمانی و اخلاقی و برکاتی و تاثیراتی و قولی و فعلی و ایمانی و عرفانی و علمی و تقدسی اور طریق معاشرت کے رو سے کون نبی افضل و اعلیٰ ہے۔ اگر وہ ایسا کریں اور کوئی تاریخ مقرر کر کے ہمیں اطلاع دیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص تاریخ مقررہ پر ضرور جلسہ قرار دادہ پر حاضر ہو جائے گا ورنہ یہ طریق محض ایک دھوکہ دینے کی راہ ہے جس کا یہی جواب کافی ہے اور اگر وہ قبول کر لیں تو یہ شرط ضروری ہوگی کہ ہمیں پانچ گھنٹہ سے کم وقت نہ دیا جائے۔

راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۲۵؍ مئی ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{26 \times 20}{4}$ کے چار صفحہ پر ہے)

---

(۲۱۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب بشپ صاحب کے لیکچر ’’زندہ رسول‘‘ پر کچھ ضروری بیان

چونکہ مسلمانوں کو بھی اس تقریر کے بعد میں بات کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔ اس لئے مختصر میں بھی کچھ بیان کرتا ہوں۔ بشپ صاحب کی طرف سے یہ دعویٰ ہے کہ

حضرت مسیح علیہ السلام زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چلے گئے تھے مگر افسوس کہ ہم کسی طرح اس دعویٰ کو قبول نہیں کر سکتے۔ نہ عقل کے رو سے نہ انجیل کے رو سے۔ اور نہ قرآن شریف کے رو سے۔ عقل کے رو سے اس لئے کہ حال اور گذشتہ زمانہ کے تجارب ثابت کرتے ہیں کہ انسان سطح زمین سے چھ میل تک بھی اوپر کی طرف صعود کر کے زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود کی کوئی ایسی خاص بناوٹ تھی جس سے کرہ زمہریر کی سردی ان کو ہلاک نہیں کر سکتی تھی بلکہ برخلاف اس کے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تمام انسانوں کی طرح وہ کھاتے پیتے اور بھوک اور پیاس سے متاثر ہوتے تھے۔ یہ تو عقل کے رو سے ہم نے بیان کیا اور انجیل کے رو سے اس لئے یہ دعویٰ قبول کے لائق نہیں کہ اوّل تو انجیلیں چالیس سے بھی کچھ زیادہ ہیں جن میں سے حضرات عیسائی صاحبوں کی رائے میں چار صحیح اور باقی جعلی ہیں۔ لیکن یہ محض ایک رائے ہے جس کی تائید میں کافی وجوہ شائع نہیں کی گئیں اور نہ وہ تمام انجیلیں چھاپ کر عام طور پر شائع کی گئی ہیں تا پبلک کو رائے لگانے کا موقع ملتا۔ پھر قطع نظر اس سے یہ چار انجیلیں جن کے بیان پر بھروسہ کیا گیا ہے یہ بھی کھُلی کھُلی اور یقینی شہادت اس بات کی نہیں دیتیں کہ درحقیقت حضرت مسیح آسمان پر مع جسم عنصری چلے گئے تھے۔ ان انجیلوں نے کوئی جماعت دو یا چار ثقہ آدمیوں کی پیش نہیں کی جن کی شہادت پر اعتماد ہو سکتا۔ اور اس واقعہ کے ذاتی اور عینی رویت کے مدعی ہوتے۔ پھر انہیں انجیلوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح ایک چور کو تسلی دیتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ بہشت میں روزہ کھولے گا۔ بہت خوب۔ مگر اس سے لازم آتا ہے کہ یا تو چور بھی جسم عنصری کے ساتھ بہشت میں گیا ہو اور یا حضرت مسیح چور کی طرح محض رُوح کے ساتھ بہشت میں گئے ہوں۔ پھر اس صورت میں جسم کے ساتھ جانا صریح باطل۔ یا یوں کہو کہ چور تو بدستور بہشت میں روحانی رنگ میں رہا لیکن حضرت مسیح تین دن بہشت میں رہ کر پھر اس سے نکالے گئے۔ اسی طرح اور کئی قسم کے مشکلات

اور پیشگوئیاں بھی جو انجیل سے پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح فوت
ہونے پر بہشت کی طرف نہیں گئے تھے بلکہ دوزخ کی طرف گئے تھے۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ
غالباً وہ چور بھی دوزخ کی طرف گیا ہوگا کیونکہ وہ تو خود دوزخ کے لائق ہی تھا۔ پس حق بات
یہی تھی کہ انجیل کے متناقض بیان نے انجیل کو بے اعتماد کر دیا ہے۔ حضرت مسیح کا صلیب
کے بعد اپنے حواریوں کو ملنا، کباب کھانا، زخم دکھلانا، سڑک پر چلنا، ایک گاؤں میں رات
اکٹھے رہنا جو انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ وہ امور ہیں جو قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں جو
حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے۔ اور قرآن شریف تو ہمیں بار بار یہ بتلاتا ہے کہ حضرت مسیح
فوت ہو گئے ہیں۔ ہاں جو رفع ایماندار لوگوں کے لئے فوت کے بعد ہوا کرتا ہے وہ ان کے
لئے بھی ہوا تھا جیسا کہ آیت یا عیسٰی انی متوفیک و رافعک الیّ سے سمجھا جاتا ہے
کیونکہ لفظ رافعک قرآن شریف میں لفظ متوفیک کے بعد مذکور ہے اور یہ قطعی قرینہ اس
بات پر ہے کہ یہ وہ رفع ہے جو وفات کے بعد مومنوں کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اصل جھگڑا اس
کی یہ تھی کہ یہودی حضرت مسیح کے رفع روحانی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ وہ سُولی دیئے
گئے تھے تو بموجب حکم توریت کے وہ اس رفع سے بے نصیب ہیں جو مومنوں کو موت کے
بعد خدا کی طرف سے بطور انعام ہوتا ہے اور خدا کے قرب کے ساتھ ایک پاک زندگی ملتی
ہے۔ سو ان آیات میں یہودیوں کے اس خیال کا اس طرح پر رد کیا گیا کہ مسیح صلیب کے
ذریعے قتل نہیں کیا گیا تھا اور اس کی موت صلیب پر نہیں ہوئی اس لئے وہ توریت کے اس
حکم کے نیچے نہیں آسکتا کہ جو شخص سُولی پر چڑھایا جاوے اس کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوتا
بلکہ وہ لعنتی ہو کر جہنم کی طرف جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ جسمانی رفع کا اس جگہ کوئی جھگڑا نہ تھا
اور یہودیوں کا کبھی یہ مذہب نہیں ہوا۔ اور نہ اب ہے کہ جو شخص سُولی پر لٹکایا جاوے
اس کا جسمانی طور پر رفع نہیں ہوتا یعنی وہ مع جسم آسمان پر نہیں جاتا کیونکہ یہودیوں نے جو
حضرت مسیح کے اس رفع کا انکار کیا جو ہر ایک مومن کے لئے موت کے بعد ہوتا ہے تو اس

کا سبب یہ ہے کہ یہودیوں اور نیز مسلمانوں کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ ایماندار کا فوت کے بعد خدا کی طرف رفع ہو جیسا کہ آیت لا تفتح لھم ابواب السماء صریح دلالت کرتی ہے اور جیسا کہ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ میں بھی یہی اشارہ ہے لیکن جسمانی رفع یہودیوں کے نزدیک اور نیز مسلمانوں کے نزدیک بھی نجات کے لئے شرط نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ حضرت موسٰی کا جسمانی رفع نہیں ہوا تو کیا وہ یہودیوں کے نزدیک نجات یافتہ نہیں ہیں۔ غرض اس قصہ میں اکثر لوگ حقیقت کو چھوڑ کر کہیں کے کہیں چلے گئے ہیں قرآن شریف ہرگز اس عقیدہ کی تعلیم نہیں کرتا کہ نجات کے لئے جسمانی رفع کی ضرورت ہے اور نہ یہ کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں۔

قرآن نے کیوں اس قصہ کو چھیڑا۔ اس کا فقط یہ سبب تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں رُوحانی طور پر رفع اور عدم رفع میں ایک جھگڑا تھا۔ یہودیوں کو یہ حجت ہاتھ آگئی تھی کہ یسوع مسیح سُولی دیا گیا ہے لہذا وہ توریت کے رو سے اس رفع کا جو ایمانداروں کا ہوتا ہے بے نصیب رہا اور اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ وہ سچا نبی نہیں ہے جیسا کہ اب بھی وہ سُولی کا واقعہ بیان کرکے یہی مقام توریت کا پیش کرتے ہیں۔ اور مَیں نے اکثر یہودیوں سے جو دریافت کیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں جسمانی رفع سے کچھ غرض نہیں۔ ہم تو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ شخص توریت کے رو سے ایماندار اور صادق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سُولی دیا گیا۔ پس توریت فتویٰ دیتی ہے کہ اس کا رفع رُوحانی نہیں ہوا۔ بمبئی اور کلکتہ میں بہت سے یہودی موجود ہیں جس سے چاہو پوچھ لو یہی جواب دے گا۔ سو یہی وہ جھگڑا تھا جو فیصلہ کے لائق تھا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے کہ یا عیسٰی انّی متوفیک و رافعک الیّ یعنی یہ کہ وفات کے بعد حضرت مسیح کا رفع ہوا ہے اور وہ ایمان داروں کے گروہ میں سے ہے نہ اُن میں سے جن پر آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ مگر جسمانی طور پر کسی کا آسمان میں جا بیٹھنا نجات کے مسئلہ سے کچھ بھی تعلق

اس کو نہیں اور نہ کوئی قرب الٰہی اس سے ثابت ہوتا ہے۔ آجکل تو ثابت کیا گیا ہے کہ آسمان پر بھی مجسم مخلوق رہتے ہیں جیسے زمین پر۔ تو کیا آسمان پر رہنے سے وہ سب نجات یافتہ ہیں۔ بااین ہمہ یہ خیال سخت غیر معقول ہے کیونکہ اگر خدا تعالےٰ کو یہ منظور تھا کہ حضرت مسیح کے جسم کو آسمان پر پہنچاوے تو چاہیئے تھا کہ اللہ تعالےٰ ان کے جسم کے تمام ذرات کو محفوظ رکھتا اور کوئی ذرہ اُن کے جسم میں سے تلف ہونے نہ پاتا اور نہ تحلیل ہوتا۔ تا یہ ظلم صریح لازم نہ آتا کہ بعض حصے مسیح کے جسم کے تو خاک میں مل گئے اور بعض حصے آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور اگر مسیح کے جسم کے ذرات تحلیل نہیں ہوئے تو کم سے کم صلیب کے وقت میں حضرت مسیح کا جسم پہلے جسم سے دس حصے زیادہ چاہیئے تھا کیونکہ علم طبعی کی شہادت سے یہی ثبوت ملتا ہے اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ تین برس کے بعد پہلے جسم کے اجزاء تحلیل ہو کر کچھ تو ہوا میں مل جاتے ہیں اور کچھ خاک ہو جاتے ہیں۔ سو چونکہ مسیح نے تینتیس[۳۳] برس کے عرصے میں دس جسم بدلے ہیں۔ اس کے آخری جسم کو آسمان پر پہنچانا اور پہلے جسموں کو خاک میں ملانا یہ ایک ایسی بیہودہ حرکت ہے جس کی فلاسفی یقیناً بشپ صاحب کو بھی معلوم نہیں ہوگی۔ اب جبکہ عقل اور انجیل اور قرآن شریف سے حضرت مسیح کا آسمان پر معہ جسم جانا ثابت نہیں بلکہ اس عقیدہ پر عقلی اور نقلی طور پر سخت اعتراضات کی بارش ہوتی ہے۔ تو اس خیال کو پیش کرنا میرے نزدیک تو قابل شرم امر ہے کہ سچ ہے کہ لوگ اس طرح پر اپنے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر نہیں لے جاتے اور نہ روحانی قربوں کے لئے اس کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر روحانی زندگی کے لحاظ سے ہم تمام نبیوں میں سے اعلیٰ درجے پر اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ سمجھتے ہیں اور قرآن شریف آیت واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم میں اس زندگی کی طرف اشارہ فرماتا ہے کیونکہ اس کا یہی مطلب ہے کہ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے باطنی فیض پایا ایسا ہی آخری زمانے میں ہوگا کہ مسیح موعود اور اس کی جماعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض پائے گی جیسا کہ

اب ظہور میں آرہا ہے اور ایک بڑی دلیل اس بات پر کہ صرف ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم رُوحانی طور پر اعلیٰ زندگی رکھتے ہیں دوسرا کوئی نہیں رکھتا آپ کے تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سچے مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کرکے خدا تعالیٰ کے مکالمات سے شرف پاتے ہیں اور فوق العادت خوارق اُن سے صادر ہوتے ہیں اور فرشتے ان سے باتیں کرتے ہیں۔ دُعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ اس کا نمونہ ایک میں ہی موجود ہوں کہ کوئی قوم اس بات میں ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ یہ تو دلیل حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ہے مگر حضرت مسیح کی زندگی پر کونسی دلیل آپ کے پاس ہے۔ اتنا بھی تو نہیں کہ کوئی پادری صاحب یا مسیح! یا مسیح!! کرکے پکاریں اور آسمان سے مسیح کی طرف سے کوئی ایسی آواز آوے کہ تمام لوگ سُن لیں اور اگر اس قدر ثبوت بھی نہیں تو محض دعویٰ قابل التفات نہیں۔ اس طرح پر تو سکھ صاحب بھی کہتے ہیں کہ بابا نانک صاحب زندہ آسمان پر چلے گئے۔ پھر جب ہم ان سب باتوں سے الگ ہو کر تاریخی سلسلہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ سارے پردے درمیان سے اُٹھ کر کُھلی کُھلی حقیقت نظر آجاتی ہے کیونکہ تاریخ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر نہ جانے کے تین گواہ ایسے پیش کئے ہیں جن سے قطعی طور پر یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اس قول کے مطابق کہ اُن کا قصہ یُونس نبی کے قصے سے مشابہ ہے قبر میں مُردہ ہونے کی حالت میں داخل نہیں ہوئے تھے جیسا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں مُردہ ہونے کی حالت میں داخل نہیں ہوا تھا اور نہ وہ قبر میں مرے جیسا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا بلکہ یونس نبی کی طرح زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے کیونکہ ممکن نہیں کہ مسیح نے اس مثال کے بیان کرنے میں جھوٹ بولا ہو :۔

اس واقعہ پر پہلا گواہ تو یہی مثال ہے کہ مسیح کے منہ سے نکلی کیونکہ اگر مسیح قبر میں مُردہ ہونے کی حالت میں داخل کیا گیا تھا تو اس صورت میں یونس سے اس کو کچھ مشابہت نہ تھی

پھر دوسرا گواہ اس پر مرہم عیسیٰ ہے۔ یہ ایک مرہم ہے جس کا ذکر عیسائیوں اور یہودیوں اور مجوسیوں اور مسلمانوں کی طب کی کتابوں میں اس طرح پر لکھا گیا ہے کہ یہ حضرت مسیح کے لئے یعنی ان کی چوٹوں کے لئے تیار کی گئی تھی اور یہ کتابیں ہزار نسخہ سے بھی کچھ زیادہ ہیں جن میں سے بہت سی میرے پاس بھی موجود ہیں۔ پس اس مرہم سے جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر جانے کا قصہ غلط اور عوام کی خود تراشیدہ باتیں ہیں۔ سچ صرف اس قدر ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر وفات پانے سے تو بچ گئے تھے مگر آپ کے ہاتھوں اور پیروں پر زخم ضرور آئے تھے اور وہ زخم مرہم عیسیٰ کے لگانے سے اچھے ہو گئے تھے۔ آپ کے حواریوں میں سے ایک ڈاکٹر بھی تھا غالباً یہ مرہم اُس نے تیار کی ہوگی چونکہ مرہم عیسیٰ کا ثبوت ایک علمی پیرایہ میں ہم کو ملا ہے جس پر تمام قوموں کے کتب گواہ ہیں۔ اس لئے یہ ثبوت بڑے قدر کے لائق ہے۔ تیسرا تاریخی گواہ حضرت مسیح کے آسمان پر نہ جانے کا یوز آسف کا قصہ ہے جو آج سے گیارہ سو برس پہلے تمام ایشیا اور یورپ میں شہرت پا چکا ہے۔ یوز آسف حضرت مسیح ہی تھے جو صلیب سے نجات پا کر پنجاب کی طرف گئے اور پھر کشمیر میں پہنچے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ یوز آسف کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم ایک ہے اور دوسرے یہ قرینہ کہ یوز آسف اپنی کتاب کا نام انجیل بیان کرتا ہے۔ تیسرا قرینہ یہ کہ اپنے تئیں شہزادہ نبی کہتا ہے۔ چوتھا یہ قرینہ کہ یوز آسف کا زمانہ اور مسیح کا زمانہ ایک ہی ہے۔ بعض انجیل کی مثالیں اس کتاب میں بعینہٖ موجود ہیں جیسا کہ ایک کسان کی مثال۔ چوتھا تاریخی گواہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر وہ قبر ہے جو اب تک محلہ خانیار سرینگر کشمیر میں موجود ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یوز آسف شہزادہ نبی کی قبر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰ صاحب کی قبر ہے اور کہتے ہیں کہ کتبہ پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ شہزادہ اسرائیل کے خاندان میں سے تھا کہ قریباً اٹھارہ سو برس اس بات کو گذر گئے جب یہ نبی اپنی قوم سے ظلم اُٹھا کر کشمیر میں آیا تھا اور کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا۔

اور ایک شاگرد ساتھ تھا۔ اب بتلاؤ کہ اس تحقیق میں کونسی کسر باقی رہ گئی۔ سچائی کو قبول نہ کرنا یہ اور بات ہے لیکن کچھ شک نہیں کہ بھانڈا پھوٹ گیا اور یوز آسف کے نام پر کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ یہ نام یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ آسف بھی حضرت مسیح کا عبرانی میں ایک نام ہے جس کا ذکر انجیل میں بھی ہے اور اس کے معنے ہیں متفرق قوموں کو اکٹھا کرنے والا۔ اب بخوف اندیشہ طول اسی پر بس ختم کرتا ہوں اور میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسُول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسی ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلےٰ زندگی ثابت کرا لے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو کچھ عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسُول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسُول وہی ایک رسُول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دُنیا زندہ ہو رہی ہے۔ نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ برکات ظہور میں آ رہے ہیں۔ غیب کے چشمے کھُل رہے ہیں۔ پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکال لے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد از قادیان

۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء مطابق ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۸ہجری روز جمعہ

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۲ صفحہ پر ہے)

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

(۲۲۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار معیار الاخیار

اس اشتہار کو منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ اور حافظ محمد یوسف صاحب اور اولاد مولوی عبداللہ صاحب غزنوی غور سے پڑھیں اور منشی الٰہی بخش صاحب جواب دیں کہ کیا ان کا الہام سچا ہے یا اُن کے مرشد مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا۔

انی انا المسیح الموعود نطوبیٰ لمن عرفنی او عرف مَنْ عَرَفنی

اے لوگو میری نسبت جلدی مت کرو اور یقیناً جانو کہ مَیں خدا کی طرف سے ہوں۔ مَیں اُسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مَیں اس کی طرف سے ہوں سمجھو اور سوچو کہ دنیا میں کس قدر مفتری ہوئے اور اُن کا انجام کیا ہوا۔ کیا وہ ذلّت کے ساتھ بہت جلد ہلاک نہ کئے گئے؟ پس اگر یہ کار بار بھی انسانی افتراء ہوتا تو کب کا تباہ ہو جاتا کیا کسی ایسے مفتری کا نام بطور نظیر پیش کر سکتے ہو جس کو افتراء اور دعویٰ وحی اللہ کے بعد میری طرح ایک زمانہ دراز تک مہلت دی گئی ہو۔ وہ مہلت جس میں سے آج تک بقدر زمانہ وحی محمدی علیہ السلام یعنے قریباً چوبیس برس گذر گئے۔ اور آئندہ معلوم نہیں

نہیں کہ ابھی کس قدر ہیں۔ اگر پیش کر سکتے ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ایسے مفتری کا نام لو اور اس شخص کی مدت افترا کا جس قدر زمانہ ہو اس کا میرے زمانہ بعث کی طرح تحریری ثبوت دو اور لعنت ہے اس شخص پر جو مجھے جھوٹا جانتا ہے اور پھر یہ نظیر مع ثبوت پیش نہ کرے وان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس و الحجارة اور ساتھ اس کے یہ بھی بتلاؤ کہ کیا تم کسی ایسے مفتری کو بطور نظیر پیش کر سکتے ہو جس کے کھلے کھلے نشان تحریر اور ہزاروں شہادتوں کے ذریعہ سے میری طرح بپایۂ ثبوت پہنچ گئے ہوں اے لوگو تم پر افسوس تم نے اپنے ایمانوں کو ایسے نازک وقت میں ضائع کیا جیسا کہ ایک نادان ایسے لق و دق بیابان میں پانی کو ضائع کر دے جس میں ایک قطرہ پانی کا میسر نہیں آسکتا۔ خدا نے عین صدی کے سر پر عین ضرورت کے وقت میں تمہارے لئے ایک مجدد بھیجا اور صدی بھی چودھویں صدی جو اسلام کے ہلال کو بدر کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی جس کی تم اور تمہارے باپ دادے انتظار کرتے تھے اور جس کی نسبت اہل کشف کے کشفوں کا ڈھیر لگ گیا تھا اور دوسری طرف مجدد کے ظہور کے لئے ضرورتیں وہ پیش آئی تھیں جو کبھی نبوت کے زمانہ کے بعد پیش نہ آئیں مگر آپ لوگوں نے پھر بھی قبول نہ کیا۔ اس مہدی کے وقت میں جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے خسوف کسوف بھی رمضان میں ہوا جو قریباً گیارہ سو برس سے تمہاری حدیث کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود تھا۔ مگر آپ لوگوں نے پھر بھی نہ سمجھا۔ چودھویں صدی میں سے سترہ برس گذر بھی گئے مگر پھر بھی آپ لوگوں کے دلوں میں کچھ سوچ پیدا نہ ہوئی۔ یہ ضرورتیں اور صدی خالی گئی۔ کیا تم میں کوئی بھی سوچنے والا نہیں؟ مَیں نے بار بار کہا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ مَیں نے بلند آواز سے ہر ایک کو پکارا جیسا کہ کوئی پہاڑ پر چڑھ کر نعرے مارتا ہے۔ خدا نے مجھے کہا کہ اُٹھ اور ان لوگوں کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم خدا کی گواہی کو رد کر دو گے۔ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اس کے یہ الفاظ ہیں قل عندی شهادة من الله فهل انتم مومنون۔ قل

عندی شهادۃ من اللہ فھل انتم مسلمون - قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ د قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ای مرسل من اللہ -

غرض خدا کے روشن نشان میرے ساتھ ہیں اسی کی مانند جو خدا کے پاک نبیوں کے ساتھ تھے مگر آپ لوگوں کی روحوں میں کچھ حرکت پیدا نہ ہوئی - اس سے دل دردمند ہے کہ آپ لوگوں نے ایسی قابل شرم غلطی کھائی اور نور کو تاریکی سمجھا - مگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے کسی قریب مقام میں جیسا کہ مثلاً بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو علم اور یادداشت اور خوف باری تعالےٰ میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں - پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے اپنی تسلّی کرلیں - (۱) قرآن اور حدیث کے رو سے (۲) عقل کی رو سے (۳) سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامات کی رو سے - کیونکہ خدا نے اپنی کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں - پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلّی نہ کرسکا یا اگر ان تینوں میں سے صرف ایک یا دو طور سے تسلّی کی تو تمام دُنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا - لیکن اگر میں نے ایسی تسلّی کردی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور نیز وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور اُن کے نادان پیرو خدا تعالیٰ سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں -

اور اس جگہ میں بالخصوص اُن صاحبوں کو مندرجہ ذیل شہادت کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ جو مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی نسبت جن کی اولاد مولوی عبدالواحد صاحب اور عبدالجبار

صاحب امرت سر میں موجود ہیں راست بازی کا اعتقاد رکھتے ہیں یا خود اُن کے فرزند ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مجھے میرے مخالفوں کے گروہ میں سے دو شخص کے ذریعہ سے خبر پہنچی ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے میرے ظہور کی نسبت پیشگوئی کی تھی۔ ان دونوں صاحبوں میں سے ایک صاحب کا نام حافظ محمد یوسف ہے جو داروغہ نہر ہیں اور غالباً اب مستقل سکونت امرتسر میں رکھتے ہیں۔ دوسرے صاحب منشی محمد یعقوب نام ہیں اور یہ دونوں حقیقی بھائی ہیں اور یہ دونوں صاحب عبداللہ صاحب کے خاص معتقدین اور مصاحبین میں سے ہیں جس سے کسی صاحب کو بھی انکار نہیں اور ان کی گواہیاں اگرچہ دو ہیں مگر حاصل مطلب ایک ہی ہے۔ حافظ محمد یوسف صاحب کا علفی بیان جس کے غالباً دوسو کے قریب گواہ ہوں گے یہ ہے کہ " ایک دن عبداللہ صاحب نے مجھے فرمایا کہ مَیں نے کشفی طور پر دیکھا ہے کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا ہے اور میری اولاد اس سے محروم رہ گئی ہے یعنی اس کو قبول نہیں کیا اور وہ انکار اور مخالفت پر مرے گی اور منشی محمد یعقوب صاحب کا ایک تحریری بیان ہے جو ایک خط میں موجود ہے جو ابھی ۳۰ر اپریل ۱۹۰۶ء کو بذریعہ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ سے مجھ کو پہنچا ہے جس کو انہوں نے بتاریخ ۲۷ر اپریل ۱۹۰۶ء اپنے ہاتھ سے لکھ کر منشی ظفر احمد صاحب کے پاس بھیجا تھا اور انہوں نے میرے پاس بھیج دیا جو اس وقت میرے سامنے رکھا ہے اور جو شخص چاہے دیکھ سکتا ہے۔ مگر مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس تمام حقیقت کے سمجھانے کے لئے وہ حالات بھی لکھ دوں جو مجھے معلوم ہیں کیونکہ جو کچھ خط میں ایک کمزور عبارت میں لکھا گیا ہے اسی کو منشی محمد یعقوب صاحب ایک بڑے شدّ و مد میرے سامنے بیان کر چکے ہیں۔ مگر چونکہ اب وہ اور اُن کے دُنیا سے پیار کرنے والے بھائی حافظ محمد یوسف شیعوں کی طرح خلافت حقّہ سے انکار کر کے تقیہ کے رنگ میں بسر کر رہے ہیں اس لئے اب اُن کے لئے ایک موت ہے کہ سچا واقعہ مجلس میں اسی شدّ و مد کے ساتھ مُنہ پر لاویں

تاہم امید نہیں کہ وہ اس شہادت کو مخفی رکھیں کیونکہ حق کو چھپانا لعنتیوں کا کام ہے نہ قرآن شریف کے حافظوں کا۔ اس لئے ہم بھی منتظر ہیں کہ ان کی طرف سے کیا آواز آتی ہے۔ منشی محمد یعقوب صاحب تو بوجہ اس خط کے قابو میں آگئے ہیں مگر حافظ محمد یوسف صاحب کے لئے اس وقت تک حیلہ بازی کی راہ کھلی ہے جب تک کہ قرآن شریف ہاتھ میں دے کر ایک مجمع مسلمانوں میں قسم کے ساتھ ان سے پوچھا نہ جائے*۔

القصہ جو میرے سامنے منشی محمد یعقوب صاحب نے کہا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بمقام امرتسر مولوی عبد الحق غزنوی سے میرا مباہلہ ہوا تھا جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری سچائی ظاہر کرنے کے لئے ستر کے قریب نشان ظاہر کئے جن کے ہزارہا انسان گواہ ہیں۔ ایسا اس کے بعد ہزارہا نیک دل لوگوں کو میری بیعت میں داخل کیا جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں جنہوں نے اپنا صدق ظاہر کرنے کے لئے ہمارے سلسلہ کی تائید میں تیس ہزار کے قریب روپیہ دیا ہوگا۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے مجھے اس مباہلہ کے بعد پیشگوئی کے موافق کئی فرزند عطا فرمائے اور ایک فرزند کی نسبت جس کا نام مبارک احمد** ہے ظاہر فرمایا کہ عبد الحق نہیں مرے گا جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو+۔ یعنی مباہلہ کے بعد یہ ذلت بھی اس کو نصیب ہوگی کہ اس کی بیوی کا حمل غلط جائے گا اور اس کی پیشگوئی جھوٹی نکلے گی۔ مگر میری

* نوٹ۔ اگر حافظ محمد یوسف صاحب اور ان کے بھائی منشی محمد یعقوب صاحب نے اپنا انکار بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے شائع نہ کیا تو ہریک منصف کو سمجھ لینا چاہیئے کہ انہوں نے ہمارے اس بیان کو قبول کر لیا اور اگر اشتہار شائع کیا تو پھر عبد اللہ آتھم کی طرح قسم کیلئے ان کو مجبور کیا جائیگا تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔ منہ

** دوسرا نام اس لڑکے کا ایک خواب کی بناء پر دولت احمد بھی ہے۔ منہ

+ مباہلہ کے بعد وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جس میں لکھا تھا کہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اور اس کے بدن پر بہت سے پھوڑے ہوں گے۔ چنانچہ لڑکا پیدا ہو گیا اور خوفناک پھوڑے اس کے بدن پر موجود ہیں۔ منہ

تصدیق کے لئے اس کی زندگی میں چوتھا لڑکا پیدا ہوگا۔ ایسا ہی خدا نے مباہلہ کے بعد لاکھوں انسانوں میں عزت کے ساتھ مجھے شہرت دی اور مخالف کی ذلت اور نامرادی ثابت کر کے دکھلا دی۔ اس مباہلہ کے میدان میں ایک کثیر جماعت کے روبرو منشی محمد یعقوب صاحب نے کھڑے ہو کر میری نسبت بیان کیا تھا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے مجھے کہا تھا کہ ایک نور پیدا ہوگا جس سے دُنیا کے چاروں طرف روشنی ہو جائے گی اور وہ نور مرزا غلام احمد ہے جو قادیان میں رہتا ہے۔ یہ وہ گواہی ہے کہ جو منشی محمد یعقوب نے بمقام امرتسر محمد شاہ صاحب کی مسجد کے قریب ایک میدان میں کھڑے ہو کر قریباً دو سو آدمی کے روبرو دی تھی اور اب جو ۳۰ر اپریل ۱۹۰۶ء کو منشی صاحب مذکور کا اس جگہ خط پہنچا اس کی عبارت یہ ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔

"میرے اشفاق فرمائے منشی ظفر احمد جی زاد لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آج ۲۲ر اپریل ۱۹۰۶ء کو آپ کا عنایت نامہ صادر ہوا۔ دریافت خیریت سے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ بامن خود رکھ کر خواہش دلی پر پہنچاوے۔ آپ میرے بیان کو بالکل بھول گئے۔ مَیں نے تو اس صورت میں بیان کیا تھا کہ میرے گھر میں یہ خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹا اور درمیان آسمان اور زمین کے آکر اُس کے چار ٹکڑے ہو کر ہر چہار ٹکڑے ہر ایک گوشہ دُنیا میں گرے اور گرتے ہوئے ہر چہار گوشہ میں بہت زور شور سے شعلہ زن ہوئے۔ یہ خواب بندہ نے علی الصباح مولوی عبداللہ صاحب مرحوم سے بیان کر کے تعبیر دریافت کی فرمایا قریب ہے کوئی شخص اللہ کی طرف سے پیدا ہو جس کے سبب سے دُنیا کے ہر گوشہ سے دین کی ترقی ہو۔ اور ساتھ ہی ایسا بھی فرمایا کہ شاید مرزا قادیان سے ظہور ہو۔ یعنے اس نور کا ظہور مرزا قادیانی کے وجود سے ہو۔ فقط"

اب یہ دو گواہیاں ان دو انسانوں کی ہیں کہ اس وقت وہ اپنی ذلیل دُنیا کی مصلحت

سے میرے مخالف ہیں۔ یہ دونوں مولوی عبداللہ صاحب کے رفیق اور مصاحب تھے۔ ہر ایک طالب حق کو چاہیئے کہ ان صاحبوں سے حلفاً دریافت کرے۔ منشی محمد یعقوب صاحب کا خط تو مَیں نے بجنسہٖ لکھ دیا ہے جو اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ان سے دریافت کر لو کہ ان کا یہ خط ہے یا نہیں۔ اور حافظ محمد یوسف صاحب کی گواہی کا نہ ایک نہ دو بلکہ دو سو آدمی گواہ ہے و لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اب اگر مولوی عبداللہ صاحب کی اولاد کے دل میں کچھ بھی خدا تعالےٰ کا خوف ہو تو اپنے باپ کی پیشگوئی کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ہاں اس پیشگوئی میں یہ بھی ہے کہ وہ اس نور کو قبول نہیں کریں گے اور محروم رہ جائیں گے۔ سو جیسا کہ سمجھا جاتا ہے اگر محروم کے لفظ کے یہی معنے ہیں جو سمجھے گئے تو پھر قضا و قدر کے مقابل پر کیا پیش جا سکتی ہے۔ لیکن ہم خاص طور پر منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کو اس پیشگوئی کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ یہ ان کے مُرشد کی پیشگوئی ہے جس کو وہ مسیح موعود سے بھی زیادہ عزّت دیتے ہیں۔ ہاں اگر اُن کو شک ہو تو حافظ محمد یوسف صاحب اور منشی محمد یعقوب سے قسمیہ دریافت کر لیں۔ اس قدر کافی ہوگا کہ اگر وہ اس بیان کو تصدیق نہ کریں تو اتنا کہہ دیں کہ میرے پر خدا کی لعنت ہو اگر مَیں نے جھوٹ بولا ہے اور نیز ذرہ شرم کر کے اس بات کو سوچیں کہ وہ میری نسبت کہتے ہیں کہ صدہا الہامات سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص کافر اور بے ایمان اور دجّال اور مفتری ہے اور ان کا مرشد عبداللہ غزنوی یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص خدا کا نور ہے اور اس سے محروم خدا سے محروم ہے۔ اب بابو الٰہی بخش صاحب بتلائیں کہ اُن کا کشف جھُوٹا ہے یا اُن کے مُرشد مولوی عبداللہ کا۔ اور اب ہم بہت انتظار کے بعد اس کے ذیل میں اپنا وہ خط درج کرتے ہیں جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا اور وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

از جانب متوکل علی اللہ الاحد غلام احمد عافاہ اللہ و ایّد ۔ بخدمت مکرم بابو الٰہی بخش صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد ہذا اس عاجز کو اس وقت تک آں مکرم کے الہامات کی انتظار رہی ۔ مگر کچھ معلوم نہیں ہوا کہ توقف کا کیا باعث ہے ۔ مَیں نے سراسر نیک نیتی سے جس کو خدائے کریم جانتا ہے یہ درخواست کی تھی تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو ان متناقض الہامات میں کچھ فیصلہ ہو جائے کیونکہ الہامات کا باہمی تناقض اور اختلافات اسلام کو سخت ضرر پہنچاتا ہے اور اسلام کے مخالفوں کو ہنسی اور اعتراض کا موقع ملتا ہے اور اس طرح پر دین کا استخفاف ہوتا ہے ۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ ایک شخص کو تو خدا تعالیٰ یہ الہام کرے کہ تو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور اس زمانہ کے تمام مومنوں سے بہتر اور افضل اور مثیل الانبیاء اور مسیح موعود اور مجدد چودھویں صدی اور خدا کا پیارا اور اپنے مرتبہ میں نبیوں کی مانند اور خدا کا مرسل ہے اور اس کی درگاہ میں وجیہ اور مقرب اور مسیح ابن مریم کی مانند ہے اور اودھر سے دوسرے کو یہ الہام کرے کہ یہ شخص فرعون اور کذاب اور مسرف اور فاسق اور کافر اور ایسا اور ایسا ہے ۔ ایسا ہی اس شخص کو تو یہ الہام کرے کہ جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسُول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے اور پھر دوسرے کو یہ الہام کرے کہ جو اس کی پیروی کرتے ہیں وہ شقاوت کا طریق اختیار کرتے ہیں ۔ پس آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر اسلام پر یہ مصیبت ہے کہ ایسے مختلف الہام ہوں اور مختلف فرقے پیدا ہوں جو ایک دوسرے کے سخت مخالف ہوں ۔ اس لئے ہمدردئ اسلام اسی میں ہے کہ ان مختلف الہامات کا فیصلہ ہو جائے اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کوئی فیصلہ کی راہ پیدا کر دے گا اور اس مصیبت سے مسلمانوں کو چھوڑ دے گا ۔ لیکن یہ فیصلہ تب ہو سکتا ہے کہ ملہمین جن کو الہام ہوتا ہے وہ زنانہ سیرت اختیار نہ کریں اور مردِ میدان بن کر جس طرح کے الہام ہوں وہ سب دیانت کے ساتھ

چھاپ دیں اور کوئی الہام جو تصدیق یا تکذیب کے متعلق ہو پوشیدہ نہ رکھیں تب کسی آسمانی فیصلہ کی امید ہے۔ اسی وجہ سے مَیں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں آپ کو پہلے خط میں دی تھیں تا آپ جلد تر اپنے الہام میری طرف بھیج دیں مگر آپ نے کچھ پرواہ نہیں کی اور میرے نزدیک یہ عذر آپ کا قبول کے لائق نہیں کہ آپ کو مخالفانہ الہام اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ ایک مُدت ان کی تشریح کے لئے چاہیئے۔ میرے خیال میں یہ کام چند منٹ سے زیادہ کا کام نہیں ہے اور غایت درجہ دو گھنٹہ تک مع تشریح و تفسیر آپ لکھ سکتے ہیں اور اگر کسی اور کتاب کی تالیف کا ارادہ ہے تو اس کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ مناسب ہے کہ آپ اس امت پر رحم کرکے اور نیز خدا تعالیٰ کی قسموں کی تعظیم کرکے بالفعل دو تین سو الہام ہی جو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا کام ہے چھپوا کر روانہ فرماویں۔ یہ تو مَیں تسلیم نہیں کر سکتا کہ الہامات کی بڑی بڑی عبارات ہیں بلکہ ایسی ہوں گی جیسا کہ آپ کا الہام "مسرف کذّاب" تو اس صورت میں آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے الہام کاغذ کے ایک صفحہ میں کس قدر آ سکتے ہیں۔ مَیں پھر آپ کو اللہ جل شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرکے بمجرد پہونچنے اس خط کے اپنے الہامات چھپوا کر روانہ فرماویں۔ مجھے اس بات پر بھی سخت افسوس ہوا ہے کہ آپ نے بیوجہ میری یہ شکایت کی کہ گویا مَیں نے مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی کوئی بے ادبی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میری گفتگو صرف اس قدر تھی کہ آپ مولوی محمد حسین کو کیوں بُرا کہتے ہیں حالانکہ آپ کے مُرشد مولوی عبداللہ صاحب نے اس کے حق میں یہ الہام شائع کیا تھا کہ وہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہے اور سب اُمّت سے بہتر ہے۔ یہ قرآنی الہام تھے جن کا مَیں نے ترجمہ کر دیا ہے۔ اس صورت میں اگر شک تھا تو آپ مولوی محمد حسین سے دریافت کر لیتے۔ سچی بات پر غصّہ کرنا مناسب نہیں ہے پھر ماسوا اس کے جس دعویٰ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اس کے مقابل پر عبداللہ صاحب کی کیا حقیقت اور سرمایا ہے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے

تو وہ میرے تابعداروں اور خادموں میں داخل ہو جاتے۔ ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے آگے گردن خم کرنا اور غربت اور چاکری کی راہ سے اطاعت اختیار کر لینا ہر ایک دیندار اور سچے مسلمان کا کام ہے۔ پھر وہ کیونکر میری اطاعت سے باہر رہ سکتے تھے۔ اس صورت میں آپ کا کچھ بھی حق نہیں تھا اگر مَیں حَکَمْ ہونے کی حیثیت سے اُن میں کچھ کلام کرتا۔ آپ جانتے ہیں کہ خدا اور رسُول نے مولوی عبداللہ کا کوئی درجہ مقرر نہیں کیا اور نہ اُن کے بارے میں کوئی خبر دی۔ یہ فقط آپ کا نیک ظن ہے جو آپ نے اُن کو نیک سمجھ لیا ورنہ کسی حدیث یا آیت سے تو ثابت نہیں کہ درحقیقت پاک دل تھے۔ ہاں جہانتک ہمیں خبر ہے وہ پابند نماز تھے۔ رمضان کے روزے رکھتے تھے اور بظاہر دیندار مسلمان تھے اور اندرونی حال خدا کو معلوم۔

حافظ محمد یوسف صاحب نے کئی دفعہ قسم کو یاد کرنے سے یقین کامل سے کئی مجلسوں میں میرے روبرو بیان کیا کہ ایک دفعہ عبداللہ صاحب نے اپنے کسی خواب یا الہام کی بناپر فرمایا تھا کہ آسمان سے ایک نُور قادیان میں گرا جس کے فیضان سے اُن کی اولاد بے نصیب رہ گئی۔ حافظ صاحب زندہ ہیں اُن سے پوچھ لیں✝۔ پھر آپ کی شکایت کس قدر افسوس کے لائق ہے۔ اور اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ ہمیشہ مولوی عبداللہ غزنوی کی نسبت میرا نیک ظن رہا ہے اور اگرچہ بعض حرکات ان کی مَیں نے ایسی بھی دیکھیں کہ اس حُسن ظن میں فرق ڈالنے والی تھیں تاہم مَیں نے اُن کی طرف کچھ خیال نہ کیا اور ہمیشہ سمجھتا رہا کہ وہ ایک مسلمان اپنی فہم اور طاقت کے موافق پابند سُنّت تھا۔ لیکن میں اس سے مجبور رہا کہ مَیں ان کو ایسے درجہ کا انسان خیال کرتا کہ جیسے خدا کے کامل بندے مامورین ہوتے ہیں اور مجھے خدا نے اپنی جماعت کے نیک بندوں کی نسبت وہ وعدے دیئے ہیں کہ جو لوگ اُن وعدوں کے موافق میری جماعت میں سے رُوحانی نشو ونما پائیں گے اور پاک دل ہو کر خدا سے پاک

✝ حاشیہ۔ حافظ صاحب کے بھائی محمد یعقوب نے ایک مجلس میں یہ بھی کہا کہ عبداللہ صاحب نے نام بھی لیا تھا کہ وہ نور مرزا غلام احمد پر نازل ہوا۔ مگر مَیں ایسی روایتوں کا ذمہ دار نہیں۔ جھوٹ سچ ان دونوں صاحبوں کی گردن پر۔ منہ

تعلق جوڑلیں گے میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں ان کو صدہا درجہ مولوی عبداللہ غزنوی سے بہتر سمجھوں گا اور سمجھتا ہوں کیونکہ خدا تعالےٰ ان کو وہ نشان دکھلاتا ہے کہ جو مولوی عبداللہ صاحب نے نہیں دیکھے اور اُن کو وہ معارف سمجھاتا ہے جن کی مولوی عبداللہ کو کچھ بھی خبر نہیں تھی اور انہوں نے اپنی خوش قسمتی سے مسیح موعود کو پایا اور اُسے قبول کیا مگر مولوی عبداللہ اس نعمت سے محروم گذر گئے۔ آپ میری نسبت کیسا ہی بدگمان کریں اس کا فیصلہ تو خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ لیکن میں بار بار کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور اس نور میں میرا پودہ لگایا گیا ہے جس نور کا وارث مہدی آخر زمان چاہیئے تھا۔ میں وُہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی عطا کی تقسیم ہے۔ اگر کوئی بخل سے مر بھی جائے تو اس کو کیا پرواہ ہے۔ اور جو شخص مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے ذکر سے مجھ سے ناراض ہوتا ہے اس کو ذرہ خدا سے شرم کرکے اپنے نفس سے ہی سوال کرنا چاہیئے کہ کیا یہ عبداللہ اس مہدی و مسیح موعود کے درجہ پر ہو سکتا ہے جس کو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا اور فرمایا کہ خوش قسمت ہے وہ امت جو دو بیناہوں کے اندر ہے ایک میں جو خاتم الانبیاء ہوں اور ایک مسیح موعود جو ولایت کے تمام کمالات کو ختم کرتا ہے اور فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جو نجات پائیں گے۔ اب فرمایئے کہ جو شخص مسیح موعود سے کنارہ کرکے عبداللہ غزنوی کی وجہ سے اس سے ناراض ہوتا ہے اس کا کیا حال ہے۔ کیا سچ نہیں ہے کہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے صلحاء اور اولیاء اور ابدال اور قطبوں اور غوثوں میں سے کوئی بھی مسیح موعود کی شان اور مرتبہ کو نہیں پہونچتا۔ پھر اگر یہ سچ ہے تو آپ کا مسیح موعود کے مقابل پر مولوی عبداللہ غزنوی کا ذکر کرنا اور بار بار یہ شکایت کرنا کہ عبداللہ کے حق میں یہ کہا ہے کس قدر خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسُول کریمؐ کی وصیتوں سے لاپرواہی

ہے۔ کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ عبداللہ غزنی سے نکالا جائے گا اور پنجاب میں آئے گا اس کو تم مان لینا اور میرا سلام اس کو پہونچانا؟ یا یہ نصیحت فرمائی تھی کہ غلبہ صلیب کے وقت مسیح موعود ظاہر ہوگا اور وہ نبیوں کی شان لے کر آئے گا اور خدا اس کے ہاتھ پر صلیبی مذہب کو شکست دے گا اس کی نافرمانی نہ کرنا اور اس کو میری طرف سے سلام پہونچانا؟ اور اگر یہ کہو کہ وہ تو آکر نصاریٰ سے لڑے گا اور ان کی صلیبوں کو توڑے گا اور ان کے خنزیروں کو قتل کرے گا تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ علماء اسلام کی غلطیاں ہیں بلکہ ضرور تھا کہ مسیح موعود نرمی اور صلحکاری کے ساتھ آتا اور صحیح بخاری میں بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود جنگ نہیں کرے گا اور نہ تلوار اٹھائے گا بلکہ اس کا حربہ آسمانی حربہ ہوگا اور اس کی تلوار دلائل قاطعہ ہوگی۔ سو وہ اپنے وقت پر آچکا۔ اب کسی فرضی مہدی اور فرضی مسیح موعود کی انتظار کرنا اور خونریزی کے زمانہ کا منتظر رہنا سراسر کوتہ فہمی کا نتیجہ ہے جو خدا نے میرے ہاتھ پر بہت سے نشان دکھلائے اور وہ ایسے یقینی طور پر ظاہر ہوئے کہ تیرہ سو برس کے زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ان کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اسلامی اولیاء کی کرامات ان کی زندگی سے بہت پیچھے لکھی گئی ہیں۔ اور اُن کی شہرت صرف اُن کے چند مُریدوں تک محدود تھی۔ لیکن یہ نشان کروڑہا انسانوں میں شہرت پا گئے ✠ مثلاً دیکھو کہ لیکھرام کی پیشگوئی کو کیونکر فریقین نے اپنے اشتہارات میں شائع کیا اور قبل اس کے جو وہ پیشگوئی ظہور میں آوے لاکھوں انسانوں میں اس پیشگوئی کا مضمون شہرت پا گیا اور تین قومیں ہندو مسلمان عیسائی اس پر گواہ ہو گئیں۔ پھر اسی کے موافق وہ پیشگوئی ظہور میں بھی آئی اور اُسی طرح لیکھرام قتل کے ذریعہ سے فوت ہوا۔ جیسا کہ پیش از وقت ظاہر کیا گیا تھا۔ کیا ایسی ہیبت ناک پیشگوئی کو پورا کرنا انسان کے

✠ ایسے نشان جو مجھ سے ظہور میں آئے جن کے کروڑہا انسان گواہ ہیں ان میں سے ایک سو نشان کتاب تریاق القلوب میں مع گواہوں کے ذکر کے درج ہیں۔ منہ

اختیار میں ہے؟ کیا اس ملک کی تین قوموں میں اس قدر شہرت پاکر اور ایک کُشتی کی طرح لاکھوں انسانوں کے نظارہ کے نیچے آکر اس کا پورا ہو جانا ایسی پیشگوئی کی جو اس شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی ہو تیرہ سو برس کے زمانہ میں کوئی نظیر بھی ہے؟ بعض کا یہ کہنا کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اس کا جواب بجز اس کے ہم کیا دیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ اگر ان لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ نور انصاف ہوتا تو وہ شبہ کے وقت میرے پاس آتے تو مَیں اُن کو بتلاتا کہ کس خوبی سے تمام پیشگوئیاں پوری ہو گئیں ہاں ایک پیشگوئی ہے جس کا ایک حصہ پورا ہو گیا اور ایک حصہ شرط کے اثر کی وجہ سے باقی ہے جو اپنے وقت پر پورا ہوگا۔ افسوس تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی وہ سنتیں اور قانون بھی معلوم نہیں جو پیش گوئیوں کے متعلق ہیں۔ ان کے قول کے مطابق تو یونس نبی بھی جھوٹا تھا جس نے اپنی پیشگوئی کے قطعی طور پر چالیس دن مقرر کئے تھے مگر وہ لوگ چالیس برس سے بھی زیادہ زندہ رہے اور چالیس دن میں نینوا کا ایک تنکا بھی نہ ٹوٹا بلکہ یونس نبی تو کیا تمام نبیوں کی پیشگوئیوں میں یہ نظیریں ملتی ہیں۔

پھر اخیر پر خدا تعالیٰ کی قسم آپ کو دیتا ہوں کہ آپ وہ تمام مخالفانہ پیشگوئیاں جو میری نسبت آپ کے دل میں ہو لکھ کر چھاپ دیں۔ اب دس دن سے زیادہ مَیں آپ کو مُہلت نہیں دیتا۔ جُون مہینے کی ۳۰؍ تاریخ تک آپ کا اشتہار مخالفانہ پیشگوئیوں کا میرے پاس آجانا چاہیئے* ورنہ یہی کاغذ چھاپ دیا جائے گا اور پھر آیندہ آپ کو کبھی مخاطب کرنا بھی بے فائدہ ہوگا۔

والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۰؍ جون ۱۸۹۹ء

---

* حاشیہ۔ اگر آپ ایک سو مخالفانہ الہام بھی جس میں مجھے کافر و دجّال و مسرف۔ کذّاب اور لعنتی وغیرہ کہا گیا ہو جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے چھاپ کر میری طرف روانہ کریں تو مَیں اس کاغذ کی چھپوائی سے

سے دست کش رہوں گا بلکہ اگر تکفیر تکذیب کے الہام صرف پچاس ہی چھپوا کر بھیج دیں اور میعاد کے اندر بھیجیں تب بھی میں اس خط کو نہیں چھپواؤں گا۔ لیکن اگر آپ نے اس مدت میں کم سے کم پچاس الہام بھی چھپوا کر میری طرف روانہ کئے باوجود اس دعویٰ کے کہ بکثرت مخالفانہ الہام ہو چکے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کو چھاپ دوں گا۔ آپ اس وقت عبدالحق ملہم شاگرد رشید عبداللہ غزنوی سے بھی مدد لیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

(دستخط المرسل خاکسار مرزا غلام احمد)

بابو الٰہی بخش صاحب کو میں نے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے مخالفانہ پیشگوئیوں کے شائع کرنے کے لئے مہلت دی تھی مگر میں نے بجائے دس دن کے ایک برس سے زیادہ انتظار کر کے اب یہ خط شائع کیا ہے۔ ان کو یاد کرنا چاہیئے کہ ان کا کیا وعدہ تھا اور کیا ظہور میں آیا۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان

۲۵ ؍ مئی سنہ ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۹/۸ کے ۱۴ صفحہ پر ہے)



(۲۲۱)

ضمیمہ خطبہ الہامیہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار چندہ منارۃ المسیح

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"
(یہ وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے جس کو شائع ہوئے بیس برس گذر گئے)

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے قادیان کی مسجد جو میرے والد صاحب مرحوم نے مختصر طور پر دو بازاروں کے وسط میں ایک اُونچی زمین پر بنائی تھی اب شوکت اسلام کے لئے بہت وسیع کی گئی اور بعض حصہ عمارات کے اور بھی بنائے گئے ہیں لہذا اب یہ مسجد اور رنگ پکڑ گئی ہے۔ یعنے پہلے اس مسجد کی وسعت صرف اس قدر تھی کہ بمشکل دو سو آدمی اس میں نماز پڑھ سکتا تھا لیکن اب دو ہزار کے قریب اس میں نماز پڑھ سکتا ہے اور غالباً آیندہ اور بھی یہ مسجد وسیع ہو جائے گی۔ میرے دعوے کی ابتدائی حالت میں اس مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے زیادہ سے زیادہ پندرہ یا بیس آدمی جمع ہوا کرتے تھے لیکن اب خدا تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ تین سو یا چار سو نمازی ایک معمولی اندازہ ہے اور کبھی سات سَو یا آٹھ سو تک بھی

نمازیوں کی نوبت پہونچ جاتی ہے۔ لوگ دُور دُور سے نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ عجیب خدا تعالےٰ کی قدرت ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں نے بہت زور کہ ہمارا سلسلہ ٹوٹ جائے اور درہم برہم ہو جائے لیکن جوں جوں وہ بیخکنی کے لئے کوشش کرتے گئے اور بھی ترقی ہوتی گئی اور ایک خارق عادت طور پر یہ سلسلہ اس ملک میں پھیل گیا۔ سو یہ ایسا امر ہے کہ ان کے لئے جو آنکھیں رکھتے ہیں ایک نشان ہے۔ اگر یہ انسان کا کاروبار ہوتا تو ان مولویوں کی کوششوں سے کب کا نابود ہو جاتا۔ مگر چونکہ یہ خدا کا کاروبار اور اس کے ہاتھ سے تھا اس لئے انسانی مزاحمت اس کو روک نہیں سکی۔

اب اس مسجد کی تکمیل کے لئے ایک اور تجویز قرار پائی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسجد کی شرقی طرف جیسا کہ احادیث رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء ہے ایک نہایت اُونچا منارہ بنایا جائے اور وہ منارہ تین کاموں کے لئے مخصوص ہو

اوّل۔ یہ کہ تا مؤذن اس پر چڑھ کر پنجوقت بانگ نماز دیا کرے اور تا خدا کے پاک نام کی اونچی آواز سے دن رات میں پانچ دفعہ تبلیغ ہو اور تا مختصر لفظوں میں پنجوقت ہماری طرف سے انسانوں کو یہ ندا کی جائے کہ وہ ازلی اور ابدی خدا جس کی تمام انسانوں کو پرستش کرنی چاہیئے صرف وہی خدا ہے جس کی طرف اس کا برگزیدہ اور پاک رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے سوا نہ زمین میں نہ آسمان میں اور کوئی خدا نہیں۔

دوسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی بہت اُونچے حصّے پر ایک بڑا لالٹین نصب کر دیا جائے گا جس کی قریباً ایک ؁ سو روپیہ یا کچھ زیادہ قیمت ہوگی۔ یہ روشنی انسانوں کی آنکھیں روشن کرنے کے لئے دُور دُور جائے گی۔

تیسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی اُونچے حصّے پر ایک بڑا گھنٹہ جو چار سو یا پانسو روپیہ کی قیمت کا ہوگا نصب کر دیا جائے گا تا انسان اپنے وقت

کو پہچانیں اور انسانوں کو وقت شناسی کی طرف توجہ ہو۔

یہ تینوں کام جو اس منارہ کے ذریعہ سے جاری ہوں گے ان کے اندر تین حقیقتیں مخفی ہیں۔

اوّل یہ کہ بانگ جو پانچ وقت اُونچی آواز سے لوگوں کو پہنچائی جائے گی اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے کہ اب واقعی طور پر وقت آگیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کی آواز ہر ایک کان تک پہونچے۔ یعنی اب وقت خود بولتا ہے کہ اس ازلی ابدی زندہ خدا کے سوا جس کی طرف پاک رسُول محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی کی ہے اور سب خدا جو بنائے گئے ہیں باطل ہیں۔ کیوں باطل ہیں؟ اس لئے کہ ان کے ماننے والے کوئی برکت اُن سے پا نہیں سکتے۔ کوئی نشان دکھلا نہیں سکتے۔

دوسرے وہ لالٹین جو اس منارہ کی دیوار میں نصب کی جائے گی۔ اس کے نیچے حقیقت یہ ہے کہ تا لوگ معلوم کریں کہ آسمانی روشنی کا زمانہ آگیا اور جیسا کہ زمین نے اپنی ایجادوں میں قدم آگے بڑھایا ایسا ہی آسمان نے بھی چاہا کہ اپنے نوروں کو بہت صفائی سے ظاہر کرے تا حقیقت کے طالبوں کے لئے پھر تازگی کے دن آئیں اور ہر ایک آنکھ جو دیکھ سکتی ہے آسمانی روشنی کو دیکھے اور اس روشنی کے ذریعہ سے غلطیوں سے بچ جائے۔

تیسرے وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے کہ تا لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آگیا۔ اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لئے لڑنا حرام کیا جائے گا۔ **سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔** اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اُٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسُول

کا نافرمان ہے۔ صحیح بخاری کو کھولو اور اس حدیث کو پڑھو کہ جو مسیح موعود کے حق میں ہے یعنے **یضع الحرب** جس کے یہ معنے ہیں کہ جب مسیح آئے گا تو جہادی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سو مسیح آچکا **اور یہی ہے جو تم سے بول رہا ہے۔**

غرض حدیث نبوی میں جو مسیح موعود کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ منارۂ بیضاء کے پاس نازل ہوگا اس سے یہی غرض تھی کہ مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے کہ اس وقت بباعث دنیا کے باہمی میل جول کے اور نیز راہوں کے کھلنے اور سہولت ملاقات کی وجہ سے تبلیغ احکام اور دینی روشنی پہنچانا اور ندا کرنا ایسا سہل ہوگا کہ گویا یہ شخص منارہ پر کھڑا ہے۔ یہ اشارہ ریل اور تار اور اگن بوٹ اور انتظام ڈاک کی طرف تھا جس نے تمام دُنیا کو ایک شہر کی مانند کر دیا۔ غرض مسیح کے زمانہ کے لئے منارہ کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اس کی روشنی اور آواز جلد تر دُنیا میں پھیلے گی اور یہ باتیں کسی اور نبی کو میسر نہیں آئیں۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کا آنا ایسے زمانہ میں ہوگا جیسا کہ بجلی آسمان کے ایک کنارہ میں چمک کر تمام کناروں کو ایک دم میں روشن کر دیتی ہے۔ یہ بھی اسی امر کی طرف اشارہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ مسیح تمام دُنیا کو روشنی پہنچانے آیا ہے اس لئے اس کو پہلے سے یہ سب سامان دیئے گئے۔ وہ خون بہانے کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے صلحکاری کا پیغام لایا ہے۔ اب کیوں انسانوں کے خون کئے جائیں۔ اگر کوئی سچ کا طالب ہے تو وہ خدا کے نشان دیکھے جو صدہا ظہور میں آئے اور آ رہے ہیں اور اگر خدا کا طالب نہیں تو اس کو چھوڑ دو اور اس کے قتل کی فکر میں مت ہو کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب وہ آخری دن نزدیک ہے جس سے تمام نبی جو دُنیا میں آئے ڈراتے رہے۔

غرض یہ گھنٹہ جو وقت شناسی کے لئے لگایا جائے گا مسیح کے وقت کے لئے یاد دہانی ہے اور خود اس منارہ کے اندر ہی ایک حقیقت مخفی ہے اور وہ یہ کہ احادیث نبویہ میں متواتر آچکا ہے کہ مسیح آنے والا صاحب المنارہ ہوگا یعنی اس کے زمانہ میں اسلامی

سچائی بلندی کے انتہاء تک پہونچ جائے گی جو اس منارہ کی مانند ہے جو نہایت اونچا ہو۔ اور دین اسلام سب دینوں پر غالب آجائے گا اسی کی مانند جیسا کہ کوئی شخص جب ایک بلند مینار پر اذان دیتا ہے تو وہ آواز تمام آوازوں پر غالب آجاتی ہے۔ سو مقدر تھا کہ ایسا ہی مسیح کے دنوں میں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یہ آیت مسیح موعود کے حق میں ہے اور اسلامی حجت کی وہ بلند آواز جس کے نیچے تمام آوازیں دب جائیں وہ ازل سے مسیح کے لئے خاص کی گئی ہے اور قدیم سے مسیح موعود کا قدم اس بلند مینار پر قرار دیا گیا ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی عمارت اُونچی نہیں۔ اسی کی طرف براہین احمدیہ کے اس الہام میں اشارہ ہے جو کتاب مذکور کے صفحہ ۵۲۲ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔ " بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد " ایسا ہی مسیح موعود کی مسجد بھی مسجد اقصیٰ ہے کیونکہ وہ صدر اسلام سے دُور تر اور انتہائی زمانہ پر ہے۔ اور ایک روایت میں خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ مسیح موعود کا نزول مسجد اقصیٰ کے شرقی منارہ کے قریب ہوگا۔*

---

* حاشیہ۔ بعض احادیث میں یہ پایا جاتا ہے کہ دمشق کے مشرقی طرف کوئی منارہ ہے جس کے قریب مسیح کا نزول ہوگا۔ سو یہ حدیث ہمارے مطلب سے کچھ منافی نہیں ہے کیونکہ ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارا یہ گاؤں جس کا نام قادیان ہے اور ہماری یہ مسجد جس کے قریب منارہ طیار ہوگا دمشق سے شرقی طرف ہی واقع ہے۔ حدیث میں اس بات کی تصریح نہیں کہ وہ منارہ دمشق سے ملحق اور اس کی ایک جزو ہوگا بلکہ اس کے شرقی طرف واقع ہوگا۔ پھر دوسری حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ مسجد اقصیٰ کے قریب مسیح کا نزول ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ منارہ یہی مسجد اقصیٰ کا منارہ ہے اور دمشق کا ذکر اُس غرض کے لئے ہے جو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ اور مسجد اقصیٰ سے مراد اس جگہ یروشلم کی مسجد نہیں ہے بلکہ مسیح موعود کی مسجد ہے جو باعتبار بعد زمانہ

اب اے دوستو یہ منارہ اس لئے طیار کیا جاتا ہے کہ تا حدیث کے موافق مسیح موعود
کے زمانہ کی یادگار ہو اور نیز وہ عظیم پیشگوئی پوری ہو جائے جس کا ذکر قرآن شریف کی اس
آیت میں ہے کہ سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی
المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ اور جس کے منارہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے کہ
مسیح کا نزول منارہ کے پاس ہوگا۔ دمشق کا ذکر اس حدیث میں جو مسلم نے بیان کی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۶) کے خدا کے نزدیک مسجد اقصیٰ ہے۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ
جس مسجد کی مسیح موعود بناو کرے وہ اس لائق ہے کہ اس کو مسجد اقصیٰ کہا جائے جس کے معنے
ہیں مسجد اَبعد۔ کیونکہ جبکہ مسیح موعود کا وجود اسلام کے لئے ایک انتہائی دیوار ہے اور مقرر ہے کہ
وہ آخری زمانہ میں اور بعید تر حصّہ دنیا میں آسمانی برکات کے ساتھ نازل ہوگا۔ اس لئے ہر ایک
مسلمان کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کی مسجد مسجد اقصیٰ ہے کیونکہ اسلامی زمانہ کا خط ممتد جو
ہے اس کے انتہائی نقطہ پر مسیح موعود کا وجود ہے۔ لہٰذا مسیح موعود کی مسجد پہلے زمانہ سے جو مصدر
اسلام ہے بہت ہی بعید ہے سو اس وجہ سے مسجد اقصیٰ کہلانے کے لائق ہے اور اس مسجد اقصیٰ
کا منارہ اس لائق ہے کہ تمام میناروں سے اُونچا ہو کیونکہ یہ منارہ مسیح موعود کے احقاق حق اور
صرف ہمت اور اتمام حجت اور اعلاء ملت کی جسمانی طور پر تصویر ہے۔ پس جیسا کہ اسلامی سچائی
مسیح موعود کے ہاتھ سے اعلیٰ درجہ کے ارتفاع تک پہنچ گئی ہے اور مسیح کی ہمت ثریا سے ایمان
گم گشتہ کو واپس لا رہی ہے۔ اسی کے مطابق یہ مینار بھی روحانی امور کی عظمت ظاہر کر رہا ہے۔ وہ
آواز جو دُنیا کے ہر چہار گوشہ میں پہونچائی جائے گی وہ رُوحانی طور پر بڑے اونچے مینار کو چاہتی
ہے۔ قریباً بیس برس ہوئے کہ مَیں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کا یہ کلام جو میری زبان
پر جاری کیا گیا لکھا تھا یعنے یہ کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان و بالحق انزلناہ و
بالحق نزل صدق اللّٰہ و رسولہ وکان امر اللّٰہ مفعولا۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ یعنی
ہم نے اس مسیح موعود کو قادیان میں اُتارا ہے اور وہ ضرورت حقہ کے ساتھ اُتارا گیا اور ضرورت

اس غرض سے ہے کہ تین خدا بنانے کی تخم ریزی اوّل دمشق سے شروع ہوئی ہے اور مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تا تین کے خیالات کو محو کر کے پھر ایک خدا کا جلال دُنیا میں قائم کرے۔ پس اس ایما کے لئے بیان کیا گیا کہ مسیح کا منارہ جس کے قریب اس کا نزول ہوگا دمشق سے شرقی طرف ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے کیونکہ قادیان جو ضلع گورداسپور پنجاب میں ہے جو لاہور اس سے گوشہ مغرب اور جنوب میں واقع ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۷) حقہ کے ساتھ اُترا۔ خدا نے قرآن میں اور رسُول نے حدیث میں جو کچھ فرمایا تھا وہ اس کے آنے سے پورا ہوا۔ اس الہام کے وقت جیسا کہ مَیں کئی دفعہ لکھ چکا ہوں مجھے کشفی طور پر یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہ الہام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے اور اس وقت عالم کشف میں میرے دل میں اس بات کا یقین تھا کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے یعنی مکّہ اور مدینہ اور قادیاں کا۔ اس بات کو قریباً بیس برس ہو گئے جبکہ میں نے براہین احمدیہ میں لکھا تھا اب اس رسالہ کی تحریر کے وقت میرے پر یہ منکشف ہوا کہ جو کچھ براہین احمدیہ میں قادیان کے بارے میں کشفی طور پر مَیں نے لکھا یعنے یہ کہ اس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے درحقیقت یہ صحیح بات ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے۔ پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہونچا دیا تھا ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجنابؐ کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہونچا دیا۔

٭ حاشیہ در حاشیہ۔ شوکت اسلامی کا زمانہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا اس کا اثر غالب یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ کی طرح مومنوں کو کفار کے حملہ سے نجات دی اس لئے بیت اللہ کا نام بھی بیت آمن رکھا گیا لیکن زمانہ برکات کا یعنی مسیح موعود کا زمانہ ہے اس کا یہ اثر ہے کہ ہر قسم کے آثام زمین میں پیدا ہو جائیں اور نہ صرف امن بلکہ عیش رغد بھی حاصل ہو
منہ ٭

وہ دمشق سے ٹھیک ٹھیک شرقی جانب پڑی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ منارۃ المسیح بھی دمشق سے شرقی جانب واقع ہے۔ ہر ایک طالب حق کو چاہیئے کہ دمشق کے لفظ پر خوب غور کرے کہ اس میں حکمت کیا ہے کہ یہ لکھا گیا ہے کہ مسیح موعود دمشق کے شرقی طرف نازل ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کی قرار داد باتیں صرف امور اتفاقیہ نہیں ہو سکتے بلکہ اُن کے نیچے اسرار اور رموز ہوتے ہیں وجہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی تمام باتیں رموز اور اسرار سے پُر ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۸)۔ پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے انتہاء زمانہ تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے مبارك ومبارك وكل امر مبارك يجعل فيه ۔ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا قرآن کی آیت بارکنا حولہ کے مطابق ہے پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ۔ اس آیت کے ایک تو وہی معنے ہیں جو علماء میں مشہور ہیں یعنی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکانی معراج کا یہ بیان ہے۔ مگر کچھ شک نہیں کہ اس کے سوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک زمانی معراج بھی تھا۔ جس سے یہ غرض تھی کہ تا آپ کی نظر کشفی کا کمال ظاہر ہو اور نیز ثابت ہو کہ مسیحی زمانہ کے برکات بھی درحقیقت آپ ہی کے برکات ہیں جو آپ کی توجہ اور ہمت سے پیدا ہوئی ہیں۔ اسی وجہ سے مسیح ایک طور سے آپ ہی کا روپ ہے اور وہ معراج یعنے بلوغ نظر کشفی دُنیا کی انتہاء تک تھا جو مسیح کے زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس معراج میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر فرما ہوئے۔ وہ مسجد اقصیٰ یہی ہے جو قادیان میں بجانب مشرق واقع ہے جس کا نام خدا کے کلام نے مبارک رکھا ہے۔ یہ مسجد جسمانی طور پر مسیح موعود کے حکم سے بنائی گئی ہے اور روحانی طور پر مسیح موعود کے برکات اور کمالات کی تصویر ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور موہبت ہیں اور جیسا کہ مسجد الحرام کی روحانیت حضرت آدم

اب ہمارے مخالف گو اس دمشقی حدیث کو بار بار پڑھتے ہیں مگر وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے کہ یہ جو اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعود دمشق کی شرقی طرف کے منارہ کے قریب نازل ہوگا اس میں کیا بھید ہے۔ بلکہ انہوں نے محض ایک کہانی کی طرح اس حدیث کو سمجھ لیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ کہانی نہیں ہے اور خدا تعالےٰ لغو کاموں سے پاک ہے بلکہ اس حدیث کے ان الفاظ میں جو اوّل دمشق کا ذکر فرمایا اور پھر اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۹) اور حضرت ابراہیم کے کمالات ہیں اور بیت المقدس کی روحانیت انبیاء بنی اسرائیل کے کمالات ہیں۔ ایسا ہی مسیح موعود کی یہ مسجد اقصٰی جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے اس کے رُوحانی کمالات کی تصویر ہے۔

پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج میں زمانہ گذشتہ کی طرف صعود ہے اور زمانہ آیندہ کی طرف نزول ہے اور ما حصل اس معراج کا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خیر الاولین والآخرین ہیں۔ معراج جو مسجد الحرام سے شروع ہوا اس میں یہ اشارہ ہے کہ صفی اللہ آدم کے تمام کمالات اور ابراہیم خلیل اللہ کے تمام کمالات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے اور پھر اس جگہ سے قدم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکانی سَیر کے طور پر بیت المقدس کی طرف گیا۔ اور اس میں یہ اشارہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں تمام اسرائیلی نبیوں کے کمالات بھی موجود ہیں اور پھر اس جگہ سے قدم آنجناب علیہ السلام زمانی سیر کے طور پر اس مسجد اقصٰی تک گیا جو مسیح موعود کی مسجد ہے۔ یعنی کشفی نظر اس آخری زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ کہلاتا ہے پہونچ گئی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جو کچھ مسیح موعود کو دیا گیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود ہے اور پھر قدم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آسمانی سیر کے طور پر اُوپر کی طرف گیا اور مرتبہ قاب قوسین کا پایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مظہر صفات الٰہیہ اتم اور اکمل طور پر تھے۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کا معراج یعنی مسجد الحرام سے مسجد اقصٰی تک جو زمانی مکانی دونوں رنگ کی سیر تھی اور نیز خدا تعالےٰ کی طرف ایک سیر تھا جو

شرقی طرف ایک منارہ قرار دیا ایک عظیم الشان راز ہے اور وہ یہی ہے جو ابھی ہم بیان کر چکے ہیں یعنے یہ کہ تثلیث اور تین خداؤں کی بنیاد دمشق سے ہی پڑی تھی۔ کیا ہی منحوس وہ دن تھا جب پولوس یہودی ایک خواب کا منصوبہ بنا کر دمشق میں داخل ہوا۔ اور بعض سادہ لوح عیسائیوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ خداوند مسیح مجھے دکھائی دیا اور اس تعلیم کے شائع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ گویا وہ بھی ایک خدا ہے۔ بس وہی خواب تثلیث کے مذہب کی تخم ریزی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۰) مکان اور زمان دونوں سے پاک تھا۔ اس جدید طرز کی معراج سے غرض یہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خیر الاولین والآخرین ہیں اور نیز خدا تعالےٰ کی طرف سیر اُن کا اس نقطہ ارتفاع پر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی انسان کو گنجائش نہیں۔ مگر اس حاشیہ میں ہماری صرف یہ غرض ہے کہ جیسا کہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں کشفی طور پر لکھا گیا تھا کہ قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے یہ کشف نہایت صحیح اور درست تھا۔ کیونکہ زمانی رنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ کا معراج اور مسجد اقصیٰ کی طرف سیر مسجد الحرام سے شروع ہو کر یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا جب تک ایسی مسجد تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سیر تسلیم نہ کیا جائے جو باعتبار بُعد زمانہ کے مسجد اقصیٰ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ مسیح موعود کا وہ زمانہ ہے جو اسلامی سمندر کا بمقابلہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرا کنارہ ہے۔ ابتداء سیر کا جو مسجد الحرام سے بیان کیا گیا اور انتہاء سیر کا جو اس بہت دُور مسجد تک مقرر کیا گیا جس کے ارد گرد کو برکت دی گئی۔ یہ برکت دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں شوکت اسلام ظاہر کی گئی اور حرام کیا گیا کہ کفار کا دست تعدی اسلام کو مٹا دے جیسا کہ آیت ومن دخله کان امنا سے ظاہر ہے۔ لیکن زمانہ مسیح موعود میں جس کا دوسرا نام مہدی بھی ہے تمام قوموں پر اسلام کی برکتیں ثابت کی جائینگی اور دکھلایا جائے گا کہ ایک اسلام ہی بابرکت مذہب ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا کہ وہ ایسا برکات کا زمانہ ہوگا کہ دُنیا میں صلحکاری کی برکت پھیلے گی اور آسمان اپنے نشانوں کے ساتھ برکتیں دکھلائیگا اور زمین میں طرح طرح کے پھلوں کے دستیاب ہونے اور طرح طرح کے آراموں سے اس قدر

تھی. غرض یہ شرک عظیم کا کھیت اوّل دمشق میں ہی بڑھا اور پھولا اور پھر یہ زہر اور دور تک ملکوں میں پھیلتی گئی۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ انسان کو خدا بنانے کا بنیادی پتھر اوّل دمشق میں ہی رکھا گیا اس لئے خدا نے اس زمانہ کے ذکر کے وقت کہ جب غیرت خداوندی اس باطل تعلیم کو نابود کرے گی۔ پھر دمشق کا ذکر فرمایا اور کہا کہ مسیح کا منارہ یعنے اس کے نور کے ظاہر ہونے کی جگہ دمشق کی مشرقی طرف ہے۔ اس عبارت سے یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ منارہ دمشق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۱) برکتیں پھیل جائیں گی جو اس سے پہلے کبھی نہیں پھیلی ہوں گی۔ اسی وجہ سے مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ کا نام احادیث میں زمان البرکات ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہزارہا نئی ایجادوں نے کیسی زمین پر برکتیں اور آرام پھیلا دیئے ہیں کیونکہ ریل کے ذریعہ سے مشرق اور مغرب کے میوے ایک جگہ اکٹھے ہو سکتے ہیں اور تار کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں کی خبریں پہنچ جاتی ہیں۔ سفر کی وہ تمام مصیبتیں یک دفعہ دُور ہوگئیں جو پہلے زمانوں میں تھیں۔

غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں زمان البرکات ہے۔ لیکن ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ زمان التائیدات اور دفع الآفات تھا اور اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا بھاری مقصد دفع شر تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کو اپنے قوی ہاتھ سے دشمنوں سے بچایا اور دشمنوں کو یوں ہانک دیا جیسا کہ ایک مرد مضبوط اپنی لاٹھی سے کتوں کو ہانک دیتا ہے۔ پس چونکہ مسیح اور مہدی موعود کا زمانہ زمان البرکات تھا اسی لئے خدا تعالیٰ نے اس کے حق میں فرمایا بارکنا حولہ۔ یعنی مسیح موعود کی فرودگاہ کے ارد گرد جہاں نظر ڈالو گے ہر طرف سے برکتیں نظر آئیں گی۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ زمین کیسی آباد ہوگئی۔ باغ کیسے بکثرت ہوگئے۔ نہریں کیسی بکثرت جاری ہوگئیں۔ تمدنی آرام کی چیزیں کیسی کثرت سے موجود ہوگئیں۔ پس یہ زمینی برکات ہیں اور جیسے اس زمانہ میں زمینی اور آسمانی برکتیں بکثرت ظاہر ہوگئی ہیں۔ ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تائیدات کا بھی ایک دریا چل رہا تھا۔

فحاصل البیان ان الزمان زمان التائیدات ودفع الآفات وزمان

کی ایک جُزو ہے اور دمشق میں واقع ہے جیسا کہ بدقسمتی سے سمجھا گیا۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ مسیح موعود کا نور آفتاب کی طرح دمشق کے مشرقی جانب سے طلوع کرکے مغربی تاریکی کو دُور کرے گا اور یہ ایک لطیف اشارہ تھا کیونکہ مسیح کے منارہ کو جس کے قریب اس کا نزول ہے دمشق کے مشرقی طرف قرار دیا گیا اور دمشقی تثلیث کو اس کے مغربی طرف رکھا اور اس طرح پر آنے والے زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی کی کہ جب مسیح موعود آئے گا تو آفتاب کی طرح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۲) البرکات والطیّبات والیہ اشار عزّ اسمہ بقولہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ فاعلم ان لفظ مسجد الحرام فی قولہ تعالٰی یدل علٰی زمان فیہ ظہرت عزۃ حرمات اللّٰہ بتائید من اللّٰہ وظہرت عزۃ حدودہ و احکامہ و فرائضہ وتراءت شوکۃ دینہ و رعب ملتہ وھو زمان نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم والمسجد الحرام البیت الذی بناہ ابراھیم علیہ السلام فی مکۃ وھو موجود الی ھذا الوقت حرسہ اللّٰہ من کل اٰفۃ واما قولہ عز اسمہ بعد ھذا القول اعنی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ فیدل علٰی زمانٍ فیہ یظھر برکات فی الارض من کل جھۃ کما ذکرناہ اٰنفًا و وھو زمان المسیح الموعود والمھدی المعھود والمسجد الاقصٰی ھو المسجد الذی بناہ المسیح الموعود فی القادیان سمی اقصٰی لبعدہ من زمان النبوّۃ ولما وقع فی اقصٰی طرفٍ من زمن ابتداء الاسلام فتدبر ھذا المقام فانہ اودع اسرارًا من اللّٰہ العلام۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج تین قسم پر منقسم ہے۔ سیر مکانی اور سیر زمانی اور سیر لامکانی ولازمانی۔ سیر مکانی میں اشارہ ہے طرف غلبہ اور فتوحات کے۔ یعنے یہ اشارہ کہ اسلامی ملک مکہ سے بیت المقدس تک پھیلے گا اور سیر زمانی میں اشارہ ہے طرف تعلیمات

جو مشرق سے نکلتا ہے ظہور فرمائے گا اور اس کے مقابل پر تثلیث کا چراغ مردہ جو مغرب کی طرف واقع ہے دن بدن پژمردہ ہوتا جائے گا کیونکہ مشرق سے نکلنا خدا کی کتابوں سے اقبال کی نشانی قرار دی گئی ہے اور مغرب کی طرف جانا ادبار کی نشانی۔ اور اسی نشانی کی طرف ایماء کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے قادیاں کو جو مسیح موعود کا نزول گاہ ہے دمشق سے مشرق کی طرف آباد کیا اور دمشق کو اس سے مغرب کی طرف رکھا۔ بڑا دھوکہ ہمارے مخالفوں کو یہ لگا ہے کہ انہوں نے حدیث کے لفظوں میں یہ دیکھ کر کہ مسیح موعود اس منارہ کے قریب نازل ہوگا جو دمشق کی شرقی طرف ہے یہ سمجھ لیا کہ وہ منارہ دمشق میں ہی واقع ہے۔ حالانکہ دمشق میں ایسے منارہ کا وجود نہیں۔ اور یہ خیال نہیں کیا کہ اگر کہا جائے کہ اگر مثلاً فلاں جگہ فلاں شہر کے شرقی طرف ہے تو کیا ہمیشہ اس سے یہ مراد ہوا کرتا ہے کہ وہ جگہ اس شہر سے پیوستہ ہے۔ اور اگر حدیث میں ایسے لفظ بھی ہوتے جن سے قطعی طور پر یہی سمجھا جاتا کہ وہ منارہ دمشق کے ساتھ پیوستہ ہے اور دوسرے احتمال کی راہ نہ ہوتی تاہم ایسا بیان دوسرے قرائن کے مقابل پر قابل قبول نہ ہوتا۔ مگر اب چونکہ حدیث پر غور کرنے سے صاف طور پر سمجھ آتا ہے کہ اس حدیث کا صرف یہ منشاء ہے کہ وہ منارہ دمشق کے شرقی طرف ہے نہ درحقیقت اس شہر کا ایک حصہ تو دیانت سے بعید اور عقلمندی سے دُور ہے کہ خدا تعالیٰ کی ان حکمتوں اور بھیدوں کو نظرانداز کرکے جن کو ہم نے اس اشتہار میں بیان کر دیا ہے بیوجہ اس بات پر زور ڈالا جائے کہ وہ منارہ جس کے قریب مسیح کا نزول ہے وہ دمشق میں واقع ہے بلکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس منارہ سے اُس مسجد اقصیٰ کا منارہ مُراد لیا ہے جو دمشق سے شرقی طرف واقع ہے یعنی مسیح موعود کی مسجد جو حال میں وسیع کی گئی ہے اور عمارت بھی زیادہ کی گئی۔ اور یہ مسجد فی الحقیقت دمشق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۳) اور تاثیرات کے یعنی یہ کہ مسیح موعود کا زمانہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات سے تربیت یافتہ ہوگا۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ اور سیر لامکانی و لازمانی میں لمنٰہ سے مراد اعلیٰ درجہ کے قرب اللہ اور معانات کی جس پر دائرہ امکان قرب کا ختم ہے۔ فافہم منہ ۔

سے شرقی طرف واقع ہے۔ اور یہ مسجد صرف اس غرض سے وسیع کی گئی اور بنائی گئی ہے کہ تا دمشقی مفاسد کی اصلاح کرے اور یہ منارہ وہ منارہ ہے جس کی ضرورت احادیث نبویہ میں تسلیم کی گئی۔ اور اس منارۃ المسیح کا خرچ دس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے۔ اب جو دوست اس منارہ کی تعمیر کے لئے مدد کریں گے میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بھاری خدمت کو انجام دیں گے۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ ایسے موقع پر خرچ کرنا ہرگز ہرگز ان کے نقصان کا باعث نہیں ہوگا۔ وہ خدا کو قرض دیں گے اور معہ سود واپس لیں گے۔ کاش ان کے دل سمجھیں کہ اس کام کی خدا کے نزدیک کس قدر عظمت ہے۔ جس خدا نے منارہ کا حکم دیا ہے اس نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اسلام کی مردہ حالت میں اسی جگہ سے زندگی کی رُوح پھونکی جائے گی اور یہ فتح نمایاں کا میدان ہوگا مگر یہ فتح ان ہتھیاروں کے ساتھ نہیں ہوگی جو انسان بناتے ہیں بلکہ آسمانی حربہ کے ساتھ ہے جس حربہ سے فرشتے کام لیتے ہیں۔ آج سے انسانی جہاد

جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اُٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اسی راہ کو پھر

اختیار کیا جائے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے جن نشانوں کی پہلے تکذیب ہو چکی وہ ہمارے سید رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیئے گئے۔ لہذا مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔ جو بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اپنے تئیں شریر کے حملہ سے بچاؤ مگر خود شریرانہ مقابلہ مت کرو۔ جو شخص ایک شخص کو اس غرض سے تلخ دوا دیتا ہے کہ تا وہ اچھا ہو جائے وہ اس سے نیکی کرتا ہے۔ ایسے آدمی کی نسبت ہم نہیں کہتے کہ اس نے بدی کا بدی سے مقابلہ کیا۔ ہر ایک نیکی اور بدی نیت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس چاہیئے کہ تمہاری نیت کبھی ناپاک نہ ہو تا تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ

یہ اشتہار منارہ کے بننے کے لئے لکھا گیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ مسجد کی بعض جگہ کی عمارات بھی ابھی نادرست ہیں۔ اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ جو کچھ منارۃ المسیح کے مصارف میں سے بچے گا وہ مسجد کی دوسری عمارت پر لگا دیا جائے گا۔ یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ دلوں کو کھولو اور خدا کو راضی کرو۔ یہ روپیہ بہت سی برکتیں ساتھ لے کر پھر آپ لوگوں کی طرف واپس آئے گا۔ میں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا اور ختم کرتا ہوں اور خدا کے سپرد۔

بالآخر میں ایک ضروری امر کی طرف اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس منارہ میں ہماری یہ بھی غرض ہے کہ مینار کے اندر یا جیسا کہ مناسب ہو ایک گول کمرہ یا کسی اور وضع کا کمرہ بنا دیا جائے جس میں کم سے کم سو آدمی بیٹھ سکے اور یہ کمرہ وعظ اور مذہبی تقریروں کے لئے کام آئے گا۔ کیونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان میں مذہبی تقریروں کا ایک

جلسہ ہوا کرے اور اس جلسہ میں ہر ایک شخص مسلمانوں اور ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں اور سکھوں میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے مگر یہ شرط ہوگی کہ دوسرے مذہب پر کسی قسم کا حملہ نہ کرے۔ فقط اپنے مذہب اور اپنے مذہب کی تائید میں جو چاہے تہذیب سے کہے اس لئے لکھا جاتا ہے کہ ہمارے دوست اس اشتہار کو ہر ایک کاریگر معمار کو دکھلائیں اور اگر وہ کوئی عمدہ نمونہ اس منارہ کا جس میں دونوں مطلب مذکورہ بالا پورے ہو سکتے ہوں تو بہت جلد ہمیں اس سے اطلاع دیں۔ والسّلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ۲۸؍ مئی ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان　　　(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۴ کے ۱۰ صفحہ پر ہے)

---

(۲۲۲)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ

دینی جہاد کی ممانعت کا فتوٰے

مسیح موعود کی طرف سے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال　　　دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو — جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر — کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفیٰ — عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا — جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند — کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا — بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا — وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

* نوٹ (ایک زبردست الہام اور کشف) آج ۲؍جون ۱۹۰۰ء کو بروز شنبہ بعد دوپہر دو بجے کے وقت مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ ایک ورق جو نہایت سفید تھا دکھلایا گیا۔ اس کی آخری سطر میں لکھا تھا۔ اقبال۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ آخری سطر میں یہ لفظ لکھنے سے انجام کی طرف اشارہ تھا۔ یعنی انجام باقبال ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے ۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے۔ اس کے یہ معنے مجھے سمجھائے گئے کہ عنقریب کچھ ایسے زبردست نشان ظاہر ہو جائیں گے جس سے کافر کہنے والے جو مجھے کافر کہتے تھے الزام میں پھنس جائیں گے اور خوب پکڑے جائیں گے اور کوئی گریز کی جگہ ان کے لئے باقی نہیں رہے گی۔ یہ پیشگوئی ہے۔ ہریک پڑھنے والا اس کو یاد رکھے۔ اس کے بعد ۲؍جون ۱۹۰۰ء کو بوقت ساڑھے گیارہ بجے یہ الہام ہوا۔ کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہوگئے ۔ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہوگئے۔ یعنی کافر کہنے والوں پر خدا کی حجت ایسی پوری ہوگئی کہ ان کے لئے کوئی عذر کی جگہ نہ رہی۔ یہ آئندہ زمانہ کی خبر ہے کہ عنقریب ایسا ہوگا اور کوئی ایسی چمکتی ہوئی دلیل ظاہر ہو جائے گی کہ فیصلہ کر دے گی۔ منہ

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے ۔ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

لیکن یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں ۔ کر دے گا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں ۔ اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی ۔ وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی ۔ وہ عزم مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی ۔ وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی ۔ خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی ۔ حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی ۔ کسل آگیا ہے دل میں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی ۔ وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی ۔ اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ انس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی ۔ ظلمت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی ۔ نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی ۔ نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی ۔ دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی ۔ دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی ۔ اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی ۔ صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی ۔ بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے ۔ کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو ۔ عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے میری قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں
شیطاں کے ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے

اب تم تو خود ہی مورد خشم خدا ہوئے
اس یار سے بشامت عصیاں جدا ہوئے

اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محلِ سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے
آیت علیکم انفسکم یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدئ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا

اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اب سال سترہ بھی صدی سے گزر گئے
تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے

تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں
کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں

پر تم نے اُن سے کچھ بھی اُٹھایا نہ فائدہ
منہ کو پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ

بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں

آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں
اُس وقت اس کو منہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں

تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اُس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار

لوگوں کو یہ بتا دے کہ وقت مسیح ہے ۔۔۔ اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا ۔۔۔ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

المشتہر

مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان

۷ جون ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۔ (یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{4}$ کے ۸ صفحہ پر ہے)

(نوٹ از مرتب :۔ اس نظم کے نیچے عربی خط ممانعت جہاد کا ہے جو درج ذیل ہے)

عربی زبان میں ایک خط

اہل اسلام پنجاب اور ہندوستان اور عرب اور فارس وغیرہ ممالک کی طرف جہاد کی ممانعت کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اعلموا ایها المسلمون رحمکم الله ان الله الذی تولّی الاسلام و کفل اموره العظام جعل دینه هذا وُصلةً الی حِکَمه و علومه و وضع المعارف فی ظاهره و مکتومه

(ترجمہ از مرتب)
اے مسلمانو! اللہ تم پر رحم کرے، جان لو کہ اللہ تعالیٰ جو اسلام کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور وہی اس کے اہم امور کا کفیل ہے۔ اس نے اپنے اس دین کو اپنی حکمتوں اور اپنے علوم کیلئے تعلق کا ذریعہ بنایا ہے اور اسی نے اس کے ظاہر و باطن میں معارف رکھ

فمن بلحکم التی اودعھٰذا الدین لیزید ھدی المھتدین۔ ھو الجھاد الذی امر بہ فی صدر زمن الاسلام۔ ثم نہی عنہ فی ھٰذہ الایام۔ والسر فیہ انہ تعالیٰ اذن للذین یقاتلون فی اول زمان الملۃ دفعاً لصول الکفرۃ وحفظاً للدین و نفوس الصحبۃ۔ ثمّ انقلب امر الزمان عند عہد الدولۃ البرطانیۃ*۔ وحصل الامن للمسلمین وما بقی حاجۃ السیوف والاسنّۃ۔ فعند ذٰلک اثم المخالفون المجاھدین وسلکھم

* نوٹ: لاشک انا نعیش تحت ھٰذہ السلطنۃ البرطانیۃ بالحریۃ التامۃ۔ و حُفظت اموالنا و نفوسنا وملّتنا واعراضنا من ایدی الظالمین بعنایۃ ھٰذہ الدولۃ فوجب علینا شکر من غمرنا بنوالہ۔ وسقانا کأس الراحۃ بما ترخصالہ۔ و وجب ان نُری اعداءہ صقال العضب و نوقد لہ لاعلیہ نار الغضب۔ منہ

دیئے ہیں۔ اور ان حکمتوں میں سے جو اس نے اس دین میں ہدایت پانے والوں کی ھدایت کی زیادتی کے لئے ودیعت کی ہیں ایک حکمت جہاد ہے جس کا ابتدائے اسلام میں حکم دیا گیا اور پھر اس زمانہ میں اسے ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں ان مسلمانوں کو جن پر حملے کئے جا رہے تھے کفار کے حملوں سے دفاع کے لئے اور دین اسلام اور صحابہ کی جانوں کی حفاظت کے لئے جہاد کی اجازت دے دی تھی لیکن سلطنت برطانیہ کے دَور میں وہ زمانہ بدل گیا* اور مسلمانوں کو امن نصیب ہوا۔ اور اس طرح تلواروں اور نیزوں کی حاجت نہ رہی۔ پس اس وقت مخالفوں نے مجاہدین کو گنہ گار ٹھیرایا۔ اور انہیں ظالموں اور خون بہانے

* نوٹ۔ بیشک ہم اس سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ پوری آزادی سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس حکومت کی مہربانی سے ہمارے اموال ہماری جانیں ہماری ملّت اور ہماری عزتیں ظالموں کے ہاتھوں سے محفوظ ہیں پس ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کی مہربانی کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس نے ہم کو اپنی عمدہ خصائل کی وجہ سے راحت کا جام پلایا ہے تہِ دل سے اس کا شکریہ ادا کریں اور ہم پر یہ بھی واجب ہے کہ ہم اس کے دشمنوں کو تلواروں کی چمک دکھائیں اور اس کے خلاف نہیں بلکہ اس کی خاطر اپنے غصّہ کی آگ کو بھڑکائیں۔ منہ۔

مسلك ابنا الميت السفاكين۔ ولبّس الله عليهم سرّ الغزاة والغازين۔ فنظروا الى مجاهدات الدين علىها بنظر الزراية۔ ونسبوا كل من غزا الى الجبر والطغيان والغواية فاقتضت مصالح الله ان يضع الحرب والجهاد ويرحم العباد۔ وقد مضت سنته هذه في شيع الاولين۔ فان بني اسرائيل قد طعن فيهم لجهادهم من قبل فبعث الله المسيح في اخر زمن موسٰى واري ان الزارين كانوا خاطئين۔ ثم بعثني ربّي في اخر زمن نبيّنا المصطفٰى۔ وجعل مقدار هذا الزمن كمقدار زمن كان بين موسٰى وعيسٰى۔ وان في ذالك لاٰية لقوم متفكرين۔ والمقصود من بعثي وبعث عيسٰى واحد وهو اصلاح الاخلاق ومنع الجهاد۔ واراءة الاٰيات لتقوية ايمان العباد۔ ولا شك ان وجوه الجهاد معدومة في هذا الزمن وهذه البلاد۔ فاليوم حرام على المسلمين ان يحاربوا للدين۔ وان يقتلوا

والوں کے مسلک پر چلنے والا قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے غازیوں کے راز کو مخفی رکھا۔ اس لئے انہوں نے دین کی تمام لڑائیوں کو نکتہ چینی کی نظر سے دیکھا اور ہر مجاہد کو جبر، سرکشی اور گمراہی کی طرف منسوب کیا۔ پس اللہ تعالےٰ کی مصلحتوں نے اس بات کا تقاضا کیا کہ وہ لڑائی اور جہاد کو منسوخ کر دے اور اسی طرح اپنے بندوں پر رحم کرے اور اللہ تعالےٰ کی یہ سنت پہلے لوگوں میں بھی جاری رہی ہے۔ چنانچہ اس سے قبل بنو اسرائیل پر بھی ان کے جہاد کی وجہ سے طعن کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسٰی کے زمانہ کے آخر میں حضرت مسیح کو مبعوث کیا اور اس طرح اس نے یہ دکھا دیا کہ نکتہ چینی کرنے والے ہی خطا کار تھے۔ اب میرے رب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے آخر میں مجھے مبعوث کیا اور اس زمانہ کی مقدار کو حضرت موسٰی اور حضرت عیسٰی علیہما السلام کے درمیانی زمانہ کی مقدار کے مشابہ بنا دیا اور اس میں سوچ بچار کرنے والوں کے لئے ایک بڑا نشان ہے اور میری بعثت اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ مقصد اصلاح اخلاق اور جہاد کو ممنوع قرار دینا اور بنی نوع انسان کے ایمان کی تقویت کے لئے نشانات کا دکھانا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاد کی وجوہ معدوم ہیں اور آج مسلمانوں پر دین کے لئے شریعت اسلامیہ کے منکرین سے لڑائی کرنا

من كفر بالشرع المتين۔ فان الله صرّح حرمة الجهاد عند زمان الامن والعافية وقال الرسول الكريم بانه من المنافي عند نزول المسيح في الامة۔ ولا يخفى ان الزمان قد بدّل احواله تبديلا صريحًا۔ وترك طورًا قبيحًا۔ ولا يوجد في هذا الزمان ملك يظلم مسلمًا لاسلامه ولا حاكم يجور لدينه في احكامه۔ فلاجل ذالك بدّل الله حكمه في هذه الاوان۔ ومنع ان يحارب للدين او تقتل نفس لاختلاف الاديان۔ وامر ان يتم المسلمون حججهم على الكفار۔ ويضعوا البراهين موضع السيف البتّار۔ و يتوردوا موارد البراهين البالغة۔ ويعلوا قنن البراهين العالية حتى تطأ اقدامهم كل اساس يقوم عليه البرهان۔ ولا يفوتهم حجة تسبق اليه الاذهان۔ ولا سلطان يرغب فيه الزمان۔ ولا يبقى شبهة يولدها الشيطان۔ وان يكونوا في

حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امن و عافیت کے زمانہ میں جہاد کی حرمت کی تصریح فرما دی ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کھول کر بیان کر دی ہے کہ امت اسلامیہ میں مسیح کے نزول کے وقت جہاد ممنوع ہوگا۔ اور یہ بات مخفی نہیں کہ زمانہ کے حالات صریح طور پر بدل گئے ہیں اور اس نے برا طریق ترک کر دیا ہے اور اس زمانہ میں کوئی ایسا بادشاہ نہیں پایا جاتا جو ایک مسلمان پر صرف اسلام کی وجہ سے ظلم کرتا ہو اور نہ کوئی ایسا حاکم ہے جو اپنے احکام میں محض اس کے دین کی وجہ سے اس پر ظلم کرتا ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے اس حکم کو بدل دیا اور اس نے اس بات سے منع کر دیا کہ دین کی خاطر جنگ و جدال کی جائے یا کسی شخص کو محض اختلاف دین کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ اور اس نے حکم دیا کہ مسلمان کفار پر اتمام حجت کریں اور دلائل کو تیز دھار والی تلواروں کی جگہ دیں۔ اور بلیغ براہین کے گھاٹوں پر وارد ہوں اور براہین عالیہ کی چوٹیوں پر چڑھیں تا ہر وہ بنا د ان کے قدموں کے نیچے ہو جس پر برہان قائم ہے اور ان سے کوئی ایسی حجت فوت نہ ہو جس کی طرف اذہان سبقت لے جائیں اور نہ کوئی ایسی دلیل فوت ہو جس میں زمانہ رغبت کرے اور شیطان کا پیدا کردہ کوئی شبہ باقی نہ رہے اور

اتمام الحجج مستشفین۔ و اراد ان یصید شوارد الطبائع المتنفرة من مسئلة الجهاد۔ و یُنزل ماء الأٰی علی القلوب المجدبة کالعهاد۔ و یغسل وسخ الشبهات و درن الوساوس و سوء الاعتقاد۔ فقدّر للاسلام وقتاً کابّان الربیع و هو وقت المسیح النازل من الرقیع۔ لیجری فیه ماء الأیات کالینابیع۔ و یُظهر صدق الاسلام و یُبیّن انّ المتزرین کانوا کاذبین۔ و کان ذالك واجبًا فی علم الله ربّ العالمین۔ لیعلم النّاس ان تضوّع الاسلام و تشیعه کان من الله لا من المحاربین۔ و انّی انا المسیح النازل من السماء۔ و ان وقتی وقت ازالة الظنون و ارادة الاسلام کالشمس فی الضیاء۔ فتفکّروا ان کُنتم عاقلین۔ و ترون ان الاسلام قد وقعت حذته ادیان کاذبة یُسعٰی

اتمام حجت کے سلسلہ میں وہ دوسروں کی شفاء کا موجب بن جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا۔ کہ مسئلہ جہاد سے نفرت کرنے والی غیر مانوس طبائع کو شکار کرے اور موسم بہار کی پہلی بارش کی مانند خشک اور بنجر زمین سے مشابہ دلوں پر نشانات کی بارش نازل کرے۔ اور شبہات کی میل، وساوس کی گندگی اور اعتقاد کے فساد اور برائی کو دھودے۔ پس اس نے اوائل موسم بہار کی مانند اسلام کے لئے وقت مقدر کیا۔ اور وہ آسمان سے نازل ہونے والے مسیح کا وقت ہے۔ تا اس میں چشموں کی مانند نشانات کا پانی بہے اور اسلام کی سچائی کو ظاہر کرے اور واضح کرے کہ نکتہ چین لوگ جھوٹے تھے۔ اور اللہ ربّ العالمین کے علم میں ضروری تھا تا وہ لوگوں کو بتائے کہ اسلام کی مہک اور اس کی اشاعت کے سامان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں گے نہ کہ لڑنے والوں کی طرف سے۔ اور مَیں ہی وہ مسیح ہوں جو آسمان سے اُترا ہوں اور میرا زمانہ وساوس و ظنون کو زائل کرنے اور اسلام کی روشنی میں سورج کی مانند دکھانے کا زمانہ ہے۔ پس اگر تم عقل سے کام لینے والے ہو تو فکر اور سوچ سے کام لو۔ اور تم دیکھتے ہو کہ اسلام کے مقابل ایسے ادیان ہیں جن کو سچا قرار دینے کی

لتصديقها۔ واعين كليلة يجاهد لتبريقها۔ وان اهلها اخذ واطريق الرفق والحلم في دعواتهم۔ وارو االتواضع والذل عند ملاقاتهم۔ وقالوا ان الاسلام اولع في الابدان المدٰى۔ ليبلغ القوة والعلٰى۔ وانا ندعوالخلق متواضعين۔ فرأى الله كيدهم من السماء۔ وما اريد من البهتان والازدراء والافتراء۔ فجلى مطلع هذا الدين بنور البرهان۔ واری الخلق انه هو القائم والشائع بنور ربه لا بالسيف والسنان۔ ومنع ان يقاتل في هذا الحين۔ وهو حكيم يعلمنا ارتضاع كأس الحكمة والعرفان۔ ولا يفعل فعلاً ليس من مصالح الوقت والأوان۔ ويرحم عباده ويحفظ القلوب من الصداء والطبائع من الطغيان۔ فانزل مسيحه الموعود والمهدى المعهود۔ ليعصم قلوب الناس

کوشش کی جاتی ہے۔ اور ایسی کمزور نظر آنکھیں ہیں جن کو تیز نظر ثابت کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔ اور ان ادیان کے پیروؤں نے اپنی تبلیغ میں رفق اور بردباری کا طریق اختیار کیا ہے۔ اور وہ اپنی ملاقات میں تواضع اور تذلل کو دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے طاقت اور بلندی کے حصول کے لئے ابدان میں چھرے گھونپے ہیں۔ اور ہم مخلوق کو تواضع سے بلاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان کی اس تدبیر کو دیکھا اور اس کو بھی جو بہتان۔ تحقیر اور افتراء کے متعلق ان کے ارادے تھے۔ اس نے اس دین کے چہرہ کو براہین کے نور سے روشن کیا اور اس نے مخلوق کو دکھایا کہ یہ اپنے رب کے نور کی وجہ سے نہ کہ تلوار اور نیزہ سے قائم رہے گا اور پھیلے گا۔ اور اس نے اس زمانہ میں لڑائی ممنوع قرار دے دی۔ اور وہ حکیم ہے جو ہمیں حکمت اور عرفان کا پیالہ پینا توسکھاتا ہے لیکن کوئی ایسا فعل نہیں کرتا جو وقت اور زمانہ کی مصلحت کے خلاف ہو۔ اور وہ اپنے بندوں پر رحم کرتا اور ان کے دلوں کی زنگ سے حفاظت کرتا اور طبائع کی سرکشی سے بچاتا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے موعود مسیح اور مہدی معہود کو اتارا تا وہ لوگوں کے دلوں کو شیطانی

من وساوس الشیطان۔ و تجارتھم من الخسران۔ ولیجعل المسلمین کرجل هَیَّمن ما اصطفاہ۔ واصاب ما اصباہ۔ فثبت ان الاسلام لا یستعجل السیف والسھام عند الدعوۃ۔ ولا یضرب الصعدۃ۔ ولکن یأتی بدلائل تحکی الصعدۃ فی اعدام الفریۃ۔ وکانت الحاجۃ قد اشتدت فی زمننا لرفع الالتباس لیعلم النّاس حقیقۃ الامر ویعرفوا السرّ کالاکیاس۔ والاسلام مشرب قد احتویٰ کل نوع حفادۃ۔ والقراٰن کتاب جمع کل حلاوۃ وطلاوۃ۔ ولکن الاعداء لا یرون من الظلم والضیم۔ وینسابون انسیاب الایم۔ مع ان الاسلام دین خصّہ اللّٰہ بھذہ الاثرۃ۔ وفیہ برکات لا یبلغھا احد من الملۃ۔ وکان الاسلام فی ھذا الزمان۔ کمثل معصوم اُثّمَ وظُلِمَ بانواع البھتان۔ وطالت الالسنۃ علیہ

وساوس سے اور ان کی تجارت کو گھاٹے سے بچائے اور تا وہ مسلمانوں کو اس شخص کی طرح بنا دے جو اپنی پسندیدہ ہستی پر عاشق ہو گیا ہو اور اس نے وہ کچھ پا لیا ہو جس نے اس کو فریفتہ بنا دیا ہو۔ پس ثابت ہوا کہ اسلام تبلیغ میں تلوار اور نیزے کے استعمال میں جلدی نہیں کرتا اور نیزہ نہیں مارتا بلکہ وہ ایسے دلائل پیش کرتا ہے جو افتراء کے مٹانے میں نیزہ کے مشابہ ہیں اور ہمارے زمانہ میں وساوس اور شبہات کو دُور کرنے کی حاجت زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے تا وہ لوگوں کو حقیقت امر سے آگاہ کرے اور تا لوگ داناؤں اور ذہین لوگوں کی طرح راز سے واقف ہو جائیں اور اسلام ایک ایسا گھاٹ ہے جو ہر قسم کے اعزاز اور ہر طرح کی خوشی کے اظہار پر حاوی ہے اور قرآن کریم نے اپنے اندر ہر قسم کی حلاوت اور شان و شوکت کو جمع کر لیا ہے۔ لیکن دشمن ظلم [illegible] کو نہیں دیکھتے اور اژدہا کی طرح تیز چلتے ہیں۔ اس کے باوجود اسلام ایک ایسا دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس ترجیح سے مخصوص کیا ہے اور اس میں ایسی برکات ہیں جن تک کوئی امت نہیں پہنچ سکتی۔ اور اس زمانہ میں اسلام [illegible] کی مانند ہے جس کو گنہگار قرار دیا گیا اور انواع و اقسام کے بہتان لگا کر اس پر ظلم کیا گیا اور اس پر زبانیں دراز ہوئیں۔

وصالوا على حريمه۔ وقالوا مذهب كان قتل الناس خلاصة تعليمه فبعثت
ليجد الناس ما فقدوا من سعادة الجد۔ وليخلصوا من الخصم الالدّ۔ و
انّي ظهرتُ بريثٍ في الارض وحلل بارقة في السماء۔ فقير في الغبراء وسلطان
في الخضراء۔ فطوبیٰ للذی عرفنی او عرف من عرفنی من الاصدقاء۔ وجئتُ
اهل الدنيا ضعيفاً نحيفاً كنحافة الصّب۔ وغرض القذف والشتم والسبّ۔ و
لكنّي كمِن قوي في العالم الاعلیٰ۔ ولی عذب مذارب في الافلاك وملك لا
يبلیٰ۔ وحسام يضاهي البرق صقاله۔ ويمزّق الكذب قتاله۔ ولی صورة في
السماء لا يراها الانسان۔ ولا تدركها العينان۔ وانّني من اعاجيب الزمان۔
وانّي طُهرتُ وبدّلتُ وبُعّدتُ من العصيان۔ وكذالك يطهّرُ ويبدّل من

اور اس کے محفوظ حصّہ پر لوگوں نے حملہ کیا۔ اور انہوں نے کہا کہ اس کی تعلیم کا خلاصہ لوگوں کو قتل کرنا ہے۔ پس میں مبعوث کیا گیا تا لوگ بزرگی کی گُم شدہ سعادت کو پالیں اور تا وہ سخت جھگڑالو قسم کے لوگوں سے نجات پا جائیں۔ اور مَیں زمین میں بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس اور آسمانوں میں چمکیلے لباس میں ظاہر ہوا ہوں۔ مَیں زمین میں غریب اور آسمان میں بادشاہ ہوں۔ پس خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے مجھے یا میرے پہچاننے والے دوستوں کو پہچانا۔ اور مَیں اہل دُنیا کے پاس ایک عاشق کی طرح نحیف و نزار اور لعن طعن اور گالی گلوچ کا نشانہ بن کر آیا ہوں۔ لیکن مَیں عالم اعلےٰ میں ایک بہادر اور مضبوط انسان ہوں۔ اور میرے لئے آسمانوں میں مرغن کھانا ہے۔ اور ایسی حکومت ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگی۔ اور ایسی صیقل شدہ تلوار ہے جو بجلی کی مانند ہے اور اس کے ساتھ لڑنا جھوٹ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ اور آسمان میں میری ایسی صورت ہے جس کو انسان نہیں دیکھ سکتا۔ اور نہ اُس کو آنکھیں پا سکتی ہیں۔ اور مَیں عجائبات زمانہ میں سے ہوں۔ اور مَیں گناہ و نافرمانی سے پاک اور دُور کیا گیا ہوں۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی پاک اور تبدیل کر دیا جاتا ہے

احبنی وجاء بصدق الجنان۔ وان انفاسی ھذہ تریاق سمّ الخطیّات۔ وسدٌ مانع من سوق الخطرات الی سُوْق الشبھات۔ ولا یمتنع من الفسق عبدٌ ابدًا الّا الذی احبّ حبیب الرحمان۔ او ذھب منہ الطیبان وعطف الشیب شطاطہ بعد ماکان کقضیب البان۔ ومن عرف اللّٰہ او عرف عبدہ فلا یبقیٰ فیہ شیئٌ من الجدّ والسنان۔ وینکسر جناحہ ولا یبقٰی بطش فی الکف و البنان۔ ومن خواص اھل النظر انھم یجعلون الحجر کالعقیان۔ فانھم قوم لا یشقی جلیسھم ولا یرجع رفیقھم بالحرمان۔ فالحمد للّٰہ علیٰ مِننہ انہ ھو المنّان۔ ذوالفضل والاحسان۔ واعلموا انی انا المسیح وفی البرکات اسیح۔ وکل یوم تزید البرکات وتزداد الاٰیات۔ والنور یبرق علٰے بابی۔

کہ مجھ سے محبت کرے اور صدق دل سے میرے پاس آئے اور میرے انفاس خطاؤں کے زہر کا تریاق ہیں اور خطرات کو شبہات کے بازار میں لے جانے سے روکنے والی دیوار ہیں۔ اور فسق و فجور سے کوئی بندہ رُک نہیں سکتا۔ مگر وہی جو خدائے رحمان کے محبوب سے محبت رکھتا ہو یا وہ جس کی دونوں آنکھیں جاتی رہی ہوں اور بڑھاپا اس کے قد و قامت کو جھکا دے بعد اس کے کہ وہ بان درخت کی ٹہنی کی مانند تھا۔ اور وہ شخص جو اللہ تعالےٰ کو یا اس کے بندہ کو پہچان لے اس میں تیزی نہیں رہتی۔ اس کے پَر ٹوٹ جاتے ہیں اور اس کی ہتھیلی اور پوروں میں قوت گرفت نہیں رہتی۔ اور اہل نظر کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ پتھر کو سونے کی مانند بنا دیتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہم مجلس بے نصیب نہیں رہتا۔ اور جن کا دوست محروم نہیں لوٹتا۔ پس اللہ تعالےٰ کے لئے ہی اس کے احسانوں کی وجہ سے بہت تعریفیں ہیں کہ وہی بہت احسان کرنے والا اور فضل کرنے والا ہے۔ اور جان لو کہ میں ہی مسیح ہوں اور برکات میں چلتا پھرتا ہوں۔ اور ہر روز برکات اور نشانات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور نُور میرے دروازے پر چمکتا ہے

ویأتی زمانٌ یتبرّک الملوک باثوابی۔ وذالک الزمان زمان قریب و لیس من القادر عجیب۔

الاختبار اللطیف لمن کان یعدل او یحیف

ایھا الناس ان کنتم فی شک من امری۔ و ممّا اوحی الیّ من ربی۔ فناضلونی فی انباء الغیب من حضرۃ الکبریاء۔ و ان لم تقبلوا ففی استجابۃ الدعاء۔ و ان لم تقبلوا ففی تفسیر القراٰن فی لسان العربیۃ۔ مع کمال الفصاحۃ۔ و رعایۃ المُلَح الادبیۃ۔ فمن غلب منکم بعد ما ساق ھذا المساق۔ فھو خیر منّی و لا مراء و لا شقاق۔ ثم ان کنتم تعرضون عن الامرین الاوّلین۔

اور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ بادشاہ میرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور یہ زمانہ اب قریب ہی ہے اور خدائے قادر سے یہ بات عجیب نہیں۔

عدل کرنے والے یا ظلم کرنے والے کا لطیف امتحان

اے لوگو! اگر تم میرے معاملہ میں اور اس وحی کے بارہ میں جو میری طرف کی گئی ہے شک میں ہو تو تم مجھ سے ان غیبی پیش گوئیوں میں جو مجھے حضرت کبریا کی طرف سے دی گئی ہیں مقابلہ کر لو۔ اور اگر تم اسے قبول نہ کرو تو قبولیت دُعا میں میرا مقابلہ کر لو۔ اور اگر تم اسے بھی قبول نہ کرو تو مجھ سے تفسیر القرآن میں جو فصیح عربی زبان میں ہو اور جس میں ادبی عمدہ تراکیب کا لحاظ ہو مقابلہ کر لو۔ پس اس رستہ پر چلنے کے بعد اگر تم میں کوئی مجھ پر غالب آ جائے تو وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اور اس میں کوئی جھگڑا اور اختلاف نہ ہوگا۔ پھر اگر تم پہلے دو امور سے اعراض کرتے ہو

و تعتذرون و تقولون انا ما أُعطینا عین رؤیۃ الغیب و لا من قدرۃ علٰی اجراء تلک العین۔ فصارعونی فی فصاحۃ البیان مع التزام بیان معارف القرآن۔ واختاروا مسحب نظم الکلام۔ ولتستحبوا ولا ترھبوا ان کنتم من الأُدباء الکرام۔ و بعد ذالک ینظر الناظرون فی تفاضل الانشاء۔ ویحمدون من یستحق الاحماد والایراد ویلعنون من لُعن من السماء۔ فھل فیکم فارس ھذا المیدان۔ ومالک ذالک البستان۔ وان کنتم لا تقدرون علی البیان۔ ولا تکفون حصائد اللسان۔ فلستم علی شیٔ من الصدق والسداد ولیس فیکم الا مادۃ الفساد۔ اتحمون وطیس الجدال۔ مع ھذہ البرودۃ والجمود والجھل والکلال۔ موتوا فی غدیر۔ او بارزونی کقدیر۔ وادونی

اور عذر کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ ہمیں غیب بین آنکھ نہیں دی گئی اور نہ اس چشمہ کو جاری کرنے کرنے کی قدرت عطا ہوئی ہے تو تم فصاحت بیان میں معارف قرآنیہ کے بیان کے التزام کے ساتھ مجھے پچھاڑو اور نظم کلام کے راستہ کو اختیار کرو اور چلو اور ڈرو نہیں اگر تم معزز اُدباء سے ہو۔ (تو تم ضرور ایسا کروگے) اور اس کے بعد دیکھنے والے انشاء پردازی میں ایک دوسرے پر فضیلت ظاہر کرنے کے بارہ میں غور کریں گے اور اس شخص کی تعریف کریں گے جو تعریف کا مستحق ہوگا۔ اور اس شخص پر لعنت کریں گے جو آسمان میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔ پس کیا تم میں سے کوئی اس میدان کا شہسوار ہے۔ اور اس باغ کا کوئی مالک ہے۔ اور اگر تم قوت بیان نہیں رکھتے اور بدگوئیوں اور ہتک آمیز باتوں سے نہیں رُکتے تو تم صدق وسداد پر قائم نہیں۔ اور تم میں فساد کے مادہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ کیا تم اس برودت ، جمود ، جہالت اور درماندگی کے باوجود لڑائی میں شدت اختیار کر رہے ہو۔ تالاب میں ڈوب مرو یا ایک طاقتور کی طرح میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ اور مجھے اپنی آنکھ دکھاؤ۔ اور

جهنكم۔ ولا تمشوا كضرير۔ واتقوا عذاب ملك خبير۔ واذكروا اخذ حليم وبصير
وان لم تنتهوا فيأتي زمانٌ تحضرون عند جليل كبير۔ ثم تذوقون ما يذوق
المجرمون في حصير۔ وان كنتم تدّعون المهارة في طرق الاشرار۔ ومكائد
الكفّار۔ فكيدوا كل كيد الى قوة الاظفار۔ وقلّبوا امري ان كان عندكم ذرّة
من الاقتدار۔ واحكموا تدبيركم۔ وعاقبوا دبيركم۔ واجمعوا كبيركم و
صغيركم واستعملوا دقاريركم۔ وادعوا لهذا الامر مشاهيركم۔ وكل من
كان من المحتالين۔ واسجدوا على عتبة كل تريع زمن وجابر زمن ليُمدّكم
بالمال والعقيان۔ ثم انهضوا بذالك المال وهدّموني من البنيان۔ ان كنتم
على هدّ هيكل الله قادرين۔ واعلموا ان الله يُخزيكم عند قصد الشر۔ و

اندھے کی طرح نہ چلو۔ اور واقف حال چوکنے بادشاہ کے عذاب سے بچو۔ اور علیم وخبیر کی
پکڑ کو یاد کرو۔ اور اگر تم نہیں رُکتے تو وہ وقت آنے والا ہے جب تم خدائے جلیل وکبیر کے
دربار میں حاضر کئے جاؤ گے۔ پھر وہی چکھو گے جو مجرم جہنّم میں چکھیں گے۔ اور اگر اشرار
کے طریقوں اور کفّار کی تدبیروں میں مہارت کے دعویدار ہو تو تم ناخنوں تک زور لگا کر
پوری تدبیر کر لو۔ اور اگر تم میں ذرّہ بھی قدرت ہے تو تم میرے معاملہ کو اُلٹا دو۔ اور تم اپنی
تدبیر کو مستحکم کر لو اور اپنے وصا لگے کو بار بار بٹے دو اور اپنے بڑوں اور چھوٹوں کو اکٹھا
کرو اور خوب جھوٹ بولو۔ اور اس کام کے لئے اپنے مشاہیر اور ہر ایک حیلہ ساز کو بلا
لو۔ اور اپنے ہر بوڑھے سردار اور ہر عادی جابر کی دہلیز پر سجدہ کرو تا وہ مال اور سونے
سے تمہاری مدد کریں۔ اور پھر اس مال کو لے کر اُٹھو اور مجھے بنیادوں سے گرا دو۔ اگر تم اللہ
تعالےٰ کی اس بلند اور بالا عمارت کو گرانے پر قدرت رکھتے ہو۔ اور یہ جان لو کہ
اللہ تعالےٰ شر کے ارادہ کے وقت تمہیں رسوا کرے گا

یحفظنی من الضر۔ و یتم امرہ و ینصر عبدہ و لا تضرونہ شیئًا و لا تموتن حتی یریکم ما اریٰ من قبلکم کل من عادیٰ اولیاءہ من النبیین والمرسلین والمامورین۔ و اٰخر امرنا نصر من اللّٰہ و فتح مبین۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

المشتھر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان

۷؍ جون سنہ ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

اور مجھے تمہارے ضرر سے محفوظ رکھے گا۔ وہ اپنے کام کو پورا کرے گا اور اپنے بندہ کی مدد کریگا۔
اور تم اسے کچھ بھی تکلیف نہ دے سکو گے اور تم اس وقت تک مرو گے نہیں
جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ سب کچھ نہ دکھا دے جو اس نے ہر اس
شخص کو دکھایا جس نے اس کے دوستوں یعنی نبیوں رسولوں
اور ماموروں سے دشمنی کی۔ اور ہمارے کام کا
انجام اللہ تعالیٰ کی نصرت اور کھلی
کھلی فتح ہے اور ہمارا آخری دعویٰ یہی ہے
کہ الحمد للّٰہ رب العالمین۔

(۲۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اپنی جماعت کے خاص گروہ کے لئے

منارۃ المسیح کے بارے میں توجہ دہانی اور اس کام کے لئے اُن سے ایک درخواست

منارۃ المسیح کے بارے میں اس سے پہلے ایک اشتہار[1] شائع ہو چکا ہے۔ لیکن جس کمزوری اور کم توجہی کے ساتھ اس کام کے لئے چندہ وصول ہو رہا ہے اس سے ہرگز یہ امید نہیں کہ یہ کام انجام پذیر ہو سکے۔ لہذا میں آج خاص طور سے اپنے اُن مخلصوں کو اس کام کے لئے توجہ دلاتا ہوں جن کی نسبت مجھے یقین ہے کہ اگر وہ سچے دل سے کوشش کریں اور جیسا کہ اپنے نفس کے اغراض کے لئے اور اپنے بیٹوں کی شادیوں کے لئے پورے زور سے انتظام سرمایہ کر لیتے ہیں۔ ایسا ہی کا انتظام کریں تو ممکن ہے کہ یہ کام ہو جائے۔ اگر انسان کو ایمانی دولت سے حصہ ہو تو گو کیسے ہی مالی مشکلات کے شکنجہ میں آ جائے تاہم وہ کارِ خیر کی توفیق پا لیتا ہے۔ نظیر کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ ان دنوں میں میری جماعت میں سے دو ایسے مخلص آدمیوں نے اس کام کے لئے چندہ دیا ہے جو باقی دوستوں کیلئے درحقیقت جائے رشک ہیں۔ ایک ان میں سے منشی عبدالعزیز نام ضلع گورداسپور میں

---

[1] یہ اشتہار زیر نمبر ۲۲۱ جلد ہذا کے صفحہ ۲۸۲ پر درج ہے (المرتب)

پٹواری ہیں جنہوں نے باوجود اپنی کم سرمائگی کے ایک سو روپیہ اس کام کے لئے چندہ دیا ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سو روپیہ کئی سال کا ان کا اندوختہ ہوگا۔ اور زیادہ وہ قابلِ تعریف اس سے بھی ہیں کہ ابھی وہ ایک اور کام میں سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں اور اب اپنے عیال کی بھی چنداں پروا نہ رکھ کر یہ چندہ پیش کر دیا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔ دوسرے مخلص جنہوں نے اس وقت بڑی مردانگی دکھلائی ہے میاں شادیخاں لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ ہیں۔ ابھی وہ ایک کام میں ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں۔ اور اب اس کام کے لئے دوسو روپیہ چندہ بھیج دیا ہے۔ اور یہ وہ متوکل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ "چونکہ ایام قحط ہیں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کرلیں۔ اس لئے جو کچھ اپنے پاس تھا۔ سب بھیج دیا۔ اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ شاید ہمارے بعض مخلصوں کو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ منارۃ المسیح کیا چیز ہے اور اس کی کیا ضرورت ہے۔ سو واضح ہو کہ ہمارے سیّد و مولےٰ خیر الاصفیاء خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی ہے کہ مسیح موعود جو خدا کی طرف سے اسلام کے ضعف اور عیسائیت کے غلبہ کے وقت میں نازل ہوگا اس کا نزول ایک سفید منارہ کے قریب ہوگا جو دمشق سے شرقی طرف واقع ہے۔ اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے دو مرتبہ اسلام میں کوشش کی گئی ہے۔ اوّل ۷۴۱ھ سے پہلے دمشق کی شرقی طرف سنگ مرمر کے پتھر سے ایک منارہ بنایا گیا تھا جو دمشق سے شرقی طرف اور جامع اموی کی ایک جُز تھی اور کہتے ہیں کہ کئی لاکھ روپیہ اس پر خرچ آیا تھا اور بنانے والوں کی غرض یہ تھی کہ تا وہ پیشگوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری ہو جائے۔ لیکن بعد اس کے نصاریٰ نے اس منارہ کو جلا دیا۔ پھر اس حادثہ کے بعد ۷۴۱ھ میں دوبارہ کوشش کی گئی کہ وہ منارہ دمشق کی شرقی طرف پھر طیار کیا جائے۔ چنانچہ اس منارہ کے لئے بھی

غالباً ایک لاکھ روپیہ تک چندہ جمع کیا گیا۔ مگر خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے جامع اموی کو آگ لگ گئی اور وہ منارہ بھی جل گیا۔ غرض دونوں مرتبہ مسلمانوں کو اس قصد میں ناکامی رہی۔* اور اس کا سبب یہی تھا کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ قادیان میں منارہ بنے کیونکہ مسیح موعود کے نزول کی یہی جگہ ہے۔ سو اب یہ تیسری مرتبہ ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو موقع دیا ہے کہ اس ثواب کو حاصل کریں۔ جو شخص اس ثواب کو حاصل کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے انصار میں سے ہوگا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اگرچہ لاکھوں انسان اس جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہو رہے ہیں مگر مقبول دو گروہ ہی ہیں۔

(۱) اول وہ گروہ جنہوں نے بعد اس کے جو مجھے پہچان لیا جو میں خدا کی طرف سے ہوں بہت سے نقصان اُٹھا کر اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور قادیان میں اپنے گھر بنا لئے اور اس درد کی برداشت کی جو ترک وطن اور ترک احباب وطن میں ہوا کرتی ہے۔ یہ گروہ مہاجرین ہے۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کا بڑا قدر ہے۔ کیونکہ خدا کے واسطے اپنے وطنوں کو چھوڑنا اور اپنے چلتے ہوئے کاموں کو خاک

---

* اس ملک کے بعض نادان مولویوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ منارہ پر روپیہ خرچ کرنا اسراف ہے۔ اور پھر اس پر گھنٹہ رکھنا اور بھی اسراف لیکن ہمیں تعجب ہے کہ ایسی گستاخی کی باتیں زبان پر لانے والے پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس منارہ کے بنانے سے اصل غرض یہ ہے کہ تا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ اسی غرض کے لئے پہلے دو دفعہ منارہ دمشق کی شرقی طرف بنایا گیا تھا جو جل گیا۔ یہ اسی قسم کی غرض ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کو کسریٰ کے مال غنیمت میں سے سونے کے کڑے پہنائے تھے تا ایک پیشگوئی پوری ہو جائے اور نمازیوں کی تائید اور وقت شناسی کے لئے منارہ پر گھنٹہ رکھنا ثواب کی بات ہے نہ گناہ۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ مولوی نہیں چاہتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی پیشگوئی پوری ہو۔ اگر قادیاں کے منارہ پر راضی نہیں تو چاہیئے کہ دمشق میں جا کر منارہ بنا دیں۔ سنن ابن ماجہ کے صفحہ ۳۰۹ پر جو حافظ ابن کثیر کا حاشیہ منارۃ المسیح کے بارے میں ہے اس کو غور سے پڑھیں اور جہالتوں ضلالتوں سے توبہ کریں۔ منہ

میں ملا دینا اور اپنے وطن کی پیاری مٹی کو خدا کے لئے الوداع کہہ دینا کچھ تھوڑی بات نہیں۔ فطوبیٰ للغرباء المہاجرین۔ دوسرا گروہ انصار ہے۔ اور وہ اگرچہ اپنے وطنوں میں ہیں، لیکن ہر ایک حرکت اور سکون میں ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں اور وہ مال سے محض خدا کو راضی کرنے کے لئے مدد دیتے ہیں اور مَیں ارادہ کرتا ہوں اگر خدا تعالیٰ کا بھی ارادہ ہو کہ اس منارہ کے کسی مناسب پہلو میں ان مہاجرین کے نام لکھوں۔ جنہوں نے محض خدا کے لئے یہ دُکھ اپنے اُوپر اُٹھا لیا کہ اپنے پیارے وطنوں کو چھوڑ کر ایک خدا کے مامور کا قرب مکانی حاصل کرنے کے لئے قادیان میں سکونت اختیار کر لی اور ایسا ہی ان انصار کے نام بھی جنہوں نے اپنی خدمت اور نصرت کو انتہا تک پہنچایا اور میرا نور قلب مجھے اس وقت اس بات کی طرف تحریک کرتا ہے جو ایسے مبارک کام کے لئے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہوتی ہے اپنی مخلص جماعت کو اس مالی مدد کی تکلیف دوں جو مومن کے لئے جنت کو واجب کرتا ہے۔ پس مَیں اسی غرض سے چند مخلصین کے نام ذیل میں لکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک ان میں سے کم سے کم ایک سو روپیہ اس عظیم الشان کام کے لئے پیش کرے۔ اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ اگر انسان بیہودہ عذرات کی طرف مائل نہ ہو اس قدر رقم ان لوگوں کے لئے کچھ مشکل نہیں جو چالیس یا پچاس یا اس سے زیادہ آمدنی رکھتے ہیں۔ مثلاً عورتوں کا زیور ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اگر صدق دل ہو تو اس میں سے کچھ ایسے کام کے لئے آسکتا ہے۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ جب نیک بخت عورتیں اپنے دیندار خاوندوں اور باپوں اور بھائیوں کے مُنہ سے ایسی باتیں سُنتی ہیں تو خود ان کا ایمانی جوش حرکت کرنے لگتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنے خاوندوں کے حوصلہ سے زیادہ ایک رقم کثیر پیش کر دیتی ہیں۔ بلکہ بعض عورتیں بعض مردوں سے صدہا درجے اچھی ہوتی اور موت کو یاد رکھتی ہیں۔ وہ خوب جانتی ہیں کہ جبکہ کبھی اس زیور کو چور لے جاتے ہیں یا کسی اور طریق سے تباہ ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس سے بہتر کیا ہے کہ اس خدا کے لئے جس کی طرف عنقریب کوچ کرنا ہے کوئی حصہ زیور کا خرچ کیا جائے۔ آخر یہ کام اسی جماعت نے کرنا ہے اور دوسرے لوگ اس میں

شریک نہیں ہو سکتے۔ وہ تو اور خیالات میں مبتلا ہیں۔

سو اے مخلصو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے دلوں کو قوت بخشے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو ثواب حاصل کرنے اور امتحان میں صادق نکلنے کا یہ موقع دیا ہے۔ مال سے محبت مت کرو۔ کیونکہ وہ وقت آتا ہے کہ اگر تم مال کو نہیں چھوڑتے تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔ مسیح موعود کے لئے جو وہی مہدی آخر الزمان ہے۔ دو پیشگوئیاں تھیں۔ ایک پیشگوئی آسمان کے متعلق تھی جو دعوے میں صادق ہونے کی نشانی تھی جس میں انسانی ہاتھوں کا دخل نہ تھا یعنے رمضان میں چاند کا پہلی رات میں اپنی خسوف کی راتوں میں سے گرہن لگنا اور سورج کا بیچ کے دن میں اپنے کسوف کے دنوں میں گرہن لگنا۔ دوسری پیشگوئی زمین کے متعلق تھی جو مسیح کے نازل ہونے کی نشانی تھی اور وہ یہ کہ دمشق کی شرقی طرف ایک سفید منارہ انسانی ہاتھوں سے طیار ہونا۔ سو وہ پیشگوئی جس میں انسانی ہاتھوں کا دخل نہ تھا۔ یعنے رمضان میں خسوف کسوف مقررہ تاریخوں میں ہونا وہ تو کئی سال گذر چکے کہ ظہور میں آچکی۔ لیکن یہ پیشگوئی جس میں انسانی ہاتھوں کا دخل ہے یعنے منارہ کا طیار ہونا یہ اب تک ظہور میں نہیں آئی اور مسیح موعود کا حقیقی نزول یعنے ہدایت اور برکات کی روشنی کا دنیا میں پھیلنا* یہ اسی پر موقوف ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو یعنے منارہ طیار ہو کیونکہ مسیح موعود

* وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا تھا اور جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ خیال سراسر افتراء ہے۔ حدیثوں میں اس کا نام و نشان نہیں۔ اگر کسی حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ مسیح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا تھا اور پھر کسی وقت جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر سے نازل ہوگا۔ اور چڑھنا اترنا دونوں امر جسم عنصری کے ساتھ کسی حدیث سے ثابت ہو جائیں تو مجھے خدا تعالےٰ کی قسم ہے کہ میں ایسی صحیح حدیث پیش کرنے والے کو **ہزار روپیہ انعام** دوں گا لیکن اگر فقط آسمان کا لفظ بغیر شرط جسم عنصری کے کسی حدیث میں پایا جائے تو وہ مخالف کے لئے

کے لئے جو یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ وہ نازل ہوگا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بغیر وسیلہ انسانی اسباب کے آسمان سے ایک قوت نازل ہوگی جو دلوں کو حق کی طرف پھیرے گی اور مراد اس سے انتشار روحانیت اور بارش انوار و برکات ہے۔ سو ابتدا سے یہ مقدر ہے کہ حقیقت مسیحیہ کا نزول جو نور اور یقین کے رنگ میں دلوں کو خدا کی طرف پھیرے گا منارہ کی طیاری کے بعد ہوگا۔ کیونکہ منارہ اس بات کے لئے علامت ہوگا کہ وہ لعنت کی تاریکی جو شیطان کے ذریعہ سے دُنیا میں آئی ہے۔ وہ مسیح موعود کے منارہ کے ذریعہ سے یعنے نور کے ذریعہ سے دنیا سے مفقود ہو اور منارہ بیضا کی طرح سچائی چمک اُٹھے اور اونچی ہو۔ خدا کے بعض جسمانی کام اپنے اندر رُوحانی اسرار رکھتے ہیں۔ پس جیسا کہ توریت کے رو سے صلیب پر چڑھنے والا لعنت سے حصّہ لیتا تھا۔ ایسا ہی منارة المسیح پر صدق اور ایمان سے چڑھنے والا رحمت سے حصّہ لے گا۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ منارہ کے قریب مسیح کا نزول ہوگا اس کے معنوں میں یہ بات داخل ہے کہ اُسی زمانہ میں جبکہ منارہ طیار ہو جائے گا مسیحی برکات کا زور و شور سے ظہور و بروز ہوگا اور اسی ظہور و بروز کو نزول کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔ پس جو لوگ اس عظیم الشان سعادت سے حصّہ لیں گے یہ تو مشکل ہے کہ ان سب کے نام منارہ پر لکھے جائیں لیکن یہ قرار دیا گیا ہے کہ بہرحال چند مہاجرین کے مقابل پر ایسے تمام لوگوں کے نام لکھے جائیں گے جنہوں نے کم سے کم سو۱۰۰ روپیہ منارہ کے چندہ میں داخل کیا ہو۔ اور یہ نام ان کے زمانہ دراز تک بطور کتبہ کے منارہ پر کندہ رہیں گے جو آیندہ آنے والی نسلوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۸) مفید نہیں ہوگا کیونکہ آسمان سے نزول اور صعود کا لفظ ہمیشہ روحانی امور کے لئے آتا ہے۔ اور قرآن شریف میں جو لکھا ہے کہ خدا نے آسمان سے پانی نازل کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ آسمانی تاثیرات سے نازل کیا۔ ورنہ مینہ کا پانی زمین کے ہی بخارات ہیں جو زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ میل تک اوپر چڑھ سکتے ہیں۔ منہ

کو دعا کا موقع دیتے رہیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی

فہرست اسماء چندہ دہندگان ہو

نمبر	نام
۱	حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی قادیان
۲	نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ
۳	سیٹھ عبدالرحمن صاحب حاجی اللہ رکھا ساجن کمپنی مدراس
۴	سیٹھ احمد صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس
۵	سیٹھ علی محمد صاحب حاجی اللہ رکھا سوداگر بنگلور
۶	سیٹھ صالح محمد صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس
۷	سیٹھ دالجی لالجی صاحب سوداگر مدراس
۸	شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہاؤس۔ لاہور
۹	محمد شادی جان صاحب چوب فروش سیالکوٹ (انہوں نے ۱۲ روپیہ ادا کر دیا)
۱۰	مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی قادیان (انہوں نے ایک سو روپیہ ادا کر دیا)
۱۱	حکیم محمد حسین صاحب مالک کارخانہ مرہم عیسیٰ لاہور
۱۲	مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست جہلم
۱۳	سید فضل شاہ صاحب ٹھیکہ دار لاہور

نمبر	نام	نمبر	نام
۱۴	سیّد ناصر شاہ صاحب اوورسیئر سڑک کشمیر مقام دومیل	۲۴	مولوی عزیز بخش صاحب بی۔اے ریکارڈ کیپر ڈیرہ غازیخاں
۱۵	مرزا خدا بخش صاحب اہلکار ریاست مالیرکوٹلہ	۲۵	خواجہ جمال الدین صاحب بی۔اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول کشمیر
۱۶	مولوی ظہور علی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدر آباد دکن	۲۶	میر حامد شاہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ضلع سیالکوٹ
۱۷	مولوی سیّد محمد رضوی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد دکن	۲۷	میاں مولا بخش صاحب مالک کارخانہ بوٹ سیالکوٹ
۱۸	مولوی ابو الحمید صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدر آباد دکن	۲۸	ماسٹر غلام محمد صاحب بی۔اے ماسٹر امریکن سکول سیالکوٹ
۱۹	مولوی میر مردان علی صاحب جنرل محاسب حیدر آباد دکن	۲۹	منشی اللہ دتہ صاحب ٹیچر یورپینی سیالکوٹ
۲۰	منشی محمد نصیر الدین صاحب پیشکار ریونیو بورڈ حیدر آباد دکن	۳۰	منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ ایگزیمینر آفس لاہور
۲۱	مولوی میر محمد سعید صاحب مدرس مدرسہ سرکار نظام حیدر آباد دکن	۳۱	ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن فاضلکا
۲۲	مولوی غلام حسین صاحب سب رجسٹرار پشاور	۳۲	ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن لکھنؤ
۲۳	خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل ایل بی پشاور	۳۳	ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب ایم۔ڈی اسسٹنٹ سرجن نارنول ریاست پٹیالہ

نمبر	نام
۳۴	ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ گڑھ شنکر
۳۵	ڈاکٹر رحمت علی صاحب ممباسہ ملک افریقہ
۳۶	شیخ عبدالرحمٰن صاحب کلرک ممباسہ افریقہ
۳۷	منشی نبی بخش صاحب کلرک ممباسہ افریقہ
۳۸	منشی محمد افضل صاحب ٹھیکہ دار ممباسہ افریقہ
۳۹	منشی محمد نواب خان صاحب تحصیلدار جہلم
۴۰	شیخ غلام نبی صاحب سوداگر راولپنڈی
۴۱	حکیم فضل الدین صاحب قادیان
۴۲	زوجگان حکیم فضل الدین صاحب موصوف
۴۳	خلیفہ نورالدین صاحب تاجر۔ جموں
۴۴	میاں اللہ دتہ صاحب تاجر۔ جموں
۴۵	شیخ عبدالرحمٰن صاحب کلرک آف دی کورٹ ڈویژنل جج ملتان
۴۶	منشی رستم علی خان صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ
۴۷	بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک محکمہ انہار چھاؤنی انبالہ
۴۸	قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکہ دار لدھیانہ
۴۹	میاں نبی بخش صاحب سوداگر پشمینہ امرت سر
۵۰	میر ناصر نواب صاحب پنشنر قادیان
۵۱	منشی عبدالعزیز صاحب کلرک محکمہ نہر جمن غربی دہلی
۵۲	شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ ڈرافٹ مین محکمہ ریلوے دہلی
۵۳	حکیم نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور
۵۴	میاں چراغ الدین صاحب ملازم پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ لاہور
۵۵	چودھری نبی بخش صاحب نمبردار بٹالہ
۵۶	میاں معراج الدین عمر صاحب وارث میاں محمد سلطان صاحب رئیس لاہور

نمبر	نام	نمبر	نام
۵۷	مرزا افضل بیگ صاحب مختار بٹالہ	۷۰	منشی محمد جان صاحب محرر جیل راولپنڈی برادر حقیقی منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری
۵۸	منشی محمد اکبر صاحب ٹھیکہ دار بٹالہ	۷۱	ماسٹر شیر علی صاحب بی۔اے ہیڈ ماسٹر سکول قادیان
۵۹	حکیم فضل الٰہی صاحب محلہ ستھاں لاہور	۷۲	منشی گلاب خاں صاحب نقشہ نویس لنڈی کوتل
۶۰	حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور	۷۳	شیخ عطا محمد صاحب سب اوورسیر فورٹ سنڈیمن بلوچستان
۶۱	منشی غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر سیالکوٹ	۷۴	بابو روشن دین صاحب سٹیشن ماسٹر اٹک
۶۲	صوفی کرم الٰہی صاحب گورنمنٹ پریس شملہ	۷۵	منشی عبداللہ صاحب سنوری پٹواری ماچھی واڑہ
۶۳	حافظ محمد اسحاق صاحب سب اوورسیر لالیاں ضلع جھنگ	۷۶	منشی حبیب الرحمن صاحب رئیس حاجی پور کپورتھلہ
۶۴	شیخ محمد جان صاحب سوداگر وزیر آباد	۷۷	بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر دومیلی
۶۵	شیخ محمد کرم الٰہی صاحب تھانہ دار بھٹنڈہ ریاست پٹیالہ	۷۸	مولوی صفدر حسین صاحب ڈسٹرکٹ انجنیئر لنگسگور حیدر آباد دکن
۶۶	مفتی محمد صادق صاحب کلرک اکونٹنٹ جنرل پنجاب لاہور	۷۹	منشی نبی بخش صاحب سٹور کیپر گورنمنٹ پریس شملہ
۶۷	شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان	۸۰	منشی امام الدین صاحب سب اوورسیر واٹر ورکس راولپنڈی
۶۸	شیخ چراغ الدین صاحب ٹھیکہ دار گجرات		
۶۹	راجہ پائندہ خاں صاحب رئیس دارا پور ضلع جہلم		

نمبر	نام
۸۱	شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد۔ ([illegible] ادا کر دیا)
۸۲	قاضی یوسف علی نعمانی پولیس افسر سنگرور
۸۳	منشی عمرالدین صاحب لدھیانہ۔ کوٹھی سردار عطر سنگھ
۸۴	محمد صدیق صاحب معہ پسران میاں جمال الدین صاحب و امام الدین صاحب و خیرالدین صاحب سیکھواں
۸۵	منشی محمد بخش صاحب ٹھیکہ دار ساکن کٹیانوالہ۔ گجرات
۸۶	مولوی خدا بخش صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ پریس شملہ
۸۷	منشی شمس الدین صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ پریس شملہ
۸۸	چودہری حاکم علی صاحب جلال پور جٹاں
۸۹	سردار فضل حق صاحب رئیس دھرمکوٹ بگہ۔
۹۰	مستری احمد الدین صاحب بھیرہ
۹۱	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب تاجر پشمینہ امرتسر
۹۲	محمد ابراہیم صاحب ٹھیکہ دار ممباسہ۔ افریقہ
۹۳	انوار حسین خانصاحب شاہ آباد ضلع ہردوئی
۹۴	سید تفضل حسین صاحب تحصیلدار ضلع متھرا
۹۵	مولوی احمد جان صاحب پنشنر جالندھر
۹۶	منشی کرم بخش صاحب پنشنر محلہ راجاں لدھیانہ
۹۷	منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور (ایک سو روپیہ ادا کر دیا)
۹۸	مرزا اکبر بیگ صاحب ڈپٹی انسپکٹر ملتان
۹۹	حاجی مہدی صاحب بغدادی نزیل مدراس
۱۰۰	مولوی غلام امام صاحب منی پور آسام
۱۰۱	مولوی محمد اکرم صاحب ساکن کملہ۔ مدرس مالیر کوٹلہ۔ ماسٹر قادر بخش لدھیانہ

راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیاں۔ یکم جولائی ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے چھ صفحہ پر ہے)

(۲۲۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبًا او کذّب بایاتہ

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

جو سخت مکذب ہیں اُن کے ساتھ ایک طریق فیصلہ

مع ان علماء کے جن کا نام ضمیمہ اشتہار ہذا میں درج ہے+

یہ صاحب جن کا نام عنوان میں درج ہے یعنی مہر علی شاہ صاحب ضلع راولپنڈی کے سجادہ نشینوں میں سے ایک بزرگ ہیں۔ وہ اپنے رسمی مشیخت کے غرور سے اس خیال میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح اس سلسلہ آسمانی کو مٹا دیں چنانچہ اسی غرض سے انہوں نے

+ پنجاب اور ہندوستان کے سجادہ نشین یہ عذر نہیں پیش کر سکتے کہ ہم تو جاہل اور علم قرآن اور علم عربیت سے بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ پھر تفسیر قرآن مجید اور بلاغت عربیت میں کیا مقابلہ کریں کیونکہ اگر وہ جاہل ہیں تو لوگوں سے بیعت کیوں لیتے ہیں اور مراتب سلوک میں مرشد کشف القرآن کیوں رکھا ہوا ہے۔ ماسوا اس کے جبکہ یہ مقابلہ خارق عادت کے طور پر ہے تو علم کی ضرورت ہی کیا ہے کشف اور الہام سے کام لیں جس کا دعوٰے ہے۔ منہ

وہ کتابیں بھی لکھی ہیں جو اس بات پر کافی دلیل ہیں کہ وہ علم قرآن اور حدیث سے کیسے بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ اور چونکہ ان لوگوں کے خیالات بالکل پست اور محدود ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنے تمام ذخیرہ لغویات میں ایک بھی ایسی بات پیش نہیں کر سکے جس کے اندر کچھ روشنی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف اس دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ بعض حدیثوں میں لکھا ہے کہ مسیح موعود آسمان سے نازل ہوگا۔ حالانکہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش نہیں کرتے۔ ناحق نزول کے لفظ کے اُلٹے معنے کرتے ہیں۔ خدا کی کتابوں کا یہ قدیم محاورہ ہے کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوا۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۳۸۔ اور اسی راز کی طرف اشارہ ہے سورہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر میں اور نیز آیت ذکراً رسولاً میں۔ لیکن عوام جو جسمانی خیال کے ہوتے ہیں وہ ہر ایک بات کو جسمانی طور پر سمجھ لیتے ہیں۔ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ جیسے حضرت مسیح ان کے زعم میں فرشتوں کے ساتھ آسمان سے اُتریں گے ایسا ہی ان کا یہ بھی تو عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرشتوں کے ساتھ آسمان پر گئے تھے بلکہ اس جگہ تو ایک براق بھی ساتھ تھا۔ مگر کس نے آنحضرتؐ کا چڑھنا اور اُترنا دیکھا۔ اور نیز فرشتوں اور براق کو دیکھا؟ ظاہر ہے کہ منکر لوگ معراج کی رات میں نہ دیکھ سکے کہ فرشتے آنحضرت صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر لے گئے۔ اور نہ اُترتے دیکھ سکے۔ اسی لئے انہوں نے شور مچا دیا کہ معراج جھوٹ ہے۔ اب یہ لوگ جو ایسے مسیح کے منتظر ہیں جو آسمان سے فرشتوں کے ساتھ اُترتا نظر آئے گا یہ کس قدر خلاف سنت اللہ ہے۔ سیدالرسلؐ تو آسمان پر چڑھتا یا اُترتا نظر نہ آیا تو کیا مسیح اُترتا نظر آجائے گا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کیا ابوبکر صدیقؓ نے سیدالمرسلین محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو مع فرشتوں کے معراج کی رات

میں آسمان پر چڑھتے یا اُترتے دیکھا؟ یا عمر فاروق ؓ نے اس مشاہدہ کا فخر حاصل کیا؟ یا علیؓ مرتضیٰ نے اس نظارہ سے کچھ حصہ لیا؟ پھر تم کون اور تمہاری حیثیت کیا کہ مسیح موعود کو آسمان سے مع فرشتوں کے اُترتے دیکھو گے* !! خود قرآن ایسی رویت کا مکذب ہے۔

سو اے مسلمانوں کی نسل ان خیالات سے باز آجاؤ! تمہاری آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوئے اور کسوف خسوف تم نے رمضان میں دیکھ لیا اور صدی میں سے بھی سترہ برس گذر گئے۔ کیا ابتک مفاسد موجودہ کی اصلاح کے لئے مجدد پیدا نہ ہوا۔ خدا سے ڈرو اور ضد اور حسد سے باز آجاؤ۔ اس غیور سے ڈرو جس کا غضب کھا جانے والی آگ ہے۔ اور اگر مہر علی شاہ صاحب اپنی ضد سے باز نہیں آتے تو مَیں فیصلہ کے لئے ایک سہل طریق پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ درحقیقت خدا تعالےٰ کے راستباز بندے ہیں ان کے ساتھ تین طور سے خدا کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) ان میں اور ان کے غیر میں ایک فرق یعنے مابہ الامتیاز رکھا جاتا ہے اس لئے مقابلہ کے وقت بعض امور خارق عادت ان سے صادر ہوتے ہیں جو حریف مقابل سے صادر نہیں ہو سکتے جیسا کہ آیت ویجعل لکم فرقانا اس کی شاہد ہے۔

(۲) ان کو علم معارف قرآن دیا جاتا ہے اور غیر کو نہیں دیا جاتا جیسا کہ آیت لایمسہ الا المطھرون اس کی شاہد ہے۔

(۳) ان کی دعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں اور غیر کی اس قدر نہیں ہوتیں جیسا کہ آیت ادعونی استجب لکم اس کی گواہ ہے۔ سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ

* اس تحقیق سے ثابت ہے کہ اس علامت کا منتظر رہنا کہ جب مسیح موعود کا دعویٰ کرنے والا آسمان سے اُترتا نظر آئیگا تبھی ہم اس کو قبول کریں گے سخت حماقت ہے بلاشبہ ایسا مشاہدہ محال ہے۔ اور اگر جائز ہوتا تو ضرور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں چڑھتے اور اُترتے دکھائی دیتے۔ پس جو امر محال سے متعلق ہے وہ بھی محال اور باطل ہے۔ منہ

کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورت (اگر چالیس آیت سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب اوّل یہ دُعا کریں کہ یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اُس کو تُو اِس جلسہ میں اس سورۃ کے حقائق اور معارف فصیح اور بلیغ عربی میں عین اسی جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک رُوحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر* اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اُس سے یہ توفیق چھین لے اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور معارف قرآنی کے بیان سے روک لے تا لوگ معلوم کرلیں کہ تُو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور تیری رُوح القدس کی تائید سے محروم ہے**۔ پھر اس دُعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس تفسیر کو لکھنا شروع شروع کریں۔ اور یہ ضروری شرط ہوگی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مددگار۔ اور ضروری ہوگا کہ ہر ایک فریق چپکے چپکے بغیر آواز سُنانے کے اپنے ہاتھ سے لکھے تا اس کی فصیح عبارت اور معارف کے سُننے سے دوسرا فریق کسی قسم کا اقتباس یا سرقہ نہ کرسکے۔ اور اس تفسیر کے لکھنے کے لئے ہر ایک فریق کو پورے سات گھنٹے مُہلت

* پیر مہر علی شاہ صاحب اپنی کتاب شمس الہدایہ کے صفحہ ۱۸ میں یہ لاف زنی کرچکے ہیں کہ قرآن شریف کی سمجھ ان کو عطا کی گئی ہے۔ اگر وہ اپنی کتاب میں اپنی جہالت کا اقرار کرتے اور فقر کا بھی دم نہ مارتے تو اس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اب تو وہ اُن دونوں کمالات کے مدعی ہوچکے ہیں ؎

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار ✽ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار منہ

** یاد رہے کہ ہر ایک نبی یا رسول یا محدّث جو نشان اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہے وہی نشان خدا تعالیٰ کے نزدیک معیار صدق و کذب ہوتا ہے اور منکرین کی اپنی درخواست کے نشان معیار نہیں ٹھہر سکتے۔ گو ممکن ہے کہ کبھی شاذو نادر کے طور پر ان میں سے بھی کوئی بات قبول کی جائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ انہی نشانوں کے ساتھ حجت پوری کرتا ہے جو آپ بغرض تحدّی پیش کرتا ہے۔ منہ

دی جائے گی اور زانو بہ زانو لکھنا ہوگا نہ کسی پردہ میں۔ ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ اپنی تسلی کے لئے فریق ثانی کی تلاشی کر لے اس احتیاط سے کہ وہ پوشیدہ طور پر کسی کتاب سے مدد نہ لیتا ہو اور لکھنے کے لئے فریقین کو سات گھنٹہ کی مہلت ملے گی۔ مگر ایک ہی جلسہ میں اور ایک ہی دن میں اس تفسیر کو گواہوں کے روبرو ختم کرنا ہوگا۔ اور جب فریقین لکھ چکیں تو وہ دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سُنائی جائیں گی۔ اور اُن ہر سہ مولوی صاحبوں کا یہ کام ہوگا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کونسی تفسیر اور عبارت تائید رُوح القدس سے لکھی گئی ہے۔ اور ضروری ہوگا کہ ان تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلہ میں داخل ہو اور نہ مہر علی شاہ کا مرید ہو۔ اور مجھے منظور ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اس شہادت کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی اور مولوی عبد اللہ پروفیسر لاہوری کو یا تین اور مولوی منتخب کریں جو اُن کے مُرید اور پیرو نہ ہوں×۔ مگر ضروری ہوگا کہ یہ تینوں مولوی صاحبان حلفاً اپنی رائے ظاہر کریں کہ کس کی تفسیر اور عربی عبارت اعلیٰ درجہ اور تائید الٰہی سے ہے۔ لیکن یہ حلف اس حلف سے مشابہ ہونی چاہیئے جس کا ذکر قرآن میں قذفِ محصنات کے باب میں ہے جس میں تین دفعہ قسم کھانا ضروری ہے۔ اور دونوں فریق پر یہ واجب اور لازم ہوگا کہ ایسی تفسیر جس کا ذکر کیا گیا ہے کسی حالت میں بیس ورق سے کم نہ ہو۔ اور ورق سے مراد اس اوسط درجہ کی تقطیع اور قلم کا ورق ہوگا جس پر پنجاب اور ہندوستان کے صدہا قرآن شریف کے نسخے چھپے ہوئے پائے جاتے ہیں*۔ پس اس طرز کے مباحثہ اور اس

× یہ اس شرط سے کہ مولوی محمد حسین وغیرہ اس دعوت سے گریز کر جائیں جو ضمیمہ اشتہار ہذا میں درج ہیں۔ منہ

* کافی ہوگا جو بیس ورق کا اندازہ اُس قرآن کے ساتھ کیا جائے جو حال میں مولوی نذیر احمد خان صاحب دہلوی نے چھپوایا ہے۔ منہ

طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا یا مجھ سے بھی ہو سکا مگر انہوں نے بھی میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں اقرار کروں گا کہ حق پیر مہر شاہ کے ساتھ ہے اور اس صورت میں میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعوے کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھ لوں گا۔ میری طرف سے یہی تحریر کافی ہے جس کو میں آج بہ ثبت شہادت بیس گواہاں کے اس وقت لکھتا ہوں لیکن اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علی شاہ صاحب کی زبان بند ہو گئی۔ نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقایق و معارف سورہ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہوگا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں اور لازم ہوگا کہ یہ اقرار صاف صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار دس دن کے عرصہ میں شائع کر دیں۔

میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اسی صورت میں متصور ہوگا کہ جبکہ مہر علی شاہ صاحب بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ نہ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفریں کریں۔ کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ اور اگر مہر علی شاہ صاحب بھی اپنے تئیں جانتے ہیں کہ وہ مومن اور مستجاب الدعوات ہیں تو وہ بھی ایسی دُعا کریں۔ اور یاد رہے کہ خدا تعالےٰ اُن کی دُعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا کے مامور اور مرسل کے دشمن ہیں اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

غرض یہ طریق فیصلہ ہے جس سے تینوں علامتیں متذکرہ بالا جو صادق کے لئے قرآن شریف میں ثابت ہو جائیں گی۔ یعنے فی البدیہہ عربی نویسی سے جس کے لئے بجز ایک گھنٹہ کے سوچنے کے لئے موقع نہیں دیا جائے گا۔ فریق غالب کا وہ مابہ الامتیاز ثابت ہوگا جس کا

فرقان ہے۔ اور قرآنی معارف کے لکھنے سے وہ علامت متحقق ہو جائے گی جو آیت لا یمسہ الا المطھرون کا منشاء ہے۔ اور دعا کے قبول ہونے سے جو پیش از مقابلہ فریقین کریں گے، فریق غالب کا حسب آیت ادعونی استجب لکم مومن مخلص ہونا بپایہ ثبوت پہنچے گا۔ اور اس طرح پر یہ اُمت تفرقہ سے نجات پا جائے گی۔ چاہیئے کہ اس اشتہار کے وصول کے بعد جس کو میں رجسٹری کرا کر بھیجوں گا۔ مہر علی شاہ صاحب دس دن تک اپنی منظوری سے مجھے اطلاع دیں۔* لیکن ضروری ہوگا کہ یہ اطلاع ایک چھپے ہوئے اشتہار کے ذریعہ سے ہو جس پر میرے اشتہار کی طرح بیس معزز لوگوں کی گواہی ہو اور بحالت مغلوبیت اپنی بیعت کا اقرار بھی درج ہو۔

یاد رہے کہ مقام بحث بجز لاہور کے کہ جو مرکز پنجاب ہے اور کوئی نہ ہوگا۔ اور ایک ہفتہ پہلے مجھے بذریعہ رجسٹری شدہ خط کے اطلاع دینا ہوگا تا اسی جگہ حاضر ہو جاؤں۔ اگر میں حاضر نہ ہوا تو اس صورت میں میں بھی کاذب سمجھا جاؤں گا۔ انتظام مکان جلسہ پیر صاحب کے اختیار میں ہوگا۔ اگر ضرورت ہوئی** تو بعض پولیس کے افسر بلائے جائیں گے۔

هٰذا ما ارانی ربّی ربّ السمٰوات العلٰے

فادعوك یا قرنی علٰے بصیرة من

ربّی و لعنة الله علٰے من

تخلّف منا او ابٰی۔ والسلام

علٰے من اتبع

الھدیٰ

---

* دس دن تک پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے اشتہار کا شائع ہو جانا ضروری ہے۔ لیکن بلحاظ فہمائش اس اشتہار کے تمام علماء کی اطلاع کے لئے مقابلہ اشاعت اشتہار سے ٹھیک ٹھیک ایک مہینہ بعد ہوگا۔ منہ

** اگر پیر صاحب تجویز مکان سے دستکش ہوں تو پھر یہ تجویز میرے ذمہ ہوگی۔ منہ

تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا
وبینکم وا تقوا اللہ
الذی یسمع
و یریٰ

خاکسار
المشتھر

مرزا غلام احمد از قادیان
۲۰؍ جولائی ۱۹۰۰ء

گواہ شدند

مولوی حکیم نورالدین صاحب ۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہوی ۔ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی ۔ مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی..... نواب محمد علیخاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ ۔ حکیم شاہ نواز صاحب راولپنڈی۔ ماسٹر مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول تعلیم الاسلام قادیان۔ صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی۔ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی سرساوی اولاد چار قطب ۔ میر ناصر نواب صاحب گورنمنٹ پنشنر دہلوی حال قادیان۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب ایف۔ اے سیکنڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان۔ سید فضل شاہ صاحب ٹھیکہ دار۔ مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ضلع جہلم۔ مولوی قطب الدین صاحب کمپونڈر شفاخانہ قادیان۔ مولوی محمد فضل صاحب چنگوی۔ مولوی عبداللہ صاحب کشمیری۔ مولوی حافظ احمد اللہ خانصاحب مدرس ہائی سکول قادیان۔ مولوی قاضی سید امیر حسین صاحب مدرس۔ شیخ عبدالرحیم صاحب سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ قادیان۔

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

یہ اشتہار تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۴۳ تا ۵۹ سے لیا گیا ہے

ضمیمہ اشتہار دعوت

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی

پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہزارہا مرید یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ علم میں اور حقائق اور معارف دین میں اور علوم ادبیہ میں اس ملک کے تمام مولویوں سے بڑھ کر ہیں۔ اسی وجہ سے مَیں نے اس امتحان کے لئے پیر صاحب موصوف کو اختیار کیا ہے کہ تا ان کے مقابلہ سے خدا تعالیٰ کا وہ نشان ظاہر ہو جائے جو اُن کے مرسلین اور مامورین کی ایک خاص علامت ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس ملک کے بعض علماء ناحق کی شیخی سے یہ خیال کریں کہ ہم قرآن شریف کے جاننے اور زبان عربی کے علم ادب میں پیر صاحب موصوف پر فوقیت رکھتے ہیں۔ یا کسی آسمانی نشان کے ظاہر ہونے کے وقت یہ عذر پیش کر دیں کہ پیر صاحب موصوف کا مغلوب ہونا ہم پر حجّت نہیں ہے اور اگر ہمیں اس مقابلہ کے لئے بُلایا جاتا تو ضرور ہم غالب آتے۔ اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ان تمام بزرگوں کو بھی اس مقابلہ سے باہر نہ رکھا جائے اور خود ظاہر ہے کہ جس قدر مقابلہ کرنے والے کثرت سے میدان میں آئیں گے اسی قدر الٰہی نشان کی عظمت بڑی قوت اور سطوت سے ظہور میں آئے گی۔ اور یہ ایک ایسا زبردست نشان ہوگا کہ آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نظر آئے گا اور ممکن ہے کہ اس سے بعض نیک دل مولویوں کو ہدایت ہو جائے اور وہ اس الٰہی طاقت کو دیکھ لیں جو اس عاجز کے شامل حال ہے۔ لہٰذا اس ضمیمہ کے ذریعہ سے پنجاب اور ہندوستان کے تمام اُن مولویوں کو مدعُو کیا جاتا ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ علم تفسیر قرآن اور عربی کے علم ادب اور بلاغت فصاحت میں سرآمد روزگار ہیں۔ مگر شرائط ذیل کی پابندی ضروری ہوگی۔

(۱) اس مقابلہ کے لئے پیر مہر علی صاحب کی بہرحالت شمولیت ضروری ہوگی۔ کیونکہ

خیال کیا گیا ہے کہ وہ علم عربی اور قرآن دانی میں ان تمام مولویوں سے بزرگ اور افضل ہیں۔ لہذا کسی دوسرے مولوی کو صرف اس حالت میں قبول کیا جائے گا کہ جب پیر مہر علی شاہ صاحب اس دعوت کو قبول کر کے بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے شائع کر دیں۔ کہ میں مقابلہ کے لئے طیار ہوں + یا مقابلہ کرنے والے علماء کی ایک ایسی جماعت پیش کریں جو چالیس سے کم نہ ہو۔ ہاں ضروری ہوگا کہ دوسرے مولوی صاحبوں کے لئے وقت اور گنجائش نکالنے کے لئے پیر صاحب موصوف مباحثہ کے لئے ایک مہینے سے کم تاریخ مقرر نہ کریں تا اس مدت تک یاد کرنے کی وجہ پیدا ہو جائے کہ ان تمام مولویوں کو پیر مہر علی شاہ صاحب کے اشتہار سے اطلاع ہو گئی ہے۔ پہلے میں نے ایک ہفتہ مقرر کیا تھا۔ مگر اب اس لحاظ سے اس قدر تھوڑی میعاد عام اطلاع کے لئے کافی نہیں۔ ہاں ضروری ہوگا کہ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد پیر صاحب موصوف دس دن کے اندر اس دعوت کے قبول کے بارے میں ایک عام اشتہار شائع کر دیں۔ اور بہتر ہوگا کہ پانچ ہزار کاپی چھپوا کر بذریعہ چند نامی مولوی صاحبان پنجاب و ہندوستان میں اس معرکہ مباحثہ کی عام شہرت دے دیں۔

(۲) دوسری شرط یہ ہوگی کہ مقام مباحثہ لاہور ہوگا جو صدر مقام پنجاب ہے اور تجویز مکان پیر صاحب کے ذمہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ اپنے اس اشتہار میں جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے تجویز مکان اپنے ذمہ نہ لیں تو پھر یہ تجویز میرے ذمہ ہوگی اور کچھ حرج نہیں تمام کرایہ مکان مباحثہ کا میں ہی دوں گا۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ یہ بحث صرف ایک دن میں ہی ختم ہو جائے گی۔ اور

+ پیر مہر علی شاہ صاحب پر یہ فرض ہوگا کہ اگر وہ اپنے تئیں مرد میدان سمجھیں تو اشتہار ہذا کی اشاعت کی تاریخ سے یعنی اس روز سے جو بذریعہ رجسٹری اشتہار ہذا ان کو پہنچ جائے۔ دس روز کے اندر اپنی طیاری مقابلہ اور قبول شرائط سے ہمیں اور پبلک کو اطلاع دیں۔ منہ

ہر ایک شخص مقابل کو سات گھنٹے تک لکھنے کے لئے مہلت ملے گی۔

(۴) چوتھی یہ شرط ہے کہ جس قدر اس مقابلہ کے لئے مولوی صاحبان حاضر ہوں گے اُن کے لئے ہرگز جائز نہ ہوگا کہ ایک دوسرے کو کسی قسم کی مدد دیں۔ نہ تحریر سے نہ تقریر سے نہ اشارات سے۔ بلکہ ضروری ہوگا کہ ہر ایک صاحب ایک مناسب فاصلہ پر ایک دوسرے سے دُور ہو کر بیٹھیں اور ایک دوسرے کی تحریر کو نہ دیکھیں۔ اور جو شخص ایسی حرکت کرے وہ کمرہ مقابلہ سے فی الفور نکال دیا جائے گا۔ اور ضروری ہوگا کہ ہر ایک صاحب اپنے ہاتھ سے ہی لکھے۔ ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ آپ بولتا جائے اور دوسرا لکھتا جائے کیونکہ اس صورت میں اقتباس اور استراق کا اندیشہ ہے۔

(۵) ضروری ہوگا کہ ہر ایک صاحب جب اپنے مضمون کو تمام کریں جو کم سے کم حسب ہدایت اشتہار ہذا بیس ورق کا ہوگا جس میں کوئی عبارت اردو کی نہیں ہوگی بلکہ خالص عربی ہوگی تو اس کے نیچے اپنے پورے دستخط کریں اور اسی وقت ایک ایک نقل اس کی مع دستخط اور نیز مع ایک تصدیقی عبارت جو بدیں مضمون ہو کہ نقل ہذا مطابق اصل ہے، اس عاجز کے حوالہ کر دیں۔ اور یہ میرا بھی فرض ہوگا کہ مَیں بھی بعد اخذ تمام نقول کے ایک نقل اپنی تحریر بعد ثبت دستخط پیر مہر علی صاحب کو دے دوں*۔ یہ میرے ذمہ نہیں ہوگا کہ ہر ایک صاحب کو ایک ایک نقل دوں کیونکہ اس تھوڑے وقت میں ایسا ہونا غیر ممکن ہے کہ مَیں مثلاً پچاس مولویوں کے لئے پچاس نقلیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر دوں۔ ہاں ہر ایک مولوی صاحب کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے لئے ایک ایک نقل میرے مضمون کی پیر مہر علی شاہ صاحب سے لے کر خود لکھ لیں۔ مگر یہ اس وقت ہوگا کہ جب اپنے مضمون کی نقل مجھے دے چکیں۔

---

* یہ میرا بھی فرض ہوگا کہ مَیں بھی اپنے ہاتھ سے لکھ کر دوں۔ اور جائز ہوگا کہ مَیں اپنا فرض پورا ادا کر کے دوسروں کی نگرانی کے لئے کسی دوسرے کو مقرر کر دوں اور یہی اختیار مخالفین کو ہوگا۔ منہ

(۶) ہر ایک شخص اپنا اپنا مضمون بعد لکھنے کے آپ سُنائے گا یا اختیار ہوگا کہ جس کو وہ پسند کرے وہ سُناوے۔

(۷) اگر سُنانے کے لئے وقت کافی نہیں ہوگا تو جائز ہوگا کہ وہ مضمون دوسرے دن سُنا دیا جائے۔ مگر یہ ضروری شرط ہوگی کہ سُنانے سے پہلے اسی دن اور اسی وقت جبکہ وہ بالمقابل تحریر ختم کر چکے ہوں ایک نقل بعد ثبت دستخط مجھ کو دے دیں اور جائز نہیں ہوگا کہ نقل دینے کے بعد اس مضمون پر کچھ زیادہ کریں یا اصلاح کریں اور سہو ونسیان کا کوئی عذر سُنا نہیں جائے گا۔ اور اس شرط کا ہم میں سے ہر ایک پابند ہوگا۔

(۸) تمام مضامین کے سُنانے کے بعد تین مولوی صاحبان جن کو پیر مہر علی شاہ صاحب تجویز کریں گے اس قسم کے تین مرتبہ کے حلف کے ساتھ جو قذف محصنات کے بارے میں قرآن شریف میں مندرج ہے اپنی رائے ظاہر کریں گے کہ کیا یہ تمام مولوی صاحبان مقابل میں غالب رہے یا مغلوب رہے اور وہ رائے منطبع ہو کر وہی آخری فیصلہ ہمارا اور ہمارے اندرونی مخالفوں کا قطعی طور پر قرار دیا جائے گا۔*

(۹) نویں شرط یہ ہے کہ اگر الٰہی رُعب کے نیچے آکر پیر مہر علی شاہ صاحب اس مقابلہ سے ڈر جائیں اور دل میں اپنے تئیں کاذب اور ناحق پر سمجھ کر گریز اختیار کر لیں تو اس صورت میں یہ جائز نہیں ہوگا کہ دوسرے مولویوں میں سے صرف ایک یا دو شخص مقابلہ کا اشتہار دیں کیونکہ ایسا مقابلہ بے فائدہ اور محض تضیع اوقات ہے۔ وجہ یہ کہ بعد میں دوسرے مولویوں کے لئے یہ عذر بنا رہتا ہے کہ مقابلہ کرنے والے کیا چیز اور کیا حقیقت تھے یا جاہل اور بے علم تھے۔ لہٰذا یہ ضروری شرط ہوگی کہ اس حالت میں جبکہ پیر مہر علی شاہ صاحب اپنے مریدوں کو دریائے ندامت میں ڈال کر بھاگ جائیں اور اپنے لئے کنارہ کشی

---

* اگر بعض مولوی صاحبان جو لاہور سے کسی قدر فاصلہ پر رہتے ہیں یہ عذر پیش کریں کہ ہم بوجہ ناداری لاہور پہنچ نہیں سکتے تو مناسب ہے کہ وہ بطور قرضہ انتظام کرایہ سفر کر کے لاہور پہنچ جائیں۔ اگر فتحیاب ہو گئے تو میں کل کرایہ آمد و رفت ان کی ادا کر دونگا۔ منہ

کا داغ قبول کر لیں تو کم سے کم چالیس نامی مولویوں کا ہونا ضروری ہے جو میدان میں آنے کی درخواست کریں اور ہمیں منظور ہے کہ وہ ان میں سے ہوں جن کے نام ذیل میں لکھے جائیں گے یا اسی درجہ کے اور مولوی صاحبان باہم مل کر اشتہار دیں کہ جو چالیس سے کم نہ ہوں اور اس صورت میں ان سے بپابندی شرائط مذکورہ بالا مقابلہ کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر اشتہار ہذا کے شائع ہونے کی تاریخ سے جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء ہے ایک ماہ تک نہ پیر مہر علیشاہ صاحب کی طرف سے اس میدان میں حاضر ہونے کے لئے کوئی اشتہار نکلا اور نہ دوسرے مولویوں کے چالیس کے مجمع نے کوئی اشتہار دیا تو اس صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے اُن سب کے دلوں میں رُعب ڈال کر ایک آسمانی نشان ظاہر کیا کیونکہ سب پر رُعب ڈال کر سب کی زبان بند کر دینا اور ان کی تمام شیخیوں کو کچل ڈالنا یہ کام بجز الٰہی طاقت کے کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وتلک عشرۃ کاملۃ من الاشراط التی اردنا ذکرھا۔

اب مَیں ذیل میں ان حضرات مولوی صاحبان کے نام لکھتا ہوں جو اس مقابلہ کے لئے بشرط شمولیت پیر مہر علی شاہ صاحب یا بشرط مجمع چالیس بُلائے گئے ہیں۔ اور اگر ان کے سوا اہل پنجاب اور ہندوستان میں سے یا اُن عربوں میں سے جو نزیل برٹش انڈیا ہوں اس ملک کے کسی گوشہ میں اور مولوی صاحبان موجود ہوں جو مکذّب ہوں تو وہ بھی اس اشتہار میں ایسے ہی مدعو ہیں جیسے یہ لوگ ہیں۔ اور حضرات موصوفین کے نام یہ ہیں۔

(۱) مولوی محمد صاحب۔ لدھیانہ

(۲) مولوی عبدالعزیز صاحب برادر مولوی محمد صاحب لدھیانہ

(۳) مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ

(۴) مولوی مشتاق احمد صاحب انبہٹوی مدرس لودھیانہ

(۵) مولوی شاہدین صاحب مفتی لودھیانہ

(۶) مولوی معظم الدین صاحب مرولہ والہ

ضلع شاہ پور ڈاکخانہ کوٹ مومن

(۷) مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی معرفت میاں محمد چٹو صاحب ساکن لاہور

(۸) مولوی غلام حسن صاحب سیالکوٹ

(۹) مولوی محمد خلیل احمد صاحب انبہیٹہ ضلع سہارنپور

(۱۰) مولوی شاہ محمد حسین صاحب صابری محب الٰہی سنبل مراد آباد

(۱۱) مولوی نذیر احمد خاں صاحب دہلوی سابق ڈپٹی کلکٹر پنشنر سرکار نظام

(۱۲) مولوی عبداللطیف صاحب امروہی مدرس مدرسہ اودے پور میواڑ۔ راجپوتانہ

(۱۳) مولوی ولی محمد صاحب جالندھری ساکن پتارہ

(۱۴) قاضی عبدالقدوس صاحب چھاونی بنگلور

(۱۵) مولوی شیخ عبداللہ صاحب ساکن چک عمر ضلع گجرات تحصیل کھاریاں

(۱۶) مولوی محمد حسن صاحب مفسر ساکن امروہہ محلہ ملانا۔ ضلع مراد آباد

(۱۷) مولوی عبدالغفار صاحب مفتی ریاست گوالیر

(۱۸) مولوی عبداللہ صاحب محلہ کہڈہ کرانچی۔

(۱۹) مولوی احمد حسن صاحب مدرس مدرسہ پانواڑی امروہہ۔ ضلع مراد آباد

(۲۰) مولوی قاسم شاہ صاحب سیفی مجتہد لاہور

(۲۱) مجتہد صاحب لکھنؤ

(۲۲) مولوی عنایت علی صاحب شیعی سامانہ ریاست پٹیالہ

(۲۳) مولوی سکندر صاحب شہر میسور

(۲۴) مولوی لطف اللہ صاحب قاضی القضاۃ حیدر آباد

(۲۵) مولوی نذیر حسین صاحب انبہیٹہ سہارنپور

(۲۶) مولوی عبداللہ صاحب سجادہ نشین گڑھی پٹھانونکی۔ ضلع راولپنڈی

(۲۷) مولوی محمد حسین صاحب تحصیل چکوال موضع بھین ضلع جہلم

(۲۸) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

(۲۹) مولوی کلیم اللہ صاحب۔ مچھیانہ۔ گجرات

(۳۰) مولوی محمد اسحاق صاحب اجرادری پٹیالہ

(۳۱) مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی۔ یا جس مولوی کو وہ اپنا وکیل کریں

(۳۲) مولوی تلطف حسین صاحب دہلوی

(۳۳) مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی محلہ باڑہ۔ بازار صدر

(۳۴) مولوی فضل الدین صاحب گجرات پنجاب

(۳۵) مولوی عبدالوہاب صاحب امام مسجد صدر دہلی

(۳۶) علماء ندوہ لکھنؤ جس عالم کو اپنا وکیل کریں۔

(۳۷) مولوی منشی سلیمان صاحب ملازم ریاست پٹیالہ۔ مولف غایت المرام

(۳۸) مولوی مسیح الزمان صاحب شاہجہانپور یا جو عالم شاہجہان پور کا ہو

(۳۹) مولوی محمد صدیق صاحب دیوبندی حال مدرس بچھرایوں۔ مراد آباد

(۴۰) مولوی محمد شفیع صاحب قصبہ رامپور ضلع سہارنپور

(۴۱) مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی سابق پروفیسر علیگڑھ کالج

(۴۲) مولوی دیدار علی صاحب ریاست الور مسجد دائرہ

(۴۳) شیخ خلیل الرحمٰن صاحب سرساوہ سہارنپور سجادہ نشین چار قطب ہانسوی

(۴۴) مولوی نظام الدین صاحب قاضی مالیر کوٹلہ

(۴۵) شیخ اللہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑ مع جماعت علماء

(۴۶) مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر

(۴۷) قاضی ظفر الدین صاحب پروفیسر

(۴۸) مولوی عبدالحکیم صاحب پروفیسر

(۴۹) مولوی عبداللہ صاحب ساکن جہلو خلیفہ پیر مہر شاہ صاحب گولڑی

(۵۰) مولوی غلام محمد صاحب چکوال جہلم

(۵۱) مولوی ابراہیم صاحب آرہ

(۵۲) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

(۵۳) مولوی شیخ حسین صاحب عرب یمانی بھوپال

(۵۴) مولوی اصغر علی صاحب پروفیسر حمایت اسلام

(۵۵) مولوی محمد بشیر صاحب بھوپال

(۵۶) مولوی عبدالجبار صاحب امرتسر
(۵۷) مولوی احمداللہ صاحب امرتسر
(۵۸) مولوی رسل بابا صاحب امرتسر
(۵۹) مولوی عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی دہلی
(۶۰) مولوی عبدالحق صاحب امرتسر
(۶۱) مولوی عبدالواحد صاحب امرتسر
(۶۲) مولوی منہاج الدین صاحب کوٹ
(۶۳) منشی الٰہی بخش صاحب ملہم بذریعہ الہام تفسیر لکھیں
(۶۴) مولوی احمد صاحب ساکن سکندرپور ہزارہ
(۶۵) قاضی امیر عالم صاحب ساکن سکندرپور ہزارہ
(۶۶) مولوی رشید احمد صاحب گنگوہ ضلع سہارنپور
(۶۷) مولوی الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی
(۶۸) مولوی ابوالخیر صاحب نقشبندی خانقاہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں صاحب خاص دہلی
(۶۹) مولوی احمد علی صاحب واعظ سابق مدرس مدرسہ اسلامیہ سہارنپور حال مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
(۷۰) مُلّا مانکی صاحب نوشہرہ۔ پشاور
(۷۱) مولوی عبدالمنان صاحب وزیرآبادی جس عالم بینا کو منتخب فرماویں
(۷۲) قاضی سلطان محمود صاحب آئی آوان گجرات
(۷۳) مولوی غلام محمد صاحب بگہ والہ مسجد شاہی لاہور
(۷۴) مولوی محمد زکریا صاحب انجمن حمایت اسلام لاہور یا جس مولوی صاحب کو انجمن تجویز کرے
(۷۵) مولوی غلام محمد صاحب ملازم انجمن نعمانیہ لاہور
(۷۶) مولوی غازیخان صاحب گولڑہ۔ راولپنڈی کا
(۷۷) مولوی غلام رسول صاحب قطب ال۔ گوجرخاں
(۷۸) مولوی مفتی غلام محی الدین گڑھا ڈاکخانہ ڈومیلی۔

(۷۹) مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری حال ملازم شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ

(۸۰) مولوی محمود حسن صاحب مدرس اوّل مدرسہ دیوبند

(۸۱) مولوی احمد حسن صاحب کنج پوری صابری دہلی جامع مسجد

(۸۲) مولوی احمد حسن صاحب ایڈیٹر اخبار شحنۂ ہند۔ میرٹھ

(۸۳) مولوی عبدالخالق صاحب جہان خیلان ضلع ہوشیارپور

(۸۴) مولوی عبدالرحمٰن صاحب چھوہردی ضلع ہزارہ

(۸۵) مولوی فقیر محمد عزیز صاحب ترلواہ ضلع ہزارہ

(۸۶) شیخ نظام الدین صاحب سجادہ نشین شاہ نیاز صاحب خاص بریلی

المشتھر

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ۔ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{20\times26}{8}$ کے ۱۴ صفحہ پر ہے)

---

(۲۲۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی

اربعین نمبر اوّل

آج مَیں نے اتمام حجت کے لئے یہ ارادہ کیا ہے کہ مخالفین اور منکرین کی دعوت

میں چالیس اشتہار شائع کروں۔* تا قیامت کو میری طرف سے حضرت احدیت میں یہ حجت ہو کہ میں جس امر کے لئے بھیجا گیا تھا اس کو میں نے پورا کیا۔ سو اب میں بکمال ادب و انکسار حضرات علماء مسلمانان و علماء عیسائیان و پنڈتان و آریان یہ اشتہار بھیجتا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ میں اخلاقی و اعتقادی و ایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کے لئے دُنیا میں بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قدم پر ہے۔ انہی معنوں سے میں مسیح موعود کہلاتا ہوں کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ محض فوق العادت نشانوں اور پاک تعلیم کے ذریعہ سے سچائی کو دُنیا میں پھیلاؤں۔ میں اس بات کا مخالف ہوں کہ دین کے لئے تلوار اُٹھائی جائے اور مذہب کے لئے خدا کے بندوں کے خون کئے جائیں۔ اور میں مامور ہوں کہ جہانتک مجھ سے ہو سکے ان تمام غلطیوں کو مسلمانوں میں سے دُور کر دوں اور پاک اخلاق اور بردباری اور حلم اور انصاف اور راستبازی کی راہوں کی طرف اُن کو بُلاؤں۔ میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا

---

* اس اشتہار کے بعد انشاء اللہ ہر ایک اشتہار پندرہ پندرہ دن کے بعد بشرطیکہ کوئی روک پیش نہ آجائے نکلا کرے گا جبتک کہ چالیس اشتہار پورے ہو جائیں یا جبتک کہ کوئی مخالف صحیح نیت کے ساتھ بغیر گندی حجت بازی کے جس کی بدبو ہر ایک کو آسکتی ہے میدان میں آکر میری طرح کوئی نشان دکھلا سکے۔ مگر یاد رہے کہ اس مقابلہ میں کسی شخص سے کوئی مباہلہ مقصود نہیں ہے اور نہ کسی مخالف کی ذات کی نسبت کوئی پیشگوئی ہے بلکہ صرف یہ مقابلہ ہوگا کہ کس کے ہاتھ پر خدا تعالےٰ غیب کی باتیں اور خوارق ظاہر کرتا اور دعائیں قبول فرماتا ہے اور ذاتیات اور مباہلہ اور ملاعنہ یہ دونوں امر مستثنیٰ میں داخل رہیں گے اور ہر ایک ایسی پیشگوئی سے اجتناب ہوگا جو امن عامہ اور اغراض گورنمنٹ کے مخالف ہو یا کسی خاص شخص کی ذلّت یا موت پر مشتمل ہو۔ منہ

خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔

میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ مَیں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ **سچا خدا**۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ مَیں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور مَیں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پُر ہو جائیں۔

ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنے نوع سے محبت کرتی ہے یہانتک کہ چیونٹیاں بھی، اگر کوئی خود غرضی حائل نہ ہو۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف بُلاتا ہے اس کا فرض ہے کہ سب سے زیادہ محبت کرے۔ سو مَیں نوعِ انسان سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ ہاں ان کی بدعملیوں اور ہر ایک قسم کے ظلم اور فسق اور بغاوت کا دشمن ہوں۔ کسی کی ذات کا دشمن نہیں۔ اس لئے وہ خزانہ جو مجھے ملا ہے جو بہشت کے تمام خزانوں اور نعمتوں کی کنجی ہے وہ جوشِ محبت سے نوعِ انسان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور یہ امر کہ وہ مال جو مجھے ملا ہے وہ حقیقت میں از قسم ہیرا اور سونا اور چاندی ہے کوئی کھوٹی چیزیں نہیں ہیں۔ بڑی آسانی سے دریافت ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ ان تمام دراہم اور دینار اور جواہرات پر سلطانی سکّہ کا نشان ہے۔

یعنی وہ آسمانی گواہیاں میرے پاس ہیں جو کسی دوسرے کے پاس نہیں ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں دین اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسُولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور مجھے خدا کی پاک اور مطہّر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ مَیں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی موعود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔ یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا ان دونوں ناموں سے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرّف فرمایا۔ اور پھر خدا نے اپنے بلاواسطہ مکالمہ سے یہی میرا نام رکھا اور پھر زمانہ کی حالت موجودہ نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو۔ غرض میرے ان ناموں پر یہ تین گواہ ہیں۔ میرا خدا جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ مَیں اس کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ مَیں اس کی طرف سے ہوں اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے۔ اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے تو مَیں جھُوٹا ہوں۔ اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اُتر سکے تو مَیں جھُوٹا ہوں۔ اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلّہ ٹھیر سکے تو مَیں جھوٹا ہوں۔ اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو مَیں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔

اب کہاں ہیں وہ پادری صاحبان جو کہتے تھے کہ نعوذ باللہ حضرت سیدنا و سیّد الوریٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی یا اور کوئی امر خارق عادت ظہور میں نہیں آیا۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین پر وہ ایک ہی انسان کامل گذرا ہے جس کی پیشگوئیاں اور دعائیں قبول ہونا اور دوسرے خوارق ظہور میں آنا ایک ایسا امر ہے جو ابتک امت کے سچے پیرؤوں کے ذریعہ سے دریا کی طرح موجیں مار رہا ہے۔ بجز اسلام وہ مذہب کہاں اور کدھر ہے جو یہ خصلت اور طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو اسلامی برکات اور نشانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر انسان صرف ایسے مذہب کا پیرو ہو جس میں آسمانی رُوح

کی کوئی ملاوٹ نہیں تو وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ مذہب وہی مذہب ہے جو زندہ مذہب ہو اور زندگی کی رُوح اپنے اندر رکھتا ہو اور زندہ خدا سے ملاتا ہو۔ اور میں صرف یہی دعوےٰ نہیں کرتا کہ خدا تعالےٰ کی پاک وحی سے غیب کی باتیں میرے پر کھلتی ہیں اور خارق عادت امر ظاہر ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ جو شخص دل کو پاک کرکے اور خدا اور اس کے رسول پر سچّی محبت رکھ کر میری پیروی کرے گا وہ بھی خدا تعالےٰ سے یہ نعمت پائے گا۔ مگر یاد رکھو کہ تمام مخالفوں کے لئے یہ دروازہ بند ہے۔ اور اگر دروازہ بند نہیں ہے تو کوئی آسمانی نشانوں میں مجھ سے مقابلہ کرے۔ اور یاد رکھیں کہ ہرگز نہیں کرسکیں گے۔ پس یہ اسلامی حقیّت اور میری حقّانیت کی ایک زندہ دلیل ہے۔

ختم ہوا پہلا نمبر اربعین کا ۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان

۲۳؍ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء

(۲۲۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

عام لوگوں کو اس بات کی اطلاع کہ

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے

میری دعوت کے جواب میں کیا کارروائی کی

ناظرین آپ لوگ میرے اشتہار کو پڑھ کر دیکھ لیں کہ مَیں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو یہ لکھا تھا کہ مجھ سے اس طرح پر فیصلہ کرلیں کہ بطور قرعہ اندازی کے قرآن شریف میں سے ایک ایک سُورۃ لی جائے اور اگر وہ سورہ چالیس آیت سے زیادہ ہو تو اس میں سے صرف چالیس آیت سورۃ کے ابتداء سے لی جائیں۔ اور پھر میں اور پیر مہر علی شاہ صاحب بغیر مدد کسی دوسرے کے اس سورہ کی عربی میں تفسیر لکھیں اور جو شخص اس طرح پر غالب قرار پاوے کہ تین گواہ جو وہ بھی پیر مہر علی شاہ صاحب کے فریق میں سے ہوں جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی تو اسی کو فتحیاب قرار دیا جاوے۔ تب فریق مغلوب اپنے تئیں کاذب سمجھ لے اور اپنے کذب کا اقرار شائع کر دے اور اس طرح یہ روز کا جھگڑا جو دن بدن موجب تفرقہ ہے فیصلہ پا جائے گا۔ کیونکہ اس سخت مشکل کام میں کہ فصیح عربی میں قرآن شریف کی تفسیر چند گھنٹہ میں بغیر مدد کسی دوسرے شخص اور کتاب کے لکھیں۔ درحقیقت یہ ایسا کام ہے جو بجز تائید رُوح القدس ہرگز انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ اگر پیر صاحب اس طریق فیصلہ کو منظور کر لیتے تو اُن کے لئے بہت بہتر تھا کیونکہ وہ اہل علم بھی کہلاتے ہیں اور اُن کے مریدان کو قطب اور صاحب ولایت بھی سمجھتے ہیں مگر افسوس کہ انہوں نے منظور نہ کیا اور چونکہ کھلے کھلے انکار میں ان کی علمیت اور

قطعیت پر داغ لگتا تھا اس لئے ایک چالبازی کی راہ اختیار کر کے یہ حجت پیش کر دی کہ آپ کے شرائط منظور ہیں۔ مگر اول قرآن و حدیث کے رُو سے تمہارے عقائد کی نسبت بحث ہونی چاہیئے۔ پھر اگر مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ساتھ کے دو اَور آدمیوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ تم اس بحث میں حق پر نہیں ہو تو تمہیں میری بیعت کرنی پڑے گی۔ پھر اس کے بعد تفسیر لکھنے کا بھی مقابلہ کر لینا۔ اب ناظرین خود سوچ لیں کہ کیا انہوں نے اس طرز کے جواب میں میری دعوت کو قبول کیا یا رد کیا۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس قسم کا ٹھٹھا اور ہنسی ہے کہ ایسے عقائد کے بحثوں میں جن میں ان کو خود معلوم ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی سب سے اوّل مخالف شخص ہے اُس کی رائے پر فیصلہ چھوڑتے ہیں۔ حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ اس کا مجھے سچا قرار دینا گویا اپنی قدیم مخالفت کو چھوڑنا ہے۔ ہاں اعجازی مقابلہ پر اس کی قسم کا مدار رکھا جاتا تو یہ صورت اُور تھی کیونکہ ایسے وقت میں جبکہ خدا تعالےٰ ایک معجزہ کے طور پر ایک فریق کی تائید کرتا تو محمد حسین کیا بلکہ صدہا انسان بے اختیار بول اُٹھتے کہ خدا نے اپنے رُوح القدس سے اس شخص کی مدد کی کیونکہ اس قدر انکشاف حق کے وقت کسی کی مجال نہیں جو جھوٹی قسم کھا سکے ورنہ منقولی مباحثات میں تو عادتًا ایک کودن طبع اپنے تئیں سچ پر سمجھتا ہے اور قسم بھی کھا لیتا ہے۔

ماسوا اس کے پیر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں رسالہ انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ آئندہ مَیں ایسی منقولی بحثیں ان علماء سے نہیں کروں گا۔ اور پھر کیونکر ممکن ہے کہ مَیں اس عہد کو توڑ دوں۔ اور پیر صاحب کی جماعت کی تہذیب کا یہ حال ہے کہ گندی گالیوں کے کارڈ میرے نام ڈاک کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں۔ ایسی گالیاں کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چوہڑہ یا چمار بھی زبان پر نہیں لا سکتا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ پیر صاحب کا یہ گمان باطل بھی توڑنے کے لئے کہ گویا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے کچھ بحث کر سکتے ہیں اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھیج دوں۔ اور اگر حبی فی اللہ فاضل جلیل القدر مولوی سیّد محمد احسن صاحب امروہی پیر صاحب کے ساتھ بحث کرنا قبول فرماتے تو اُن کا فخر تھا کہ ایسے سیّد بزرگوار محدث اور فقیہ نے اپنے

مقابلہ کے لئے اُن کو قبول کیا۔ مگر افسوس کہ سید صاحب موصوف نے جب دیکھا کہ اس جماعت میں ایسے گندے لوگ موجود ہیں کہ گندی گالیاں اُن کا طریق ہے تو اس کو مشتے نمونہ از خروارے پر قیاس کر کے ایسی مجلسوں میں حاضر ہونے سے اعراض بہتر سمجھا۔ ہاں مَیں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے بطور تحفہ ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام مَیں نے تحفہ گولڑویہ رکھا ہے جب پیر صاحب موصوف اس کا جواب لکھیں گے تو خود لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے دلائل کیا ہیں اور ان کا جواب کیا۔ اب ہم اپنے اس اشتہار کے مقابل پر جو بنا اس دعوت کی ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کا اشتہار لکھ دیتے ہیں۔ ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ آیا ان کا جواب نیک نیتی اور حق پژدہی کی راہ سے ہے یا شطرنج کے کھیلنے والے کی طرح ایک چال ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

خاکسار:۔ مرزا غلام احمد قادیان۔ ۲۵؍ اگست ۱۹۰۰ء

---

(۲۲۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی

پیر مہر علیشاہ صاحب کے توجہ دلانے کے لئے آخری حیلہ

ناظرین کو خوب یاد ہو گا کہ مَیں نے موجودہ تفرقہ کے دُور کرنے کے لئے پیر مہر علی شاہ صاحب

کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہم دونوں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے ایک قرآنی سورہ لے کر عربی فصیح بلیغ میں اس کی ایسی تفسیر لکھیں جو قرآنی علوم اور حقایق اور معارف پر مشتمل ہو اور پھر تین کس مولوی صاحبان جن کا ذکر پہلے اشتہار میں درج ہے۔ قسم کھا کر ان دونوں تفسیروں میں سے ایک تفسیر کو ترجیح دیں کہ اس کی عربی نہایت عمدہ اور اس کے معارف نہایت اعلےٰ درجہ کے ہیں۔ پس اگر پیر صاحب کی عربی کو ترجیح دی گئی تو مَیں سمجھ لوں گا کہ خدا میرے ساتھ نہیں ہے۔ تب ان کے غلبہ کا اقرار کروں گا اور اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اور اس طرح پر فتنہ جو ترقی پر ہے فرو ہو جائے گا۔ اور اگر مَیں غالب رہا تو پھر میرا دعویٰ مان لینا چاہیئے۔ اب ناظرین خود سوچ سکتے ہیں کہ اس طرح سے بڑی صفائی سے فیصلہ ہو سکتا تھا۔ اور پیر صاحب کے لئے مفید تھا کیونکہ قسم کھانے والا جس کے فیصلہ پر حصر رکھا گیا تھا وہ مولوی مولوی محمد حسین بٹالوی ہے اور دو اُن کے اَور رفیق تھے۔ مگر پیر صاحب نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور اس کے جواب میں یہ اشتہار بھیجا کہ پہلے نصوص قرآنیہ حدیثیہ کے رو سے مباحثہ ہونا چاہیئے اور اس مباحثہ کے حکم وہی مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے دو رفیق تھے۔ اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ اس مباحثہ میں پیر مہر علی شاہ صاحب جیت گئے تو اسی وقت لازم ہوگا کہ مَیں ان کی بیعت کرلوں۔ پھر بالمقابل تفسیر بھی لکھوں۔ اب ظاہر ہے کہ اس طرح کے جواب میں کیسی چالبازی سے کام لیا گیا ہے۔ مُنہ سے تو وہ میری تمام شرطیں منظور کرتے ہیں مگر تفسیر لکھنے کے امر کو ایک مکر سے ٹال کر زبانی مباحثہ پر حصر کر دیا ہے اور ساتھ ہی بیعت کی شرط لگا دی ہے۔ بہت زور دیا گیا مگر اُن کے مُنہ سے اب تک نہیں نکلا کہ ہاں مجھے بغیر زیادہ کرنے کسی اور شرط کے فقط بالمقابل عربی میں تفسیر لکھنا منظور ہے اور با ایں ہمہ اُن کے مُرید لاہور کے کوچہ و بازار میں مشہور کر رہے ہیں کہ پیر صاحب نے سب شرطیں منظور کرلی تھیں۔ اور مرزا ان سے خوف کھا کر بھاگ گیا۔ یہ عجیب زمانہ ہے کہ اس قدر مُنہ پر جھوٹ بولا جاتا ہے پیر صاحب کا وہ کونسا اشتہار ہے جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ مَیں کوئی زیادہ شرط نہیں کرتا۔

مجھے بالمقابل عربی فصیح میں تفسیر لکھنا منظور ہے اور اسی پر فریقین کے صدق و کذب کا فیصلہ ہوگا اور اس کے ساتھ کوئی شرط زائد نہیں لگائی جائے گی۔ ہاں مُنہ سے تو کہتے ہیں کہ شرطیں منظور ہیں مگر پھر ساتھ ہی یہ حجت پیش کر دیتے ہیں کہ پہلے قرآن اور حدیث کے رُو سے مباحثہ ہوگا۔ اور مغلوب ہو گئے تو اسی وقت بیعت کرنی ہوگی۔ افسوس کہ کوئی صاحب پیر صاحب کی اس چال کو نہیں سوچتے کہ جبکہ مغلوب ہونے کی حالت میں کہ جو صرف مولوی محمد حسین کی قسم سے سمجھی جائیگی میرے لئے بیعت کرنے کا قطعی حکم ہے جس کے بعد میرا عذر نہیں سُنا جائے گا تو پھر تفسیر لکھنے کے لئے کونسا موقع میرے لئے باقی رہا۔ گویا مجھے تو صرف مولوی محمد حسین صاحب کے ان چند کلمات پر بیعت کرنی پڑے گی کہ جو پیر صاحب کے عقائد ہیں وہی صحیح ہیں۔ گویا پیر صاحب آپ ہی فریق مقدمہ اور آپ ہی منصف بن گئے۔ کیونکہ جبکہ مولوی محمد حسین صاحب کے عقائد حضرت مسیح اور مہدی کے بارے میں بالکل پیر صاحب کے مطابق ہیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب اور پیر صاحب گویا ایک ہی شخص ہیں، دو نہیں ہیں تو پھر فیصلہ کیا ہوا۔ انہی مشکلات اور انہی وجوہ پر تو مَیں نے بحث سے کنارہ کر کے یہی طریق فیصلہ نکالا تھا جو اس طرح پر ٹال دیا گیا۔ بہرحال اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے گلی کوچے میں پیر صاحب کے مرید اور ہم مشرب شہرت دے رہے ہیں کہ پیر صاحب تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے لاہور میں پہنچ گئے تھے مگر مرزا بھاگ گیا اور نہیں آیا۔ اس لئے پھر عام لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ تمام باتیں خلاف واقعہ ہیں بلکہ خود پیر صاحب بھاگ گئے ہیں۔ اور بالمقابل تفسیر لکھنا منظور نہیں کیا اور نہ ان میں یہ مادہ اور نہ خدا کی طرف سے تائید ہے۔ اور مَیں بہرحال لاہور پہنچ جاتا۔ مگر مَیں نے سُنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں۔ اور ایسا ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے ہیں اور نیز مخالف مولوی بڑے جوشوں سے وعظ کر رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ تو اس صورت میں لاہور میں جانا بغیر کسی احسن انتظام

کے کس طرح مناسب ہے۔ ان لوگوں کا جوش اس قدر بڑھ گیا ہے کہ بعض کارڈ گندی گالیوں کے
ان لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچے ہیں جو چوہڑوں چماروں کی گالیوں سے بھی فحش گوئی میں زیادہ
ہیں جو میرے پاس محفوظ ہیں۔ بعض تحریروں میں قتل کی دھمکی دی ہے۔ یہ سب کاغذات حفاظت
سے رکھے گئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ اس درجہ کی گندہ زبانی کو ان لوگوں نے استعمال کیا ہے
کہ مجھے امید نہیں کہ اس قدر گندہ زبانی ابوجہل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر یا فرعون
نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابلے پر دکھلائی ہو۔ پھر بھی اگر پیر صاحب نے اپنی نیت کو
درست کر لیا ہے اور سیدھے طور پر بغیر زیادہ کرنے کسی شرط کے وہ میرے مقابل پر عربی میں
تفسیر لکھنے کے لئے طیار ہو گئے ہیں تو میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بہرحال
اس مقابلے کے لئے جو محض بالمقابل عربی تفسیر لکھنے میں ہوگا لاہور میں اپنے تئیں پہنچاؤں گا
صرف دو امر کا خواہشمند ہوں جن پر لاہور میں میرا پہنچنا موقوف ہے۔ (۱) اوّل یہ کہ پیر صاحب
سیدھی اور صاف عبارت میں بغیر کسی پیچ ڈالنے یا زیادہ شرط لکھنے کے اس مضمون کا اشتہار
اپنے نام پر شائع کر دیں جس پر پانچ لاہور کے معزز اور مشہور ارکان کے دستخط بھی ہوں کہ میں نے
قبول کر لیا ہے کہ میں بالمقابل مرزا غلام احمد قادیانی کے عربی فصیح بلیغ میں تفسیر قرآن شریف
لکھوں گا اور (۱) پہلے اس طرح پر قرعہ اندازی کی جائے گی کہ تمام قرآنی سُورتوں کے متفرق پرچوں
پر نام لکھ کر فریقین میں سے ایک فریق کی جھولی میں ڈال دیئے جائیں گے اور وہ فریق ان پرچوں
کو پوشیدہ رکھے گا اور دوسرا فریق اس جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک پرچہ نکال لے گا اور اس پرچہ
کی سورۃ اگر بہت لمبی ہوگی تو اس میں سے چالیس آیت تک یا پوری سورۃ اگر چالیس آیت سے
زیادہ نہ ہو تفسیر لکھنے کے لئے اختیار کی جائے گی۔ (۲) فریقین کا اختیار ہوگا کہ اپنی تسلی
کے لئے ایک دوسرے کی بخوبی تلاشی لے لیں تا کہ کوئی پوشیدہ کتاب ساتھ نہ ہو اور یہ امر موجب
رنج نہ سمجھا جائے گا (۳) اگر کوئی فریق کسی ضروری حاجت کے لئے باہر جانا چاہے تو دوسرے
فریق کا کوئی نگرانی کرنے والا اس کے ساتھ ہوگا اور وہ تین آدمی سے زیادہ نہ ہوں گے (۴) ہرگز

جائز نہ ہوگا کہ تفسیر لکھنے کے وقت کسی فریق کو کوئی دوسرا مولوی مل سکے بجز کسی ایسے نوکر کے کہ جو مثلاً پانی پلانا چاہتا ہے اور فی الفور خدمت کے بعد واپس جانا ہوگا۔ (۵) فریقین ایک دوسرے کے مقابل دو تین ہاتھ کے فاصلہ پر بیٹھیں گے اس سے زیادہ دُوری نہیں ہوگی تا وہ دونوں ایک دوسرے کے حالات کے نگران رہ سکیں۔ اگر کسی فریق کی کوئی خیانت ثابت ہو تو مقابلہ اسی جگہ ختم ہو جائے گا اور اس فریق کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو اس حالت میں کیا جاتا جو وہ مغلوب رہتا (۶) ہر ایک فریق اپنی تفسیر کے دو دو ورق لکھ کر ان کی نقل فریق ثانی کو بعد دستخط دیتا رہے گا اور اسی طرح اخیر تک دو دو ورق دیتا جائے گا۔ تا یک دفعہ نقل لکھنے میں کسی خیانت کا کسی فریق کو موقع نہ ملے۔ (۷) تفسیر کے بہرحال بیس ورق ہوں گے اس قلم اور تقطیع کے موافق جو مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کا قرآن شریف شائع ہوا ہے (۸) صبح کے چھ بجے سے ایک بجے تک یا اگر کوئی ہرجہ پیش آجائے تو دو بجے تک دونوں فریق لکھتے رہیں گے (۹) ہرگز اختیار نہ ہوگا کہ کوئی فریق اپنے پاس کوئی کتاب رکھے یا کسی مددگار کو پاس بٹھا دے یا کسی اشارہ کنایہ سے مدد لے۔ (۱۰) تفسیر میں کوئی غیر متعلق بات نہیں لکھی جائے گی۔ صرف قرآن شریف کی اُن آیات کی تفسیر ہوگی جو قرعہ اندازی سے نکلی ہیں۔ اگر کوئی اس شرط کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ بھی مغلوب سمجھا جائے گا۔ (۱۱) اس بات پر کوئی بات زیادہ نہیں کی جائے گی کہ فریقین بالمقابل بیٹھ کر عربی میں تفسیر لکھیں اور نہ یہ کہا جائے گا کہ اوّل کوئی بحث کر لو یا کوئی اور شرائط قائم کر لو۔ فقط عربی میں تفسیر لکھنا ہوگا و بس۔ (۱۲) جب دونوں فریق قرعہ اندازی سے معلوم کر لیں کہ فلاں سُورۃ کی تفسیر لکھنی ہے تو اختیار ہوگا کہ قبل لکھنے کے گھنٹہ یا دو گھنٹہ تک سوچ لیں مگر کسی سے مشورہ نہیں لیا جائے گا اور نہ مشورہ کا موقعہ دیا جائے گا بلکہ گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد لکھنا شروع کر دیا جائے گا۔

یہ نمونہ اشتہار ہے جس کی ساری عبارت بلا کم و بیش پیر صاحب کو اپنے اشتہاروں میں لکھنی چاہیئے اور اس پر پنج کس معزّزین لاہور کی گواہیاں ثبت ہونی چاہئیں۔ اور چونکہ

موسم برسات ہے اس لئے ایسی تاریخ اس مقابلہ کی لکھنی چاہیئے کہ کم سے کم تین دن پہلے مجھے اطلاع ہو جائے (۲) دوسرا امر جو میرے لاہور پہنچنے کے لئے شرط ہے وہ یہ ہے کہ شہر لاہور کے تین رئیس یعنے نواب شیخ غلام محبوب سبحانی صاحب اور نواب فتح علی شاہ صاحب اور سید برکت علی خاں صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ ایک تحریر بالاتفاق شائع کر دیں کہ ہم اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے مریدوں اور ہم عقیدوں اور اُن کے ہم جنس مولویوں کی طرف سے کوئی گالی یا کوئی وحشیانہ حرکت ظہور میں نہیں آئے گی۔ اور یاد رہے کہ لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ یا بیس آدمی سے زیادہ نہیں ہیں۔ مَیں اُن کی نسبت یہ انتظام کر سکتا ہوں کہ مبلغ دو ہزار روپیہ ان تینوں رئیسوں کے پاس جمع کرا دوں گا۔ اگر میرے ان لوگوں میں سے کسی نے گالی دی یا زدوکوب کیا تو وہ تمام روپیہ میرا ضبط کر دیا جائے۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ اس طرح پر خاموش رہیں گے کہ جیسے کسی میں جان نہیں۔ مگر پیر مہر علی شاہ صاحب جن کو لاہور کے بعض رئیسوں سے بہت تعلقات ہیں اور شاید پیری مریدی بھی ہے ان کو روپیہ جمع کرانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ کافی ہوگا کہ حضرات معزز رئیسان موصوفین بالا ان تمام سرحدی پُرجوش لوگوں کے قول اور فعل کے ذمہ دار ہو جائیں جو پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور نیز ان کے دوسرے لاہوری مریدوں خوش عقیدوں اور مولویوں کی گفتار کردار کی ذمہ داری اپنے سر پر لے لیں۔ جو کھلے کھلے طور پر میری نسبت کہہ رہے ہیں اور لاہور میں فتوے دے رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ ان چند سطروں کے بعد جو ہرسہ معزز رئیسان مذکورین بالا اپنی ذمہ داری سے اپنے دستخطوں کے ساتھ شائع کر دیں گے اور پیر صاحب کے مذکورہ بالا اشتہار کے بعد پھر مَیں اگر بلا توقف لاہور میں نہ پہنچ جاؤں تو کاذب ٹھہروں گا۔ ہر ایک شخص جو نیک مزاج اور انصاف پسند ہے اگر اس نے لاہور میں پیر مہر علی شاہ صاحب کی جماعت کا شور و غوغا سنا ہوگا اور ان کی گالیوں اور بدزبانیوں اور سخت اشتعال کے حالات کو دیکھا

ہوگا تو وہ اس بات میں مجھ سے اتفاق کرے گا کہ اس فتنہ اور اشتعال کے وقت میں بجز شہر کے رئیسوں کی پورے طور کی ذمہ داری کے لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے۔ جو لوگ گورنمنٹ کے قانون کی بھی کچھ پرواہ نہ رکھ کر علانیہ فتوے پر فتوے میری نسبت دے رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے کیا ان کا وجود خطرناک نہیں ہے اور کیا شرع اور عقل فتویٰ دے سکتے ہیں کہ یہ پُر جوش اور مشتعل لوگوں کے مجمعوں میں بغیر کسی قانونی بندوبست کے مضائقہ نہیں ہے ؟

بیشک لاہور کے معزز رئیسوں کا یہ فرض ہے کہ آئے دن کے فتنوں کے مٹانے کے لئے یہ ذمہ داری اپنے سر پر لے لیں اور اپنی خاص تحریروں کے ذریعہ سے مجھے لاہور میں بُلا لیں اور اگر پیر مہر علی شاہ صاحب بالمقابل عربی تفسیر لکھنے سے عاجز ہوں جیسا کہ درحقیقت یہی سچا امر ہے تو ایک اَور سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جس کے ترک کے لئے میرا وعدہ ہے۔ اور وہ طریق یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری مذکورہ بالا کے بعد میں لاہور میں آؤں اور مجھے اجازت دی جائے کہ مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین بھی ہوں تین گھنٹہ تک اپنے دعوے اور دلائل کو پبلک کے سامنے بیان کروں۔ پیر مہر علی شاہ صاحب *اٹھیں اور وہ بھی تین گھنٹے تک پبلک کو مخاطب کرکے یہ ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا۔ پھر بعد اس کے لوگ ان دونوں تقریروں کا خود موازنہ اور مقابلہ کر لیں گے۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر کوئی بات پیر صاحب منظور فرمائیں تو بشرط تحریری ذمہ داری رؤساء مذکورین مَیں لاہور میں آجاؤں گا۔ واللّٰہ علیٰ ما نقول شہید۔ والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

گواہ شد ـــــــ مولوی حکیم نورالدین صاحب

گواہ شد ـــــــ مولوی عبدالکریم صاحب

گواہ شد ـــــــ مولوی سید محمد سعید صاحب حیدرآبادی

* اور جب میں تقریر ختم کر چکوں تو پھر پیر مہر علیشاہ صاحب کی طرف سے کوئی خطاب نہ ہوگا۔

گواہ شد ـــــــــــ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی
گواہ شد ـــــــــــ شیخ غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر ضلع سیالکوٹ
گواہ شد ـــــــــــ کاتب اشتہار منظور محمد لدھیانوی

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی ۔ ۲۸؍اگست ۱۹۰۰ء

(یاد رہے کہ جس اشتہار کے شائع کرنے کا نمونہ پیر صاحب کے لئے اس اشتہار میں لکھا گیا ہے یا جو دوسری شرط تین رئیسوں کی ذمہ داری کی بابت لکھی گئی ہے اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوگی۔ منہ)

نوٹ:۔ یہ دونوں اشتہار "واقعات صحیحہ" مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب مطبوعہ نومبر ۱۹۰۰ء انوار احمدی پریس لاہور کے صفحات ۵ لغایت ۶ پر درج ہیں (المرتب)

---

(۲۲۸)

ضمیمہ اربعین نمبر ۲

اعلان

اس امر کا اظہار ضروری سمجھا گیا ہے کہ اربعین ۲ کے صفحہ ۲۰ پر جو تاریخ انعقاد مجمع قرار دی گئی ہے یعنی ۱۵؍اکتوبر ۱۹۰۰ء۔ وہ اس وقت تجویز کی گئی تھی جبکہ ہم نے ۷؍اگست ۱۹۰۰ء کو مضمون لکھ کر کاتب کے سپرد کر دیا تھا۔ لیکن اس اثنا میں پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے ساتھ اشتہارات جاری ہوئے اور رسالہ تحفہ گولڑویہ کے تیار کرنے کی وجہ سے

اربعین نمبر ۲ کا چھپنا ملتوی رہا۔ اس لئے میعاد مذکور ہماری رائے میں اب ناکافی ہے۔ لہٰذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بجائے ۱۵؍ اکتوبر کے ۲۵؍ دسمبر ۱۹۰۰ء قرار دی جائے تاکہ کسی صاحب کو گنجائش اعتراض نہ رہے اور مولوی صاحبان کو لازم ہوگا کہ تاریخ مقررہ کے تین ہفتہ پہلے اطلاع دیں کہ کہاں اور کس موقعہ پر جمع ہونا پسند کرتے ہیں۔ آیا لاہور میں یا امرتسر میں یا بٹالہ میں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جبتک کم از کم چالیس علماء فقراء نامی کی درخواست ہمارے پاس نہیں آئیگی تب تک ہم مقام مقررہ میں وقت مقررہ پر حاضر نہیں ہوں گے۔

الراقم مرزا غلام احمد از قادیان

۲۹؍ ستمبر ۱۹۰۰ء

(ضیاء الاسلام پریس قادیان)

---

(۲۲۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اشتہار واجب الاظہار

اپنی جماعت کیلئے اور گورنمنٹ عالیہ کی توجہ کیلئے

چونکہ اب مردم شماری کی تقریب پر سرکاری طور پر اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک فرقہ جو دوسرے فرقوں سے اپنے اصولوں کے لحاظ سے امتیاز رکھتا ہے علیحدہ خانہ میں اس کی

خانہ پُری کی جائے اور جس نام کو اس فرقہ نے اپنے لئے پسند اور تجویز کیا ہے وہی نام سرکاری کاغذات میں اس کا لکھا جائے۔ اس لئے ایسے وقت میں قرین مصلحت سمجھا گیا ہے کہ اپنے فرقہ کی نسبت ان دونوں باتوں کو گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں یاد دلایا جائے اور نیز اپنی جماعت کو ہدایت کی جائے کہ وہ مندرجہ ذیل تعلیم کے موافق استفسار کے وقت لکھوائیں۔ اور جو شخص بیعت کرنے کے لئے مستعد ہے گو ابھی بیعت نہیں کی اس کو بھی چاہیئے کہ اس ہدایت کے موافق اپنا نام لکھوائے اور پھر مجھے کسی وقت اپنی بیعت سے اطلاع دے دے۔

یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں یا دین کے بغض اور دشمنی کی وجہ سے کسی کو قتل کیا جائے یا کسی اور نوع کی ایذا دی جائے یا کسی انسانی ہمدردی کا حق بوجہ کسی اجنبیت مذہب کے ترک کیا جائے۔ یا کسی قسم کی بے رحمی اور تکبّر اور لاپرواہی دکھلائی جائے بلکہ جو شخص عام مسلمانوں میں سے ہماری جماعت میں داخل ہو جائے اس کا پہلا فرض یہی ہے کہ جیسا کہ وہ قرآن شریف کے سورہ فاتحہ میں پنجوقت اپنی نماز میں یہ اقرار کرتا ہے کہ خدا ربّ العالمین ہے اور خدا رحمان ہے اور خدا رحیم ہے اور خدا ٹھیک ٹھیک انصاف کرنے والا ہے، یہی چاروں صفتیں اپنے اندر بھی قائم کرے۔ ورنہ وہ اس دُعا میں کہ اسی سُورت میں پنجوقت اپنی نماز میں کہتا ہے کہ ایّاکَ نعبد یعنی اے ان چار صفتوں والے اللہ میں تیرا ہی پرستار ہوں اور تو ہی مجھے پسند آیا ہے۔ سراسر جھوٹا ہے کیونکہ خدا کی ربوبیت یعنے نوع انسان اور نیز غیر انسان کا مربّی بننا اور ادنیٰ سے

ادنیٰ جانور کو بھی اپنی مربیانہ سیرت سے بے بہرہ نہ رکھنا یہ ایک ایسا امر ہے کہ اگر ایک خدا کی عبادت کا دعویٰ کرنے والا خدا کی اس صفت کو محبّت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کو پسند کرتا ہے یہانتک کہ کمال محبت سے اس الٰہی سیرت کا پرستار بن جاتا ہے، تو ضروری ہوتا ہے کہ وہ آپ بھی اس صفت اور سیرت کو اپنے اندر حاصل کرلے تا اپنے محبّ کے رنگ میں آجائے۔ ایسا ہی خدا کی رحمانیت یعنی بغیر عوض کسی خدمت کے مخلوق پر رحم کرنا یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ سچّا عابد جس کو یہ دعوے ہے کہ مَیں خدا کے نقش قدم پر چلتا ہوں ضرور یہ خلق بھی اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ ایسا ہی خدا کی رحیمیت یعنے کسی کے نیک کام میں اس کام کی تکمیل کے لئے مدد کرنا۔ یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ سچّا عابد جو خدا کی صفات کا عاشق ہے اس صفت کو اپنے اندر حاصل کرتا ہے۔ ایسا ہی خدا کا انصاف جس نے ہر ایک حکم عدالت کے تقاضا دیا ہے نہ نفس کے جوش سے۔ یہ بھی ایک ایسی صفت ہے کہ سچّا عابد کہ جو تمام الٰہی صفات اپنے اندر لینا چاہتا ہے اس صفت کو چھوڑ نہیں سکتا اور راستباز کی خود بھاری نشانی یہی ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کے لئے ان چار صفتوں کو پسند کرتا ہے ایسا ہی اپنے نفس کے لئے بھی یہی پسند کرے۔ لہٰذا خدا نے سُورۃ فاتحہ میں یہی تعلیم کی تھی جس کو اس زمانہ کے مسلمان ترک کر بیٹھے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ دُنیا میں اکثر مسلمان باستثناء قدر قلیل کے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ علماء جو آزادی کے ملکوں میں رہ کر علانیہ جہاد کی تعلیم کرتے اور مسلمانوں کو اس کے لئے اُبھارتے ہیں اور ان کے نزدیک بڑا کام دینداری کا یہی ہے کہ نوعِ انسان کو مذہب کے لئے قتل کیا جائے۔ وہ اس بات کو سُنتے ہی نہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ لا اکراہ فی الدّین یعنی دین کو جبر سے شائع نہیں کرنا چاہیئے۔ (۲) دوسرا فرقہ مسلمانوں کا یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ خُفیہ طور پر تو اس پہلے فرقہ کے ہمرنگ ہیں مگر اسی گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے تقریراً یا تحریراً ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ ہم جہاد کے مخالف ہیں۔ اُن کے امتحان کا ایک سہل طریق

ہے مگر اس جگہ اس کے لکھنے کا موقع نہیں۔جس شخص کو خدا نے قوت کانشنس عطا کی ہے اور نور قلب بخشا ہے وہ ایسے لوگوں کو اس طرح پر پہچان لے گا کہ اُن کے عام تعلقات کس قسم کے لوگوں سے ہیں مگر اس جگہ ہمارا مدّعا صرف اپنا مشن بیان کرنا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ہم ایسے جہادوں کے سخت مخالف ہیں۔ہمارے اس الٰہی فرقہ کی مختصر طور پر لائف یہ ہے کہ خدا نے پہلی قوموں کو دُنیا سے اُٹھا کر دُنیا کو نیکی کا سبق دینے کے لئے ابراہیم کی نسل سے دو سلسلے شروع کئے۔ ایک سلسلہ موسٰی جس کو حضرت موسٰی علیہ السّلام سے شروع کر کے حضرت عیسٰی علیہ السّلام پر ختم کیا گیا۔ دوسرا سلسلہ مثیل موسٰے یعنی سلسلہ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم جو خدا کے اس وعدہ کے موافق ہے جو توریت استثناء باب۱۸ آیت ۱۸ میں کیا گیا تھا۔ یہ سلسلہ موسویہ کی ایک پوری نقل ہے جو مثیل موسٰی سے شروع ہو کر مثیل مسیح تک ختم ہوا۔ اور عجیب تر یہ کہ جو مدت خدا نے موسٰی سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک رکھی تھی یعنے چودہ سو برس۔ اسی مدت کی مانند اس سلسلہ کی مدت بھی رکھی گئی اور موسوی خلافت کا سلسلہ جس نبی پر ختم ہوا یعنی مسیح پر، نہ وہ بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوا کیونکہ اس کا کوئی اسرائیلی باپ نہ تھا اور نہ وہ موسٰے اور یشوعا کی طرح تلوار کے ساتھ ظاہر ہوا، اور نہ وہ ایسے ملک اور وقت میں جس میں اسرائیلی سلطنت ہوتی پیدا ہوا۔ بلکہ وہ رُومی سلطنت کے ایام میں ان اسرائیلی آبادیوں میں وعظ کرتا رہا جو پیلاطوس کے علاقہ میں تھیں۔ اب جبکہ پہلے مسیح نے نہ تلوار اُٹھائی اور نہ وہ بوجہ نہ ہونے باپ کے بنی اسرائیل میں سے تھا اور نہ اسرائیلی سلطنت کو اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اس لئے دوسرا مسیح جو انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ کے رُو سے پہلے مسیح کے رنگ اور طریق پر آنا چاہیئے تھا جیسا کہ یوحنا نبی ایلیا کے رنگ پر آیا تھا ضرور تھا کہ وہ بھی قریش میں سے نہ ہوتا جیسا کہ یسوع مسیح بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا۔ اور ضرور تھا کہ دوسرا مسیح اسلامی سلطنت کے اندر پیدا نہ ہوتا اور ایسی سلطنت

کے ماتحت مبعوث ہوتا جو رُومی سلطنت کے مشابہ ہوتی۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ جہانتک ہمیں علم ہے ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ سلطنت برطانیہ (خدا اس پر دین و دُنیا میں فضل کرے) رُومی سلطنت سے نہایت درجہ مشابہ ہے۔ اور ضرور تھا کہ دوسرا مسیح بھی تلوار کے ساتھ نہ آتا۔ اور اس کی بادشاہت صرف آسمان میں ہوتی سو ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا نے مجھے تلوار کے ساتھ نہیں بھیجا اور نہ مجھے جہاد کا حکم دیا۔ بلکہ مجھے خبر دی کہ تیرے ساتھ آشتی اور صلح پھیلے گی۔ ایک درندہ بکری کے ساتھ صلح کرے گا اور ایک سانپ بچّوں کے ساتھ کھیلے گا۔ یہ خدا کا ارادہ ہے گو لوگ تعجب کی راہ سے دیکھیں۔ غرض میں اس لئے ظاہر نہیں ہوا کہ جنگ و جدل کا میدان گرم کروں۔ بلکہ اس لئے ظاہر ہوا ہوں کہ پہلے مسیح کی طرح صلح اور آشتی کے دروازے کھول دوں۔ اگر صلحکاری کی بنیاد درمیان نہ ہو تو پھر ہمارا سارا سلسلہ فضول ہے اور اس پر ایمان لانا بھی فضول۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلا مسیح بھی اس وقت آیا تھا* جب یہود میں خانہ جنگیاں کثرت سے پھیل گئی تھیں اور ان کے گھر ظلم اور تعدّی سے بھر گئے تھے

---

* پہلے مسیح کو جو خدا بنایا گیا یہ کوئی صحیح اور واقعی امر نہیں تھا تا دوسرے مسیح میں اس کی مشابہت تلاش کی جائے۔ بلکہ انسانی غلطیوں میں سے یہ بھی ایک غلطی تھی۔ اور اصل فلاسفی اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کوئی نبی نبیوں میں سے خدا کا پیارا نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی ولی ولیوں میں سے اس کا محبوب ٹھہر سکتا ہے جب تک کہ ایک مرتبہ موت کا خوف یا موت کے مشابہ اس پر ایک واقعہ وارد نہ ہولے اور اسی پر سُنّت اللہ قدیم سے جاری ہے۔ جب ابراہیم آگ میں ڈالا گیا تو کیا یہ نظارہ صلیب کے واقعہ سے کچھ کم تھا۔ اور جب اس کو حکم ہوا تو اپنے پیارے فرزند کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر۔ تو کیا واقعہ ابراہیم کے لئے اور اس کے اس فرزند کے لئے جس پر چھری چلائی گئی سُولی کی دہشت سے کچھ کم درجہ پر تھا۔ اور یعقوب کے خوف کا وہ نظارہ جبکہ اس کو سُنایا گیا کہ تیرا پیارا فرزند یوسف بھیڑیئے کا لقمہ ہو گیا اور اس کے آگے یوسف کا مصنوعی

اور سخت دلی اُن کی عادت ہو گئی تھی اور سرحدی افغانوں کی طرح وہ لوگ بھی دوسروں کو قتل کر کے بڑا ثواب سمجھتے تھے۔ گویا بہشت کی کُنجی بے گناہ انسانوں کو قتل کرنا تھا۔ تب خدا نے حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد اپنا مسیح اُن میں بھیجا جو لڑائیوں کا سخت مخالف تھا۔ وہ درحقیقت صلح کا شہزادہ تھا اور صلح کا پیغام لایا۔ لیکن بد قسمت یہودیوں نے اس کا قدر نہ کیا۔ اس لئے خدا کے غضب نے عیسیٰ مسیح کو اسرائیلی نبوت کے لئے آخری اینٹ کر دیا اور اس کو بے باپ پیدا کر کے سمجھا دیا کہ اب نبوت اسرائیل میں سے گئی۔ تب خداوند نے یہودیوں کو نالائق پا کر ابراہیم کے دوسرے فرزند کی طرف رُخ کیا۔ یعنی اسمٰعیل کی اولاد میں سے پیغمبر آخر الزمان پیدا کیا۔ یہی مثیلِ موسیٰ تھا جس کا نام محمدؐ ہے۔ اس نام کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ خدا جانتا تھا کہ بہت سے نافہم مذمت کرنے والے پیدا ہوں گے اس لئے اس کا نام محمدؐ رکھ دیا جبکہ آنحضرت شکم آمنہ عفیفہ میں تھے۔ تب فرشتہ نے آمنہ پر ظاہر ہو کر کہا تھا کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے جو عظیم الشان نبی ہوگا۔ اس کا نام محمد رکھنا۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کی طرح اپنے قوم کے راست بازوں کو درندوں اور خونیوں سے نجات دی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۰) طور پر خون آلودہ کُرتہ ڈال دیا گیا اور پھر مدت دراز تک یعقوب کو ایک مسلسل غم میں ڈالا گیا۔ کیا یہ نظارہ بھی کچھ کم تھا۔ اور جب یوسف کو مشکیں باندھ کر کوئیں میں پھینک دیا گیا تو کیا یہ دردناک نظارہ اس نظارہ سے کچھ کم تھا جب مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور پھر کیا نبی آخر الزمان کی مصیبت کا وہ نظارہ کہ جب غار ثور کا ننگی تلواروں کے ساتھ محاصرہ کیا گیا کہ اسی غار میں وہ شخص ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کو پکڑو اور قتل کرو۔ تو کیا یہ نظارہ اپنی رُعبناک کیفیت میں صلیبی نظارہ سے کچھ کم تھا۔ اور کیا ابھی اسی زمانہ کا یہ نظارہ کہ جب ڈاکٹر مارٹن کلارک نے مثیل مسیح پر جو یہی عاجز ہے، اقدام قتل کا ایک جھوٹا دعویٰ کیا اور تینوں قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں سے سربرآوردہ علماء کوشش کرتے تھے کہ یہ سزا پاوے

اور موسیٰ کی طرح ان کو مکہ سے مدینہ کی طرف کھینچ لایا۔ اور ابوجہل کو جو اس امت کا فرعون تھا بدر کے میدان جنگ میں ہلاک کیا اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے توریت باب ۱۸ آیت ۱۸ کے وعدہ کے موافق موسیٰ کی طرح ایک نئی شریعت ان لوگوں کو عطا کی جو کئی سَو برس سے جاہل اور وحشی چلے آتے تھے اور جیسے بنی اسرائیل چار سو برس تک فرعون کی غلامی میں رہ کر وحشیوں کی طرح ہو گئے تھے یہ لوگ بھی عرب کے جنگلوں میں وہ کر اُن سے کم نہ تھے بلکہ وحشیانہ حالت میں بہت بڑھ گئے تھے یہاں تک کہ حلال حرام میں بھی کچھ فرق نہیں کر سکتے تھے۔ پس ان لوگوں کے لئے قرآن شریف بالکل ایک نئی شریعت تھی اور اسی شریعت کے موافق تھی جو کوہ سینا پر بنی اسرائیل کو ملی تھی۔ تیسری مماثلت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ سے یہ تھی کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے فرعون کو ہلاک کر کے اپنی قوم کو سلطنت عطا کی تھی۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی مثیل فرعون یعنے ابوجہل کو جو والئ مکہ سمجھا جاتا تھا اور عرب کے نواح کا فرمان روا تھا ہلاک کر کے اپنی قوم کو سلطنت عطا کی اور جیسا کہ موسیٰ نے کسی پہلے نبی سے اصطباغ نہیں پایا خود خدا نے اس کو سکھلایا، ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُستاد بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۱) تو کیا یہ نظارہ مسیح کے صلیبی نظارہ سے کچھ مشابہت نہیں رکھتا تھا پس سچ بات یہ ہے کہ ہر ایک جو خدا کے پیارہ کا دعویٰ کرتا ہے ایک وقت میں ایک حالت موت کے مشابہ ضرور اس پر آجاتی ہے۔ سو اسی سنّت اللہ کے موافق مسیح پر بھی وہ حالت آگئی مگر جتنی نظیریں ہم نے پیش کی ہیں وہ گواہی دے رہی ہیں کہ ان تمام نبیوں میں سے ایسے امتحان کے وقت کوئی بھی نبی ہلاک نہیں ہوا۔ آخر قریب موت پہنچ کر جبکہ ان کے روحوں سے ایلی ایلی لما سبقتانی کا نعرہ نکلا تب یک مرتبہ خدا کے فضل نے اُن کو بچا لیا۔ پس جس طرح ابراہیم آگ سے اور یوسف کوئیں سے اور ابراہیم کا ایک پیارا بیٹا ذبح سے اور اسمٰعیل پیاس کی موت سے بچ گیا اسی طرح مسیح بھی صلیب سے بچ گیا۔ وہ موت کا حملہ ہلاک کرنے کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ ایک نشان دکھلانے کے لئے تھا۔

منہ

خدا تھا۔ کسی نبی کی مریدی اختیار نہیں کی۔

غرض ان چار باتوں میں محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السّلام میں مماثلت تھی۔ اور مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ کا سلسلہ ایک ایسے نبی پر ختم ہوا جو چودہ سو برس کے ختم ہونے پر آیا اور باپ کے رُو سے بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا اور نہ جہاد کے ساتھ ظاہر ہوا تھا اور نہ اسرائیلی سلطنت کے اندر پیدا ہوا یہی تمام باتیں خدا نے محمدی مسیح کے لئے پیدا کیں۔ چودھویں صدی کے سر پر مجھے مامور کرنا اسی حکمت کے لئے تھا کہ تا اسرائیلی مسیح اور محمدی مسیح اس فاصلہ کے رُو سے جو اُن میں اور اُن کے مورث اعلیٰ میں ہے باہم مشابہ ہوں۔ اور مجھے خدا نے قریش میں سے بھی پیدا نہیں کیا۔ تا پہلے مسیح سے یہ مشابہت بھی حاصل ہو جائے کیونکہ وہ بھی بنی اسرائیل میں سے نہیں اور مَیں تلوار کے ساتھ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ اور میری بادشاہت آسمانی ہے۔ اور یہ بھی اس لئے ہوا کہ تا وہ مشابہت قائم رہے۔ اور مَیں انگریزی سلطنت کے ماتحت مبعوث کیا گیا۔ اور یہ سلطنت رُومی سلطنت کے مشابہ ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس سلطنت کے میرے ساتھ شاہانہ اخلاق رُومی سلطنت سے بہتر ظاہر ہوں گے۔ اور میری تعلیم وہی ہے جو مَیں اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں ملک میں شایع کر چکا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اُسی خدا کو مانو جس کے وجود پر توریت، انجیل اور قرآن تینوں متفق ہیں۔ کوئی ایسا خدا اپنی طرف سے مت بناؤ جس کا وجود ان تینوں کتابوں کی متفق علیہ شہادت سے ثابت نہیں ہوتا۔ وہ بات مانو جس پر عقل اور کانشنس کی گواہی ہے۔ اور خدا کی کتابیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں۔ خدا کو ایسے طور سے نہ مانو جس سے خدا کی کتابوں میں پھُوٹ پڑ جائے۔ زنا نہ کرو۔ جھُوٹ نہ بولو اور بدنظری نہ کرو۔ اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کی راہوں سے بچو اور نفسانی جوشوں کے مغلوب مت ہو۔ پنجوقت نماز ادا کرو کہ انسانی فطرت پر پنج طور پر ہی انقلاب آتے ہیں۔ اور اپنے نبی کریم کے شکر گزار

رہو اور اس پر درود بھیجو کیونکہ وہی ہے کہ جس نے تاریکی کے زمانہ کے بعد نئے سرے خدا شناسی کی راہ سکھلائی۔

(۴) عام خلق اللہ کی ہمدردی کرو اور اپنے نفسانی جوشوں سے کسی کو مسلمان ہو یا غیر مسلمان تکلیف مت دو۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

(۵) بہرحال رنج و راحت میں خدا تعالیٰ کے وفادار بندے بنے رہو۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے مُنہ نہ پھیرو بلکہ آگے قدم بڑھاؤ

(۶) اپنے رسُول کی متابعت کرو اور قرآن کی حکومت اپنے سر پر لے لو کہ وہ خدا کا کلام اور تمہارا سچّا شفیع ہے۔

(۷) اسلام کی ہمدردی اپنی تمام قوتوں سے کرو۔ اور زمین پر خدا کے جلال اور توحید کو پھیلاؤ۔

(۸) مجھ سے اس غرض سے بیعت کرو کہ تا تمہیں مجھ سے رُوحانی تعلق پیدا ہو۔ اور میرے درخت وجود کی ایک شاخ بن جاؤ اور بیعت کے عہد پر موت کے وقت تک قائم رہو۔

یہ وہ میرے سلسلہ کے اصول ہیں جو اس سلسلہ کے لئے امتیازی نشان کی طرح ہیں۔ جس انسانی ہمدردی اور ترک ایذاء بنی نوع اور ترک مخالفت حکّام کی یہ سلسلہ بنیاد ڈالتا ہے۔ دوسرے مسلمانوں میں اس کا وجود نہیں۔ ان کے اصول اپنی بیشمار غلطیوں کی وجہ سے اور طرز کے ہیں جن کی تفصیل کی حاجت نہیں اور نہ یہ ان کا موقع ہے۔

اور وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** ہے۔ اور جائز ہے کہ اس کو **احمدی مذہب کے مسلمان** کے نام سے بھی پکاریں۔ یہی نام ہے جس کے

لئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی **مسلمان فرقہ احمدیہ**۔ جہاں تک میرے علم میں ہے مَیں یقین رکھتا ہوں کہ آجتک تیس ہزار کے قریب متفرق مقامات پنجاب اور ہندوستان کے لوگ اس فرقہ میں داخل ہو چکے ہیں اور جو لوگ ہر ایک قسم کے بدعات اور شرک سے بیزار ہیں اور دل میں یہ فیصلہ بھی کر لیتے ہیں کہ ہم اپنی گورنمنٹ سے منافقانہ زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے اور صلحکاری اور بُردباری کی فطرت رکھتے ہیں ، وہ لوگ بکثرت اس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور عموماً عقلمندوں کی اس طرف ایک تیز حرکت ہو رہی ہے اور یہ لوگ محض عوام میں سے نہیں ہیں بلکہ بعض بڑے بڑے معزز خاندانوں میں سے ہیں۔ اور ہر ایک قسم کے تاجر اور ملازمت پیشہ اور تعلیم یافتہ اور علماء اسلام اور رؤساء اس فرقہ میں داخل ہیں۔ گو بہت کچھ عام مسلمانوں کی طرف سے یہ فرقہ ایذا بھی پا رہا ہے۔ لیکن چونکہ اہل عقل دیکھتے ہیں کہ خدا سے پُوری صفائی اور اس کی مخلوق سے پوری ہمدردی اور حکام کی اطاعت میں پوری طیاری کی تعلیم اسی فرقہ میں دی جاتی ہے اس لئے وہ لوگ طبعًا اس فرقہ کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہ خدا کا فضل ہے کہ بہت کچھ مخالفوں کی طرف سے کوششیں بھی ہوئیں کہ اس فرقہ کو کسی طرح نابود کر دیں مگر وہ سب کوششیں ضائع گئیں۔ کیونکہ جو کام خدا کے ہاتھ سے اور آسمان سے ہو انسان اس کو ضائع نہیں کر سکتا۔ اور اس فرقہ کا نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمّد صلے اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے

ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکّہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنے جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سُنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دُنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔

سو اے دوستو آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے یہ فرقہ بشارت دیتا ہے۔ نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اس کے ظہور کے لئے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے خدا اس نام میں برکت ڈالے۔ خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں۔ تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلّی ان کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا ان کا ہو جائے۔ اے قادر و کریم تو ایسا ہی کر۔ آمین

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

مرزا غلام احمد از قادیان ۔ ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

تعداد ۲۸۰۰

(یہ اشتہار بڑے سائز کے ۴ صفحہ پر ہے)

(۲۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مَیں نے مخالف مولویوں اور سجادہ نشینوں کی ہر روز کی تکذیب اور زبان درازیاں دیکھ کر اور بہت سی گالیاں سُن کر اُن کی اس درخواست کے بعد کہ ہمیں کوئی نشان دکھلایا جائے ایک اشتہار[1] شایع کیا تھا جس میں ان لوگوں میں سے مخاطب خاص پیر مہر علیشاہ صاحب تھے۔ اس اشتہار کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ ابتک مباحثات مذہبی بہت ہو چکے جن سے مخالف مولویوں نے کچھ بھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اور چونکہ وہ ہمیشہ آسمانی نشانوں کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ کسی وقت ان سے فائدہ اُٹھالیں۔ اس بنا پر یہ امر پیش کیا گیا تھا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب جو علاوہ کمالات پیری کے علمی توغل کا بھی دم مارتے ہیں اور اپنے علم کے بھروسہ پر جوش میں آکر انہوں نے میری نسبت فتویٰ تکفیر کو تازہ کیا اور عوام کو بھڑکانے کے لئے میری تکذیب کے متعلق ایک کتاب لکھی اور اس میں اپنے مایہ علمی پر فخر کر کے میری نسبت یہ زور لگایا کہ یہ شخص علم حدیث اور قرآن سے بے خبر ہے۔ اور اس طرح سرحدی لوگوں کو میری نسبت مخالفانہ جوش دلایا اور علم قرآن کا دعویٰ کیا۔ اگر یہ دعویٰ ان کا سچا ہے

[1] یہ اشتہار زیر نمبر ۲۲۴ جلد ہذا کے صفحہ ۴۲۵ پر درج ہے (المرتب)

کہ ان کو علم کتاب اللہ میں بصیرت تام عنایت کی گئی ہے تو پھر کسی کو ان کی پیروی سے انکار نہیں چاہیئے۔ اور علم قرآن سے بلاشبہ باخدا اور راست باز ہونا بھی ثابت ہے۔ کیونکہ بموجب آیت لایمسّہ الا المطہرون صرف پاک باطن لوگوں کو ہی کتاب عزیز کا علم دیا جاتا ہے۔ لیکن صرف دعویٰ قابل تسلیم نہیں بلکہ ہر ایک چیز کا قدر امتحان سے ہو سکتا ہے۔ اور امتحان کا ذریعہ مقابلہ ہے کیونکہ روشنی ظلمت سے ہی شناخت کی جاتی ہے۔ اور چونکہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس الہام سے مشرف فرمایا ہے کہ الرحمٰن علم القرآن کہ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا۔ اس لئے میرے لئے صدق یا کذب کے پرکھنے کے لئے یہ نشان کافی ہوگا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب میرے مقابل پر کسی سورۃ قرآن شریف کی عربی فصیح بلیغ میں تفسیر لکھیں۔ اگر وہ فائق اور غالب رہے تو پھر ان کی بزرگی ماننے میں مجھ کو کچھ کلام نہیں ہوگا۔ پس میں نے اس امر کو قرار دے کر ان کی دعوت میں اشتہار شایع کیا جس میں سراسر نیک نیتی سے کام لیا گیا تھا لیکن اس کے جواب میں جس چال کو انہوں نے اختیار کیا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ اُن کو قرآن شریف سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور نہ علم میں کچھ دخل ہے یعنی انہوں نے صاف گریز کی راہ اختیار کی۔ اور جیسا کہ عام چالبازوں کا دستور ہوتا ہے۔ یہ اشتہار شایع کیا کہ اوّل مجھ سے حدیث اور قرآن سے اپنے عقائد میں فیصلہ کر لیں۔ پھر اگر مولوی محمد حسین اور ان کے دوسرے دو رفیق کہہ دیں کہ مہر علی شاہ کے عقائد صحیح ہیں تو بلا توقف اسی وقت میری بیعت کر لیں۔ پھر بیعت کے بعد عربی تفسیر لکھنے کی بھی اجازت دی جائے گی۔ مجھے اس جواب کو پڑھ کر بلا اختیار ان کی حالت پر رونا آیا اور ان کی حق طلبی کی نسبت جو امیدیں تھیں۔ سب خاک میں مل گئیں۔

اب اس اشتہار لکھنے کا یہ موجب نہیں ہے کہ ہمیں ان کی ذات پر کچھ امید

باقی ہے بلکہ یہ موجب ہے کہ باوصف اس کے کہ اس معاملہ کو دو مہینے سے زیادہ عرصہ گذر گیا مگر اب تک ان کے متعلقین سب وشتم سے باز نہیں آتے* اور ہفتہ میں کوئی نہ کوئی ایسا اشتہار پہنچ جاتا ہے جس میں پیر مہر علی شاہ کو آسمان پر چڑھایا ہوا ہوتا ہے اور میری نسبت گالیوں سے کاغذ بھرا ہوا ہوتا ہے اور عوام کو دھوکہ پر دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور میری نسبت کہتے ہیں کہ دیکھو اس شخص نے کس قدر ظلم کیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب جیسے مقدس انسان بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے صعوبت سفر اُٹھا کر لاہور میں پہنچے مگر

---

* منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ نے بھی اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں پیر صاحب کی جھوٹی فتح کا ذکر کرکے بہت جا بجا کہا ہے۔ بات تو تب ہے کہ کوئی انسان حیا اور انصاف کی پابندی کرکے کوئی امر ثابت بھی کرے۔ ظاہر ہے کہ اگر منشی صاحب کے نزدیک پیر مہر علی شاہ صاحب علم قرآن اور زبان عربی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں جیسا کہ وہ دعویٰ کر بیٹھے ہیں۔ تو اب چار جز عربی تفسیر سورۃ فاتحہ کی ایک لمبی مہلت ستّر دن میں اپنے گھر میں ہی بیٹھ کر اور دوسروں کی مدد بھی لے کر میرے مقابل پر لکھنا ان کے لئے کیا مشکل بات ہے۔ ان کی حمایت کرنے والے اگر ایمان سے حمایت کرتے ہیں تو اب تو اُن پر زور دیں ورنہ ہماری یہ دعوت آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک چمکتا ہوا ثبوت ہماری طرف سے ہوگا کہ اس قدر ہم نے اس مقابلہ کے لئے کوشش کی۔ پانسو روپیہ انعام دینا بھی کیا۔ لیکن پیر صاحب اور ان کے حامیوں نے اس طرف رُخ نہ کیا۔ ظاہر ہے کہ اگر بالفرض کوئی کشتی دو پہلوانوں کی مشتبہ ہو جائے تو دوسری دفعہ کشتی کرائی جاتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک فریق تو اس دوبارہ کشتی کے لئے کھڑا ہے تا احمق انسانوں کا شبہ دُور ہو جائے اور دوسرا شخص بیٹھتا ہے اور میدان میں اس کے مقابل پر کھڑا نہیں ہوتا اور بیہودہ عذر پیش کرتا ہے۔ ناظرین برائے خدا ذرا سوچو کہ کیا یہ عذر بدنیتی سے خالی ہے کہ پہلے مجھ سے منقولی بحث کرو۔ پھر اپنے تین دشمنوں کی مخالفانہ گواہی پر میری بیعت بھی کر لو اور اس بات کی پروا نہ کرو کہ تمہارا خدا سے وعدہ ہے کہ ایسی بحثیں ہم کبھی نہ کروں گا۔ پھر بیعت کرنے کے بعد بالمقابل تفسیر لکھنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ یہ پیر صاحب کا جواب ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شرط دعوت منظور کر لی تھی۔ منہ

یہ شخص اس بات پر اطلاع پاکر کہ درحقیقت وہ بزرگ نابغہ زمان اور سحبان دوران اور علم معارف قرآن میں لاثانی روزگار ہیں اپنے گھر کے کسی کوٹھہ میں چھپ گیا ورنہ حضرت پیر صاحب کی طرف سے معارف قرآنی کے بیان کرنے اور زبان عربی کی بلاغت فصاحت دکھلانے میں بڑا نشان ظاہر ہوتا۔ لہذا آج میرے دل میں ایک تجویز خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی۔ جس کو میں اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہوں اور یقین ہے کہ پیر مہر علی صاحب کی حقیقت اس سے کھل جائے گی کیونکہ تمام دُنیا اندھی نہیں ہے۔ انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو کچھ انصاف رکھتے ہیں۔ اور وہ تدبیر یہ ہے کہ آج میں ان متواتر اشتہارات کا جو پیر مہر علی شاہ صاحب کی تائید میں نکل رہے ہیں، یہ جواب دیتا ہوں کہ اگر درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب علم معارف قرآن اور زبان عربی کی ادب اور فصاحت بلاغت میں یگانہ روزگار ہیں تو یقین ہے کہ اب تک وہ طاقتیں ان میں موجود ہوں گی۔ کیونکہ لاہور آنے پر ابھی کچھ بہت زمانہ نہیں گذرا۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ میں اسی جگہ بجائے خود سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقایق سورہ ممدوحہ کے بھی بیان کروں اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور خونی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں اور جس طرح چاہیں سُورۃ فاتحہ سے استنباط کرکے میرے مخالف عربی فصیح بلیغ میں براہین قاطعہ اور معارف ساطعہ تحریر فرماویں۔

یہ دونوں کتابیں دسمبر ۱۹۰۰ء کی پندرہ تاریخ سے ستر دن تک چھپ کر شائع ہو جانی چاہیئے* تب اہل علم لوگ خود مقابلہ اور موازنہ کرلیں گے۔ اور اگر اہل علم میں سے تین کس جو ادیب اور اہل زبان ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں قسم کھا کر کہہ دیں کہ پیر صاحب کی کتاب کیا بلاغت اور فصاحت کے رُو سے اور کیا معارف قرآنی کے رُو سے فائق ہے تو میں عہد صحیح شرعی

* یعنی ۱۵ر دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء سے ۲۵ر فروری سنہ ۱۹۰۱ء تک میعاد تفسیر لکھنے کی ہے اور چھپائی کے دن بھی اسی میں ہیں۔ ستر دن میں دونوں فریق کی کتابیں شائع ہو جانی چاہئیں۔ منہ

کرتا ہوں کہ **پانسو روپیہ** نقد بلا توقف پیر صاحب کی نذر کروں گا۔ اور اس صورت میں اس کوفت کا بھی تدارک ہو جائے گا جو پیر صاحب سے تعلق رکھنے والے ہر روز بیان کرکے روتے ہیں جو ناحق پیر صاحب کو لاہور آنے کی تکلیف دی گئی۔ اور یہ تجویز پیر صاحب کے لئے بھی سراسر بہتر ہے۔ کیونکہ پیر صاحب کو شاید معلوم ہو یا نہ ہو کہ عقلمند لوگ ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ پیر صاحب کو علم قرآن میں کچھ دخل ہے یا وہ عربی فصیح بلیغ کی ایک سطر بھی لکھ سکتے ہیں۔ بلکہ ہمیں اُن کے خاص دوستوں سے یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بہت خیر ہوئی کہ پیر صاحب کو بالمقابل تفسیر عربی لکھنے کا اتفاق پیش نہیں آیا۔ ورنہ اُن کے تمام دوست اُن کے طفیل سے شماتت الوجوہ سے ضرور حصہ لیتے۔ سو اس میں کچھ شک نہیں کہ اُن کے بعض دوست جن کے دلوں میں یہ خیالات ہیں جب پیر صاحب کی عربی تفسیر مزیّن بہ بلاغت و فصاحت دیکھ لیں گے تو اُن کے پوشیدہ شبہات جو پیر صاحب کی نسبت رکھتے ہیں جاتے رہیں گے اور یہ امر موجب رجوع خلائق ہوگا جو اس زمانہ کے ایسے پیر صاحبوں کا عین مدعا ہوا کرتا ہے۔ اور اگر پیر صاحب مغلوب ہوئے تو تسلی رکھیں کہ ہم اُن سے کچھ نہیں مانگتے اور نہ اُن کو بیعت کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ صرف ہمیں یہ منظور ہے کہ پیر صاحب کے پوشیدہ جوہر اور قرآن دانی کے کمالات جس کے بھروسہ پر انہوں نے میری ردّ میں کتاب تالیف کی لوگوں پر ظاہر ہو جائیں اور شاید زلیخا کی طرح اُن کے مُنہ سے بھی الآن حصحص الحق نکل آئے۔ اور ان کے نادان دوست اخبار نویسوں کو بھی پتہ لگے کہ پیر صاحب کس سرمایہ کے آدمی ہیں۔ مگر پیر صاحب دلگیر نہ ہوں ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسین بھیّن وغیرہ کو بُلا لیں بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں فریقین کی تفسیر چار جزو سے کم نہیں ہونی چاہیئے اور اگر میعاد مجوزہ تک یعنے ۱۵؍ دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵؍ فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستّر دن ہیں۔ فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے

کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر

مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۰۰ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحہ پر ہے)

---

(۲۳۱)

شتاب کار نکتہ چینوں کیلئے مختصر تحریر

اور براہین احمدیہ کا ذکر

چونکہ یہ بھی سنت اللہ ہے کہ ہر ایک شخص جو خدا کی طرف سے آتا ہے بہت سے کوتہ اندیش ناخدا ترس اس کی ذاتیات میں دخل دے کر طرح طرح کی نکتہ چینیاں کیا کرتے ہیں۔ کبھی اس کو کاذب ٹھہراتے ہیں۔ کبھی اس کو عہد شکن قرار دیتے ہیں اور کبھی اس کو لوگوں کے حقوق تلف کرنے والا اور مال خور اور بددیانت اور خائن قرار دیتے ہیں۔ کبھی اس کا نام شہوت پرست رکھتے ہیں اور کبھی اس کو عیاش اور خوش پوش اور خوش خور سے موسوم کرتے ہیں اور کبھی جاہل کرکے پکارتے ہیں*

* افسوس کہ علمی نشان کے مقابلہ میں نادان لوگوں نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی نسبت ناحق جھوٹی فتح کا نقارہ بجا دیا اور مجھے گندی گالیاں دیں اور مجھے اس کے مقابلہ پر جاہل اور نادان قرار دیا۔ گویا میں اس نابغہ وقت اور

اور کبھی اس کو ان صفت سے شہرت دیتے ہیں کہ وہ ایک خود پرست متکبر بدخلق ہے۔ لوگوں کو گالیاں دینے والا اور اپنے مخالفین کو سبّ و شتم کرنے والا بخیل زر پرست کذّاب دجّال بے ایمان خونی ہے۔ یہ سب خطاب ان لوگوں کی طرف سے خدا کے نبیوں اور ماموروں کو ملتے ہیں جو سیاہ باطن اور دل کے اندھے ہوتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی یہی اعتراض اکثر خبیث فطرت لوگوں کے ہیں کہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو رغبت دی کہ تا وہ مصریوں کے سونے چاندی کے برتن اور زیور اور قیمتی کپڑے عاریتاً مانگیں اور محض دروغگوئی کی راہ سے کہیں کہ ہم عبادت کے لئے جاتے ہیں۔ چند روز تک یہ تمہاری چیزیں واپس لاکر دے دیں گے اور دل میں دغا تھا۔ آخر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سحبان زمان کے رعب کے نیچے آکر ڈر گیا ورنہ وہ حضرت تو سچے دل سے بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہوگئے تھے اور اسی نیت سے لاہور تشریف لائے تھے پر مَیں آپ کی جلالت شان اور علمی شوکت کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ اے آسمان جھوٹوں پر لعنت کر۔ آمین۔ پیارے ناظرین۔ کاذب کے رُسوا کرنے کے لئے اس وقت جو ۷؍ دسمبر ۱۹۰۰ء روز جمعہ ہے۔ خدا نے میرے دل میں ایک بات ڈالی ہے اور مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا جہنّم جھوٹوں کے لئے بھڑک رہا ہے کہ مَیں نے سخت تکذیب کو دیکھ کر خود اس فوق العادت مقابلہ کیلئے درخواست کی تھی۔ اور اگر پیر مہر علی شاہ صاحب مباحثہ منقولی اور اس کے ساتھ بیعت کی شرط پیش نہ کرتے جس سے میرا مدعا بکلّی کالعدم ہو گیا تھا تو اگر لاہور اور قادیان میں برف کے پہاڑ بھی ہوتے اور جاڑے کے دن ہوتے تو مَیں تب بھی لاہور پہنچتا اور ان کو دکھلاتا کہ آسمانی نشان اس کو کہتے ہیں۔ مگر انہوں نے مباحثہ منقولی اور پھر بیعت کی شرط لگا کر اپنی جان بچائی اور اس گندے مکر کے پیش کرنے سے اپنی عزت کی پروا نہ کی۔ لیکن اگر پیر جی صاحب حقیقت میں فصیح عربی تفسیر پر قادر ہیں اور کوئی فریب انہوں نے نہیں کیا تو اب بھی وہی قدرت ان میں ضرور موجود ہوگی۔ لہٰذا مَیں اُن کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اس میری درخواست کو اس رنگ پر پورا کریں کہ میرے دعاوی کی تکذیب کے متعلق فصیح بلیغ عربی میں سورہ فاتحہ کی ایک تفسیر لکھیں جو چار جُز سے کم نہ ہو۔ اور مَیں اسی سورۃ کی تفسیر بفضل اللہ و قوتہٖ اپنے دعویٰ کے اثبات سے متعلق فصیح بلیغ عربی میں لکھوں گا۔ انہیں اجازت ہے کہ

عہد شکنی کی اور جھوٹ بولا اور بیگانہ مال اپنے قبضہ میں لا کر کنعان کی طرف بھاگ گئے۔ اور درحقیقت یہ تمام اعتراضات ایسے ہیں کہ اگر معقولی طور پر اُن کا جواب دیا جائے تو بہت سے احمق اور پست فطرت ان جوابات سے تسلی نہیں پا سکتے۔ اس لئے خدا تعالےٰ کی عادت ایسے نکتہ چینوں کے جواب میں یہی ہے کہ جو لوگ اس کی طرف سے آتے ہیں ایک عجیب طور پر اُن کی تائید کرتا ہے اور متواتر آسمانی نشان دکھلاتا ہے یہانتک کہ دانشمند لوگوں کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اگر یہ شخص مفتری اور آلودہ دامن ہوتا تو اس قدر اس کی تائید کیوں ہوتی۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا ایک مفتری سے ایسا پیار کرے جیساکہ وہ اپنے صادق دوستوں سے کرتا رہا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالےٰ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وہ اس تفسیر میں تمام دُنیا کے علماء سے مدد لیں۔ عرب کے بلغاء فصحاء بُلا لیں۔ لاہور اور دیگر بلاد کے عربی دان پروفیسروں کو بھی مدد کے لئے طلب کر لیں۔ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۰۰ء سے ستر دن تک اس کام کے لئے ہم دونوں کو مہلت ہے۔ ایک دن بھی زیادہ نہیں ہوگا۔ اگر بالمقابل تفسیر لکھنے کے بعد عرب کے تین نامی ادیب اُن کی تفسیر کو جامع لوازم بلاغت و فصاحت قرار دیں اور معارف سے پُر خیال کریں تو میں پانسو روپیہ نقد ان کو دوں گا اور اپنی تمام کتابیں جلا دوں گا اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ اور اگر قضیہ برعکس نکلا یا اس مدت تک یعنی ستر روز تک وہ کچھ بھی لکھ نہ سکے تو مجھے ایسے لوگوں سے بیعت لینے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ روپیہ کی خواہش۔ صرف یہی دکھلاؤں گا کہ کیسے انہوں نے پیر کہلا کر قابل شرم جھوٹ بولا اور کیسے سراسر ظلم اور سفلہ پن اور خیانت سے بعض اخبار والوں نے ان کی اپنی اخباروں میں حمایت کی ہمیں اس کام کو انشاء اللہ تحفہ گولڑویہ کی تکمیل کے بعد شروع کر دوں گا۔ اور جو شخص ہم میں سے صادق ہے وہ ہرگز شرمندہ نہیں ہوگا۔ اب وقت ہے کہ اخبار والے جنہوں نے بغیر دیکھے بھالے کے اُن کی حمایت کی تھی اُن کو اس کام کیلئے اُٹھاویں۔ ستر دن میں یہ بات داخل ہے کہ فریقین کی کتابیں چھپ کر شائع ہو جائیں۔ منہ ؞

تَاَخَّرَ یعنی ہم نے ایک فتح عظیم جو ہماری طرف سے ایک عظیم الشان نشان ہے تجھ کو عطا کی ہے تا ہم وہ تمام گناہ جو تیری طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان پر اس فتح نمایاں کی نورانی چادر ڈال کر نکتہ چینوں کا خطا کار ہونا ثابت کریں۔ غرض قدیم سے اور جب سے کہ سلسلۂ انبیاء علیہم السلام شروع ہوا ہے سُنّت اللہ یہی ہے کہ وہ ہزاروں نکتہ چینیوں کا ایک ہی جواب دے دیتا ہے یعنی تائیدی نشانوں سے مقرب ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ تب جیسے نور کے نکلنے اور آفتاب کے طلوع ہونے سے یکلخت تاریکی دُور ہو جاتی ہے ایسا ہی تمام اعتراضات پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ سو مَیں دیکھتا ہوں کہ میری طرف سے بھی خدا یہی جواب دے رہا ہے۔ اگر مَیں سچ مچ مفتری اور بدکار اور خائن اور دروغگو تھا تو پھر میرے مقابلہ سے ان لوگوں کی جان کیوں نکلتی ہے۔ بات سہل تھی۔* کسی آسمانی نشان کے ذریعہ سے میرا اور اپنا فیصلہ خدا پر ڈال دیتے اور پھر

---

* مَیں اس مقام تک پہنچا تھا کہ منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ کی کتاب عصائے موسیٰ مجھ کو ملی جس میں میری ذاتیات کی نسبت محض سوءظن سے اور خدا کی بعض سچی اور پاک پیشگوئیوں پر سراسر شتابکاری سے حملے کئے گئے ہیں۔ وہ کتاب جب مَیں نے ہاتھ سے چھوڑی تو تھوڑی دیر کے بعد منشی الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہوا۔ یریدون ان یروا طمثك واللّٰہ یرید ان یریك انعامه - الانعامات المتواترة - انت منی بمنزلة اولادی - واللّٰہ ولیك وربّك - قلنا یا نار کونی بردًا - انّ اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین هم یحسنون الحسنیٰ - ترجمہ - یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ اپنی متواتر نعمتیں جو تیرے پر ہیں دکھلاوے۔ اور خون حیض سے تجھے کیونکر مشابہت ہو اور وہ کہاں تجھ میں باقی ہے۔ پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنا دیا اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا۔ اس لئے تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے۔ یعنی گو بچوں کا گوشت پوست خون حیض سے ہی پیدا ہوتا ہے مگر وہ خون حیض کی طرح ناپاک نہیں کہلا سکتے۔ اسی طرح تو بھی انسان کی فطرتی ناپاکی سے جو لازم بشریت ہے اور خون حیض سے مشابہ ہے ترقی کر گیا ہے۔ اب اس پاک لڑکے میں خون حیض

خدا کے فعل کو بطور ایک حَکَم کے فعل کے مان لیتے۔ مگر ان لوگوں کو اس قسم کے مقابلہ کا نام سُننے
سے بھی موت آتی ہے۔ مہر علی شاہ گولڑوی کو سچا ماننا اور یہ سمجھ لینا کہ وہ فتح پا کر لاہور سے چلا گیا ہے
کیا یہ اس بات پر قوی دلیل نہیں ہے کہ ان لوگوں کے دل مسخ ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا ڈر ہے نہ روزِ
حساب کا کچھ خوف ہے۔ ان لوگوں کے دل جرأت اور شوخی اور گستاخی سے بھر گئے ہیں گویا مرنا نہیں
ہے۔ اگر ایمان اور حیا سے کام لیتے تو اس کارروائی پر نفرین کرتے جو مہر علی گولڑوی نے میرے
مقابل پر کی۔ کیا مَیں نے اس کو اس لئے بُلایا تھا کہ مَیں اس سے ایک منقولی بحث کر کے بیعت کر
لوں؟ جس حالت میں مَیں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسیح موعود مقرر کر کے بھیجا ہے اور مجھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی تلاش کرنا حمق ہے۔ وہ تو خدا کے ہاتھ سے غلام زکی بن گیا اور اس کے
لئے بمنزلہ اولاد کے ہوگیا۔ اور خدا تیرا متولی اور تیرا پرورندہ ہے اس لئے خاص طور پر پدری مشابہت درمیان
ہے جس آگ کو اس کتاب عصائے موسیٰ سے بھڑکانا چاہا ہے ہم نے اس کو بجھا دیا ہے۔ خدا پرہیزگاروں
کے ساتھ ہے جو نیک کاموں کو پُوری خوبصورتی کے ساتھ انجام دیتے ہیں اور تقویٰ کے باریک پہلوؤں کا
لحاظ رکھتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو بغیر پوری تفتیش کے آیت کریمہ ویل لکل ھمزۃ لمزۃ کا مصداق بنتے
ہیں خدا ان کے ساتھ نہیں ہے اور ان کے لئے ویل یعنی جہنّم کا وعدہ ہے۔ افسوس کہ منشی صاحب نے
ان بیہودہ نکتہ چینیوں کے پہلے اس آیت پر غور نہیں کی۔ مگر اچھا ہوا کہ انہوں نے باقرار ان کے
اس بدگوئی کا خدا تعالیٰ سے دست بدست جواب بھی پا لیا یعنی بارہا ان کو وہ الہام ہوا جو کتاب
عصائے موسیٰ میں درج ہے یعنی اِنّی مھین لمن اراد اھانتک یعنی مَیں تجھے اس شخص کی
حمایت میں ذلیل کروں گا جس کی نسبت تیرا خیال ہے جو وہ مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے یعنی یہ عاجز۔ اب
دیکھو کہ یہ کیسا چمکتا ہوا نشان ہے جس نے آیت ویل لکل ھمزۃ لمزۃ کی بلا توقف تصدیق
کر دی۔ دُنیا کے تمام مولویوں سے پوچھ لو کہ اس الہام کے یہی معنی ہیں۔ اور لفظ مُھِینٌ قائم مقام
مُھِینک کا ہے۔ اور یہ ایک بڑا نشان ہے۔ اگر منشی الٰہی بخش صاحب خدا سے ڈریں۔ ان کے
لئے منشی صاحب کو دو ہی راہیں سوجھی ہیں (۱) ایک یہ کہ جس قدر کتابوں کا وعدہ کیا تھا وہ سب

بتلا دیا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے اور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے تو پھر میں کس بات میں اور کس غرض کے لئے ان لوگوں سے منقولی بحث کروں جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں اُن کے ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سُن کر اپنے لیقین کو چھوڑ دوں جس کی حق الیقین پر بنا ہے۔ اور وہ لوگ بھی اپنی ضد کو چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ میرے مقابل پر جھوٹی کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ اور اب اُن کو رجوع اشدّ من الموت ہے تو پھر ایسی حالت میں بحث سے کونسا فائدہ مترتب ہو سکتا تھا۔ اور جس حالت میں میں نے اشتہار دے دیا کہ آئندہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شائع نہیں کیں۔ یہ خیال نہ کیا کہ اگر کچھ دیر ہوگئی تو قرآن شریف بھی تو ۲۳ برس میں ختم ہوا۔ آپ کو بدنیتی پر کیونکر علم ہوگیا۔ انسان خدا کی قضاء و قدر کے نیچے ہے۔ وانما الاعمال بالنیات جبکہ یہ بھی بار بار اشتہار دیا گیا کہ جس شتاب کار نے کچھ دیا ہے وہ واپس لے لے تو پھر اعتراض کی کیا گنجائش تھی بجز خبث نفس (۲) دوسرا یہ اعتراض ہے کہ پیشگوئیاں پُوری نہیں ہوئیں۔ اس کا جواب تو یہی ہے۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ سَو سے زیادہ پیشگوئی پوری ہو چکی۔ ہزاروں انسان گواہ ہیں۔ اور آتھم کی پیشگوئی شرطی تھی۔ اپنی شرط کے موافق پوری ہوئی۔ بھلا فرمائیے کیا وہ الہام شرطی نہیں تھا۔ سچ ہے انکار کرنا لعنتیوں کا کام ہے۔ اگر اجتہاد سے ہمارا یہ بھی خیال ہو کہ آتھم میعاد کے اندر مرے گا تو یہ اعتراض صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ اسلام سے مُرتد ہو جائیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی بحدیث ذھب وھلی کی رو سے غلط نکلا۔ لہٰذا اس غلطی کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے اصول کی رُو سے کاذب ٹھیرے۔ پہلے اس سوال کا جواب دو۔ پھر میرے پر اعتراض کرو۔ اسی طرح احمد بیگ کے داماد کے متعلق بھی شرطی پیشگوئی ہے۔ اگر کچھ ایمان باقی ہے تو کیوں شرط کی انتظار نہیں کرتے اور یہ کیسی دیانت تھی کہ ساری کتاب میں لیکھرام کے متعلق کی پیشگوئی کا ذکر بھی نہیں کیا۔ کیا وہ پیشگوئی پوری ہوئی یا نہیں؟ کیا احمد بیگ پیشگوئی کے مطابق میعاد کے اندر مر گیا یا نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ آپ کے معزز دوست ڈپٹی فتح علی شاہ صاحب نے میرے استفسار پر بڑے یقین سے گواہی دی تھی کہ نہایت صفائی سے لیکھرام کے متعلق پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اب اسی جماعت میں سے ہو کر آپ تکذیب کرنے لگے۔ منہ ؂

کسی مولوی وغیرہ سے منقولی بحث نہیں کروں گا تو انصاف اور نیک نیتی کا تقاضا یہ تھا کہ ان منقولی بحثوں کا میرے سامنے نام بھی نہ لیتے۔ کیا میں اپنے عہد کو توڑ سکتا تھا؟ پھر اگر مہر علی شاہ کا دل فاسد نہیں تھا تو اس نے ایسی بحث کی مجھ سے کیوں درخواست کی جس کو میں عہد مستحکم کے ساتھ ترک کر بیٹھا تھا اور اس درخواست میں لوگوں کو یہ دھوکا دیا کہ گویا وہ میری دعوت کو قبول کرتا ہے دیکھو یہ کیسے عجیب مکر سے کام لیا اور اپنے اشتہار میں یہ لکھا کہ اوّل منقولی بحث کرو۔ اور اگر شیخ محمد حسین بٹالوی اور اس کے دو رفیق قسم کھا کر کہہ دیں کہ عقائد صحیح وہی ہیں جو مہر علی شاہ پیش کرتا ہے تو بلا توقف اسی مجلس میں میری بیعت کر لو۔ اب دیکھو دُنیا میں اس سے زیادہ بھی کوئی فریب ہوتا ہے۔ میں نے تو اُن کو نشان دیکھنے اور نشان دکھلانے کے لئے بُلایا اور یہ کہا کہ بطور اعجاز دونوں فریق قرآن شریف کی کسی سُورۃ کی عربی میں تفسیر لکھیں اور جس کی تفسیر اور عربی عبارت فصاحت اور بلاغت کی رُو سے نشان کی حد تک پہنچی ہوئی ثابت ہو وہی مؤیّد من اللہ سمجھا جائے اور صاف لکھ دیا کہ کوئی منقولی بحثیں نہیں ہوں گی۔ صرف نشان دیکھنے اور دکھلانے کے لئے یہ مقابلہ ہوگا۔ لیکن پیر صاحب نے میری اس تمام دعوت کو کالعدم کر کے پھر منقولی بحث کی درخواست کر دی اور اسی کو مدار فیصلہ ٹھہرا دیا اور لکھ دیا کہ ہم نے آپ کی دعوت منظور کر لی۔ صرف ایک شرط زیادہ لگا دی۔ اے مکّار! خدا تجھ سے حساب لے۔ تُو نے میری شرط کا کیا منظور کیا جبکہ تیری طرف سے منقولی بحث پر بیعت کا مدار ہو گیا جس کو میں بوجہ مشتہر کردہ عہد کے کسی طرح منظور نہیں کر سکتا تھا تو میری دعوت کیا قبول کی گئی؟ اور بیعت کے بعد اس پر عمل کرنے کا کونسا موقعہ رہ گیا۔ کیا یہ مکر اس قسم کا ہے کہ لوگوں کو سمجھ نہیں آسکتا تھا۔ بے شک سمجھ آیا مگر دانستہ سچائی کا خون کر دیا۔ غرض ان لوگوں کا یہ ایمان ہے۔ اس قدر ظلم کر کے پھر اپنے اشتہاروں میں ہزاروں گالیاں دیتے ہیں گویا مرنا نہیں۔ اور کیسی خوشی سے کہتے ہیں کہ مہر علی شاہ صاحب لاہور میں آئے ان سے مقابلہ نہ کیا۔ جن دلوں پر خدا لعنت کرے میں ان کا کیا علاج کروں۔ میرا دل فیصلہ کے لئے دردمند ہے۔ ایک زمانہ گذر گیا میری یہ خواہش اب تک پُوری نہیں ہوئی کہ ان

لوگوں میں سے کوئی راستی اور ایمانداری اور نیک نیتی سے فیصلہ کرنا چاہے مگر افسوس کہ یہ لوگ صدق دل سے میدان میں نہیں آتے۔ خدا فیصلہ کے لئے تیار ہے اور اُس اُونٹنی کی طرح جو بچہ جننے کے لئے دُم اُٹھاتی ہے زمانہ خود فیصلہ کا تقاضا کر رہا ہے۔ کاش اُن میں سے کوئی فیصلہ کا طالب ہو۔ کاش ان میں سے کوئی رشید ہو۔ مَیں بصیرت سے دعوت کرتا ہوں اور یہ لوگ ظن پر بھروسہ کرکے میرا انکار کر رہے ہیں۔ ان کی نکتہ چینیاں بھی اسی غرض سے ہیں کہ کسی جگہ ہاتھ پڑ جائے۔ اے نادان قوم! یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو نابود نہیں کر سکتے۔ اس کا ہمیشہ بول بالا ہے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے بجز ان چند حدیثوں کے جو تہتر[1] فرقوں نے بوٹی بوٹی کرکے باہم تقسیم کر رکھی ہیں۔ رؤیت حق اور یقین کہاں ہے؟ اور ایک دوسرے کے مکذّب ہو۔ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کا حَکَم یعنی فیصلہ کرنے والا تم میں نازل ہو کر تمہاری حدیثوں کے انبار میں سے کچھ لیتا اور کچھ ردّ کر دیتا۔ سو یہی اس وقت ہوا۔ وہ شخص حَکَم کس بات کا ہے جو تمہاری سب باتیں مانتا جائے اور کوئی بات ردّ نہ کرے۔ اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لئے پیدا ہوا۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا اور ایسا مفتری ایسی جلدی ہلاک ہو جاتا کہ اب اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ملتا۔ سو اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو۔ کم سے کم یہ تو سوچو کہ شاید غلطی ہو گئی ہو اور شاید یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو۔ اور کیوں مجھ پر یہ الزام لگاتے ہو کہ براہین احمدیہ کا روپیہ کھا گیا ہے*۔ اگر میرے پر تمہارا کچھ حق ہے جس کا ایماناً تم مؤاخذہ کر سکتے ہو۔

---

[1] سہو کاتب ہے بہتر چاہیئے (المصحح)

* منشی الٰہی بخش صاحب نے جھوٹے الزاموں اور بہتانوں اور خلاف واقعہ کی نجاست سے اپنی کتاب عصائے موسیٰ کو ایسا بھر دیا ہے جیسا کہ ایک نالی اور بدرِرو گندے کیچڑ سے بھری جاتی ہے یا جیسا کہ سنڈاس پاخانہ سے۔ اور خدا سے بے خوف ہو کر میری عزت پر افتراء کے طور پر سخت دشمنوں کی طرح حملہ کیا ہے

یا اب تک میں نے تمہارا کوئی قرضہ ادا نہیں کیا۔ یا تم نے اپنا حق مانگا اور میری طرف سے انکار ہوا تو ثبوت پیش کرکے وہ مطالبہ مجھ سے کرو۔ مثلاً اگر میں نے براہین احمدیہ کی قیمت کا روپیہ تم سے وصول کیا ہے تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے کہ براہین احمدیہ کے وہ چاروں حصے میرے حوالے کرو اور اپنا روپیہ لے لو۔ دیکھو۔ میں کھول کر یہ اشتہار دیتا ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وہ یقیناً سمجھ لیں کہ یہ کام انہوں نے اچھا نہیں کیا اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے ان گالیوں سے زیادہ نہیں جو حضرت موسیٰ کو دی گئیں اور حضرت مسیح کو دی گئیں اور ہمارے سید صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ افسوس انہوں نے آیت ویل لکل ھمزۃ لمزۃ کے ویل کے وعید سے کچھ بھی اندیشہ نہیں کیا اور نہ انہوں نے آیت لا تقف ما لیس لک بہ علم کی بھی کچھ بھی پروا کی۔ وہ بار بار میری نسبت لکھتے ہیں کہ میں نے ان کو تسلی دے دی کہ میں آپ کے افترا کی وجہ سے کسی انسانی عدالت میں آپ پر نالش نہیں کروں گا۔ سو میں کہتا ہوں کہ میں نہ صرف انسانی عدالت میں نالش نہ کروں گا بلکہ میں خدا کی عدالت میں بھی نالش نہیں کرتا۔ لیکن چونکہ آپ نے محض جھوٹے اور قابل شرم الزام میرے پر لگائے ہیں اور مجھے ناکردہ گناہ دُکھ دیا ہے اس لئے میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بُری کرکے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کر دے۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اس کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱؍ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء روز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا۔ برمقام فلک شدہ یارب۔ گر امیدے دہم مدار عجب۔ بعد ۱۱۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے یا گیاراں سال۔ مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کریگا۔ خدا کے کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں۔ دریا خشک ہو سکتے ہیں۔ موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک پورا نہ ہولے۔ اور منکر کہتا ہے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اے سخت دل خدا سے شرم کر۔ وہ تمام پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ اور یہ زمانہ نہیں گذریگا جبتک باقی ماندہ حصہ پورا نہ ہو جائے۔ ابتک سَو سے زیادہ پیشگوئیاں دُنیا نے دیکھ لیں۔ کیوں حیا کو ترک کرتے اور انصاف کو چھوڑتے ہو۔ منہ ●

کہ اب اس کے بعد اگر تم براہین احمدیہ کی قیمت کا مطالبہ کرو اور چاروں حصّے بطور ویلیو پی ایبل میرے کسی دوست کو دکھا کر میری طرف بھیج دو اور مَیں ان کی قیمت بعد لینے ان چہار حصّوں کے ادا نہ کردوں تو میرے پر خدا کی لعنت ہو۔ اور اگر تم اعتراض سے باز نہ آؤ اور نہ کتاب کو واپس کرکے اپنی قیمت لو تو پھر تم پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح ہر ایک حق جو میرے پر ہو ثبوت دینے کے بعد مجھ سے لے لو۔ اب بتلاؤ اس سے زیادہ مَیں کیا کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی حق کا مطالبہ کرنے والا یُوں نہیں اُٹھتا تو مَیں لعنت کے ساتھ اس کو اُٹھاتا ہوں۔ اور مَیں پہلے اس سے براہین کی قیمت کے بارے میں تین اشتہار شائع کرچکا ہوں جن کا یہی مضمون تھا کہ مَیں قیمت واپس دینے کو تیار ہوں۔ چاہیئے کہ میری کتاب کے چاروں حصّے واپس دیں اور جن دراہم معدودہ کے لئے مَر رہے ہیں وہ مجھ سے وصول کریں۔ والسلام علٰی من اتبع الہدٰی۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۰۰ء

---

(۲۳۲)

اسلام کیلئے ایک رُوحانی مقابلہ کی ضرورت

(ملحقہ اربعین ۴)

ایّہا الناظرین! انصافاً اور ایماناً سوچو کہ آجکل اسلام کیسے تنزّل کی حالت میں ہے اور جس طرح ایک بچہ بھیڑیئے کے منہ میں ایک خطرناک حالت میں ہوتا ہے یہی حالت ان دنوں میں اسلام کی ہے اور دو آفتوں کا سامنا اس کو پیش آیا ہے۔

(۱) ایک تو اندرونی کہ تفرقہ اور باہمی نفاق حد سے بڑھ گیا ہے اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر دانت پیس رہا ہے۔

(۲) دوسرے بیرونی حملے دلائل باطلہ کے رنگ میں اس زور شور سے ہو رہے ہیں کہ جب سے آدم پیدا ہوا یا یوں کہو کہ جب سے نبوت کی بنیاد پڑی ہے ان حملوں کی نظیر دُنیا میں نہیں پائی جاتی۔ اسلام وہ مذہب تھا جس میں ایک آدمی کے مرتد ہو جانے سے قوم اسلام میں نمونہ محشر برپا ہوتا تھا اور غیر ممکن سمجھا گیا تھا کہ کوئی شخص حلاوتِ اسلام چکھ کر پھر مُرتد ہو جائے۔ اور اب اسی ملک برٹش انڈیا میں ہزارہا مُرتد پاؤ گے بلکہ ایسے بھی جنہوں نے اسلام کی توہین اور رسُول کریم کی سبّ و شتم میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ پھر آجکل علاوہ اس کے یہ آفت برپا ہو گئی ہے کہ جب عین صدی کے سر پر خدا تعالیٰ نے تجدید✠ اور اصلاح کے لئے اور خدمات ضروریہ کے مناسب

✠ اس حدیث کو تمام اکابر اہل سنت مانتے چلے آئے ہیں کہ ہر ایک صدی کے سر پر مجدد پیدا ہوگا۔ مگر مجددین کے نام جو پیش کرتے ہیں یہ تصریح اور تعیین وحی کے رو سے نہیں۔ صرف اجتہادی خیال ہے۔ اور وہ نشان جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائے وہ تین سو سے بھی زیادہ ہیں جو کتاب تریاق القلوب میں درج کئے گئے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہمارے مخالف ان پہلے منکروں کی طرح بن گئے ہیں جو بار بار حدیبیہ کے متعلق کی پیشگوئی کو پیش کرتے تھے۔ یا ان یہود کی طرح جو حضرت مسیح کی تکذیب کے لئے اب تک یہ اُن کی پیشگوئیاں پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ مَیں داؤد کا تخت قائم کروں گا۔ اور نیز یہ پیشگوئی کی تھی کہ ابھی بعض لوگ زندہ ہوں گے جو مَیں واپس آؤں گا۔ ایسا ہی یہ لوگ بھی ان تمام پیشگوئیوں پر نظر نہیں ڈالتے جو ایک سو سے بھی زیادہ پوری ہو چکی ہیں اور ملک میں شائع ہو چکیں۔ اور جو دو ایک پیشگوئی بباعث ان کی غباوت اور کمی توجہ کے ان کو سمجھ نہیں آئیں بار بار انہیں کا راگ گاتے رہتے ہیں نہیں سوچتے کہ اگر اس طور پر تکذیب جائز ہے تو اس صورت میں یہ اعتراض تمام نبیوں پر ہوگا اور ان کی پیشگوئیوں پر ایمان لانے کی راہ بند ہو جائے گی۔ مثلاً جو شخص آتھم کی پیشگوئی یا احمد بیگ کے داماد کی پیشگوئی پر اعتراض کرتا ہے کیا وہ حدیبیہ کے متعلق کی پیشگوئی کو بھول گیا ہے جس پر یقین کر کے آنحضرت

حال ایک بندہ بھیجا اور اس کا نام مسیح موعود رکھا۔ یہ خدا کا فعل تھا جو عین ضرورت کے دنوں میں ظہور میں آیا۔ اور آسمان نے اس پر گواہی دی اور بہت سے نشان ظہور میں آئے۔ لیکن تب بھی اکثر مسلمانوں نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس کا نام کافر اور دجّال اور بے ایمان اور مکار اور خائن اور دروغگو اور عہد شکن اور مال خور اور ظالم اور لوگوں کے حقوق دبانے والا اور انگریزوں کی خوشامد کرنے والا رکھا اور جو چاہا اس کے ساتھ سلوک کیا۔ اور بہتوں نے یہ عذر پیش کیا کہ جو الہامات اس شخص کو ہوتے ہیں وہ سب شیطانی ہیں یا اپنے نفس کا افترا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم بھی خدا سے الہام پاتے ہیں اور خدا ہمیں بتلاتا ہے کہ یہ شخص درحقیقت کافر اور دجّال اور دروغ گو اور بے ایمان اور جہنمی ہے*۔ چنانچہ جن لوگوں کو یہ الہام ہوا ہے وہ چار سے بھی زیادہ ہوں گے۔ غرض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کثیر کے ساتھ مکہ معظمہ کا سفر اختیار فرمایا تھا۔ اور کیا یونس نبی کی پیشگوئی چالیس دن والی یاد نہیں رہی۔ افسوس کہ میری تکذیب کی وجہ سے مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی پیشگوئی کی بھی خوب عزت کی کہ قادیان پر نور نازل ہوا۔ اور وہ نور مرزا غلام احمد ہے جس سے میری اولاد محروم رہ گئی (اولاد میں مُرید بھی داخل ہیں۔ اور پھر جس حالت میں موت کی پیشگوئیاں صرف ایک نہیں چار پیشگوئیاں ہیں (۱) آتھم کی نسبت (۲) لیکھرام کی نسبت (۳) احمد بیگ کی نسبت (۴) احمد بیگ احمد بیگ کے داماد کی نسبت۔ اور چار میں سے تین مر گئے اور ایک باقی ہے۔ جس کی نسبت شرطی پیشگوئی ہے جیسا کہ آتھم کی شرطی تھی۔ اب بار بار شور مچانا کہ یہ چوتھی بھی کیوں جلدی پوری نہیں ہوتی اور اس وجہ سے تمام پیشگوئیوں کی تکذیب کرنا کیا یہ ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں؟ اے متعصب لوگو! اس قدر جھوٹ بولنا تمہیں کس نے سکھایا؟ ایک مجلس مثلاً بٹالہ میں مقرر کرو اور پھر شیطانی جذبات سے دُور ہو کر میری تقریر سُنو۔ پھر اگر ثابت ہو کہ میری سَو پیشگوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔ اور اگر یوں بھی خدا سے لڑنا ہے تو صبر کرو اور اپنا انجام دیکھو۔ منہ

* منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ نے جو دعویٰ الہام کرتے ہیں، حال میں ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام عصائے موسیٰ رکھا ہے جس نے اشارۃً مجھ کو فرعون قرار دیا ہے۔ اور اپنی اس کتاب میں بہت

تکفیر کے الہامات یہ ہیں اور تصدیق کے لئے میرے وہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ ہیں جن میں سے کسی قدر بطور نمونہ اس رسالہ میں لکھے گئے ہیں۔ اور علاوہ اس کے بعض واصلانِ حق[لہ] نے میرے زمانہ بلوغ سے بھی پہلے میرا اور میرے گاؤں کا نام لے کر میری نسبت پیشگوئی کی ہے کہ وہی مسیح موعود ہے۔ اور بہتوں نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہم نے خواب

[لہ] یعنی کاملاں ارلعین (ب)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے الہام ایسے پیش کئے ہیں جن کا یہ مطلب ہے کہ یہ شخص کذّاب ہے اور اس کو من جانب اللہ جاننے والے اور اس کے دعویٰ کی تصدیق کرنے والے گدھے ہیں چنانچہ یہ الہام بھی ہے کہ عیسٰی نتواں گشت بتصدیق خرے چند۔ صلوٰۃ بر آنکس کہ ایں ورد بگوید۔ اس کے جواب میں بالفعل اس قدر لکھنا کافی ہے کہ اگر میرے مصدّقین گدھے ہیں تو منشی صاحب پر بڑی مصیبت پڑے گی کیونکہ اُن کے اُستاد اور مُرشد جن کی بیعت سے ان کو بڑا فخر ہے میری نسبت گواہی دے گئے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے اور آسمانی نور ہے۔ اگرچہ اس بارے میں انہوں نے ایک اپنا الہام مجھے بھی لکھا تھا لیکن میری شہادت یہ لوگ کب قبول کریں گے۔ اس لئے مَیں عبداللہ صاحب کے اس بیان کی تصدیق کے لئے دو گواہ پیش کرتا ہوں جو منشی صاحب کے دوستوں میں سے ہیں (۱) ایک حافظ محمد یوسف صاحب جو منشی الٰہی بخش صاحب کے دوست ہیں۔ ممکن تھا کہ حافظ صاحب منشی صاحب کی دوستی کے لحاظ سے اس گواہی سے انکار کریں۔ لیکن ہمیں ان کو قائل کرنے کے لئے وہ ثبوت مل گیا ہے جس سے وہ اب قابو میں آگئے ہیں۔ عین مجلس میں وہ ثبوت پیش کیا جائے گا۔ (۲) دوسرا گواہ اس بارے میں اُن کے بھائی منشی محمد یعقوب ہیں۔ ان کی بھی دستخطی تحریر موجود ہے۔ اب منشی الٰہی بخش صاحب کا فرض ہے کہ ایک جلسہ کرکے اور ان دونوں صاحبوں کو اس جلسہ میں بُلا کر میرے روبرو یا کسی ایسے شخص کے روبرو جو مَیں اس کو اپنی جگہ مقرر کروں حافظ صاحب اور منشی محمد یعقوب صاحب سے یہ شہادت حلفاً دریافت کریں۔ اور اگر حافظ صاحب نے ایمان کو خیرباد کہہ کر انکار کیا تو اس ثبوت کو دیکھیں جو ہماری طرف سے پیش ہوگا اور پھر آپ ہی انصاف کرلیں۔ اسی پر منشی صاحب کے تمام الہامات پر قیاس کرلیا جائے گا جبکہ اُن کے پہلے الہام نے ہی مُرشد کی پگڑی اُتاری اور اُن کا نام خر رکھا بلکہ سب خروں سے زیادہ کیونکہ

میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ یہ شخص حق پر ہے اور ہماری طرف سے ہے۔ چنانچہ پیر جھنڈے والا سندھی نے جن کے مُرید لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہوں گے یہی اپنا کشف اپنے مریدوں میں شائع کیا اور دیگر صالح لوگوں نے بھی دو سو مرتبہ سے بھی کچھ زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کی تصدیق کی۔ اور ایک شخص حافظ محمد یوسف نام نے جو ضلعدار نہر ہیں بلا واسطہ مجھ کو یہ خبر دی✚ کہ مولوی عبداللہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ایک نُور آسمان سے قادیان پر گرا (یعنی اس عاجز پر) اور فرمایا کہ میری اولاد اس نُور سے محروم رہ گئی۔ پھر حافظ محمد یوسف صاحب کا بیان ہے جس کو میں نے بلاکم وبیش لکھ دیا۔ ولعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ اور اس پر اور دلیل یہ ہے کہ یہی بیان دوسرے پیرایہ اور ایک دوسری تقریب کے وقت عبداللہ صاحب موصوف غزنوی نے حافظ محمد یوسف صاحب کے حقیقی بھائی منشی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وہی اوّل المصدقین ہیں تو پھر دوسروں کی حقیقت خود سمجھ لو۔ ہاں وہ جواب دے سکتے ہیں کہ میرے الہام نے جیسا کہ میرے مُرشد پر حملہ کر کے اس کو بے عزّت کیا۔ ایسا ہی میری عزت بھی تو اس سے محفوظ نہیں رہی کیونکہ وہ الہام جو انہوں نے اپنی کتاب عصائے موسٰی کے صفحہ ۲۰۵ میں لکھا ہے یعنے اِنِّیْ مُہِیْنٌ لِّمَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔ جو بوجہ صلہ لام کے اس جگہ بموجب قاعدہ نحو کے فریق مقابل کو حق انتفاع بخشتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہوتے ہیں جو میں تیرے مخالف کی تائید اور نُصرت کے لئے تجھے ذلیل کروں گا اور رُسوا کروں گا۔ اور اگر کہو کہ اس میں سہو کاتب ہے اور در اصل لام نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی الہام اس کتاب میں کئی جگہ نام کے ساتھ بار بار آیا ہے بلکہ کتاب کے اوّل میں بھی اور آخر میں بھی۔ اور ممکن نہیں کہ ہر جگہ سہو کاتب ہو۔ غرض یہ خوب الہامات ہیں جو کبھی مولوی عبداللہ صاحب کو جا پکڑتے ہیں اور کبھی خود ملہم صاحب کو اہانت کا وعدہ دیتے ہیں۔ منہ

✚ حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر نے بہت سے لوگوں کے پاس مولوی عبداللہ صاحب کے اس کشف کا ذکر کیا تھا۔ ایسے ثبوت بہم پہنچ گئے ہیں کہ اب حافظ صاحب کو مجال گریز نہیں۔ حافظ صاحب کو اب آخری امر ہے۔ اب ان کی دیانت اور تقویٰ آزمانے کے لئے ایک مدت کے بعد ہمیں موقعہ ملا ہے۔ منہ

محمد یعقوب صاحب کے پاس گیا اور اس بیان میں میرا نام لے کر کہا کہ دنیا کی اصلاح کے لئے جو مجدد آنے والا تھا وہ میرے خیال میں مرزا غلام احمد ہے۔ یہ لفظ ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا۔ اور کہا کہ شاید* اس نور سے مراد جو آسمان سے اترتا دیکھا گیا مرزا غلام احمد ہے۔ یہ دونوں صاحب زندہ موجود ہیں۔ اور دوسرے صاحب کی دستی تحریر اس بارے میں میرے پاس موجود ہے۔ اب بتلاؤ کہ ایک فریق تو مجھے کافر کہتا ہے اور دجال نام رکھتا ہے اور اپنے مخالفانہ الہام سناتا ہے جن میں سے منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ ہیں جو مولوی عبداللہ صاحب کے مرید ہیں اور دوسرا فریق مجھے آسمان کا نور سمجھتا ہے اور اس بارے میں اپنے کشف ظاہر کرتا ہے جیسا کہ منشی الٰہی بخش صاحب کا مرشد مولوی عبداللہ صاحب غزنوی اور پیر صاحب العلم ہیں۔ اب کس قدر اندھیر کی بات ہے کہ مرشد خدا سے الہام پاکر میری تصدیق کرتا ہے اور مرید مجھے کافر ٹھیراتا ہے۔ کیا یہ سخت فتنہ نہیں ہے؟ کیا ضروری نہیں کہ اس فتنہ کو کسی تدبیر سے درمیان سے اٹھایا جائے؟ اور وہ یہ طریق ہے کہ اول ہم اس بزرگ کو مخاطب کرتے ہیں جس نے اپنے بزرگ مرشد کی مخالفت کی ہے یعنی منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کو۔ اور ان کے لئے دو طور پر طریق فیصلہ قرار دیتے ہیں۔ اول یہ کہ ایک مجلس میں ان ہر دو گواہوں سے میری حاضری میں یا میرے کسی وکیل کی حاضری میں مولوی عبداللہ صاحب کی روایت کو دریافت کرلیں اور استاد کی عزت کا لحاظ کرکے اس کی گواہی کو قبول کریں اور پھر اس کے بعد اپنی کتاب عصائے موسیٰ کو مع اس کی تمام نکتہ چینیوں کے کسی ردی میں پھینک

* یاد رہے کہ منشی محمد یعقوب صاحب برادر حقیقی حافظ محمد یوسف صاحب نے بمقام امرتسر بتقریب مباہلہ عبدالحق غزنوی مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کا یہ بیان لوگوں کو سنایا تھا جو چار سو کے قریب آدمی ہوں گے اس وقت انہوں نے شاید کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا بلکہ رو رو کر اسی حالت میں کہ ان کا منہ آنسوؤں سے تر تھا یقینی اور قطعی الفاظ میں بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے میری بیوی کی خواب سنکر فرمایا تھا کہ وہ نور جو خواب میں دیکھا گیا کہ آسمان سے نازل ہوا اور دنیا کو روشن کردیا۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ منہ ●

دیں۔ کیونکہ مرشد کی مخالفت آثار سعادت کے برخلاف ہے اور اگر وہ اب مرشد سے عقوق اختیار کرتے ہیں اور عاق شدہ فرزندوں کی طرح مقابلہ پر آتے ہیں تو وہ تو فوت ہو گئے ان کی جگہ مجھے مخاطب کریں اور کسی آسمانی طریق سے میرے ساتھ فیصلہ کریں۔ مگر پہلی شرط یہ ہے کہ اگر مُرشد کی ہدایت سے سرکش ہیں تو ایک چھپا ہوا اشتہار شائع کر دیں کہ مَیں عبداللہ صاحب کے کشف اور الہام کو کچھ چیز نہیں سمجھتا اور اپنی باتوں کو مقدم رکھتا ہوں۔ اس طریق سے فیصلہ ہو جائیگا مَیں اس فیصلہ کے لئے حاضر ہوں۔ جواب باصواب دو ہفتہ تک آنا چاہیئے مگر چھپا ہوا اشتہار ہو۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۰۰ء

٭ جبکہ منشی الٰہی بخش صاحب کو الہام ہو چکے ہیں کہ مولوی عبداللہ صاحب کی مخالفت ضلالت ہے تو ان کو چاہیئے کہ اپنے اس الہام سے ڈریں اور لاتکونوا اوّل کافر بہٖ کا مصداق نہ بنیں اور حافظ محمد یوسف صاحب کے کسی غائبانہ انکار پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ حافظ صاحب کی ایک مضبوط کل ہمارے ہاتھ میں آگئی ہے۔ اوّل ہم اُن کو ایک مجلس میں قسم دیں گے اور پھر وہ قطعی ثبوت کی حقیقت ظاہر کریں گے۔ پھر منشی الٰہی بخش صاحب اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ بڑے بزرگ صاحب انفاس اور صاحب کشف اور الہام تھے۔ ان کی صحبت میں تاثیرات تھیں۔ ہم ان کے ادنیٰ غلام ہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ جبکہ وہ ایسے بزرگ تھے اور آپ اُن کے ادنیٰ مرید ہیں تو آپ کیوں ایسے بزرگ پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ تعجب کہ وہ یہ کہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نور آسمانی ہے اور اس طرح پر وہ میری تصدیق کریں۔ اور آپ یہ الہام پیش کریں کہ موسٰی ؎ نتواں گشت بتصدیق خرے چند۔ اب آپ ہی بتلاویں کہ جو شخص اپنے ایسے مرشد کو گدھا قرار دے وہ کیسا ہے اور اس کا یہ الہام کس قسم کا ہے؟ شرم! شرم! شرم! منہ

؎ یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ دراصل لفظ عیسیٰ ہوگا چنانچہ پہلے بھی یہ مذکور ہوا ہے۔ وہاں لفظ عیسیٰ ہے (مصحح)

(ضمیمہ اربعین نمبر ۳ و ۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

درد دل سے ایک دعوت قوم کو

مَیں نے اپنا رسالہ اربعین اس لئے شائع کیا ہے کہ مجھ کو کاذب اور مفتری کہنے والے سوچیں کہ یہ ہر ایک پہلو سے فضل خدا کا جو مجھ پر ہے ممکن نہیں کہ بجز نہایت درجہ کے مقرب اللہ کے کسی معمولی ملہم پر بھی ہو سکے۔ چہ جائیکہ نعوذ باللہ ایک مفتری بدکردار کو یہ نشان اور مرتبہ حاصل ہو۔

اے میری قوم! خدا تیرے پر رحم کرے۔ خدا تیری آنکھیں کھولے۔ یقین کر کہ مَیں مفتری نہیں ہوں۔ خدا کی ساری پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے۔ اس کو وہ عُمر ہرگز نہیں ملتی جو صادق کو مل سکتی ہے۔ تمام صادقوں کا بادشاہ ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کو وحی پانے کے لئے تیئیس برس کی عمر ملی۔ یہ عمر قیامت تک صادقوں کا پیمانہ ہے۔ اور ہزاروں لعنتیں خدا کی اور فرشتوں کی اور خدا کے پاک بندوں کی اس شخص پر ہیں جو اس پاک پیمانہ میں کسی خبیث مفتری کو شریک سمجھتا ہے۔ اگر قرآن کریم میں آیت لو تقوّل بھی نازل نہ ہوتی اور اگر خدا کے تمام پاک نبیوں نے نہ فرمایا ہوتا کہ صادقوں کا پیمانہ عمر وحی پانے کا کاذب کو نہیں ملتا تب بھی ایک سچے مسلمان کی وہ محبت جو اپنے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہیئے

کبھی اس کو اجازت نہ دیتی کہ وہ یہ بے باکی اور بے ادبی کا کلمہ مُنہ پر لا سکتا کہ یہ پیمانۂ وحی نبوت یعنی تئیس برس جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا یہ کاذب کو بھی مل سکتا ہے۔ پھر جس حالت میں قرآن شریف نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ اگر یہ نبی کاذب ہوتا تو یہ پیمانہ عمر وحی پانے کا اس کو عطا نہ ہوتا۔ اور توریت نے بھی یہی گواہی دی اور انجیل نے بھی یہی۔ تو پھر کیسا اسلام اور کیسی مسلمانی ہے کہ ان تمام گواہیوں کو صرف میرے بغض کے لئے ایک ردّی چیز کی طرح پھینک دیا گیا اور خدا کے پاک قول کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ میں سمجھ نہیں سکتا کہ یہ کیسی ایمانداری ہے کہ ہر ایک ثبوت جو پیش کیا جاتا ہے اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اور وہ اعتراضات بار بار پیش کرتے ہیں جن کا صدہا مرتبہ جواب دیا گیا ہے اور جو صرف میرے پر ہی نہیں ہیں بلکہ اگر اعتراض ایسی باتوں کا ہی نام ہے جو میری نسبت بطور نکتہ چینی ان کے مُنہ سے نکلتے ہیں تو اُن میں تمام نبی شریک ہیں۔ میری نسبت جو کچھ کہا جاتا ہے پہلے سب کچھ کہا گیا ہے۔ ہائے! یہ قوم نہیں سوچتی کہ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں تھا تو کیوں عین صدی کے سر پر اس کی بنیاد ڈالی گئی اور پھر کوئی بتلا نہ سکا کہ تم جھوٹے ہو اور سچّا فلاں آدمی ہے۔ ہائے! یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر مہدی معہود موجود نہیں تھا تو کس کے لئے آسمان نے خسوف کسوف کا معجزہ دکھلایا۔ افسوس یہ بھی نہیں دیکھتے کہ یہ دعویٰ بے وقت نہیں۔ اسلام اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر فریاد کو رہا تھا کہ میں مظلوم ہوں اور اب وقت ہے کہ آسمان سے میری نصرت ہو۔ تیرھویں صدی میں ہی دل بول اُٹھے تھے کہ چودھویں صدی میں ضرور خدا کی نصرت اور مدد آئے گی۔ بہت سے لوگ قبروں میں جا سوئے جو رو رو کر اس صدی کی انتظار کرتے تھے اور جب خدا کی طرف سے ایک شخص بھیجا گیا تو محض اس خیال سے کہ اس نے موجودہ مولویوں کی ساری باتیں تسلیم نہیں کیں اس کے دشمن ہو گئے۔ مگر ہر ایک خدا کا فرستادہ جو بھیجا جاتا ہے ضرور ایک ابتلاء ساتھ لاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ جب آئے تو بد قسمت یہودیوں کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ ایلیا دوبارہ آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ اور ضرور تھا کہ پہلے ایلیا آسمان سے نازل ہوتا تب مسیح آتا جیسا کہ ملاکی نبی

کی کتاب میں لکھا ہے۔ اور جب ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اہل کتاب کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں آیا۔ اب کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت بھی کوئی ابتلاء ہو۔ اور اگر مسیح موعود تمام باتیں اسلام کے تہتر فرقہ کی مان لیتا تو پھر کن معنوں سے اس کا نام حَکَم رکھا جاتا۔ کیا وہ باتوں کو ماننے آیا تھا یا منوانے آیا تھا؟ تو اس صورت میں اس کا آنا بھی بلیسود تھا۔ سو اے قوم! تم ضد نہ کرو۔ ہزاروں باتیں ہوتی ہیں جو قبل از وقت سمجھ نہیں آتیں۔ ایلیا کے دوبارہ آنے کی اصل حقیقت حضرت مسیح سے پہلے کوئی نبی سمجھا نہ سکا تا یہود حضرت مسیح کے ماننے کے لئے تیار ہو جاتے۔ ایسا ہی اسرائیلی خاندان میں سے خاتم الانبیاء آنے کا خیال جو یہود کے دل میں مرکوز تھا اس خیال کو بھی کوئی نبی پہلے نبیوں میں سے صفائی کے ساتھ دُور نہ کر سکا۔ اسی طرح مسیح موعود کا مسئلہ بھی مخفی چلا آیا۔ تا سنت اللہ کے موافق اس میں بھی ابتلاء ہو۔ بہتر تھا کہ میرے مخالف اگر ان کو ماننے کی توفیق نہیں دی گئی تھی تو بارے کچھ مدت زبان بند رکھ کر اور کف لسان اختیار کر کے میرے انجام کو دیکھتے۔ اب جس قدر عوام نے بھی گالیاں دیں یہ سب گناہ مولویوں کی گردن پر ہے۔ افسوس یہ لوگ فراست سے بھی کام نہیں لیتے۔ مَیں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کی رُو سے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے اُوپر کے حصّہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابطیس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سَو سَو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہری حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک مَیں زندہ

رہوں گا۔ اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز موت کا سامنا اس کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسے مریضوں کے انجام کی نظیریں موجود ہیں تو وہ ایسی خطرناک حالت کے ساتھ کیونکر افتراء پر جرأت کر سکتا ہے اور وہ کس صحت کے بھروسے پر کہتا ہے کہ میری اسّی برس کی عمر ہوگی۔ حالانکہ ڈاکٹری تجارب تو اس کو موت کے پنجہ میں ہر وقت پھنسا ہوا خیال کرتے ہیں۔ ایسی مرضوں والے مدقوق کی طرح گداز ہو کر جلد مر جاتے ہیں یا کاربنکل یعنی سرطان سے اُن کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو پھر جس زور سے مَیں ایسی حالتِ پُرخطر میں تبلیغ میں مشغول ہوں کیا کسی مفتری کا کام ہے؟ جب مَیں بدن کے اُوپر کے حصّہ میں ایک بیماری اور بدن کے نیچے کے حصّہ میں ایک دوسری بیماری دیکھتا ہوں تو میرا دل محسوس کرتا ہے کہ یہ وہی دو چادریں ہیں جن کی خبر جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

مَیں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اور ان کے ہمخیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددُعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔ پھر اگر مَیں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دُعائیں قبول ہو جائیں گی۔ اور آپ لوگ ہمیشہ دُعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سُنی نہیں جائیں گی کیونکہ مَیں خدا سے آیا ہوں۔ جو شخص میرے پر بددُعا کرے گا وہ بددُعا اسی پر پڑے گی۔ جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی ہے مگر اس کو خبر نہیں۔ اور جو شخص میرے ساتھ اپنی کُشتی قرار دے کر یہ دُعائیں کرتا ہے کہ ہم میں سے جو جھُوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ اس کا نتیجہ وہی ہے جو مولوی غلام دستگیر قصوری نے

دیکھ لیا۔ کیونکہ اس نے عام طور پر شائع کر دیا تھا کہ مرزا غلام احمد اگر جھوٹا ہے اور ضرور جھوٹا ہے تو وہ مجھ سے پہلے مرے گا اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میں پہلے مر جاؤں گا اور یہی دُعا بھی کی تو پھر آپ ہی چند روز کے بعد مر گیا۔ اگر وہ کتاب چھپ کر شائع نہ ہو جاتی تو اس واقعہ پر کون اعتبار کر سکتا۔ مگر اب تو وہ اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا۔ پس ہر ایک شخص جو ایسا مقابلہ کرے گا اور ایسے طور کی دُعا کرے گا تو وہ ضرور غلام دستگیر کی طرح میری سچائی کا گواہ بن جائے گا۔ بھلا سوچنے کا مقام ہے کہ اگر لیکھرام کے مارے جانے کی نسبت بعض شریروں ظالم طبع نے میری جماعت کو اس کا قاتل قرار دیا ہے حالانکہ وہ ایک بڑا نشان تھا جو ظہور میں آیا اور ایک میری پیشگوئی تھی جو پوری ہوئی۔ تو یہ تو بتلا دیں کہ مولوی غلام دستگیر کو میری جماعت میں سے کس نے مارا؟ کیا یہ سچ نہیں کہ وہ بغیر میری درخواست کے آپ ہی ایسی دُعا کر کے دُنیا سے کوچ کر گیا۔ کوئی زمین پر مر نہیں سکتا جب تک آسمان پر نہ مارا جائے میری رُوح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اُکھڑ سکوں۔ اگر اُن کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دُعائیں کریں تو میرا خدا اُن تمام دُعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر اُن کے مُنہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اُٹھا نہ رکھو ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بد دعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں مگر بدقسمت انسان دُور سے اعتراض

کرتے ہیں جن دلوں پر مُہریں ہیں اُن کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا! تُو اس امت پر رحم کر۔ آمین۔

المشتہر خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان

۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء

---

(۲۳۴)

ایک ضروری تجویز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ امر ہمیشہ میرے لئے موجب غم اور پریشانی کا تھا کہ وہ تمام سچائیاں اور پاک معارف اور دین اسلام کی حمایت میں پختہ دلائل اور انسانی رُوح کو اطمینان دینے والی باتیں جو میرے پر ظاہر ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ ان تسلی بخش براہین اور موثر تقریروں سے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے طالبوں کو اب تک کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ یہ درد دل اس قدر تھا کہ آئندہ اس کی برداشت مشکل تھی۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس ناپائدار گھر سے گذر جائیں ہمارے تمام مقاصد پورے کر دے اور ہمارے لئے وہ آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو۔ اس لئے اس مقصد کے پُورا کرنے کے لئے جو ہماری زندگی کا اصل

مقصود ہے ایک تدبیر پیدا ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آج چند ایک احباب نے اپنے مخلصانہ مشورہ سے مجھے توجہ دلائی ہے کہ ایک رسالہ (میگزاین) بزبان انگریزی مقاصد مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے نکالا جائے جس میں مقصود بالذات ان مضامین کا شائع کرنا ہوگا۔ جو تائید اسلام میں میرے ہاتھ سے نکلے ہوں۔ اور جائز ہوگا کہ اور صاحبوں کے مذہبی یا قومی مضامین بھی بشرطیکہ ہم ان کو پسند کرلیں اس رسالہ میں شائع ہوں۔

اس رسالہ کی اشاعت کے لئے سب سے زیادہ دو امر قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ اس رسالہ کا نظم و نسق کس کے ہاتھ میں ہو۔ اور دوسرا یہ کہ اس کے مستقل سرمایہ کی کیا تجویز ہو۔ سو امر اوّل کے متعلق ہم نے یہ پسند کیا ہے کہ اس اخبار کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے پلیڈر اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے پلیڈر مقرر ہوں۔ اور ان ہر دو صاحبان نے اس خدمت کو قبول کرلیا ہے۔ امر دوم سرمایہ ہے۔ سو اس کے متعلق بالفعل کسی قسم کی رائے زنی نہیں ہوسکتی۔ اور یہی ایک بڑا بھاری امر ہے جو سوچنے کے لائق ہے۔ اس لئے قرین مصلحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس دوستوں کی منعقد کر کے اس کے متعلق بحث کی جائے اور جو طریق بہتر اور اولیٰ معلوم ہو وہی اختیار کیا جائے۔ مگر یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ مجھے اس سرمایہ کے انتظام میں کچھ دخل نہیں ہوگا اور غالباً اس کو ایک امر تجارتی تصوّر کر کے ایسے ممبر مقرر کئے جائیں گے جو اس تجارت کے حصہ دار ہوں گے اور انہی کی تجویز اور مشورہ سے جس طور سے مناسب سمجھیں گے یہ روپیہ جمع ہوکر کسی بینک میں جمع کیا جاوے گا۔ لیکن چونکہ ایسے امور صرف اشتہارات سے تصفیہ نہیں پاسکتے لہذا میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس جلسہ کے لئے بڑی عید کا دن قرار پاوے اور جہاں تک ممکن ہوسکے ہمارے دوست کوشش کریں کہ اس دن قادیان پہنچ جائیں۔ تب سرمایہ کے متعلق بحث اور گفتگو ہو جائیگی۔ کہ کس طور سے یہ سرمایہ جمع ہونا چاہیئے اور اس کے خرچ کے لئے انتظام کیا ہوگا۔ یہ سب حاضرین جلسہ کی کثرت رائے پر فیصلہ ہوگا۔ بالفعل اس کا ذکر قبل از وقت ہے۔ ہاں ہر ایک

صاحب کو چاہیئے کہ اس رائے کے ظاہر کرنے کے لئے طیار ہو کر آئیں۔ اور یہ یاد رکھیں کہ یہ چندہ صرف تجارتی طور پر ہوگا۔ اور ہر ایک چندہ دینے والا بقدر اپنے روپیہ کے اپنا حق اس تجارت میں قائم کرے گا۔ اور اس کے ہر ایک پہلو پر بحث جلسہ کے وقت میں ہوگی۔ یہ خیراتی چندہ نہیں ہے۔ ایک طور کی تجارت ہے جس میں شراکت صرف دینی تائید تک ہے۔ اس سے زیادہ کوئی امر نہیں ہے۔ والسلام۔ اس امر کے متعلق خط و کتابت خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور سے کی جائے۔

المشتہر

مرزا غلام احمد از قادیان ۔ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۱ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ایک صفحہ کا فل سکیپ سائز پر ہے)

---

(۲۳۵)

خدا کے فضل سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا

ہزار ہزار شکر اُس قادر یکتا کا ہے جس نے اس عظیم الشان میدان میں مجھ کو فتح بخشی اور باوجود اس کے کہ ان ستّر دنوں میں کئی قسم کے موانع پیش آئے چند دفعہ مَیں سخت مریض ہوا۔ بعض عزیز بیمار رہے۔ مگر پھر بھی یہ تفسیر اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ جو شخص اس بات کو سوچیگا

کہ یہ وہ تفسیر ہے جو ہزاروں مخالفوں کو اسی امر کے لئے دعوت کر کے بالمقابل لکھی گئی ہے وہ ضرور اس کو ایک بڑا معجزہ یقین کرے گا۔ بھلا میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ معجزہ نہیں تو پھر کس نے ایسے معرکہ کے وقت کہ جب مخالف علماء کو غیرت دہ الفاظ کے ساتھ بولایا گیا تھا تفسیر لکھنے سے ان کو روک دیا۔ اور کس نے ایسے شخص یعنی اس عاجز کو جو مخالف علماء کے خیال میں ایک جاہل ہے۔ جو اُن کے خیال میں ایک صیغہ عربی کا بھی صحیح طور پر نہیں جانتا ایسی لاجواب اور فصیح بلیغ تفسیر لکھنے پر باوجود امراض اور تکالیف بدنی کے قادر کر دیا کہ اگر مخالف علماء کوشش کرتے کرتے کسی دماغی صدمہ کا بھی نشانہ ہو جاتے تب بھی اس کی مانند تفسیر نہ لکھ سکتے۔ اور اگر ہمارے مخالف علماء کے بس میں ہوتا یا خدا اُن کی مدد کرتا تو کم سے کم اس وقت ہزار تفسیر اُن کی طرف سے بالمقابل شائع ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن اب ان کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ ہم نے اس بالمقابل تفسیر نویسی کو مدار فیصلہ ٹھیرا کر مخالف علماء کو دعوت کی تھی اور ستّر دن کی میعاد تھی جو کچھ کم نہ تھی۔ اور میں اکیلا اور وہ ہزارہا عربی دان اور عالم فاضل کہلانے والے تھے تب بھی وہ تفسیر لکھنے سے نامراد رہے۔ اگر وہ تفسیر لکھتے اور سورہ فاتحہ سے میرے مخالف ثبوت پیش کرتے تو ایک دُنیا اُن کی طرف اُلٹ پڑتی۔ پس وہ کونسی پوشیدہ طاقت ہے جس نے ہزاروں کے ہاتھوں کو باندھ دیا اور دماغوں کو پست کر دیا اور علم اور سمجھ کو چھین لیا۔ اور سورہ فاتحہ کی گواہی سے میری سچائی پر مُہر لگا دی اور ان کے دلوں کو ایک اور مُہر سے نادان اور نافہم کر دیا۔ ہزاروں کے دو دو ان کے چرک آلودہ کپڑے ظاہر کئے اور مجھے ایسی سفید کپڑوں کی خلعت پہنا دی جو برف کی طرح چمکتی تھی اور پھر مجھے ایک عزت کی کُرسی پر بٹھا دیا اور سورہ فاتحہ سے **ایک عزت کا خطاب** مجھے عنایت ہوا۔ وہ کیا ہے۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ اور خدا کے فضل اور کرم کو دیکھو کہ تفسیر کے لکھنے میں دونوں فریق کے لئے چار جُز کی شرط تھی یعنی یہ کہ ستّر دن کی میعاد تک چار جُز لکھیں۔ لیکن وہ لوگ باوجود ہزاروں ہونے کے ایک

جُز بھی نہ لکھ سکے اور مجھ سے خدائے کریم نے بجائے چار جُز کے ساڑھے باراں جُز لکھوا دیئے۔

اب مَیں علماء مخالفین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ معجزہ نہیں ہے اور اس کی کیا وجہ ہے کہ معجزہ نہ ہو۔ کوئی انسان حتی المقدور اپنے لئے ذلت قبول نہیں کرتا۔ پھر اگر تفسیر لکھنا مخالف مولویوں کے اختیار میں تھا تو وہ کیوں نہ لکھ سکے۔ کیا یہ الفاظ جو میری طرف سے اشتہارات میں شائع ہوئے تھے کہ جو فریق اب بالمقابل ستّر دن میں تفسیر نہیں لکھے گا وہ کاذب سمجھا جائیگا یہ ایسے الفاظ نہیں ہیں جو انسان غیرت مند کو اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سب کام اپنے پر حرام کرکے بالمقابل اس کام کو پورا کرے تا جھوٹا نہ کہلاوے۔ لیکن کیونکر مقابلہ کر سکتے۔ خدا کا فرمودہ کیونکر ٹل سکتا کہ کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ۔ خدا نے ہمیشہ کے لئے جب تک کہ دُنیا کا انتہا ہو یہ حجت اُن پر پوری کرنی تھی کہ باوجودیکہ علم اور لیاقت کی یہ حالت ہے کہ ایک شخص کے مقابل پر ہزاروں اُن کے عالم و فاضل کہلانے والے دم نہیں مار سکتے پھر بھی کافر کہنے پر دلیر ہیں۔ کیا لازم نہ تھا کہ پہلے علم میں کامل ہوتے پھر کافر کہتے۔ جن لوگوں کے علم کا یہ حال ہے کہ ہزاروں مل کر بھی ایک شخص کا مقابلہ نہ کر سکے۔ چار جُز کی تفسیر نہ لکھ سکے ان کے بھروسہ پر ایک ایسے مامور من اللہ کی مخالفت اختیار کرنا جو نشان پر نشان دکھلا رہا ہے بڑے بدقسمتوں کا کام ہے۔

بالآخر ایک اور ہزار شکر کا مقام ہے کہ اس موقعہ پر ایک **پیشگوئی** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی پوری ہوئی۔ اور وہ یہ ہے کہ اس ستّر دن کے عرصہ میں کچھ بباعث امراض لاحقہ اور کچھ بباعث اس کے کہ بوجہ بیماری بہت سے دن تفسیر لکھنے سے سخت معذوری رہی اُن نمازوں کو جو جمع ہو سکتی ہیں جمع کرنا پڑا۔ اور اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو درّ منثور اور فتح باری اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کتب میں ہے کہ تُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوۃُ یعنے مسیح موعود کے لئے نماز جمع کی جائے گی۔ اب ہمارے مخالف علماء یہ بھی بتلاویں کہ کیا وہ اس بات کو مانتے ہیں یا نہیں کہ یہ پیشگوئی پوری

ہو کر **مسیح موعود** کی وہ علامت بھی ظہور میں آگئی۔ اور اگر نہیں مانتے تو کوئی نظیر پیش کریں کہ کسی نے مسیح موعود کا دعوٰے کر کے دو ماہ تک نمازیں جمع کی ہوں۔ یا بغیر دعوٰی ہی نظیر پیش کرو۔

وَالسَّلَام

عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

۲۰ فروری ۱۹۰۱ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۳ صفحہ پر ہے جس پر پریس کا نام نہیں)

---

(۲۳۶)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَلصُّلْحُ خَیْرٌ

اے علماء قوم جو میرے مکذب اور مکفر ہیں یا میری نسبت متذبذب ہیں۔ آج پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک مرتبہ پھر آپ صاحبوں کی خدمت میں مصالحت کے لئے درخواست کروں۔ مصالحت سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ میں آپ صاحبوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے مجبور کروں یا اپنے عقیدہ کی اس بصیرت کے مخالف کوئی کمی بیشی کروں۔ جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ بلکہ اس جگہ مصالحت سے صرف یہ مراد ہے کہ فریقین

ایک پختہ عہد کریں کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو اُن کے زیر اثر ہیں۔ ہر ایک قسم کی سخت زبانی* سے باز رہیں۔ اور کسی تحریر یا تقریر یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نہ کریں۔ اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ شرط تہذیب اور شائستگی ہے، فریق ثانی مدارات سے پیش آئیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ انجام کار انہی اصولوں یا مدارات کی طرف لوگ آجاتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ ایک فریق دُنیا میں بکثرت پھیل گیا ہے جیسا کہ آجکل حنفی شافعی مالکی حنبلی باوجود اُن سخت اختلافات کے جن کی وجہ سے مکہ معظمہ کی ارض مقدسہ بھی ان کو ایک مصلے پر جمع نہیں کر سکی۔ ایک دوسرے سے مخالطت اور ملاقات رکھتے ہیں۔ لیکن بڑی خوبی کی یہ بات ہے کہ کسی اندرونی فرقہ کی ابتدائی حالت میں ہی اس سے اخلاقی برتاؤ کیا جائے۔ خدا جس کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے وہی نابود ہوتا ہے۔ انسانی کوششیں کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں ہے تو خود یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ اور اگر خدا کی طرف سے ہے تو کوئی دشمن اس کو تباہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے محض قلیل جماعت خیال کر کے تحقیر کے درپے رہنا طریق تقویٰ کے برخلاف ہے۔ یہی تو وقت ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے اخلاق دکھلائیں۔ ورنہ جب یہ احمدی فرقہ دُنیا میں چند کروڑ انسانوں میں پھیل جائے گا اور ہر ایک طبقہ کے انسان اور بعض ملوک بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے تو اُس زمانہ میں تو یہ کینہ اور بغض خود بخود لوگوں کے دلوں سے دُور ہو جائے گا۔ لیکن اس وقت کی مخالطت اور مدارات خدا کے لئے نہیں ہوگی۔ اور اُس وقت مخالف علماء کا نرمی اختیار کرنا تقویٰ کی وجہ سے نہیں سمجھا جائے گا۔ تقوے دکھلانے کا آج ہی دن ہے جب کہ فرقہ دُنیا میں بجز چند ہزار انسان

---

* سخت زبانی میں یہ بات داخل ہوگی کہ ایک فریق دوسرے فریق کو ان الفاظ سے یاد کرے کہ وہ دجّال ہے یا بے ایمان ہے یا فاسق ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اس کے بیان میں غلطی ہے یا وہ خاطی یا غلطی ہے سخت زبانی میں داخل نہیں ہوگا۔ منہ

کے زیادہ نہیں۔ اور مَیں نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے کوئی ایسا مضمون شائع نہیں کرے گا جس میں آپ صاحبوں میں سے کسی صاحب کی تحقیر اور توہین کا ارادہ کیا گیا ہو۔ اور اس انتظام پر اس وقت سے پورا عملدر آمد ہوگا جب کہ آپ صاحبوں کی طرف سے اسی مضمون کا ایک اشتہار نکلیگا اور آئندہ آپ پورے عہد سے ذمہ دار ہو جائیں گے کہ آپ صاحبان اور نیز ایسے لوگ جو آپ کے زیر اثر ہیں یا زیر اثر سمجھے جا سکتے ہیں ہر ایک قسم کی بدزبانی اور سبّ و شتم سے مجتنب رہیں گے اور اس نئے معاہدہ سے آیندہ اس بات کا تجربہ ہو جائے گا کہ کس فریق کی طرف سے زیادتی ہے۔ اس سے آپ صاحبوں کو ممانعت نہیں کہ تہذیب سے ردّ لکھیں اور نہ ہم اس طریق سے دستکش ہو سکتے ہیں۔ لیکن دونوں فریق پر واجب ہوگا کہ ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدگوئی سے مُنہ بند کرلیں۔ مجھے بہت خوشی ہوگی جب آپ کی طرف سے یہ اشتہار پہنچے گا اور اسی تاریخ سے ان تمام امور پر ہماری طرف سے بھی عملدرآمد شروع ہوگا۔ بالفعل اس اندرونی تفرقہ کے مٹانے کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں۔ آیندہ جس فریق کے ساتھ خدا ہوگا وہ خود غالب ہوتا جائے گا۔ دُنیا میں سچائی اوّل چھوٹے سے تخم کی طرح آتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے جو پھل اور پھول لاتا ہے اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرتے ہیں*۔

المشتہر میرزا غلام احمد از قادیان ۔ ۵؍مارچ ۱۹۰۱ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۔ ۷۰۰ کاپی (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

* کم سے کم تین برس کے لئے یہ مصالحہ ضروری ہے۔ اور اس خیال سے کہ حساب میں غلطی نہ ہو اس مصالحہ کی ابتدائی تاریخ یکم اپریل ۱۹۰۱ء مقرر کی گئی ہے کیونکہ معلوم نہیں کہ آپ صاحبوں کی طرف سے بعد باہمی مشورہ کب سب کے دستخطوں کے ساتھ جو پانچ علماء سے کم نہ ہوں جواب اشتہار نکلیگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ منہ

(۲۳۷)

طاعون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۶ ۲ر فروری ۱۸۹۸ء کو مَیں نے طاعون کے بارے میں ایک پیشگوئی شایع کی تھی اور اس میں لکھا تھا کہ مجھے یہ دکھلایا گیا ہے کہ اس ملک کے مختلف مقاموں میں سیاہ رنگ کے پودے لگائے گئے ہیں اور وہ طاعون کے پودے ہیں۔ اور مَیں نے اطلاع دی تھی کہ توبہ اور استغفار سے وہ پودے دُور ہو سکتے ہیں۔ مگر بجائے توبہ اور استغفار کے وہ اشتہار بڑی ہنسی اور ٹھٹھے سے پڑھا گیا۔ اب مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ پیشگوئی ان دنوں میں پوری ہو رہی ہے۔ خدا مُلک کو اس آفت سے بچا دے۔ اگر خدانخواستہ اس کی ترقی ہوئی تو وہ ایک ایسی بَلا ہے جس کے تصوّر سے بدن کانپتا ہے۔ سو اے عزیزو اسی غرض سے پھر یہ اشتہار شایع کرتا ہوں کہ سنبھل جاؤ اور خدا سے ڈرو اور ایک پاک تبدیلی دکھلاؤ تا خدا تم پر رحم کرے اور وہ بَلا جو بہت نزدیک آ گئی ہے خدا اس کو نابود کرے۔

اے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھے کا وقت نہیں ہے۔ یہ وہ بَلا ہے جو آسمان سے آتی اور صرف آسمان کے خدا کے حکم سے دُور ہوتی ہے۔ اگرچہ ہماری گورنمنٹ عالیہ بہت کوشش کر رہی ہے اور مناسب تدبیروں سے یہ کوشش ہے۔ مگر صرف زمینی کوششیں کافی نہیں۔ ایک پاک ہستی موجود ہے جس کا نام خدا ہے۔ یہ بَلا اسی کے ارادہ سے مُلک میں پھیلی ہے۔

یہ اشتہار جلد کے صفحہ پر زیر نمبر درج ہے (مرتب)

کوئی نہیں بیان کر سکتا کہ یہ کب تک رہے گی اور اپنے رخصت کے دنوں تک کیا کچھ انقلاب پیدا کرے گی۔ اور کوئی کسی کی زندگی کا ذمہ دار نہیں۔ سو اپنے نفسوں اور اپنے بچوں اور اپنی بیویوں پر رحم کرو۔ چاہیئے کہ تمہارے گھر خدا کی یاد اور توبہ اور استغفار سے بھر جائیں اور تمہارے دل نرم ہو جائیں۔ بالخصوص مَیں اپنی جماعت کو نصیحتاً کہتا ہوں کہ یہی وقت توبہ اور استغفار کا ہے۔ جب بَلا نازل ہو گئی تو پھر توبہ سے بھی فائدہ کم پہنچتا ہے۔ اب اس سخت سَیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ۔ باہمی ہمدردی اختیار کرو۔ ایک دوسرے کو تکبر اور کینہ سے نہ دیکھو۔ خدا کے حقوق ادا کرو اور مخلوق کے بھی تا تم دوسروں کے بھی شفیع ہو جاؤ۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں جس میں مثلاً دس لاکھ کی آبادی ہو ایک بھی کامل راستباز ہو گا تب بھی یہ بَلا اس شہر سے دفع کی جائے گی۔ پس اگر تم دیکھو کہ یہ بَلا ایک شہر کو کھاتی جاتی اور تباہ کرتی جاتی ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس شہر میں ایک بھی کامل راستباز نہیں۔ معمولی درجہ کا طاعون یا کسی اور وبا کا آنا ایک معمولی بات ہے۔ لیکن جب یہ بَلا ایک کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں اپنا مُنہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راست بازوں کے وجود سے خالی ہے۔ تب اس شہر سے جلد نکلو یا کامل توبہ اختیار کرو۔ ایسے شہر سے نکلنا طبّی قواعد کے رو سے مفید ہے ایسا ہی روحانی قواعد کے رُو سے بھی۔ مگر جس میں گناہ کا زہریلہ مادہ ہو وہ بہرحال خطرناک حالت میں ہے پاک صحبت میں رہو کہ پاک صحبت اور پاکوں کی دُعا اس زہر کا علاج ہے۔ دُنیا ارضی اسباب کی طرف متوجہ ہے مگر جڑ اس مرض کی گناہ کا زہر ہے اور تریاقی وجود کی ہمسائیگی فائدہ بخش ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے رسُول کو قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم یعنے خدا ایسا نہیں ہے کہ وبا وغیرہ سے ان لوگوں کو ہلاک کرے جن کے شہر میں تو رہتا ہو۔ پس چونکہ وہ نبی علیہ السلام کامل راست باز تھا اس لئے لاکھوں کی جانوں کا وہ شفیع ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف رکھتے رہے امن کی جگہ رہا۔ اور پھر جب مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کا اس وقت

نام یثرب تھا جس کے معنے ہیں ہلاک کرنے والا۔ یعنی اس میں ہمیشہ سخت وبا پڑا کرتی تھی۔ آپ نے داخل ہوتے ہی فرمایا کہ اب اس کے بعد اس شہر کا نام یثرب نہ ہوگا بلکہ اس کا نام مدینہ ہوگا یعنی تمدّن اور آبادی کی جگہ۔ اور فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ مدینہ کی وبا اس میں سے ہمیشہ کے لئے نکال دی گئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اب تک مکہ اور مدینہ ہمیشہ طاعون سے پاک رہے۔ مَیں اُس خدائے کریم کا شُکر کرتا ہوں کہ اسی آیت کے مطابق اس نے مجھے بھی الہام کیا۔ اور وہ یہ ہے۔

الامراض تشاع والنفوس تضاع۔ ان اللّٰہ لایغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ اٰوی القریۃ۔

یہ الہام اشتہار ۲۶ر فروری ۱۸۹۸ء میں شائع ہوچکا ہے۔ اور یہ طاعون کے بارے میں ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ موتوں کے دن آنے والے ہیں مگر نیکی اور توبہ کرنے سے ٹل سکتے ہیں۔ اور خدا نے اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے اور متفرق کئے جانے سے محفوظ رکھا۔ یعنے بشرط توبہ۔ اور براہین احمدیہ میں یہ الہام بھی درج ہے کہ

ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم

یہ خدا کی طرف سے برکتیں ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب۔ اور یاد رہے کہ یہ ہماری تحریر محض نیک نیتی اور سچّی ہمدردی کی راہ سے ہے۔

وما علی الرسول الا البلاغ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی

المشـــــــــــــــــــــــــــــــــــتھر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۷ر مارچ ۱۹۰۱ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ضلع گورداسپور یہ اشتہار ۲۶ × ۲۰ کے دو صفحوں پر ہے۔

(۲۳۸)

الاعلان

ایھا الاخوان من العرب و فارس و الشام و غیرھا من بلاد الاسلام
اعلموا رحمکم اللہ انی کتبتُ ھذا الکتاب لکم ملھمًا من ربّی۔ و اُمرتُ ان
ادعوکم الی صراطٍ ھُدیتُ الیہ و اُودّبکم بادبی وھذا بعد ما انقطع الامل من
علماء ھذہ الدیار۔ وتحقق انھم لا یبالون عقبی الدار۔ و انقطعت حرکتھم
الی الصدق من تفالج لا من فالج۔ وما نفعھم اثر دواءٍ و لا سعی معالج۔
وما بقی لاجاردا لمعارف فی ارضھم مرتع۔ ولا فی اھلھا مطمع۔ فعند
ذالک القی فی قلبی من الحضرۃ۔ ان اوی الیکم لطلب النصرۃ۔ لتکونوا

(ترجمہ)

اعلان

اے عرب، فارس، شام اور دوسرے ممالک کے مسلمان بھائیو! اللہ تم پر رحم کرے۔ تم یہ جان لو کہ میں نے تمہارے لئے یہ کتاب اپنے رب سے الہام پاکر لکھی ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں اس راستہ کی طرف بلاؤں جس کی طرف مجھے رہنمائی کی گئی ہے اور میں تمہیں اپنے آداب سکھاؤں اور یہ اس بات کے بعد ہوا ہے جبکہ میں اس علاقہ کے علماء سے نا امید ہو گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ انہیں آخرت کے گھر کی کوئی پروا نہیں اور بناوٹی فالج زدہ بننے کی وجہ سے نہ کہ (حقیقۃً) فالج ہونے کی وجہ سے سچائی کی طرف ان کی حرکت منقطع ہو گئی۔ اور ان پر کسی دوا کا اثر نہ ہوا۔ اور نہ کسی معالج کی کوشش نے انہیں فائدہ پہنچایا۔ اور معارف کے گھوڑوں کے لئے ان کے علاقہ میں کوئی چراگاہ باقی نہ رہی اور نہ اس کے اہل میں کوئی طمع کی جگہ۔ پس اس وقت بارگاہ ایزدی سے میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ میں تمہارے ہاں مدد طلب کرنے کے لئے پناہ لوں تا تم

انصاری کاھل المدینۃ۔ ومن نصرنی وصدقنی فقد ارضی ربّہ و خیر البریۃ۔ وان شرّ الدّوابّ الصُّمُّ البُکم الذین لا یصغون الی الحق والحکمۃ۔ ولا یسمعون برھانا ولو کان من الحجج البالغۃ۔ واذا قیل لھم اٰمنوا بما اتاکم من ربکم من الحق والبینۃ۔ بعد ایامٍ کثرت الفِرَقُ و اختلافھم فیھا وتلاطم بحر الضلالۃ۔ قالوا لا نعرف ما الحق وانّا وجدنا اٰباءنا علیٰ عقیدۃ۔ وانا علیھا الی یوم المنیّۃ۔ وما قلت لھم الا ما قال القرآن۔ فما کان جوابھم الا السبّ والھذیان۔ وان اللہ قد علّمنی ان عیسی ابن مریم قد مات۔ ولحق الاموات۔ و امّا الذی کان نازلاً من السماء فھو ھذا القائم بینکم کما اُوْحِیَ اِلَیَّ من حضرۃ الکبریاء۔

اہل مدینہ کی طرح میرے انصار بن جاؤ۔ اور جس نے میری مدد کی اور میری تصدیق کی اس نے اپنے رب کو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیا۔ اور جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں۔ اور حق اور حکمت کی طرف کان نہیں دھرتے اور نہ وہ کسی دلیل کو سننا چاہتے ہیں اگرچہ وہ حجج بالغہ ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور جب انہیں یہ کہا گیا کہ تم اس پر ایمان لاؤ جو تمہیں اپنے رب سے حق اور واضح دلائل سے دیا گیا ہے بعد ان ایام کے جبکہ بڑی تعداد میں فرقے پیدا ہو گئے اور ان کا باہمی اختلاف بڑھ گیا اور بحرِ ضلالت میں تلاطم برپا ہو گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ ہم نہیں جانتے کہ حق کیا ہے۔ ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کو ایک عقیدہ پر پایا ہے اور اس عقیدہ پر تا موت قائم رہیں گے۔ انہیں میں نے وہی کہا جو قرآن کریم نے کہا ہے۔ لیکن ان کا جواب سوائے گالی گلوچ اور بکواس کے کچھ نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ علم دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور مُردوں سے مل گئے ہیں۔ اور وہ شخص جو آسمان سے اترنے والا تھا وہ یہی ہے جو تمہارے درمیان کھڑا ہے۔ جیسا کہ مجھے خدا کی طرف سے وحی کی گئی ہے۔

و كانت حقيقة النزول* ظهور المسيح الموعود عند انقطاع الاسباب۔ و

* الحاشية۔ اعلموا ان لفظ النزول قد اختير للمسيح الموعود لوجهين (۱) احدها لاظهار انقطاع الاسباب الارضية كالحكومة والرياسة۔ والوسائل الحربية فى ملك يبعث فيه من الحضرة الاحدية۔ كانه كانت اشارة الى ان المسيح الموعود لاياتى الا فى ملك لايبقىٰ فيه للاسلام قوة۔ ولا للمسلمين طاقة۔ و مع ذالك يقومون للانكار۔ و يريدون ان يطفؤا نور الله فضلاً من ان يكونوا من الانصار۔ فيؤيّد المسيح من لدن رب السماء۔ ولا يكون عليه منة احد من ملوك الارض واهل الدول والامراء۔ ولا يستعمل السيف والسنان۔ فكانه نزل من السماء ونصره الله من لدنه و اعان۔

اور نزول* کی حقیقت یہ تھی کہ مسیح موعود اسباب کے منقطع ہو جانے، اسلامی حکومت کے

* الحاشیہ: جان لو کہ مسیح موعود کے لئے لفظ نزول دو وجوہ سے اختیار کیا گیا ہے (۱) ان میں سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس بات کو ظاہر کرنا تھا کہ جس ملک میں وہ خدائے یگانہ کی طرف سے مبعوث ہوگا۔ اس میں زمینی اسباب (جیسے حکومت، ریاست اور جنگی وسائل) منقطع ہو چکے ہوں گے۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مسیح موعود ایسے ملک میں آئے گا جس میں اسلام کے لئے کوئی قوت باقی نہیں رہے گی نہ مسلمانوں میں کوئی طاقت ہوگی۔ اس کے باوجود وہ انکار کے لئے کھڑے ہوں گے اور بجائے اس کے کہ وہ انصار میں سے ہوتے وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا ارادہ کریں گے۔ پس آسمانوں کے رب کی طرف سے مسیح کی تائید ہوگی۔ اور اس پر دنیا کے بادشاہوں، نوابوں اور امراء میں سے کسی کا احسان نہ ہوگا۔ اور نہ تلوار اور نیزہ کا استعمال نہیں ہوگا۔ (پس یوں سمجھا جائے گا کہ) گویا وہ آسمان سے نازل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ

ضعف الدولة الاسلامية وغلبة الاحزاب۔ وکان ھذا اشارۃ الی ان الامرکلہ ینزل من السماء۔ من غیرضرب الاعناق وقتل الاعداء۔ ویُری کالشمس فی الضیاء۔ ثم نقل اھل الظاھر ھذہ الاستعارۃ الی الحقیقۃ فھذہ اوّل مصیبۃ نزلت علٰی ھذہ الملۃ۔ و ما اراد اللہ من انزال

(بقیۃ الحاشیۃ) (۲) ثانیھا لاظھار شھرۃ المسیح الموعود فی اسرع الاوقات والزمان فی جمیع البلدان۔ فان الشیئ الذی ینزل من السماء۔ یراہ کل احد من قریب وبعید ومن الاطراف والانحاء۔ ولا یبقی علیہ ستر فی اعین ذوی الانصاف۔ ویشاھد کبرق یبرق من طرف الی طرف حتی یحیط کدائرۃ علی الاطراف۔ منہ

کمزور ہونے اور دوسرے گروہوں کے غلبہ کے بعد ظاہر ہوگا۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ امر سارے کا سارا بغیر گردنوں کے اُڑانے اور دشمنوں کے قتل کرنے کے آسمان سے نازل ہوگا اور روشنی میں سُورج کی مانند دکھائی دے گا۔ لیکن اہل ظاہر نے اس استعارہ کی حقیقت پر محمول کرلیا۔ اور یہ پہلی مصیبت تھی جو اس قوم پر نازل ہوئی۔ اور انزال مسیح سے

(بقیہ حاشیہ) (۲) دوسری وجہ مسیح موعود کے لئے لفظ نزول کے اختیار کرنے کی یہ ہے کہ اس سے اس بات کا اظہار کرنا مقصود تھا کہ مسیح موعود (وقت اور زمانہ کے لحاظ سے) بہت جلد تمام ممالک میں شہرت پاجائے گا۔ اور جو چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے اس کو ہر ایک دیکھ لیتا ہے قریب ہو یادُور یا اطراف وجوانب سے ہو۔ اور منصف مزاج لوگوں کی نظر میں کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ اس بجلی کی طرح دکھائی دیتی ہے جو ایک طرف سے چمکتی ہے اور پھر تمام اطراف پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہوجاتی ہے۔ منہ

المسیح - الائری مقابلۃ الملتین بالتصریح - فان نبینا المصطفٰے کان مثیل موسٰے - وکانت سلسلۃ خلافۃ الاسلام کمثل سلسلۃ خلافۃ الکلیم من اللہ العلام - فوجب بضرورۃ ھذہ المماثلۃ والمقابلۃ ان یظہر فی اٰخر ھذہ السلسلۃ مسیح کمسیح السلسلۃ الموسویۃ - ویہود کالیہود الذین کفّروا عیسٰی وکذبوہ وارادوا قتلہ وجروہ الی ارباب الحکومۃ - فمن العجب ان علماء الاسلام اعترفوا بان الیہود الموعودون فی اٰخر الزمان لیسوا یہودًا فی الحقیقۃ - بل ھم مثلھم من المسلمین فی الاعمال والعادۃ - ثمّ یقولون مع ذالک ان المسیح ینزل من السماء - وھو ابن مریم رسول اللہ فی الحقیقۃ لا مثیلہ من الاصفیاء - فکانھم حسبوا ھذہ الامۃ اردء الامم واخبثہم

خدا تعالےٰ کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ دونوں اقوام کا مقابلہ صراحت سے دکھائے - کیونکہ ہمارے نبی محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسٰی تھے اور خلافت اسلامیہ کا سلسلہ خدائے علاّم کی طرف سے خلافت موسویہ کے سلسلہ کی مانند تھا - پس اس مماثلت اور مقابلہ کی ضرورت کی وجہ سے یہ ضروری تھا کہ اس سلسلہ کے آخر میں بھی سلسلہ موسویہ کے مسیح کی مانند ایک مسیح ظاہر ہو اور ان یہود کی طرح یہود بھی پیدا ہوں جنہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی تکذیب کی اور انہیں قتل کرنا چاہا اور انہیں ارباب حکومت کی طرف کھینچ کر لے گئے - اور تعجب کی بات ہے کہ علماء اسلام نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ آخری زمانہ میں جن یہودیوں کا وعدہ دیا گیا ہے وہ فی الحقیقت یہودی نہیں ہوں گے بلکہ وہ مسلمانوں میں سے اپنی عادات اور اعمال کے لحاظ سے ان جیسے ہی ہونگے اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح آسمان سے نازل ہوگا - اور وہ فی الحقیقت مریم کے بیٹے اللہ کے رسول ہوں گے - یوں نہیں کہ اصفیاء میں سے ان کا کوئی مثیل ہوگا - گویا انہوں نے اس امت کو سب امتوں سے زیادہ ردّی اور ناپاک سمجھا -

فانہم زعموا ان المسلمین قوم لیس فیہم احد یقال لہ انہ مثیل بعض الاخیار السابقین۔ واما مثیل الاشرار فکثیر فیہم ففکّروا فیہ یا معشر العاقلین۔ ثمّ ان مسئلۃ نزول عیسٰی نبی اللہ کانت من اختراعات النصرانیّین۔ وامّا القراٰن فتوفاہ والحقہ بالمیّتین۔ وما اضطرت النّصارٰی الی نحت ھذہ العقیدۃ الواھیۃ الّا فی ایام الیاس وقطع الامل من النصرۃ الموعودۃ۔ فانّ الیھود کانوا یسخرون منہم ویضحکون علیہم ویؤذونہم بانواع الکلمات۔ عند ما رأوا خذلانہم وتقلبہم فی الاٰفات۔ فکانوا یقولون این مسیحکم الذی کان یزعم انہ یرث سریر داؤد۔ وینال السلطنۃ وینجی الیھود۔ فتألم النصارٰی من سماع ھذہ المطاعن۔ والامر الصبرُ

کیونکہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ مسلمانوں میں سے کوئی فرد بھی ایسا نہیں جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ وہ بعض گذشتہ اخیار کا مثیل ہے۔ اور جہانتک اشرار کے مثیلوں کا سوال ہے وہ ان میں بڑی تعداد میں ہیں۔ پس اے عقلمند گروہ تم اس بارہ میں غور کرو۔ پھر یہ بھی سنو کہ نزول عیسٰی کا مسئلہ عیسائیوں کی ایجاد ہے۔ قرآن کریم نے تو مُردہ قرار دے کر اسے مُردوں میں شامل کیا ہے۔ اور عیسائی اس ردّی عقیدہ کو اختراع کرنے پر اس وقت مجبور ہوئے جب وہ نا امید ہو گئے اور اس نصرت الٰہی کی طرف سے ان کی امیدیں ٹوٹ گئیں جس کا انہیں وعدہ دیا گیا تھا اور یہودی ان سے تمسخر کرتے، ان پر ہنستے اور ان کو مختلف کلمات کے ساتھ دُکھ دیتے۔ اس وقت انہوں نے اپنے آپ کو بے یار و مددگار اور آفات میں مبتلا دیکھا۔ یہود کہتے تھے۔ کہاں ہے تمہارا وہ مسیح جو یہ خیال کرتا تھا کہ وہ داؤد کے تخت کا وارث ہوگا۔ حکومت حاصل کرے گا۔ اور یہود کو نجات دے گا۔ یہود کے ان طعنوں سے عیسائی لوگ بہت دکھی ہوئے۔ بھلا لعنت کرنے والے پر کب تک صبر کیا جا سکتا ہے۔

باللاعن۔ فنحتوا الجوابین۔ عند ھذین الطعنین و الخطابین۔ فقالوا ان یسوع ابن مریم و ان کان ما نال السلطنة فی ھذہ الاوان۔ ولکنّہ ینزل بصورة الملوك الجبارین القھارین فی اخر الزمان۔ فیقطع ایدی الیھود وارجلھم و انوفھم ویھلکھم باشد العذاب والھوان۔ و یجلس احبابہ بعد ھذ العقاب۔ علی سرر مرفوعة موعودة فی الکتاب واما قول المسیح انہ من اٰمن بہ فینجیہ من الشدائد اللتی نزلت علی بنی اسرائیل۔ فمعناہ انہ ینجیہ بدمہ من الذنوب لا من جور الحکومة الرومیة کما ظُنّ و قیل۔ فحاصل الکلام ان النصاریٰ لما اذاھم طول مکثھم فی المصائب۔ واطال الیھود السنھم فی امرھم وحسبوھم کالخاسر الخائب

چنانچہ انہوں نے ان دونوں طعنوں اور خطابوں کے موقعہ پر دو جواب گھڑے۔ انہوں نے یہ کہا کہ یسوع ابن مریم نے گو اس زمانہ میں حکومت حاصل نہیں کی۔ لیکن وہ آخری زمانہ میں جبار اور قہار بادشاہوں کے رُوپ میں نازل ہوگا اور یہودیوں کے ہاتھ اور پاؤں اور ناک کاٹے گا اور ان کو سخت عذاب دے گا اور ذلّت سے ہلاک کرے گا۔ پھر اس سزا کے بعد اپنے ساتھیوں کو ان بلند تختوں پر بٹھائے گا جن کا تورات میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور مسیح کا یہ کہنا کہ جو کوئی مجھ پر ایمان لائے گا میں اسے ان سختیوں سے نجات دلاؤں گا جو بنی اسرائیل پر نازل ہوئیں اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ ان کو اپنے خون کے ساتھ گناہوں سے نجات دلائے گا نہ کہ رُومی حکومت کے ظلم سے جیسا کہ خیال کیا جاتا اور کہا جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب نصاریٰ کو مصائب میں ایک لمبے عرصہ تک پڑے رہنے سے دُکھ پہنچا۔ اور یہودیوں نے ان کے بارہ میں زبانیں دراز کیں۔ اور انہیں خائب و خاسر انسان کی مانند خیال کیا۔ تو اُن

شَقَّ علیھم ھذا الاستھزاء۔ فنحتوا العقیدتین المذکورتین لیسکت الاعداء
وان من عادات الانسان۔ انه یتشبث بالامانی عند ھبوب ریاح الحرمان۔
واذا رای انه ما بقی له مقام رجاء۔ فیسّر نفسه باھواء۔ فیطلب ما ندّ
عن الاذھان۔ وشذّ عن الآذان۔ فیطلب الکیمیا عند نفاد الاموال۔ و
قد یتوجه الی تسخیر النجوم والاعمال۔ وکذٰلك النصاریٰ اذا وقع علیھم
قول الاعداء۔ وما کان مَفَرٌّ من ھذا البلاء۔ فنحتوا ما نحتوا واتّکئوا علی
الامانی۔ کما ھو سیرۃ الاسیر والعانی۔ فاشاعوا الاصولین المذکورین کما
تعلم وتریٰ۔ ووفّوا حق العمیٰ۔ واما صار اعتقاد نزول المسیح جزو طبیعتھم
واحاط علی مجاری الفھم وعادتھم۔ کانت عنایتھم مصروفة لا محالة

پر یہ استہزاء شاق گذرا۔ تب انہوں نے مذکورہ دونوں عقیدے گھڑ لئے۔ تا دشمن خاموش
ہو جائیں۔ انسان کی عادت ہے کہ جب اس پر محرومی کی اندھیریاں چلنے لگتی ہیں تو وہ
اپنے لئے آرزوؤں کا سہارا لیتا ہے اور جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے لئے امید کا
کوئی مقام باقی نہیں رہا تو وہ اپنے نفس کو خواہشات کے ساتھ خوش رکھتا ہے۔ اور ایسی
ایسی باتیں تلاش کرتا ہے جو ذہن سے نکل گئی ہوں اور کانوں سے جدا ہو گئی ہوں۔ پس کبھی
تو وہ اموال ختم ہو جانے کے بعد کیمیاء کی تلاش میں لگ جاتا ہے اور کبھی نجوم اور اعمال کے مسخر
کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جب نصاریٰ پر دشمنوں کی طعن آمیز باتوں کی زد پڑی۔ اور
انہیں اس سے کوئی جائے فرار نہ ملی تب انہوں نے وہ گھڑا جو گھڑا۔ اور اپنے لئے آرزوؤں کا سہارا لیا جیسا
کہ ایک قیدی کی سیرت ہے۔ پس انہوں نے جیسا کہ تو جانتا اور دیکھتا ہے ان دونوں اصولوں کی اشاعت
کی اور انہوں نے نابینائی کا حق ادا کیا۔ اور جب نزول مسیح کا عقیدہ ان کی طبیعت کا جزو بن گیا
اور ان کی عادت کے راستوں پر چھا گیا تو ان کی توجہ لامحالہ نزول عیسیٰ کی طرف منعطف ہو گئی۔

الیٰ نزول عیسٰی۔ لیھلک اعداءھم ویجلسھم علیٰ سریر العزۃ والعُلیٰ۔ فھٰذا ھو سبب سریان ھٰذہ العقیدۃ۔ فی الفِرَق المسیحیۃ۔ ومثلھم فی الاسلام یوجد فی الشیعۃ۔ فانہ لما طال علیھم امد الحرمان۔ وما قام فیھم ملک الیٰ قرون من الزمان۔ نحتوا من عند انفسھم ان مھدیھم مستتر فی مغارۃ۔ ویخرج فی اٰخر الزمان ویحیی صحابۃ رسول اللّٰہ لیقتلھم باذیۃ۔ وان حسین بن علی وان کان ما نجاھم من ظلم یزید۔ لکن ینجیھم بدمہ فی الیوم الاٰخر من عذاب شدید وکذالک کل من خسر وخاب نحتَ ھٰذا الجواب۔ وسمعت ان فرقۃ من الوھابیین الھندیین ینتظرون کمثل ھٰذہ الفرق شیخھم سیّد احمد البریلوی وانفدوا اعمارھم فی فلوات منتظرین۔ فھٰؤلاء کلھم محل رحم بما لم یرجع

تا وہ ان کے دشمنوں کو ہلاک کرے۔ اور انہیں عزّت اور بلندی کے تختوں پر بیٹھائے۔ غرض مسیحی فرقوں میں اس عقیدہ کے شائع ہونے کا یہی سبب ہے۔ اور اسلام میں ان کی مثال شیعوں میں پائی جاتی ہے۔ جب ان پر محرومی کا عرصہ لمبا ہو گیا۔ اور صدیوں تک ان میں کوئی بادشاہ نہ ہوا۔ تو انہوں نے اپنی طرف سے یہ عقیدہ گھڑا کہ ان کا مہدی غار میں چھپا ہوا ہے۔ اور وہ آخری زمانہ میں باہر نکلے گا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی زندہ کئے جائیں گے۔ تا وہ انہیں اذیت دے دے کر قتل کرے۔ اور حسین بن علیؓ نے تو انہیں یزید کے ظلم سے نجات نہ دلائی۔ لیکن وہ آخرت میں اپنے خون کے ساتھ انہیں عذاب شدید سے نجات دلائے گا۔ اور اس طرح ہر وہ شخص جس نے کبھی خسارہ اُٹھایا اور ناکام ہوا۔ اس نے یہی جواب گھڑا۔ اور مَیں نے سُنا ہے کہ ہندوستانی وہابیوں کا ایک فرقہ بھی ان فرقوں کی طرح اپنے بزرگ حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی کا انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے ان کا انتظار کرتے کرتے جنگلوں میں اپنی زندگیاں گذار دی ہیں۔ یہ سب لوگ اس لحاظ سے قابل رحم ہیں کیونکہ

احد من كبراءهم الى هذا الحين۔ بل رجع المنتظرون اليهم وكم حسرات فی قلوب المقبورين۔ فملخص القول ان عقيدة رجوع المسيح وحياته كانت من نسج النصارى ومفترياتهم۔ ليطمئنوا بالاماني ويدرّءوا اليهود وهمزاتهم واما المسلمون فدخلوها من غير ضرورة۔ واُخذوا من غير شبكة۔ واكلوا السمّ من غير حلاوة۔ واذ اقبلوا ركنًا من ركنی الملة النصرانية۔ فما معنى الانكار من الركن الثانی اعنی الكفّارة۔ وانا فصّلنا هذه الامور كلّها فی الكتاب۔ وكفاك هذا ان كنت من الطُّلّاب۔ ان الذين ظنوا من المسلمين ان عيسٰی نازل من السماء ما اتبعوا الحق بل هم فی وادی الضلال يتيهون۔ ما لهم بذالك من علم ان هم الا يخرصون۔ ام اُوتوا من البرهان او عُلّموا من القرآن فهم به

اس وقت تک ان کے بزرگوں میں سے کوئی بھی واپس نہیں آیا بلکہ انتظار کرنے والے ان بزرگوں کی طرف لوٹ گئے۔ اور ان دفن شدہ لوگوں کے دلوں میں کتنی ہی حسرتیں ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ رجوع عیسٰی اور ان کی زندگی کا عقیدہ عیسائیوں کی اختراع اور ان کا افترا ہے۔ تا وہ اپنے نفس کو خواہشات کے ذریعہ اطمینان دلائیں۔ اور یہود کے ان اعتراضات کا ردّ کریں۔ مسلمان تو بغیر کسی ضرورت کے ان وساوس میں پڑ گئے۔ اور وہ بغیر کسی جال کے پکڑے گئے اور انہوں نے بغیر کسی مٹھاس کے زہر کو کھایا ہے۔ اور جب انہوں نے ملّتِ نصرانیہ کے دو ارکان میں سے ایک رُکن کو قبول کر لیا ہے تو دوسرے رُکن یعنے کفارہ سے انکار کی کیا وجہ ہے۔ اور ہم نے ان تمام امور کو اپنی کتاب میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اور اگر تو حق کا متلاشی ہے تو تجھے اس قدر بیان کافی ہے۔ مسلمانوں میں سے جنہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے انہوں نے حق کی پیروی نہیں کی بلکہ وہ گمراہی کی وادی میں بھٹک رہے ہیں۔ انہیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں وہ صرف اٹکل سے کام لے رہے ہیں۔ کیا انہیں کوئی دلیل دی گئی ہے

مستمسکون۔ کلا بل اتبعوا اھواء الذین ضلوا من قبل و ترکوا ما قال ربھم و لایبالون۔ وقد ذکر الفرقان ان عیسٰی قد توفی فبای حدیث بعد ذٰلک یؤمنون۔ الایفکّرون فی سرّ مجیٔ المسیح ام علی القلوب اقفالھا ام ھم قوم لایبصرون۔ ان اللّٰہ کان قد منّ علی بنی اسرائیل بموسٰی والنبیین الذین جاء وا من بعدہ منھم نعصوا انبیاءھم ففریقاً کذّبوا و فریقاً یقتلون۔ فاراد اللّٰہ ان ینزع منھم نعمتہ و یؤتیھا قوما اٰخرین ثم ینظر کیف یعملون۔ فبعث مثیل موسٰی من قوم بنی اسماعیل وجعل علماء امتہ کانبیاء سلسلۃ الکلیم وکسر غرور الیھود بما کانوا یستکبرون۔ و اٰتٰی نبیّنا کل ما اوتی موسٰی و زیادۃ و اٰتاہ من الکتاب و الخلفاء کمثلہ و احرق بہ قلوب الذین ظلموا و استکبروا لعلّھم یرجعون۔ فکما انہ

یا قرآن کریم سے انہوں نے علم حاصل کیا ہے اور وہ اسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ انہوں نے فرمان خداوندی کو چھوڑا۔ اور اس کی پروا نہ کی اور قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ پس اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ کیا وہ مسیح علیہ السلام کے آنے کے راز میں غور نہیں کرتے یا اُن کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ یا وہ ایسی قوم ہے جو بصیرت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر موسٰی علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیاء کے ذریعہ احسان کیا۔ لیکن انہوں نے اپنے انبیاء کی نافرمانی کی۔ ایک فریق نے انہیں جھٹلایا اور ایک فریق ان کے قتل کے درپے ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ ان سے اپنی نعمت چھین لے اور اسے دوسری قوم کو دیدے۔ پھر وہ دیکھے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ پس اس نے بنو اسمٰعیل میں سے مثیل موسیٰ کو مبعوث فرمایا اور اس کی امت کے علماء کو موسوی سلسلہ کے انبیاء کی مانند بنایا اور اس طرح یہود کے غرور کو ان کے تکبر کرنے کے سبب توڑ دیا اور اس نے ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ سب کچھ دیا جو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا بلکہ اس سے زیادہ دیا۔ پھر اس نے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند کتاب اور خلفاء دیئے اور اس کے ساتھ ظالم اور متکبر لوگوں کے

خلق الازواج کلھا کذالک جعل السلسلۃ الاسماعیلیۃ زوجاً للسلسلۃ الاسرائیلیۃ۔ و امر نطق بہ القرآن و لاینکرہ الا العمون۔ الا تریٰ قولہ تعالیٰ فی سورۃ الجاثیۃ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔ (۲) ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ فانظر کیف ذکر اللہ تعالیٰ ھھنا سلسلتین متقابلتین سلسلۃ موسیٰ الی عیسیٰ۔ وسلسلۃ نبیّنا خیر الوریٰ الی المسیح الموعود الذی جاء فی زمنکم ھذا۔ و انہ ما جاء من القریش کما ان عیسی ما جاء من بنی اسرائیل۔ و انہ علم لساعۃ کافۃ الناس

دلوں کو جلایا تا وہ رجوع کریں۔ پس جیسا کہ اللہ نے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں۔ اسی طرح اللہ نے سلسلہ اسماعیلیہ کو سلسلہ اسرائیلیہ کا جوڑا بنایا۔ اور یہ وہ نکتہ ہے جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور جس کا انکار صرف اندھے ہی کر سکتے ہیں۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کا قول نہیں دیکھتا جو سورہ جاثیہ میں فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔ (۲) ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ پس دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں دو متقابل سلسلوں کو (حضرت موسیٰؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کے سلسلہ اور ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس مسیح موعود تک کے سلسلہ کو جو تمہارے اس زمانہ میں آیا) کس طرح بیان کیا ہے۔ اور پھر یہ کہ وہ (مسیح موعود) قریش سے نہیں آیا جیسا کہ عیسٰی علیہ السلام بنی اسرائیل سے نہیں آئے تھے اور یہ کہ وہ تمام لوگوں کیلئے آخری گھڑی کے علم

كَمَا كَانَ عيسٰى علمًا لساعة اليهود- هذا ما اشير اليه في الفاتحة- وما كان حديثًا يفترٰى- وقد شهدت السماء بآياتها- وقالت الارض الوقت هذا الوقت- فاتق الله ولا تيئس من روح الله- والسلام على من اتبع الهدٰى-

فحاصل الكلام ان القرآن مملوٌّ من ان الله تعالٰى اختار موسٰى بعد ما اهلك القرون الاولٰى- وآتاه التوراة وارسل لتائيده النبيين تترٰى- ثم قفّٰى على آثارهم بعيسٰى۔ واختار محمدًا صلى الله عليه وسلم بعد ما اهلك اليهود

٭ الحاشية- اعترض على جاهل من بلدة اسمها جهل يا ذوي الحصات- وفي اٰخرها حرف الميم ليدل على مسخ القلب والممات- وفرح فرحًا شديدًا باعتراضه و شتمني وذكرني باقبح الكلمات- وقال ان هذا الرجل يزعم ان عيسٰى كان من

کے طور پر ہے جیسا کہ حضرت عیسٰیؑ یہود کی آخری گھڑی کے لئے بطور علم تھے۔ یہ وہ بات ہے جس کی طرف سورۂ فاتحہ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جو افترا کی گئی ہو بلکہ اس پر آسمان نے اپنے نشانات کے ذریعہ شہادت دی ہے اور زمین نے کہا کہ وقت یہی ہے۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اور اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن کریم اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد موسےٰ علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا اور انہیں تورات دی اور پھر ان کی تائید کے لئے متواتر نبی بھیجے پھر ان انبیاء کے نقشِ قدم پر عیسٰی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور یہود کو تباہ اور ہلاک کرنے کے بعد

٭ حاشیہ- مجھ پر ایک جاہل نے (جو اس شہر کا باشندہ ہے جس کا نام اے عقلمندو! جہل ہے۔ اور اس کے آخر میں میم کا حرف ہے جو قلوب کے مسخ ہونے اور موت پر دلالت کرتا ہے) اعتراض کیا اور وہ اپنے اس اعتراض کی وجہ سے بہت خوش ہوا۔ اور اس نے مجھے گالیاں دیں۔ اور مجھے بُرے کلمات سے یاد کیا۔ اور کہا کہ یہ شخص خیال کرتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام کے متبعین

فاردی۔ ولاشک ولاریب ان السلسلة الموسوية والمحمدية قد تقابلتا وكذلك اراد الله وقضى۔ واما عيسى فهو من خدام الشريعة الاسرائيلية ومن انبياء سلسلة موسٰى۔ وما اوتى له شريعة مستقلة ولا يوجد فى كتابه تفصيل الحرام والحلال

(بقية الحاشية) متبعى موسٰى وليس زعمه هذا الّا باطلاً وان كذبه من اجلى البديهيات۔ بل اُوتى عيسٰى شريعة مستقلةً بالذات۔ فاغنى الذين كانوا مجتمعين عليه من شريعة الكليم و اقام الانجيل مقام التوراة۔ فلتعلم ان هذا قول لا يخرج من فم الّا من فم الذى نجس بنجاسة الجهل والجهلات۔ وذهب انف فطنته بجذام التعصبات۔ وزعم هذا الجاهل كانه يستدل على دعوته بالفرقان الذى هو الحكم عند الخصومات۔ وقرء قوله تعالٰى وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو برگزیدہ بنایا۔ اور بلا شک اور بلا ریب سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ دونوں متقابل واقع ہوئے ہیں۔ اور اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ارادہ اور فیصلہ فرمایا ہے عیسٰے علیہ السلام تو شریعت اسرائیلیہ کے خدام میں سے اور سلسلہ موسویہ کے انبیاء میں سے تھے۔ اور انہیں کوئی کامل اور مستقل شریعت نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی ان کی کتاب میں حلال

(بقیہ حاشیہ) سے تھے۔ اور اس کا یہ خیال باطل ہے اور اس کا جھوٹ اجلیٰ بدیہیات سے ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ذاتی طور پر ایک مستقل شریعت عطا کی گئی تھی اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے انہیں آپ نے شریعت کلیمیہ سے مستغنی کر دیا۔ اور آپ نے انجیل کو تورات کی جگہ رکھا۔ پس جان لے کہ یہ بات اس مُنہ سے نکل سکتی ہے جو جہالت کی پلیدی سے ملوث ہو اور جس کی سمجھ اور فہم کا ناک تعصب کے جذام سے گل سڑ گیا ہو۔ اس جاہل نے خیال کیا ہے کہ گویا اپنے اس دعوے پر قرآن کریم سے جو تمام جھگڑوں میں بطور حکم ہے استدلال کرتا ہے اور اس نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ آیات پڑھیں۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةً

والوراثة والنکاح ومسائل اخرٰی۔ والنصارٰی یقرّون به ولذالك ترى التورٰية فی ایدیھم کماتری الانجیل۔ وقال بعض فرقھم انانجینامن اثقال شریعة التورٰية بكفّارة دم عیسٰی۔ واما بعضھم الاٰخرون فیحرّمون ماحرم التوراة ولایاکلون الخنزیر

(بقیه الحاشیة) وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ یعنی ببشارة خیر الکائنات۔ وما فھم سرّ ھذہ الاٰیة وصال علیّ بصوت ھو انکر الاصوات۔ وظنّ انّه اٰوٰی الٰی رکن شدید وسبّنی کالقاذفات المفحشات۔ وقال انھا دلیل واضح علی ان الانجیل شریعة مستقلة فیا اسفاعلیه وعلٰی غیظه الذی اخرجه من الارض کالحشرات۔ وان من اشقی النّاس من لاعقل له ویعدّ نفسه من ذوي الحصاة۔ ویعلم کل صبیّ وصبیة من المسلمین والمسلمات فضلاً من البالغین والبالغات۔ ان القراٰن لایأمر الیھود ولاالنصارٰی ان یتّبعوا

حرام، وراثت، نکاح وغیرہ کے مسائل تھے۔ اور عیسائیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے اس لئے تو اُن کے ہاتھوں میں جیسے انجیل دیکھتا ہے ویسے توراۃ بھی دیکھتا ہے۔ ان کے بعض فرقے یہ کہتے ہیں کہ ہم عیسٰے علیہ السّلام کے خون کے کفارہ کی وجہ سے توراۃ کی شریعت کے بوجھ سے نجات پا گئے ہیں لیکن اُن کے بعض توراۃ کے بیان کردہ حرام کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور وہ

(بقیہ حاشیہ) وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ یعنی خیر الکائنات محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے متعلق۔ اور اس شخص نے اس آیت کے مفہوم کو نہ سمجھا۔ اور اس نے مجھ پر ایسی آواز سے حملہ کیا ہے جو سب آوازوں میں سے مکروہ تر ہے اور گمان کیا کہ اس نے ایک مضبوط رکن کی پناہ لی ہے اور اس نے مجھے تہمت لگانے والی بدکار عورتوں کی طرح گالیاں دیں اور کہا کہ ایک واضح دلیل ہے اس بات پر کہ انجیل ایک مستقل شریعت ہے۔ ہائے افسوس اس پر اور اس کے غصہ پر جو اس نے اس طرح نکالا جیسے زمین سے کیڑے نکل آتے ہیں اور لوگوں میں سے بدبخت ترین وہ شخص ہے جو بے عقل ہو اور پھر وہ اپنے آپ کو عقلمندوں سے شمار کرے اور بالغ مردوں اور عورتوں کو جانے دو ہر مسلمان بچہ اور ہر مسلمان بچی یہ جانتی ہے کہ قرآن کریم یہود اور نصارٰی کو اس بات

كمثل نصارى ارمينيا وهم اقدم من فرق اخرى فى المدى. واتفق كلهم على ان عيسى اتى بفضل من الله. وان موسى اتى بالشريعة وسموا عهد الشريعة وعهد الفضل وسموا الاول عتيقًا والآخر جديدًا. فاسئلهم ان كنت تشك فى هذا

(بقية الحاشية) كتبهم ولا يثبتوا على شرائعهم بل يدعوهم الى الاسلام واوامره. وقد قال الله فى كتابه العزيز۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. فكيف يظن فى الله القدوس انه يدعو اليهود والنصارى فى هذه الآية الى الاسلام ويقول لكم لا تفلحون ابدا ولا تدخلون الجنة الا بعد ان تكونوا مسلمين. ولا ينفعكم توراتكم وانجيلكم الا القرآن. ثم ينسى قوله الاول ويامر كل فرقة من اليهود والنصارى ان يثبتوا على شرائعهم ويتمسكوا بكتبهم

سؤر کا گوشت نہیں کھاتے جیسے آرمینیا کے عیسائی۔ اور وہ زمانہ کے لحاظ سے باقی تمام فرقوں سے پرانے ہیں۔ اور ان سب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ مبعوث ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام شریعت لائے تھے اور انہوں نے اس کا نام عہد شریعت اور عہد فضل رکھا ہے اور اسے عہدنامہ قدیم بھی کہتے ہیں اور ثانی الذکر کو عہدنامہ جدید۔ اگر تجھے اس میں کوئی شبہ ہو تو تو خود ان سے پوچھ لے۔

(بقیہ حاشیہ) کا حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنی کتابوں کی پیروی کریں اور اپنی شریعتوں پر ثابت قدم رہیں بلکہ وہ تو انہیں اسلام اور اس کے احکام کی طرف بلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی معزز کتاب میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ. وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. پس خدائے قدوس کے متعلق یہ گمان کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ یہود و نصاریٰ کو اس آیت میں اسلام کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے اور جنت میں داخل نہیں ہو سکتے سوائے اس کے کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور قرآن کریم کے علاوہ تورات اور انجیل تمہیں نفع نہیں دیں گی۔ یہ کہہ کر پھر وہ اپنی پہلی بات کو بھول جائے اور یہود اور نصاریٰ کے ہر فرقہ کو اس بات کا حکم دے کہ وہ اپنی شریعتوں میں ثابت قدم رہیں اور اپنی کتابوں

فملخّص كلامنا انّ الله توجّه الى بنى اسرائيل رحمة منه فاقام سلسلة بموسٰى واتمّها بعيسٰى وهو اخر لبنة لها۔ ثم توجّه الى بنى اسمٰعيل فاقام سلسلة نبيّنا المصطفٰى۔ وجعله مثيل الكليم ليرى المقابلة فى كل ما اتٰى۔ وختم هذه السلسلة على

(بقية الحاشية) ويكفيهم هذا لنجاتهم وان هذا الّا جمع الضدّين والخلاف فى القرآن والله نزّه كتابه عن الاختلاف بقوله وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ بل الاٰية التى حرّف المُعْتَرِض معناها كمثل اليهود تشير الى ان بشارة نبيّنا صلى الله عليه وسلم كانت موجودة فى التورٰة والانجيل فكان الله يقول ما لهم لا يعملون على وصايا التورٰة ولا يُسلمون۔ نعم لو كانت عبارة القرآن بصيغة الماضى ولم يقل و ليحكم بل قال وكان النصارٰى يحكمون بالانجيل فقط لكان ذٰلك دليلًا على مدعاه۔ وانّا

پس ہمارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوا۔ اور اس نے ان میں سلسلہ موسویہ قائم فرمایا اور عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ اس سلسلہ کو مکمل کیا اور آپ اس سلسلہ کی آخری اینٹ تھے پھر وہ بنو اسمٰعیل کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان میں ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ قائم کیا۔ اور آپ کو موسیٰ کلیم اللہ کا مثیل بنایا تا وہ ہر بات میں ان دونوں سلسلوں کا تقابل دکھائے اور اس سلسلۂ محمدیہ کو

(بقیہ حاشیہ) مضبوطی سے پکڑے رکھیں اور یہ ان کی نجات کے لئے کافی ہے یہ تو اجتماع ضدین ہے۔ اور قرآن کریم میں اختلاف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر اپنی کتاب کو اختلاف سے پاک ٹھیرایا ہے کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا بلکہ وہ آیت جس کے معنی کو معترض نے یہود کی طرح محرّف و مبدّل کر دیا ہے وہ تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس بشارت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو تورات اور انجیل میں موجود تھی۔ گویا خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ تورات اور انجیل کی وصایا پر عمل نہیں کرتے اور اسلام قبول نہیں کرتے۔ ہاں اگر قرآن کریم کی عبارت میں صیغہ ماضی کا ہوتا اور وہ یہ نہ کہتا کہ وَلْيَحْكُمْ بلکہ یہ کہتا وکان النصارٰی یحکمون بالانجیل فقط یعنی عیسائی لوگ صرف انجیل کے مطابق فیصلے کرتے تھے تو یہ اس کے دعوٰی پر ایک دلیل

مثیل عیسٰی۔ لیتم النعمۃ علٰی ھذہ السلسلۃ کما اتمّھا علی السلسلۃ الاولٰی۔ و
ان کانت السلسلۃ المحمّدیۃ خالیۃً من ھذا المسیح المجدّدی۔ فتلک اذاً قسمۃ
ضیزٰی۔ فتفکّروا کل الفکر ولیس النُّھٰی الّا لھذا الامر یا اولی النُّھٰی۔ و لا ینجی المرء

(بقیۃ الحاشیۃ) بقیۃ الفاظ ھذہ الاٰیات اعنی لفظ فیہ نور وھدی فلیس ھذا دلیلاً علی کون
الانجیل شریعۃً مستقلّۃً۔ الیس الزبور وغیرہ من کتب انبیاء بنی اسرائیل ھدًی للناس
او یوجد فیہا ظلمۃ و لا یوجد نور فتفکّر و لاتکن من الجاھلین۔ و ان النصارٰی قد اتّفقوا
علی ان عیسٰی ابن مریم ما اتاھم بالشریعۃ۔ و انا نکتب ھٰھنا شھادۃ جنلے لیفرائے الذی
ھو بشپ لاھور اعنی امام قسوس ھذہ النّاحیۃ۔ و کفاک ھذا ان کنت تخشٰی من
سواد الوجہ والذلّۃ۔ و رأینا ان نکتب علیحدۃ ھذہ الشھادۃ فی الحاشیۃ[1]۔ منہ

مثیل عیسٰی پر ختم کیا۔ تا وہ اس نعمت کو اس سلسلہ پر پہلے سلسلہ کی طرح مکمل کرے۔ اور اگر
سلسلہ محمدیہ اس مسیح مجدد ی سے خالی ہوتا تو یہ تقسیم ناقص اور ظالمانہ ہوتی۔ پس اے عقلمندو!
اس میں خوب غور کرو۔ عقل اسی لئے تو دی گئی ہے۔ اور انسان کو صرف صداقت ہی نجات دے

(بقیہ حاشیہ) ہوتی۔ پھر آیت کے بقیہ الفاظ یعنے فِیۡہِ نُوۡرٌ وَّ ھُدًی بھی انجیل کے مستقل شریعت ہونے
پر کوئی دلیل نہیں۔ کیا زبور اور اس کے علاوہ انبیاء بنی اسرائیل کی دوسری کتابیں لوگوں کے لئے ہدایت
نہ تھیں۔ کیا ان میں ظلمت اور تاریکی پائی جاتی تھی اور کوئی نور ان میں نہیں تھا۔ پس تو فکر کر اور جاہلوں
سے نہ بن۔ اور عیسائی خود اس بات پر متفق ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام ان کے پاس کوئی نئی شریعت نہ لائے
تھے۔ چنانچہ ہم یہاں جی۔ اے لیفرائے بشپ لاہور (یعنی اس علاقہ کے عیسائیوں کے امام) کی شہادت
نقل کرتے ہیں۔ اگر تو روسیاہی اور ذلّت سے ڈرتا ہے تو یہ شہادت تیرے لئے کافی ہے۔ اور ہم نے
مناسب سمجھا ہے کہ ہم اس شہادت کو علیحدہ حاشیہ[1] میں نقل کریں۔ منہ

[1] یہ حاشیہ اس اشتہار کے آخر میں درج ہے (مرتب)

الّا الصدق فاطلبوہ بدقّ باب الحضرۃ۔ واقبلوا علی اللہ کل الاقبال لھذہ الخطۃ۔
وادعوہ فی جوف اللیالی وخرّوا باکین للہ ذی العزۃ والجبروت۔ ولا تمرّوا ضاحکین
ھازئین واستعیذوا باللہ من الطاغوت۔ یا عباد اللہ تذکّروا وتیقّظوا فان المسیح الحَکَم
قد اتٰی۔ فاطلبوا العلم السماوی ولا تقوّموا متاعکم فی حضرۃ المولٰی۔ وواللہ انّی من
اللہ اتیتُ وما افتریتُ وقد خاب من افتریٰ۔ انّ ایام اللہ قد اتت وحسرات
علی الذی ابٰی۔ ولا یُفلح المُعرض حیث اتٰی۔ والحق والحق اقول ان مجیٔ المسیح
من ھذہ الامّۃ۔ کان مفعولاً من الحضرۃ من مقتضی الغیرۃ۔ وکان قدّر ظہورہ
من یوم الخلقۃ۔ والسرّ فیہ ان اللہ اراد ان یجعل اٰخر الدنیا کاولھا فی نفی الغیر
والمحو فی طاعۃ الحضرۃ الاحدیۃ۔ واسلاک الناس فی سلک الوحدۃ الطبعیۃ

سکتی ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ کا دروازہ کھٹکھٹا کر اسے طلب کرو۔ اور اس کام کے لئے
اللہ تعالےٰ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاؤ۔ اس سے راتوں میں دعائیں کرو۔ اور اس صاحب
عزت وجبروت کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے گر جاؤ اور ہنستے ہوئے اور ٹھٹھے لیتے ہوئے نہ
گذر جاؤ۔ اور شیطان سے اللہ تعالےٰ کی پناہ طلب کرو۔ اے بندگان خدا! نصیحت پکڑو
اور بیدار ہو جاؤ کہ مسیح جو حَکَم ہے آگیا ہے۔ پس تم آسمانی علم کو حاصل کرو اور خدا تعالیٰ کے
حضور اپنے ناقص متاع کی کوئی قیمت نہ سمجھو۔ اور اللہ تعالےٰ کی قسم میں اللہ تعالےٰ کی طرف
سے آیا ہوں۔ اور میں نے کوئی افتراء نہیں کیا اور جو افتراء کرے وہ ناکام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
کے دن آگئے ہیں اور جو انکار کرے اس پر افسوس ہے اور اعراض کرنے والا جہاں سے بھی آئے کامیاب
نہیں ہوتا۔ اور حق (میں حق ہی کہتا ہوں) یہ ہے کہ مسیح موعود نے اسی امت سے آنا تھا اور یہ امر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے
تقاضائے غیرت کی وجہ سے ہو کر رہنا تھا اور اس نے اس کے ظہور کو ابتدائے آفرینش سے مقدر کر رکھا تھا اور اس میں یہ راز تھا
کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ دنیا کے آخری حصہ کو غیر اللہ کی نفی کرنے اور حضرت احدیت کی اطاعت میں محو ہو جانے اور لوگوں

بعد ما دعوا الی الوحدة القهریة ۔ وکان الناس مفترقین الی الفرق المختلفة والاٰراء المتنوعة ۔ والاھواء المتخالفة ۔ ومطیعین للحکومة الشیطانیة الدجّالیّة الظلمانیة ۔ وما کانوا منفکّین حتّی تنزل علیھم فوج من السکینة ۔ والشیطان الذی ھو ثعبان قدیم و دجّال عظیم ما کان مخلصھم من اسرہ ۔ وکان یرید ان یاکلھم کلھم ویجعلھم وقود النار لانہ نظر الی ایّامہ ورأی انہ ما بقی من ایّام الانظار الّا قلیلاً فخاف ان یکون من المغلوبین ۔ بما لم یکن من المنظرین الّا الی ھذا الحین ۔ فرأی انہ ھالک بالیقین ۔ فاراد ان یصول صولاً ھو خاتم صولاتہ و اٰخر حرکاتہ فجمع کل ما عندہ من مکائدہ و حِیَلہ و سلاحہ وسائر الاٰلات الحربیہ ۔ فتحرک کالجبال السائرة ۔ والبحار الزاخرة بجمیع افواجہ لیدخل

کو بعد اس کے کہ وہ قہری وحدت کی طرف بلائے گئے طبعی وحدت کی لڑی میں پرونے کے لئے اس کے پہلے حصہ کی مانند بنادے ۔ اور لوگ مختلف فرقوں میں اور قسما قسم کی آراء اور متضاد خواہشات میں بٹے چکے تھے اور وہ شیطانی دجّالی اور ظلمانی حکومت کے مطیع تھے اور وہ اس سے اس وقت تک ہٹے نہیں جب تک کہ ان پر سکینت کی فوج نازل نہ ہوئی ۔ اور شیطان جو قدیم اژدہا اور عظیم دجّال ہے اس کی قید سے وہ مخلصی نہیں پاسکتے تھے اور وہ چاہتا تھا کہ انہیں سارے کا سارا کھالے اور انہیں آگ کا ایندھن بنادے ۔ کیونکہ اس نے اپنے ایّام کی طرف نظر کی ۔ اور اس نے دیکھا کہ اب مہلت کی گھڑیوں کا کم حصہ ہی باقی رہ گیا ہے پس وہ اس بات سے ڈرا کہ کہیں وہ مغلوب نہ ہوجائے کیونکہ اسے صرف اسی وقت تک کے لئے مہلت دی گئی تھی اور اس نے سمجھا کہ وہ اب یقیناً ہلاک ہوجائے گا ۔ تب اس نے اپنا آخری حملہ کیا جو اس کا عظیم حملہ اور آخری حرکت تھی ۔ پس اس نے اپنی سب تدبیروں ، حیلوں ، ہتھیاروں اور سارے جنگی آلات کو جمع کیا اور متحرک پہاڑوں اور موجزن سمندروں کی طرح اپنی سب افواج سمیت حرکت کی تا وہ اپنی نسل کے ساتھ

حمی الخلافة مع ذریاته۔ فعندذلک نزل الله مسیحه من السماء بالحربة السماویة۔ لیکون بین الکفر والایمان فیصلة القسمة۔ وانزل معه جنده من ایاته وملئکة سمٰواته۔ فالیوم یوم حرب شدید وقتال عظیم بین الداعی الی الله وبین الداعی الی غیره۔ انما حرب ماسمع مثلها فی اوّل الزمن ولا یسمع بعده۔ الیوم لایترک الدجّال المفتحل ذرّةً من مکائده الّا یستعملها۔ ولا المسیح المبتهل ذرّةً من الاقبال علی الله والتوجّه الی المبدء الّا و یستوفیها۔ و یحاربان حربًا شدیدًا حتی یعجب قوّتهما وشدّتهما کل من فی السماء۔ وتری الجبال قدم المسیح ارسخ من قدمها۔ والبحار قلبه ارق واجریٰ من ماءها۔ وتکون محاربة شدیدة وتنجرّ الحرب الی اربعین سنة من یوم ظهور المسیح حتی یُسمع دعاء

خلافت کے حصہ میں داخل ہو جائے۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح کو حربہ سماوی دے کر آسمان سے نازل کیا تا کفر اور ایمان میں تقسیم کا فیصلہ ہو اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نشانات اور اپنے آسمان کے فرشتوں کے لشکر اُتارے۔ پس آج سخت لڑائی کا دن ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف پکارنے والے اور اس کے غیر کی طرف پکارنے والے کے درمیان ایک عظیم جنگ ہے یہ جنگ ایسی ہے کہ نہ پہلے زمانہ میں اس کی کوئی مثال سُننے میں آئی اور نہ اس کے بعد سُنی جائے گی آج مفتری دجّال ایسی کوئی تدبیر استعمال کئے بغیر نہیں چھوڑے گا اور تضرع اور انکسار سے کام لینے والا مسیح اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کرنے میں بھی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑے گا اور یہ دونوں (مسیح اور دجّال) شدید جنگ کریں گے یہانتک کہ ان دونوں کی قوت آسمان میں رہنے والوں کو تعجب میں ڈال دے گی اور پہاڑ دیکھیں گے کہ مسیح کا قدم ان کے قدم سے زیادہ راسخ ہے۔ اور سمندر دیکھیں گے کہ اس کا دل ان کے پانی سے زیادہ رقیق اور بہنے والا ہے اور لڑائی سخت ہوگی اور یہ لڑائی ظہور مسیح کے دن سے چالیس برس تک جاری رہے گی۔ آخر مسیح کی دُعا۔ اُس کے

المسیح لتقوٰنہ وصدقہ وتنزل ملٰئکۃ النصرۃ ویجعل اللہ الھزیمۃ علی الثعبان و فوجہ منۃ علٰی عبدہ۔ فترجع قلوب الناس من الشرک الی التوحید ومن حب الشیطٰن الی حب اللہ الوحید۔ و الی المحویۃ من الغیریۃ۔ و الٰی ترک النفس من الاھواء النفسانیۃ۔ فان الشیطان یدعو الی الھوٰی والقطیعۃ۔ والمسیح یدعوالی الاتحاد والمحویۃ۔ وبینھما عداوۃ ذاتیۃ من الازل واذا اغلب المسیح فاختتم عند ذالک محاربات کلھا التی کانت جاریۃ بین العساکر الرحمانیۃ والعساکر الشیطانیۃ۔ فھناک یکون اختتام دور ھذہ الدنیا ویستدیر الزمان وترجع الفطرۃ الانسانیۃ الی ھیئتھا الاولٰی۔ الا الذین احاطتھم الشقوۃ الازلیۃ فاولٰئک من المحرومین۔ ومن فضل اللہ و احسانہ انہ جعل ھذا الفتح علٰی ید المسیح

صدق اور تقویٰ کی وجہ سے سُنی جائے گی اور نصرت خداوندی کے فرشتے نازل ہوں گے اور اللہ تعالےٰ اپنے بندہ پر احسان کرتے ہوئے اس اژدہا اور اس کی فوج کو شکست دے گا۔ تب لوگوں کے دل شرک سے توحید کی طرف رجوع کریں گے اور شیطان سے محبت کرنے کی بجائے خدائے یگانہ سے محبت کی طرف اور غیریت سے محویت کی طرف اور خواہشاتِ نفسانیہ سے ترکِ نفس کی طرف لوٹیں گے۔ کیونکہ شیطان تو خواہشات نفسانیہ اور قطع تعلق کی طرف بلاتا ہے اور مسیح اتحاد اور محویت کی طرف بلائے گا اور ان دونوں کے درمیان ازل سے ذاتی عداوت ہے اور جب مسیح غالب آجائے گا تو اس وقت سب جنگیں جو رحمانی اور شیطانی لشکروں کے درمیان جاری تھیں ختم ہو جائیں گی۔ پس اس وقت اس دنیا کا ایک دور ختم ہوگا۔ اور زمانہ چکّر لگائے گا اور فطرت انسانیہ اپنی پہلی ہیئت کی طرف رجوع کرے گی سوائے ان لوگوں کے جن پر ازلی بدبختی نے احاطہ کر لیا ہوگا۔ یہ لوگ محروم رہینگے اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے یہ فتح

المحمدی لیری الناس انه اکمل من المسیح الاسرائیلی فی بعض شیونه و ذالک من غیرة الله التی هیّجها النصاریٰ باطراء مسیحهم۔ و لمّا کان شان المسیح المحمّدی کذٰلک فما اکبر شان نبی هو من امته۔ اللّٰهم صلّ علیه سلامًا لایغادر برکة من برکاتک وسوّد وجوہ اعداءہ بتائیداتک وٰایاتک۔ اٰمین۔

الراقم میرزا غلام احمد من مقام القادیان الفنجاب

لخمس وعشرین من اغسطوس سنہ ۱۹۰۱ء

مسیح محمدی کے ہاتھ میں دکھا ہے تا وہ لوگوں کو یہ دکھائے کہ وہ مسیح اسرائیلی سے اپنے بعض کاموں میں زیادہ کامل ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کی غیرت کی وجہ سے ہوا جیسے عیسائیوں نے اپنے مسیح کی زیادہ تعریف کرنے کی وجہ سے بھڑکا دیا تھا۔ اور جب مسیح محمدی کی یہ شان ہے تو اس نبی کی کتنی بڑی شان ہوگی جس کی امت سے وہ ہے۔ اے اللہ تو اس پر درود اور سلام بھیجا اس طرح کہ تیری برکات میں سے کوئی برکت باقی نہ رہ جائے اور اپنی تائیدات اور نشانات کے ساتھ اس کے دشمنوں کے چہروں کو سیاہ کر۔ آمین

الراقم میرزا غلام احمد از مقام قادیان پنجاب

۲۵ اگست سنہ ۱۹۰۱ء

(تتمہ حاشیہ)

(اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Bishops Bourne,
Lahore.
Aug. 15, 01

Dear sir,

The Lord Jesus Christ was certainly not a Law-giver, in the senses in which Moses was, giving a complete descripture Law about such things as clean and unclean food. That He did not do this must be evident to any one who reads the New Testament with any care or thought whatever. The Mosaic Law of meats was given in order to develope in the minds of men who were in a very elementary stage of education and religion, the sense of Law, and gradually of Holiness and the reverse. It is, therefore, called in the New Testament a "Schoolmaster to bring us the Christ" (Gal iii-24) for it developed a conscience in man which, when awakened, could not find rest in any external or purely ceremonial acts but needed an inner righteousness of

heart and life. And it was to bring this that Christ came by His life and death. He both deepened in men's minds the sense of what sin really is and how terrible it is and also showed men how they could be reconciled to God, obtaining forgiveness of sins and also power by the gift of the Holy Spirit to live a new life in real holiness, and in love to God and men. What the characteristics of that new life are, you can see by reading the sermon on the mount St. Mathew chapter V–VII.

ترجمہ

وارد مقام بشپس ہاؤس واقعہ لاہور

مورخہ ۱۵ر اگست سنہ ۱۹۰۱ء

جناب۔ خداوند یسوع مسیح ہرگز شارع نہ تھا جن معنوں میں حضرت موسٰی صاحب شریعت تھا جس نے ایک کامل مفصل شریعت بیرونی امور کے متعلق دی کہ مثلاً کھانے کے لئے حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے وغیرہ سو کوئی شخص انجیل کو بغیر غور کے سرسری نگاہ سے بھی دیکھے تو اس پر ضرور ظاہر ہو جائے گا کہ یسوع صاحب شریعت نہ تھا۔

موسٰے کی شریعت کھانے وغیرہ امور کے متعلق اس واسطے نازل ہوئی تھی کہ انسان کا دل تربیت پاکر شریعت کے مفہوم کو پالے اور رفتہ رفتہ مقدس اور غیر مقدس کو سمجھنے لگے کیونکہ انسان اس وقت

تعلیم و مذہب کی ابتدائی منزل میں تھا اس لئے انجیل میں کہا گیا ہے کہ موسٰی کی شریعت ایک استاد تھا جو ہمیں مسیح تک لائی۔ کیونکہ اس شریعت نے انسان کے دل میں ایک ایسی فطرت پیدا کر دی جو کہ ترقی پا کر صرف بیرونی اور رسمی اعمال پر قانع نہ ہوئی بلکہ دل اور رُوح کی اندرونی راستی کی تلاش کرنے والی ہوئی۔ اس راستی کے لانے کے واسطے مسیح آیا۔ اپنی زندگی اور موت کے ذریعہ سے اس نے لوگوں کے دلوں میں یہ سمجھ ڈال دی کہ گناہ کیا ہے اور وہ کیسا خوفناک ہے اور گناہوں کی معافی حاصل کرکے اور روح القدس کے عطیہ سے ہم تقدس کی نئی زندگی پا کر اور خدا اور انسان کے درمیان محبت قائم کرکے خدا کو پھر راضی کر سکتے ہیں۔ متی باب ۵، ۷ میں پہاڑی تعلیم کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس نئی زندگی کا طرز طریق کیا تھا۔

دستخط جے۔ اے لیفرائے بشپ لاہور

---

(۲۳۹)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار مفید الاخیار

چونکہ یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ ہماری اس جماعت میں کم سے کم ایک سو آدمی ایسا اہلِ فضل اور اہلِ کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعوٰے کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں ان سب کا اس کو علم ہو اور مخالفین پر ہر ایک مجلس میں بوجہ احسن اتمام حجت کر سکے اور ان کے مفتریانہ اعتراضات کا جواب دے سکے اور خدا تعالیٰ کی حجت

جو اُن پر وارد ہو چکی ہے بوجہ احسن اس کو سمجھا سکے اور نیز عیسائیوں اور آریوں کے وساوس شائع کردہ سے ہر ایک طالب حق کو نجات دے سکے اور دین اسلام کی حقیقت احسن اور اتم طور پر ذہن نشین کر سکے۔ پس ان تمام امور کے لئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اور اہلِ علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اس طرف توجہ دی جائے کہ وہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء تک کتابوں کو دیکھ کر اس امتحان کے لئے طیار ہو جائیں اور دسمبر آئندہ کی تعطیلوں پر قادیان میں پہنچ کر امور مندرجہ بالا میں تحریری امتحان دیں۔ اس جگہ اسی غرض کے لئے تعطیلات مذکورہ میں ایک جلسہ ہوگا اور مباحث مندرجہ کے متعلق سوالات دیئے جائیں گے۔ ان سوالات میں وہ جماعت جو پاس نکلے گی ان کو ان خدمات کے لئے منتخب کیا جائے گا اور وہ اس لائق ہوں کہ ان میں سے بعض دعوت حق کے لئے مناسب مقامات میں بھیجے جائیں۔ اور اسی طرح سال بسال یہ مجمع انشاء اللہ تعالےٰ اسی غرض سے قادیان میں ہوتا رہے گا جب تک کہ ایسے مباحثین کی ایک کثیر العدد جماعت طیار ہو جائے۔ مناسب ہے کہ ہمارے احباب جو زیرک اور عقلمند ہیں اس امتحان کے لئے کوشش کریں اور ۲۵ر دسمبر یا ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۱ء کو بہرحال قادیان میں پہنچ جائیں۔

والسّلام علٰی من اتّبع الھدٰی

المشتہر

مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۹ر ستمبر ۱۹۰۱ء

ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۲۴۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک غلطی کا ازالہ

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ۔ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول

کرکے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ یعنی خدا کا رسُول نبیوں کے حلّوں میں دیکھو براہین احمدیہ ۵۰۴۔ پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمّد رسول اللہ والذین معہ اشدّاء علی الکفّار رحماء بینھم۔

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمّد رکھا گیا اور رسُول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے۔ "دُنیا میں ایک نذیر آیا" اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ "دُنیا میں ایک نبی آیا"۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں اَور کئی جگہ رسُول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔ سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں۔ پھر آپ کے بعد اَور نبی کس طرح آسکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پُرانا نہیں آسکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اُتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت وَلٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچّا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ وَلٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوّت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھُلی ہے یعنی فنا فی الرسُول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی

کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلّی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اسی لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ محمدؐ کی نبوت آخر محمدؐ کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس کے معنے یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا ولکن ھو اب لرجال الاٰخرۃ لانہ خاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ۔ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا ہے لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسٰےؑ کے اُترنے سے ضرور فرق آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے۔ لا یظھر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول۔ اب اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لا یظھر علٰی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالٰے کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجنابؐ اور ایسی فنافی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد

احمد رکھا جائے۔ یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے ومن ادّعی فقد کفر۔
اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغایرت
کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مُہر کو توڑنے والا ہوگا۔ جو
خاتم النبیین پر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت
اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں
انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلّی طور پر۔ پس
باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلّی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا۔ پھر بھی سیدنا
محمد خاتم النبیین ہی رہا۔ کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے
مگر عیسیٰ بغیر مُہر توڑنے کے آ نہیں سکتا کیونکہ اس کی نبوت ایک الگ نبوت ہے اور اگر بروزی
معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنے ہیں
کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم* سو یاد رکھنا
چاہئیے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ

---

* یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی
اور صدیق پا چکے ہیں۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے
انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں
پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول
سے ظاہر ہے۔ پس مصفّی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیھم
گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّی غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفّی غیب حسب منطوق
آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ
اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ فتدبّر۔

منہ

سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی لکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو مَیں کہتا ہوں تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔ اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنے عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ پس مَیں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو مَیں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو مَیں کیونکر ردّ کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور مَیں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔ جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور مَیں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ مَیں خلیفۃ اللہ ہوں۔ مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا۔ اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔ مَیں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید اُن کے ساتھ نہیں۔

اور جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا

ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسُول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسُول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے، اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسُول کرکے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسُول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ

"من نیستم رسُول و نیاوردہ ام کتاب"

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ میں باوجود نبی اور رسُول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے۔ جس کا رُوحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسُول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیین کی مُہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلّی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسُول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسُول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی* یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی

---

* یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی پیشگوئی کی مہر ٹوٹی اور نہ امت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لایظھر علی غیبہ کے مطابق ہے محروم رہے۔ مگر حضرت عیسٰی کو دوبارہ اتارنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پاچکی ہے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور آیت خاتم النبیین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرف مخالفوں کی گالیاں سُنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ منہ

نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسُول اور نبی کے نام سے پکارا ہے۔ ایسا ہی میرے مخالف
حضرت عیسٰی ابن مریم کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دوبارہ
دُنیا میں آئیں گے۔ اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لئے اُن کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہوگا جو مجھ پر
کیا جاتا ہے یعنے یہ کہ خاتم النبیین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائے گی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسُول اور نبی کے لفظ سے پکارے
جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا
ہوں کہ میں بموجب آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی
خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس[۲] برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد
رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ
ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلّی طور پر محمد ہوں صلے اللہ علیہ وسلم پس
اس طور سے خاتم النبیین کی مُہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمدؐ تک ہی
محدود رہی۔ یعنے بہرحال محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہے نہ اَور کوئی۔ یعنے جبکہ میں بروزی
طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت
محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ
طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں
لکھا ہے کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہمرنگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا اور اس
کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہوگا یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا اور اس کے
اہل بیت میں سے ہوگا* اور بعض حدیثوں میں ہے کہ مجھ میں سے ہوگا۔ یہ عمیق اشارہ

---

* حاشیہ۔ یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان
سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی۔ اس کی تصدیق آنحضرت صلے اللہ علیہ نے بھی کی اور خواب

اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے رو سے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہوگا اور اسی کی روح کا رُوپ ہوگا۔ اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلق بیان کیا یہانتک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے۔ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا یشوعا بروز تھا۔ اور بروز کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو سو یہ خیال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ معرفت کے سراسر خلاف ہے کہ آپ اس بیان کو تو چھوڑ دیں جو اظہار مفہوم بروز کے لئے ضروری ہے اور یہ امر ظاہر کرنا شروع کر دیں کہ وہ میرا نواسہ ہوگا۔ بھلا نواسہ ہونے سے بروز کو کیا تعلق۔ اور اگر بروز کے لئے یہ تعلق ضروری تھا تو فقط نواسہ ہونے کی ایک ناقص نسبت کیوں اختیار کی گئی بیٹا ہونا چاہیئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کے باپ ہونے کی نفی کی ہے لیکن بروز کی خبر دی ہے۔ اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ میں ایسے موعود کے رفیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ٹھہرتے اور نفیٔ بروز سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۷) میں مجھے فرمایا کہ سلمان منا اہل البیت علیٰ مشرب الحسن۔ میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سلم۔ اور سلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں۔ یعنی مقدر ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہونگی۔ ایک اندرونی کہ جو اندرونی بغض اور شحنا کو دُور کرے گی۔ دوسری بیرونی کہ جو بیرونی عداوت کے وجوہ کو پامال کرکے اور اسلام کی عظمت دکھا کر غیر مذاہب والوں کو اسلام کی طرف جُھکا دے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے اس سے بھی میں مراد ہوں ورنہ اس سلمان پر دو صلح کی پیشگوئی صادق نہیں آتی۔ اور میں خدا سے وحی پاکر کہتا ہوں کہ میں بنی فارس میں سے ہوں اور بموجب اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہلبیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں چنانچہ یہ کشف براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ منہ

اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اس موعود کو حسنؓ کی اولاد بتایا اور کبھی حسینؓ کی اور کبھی عباسؓ کی۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا۔ اس کے نام کا وارث اس کے خُلق کا وارث اس کے علم کا وارث۔ اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا۔ اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا۔ اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرے کو دکھائے گا۔ پس جیسا کہ ظلّی طور پر اس کا نام لے گا، اس کا خُلق لے گا، اس کا علم لے گا، ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔ تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے، اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مُہر ٹوٹ گئی۔ کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔ اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئے تو بغیر خاتم النبیین کی مُہر توڑنے کے کیونکر دنیا میں آسکتے ہیں۔ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مُہر ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مُہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اَور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ۔ اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔ دیکھو حضرت موسٰی نے معراج کی رات جب دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے مقام سے آگے نکل گئے تو کیونکر رو رو کر اپنی غیرت ظاہر کی تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اَور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسٰی کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دلآزاری کا موجب ہوگا۔ غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مُہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخکنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے کہ عظیم الشان کام دجّال کشی کا عیسٰی سے ہوا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آیت کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے اور اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھُلے کھُلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے۔ اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ مَیں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مُہر ہے۔ ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اَور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مُہر نہیں ٹوٹتی۔ اور حضرت عیسٰی کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہے وہ ختمیت کی مُہر کو توڑتا ہے اور اس فضول اور خلاف عقیدہ کا تو قرآن شریف میں نشان نہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ آیت ممدوحہ بالا کے صریح برخلاف ہے لیکن ایک بروزی نبی اور رسُول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُم سے ظاہر ہے۔ اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا جو صحابہؓ میں سے ٹھہرائے گئے۔ لیکن اس موردِ بروز کا بتصریح ذکر نہیں کیا یعنے مسیح موعود کا جس کے ذریعہ سے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اور صحابہؓ کی طرح زیر تربیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سمجھے گئے۔ اس ترکِ ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ موردِ بروز حکم نفیٔ وجود کا رکھتا ہے۔ اس لئے اس کی بروزی نبوت اور رسالت سے مُہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ پس آیت میں اس کو ایک وجود منفی کی طرح رہنے دیا اور اس کے عوض میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا ہے۔ اسی طرح آیت انّا اعطیناک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئے گا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائیں گے۔ اس آیت میں بھی ظاہری اولاد کی ضرورت کو نظرِ تحقیر سے دیکھا۔ اور بروزی اولاد کی پیشگوئی کی گئی۔ اور گو خدا نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ مَیں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی، اور دونوں خُونوں سے حصہ رکھتا ہوں۔ لیکن مَیں روحانیت کی نسبت کو مقدم رکھتا ہوں جو بروزی نسبت ہے۔

اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسُول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔ مَیں اُس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسُول ہوں۔ ہاں مَیں اس طور سے نبی اور

رسُول ہوں جس طور سے ابھی مَیں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھُوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسُول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسُول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ علیہ الصلوٰۃ والسّلام۔

خاکسار

میرزا غلام احمد از قادیان۔ ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ۴ صفحات پر ہے)

---

(۲۴۱)

اشتہار کتاب آیات الرحمان

یہ قابل قدر کتاب مکرمی مولوی سید محمد احسن صاحب نے کتاب عصائے موسیٰ کے رد میں لکھی ہے اور مصنف عصائے موسیٰ کے اوہام کا ایسا استیصال کر دیا ہے کہ اب اس کو اپنی وہ کتاب ایک درد انگیز عذاب محسوس ہوگی۔ یہ تجویز قرار پائی ہے کہ اس کے چھپنے کے لئے اس طرح پر مدد لی جائے کہ ہر ایک صاحب جو خریدنا چاہیں ایک روپیہ جو اس کتاب کی قیمت ہے بطور پیشگی روانہ کردیں۔ یہ خواہش ہے کہ جلد تر یہ کتاب چھپ جائے۔ اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد عفی عنہ

(اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کے صفحہ ۶ کے حاشیہ پر یہ اشتہار درج ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

المنار

قاہرہ سے ایک اخبار نکلتا ہے جس کا نام منار ہے۔ جب فروری ۱۹۰۱ء میں ہماری طرف سے پیر گولڑوی صاحب کے مقابل پر رسالہ اعجاز المسیح لکھا گیا جو فصیح بلیغ عربی میں ہے اور اس کے جواب سے نہ صرف پیر صاحب موصوف عاجز رہ گئے بلکہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام علماء بھی عاجز آ گئے تو میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے اور میں نے بائیس[۲۲] برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی ممانعت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں اسی وجہ سے میری عربی کتابیں عرب کے ملک میں بھی بہت شہرت پا گئی ہیں۔ جو لوگ درندہ طبع ہیں اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں میری تحریریں پڑھتے ہیں وہ فی الفور چڑ جاتے ہیں اور میرے دشمن ہو جاتے ہیں۔ مگر جن میں انسانیت ہے وہ معقول بات کو پسند کر لیتے ہیں۔ پھر دشمنی کی حالت میں کون کسی کی کتاب کی تعریف کر سکتا ہے۔ سو اسی خیال سے یہ رسالہ کئی جگہ مصر میں بھیجا گیا۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایڈیٹر المنار کو بھی بھیجا گیا تا اس سے جہاد کے غلط خیالات کی بھی اصلاح ہو۔ اور مجھے معلوم ہے کہ اس مسئلہ جہاد کی غلط فہمی میں ہر ایک ملک میں کسی قدر گروہ مسلمانوں کا ضرور مبتلا ہے بلکہ جو شخص سچے دل سے جہاد کا مخالف ہو اس کو یہ علماء کافر سمجھتے ہیں بلکہ واجب القتل بھی۔ لیکن چونکہ اسلام کی تعلیم میں یہ بات داخل ہے کہ جو شخص

انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا۔ اس لئے ہم لوگ اگر ایمان اور تقویٰ کو نہ چھوڑیں تو ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنے قول اور فعل سے ہر طرح اس گورنمنٹ برطانیہ کی نصرت کریں۔ کیونکہ ہم اس گورنمنٹ کے مبارک قدم سے پہلے ایک جلتے ہوئے تنور میں تھے۔ یہی گورنمنٹ ہے جس نے اس تنور سے ہمیں باہر نکالا۔ غرض اسی خیال سے جو میرے دل میں مستحکم جما ہوا ہے۔ اعجاز المسیح میں بھی یعنے اس کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت اور گورنمنٹ کی اطاعت کے بارے میں شدّ و مدّ سے لکھا گیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسی تحریر سے صاحب جریدہ منار اپنے تعصب کی وجہ سے جل گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں اور سخت گوئی اور گالیوں پر آ گیا اور منار میں بہت تحقیر اور توہین سے مجھے یاد کیا اور وہ پرچہ جس میں میری بدگوئی تھی کسی تقریب سے پنجاب میں پہنچ گیا۔ پنجاب کے پُرحسد مُلّا تو آگے ہی مجھ سے ناراض تھے۔ اور پیر گولڑوی کی کمر ٹوٹ چکی تھی اس لئے منار کی وہ دو چار سطریں مرتے کے لئے ایک سہارا ہو گئیں۔ تب ان لوگوں نے اپنی طرف سے اور بھی نُون مرچ لگا کر اور اُن چند سطروں کا اُردو میں ترجمہ کر کے وہ مضمون پرچہ اخبار چودھویں صدی میں جو راولپنڈی سے نکلتا ہے چھپوا دیا اور جا بجا بغلیں مارنے لگے کہ دیکھو اہلِ زبان نے اور پھر منار کے ایڈیٹر جیسے ادیب نے ان کی عربی کی کیسی خبر لی۔ بیوقوفوں کو معلوم نہ ہوا کہ یہ تو سارا جہاد کی مخالفت کا مضمون پڑھ کر جوش نکالا گیا ہے۔ ورنہ اسی قاہرہ میں پرچہ مناظر کے ایڈیٹر نے جو ایک نامی ایڈیٹر ہے جس کی تعریف منار بھی کرتا ہے اپنے جریدہ میں صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ کتاب اعجاز المسیح درحقیقت فصاحت بلاغت میں بے مثل کتاب ہے اور صاف گواہی دے دی ہے کہ اس کے بنانے پر دوسرے مولوی ہرگز قادر نہیں ہوں گے۔ ان مخالفوں کو چاہئے کہ جریدہ مناظر کو طلب کر کے ذرہ آنکھیں کھول کر پڑھیں اور ہمیں بتائیں کہ اگر ایڈیٹر منار اہل زبان ہے تو کیا ایڈیٹر مناظر اہل زبان نہیں ہے؟ بلکہ مناظر نے صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ اعجاز المسیح کی فصاحت بلاغت درحقیقت معجزہ کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ اور پھر ایڈیٹر ہلال نے بھی جو

عیسائی پرچہ ہے اعجاز المسیح کی بلاغت فصاحت کی تعریف کی اور وہ پرچہ بھی قاہرہ سے نکلتا ہے۔ اب ایک طرف تو دو گواہ ہیں اور ایک طرف بیچارہ منار اکیلا۔ اور ایڈیٹر منار نے باوجود اس قدر بدگوئی کے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "میں اس بات کا قائل نہیں ہو سکتا کہ اس کتاب کی مانند کوئی اور کتاب اہل عرب بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگر ہم چاہیں تو لکھ دیں" لیکن یہ قول اس کا محض ایک فضول بات ہے اور یہ اسی رنگ کا قول ہے جو کفار قرآن شریف کی نسبت کہتے تھے کہ لو نشاء لقلنا مثل ھذا۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر وہ کتاب فصیح نہیں تو پھر تمہارے اس قول کے کیا معنے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس کی مثل چند روز میں لکھ دیں۔ کیا تم بھی غلط کتاب کے مقابل پر غلط لکھو گے۔

غرض جس پرچہ کی تحریر پر اتنی خوشی کی گئی ہے اس کا یہ حال ہے کہ اسی ملک کے اہل زبان وہی پیشہ رکھنے والے اس کو جھوٹا ٹھہراتے ہیں۔ اور جہاد کی وجہ سے بھی اس کا اشتعال بے معنی ہے کیونکہ یہ مسئلہ اب بہت صاف ہو گیا ہے اور وہ زمانہ گذرتا جاتا ہے جبکہ تمام اُن ملاؤں کی بہشت کی کُل نعمتیں جہاد پر ہی موقوف رکھتے تھے۔ اس جگہ بار ہا بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گذاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اُسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں۔ ہم نے قبول کیا کہ ہماری اردو کی کتابیں جو ہندوستان میں شائع ہوئیں ان کے دیکھنے سے گورنمنٹ عالیہ کو یہ خیال گذرا ہو گا کہ ہماری خوشامد کے لئے ایسی تحریریں لکھی گئی ہیں کیونکہ انسان عالم الغیب نہیں۔ لیکن یہ دانشمند گورنمنٹ ادنیٰ توجہ سے سمجھ سکتی ہے کہ عرب کے ملکوں میں جو ہم نے ایسی کتابیں بھیجیں جن میں بڑے بڑے مضمون اس گورنمنٹ کی شکر گذاری اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں تھے ان میں گورنمنٹ کی خوشامد کا کونسا موقع تھا۔ کیا گورنمنٹ نے مجھ کو مجبور کیا تھا کہ میں ایسی کتابیں تالیف کر کے ان ملکوں میں روانہ کروں اور اُن

سے گالیاں سنوں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ ضرور میری ان خدمات کا قدر کرے گی۔ اور وہ لوگ جو سراسر بغض اور حسد سے آئے دن خلاف واقعہ میری نسبت شکایتیں کرتے رہتے ہیں وہ ضرور شرمندہ ہوں گے کیونکہ کوئی امر پوشیدہ نہیں جو ظاہر نہ ہو جائے۔ ایک مکّار انسان کب تک اپنی مکّاری چھپا سکتا ہے یا ایک مخلص انسان کب تک چھپ سکتا ہے۔

اب پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ مَیں نے صاحب منار کی دھوکہ دہی کے کھولنے کے لئے صرف ایڈیٹر مناظر اور ہلال کی بامبالغہ تعریف پر ہی حصر نہیں رکھا بلکہ عربی میں ایک اَور رسالہ نکالا ہے بعد ایڈیٹر منار سے بڑے مبالغہ کے ساتھ نظیر طلب کی ہے۔ اور اس رسالہ سے پہلے ایک چھوٹا سا رسالہ اس کے متنبہ کرنے کے لئے بھیجا جائے گا تا اگر وہ عاجزی سے اپنا قصور معاف کرانا چاہے تو پھر اس ذلّت سے بچ جائے کہ جو بالمقابل لکھنے کے وقت اس کو پیش آنے والی ہے لیکن اس کی بد قسمتی سے ان رسالوں میں بھی گورنمنٹ کی تعریف اور جہاد کی مخالفت موجود ہے۔ پس اگر اس کے اشتعال کا باعث مخالفتِ جہاد کا مسئلہ ہے جیسا کہ یقیناً سمجھا گیا اور اس کے پُر پیچ اشارات سے ظاہر ہو رہا ہے تو ان رسالوں کو پڑھ کر یہ اشتعال اَور بھی زیادہ ہوگا۔

بالآخر ہم سب مخالف مولویوں کو اطلاع دیتے ہیں کہ صاحبِ منار کی مخالفت ان کے لئے کچھ بھی جائے خوشی نہیں اور جو کچھ عظمت اہلِ زبان ہونے کی اس کو دی گئی ہے آثار سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ جلد تر اس سے رخصت ہونے کو ہے۔ ان مولویوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ در اصل ملک مصر عجم میں داخل ہے اور ان کی عربی تمام عربی زبانوں سے بد تر ہے نمونہ اتنا ہی کافی ہے کہ اُقْعُدْ کو گُدْ کہتے ہیں اور اُن کا محاورہ بہت غلط اور عربی فصاحت سے نہایت دور ہے اور وہ اپنے تئیں فصیح بنانے کے لئے ہندیوں سے زیادہ مشکلات میں ہیں کہ ان کی زبان غلط بولنے پر عادی ہو گئی ہے مگر ہندیوں کی لوح طبیعت غلطی سے

میرا اور صحیح طریق قبول کرنے کے لئے مستعد ہے۔ اسی وجہ سے کتاب انسکلوپیڈیا میں ایک محقق انگریز لکھتا ہے کہ عرب کی تمام زبانوں میں سے بدتر زبان وہ ہے جو مصر میں رائج ہے۔

غرض مولویان پنجاب اب عنقریب دیکھ لیں گے کہ جس شخص پر ناز کیا ہے اس کو علم ادب میں کہاں تک دخل ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۲۴۴)

الطاعون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ

حمد مر خدا را و سلام بر بندگان برگزیدہ وے۔ امابعد

خدا کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام

فَاعْلَمُوْا اَيُّهَا الْاِخْوَانُ اُولُوا النُّهٰى - رَحِمَكُمُ اللّٰهُ فِى الْاُولٰى
اے برادران دانشمند خدا در ہر دو جہان بر شما رحم فرماید
بھائیو اے دانشمندو خدا تعالٰے تم پر دونوں جہانوں میں رحم
وَ الْاُخْرٰى - ان الطاعون قد حلت بلادكم - و فلت اكبادكم
بدانید کہ طاعون در شہرہائے شما رخت اقامت انداختہ و جگرہائے شما را
کرے طاعون نے تمہارے شہروں میں ڈیرے ڈال دئے اور تمہارے جگروں کو پارہ پارہ کردیا
وتخطف كثيرا من احبائكم - و اباءكم و ابناءكم و بناتكم و نساءكم
پارہ پارہ کردہ ست دلبسیارے را از دوستان وپدران و پسران و دختران و زنان
اور تمہارے بہت سے دوستوں باپوں بیٹوں بیٹیوں اور جوروں اور ہمسائیوں
وجيرانكم وخلانكم و لكم فيه بلاء عظيم من الله العليم الحكيم
وہمسائیگان از شما ربودہ درین مصیبت برائے شما از خداوند دانا وحکیم مہربان آزمایش بزرگ ست.
کو اچک کرلے گئی اور تمہارے لئے اس میں خداوند علیم حکیم کی طرف سے بڑا ابتلا اور امتحان
ولا ينزل بلاء الا بسبب من الاسباب الاربعه - و كذالك
وہر بلائے را کہ نازل می شود چار سبب است و از
ہے - اور جو بلا نازل ہوتی ہے اس کے چار ہی سبب ہوتے ہیں اور ابتدائے
جرت سنة الله من بدء الفطرة الاول اذا تخطى الناس
آغاز آفرینش سنت خداوندی برہمیں منوال جاری است اول آنکہ چوں مردم از راہ
فطرت سے خدا کی سنت اسی طرح پر جاری ہے - پہلا یہ ہے کہ جب لوگ خدا کی خوشنودی کی
مراضى الله و اتلفوا حقوقه بترك العبادة و العفة - وجعلوا
رضائے حق دور افتند و عفت و عبادت را ترک گفتہ حقوق ویرا ضائع سازند و زندگی
راہوں سے نکل جاتے اور عفت اور عبادت کو چھوڑ کر اس کے حقوق تلف کردیتے ہیں - اور خودی

یعیشون بطرًا و فخرًا و لا یلتفتون الی الاخرۃ ۔ و لا
در خود بینی و ناسپاسی و پندار کبر برند و نگاہے بسوئے آخرت نکنند و از ارتکاب
اور گھمنڈ میں زندگی بسر کرتے ہیں اور آخرت کی طرف دھیان نہیں کرتے اور فسق و
یبالون فسقًا و فجورًا و لا یقومون علیٰ حدود
فسق و فجور باکے ندارند و رعایت حدود خداوندی بجا
فجور کی پروا نہیں کرتے اور خدا کی حدوں کی پاسداری نہیں کرتے
حضرۃ العزۃ ۔ و یدوسون احکامہ و یفسقون
نیاورند و احکام وے را در زیر پا بسپرند و پیش
اور اس کے حکموں کو پامال کرتے اور اس کے سامنے
امامہ و یغضبونہ بالاصرار علی الجرائم
دیدہ وے سیاہ کاریہا بکنند۔ و از پا فشردن در گناہان
بدکاری کرتے اور کھلے جرموں پر اصرار کرکے اوسے غصہ دلاتے ہیں۔
الفاحشۃ ۔ الثانی اذا لم یطیعوا اولی الامر
بزرگ ویرا درخشم آورند۔ دوم آنکہ چوں سر از اطاعت آں اولی الامران
دوسرا جب لوگ ان اولوالامروں کی نافرمانی
الذین یدعونہم الی المصالح الدینیۃ والدنیویۃ
بیرون کشند کہ ویشاں سوئے مصالح دنیا و دین می خواہند
کرتے ہیں جو مصلحت الٰہی سے انہیں دیئے جاتے ہیں ۔ اور رعیت کے
وقد اوتوہم بالمصلحۃ الالٰہیۃ و جعلوا کروشم
و مصلحت ایزدی اوشاں را بر سر ایشاں مسلط گردانیدہ و اوشاں
اعتبار غلہ کے لئے بجائے جہر کے ہوتے ہیں۔

لحرمة الرعية وكذالك اذا عصوا ملوكهم
در حق رعیت بمنزلہ مہرے بر انبار غلہ می باشند و رعایا مفسد و باغی گردد
اور رعایا مفسد اور باغی بن جاتی اور

وافسدوا وبغوا وخرجوا من ربقة الاطاعة
و پا از جادہ فرمان پذیری بیرون نہد
اطاعت کی رسی اتار ڈالتی ہے۔ اور معروف باتوں اور

وما نصروهم فی المعروف والامور المندوبة
و در امور معروفہ و مندوبہ مددگار آں حکام نباشند
جائز امروں میں ان کی مدد نہیں کرتی۔

وظنوا فیهم ظن السوء وقلبوا امورهم
و در حق ایشاں گمان بد را در دل راہ بدہد و از راہ
اور ان کی نسبت بدگمانی کرتی اور لڑائی اور مقابلہ کرکے ان کے

بالملوحة والمقابلة والمجادلة. وماتاذبوا معهم وما انقادوا
ستیزہ آوری کار و بار ایشاں را شیرازہ واکند و در رنگ سعادت منداں
معاملات کو درہم برہم کرتی ہے اور وفاداروں اور سعادت مندوں کی طرح

لاوامرهم كاهل الوفاء والسعادة واراد وا ان يقطعوا ما
و با ایشاں رفتار نماید و از قبول احکام ایشاں سر باز زند و بخواہد کہ آں
ان سے با ادب پیش نہیں آتی اور ان کے حکموں کو نہیں مانتی اور خدا کے جوڑے ہوئے

وصل الله ويدفعوا ماانى به الله بالحكمة العظيمة الثالث
چیز را ببرد کہ خدا پیوستن آنرا امر فرمودہ و آں چیز را دفع بکند کہ خدا آنرا نظر بمصالح بزرگ آوردہ۔ سوم حکم
کو کاٹنا چاہتے اور دفع کرتے ہیں اس شے کو جسے خدا اپنی بھاری مصلحت سے لایا ہے۔ تیسرا

اذا ضنوا بقبول امام یبعث علیٰ راس المائة۔ و ارسل
چوں در قبول کردن آں امام بخل ورزند کہ بر سر صد مبعوث شدہ و با دلائل
جب لوگ اس امام کے قبول کرنے میں بخل کریں جو صدی کے سر پر مبعوث ہوا۔ اور
بالدلائل الساطعة۔ وجحدوا بآیاته و استیقنتها
روشن آمدہ و دانستہ از بخل و کمینگی نشانہائے ویرا
روشن دلیلوں کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہو اور جان بوجھ کر بخل اور کمینہ پن سے اس کے نشانوں
انفسهم بالبخل والدناءة۔ و اٰذوه وحقروه وكفروه
انکار بنمایند و بر آزار و تکفیر و تحقیرش کمر بہ بندند
کا انکار کریں اور اس کی ایذادہی اور تحقیر اور تکفیر کریں
و ارادوا ان یقتلوه بالسیوف والاسنة و رفعوا
و بخواہند کہ با تیغ و سنانش بکشند و از بیداد و
اور تیغ و سنان سے اسے مار ڈالنا چاہیں اور ظلم اور فریب سے
الامر الی الحکام ظلما و زورا و اخفوا وجه الحقیقة
ستم سگالی قضیہ ہا را بہ حکام ببرند و بر چہرہ حقیقت کار پردہ ہا بیگفنند
حکام تک مقدمے لے جائیں اور اصل بات کو پوشیدہ کر دیں۔
الرابع اذا صار الناس کالدود یاکل بعضه بعضاً و ما
چہارم آنکہ چوں مردم مانند مور و مار و دود وام یکدیگر را بخورند و نشانے
چوتھا جبکہ لوگ کیڑوں مکوڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھانے لگ جائیں۔ اور
بقی فیهم ذرة من الرحمة۔ و لم یبق فیهم رحم
از رحم در دل شاں نماند و رحم آوردن بر خلق
ذرا بھی ان میں رحم نہ رہے اور مخلوق پر ترس کھانا

على الخليقة و ما رعوا حق الصغار ولا حقوق العلية

و پاس حق کوچک و بزرگ را بگذارند

اور چھوٹے بڑے کی حق کی رعایت ترک کر دیں

فهذه اربع من علل الطواعين الحاطمة۔ نسئل الله

آگاہ باشید کہ طاعون نابود سازندہ خانہ برانداز راہمیں چار سبب است۔ از خدا مسئلت

یاد رکھو نابود کرنے والی طاعون کے یہی چار سبب ہیں۔ ہم خدا سے دعا کرتے

ان يحفظنا و احبابنا منها بالفضل و الرافة وعندى شر الاسباب

می نمائیم کہ ما را و دوستان ما را بفضل و کرم خویش ازاں نگہ بدارد و ہمیں سبب ہائے بدور

ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے دوستوں کو اپنے فضل سے اس سے محفوظ رکھے اور میرے نزدیک یہی

هی هذه و لا يعرفها الا ذو الفطنة ۔ فاتقوا الله

گمان من است وے دانشمندان پے بفہم آں مے برند پس از خدا ترسید

بڑے سبب ہیں مگر دانشمند ان اسباب کو سمجھتے ہیں سو خدا سے ڈرو

و لا تقربوها ان كنتم ترتادون طرق السلامة

و اگر سلامت می خواہید بر گرد ایں اسباب مگردید

اور سلامتی چاہتے ہو تو ان سببوں کے نزدیک نہ جاؤ

و قد قلت من قبل فما اصغيتم ۔ و هديت فما

و من پیش ازیں بار نیز بشما گفتم ولیکن شما گوش نہ کردید و راہ بشما نمودم ولے شما

اور میں نے اس سے پہلے بھی کہا مگر تم نے کان نہ دھرے اور میں نے راہ بتائی

اهتديتم ۔ و اريت فما رأيتم و اليوم القى فى روعى ان

ہدایت نیافتید۔ و شما را نمودم ولے شما ندیدید۔ امروز در دلم انداختند کہ آں وصیت را

پر تم نے ہدایت نہ پائی اور میں نے تم کو دکھایا پر تم نے نہ دیکھا۔ آج میرے دل میں آیا ہے

اکرر تلك الوصیة۔ و استخلص باتمام الحجة لنفسی البریة
بر شما تکرار کنم و برائے استخلاص بریت نفس خود حجتے درد ست آورم
کہ پھر ایک دفعہ تمہیں وصیت کر دوں اور اپنی بریت کے لئے حجت پیدا کر لوں۔
فاسمعوا و لا تعرضوا۔ واتقوا و لا تفسقوا۔ و قوموا للّٰہ و لا
پس بشنوید و رو بر نتابید و از خدا ترسید و از فرمان وے سرباز نزنید و برائے خدا ایستادہ
سنو اور منہ نہ پھیرو اور خدا سے ڈرو اور اس کے حکموں کو نہ توڑو اور خدا کے لئے
تقعدوا و اطیعوا و لا تتمرّدوا۔ واذکروا اللّٰہ و لا تغفلوا
باشید و سست منشینید و گفتار مرا بپذیرید و ترک سرکشی بکنید و خدا را یاد آورید و از غفلت باز آئید
کھڑے ہو جاؤ اور سست مت بیٹھو اور کہا مانو اور سرکشی نہ کرو اور خدا کو یاد کرو اور غفلت چھوڑ دو
واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا و لا تتفرقوا۔ و زکّوا نفوسکم و لا تدنسوا
و ہمہ فراہم شدہ ریسمان خداوندی را پنجہ بزنید و پراگندہ و پریشان نشوید و نفس ہائے خود را پاک بکنید و آلودہ
اور سب مل کر خدا کی رسّی کو پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بنو اور اپنے نفسوں کو پاک کرو اور میلے کچیلے
وطھروا بواطنکم و لا تلطخوا واعبدوا ربکم مخلصین
و چرکیں نگردید و باطن ہائے خود را صاف بنمائید و از آلودگی ہا بپرہیزید و پروردگار خود را بپرستید و با وے کسے را
رہو اور اپنے باطنوں کو پاک کرو اور آلودگی سے بچو۔ اور اپنے رب کی عبادت کرو اور شرک
و لا تشرکوا۔ و تصدقوا و لا تبخلوا۔ واصعدوا الی
انباز نسازید و از مال خود صدقات بکشید و بخیل نباشید و کوشش بکنید
نہ کرو اور صدقے دو اور بخیل نہ بنو اور آسمان پر چڑھنے
السماء و الی الارض لا تخلدوا و ارحموا
کہ بر آسمان بالا رفتن میسر آید و بر زمین سر فرود نیارید و بر زیر دستاں
کی کوشش کرو اور زمین کی طرف نہ جھکو اور

ضعفائکم فی الارض ترحموا فی السماء و تنصروا
بخشائید تا بر شما بخشایش آورند و
ضعیفوں پر رحم کرو تاکہ تم پر بھی آسمان میں رحم کیا جاوے۔
و اطیعوا اللّٰہ و ملوککم و لا تفسدوا۔ و لا تخالفوا
وغاشیہ اطاعت خدا و شاہان خود بر دوش بردارید و شور و فساد بپا نکنید
اور خدا اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو اور فساد نہ کرو اور حکام کے حکموں اور
الحکام فی احکامھم و قضاءھم و فصلھم و امضاءھم
و در پیش احکام و فرامین و امضاہائے حکام سر نیاز خم بنمائید
فیصلوں اور پروانوں وغیرہ میں ان کی مخالفت نہ کرو اور ان کی رضا کے خلاف ایک
و لا تقدموا القدم و لا تؤخروا خلاف رضاءھم.
وخلاف رضائے ایشاں گامے پیش و پس ننہید
قدم بھی آگے پیچھے نہ رکھو اور جب کوئی ان کی طرف سے کوئی حکم آوے
و اذا امرتم فاحضروا و لا تقوموا کسالیٰ عند دعائھم.
و ہرگاہ فرمانے از سوئے ایشاں فرا رسد در ساعت بیائید و برآواز ایشاں کوفتہ و خستہ وا
تو حاضر ہو جاؤ اور ان کے بلانے پر سست اور ہار کھائے ہوئے نہ بنو۔
و لا تجاوزوا قوانینھم و لا تقربوا توھینھم۔ و اذا امرتم
نشینید و خلاف قوانین ایشاں راہ نہ روید و توہین و اہانت ایشاں روا ندارید و چوں خدمتے
اور ان کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرو اور ان کی توہین نہ کرو اور جب کوئی خدمت
الی خدمة فسارعوا الی الامتثال ۔ واسعوا و لو علی
بشما تفویض کنند در بجا آوردنش بجان دل بکوشید اگرچہ بر قلہ کوہ بائے
تمہیں سپرد کی جائے تو بہت جلد حکم مانو اور اس کے پورا کرنے کی سعی کرو خواہ پہاڑوں کی

قنن الجبال ۔ ولا تنحتوا معاذیر کالجہال ۔ ولا تابوا

بلند برآمدن ضرورت افتد ۔ و چوں جاہلاں بہانہ پیش نیاورید   و چوں دوں

چوٹیوں پر چڑھنا پڑے اور جاہلوں کی مانند عذر نہ تراشو   اور خوب سمجھ لو کہ

کالقوم الارذال ۔ واعلموا ان السلامة کلہا

ہمتاں سرباز نزنید ۔   و بدانید کہ سلامت در قبول احکام

سلامتی حکموں کے قبول کرنے میں ہے

فی قبول الاحکام و الملامة کلہا فی الاباء

است   و ملامت   در نافرمانی   و پیکار

اور ملامت   نافرمانی   اور جھگڑے میں

والخصام ۔ و انا نشکر اللہ علٰے ما من علینا بعہد

کردن   و ما سپاس خدا بجا می آریم کہ مارا در زیر سایہ عہد

ہے   اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں سلطنت برطانیہ

السلطنة البرطانیة و افاض علینا بتوسطہا

سعادت عہد دولت برطانیہ با کرامت فرمودہ   و بتوسط ایں دولت بزرگ

کا عہد بخشا   اور اس کے ذریعہ سے بڑی بڑی مہربانیاں اور

انواع الآلاء بالالطاف الوحدانیة فوجدنا بتقدومہا

درحق ما مہربانی ہا کردہ   از قدوم ایں دولت عظمیٰ

فضل ہم پر کئے   ہم نے اس سلطنت کے آنے سے انواع اقسام کی

انواع النعم و ھذب قومنا و علموا و اخرجوا

نعمتہا دیدیم   قوم ما بحلیہ علم و ادب

نعمتیں پائیں   ہماری قوم نے علم اور تہذیب سیکھی   اور بہائی کی

من عيشة النعم و نقلوا الى الكمالات الانسانية
آراستہ شدہ و از طور زندگی بہائم بیرون آمدن دیرا میسر آمدہ
زندگی سے نکلنا نہیں نصیب ہوا اور حیوانی جذبوں سے نکل کر انسانی کمالات
من الجذبات الحيوانية. فحصل لنا امن و امان
و پوشش جذبات حیوانیہ را از تن بیرون کردہ حلہ فاخرہ کمالات انسانی
پر پہنچنا میسر آیا سو ہمیں اس گورنمنٹ کے طفیل
فوق الامل بل فوق حدود الافكار و طفقنا ندرج
در بر کردہ ما را فی الحقیقت از طفیل ایں دولت کبریٰ بیرون از وہم و گمان امن و امان حاصل شدہ
امید اور فکر سے بڑھ کر امن اور امان ملا - اب ہم زمین پر گاڑیوں کی
على الارض درج الصوار بل كالعشار. بالتؤدة والهون
مکنوں ما می توانیم کہ چوں گاواں بلکہ چوں شتراں بآرام و آسانی
طرح نہیں بلکہ باردار اونٹنیوں کی مانند بڑے وقار اور سہولت سے سفر
والوقار. من غير خوف المتخطفين و الشانئين
بر روئے زمین سیر و سیاحت کنیم و ما را ہیچ باک از رہزناں و بد اندیشاں
کرتے ہیں اور ہمیں ڈاکوؤں اور بد ذات دشمنوں کا کچھ بھی ڈر نہیں ہوتا
من الاشرار و ندلج و ندّلج وحدانا فى الفلا
نیست و در پارہ اوّل شب و آخری آں تنہا بے خوف و خطر از
اور ہم رات کے پہلے حصہ میں اور پچھلے میں اکیلے بے خوف و خطر
وبلاخوف من الاغيار. واُجرى الوابورة فما
اغیار و شطار می توانیم کہ راہ بردیم و جاری شدن گاری آتشیں
سفر کرتے ہیں۔ اور ریل گاڑی کے چلنے سے اونٹوں

بقی حاجة الی الافاثیل و القوافل والمصار فاصلحوا
شتران و قافلہ ہا و اسپان را از کار بر انداختہ ایم احتیاجے بآنہا نماندہ
قافلوں اور گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی اب مناسب ہے۔
نیاتکم و احسنوا الظن فی ہذہ الدولة۔ واتوها
اکنوں باید کہ نیتہائے خود را راست بکنید و در حق ایں دولت بزرگ گمان نیک بکنید و بادل صاف و
کہ اپنی نیتوں کو درست کرو اور اس سلطنت کی نسبت نیک گمان کرو اور صاف دلی
مطیعین بصفاء الطویة و لا تعثوا فی الارض باغین
پاک در حضور وے حاضر بیائید وچوں باغیاں در زمین فتنہ و غوغا برمی نگیرید۔
اور پاک نیت سے اس کے حضور حاضر ہو اور زمین میں باغیوں کی طرح فساد کرتے
و لا تشردوا کالطاغین واعلموا ان ہذہ الدولة
و مانند تبہ کاران راہ گریز پیش نگیرید ویدانید کہ ایں سلطنت دست ستمگاران
اور شریروں کی طرح بھاگے نہ پھرو اور خوب سمجھ لو کہ سلطنت نے تمہیں ایذا
کفت عنکم اکف الظالمین و ایقظتکم بعد ما کنتم
از آزار و ایذائی شما بر بست شما در خواب بودید ایں سلطنت شما را بیدار
دینے سے ظالموں کے ہاتھ بند کر دیئے اور تم سوتے تھے اور اس نے تمہیں جگایا اور
نائمین۔ و قامت لحفظکم فی تربتکم و غربتکم وجعلت
ساخت و در سفر و حضر پاسبانی شما کرد وچوں شما بیروں برائے طلب رزق
تمہارے سفر اور حضر میں تمہاری پوری نگہبانی کی اور جب تم کہیں کار روزگار کرنے
علیکم حافظین عند نجعتکم و رجعتکم و کلاءت
می روید و بسوئے خانہ باز می آید در ہر دو صورت از طرف حکومت برائے شما
اور معاش کی تلاش میں جاتے ہو اور پھر وطن کو واپس آتے ہو

عرضکم و عرضکم ۔ و تولت صحتکم و مرضکم

محافظان متعین اند حکومت نگہبانی مال و آبروئے شما کرد ۔ چنانچہ باید نمود و در حالت بیماری و

دونوں صورتوں میں گورنمنٹ کی طرف سے تم پر محافظ مقرر ہیں اور اس نے تمہاری آبرو اور مال کی خوب نگہداشت کی

و امنکم فصارت سببا لزیادۃ عددکم ۔ و عدۃ

تندرستی از خبرگیری شما کوتاہی نہ کرد و شمارا امنے بخشید کہ از واسطہ آں در مال و دولت و کثرت نفوس و

اور صحت میں اور بیماری میں تمہاری خبرگیری کی اور تم کو امن بخشا جس کے سبب سے تم دولت اور مال میں اور کثرت میں

عددکم ۔ و قامت فی کل مواطن لمددکم وحسن ملوکہا

سامان شما افزونی پدید آمد ۔ و ایں سلطنت در ہر میدان بجہت اعانت شما قدم محکم فشرد و بایاران شما و

ترقی کر گئے اور یہ سلطنت ہر میدان میں تمہاری مدد کو کھڑی ہوئی اور تمہارے یاروں اور دوستوں

فی سکنکم و مسکنکم ۔ و اثبتت انہا لکم کموئلکم

جا ہائے شما حسن سلوک بجا آورد و آشکار کرد کہ او برائے شما جائے پناہ و امن

اور مکانوں کی نسبت خوب سلوک کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری پناہ اور جائے امن ہے

و مامنکم و قد حقت لہا علیکم حقوق المن

است ۔ برگردن شما حقوق منت وے ثابت است

اب تم پر اس کے احسان کے حقوق ثابت ہیں۔

وحفظتکم من الاغارۃ والشن ۔ و ادت حق الکلاءۃ

و شمارا محفوظ داشت از غارتگران و ناگہ بر سر ریزندگان و در حق مال و عیال شما حق

اور اس نے تمہیں ڈاکوؤں اور چوروں سے بچایا اور تمہارے مال و عیال کی نسبت نگہبانی

فی مالکم و عیالکم ۔ وصار طولہا سببا لطول

پاسداری ادا کرد ۔ و مہربانی و فضل وے سبب درازی عمرہائے

کا حق ادا کر دیا ۔ اور اس کی مہربانی تمہاری عمروں کی درازی کا سبب

اجالکم۔ ونالتکم منها عافیة غیر عافیة ۔ و رزقتم
شما شد و از وے شمارا عافیتے بدست آمد کہ نابود کنندہ نشانہا نیست و آرامی ہر چہ
ہوئی اور اس سے تمہیں ایسی عافیت ملی جو تباہ و برباد کرنے والی نہیں اور تمہیں پہلے درجہ
رفاهیة بدرجة کافیة ۔ وکفتکم مخاشی اللاواء
تمامتر در بہرۂ شما آمد و شمارا رستگاری بخشید از جاہائے دہشتناک
کی رفاہیت حاصل ہوئی اور اس نے تمہیں دکھوں اور دردوں کی خوفناک جگہوں سے
وکنفتکم بغواشی الآلاء حتی ما ظفر بکم اظفار
درد و رنج و باغاشیہ ہائے نعمت و مکرمت شما در پناہ و سایہ خویش در آورد تا این کہ اکنوں
بچایا اور اپنے فضل و کرم کی حمایت اور پناہ میں لیا۔ اب یہ حال ہے کہ دشمنوں
الاعداء فلا تخرسنکم غشیة فی اداء شکرها
ناخن بیداد دشمنان بشما نمی رسد۔ پس گنگ نسازد و شمارا بیہوشی در ادائے شکر وے ورا
کے ناخن بیداد کی تم تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ سو مناسب ہے کہ اس گورنمنٹ کے شکر ادا کرنے میں
ولا لکنة فی تکرار ذکرها ۔ فان جزاء الاحسان
گنگلاجی در تکرار ذکر وے چہ کہ کیفر نیکی نیکی است
اور ذکر و تذکرہ میں گونگے اور بیہوش نہ بن جاؤ۔ اس لئے کہ احسان کا بدلہ احسان
احسان ۔ والمتغافل من الشکر کفران ۔ و واللہ إنها
وچشم برہم بستن از سپاس گزاری ناسپاسی است و سوگند بخدا کہ ایں
ہے اور شکر سے غفلت کرنا کفران ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا
لعصم من ایمن العوذ ۔ و اغنی عنکم من لابسی الخوذ
سلطنت بجہت شما تعویذے شگرف و ہمایوں است و باوجود وے ہیچ حاجت بہ یاوران خود پوش نماندہ
ہوں کہ یہ سلطنت تمہارے لئے بڑا امن بخش تعویذ ہے اور اس کے ہوتے کسی خود پوش مددگار کی نہیں ضرورت

والمحامد كلها لله على ما آتانا قيصر لا يقصر في تفقد
درحقیقت ہرگونہ حمد مر خدائی راست کہ مارا قیصر عطا فرمودہ کہ از بازجستن احوال ما دمے غفلت
نہیں۔ اور حقیقت میں ساری حمدیں خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں ایسا قیصر عطا فرمایا جو ہمارے حال کی

احوالنا۔ ويسعى ليخرجنا من اوحالنا۔ ورد الينا
نمی ورزد و می کوشد کہ مارا از مغاک پستی ہا بروں آرد و ایزد مہربان
خبرگیری اور پرداخت میں کوئی قصور اور کوتاہی نہیں کرتا اور کوشش کرتا ہے کہ ہمیں پستی سے باہر لائے۔ اس نے ہمارا

ديننا بعد ما زالت الملة عن اماكنها وجعل قيصرة
دین مارا ہما باز داد و بعد ازاں کہ ملت از مکان خود زائل گردیدہ بود و قیصرۂ ہند و قیصر
دین ہمیں پھر دیا بعد اس کے کہ مذہب اپنے مکانوں سے اکھڑ چکا تھا اور اسی نے قیصرۂ ہند اور

الهند وقيصرها كمثل مامنها فهذه رحمة من
را مامن وے گردانید پس ایں ہمہ رحمت رحمان و منت
قیصر کو اس کا مامن بنایا سو یہ رحمان کی رحمت

الرحمن ومنة من المنان۔ وان العبد اذا كان لا
منان است و ثابت است کہ چوں بندہ در ہنگام
اور منان کی منت ہے۔ اور اگر بندہ نزول نعمت کے وقت خدا

يشكر الله عند نزول النعماء۔ فتنزل عليه قارعة من
فرود آمدن نعمت شکر خدا نکند البتہ بروے کوفتہ از بلا نازل می
کا شکر نہ کرے تو بلا اُس پر نازل ہوتی ہے۔

البلاء۔ فلا شك ان هذا الطاعون قد حلت ديارکم
شود۔ پس شک نیست کہ ایں طاعون از ایں گناہاں در دیار شما فرود
سو اس میں شک نہیں کہ انہی گناہوں کے سبب سے طاعون نے تمہارے شہروں میں

لهذه الخطيات۔ فانتقلوا الى الطاعات باسرع الخطوات
آمده پس بسوئے طاعت الٰہی با گام ہائے شتاب و تیز حرکت بکنید
ڈیرے جما دیئے ہیں۔ اب بہت جلد طاعت کی طرف قدم اُٹھاؤ
واحفظوا انفسکم من السیأت و ان عملتم علی قولی
و خود از گناہاں رستگاری بخشید و اگر بگفتار من عمل کردید
اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ اور اگر تم میری بات پر عمل کروگے تو
فاترجّی ان یدفع منکم ھذا البلاء۔ و تزول الضراء
امید دارم کہ ایں بلا از سرِ شما دفع کردہ شود و سختی دور شود
مجھے امید ہے کہ درد تم سے دُور ہو جائیں گے اور آرام اور چین ترقی کرے گا
و تکثر النعماء۔ فاجیبونی ما الاراء۔ أ قبول منکم او الاباء
و آسانی افزوں گردد۔ پس جواب بدہید کہ چہ رائے می زنید آیا قبول می دارید آیا انکار می آرید
اب جواب دو کہ تمہاری کیا رائے ہے مانتے ہو یا انکار کرتے ہو۔
و ما علاج الطاعون الا الاتقاء والتضرع والدعاء۔ أترون
و علاج طاعون بجز تقوے و زاری کردن و دعا نیست۔ و می بینید
اور طاعون کا کوئی علاج بجز پرہیزگاری اور گڑگڑانے اور دعا کے نہیں اور تم دیکھ
انہ نزلت بساحتکم لارداءکم و دنت فناءکم لافناءکم
کہ طاعون برائے ہلاک کردن شما فرود آمدہ و برائے فنا کردن شما
رہے ہو کہ وہ تمہیں ہلاک کرنے کو تمہاری آنگنوں میں آ اُتری ہے اور تمہیں فنا کرنے کو تمہارے صحنوں
و کاین من اٰباءکم و ابناءکم۔ صاروا صیدہ فتدبروا
در صحن خانہ شما خیمہ زدہ و بسیارے از پدران و پسران شما نخچیر وے گردیدہ اند پس باید کہ
میں داخل ہو گئی ہے اور کس قدر تمہارے باپ اور بیٹے اس کا شکار ہو گئے۔ سو اب دانائی اور

مالکم بداهاتکم۔ وکم منکم ادخلوا فی جرابه و
بہ زیرکی درانجام خود اندیشہ فرمائید و بسیارے از شما درجوال وے داخل کردہ شدند و
زیرکی سے اپنے انجام میں غور کرو اور کتنے تم میں سے اس کے تھیلے میں ڈال دیئے گئے اور
شواهم القدر لکبابه ۔ أتعلمون من این
قضا و قدر ایشاں را برائی کباب وے بریاں کرد ۔ آیا می دانید کہ ایں
قضا و قدر نے اس کے کباب کے لئے انہیں بریاں کیا تمہیں کچھ علم بھی ہے کہ اس
اثرہ ۔ وکیف عجرہ و بجرہ ۔ فاعلموا انه نتیجة
دار و گیر و اثر طاعون از چہ چیز است پس بدانید کہ آں نتیجہ
ساری کارروائی کی جڑ کیا ہے سو یاد رکھو کہ یہ سب نتیجہ
فسقکم و فجورکم ۔ فابکوا ولیس وقت سرورکم
بدکاری و ناہنجاری شما است پس گریہ بکنید کہ وقت شادمانی نیست
تمہارے فسق و فجور کا ہے اب بیٹھ کر روؤ کہ یہ خوشی کا وقت نہیں ہے
وطهروا امام الله دخیلة امرکم۔ وادفعوا غیم
و نہان خود را پیش دیدۂ خدا پاک بسازید و ابر ماہ خود را دفع
اور اپنے اندرونی معاملات کو خدا کے سامنے پاک کرو اور اس ابر کو جو تمہارے چاند پہ
قمرکم لیبعد الله منکم هذا الذئب وهذه المفازة
بکنید تا خدا ایں گرگ و وشت را از نزد شما دور گرداند و شما را عزت
آگیا ہے دور کرو۔ اس لئے کہ خدا اس بھیڑیئے اور خوفناک جنگل کو تم سے دور کرے اور تمہیں
ویهب لکم الکرامة والعزازة ۔ تقسموا عتابکم
بزرگی بخشد پس گرداگرد خانہ خود را رفتہ و
عزت اور بزرگی عطا کرے اور اپنے گھروں کی ساری طرفوں کو خوب

واخلعوا لصلف ۔ و تلافوا ما سلف ۔ وان لم تنتهوا
دور بنمائید ولاف وگزاف را ترک بکنید و چارۂ کار گذشتہ بسازید و اگر باز نیامدید
پاک صاف کرو اور لاف و گزاف چھوڑ دو اور جو گذر چکا ہے اس کی تلافی کرو اور اگر تم باز نہ آؤ

فاعلموا ان قولی لیس کقول السامر ۔ و قد دخل ملککم
پس بدانید کہ گفتار من گفتار فسانہ گو نیست و ہر آئینہ بلا چوں سیل
تو جان لو کہ میری بات کسی افسانہ گو کی بات نہیں دیکھو بلا جرار سیل کی طرح

بلاء کالسیل الهامر ۔ فمن تلقف قولی شیخا
رواں در ملک شما در آمدہ پس ہر کہ گفتار مرا پذیرفت پیر باشد
تمہارے ملک میں داخل ہو چکی ہے سو جو شخص میری بات کو قبول کرے گا بوڑھا ہو

کان او حدثا ۔ و استخلصه جد الاعبثا ۔ و قبل
یا برنا و آنرا سختہ یافت نہ ہرزہ و ایں سخن را بگوش
یا جوان ہو اسے ہزل نہیں سنجیدہ بات سمجھے گا

الکلام ۔ و قطع الخصام فقد نال المرام ۔ فارجعوا
قبول شنید و ہمہ ستیزہ و جنگ را بگذاشت او بالیقین بر سر مراد برسد پس بسوئے
اور سب جھگڑے چھوڑ دے گا وہ کامیاب ہوگا سو اب تم

الی الحکم القاضی ۔ و هیجوا انفسکم علی الماضی ۔ و
حکم قاضی رجوع بیارید و بر آنچہ بگذشت پشیمانی و افسوس بخورید و
حکم قاضی کی طرف آ جاؤ اور اپنی گذشتہ کرتوتوں پر پشیمان ہو جاؤ اور

احسبوا قولی هذا من ضیعتی و مبرتی ۔ و فیه مسرتکم
گفتہ مرا نیکی و احسان از من در حق خود بشمرید و دریں شادمانی من و شماست
میری بات کو اپنے حق میں میرا بڑا احسان یاد کرو اسی میں میری خوشی اور تمہاری خوشی ہے

رمسرتی - ومن قبل تولی فارجوا ان یجبر له باله و

و آنکه قول مرا قبول داشت امید دارم که شکست دل وے بستہ گردد

اور جو شخص میری بات کو قبول کریگا مجھے امید ہے کہ خدا اس کے دل کی شکست درست

یبعد عنه بلباله - ایها النّاس قد اُشرب حسی

و رنج و سختی از وے دور کردہ شود و احوال وے نیکو ای مردم حس من فرو خورانیدہ

کردے گا اور اس کے رنج و غم کو دور اور اس کے احوال کو ٹھیک کرے گا - اے لوگو مجھے معلوم ہو رہا

و نبأنی حدسی - ان البلاء قد نزل من کثرة العصیان

شدہ است و فراست من مرا خبر دادہ کہ ایں بلا از کثرت گناہاں نازل شدہ

ہے اور میری فراست کہہ رہی ہے کہ یہ بلا گناہوں کی کثرت کی وجہ سے آئی ہے

کما کان ینزل فی سابق الزمان فاستخلصوا مراضی رب

ہمچناں کہ در زماں پیشین نازل می شد پس برائے بدست آوردن خوشنودی

جس طرح پہلے زمانوں میں آیا کرتی تھی اب تم خداوند تعالےٰ کی خوشنودی

العباد - واجتنبوا انواع الفسق والفساد - تنجون

پروردگار بکوشید و از ہرگونہ فسق و فساد بپرہیزید انشاء اللہ

حاصل کرنے کی فکر کرو اور ہر قسم کی بدکاری اور فساد سے بچ جاؤ تو خدا چاہے تم

من موت کموت الجراد - و انی اخاف ان

رستگار خواہید شد از مرگے کہ مانند مرگ مور و ملخ است و من خوف آں دارم کہ ایں

ضرور کیڑوں مکوڑوں کی موت مرنے سے نجات پا جاؤ گے مجھے ڈر ہے کہ یہ مرض

یدخل هذا المرض کل مدینة و یلج کل عرینة

مرض در ہر شہر در آید و در ہر بیشہ درون شود

کہیں ہر شہر میں داخل نہ ہو جائے اور ہر بیشہ میں راہ نہ پا جائے

فیاکل سباعہا و ظباءھا - و ینفد مرعاھا و ماءھا
پس درندگان و آہوان وے را فرو خورد و چراگاہ و آب آں را پاک بخورد
پھر وہاں کے درندوں اور ہرنوں سب کو کھا جائے اور چراگاہوں اور پانیوں کو بالکل کھا جائے

فسارعوا الی الصالحات - و اخرجوا مال الصدقات۔ و
پس بشتابید بسوئے نیکوکاری ہا و مال صدقات را بیروں کشید و
دوڑ پڑو سو نیکیوں میں لگ جاؤ اور صدقات خیرات نکالو اور

تصدقوا علی ذوی الفاقات و واللہ انی ارجو ان ینجی ربی
بر مستمندان و بے نوایان خرچ بنمائید و سوگند بحق کہ من امید دارم کہ پروردگار من
محتاجوں کو دو قسم بخدا مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو طاعون

قوما من الطاعون الذین تبعوا قولی و اطاعون۔ فانضوا عنکم
قومے را از چنگال طاعون ایمنی و خلاصی بخشد کہ پیروی قول من کنند و مطیع من شوند پس جامۂ تن پروراں
سے بچائے گا جو میرا کہا مانیں گے سو تم عیش پسندوں

لبوس المتنعمین واجتنبوا تغافل النائمین و صلوا مع
از خود بکشید و از غفلت خوابیدگان بر کنار باشید و با راکعان و قائمان
کی پوشاک بدن سے اُتار پھینکو اور سونے والوں کی غفلت سے الگ ہو جاؤ اور راکعین اور

الراکعین و القائمین۔ واستعینوا بالصبر و الصلوٰۃ و
نماز بگزارید و با صبر و صلوٰۃ یاری بجوئید
قائمین سے مل کر نماز پڑھو اور صبر اور صلوٰۃ اور خیرات سے مدد لو۔

الصدقات و الصلات - یفرج کربکم و یامن سربکم -
سختی و رنج از سر شما دفع شود و ایمنی و آرام بدلہائے شما
اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تمہیں ہر طرح کے دُکھ درد سے محفوظ رکھے گا

و بعد ما نزعتم عن الغی ۔ ستروْن رحم القیوم

حاصل آید۔ وبعد از گذاشتن گمراہی انشاء اللہ رحم خداوند بزرگ خواہید دید

اور تم گمراہی کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کا رحم دیکھوگے۔

الحی ۔ وانی قلت کما یقول الملھمون فسوف تعلمون۔

و من ہماں طور گفتہ ام کہ ملہماں می گویند پس شما عنقریب خواہید دانست

مَیں نے تمہیں اسی طرح کہہ دیا جس طرح ملہم کہا کرتے ہیں سو تم عنقریب جان لوگے۔

المشتہر

میرزا غلام احمد منمقام قادیان ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۱ء

(یہ اشتہار الحکم نمبر ۴۷ جلد ۵ مورخہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۴ سے صفحہ ۹ تک شائع ہوا ہے)

---

(۲۴۴)

ضمیمہ الحکم ۱۰؍مارچ ۱۹۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لنگرخانہ کے انتظام کے لئے

چونکہ کثرت مہمانوں اور حق کے طالبوں کی وجہ سے ہمارے لنگرخانہ کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے اور کل مَیں نے جب لنگرخانہ کی تمام شاخوں پر غور کر کے اور جو کچھ مہمانوں کی خوراک اور مکان

اور چراغ اور چارپائیاں اور برتن اور فرش اور مرمت مکانات اور ضروری ملازموں اور سقا اور دھوبی اور بھنگی اور خطوط وغیرہ ضروریات کی نسبت مصارف پیش آتے رہتے ہیں۔ ان سب کو جمع کر کے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ان دنوں میں آٹھ سو روپیہ اوسط ماہواری خرچ ہوتا ہے۔ اس خرچ کے لئے خاص خدا تعالیٰ نے ہی ایسے اتفاقات پیش کئے کہ اب تک ہمیں محض خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے کوئی فاقہ نہیں آیا۔ مگر چونکہ ہر ایک امر جس کے ساتھ کوئی انتظام نہیں موجب ابتلاء ہوتا ہے اور سلسلہ غموں کا اندازہ سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے اس پُرتشویش وقت میں کہ جبکہ آمدن مستقل طور پر ساٹھ روپیہ ماہواری بھی نہیں اور خرچ آٹھ سو روپیہ ماہواری سے کم نہیں، کوئی انتظام توکلاً علی اللہ ضروری ہے۔ بالخصوص جبکہ قحط کے دن بھی شدت کرتے جاتے ہیں اور طاعون* کے دن بھی ہیں۔ اس لئے مَیں نے سخت گھبراہٹ کے وقت میں بلحاظ ہمدردی اس جماعت کی جس کو مَیں اپنے ساتھ رکھتا ہوں، اس انتظام کو اپنا فرض سمجھا اور نیز اس خیال سے بھی کہ عمر کا اعتبار نہیں لہٰذا مَیں چاہتا ہوں کہ غرباء اور ضعفاء کی ایک جماعت میرے ساتھ رہے جو میری باتوں کو سُنے اور سمجھے۔ اگرچہ ہمارے سلسلہ کے ساتھ اور مصارف بھی لگے ہوئے ہیں لیکن مَیں سُنّت انبیاء علیہم السلام کے مطابق سب سے زیادہ اس فکر میں رہتا ہوں کہ ایک گروہ حق کے طالبوں کا ہمیشہ میرے پاس رہے۔ اور نیز دُور دُور سے لوگ آویں اور اپنے اپنے شُبہات پیش کریں اور مَیں ان شُبہات کو دُور کروں اور نیز ایسے لوگ آویں جو خدا تعالیٰ کی راہ مجھ سے سیکھنا چاہتے ہیں اور نیز یہ کہ جو کچھ مَیں لکھوں وہ کتابیں چھپتی رہیں۔ اگرچہ ہمارے ساتھ مدرسہ کا بھی تعلق ہے اور اس کا انتظام خرچ بھی ابھی ناقص اور بالکل ناقابل اطمینان ہی ہے اور مَیں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ جو لڑکے اس مدرسہ میں پڑھیں گے وہ نسبتاً کچھ نہ کچھ سچائی اور دینداری اور پرہیزگاری اور نیک چلنی

* چونکہ شرعاً یہ امر ممنوع ہے کہ طاعون زدہ علاقہ کے لوگ اپنے دیہات کو چھوڑ کر دوسری جگہ جائیں اس لئے مَیں اپنی جماعت کے ان تمام لوگوں کو جو طاعون زدہ علاقوں میں ہیں منع کرتا ہوں کہ وہ اپنے علاقوں سے نکل کر قادیان یا کسی دوسری جگہ جانے کا ہرگز قصد نہ کریں اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں کو بھی روکیں۔ اپنے مقامات سے نہ ہلیں۔ توبہ و استغفار کریں اور راتوں کو اُٹھ کر دعائیں کریں کہ یہی ضروری چیز اور حرز ہے۔ منہ

کی راہ سیکھیں گے۔ لیکن ان میں اور ہم میں بڑے پہاڑ اور کانٹے اور شور دریا ہیں۔ بہت تھوڑے
ہیں جو اُن سب کو چیر کر ہم تک پہونچ سکتے ہیں۔ ورنہ عموماً سب پڑھنے والے اپنی دُنیا کے
لئے مر رہے ہیں اور اس کُتّا کی مانند ہیں جو ایک دفن کئے ہوئے مُردار کی مٹی اپنے پیروں سے
کھودتا ہے اور جب وہ مُردار ننگا ہو جاتا ہے تو اُسے کھاتا ہے۔ اسی طرح ان پڑھنے والوں میں
بڑا گروہ تو ایسا ہی ہے کہ اس مُردار کی تلاش میں ہیں اور جب وہ مُردار انہیں مل گیا تو پھر
ہم کہاں اور وہ کہاں۔ آخر انہیں باپوں کے وہ فرزند ہیں جنہوں نے دُنیا کو قبول کر رکھا ہے۔ کیا
ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دُنیا کو تین طلاق بھیج کر ہماری راہ پر چلیں گے اور ہمارے سلسلہ کے لئے
اپنی عمریں وقف کر دیں گے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہمارا کانشنس ہرگز اس بات کو قبول نہیں
کرتا بلکہ اکثر لڑکے اپنی دُنیا کے لئے ہی مرتے ہیں اور جب اس قدر کوئی ڈگری حاصل کر لیں گے کہ
جس سے وہ نوکر ہو سکیں تب وہ فی الفور روحانی تناسخ کو قبول کر کے ایک اَور جُون میں آجائیں گے
بھلا جوشِ جوانی کی ہزاروں ظلمتوں اور جذبات سے باہر آنا سہل بات ہے یا ہر ایک کا کام ہے
نہیں بلکہ نہایت ہی مشکل ہے۔ لیکن میری اُمیدیں ان غریبوں پر بہت ہیں جو نہ بی۔ اے بننا چاہتے
ہیں اور نہ ایم۔ اے بلکہ بقدر کفایت معاش دنیا اختیار کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں ہر دم
یہ خلش ہے کہ کسی طرح ہم نیک انسان بن جائیں اور خدا ہم سے راضی ہو۔ سو وہ ہدایت پانے
سے بہت قریب ہیں کیونکہ ان کے خیالات میں تفرقہ نہیں ہے۔ وہ میرے پاس رہ کر ہر روز تازہ
بتازہ ہدایت پا سکتے ہیں۔ سو انہیں کا سب سے زیادہ مجھے فکر ہے کیونکہ ہم عمر کا بہت سلسلہ
طے کر چکے ہیں اور تھوڑا باقی ہے۔ اسی اطمینان کے حاصل کرنے کے لئے میں یہ اشتہار شائع کرتا
ہوں۔ یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں، یہ آخری فیصلہ
کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہیں سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مُرید ہیں
جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے
ہیں۔ سو ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے

اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہیئے کہ اس میں لاف گزاف نہ ہو جیسا کہ پہلے بعض سے ظہور میں آیا کہ اپنی زبان پر وہ قائم نہ رہ سکے۔ سو اُنہوں نے خدا کا گناہ کیا جو عہد کو توڑا۔ اب چاہیئے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہواری چندہ کا اقرار کرے جس کو وہ دے سکتا ہے گو ایک پیسہ ماہواری ہو۔ مگر خدا کے ساتھ فضول گوئی اور دروغ گوئی کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہیئے جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے، وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں رہ نہیں سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اُس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشتہر کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواجو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتھر

میرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ ۵ مارچ ۱۹۰۲ء

٭ تقسیم اشتہارات کا یہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک شہر میں چند اشتہار ایک آدمی کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ پس ہر ایک صاحب کو جس کے پاس ان اشتہارات کا پیکٹ پہنچے لازم ہے کہ وہ اپنے شہر اور اپنے ارد گرد کے لوگوں کو جو سلسلہ بیعت میں داخل ہیں اس اشتہار کا مضمون بخوبی سمجھا کر از سر نو اس سے عہد اس چندہ کا لے۔ پھر ان تمام لوگوں کے ناموں کی ایک فہرست مرتب کر کے بھیج دے۔ اگر وہ لوگ خواندہ ہوں تو ان کے دستخط بھی کرا دے۔ منہ

تتمّہ

یاد رہے کہ مدرسہ کا قیام اور بقا بھی چونکہ بہت سے مصالح پر مبنی ہے۔ لہذا از بس ضروری ہو کہ حسب استطاعت ہر شخص اس کے لئے بھی ایک ماہوار رقم اپنے اوپر لازم کر لے۔ اور یہ بات مَیں پھر دوبارہ یاد دلا دیتا ہوں کہ ہر شخص اپنی حالت اور استطاعت کو دیکھ کر چندہ مقرر کرے۔ ایسا نہ ہو کہ تھوڑی دیر کے بعد اُسے فوق الطاقت بوجہ سمجھ کر ملول ہو جائے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گنہگار ٹھیرے گا۔ اور اس تجدید اور تعیین چندہ کی سب درخواستیں اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کے پاس آنی چاہئیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ صدقات اور زکوٰۃ اور اس طرح کی ہر ماہ کا روپیہ بھی یہاں آنا چاہیئے۔

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے چار صفحات پر ہے)

---

(۲۴۵)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک شخص ساکن جمّوں چراغ دین نام کی نسبت

اپنی تمام جماعت کو ایک عام اطلاع

چونکہ اس شخص نے ہمارے سلسلہ کی تائید کا دعویٰ کر کے اور اس بات کا اظہار کر کے کہ مَیں فرقہ احمدیہ میں سے ہوں جو بیعت کر چکا ہوں طاعون کے بارے میں شاید ایک یا دو اشتہار شائع کئے ہیں اور مَیں نے سرسری طور پر کچھ حصہ ان کا سُنا تھا اور قابل اعتراض حصہ ابھی سُنا نہیں گیا تھا اس لئے مَیں نے اجازت دی تھی کہ اس کے چھپنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر افسوس کہ بعض خطرناک

لفظ اور بیہودہ دعویٰ جو اس کے حاشیئے میں تھے اس کو میں کثرت لوگوں اور دوسرے خیالات کی وجہ سے سُن نہ سکا اور محض نیک ظنّی سے ان کے چھپنے کے لئے اجازت دی گئی۔ اب جو رات اسی شخص چراغ دین کا ایک اور مضمون پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بڑا خطرناک اور زہریلا ساور اسلام کے لئے مضر ہے اور سر سے پَیر تک لغو اور باطل باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ مَیں رسُول ہوں اور رسُول بھی اولوالعزم۔ اور اپنا کام یہ لکھا ہے کہ تا عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح کرا دے اور قرآن اور انجیل کا تفرقہ باہمی دُور کر دے اور ابنِ مریم کا ایک حواری بن کر یہ خدمت کرے اور رسُول کہلاوے اور ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قرآن شریف نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ انجیل یا توریت سے صلح کرے گا بلکہ ان کتابوں کو محرّف مبدّل اور ناقص اور ناتمام قرار دیا ہے اور تاج خاص اکملت لکم دینکم کا اپنے لئے رکھا ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب کتابیں انجیل توریت قرآن شریف کے مقابل پر کچھ بھی نہیں اور ناقص اور محرّف اور مبدّل ہیں اور تمام بھلائی قرآن میں ہے۔ جیسا کہ آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام موجود ہے۔ قل انّما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انّما الٰھکم الٰہ واحد والخیر کلّہ فی القراٰن لا یمسّہ الاّ المطھّرون۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۱۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ مَیں تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں۔ مجھ پر یہ وحی ہوئی ہے کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی ثانی نہیں اور تمام بھلائی قرآن میں ہے۔ پاک دل لوگ اس کی حقیقت سمجھتے ہیں۔ پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں اور کیونکر اس کو ناکامل سمجھ لیں۔ خدا نے ہمیں تو یہ بتلایا ہے کہ عیسائی مذہب بالکل مرگیا ہے اور انجیل ایک مُردہ اور ناتمام کلام ہے۔ پھر زندہ کو مُردہ سے کیا جوڑ۔ عیسائی مذہب سے ہماری کوئی صلح نہیں۔ وہ سب کا سب ردّی اور باطل ہے اور آج آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں۔ آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے میری نسبت یہ الہام درج ہے جو اس کے صفحہ ۲۴۱ میں پاؤ گے۔ اور وہ یہ ہے۔

وَلَنْ تَرْضٰی عنكَ الیھود ولا النصارٰی وخرقوا له بنین وبنات بغیر علم - قل ھو الله احد - الله الصمد - لم یلد و لم یولد ولم یکن له کفوا احد - ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین - الفتنة ھٰھنا - فاصبر کما صبر اولوا العزم - و قل ربّ ادخلنی مدخل صدق -

یعنی تیرا اور یہود اور نصاریٰ کا کبھی مصالحہ نہیں ہوگا اور کبھی تجھ سے راضی نہیں ہوں گے (نصاریٰ سے مراد پادری اور انجیلوں کے حامی ہیں) اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے ناحق اپنے دل سے خدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تراشی رکھی ہیں اور نہیں جانتے کہ ابن مریم ایک عاجز انسان تھا۔ اگر خدا چاہے تو عیسیٰ بن مریم کی مانند کوئی اور آدمی پیدا کر دے یا اس سے بھی بہتر جیسا کہ اس نے کیا مگر وہ تو واحد لاشریک ہے جو موت اور تولّد سے پاک ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کی رو سے واحد لاشریک ہے۔ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمدؐ کا غلام۔

زندگی بخش جامِ احمد ہے — کیا ہی پیارا یہ نامِ احمد ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا — سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے

باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا — میرا بُستاں کلامِ احمد ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلامِ احمد ہے

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رو سے خدا ئی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ خدا نے ایسا کیا نہ میرے لئے بلکہ اپنے نبی مظلوم کے لئے باقی ترجمہ اس الہام کا یہ ہے کہ عیسائی لوگ ایذا رسانی کے لئے مکر کریں گے اور خدا بھی مکر کرے گا اور وہ دن آزمائش کے دن ہوں گے کہہ کہ خدایا پاک زمین میں مجھے

جگہ دے۔ یہ ایک رُوحانی طور کی بحث ہے اور جیسا کہ ابتک میں سمجھتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار زمین میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور زمین راستی اور سچائی سے چمک اُٹھے گی اب سوچ لو کہ ہم میں اور عیسائیوں میں کس قدر بعد المشرقین ہے جس پاک وجود کو ہم تمام مخلوقات سے بہتر سمجھتے ہیں اس کو یہ مفتری قرار دیتے ہیں۔ صلح تو اس حالت میں ہوتی ہے کہ جب فریقین کچھ کچھ چھوڑنا چاہیں۔ لیکن جس حالت میں ہمارا دین اور ہماری کتاب عیسائی مذہب کو سراپا ناپاک اور نجس سمجھتا ہے اور واقعی ایسا ہی ہے تو پھر ہم کس بات پر صلح کریں۔ اس قدر مذہبی مخالفت کا انجام صلح ہرگز نہیں ہے بلکہ انجام یہ ہے کہ جھوٹا مذہب بالکل فنا ہو جائے گا اور زمین کے کل نیک طینت انسان سچائی کو قبول کریں گے تب اس دُنیا کا خاتمہ ہوگا۔ ہمارا عیسائیوں سے مذہبی رنگ میں کچھ بھی ملاپ نہیں۔ بلکہ ہمارا جواب ان لوگوں کو یہی ہے قل یٰاَیّھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون۔ پس یہ کیسی ناپاک رسالت ہے جس کا چراغ دین نے دعویٰ کیا ہے۔ جائے غیرت ہے کہ ایک شخص میرا مرید کہلا کر یہ ناپاک کلمات منہ پر لاوے کہ مَیں مسیح ابن مریم کی طرف سے رسُول ہوں تا ان دونوں مذہبوں کا مصالحہ کروں۔ لعنۃ اللہ علی الکافرین۔ عیسائیت وہ مذہب ہے جس کی نسبت اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شامت سے زمین پھٹ جائے، آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ کیا اس سے صلح ؟۔ پھر باوجود ناتمام عقل اور ناتمام فہم اور ناتمام پاکیزگی کے یہ بھی کہنا کہ مَیں رسُول اللہ ہوں۔ یہ کس قدر خدا کے پاک سلسلہ کی ہتک عزت ہے گویا رسالت اور نبوّت بازیچۂ اطفال ہے۔ نادانی سے یہ نہیں سمجھتا کہ گو پہلے زمانوں میں بعض رسُولوں کی تائید میں اور رسُول بھی ان کے زمانہ میں ہوتے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے اور جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرا کوئی مامور اور رسول نہیں تھا اور تمام صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے اسی طرح اس جگہ بھی ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں۔ کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا کہ نعوذ باللہ رسُول کہلا دے۔ اور ہمارا آنا صرف دو فرشتوں کے ساتھ نہیں بلکہ ہزاروں فرشتوں کے ساتھ ہے

اور خدا کے نزدیک وہ لوگ قابلِ تعریف ہیں جو سالہائے دراز سے میری نُصرت میں مشغول ہیں اور میرے نزدیک اور میرے خدا کے نزدیک ان کی نصرت ثابت ہو چکی ہے مگر چراغ دین نے کونسی نصرت کی۔ اس کا تو وجود اور عدم برابر ہے۔ قریباً تیس سال سے یہ سلسلہ جاری ہے مگر اس نے تو صرف چند ماہ سے پیدائش لی ہے اور مَیں اس کی شکل بھی اچھی طرح شناخت نہیں کرسکتا کہ وہ کون ہے اور نہ وہ ہماری صحبت میں رہا اور مَیں نہیں جانتا کہ وہ کس بات میں مجھے مدد دینا چاہتا ہے۔ کیا عربی نویسی کے نشان میں یا معارفِ قرآنی کے بیان میں میرا مددگار ہوگا یا اُن مباحث دقیقہ میں میری اعانت کرے گا جو طبعی اور فلسفہ کے رنگ میں عیسائیوں اور دوسرے فرقوں سے پیش آتے ہیں؟ مَیں تو جانتا ہوں کہ وہ ان تمام کوچوں سے محروم ہے اور **نفس امارہ** کی غلطی نے اس کو خودستائی پر آمادہ کیا ہے۔ پس آج کی تاریخ سے وہ ہماری جماعت سے منقطع ہے جبتک کہ مفصّل طور پر اپنا **توبہ نامہ** شائع نہ کرے اور اس ناپاک رسالت کے دعویٰ سے ہمیشہ سے مستعفی نہ ہو جائے۔

افسوس کہ اس نے بے وجہ اپنی تعلّی سے ہمارے سچے انصار کی ہتک کی اور عیسائیوں کے بدبودار مذہب کے مقابل پر اسلام کو ایک برابر درجہ کا مذہب سمجھ لیا۔ سو ہم کو ایسے شخص کی کچھ پروا نہیں۔ ایسے لوگ ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے اور نہ نفع پہنچا سکتے ہیں۔ ہماری جماعت کو چاہئیے کہ ایسے انسان سے قطعاً پرہیز کریں۔ اس کی تحریروں سے ہمیں پوری واقفیت نہیں تھی اس لئے اجازت طبع دی تھی۔ اب ایسی تحریروں کو چاک کرنا چاہئیے۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھدٰی

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

تعداد اشاعت ۵۰۰ (مندرجہ رسالہ دافع البلاء) ۲۳؍ اپریل ۱۹۰۲ء

(۲۴۶)

اشتہار انعامی پچاس روپیہ

(مندرجہ تحفہ گولڑویہ ٹائٹل پیج صـ۲)

چونکہ میں اپنی کتاب انجام آتھم کے اخیر میں وعدہ کر چکا ہوں کہ آئندہ کسی مولوی وغیرہ کے ساتھ زبانی بحث نہیں کروں گا اس لئے پیر مہر علی شاہ صاحب کی درخواست زبانی بحث کی جو میرے پاس پہنچی میں کسی طرح اس کو منظور نہیں کر سکتا۔ افسوس کہ انہوں نے محض دعوکا دہی کے طور پر باوجود اس علم کے کہ میں ایسی زبانی بحثوں سے برکنار رہنے کے لئے جن کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا خدا تعالےٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ میں ایسے مباحثات سے دُور رہوں گا پھر بھی مجھ سے بحث کرنے کی درخواست کر دی۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ اُن کی درخواست محض اس ندامت سے بچنے کے لئے ہے کہ وہ اس اعجازی مقابلہ کے وقت جو عربی میں تفسیر لکھنے کا مقابلہ تھا اپنی نسبت یقین رکھتے تھے۔ گویا عوام کے خیالات کو اور طرف اُلٹا کر سرخرو ہو گئے اور پردہ بنا رہا۔

ہر ایک دل خدا کے سامنے ہے اور ہر ایک سینہ اپنے گناہ کو محسوس کر لیتا ہے لیکن میں حق کی حمایت کی وجہ سے ہرگز نہیں چاہتا کہ یہ جھوٹی سُرخروئی بھی اُن کے پاس رہ سکے۔ اس لئے مجھے خیال آیا کہ عوام جن میں سوچ کا مادہ طبعاً کم ہوتا ہے وہ اگرچہ یہ بات تو سمجھ لیں گے کہ پیر صاحب عربی فصیح میں تفسیر لکھنے پر قادر نہیں تھے اسی وجہ سے تو ٹال دیا۔ لیکن ساتھ ہی ان کو یہ خیال بھی گذر چکا کہ منقولی مباحثات پر ضرور وہ قادر ہوں گے تبھی تو درخواست پیش کر دی اور اپنے دلوں میں گمان کریں گے کہ اُن کے پاس حضرت مسیح کی حیات اور میرے دلائل کے رد میں کچھ دلائل ہیں اور یہ تو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ زبانی مباحثہ کی جرأت بھی میرے ہی اس عہد ترک بحث نے ان کو دلائی ہے جو انجام آتھم میں طبع ہو کر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکا ہے لہٰذا میں یہ رسالہ[۱] لکھ کر

[۱] یعنی تحفہ گولڑویہ۔ ۱۲ (مرتب)

اس وقت اقرارِ صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر وہ اس کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے ان تمام دلائل کو اوّل سے آخر تک توڑ دیں اور پھر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کر کے ہم دونوں کی حاضری میں میرے تمام دلائل ایک ایک کر کے حاضرین کے سامنے ذکر کریں اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل جس کو وہ بغیر کسی کمی بیشی اور تصرّف کے حاضرین کو سُنا دیں گے، پیر صاحب کے جوابات سُنا دیں اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں اور دلیل پیش کردہ کی قلع قمع کرتے ہیں تو مَیں مبلغ پچاس روپیہ انعام بطور فتحیابی پیر صاحب کو اسی مجلس میں دیدونگا اور اگر پیر صاحب تحریر فرماویں تو مَیں یہ مبلغ پچاس روپیہ پہلے سے مولوی محمد حسین صاحب کے پاس جمع کرا دونگا مگر یہ پیر صاحب کا ذمّہ ہوگا کہ وہ مولوی محمد حسین صاحب کو ہدایت کریں کہ تا وہ مبلغ پچاس روپیہ اپنے پاس بطور امانت جمع کر کے باضابطہ رسید دیدیں اور مندرجہ بالا طریق کی پابندی سے قسم کھا کر ان کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر میری اجازت کے پچاس روپیہ پیر صاحب کے حوالہ کر دیں۔ قسم کھانے کے بعد میری شکایت ان پر کوئی نہیں ہوگی۔ صرف خدا پر نظر ہوگی جس کی وہ قسم کھائیں گے۔ پیر صاحب کا یہ اختیار نہیں ہوگا کہ یہ فضول عذرات پیش کریں کہ مَیں نے پہلے سے ردّ کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے کیونکہ اگر انعامی رسالہ کا انہوں نے جواب نہ دیا تو بلاشبہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ وہ سیدھے طریق سے مباحثات پر بھی قادر نہیں ہیں۔

المشتھر مرزا غلام احمد از قادیان یکم ستمبر ۱۹۰۲ء

---

(۲۴۷)

(اشتہار مندرجہ رسالہ کشتی نوح)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درخواست چندہ برائے توسیع مکان

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر

میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی بھمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں سخت تنگی واقع ہے اور آپ لوگ سُن چکے ہیں کہ اللہ جلّ شانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چاردیوار کے اندر ہوں گے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصّہ ہے اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصّہ دیں اور قیمت پر باقی حصّہ بھی دے دیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جُز ہو سکتی ہے دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی رُو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہو گا۔ نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ سے حصّہ ملے گا اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیئے۔ مَیں نے بھی دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی۔ اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشـــــــــــــــتھر

مرزا غلام احمد قادیانی

---

(۲۴۸)

(مندرجہ رسالہ اعجاز احمدی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

شعر

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ‏ ‏ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے ‏ ‏ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

دس ہزار روپیہ کا اشتہار

یہ اشتہار خدا تعالیٰ کے اس نشان کے اظہار کے لئے شائع کیا جاتا ہے جو اور نشانوں کی طرح ایک پیشگوئی کو پورا کرے گا۔ یعنی یہ بھی وہ نشان ہے جس کی نسبت وعدہ تھا کہ وہ اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ظہور میں آجائے گا اور اس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار اس بات کے لئے بطور گواہ کے ہے کہ اپنے دعویٰ کی سچائی کے لئے کس زور سے اور کس قدر صرف مال سے مخالفین کو متنبہ کیا گیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے موضع مُدّ میں بآواز بلند کہا تھا کہ ہم کتاب اعجاز المسیح کو معجزہ نہیں کہہ سکتے اور مَیں اس طرح کی کتاب بنا سکتا ہوں اور یہ سچ بھی ہے کہ اگر مخالف مقابلہ کر سکیں اور اسی مقرر مدت میں اسی طرح کی کتاب بنا سکیں تو پھر وہ معجزہ کیسا ہوا۔ اس صورت میں تو ہم صاف جھوٹے ہو گئے۔ لیکن جب ہمارے دوست مولوی سیّد محمد سرور صاحب و مولوی عبداللہ صاحب ۲؍ نومبر ۱۹۰۲ء کو قادیان میں پہنچ گئے تو چند روز کے بعد مجھے خیال آیا کہ اگر اعجاز المسیح کی نظیر طلب کی جائے تو جیسا کہ ہمیشہ سے یہ مخالف لوگ حیلہ بہانہ سے کام لیتے ہیں اس میں بھی کہہ دیں گے کہ ہماری دانست میں کتاب اعجاز المسیح ستر دن میں طیار نہیں ہوئی جیسا کہ تقریر جلسہ مہوتسو کی نسبت مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ یہ تقریر پہلے بنائی گئی ہے اور ایک مدت تک سوچ کر لکھی گئی ہے۔ پس اگر اب بھی کہہ دیں کہ یہ اعجاز المسیح ستر دن میں نہیں بلکہ ستر مہینے میں بنائی گئی ہے تو اب یہ امر عوام کی نظر میں مشتبہ ہو جائے گا۔ اور مَیں چند روز اسی فکر میں تھا کہ کیا کروں۔ آخر ۸؍ نومبر ۱۹۰۲ء کی شام کو میرے دل میں ڈالا گیا کہ ایک قصیدہ مقام مُدّ کے مباحثہ کے متعلق بناؤں کیونکہ بہرحال قصیدہ بنانے کا زمانہ یقینی اور قطعی ہے کیونکہ اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ۲۹؍ اور ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو بمقام مُدّ بحث ہوئی تھی اور پھر دوسری نومبر کو ہمارے دوست قادیان پہنچے اور ۷؍ نومبر ۱۹۰۲ء کو میں ایک گواہی کے لئے منشی نصیر الدین صاحب منصف عدالت بٹالہ کی کچہری میں گیا۔ شاید مَیں نے ایک یا دو شعر راہ میں بنائے مگر ۸؍ نومبر ۱۹۰۲ء کو قصیدہ پوری توجہ سے شروع کیا اور پانچ

دن تک قصیدہ اور اردو مضمون ختم کرلیا۔ اس لئے یہ امر شک وشبہ سے پاک ہوگیا کہ کتنی مدت میں قصیدہ بنایا گیا کیونکہ اس قصیدہ میں اور نیز اردو مضمون میں واقعات اس بحث کے درج ہیں جو ۲۹ر اور ۳۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں بمقام مُدّ ہوئی تھی۔ پس اگر یہ قصیدہ اور اُردو مضمون اس قلیل مدت میں طیار نہیں ہوا اور پہلے اس سے بنایا گیا تو پھر مجھے عالم الغیب ماننا چاہیئے جس نے تمام واقعات کی پہلے سے خبر دی۔ غرض یہ ایک عظیم الشّان نشان ہے اور نہایت سہل طریق فیصلہ کا۔ اور یاد رہے کہ جیسا مَیں نے ابھی بیان کیا ہے کہ یہ تمام مدت قصیدہ پہ ہی خرچ نہیں ہوئی بلکہ اس اردو مضمون پر بھی خرچ ہوئی ہے جو اس قصیدہ کے ساتھ شامل ہے اور وہ دونوں بہیئت مجموعی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہیں اور مقابلہ کے لئے اور دس ہزار روپیہ انعام پانے کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ جو شخص بالمقابل لکھے وہ ساتھ ہی اس اُردو کا رد بھی لکھے جو میری وجوہات کو توڑ سکے جس کی عبارت ہماری عبارت سے کم نہ ہو اور اگر کوئی ان دونوں میں سے کسی کو چھوڑیگا تو وہ اس شرط کو توڑنے والا ہوگا۔ مَیں اپنے مخالفوں پر کوئی ایسی مشقّت نہیں ڈالتا جس مشقّت سے مَیں نے حصہ نہ لیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اردو عبارت بھی اسی واقعہ بحث کے متعلق ہے اور اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے اُن اعتراضات کا جواب ہے جو انہوں نے پیش کئے تھے۔ اس صورت میں کون شک کرسکتا ہے کہ وہ اردو عبارت پہلے سے بنا رکھی تھی۔ پس میرا حق ہے کہ جس قدر خارق عادت وقت میں یہ اردو عبارت اور قصیدہ تیار ہوگئے ہیں مَیں اسی وقت تک نظیر پیش کرنے کا ان لوگوں سے مطالبہ کروں کہ جو ان تحریرات کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں اور معجزہ قرار نہیں دیتے۔ اور مَیں خدا تعالےٰ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اگر وہ اتنی مدّت تک جو مَیں نے اردو مضمون اور قصیدہ پر خرچ کی ہے اسی قدر مضمون اردو جس میں میری ہر ایک بات کا جواب ہو، کوئی بات رہ نہ جائے اور اسی قدر قصیدہ جو اسی تعداد کے اشعار میں واقعات کے بیان پر مشتمل ہو اور فصیح وبلیغ ہو اس مدّت مقررہ میں چھاپ کر شائع کردیں تو مَیں ان کو دس ہزار روپیہ نقد دوں گا۔ میری طرف سے یہ اقرار صحیح شرعی ہے جس میں ہرگز تخلّف نہیں ہوگا اور جس کا وہ بذریعہ عدالت بھی ایفاء کرا سکتے ہیں اور اگر اب مولوی ثناء اللہ

اور دوسرے میرے مخالف پہلو تہی کریں اور بدستور مجھے کافر اور دجال کہتے رہیں تو یہ اُن کا حق نہیں ہوگا کہ مغلوب اور لاجواب ہو کر ایسی چالاکی ظاہر کریں اور وہ پبلک کے نزدیک جھوٹے ٹھیریں گے اور پھر مَیں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ وہ سب مل کر اردو مضمون کا جواب اور قصیدہ مشتملہ بر واقعات لکھ دیں۔ مَیں کچھ عذر نہیں کروں گا۔ اگر انہوں نے قصیدہ اور جواب مضمون ملحقہ قصیدہ میعاد مقررہ میں چھاپ کر شائع کر دیا تو مَیں بے شک جھوٹا ٹھیروں گا مگر چاہیئے کہ میرے قصیدے کی طرح ہر یک بیت کے نیچے اردو ترجمہ لکھیں اور منجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں۔ اس مقابلہ سے تمام جھگڑے کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور انشاء اللہ ۱۶؍ نومبر ۱۹۰۲ء کی صبح کو مَیں یہ رسالہ اعجاز احمدی مولوی ثناء اللہ کے پاس بھیج دوں گا جو مولوی سیّد محمد سرور صاحب لے کر جائیں گے اور اسی تاریخ یہ رسالہ ان تمام صاحبوں کی خدمت میں جو اس قصیدہ میں مخاطب ہیں بذریعہ رجسٹری روانہ کر دوں گا۔ بالآخر مَیں اس بات پر بھی راضی ہوگیا ہوں کہ ان تمام مخالفوں کو جواب مذکورہ بالا کے لکھنے اور شائع کرنے کے لئے پندرہ روز کی مہلت دوں کیونکہ اگر وہ زیادہ سے زیادہ بحث کریں تو انہیں اس صورت میں کہ ۱۸ یا ۱۹؍ نومبر ۱۹۰۲ء تک میرا قصیدہ ان کے پاس پہنچ جائیگا۔ بہرحال ماننا پڑے گا کہ یکم نومبر ۱۹۰۲ء سے نصف نومبر تک پندرہ دن ہوئے مگر تاہم میں نے ان کی حالت پر رحم کرکے اتمام حجت کے طور پر پانچ دن اُن کے لئے اور زیادہ کر دیئے ہیں۔ اور ڈاک کے دن ان دنوں سے باہر ہیں۔ پس ہم جھگڑے سے کنارہ کرنے کے تین دن ڈاک کے فرض کر لیتے ہیں یعنی ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹؍ نومبر ۱۹۰۲ء۔ ان دنوں تک بہرحال ان کے پاس جابجا یہ قصیدہ پہنچ جائے گا۔ اب ان کی میعاد ۲۰؍ نومبر سے شروع ہوگی۔ پس اس طرح پر دس دسمبر ۱۹۰۲ء تک اس میعاد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر اگر بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کے دسویں دن کی شام تک ختم ہو جائے گی، انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یُوں سمجھو کہ مَیں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔ اس صورت میں میری تمام جماعت کو چاہیئے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کریں۔ لیکن اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی تو نہ

صرف دس ہزار روپے کے انعام سے محروم رہیں گے بلکہ دس لعنتیں ان کا ازلی حصہ ہوگا اور اس انعام میں سے ثناء اللہ کو پانچ ہزار ملیگا اور باقی پانچ کو اگر فتحیاب ہو گئے ایک ایک ہزار ملیگا۔
والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

---

(۲۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعلان

چونکہ آجکل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور پر ہے اس لئے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کی جاوے۔ اس لئے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ وہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالا ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے

کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلا سے اُن کو اور اُن کے اہل عیال کو بچاوے

المعــــــلن

میــــرزا غلام احمد قــــادیانی

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان ۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۲۵۰)

اصلاح حسب منشا کھلی چٹھی مولوی ثناء اللہ صاحب

چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گذارہ کرتے ہیں اس لئے ہمیں ان کی ان ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ قول محض اس بناء پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر مُلّا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں اب جبکہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور در حقیقت ہماری غرض اول سے الزام نہیں ہے کیونکہ صدہا مُلّا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں ان کو بھی ہم بُرا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا ہے کوئی ان کو بُرا نہیں کہہ سکتا وہ سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان

۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء

(یہ اشتہار الحکم جلد ۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۶ پر درج ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلے

وحی الٰہی کی ایک پیشگوئی جو پیش از وقت شائع کیجاتی ہے

چاہیئے کہ ہر ایک شخص اس کو خوب یاد رکھے

اوّل ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھی مجھے دکھایا گیا کہ مَیں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے۔ پھر وہ کشفی حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل ہو گئی۔ چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الٰہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

یبدی لک الرحمان شیئًا۔ اتی امر اللّٰہ فلا تستعجلوہ ۔ بشارۃ تلقاھا النبیّون۔ (ترجمہ) خدا جو رحمان ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائے گا ۔ خدا کا امر آ رہا ہے تم جلدی نہ کرو۔ یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے

صبح پانچ بجے کا وقت تھا۔ یکم جنوری ۱۹۰۳ء ؁ دیکم شوال ۱۳۲۰ھ ؁ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی۔

اس سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء ؁ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے بطور حکایت تھی۔ اور وہ یہ ہے۔ انّی صادق و سیشھد اللّٰہ لی ترجمہ مَیں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دے گا۔ یہ پیشگوئیاں بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونے والا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہو گی۔ اور ایک وجاہت اور قبولیت ظہور میں آئے گی اور وہ خدا تعالیٰ کا نشان ہو گا تا دشمنوں کو شرمندہ کرے

اور میری وجاہت اور عزت اور سچائی کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

المشــــــــــــــــــــــــــــــــتہر

میرزا غلام احمد قادیانی۔ یکم جنوری ۱۹۰۳ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

چونکہ ہمارے ملک میں یہ رسم ہے کہ عید کے دن صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرتے ہیں سو میرے خداوند نے سب سے پہلے یعنی قبل از صبح پانچ بجے مجھے اس عظیم الشان پیشگوئی کا ہدیہ بھیج دیا ہے۔ اس ہدیہ پر ہم اس کا شکر کرتے ہیں اور ناظرین کو یہ بھی خوشخبری دیتے ہیں کہ عنقریب ہم ان نشانوں کے متعلق بھی اشتہار شائع کریں گے جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک گذشتہ تین سالوں میں ظہور میں آچکے ہیں۔ منہ

---

(۲۵۲)

(مندرجہ کتاب نسیم دعوت)

آریہ صاحبوں کے بعض اعتراضات کے جواب میں

انسان جب بغیر سوچے سمجھنے کے محض نکتہ چینی کے ارادہ سے مخالفت کی نظر سے دیکھے تو گو کیسا ہی کوئی امر سیدھا اور صاف ہو اس کی نظر میں جائے اعتراض ٹھہر جاتا ہے۔ ایسا ہی آریہ صاحبوں کا حال ہے وہ اس ندامت کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے جو ایک اعتراض کے غلط اور بے جا ثابت ہونے میں ایک باحیا انسان کے دل پر صدمہ پہنچاتی ہے۔ اب سنیئے اعتراضات یہ ہیں جو ہمیشہ اسلام جیسے پاک اور کامل مذہب پر سراسر نادانی سے کرتے ہیں۔ اور ہم اس وقت وہ اعتراض لکھتے ہیں جو انہوں نے ۴ فروری ۱۹۰۳ء کو قادیان میں جلسہ کرکے اسلام پر کئے اور اس طرح یہ ثابت کر دیا کہ ان کے تعصب

اور ناسمجھی اور ناحق کے کینہ کی کہاں تک نوبت پہنچی ہے۔

اعتراضات

۱۔ مسلمان خدا کی نندیا کرتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ خدا عرش پر بیٹھا ہوا ہے اور چار فرشتوں نے اس تخت کو اُٹھایا ہوا ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا محدود ہے اور قائم بالذات نہیں۔ اور جب محدود ہے تو اس کا علم بھی محدود ہوگا اور حاضر ناظر نہ ہوگا

الجواب

اے حضرات! مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ تمام قرآن شریف کو اوّل سے آخر تک پڑھو اس میں ہرگز نہیں پاؤ گے کہ عرش بھی کوئی چیز محدود اور مخلوق ہے۔ خدا نے بار بار قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز جو کوئی وجود رکھتی ہے اس کا میں ہی پیدا کرنے والا ہوں۔ مَیں ہی زمین و آسمان اور روحوں اور ان کی تمام قوتوں کا خالق ہوں مَیں اپنی ذات میں آپ قائم ہوں اور ہر ایک چیز میرے ساتھ قائم ہے۔ ہر ایک ذرہ اور ہر ایک چیز جو موجود ہے وہ میری ہی پیدائش ہے۔ مگر کہیں نہیں فرمایا کہ عرش بھی کوئی جسمانی چیز ہے جس کا مَیں پیدا کرنے والا ہوں۔ اگر کوئی آریہ قرآن شریف میں سے نکال دے کہ عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے تو مَیں اس کو قبل اس کے جو قادیان سے باہر جائے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ مَیں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے کہ مَیں قرآن شریف کی وہ آیت دکھلاتے ہی ہزار روپیہ حوالہ کر دوں گا۔ ورنہ مَیں باادب کہتا ہوں کہ ایسا شخص خود لعنت کا محل ہوگا جو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اس اعتراض کی بنیاد تو محض اس بات پر ہے کہ عرش کوئی علیحدہ چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے اور جب یہ امر ثابت نہ ہو سکا تو کچھ اعتراض نہ رہا۔ خدا صاف فرماتا ہے کہ وہ زمین پر بھی ہے اور آسمان پر بھی۔ اور کسی چیز پر نہیں بلکہ اپنے وجود سے آپ قائم ہے اور ہر ایک چیز کو اُٹھائے ہوئے ہے اور ہر ایک چیز اس کے تصرف میں ہے اور ہر ایک چیز پر محیط ہے جہاں

تین ہوں تو چوتھا ان کا وہ ہے جہاں پانچ ہوں تو چھٹا ان کے ساتھ خدا ہے۔ اور کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہیں۔ اور پھر فرماتا ہے۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔ جس طرف تم مُنہ کرو اسی طرف خدا کا منہ پاؤ گے۔ وہ تم میں ہے رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہی ہے جو پہلے ہے اور وہی ہے جو آخر ہے۔ اور وہ سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے اور وہ نہاں در نہاں ہے اور پھر فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں کہ وہ کہاں ہے۔ پس جواب یہ ہے کہ ایسا نزدیک ہوں کہ مجھ سے زیادہ کوئی نزدیک نہیں۔ جو شخص مجھ پر ایمان لا کر مجھے پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ ہر ایک چیز کی کَل میرے ہاتھ میں ہے اور میرا علم سب پر محیط ہے۔ میں ہی ہوں جو زمین و آسمان کو اُٹھا رہا ہوں۔ میں ہی ہوں جو تمہیں خشکی تری میں اُٹھا رہا ہوں۔

یہ تمام آیات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ بچہ بچہ مسلمانوں کا ان کو جانتا اور پڑھتا ہے۔ جس کا جی چاہے وہ ہم سے آکر ابھی پوچھ لے۔ پھر ان آیات کو ظاہر نہ کرنا اور ایک استعارہ کو لے کر اس پر اعتراض کر دینا کیا یہی دیانت آریہ سماج کی ہے۔ ایسا دُنیا میں کون مسلمان ہے جو خدا کو محدود مانتا ہے یا اس کے وسیع اور غیر محدود علم سے منکر ہے۔ اب یاد رکھو کہ قرآن شریف میں یہ تو کہیں بھی نہیں کہ خدا کو کوئی فرشتہ اُٹھا رہا ہے۔ بلکہ جا بجا یہ لکھا ہے کہ خدا ہر ایک چیز کو اُٹھا رہا ہے۔ ہاں بعض جگہ یہ استعارہ مذکور ہے کہ خدا کے عرش کو جو دراصل کوئی جسمانی اور مخلوق چیز نہیں فرشتے اُٹھا رہے ہیں۔ دانشمند اس جگہ سے سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ عرش کوئی مجسم چیز ہی نہیں تو فرشتے کس چیز کو اُٹھاتے ہیں۔ ضرور یہ کوئی استعارہ ہوگا۔ مگر آریہ صاحبوں نے اس بات کو نہیں سمجھا کیونکہ انسان خود غرضی اور تعصب کے وقت اندھا ہو جاتا ہے۔ اب اصل حقیقت سُنو۔ کہ قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے اس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مظہر* چار ہیں جو وید کے رو سے چار دیوتے کہلاتے ہیں۔ مگر قرآنی اصطلاح کے رو سے ان کا نام فرشتہ

---

*حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔ مرتب)

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو

بھی ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ اکاش جس کا نام اندر بھی ہے۔ سورج دیوتا جس کو عربی میں شمس کہتے ہیں

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ) خدا تعالیٰ کی چار صفتیں ہیں جن سے ربوبیت کی پوری شوکت نظر آتی ہے اور کامل طور پر چہرہ اس ذات ابدی ازلی کا دکھائی دیتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان ہر چہار صفتوں کو سورۃ فاتحہ میں بیان کرکے اپنی ذات کو معبود قرار دینے کے لئے ان لفظوں سے لوگوں کو اقرار کرنے کی ہدایت دی ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ یعنی اے وہ خدا جو ان چار صفتوں سے موصوف ہے ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں کیونکہ تیری ربوبیت تمام عالموں پر محیط ہے اور تیری رحمانیت بھی تمام عالموں پر محیط ہے اور تیری رحیمیت بھی تمام عالموں پر محیط ہے اور تیری صفت مالکانہ جزا و سزا کی بھی تمام عالموں پر محیط ہے اور تیرے اس حُسن اور احسان میں کوئی شریک نہیں۔ اس لئے ہم تیری عبادت میں بھی کوئی شریک نہیں کرتے۔

اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں ان چار صفتوں کو اپنی ربوبیت کا مظہر اتم قرار دیا ہے اور اسی لئے صرف اس قدر ذکر پر یہ نتیجہ مرتب کیا ہے کہ ایسا خدا کہ یہ چار صفتیں اپنے اندر رکھتا ہے وہی لائق پرستش ہے اور درحقیقت یہ صفتیں بہر وجہ کامل ہیں اور ایک دائرہ کے طور پر الوہیت کے تمام لوازم اور شرائط پر محیط ہیں کیونکہ ان صفتوں میں خدا کی ابتدائی صفات کا بھی ذکر ہے۔ اور اصولی طور پر کوئی فعل اللہ تعالیٰ کا ان چار صفتوں سے باہر نہیں۔ پس یہ چار صفتیں خدا تعالیٰ کی پوری صورت دکھلاتی ہیں۔ سو درحقیقت استوا علی العرش کے یہی معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی یہ صفات جب دنیا کو پیدا کرکے ظہور میں آگئیں تو اللہ تعالیٰ ان معنوں سے اپنے عرش پر پوری وضع استقامت سے بیٹھ گیا کہ کوئی صفت صفاتِ لازمہ الوہیت سے باہر نہیں رہی اور تمام صفات کی پورے طور پر تجلی ہو گئی جیسا کہ جب اپنے تخت پر بادشاہ بیٹھتا ہے تو تخت نشینی کے وقت اس کی ساری شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک طرف شاہی ضرورتوں کے لئے طرح طرح کے سامان تیار ہونے کا حکم ہوتا ہے اور وہ فی الفور ہو جاتے ہیں اور وہی حقیقت ربوبیت عامہ ہیں۔ دوسری طرف خسروانہ فیض سے بغیر کسی عمل کے حاضرین کو جود و سخا سے مالا مال کیا جاتا ہے۔ تیسری طرف جو لوگ خدمت کر رہے ہیں ان کو مناسب چیزوں سے اپنی خدمات کے انعام دلانے کے لئے مدد دی جاتی ہے۔ چوتھی طرف جزا سزا کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ کسی کی گردن ماری جاتی ہے اور کوئی آزاد کیا جاتا ہے۔ یہ چار صفتیں تخت نشینی کے ہمیشہ لازم حال ہوتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کا ان ہر چہار صفتوں کو دنیا

چاند جس کو عربی میں قمر کہتے ہیں۔ دھرتی جس کو عربی میں ارض کہتے ہیں۔ یہ چاروں دیوتا جیسا کہ ہم
پر نافذ کرنا گویا تخت پر بیٹھنا ہے جس کا نام عرش ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ اس تخت کو چار فرشتے اُٹھا رہے ہیں۔ پس اس کا یہی جواب ہے کہ ان چار صفتوں پر چار فرشتے موکل ہیں جو دُنیا پر یہ صفات خدا تعالےٰ کی ظاہر کرتے ہیں اور ان کے ماتحت چار ستارے بھی جو چار ربّ النوع کہلاتے ہیں جن کو وید میں دیوتا کے نام سے پکارا گیا ہے۔ پس وہ ان چار صفتوں کو دُنیا میں پہنچاتے ہیں گویا اس رُوحانی تخت کو اُٹھا رہے ہیں۔ بُت پرستوں کا جیسا کہ وید سے ظاہر ہے صاف طور پر خیال تھا کہ یہ چاروں صفتیں مستقل طور پر دیوتاؤں کو حاصل ہیں اسی وجہ سے وید میں جا بجا ان کی استت اور مہما کی گئی اور ان سے مرادیں مانگی گئیں۔ پس خدا تعالیٰ نے استعارہ کے طور پر سمجھایا کہ یہ چار دیوتا جن کو بت پرست اپنا معبود قرار دیتے ہیں یہ مخدوم نہیں بلکہ یہ چاروں خادم ہیں اور خدا تعالیٰ کے عرش کو اُٹھا رہے ہیں یعنی خادموں کی طرح ان الٰہی صفات کو اپنے آئینوں میں ظاہر کر رہے ہیں اور عرش سے مراد لوازم صفات تخت نشینی ہیں جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کر دیا ہے۔

ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ ربّ کے معنی دیوتا ہیں۔ پس قرآن شریف پہلے اسی سورۃ سے شروع ہوا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ یعنی وہ تمام مہما اور استت اُس خدا کو چاہیئے جو تمام عالموں کا دیوتا ہے۔ وہی ہے جو ربّ العالمین ہے اور رحمٰن العالمین ہے اور رحیم العالمین ہے اور مالک جزا العالمین ہے۔ اس کے برابر اور کوئی دیوتا نہیں کیونکہ قرآن شریف کے زمانہ میں دیوتا پرستی بہت شائع تھی اور یونانی ہر ایک دیوتے کا نام ربّ النوع رکھتے تھے۔ اور ربّ النوع کا لفظ آریہ ورت میں دیوتا کے نام سے موسوم تھا اس لئے پہلے خدا کا کلام ان جھوٹے دیوتاؤں کی طرف ہی متوجہ ہوا جیسا کہ اس نے فرمایا الحمد للّٰہ رب العٰلمین یعنی وہ جو سب عالموں کا دیوتا ہے۔ نہ صرف ایک یا دو عالم کا۔ اسی کی پرستش اور حمد و ثنا چاہیئے۔ دوسروں کی مہما اور استت کرنا غلطی ہے۔ اس پہلے فقرہ میں جو صفتیں بُت پرستوں نے چار دیوتاؤں کے لئے مقرر کر رکھی تھیں خدا تعالیٰ نے اس سب کو اپنی ذات میں جمع کر دیا ہے اور صرف اپنی ذات کو ان صفات کا منبع ظاہر فرمایا۔ بت پرست قدیم سے یہ بھی خیال کرتے تھے کہ خدا کی اصولی صفات یعنی جو اصل جڑھ تمام صفات کی ہیں وہ صرف چار ہیں۔ پیدا کرنا۔ پھر مناسب حال سامان عطا

اس رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ خدا کی چار صفتوں کو جو اس کے جبروت اور عظمت کا اتم مظہر ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا جاتا ہے اُٹھا رہے ہیں۔ یعنی عالم پر یہ ظاہر کر رہے ہیں۔ تصریح کی حاجت نہیں۔ اس بیان کو ہم مفصل لکھ آئے ہیں۔ اور قرآن شریف میں تین قسم کے فرشتے لکھے ہیں۔

(۱) ذرات اجسام ارضی اور رُوحوں کی قوتیں۔

(۲) اکاش۔ سُورج۔ چاند۔ زمین کی قوتیں جو کام کر رہی ہیں۔

کرنا۔ پھر ترقی کے لئے عمل کرنے والوں کی مدد کرنا۔ پھر آخر میں جزا و سزا دینا۔ اور وہ ان چار صفات کو چار دیوتاؤں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اسی بنا پر نوح کی قوم کے بھی چار ہی دیوتا تھے۔ اور انہیں صفات کے لحاظ سے عرب کے بُت پرستوں نے بھی لات، منات و عزّیٰ اور ہبل بنا رکھے تھے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ یہ چار دیوتا بالارادہ دُنیا میں اپنے اپنے رنگوں میں پرورش کر رہے ہیں اور ہمارے شفیع ہیں اور ہمیں خدا تک بھی پہنچاتے ہیں چنانچہ یہ مطلب آیت لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی سے ظاہر ہے۔

اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں وید بھی ان چار دیوتاؤں کی مہما اور اُستت کی ترغیب دیتا ہے۔ اور وید میں اگرچہ اور دیوتاؤں کا بھی ذکر ہے لیکن اصولی دیوتے جن سے اور سب دیوتے پیدا ہوتے ہیں یا یوں کہو کہ ان کی شاخ ہیں وہ چار ہی ہیں کیونکہ کام بھی چار ہی ہیں۔ پس قرآن شریف کی پہلی غرض یہی تھی کہ وید وغیرہ مذاہب کے دیوتاؤں کو نیست و نابود کرے اور ظاہر کرے کہ یہ لوگوں کی غلطیاں ہیں کہ اور اور چیزوں کو دیوتا یعنی ربّ النوع بنا رکھا تھا۔ بلکہ یہ چار صفتیں خاص خدا تعالیٰ کی ہیں اور ان چار صفتوں کے عرش کو خادموں اور نوکروں کی طرح یہ بے جان دیوتے اُٹھا رہے ہیں چنانچہ کسی نے کہا ہے

سے خدا را با تو نسبتے است درست ۔ بروید ہر کہ رفت بزد رِ تست

پس یہ اعتراض جو آریہ صاحبان ہمیشہ سے کرتے ہیں یہ تو درحقیقت اُن کے ویدوں پر اعتراض ہے۔ کیونکہ مسلمان تو اس خدا کی پرستش کرتے ہیں جو مخدوم ہے مگر آریہ صاحبان ان جھوٹے دیوتاؤں کو خدا سمجھ رہے ہیں جو خادموں اور نوکروں چاکروں کی طرح خدا تعالیٰ کی صفات اربعہ کا عرش اپنے سر پر اُٹھا رہے ہیں بلکہ وہ تو چاکروں کے بھی چاکر ہیں کیونکہ ان چار طاقتوں پر بھی مسلط ہیں جو ملائک کے نام سے موسوم ہیں جو ان دیوتاؤں کی طاقتوں کو قائم رکھتے ہیں جن میں سے زبان شرع میں کسی کو جبرئیل کہتے ہیں اور کسی کو میکائیل اور کسی کو عزرائیل اور کسی کو اسرافیل۔ اور سناتن دھرم والے اس قسم کے ملائک کے بھی قائل ہیں اور ان کا نام جَم رکھتے ہیں۔ منہ ♦

۴۔ ان سب پر اعلیٰ طاقتیں جو جبرائیل و میکائیل و عزرائیل وغیرہ نام رکھتی ہیں جن کو وید میں جم لکھا ہے۔ مگر اس جگہ فرشتوں سے یہ چار دیوتے مراد ہیں یعنی اکاش اور سورج وغیرہ جو خدا تعالےٰ کی چار صفتوں کو اُٹھا رہے ہیں۔ یہ وہی صفتیں ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا گیا ہے۔ اس فلسفہ کا وید کو بھی اقرار ہے۔ مگر یہ لوگ خوب وید داں ہیں جو اپنے گھر کے مسئلہ سے بھی انکار کر رہے ہیں۔

غرض وید کے یہ چار دیوتے یعنی اکاش، سورج، چاند، دھرتی خدا کے عرش کو جو صفت ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالک یوم الدین ہے اُٹھا رہے ہیں۔ اور فرشتہ کا لفظ قرآن شریف میں عام ہے۔ ہر ایک چیز جو اس کی آواز سُنتی ہے وہ اس کا فرشتہ ہے۔ پس دُنیا کا ذرہ ذرہ خدا کا فرشتہ ہے کیونکہ وہ اس کی آواز سُنتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور اگر ذرہ ذرہ اس کی آواز سُنتا نہیں تو خدا نے زمین و آسمان کے اجرام کو کس طرح پیدا کر لیا۔ اور یہ استعارہ جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اس طرح خدا کے کلام میں بہت سے استعارات ہیں جو نہایت لطیف علم اور حکمت پر مشتمل ہیں۔ اگر اب بھی کوئی شخص ناسمجھی سے باز نہ آوے تو وہ کوئی اعتراض منتخب کر کے اسلام پر پیش کرے اور پھر انسانیت اور تحمل سے اس کا جواب سُنے۔ ورنہ ایسے اعتراضات سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ معترض حقیقت سے بے خبر اور دل اس کا تعصب سے پُر اور غرض اس کی محض تحقیر ہے۔ دین ایک علم ہے اور اپنے اندر اسرار رکھتا ہے۔ کیا لازم ہے کہ اس طرح پر افتراء کے طور پر اعتراض کئے جائیں۔ ورنہ مسلمان بوجہ اولیٰ کہہ سکتے ہیں کہ جن خداؤں کو وید نے پیش کیا ہے وہ تو یہی ہیں کہ سورج، چاند، آگ، پانی، زمین وغیرہ مخلوق چیزیں ہیں۔ یہ سب محدود اور مخلوق اور بے جان ہیں۔ اس لئے آریہ صاحبوں کا پرمیشر نہ صرف محدود بلکہ بے جان چیز ہے۔ اس لئے اُن کی آواز نہیں سُن سکتا اور نہ جواب دے سکتا ہے۔

پھر جس پرمیشر نے کچھ پیدا ہی نہیں کیا اس کا محدود ہونا تو بہرحال ماننا پڑے گا کیونکہ اس طرح پر سمجھ لو کہ رُوحوں اور پرمانو اور پرمیشر سے گویا ایک شہر آباد ہے جس کے ایک محلہ میں تو ارواح یعنی جیو رہتے ہیں اور دوسرے محلہ میں پرمانو یعنی ذرات اجسام رہتے ہیں اور تیسرے محلہ کے کونے

یں پرمیشر رہتا ہے۔ کیونکہ جو چیزیں انادی اور اپنا اپنا وجود مستقل رکھتی ہیں ان میں پرمیشر دھنس نہیں سکتا۔ کیا تم سرب بیاپک ہو سکتے ہو؟ پس سوچ کر دیکھو کہ انادی اور غیر مخلوق ہونے کی حیثیت سے تم میں اور پرمیشر میں کیا فرق ہے۔ پس وہ کیونکر غیر میں دھنس جائے گا۔ پس خواہ تمہارا پرمیشر محدود ہو گیا اور بوجہ محدود ہونے کے علم بھی محدود ہو گیا۔ مگر اس خدا کو کون محدود کہہ سکتا ہے جس کو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ جس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ ہر ایک جان کی وہی جان ہے جس کے ساتھ وہ زندہ ہے اور ذرہ ذرہ اس کے ہاتھ سے نکلا اور اسی کے سہارے سے موجود ہے اور سب چیز پر وہ محیط ہے کیونکہ ہر ایک چیز اسی سے نکلی ہے۔

نادان انسان جو تعصب سے بھرا ہوتا ہے ایک بات اپنے منہ سے نکالتا ہے اور کبھی ارادہ نہیں رکھتا کہ اس کا فیصلہ کرے۔ یہی آریہ صاحبان کا حال ہے گویا وہ اس دنیا میں ہمیشہ رہیں گے ورنہ ہم کہتے ہیں کہ اگر تم قرآن شریف کی ایک بات کو بھی ردّ کر سکو تو جو تاوان چاہو ہم پر لگا لو خواہ تم تمام جائداد ہماری لے لو۔ مگر کیا کسی کی نیّت ہے کہ آرام سے اور آہستگی سے جیسا کہ عدالت میں مقدمات فیصلہ پاتے ہیں کسی چیز کا فیصلہ کرے۔ ہرگز نہیں۔ پس صبر کرو جب تک خدا ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔

(۴) ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ فرشتے خدا کو جا کر نیکی بدی کی خبر دیتے ہیں اور اس وقت تک وہ بے خبر ہوتا ہے۔

الجواب : اس کا جواب یہ ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ورنہ کھول کر دکھلاؤ کہ کہاں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ میں مخلوق کے حال سے بے خبر ہوں جب تک کوئی فرشتہ مجھے خبر نہ دے۔ وہ تو بار بار قرآن شریف میں کہتا ہے کہ ذرہ ذرہ کی مجھے خبر ہے۔ ایک پتّہ بھی میرے حکم کے بغیر نہیں گرتا۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ یہ کس قسم کی رُوحیں ہیں کہ دلیری سے اس قدر افترا کرتے ہیں۔ سارا قرآن اس بات سے بھرا ہوا ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا بالذات علم رکھتا ہے۔ پس ہم افترا کا کیا نام رکھیں کہ گویا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کو کچھ بھی اپنی مخلوق کی خبر نہیں جب تک فرشتے

جا کر رپورٹ کر دیں۔

(۳) ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا پہلے کچھ مدت تک بیکار رہا ہے کیونکہ دُنیا ہمیشہ سے نہیں۔

الجواب: یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ انسان کے پیدا کرنے سے پہلے خدا بیکار تھا بلکہ وہ قرآن شریف میں بار بار کہتا ہے کہ مَیں قدیم سے خالق ہوں۔ مگر اس بات کی تفصیل کہ وہ کس کس مخلوق کو پیدا کرتا رہا ہے یہ امر انسان کے احاطۂ اقتدار سے باہر ہے۔ ہم قرآن کی رو سے ایمان رکھتے ہیں کہ وہ کبھی معطل نہیں رہا۔ مگر اس کی تفصیل کو ہم نہیں جانتے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے کتنی مرتبہ اس دنیا کو بنایا اور کتنی مرتبہ ہلاک کیا۔ یہ لمبا اور غیر متناہی علم خدا کو ہے۔ کسی دفتر میں یہ سما نہیں سکتا۔ ہاں عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف چند مدت سے خدا نے دنیا کو پیدا کیا ہے پہلے کچھ نہ تھا اور قدیم سے وہ خالق نہیں ہے۔ سو یہ اعتراض ان پر کرو۔ اور پھر آپ لوگوں کو شرم کرنا چاہیئے کہ ہم تو مانتے ہیں کہ ہمارا خدا قدیم سے ذرات اجسام پیدا کرتا رہا اور قدیم سے رُوحیں بھی پیدا کرتا رہا۔ مگر آپ لوگ تو قطع نظر قدیم کے ایک مرتبہ کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی ان صفات کو نہیں مانتے۔ پھر کیوں اپنے گھر سے بے خبر رہ کر اسلام پر محض افترا کے طور پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ ورنہ حیا اور شرم کر کے قرآن شریف سے ہمیں دکھلا دو کہ کہاں لکھا ہے کہ مَیں قدیم سے خالق نہیں ہوں۔ مگر آپ کا پرمیشر تو بجز معمار یا نجار کی حیثیت سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا اور کیونکر معلوم ہوا کہ وہ عالم الغیب ہے۔ اس کا وید میں کیا ثبوت ہے ذرا ہوش سے جواب دو۔

(۴) ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ مسلمانوں کا خدا متغیّر ہے۔ کبھی کوئی حکم دیتا ہے کبھی کوئی۔

الجواب۔ خدا آپ لوگوں کو ہدایت دے۔ قرآن شریف میں کہیں نہیں لکھا کہ خدا متغیّر ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ انسان متغیّر ہے اس لئے اس کے مناسب حال خدا اس کے لئے تبدیلیاں کرتا ہے۔ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو صرف اس کو خون کی غذا ملتی ہے۔ اور جب

پیدا ہوتا ہے تو ایک مدت تک صرف دودھ پیتا ہے اور پھر بعد اس کے اناج کھاتا ہے اور خدا تعالےٰ تینوں سامان اس کے لئے وقتاً فوقتاً پیدا کر دیتا ہے۔ پیٹ میں ہونے کی حالت میں پیٹ کے فرشتوں کو جو اندرونی ذرات ہیں حکم کر دیتا ہے کہ اس کی غذا کے لئے خون بنا دیں اور پھر جب پیدا ہوتا ہے تو اس حکم کو منسوخ کر دیتا ہے تو پھر پستان کے فرشتوں کو جو اس کے ذرات ہیں حکم کرتا ہے کہ اس کے لئے دودھ بنا دیں اور جب وہ دودھ سے پرورش پا چکتا ہے تو پھر اس حکم کو بھی منسوخ کر دیتا ہے تو پھر زمین کے فرشتوں کو جو اس کے ذرات ہیں حکم کرتا ہے کہ اس کے لئے اخیر مدت تک اناج اور پانی پیدا کرتے رہیں۔ پس ہم مانتے ہیں کہ ایسے تغیر خدا کے احکام میں ہیں۔ خواہ بذریعہ قانونِ قدرت اور خواہ بذریعہ شریعت۔ مگر اس سے خدا میں تغیر کونسا لازم آیا۔ شرم! شرم!! شرم!!!

مگر افسوس کہ وید کی رو سے خدا ان تغیرات کا مالک نہیں بن سکتا کیونکہ وید تو خدا کے فرشتوں کا منکر ہے۔ پس کیونکر دُنیا کے ذرات اور روحوں کی قوتیں اس کی آواز سُن سکتی ہیں۔ علم طبعی اور ہیئت کا سلسلہ تبھی خدا کی طرف منسوب ہو سکتا ہے کہ جب طبعی طور پر ہر ایک ذرہ مخلوقات کا خدا کا فرشتہ مان لیا جائے ورنہ فرشتوں کے انکار سے دہریہ بننا پڑے گا کہ جو کچھ دُنیا میں ہو رہا ہے پرمیشر کو اس کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ اس کی مرضی اور ارادہ سے ہو رہا ہے۔ مثلاً کانوں میں سونا اور چاندی اور پیتل اور تانبا اور لوہا طیار ہوتا ہے اور بعض کانوں میں سے ہیرے نکلتے ہیں اور نیلم پیدا ہوتا ہے اور بعض جگہ یاقوت کی کانیں ہیں اور بعض دریاؤں میں سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک جانور کے پیٹ سے بچہ یا انڈا پیدا ہوتا ہے۔ اب خدا نے تو قرآن شریف میں ہمیں یہ سکھلایا ہے کہ یہ طبعی سلسلہ خود بخود نہیں بلکہ ان چیزوں کے تمام ذرات خدا کی آواز سُنتے ہیں اور اس کے فرشتے ہیں یعنی اس کی طرف سے ایک کام کے لئے مقرر شدہ ہیں۔ پس وہ کام اس کی مرضی کے موافق وہ کرتے رہتے ہیں۔ سونے کے ذرات سونا بناتے رہتے ہیں اور چاندی کے ذرات چاندی بناتے رہتے ہیں اور موتی کے ذرات موتی بناتے ہیں اور انسانی وجود کے ذرات ماؤں کے پیٹ میں انسانی بچہ تیار کرتے ہیں اور

یہ ذرات خود بخود کچھ بھی کام نہیں کرتے بلکہ خدا کی آواز سُنتے ہیں اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ اس کے فرشتے کہلاتے ہیں۔ اور کئی قسم کے فرشتے ہوتے ہیں۔ یہ تو زمین کے فرشتے ہیں مگر آسمان کے فرشتے آسمان سے اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ جیساکہ سُورج کی گرمی بھی خدا کا ایک فرشتہ ہے جو پھلوں کو پکاتا اور دوسرے کام کرتا ہے اور ہوائیں بھی خدا کے فرشتے ہیں جو بادلوں کو اکٹھا کرتے اور کھیتوں کو مختلف اثر اپنے پہنچاتے ہیں اور پھر ان کے اوپر اور بھی فرشتے ہیں جو اُن میں تاثیر ڈالتے ہیں۔ علوم طبعی اس بات کے گواہ ہیں کہ فرشتوں کا وجود ضروری ہے اور ان فرشتوں کو ہم بچشم خود دیکھ رہے ہیں۔ اب بقول آریہ صاحبان وید اِن فرشتوں کا منکر ہے۔ پس اس طور سے وہ اس طبعی سلسلہ سے انکاری اور دہریہ مذہب کی بنیاد ڈالتا ہے۔ کیا یہ امر بدیہی اور مشہود و محسوس نہیں کہ ہر ایک ذرّہ ذرّات اجسام میں سے ایک کام میں مشغول ہے۔ یہاں تک کہ شہد کی مکھیاں بھی خدا کی وحی سے ایک کام کر رہی ہیں۔ پس وید اگر اس سلسلہ سے منکر ہے تو پھر اس کی خیر نہیں۔ اس صورت میں وہ تو دہریہ مذہب کا حامی ہوگا۔ اگر یہی وید ودیا کا نمونہ ہے تو شاباش خوب نمونہ پیش کیا۔

(۵) ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ شفاعت پر بھروسہ شرک ہے۔

الجواب۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ یعنی خدا کے اِذن کے سوا کوئی شفاعت نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف کی رو سے شفاعت کے معنی ہیں کہ ایک شخص اپنے بھائی کے لئے دُعا کرے کہ وہ مطلب اس کو حاصل ہو جائے یا کوئی بلا ٹل جائے۔ پس قرآن شریف کا حکم ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور میں زیادہ جھکا ہوا ہے وہ اپنے کمزور بھائی کے لئے دُعا کرے کہ اس کو وہ مرتبہ حاصل ہو۔ یہی حقیقتِ شفاعت ہے۔ سو ہم اپنے بھائیوں کے لئے بیشک دُعا کرتے ہیں کہ خدا اُن کو قوت دے اور اُن کی بَلا دُور کرے۔ اور یہ ایک ہمدردی کی قسم ہے۔ پس اگر وید نے اس ہمدردی کو نہیں سکھلایا اور وید کی رو سے ایک بھائی دوسرے کے لئے دُعا نہیں کر سکتا تو یہ بات وید کے لئے قابلِ تعریف نہیں بلکہ ایک سخت عیب ہے۔ چونکہ تمام انسان ایک جسم کی طرح ہیں۔ اس لئے خدا نے ہمیں بار بار سکھلایا ہے کہ اگرچہ شفاعت کو قبول کرنا اس کا کام ہے

مگر تم اپنے بھائیوں کی شفاعت میں یعنی ان کے لئے دُعا کرنے میں لگے رہو۔ اور شفاعت سے یعنی ہمدردی کی دعا سے باز نہ رہو کہ تمہارا ایک دوسرے پر حق ہے۔ اصل میں شفاعت کا لفظ شفع سے لیا گیا ہے۔ شفع جفت کو کہتے ہیں جو طاق کی ضد ہے۔ پس انسان کو اس وقت شفیع کہا جاتا ہے جبکہ وہ کمال ہمدردی سے دوسرے کا جفت ہو کر اس میں فنا ہو جاتا ہے اور دوسرے کے لئے ایسی ہی عافیت مانگتا ہے جیسا کہ اپنے نفس کے لئے۔ اور یاد رہے کہ کسی شخص کا دین کامل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ شفاعت کے رنگ میں ہمدردی اس میں پیدا نہ ہو۔ بلکہ دین کے دو ہی کامل حصے ہیں۔ ایک خدا سے محبت کرنا اور ایک بنی نوع سے اس قدر محبت کرنا کہ ان کی مصیبت کو اپنی مصیبت ...

.. سمجھ لینا اور اُن کے لئے دُعا کرنا جس کو دوسرے لفظوں میں شفاعت کہتے ہیں۔

(۶) خدا کی کوئی آواز دُنیا میں سُنائی نہیں دیتی۔

الجواب۔ تعجب کہ باوجود یکہ پنڈت لیکھرام کی موت سے تمام آریہ صاحبوں نے ۶ مارچ کے دن خدا تعالےٰ کی آواز سُن لی۔ اور خدا نے دُنیا میں اشتہار دے دیا کہ لیکھرام بوجہ اپنی بدزبانیوں کے چھ برس تک کسی کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ وہ آواز نہ صرف ہم نے سُنی بلکہ ہمارے ذریعہ سے سب آریہ صاحبوں نے سُنی۔ مگر کیا اب بھی ثابت نہ ہوا کہ خدا کی آواز دُنیا کو سُنائی دیتی ہے۔ آپ صاحبوں میں سے پکے آریہ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل ساکن قادیان بہت سی خدا کی آوازوں کے گواہ ہیں۔ اگر وہ انکار کریں گے۔ اور قوم کو خدا پر مقدم رکھیں گے اور جھوٹ بولیں گے تو شاید کوئی اَور آواز آسمانی سُن لیں گے ؛

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

(۲۵۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت اقدس[1] کی طرف سے جماعت کو ارشاد

چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں ان کو دُور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہے، پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہیں اغراض کے پورا کرنے کے لئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے۔ جس کا شیوع یعنے شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصوں میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر ہونا شروع ہو گیا ہے بلکہ امید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہو چکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے لئے مستقل سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں۔ دنیا جائے گذشتنی گذاشتنی ہے اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک

---

[1] یہ عنوان ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز نے مقرر کر کے اصل اشتہار شائع کیا تھا (المرتب)

کام کے بجالانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو پھر وہ گیا ہوا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ اور خود میں دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصہ عمر کا گذار چکا ہوں۔ اور الہام الٰہی اور قیاس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ تھوڑا سا حصہ ہے۔ پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا، میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔ پس چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کرکے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گذاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسہ کے برابر نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کا صدہا سال سے اُمتیں انتظار کر رہی تھیں۔ اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرکے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر

یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجالا کر خدا تعالیٰ اور اُس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو، بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بُلاتا ہے اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجالائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ مَیں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے کہ بمقام گورداسپور مجھ کو الہام ہوا تھا کہ لاالٰہ الّا انا فاتخذنی وکیلا۔ یعنے میں ہی ہوں کہ ہر ایک کام میں کارساز ہوں پس تو مجھ کو ہی وکیل یعنی کارساز سمجھ لے اور دوسروں کا اپنے کاموں میں کچھ بھی دخل مت سمجھ۔ جب یہ الہام مجھ کو ہوا تو میرے دل پر ایک لرزہ پڑا اور مجھے خیال آیا کہ میری جماعت ابھی اس لائق نہیں کہ خدا تعالیٰ ان کا نام بھی لے اور مجھے اس سے زیادہ کوئی حسرت نہیں کہ مَیں فوت ہو جاؤں اور جماعت کو ایسی ناتمام اور خام حالت میں چھوڑ جاؤں۔ مَیں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دُور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ مَیں ایک کام کے لئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ مَیں نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم کوئی نیکی کا کام بجا لاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مُہر لگا دو گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی۔

مجھے اس بات کی تصریح کی ضرورت نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے سامنے کیا خدمت بجالاتے تھے۔ اب تم سوچ کر دیکھو کہ یہ خدمات ان خدمات کے مقابل پر کیا چیز ہیں۔ مَیں تم میں بہت دیر تک نہیں رہوں گا اور وہ وقت چلا آتا ہے کہ تم پھر مجھے نہیں دیکھو گے اور بہتوں کو حسرت ہوگی کہ کاش ہم نے نظر کے سامنے کوئی قابل قدر کام کیا ہوتا۔ سو اس وقت ان حسرات کا جلد تدارک کرو۔ جس طرح پہلے نبی رسُول اپنی اُمت میں نہیں رہے مَیں بھی نہیں رہوں گا سو اس وقت کا قدر کرو۔ اور اگر تم اس قدر خدمت بجالاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائدادوں کو اس راہ میں بیچ دو، پھر بھی ادب سے دُور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے اور اس کے فرشتے دلوں پر نازل ہو رہے ہیں۔ ہر ایک عقل اور فہم کی بات جو تمہارے دل میں ہے وہ تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ آسمان سے عجیب سلسلہ انوار جاری اور نازل ہو رہا ہے۔ پس مَیں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جان توڑ کر کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہم نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے ہلاک ہو جاؤ گے۔ یہ تمام خیالات ادب سے دُور ہیں اور جس قدر بے ادب جلد تر ہلاک ہو جاتا ہے ایسا جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ اور مَیں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس خدمت کے ساتھ دوسری خدمات میں بھی سُست مت ہو۔ بہت نادان وہ شخص ہے کہ وہ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس طرح پر کہ ایک نیکی میں فتور ڈال کر دوسری نیکی بجالاتا ہے وہ خدا کے نزدیک کچھ چیز نہیں بلکہ تم ان نیکیوں اور خدمتوں کو بھی اپنے دستور کے مطابق بجالاؤ۔ اور یہ نئی خدمت جو بتائی جاتی ہے اس میں بھی پوری کوشش کا نمونہ دکھاؤ۔ **اگر اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔**

سوائے جماعت کے سچے مخلصو خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تعالیٰ آپ تمہارے دلوں میں القاء کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔ اب اس سے

زیادہ کیا لکھوں۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دیوے۔

آمین ثم آمین

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمد

(یہ اشتہار بطور ضمیمہ ریویو اردو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء کے ساتھ شائع ہوا ہے اور الحکم جلد ۷ نمبر ۳۲ کے صفحہ ۱۹ پر ہے)

حضرت اقدس کی اس تحریک پر ہمارے بعض احباب نے اصل مسودہ کو ہی پڑھ کر تعمیل حکم میں بڑی گرمی دکھلائی ہے چنانچہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور خواجہ کمال الدین صاحب اور حکیم فضل الدین صاحب نے اسی وقت دس دس رسالے اپنے خرچ پر بھجوانے منظور کئے اور ایسا ہی بہت سارے دوسرے احباب نے خود خریداری میگزین منظور کی اور بعض احباب نے آٹھ آٹھ دس دس رسالے اپنے احباب کے نام بھجوا کر اُن کو خریدار بنایا۔ اس لئے سب احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ حضرت اقدس کا ارشاد جو دس ہزار خریدار میگزین پیدا کرنے کا ہے اس کی تعمیل میں ہر طرح کوشش کریں۔ سب احباب خواندہ ہوں یا ناخواندہ اس کو خریدیں۔ اور حسب توفیق اردو یا انگریزی رسالہ کی دو دو چار چار دس دس بیس بیس کاپیاں خود خرید کر باہر بھجوا دیں۔ جو خود رسالہ کی پوری قیمت نہ دے سکتے ہوں وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک ایک رسالہ خریدیں اور اپنے احمدی احباب کو اور دوسرے دوستوں کو جو مذہب اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں اس کے خریدنے کے لئے مجبور کریں۔ کیونکہ یہ رسالہ مذہب اسلام کی صداقت کو دکھاتا اور غیر مذاہب عیسائیوں آریوں وغیرہ کے اعتراضوں کا جواب دیتا ہے اور زبان انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ امریکہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں سے پانچسو آدمی ایسے باہمت پیدا ہو جاویں کہ دس دس رسالے اپنے خرچ پر خرید کر باہر بھجوا دیں اور پانچ ہزار احمدی اس کے خریداران کے علاوہ ہوں تو باسانی تعداد دس ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ جو احباب رسالہ خریدیں وہ اس امر کا خیال رکھیں کہ بعض مضامین جنوری سے شروع ہوئے ہوئے ہیں اس لئے شروع سال سے رسالہ خریدنا مفید ہوگا اور ایسا ہی ۱۹۰۲ء کی جلد جو عمر پر دی جاتی ہے

اس کو بھی ضرور خرید یں ورنہ پھر اس کا ملنا مشکل ہوگا۔ اردو رسالہ کی قیمت ۱؎ اور انگریزی کی للعہ ر (ولایت کے لئے للعہ) سالانہ ہے۔ جملہ درخواستیں اور روپیہ بنام محمد علی ایم۔ اے مینجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں۔

ڈاکٹر محمد حسین صاحب نے ۱۵ انگریزی رسالوں کی قیمت دی ہے

---

(۲۵۴)

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام دربارہ امداد مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک ضروری امر اپنی جماعت کی توجہ کیلئے

اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں یہاں تک بعضوں کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے۔ لیکن جب میں اُس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے اس خدا کا یہ صریح منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی رُوح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی٭ اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ

٭ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو (مرتب)

نصب کردو تا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو مَیں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائمقام پیدا کر دے گا۔ سو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جاوے گی۔ مگر ابھی تک یہ حال ہے کہ اگر مَیں ایک تھوڑی سی بات بھی اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے جماعت کے آگے پیش کرتا ہوں تو ساتھ ہی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ مبادا اس بات سے کسی کو ابتلاء پیش نہ آوے۔ اب ایک ضروری بات جو اپنی جماعت کے آگے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ **لنگر خانہ** کے لئے جس قدر میری جماعت وقتاً فوقتاً مدد کرتی رہتی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ ہاں اس مدد میں پنجاب نے بہت حصہ لیا ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پنجاب کے لوگ اکثر میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ اور اگر دلوں میں غفلت کی وجہ سے کوئی سختی آجائے تو صحبت اور پے در پے ملاقات کے اثر سے وہ سختی بہت جلد دُور ہوتی رہتی ہے اس لیے پنجاب کے لوگ خاص کر بعض افراد اُن کے محبت اور صدق اور اخلاص میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہر ایک ضرورت کے وقت وہ بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں اور سچی اطاعت کے آثار اُن سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ مُلک دوسرے مُلکوں سے نسبتاً کچھ نرم دل بھی ہے۔ باایں ہمہ انصاف سے دُور ہوگا اگر مَیں تمام دُور کے مُریدوں کو ایسے ہی سمجھ لوں کہ وہ ابھی اخلاص اور سرگرمی سے کچھ حصہ نہیں رکھتے کیونکہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف جس نے جاں نثاری کا یہ نمونہ دکھایا وہ بھی تو دُور کی زمین کا رہنے والا تھا جس کے صدق اور وفا اور اخلاص اور استقامت کے آگے پنجاب کے بڑے بڑے مخلصوں کو بھی شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ وہ ایک شخص تھا کہ ہم سب سے پیچھے آیا اور سب سے

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ) اس سے پہلے ایک صریح وحی الٰہی صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی نسبت ہوئی تھی جبکہ وہ زندہ تھے بلکہ وہ قادیان میں ہی موجود تھے اور یہ وحی الٰہی میگزین انگریزی ماہ فروری ۱۹۰۳ء میں اور الحکم ۱۷؍ جنوری ۱۹۰۳ء اور البدر ۱۶؍ جنوری ۱۹۰۳ء کالم ۱۵ میں شائع ہو چکی ہے جو مولوی صاحب کے مارے جانے کے بارے میں ہے۔ اور وہ یہ ہے قُتِلَ خَیبۃً و زِیدَ ھَیبۃً یعنی ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سُنا اور اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا۔ اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا۔ منہ

آگے بڑھ گیا۔ اسی طرح بعض دُور دراز ملک کے مخلص بڑی بڑی خدمت مالی کر چکے ہیں اور ان کے صدق وفا میں کبھی فتور نہ آیا جیسا کہ اخویم سیٹھ عبدالرحمٰن تاجر مدراس اور چند ایسے اور دوست لیکن کثرت تعداد کے لحاظ سے پنجاب کو مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ پنجاب میں ہر ایک طبقہ کے آدمی خدمت دینی سے بہت حصہ لیتے جاتے ہیں اور دُور کے اکثر لوگ اگرچہ ہمارے سلسلہ میں داخل تو ہیں مگر بوجہ اس کے کہ اُن کو صحبت کم نصیب ہوتی ہے اُن کے دل بکلّی دنیا کے گند سے صاف نہیں ہیں۔ امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آخر کار وہ گند سے صاف ہو جائیں گے اور یا خدا تعالیٰ ان کو اس پاک سلسلہ سے کاٹ دے گا اور ایک مُردار کی طرح مریں گے۔ بڑی غلطی انسان کی دُنیا پرستی ہے - یہ بدبخت اور منحوس دُنیا کبھی خوف دلانے سے اور کبھی امید دینے سے اکثر لوگوں کو اپنے دام میں لے لیتی ہے۔ اور یہ اسی میں مرتے ہیں۔ نادان کہتا ہے کہ کیا ہم دُنیا کو چھوڑ دیں۔ اور یہ غلطی انسان کو نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو بے ایمان کر کے ہلاک نہ کرے۔ اے نادان کون کہتا ہے کہ تو اسباب کی رعایت چھوڑ دے مگر دل کو دُنیا اور دُنیا کے فریبوں سے الگ کر! ورنہ تو ہلاک شدہ ہے اور جس عیال کے لئے تو حد سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا کے فرائض کو بھی چھوڑتا ہے اور طرح طرح کی مکاریوں سے ایک شیطان بن جاتا ہے۔ اس عیال کے لئے تو بدی کا بیج بوتا ہے اور ان کو تباہ کرتا ہے اس لئے کہ خدا تیری پناہ میں نہیں کیونکہ تو پارسا نہیں۔ خدا تیرے دل کی جڑ کو دیکھ رہا ہے۔ سو تو بیوقت مرے گا اور عیال کو تباہی میں ڈالے گا۔ لیکن وہ جو خدا کی طرف جُھکا ہوا ہے۔ اس کی خوش قسمتی سے اُس کے زن و فرزند کو بھی حصہ ملے گا اور اس کے مرنے کے بعد وہ کبھی تباہ نہیں ہوں گے۔ جو لوگ مجھ سے سچا تعلق رکھتے ہیں وہ اگرچہ ہزار کوس پر بھی ہیں تاہم ہمیشہ مجھے لکھتے رہتے ہیں اور دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں موقعہ دے تا وہ برکات صحبت حاصل کریں۔ مگر افسوس کہ بعض ایسے ہیں کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ قطع نظر ملاقات کے سالہا سال گذر جاتے ہیں اور ایک کارڈ بھی ان کی طرف سے نہیں آتا۔ اس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن کے دل مر گئے ہیں اور ان کے باطن کے چہرہ پر کوئی داغ جذام ہے۔ مَیں تو بہت دُعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں

اور رات کو اُٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دُنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے مَیں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے۔ مَیں اور میرا خدا اُن سے بیزار ہیں۔ مَیں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں۔ کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اوّل درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا، پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ صرف دُنیا ہی دُنیا اُن کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ اُن کی نظر پاک ہے نہ اُن کا دل پاک ہے اور نہ اُن کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چُوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔ جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دُنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اس کی ہستی پر آ جائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خودروی کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہو لے میں اس شخص کو اس کُتّے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مُردار پھینکا جاتا ہے اور جہاں سڑے گلے مُردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا مَیں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اَور قوم پیدا کرے گا جو صدق اور وفا میں اُن سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں۔

کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے۔ بعض لوگ خدا سے زیادہ اپنے مکر و فریب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ شاید اُن کے دلوں میں یہ بات پوشیدہ ہو کہ نبوتیں اور رسالتیں سب انسانی مکر ہیں اور اتفاقی طور پر شہرتیں اور قبولیتیں ہو جاتی ہیں۔ اس خیال سے کوئی خیال پلید تر نہیں۔ اور ایسے انسان کو اُس خدا پر ایمان نہیں جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتا بھی گر نہیں سکتا۔ لعنتی ہیں ایسے دل اور ملعون ہیں ایسی طبیعتیں، خدا اُن کو ذلت سے مارے گا کیونکہ وہ خدا کے کارخانہ کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ اور خبیث باطن ہوتے ہیں۔ وہ جہنمی زندگی کے دن گذارتے ہیں اور مرنے کے بعد بجز جہنم کی آگ کے ان کے حصہ میں کچھ نہیں۔

اب مختصر کلام یہ ہے کہ علاوہ لنگرخانہ اور میگزین کے جو انگریزی اور اُردو میں نکلتا ہے جس کے لئے اکثر دوستوں نے سرگرمی ظاہر کی ہے ایک مدرسہ بھی قادیان میں کھولا گیا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہے کہ نوعمر بچے ایک طرف تو تعلیم پاتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے سلسلہ کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اس طرح پر بہت آسانی سے ایک جماعت طیار ہو جاتی ہے بلکہ بسا اوقات اُن کے ماں باپ بھی اس سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان دنوں میں ہمارا یہ مدرسہ بڑی مشکلات میں پڑا ہوا ہے اور باوجودیکہ محبی عزیزی اخویم نواب محمد علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اپنے پاس سے اسّی ۸۰ روپیہ ماہوار دے کر اس مدرسہ کی مدد کرتے ہیں مگر پھر بھی اُستادوں کی تنخواہیں ماہ بماہ ادا نہیں ہو سکتیں۔ صدہا روپیہ قرضہ سر پر رہتا ہے۔ علاوہ اس کے مدرسہ کے متعلق کئی عمارتیں ضروری ہیں۔ جو اب تک طیار نہیں ہو سکیں۔ یہ غم علاوہ اور غموں کے میری جان کو کھا رہا ہے۔ اس کی بابت میں نے بہت سوچا کہ کیا کروں۔ آخر یہ تدبیر میرے خیال میں آئی کہ میں اس وقت اپنی جماعت کے مخلصوں کو بڑے زور کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلاؤں کہ وہ اگر اس بات پر قادر ہوں کہ پوری توجہ سے اس مدرسہ کے لئے بھی کوئی ماہانہ چندہ مقرر کریں۔ تو چاہیئے کہ ہر ایک ان میں سے ایک مستحکم عہد کے ساتھ کچھ نہ کچھ مقرر کرے جس کے ادا کرنے میں وہ ہرگز تخلف نہ کرے مگر کسی مجبوری سے جو قضاء و قدر سے واقع ہو۔ اور جو صاحب ایسا نہ کر سکیں ان کے لئے بالضرورت یہ تجویز سوچی گئی ہے کہ جو کچھ وہ لنگرخانہ کے لئے

بھیجتے ہیں اس کا چہارم حصہ براہ راست مدرسہ کے لئے نواب صاحب موصوف کے نام بھیج دیں لنگرخانہ میں شامل کر کے ہرگز نہ بھیجیں بلکہ علیحدہ منی آرڈر کرا کر بھیجیں۔ اگرچہ لنگرخانہ کا فکر ہر روز مجھے کرنا پڑتا ہے اور اس کا غم براہ راست میری طرف آتا ہے اور میری اوقات کو مشوّش کرتا ہے۔ لیکن یہ غم بھی مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس لئے میں لکھتا ہوں کہ اس سلسلہ کے جوانمرد لوگ جن سے میں ہر طرح امید رکھتا ہوں وہ میری التماس کو ردّی کی طرح نہ پھینک دیں اور پوری توجہ سے اس پر کاربند ہوں۔ میں اپنے نفس سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہوں جو خدا تعالےٰ میرے دل میں ڈالتا ہے۔ میں نے خوب سوچا ہے اور بار بار مطالعہ کیا ہے۔ میری دانست میں اگر یہ مدرسہ قادیان کا قائم رہ جائے تو بڑی برکات کا موجب ہوگا اور اس کے ذریعہ سے ایک فوج نئے تعلیم یافتوں کی ہماری طرف آسکتی ہے۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اکثر طالب علم نہ دین کے لئے بلکہ دُنیا کے لئے پڑھتے ہیں اور اُن کے والدین کے خیالات بھی اسی حد تک محدود ہوتے ہیں مگر پھر بھی ہر روز کی صحبت میں ضرور اثر ہوتا ہے۔ اگر بیس طالب علموں میں سے ایک بھی ایسا نکلے جس کی طبیعت دینی امور کی طرف راغب ہو جائے اور وہ ہمارے سلسلہ اور ہماری تعلیم پر عمل کرنا شروع کرے تب بھی میں خیال کروں گا کہ ہم نے اس مدرسہ کی بنیاد سے اپنے مقصد کو پالیا۔ آخر میں یہ بھی یاد رہے کہ یہ مدرسہ ہمیشہ اس سقم اور ضعف کی حالت میں نہیں رہے گا بلکہ یقین ہے کہ پڑھنے والوں کی فیس سے بہت سی مدد مل جائے گی یا وہ کافی ہو جائے گی۔ پس اس وقت ضروری نہیں ہوگا کہ لنگرخانہ کی ضروری رقوم کاٹ کر مدرسہ کو دی جائیں سو اس وسعت کے حاصل ہونے کے وقت ہماری یہ ہدایت منسوخ ہو جائے گی اور لنگرخانہ جو وہ بھی درحقیقت ایک مدرسہ ہے اپنے چہارم حصّہ کی رقم کو پھر واپس پالے گا۔ اور یہ مشکل طریق جس میں لنگرخانہ کو حرج پہنچے گا محض اس لئے میں نے اختیار کیا کہ بظاہر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر مدد کی ضرورت ہے شاید جدید چندہ میں وہ ضرورت پوری نہ ہو سکے۔ لیکن اگر خدا کے فضل سے پوری ہو جائے تو پھر اس قطع برید کی ضرورت نہیں۔ اور میں نے جو یہ کہا کہ لنگرخانہ بھی ایک مدرسہ ہے یہ اس لئے کہا کہ جو مہمان میرے پاس آتے جاتے ہیں جن کے لئے لنگرخانہ جاری ہے وہ میری

تعلیم سنتے رہتے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو لوگ ہر وقت میری تعلیم سنتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو ہدایت دیگا اور اُن کے دلوں کو کھول دیگا۔ اب میں اسی قدر پر بس کرتا ہوں کہ جو مدعا میں نے پیش کیا ہے میری جماعت کو اُس کے پورا کرنے کی توفیق دے اور ان کے مالوں میں برکت ڈالے اور اس کارِ خیر کے لئے ان کے دلوں کو کھول دے۔ آمین ثم آمین۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

الراقم

میرزا غلام احمد۔ ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۰۳ء

نوٹ۔ مدرسہ کے متعلق تمام زرِ چندہ بنام خانصاحب محمد علیخاں صاحب ڈائریکٹر و امین مدرسہ آنی چاہیئے اور تعلیم طلباء کے متعلق تمام خط و کتابت مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ کالج تعلیم الاسلام سے ہونی چاہیئے۔

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے چار صفحات پر ہے)

---

(۲۵۵)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ایک واقعہ کا اظہار

برائے خدا اسے ضرور پڑھو

گورداسپور کی عدالت میں ایک مقدمہ مولوی کرم دین مستغیث کی طرف سے اس راقم پر دائر ہے اور ایک مقدمہ میرے ایک مرید یعنی شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم کی طرف سے مولوی مذکور پر دائر ہے۔ اصل اور جڑھ ان مقدمات کی یہ ہے کہ ماہ جولائی و اگست ۱۹۰۲ء میں کرم دین کی طرف

سے خطوط میرے نام اور میرے مرید حکیم فضل دین کے نام پہنچے۔ اور ان خطوط کے ذریعہ ہمیں اطلاع دی کہ جو کتاب پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے میری کتاب اعجاز المسیح کے ردّ میں لکھی ہے دراصل اس میں پیر مذکور نے سارقانہ کارروائی کی ہے اور ایک شخص مسمی محمد حسن فیضی متوفّی کے نوٹوں کو چرا کر اپنی کتاب میں وہ نوٹ اپنے نام پر درج کر دیئے ہیں۔ اس کے ثبوت میں مولوی کرم الدین نے وہ کارڈ بھی ہم کو بھیجدیا جو پیر مہر علی نے مولوی مذکور کے نام گولڑہ سے بھیجا تھا اور جس میں پیر مذکور نے محمد حسن کے نوٹوں کو اپنی کتاب میں درج کرنے کا اعتراف کیا۔

یہ خطوط مجھے ایسے وقت ملے جبکہ میں کتاب نزول المسیح لکھ رہا تھا سو وہ خطوط میں نے کتاب نزول المسیح میں درج کئے۔ ایسا ہی ایڈیٹر الحکم اخبار نے بھی ان خطوط کی بنیاد پر ایک مضمون اپنے اخبار میں معہ نقل خطوط درج کیا۔ اخبار الحکم کے جواب میں ایک مضمون مولوی کرم دین کے نام سے سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور ایک قصیدہ مولوی مذکور کی طرف سے سراج الاخبار مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع کیا جس میں اس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ خطوط جعلی اور جھوٹے ہیں۔ اس میں یہ بھی لکھا کہ مرزا غلام احمد یعنی راقم کی ملہمیت کی آزمائش کے لئے میں نے اسے دھوکا دیا اور خلاف واقعہ خطوط لکھے اور لکھائے اور ایک خام نویس طفل کے ہاتھ سے نوٹ لکھا کر ان کو محمد حسن فیضی کے نوٹ ظاہر کئے۔ پھر اس دھوکے کے ذریعے چھ روپے بھی حاصل کئے۔ اور راقم مضمون نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ سراج الاخبار کے ان مضامین میں میری نسبت سخت الزام لگائے اور یہ شائع کیا کہ گویا میں جو بحیثیت ایک مامور من اللہ اور مصلح ہونے کے ایک کام کر رہا ہوں۔ یہ تمام کام میرا مکر و فریب ہے اور گویا میں اپنے دعویٰ میں کذّاب اور مفتری ہوں۔ پس چونکہ یہ تحریر اس کی میری ایک کثیر جماعت پر جو اَب خدا تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ سے بھی زیادہ ہے بہت ہی بُرا اثر ڈالتی تھی اور پبلک کی نگاہ میں مجھے جعلساز اور فریبی اور قوم کو دھوکا دینے والا اور سخت بدچلن قرار دیتی تھی۔ اور اس بے جا حملہ سے ہزاروں آدمیوں کی رُوحانیت کا خون ہوتا تھا اس لئے میں نے اس خطرناک حملہ کا دفیعہ ضروری سمجھا۔ سو اگرچہ شرعاً و قانوناً اس وقت میرا

حق تھا کہ میں اپنی بریّت ثابت کرانے کے لئے ازالہ حیثیت عرفی کا مدعی ہو کر عدالت کی طرف رجوع کرتا لیکن مَیں نے صبر کیا اور منتظر رہا کہ مولوی کرم دین خود اس مضمون کی تردید کرے۔ لیکن جب تین ماہ سے زیادہ گذر گئے اور اس نے کوئی تردید نہ کی تو مَیں نے اس تہمت کو اپنے پر سے دور کرنے کے لئے اس قدر کافی سمجھا کہ اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں جو کرم دین کے مضامین کے تین ماہ بعد شائع ہوئی اس قدر اشارہ کردوں کہ یہ شخص جو مجھ پر الزام لگانے والا ہے اور میری اہانت کرتا ہے خود ہی کذّاب اور کمینہ اور بہتان کا مرتکب ہے۔ یہ الفاظ دراصل وہی تھے جن کا مصداق وہ خود اپنے آپ کو سراج الاخبار میں کنایتاً و صراحتاً ظاہر کرچکا تھا اور مان چکا تھا کہ مَیں نے دھوکا دیا۔ دغا دیا۔ خلاف واقعہ خطوط لکھائے۔ جعلی دستخط بنوائے اور جھوٹ کی تعلیم دی وغیرہ وغیرہ۔

مناسب تھا کہ یہ شخص خاموش رہتا مگر اُس نے ایسا نہ کیا اور میرے پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کردی۔ اگر مولوی کرم دین بجائے ان بیجا تہمتوں اور الزاموں کے جو اس نے اپنے مضمون مندرجہ سراج الاخبار میں میرے پر لگائے اور خلاف واقعہ واقعات مجھ پر چسپاں کرکے مجھے جعلساز اور دھوکہ باز ٹھہرایا۔ میرے پر تلوار چلا کر کوئی عضو میرا کاٹ دیتا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے کہ مَیں پھر بھی اُسے معاف کر دیتا اور کسی کے کہنے کی مجھے حاجت نہ ہوتی کہ مَیں اس سے صُلح کرلوں اور اس کا گناہ بخش دوں۔ لیکن اے ناظرین جو لوگ مصلح قوم بن کر خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں وہی اُن مشکلات کو جانتے ہیں کہ ایسے بیجا الزام جو پبلک پر بُرا اثر ڈالنے والے ہیں وہ ان کے نزدیک تصفیہ کے لائق ہوتے ہیں۔ اور جب تک وہ الزام ان کے سر پر سے پبلک کی نظر میں معدوم نہ ہولیں تب تک وہ اس بات کو پسند نہیں کرسکتے کہ ایک گول مول مصالحت کرکے وہ داغ ہمیشہ کے لئے اپنے سر پر رکھیں۔ یوسفؑ جو ایک نبی تھا اس پر ایک جھوٹا الزام اقدام زنا لگا کر اُس کو قید کیا گیا اور پھر مدّت کے بعد معافی دی گئی تو اس نے اس معافی کو قبول نہ کیا حالانکہ نائب السلطنت کا عہدہ بھی ملتا تھا بلکہ صاف کہا کہ جب تک زنا کی تہمت سے میری بریّت نہ ہو مَیں زندان سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتا۔ اسی طرح اگر ایک دنیادار پر بھی ایک جھوٹا

الزام دغا یا خیانت مجرمانہ کا لگایا جاوے تو گول مول مصالحت پر راضی نہیں ہوتا۔ لیکن بعض خیرخواہان قوم نے اس بات پر زور دیا کہ فریقین میں مصالحت ہو جاوے یہاں تک کہ اس ضلع اور قسمت کے بعض نیک دل اور دور اندیش اعلیٰ افسران اور حکام نے بھی اپنی رضامندی اس پر ظاہر کی کہ میں اس مستغیث سے صلح کر لوں۔ خود صاحب مجسٹریٹ نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ ہے اپنی شریفانہ عادت اور نیک نیتی سے صلح پر پسندیدگی ظاہر فرمائی۔ اس موقعہ پر منشی غلام حیدر خاں صاحب تحصیلدار پنڈدادنخاں نے بھی جو بطور شہادت اس مقدمہ میں تشریف لائے تھے مصالحت کے لئے کوشش کی۔

ان تمام بزرگوں کی ترغیب اور دلی خواہش نے مجھے اس غور و فکر میں ڈالا کہ اب صلح کیونکر ہو۔ آخر مَیں نے یہ جواب دیا کہ اگر مستغیث یعنی مولوی کرم الدین خدا تعالیٰ سے ڈر کر عدالت میں یہ اقرار کر دے کہ خطوط محولہ مقدمہ اور مضمون سراج الاخبار مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء و تیرہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء اسی کے ہیں اور ہماری جعلسازی نہیں تو پھر میں اس سے صلح کر لوں گا کیونکہ پبلک کے سامنے میری بریت کے لئے یہ اقرار کافی ہوگا اور مجھ سے الزام جعلسازی کا دُور ہو جاوے گا۔ لیکن مولوی کرم دین نے اس بات کو نہ مانا۔ پھر صلح کے لئے یہ دوسری تجویز سوچی گئی کہ مولوی کرم دین اور میری طرف سے د۲و پرچے علیحدہ علیحدہ لکھے جاویں۔ میری طرف سے پرچہ میں یہ ذکر ہو کہ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے الفاظ کذاب بہتان و لئیم مولوی کرم دین کے متعلق یہ یقین کر کے لکھے تھے کہ خطوط محولہ مقدمات اور مضامین مندرجہ سراج الاخبار ۶ و ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء مولوی کرم دین کے ہیں اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح کرم الدین یہ تحریری بیان پیش کرے کہ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خطوط ٭ محولہ مقدمات جو میری طرف سے ظاہر کئے گئے اور مضمون سراج الاخبار مندرجہ ۶ اکتوبر و ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء جو میرے نام پر اخبار میں شائع ہوئے ہیں میرے نہیں ہیں اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔

٭ حاشیہ۔ یاد رہے کہ کرم دین نے عدالت میں آن کر اپنے حلفیہ بیان میں انکار کیا کہ نہ خطوط اس نے بھیجے ہیں اور نہ سراج الاخبار ۶ اکتوبر اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں اس نے وہ مضمون لکھے جو اس کے نام پر شائع ہوئے۔

یہ ہر دو مسودے منشی غلام حیدر خاں صاحب نے اپنی قلم سے لکھے اور ان مسودوں کو جناب شیخ خدا بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج کے پاس میرے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب کے ہمراہ لے گئے کیونکہ شیخ صاحب موصوف نے ہمدردی قوم کے لحاظ سے بہت سا اپنی قیمتی وقت اس مصالحت کی انجام دہی میں خرچ کیا اور کوشش بلیغ فرمائی۔ مصالحت کرانے والوں نے مسوّدہ تجویزہ کو پسند فرما کر کہا کہ یہ مسودہ اب کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔ البتہ اس میں لفظ لعنت ثقیل ہے اس کو کسی طرح بدل دیا جاوے۔ راقم نے اس پر بھی رضامندی ظاہر کی اور بجائے لفظ لعنت کے مسوّدہ کی صورت حسب ذیل تجویز کر دی کہ میں اس مقدمہ کو انصاف کے لئے خدا تعالےٰ کی عدالت میں سپرد کرتا ہوں لیکن جب یہ مسوّدہ مولوی کرم دین کے پاس پیش کیا گیا تو اس نے منظور نہ کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ میں قسم نہیں کھاتا۔ حالانکہ عدالت میں بھی بیان اس کا حلفیہ ہو چکا تھا اور جب اس کے حلفیہ بیان کی مصدقہ نقل دکھلا کر اس کو کہا گیا کہ تم نے جب عدالت میں روبروئے رائے چند ولعل صاحب مجسٹریٹ حلفیہ بیان باقرار صالح دیا کہ نہ میں نے یہ خطوط لکھے ہیں اور نہ سراج الاخبار کے مضامین میرے ہیں تو پھر وہی حلفیہ بیان اب دینا ہے۔ اس پر مولوی موصوف نے کہا کہ وہ ایک مجبوری تھی و الّا بلاضرورت اشد قسم کھانا جائز نہیں اس لئے میں* قسم نہیں کھاتا۔ آخر یہ تجویز ہوا کہ بجائے خدا کی قسم کے اقرار صالح لکھا جاوے

---

* یہ امر بالکل غلط ہے کہ اسلام میں قسم کھانا منع ہے۔ تمام نیک انسان مسلمانوں میں سے ضرورتوں کے وقت قسم کھاتے آئے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ضرورتوں کے وقت قسم کھائی ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی بارہا قسمیں کھائیں۔ خود خدا تعالیٰ نے قرآن میں قسمیں کھائیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں مجرموں کو قسمیں دلائی گئیں۔ قسموں کا قرآن شریف میں صریح ذکر ہے۔ شریعت اسلام میں جب کسی اور ثبوت کا دروازہ بند ہو یا پیچیدہ ہو تو قسم پر مدار رکھا جاتا ہے اور صحیح البخاری جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے قسم کھا کر فرمایا کہ مسیح موعود جو آنے والا ہے جو تمہارا امام ہوگا وہ تم میں سے ہی ہوگا یعنی اسی امت میں سے ہوگا آسمان سے نہیں آئے گا۔ پھر صحیح بخاری

اس تجویز پر ذیل کا مسودہ تجویز کیا گیا کیونکہ پہلا بیان مولوی مذکور کا باقرار صالح تھا۔

"میں اقرار صالح سے سچ سچ اپنے ایمان سے خدا تعالیٰ کے حضور میں بیان کرتا ہوں کہ خطوط محولہ مقدمہ جن سے میں نے انکار کیا ہے اور مضمون سراج الاخبار ۶ اکتوبر اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء جس سے میں انکاری ہوں۔ درحقیقت وہ خطوط اور وہ مضامین ہرگز ہرگز میرے نہیں ہیں۔ اگر میں اپنے اس بیان میں جھوٹا ہوں تو انصاف کے لئے اپنے اس معاملہ کو خدا کی عدالت کے سپرد کرتا ہوں"

اس مسودہ پر یہ اعتراض مولوی مذکور نے کیا کہ الفاظ "خدا کے حضور میں وغیرہ وغیرہ" بھی قسم ہے صرف لفظ اقرار صالح رکھا جاوے اور معاملہ کی تصریح نہ کی جاوے۔ آخرکار بہت بحث کے بعد جو آخیری مسودہ بتاریخ ۱۱ ماہ جون پیش کیا گیا وہ حسب ذیل لکھا جاتا ہے۔

"میں کرم دین باقرار صالح بیان کرتا ہوں کہ خطوط جو میرے نام سے میرزا غلام احمد صاحب اور حکیم فضل الدین کو پہنچے ہیں اور مضامین جو ۶ اکتوبر اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو میرے نام پر سراج الاخبار میں شائع ہوئے وہ میرے نہیں۔ اور اگر میرا یہ بیان خلاف واقعہ ہے تو میں بغرض انصاف اس معاملہ کو خدا تعالیٰ کی عدالت میں سپرد کرتا ہوں"

اس کے مقابل راقم نے مضمون ذیل منظور کیا۔

حاشیہ: صحیح بخاری جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۰۶ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قسموں کا ایک باب باندھا ہے۔ اس باب میں بہت سی قسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہیں جو دس سے کم نہیں۔ ایسا ہی صحیح نسائی جلد ثانی صفحہ ۱۳۸ کتاب الایمان والنذور میں صفحہ ۱۳۹ تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قسموں کا ذکر ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یستنبئونک احق ھو۔ قل ای و ربی انہ لحق یعنی تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے۔ کہہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ یہ حق ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف میں یہ آیت ہے واحفظوا ایمانکم یعنی جب تم قسم کھاؤ تو جھوٹ اور بدعہدی اور بدنیتی سے اپنی قسم کو بچاؤ۔ ایسا ہی قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے۔ اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین۔ یعنی شخص ملزم چار قسمیں خدا کی کھائے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں قسم میں یہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے۔

"مَیں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جو الفاظ کرم دین کے متعلق کذّاب بہتان و لئیم کے لکھے ہیں، وہ یہ یقین کر کے لکھے ہیں کہ خطوط معولہ امثلہ جات کا لکھنے والا اور اخبار سراج الاخبار مورخہ ۶ اکتوبر و ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کا لکھنے والا مولوی کرم دین ہے اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ جھوٹے پر لعنت ڈالے۔"

جب یہ مسودے حسب اجازت صاحب مجسٹریٹ مولوی کرم دین کو دکھلائے گئے تو اس نے کہا کہ الفاظ خطوط اور اخبار وغیرہ کا ذکر نہ کیا جائے اور ایسا ہی خدا کی عدالت میں انصاف کے لئے سپردگی بھی نکال دی جاوے اور کوئی تصریح نہ کی جاوے جس کی وجہ وہ یہ بتاتا تھا کہ میرے برخلاف پیشگوئیاں کی جائیں گی۔ سو اس کے متعلق بھی شرط مان لی گئی تھی تا کہ مصالحت ہو جاوے لیکن وہ کسی پہلو پر نہ آیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ مصالحت میں قطعی مایوسی ہو کر مقدمہ عدالت میں شروع ہو گیا مجھے اس اشتہار کو جس میں صرف سادے اور سچے واقعات لکھے گئے ہیں اشاعت کرنے کی یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ تا کہ ان نیک دل اور نیک نیت حکّام کو واقعات سے اطلاع ہو جاوے جنہوں نے نہایت

اب دیکھو اس جگہ نہ ایک قسم بلکہ ملزم کو پانچ قسمیں دی جاتی ہیں۔ ہاں قرآن شریف کے رو سے لغو یا جھوٹی قسمیں کھانا منع ہے کیونکہ وہ خدا سے ٹھٹھا ہے اور گستاخی ہے۔ اور ایسی قسمیں کھانا بھی منع ہے جو نیک کاموں سے محروم کرتی ہوں جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ مَیں آئندہ مسطح صحابی کو صدقہ خیرات نہیں دوں گا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ولا تجعلوا اللّٰہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا یعنی ایسی قسمیں مت کھاؤ جو نیک کاموں سے باز رکھیں۔

یہ وہ آیت ہے جو مولوی کرم دین نے پڑھ کر کہا کہ قسم کھانا درست نہیں۔ تفسیر مفتی ابو سعود مفتی روم میں زیر آیت ولا تجعلوا اللّٰہ عرضۃ لایمانکم لکھا ہے کہ عرضہ اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز ایک بات کے کرنے سے عاجز اور مانع ہو جائے اور لکھا ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ہے جبکہ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ مسطح کو جو صحابی ہے بباعث شراکت اس کی حدیث افک میں کچھ خیرات نہیں دوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ ایسی قسمیں مت کھاؤ جو تمہیں نیک کاموں اور اعمال صالحہ سے روک دیں نہ یہ کہ معاملہ متنازعہ جس سے طے ہو

منہ

ہمدردی اور شفقت سے جو اُن کو میرے خاندان سے ہے مجھے من وجہ کہلا بھیجا کہ مَیں مصالحت کر لوں۔ نیز ان پر روشن ہو جاوے کہ کون فریق ہم میں سے مصالحت سے کنارہ کش ہے۔ مجھ پر الزام خطوط کی جعلسازی کا اور دیگر ناجائز الزامات سراج الاخبار میں لگائے گئے۔ جس کے دفعیہ کے لئے مَیں نے کوئی چارہ جوئی عدالت میں نہیں کی۔ بلکہ دفعیہ میں اسی بات پر اکتفا کیا کہ کتاب میں لکھ دیا کہ میری آبروریزی کرنے والا مجھ پر بہتان باندھتا ہے اور میرا توہین کنندہ کذاب ہے اور اس کے یہ فعل کمینوں کے ہیں۔ جس پر مَیں عدالت میں کھینچا گیا۔ مَیں نے حکام اور اپنے بزرگان قوم کی ہمدردی کی قدر کرکے یہی پسند کیا کہ ان الزامات جعلسازی وغیرہ کی بریّت اگر عدالت سے نہ ہو سکے تو پھر خدا کی عدالت سے کراؤں اور معاملہ کو طے کروں۔ البتہ گول مول مصالحت پر مَیں راضی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مَیں پھر اپنی رضامندی ظاہر کرتا ہوں کہ اگر فریق ثانی مذکورہ بالا بیان عدالت میں دینے کو تیار ہے تو بالمقابل مَیں اس قسم کا بیان دینے کو تیار ہوں بعدہ اسی دن ہر دو مقدمات داخل دفتر ہو سکتے ہیں۔ مَیں نے اپنے بیان کو ارادتاً سخت سے سخت اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ یہ اشتہار اس لئے بھی شائع کیا گیا ہے کہ واقعات متعلقہ مصالحت جو ہوئے ہیں ان کے متعلق کوئی غلط بیانی نہ ہو۔

المشتھر

میرزا غلام احمد (رئیس اعظم قادیان)

ضلع گورداسپور پنجاب۔ ۱۸ جون ۱۹۰۴ء

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰ × ۲۶ کے آٹھ صفحات پر ہے)

(۲۵۶)

(الحکم نمبر ۶ جلد ۹، ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

الوصیت

قال اللہ عزّوجلّ۔ قل ما یعبؤا بکم ربّی لولا دعاؤکم

یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم بندگی نہ کرو اور دعاؤں میں مشغول نہ ہو

دوستو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ مَیں نے آج سے قریباً نو۹ ماہ پہلے الحکم اور البدر میں جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے اطلاع پاکر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدیار محلّھا و مقامھا یعنے یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت امن کی جگہ یعنے طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔ دیکھو اخبار الحکم مورخہ ۳۰؍ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸۔ جلد ۸ کالم ۳۔ اور اخبار البدر نمبر ۲۰ و ۲۱ مورخہ ۲۴؍ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۵ کالم ۲۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب آگیا ہے۔ مَیں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ **موتا موتی لگ رہی ہے** کہ مَیں بیدار ہوگیا۔ اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے مَیں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔ دوستو! اُٹھو اور ہوشیار ہوجاؤ۔ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہایت مصیبت کا وقت آگیا ہے۔ اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقویٰ کے اور کوئی کشتی نہیں۔ مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں۔ اب ذکھ اُٹھا کر اور سوز و گداز اختیار کرکے اپنا کفارہ آپ دو اور راستی میں محو ہو کر اپنی قربانی آپ ادا کرو اور تقویٰ کی راہ میں پورے ذور سے کام

لے کر اپنا بوجھ آپ اُٹھاؤ کہ ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے کہ رونے والوں پر اُس کا غصہ تھم جاتا ہے مگر وہی جو قبل از وقت روتے ہیں نہ مُردوں کی لاشوں کو دیکھ کر۔ وہ خوف کرنے والوں کے سر پر سے عذاب کی پیشگوئی ٹال سکتا ہے۔ جاہل کہتا ہے کہ یہ پیشگوئی کیوں ٹل گئی۔ لیکن اگر خدا میں یہ عادت نہ ہوتی کہ دُعا اور صدقہ اور خیرات اور گریہ اور بکا سے اُن بلاؤں کو دُور کر دیتا جن کا اُس نے ارادہ کیا ہے یا جن بلاؤں اور عذابوں کو نبیوں کی معرفت ظاہر کر چکا ہے تو دُنیا کبھی کی ہلاک ہو جاتی۔ سو نیکی کرو اور خدا کے رحم کے امیدوار ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کی طرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو۔ اور اگر یہ نہیں تو بیمار کی طرح افتاں خیزاں اس کی رضا کے دروازہ تک اپنے تئیں پہنچاؤ۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو مُردہ کی طرح اپنے اوٹھائے جانے کا ذریعہ صدقہ خیرات کے راہ سے پیدا کرو۔ نہایت تنگی کے دن ہیں اور آسمان پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے۔ آج محض زبانی لاف و گزاف سے تم پار نہیں ہو سکتے۔ ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقویٰ کی راہ پر قدم مارو کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے۔ اپنی خلوت گاہوں کو ذکرِ الٰہی کی جگہ بناؤ۔ اپنے دلوں پر سے ناپاکیوں کے زنگ دُور کرو۔ بیباکیوں اور بخلوں اور بدزبانیوں سے پرہیز کرو اور قبل اس کے کہ وہ وقت آوے کہ انسانوں کو دیوانہ سا بنا دے بیقراری کی دعاؤں سے خود دیوانے بن جاؤ۔ عجب بدبخت وہ لوگ ہیں کہ جو مذہب صرف اس بات کا نام رکھتے ہیں کہ محض زبان کی چالاکیوں پر سارا دارومدار ہو اور دل سیاہ اور ناپاک اور دنیا کا کیڑا ہو۔ پس اگر تم اپنی خیر چاہتے ہو تو ایسے مت بنو۔ عجب بدقسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے نفسِ امّارہ کی طرف ایک نظر بھی اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور بدبُودار تعصب سے دوسروں کو بدزبانی سے پکارتا ہے۔ پس ایسے شخص پر ہلاکت کی راہ کھُلی ہے۔ سو تقویٰ سے پُورا حصہ لو اور خدا ترسی کا کامل وزن اختیار کرو اور دعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔ تم میں سے کون ہے کہ جو بھوک کے وقت صرف روٹی کے نام سے سیر ہو سکتا ہے یا صرف ایک دانہ سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ ایسا ہی تم خدا کو راضی نہیں کر سکتے جب تک پورے طور پر متقی نہ بن جاؤ۔ اپنے دشمنوں کے نفسانی جوشوں کا مقابلہ مت کرو تا تم بھی ایسے ہی نہ ہو جاؤ کیونکہ جاہل کا مقابلہ صرف جہالت کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس اگر وہ تمہیں ستا دیں اور دُکھ دیں یا تمہیں جوش دلانے کے لئے میری

نسبت سبّ و شتم اور دشنام دہی اور ہتک کا طریق اختیار کریں تو تم صبر کرو اور چپ رہو تا وہ خدا جو تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو آسمان پر دیکھتا ہے تمہیں بدلہ دے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ وہ دن آرہے ہیں کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ایسی سختی کے دن کبھی عام طور پر دنیا پر نہیں آئے۔ ایسا ہوا تا وہ پیشگوئیاں پوری ہو جائیں جو ابتداء سے نبیوں نے کی تھیں۔ خدا نے آج سے پچیس ۲۵ برس پہلے طاعون کی خبر مجھ کو دی تھی جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی تھی۔ پھر اس وقت خبر دی جب یہ ملک بیماری سے پاک تھا۔ وہ خبر بھی شائع ہو چکی۔ اور پھر طاعون کے اس سخت حملہ کی خبر جو عنقریب ہونے والا ہے۔ یہ اس لئے ہوئی کہ تا لوگ متنبہ ہو جائیں۔ ان چالاک لوگوں کی پیروی مت کرو جن کے دل گندے اور نجاست سے بھرے ہیں جو دوسروں کو خدا کی طرف بُلاتے اور آپ اس سے دُور ہیں۔ خدا ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کس کی زندگی لعنتی اور کس کی زندگی پاک ہے۔ پس تم ایسے دردناک دُعاؤں میں لگ جاؤ کہ گویا مَر ہی جاؤ۔ تا دوسری موت سے خدا تمہیں بچا دے۔ دُنیا کے لئے بڑی گھبراہٹ کے دن ہیں۔ مگر دُنیا نہیں سمجھتی لیکن کسی دن سمجھے گی۔ دیکھو میں اس وقت اپنا فرض ادا کر چکا ہوں اور قبل اس کے کہ تنگی کے دن آویں مَیں نے اطلاع دے دی ہے۔ اب مَیں ختم کرتا ہوں۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

راقم

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء

(بدر: ۲۷ فروری و ۲ مارچ ۱۹۰۵ء)

اطلاع: اور مَیں نے ان دنوں میں خدا تعالیٰ کے بعض نشانوں اور خاص ہدایتوں کے ظاہر کرنے کے لئے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام نصرۃ الحق ہے وہ قادیان میں چھپ رہی ہے اور صاحبزادہ پیر منظور محمد کو دے دی ہے تا وہ چھاپ کر شائع کریں۔ ہر ایک طالب حق کو اس کا دیکھنا ضروری ہے۔ چاہیئے کہ ان سے قیمتاً طلب کریں۔ والسّلام

خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی

(ریویو اشتہار ۲۹×۲۰ کے ایک صفحہ پر ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دیگا

الدعوت

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں ٭ شد ظہور وعدہائے انبیاء و مرسلین

تا بکے جنگ و نبرد و کارزارت باخدا ٭ اے سیہ باطن! بترس از خشم رب العالمین

چونکہ میرا کام دعوت اور تبلیغ ہے اس لئے میں دوبارہ ظاہر کرتا ہوں۔ اور میں قسم بعزت احدیت جلشانہٗ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہو گئے ہیں کہ خدا تعالےٰ پر بھی ایمان نہیں رہا اور وہ جو اُس کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہے اُس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور یہ ٹھٹھا اور لعن طعن حد سے گذر گیا ہے۔ پس خدا فرماتا ہے کہ میں اُن سے جنگ کروں گا٭ اور میرے وہ حملے اُن پر ہوں گے جو اُن کے خیال و گمان میں نہیں۔ کیونکہ انہوں نے جھوٹ سے اس قدر دوستی کی کہ سچائی کو اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرنا چاہا۔ پس خدا فرماتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے غریب گروہ کو ان درندوں کے حملوں سے بچاؤں اور سچائی کی حمایت میں کئی نشان ظاہر کروں۔ اور وہ فرماتا ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا" پس تم سوچ کر دیکھو کہ یہ دن کیسے ہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔ سچ کہو کہ کیا کبھی تمہارے باپ دادوں نے سُنا تھا کہ جس زور سے اب ملک کو طاعون کھا رہی ہے کبھی پہلے بھی ایسا زور ہوا تھا۔

٭ جنگ سے مراد انسانی جنگ نہیں ہے بلکہ فرشتوں کا جنگ اور قضاء و قدر کا جنگ۔ منہ

اور جس طرح ابھی ۴ ؍اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک شدید زلزلہ نے تمہارے دلوں کو ہلا دیا اور عام نقصان پہنچا دیا اور لوگوں کو دیوانہ سا کر دیا۔ کبھی پہلے بھی تم نے یا تمہارے بزرگوں نے اس مُلک میں دیکھا تھا؟ اور یاد رکھو کہ یہ تمام واقعات صرف تکلّف اور بناوٹ سے پیشگوئیاں قرار نہیں دیئے گئے بلکہ سالہا سال ان کے وجود سے پہلے براہین احمدیہ میں خبر دی گئی تھی اور ایسا ہی دوسری کتابوں میں جو میری تالیف ہیں یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں۔ اور یہ تو پُرانی باتیں ہیں۔ ممکن ہے کہ اکثر لوگوں کو بھُول گئی ہوں گی کیونکہ غفلت اور عداوت اور بدظنّی یہ تینوں جس جگہ اکٹھی ہو جائیں وہاں حافظہ کب درست رہ سکتا ہے۔ خدا کے وعدے بھی ایمانداری سے ہی یاد رہتے ہیں۔ ورنہ جس شخص کا دل ایمان سے خالی ہو وہ ہزار نشانوں کو بھی آنکھوں سے دیکھ کر ایسا دل سے اُتار دیتا ہے جیسا کہ ایک تنکا توڑ کر پھینک دیا جائے۔

غرض مَیں اس وقت پُرانی پیشگوئیوں پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ مَیں اُن پیشگوئیوں کو پیش کرتا ہوں جن کے شائع کئے جانے پر قریباً ایک مہینہ گذرا ہے۔ دیکھو میرا اشتہار الوصیت جس کو مَیں نے ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو شائع کیا تھا۔ یہی اشتہار الحکم نمبر ۷ جلد ۹ کے صفحہ ۱۱ میں ۲۸ فروری ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا۔ اور پھر دوبارہ الحکم مورخہ ۲۴ ؍مارچ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۲ کالم ۲ میں وہی الہام شائع ہوا ہے۔ ان پیشگوئیوں میں سے ایک خبر کے الفاظ یہ ہیں کہ ۲۶ فروری ۱۹۰۵ء کی رات کو جس کی صبح کو ۲۷ ؍فروری ۱۹۰۵ء تھی میں نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شورِ قیامت برپا ہے۔ میرے مُنہ پر یہ الہامِ الٰہی تھا

کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت۔ مقاموں پر اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی۔ اور پھر مارچ کے مہینہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی سے میرے پر ظاہر کیا کہ مکذّبوں کو ایک نشان دکھایا جائیگا۔

اور یہ پیشگوئی بھی اسی الحکم ۲۴ ؍مارچ میں شائع ہو چکی ہے۔ اب اے عزیزو! سوچ لو کہ کیا یہ زلزلہ جو

۴ اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو اس ملک میں ظاہر ہوا **وہی نشان نہیں ہے** جس کی خدا نے پہلے سے خبر دی ہے۔ دیکھو۔ کتابوں میں لکھا گیا تھا کہ مہدی موعود کے زمانہ میں رمضان میں کسوف خسوف ہوگا۔ اور مسیح موعود کی نسبت خود عیسائی صاحبوں کی انجیل میں ہے کہ مسیح کے وقت میں مری پڑیگی یعنی طاعون۔ اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر چڑھائی کرے گا اور سخت زلزلے آئیں گے۔ پس تم نے ان علامتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پھر جبکہ تمام نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ان دونوں منصبوں کا مدعی میں ہوں جو تم میں اس وقت پچیس[۲۵] سال سے موجود ہوں۔ پس میرے بعد کس کا انتظار کروگے؟ ان تمام علامتوں کا مصداق تو وہ ہے جو ان نشانوں کے ظہور کے وقت موجود ہے۔ نہ وہ کہ جس کا ابھی دنیا میں نام و نشان نہیں۔ یہ عجیب سخت دلی ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔ جبکہ میرے دعویٰ کے ساتھ سب نشان ظاہر ہو چکے اور میری مخالفت میں کوششیں بھی ہو کر اُن میں نامرادی اور ناکامی رہی مگر پھر بھی انتظار کسی اور کی ہے؟ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نہ جسمانی طور پر آسمان سے اُترا ہوں اور نہ میں دُنیا میں جنگ اور خونریزی کرنے کے لئے آیا ہوں بلکہ صلح کے لئے آیا ہوں مگر میں خدا کی طرف سے ہوں۔ میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو جنگ اور خونریزی سے دُنیا میں ہنگامہ برپا کرے اور خدا کی طرف سے ہو۔ اور نہ کوئی ایسا مسیح آئے گا جو کسی وقت آسمان سے اُترے گا۔ ان دونوں سے ہاتھ دھو لو۔ یہ سب حسرتیں ہیں جو اس زمانہ کے تمام لوگ قبر میں لے جائینگے نہ کوئی مسیح اُترے گا اور نہ کوئی خونی مہدی ظاہر ہوگا جو شخص آنا تھا وہ آچکا۔ وہ

میں ہی ہوں

مجھ سے خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے۔

تو نے کیوں ایسا کیا۔ حالانکہ ایسی غلطیاں بہو [illegible] ہوتی رہی ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی [illegible]

کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتے رہے ہیں کہ سمجھا کچھ اور آخر ظاہر ہو گیا کچھ۔

عزیزو!! شرم اور حیا کرو کہ خدا کے دن آ گئے اور آسمان تمہیں وہ کرشمے دکھا رہا ہے جن کی تمہارے آباؤ اجداد کو خبر نہ تھی۔ مبارک وہ جو میرے بارے میں ٹھوکر نہ کھاویں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ٭

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد۔ ۱۴؍اپریل ۱۹۰۵ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۱۸×۲۲/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

(ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۱۳۰ پر بھی یہ الہام شائع ہو چکا ہے۔ منہ)

---

(۲۵۸)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بترسید از خدائے بے نیاز و سخت قہارے — نہ پندارم کہ بد بیند خدا ترسے نکوکارے

مرا باور نمی آید کہ رسوا گردد آں مردے — کہ مے ترسد از آں یارے کہ ستار است و غفارے

گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے — ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے

بہ تشویش قیامت ماند ایں تشویش گر بینی — علاجے نیست بہر دفع آں جز حسن کردارے

نہ شاید تافتن سر زاں جناب عزت و غیرت — کہ گر خواہد کشد دریک دمے چوں کرم بیکارے

من از ہمدردیت گفتم تو خود ہم فکر کن بارے — خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا

الانذار

(غور سے پڑھو کہ یہ خدا تعالیٰ کی وحی ہے)

آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ تازہ نشان۔ تازہ نشان کا دھکّہ۔ زلزلة الساعة۔ قوا انفسکم۔ ان اللّٰہ مع الابرار۔ دنیٰ منك الفضل۔ جاء الحق و زھق الباطل۔ ترجمہ مع شرح یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا۔ مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکّہ لگے گا۔ وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا (مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں گے اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدا تعالیٰ اس کو چند مہینوں یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائیگا بہرحال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور ہو۔ قریب ہو یا بعید ہو، پہلے سے بہت خطرناک ہے۔ سخت خطرناک ہے۔ اگر ہمدردی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو مَیں بیان نہ کرتا۔ وہ پہلی پیشگوئی جو مَیں نے الحکم اور البدر میں حادثہ سے پانچ ماہ پہلے ملک میں شائع کر کے خبر دی تھی کہ مُلک میں بڑی تباہی پیدا ہوگی اور شور قیامت برپا ہوگا اور یک دفعہ موتا موتی ظہور میں آجائے گی۔ دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا۔ اور جیسا کہ مَیں نے ابھی لکھا ہے یہ پیشگوئی مذکورہ اخبار الحکم اور البدر میں اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شائع کر دی گئی تھی اور پیشگوئی مذکور یہ ہے عفت الدّیار محلھا ومقامھا۔

یعنے بہت سی مخلوق کو مٹا دینے والی تباہی آئے گی جس سے مکانات بے نشان ہو جائیں گے ان مکانوں اور گھروں کا پتہ نہ ملے گا کہ کہاں تھے۔ دیکھو! کیسی صفائی سے یہ خدا کی باتیں پوری ہوگئیں۔ اگر تم عربی دان نہیں ہو تو عربی دانوں سے پوچھ لو کہ اس وحی کے کیا معنے ہیں؟ کہ عفت الدیار محلّھا و مقامھا۔ اے عزیزو! اس کے یہی معنے ہیں کہ محلّوں اور مقاموں کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے۔ مگر جس حادثہ کی اس وحی الٰہی میں خبر دی گئی تھی اس کے یہ معنے ہیں کہ نہ خانہ رہے گا نہ صاحب خانہ۔ سو خدا تعالےٰ کا فرمودہ جس طور سے اور جس صفائی سے پُورا ہوگیا۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہے اس کی نسبت اشتہار الوصیت میں بھی خبر دی گئی تھی۔ وہ تو جو ہوا سو ہوا۔ مگر اس کے بعد جو آنے والا حادثہ ہے وہ بہت بڑھ کر ہے۔ خدا تعالےٰ لوگوں پر رحم کرے۔ ان کو تقویٰ اور نیک اعمال کا خیال آجاوے۔

بقیہ ترجمہ عربی وحی کا یہ ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ نیکی کر کے اپنے تئیں بچا لو۔ قبل اس کے جو وہ ہولناک دن آوے جو ایک دم میں تباہ کر دے گا۔ اور فرماتا ہے کہ خدا ان کے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہیں اور بدی سے بچتے ہیں۔ اور پھر اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میرا فضل تیرے نزدیک آگیا یعنے وہ وقت آگیا کہ تو کامل طور پر شناخت کیا جاوے حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نشان ظاہر ہوا اور ہوگا۔ اس سے یہ غرض ہے کہ لوگ بدی سے باز آویں اور اس خدا کے فرستادہ کو جو ان کے درمیان ہے شناخت کرلیں۔ پس اے عزیزو! جلد ہر ایک بدی سے پرہیز کرو کہ پکڑے جانے کا دن نزدیک ہے۔ ہر ایک جو شرک کو نہیں چھوڑتا وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ پکڑا جاوے گا۔ ہر ایک جو دُنیا پرستی میں حد سے گذر گیا ہے اور دُنیا کے غموں میں مبتلا ہے وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو خدا کے وجود سے منکر ہے، وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیوں اور رسُولوں اور مُرسلوں کو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا وہ پکڑا جائے گا۔

دیکھو! آج مَیں نے بتلادیا۔ زمین بھی سُنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اُترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اس کی طرف سے ہیں۔ میری طرف سے نہیں ہیں۔ کاش یہ باتیں نیک ظنّی سے دیکھی جاویں۔ کاش مَیں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا تا دُنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔ یہ میری تحریر معمولی تحریر نہیں۔ دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں۔ اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچا لو گے تو بچ جاؤ گے کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہار بھی ہے۔ اور تم سے اگر ایک حصہ بھی اصلاح پذیر ہوگا تب بھی رحم کیا جائے گا۔ ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دے گا۔ نادان بدقسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں۔ ہائے وہ کیوں اس قدر سوتا ہے۔ آفتاب تو نکلنے کو ہے۔ جب خدا تعالےٰ اس وحی کے الفاظ میرے پر نازل کر چکا تو ایک رُوح کی آواز میرے کان میں پڑی جو کوئی ناپاک رُوح تھی اور مَیں نے اس کو یہ کہتے سُنا کہ مَیں سوتے سوتے جہنّم میں پڑ گیا۔ انسان کا کیا حرج ہے کہ اگر وہ فسق و فجور کو چھوڑ دے۔ کونسا اس میں اس کا نقصان ہے۔ اگر وہ مخلوق پرستی نہ کرے آگ لگ چکی ہے۔ اُٹھو اور اس آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ۔ بنی اسرائیل میں جو شخص گناہ کرتا تھا اس کو حکم ہوتا تھا کہ اپنے تئیں قتل کر دے۔ پس گو یہ حکم تمہارے لئے نہیں ہے مگر یہ تو ضرور چاہیئے کہ اس قدر توبہ استغفار کرو تو گویا مر ہی جاؤ تا وہ حلیم خدا تم پر رحم کرے۔ آمین۔ وَالسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

راقم

خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۸ر اپریل ۱۹۰۵ء

مطبوعہ ضیاءالاسلام پریس قادیان۔ تعداد اشاعت ۶۰۰۰

(یہ اشتہار ۱۸ x ۲۲ کے اگلے صفحہ پر ہے)

نوٹ: یہ خبر زلزلہ کی براہین احمدیہ میں بھی میں نے دی تھی جس کو شائع ہوئے قریباً پچیس ۲۵ برس گذر گئے جیسا کہ اسی وحی الٰہی میں خبر ہے۔ واصنع الفلک باعیننا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون۔ اور ایک وحی الٰہی جو اخباروں میں اس ہولناک زلزلہ کی نسبت شائع ہو چکی ہے۔ یہ ہے چونکا دینے والی خبر۔ منہ

---

(۲۵۹)

سونے والو! جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے ٭ جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر ٭ وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولیٰ کریم ٭ نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت توّاب ہے

(از حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

النداء من وحی السماء

یعنی

ایک زلزلہ عظیمہ کی نسبت پیشگوئی بار دوم

وحیِ الٰہی سے

۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت اور ہوش رُبا ہوگا۔ چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس علیم مطلق نے اس آئندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلاوے گا، دُور نہیں ہے۔ مجھے خدائے عزّوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ دونوں زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے دو نشان ہیں انہیں نشانوں کی طرح جو موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوحؑ نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔ اور یاد رہے کہ ان نشانوں کے بعد ابھی بس نہیں ہے بلکہ کئی نشان ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوتے رہیں گے یہانتک کہ انسان کی آنکھ کھُلے گی اور حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ ہر ایک دن سخت اور پہلے سے بدتر آئے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ میں حیرت ناک کام دکھلاؤں گا اور بس نہیں کروں گا جب تک کہ لوگ اپنے دلوں کی اصلاح نہ کرلیں اور جس طرح یوسفؑ نبی کے وقت میں ہوا کہ سخت کال پڑا یہاں تک کہ کھانے کے لئے درختوں کے پتّے بھی نہ رہے اسی طرح ایک آفت کا سامنا موجود ہوگا۔ اور جیسا کہ یوسفؑ نے اناج کے ذخیرے سے لوگوں کی جان بچائی۔ اسی طرح جان بچانے کے لئے خدا نے اس جگہ بھی مجھے ایک رُوحانی غذا کا مہتمم بنایا ہے۔ جو شخص اس غذا کو سچے دل سے پُورے وزن کے ساتھ کھائے گا میں یقین رکھتا ہوں کہ

ؔ۱ قرآن شریف میں اس نشان زلزلہ کی نسبت ایک صاف پیشگوئی سورہ النازعات میں درج ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھا کر جو ایسے امور کے انتظام کے واسطے مامور ہوتے ہیں فرمایا ہے کہ یوم ترجف الراجفۃ۔ تتبعھا الرادفۃ۔ کیا معنے اُس وقت زمین کانپنے لگے گی اور ایسی کانپے گی کہ گویا اس کا نام راجفہ رکھ دیا جائے گا یعنی متواتر زلزلے آتے رہیں گے اور اس کے بعد پھر ایک اور بڑا زلزلہ آئے گا۔ اس میں آئندہ زلزلے کے واسطے ایک پیشگوئی ہے اور جو زلزلہ ہو چکا ہے اس کی بھی پیشگوئی درج ہے۔ یہ قرآن شریف کی صداقت کا ایک بڑا بھاری نشان ہے۔

یہ پیشگوئی دوسرے زلزلہ کی ۹ اپریل ۱۹۰۵ء کی وحی الٰہی کی بنا پر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خطرناک زلزلہ صرف ایک نہیں بلکہ غالباً اس کے بعد کئی اور زلزلے بھی ہیں۔

ضرور اُس پر رحم کیا جائے گا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ پھر کیوں لوگ احمدی جماعت میں سے طاعون سے کیوں مر گئے۔ پس یاد رہے کہ اب تک ایک فرد بھی ہماری جماعت میں سے طاعون یا زلزلہ سے نہیں مرا جس نے عملی حالت کو محبّت کاملہ اور قوتِ ایمان اور پُورے صدق اور صفا اور دین کو مقدّم رکھنے کے ساتھ جمع کیا ہو اور جس کو مَیں نے اُن علامات کے ساتھ شناخت کر لیا ہو یا مجھ کو اُس کے اِس مرتبے کی خبر دی گئی ہو۔ ہاں چونکہ لاکھوں انسان اس جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور اکثر وہ ہیں جو ایک بچّے کی طرح کمزور ہیں اور ایسے بھی ہیں جو کسی ابتلاء کے وقت ثابت قدم بھی نہیں رہ سکتے اور ایسے بھی ہیں جو تھوڑے سے امتحان میں پڑ کر مُرتد ہونے کو تیار ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو یہ اقرار کر کے جھوٹ بولتے ہیں جو ہم نے دین کو دُنیا پر مقدّم کر لیا ہے حالانکہ ابھی تک وہ دُنیا کے گند میں پڑے ہیں۔ ہرگز دین کو دُنیا پر مقدّم نہیں کیا۔ دن رات مُردار دُنیا میں مبتلا اور اسی غم و ہمّ میں گرفتار ہیں اور ان کی عملی حالت اسی پر گواہی دے رہی ہے کہ انہوں نے دین کو دُنیا پر مقدّم نہیں کیا۔ ہرگز نہیں کیا۔ لیکن مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ آہستہ آہستہ بڑی رُوحانی ترقی کر لیں گے۔ غرض ممکن نہیں اور بالکل ممکن نہیں کہ جس شرط پر مَیں لوگوں کو بیعت میں داخل کرتا ہوں اور جس راہ پر مَیں چلانا چاہتا ہوں اس پر مضبوط پنجے مار کر پھر بھی کوئی شخص مورد عذاب الٰہی ہو۔ ہاں کمزوری کی حالت میں اُن کے لئے طاعون سے فوت ہونا ایک شہادت ہے جو گناہ سے صاف کر کے ان کو بہشت میں پہنچائے گی اور یہی خبر خدا نے مجھے دی تھی جس کو مَیں نے عام طور پر شائع کر دیا تھا مگر لوگوں نے جیسا کہ اُن کی عادت ہے اس الہام میں تحریف کر کے اپنی طرف سے یہ شائع کیا کہ گویا میرا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی مرید میرا گو اس کی عملی یا ایمانی حالت کیسی ہی ہو طاعون سے نہیں مریگا۔ تعجّب ہے کہ ہمارے مخالف لوگوں میں افتراء کی عادت کس قدر بڑھ گئی ہے۔ اصل الہام جس سے مَیں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خدا تعالٰے ہر ایک کامل الایمان اور کامل العمل کو جو ہماری جماعت میں سے ہوگا، طاعون کی موت سے بچائے گا۔

یہ ہے الذین اٰمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئٰک لھم الامن وھم

مھتدون ۔ یعنی جن لوگوں نے مجھے قبول کیا اور مجھ پر ایمان لائے اور اپنے ایمان کو کسی ظلم اور قصور اور کسی نوع کے ایمانی یا عملی تاریکی یا نقص کے ساتھ مختلط نہیں کیا وہ طاعون کے حملے سے امن میں رہیں گے۔ پس اس وحی سے کہاں سمجھے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ اپنے اندر کچھ نقص اور ظلم رکھتے ہیں یا کوئی ایمانی کمزوری، وہ بھی اس وعدہ الٰہی کے نیچے داخل ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم والفراط الوھم۔ میں ایسے چند لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو پہلے اس جماعت میں داخل ہوئے تھے اور پھر مرتد ہو گئے۔ اگر وہ اس جماعت میں رہ کر طاعون سے مر جاتے تو جلد باز اور ناواقف لوگ یہی کہتے کہ دیکھو اس جماعت کے یہ لوگ تھے جو طاعون سے مر گئے حالانکہ اُن کے اندر ایک خبیث مادہ تھا جس کو خدا جانتا تھا اور لوگ نہیں جانتے تھے۔ اور وہ اس پھوڑے کی طرح تھے جو اُوپر سے بہت چمکتا ہو اور اندر بجز پیپ کے اور کچھ نہ ہو۔ ہاں خدا نے مجھے یہ خبر دے رکھی ہے کہ طاعون اس جماعت کی تعداد کو بڑھائے گی اور دوسرے مسلمانوں کی تعداد کو گھٹائے گی۔ سو آخر پر دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ پیشگوئی سچی نکلی یا جھوٹی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ظلم کے سبب سے جو کیا گیا اور طاعون کے نشان کو دیکھ کر لوگ ہنسی سے پیش آئے یہ دوسرا نشان زلزلے کا ظاہر ہوا جس کی خبر آج سے قریباً ایک برس پہلے اخبار الحکم اور البدر میں شائع کی گئی تھی اور پہلے اشتہار میں جو لکھا گیا کہ زلزلہ سے پانچ مہینے پہلے الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا ہوا تھا وہ غلطی سے لکھا گیا تھا بلکہ مئی ۱۹۰۴ء میں ان دونوں اخباروں میں اس خوفناک زلزلہ کی خبر شائع کی گئی تھی۔ ساتھ اس کے یہ بھی الہام تھا کہ زلزلے کا دھکا۔ زلزلہ شدیدہ کی نسبت ان دونوں اخبارات میں زلزلہ سے بہت مدت پہلے یہ الہام بھی شائع ہو چکا ہے کہ چونکا دینے والی خبر۔ اور اسی زلزلہ کی نسبت براہین احمدیہ اور سبز اشتہار میں وحی الٰہی شائع ہوئی ہے۔ واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون۔ یعنے ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں مجھ سے بات نہ کر کہ میں ان سب کو غرق کروں گا۔ اور عربی الہام مذکورہ بالا کا مفہوم یہ تھا کہ زلزلہ کے وقت جو مکان بطور سرائے کے ہونگے

یا جو مستقل طور پر سکونت کے مکانات ہوں گے وہ حادثہ زلزلہ سے نابود ہو جائیں گے۔ ان کا نام و نشان نہ رہے گا اور پھر اشتہار الوصیت میں بھی زلزلے سے پہلے شائع کیا گیا تھا۔ کہ موتا موتی کا واقعہ آنے والا ہے۔ جس سے شور قیامت برپا ہوگا۔

غرض اے ناظرین آپ صاحبان بچشم خود دیکھ چکے ہیں کہ وہ پیشگوئی جو میں نے الحکم اور البدر میں شدید زلزلے کے بارے میں آج کی تاریخ سے ایک برس پہلے کی تھی۔ وہ کس زور سے پوری ہوئی۔ اور جو سخت حادثے کانگڑہ اور بھاگسو اور پالم پور اور سوجان پور تیرہ اور دیگر مقامات جیسا کہ کلّو اور ریلو میں ہوئے، اُن کی تفصیل کی اس جگہ حاجت نہیں۔ یہ ایک ایسی پیشگوئی تھی جس سے دلوں پر بہت اثر ہونا چاہئیے تھا۔ مگر مَیں نے سُنا ہے کہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاہور اور امرتسر میں اس پر بھی بہت ٹھٹھا کیا گیا۔ خاص کر پیسہ اخبار کے ایڈیٹر نے اس ٹھٹھے سے بہت سا حصہ لیا اور رد کے طور پر لکھا کہ ایسے زلزلے ہمیشہ آتے ہیں اور جاپان میں بہت زلزلے آیا کرتے ہیں اس شخص نے دیدہ و دانستہ سچائی کا خون کرنا چاہا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ دُنیا میں کوئی نئی بات نہیں۔ نوحؑ کے طوفان تک کا بھی پہلے ایک نمونہ گذر چکا ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ جب کسی شدید حادثہ کی قبل از وقت خبر دے۔ جو اُس ملک کے رہنے والے اُس کو ایک غیر معمولی واقعہ اور ایک انہونی بات خیال کرتے ہوں۔ اور اپنے ملک میں ان کے باپ دادوں نے اس کی نظیر نہ دیکھی ہو اور ایسا امر اُن کے مُلک میں ظاہر ہونا ان کے خیال و گمان میں بھی نہ ہو وہ امر واقع ہو جائے اور وہ پیشگوئی پوری ہو جائے تو پھر بھی اس کو معمولی بات سمجھنا اگر ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ مگر مَیں جانتا ہوں کہ اس درجے کا تعصّب رکھنے والے اور دانستہ حق کو چھپانے والے دُنیا میں بہت کم ہوں گے۔ شاید ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار اس اپنی سیرۃ میں لاہور میں ایک ہی ہوں یا چند آدمی جو انگلیوں پر شمار ہوتے ہیں ان کے ہم مشرب ہوں۔

بہرحال جبکہ پہلی پیشگوئی کو ڈرنے والے دل کے ساتھ نہیں دیکھا گیا اور مجھ کو بقول پیسہ اخبار ایک دکاندار یا افتراء کے کاموں کا تاجر ٹھیرایا گیا ہے تو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اب **دُوسرا نشان**

دکھا دے تا ماننے والوں پر اس کا رحم ہو اور توبہ کرنے والے توبہ کر لیں۔ اور تا وہ لوگ جو کئی منزلوں کی چھتوں کے نیچے سوتے ہیں وہ کسی اور جگہ ڈیرے لگا لیں اس وقت بجز توبہ کیا علاج ہے۔ اس آنے والے حادثہ کے لئے کوئی ٹیکا بھی تجویز نہیں ہو سکتا جس سے تسلی ہو۔ پس میں محض خیر خواہی مخلوق کے لئے ہمدردی سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ کم سے کم ظلم اور تعدی اور فسق و فجور اور ٹھٹھے اور ہنسی سے دستکش ہو جانا چاہیئے۔ بہتر ہے کہ ہر ایک شخص اپنا صدقہ دے اور اگر قربانی بھی کرے تو بہتر ہے اور ٹھٹھے والی مجلسوں سے الگ ہو جاوے۔ یاد رہے کہ اگر کسی کا مذہب اور عقیدہ ناراستی پر ہے مگر وہ ٹھٹھے کرنے والی مجلسوں میں نہیں بیٹھتا اور بدزبانی کرنے والوں کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتا اور فسق و فجور اور ظلم و تعدی اور ہر ایک قسم کی شرارتوں سے اور جھوٹی گواہیوں اور ناحق کے خون اور چوری سے دستکش ہے اور غربت اور مسکینی اور شرافت سے گذارہ کرتا ہے وہ اگرچہ بباعث اپنی مذہبی غلطی کے روز آخرت میں مواخذہ کے لائق ہوگا۔ مگر دنیا میں خدا تعالےٰ کریم و رحیم ہے دوسروں کی نسبت اس پر رحم کرے گا بشرطیکہ شریر جماعتوں کے ساتھ اس کا پیوند اور تعلق نہ ہو۔

خوب یاد رکھو کہ جن قوموں کو خدا تعالیٰ نے اس سے پہلے عذاب میں مبتلا کیا تھا جیسا کہ نوحؑ کی قوم اور فرعون کی قوم اور لوطؑ کی قوم۔ وہ اس لئے ہلاک نہیں کی گئی تھیں کہ مذہبی اختلاف درمیان تھا بلکہ وہ اپنی شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ہلاک کی گئی تھیں۔ نوحؑ کی قوم نے نہ صرف حضرت نوحؑ کو مفتری سمجھا بلکہ دن رات ٹھٹھا ہنسی ان کا پیشہ ہو گیا۔ اور فرعون اور

---

[1] آیت قرآنی وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولا سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہری عذاب کے نازل ہونے سے پہلے خدا کی طرف سے کوئی رسول ضرور مبعوث ہوتا ہے جو خلقت کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ عذاب اس کی تصدیق کے واسطے قہری نشانات ہوتے ہیں اس وقت بھی خدا کا ایک رسول تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تم کو ان عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہے۔ پس سوچو اور ایمان لاؤ تا کہ نجات پاؤ۔ منہ

اس کی قوم نے پہلے سے زیادہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا شروع کیا۔ اور لُوط کی قوم نے فسق و فجور میں جبر تک نوبت پہنچائی۔ اور جب اُن کو سمجھایا گیا تو لُوط اور اس کے اصحاب کی نسبت انہوں نے اپنے رفیقوں کو وہ کہا جو قرآن شریف میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ اخرجوھم من قریتکم انھم اناس یتطھرون۔ یعنی ان لوگوں کو اپنے گاؤں سے باہر نکالو۔ یہ تو طہارت اور تقویٰ لئے پھرتے ہیں۔ یعنی ہمارے مخالف اَور اَور باتیں لوگوں کو کہتے ہیں۔ پس خدا کا غضب اُن قوموں پر بھڑکا* اور اُن کو صفحہ زمین سے ناپدید کر دیا۔ پس کیا تم اُن لوگوں سے زیادہ سخت ہو۔ یا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ سے مقابلے کا کچھ سامان موجود ہے اور اُن کے پاس موجود نہ تھا اور یا تم عذاب سے بَری کئے گئے ہو اور یا خدا تعالےٰ میں اب وہ عذاب دینے کی قوت نہیں جو پہلے تھی۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس آنے والے نشان کے بعد جو مجھ کو قبول کرے گا اس کا ایمان قابلِ عزت نہیں۔ جس کے کان ہیں سُنے خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ زمین والوں نے میری طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ پس جبکہ انسانی سلطنت عدول حکمی سے ناراض ہو جاتی ہے اور ہولناک سزا دیتی ہے، پھر خدا کا غضب کیسا ہوگا۔ پس توبہ کرو کہ دن نزدیک ہیں۔ اور اس بارے میں جو عربی میں مجھے وحی الٰہی ہوئی اس جگہ میں اس کو معہ ترجمہ لکھ کر اس اشتہار کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

---

* درحقیقت اس حادثہ میں اس عادۃ اللہ کی مثال ڈپٹی عبداللہ آتھم اور پنڈت لیکھرام ہیں عبداللہ آتھم نے پیشگوئی کو سُنکر کوئی شوخی نہیں دکھلائی تھی بلکہ روتا رہا اس لئے خدا نے جو رحیم و کریم خدا ہے اس کی میعاد میں تاخیر ڈال دی۔ جیسا کہ پہلے الہام میں اس کا وعدہ تھا۔ مگر لیکھرام نے شوخی دکھلائی اور پیشگوئی کو سُنکر بدزبانی میں بڑھ گیا اور ہر مجلس میں گالیاں دینا اپنا شیوہ اختیار کر لیا۔ اس لئے غیور خدا نے اس کی اصل میعاد بھی پوری نہ ہونے دی اور ابھی پانچ برس ہی گذرے تھے جو اپنی سزا کو پہنچ گیا اور زبان کی چھُری دوسرے رنگ میں اس کو لگ گئی۔ منہ

بخور آنچہ ترا بخورانم - لک درجة فی السمآء و فی الّذین ھم
یبصرون - نزلت لک - لک نری اٰیاتٍ و نھدم ما
یعمرون - قل عندی شھادة من اللہ فھل انتم مؤمنون
کففت عن بنی اسرائیل - ان فرعون وھامان وجنودھما
کانوا خاطئین - انّی مع الافواج اتیک بغتةً -

یعنے جو کچھ میں تجھے کھلاتا ہوں وہ کھا- تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے - اور نیز ان میں درجہ ہے جو آنکھیں رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں - اور میں تیرے لئے زمین پر اُتروں گا تا اپنے نشان دکھلاؤں ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے اور وہ عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں یا آئندہ بنائیں گے گرا دیں گے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے ہوں گے جو عمارتوں کو وقتاً فوقتاً گرائیں گے - اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں ، بچاؤں گا - اس وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھے اسرائیل قرار دیا اور مخلص لوگوں کو میرے بیٹے - اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے - اور پھر فرمایا کہ میں آخر کو ظاہر کروں گا کہ فرعون یعنے وہ لوگ جو فرعون کی خصلت پر ہیں اور ہامان یعنے وہ لوگ جو ہامان کی خصلت پر ہیں اور ان کے ساتھ کے لوگ جو اُن کا لشکر ہیں یہ سب خطا پر تھے - اور پھر فرمایا کہ میں اپنی تمام فوجوں کیساتھ یعنی فرشتوں کے ساتھ نشانوں کے دکھلانے کے لئے ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤں گا یعنے اُس وقت جب اکثر لوگ باور نہیں کریں گے اور ٹھٹھے اور ہنسی میں مشغول ہوں گے اور بالکل میرے کام سے بے خبر ہوں گے تب میں اس نشان کو ظاہر کر دوں گا کہ جس سے زمین کانپ اُٹھے گی - تب وہ روز دُنیا کے لئے ایک ماتم کا دن ہوگا - مبارک وہ جو ڈریں اور قبل اس کے جو خدا کے غضب کا دن آوے توبہ سے اس کو راضی کرلیں کیونکہ وہ حلیم اور کریم اور غفور اور توّاب ہے جیسا کہ وہ شدید العقاب بھی ہے -

یاد رہے کہ ان دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے

جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر ممالک میں شائع کی گئی تھی۔ اگرچہ اُس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ لیکن اب پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیشگوئیاں تھیں جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں۔ چنانچہ پہلی پیشگوئی ان میں سے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ میں موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

فبرّاہ اللّٰہ مما قالوا وکان عند اللّٰہ وجیھا۔ الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ۔ فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکًّا واللّٰہ موھن کید الکافرین یعنے خدا اپنے اس بندے کو ان تہمتوں اور بہتانوں سے بری کرے گا جو اس پر لگائے جائیں گے۔ وہ خود اپنے بندے کے لئے کافی ہے۔ پس جب خدا پہاڑ پر تجلّی کرے گا تو اس کو پارہ پارہ کر دے گا اور جو کچھ مخالف لوگ ناحق کے الزاموں میں مبتلا کرنا چاہیں گے۔ ان کے سب مکر سست کر دے گا۔ اب چونکہ انہیں دنوں میں مخالف لوگ طرح طرح کی تہمتیں لگانے میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور اسی زمانے میں خدا نے زلزلہ شدید کی مجھے ایک برس پہلے خبر دی۔ چنانچہ مطابق اس کے پہاڑوں پر زلزلہ کی سخت آفت آئی۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ پہاڑوں کے پارہ پارہ کرنے سے مراد یہ زلزلہ تھا جس کی الحکم وغیرہ میں ایک برس پہلے خبر دی گئی۔ دوسری پیشگوئی براہین احمدیہ میں زلزلہ کے بارے میں یہ ہے۔

میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

الفتنۃ ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم فلمّا تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکًّا قوۃ الرحمٰن لعبید اللّٰہ الصمد

عربی کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ان دنوں میں تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جائے گا پس خدا تجھے بری کرنے کے لئے ایک نشان دکھائے گا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اس کی تجلّی ہو گی اور

وہ پہاڑ کو پارہ پارہ کر دے گا۔ یہ خدا کی قوت سے ہوگا تا وہ اپنے بندے کے لئے نشان دکھاوے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۷ اور پھر رسالہ آمین میں جو مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ کر ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا تھا۔ یہی خبر نظم میں دی گئی تھی اور وہ شعر یہ ہیں

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت ٭ دکھاؤ جلد تر صدق و انابت

کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت ٭ کہ یاد آجائیگی جس سے قیامت

مجھے یہ بات مولا نے بتا دی ٭ فسبحٰن الّذی اخزی الاعادی

اب سنو اے عزیزو! کہ آج مَیں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ اب چاہو ٹھٹھا کرو، گالیاں دو، تہمتیں لگاؤ اور مفتری نام رکھو اور چاہو تو قبول کرو۔ مَیں نے قبل از وقت بتا دیا۔ بدقسمتو! تم آنے والے عذاب سے بھاگ نہیں سکتے۔ خدا برحق ہے اور اس کے وعدے برحق۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

راقم

خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸؍ اپریل ۱۹۰۵ء

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے آٹھ صفحات پر ہے)

لہ پہلے اکثر مسلمان جو اپنی غلط فہمی سے حضرت عیسٰیؑ کو آسمان سے اُتار رہے تھے وہ بات صحیح نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح ہو کر آنے والا یہی راقم تھا۔ لیکن ان لوگوں کا کچھ قصور نہیں کیونکہ قبل از وقوع کسی پیشگوئی کے معنے کرنے میں عوام تو ایک طرف بعض اوقات انبیاء بھی اجتہادی غلطی کر بیٹھتے ہیں گو بعد اس کے پیشگوئی کے وقوع کے وقت معنے کھل جاتے ہیں۔

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسکو قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

زلزلہ کی خبر بار سوم

آج ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے۔ سو مَیں محض ہمدردی مخلوق کے لئے عام طور پر تمام دُنیا کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آویگی۔ جس کا نام خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ رکھا ہے۔ مَیں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد خدا تعالےٰ اس کو ظاہر فرمادے گا۔ مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دُور نہیں ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے۔ اس کے مقابل پر جو لوگ یہ شائع کر رہے ہیں کہ ایسا کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے۔ وہ اگر منجم ہیں یا کسی اَور علمی طریق سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں، وہ سب جھوٹے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ بجز توبہ اور دل کے پاک کرنے کے کوئی اُس کا علاج نہیں۔ کوئی ہے جو ہماری اس بات پر ایمان لائے؟ اور کوئی ہے جو اس آواز کو دل لگا کر سُنے؟ یہ بھی ملک کی بدقسمتی ہے جو خدا کے کلام کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتے ہیں اور اُن

کے دل ڈرتے نہیں۔خدا فرماتا ہے کہ مَیں چھُپ کر آؤں گا۔مَیں اپنی فوجوں کے ساتھ اُس وقت آؤں گا کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوگا کہ ایسا حادثہ ہونے والا ہے۔غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا کچھ حصہ رات میں سے یا ایسا وقت ہوگا جو اس سے قریب ہے۔

پس اے عزیزو! تم جو خدا تعالیٰ کی وحی پر ایمان لاتے ہو ہشیار ہو جاؤ اور اپنے توبہ کے جامہ کو خوب پاک اور صاف کرو کہ خدا تعالیٰ کا غضب آسمان پر بھڑکا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا کو اپنا چہرہ دکھاوے۔بجز توبہ کے کوئی پناہ نہیں۔ہلاک ہو گئے وہ لوگ جن کا کام ٹھٹھا اور ہنسی ہے جو گناہ اور معصیت سے باز نہیں آتے اور ان کی مجلسیں ناپاکی اور غفلت سے بھری ہوئی ہیں اور اُن کی زبانیں مُردار سے بدتر ہیں۔ وہ بار بار کی شوخیوں سے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتے ہیں۔ وہ دلوں کے اندھے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس روز مَیں اُن پر رحم کروں گا جن کے دل مجھ سے ترساں اور ہراساں ہیں۔ جو نہ بدی کرتے ہیں اور نہ بدی کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں۔اور خدا نے یہ بھی فرمایا کہ اس روز تیرے لئے فتح نمایاں ظاہر ہوگی کیونکہ خدا اس روز وہ سب کچھ دکھلائے گا جو قبل از وقت دُنیا کو سُنایا گیا۔خوش قسمت وہ جو اَب بھی سمجھ جائے۔

یاد رہے کہ خدا کا غیب نہایت عمیق در عمیق ہوتا ہے۔بجز اُن خدا کے مُرسلوں کے جو جناب الٰہی میں برگزیدہ ہوتے ہیں اور کسی پر نہیں کھُلتا اور کسی کو اس خالص غیب سے اطلاع نہیں دی جاتی۔پس مجھے خدا تعالیٰ نے اطلاع دی ہے تا وہ جو خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کرتے اور نہ مجھ کو، اُن کو پتہ لگ جائے۔مَیں محض ہمدردی کی راہ سے یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر بڑے بڑے مکانوں سے جو ۲ منزلے سہ منزلے ہیں اجتناب کریں تو اس میں رعایت ظاہر ہے۔آئندہ اُن کا اختیار۔والسلام

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۹؍اپریل ۱۹۰۵ء بروز شنبہ

(نولکشور پریس لاہور)

(یہ اشتہار $\frac{22 \times 29}{4}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۲۶۴)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ضروری گذارش لائق توجہ گورنمنٹ*

یہ عجیب زمانہ ہے کہ ہمدردی کی بھی ناشکری کی جاتی ہے۔ بعض اخباروں والے خاص کر پیسہ اخبار لاہور اس بات سے بہت ناراض ہوئے ہیں کہ مَیں نے دوسرے زلزلہ کی خبر کیوں شائع کی ہے۔ حالانکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ جو کچھ مَیں نے شائع کیا وہ بدنیتی سے نہیں ہے اور نہ کسی کو آزار دینا اور تشویش میں ڈالنا میرا مقصد ہے۔ مَیں نے پہلے اس سے ۱۹۰۱ء میں ایک زلزلہ شدیدہ کی خبر شائع کی تھی جس کا یہ مضمون تھا کہ ایک زلزلہ سخت آنے والا ہے جو ہولناک ہوگا۔ اور پھر مَیں نے اسی زلزلہ کے بارے میں مئی ۱۹۰۴ء میں بذریعہ اخبار شائع کیا کہ وہ زلزلہ آنے والا ایسا ہوگا کہ جس سے ایک حصہ ملک کا تباہ ہو جائے گا اور بڑی بڑی عمارتیں گریں گی اور جو عارضی طور پر فرودگاہیں ہیں وہ بھی گریں گی اور جو مستقل سکونت کی عمارتیں ہیں وہ بھی نابود ہو جائیں گی۔ اور اس زمانہ سے پچیس ۲۵ برس پہلے بھی مَیں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ

---

* ہماری جماعت کے ہر یک ذی مقدرت لوگوں پر جو مختلف اضلاع میں رہتے ہیں واجب ہوگا کہ عوام کی غلطیاں دُور کرنے کے لئے اور شریر لوگوں کے دھوکہ کے ازالہ کے لئے جو ناحق میرے اشتہارات کے الٹے معنے کرکے سادہ لوگوں کو تشویش میں ڈالتے ہیں اور گورنمنٹ کو عمداً دھوکہ دیتے ہیں کسی قدر اپنے طور پر یہی اشتہار لفظ بلفظ چھاپ کر اپنے گرد و نواح میں اور دُور و نزدیک میں شائع کر دیں۔ تا مستحق ثواب ہوں اور لوگوں کی غلط فہمی دُور ہو جائے۔ منہ

میں اسی زلزلہ کی خبر دی تھی اور لکھا تھا کہ اس سے پہاڑ پھٹ جائیں گے اور بڑی آفت پیدا ہوگی۔ اور جب وہ پیشگوئی ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو پوری ہو گئی اور بندگان خدا کا وہ نقصان ہوا جس کی تحریر کرنے کی حاجت نہیں۔ تب مجھے اس حادثہ سے اس قدر صدمہ پہنچا کہ جس کے بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں۔ اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ بہت ہی کم ایسے لوگ ہوں گے جن کو میری مانند ملک کی اس تباہی کا صدمہ پہنچا ہو۔ کیونکہ اس زلزلہ کے بعد مجھے بار بار یہ خیال آیا کہ مَیں نے بڑا گناہ کیا کہ جیسا کہ حق شائع کرنے کا تھا اس پیشگوئی کو شائع نہ کیا۔ کیونکہ وہ پیشگوئی صرف اردو کے دو اخبار اور دو رسالوں میں شائع ہوئی تھی اور یہ بھی فروگذاشت ہوئی ہے کہ عربی پیشگوئی کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا۔ اور یہ بھی بڑی غلطی ہوئی کہ انگریزی اخباروں میں اس کو شائع نہیں کیا گیا تھا۔ اگرچہ مَیں اس وقت جانتا تھا کہ میرا لکھنا دلوں کو ایک واجبی احتیاط کی طرف مصروف نہیں کرے گا کیونکہ قوم میری باتوں کو بدظنی سے دیکھتی ہے اور ہر ایک بھلائی کی بات جو مَیں پیش کرتا ہوں بجز گالیاں سننے کے مَیں اُس کا کوئی صلہ نہیں پاتا۔ تاہم میرے دل کو اس غم نے سخت گھیرا کہ جو خبر مجھے پہلے سے بہت صفائی سے خدائے علیم و حکیم کی طرف سے ملی تھی مَیں نے اس کی پورے طور پر اشاعت نہ کی اور اگر مَیں پورے طور پر اشاعت کرتا اور بار بار متنبہ کرتا تو ممکن تھا کہ اس پر کاربند ہو کر بعض جانیں بچ جاتیں چنانچہ جس قدر میری جماعت میں سے دھرم سالہ اور کانگڑہ اور کلّو وغیرہ میں لوگ رہتے تھے یا ملازم تھے ایک بھی ان میں سے ضائع نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہی ہوگی کہ وہ زلزلہ کی خبر کو پہلے سے یاد رکھتے ہوں گے اور حتی الوسع اپنی باطنی اصلاح بھی کی ہوگی۔ مَیں اسی غم اور پریشانی میں تھا کہ یک دفعہ پھر مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر ملی کہ ایک زلزلہ اَور آنے والا ہے جو قیامت کا نمونہ ہوگا۔ اس خبر کے سنتے ہی میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور میرے دل کی وہ حالت ہوئی جس کو میرا خدا جانتا ہے۔ اور جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں مَیں پہلے سے بہت شرمندہ تھا کہ مَیں نے زلزلہ کی پہلی خبر کو کماحقہ کیوں شائع نہ کیا اور کیوں بنی نوع کی پوری ہمدردی نہ کی۔ اب

دوسرے زلزلہ کی خبر پا کر میرا دل اس بات کے لئے بے اختیار ہو گیا کہ پہلی فروگذاشت کی اب تدارک کروں۔ اسی غرض سے مَیں نے تین اشتہار شائع کئے تا لوگوں کو متنبہ کروں کہ حتی المقدور اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور جہاں تک ممکن ہو۔ ایسی عمارتوں سے بچیں جو دو منزل سہ منزل ہیں۔ اور اب کی دفعہ مَیں نے پہلی فروگذاشت کو پورا کرنے کے لئے کئی ہزار اشتہار شائع کئے اور اخباروں میں بھی یہی مضمون شائع کرایا اور پایونیر وغیرہ انگریزی اخباروں میں بھی شائع کرا دیا۔ بلکہ اس اطلاع کے لئے ایک چٹھی بخدمت جناب لفٹنٹ گورنر بہادر اور ایک چٹھی جناب نواب لارڈ کرزن وائسرائے بالقابہ کی خدمت میں بھیجی گئی اور ابھی میں اس بات کی طرف متوجہ ہوں کہ یا تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس گھڑی کو ٹال دے اور مجھے اطلاع دے اور یا پورے طور پر بقید تاریخ اور روز اور وقت اس آنے والے حادثہ سے مطلع فرماوے کیونکہ وہ ہر ایک بات پر قادر ہے۔

ؔ؎ اس کے واسطے کوئی تاریخ معین نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے کوئی خاص تاریخ میرے پر ظاہر نہیں فرمائی۔ بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے کہ ہم نے ۱۱ سے ۱۷ مئی مقرر کی تھی مگر یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہم نے کوئی تاریخ نہیں لکھی۔ ایسی پیشگوئیوں میں عموماً یہی سنۃ اللہ ہے۔ چنانچہ انجیل میں بھی صرف یہ لکھا ہے کہ زلزلے آویں گے مگر تاریخ مقرر نہیں ہے۔ مجھے اب تک قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ اس زلزلہ سے درحقیقت ظاہری زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ بہرحال اس سے خوف کرنا لازم اور احتیاط رکھنا ضروری سمجھ کر میں اب تک خیموں میں باہر جنگل میں گذارہ کرتا ہوں اور خیموں کے خریدنے اور عمارتوں کے بنانے میں ایک ہزار روپیہ کے قریب ہمارا خرچ بھی ہو چکا ہے اور اس قدر خرچ کون اٹھا سکتا ہے بجز اس کے جو سچے دل سے ایک آنے والے حادثہ پر یقین رکھتا ہے۔ مجھے بعد میں زلزلہ کی نسبت یہ بھی الہام ہوا تھا۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ مجھے اس پر غور کرنے سے اجتہادی طور پر خیال گذرتا ہے کہ ظاہر الفاظ وحی الٰہی کے یہ چاہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی بہار کے ایام میں پوری ہوگی۔ شاید ان تحریکات کے لئے بہار کے ایام کو کچھ خصوصیت ہو اور ممکن ہے کہ اس وحی کے اور معنے ہوں اور بہار سے مراد کچھ اور ہو۔ منہ

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ کسی بدنیتی یا دلآزاری یا ستانے کے لئے مَیں نے یہ کام نہیں کیا۔ اور جس آنے والے زلزلہ سے مَیں نے دوسروں کو ڈرایا، ان سے پہلے مَیں آپ ڈرا۔ اور اب تک قریباً ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں۔ مَیں واپس قادیان میں نہیں گیا۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ وقت کب آنے والا ہے۔ مَیں نے اپنے مریدوں کو بھی اپنے اشتہارات میں بار بار یہی نصیحت کی کہ جس کی مقدرت ہو اسے ضرور کا ہے کہ کچھ مدت خیموں میں باہر جنگل میں رہے اور جو لوگ بے مقدرت ہیں وہ دُعا کرتے رہیں کہ خدا اس بلا سے ہمیں بچا وے۔ پس میری نیک نیتی پر اس سے زیادہ کون گواہ ہو سکتا ہے کہ اسی خیال سے مَیں مع اہل و عیال اور اپنی تمام جماعت کے جنگل میں پڑا ہوں اور جنگل کی گرمی کو برداشت کر رہا ہوں حالانکہ قادیان طاعون سے بالکل پاک صاف ہے۔ مگر جس بات سے خدا نے ڈرایا اس سے ڈرنا لازم ہے اور جس ضرور کا یقین ہے اس سے بنی نوع کو ڈرانا بھی شرائط ہمدردی میں داخل ہے۔ اگر مَیں دیکھوں کہ کسی گھر کے کسی حصہ کو آگ لگنے کو ہے اور گھر کے لوگ خواب میں ہیں۔ ان کو کچھ خبر نہیں اور مَیں اُن کو اطلاع نہ دوں کہ وہ تشویش میں پڑیں گے تو مَیں ایک سخت گناہ کا مرتکب ہوں گا۔

یہ بھی یاد رہے کہ کسی کمزور بناء پر یہ پیشگوئی نہیں کی گئی ہے بلکہ اگر حکّام کی طرف سے بھی میرے اس دعوے کی پڑتال ہو تو کم سے کم ہزار پیشگوئی ایسی ثابت ہوگی جو وہ سچی نکلی۔ پس جبکہ مَیں صدہا پیشگوئیوں کی سچائی کے تجربہ سے اس بات کے باور کرنے کے لئے ایک بھاری ثبوت اپنے پاس رکھتا ہوں کہ جو کچھ خدا نے مجھے فرمایا ہے سچ ہے تو پھر اس سے لوگوں کو متنبہ نہ کرنا ایک ظلم تھا۔ کیونکہ یہ زلزلہ کی پیشگوئی قطعی نہیں بلکہ شرطی ہے۔ ہر ایک شخص جو نیک چلنی اختیار کرے گا وہ بچایا جائے گا۔ پس ایسے شخص کو کیا غم ہے جو اپنے چال چلن کی درستی رکھتا ہے۔ ہاں وہ بدمعاش لوگ جو اپنا پیشہ بدکاری حرام خوری خونریزی وغیرہ رکھتے ہیں البتہ ایسے اشتہاروں سے وہ تشویش میں پڑیں گے سو اُن کی تشویش کی نہ خدا کو پروا ہے اور نہ گورنمنٹ کو۔ اگر اُن کو خوش رکھنا مقصود ہوتا تو انسانی گورنمنٹیں ان کے لئے جیلخانے کیوں طیار کرتیں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس قسم کی بدظنی ہے جو مخالف لوگ مجھ پر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اشتہاروں سے تشویش میں ڈال دیا ہے۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسی تشویش ہے مَیں منجم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا نہ مجھے علم جیالوجی کی مہارت کا کوئی دعویٰ ہے۔ صرف یہ دعوٰے ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی پاتا ہوں۔ مگر اس دعویٰ کے یہ لوگ سخت منکر ہیں اور اسی بنا پر مجھے کافر اور دجّال کہتے ہیں اور اسی بناء پر یہ لوگ میری تکذیب کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے ہزارہا اشتہار میری نسبت شائع کئے ہیں کہ اس دعویٰ میں یہ شخص جھوٹا ہے بلکہ اس قدر لعنتوں اور گالیوں سے بھرے ہوئے میری نسبت دُنیا میں اشتہار شائع کر چکے ہیں جن سے کم سے کم دس کوٹھے بھر سکتے ہیں تو پھر کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ میری ایسی پیشگوئیوں سے وہ ڈرتے ہوں۔ جو شخص اُن کے نزدیک جھوٹا ہے اس سے ڈرنے کے کیا معنے ہیں٭۔ اگر مجھے بندگانِ خدا کی سچی ہمدردی مجبور نہ کرتی تو مَیں ایک ورق بھی شائع نہ کرتا۔ مگر پہلی پیشگوئی کا بڑے زبردست طور سے پورا ہونا اور ہزارہا جانوں کا نقصان ہونا مجھے کھینچ کر اس طرف لایا کہ مَیں دوسری پیشگوئی کے شائع کرنے میں کوتاہی نہ کروں اور کماحقہٗ شائع کر دوں۔ بعض نے میری طرف سے خط لکھے کہ تو جھوٹا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں۔ لیکن اگر میرے اشتہاروں سے کچھ لوگ احتیاط پر کاربند ہو جائیں اور اپنی کچھ اندرونی اصلاح کر لیں اور ان کی جانیں بچ جائیں تو میری جان کیا

٭ نوٹ۔ اس جگہ نمونہ کے طور پر مخالفین میں سے ایک کا اشتہار نقل کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ ہماری پیشگوئیوں کی جب اس طرح تکذیب کی جاتی ہے تو پھر یہ پیشگوئیاں کسی کے واسطے تشویش کا موجب نہیں ہیں۔ اور نہ لوگ اس سے ڈرتے ہیں بلکہ اس پر مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ چنانچہ ایک تازہ اشتہار کی کچھ عبارت ہم اس جگہ بطور نمونہ کے نقل کر کے دکھلاتے ہیں کہ ایسے مخالفین پر ہماری پیشگوئیوں کا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

اور وہ عبارت یہ ہے

میں آج ۱۰ مئی ۱۹۰۵ء کو اس امر کا بڑے زور اور دعوےٰ سے اعلان کرتا ہوں اور تمام لوگوں کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ خوفناک اور بجھے ہوئے دلوں کو اطمینان اور تسلّی دیتا ہوں کہ قادیانی نے ۵-۸-

چیز ہے۔ کیا مجھے کبھی مرنا نہیں یا اپنی جان سے ایسی محبت رکھتا ہوں کہ بنی نوع کی ہمدردی بھی چھوڑ دوں۔ اور بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ اشتہار اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ تا لوگ ڈر کر ان کی بیعت قبول کر لیں مگر میں حق پوشی کا میں کیا جواب دوں۔ میں بار بار انہیں اشتہارات میں لکھ چکا ہوں کہ اصلاح نفس اور توبہ سے اس جگہ میری یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی ہندو یا عیسائی مسلمان ہو جائے یا میری بیعت اختیار کرے۔ بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی کا مذہب غلطی پر ہے تو اس غلطی کی سزا کے لئے یہ دنیا عدالت گاہ نہیں ہے، اس کے لئے عالم آخرت مقرر ہے اور جس قدر قوموں کو پہلے اس سے سزا

---

* بقیہ نوٹ۔ ۱۲ اور ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء کے اشتہاروں اور اخباروں میں جو لکھا ہے کہ ایک ایسا سخت زلزلہ آئے گا جو ایسا شدید اور خوفناک ہوگا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ گرشن قادیانی زلزلہ کے آمد کی تاریخ یا وقت نہیں بتلاتا۔ مگر اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ زلزلہ ضرور آئے گا۔ اس لئے میں ان بھولے بھالے سادہ لوح آدمیوں کو جو قادیانی کی طرف لفاظیوں اور اخباری رنگ آمیزیوں سے خوفناک ہو رہے ہیں بڑے زور سے اطمینان اور تسلّی دیتا ہوا خوشخبری سُناتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے شہر لاہور وغیرہ میں یہ قادیانی زلزلہ ہرگز نہیں آئے گا! نہیں آئے گا!! اور نہیں آئے گا!!! اور آپ ہر طرح اطمینان اور تسلّی رکھیں۔ مجھے یہ خوشخبری حقیقی نور الٰہی اور کشف کے ذریعہ سے دی گئی ہے جو انشاء اللہ بالکل ٹھیک ہوگی۔ میں مکرر سہ کرر کہتا ہوں اور اس نور الٰہی سے جو مجھے بذریعہ کشف دکھلایا گیا ہے مستفیض ہو کر اور اس کے اعلان کی اجازت پا کر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ قادیانی ہمیشہ کی طرح اس زلزلہ کی پیشگوئی میں بھی ذلیل اور رسوا ہوگا۔ اور خداوند تعالےٰ حضرت خاتم المرسلین شفیع المذنبین کے طفیل سے اپنی گنہگار مخلوق کو اپنے دامن عاطفت میں رکھ کر اس نارسیدہ آفت سے بچائے گا اور کسی فرد بشر کا بال تک بیشکا نہ ہوگا۔

علامہ محمد بخش حنفی سیکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور

❖ ❖ ❖

ہوئی ہے مثلاً آسمان سے پتھر برسے یا طوفان سے غرق کئے گئے یا زلزلہ نے اُن کو فنا کیا اس کا یہ باعث نہیں تھا کہ وہ بُت پرست تھے یا آتش پرست یا کسی اور مخلوق کے پرستار تھے۔ اگر وہ سادگی اور شرافت سے اپنی غلطیوں پر قائم ہوتے تو کوئی عذاب ان پر نازل نہ ہوتا۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ خدا تعالےٰ کی آنکھ کے سامنے سخت گناہ کئے اور نہایت درجہ شوخیاں دکھلائیں اور اُن کی بدکاریوں سے زمین ناپاک ہوگئی۔ اس لئے اسی دُنیا میں اُن پر عذاب نازل ہوا۔ خدا کریم و رحیم ہے۔ اور غضب میں دھیما ہے۔ اگر اس زمانہ کے لوگ اُس سے ڈریں اور بدکاریوں اور ظلمتوں اور طرح طرح کے بُرے کاموں پر ایسی جرأت نہ کریں کہ گویا خدا نہیں ہے تو پھر ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا جیسا کہ وہ فرماتا ہے مایفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم پ۵ ع۱۸ یعنے خدا تمہیں عذاب دے کر کیا کریگا اگر تم شکر گذار بن جاؤ اور خدا پر ایمان لاؤ اور اس کی عظمت اور سزا کے دن سے ڈرو۔ ایسا ہی اس کے مقابل پر فرماتا ہے قل مایعبؤا بکم ربّی لولا دعاؤکم پ۱۹ ع۵ یعنی ان کو کہدے کہ اگر تم نیک چلن انسان نہ بن جاؤ اور اس کی یاد میں مشغول نہ رہو تو میرا خدا تمہاری زندگی کی پروا کیا رکھتا ہے۔ اور سچ ہے کہ جب انسان غافلانہ زندگی بسر کرے اور اس کے دل پر خدا کی عظمت کا کوئی رعب نہ ہو اور بیقیدی اور دلیری کے ساتھ اس کے تمام اعمال ہوں تو ایسے انسان سے ایک بکری بہتر ہے جس کا دودھ پیا جاتا ہے اور گوشت کھایا جاتا ہے اور کھال بھی بہت سے کاموں میں آجاتی ہے اور مَیں جانتا ہوں کہ جس قدر مَیں نے لکھا ہے وہ اُن لوگوں کے لئے بس ہے جن کے دل ٹیڑھے نہیں ہیں اور جو جانتے ہیں کہ خدا ہے۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۱ر مئی ۱۹۰۵ء

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں ۲۲ر مئی ۱۹۰۵ء کو چھپ کر شائع ہوا (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحات پر ہے)

٭ اسی پیشگوئی کے متعلق جو زلزلہ ثانیہ کی نسبت شائع ہوچکی ہے آج ۲۲ر مئی ۱۹۰۵ء کو بوقت پانچ بجے صبح خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ وحی ہوئی صدقت الرؤیا انا کذالک المتصدقین یعنی زلزلہ کی نسبت تیرے دیکھے ہوئے کو ہم نے سچا کرکے دکھلا دیا اور اسی طرح ہم صدقہ دینے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ منہ

(۲۶۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

تبلیغ الحق

واضح ہو کہ کسی شخص کے ایک کارڈ کے ذریعہ سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسین بوجہ اس کے کہ اُس نے خلیفۂ وقت یعنے یزید سے بیعت نہیں کی باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔ لعنت اللہ علے الکاذبین۔ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے مُنہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں۔ مگر ساتھ اس کے مجھے یہ بھی دل میں خیال گذرتا ہے کہ چونکہ اکثر شیعہ نے اپنے وِرد تبرّے اور لعن و طعن میں مجھے بھی شریک کر لیا ہے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ کسی نادان بے تمیز نے سفیہانہ بات کے جواب میں سفیہانہ بات کہہ دی ہو جیسا کہ بعض جاہل مسلمان کسی عیسائی کی بدزبانی کے مقابل پر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتا ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت کچھ سخت الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ بہرحال میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دُنیا کا کیڑہ اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے:-

قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دُور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دُنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دُنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن

ہے۔ جو شخص مجھے بُرا کہتا ہے یا لعن طعن کرتا ہے اس کے عوض میں کسی برگزیدہ اور محبوب
الٰہی کی نسبت شوخی کا لفظ زبان پر لانا سخت معصیت ہے۔ ایسے موقع پر درگذر کرنا اور نادان دشمن
کے حق میں دعا کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اگر وہ لوگ مجھے جانتے کہ مَیں کس کی طرف سے ہوں تو ہرگز بُرا نہ کہتے
وہ مجھے ایک دجّال اور مفتری خیال کرتے ہیں۔ مَیں نے جو کچھ اپنی نسبت دعویٰ کیا اور جو کچھ اپنے مرتبہ
کی نسبت کہا وہ مَیں نے نہیں کہا بلکہ خدا نے کہا۔ پس مجھے کیا ضرورت ہے کہ ان بحثوں کو طول دوں
اگر مَیں درحقیقت مفتری اور دجّال ہوں اور اگر درحقیقت میں اپنے ان مراتب کے بیان کرنے میں
جو مَیں خدا کی وحی کی طرف اُن کو منسوب کرتا ہوں کاذب اور مفتری ہوں تو میرے ساتھ اس دنیا اور
آخرت میں خدا کا وہ معاملہ ہوگا جو کاذبوں اور مفتریوں سے ہوا کرتا ہے کیونکہ محبوب اور مردود یکساں
نہیں ہوا کرتے۔ سو اے عزیزو! صبر کرو کہ آخر وہ امر جو مخفی ہے کھل جائے گا۔ خدا جانتا ہے کہ
مَیں اس کی طرف سے ہوں اور وقت پر آیا ہوں۔ مگر وہ دل جو سخت ہوگئے اور وہ آنکھیں جو بند
ہوگئیں مَیں ان کا کیا علاج کر سکتا ہوں۔ خدا میری نسبت اشارہ کرکے فرماتا ہے کہ "دنیا میں ایک
نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا"

پس جبکہ خدا نے اپنے ذمّہ لیا ہے کہ وہ زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا تو اس
صورت میں کیا ضرورت ہے کہ کوئی شخص میری جماعت میں سے خدا کا کام اپنے گلے ڈال کر میرے
مخالفوں پر ناجائز حملے شروع کرے۔ نرمی کرو اور دعا میں لگے رہو اور سچی توبہ کو اپنا شفیع ٹھہراؤ اور زمین
پر آہستگی سے چلو۔ خدا کسی قوم کا رشتہ دار نہیں ہے۔ اگر تم نے اس کی جماعت کہلا کر تقویٰ اور طہارت
کو اختیار نہ کیا اور تمہارے دلوں میں خوف اور خشیت پیدا نہ ہوا تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہیں مخالفوں
سے پہلے ہلاک کرے گا کیونکہ تمہاری آنکھ کھولی گئی اور پھر بھی تم سو گئے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ
خدا کو تمہاری کچھ حاجت ہے۔ اگر تم اُس کے حکموں پر نہیں چلو گے، اگر تم اس کی حدود کی عزت
نہیں کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کرے گا اور ایک اَور قوم تمہارے عوض لائے گا جو اس کے حکموں پر چلے گی
اور میرے آنے کی غرض صرف یہی نہیں کہ مَیں ظاہر کروں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یہ تو

مسلمانوں کے دلوں پر سے ایک روک کا اُٹھانا اور سچا واقعہ ان پر ظاہر کرنا ہے بلکہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ تا مسلمان خالص توحید پر قائم ہو جائیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذوق اور احسان سے ظاہر ہوں اور اُن کے اندر سے ہر ایک قسم کا گند نکل جائے۔ اور اگر مخالف سمجھتے تو عقائد کے بارے میں مجھ میں اور اُن میں کچھ بڑا اختلاف نہ تھا مثلاً وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مع جسم آسمان پر اُٹھائے گئے۔ سو میں بھی قائل ہوں کہ جیسا کہ آیت انی متوفیک و رافعک الی کا منشا ہے۔ بے شک حضرت عیسیٰ بعد وفات مع جسم آسمان پر اُٹھائے گئے۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ جسم عنصری نہ تھا بلکہ ایک نورانی جسم تھا جو اُن کو اسی طرح خدا کی طرف سے ملا جیسا آدم اور ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد اور یحییٰ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کو ملا تھا۔ ایسا ہی ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ضرور دنیا میں دوبارہ آنے والے تھے۔ جیسا کہ آگئے۔ صرف فرق یہ ہے کہ جیسا کہ قدیم سے سنت اللہ ہے ان کا آنا صرف بروزی طور پر ہوا جیسا کہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں بروزی طور پر آیا تھا۔ پس سوچنا چاہیئے کہ اس قلیل اختلاف کی وجہ سے جو ضرور ہونا چاہیئے تھا اس قدر شور مچانا کس قدر تقویٰ سے دور ہے۔ آخر جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے حَکَم بن کر آیا، ضرور تھا کہ جیسا کہ لفظ حَکَم کا مفہوم ہے کچھ غلطیاں اس قوم کی ظاہر کرتا جن کی طرف وہ بھیجا گیا ورنہ اس کا حَکَم کہلانا باطل ہوگا۔ اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے مخالفوں کو صرف یہ کہہ کر کہ اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون اس اعلان کو ختم کرتا ہوں۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

المعلن خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی۔ ۸ ؍ اکتوبر ۱۹۰۵ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶ کے چار صفحہ پر ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

زلزلہ کی پیشگوئی

دوستو! جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے ÷ پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے
یہ جو ماہ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ ÷ تم یقیں سمجھو کہ یہ اک زجر سمجھانے کو ہے
آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج ÷ آسماں اے غافلو! اب آگ برسانے کو ہے

اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا تھا یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں فرمایا تھا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ چنانچہ میں نے یہ پیشگوئی رسالہ الوصیت کے صفحہ ۳، ۴، ۱۴ میں اور نیز اپنے اشتہارات اور اخبار الحکم اور بدر میں شائع کر دی تھی۔ سو الحمد للہ والمنت کہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔ لیکن آج یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو صبح کے وقت پھر خدا نے یہ وحی میرے پر نازل کی جس کے یہ الفاظ ہیں زلزلہ آنے کو ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں بلکہ آنے کو ہے اور یہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیشگوئی کے مطابق پورا ہوا۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے رسالہ الوصیت کے صفحہ ۳ و ۴ میں قبل از وقت لکھا تھا۔ صرف ایک زلزلہ کی پیشگوئی نہیں۔ بلکہ کئی زلزلوں کی نسبت خدا نے مجھے اطلاع دی تھی۔ سو یہ وہ زلزلہ تھا جس کا موسم بہار میں آنا خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق ضروری تھا۔ سو آگیا۔ اور ممکن ہے کہ وہ موعود زلزلہ قیامت کا نمونہ بھی موسم بہار میں ہی آوے۔ اس لئے میں مکرر اطلاع دیتا ہوں اور متنبہ کرتا ہوں کہ جہاں

تک میرا خیال ہے وہ دن دُور نہیں ہے۔ توبہ کرو اور پاک اور کامل ایمان اپنے دلوں میں پیدا کرو اور ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں میں مت بیٹھو تا تم پر رحم ہو۔ یہ مت خیال کرو کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک جو بچایا جائے گا اپنے کامل ایمان سے بچایا جائے گا۔ کیا تم ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو؟ یا ایک قطرہ پانی کا تمہاری پیاس بجھا سکتا ہے؟ اسی طرح ناقص ایمان تمہاری رُوح کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ آسمان پر وہی مومن لکھے جاتے ہیں جو وفاداری سے اور صدق سے اور کامل استقامت سے اور فی الحقیقت خدا کو سب چیز پر مقدم رکھنے سے اپنے ایمان پر مُہر لگاتے ہیں۔ میں سخت دردمند ہوں کہ میں کیا کروں اور کس طرح ان باتوں کو تمہارے دل میں داخل کر دوں اور کس طرح تمہارے دلوں میں ہاتھ ڈال کر گند نکال دوں۔ ہمارا خدا نہایت کریم و رحیم اور وفادار خدا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کوئی حصہ خباثت کا اپنے دل میں رکھتا ہے اور عملی طور پر اپنا پورا صدق نہیں دکھلاتا تو وہ خدا کے غضب سے بچ نہیں سکتا۔ سو تم اگر پوشیدہ بیج خیانت کا اپنے اندر رکھتے ہو تو تمہاری خوشی عبث ہے اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی پکڑے جاؤ گے جو خدا تعالیٰ کی نظر کے سامنے نفرتی کام کرتے ہیں بلکہ خدا تمہیں پہلے ہلاک کرے گا اور بعد میں اُن کو تمہیں آرام کی زندگی دھوکہ نہ دے کہ بے آرامی کے دن نزدیک ہیں۔ اور ابتدا سے جو کچھ خدا تعالیٰ کے پاک نبی کہتے آئے ہیں وہ سب ان دنوں میں پورا ہوگا۔ کیا خوش نصیب وہ شخص ہے جو میری بات پر ایمان لاوے اور اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے۔ اور کیا بدنصیب وہ شخص ہے جو بڑھ بڑھ کے دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس جماعت میں داخل ہوں مگر خدا اس کے دل کو ناپاک اور دُنیا سے آلودہ اور خیانتوں سے پُر دیکھتا ہے۔ اور اس کے بعد تم لوگوں سے جھگڑا مت کرو اور دُعا میں مشغول رہو۔ ٹھٹھے اور ہنسی سے پرہیز کرو اور کسی کو دُکھ مت دو۔ اور ڈرتے رہو جب تک کہ وہ خوفناک دن آوے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ تمہیں یہ بھی ضروری نہیں کہ اوس خوفناک دن سے پہلے کسی اخبار یا اشتہار کا جو اس پیشگوئی کی تکذیب کے بارے

یں لکھا گیا ہو رد کرو۔ کیونکہ اب خدا اُن تکذیبوں کا آپ جواب دے گا۔ نیکی کرو بھلائی کرو۔ صدقہ دو۔ راتوں کو اُٹھ کر اپنے یگانہ خدا کو یاد کرو اور اگر گالیوں کا پہاڑ بھی تم پر ٹوٹ پڑے تو اُن کی طرف نظر اُٹھا کر مت دیکھو۔ خدا کے غضب کے دن سے فرشتے بھی کانپتے ہیں۔ سو تم ڈرتے رہو۔ ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین ھم محسنون۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور

۲؍ مارچ ۱۹۰۶ء

انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم (مالک مطبع) کے اہتمام چھپ کر شائع ہوا۔

(یہ اشتہار ۲۲×۲۹/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

(۲۶۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار واجب الاظہار

از طرف ایں خاکسار در بارہ پیشگوئی زلزلہ

دوستو! جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے ۔ پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے
وہ جو ماہ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ ۔ تم یقیں سمجھو کہ وہ اک زجر سمجھانے کو ہے

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج • آسماں اے غافلو! اب آگ برسانے کو ہے
کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی رہ گم ہو گئی • اک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانے کو ہے
کس نے مانا مجھ کو ڈر کر کس نے چھوڑا بغض و کیں • زندگی اپنی تو اُن سے گالیاں کھانے کو ہے
کافر و دجّال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں • کون ایماں صدق اور اخلاص سے لانے کو ہے
جس کو دیکھو بدگمانی میں ہے حد سے بڑھ گیا • گر کوئی پوچھے تو سَو سَو عیب بتلانے کو ہے
چھوڑتے ہیں دیں کو اور دُنیا سے کرتے ہیں پیار • سَو کریں وعظ و نصیحت کون پچھتانے کو ہے
ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی مصیبت دیکھ کر • پر خدا کا ہاتھ اب اس دل کے ٹھہرانے کو ہے
اس لئے اب غیرت اس کی کچھ تمہیں دکھلائے گی • ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانے کو ہے
موت کی رہ سے ملیگی اب تو دیں کو کچھ مدد • ورنہ دیں اے دوستو اک روز مر جانے کو ہے
یا تو اک عالَم تھا قرباں اُس پہ یا آئے یہ دن • اک عبد العبد بھی اس دیں کو جھٹلانے کو ہے

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ۹ مارچ ۱۹۰۶ء

(یہ اشتہار رسالہ "چشمہ مسیحی" کے ٹائٹل پیج ۲ پر درج ہے)

---

(۲۶۶)

زلزلہ کی پیشگوئی منظوم [1]

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن • زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن
تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصّہ کیا کہیں • پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن

---

[1] یہ نظم ہفتہ وار پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء کے جو ایک لاکھ کی تعداد میں شائع ہوا تھا کے صفحہ ۱۰ پر مع تصویر حضرت اقدس شائع ہوئی تھی وہاں سے نقل کی گئی ہے (المرتب)

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو ۔ ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

غیر کیا جانے کہ غیرت اس کی کیا دکھلائے گی ۔ خود بتائے گا انہیں وہ یار بتلانے کے دن

وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشاں کی پنج بار ۔ یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانے کے دن

طالبو تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں ۔ اس میرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے ۔ اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اے میرے پیارے یہی میری دعا ہے روز و شب ۔ گود میں تیری ہوں ہم اُس خونِ دل کھانے کے دن

کرمِ خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ۔ فضل کا پانی پلا اُس آگ برسانے کے دن

اے میرے یار یگانہ اے میری جاں کی پناہ ۔ کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن

پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے میرے پیارے قدیر ۔ کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے ۔ اے میرے سورج دکھا اس دیں کے چمکانے کے دن

دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر ۔ اک نظر فرما کہ جلد آئیں تیرے آنے کے دن

چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے غم سے رہا ۔ کب تلک لمبے چلے جائیں گے ترسانے کے دن

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے ۔ کیا میرے دلدار تُو آئے گا مر جانے کے دن

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ میرے اے ناخدا ۔ آ گئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن

تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو ۔ ورنہ دیں میّت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن

اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں ۔ دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانے کے دن

میرے دل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر ۔ آ گئے ہیں اب زمیں پر آگ بھڑکانے کے دن

جب سے میرے ہوش غم سے دیں کے ہیں جاتے رہے ۔ طور دنیا کے بھی بدلے ایسے دیوانے کے دن

چاند اور سورج نے دکھلائے ہیں دو داغِ کسوف ۔ پھر زمیں بھی ہو گئی بے تاب تھرّانے کے دن

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا ۔ لرزہ آیا اس زمیں پر اس کے چلّانے کے دن

صبر کی طاقت جو تھی وہ اے پیارے اب نہیں ۔ میرے دلبر اب دکھا اس دل کے بہلانے کے دن

دوستو! اُس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی — آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا — اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے — پر یہی ہیں دوستو اُس یار کے پانے کے دن

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے — اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں — اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گُن گانے کے دن

خدمتِ دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کیں سے وقت — اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن

ٹ خدا تعالیٰ کے اصل لفظ جو مجھ پر نازل ہونے ہیں یہ ہیں "چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار" یعنی پنج مرتبہ غیر معمولی طور پر زلزلہ آئے گا جو اپنی شدت میں نظیر نہیں رکھتا ہوگا۔

مرزا غلام احمد بقلم خود۔ رئیس قادیان گورداسپور پنجاب

---

(۲۶۷)

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم آمین اللھم اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درخواست مباہلہ منظوم

الحمد للہ الّذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر رسلہ وافضل انبیائہ وسلالۃ اصفیائہ محمدن المصطفٰی الذی یصلی علیہ اللہ والملائکۃ والمومنون المقربون

اما بعد

۱۴ مئی ۱۹۰۰ء کی ڈاک میں ۱۰ بجے کے قریب دہلی سے آیا ہوا مجھے ایک پیکٹ ملا جو احمد مسیح واعظ ایس۔ پی۔ جی مشن دہلی نے شائع کیا ہے اور جس میں میرے ساتھ مباہلہ کی درخواست کی ہے اگرچہ ایک عرصہ گذر چکا ہے کہ میں اللہ کے الہام اور ایماء کے موافق اس ذریعہ سے تمام پادریوں اور دوسرے مخالفین اسلام پر حجت پوری کر چکا ہوں اور کوئی شخص مُباہلہ کے لئے نہیں آیا۔ پادریوں نے تو ہمیشہ یہ عذر کر کے ہی اس پیالہ کو ٹالا کہ ہمارے مذہب میں درست نہیں۔ مگر اب معلوم نہیں کہ احمد مسیح نے اس کے جواز کا فتویٰ کہاں سے حاصل کیا۔ بہرحال مجھے اس سے کچھ بحث نہیں میں نے اس درخواست مُباہلہ کو جو احمد مسیح عیسائی نے میری کسی درخواست کے بغیر از خود شائع کی ہے غور سے پڑھا۔

دہلی کے سوا دوسری جگہ کے لوگ تو شاید احمد مسیح کے نام سے بھی واقف نہ ہوں۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک گمنام آدمی سے مُباہلہ کا کیا فائدہ ہوگا۔ وہ اپنے مباحثہ کا اثر صرف اپنی ہی ذات تک مانتا ہے تو مباہلہ کا اثر اس کی قوم پر کیونکر سمجھا جاوے گا۔ اور علاوہ بریں وہ تو پہلے ہی سے اندھا ہے۔ اور احمد مسیح اپنی اس درخواست میں کوئی وجہ نہیں بتاتا کہ وہ میر قاسم علی صاحب سے کیوں مباہلہ نہیں کرتا جبکہ مباحثہ اسی سے کیا ہے۔ ہمارے سیّد و مولا امام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مباہلہ کے لئے نصاریٰ نجران کو دعوت دی تھی تو وہ مباہلہ ایک قوم کے ساتھ تھا بلکہ ان میں دو بشپ بھی تھے۔ اس لئے ایک فرد واحد سے مباہلہ کرنا خدا تعالیٰ کے اس آسمانی فیصلہ سے ہنسی کرنا ہے میں جیسا کہ ظاہر کر چکا ہوں۔ اس سے پہلے مُباہلہ کے ذریعہ پادریوں پر حجت پوری کر چکا ہوں۔ دیکھو انجام آتھم صفحہ ۳۴۔ اور آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۲۔ احمد مسیح کو اگر مباہلہ کرنا ہی ہے تو وہ میرے مرید میر قاسم علی صاحب سے بطور خود کرے جس نے اس کو دعوت کی ہے۔ لیکن اگر میرے ساتھ ہی مباہلہ ضروری ہے تو میں اس کی درخواست کو اس صورت میں منظور کر سکتا ہوں جب لاہور، کلکتہ، مدراس اور بمبئی کے بشپ صاحبان جو اپنے عہدہ، واقفیت، رسوخ اور اثر کی وجہ سے زیادہ قابل قدر ہیں ایسی درخواست کریں کیونکہ اس صورت میں مباہلہ کا اثر تمام قوم پر ہوگا نہ کہ فرد

واحد پر جس کا اپنی قوم پر کچھ بھی اثر نہیں اور ایک ایسے شخص کے ساتھ (جو ایک کثیر التعداد جماعت کا امام اور مذہبی پیشوا ہو) مباہلہ کرنے والے اسی قسم کے لوگ ہونے چاہئیں۔ پس اگر احمد مسیح میرے ساتھ ہی مباہلہ کا شایق ہے جیسا کہ اس کی درخواست ظاہر کرتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ مذکورہ بالا بشپ صاحبان کی دستخطی درخواست میرے پاس بھجوا دے۔ مَیں ان کی درخواست کو انشاء اللہ العزیز رد نہیں کروں گا۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ وہ چاروں یکجا جمع نہیں ہو سکتے تو مَیں یہ بھی ظاہر کر دیتا ہوں کہ ایک جگہ جمع ہونے کی حاجت نہیں، تحریری مباہلہ شائع ہو سکتا ہے جب ان کی درخواست میرے پاس پہنچے گی تو پھر اخبارات میں مضمون مباہلہ فریقین کی طرف سے شائع ہو جائے گا اور اس کا انجام فیصلہ کن ہوگا۔ مَیں محض حق رسانی کے خیال سے یہ بھی منظور کرتا ہوں کہ اگر چاروں بشپ صاحبان انکار کر دیں تو پھر ان چاروں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی باقیوں کے وکیل کی حیثیت سے مباہلہ کر لیا جاوے گا۔ مگر یہ درخواست ان کی طرف سے ہوگی۔ اس امر کے جواب کے لئے مَیں کافی وقت دیتا ہوں اور تین ماہ تک ان کا انتظار کروں گا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

خاکسار:۔ مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان۔ مورخہ ۵ رمئی ۱۹۰۶ء

انوار احمدیہ پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۲۶۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمد مسیح کے ساتھ مُباہلہ منظور

۱۲؍مئی ۱۹۰۶ء کی ڈاک میں مجھے دہلی کے اندھے عیسائی احمد مسیح کا وہ اشتہار ملا تھا جس میں عیسائی مذکور نے اسلام اور عیسائیت کے درمیان آخری فیصلہ کرنے کے واسطے مجھے مباہلہ کے واسطے طلب کیا۔ اس کے جواب میں پانچ مئی کے اشتہار میں مَیں نے اس دعوت کو قبول کیا۔ بدیں شرط کہ لاہور، کلکتہ، مدراس اور بمبئی چار مقامات کے بشپ صاحبان اس مباہلہ میں شامل ہوں۔ اور اس شمولیت کے واسطے ان کے لئے تکلیف سفر برداشت کرنے اور کسی ایک جگہ جمع ہونے کی بھی شرط قرار نہیں دی۔ کیونکہ میرے نزدیک مُباہلہ تحریری بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ اشتہار علاوہ علیحدہ چھپنے کے اخبار بدر مورخہ ۱۰؍مئی ۱۹۰۶ء کے صفحہ اوّل پر اور اخبار الحکم مورخہ ۱۰؍مئی ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۱ پر بھی شائع ہو چکا ہے۔ اور اس کے جواب کے واسطے تین ماہ کی لمبی مہلت بھی دی گئی ہے۔ لیکن آج مجھے خیال آیا ہے کہ اس مباہلہ میں عیسائی صاحبان کو اَور بھی سہولت دی جاوے تاکہ ان کا کوئی جھوٹا عذر بھی باقی نہ رہے۔ اس واسطے مَیں اعلان کرتا ہوں کہ مَیں مباہلہ کے واسطے خود احمد مسیح نابینا کے بالمقابل ہی طیار ہوں۔ بشپ صاحبان اگر پسند نہیں کرتے تو وہ بالمقابل اپنا نام پیش نہ کریں بلکہ اپنی تحریری سند دے کر بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے اخبار پاؤنیر یا سول میں صرف یہ شائع کر دیں کہ احمد مسیح کا مغلوب ہونا ہر چہار بشپ صاحبان کا مغلوب ہونا سمجھا جاوے گا۔ یہ بات بھی ہم اس واسطے کہتے ہیں کہ احمد مسیح ایک گمنام آدمی ہے اور جب تک بشپ

صاحبان اس کو اپنا قائمقام نہ بناویں قوم پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب معاملہ بہت صاف کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ بشپ صاحبان پورے غور و فکر کے بعد اس مباہلہ کو منظور کر لیں گے۔

مکرر آنکہ اگر ہر چہار بشپ منظور نہ کریں تو صرف لاہور کے بشپ صاحب کی ہی تحریر کافی سمجھی جائے گی۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

خاکسار

میرزا غلام احمد مسیح موعود قادیان ۱۱؍ مئی ۱۹۰۶ء

---

(۲۶۹)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا سچے کا حامی ہو

آمین

اس امر سے اکثر لوگ واقف ہوں گے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب جو تخمیناً بیس برس تک میرے مریدوں میں داخل رہے، چند دنوں سے مجھ سے برگشتہ ہو کر سخت مخالف ہو گئے ہیں۔ اور اپنے رسالہ المسیح الدجال میں میرا نام کذّاب، مکّار، شیطان، دجّال، شریر، حرام خور رکھا ہے اور مجھے خائن اور شکم پرست اور نفس پرست اور مفسد اور مفتری اور خدا پر افترا کرنے والا قرار دیا ہے اور کوئی ایسا عیب نہیں ہے جو میرے ذمہ نہیں لگایا۔ گویا جب سے دنیا پیدا ہوئی

ہے۔ ان تمام بدیوں کا مجموعہ میرے سوا کوئی نہیں گذرا۔ اور پھر اسی پہ کفایت نہیں کی بلکہ پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کا دَورہ کرکے میری عیب شماری کے بارہ میں لیکچر دیئے اور لاہور اور امرتسر اور پٹیالہ اور دوسرے مقامات میں انواع و اقسام کی بدیاں عام جلسوں میں میرے ذمہ لگائیں اور میرے وجود کو دنیا کے لئے ایک خطرناک اور شیطان سے بدتر ظاہر کرکے ہر ایک لیکچر میں مجھ پر ہنسی اور ٹھٹھا اُڑایا۔ غرض ہم نے اُس کے ہاتھ سے وہ دُکھ اُٹھایا جس کے بیان کی حاجت نہیں۔ اور پھر میاں عبدالحکیم صاحب نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ہر ایک لیکچر کے ساتھ یہ پیشگوئی بھی صدہا آدمیوں میں شائع کی کہ مجھے خدا نے الہام کیا ہے کہ "یہ شخص تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ کذّاب اور مفتری ہے" مَیں نے اس کی ان پیشگوئیوں پر صبر کیا مگر آج جو ۱۴ر اگست ۱۹۰۶ء ہے۔ پھر اس کا خط ہمارے دوست فاضل جلیل مولوی **نورُالدّین** صاحب کے نام آیا۔ اس میں بھی میری نسبت کئی قسم کی عیب شماری اور گالیوں کے بعد لکھا ہے کہ ۱۲ر جولائی ۱۹۰۶ء کو خدا تعالیٰ نے اس شخص کے ہلاک ہونے کی خبر مجھے دی ہے کہ اس تاریخ سے تین برس تک ہلاک ہو جائے گا جب اس حد تک نوبت پہنچ گئی **تو اب** میں بھی اس بات میں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتا کہ جو کچھ خدا نے اس کی نسبت میرے پر ظاہر فرمایا ہے مَیں بھی شائع کر دوں اور درحقیقت اس میں قوم کی بھلائی ہے کیونکہ اگر درحقیقت مَیں خدا تعالیٰ کے نزدیک کذّاب ہوں اور پچیس برس سے دن رات خدا پر افتراء کر رہا ہوں اور اس کی عظمت اور جلال سے بے خوف ہو کر اس پر جھوٹ باندھتا ہوں اور اس کی مخلوق کے ساتھ بھی میرا یہ معاملہ ہے کہ مَیں لوگوں کا مال بددیانتی اور حرامخوری کے طریق سے کھاتا ہوں اور خدا کی مخلوق کو اپنی بدکرداری اور نفس پرستی کے جوش سے دُکھ دیتا ہوں تو اس صورت میں تمام بدکرداروں سے بڑھ کر سزا کے لائق ہوں تا لوگ میرے فتنہ سے نجات پاویں۔ اور اگر مَیں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ میاں عبدالحکیم خاں نے سمجھا ہے تو مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ خدا مجھ کو ایسی ذلّت کی موت نہیں دے گا کہ میرے آگے بھی لعنت ہو اور میرے پیچھے بھی۔ مَیں خدا کی آنکھ سے

مخفی نہیں ۔ مجھے کون جانتا ہے مگر وہی۔ اس لئے میں اس وقت دونوں پیشگوئیاں یعنی میاں عبدالحکیم خاں کی میری نسبت پیشگوئی اور اس کے مقابل پر جو خدا نے میرے پر ظاہر کیا ذیل میں لکھتا ہوں اور اس کا انصاف خدائے قادر پر چھوڑتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔

میاں عبدالحکیم خان صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی میری نسبت پیشگوئی

جو اخویم مولوی نورالدین صاحب کی طرف اپنے خط میں لکھتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

"مرزا کے خلاف ۱۲ر جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ الہامات ہوئے ہیں۔ مرزا مسرف کذاب اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے"*

اس کے مقابل پر وہ پیشگوئی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میاں عبدالحکیم خان صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت مجھے معلوم ہوئی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں

"خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔** ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی

---

* اس میں میاں عبدالحکیم خان نے خدا کے اصل لفظ بیان نہیں کئے بلکہ یہ کہا کہ تین سال میعاد بتائی گئی۔ منہ

** خدا تعالیٰ کا یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عبدالحکیم خان کے اس فقرہ کا رد ہے کہ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دے کر کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔ گویا میں کاذب ہوں اور وہ صادق اور وہ مرد صالح ہے اور میں شریر۔ اور خدا تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ذلّت کی موت اور ذلّت کا عذاب اُن کو نصیب نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور صادق اور کاذب میں کوئی مابہ الامتیاز نہ رہے۔ منہ

ہوئی تلوار تیرے آگے ہے* پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا+ نہ جانا۔ ربّ فرّق
بین صادق وکاذب۔ انت تری کلّ مصلح و صادق ‡

المشتہر۔ میرزا غلام احمد مسیح موعود قادیانی

۱۶ اگست ۱۹۰۶ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ

مطبوعہ انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۲۷۰)

تازہ نشان کی پیشگوئی

(مندرجہ رسالہ قادیان کے آریہ اور ہم ٹائٹل پیج صفحہ ۲)

خدا فرماتا ہے کہ مَیں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی۔ وہ عام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا۔ چاہیئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے کیونکہ خدا عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اُٹھا دے۔ آمین

المشتہر

میرزا غلام احمد مسیح موعود

---

* اس فقرہ میں جملہ الٰہیہ کا مطلب ہے اور فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار سے آسمانی عذاب مراد ہے کہ جو بغیر ذریعہ انسانی ہاتھوں کے ظاہر ہوگا۔

+ یعنی تو نے یہ غور نہ کی کہ کیا اس زمانہ میں اور اس نازک وقت میں امت محمدیہ کے لئے کسی دجّال کی ضرورت ہے یا کسی مصلح اور مجدد کی

‡ یعنی اے میرے خدا صادق اور کاذب میں فرق کرکے دکھلا تو جانتا ہے کہ صادق اور مصلح کون ہے۔ اس فقرہ الہامیہ میں عبدالحکیم خاں کے اس قول کا رد ہے جو وہ کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا پس چونکہ وہ اپنے تئیں صادق ٹھیراتا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ تو صادق نہیں ہے میں صادق اور کاذب میں فرق کرکے دکھلاؤں گا۔ منہ۔

(۲۷۰)

اعلان

(مندرجہ رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" آخری صفحہ)

یاد رہے کہ اس رسالہ[1] کے شائع کرنے کی ہمیں کچھ بھی ضرورت نہ تھی لیکن ایک گندی اخبار جو قادیان سے آریوں کی طرف سے نکلتی ہے جس میں ہمیشہ وہ لوگ توہین اور بدزبانی کر کے اور دین اسلام کی نسبت اپنی فطرتی عداوت کی وجہ سے ناشائستہ کلمات بول کر اور ساتھ ہی مجھ کو بھی گالیاں دے کر لیکھرام کے قائم مقام ہو رہے ہیں۔ ان کی اخبار نے ہمیں مجبور کیا کہ ان کے جھوٹے الزاموں کو اس رسالہ میں ہم دُور کر دیں اور ثابت کریں کہ ان کے بھائی لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل ساکنان قادیان درحقیقت میرے بہت سے نشانوں کے گواہ ہیں۔ اور ان پر کیا حصر ہے تمام قادیان کے آریہ اور ہندو بعض نشانوں کے گواہ رویت ہیں اور پھر قادیان پر ہی موقوف نہیں لیکھرام کے مارے جانے کی پیشگوئی ایک ایسی جہاں جال پیشگوئی ہے جس نے تمام پنجاب اور ہندوستان کے ہندو اور آریہ سماج والے اس عظیم الشان نشان کے گواہ کر دیئے ہیں اب ان پیشگوئیوں سے انکار کرنا آریوں کے لئے ممکن نہیں اور اس بارے میں قلم اُٹھانا محض بیحیائی ہے۔ اور اگر وہ اس قدر پر باز نہ آئے تو پھر اُن کا تمام پردہ کھول دیا جائے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدٰی۔

راقـــــــــــــــــــــــم

مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان

[1] یعنی رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" (المرتب)

فتح عظیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی امریکہ کا جھوٹا نبی میری پیشگوئی کے مطابق مر گیا

واضح ہو کہ یہ شخص جس کا نام عنوان میں درج ہے اسلام کا سخت درجہ پر دشمن تھا اور علاوہ اس کے اس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کیا اور حضرت سید النبیین و اصدق الصادقین و خیر المرسلین و امام الطیبین جناب تقدس مآب محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کو کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے آنجناب کو یاد کرتا تھا۔ غرض بغض دین متین کی وجہ سے اس کے اندر سخت ناپاک خصلتیں موجود تھیں اور جیسا کہ خنزیروں کے آگے موتیوں کا کچھ قدر نہیں ایسا ہی وہ توحید اسلام کو بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا جانتا تھا۔ اور تثلیث کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے اتنا جوش رکھتا تھا کہ میں نے باوجود اس کے کہ صدہا کتابیں پادریوں کی دیکھیں مگر ایسا جوش کسی میں نہ پایا۔ چنانچہ اس کے اخبار لیوز آف ہیلنگ مورخہ ۱۹؍ دسمبر ۱۹۰۳ء اور ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء میں یہ فقرے ہیں۔

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا اسلام کو ہلاک کر دے۔"

اور پھر اپنے پرچہ ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء میں اپنے تئیں سچا رسول اور سچا نبی قرار دے کر کہتا ہے کہ "اگر میں سچا نبی نہیں ہوں تو پھر روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو خدا کا نبی ہو" علاوہ اس کے وہ سخت مشرک تھا اور کہتا تھا کہ مجھ کو الہام ہو چکا ہے کہ پچیس۲۵ برس تک یسوع مسیح آسمان سے اُتر آئے گا۔ اور حضرت عیسیٰ کو درحقیقت خدا جانتا تھا اور ساتھ اس کے میرے دل کو دُکھ دینے والی ایک یہ بات تھی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ نہایت درجہ پر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اور میں اس کا پرچہ اخبار لیوز آف ہیلنگ لیتا تھا اور اس کی بد زبانی پر ہمیشہ مجھے اطلاع ملتی تھی۔ جب اس کی شوخی انتہا تک پہنچی تو میں نے انگریزی میں ایک چٹھی اس کی طرف روانہ کی اور مباہلہ کے لئے اس سے درخواست کی تا خدا ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں ہلاک کرے۔ یہ درخواست دو مرتبہ یعنی سنہ ۱۹۰۲ء اور پھر سنہ ۱۹۰۳ء میں اس کی طرف بھیجی گئی تھی اور امریکہ کے چند نامی اخباروں میں بھی شائع کی گئی تھی جن کے نام حاشیہ میں درج ہیں۔[۱]

خلاصہ مضمون	نام اخبار مع تاریخ	نمبر[۱]
عنوان "کیا ڈوئی اس مقابلہ میں نکلیگا" دونوں تصویریں پہلو بہ پہلو دے کر لکھتا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں ڈوئی مفتری ہے اور میں دعا کرنے والا ہوں کہ وہ اسے اپنی زندگی میں نیست و نابود کرے اور پھر کہتے ہیں کہ جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کا یہ طریق ہے کہ خدا سے دعا کی جاوے کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے۔	شکاگو انٹر پریٹر اخبار ۲۸ جون سنہ ۱۹۰۳ء	(۱)
مرزا غلام احمد صاحب پنجاب سے ڈوئی کو چیلنج بھیجتے ہیں کہ اے وہ شخص جو مدعی نبوت ہے۔ آ اور میرے ساتھ مباہلہ کر۔ ہمارا مقابلہ دعا سے ہوگا اور ہم دونوں خدا تعالیٰ سے دُعا کرینگے کہ ہم میں سے جو شخص کذّاب ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔	ٹیلیگراف ۵ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء	(۲)
عنوان "انگریزی اور عربی یعنی (عیسائیت اور اسلام) کا مقابلہ دعا" مرزا صاحب کے مضمون کا خلاصہ جو ڈوئی کو لکھا ہے یہ ہے کہ تم ایک جماعت کے لیڈر ہو اور میرے بھی بہت سے پیرو ہیں۔ پس اس بات کا فیصلہ کہ خدا کی طرف سے کون ہے ہم میں اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے خدا سے دعا کرے اور جس کی دعا قبول ہو وہ سچے خدا کی طرف سے سمجھا جاوے۔ دعا یہ ہوگی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اسے پہلے ہلاک کرے۔ یقیناً یہ ایک معقول اور منصفانہ تجویز ہے۔	ارگوناٹ سان فرانسسکو یکم دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء	(۳)
میری تصویر دے کر مباہلہ کا مفصّل ذکر کرتا ہے یعنی یہ کہ دونوں فریق یعنی ڈوئی اور ہم دُعا کریں کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں اور اسی کے سامنے ہلاک ہو۔	لٹریری ڈائجسٹ نیویارک ۲۰ جون سنہ ۱۹۰۳ء	(۴)

اور اس مضمون مباہلہ میں میں نے جھوٹے پر بد دعا کی تھی ✽ اور خدا تعالیٰ سے یہ چاہا تھا کہ خدا جھوٹے کا جھوٹ اپنے فیصلہ سے کھول دے اور یہ میرا مضمون مباہلہ کا جیسا کہ ابھی لکھ چکا ہوں امریکہ کے چند روزانہ اور نامی اخباروں میں بخوبی شائع ہو گیا تھا اور یہ اخباریں امریکہ کے عیسائیوں کی تھیں جن کا مجھ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اور اخباروں میں شائع کرانے کی اس لئے مجھے ضرورت پیش آئی کہ ڈاکٹر ڈوئی جھوٹے نبی نے براہ راست

✽ حاشیہ۔ میری طرف سے ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا جس میں یہ فقرہ ہے کہ میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے لیکن میں نے اپنی بڑی عمر کی کچھ پروا نہیں کی کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کرے گا۔ اور اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا۔ . . . تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے اب میں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے اور ظاہر ہوتا رہے گا یہ فیصلہ جلد کر اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی سے تو نے مجھے وعدہ دیا ہے وہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ اے قادر خدا میری دعا سن لے تمام طاقتیں تجھ کو ہیں۔ دیکھو اشتہار ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء بزبان انگریزی منہ

نمبر	نام اخبار مع تاریخ	خلاصہ مضمون
(۵)	نیویارک میل اینڈ ایکسپریس ۲۸ جون ۱۹۰۳ء	عنوان۔ مباہلہ یا مقابلہ دعا کے نیچے اسی مباہلہ کا ذکر کرتا ہے
(۶)	ہیرلڈ روچسٹر ۲۵ جون ۱۹۰۳ء	ڈوئی کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا اور پھر مباہلہ کا ذکر کرتا ہے
(۷)	ریکارڈ بوسٹن ۲۷ جون ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے
(۸)	پیتھ فائنڈر بوسٹن ۲۵ جون ۱۹۰۳ء	ایضاً
(۹)	پائیلٹ بوسٹن ۲۷ جون ۱۹۰۳ء	"
(۱۰)	[illegible] واشنگٹن [illegible] ۱۹۰۳ء	"
(۱۱)	انٹر اوشن شکاگو ۲۸ جون ۱۹۰۳ء	" پھر ۸ جون کے پرچہ میں دونوں تصویریں دے کر مفصل ذکر کیا
(۱۲)	[illegible] ۱۹۰۳ء	"
(۱۳)	ڈیموکریٹ کرانیکل روچسٹر ۲۵ جون ۱۹۰۳ء	مباہلہ کے بعد دونوں تصویریں لگا دی ہیں اور میری تصویر کے نیچے یہ لفظ ہیں مرزا غلام احمد
(۱۴)	[illegible]	ہندوستان کا مسیح جس نے ڈوئی کو مقابلہ کے لئے چیلنج دیا ہے۔
(۱۵)	برلنگٹن فری پریس ۲۷ جون ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے
(۱۶)	شکاگو انٹر اوشن ۲۸ جون ۱۹۰۳ء	"
(۱۷)	البینی پریس ۲۵ جون ۱۹۰۳ء	"
(۱۸)	[illegible] ٹائمز ۲۸ جون ۱۹۰۳ء	"
(۱۹)	بالٹی مور امریکن ۲۸ جون ۱۹۰۳ء	"

مجھ کو جواب نہیں دیا تھا۔ آخر مَیں نے وہ مضمون مباہلہ امریکہ کے ان نامی اخباروں میں جو روزانہ ہیں اور کثرت سے دنیا میں جاتے ہیں شائع کرا دیا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ باوجودیکہ ایڈیٹران اخبارات امریکہ عیسائی تھے اور اسلام کے مخالف تھے تاہم انہوں نے نہایت تدوشد سے میرے مضمون مباہلہ کو ایسی کثرت سے شائع کر دیا کہ امریکہ اور یورپ میں اس کی دھوم مچ گئی اور ہندوستان تک اس مباہلہ کی خبر ہو گئی۔ اور میرے مباہلہ کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ اسلام سچا ہے اور عیسائی مذہب کا عقیدہ جھوٹا ہے اور مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے وہی مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا اور نبیوں کے نوشتوں میں اس کا وعدہ تھا اور نیز مَیں نے اس میں لکھا تھا کہ ڈاکٹر ڈوئی اپنے دعویٰ رسول ہونے اور تثلیث کے عقیدہ میں جھوٹا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرے تو میری زندگی میں ہی بہت سی حسرت اور دُکھ کے ساتھ مرے گا اور اگر مباہلہ بھی نہ کرے تب بھی وہ خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ اس کے جواب میں بدقسمت ڈوئی نے دسمبر ۱۹۰۳ء کے کسی پرچہ

نمبر	نام اخبار مع تاریخ	خلاصہ مضمون
(۲۰)	بفلو ٹائمز ۲۵ جون ۱۹۰۳ء	مباہلہ کا ذکر ہے
(۲۱)	نیویارک میل ۲۵ جون ۱۹۰۳ء	"
(۲۲)	بوسٹن ریکارڈ ۲۷ جون ۱۹۰۳ء	"
(۲۳)	ڈیٹرائٹ انگلش نیوز ۲۷ جون ۱۹۰۳ء	"
(۲۴)	فیلیڈلفیا ریکارڈ یکم جولائی ۱۹۰۳ء	"
(۲۵)	گروم شائر گزٹ ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء	"
(۲۶)	نوینشن کرانیکل ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء	"
(۲۷)	ہوسٹن کرانیکل ۳ جولائی ۱۹۰۳ء	"
(۲۸)	سوانا نیوز ۲۹ جولائی ۱۹۰۳ء	"
(۲۹)	لنگینڈ نیوز یکم جولائی ۱۹۰۳ء	"
(۳۰)	گلاسکو ہیرلڈ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء	"
(۳۱)	نیویارک کمرشل ایڈورٹائزر ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء	اگر ڈوئی اشارتاً یا صراحتاً اس چیلنج کو منظور کریگا تو بڑے دُکھ اور حسرت کے ساتھ ہلاک ہوگا اور اگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کریگا تو بھی اس کے صیہون پر سخت آفت آئے گی۔
(۳۲)	دی مارننگ ٹیلیگراف نیویارک ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۳ء	مباہلہ اور ڈوئی پر بددعا کرنے کا ذکر ہے۔

یہ اخبار صرف وہ ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔ اس کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں اخباروں میں یہ ذکر ہوا ہوگا۔ منہ

میں اور نیز ۲۶ ستمبر ۱۹۰۳ء وغیرہ کے اپنے پرچوں میں اپنی طرف سے یہ چند سطریں انگریزی میں شائع کیں جن کا ترجمہ ذیل میں ہے:-

"ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا اور کہ تو کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا"

اور پھر پرچہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۳ء میں لکھتا ہے کہ میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ مذہب محمدی دنیا سے مٹایا جائے۔ اے خدا ہمیں وہ وقت دکھلا۔

غرض یہ شخص میرے مضمون مباہلہ کے بعد جو یورپ اور امریکہ اور اس ملک میں شائع ہو چکا تھا بلکہ تمام دنیا میں شائع ہو گیا تھا شوخی میں روز بروز بڑھتا گیا۔ اور اس طرف مجھے یہ انتظار تھی کہ جو کچھ میں نے اپنی نسبت اور اس کی نسبت خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہا ہے ضرور خدا تعالیٰ سچا فیصلہ کرے گا اور خدا تعالیٰ کا فیصلہ کاذب اور صادق میں فرق کر کے دکھلا دے گا[لہ] اور میں ہمیشہ اس بارہ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا تھا اور کاذب کی موت چاہتا تھا۔ چنانچہ کئی دفعہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو غالب ہوگا اور دشمن ہلاک کیا جائے گا

لہ اس اشتہار کے صفحہ ۳ کو پڑھو جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو بزبان انگریزی میں نے ڈوئی کے مقابل پر ایک اشتہار شائع کیا تھا اور خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس میں لکھا تھا کہ خواہ ڈوئی میرے ساتھ مباہلہ کرے یا نہ کرے وہ خدا کے عذاب سے نہیں بچے گا اور خدا جھوٹے اور سچے میں فیصلہ کر کے دکھلا دے گا۔ منہ

حاشیہ۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء کو مجھے یہ الہام ہوا کہ انک انت الاعلیٰ یعنی غلبہ تجھی کو ہوگا اور پھر اسی تاریخ مجھے یہ الہام ہوا۔ العید الآخر تنال منہ فتحاً عظیماً یعنی ایک اور خوشی کا نشان تجھ کو ملیگا جس سے ایک بڑی فتح تیری ہوگی جس میں یہ تفہیم ہوئی کہ ممالک مشرقیہ میں تو سعد اللہ لدھیانوی میری پیشگوئی اور مباہلہ کے بعد جنوری کے پہلے ہفتہ میں ہی نمونیا پلیگ سے مر گیا۔ یہ تو پہلا نشان تھا اور دوسرا نشان ان سے بہت ہی بڑا ہوگا جس میں فتح عظیم ہوگی۔ سو وہ ڈوئی کی موت ہے جو ممالک مغربیہ میں ظاہر ہوئی۔ دیکھو پرچہ اخبار بدر ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء جس سے خدا تعالیٰ کا وہ الہام پورا ہوا کہ میں دو نشان دکھاؤں گا۔ منہ

اور پھر ڈوئی کے مرنے سے قریباً پندرہ دن پہلے خدا تعالیٰ نے اپنی کلام کے ذریعہ سے مجھے میری فتح کی اطلاع بخشی جس کو میں اس رسالہ میں جس کا نام ہے "قادیان کے آریہ اور ہم" اس کے ٹائیٹل پیج کے پہلے ورق کے دوسرے صفحہ میں ڈوئی کی موت سے قریباً دو ہفتہ پہلے شائع کر چکا ہوں اور وہ یہ ہے:۔

تازہ نشان کی پیشگوئی

خدا فرماتا ہے کہ میں اک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی۔ وہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا (یعنی ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہوگا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا چاہیئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے۔

المشتہر

مرزا غلام احمد مسیح موعود۔ مشتہرہ ۲۰؍ فروری ۱۹۰۷ء

---

(۲۷۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعلان

بخدمت علمائے اسلام

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ

یعنے اُس شخص سے ظالم تر کون ہے جو خدا پر افترا کرے یا خدا کی آیتوں اور نشانوں کا مکذب ہو

ہر ایک کو معلوم ہے کہ میرے اس دعوے پر کہ مَیں خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر آیا ہوں اور اُس کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوں چھبیس [۲۶] برس کے قریب عرصہ گذر گیا ہے اور اس مدّت میں باوجودیکہ میرے سلسلہ کے معدوم کرنے کے لئے ہر ایک مخالف نے ناخنوں تک زور لگائے اور مجھے حکام کی طرف بھی کھینچا مگر مَیں اُن کے ہر ایک حملے کے وقت میں محفوظ رہا۔ تعجب کہ ان کو باوجود صدہا ناکامیوں کے جو میرے استیصال کے بارے میں ہوئیں اب تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ ایک پوشیدہ ہاتھ میرے ساتھ ہے جو اُن کے ہاتھ سے مجھے بچاتا ہے۔ مجھے وہ کذّاب اور دجّال اور مفتری تو کہتے ہیں مگر اس بات کا جواب نہیں دیتے کہ دُنیا میں کونسا ایسا کذّاب گذرا ہے جس کو خدا دشمنوں کے خطرناک حملوں سے چھبیس [۲۶] برس تک بچاتا رہا یہاں تک کہ اُس نے اپنے خاص فضل سے صدی کے چہارم حصہ تک اس کو سلامت رکھا اور ترقی پر ترقی بخشی اور ایک فرد سے لاکھوں انسان اس کی تابع کر دیئے اور کسی دشمن کی پیش نہ گئی اور آئندہ ترقیات کی خبر نہیں اور کونسا دُنیا میں ایسا کذّاب گذرا ہے جس کے مقابل پر ہر ایک مومن مباہلہ کے وقت موت یا کسی اور قسم کی تباہی سے عذاب کا نشانہ ہوا۔ اور

کونسا ایسا کذّاب گذرا ہے جس کے لئے اور جس کی پیشگوئی کی رُو سے رمضان میں خسوف کسوف ہوا اور زمین میں ایک عالمگیر طاعون پھیل گیا۔ کیا کسی اور مہدی کا نشان ملتا ہے جس نے کسوف خسوف سے پندرہ برس پہلے اس کے وقوع کی خبر دی تھی اور طاعون سے چھبیس۲۶ برس پہلے اور پھر بارہ۱۲ برس پہلے اور پھر تین برس پہلے ملک میں اس کے پھیلنے کی سنہ بارہ اطلاع دے دی تھی۔ اب اس وقت اس تحریر سے میری غرض یہ ہے کہ مَیں نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں کافی طور پر ہر ایک قسم کا ثبوت اپنے دعوے کے متعلق لکھ دیا ہے اور باوجود اس کے کہ مَیں ان ایّام میں بباعث طرح طرح کے عوارض جسمانی اور بیماریوں کے متواتر دَورے اور ضعف اور ناتوانی کے اس لائق نہ تھا کہ اس قدر سخت محنت اُٹھا سکوں تاہم مَیں نے محض بنی نوع کی ہمدردی کے لئے یہ تمام محنت اُٹھائی۔ اس لئے مَیں اپنی عزیز قوم کے اکابر علماء اور مشائخ اور ان سب کو جو اس کتاب کو پڑھ سکتے ہیں خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر ان کو یہ کتاب پہنچے تو ضرور اوّل سے آخر تک اس کتاب کو غور سے پڑھ لیں اور مَیں پھر اُن کو اس خدائے لاشریک کی دوبارہ قسم دیتا ہوں جس کے ہاتھ میں ہر ایک کی جان ہے کہ وہ اپنے اوقات اور مشاغل کا حرج بھی کر کے ایک دفعہ غور اور تدبّر سے اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ لیں۔ اور پھر مَیں تیسری دفعہ اس غیور خدا کی اُن کو قسم دیتا ہوں جو اُس شخص کو پکڑتا ہے جو اس کی قسموں کی پروا نہیں کرتا کہ ضرور ایسے لوگ جن کو یہ کتاب پہنچے اور وہ اس کو پڑھ سکتے ہوں خواہ وہ مولوی ہیں یا مشائخ اوّل سے آخر تک ایک مرتبہ اس کو ضرور پڑھ لیں۔ اور مَیں انشاء اللہ بعض کو تو خود یہ کتاب بھیج دوں گا۔ اور بعض دیگر کی نسبت مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر وہ قسم کھا کر لکھیں کہ قیمت کے ادا کرنے کی گنجائش نہیں تو مَیں بشرط گنجائش اور بشرط موجود ہونے کتاب کے ضرور اُن کو اس شرط سے کتاب بھیج دوں گا کہ وہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر میری طرف تحریر کریں کہ وہ اوّل سے آخر تک ضرور کتاب کو پڑھیں گے اور نیز یہ کہ وہ نادار ہیں طاقت ادائے قیمت نہیں رکھتے۔ اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ جس شخص کو یہ کتاب پہنچے اور وہ خدا تعالیٰ کی قسم سے لاپرواہ کر اور خدا کی قسم کو بے عزتی سے دیکھ کر کتاب کو اوّل سے آخر تک نہ پڑھے اور یا کچھ حصہ پڑھ کر چھوڑ دے اور پھر بدگوئی سے باز نہ آوے خدا ایسے لوگوں کو دُنیا اور

آخرت میں تباہ اور ذلیل کرے آمین۔
لیکن جو شخص اوّل سے آخر تک کتاب کو پڑھے اور خوب سمجھے اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔
اب میں اس اعلان کو ختم کرتا ہوں۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المعلن

میرزا غلام احمد مسیح موعود

مقام قادیان۔ ۱۵ مارچ ۱۹۰۷ء

---

(۲۷۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلّی

بخدمت آریہ صاحبان

کوئی عقلمند اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ جو خدا کی طرف سے شریعت ہے اس کے قدیم سے دو ہی ٹکڑے ہوتے آئے ہیں

(۱) بڑا اور پہلا ٹکڑا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اس کی تمام صفات کاملہ کے ساتھ واحد لاشریک مان لیا جائے اور اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہ ٹھیرایا جائے اور اس بات پر ایمان لایا جائے کہ وہ مبداء ہے تمام فیوض کا اور سرچشمہ ہے تمام ظہورات کا اور خالق ہے ہر ایک وجود کا اور قادر ہے ہر ایک ایسے امر پر جو اس کی عظمت اور شان اور جلال کے لائق ہے اور اس کے صفات کاملہ کے منافی نہیں اور اوّل ہے ہر ایک موجود سے اور مرجع ہے تمام کائنات کا اور مستجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور پاک ہے اس سے کہ کسی وقت صفات اس کی بیکار ہو جائیں یا یہ کہ کسی وقت بیکار تھیں وہ قدیم سے خالق اور قدیم سے رازق اور قدیم سے قادر ہے۔ کسی کو علم نہیں کہ پہلے اس نے کیا کیا اور آگے کیا کیا کرے گا۔ اس کی قدرتوں پر کوئی

محیط نہیں ہو سکتا اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور افعال میں اور اس کی طرح کوئی بھی کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں۔ اور پاک ہے ہر ایک عیب اور نقص سے اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ برتر اور بلند ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ وہ پوشیدہ در پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ ظاہر نہیں۔ وہ اپنے ظہور میں سب سے زیادہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ پوشیدہ نہیں۔ وہ آفتاب میں چمک رہا ہے اور چاند میں اس کے انوار ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ آفتاب ہے یا چاند ہے بلکہ یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں۔ اور کافر ہے وہ شخص جو اس کو خدا کہے۔ وہ نہاں در نہاں ہے پھر بھی سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے۔ ہر ایک رُوح کو اسی سے قوتیں اور صفات ملی ہیں۔ ہر ایک ذرہ نے اسی سے خواص پائے ہیں۔ اور اگر وہ صفات اور قوتیں اور طاقتیں چھین لی جائیں تو پھر نہ رُوح کچھ چیز ہے اور نہ ذرّہ کچھ حقیقت رکھتا ہے۔ اس لئے انسان کی معرفت کا انتہائی نقطہ یہی ہے کہ یہ سب چیزیں اس کے ہاتھ سے نکلی ہیں۔ اور خدا اور رُوحوں میں رشتہ محبت کا بھی اسی وجہ سے ہے کہ یہ سب چیزیں اس کے ہاتھ سے نکلی ہوئی ہیں اور اسی نے ان کی فطرت میں اپنی محبت کا نمک چھڑکا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو عشقِ الٰہی محال تھا کیونکہ جانبین میں کوئی تعلق نہ تھا۔ بچہ ماں سے اسی وجہ سے محبت کرتا ہے کہ اُس کے پیٹ سے نکلا ہے اور ماں بھی اسی وجہ سے اُس سے محبت کرتی ہے کہ وہ اس کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ پس چونکہ ہر ایک رُوح خدا کے ہاتھ سے نکلی ہے اس لئے اس محبوبِ حقیقی کی طلب میں ہے۔ پھر غلطی سے کوئی بُت پرستی کرتا ہے، کوئی سُورج کو پوجتا ہے، کوئی چاند کے آگے جھکتا ہے۔ کوئی پانی کا پرستار ہے، کوئی انسان کو خدا جانتا ہے۔ پس اس غلطی کی وجہ بھی اس حقیقی محبوب کی طلب ہے جو انسان کی فطرت میں ہے جس طرح بچہ کبھی ماں کی طلب میں دھوکہ کھا کر کسی دوسری عورت سے چمٹ جاتا ہے اسی طرح تمام مخلوق پرست دھوکہ کھا کر دوسری چیزوں کی طرف جھک گئے ہیں۔ خدا کی شریعت ان غلطیوں کو دُور کرنے کے لئے آئی ہے اور خدا کی شریعت وہی ہے جو اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان غلطیوں کو دُور کر سکتی ہے اور غلطیوں کو وہی شریعت دُور کرے گی جو چمکتے ہوئے نشانوں

کے ساتھ اس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھادے گی کیونکہ اگر کوئی شریعت تازہ نشان دکھلانے پر قادر نہیں تو وہ بھی ایک بُت پیش کرتی ہے نہ خدا کو۔ وہ خدا یا پرمیشر نہیں ہو سکتا جو اپنے ظہور کے لئے ہماری منطق کا محتاج ہے۔ اگر خدا ایسا ہی مُردہ اور قدرت کی علامات سے محروم ہے جیسا کہ بُت تو ایسے خدا کو کون عارف قبول کر سکتا ہے۔ پس سچی اور کامل شریعت وہی ہے جو زندہ خدا کو اس کی قدرتوں اور نشانوں کے ساتھ دکھلاتی ہے اور وہی ہے جس کے ذریعہ سے انسان شریعت کے دوسرے حصہ میں بھی کامل ہو سکتا ہے۔ اور شریعت کا دوسرا ٹکڑہ یہ ہے کہ انسان ان تمام گناہوں سے پرہیز کرے جن کی جڑھ بنی نوع پر ظُلم ہے۔ جیسے زنا کرنا، چوری کرنا، خون کرنا، جھوٹی گواہی دینا اور ہر ایک قسم کی خیانت کرنا اور نیکی کرنے والے کے ساتھ بدی کرنا اور انسانی ہمدردی کا حق ادا نہ کرنا۔ پس اس دوسرے حصہ شریعت کو حاصل کرنا بھی پہلے حصہ کے حصول پر موقوف ہے۔ اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ پہلا حصہ یعنے خداشناسی کسی طرح ممکن نہیں جب تک خدا کو اُس کی تازہ قدرتوں اور تازہ نشانوں کے ساتھ شناخت نہ کیا جائے ورنہ بغیر اس کے خداپرستی بھی ایک بُت پرستی ہے کیونکہ جبکہ خدا محض ایک بُت کی طرح ہے جو سوال کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ کوئی قدرت دکھلا سکتا ہے تو اس میں اور ایک بُت میں فرق کیا ہے زندہ خدا کی علامات چاہئیں اور اگر وہ ہمارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ کوئی قدرت دکھلا سکتا ہے تو کیونکر معلوم ہو کہ وہ موجود ہے صرف اپنی خودتراشیدہ باتوں سے کیونکر اس کی ہستی ثابت ہو جبکہ ہر ایک انسان اپنی زندگی ثابت کرنے کا آپ ذمہ وار ہے تو پھر کیا وجہ کہ خدا اپنی زندگی ثابت نہیں کر سکتا۔ کیا خدا انسان سے بھی زیادہ کمزور ہے یا کیا اس کی قدرت آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اور اگر اب اس میں کلام کرنے کی طاقت باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے کہ پہلے وہ طاقت موجود تھی۔ اور اگر وہ اس زمانہ میں بول نہیں سکتا تو اس پر کیا دلیل ہے کہ وہ اس زمانہ میں سُن سکتا ہے اور دُعائیں قبول کر سکتا ہے اور اگر کسی زمانہ میں اس نے اپنی قدرتیں ظاہر کی ہیں تو اب کیوں ظاہر نہیں کر سکتا تا دہریوں کے منہ میں خاک پڑے۔

پس اے عزیزو! وہ قادر خدا جس کی ہم سب کو ضرورت ہے وہ اسلام ہی نے پیش کیا ہے۔ اسلام خدا کی قدرتوں کو ایسا ہی پیش کرتا ہے جیسا کہ وہ پہلے ظہور میں آئی تھیں۔ یاد رکھو

اور خوب یاد رکھو کہ بغیر اس کے کہ خدا کی قدرتیں اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان ظاہر ہوں کوئی شخص خدا پر ایمان نہیں لا سکتا۔ یہ سب جھوٹے قصے ہیں کہ ہم پرمیشر پر ایمان لائے ہیں۔ خدا کی شناخت کرانے والے اُس کے نشان ہیں۔ اور اگر نشان نہیں تو خدا بھی نہیں۔ پس اسی لئے مَیں نے نمونہ کے طور پر محض ہمدردی کی راہ سے کتاب حقیقۃ الوحی کو تالیف کیا ہے۔ اور مَیں آپ لوگوں کو اس پرمیشر کی قسم دیتا ہوں جس پر ایمان لانا آپ لوگ اپنی زبان سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اوّل سے آخر تک میری اس کتاب کو پڑھو اور ان نشانوں پر غور کرو جو اس میں لکھے گئے ہیں۔ پھر اگر اپنے مذہب میں اس کی نظیر نہ پاؤ تو خدا سے ڈر کر اس مذہب کو چھوڑ دو اور اسلام کو قبول کرو۔ وہ مذہب کس کام کا ہے اور کیا فائدہ دے گا جو زندہ خدا تک زندہ نشانوں کے ساتھ رہبری نہیں کر سکتا۔ پھر مَیں آپ لوگوں کو اُسی پرمیشر کی دوبارہ قسم دیتا ہوں کہ ضرور ایک مرتبہ میری اس کتاب حقیقۃ الوحی کو اوّل سے آخر تک پڑھو اور سچ کہو کہ کیا آپ لوگ اپنے مذہب کی پابندی سے اُس زندہ خدا کو شناخت کر سکتے ہیں۔ پھر مَیں تیسری مرتبہ اُسی پرمیشر کی قسم دیتا ہوں کہ دُنیا ختم ہونے کو ہے اور خدا کا قہر ہر طرف نمودار ہے ایک مرتبہ اوّل سے آخر تک میری کتاب حقیقۃ الوحی کو ضرور پڑھ لو۔ خدا تمہیں ہدایت کرے۔ موت کا اعتبار نہیں۔ خدا وہی خدا ہے جو زندہ خدا ہے۔ والسلام علٰی من اتبع الہدٰی ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد مسیح موعود قادیانی

مطبوعہ میگزین پریس قادیان

(۲۷۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دعوتِ حق

قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ

ان کو کہہ دے کہ اگر خدا کا کوئی فرزند ہوتا تو مَیں سب سے پہلے اس کی پرستش کرتا

یہ اشتہار پادری صاحبوں کی خدمت میں نہایت عجز اور ادب اور انکسار سے لکھا جاتا ہے کہ اگر یہ سچ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام درحقیقت خدا کا فرزند ہوتا یا خدا ہوتا تو سب سے پہلے مَیں اُس کی پرستش کرتا اور مَیں تمام ملک میں اس کی خدائی کی اشاعت کرتا اور اگرچہ مَیں دُکھ اُٹھاتا اور مارا جاتا اور قتل کیا جاتا اور اس کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا تب بھی مَیں اس دعوت اور منادی سے باز نہ آتا۔ لیکن اے عزیزو! خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں۔ وہ صرف ایک نبی ہے ایک ذرّہ اس سے زیادہ نہیں اور بخدا مَیں وہ سچی محبت اُس سے رکھتا ہوں جو تمہیں ہرگز نہیں اور جس نور کے ساتھ مَیں اُسے شناخت کرتا ہوں تم ہرگز اُسے شناخت نہیں کر سکتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ خدا کا ایک پیارا اور برگزیدہ نبی تھا اور اُن میں سے تھا جن پر خدا کا ایک خاص فضل ہوتا ہے اور جو خدا کے ہاتھ سے پاک کئے جاتے ہیں مگر خدا نہیں تھا اور نہ خدا کا بیٹا تھا۔ مَیں نے

یہ باتیں اپنی طرف سے نہیں کیں بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خالق ہے میرے پر ظاہر ہوا اور اُسی نے اس آخری زمانہ کے لئے مجھے مسیح موعود کیا۔ اس نے مجھے بتلایا کہ سچ یہی ہے کہ یسوع ابن مریم نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے اور اسی نے میرے ساتھ ہمکلام ہو کر مجھے یہ بتلایا کہ وہ نبی جس نے قرآن پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بُلایا وہ سچا نبی ہے اور وہی ہے جس کے قدموں کے نیچے **نجات** ہے اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نور حاصل نہیں ہوگا اور جب میرے خدا نے اُس نبی کی وقعت اور قدر اور عظمت میرے پر ظاہر کی تو مَیں کانپ اُٹھا اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا کیونکہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ مسیح کی تعریف میں لوگ حد سے بڑھ گئے، یہاں تک کہ اُن کو خدا بنا دیا اسی طرح اِس مقدس نبی کا لوگوں نے قدر شناخت نہیں کیا جیسا کہ حق شناخت کرنے کا تھا اور جیسا کہ چاہیئے لوگوں کو اب تک اُس کی عظمتیں معلوم نہیں۔ وہی ایک نبی ہے جس نے **توحید** کا تخم ایسے طور پر بویا جو آج تک ضایع نہیں ہوا۔ وہی ایک نبی ہے جو ایسے وقت میں آیا جب تمام دُنیا بگڑ گئی تھی اور ایسے وقت میں گیا جب ایک سمندر کی طرح توحید کو دُنیا میں پھیلا گیا اور وہی ایک نبی ہے جس کے لئے ہر ایک زمانہ میں خدا اپنی **غیرت** دکھلاتا رہا ہے۔ اور اس کی تصدیق اور تائید کے لئے ہزارہا معجزات ظاہر کرتا رہا۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی اس پاک نبی کی بہت توہین کی گئی اس لئے خدا کی غیرت نے جوش مارا۔

اور سب گذشتہ زمانوں سے زیادہ جوش مارا اور مجھے اس نے مسیح موعود کر کے بھیجا تا کہ میں اُس کی نبوت کے لئے تمام دُنیا میں گواہی دوں۔ اگر میں بے دلیل یہ دعویٰ کرتا ہوں تو جھوٹا ہوں لیکن اگر خدا اپنے نشانوں کے ساتھ اس طور سے میری گواہی دیتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک اس کی نظیر نہیں تو انصاف اور خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے کہ مجھے میری اس تمام تعلیم کے ساتھ قبول کریں۔ خدا نے میرے لئے وہ نشان دکھائے کہ اگر وہ اُن اُمتوں کے وقت نشان دکھلائے جاتے جو پانی اور آگ اور ہوا سے ہلاک کی گئیں تو وہ ہلاک نہ ہوتیں۔ مگر اس زمانہ کے لوگوں کو میں کس سے تشبیہ دوں وہ اس بد قسمت کی طرح ہیں جس کی آنکھیں بھی ہیں پر دیکھتا نہیں اور کان بھی ہیں پر سُنتا نہیں اور عقل بھی ہے پر سمجھتا نہیں۔ میں ان کے لئے روتا ہوں اور وہ مجھ پر ہنستے ہیں اور میں اُن کو زندگانی کا پانی دیتا ہوں اور وہ مجھ پر آگ برساتے ہیں۔ خدا میرے پر نہ صرف اپنے قول سے ظاہر ہوا ہے بلکہ اپنے فعل کے ساتھ بھی اُس نے میرے پر تجلّی کی اور میرے لئے وہ کام دکھلائے اور دکھلائے گا کہ جب تک کسی پر خدا کا خاص فضل نہ ہو اس کے لئے یہ کام دکھلائے نہیں جاتے۔ لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا لیکن خدا نے مجھے قبول کیا۔ کون ہے جو ان نشانوں کے دکھلانے میں میرے مقابل پر آسکتا ہے۔ میں ظاہر ہوا ہوں تا خدا میرے ذریعہ سے ظاہر ہو۔ وہ ایک مخفی خزانہ کی طرح تھا مگر اب اُس نے مجھے بھیج کر ارادہ کیا کہ تمام دہریوں اور

اور بے ایمانوں کا منہ بند کرے جو کہتے ہیں کہ خدا نہیں۔ مگر اے عزیزو! تم جو خدا کی طلب میں لگے ہوئے ہو مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ سچّا خدا وہی ہے جس نے قرآن نازل کیا۔ وہی ہے جس نے میرے پر تجلّی کی اور جو ہر دم میرے ساتھ ہے

اے پادری صاحبان!

مَیں آپ لوگوں کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے مسیح کو بھیجا اور اس محبّت کو یاد دلاتا ہوں اور قسم دیتا ہوں جو آپ لوگ اپنے زعم میں حضرت یسوع مسیح ابن مریم سے رکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ضرور میری کتاب حقیقۃ الوحی کو اوّل سے آخر تک حرف حرف پڑھ لیں اور اگر کوئی صاحب اہل علم سے نیک نیتی سے میری کتاب حقیقۃ الوحی اس شرط کے ساتھ طلب کریں گے اور قسم کھائیں گے کہ ہم اس کتاب کو اوّل سے آخر تک غور سے دیکھیں گے تو مَیں وہ کتاب مُفت اُن کو بھیج دُوں گا۔ اور اگر اس سے تسلّی نہیں ہوگی تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ خدا کوئی اور نشان دکھائے گا کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ مَیں اس زمانہ پر اپنی حجّت پوری کروں گا۔ اب مَیں ختم کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ خدا طالب حق کے ساتھ ہو۔ آمین۔

خاکسار

مِیرزا غُلام احمد مَسِیح موعُود

از قادیان ضلع گورداسپور

۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء

(مطبوعہ میگزین پریس قادیان)

(۲۷۶)

مولوی ثناء اللہ صاحب (امرتسری) کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یستنبئونک احق ھو۔ قل ای وربی انہ لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔ اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری

زندگی میں ہی وارد نہ ہوئی تو میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پیشگوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ اور میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دُعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے آمین۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا۔ اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دُکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں اُن کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی۔ وہ مجھے اُن چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دُنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لک بہ علم پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دُنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دُور دُور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مُفسد اور ٹھگ اور دوکاندار اور کذّاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذّاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دُنیا سے اُٹھا لے یا کسی اَور نہایت سخت آفت

میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین۔ ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم

عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و اید

مرقومہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء

مرزا حکیم رحمت اللہ و جماعت احمدیہ کی طرف سے دوبارہ چھاپا گیا ۹ اپریل ۱۹۰۷ء عیسوی

سول اینڈ ملٹری آرگن پریس لدھیانہ (یہ اشتہار ۱۸×۲۲ کے نصف صفحہ پر ہے)

---

(۲۷۷)

اعلان

بار دوم

(وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ)

افسوس کہ اس ملک کے اکثر لوگ جو مولوی کہلاتے یا ملہم ہونے کا دم مارتے ہیں جب خدا تعالیٰ کا کلام ان کو سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ افترا ہے۔ انہیں لوگوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے میں نے کتاب حقیقۃ الوحی تالیف کی ہے۔ کب تک یہ لوگ ایسا کریں گے آخر ہر ایک فیصلہ کے لئے

ایک دن ہے اور ہر ایک قضا و قدر کے نزول کے لئے ایک رات ہے۔ اس وقت مَیں نمونہ کے طور پر خدا تعالےٰ کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری اور مولوی عبدالجبار اور عبدالواحد احمد عبدالحق غزنوی ثم امرتسری اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں۔ اور وہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ انی احافظ کل من فی الدار و احافظک خاصۃ۔ ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے کہ مَیں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا اور خاص کر تجھے۔ چنانچہ گیارہ برس سے اس پیشگوئی کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اور میں اس کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا تعالےٰ کی تمام کتب مقدسہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر۔ اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے یا جو شخص اُن کا ہمرنگ ہے یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افترا ہے تو اُسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افترا ہے خدا کا کلام نہیں و لعنت اللہ علی من کذب وحی اللہ۔ جیسا کہ مَیں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ و لعنت اللہ علی من افتری علی اللہ۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے۔ اور یاد رہے کہ میرے کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا بلکہ یہ ذکر ہے کہ والذین اٰمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن و ھم مھتدون۔ پس کامل پیروی کرنے والے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جس کا علم محض خدا کو ہے بچائے جائیں گے اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہو کر شہادت کا اجر پا دیں گے اور طاعون اُن کے لئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھیرے گی۔

اب مَیں دیکھوں گا کہ اس میری تحریر کے مقابل پر بغرض تکذیب کون قسم کھاتا ہے۔ مگر یہ امر ضروری ہے کہ اگر ایسا مکذّب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا تو آپ بھی دعویٰ کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہوں گا اور مجھے بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تا دیکھ لے افترا کی

کیا جزا ہے۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

الراقــــــــــــــــــــــــــــــــــــم

خاکسار میرزا غلام احمد

(اخبار بدر مورخہ ۶ جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

---

(۲۷۶)

جہاں جہاں یہ اشتہار پہنچے وہاں جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ حسب ضرورت اور حسب مقدرت اس کی کاپیاں چھپوا کر تقسیم کریں

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اپنی تمام جماعت کے لئے ضروری نصیحت

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بُو آتی ہے۔ بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً ۲۶ برس سے تقریری اور تحریری طور پر اُن کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے۔ ان کی ظلِ حمایت میں ہمارا فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لئے چُن لیا تاکہ یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر

ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاوے اور ترقی کرے۔ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم کی عملداری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ ہی میں اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک ہفتہ میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ تم سُن چکے ہو کہ کس طرح صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف جو ریاست کابل کے ایک معزز اور بزرگوار اور نامور رئیس تھے جن کے مُرید پچاس ہزار کے قریب تھے۔ وہ جب میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اسی قصور سے کہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے، امیر حبیب اللہ خاں نے نہایت بے رحمی سے اُن کو سنگسار کرا دیا۔ پس کیا تمہیں کچھ توقع ہے کہ تمہیں اسلامی سلاطین کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی بلکہ تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتووں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔ سو خدا تعالیٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اس گورنمنٹ نے ایسا ہی تمہیں اپنے سایہ پناہ کے نیچے لے لیا جیسا کہ نجاشی بادشاہ نے جو کہ عیسائی تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو پناہ دی تھی۔ میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں۔ بلکہ میں انصاف اور ایمان کے رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکرگذاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لئے نصیحت کرتا رہوں۔ سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابلہ پر کوئی باغیانہ خیال دل میں رکھے۔ اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجے سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اس کے احسان کے ہم شکرگذار نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان یعنے احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا۔ یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لیگی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کے لئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مُرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو۔

اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم
کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کرے گی۔ یہ مسلمان لوگ
جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم اُن کے علماء کے فتوے سُن چکے ہو یعنی یہ کہ تم اُن کے نزدیک
واجب القتل ہو اور اُن کی آنکھ میں ایک کُتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں ہو۔ تمام پنجاب اور ہندوستان
کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو اور تمہیں قتل
کرنا اور تمہارا مال لُوٹ لینا اور تمہاری بیویوں پر جبر کرکے اپنے نکاح میں لے آنا اور تمہاری میّت کی
توہین کرنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا نہ صرف جائز بلکہ بڑا ثواب کا کام ہے
سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار
کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو
کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے، تمہارے لئے
ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو
اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزارہا درجہ اُن سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ تمہیں واجب القتل نہیں
سمجھتے، وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے۔ کچھ بہت دن نہیں گذرے کہ ایک پادری نے کپتان
ڈگلس کی عدالت میں میرے پر اقدام قتل کا مقدمہ کیا تھا۔ اس دانشمند اور منصف مزاج ڈپٹی کمشنر
نے معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ سراسر جھوٹا اور بناوٹی ہے اس لئے مجھے عزت کے ساتھ بری کیا بلکہ مجھے
اجازت دی کہ اگر چاہو تو جھوٹا مقدمہ بنانے والوں پر سزا دلوانے کے لئے نالش کرو۔ سو اس
نمونہ سے ظاہر ہے کہ انگریز کس انصاف اور عدل کے ساتھ ہم سے پیش آتے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ
(موجودہ) اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی
مسئلہ نہیں ہے۔ جس دین کی تعلیم عمدہ ہے، جس دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے خدا نے معجزات
دکھلائے اور دکھلا رہا ہے، ایسے دین کو جہاد کی کیا ضرورت ہے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے وقت ظالم لوگ اسلام پر تلوار کے ساتھ حملہ کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اسلام کو تلوار کے

ذریعہ سے نابود کر دیں۔ سو جنہوں نے تلواریں اٹھائیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے گئے۔ سو وہ جنگ صرف دفاعی جنگ تھے۔ اب خواہ نخواہ ایسے اعتقاد پھیلانا کہ کوئی خونی مہدی آئے گا اور عیسائی بادشاہوں کو گرفتار کرے گا یہ محض بناوٹی مسائل ہیں جن سے ہمارے مخالف مسلمانوں کے دل سیاہ اور سخت ہو گئے ہیں اور جن کے ایسے عقیدے ہیں وہ خطرناک انسان ہیں۔ اور ایسے عقیدے کسی زمانہ میں جاہلوں کے لئے بغاوت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں بلکہ ضرور ہوں گے۔ سو ہماری کوشش ہے کہ مسلمان ایسے عقیدوں سے رہائی پاویں۔ یاد رکھو کہ وہ دین خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا جس میں انسانی ہمدردی نہیں۔ خدا نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ زمین پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم کیا جائے۔

والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد مسیح موعود

عافاہ اللہ وایدہ ۷؍ مئی ۱۹۰۷ء

مطبوعہ میگزین پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۲ صفحوں پر ہے)

---

(۲۷۹)

ہماری جماعت کو لازم ہے کہ اس پیشگوئی کو خوب شائع کریں اور اپنی طرف سے چھاپ کر مشتہر کریں اور یادداشت کے لئے اشتہار کے طور پر اپنے گھر کی نظر گاہ میں چسپاں کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تبصرہ

مجھے اس تحریر کے لئے اس بات نے مجبور کیا ہے کہ میں مامور ہوں کہ امر معروف اور نہی منکر کروں اور سننے والوں کو ان امور پر قائم کروں جن سے ان کا ایمان قوی ہو اور معرفت زیادہ ہو اور

صراط مستقیم پر قائم ہوجاویں۔ واضح ہو کہ میں نے اس ہفتہ کے اخبار عام میں اس کے پہلے کالم میں ہی پڑھا ہے کہ بعض کوتاہ اندیش لوگوں نے میرے فرزند مبارک احمد کی وفات پر بڑی خوشی ظاہر کی ہے۔ بلکہ دوسرے بعض اخباروں میں بھی بڑے زور سے اس واقعہ کو ظاہر کر کے یہ رنگ اس پر چڑھایا ہے کہ گویا ان میں سے کسی کا مباہلہ میں فتحیاب ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ ہم اس جگہ زیادہ لکھنا نہیں چاہتے کیونکہ جھوٹ کی سزا دینے کے لئے خدا تعالےٰ کافی ہے۔

واضح ہو کہ میں نے کسی سے ایسا مباہلہ نہیں کیا جس سے کسی دوسرے فریق کی اولاد کو اس طرح پر معیار صدق و کذب بنایا جاوے کہ اگر اس فریق کا لڑکا مر گیا تو وہ جھوٹا ٹھہرے گا بلکہ میں ہمیشہ یہی چاہتا ہوں کہ وہی شخص نابود ہو جس کا گناہ ہے۔ جس نے خدا پر افترا کیا ہے یا صادق کو کاذب ٹھہراتا ہے۔ ہاں اگر کسی کی اولاد مباہلہ کے وقت حاضر ہو کر خود مباہلہ سے حصہ لے اور افترا کے حامی یا تکذیب کے حامی ہو جاویں جیسا کہ قرآن شریف سے سمجھا جاتا ہے۔ تب وہ کاذب ہونے کی حالت میں عذاب میں بھی شریک ہوں گے جیسا کہ وہ مقابلہ میں شریک ہوگئے ورنہ بموجب حکم آیت لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ خدا ایک کے گناہ کے لئے دوسرے کو ہلاک نہیں کرتا۔ میرا لڑکا مبارک احمد نابالغ تھا اور ابھی نو برس کی عمر کو نہیں پہنچا تھا جب وہ فوت ہوگیا۔ اور خدا نے اس کی وفات سے کئی برس پہلے دو مرتبہ اس کی نسبت خبر دی تھی کہ ابھی وہ بالغ نہیں ہوگا جو فوت ہو جائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ دشمن اس دن خوش ہوگا اور اپنا وار کرے گا۔ مگر ساتھ ہی دشمن کے بدانجام کی بھی خبر دی تھی کہ آخر کار وہ غضب الٰہی کے نیچے آئے گا۔ اور میری نسبت یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ دن تلخ زندگی کے ہوں گے اور ساتھ اس کے میرے دل کی حالت کو ان الفاظ سے ظاہر کیا تھا کہ انی مع اللہ فی کل حال یعنے میں ہر ایک حال میں خدا کے ساتھ ہوں اور جو اس کی رضا ہے وہی میری رضا ہے۔ اور یہ بھی میرے گھر کے لوگوں کو خدا نے مخاطب کر کے مجھے یہ الہام کیا تھا کہ ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر۔ اور یہ بھی ان کی نسبت الہام تھا کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ یعنی اے اہل بیت خدا تمہیں ایک امتحان کے ذریعہ سے

پاک کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا۔ اس الہام میں بھی اسی مصیبت کی طرف اشارہ تھا۔ اور علاوہ اس کے اور کئی الہام تھے جن میں بصراحت اس لڑکے کے مرنے کی خبر دی گئی تھی۔ اور صرف یہی نہیں تھا کہ زبانی اپنی جماعت کو یہ پیشگوئیاں بتلائی گئی تھیں بلکہ یہ پیشگوئیاں اس واقعہ سے کئی سال پہلے اخبار بدر اور الحکم میں شائع کر دی گئی تھیں جس کا خلاصہ مضمون یہی تھا کہ مبارک احمد قبل اس کے کہ جو بلوغ کی عمر کو پہنچے فوت ہو جائے گا اور باوجود اس کے کہ میرے کئی اور لڑکے تھے جو اس کے حقیقی بھائی تھے مگر میں نے خدا سے الہام پا کر صریح طور پر پیشگوئی میں شائع کیا تھا کہ قبل از بلوغ وفات پانے والا مبارک احمد ہے۔ اور صاف اور کھلے لفظوں میں لکھا تھا کہ مبارک احمد نابالغ ہونے کی حالت میں ہی فوت ہو جائے گا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ تو خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان نشان تھا جو خدا نے کھلے کھلے طور پر خبر دے دی کہ مبارک احمد بلوغ کی عمر تک نہیں پہنچے گا اور خورد سالی میں ہی فوت ہو جائے گا۔ اب کوئی ایماندار سوچے کہ کیا یہ کسی اعتراض کی جگہ تھی بلکہ یہ موت تو پہلے ہی سے مقرر ہو چکی تھی اور اخباروں میں شائع ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ ایک بڑا بھاری نشان تھا کیونکر ایسے عمیق غیب پر انسان کا علم محیط نہیں ہو سکتا۔ مگر تعصب کا کیا علاج۔ متعصب انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اس وقت اس پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎ چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد ۔ عیب نماید ہنرش در نظر۔ لیکن خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا۔ ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا۔ انا نبشرك بغلام حليم ينزل منزل المبارك۔ یعنے ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائمقام اور اس کا شبیہہ ہوگا پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو۔ اس لئے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے۔ اور ایک الہام میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ انى اريحك ولا اجيحك واخرج منك قوما یعنے میں تجھے راحت دوں گا اور میں تیری قطع نسل نہیں کروں گا اور ایک بھاری قوم تیری نسل سے پیدا کروں گا یہ خدا کا کلام ہے جو اپنے وقت پر پورا ہوگا۔ اگر اس زمانہ کے بعض لوگ لمبی عمر پائیں گے تو دیکھیں گے

کہ آج جو خدا کی طرف سے پیشگوئی کی گئی ہے وہ کس شان اور قوت اور طاقت سے ظہور میں آئیگی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ وہ خدا جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کو اور سب کے بعد ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جانی اور خونی دشمنوں سے بچایا وہ مجھے بھی بچائے گا اور وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ دشمن اپنے کردار کی سزا پائیں گے کیونکہ خدا شریر کو دوست نہیں رکھتا۔ جو شخص تقویٰ سے کام نہیں لیتا اور بدزبانی میں حد سے بڑھ جاتا ہے وہ آخر پکڑا جاتا ہے۔ مگر خدا متقی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ معمولی سلسلہ موت کا ہر ایک بد اور نیک پر محیط ہے۔ کسی خاص فرقے سے مخصوص نہیں۔ اگر ہماری اولاد میں سے کوئی مرگیا یا آئندہ مرے تو دشمنوں کے لئے یہ خوشی کی بات نہیں کیونکہ یہ موت ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ بلکہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ ہمارے گھر کے عزیزوں میں سے یا ہمارے بہت قریب متعلقین میں سے بعض کی اجل قریب ہے۔ سو ایسے واقعات دشمن کے لئے خوشی کی جگہ نہیں کیونکہ موت فوت سے کسی نبی کا خاندان مستثنےٰ نہیں رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کئی لڑکے فوت ہو گئے۔ یہانتک کہ خبیث فطرت کافروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ابتر رکھا۔ مگر آخرکار خدا نے فتح اور نصرت کے تمام وعدے پورے کئے یہاں تک کہ ان عرب کے کافروں کا نام و نشان نہ رہا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معدوم کرنا چاہتے تھے اور جزیرہ عرب اسلام سے بھر گیا۔ یہ سچ ہے کہ العاقبۃ للمتقین۔ سو

خدا کا یہ وعدہ ہے کہ وہ مجھ سے بھی ایسا ہی کرے گا جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ ایک دن آتا ہے کہ جن متعصب اور جانی دشمنوں کا آج مُنہ دیکھتے ہو پھر نہیں دیکھو گے۔ وہ جڑ سے کاٹے جاوینگے اور ان کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ اس بارے میں ان دنوں میں جو کچھ خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے وہ پیشگوئی اس جگہ لکھتا ہوں۔ چاہیئے کہ میری جماعت اس کو یاد رکھیں اور

اس کو اپنے گھروں کے نظارہ گاہ جگہوں پر چسپاں کریں اور اپنی عورتوں اور لڑکوں کو اس سے اطلاع دیں اور جہاں تک ممکن ہو نرمی اور آہستگی سے اپنے واقف کاروں کو اس امر پر مطلع کریں کیونکہ یہ دن آنے والے ہیں اور خدا نے سب کچھ دیکھا ہے اور اب وہ ہم میں اور ہمارے اُن مخالفوں میں جو تکفیر اور گالیوں سے باز نہیں آتے فیصلہ کرے گا۔ وہ حلیم ہے مگر اس کا غضب بھی سب سے بڑھ کر ہے اور وہ سزا دینے میں دھیما ہے مگر اس کا قہر بھی ایسا ہے کہ فرشتے بھی اس سے کانپتے ہیں۔ اور اس پیشگوئی میں ہمارے مخاطب صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے حد سے زیادہ مجھے ستایا اور گالیاں دیئے اور بدزبانی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے بلکہ بعض نے ان میں سے میرے قتل کے فتوے دیئے اور وہ سب لوگ چاہتے ہیں کہ میں قتل کیا جاؤں اور زمین سے نابود کیا جاؤں اور میرا تمام سلسلہ پراگندہ اور نابود ہو جائے مگر خدا جو میرے دل کی حالت کو جانتا ہے وہ وہی فیصلہ کرے گا جو اس کے علم کے موافق ہے۔ اس نے مجھے اپنے فیصلہ کی خبر دی ہے اور وہ یہ ہے۔

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ الم یجعل کیدھم

فی تضلیل۔ انک بمنزلۃ رحی الاسلام۔ اثرتک و اخترتک۔

ترجمہ۔ تو نے دیکھ لیا یعنے تو ضرور دیکھے گا کہ اصحاب الفیل یعنی وہ جو بڑے حملے والے ہیں اور جو آئے دن تیرے پر حملہ کرتے ہیں اور جیسا کہ اصحاب الفیل نے خانہ کعبہ کو نابود کرنا چاہا تھا وہ تجھے نابود کرنا چاہتے ہیں، اُن کا انجام کیا ہوگا؟ یعنی ان کا وہی انجام ہوگا جو اصحاب الفیل کا ہوا۔ پھر فرمایا:

وینصرک رجال نوحی الیھم من السماء یاتون من کل فج عمیق

یعنے تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم الہام کریں گے۔ وہ دور دراز جگہوں سے تیرے پاس آویں گے۔ اس جگہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ نے مجھے بیت اللہ سے مشابہت دی۔ کیونکہ آیت یاتون من کل فج عمیق خانہ کعبہ کے حق میں ہے۔ اور پھر فرمایا کہ تو مجھ سے بمنزلہ

اسلام کی چکی کے ہے۔ اس چکی میں جو پڑے گا وہ آخر کو پیسا جائے گا۔ یعنے تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے۔ اور پھر فرمایا کہ تیرے مخالفوں کا انجام اور افناء تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا یعنی جو لوگ تجھے رُسوا اور ہلاک کرنا چاہتے ہیں وہ آپ ہی رُسوا اور ہلاک ہوں گے اور پھر فرمایا۔

اِنّی انا ربّک الرحمٰن ذوالعزّ والسلطان۔ من عادا ولیّا لی فکانما خرّ من السماء۔ انی موجود فانتظر۔ سینالھم غضب من ربھم وما کنّا معذبین حتّی نبعث رسولاً۔ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ قل انی امرت لکم فافعلوا ما تومرون۔ الیوم یوم البرکات۔ یاعبداللہ انی معک۔ والضحٰی واللیل اذا سجٰی۔ ما ودعک ربّک وما قلٰی۔

یعنی مَیں رحمان ہوں صاحب عزت اور سلطنت۔ جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرے گویا وہ آسمان سے گر گیا۔ مَیں موجود ہوں پس میرے فیصلہ کا منتظر رہ۔ جو لوگ عداوت سے باز نہیں آتے عنقریب اُن پر غضب الٰہی نازل ہوگا۔ ہم عذاب نازل نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ جب پہلے رسُول آجاوے۔ یعنی دُنیا پر عذاب شدید نازل ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسُول آگیا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ عذاب سے وہ لوگ نجات پائیں گے جنہوں نے دلوں کو پاک کیا۔ اور وہ لوگ سزا پائیں گے جنہوں نے اپنے نفسوں کو گندہ کیا۔ اور پھر فرمایا کہ مَیں تیری نسل کو جڑ سے معدوم نہیں کروں گا بلکہ جو کچھ کھویا گیا وہ تجھے خدائے کریم واپس دے گا۔ ان کو کہہ دے کہ مَیں تمہارے لئے مامور ہو کر آیا ہوں۔ پس وہی کرو جو مَیں حکم کرتا ہوں۔ یہ برکت کے دن ہیں ان کا قدر کرو۔ اے خدا کے بندے مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ مجھے روز روشن کی قسم ہے اور اس رات کی جو تاریک ہو جو تیرے رب نے تجھے دشمن نہیں پکڑا۔ اور پھر اردو میں فرمایا کہ ہر ایک حال میں تمہارے ساتھ موافق ہوں اور تیرے منشار کے مطابق۔ اور پھر فرمایا۔

لکم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا خیر و نصرت و فتح انشاء اللہ تعالےٰ۔ وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک و رفعنا لک ذکرک۔ انی معک ذکرتک فاذکرنی وسع مکانک حان ان تعان و ترفع بین الناس انی معک یا ابراھیم انی معک و مع اھلک انک معی و اھلک انی انا الرحمان فانتظر قل یاخذک اللہ۔

یعنی تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں بشارت ہے۔ تیرا انجام نیک ہے۔ خیر ہے اور نصرت اور فتح انشاء اللہ تعالےٰ۔ ہم تیرا بوجھ اتار دیں گے جس نے تیری کمر توڑ دی اور تیرے ذکر کو اونچا کردیں گے۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ مَیں نے تجھے یاد کیا ہے۔ سو تو مجھے بھی یاد کر اور اپنے مکان کو وسیع کردے۔ وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائے گا اور لوگوں میں تیرا نام عزت اور بلندی سے لیا جائے گا۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں اے ابراہیم اور ایسا ہی تیرے اہل کے ساتھ اور تو میرے ساتھ ہے اور ایسا ہی تیرے اہل۔ مَیں رحمان ہوں۔ میری مدد کا منتظر رہ اور اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا۔ اور پھر آخر میں اردو میں فرمایا کہ مَیں تیری عمر کو بھی بڑھا دوں گا۔ یعنے دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں ان سب کو مَیں جھوٹا کردوں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا تا معلوم ہو کہ مَیں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔

یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر میری نسبت لکھا ہے کہ دُنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔ خدا ایک قہری تجلّی کرے گا اور وہ جو جھوٹے اور شوخی سے باز نہیں آتے

ان کی ذلّت اور تباہی ظاہر کرے گا۔ مگر میری طرف ایک دُنیا کو جُھکا دے گا اور میرا نام عزّت کے ساتھ دُنیا کے ہر ایک کنارہ میں پھیلا دے گا۔ سو چاہیئے کہ میری جماعت کے لوگ اِس پیشگوئی کے منتظر رہیں اور تقویٰ و طہارت سے پاک نمونہ دکھاویں۔

اس پیشگوئی کے ساتھ یہ پیشگوئی بھی ہے کہ ایک سخت طاعون اس ملک میں اور دوسرے ممالک میں بھی آنے والی ہے جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ وہ لوگوں کو دیوانہ کی طرح کر دے گی معلوم نہیں کہ اس سال یا آئندہ سال میں ظاہر ہوگی۔ مگر خدا مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ مَیں تجھے اور تمام ان لوگوں کو جو تیری چار دیواری کے اندر ہیں بچاؤں گا۔ گویا اس دن یہ گھر نوح کی کشتی ہوگا جو شخص اس گھر میں داخل ہو جائے گا وہ بچایا جائے گا اور خدا نے فرمایا مَیں روزہ بھی رکھوں گا اور افطار بھی کروں گا اور اس گھڑی تک جس کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا میرا عذاب دُنیا کے شامل حال رہے گا اور طاعون دُور نہیں ہوگی اور کبھی دُور نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ اپنی اصلاح کر کے نیکی اور خدا کی طرف رجوع نہ کریں۔ خدا چاہتا ہے کہ زمین گناہ سے پاک ہو جائے۔ سو اس لئے ایک طرف اس نے طاعون اور کئی اور عذاب بھیجے اور دوسری طرف اپنے راہ کی منادی کرنے والا بھیجا تا زمین کو گناہ سے پاک کرے۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ

خاکسار

مرزا غلام احمد ۵ نومبر ۱۹۰۷ء

(یہ اشتہار ۱۳×۱۶ سائز پیپر پر انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ یہ اشتہار خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہے۔ نیز یہ اشتہار اخبار بدر مورخہ ۱۰ ر نومبر ۱۹۰۷ء نمبر ۴۶ جلد ۶ کے صفحہ ۳ لغایت ۶ پر بھی ہے)

(۲۵۰)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ آمین

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تُو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

جب سے خدا نے مجھے مسیح موعود اور مہدی معہود* کا خطاب دیا ہے میری نسبت جوش اور غضب اُن لوگوں کا جو اپنے تئیں مسلمان قرار دیتے ہیں اور مجھے کافر کہتے ہیں انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ پہلے مَیں نے صاف صاف ادلّہ کتاب اللہ اور حدیث سے اپنے دعویٰ کو ثابت کیا مگر قوم نے دانستہ ان دلائل سے مُنہ پھیر لیا اور پھر میرے خدا نے بہت سے آسمانی نشان میری تائید میں دکھلائے۔

* حاشیہ۔ بعض کم سمجھ لوگ جو کتاب اللہ اور حدیث نبوی میں تدبّر نہیں کرتے وہ میرے مہدی ہونے کو سُنکر یہ کہا کرتے ہیں کہ مہدی موعود تو سادات میں سے ہوگا۔ سو یاد رہے کہ باوجود اس قدر جوش مخالفت کے ان کو احادیث نبویہ پر بھی عبور نہیں۔ مہدی کی نسبت احادیث میں چار قول ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ مہدی سادات میں سے ہوگا (۲) دوسرے یہ کہ قریش میں سے سادات ہوں یا نہ ہوں (۳) تیسرے یہ حدیث ہے کہ رجل من امتی یعنی مہدی میری امت میں سے ایک مرد ہے خواہ کوئی ہو (۴) چوتھے یہ حدیث ہے کہ لا مھدی الا عیسٰی یعنی بجز عیسٰے کے اور کوئی مہدی نہیں ہوگا وہی مہدی ہے جو عیسٰی کے نام پر آئے گا۔ اسی آخری قول کے مصدق وہ اقوال محدثین ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ مہدی کے بارے میں جس قدر احادیث ہیں بجز حدیث عیسٰی مہدی کے کوئی ان حدیثوں میں سے جرح سے خالی نہیں۔ مگر عیسٰی کا مہدی ہونا بلکہ سب سے بڑا مہدی ہونا تمام اہل حدیث اور ائمہ اربعہ کے نزدیک بغیر کسی نزاع کے مسلّم ہے۔ پس مَیں وہی مہدی ہوں جو عیسٰی بھی کہلاتا ہے اور اس مہدی کے لئے شرط نہیں ہے کہ حسنی یا حسینی یا ہاشمی ہو۔ منہ۔

مگر قوم نے اُن سے بھی کچھ فائدہ نہ اُٹھایا۔ اور پھر ان میں سے کئی لوگ مباہلہ کے لئے اُٹھے اور بعض نے علاوہ مباہلہ کے الہام کا دعویٰ کر کے یہ پیشگوئی کی کہ فلاں سال یا کچھ مدت تک ان کی زندگی میں ہی یہ عاجز ہلاک ہو جائے گا مگر آخرکار وہ میری زندگی میں خود ہلاک ہو گئے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ قوم کی پھر بھی آنکھ نہ کھلی اور انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو ہر ایک پہلو سے وہ مغلوب نہ ہوتے۔ قرآن شریف ان کو جھوٹا ٹھہراتا ہے۔ معراج کی حدیث اور حدیث امامکم منکم ان کو جھوٹا ٹھہراتی ہے۔ مباہلوں کا انجام ان کو جھوٹا ٹھہراتا ہے۔ پھر ان کے ہاتھ میں کیا ہے جو خدا کے اس فرستادہ کی دلیری سے تکذیب کر رہے ہیں جو تقریباً چھبیس[۲۶] برس سے ان کو حق اور راستی کی طرف بُلا رہا ہے۔ کیا اب تک انہوں نے آیہ کریمہ یصبکم بعض الذی یعدکم کا مزہ نہیں چکھا۔ کہاں ہے مولوی غلام دستگیر جس نے کتاب فیض رحمانی میں میری ہلاکت کے لئے بددعا کی تھی اور مجھے مقابل پر رکھ کر جھوٹے کی موت چاہی تھی؟ کہاں ہے مولوی چراغ دین جموں والا جس نے الہام کے دعویٰ سے میری موت کی خبر دی تھی اور مجھ سے مباہلہ کیا تھا۔ کہاں ہے فقیر مرزا جو اپنے مریدوں کی ایک بڑی جماعت رکھتا تھا جس نے بڑے زور شور سے میری موت کی خبر دی تھی اور کہا تھا کہ عرش پر سے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ شخص مفتری ہے آیندہ رمضان تک میری زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔ لیکن جب رمضان آیا تو پھر آپ ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ کہاں ہے سعد اللہ لودھانوی؟ جس نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا اور میری موت کی خبر دی تھی۔ آخر میری زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ کہاں ہے مولوی محی الدین لکھو کے والا؟ جس نے مجھے فرعون قرار دے کر اپنی زندگی میں ہی میری موت کی خبر دی تھی اور میری تباہی کی نسبت کئی اور الہام شائع کئے تھے۔ آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی دُنیا سے گذر گیا۔ کہاں ہے بابو الٰہی بخش صاحب مؤلف "عصائے موسیٰ" اکونٹنٹ لاہور؟ جس نے اپنے تئیں موسیٰ قرار دے کر مجھے فرعون قرار دیا تھا اور میری نسبت اپنی زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔ اور میری تباہی کی نسبت اور بھی بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں۔ آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی اپنی کتاب عصائے

مولوی پر جھوٹ اور افترا کا داغ لگا کر طاعون کی موت سے بصد حسرت مرا۔ اور ان تمام لوگوں نے چاہا کہ میں اس آیت کا مصداق ہو جاؤں کہ اِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ۔ لیکن وہ آپ ہی اس آیت ممدوحہ کا مصداق ہو کر ہلاک ہو گئے اور خدا نے ان کو ہلاک کر کے مجھ کو اس آیت کا مصداق بنا دیا وَ اِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ۔ کیا ان تمام دلائل سے خدا تعالیٰ کی حجت پوری نہیں ہوئی؟ مگر ضرور تھا کہ مخالف لوگ انکار سے پیش آتے کیونکہ پہلے سے یعنی آج سے چھبیس[۲۶] برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا کی یہ پیشگوئی موجود ہے۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ سو ہم ایمان رکھتے ہیں کہ خدا اپنے حملوں کو نہیں روکے گا اور نہ بس کرے گا جب تک کہ دُنیا پر میری سچائی ظاہر نہ ہو جائے۔

لیکن آج ۱۵ رمئی ۱۹۰۷ء کو میرے دل میں ایک خیال آیا ہے کہ ایک اور طریق فیصلہ کا ہے شاید کوئی خدا ترس اس سے فائدہ اُٹھاوے اور انکار کے خطرناک گرداب سے نکل آوے اور وہ طریق یہ ہے کہ میرے مخالف منکروں میں سے جو شخص اشد مخالف ہو اور مجھ کو کافر اور کذّاب سمجھتا ہو* وہ کم سے کم دس نامی مولوی صاحبوں یا دس نامی رئیسوں کی طرف سے منتخب ہو کر اس طور سے مجھ سے مقابلہ کرے جو دو سخت بیماروں پر ہم دونوں اپنے صدق و کذب کی آزمائش کریں یعنی اس طرح پر کہ دو خطرناک بیمار لے کر جو جُدا جُدا بیماری کی قسم میں مبتلا ہوں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے دونوں بیماروں کو اپنی اپنی دُعا کے لئے تقسیم کر لیں۔ پھر جس فریق کا بیمار بکلّی اچھا ہو جاوے یا دوسرے بیمار کے مقابل پر اس کی عمر زیادہ کی جائے وہی فریق سچا سمجھا جاوے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اور مَیں پہلے سے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کر کے یہ خبر دیتا ہوں کہ جو بیمار میرے حصہ میں آوے گا یا تو خدا اسے بکلّی صحت دے گا اور یا بہ نسبت دوسرے

---

* یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص عام لوگوں میں سے نہ ہو بلکہ قوم میں خصوصیت اور علمیت اور عزّت اور تقویٰ کے ساتھ مشہور ہو جس کا مغلوب ہونے کی حالت میں دوسروں پر اثر پڑ سکے۔ منہ

بیمار کے اس کی عمر بڑھادے گا اور یہی امر میری سچائی کا گواہ ہوگا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر یہ سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ لیکن یہ شرط ہوگی کہ فریق مخالف جو میرے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ خود اور ایسا ہی دس اور مولوی یا دس رئیس جو اس کے ہم عقیدہ ہوں یہ شائع کردیں کہ درحالت میرے غلبہ کے وہ میرے پر ایمان لائیں گے اور میری جماعت میں داخل ہوں گے اور یہ اقرار تین نامی اخباروں میں شائع کرانا ہوگا۔ ایسا ہی میری طرف سے بھی یہی شرائط ہوں گی اس قسم کے مقابلہ سے فائدہ یہ ہوگا کہ کسی خطرناک بیمار کی جو اپنی زندگی سے نومید ہو چکا ہے، خدا تعالیٰ جان بچائے گا اور احیاء موتیٰ کے رنگ میں ایک نشان ظاہر کرے گا اور دوسرے یہ کہ اس طور سے یہ جھگڑا بڑے آرام اور سہولت سے فیصلہ ہو جائے گا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود

۱۵ مئی ۱۹۰۸ء

---

(۲۸۰)

حضرت تقدس مآب مرزا قادیانی کا خط

(جناب ایڈیٹر صاحب اخبار عام)

پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں میں

نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ مَیں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا مَیں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں، یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعوٰے نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ مَیں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بناء پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ مَیں خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آیندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر مَیں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو مَیں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ مَیں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دُنیا سے گذر جاؤں۔ مگر مَیں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا مَیں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جُوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا۔ اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شوشہ قرآن شریف کا منسوخ کرسکے۔ سو مَیں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی تحقیق نہیں ہوسکتے جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں کہلا سکتا۔ سو خدا نے اپنے کلام کے ذریعہ سے بکثرت مجھے علم غیب عطا کیا ہے اور ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں اور

کر رہا ہے۔ مَیں خود ستائی سے نہیں مگر خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دُنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف صرف مَیں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دیگا اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دیگا۔ بس اسی بناء پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیّہ اور کثرت اطلاع برعلوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتا ہے اور کسی قدر ملونی کے ساتھ علم غیب سے بھی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ الہام مقدار میں نہایت قلیل ہوتا ہے اور اخبار غیبیہ بھی اس میں نہایت کم ہوتی ہیں اور باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدّر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو اس کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس کو کسی خاص نام کے ساتھ پکارا جائے تا کہ اس میں اور اس کے غیر میں امتیاز ہو۔ اس لئے محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے تا کہ ان میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جائے۔ ان معنوں سے مَیں نبی بھی ہوں اور اُمّتی بھی تا کہ ہمارے سیّد و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح اُمّتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ ورنہ حضرت عیسٰیؑ جن کے دوبارہ آنے کے بارے میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامنگیر ہے وہ اُمّتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اُتر کر نئے سِرے سے وہ مسلمان ہوں گے اور کیا اس وقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

الراقـــــــــم

خاکسار میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء

از شہر لاہور

(یہ خط ہندو اخبار عام لاہور مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۷ کالم اول سے کالم ۳ تک میں شائع کیا ہے (المرتب)

(۲۸۱)*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محال است سعدی کہ راہِ صفا توان یافت جز در پئے مصطفیٰ

سردار راجندر سنگھ صاحب متوجّہ ہو کر سُنیں

آپ کا رسالہ جس کا نام آپ نے خبط قادیانی کا علاج رکھا ہے میرے پاس پہنچا اس میں جس قدر آپ نے ہمارے سیّد و مولیٰ جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں، اور نہایت بے باکی سے بے ادبیاں کیں اور بے اصل تہمتیں لگائیں، اس کا ہم کیا جواب دیں اور کیا لکھیں۔ سو ہم اس معاملہ کو اُس قادر توانا کے سپرد کرتے ہیں جو اپنے پیاروں کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ ہمارا افسوس اَور بھی آپ کی نسبت ہوتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کس ادب اور تہذیب سے ہم نے ست بچن کو تالیف کیا تھا اور کیسے نیک الفاظ سے آپ کے باوا صاحب کو یاد کیا تھا اور اس کا عوض آپ نے یہ دیا۔ اگر آپ کو علم اور انصاف سے کچھ بہرہ ہوتا اور دل میں پرہیزگاری ہوتی تو آپ ان بیہودہ افتراؤں کی پیروی نہ کرتے جن کا ہماری معتبر اور مسلّم اور پاک کتابوں میں کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا۔ خدا کا وہ مقدس پیارا جس نے اس کی عزت اور جلال کے لئے اپنی جان کو ایک کیڑے کی جان کے برابر بھی عزت نہیں دی اور اس کے لئے ہزاروں موتوں کو قبول کیا۔ اس کو آپ نے گندی گالیاں دیں اور اس کی پاک شان میں طرح طرح کی بے باکیاں کیں۔ میرا خیال اب تک تھا کہ سکھ صاحبوں میں ایسے لوگ کم ہیں۔ آفتاب آپ کی نظر میں ایک ناچیز خس و خاشاک دکھائی دیا۔ اے غافل! وہی ایک نور ہے جس نے دُنیا کو تاریکی میں پایا اور روشن کیا، اور مُردہ پایا اور جان بخشی۔ تمام نبوتیں اس سے ثابت ہوئیں اور وہ اپنی ذات میں

---

* اشتہار نمبر ۲۸۱ و ۲۸۲ بعد میں دستیاب ہونے کی وجہ سے اپنے مقام پر درج نہیں ہو سکے۔ اور یہاں درج کر دئیے ہیں اگلے ایڈیشن میں صحیح مقام پر درج کر دیئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (المرتب)

ثابت ہے۔ بھلا بتلاؤ! کہ اس کے سوا آج اس موجودہ دنیا میں کون ہے جس کا کوئی پیرو دم مار سکتا ہو کہ مَیں دُعا اور خدا کی نصرت میں اپنے مخالف پر غالب آسکتا ہوں۔ یوں تو کوچہ کوچہ اور گلی گلی میں مذہب پھیلے ہوئے ہیں اور ہر ایک اپنے نبی یا اوتار کے اعجوبے قصّوں اور کہانیوں کے رنگ میں بیان کر رہا ہے اور پستکوں اور کتابوں کے حوالہ سے ہزاروں خوارق ان کے بیان کئے جاتے ہیں لیکن سوال تو یہ ہے کہ ان قصّوں کا ثبوت کیا ہے اور کس کو ہم جھوٹا کہیں اور کس کو ہم سچّا سمجھیں۔ اور اگر یہ قصّے صحیح تھے تو اب کیوں یہ مصیبت پیش آئی کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصّے ہی قصّے رہ گئے۔ سچّوں کا نور ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ذرہ انصاف کرو کہ کیا گذشتہ باتوں کا فیصلہ صرف باتوں سے ہو سکتا ہے۔ کوئی بُرا مانے یا بھلا مگر مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان تمام مذہبوں میں سے سچ پر قائم وہی مذہب ہے جس پر خدا کا ہاتھ ہے اور وہی مقبول دین ہے جس کی قبولیّت کے نور ہر ایک زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ سو دیکھو مَیں گواہی دیتا ہوں کہ وہ روشن مذہب **اسلام** ہے جس کے ساتھ خدا کی تائیدیں ہر وقت شامل حال ہیں۔ کیا ہی بزرگ قدر وہ **رسُول** ہے جس سے ہم تازہ بتازہ روشنی پاتے ہیں۔ اور کیا ہی برگزیدہ وہ نبی ہے جس کی محبت سے رُوح القدس ہمارے اندر سکونت کرتی ہے تب ہماری دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور عجائب کام ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ زندہ خدا کا مزہ ہم اسی راہ میں دیکھتے ہیں۔ باقی سب مُردہ پرستیاں ہیں۔ کہاں ہیں مُردہ پرست کیا وہ بول سکتے ہیں۔ کہاں ہیں مخلوق پرست کیا وہ ہمارے آگے ٹھہر سکتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو شرارت سے کہتے تھے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی نہیں ہوئی اور نہ کوئی نشان ظاہر ہوا۔ دیکھو مَیں کہتا ہوں کہ وہ شرمندہ ہوں گے اور عنقریب وہ چھپتے پھریں گے۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ آگیا کہ اسلام کی سچّائی کا نور منکروں کے مُنہ پر طمانچے مار یگا اور انہیں دکھائی نہیں دیگا کہ کہاں چھپیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مَیں نے دو مرتبہ باوا نانک صاحب کو کشفی حالت میں دیکھا ہے اور اُن کو اس بات کا اقراری پایا ہے کہ انہوں نے اُسی نور سے روشنی حاصل کی ہے فضولیاں اور جھوٹ

بولنا مُردار خواروں کا کام ہے۔ مَیں وہی کہتا ہوں کہ جو مَیں نے دیکھا ہے۔ اسی وجہ سے میں باوانانک صاحب کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اس چشمہ سے پانی پیتے تھے جس سے ہم پیتے ہیں اور خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ مَیں اس معرفت سے بات کر رہا ہوں کہ جو مجھے عطا کی گئی ہے۔

اب اگر آپ کو اس بات سے انکار ہے کہ باوانانک صاحب مسلمان تھے اور نیز آپ کو اس بات پر اصرار ہے کہ بقول آپ کے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ منہا بدکار آدمی تھے تو مَیں آپ پر صرف منقولی استدلال سے اتمام حجت کرنا نہیں چاہتا بلکہ ایک اور طریقہ سے آپ پر خدا کی حجت پوری کرنا چاہتا ہوں جو آگے چل کر بیان کروں گا۔ اور منقولی استدلال پر اس لئے حصر رکھنا پسند نہیں کرتا کہ بوجہ قلت استعداد یہ راہ آپ کے لئے نہایت مشکل ہے۔ آپ لوگ صرف نادان پادریوں اور ایسا ہی اور بیہودہ اور ناسمجھ آدمیوں کے اعتراضات سُن کر بوجہ دلی بخل کے ان کو سچ سمجھ بیٹھے ہیں اور پھر بغیر تحقیق اور تفتیش کے اسلام اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بدزبانی شروع کر دی ہے۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ اسی شتاب کاری نے جو نادانی اور تعصب کے ساتھ ملی ہوئی تھی دُنیا کو تباہی میں ڈال دیا ہے اور جہالت اور مفتریانہ روایات نے آفتاب پر تھوکنے کے لئے ان کو دلیر کر دیا ہے۔ اگر آنکھیں ہوں تو کسی قدر ندامت ہو۔ اور اگر بصیرت ہو تو کسی قدر اپنی خطاؤں پر رو دیں۔ اے غافلو! وہ عزت اور شوکت جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے کیا جھوٹے کو مل سکتی ہے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ بات خدا کی خدائی پر داغ لگاتی ہے کہ دُنیا میں جھوٹے نبی کو وہ دائمی عزت اور قبولیت دی جائے جو سچوں کو ملتی ہے کیونکہ اس صورت میں حق مشتبہ ہو جاتا ہے اور امان اُٹھ جاتا ہے۔ کیا کسی نے دیکھا کہ مثلاً ایک جھوٹا تحصیلدار سچے تحصیلدار کے مقابل پر دو چار برس تک مقدمات کرتا رہا اور کسی کو قید اور کسی کو رہائی دیتا رہا اور اعلیٰ افسر اس مکان پر سے گذرتے رہے مگر کسی نے اس کو نہ پکڑا نہ پوچھا بلکہ اس کا حکم ایسا ہی چلتا رہا جیسا کہ سچے کا۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے

کہ ایک نبی کی اتنی بڑی عزتیں اور شوکتیں دُنیا میں پھیل جائیں کہ کروڑہا مخلوق اس کی اُمّت ہو جائے۔ بادشاہیاں قائم ہو جائیں اور صدہا برس گذر جائیں اور دراصل وہ نبی جھوٹا ہو جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ایک بھی اس کی نظیر نہیں پاؤ گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ دراصل کوئی نبی سچا ہو اور کتاب سچی ہو پھر مرورِ زمانہ سے اس کتاب کی تعلیم بگڑ جائے اور لوگ غلط فہمی سے اس کے منشاء کے برخلاف عمل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر ایک بگڑا ہوا مذہب جو دُنیا میں پھیل گیا تھا اور جس نے ایک عمر پائی وہ ایک سچی جڑ اپنے اندر مخفی رکھتا ہے گو اس کی تمام صورت بدلائی گئی۔ اسی لئے اسلام کسی عمر پانے والے اور جڑ پکڑنے والے مذہب کے پیشوا کو بدی سے یاد نہیں کرتا کیونکہ یہ غیر ممکن ہے کہ جو لوگ خدا کے حکم سے آتے اور اس کی کتاب لاتے ہیں ان کے پہلو بہ پہلو عزت اور جلال میں وہ لوگ بھی ہوں جو ناپاک طبع اور خدا پر افترا کرنے والے ہیں۔ نہ انسانی گورنمنٹ کی غیرت اس بات کو قبول کر سکتی ہے اور نہ خدا کی غیرت کہ جو لوگ جھوٹے طور پر اپنے تئیں عہدہ دار اور سرکاری ملازم ظاہر کرتے ہیں ان کو ایسی ہی عزت دی جائے جیسا کہ سچوں کو اپنی جائز حکومتوں میں۔

اور وہ طریق جس کی رو سے اس وقت آپ پر خدا کی حجت پوری کرنی چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ باوا نانک صاحب مسلمان نہیں تھے اور میں کہتا ہوں کہ درحقیقت وہ مسلمان تھے* اور جیسا کہ بالا کی جنم ساکھی میں لکھا ہے درحقیقت چولا جو اب ڈیرہ نانک میں موجود ہے یہ باوا نانک صاحب کا چولا تھا جو اُن کے مذہب کو ظاہر کرتا ہے اور چولہ کی عزت جو اب کی جاتی ہے درحقیقت یہ پُرانی عزت ہے جو باوا صاحب سے ہی شروع ہوئی۔

(۲) دوسرے آپ کا دعویٰ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بدکار اور فاسق آدمی تھے اور باوا نانک صاحب آنجناب سے بیزار تھے اور آنحضرت کو بُرا کہا کرتے تھے مگر میں کہتا

---

* باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا آپ کی ایک جنم ساکھی سے بھی پایا جاتا ہے جس نے صاف لفظوں میں اس بات کی طرف ایما کیا ہے کہ باوا صاحب نے آخر عمر میں حیات خاں نامی ایک مسلمان کی لڑکی سے شادی کی تھی ۱۲- منہ

ہوں کہ یہ بالکل جھوٹ ہے بلکہ یہ باتیں اس وقت گرنتھوں میں ملائی گئی ہیں جبکہ سکھ مذہب میں بہت سا تعصب داخل ہو گیا تھا ورنہ باوا صاحب درحقیقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں فدا تھے۔ اب **فیصلہ** اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ اگر اپنے اس عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں تو ایک مجلس عام میں اس مضمون کی **قسم** کھا دیں کہ درحقیقت باوا نانک دین اسلام سے بیزار تھے اور پیغمبر اسلام (علیہ السلام) کو بُرا سمجھتے تھے اور نیز درحقیقت پیغمبر اسلام (نعوذ باللہ) فاسق اور بدکار تھے اور خدا کے سچے نبی نہیں تھے۔ اور اگر یہ دونو باتیں خلاف واقعہ ہیں تو اے قادر کرتار مجھے ایک سال تک اس گستاخی کی سزا دے اور ہم آپ کی اس قسم پر پانسو روپیہ ایک جگہ جہاں آپ کی اطمینان (ہو جمع کرا دیں۔ ناقل) پس اگر آپ درحقیقت سچے ہوں گے تو سال کے عرصہ تک آپ کے ایک بال کا نقصان بھی نہیں ہوگا بلکہ مفت پانسو روپیہ آپ کو ملے گا اور ہماری ذلت اور روسیاہی ہوگی اور اگر آپ پر کوئی عذاب نازل ہو گیا تو تمام سکھ صاحبان درست ہو جائیں گے۔ مَیں جانتا ہوں کہ سکھ صاحبوں کو اسلام سے ایک مناسبت ہے جو ہندوؤں کو نہیں اور وہ جلد آسمانی نشان کو سمجھ لیں گے۔ **آپ لوگ ہندوؤں کی طرح بزدل نہیں بلکہ ایک بہادر قوم ہیں۔** اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ اس طریق فیصلہ کو ضرور قبول کر لیں گے۔ اوّل ایک اخبار* میں حسب بیان مذکورہ بالا چھپوانا ہوگا کہ مَیں ایسی قسم کھانے کے لئے طیار ہوں اور پھر ہماری چھپی ہوئی تحریر پہنچنے کے بعد قادیان میں آکر جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھانی ہوگی۔

اب آپ اس میں زیادہ پیچ نہ ڈالیں۔ اس بات کو منظور کر لیں۔ ہمارے دل گالیاں سُنتے

ح بریکٹوں والی عبارت خاکسار کی طرف سے ہے۔ اصل اشتہار میں یہاں جگہ پھٹی ہوئی ہے۔ ۱۲۔ عبداللطیف بہاولپوری۔

* نوٹ یہ ضروری ہوگا کہ جس اخبار میں آپ یہ اقرار شائع کریں ایک پرچہ اس اخبار کا بذریعہ رجسٹری ہمارے پاس بھیجدیں اور ہم ذمہ دار ہوں گے کہ تین ہفتہ تک روز وصول اخبار سے آپ کے لئے پانسو روپیہ جمع کرا دیں بشرطیکہ آپ بلاکم وبیش حسب ہدایت ہمارے اشتہار کے اقرارات مطلوبہ کو اپنی طرف سے شائع کر دیں ۔ منہ۔

سُنتے زخمی ہو گئے ہیں۔ اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہمیں روسیاہی اور ذلّت پیش آئے گی اور لعنت کی موت سے ہم مریں گے۔ اور اگر ہم سچے ہیں تو خدا ہمارا انصاف کرے گا۔ مَیں آپ کو اس پرمیشر کی قسم دیتا ہوں جس کی جناب میں آپ باوا نانک صاحب کو واصل سمجھتے ہیں اور باوا صاحب کی عزت کا آپ کی خدمت میں واسطہ ڈالتا ہوں کہ آپ ضرور اس طریق امتحان کو قبول کر لیں۔ اور اگر اب بھی آپ میدان میں نہ آویں اور حسب تصریح بالا قسم نہ کھائیں اور کمینہ بہانے پیش کریں تو تمام دُنیا گواہ رہے کہ ان چند سطور کے ساتھ آپ کے رسالہ کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا۔

اور ناواقف لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں بار بار موت یا عذاب کی پیشگوئیاں کی جاتی ہیں۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا کے پاک بندوں کو بُرا کہنے والے کس بشارت کی پیشگوئی کے مستحق ہیں۔ نبیوں کے وقت میں بھی یہی ہوا۔ اور مسیح موعود کے لئے بھی یہی لکھا ہے کہ اس کے دم سے کافر مریں گے یعنی اس کی دُعا سے اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ سو اگر عذاب کی پیشگوئیاں بدنامی ہیں تو بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصہ میں آگئی۔ ؎

گر تو نمے پسندی تغییر کن قضارا　　　در کوئے نیکنامی ما را گذر ندادند

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی ۱۸ /اپریل ۱۸۹۷ء

نوٹ۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کسی انسان کے ہاتھ سے آپ کو تکلیف پہنچے تو وہ ہماری بد دُعا کا اثر ہرگز نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ہم صرف اُس صورت میں صادق ٹھہریں گے کہ جب بغیر انسانی ہاتھوں کے محض خدا کی تقدیر سے آپ کسی لاعلاج بیماری اور آفت اور مصیبت میں ایک سال تک مبتلا ہو جائیں جس کا خاتمہ موت پر ہو اور اگر ایسا نہ ہوا تو بہرحالت ہم جھوٹے ٹھہریں گے اور آپ پانسو روپیہ پانے کے مستحق ٹھیر جائیں گے۔ منہ

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان دارالامان

(۲۸۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

بشپ صاحب لاہور سے ایک سچّے فیصلہ کی درخواست

مَیں نے سُنا ہے کہ بشپ صاحب لاہور نے مسلمانوں کو اس بات کی دعوت کی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقابل پر اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا ثابت کرکے دکھلادیں میرے نزدیک بشپ صاحب موصوف کا یہ بہت عمدہ ارادہ ہے کہ وہ اس بات کا تصفیہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگ نبیوں میں سے ایسا نبی کون ہے جس کی زندگی پاک اور مقدس ہو۔ لیکن مَیں سمجھ نہیں سکتا کہ اس سے ان کی کیا غرض ہے کہ کسی نبی کا معصوم ہونا ثابت کیا جائے یعنی پبلک کو یہ دکھلایا جائے کہ اُس نبی سے اپنی عمر میں کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ میرے نزدیک یہ ایسا طریق بحث ہے جس سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہوگا کیونکہ تمام قوموں کا اس پر اتفاق نہیں ہے کہ فلاں قول اور فعل گناہ میں داخل ہے اور فلاں گفتار اور کردار گناہ میں داخل نہیں۔ مثلاً بعض فرقے شراب پینا سخت گناہ سمجھتے ہیں اور بعض کے عقیدہ کے موافق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جائے اور ایک نو مُرید مع بزرگانِ دین کے اس روٹی کو نہ کھاوے اور اس شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی بعض کے نزدیک اجنبی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی زنا ہے مگر بعض کا یہ مذہب ہے کہ ایک خاوند والی عورت بیگانہ مرد سے بیشک اس صورت میں ہمبستر ہو جائے جبکہ کسی وجہ سے اولاد ہونے سے نومیدی ہو۔ اور یہ کام نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا موجب ہے اور اختیار ہے کہ دس یا گیارہ بچوں کے پیدا ہونے تک ایسی عورت بیگانہ مرد سے بدکاری میں مشغول رہے۔ ایسا ہی ایک کے نزدیک جُوں یا پسّو مارنا بھی حرام ہے اور دوسرا تمام

جانوروں کو سبز ترکاریوں کی طرح سمجھتا ہے اور ایک کے مذہب میں سؤر کا چھونا بھی انسان کو ناپاک کر دیتا ہے اور دوسرے کے مذہب میں تمام سفید اور سیاہ سؤر بہت عمدہ غذا ہیں۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مسئلہ میں دُنیا کو کلّی اتفاق نہیں ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح خدائی کا دعویٰ کر کے پھر بھی اوّل درجہ کے معصوم ہیں مگر مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی بھی گناہ نہیں کہ انسان اپنے تئیں یا کسی اَور کو خدا کے برابر ٹھہرا دے غرض یہ طریق مختلف فرقوں کے لئے ہرگز حق شناسی کا معیار نہیں ہو سکتا جو بشپ صاحب نے اختیار کیا ہے۔ ہاں یہ طریق نہایت عمدہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت مقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی اور عملی اور اخلاقی اور تقدّسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضۂ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہ فضائل میں باہم موازنہ اور مقابلہ کیا جائے یعنی یہ دکھلایا جائے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کس کی ثابت نہیں۔ کیونکہ جب ہم کلام کلی کے طور پر تمام طرق فضیلت کو مدّ نظر رکھ کر ایک نبی کے وجوہ فضائل بیان کریں گے تو ہم پر یہ طریق بھی کھلا ہوگا کہ اسی تقریب پر ہم اس نبی کی پاک باطنی اور تقدّس اور طہارت اور معصومیت کے وجوہ بھی جس قدر ہمارے پاس ہوں بیان کر دیں۔ اور چونکہ اس قسم کا بیان صرف ایک جزوی بیان نہیں ہے بلکہ بہت سی باتوں اور شاخوں پر مشتمل ہے اس لئے پبلک کے لئے آسانی ہوگی کہ اس تمام مجموعہ کو زیر نظر رکھ کر اس حقیقت تک پہنچ جائیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے درحقیقت افضل اور اعلیٰ شان کس نبی کو حاصل ہے۔ اور گو ہر ایک شخص فضائل کو بھی اپنے مذاق پر ہی قرار دیتا ہے مگر چونکہ یہ انسانی فضائل کا ایک کافی مجموعہ ہوگا اس لئے اس طریق سے افضل اور اعلیٰ کے جانچنے میں وہ مشکلات نہیں پڑیں گی جو صرف معصومیت کی بحث میں پڑتی ہیں۔ بلکہ ہر ایک مذاق کے انسان کے لئے اس مقابلہ اور موازنہ کے وقت ضرور ایک ایسا قدر مشترک حاصل ہو جائے گا جس سے بہت صاف اور سہل طریقہ پر نتیجہ نکل آئے گا کہ ان تمام فضائل میں سے فضائل کثیرہ کا مالک

اور جامع کون ہے۔ پس اگر ہماری بحثیں محض خدا کے لئے ہیں تو ہمیں وہی راہ اختیار کرنی چاہیئے جس میں کوئی اشتباہ اور کدورت نہ ہو۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ معصومیت کی بحث میں پہلے قدم میں ہی یہ سوال پیش آئے گا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے عقیدہ کی رُو سے جو شخص عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر خدا یا خدا کا بیٹا ہونا اپنے تئیں بیان کرتا ہے وہ سخت گنہگار بلکہ کافر ہے تو پھر اس صورت میں معصومیت کیا باقی رہی۔ اور اگر کہو کہ ہمارے نزدیک ایسا دعویٰ نہ گناہ نہ کفر کی بات ہے تو پھر اُسی الجھن میں آپ پڑ گئے جس سے بچنا چاہیئے تھا کیونکہ جیسا آپ کے نزدیک حضرت مسیح کے لئے خدائی کا دعوےٰ کرنا گناہ کی بات نہیں ہے ایسا ہی ایک شاکت مت والے کے نزدیک ماں بہن سے بھی زنا کرنا گناہ کی بات نہیں ہے اور آریہ صاحبوں کے نزدیک ہر ایک ذرہ کو اپنے وجود کا آپ خدا جاننا اور اپنی پیاری بیوی کو باوجود اپنی موجودگی کے کسی دوسرے سے ہمبستر کرا دینا کچھ بھی گناہ کی بات نہیں اور سناتن دھرم والوں کے نزدیک راجہ رامچندر اور کرشن کو اوتار جاننا اور پرمیشر ماننا اور پتھروں کے آگے سجدہ کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں اور ایک گبر کے نزدیک آگ کی پوجا کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں۔ اور ایک فرقہ یہودیوں کے مذہب کے موافق غیر قوموں کے مال کی چوری کر لینا اور ان کو نقصان پہنچا دینا کچھ گناہ کی بات نہیں۔ اور بجز مسلمانوں کے سب کے نزدیک سُود لینا کچھ گناہ کی بات نہیں۔ تو اب ایسا کون فارغ جج ہے کہ ان جھگڑوں کا فیصلہ کرے۔ اس لئے حق کے طالب کے لئے افضل اور اعلیٰ نبی کی شناخت کے لئے یہی طریق کھلا ہے جو مَیں نے بیان کیا ہے۔ اور اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ تمام قومیں معصومیت کی وجوہ ایک ہی طور سے بیان کرتی ہیں یعنی اس بیان میں اگر تمام مذہبوں والے متفق بھی ہوں کہ فلاں فلاں امر گناہ میں داخل ہے جس سے باز رہنے کی حالت میں انسان معصوم کہلا سکتا ہے تو گو ایسا فرض کرنا غیر ممکن ہے تاہم محض اس امر کی تحقیق ہونے سے کہ ایک شخص شراب نہیں پیتا، رہزنی نہیں کرتا، ڈاکہ نہیں مارتا، خون نہیں کرتا، جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔ ایسا شخص

صرف اس قسم کی معصومیت کی وجہ سے انسان کامل ہونے کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا اور نہ کسی حقیقی اور اعلیٰ نیکی کا مالک ٹھیر سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو اپنا یہ احسان جتلائے کہ باوجودیکہ میں نے کئی دفعہ یہ موقع پایا کہ تیرے گھر کو آگ لگا دوں اور تیرے شیرخوار بچے کا گلا گھونٹ دوں مگر پھر بھی میں نے آگ نہیں لگائی اور نہ تیرے بچہ کا گلا گھونٹا۔ تو ظاہر ہے کہ عقلمندوں کے نزدیک یہ کوئی اعلیٰ درجہ کی نیکی نہیں سمجھی جائے گی اور نہ ایسے حقوق اور فضائل کو پیش کرنے والا کوئی بھلا مانس انسان خیال کیا جائے گا۔ ورنہ ایک حجام اگر یہ احسان جتلا کر ہمیں ممنون بنانا چاہے کہ بالوں کے کاٹنے یا درست کرنے کے وقت مجھے یہ موقع ملا تھا کہ میں تمہارے سر یا گردن یا ناک پر اُسترہ مار دیتا مگر میں نے یہ نیکی کی کہ نہیں مارا تو کیا اس سے وہ ہمارا اعلےٰ درجہ کا محسن ٹھیر جائے گا اور والدین کے حقوق کی طرح اس کے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں گے؟ نہیں بلکہ وہ ایک طور کے جُرم کا مرتکب ہے جو اپنی ایسی صفات ظاہر کرتا ہے اور ایک دانشمند حاکم کے نزدیک ضمانت لینے کے لائق ہے۔ غرض یہ کوئی اعلیٰ درجہ کا احسان نہیں ہے کہ کسی نے بدی کرنے سے اپنے تئیں بچائے رکھا کیونکہ قانون سزا بھی تو اُسے روکتا تھا۔ مثلاً اگر کوئی شریر نقب لگانے یا اپنے ہمسایہ کا مال چُرانے سے رُک گیا ہے تو کیا اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس شرارت سے باز رہ کر اس سے نیکی کرنا چاہتا تھا بلکہ قانون سزا بھی تو اسے ڈرا رہا تھا کیونکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میں نقب زنی کے وقت یا کسی کے گھر میں آگ لگانے کے وقت یا کسی بے گناہ پر پستول چھوڑنے کے وقت یا کسی بچے کا گلا گھونٹنے کے وقت پکڑا گیا تو پھر گورنمنٹ پوری سزا دے کر جہنم تک پہنچائے گی

غرض اگر یہی حقیقی نیکی اور انسان کا اعلیٰ جوہر ہے تو پھر تمام جرائم پیشہ ایسے لوگوں کے محسن ٹھہر جائیں گے جن کو انہوں نے کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔ لیکن جن بزرگواروں کو ہم انسان کامل کا خطاب دینا چاہتے ہیں کیا ان کی بزرگی کے اثبات کے لئے ہمیں یہی وجوہ پیش کرنے چاہئیں کہ کبھی انہوں نے کسی شخص کے گھر آگ نہیں لگائی، چوری نہیں کی، کسی بیگانہ عورت پر

حملہ نہیں کیا، ڈاکہ نہیں مارا، کسی بچے کا گلا نہیں گھونٹا۔ حاشا وکلّا یہ کمینہ باتیں ہرگز
کمال کی وجوہ نہیں ہوسکتیں بلکہ ایسے ذکر سے تو ایک طور سے ہجو نکلتی ہے۔ مثلاً
اگر میں یہ کہوں کہ میری دانست میں زید جو ایک شہر کا معزز اور نیک نام رئیس ہے
فلاں ڈاکہ میں شریک نہیں ہے یا فلاں عورت کو جو چند آدمی زنا کے لئے بہکا کر لے
گئے تھے۔ اس سازش سے زید کا کچھ تعلق نہ تھا تو ایسے بیان میں میں زید کی ایک
طرح سے ازالہ حیثیت عرفی کر رہا ہوں کیونکہ پوشیدہ طور پر پبلک کو احتمال کا موقع
دیتا ہوں کہ وہ اس مادہ کا آدمی ہے گو اس وقت شریک نہیں ہے۔ پس خدا کے
پاک نبیوں کی تعریف اس حد تک ختم کر دینا بلاشبہ ان کی ایک سخت مذمّت ہے
اور اس بات کو ان کا بڑا کمال سمجھنا کہ جرائم پیشہ لوگوں کی طرح ناجائز تکالیف عامہ سے
انہوں نے اپنے تئیں بچایا ان کے مرتبہ عالیہ کی بڑی ہتک ہے۔ اوّل تو بدی سے باز
رہنا جس کو معصومیت کہا جاتا ہے کوئی اعلےٰ صفت نہیں ہے۔ دنیا میں ہزاروں اس
قسم کے لوگ موجود ہیں کہ ان کو موقع نہیں ملا کہ وہ نقب لگائیں یا دھاڑا ماریں یا خون
کریں یا شیرخوار بچوں کا گلا گھونٹیں یا بیچاری کمزور عورتوں کا زیور کانوں سے توڑ کر
لے جائیں۔ پس ہم کہاں تک اس ترکِ شر کی وجہ سے لوگوں کو اپنے محسن ٹھہراتے
جائیں اور ان کو محض اسی وجہ سے انسانِ کامل مان لیں؟ ماسوا اس کے ترکِ شر
کے لئے جس کو دوسرے لفظوں میں معصومیت کہتے ہیں بہت سے وجوہ ہیں۔ ہر ایک
کو یہ لیاقت کب حاصل ہے کہ رات کو اکیلا اُٹھے اور حربہ نقب ہاتھ میں لے کر اور
لنگوٹی باندھ کر کسی کوچے میں گھس جائے اور عین موقعہ پر نقب لگا دے اور مال قابو
میں کرے اور پھر جان بچا کر بھاگ جائے۔ اس قسم کی مشقیں نبیوں کو کہاں ہیں اور
بغیر لیاقت اور قوت کے جرأت پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ ایسا ہی زناکاری بھی قوت
مردمی کی محتاج ہے اور اگر مرد ہو بھی تب بھی محض خالی ہاتھ سے غیر ممکن ہے۔ بازاری

عورتوں نے اپنے نفس کو وقعت تو نہیں کر رکھا۔ وہ بھی آخر کچھ مانگتی ہیں۔ تلوار چلانے کے لئے بھی بازو چاہیے اور کچھ اٹکل بھی اور کچھ بہادری اور دل کی قوت بھی۔ بعض ایک چڑیا کو بھی مار نہیں سکتے۔ اور ڈاکہ مارنا بھی ہر ایک بزدل کا کام نہیں۔ اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ مثلاً ایک شخص جو ایک پُرثمر باغ کے پاس پاس جا رہا تھا اس نے اس باغ کا اس لئے بے اجازت پھل نہیں توڑا کہ وہ ایک بڑا مقدس انسان تھا۔ کیا وجہ کہ ہم یہ نہ کہیں کہ اس لئے نہیں توڑا کہ دن کا وقت تھا۔ پچاس محافظ باغ میں موجود تھے۔ اگر توڑتا تو پکڑا جاتا، مار کھاتا، بے عزت ہوتا۔

اس قسم کی نبیوں کی تعریف کرنا اور بار بار معصومیت معصومیت پیش کرنا اور دکھلانا کہ انہوں نے ارتکاب جرائم نہیں کیا سخت مکروہ اور ترک ادب ہے۔ ہاں ہزاروں صفات فاضلہ کی ضمن میں اگر یہ بھی بیان ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر صرف اتنی ہی بات کہ اس نبی نے کبھی کسی بچے کا دو چار آنے کی طمع کے لئے گلا نہیں گھونٹا یا کسی اور کمینہ بدی کا مرتکب نہیں ہوا یہ بلاشبہ ہجو ہے۔ یہ ان لوگوں کے خیال ہیں جنہوں نے انسان کی حقیقی نیکی اور حقیقی کمال میں کبھی غور نہیں کی۔ جس شخص کا نام ہم انسان کامل رکھتے ہیں ہمیں نہیں چاہیئے کہ محض ترکِ شر کے پہلو سے اس کی بزرگی کا وزن کریں۔ کیونکہ اس وزن سے اگر کچھ ثابت ہو تو صرف یہ ہوگا کہ ایسا انسان بدمعاشوں کے گروہ میں سے نہیں ہے معمولی بھلے مانسوں میں سے ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کیا ہے محض شرارت سے باز رہنا کوئی اعلےٰ خوبیوں کی بات نہیں۔ ایسا تو کبھی سانپ بھی کرتا ہے کہ آگے سے خاموش گذر جاتا ہے۔ اور حملہ نہیں کرتا اور کبھی بھیڑیا سامنے سے سر نگوں ہو کر گذر جاتا ہے۔ ہزاروں بچے ایسی حالت میں مرجاتے ہیں کہ کوئی ضرر بھی کسی انسان کو نہیں پہنچا یا تھا بلکہ انسان کامل کی شناخت کے لئے کسب خیر کا پہلو دیکھنا چاہیئے یعنی یہ کہ کیا کیا حقیقی نیکیاں اس سے ظہور میں آئیں۔ اور کیا کیا حقیقی کمالات اس کے دل اور دماغ اور کانشنس میں موجود

ہیں اور کیا کیا صفات فاضلہ اس کے اندر موجود ہیں۔ سو یہی وہ امر ہے جس کو ملحوظ نظر رکھ کر حضرت مسیح کے ذاتی کمالات اور انواع خیرات اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور خیرات کا ہر ایک پہلو سے جانچنا چاہیئے مثلاً سخاوت، فتوت، مواسات، حقیقی حلم جس کے لئے قدرت سخت گوئی شرط ہے۔ حقیقی عفو جس کے لئے قدرت انتقام شرط ہے۔ حقیقی شجاعت جس کے لئے خوفناک دشمنوں کا مقابلہ شرط ہے حقیقی عدل جس کے لئے قدرت ظلم شرط ہے حقیقی رحم جس کے لئے قدرت سزا شرط ہے اور اعلیٰ درجہ کی زیرکی اور اعلیٰ درجہ کا حافظہ اور اعلیٰ درجہ کی فیض رسانی اور اعلیٰ درجہ کی استقامت اور اعلیٰ درجہ کا احسان جن کے لئے نمونے اور نظیریں شرط ہیں۔ پس اس قسم کی صفات فاضلہ میں مقابلہ اور موازنہ ہونا چاہیئے نہ صرف ترک شر میں جس کا نام بشپ صاحب معصومیت رکھتے ہیں کیونکہ نبیوں کی نسبت یہ خیال کرنا بھی ایک گناہ ہے کہ انہوں نے چوری ڈاکہ وغیرہ کا موقع پاکر اپنے تئیں بچایا یا یہ جرائم ان پر ثابت نہ ہو سکے بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "مجھے نیک مت کہہ" یہ ایک ایسی وصیت تھی جس پر پادری صاحبوں کو عمل کرنا چاہیئے تھا

اگر بشپ صاحب تحقیق حق کے درحقیقت شایق ہیں تو وہ اس مضمون کا اشتہار دے دیں کہ ہم مسلمانوں سے اسی طریق سے بحث کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے کمالات ایمانی و اخلاقی و برکاتی و تاثیراتی و قولی و فعلی و ایمانی و عرفانی و علمی و تقدسی اور طریق معاشرت کی رو سے کون نبی افضل و اعلیٰ ہے۔ اگر وہ ایسا کریں اور کوئی تاریخ مقرر کر کے ہمیں اطلاع دیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص تاریخ مقررہ پر ضرور جلسہ قرارداده پر حاضر ہو جائے گا ورنہ یہ طریق محض ایک دھوکہ دینے کی راہ ہے جس کا یہی جواب کافی ہے۔ اور اگر وہ قبول کرلیں تو یہ شرط ضروری ہوگی کہ ہمیں پانچ گھنٹہ سے کم وقت نہ دیا جائے۔ ۲۵ رمئی ۱۹۰۰ء

راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

ناظرین کی توجہ کے لائق اور مخالفوں سے ایک استفسار

دُنیا کے ملوک اور سلاطین میں یہ رسم ہے۔ کہ جب ان کا کوئی غضب کسی شہر پر نازل ہوتا ہے اور اس شہر کے باشندوں کے قتل کے لئے عام حکم دیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں اگر کسی شخص کو اس سلطنت سے خاص تعلقات ہوتے ہیں تو اس شخص اور اس کے عیال اطفال کی نسبت فرمان شاہی صادر ہوجاتا ہے۔ کہ اس شخص کے مال اور عزت اور جان پر کوئی شاہی سپاہی حملہ نہ کرے۔ ایسا ہی حضرت عزت جلّ شانہٗ کی عادت میں داخل ہے کہ جس شخص کو اس کی جناب میں کوئی تعلق عبودیت ہے تو اس زمانہ میں جب قہر اور غضب الٰہی زمین پر نازل ہوتا ہے اور ایک عام قتل کا حکم نافذ ہوتا ہے تب ملائک کو جناب حضرت عزت جلّ شانہٗ سے فمائش کی جاتی ہے کہ اس گھر کے محافظ ہیں۔

بس یہی بھید ہے کہ جب عام طاعون دنیا میں نازل کی گئی تو اسی ابتدائی زمانہ میں جب اس ملک میں طاعون شروع ہوئی۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا۔ کہ اِنّی احافظ کل من فی الدار۔ یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہے مَیں اس کو طاعون سے بچاؤں گا۔ چنانچہ قریباً گیارہ برس ہوئے۔ جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدّت میں لاکھوں انسان اس دُنیا سے شکار طاعون ہوکر گذر گئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا۔ تو وہ بھی طاعون سے محفوظ رہا۔ یہ کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے۔ لیکن ان کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے۔ اب بھی اگر کسی کو یہ گمان ہے کہ یہ انسان کا افترا ہے۔ یا یہ خدا کا کلام نہیں۔ تو اسے چاہیئے کہ ایسا ہی افترا وہ بھی شائع کرے یا قسم کھا کر یہ شائع کرے کہ خدا کا کلام نہیں۔ پھر میں یقین رکھتا ہوں کہ خدائے قدیر ضرور اس کو اس بے باکی کا جواب دیگا۔ اگر تم مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سیر کرو۔ تو تمام دنیا میں تمہیں کوئی ایسا ملہم نہیں ملے گا۔ کہ خدا نے اس کو طاعون کی نسبت یہ تسلّی دی ہو کہ وہ اس کے گھر میں نہیں آئیگی چاہیئے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور آریہ اور عیسائی ضرور اس بات کا جواب دیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

میرزا غلام احمد مسیح موعود

(اخبار بدر نمبر ۱۸ جلد ۶ مورخہ ۲ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

تمت